DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188517
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۴۹۵۶ Accession No. ۵۹۳۸

Author ال - م ت

Title محاربات تهیدستی جزا تا ۳

This book should be returned on or before the date last marked below.

محاربات تھسلی

یعنے

کارزار روم و یونان ۱۸۹۷ء

تین حصوں میں

جس میں ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کے مشہور مدبر و نویسندہ سر آشمیلڈ بارنلٹ کی کتاب محاربات تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ سب موقع بموقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد دلچسپ اور رکارڈ ضمیمے اور سرحدی محاربات تیراہ وغیرہ محاربہ سوڈان کے حالات ایزاد کر دیئے گئے ہیں اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی درست تصویریں اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیئے گئے ہیں

مترجمہ و مرتبہ مولوی انشاء اللہ زمیندار انعام آباد جھارہ ضلع گوجرانوالہ ایڈیٹر وکیل امرتسر

حصہ اول

مطبع رونق بازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع شائع ہوئی

قیمت فی حصہ عہ

طبع اول

صفحہ ۵۹۲۹

فہرست مضامین حصہ اول (۱)

	صفحہ
فصل اول - دیباچہ وجنگ کی اصل قدر و منزلت	۱
فصل دوم - اسباب جنگ ٹاسٹریکی پوزیشن و روسی مظالم سر شپیلڈ بارڈمٹ کی روانگی بجانب یونان۔	۱۸
فصل سوم - یونان کی حالت جنگ سے پہلے	۱۰۰
فصل چہارم - یونان کا نظام فوجی	۱۰۴
فصل پنجم - یونانی بیڑہ جہازات	۱۲۱
فصل ششم - ٹرکی کا نظام فوجی	۱۲۳
فصل ہفتم - ترکی بیڑہ جہازات	۱۴۶
فصل ہشتم - میدان کارزار	۱۵۱
فصل نہم - بالمقابل افواج کی صف اول بہ	۱۵۸
فصل دہم - آغاز محاربہ سر شپیلڈ بارڈمٹ کی چشمدید حالات تسلی بین و اخالہ اور چشمدید محاربہ پیلک سرسری نظر۔ قبضۂ لاریسا۔	۱۶۵
فصل یازدہم	۱۹۴
ضمیمہ - جنگ کا پہلا عشرہ ۲۶ اپریل ۱۹۱۲ء تک۔	۲۳

فہرست بیرونجات تصاویر و نقشجات محاربات تسلی حصہ (۲)

(۱) غازی مختار پاشا شیر یلیونا اعلے مشیر و مدبر ہمایون

(۲) مشیر اول ہم پاشا فاتح تسلی۔

(۳) سر شپیلڈ بارڈمٹ ممبر پارلیمنٹ مصنف کتاب محاربات تسلی۔

(۴) ایلس فرزند سر شپیلڈ بارڈمٹ۔ امیلیا تیرجم۔

(۵) پروفیسر میبری ماہر علوم و السنہ مشرقی و سیاح ایشیا

(۶) شہزادہ قسطنطین ولیعہد یونان۔

(۷) شہزادہ نکلس دوم فرزند شاہ یونان۔

(۸) ڈیامنیس وزیر اعظم یونان۔

(۹) کرنیل وسوس۔

(۱۰) کرنیل سونکی یونانی جرنیل۔

(۱۱) کرنیل مانوس یونانی جرنیل۔

(۱۲) عمر رشدی پاشا افسر اعلے ارکان حرب۔

(۱۳) میر لوا سیف اللہ پاشا افسر ارکان حرب۔

(۱۴) انور پاشا افسر ارکان حرب

(۱۵) فریق خیری پاشا۔

(۱۶) فریق نیشات پاشا

(۱۷) میر لوا احمد [illegible] پاشا

(۱۸) میر لوا احمد [illegible] پاشا

(۱۹) میر لوا جید رپاشا

(۲۰) میر لوا احمد حمدی پاشا

(۲۱) میر لوا حافظ عبد الاذل پاشا شہید محترم

(۲۲) شہید محترم میر لوا جلال پاشا۔

عرضِ حال

اب تک محاربہ روم و یونان پر کئی کتابین لکھی جا چکی ہین اور گو اون مین سے بعض مین **وکیل** اور چند دیگر اخبارات سے باحسن طریق مضامین جمع اور اخذ کئے گئے ہین۔ تاہم میری رائے مین اونمین ایک بھی ایسی نہین۔ جو بلحاظ ترتیب مضامین اور نیز جامع و کامل واقفیت اور آگاہی بخشنے کے لحاظ سے کسی یوروپین مصنف کی تحریر کردہ کتاب کا کچھ بھی مقابلہ کر سکے۔ اس لیے مینے اس نقص کو رفع کرنے کے لیے دو مستند اور قابلترین یوروپین مصنفون کی کتابون کو منتخب کر کے اون کا پورا ترجمہ اس کتاب مین دیدیا ہے۔ اور اپنی ذاتی واقفیت اور معلومات سے کام لیکر جا بجا فٹ نوٹ اور حواشی ایزاد کر دیئے ہین۔ اور چند دلچسپ ضمیمے بھی ناظرین کو شروع سے آخر تک جملہ حالات سے واقف کرنے کے لیے آخری حصہ مین آخر شامل کر دیئے ہین۔ جیسا کہ سر ایشمیلڈ بارٹلٹ تحریر کرتے ہین۔ یہ محاربہ جنگی لحاظ سے چندان وقیع نہ تھا۔ ترکون کے مخالفون کے زعم مین ٹرکی کی طاقت خواہ کیسی ہی ہیچ کیون نہ تھی۔ مگر تھوڑی سی بھی عقل و معلومات رکھنے والے سے بھی یہ پوشیدہ نہ تھا کہ یونانی ترکون کے مقابلہ پر چند ہفتے بھی نہین ٹہیر سکین گے۔ اس محاربہ مین ٹرکی کو جو سب سے بڑی کامیابی ہوئی وہ پولیٹیکل اور یہ تھی کہ اس عام مذہبی تعصب اور مسیحی اتحاد کے زمانہ مین جلالتمآب امیر المومنین نے اپنے تدبر اور لیاقت خداداد سے ایک عیسائی ریاست کو ایسا یکہ و تنہا کر دیا کہ کسی دوسری عیسائی طاقت نے اوس کی مدد کے لیے قدم آگے نہ بڑہایا۔ اور گو چند ایک اپنے ننہے سے لے پالک فرزند کی دستگیری کے لیے بہت کچھ تلملاتی رہین مگر اونہین عملی طور پر آگے بڑہکر میدان مین نکلنے کی جرأت نہ پڑی۔ اس حسن سیاست پر خلیفۃ المسلمین اور اون کے مشیران باتدبیر جس قدر فخر و مباہات کرین اونہین زیبا ہے۔ شروع شروع مین ایک لحاظ سے اس جنگ کا برپا ہونا سلطان المعظم کو سخت ناگوار تہا۔ کیونکہ جیسا کہ مین **بست سالہ عہد حکومت** کے متعدد ضمیمون اور **تاریخ خاندان عثمانیہ** مین بتا چکا ہون۔ وہ اپنی طاقت کو ایک خاص وقت تک ریزرو رکہنا چاہتے تھے۔ اور چاہتے ہین جس خواہش و مدعا مین اس محاربہ سے سخت خلل واقع ہونیکا ایک طرح سے قطعی احتمال بلکہ یقین تھا۔ مگر جب جلالتمآب کو اپنے حسن لیاقت سے یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ یہ محاربہ مقامی حدود سے آگے تجاوز نہین کریگا۔ اور دوسری کوئی سلطنت اس متمرد ریاست کی گوشمالی مین جو صدیون تک سلطنت عثمانیہ کا محکوم صوبہ رہی تھی کسیطرح کی مداخلت نہ کریگی۔ اور جنگ کا شعلہ عالمگیر نہ ہونے پائیگا تو عساکر قاہرہ کو پیشقدمی کا حکم دیدیا گیا۔ اور وہ چند ہفتون مین اس تفریحی سیر اور مشق و قواعد سے فاتح و منصور فارغ ہو گئے۔ اس عظیم پولیٹیکل کامیابی کے علاوہ اس محاربہ سے اور بھی کئی جلیل القدر فائدے مترتب ہوئے۔ دنیا کو ترکون کی طاقت و جبروت کا جسے وہ فراموش کر چکی تھی پھر پورا پورا علم ہو گیا۔ مخالف و موافق سب کو اونکی خوش اطواری۔ رحمدلی اور قابل تعریف اوصاف کا اعتراف کرنا پڑا۔ بڑی بڑی سلطنتون کو ٹرکی کے اتحاد و رفاقت کی تمنا و خواہش پیدا ہو گئی۔ اور کل دنیا کے مسلمانون کو خلافت عثمانیہ کیطرف پھر از سر نو پوری پوری توجہ ہی نہین ہو گئی۔ بلکہ اون کے خلوص و عقیدت اور روحانی تعلق مین بھی جو پہلے بھی کچھ کم نہ تھا۔ بدرجہا زیادہ اضافہ ہو گیا۔

تبسلی کے چھوڑ دینے اور کریٹ کو جو مبدا و منبع فساد تھا انگلستان روس اٹلی و فرانس کے تقاضا و اسرار پر علاً آزادی بخشنے
اگرچہ اس محاربہ کی فتوحات کی عام خوشی میں بہت کمی ہو گئی ہے لیکن جن لوگوں کو جلا الکتاب کا سنجیدہ تدبر پر کامل سبر و سہو ہے اور جو یہ
جانتے ہیں کہ امیر المؤمنین سلطنت و خلافت کے جہاز کو گذشتہ بائیس برسوں میں کیسے کیسے خطرناک طوفانوں سے بخیریت اور عموماً بکامیابی
صحیح و سلامت بچا سکتے رہے ہیں۔ انکو کامل یقین ہے کہ شوکت مآب کی یہ تدبیر بھی سلطنت علیہ و خلافت عثمانیہ کے حق میں بالآخر نہایت مفید
ثابت ہوگی۔ اس مسئلہ کے متعلق میری اپنی رائے چند مقامات میں میں جو اس کتاب کے ساتھ مطبوعہ ضمیمہ شامل کر دئے ہیں مفصل ظاہر کر چکا ہوں
بیان اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ یونان اور کریٹ کے سابقہ حالات بالتفصیل تاریخ خاندان عثمانیہ میں تحریر کر چکا ہوں اوسکو
اس کتاب میں دوبارا بیان کرنا فضول طوالت کا باعث نظر شائقین کتاب مذکورہ سے اوسکو مطالعہ کر سکتے ہیں۔

سر ایشیلڈ بارٹلٹ اوز یر مفیض اس کتاب میں گو فرمنٹ انگلشیہ کی مخالفانہ پالیسی پر جسے انگلستان اور ٹرکی کا کوئی سچا خیر خواہ کبھی پسند
نہیں کر سکتا اکثر جگہ نہایت سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ جیسا کہ میں اسی کتاب کے کسی نوٹ میں لکھ چکا ہوں تاریخ برطانیہ اور
خلافت عظمی عثمانیہ کے ایسا اور مخلصہ ہوا خواہوں کی برسوں کی تمناؤں کو پورے ہونیکے زبردست آثار پیدا ہو گئے ہیں اور سر فلپ کری کی جانشین
ادکا نے خود سبقت کر کے جلا الکتاب کو خود مست میں دونوں سلطنتوں کے اتحاد کی ضرورت اور فوائد سے کو بالوضاحت عرض کیا۔ اور شرکت
اوسی سے ہی گورنمنٹ انگلشیہ کی غلط پالیسیوں کو سخت متعجب ہو رہی ہے۔ ان معروضات کو بنظر احسان دیکھا سوڈان کی معاملہ سے ساتھ
رنجی اور کدورت باہمی پیدا و ریشہ ہی ہو جانیکا سخت احتمال تھا مگر اس واقعہ نے جو سوڈانی مشکلات سے کئی مہینے بعد ابھی حال میں گذرا ہے
نہ فقط اوس احتمال کو ہی زائل کر دیا ہے بلکہ اسباب کی پختہ اساس بھی لا دی ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کی پھر زمین صمیم اور یکجان و دوقالب
ہو جانے میں صرف چند دنوں کا توقف ہے۔ واللہ سبحانہ من یشاء الی سواء السبیل +

محاربہ کی تاریخ کو ذوالحاج کمال بنا کیونکہ اوسکے متعلقہ لوازمات ضروری تھی انکی بہم پہنچانے میں شاید خرچ کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا۔ کارٹرائیں
کو تفصیلی حالات پر شتہ وقت موقع کا نقشہ جو وہ ہونیسے پریشانی ہو۔ میدان کارزار و مخلصہ لڑائیوں کے متعدد منقش نقشہ جات کو دیکھنے میں۔ سیطرح تاکہ اوکو گویا عینی شاہد کی سی
کی مہارت و جلادت شرافت و ذات اور لیاقت و قابلیت خداداد کا کافی ثبوت بہم پہنچ جائے غازی عثمان پاشا سر عسکر علاً جو اگرچہ میدان جنگ اور
مگر کا زار کا انظام درحقیقت اوسی کا تھا جس تھا اور اوسی کی مسلسل تدبیروں کو مشغول کی بفضل سلطنت سنیہ ایسی آسانی سے مقدور فوج سب عاجز آ رہتہ وکمل فتح کے مقابلے
پہنچ سکی تھی۔ فاتح قسطنطنیا اور اوکے تقریباً تمام اعلا رفقا کی تصویریں دیدی گئی ہیں جس محنت و کوشش اور اہتمام سے یہ تصویریں تیار کی گئی ہیں اوسکا اندازہ ناظرین کو اوسکو
دیکھنیسے ہو جائیگا تنہا سے بنا دیونا کہ چند اعلا فوجی کمانڈروں کی ہی تصویریں لیا کر دیگئی ہیں۔ تاکہ اوکی شکلوں کو آسانی کا زمانوں کی قیاس کر لیا جا سکے۔ خاکہ کتاب پر بہت زیادہ
دشت مجلد کی وجہ سے دیوالین کو شکر کا بالمی سرمایہ سے بنانیکی تجویز کا تعلق وکیل کو چند ضروری مضامین بھی جمع کر کے لیا ضمیمہ لیا کر دیگئی ہیں۔ ایسا کرنیکی کئی وجوہات
ہیں ایک تو یہی محاربہ حاصل ہونیکا باعث ہوا تھا دوم اس کو ہر زبان سے مکرر کہا جا رہا ہے اگر یہ تصویریں بھی ہو جاویں تو ہو جاوے۔ اس تخمینی قوی و ضعیف سنت علیہ کے متعلق کا
کرنا ہو جاویں اوکو تجویز کرنا کہ وہ مقصد اوسکی فوائد سے طریقہ باسانی حاصل ہو سکیگی اور چونکہ میرا خیال ہے کہ اکثر کو کوئی نہ کوئی شایق ہو سکیگا اور یہ تصویریں ایک اچھا تحفہ بھی
دیدیا جا سکیگا اور اوسکی معاملہ کی تنقی اس ملک اسلامی ترقی اور قومی بہتری کا دارمدار خیال ہے۔ لہذا اگر اوکو اس تجویز کے سر پر سوچ ہو سکیگا موقعہ دیدیا جاوے تو اغلب

یقین ہے کہ انکا مصنف اس تجویز کو قوت عمل میں لانیکو ضرور مستعد پاوے ہو جائیگا۔ واللہ الموفق وعلیہ التکلان۔ بندہ محمد الشہیر بالمدعو بابو کمال
۱۷ ترمر ضاہجلائی ۱۳۱۲

تاریخ جنگ روم و یونان

دیباچہ

جرمن مشاف فسر اپنی کتاب کا دیباچہ بالفاظ ذیل تحریر کرتا ہے:-

"یونان اور ٹرکی کی باہمی سخت معرکہ آرائی جو کریٹ کی بغاوت اور رومان کی جنگ جدال مابعد کی وجہ سے معرض ظہور میں آئی گو یورپ کی دول عظام کی مداخلت پر اچانک اور بہت جلد ختم ہوگئی۔ تاہم قیام امن کو متعلق بعید و مبہم اغراض کی یک جہتی کی بدولت ان دونوں اقوام کے محاربے نے کل یورپ کی توجہ کو حیرت انگیز حد تک اپنی طرف منعطف کر لیا تھا۔ اور ایک عام ہمدردی پیدا کر دی تھی کیونکہ یہ ہر ایک کو محسوس ہو رہا تھا کہ مشرق میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں ان میں سے ہر ایک میں مزید معرکہ آرائی کا تخم موجود ہوتا ہے اور اس مزید معرکہ آرائی کی نسبت کوئی شخص وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا آخری انجام اور نتیجہ کیا ہوگا۔

جرمنی کو اگرچہ ان متضاد اغراض سے جو جزیرہ نما بلقان میں پائی جاتے ہیں براہ راست کوئی تعلق نہیں مگر پھر بھی وہ ان واقعات کی رفتار کو جو اپریل اور مئی ۱۹۰۸ء میں تھیسلی اور ایپائرس میں حادث ہوئے دلی تشویق سے دیکھتی اور خاص وجوہات کے باعث ان کی نہایت توجہ سے غور کرتی رہی ہے۔ جرمنی کی آنکھیں محض اسی وجہ سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ ٹرکی پر نہیں لگی رہیں کہ محاربہ کی رفتار اور اس کے انجام نے پہلے سے زیادہ پولیٹیکل ہمدردی اور دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ بلکہ اس لیے بھی کہ جب سے ریشوی انسر ترکی نوجوانی آتا یقی پارٹی کے اور انہوں نے آتا یقوں اور منتظمین کی حیثیت میں اپنے اقتدار کا اثر پیدا کیا ہے پہلی مرتبہ اس محاربہ میں یہ فوج ایک وسیع پیمانہ پر جنگی کارروائی میں مشغول ہوئی اور جرمن تربیت کے نتائج کو پرکھنے کا موقعہ ملا۔

ترکی فوج کی بیشمار جنگی فتوحات اور اس کا ان متواتر و مستعدانہ حملوں اور ضربات کی جن سے غنیم کی فوجی قوت اور طاقت مدافعت بالکل پامال ہوگئی جو جرمنی میں پوری پوری قدر نہ پہچانی گئی اور نہ اس امر کے تصدیق ہوگئی کہ محاربہ کی کارروائیوں اور انتظام میں جو کمال تناسب قابل تعریف پر جنگی پائی گئی۔ وہ زیادہ تر جرمن افسروں کی باحتیاط اور شب و روز کی سرگرمی اور جد و جہد کا نتیجہ ہیں عثمانیہ فوج میں ان امر کا علانیہ اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جرمنی افسر خاص احتیاط اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں بڑے بڑے اہم کام ان سپرد کیے جاتے ہیں اور ان کو اقتدار کے وہ ایسے بہت وسیع پائے جاتے ہیں اور زمانہ حال کے حسب حال اصلاحات کی بنیاد قائم کرنے میں انکی بہ عمومی تمام تائید کی جاتی ہے۔ اور ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ باسفرس کے سواحل پر اپنی مستقل نیابت اور زبردست اثر کو سلطنت عثمانیہ میں [illegible]

بیرن وان گوگوان سنہ ۱۸۳۳ء سے ۱۸۹۶ء تک پروس فوجی مدارس ادنیٰ و اعلیٰ اور ابتدائی مکاتب کا انسپکٹر جنرل رہا۔ اس عہدہ میں فوجی مدارس نے قابل تعریف ترقی کی۔ اور ان کی طلباء کی تعداد چار ہزار سے چودہ ہزار ہو گئی۔ سنہ ۱۸۵۹ء سے انسپکٹر جنرل کا عہدہ بھی وان گوگوان کو تفویض کر دیا گیا۔ آخر الذکر منصب پر جنرل کاہلر تا دم مرگ مامور رہا تھا۔ اس عہدہ کے ساتھ ہی سلطان ملیمظم نے گوگوان پاشا کو فوجی اصلاح کمیٹی تجاویز مرتب کرنیکا کام سپرد کیا۔ اوس زمانہ اوس سال فوجی اصلاح کی تجویز تیار کر دی سلطان ملیمظم نے اوسے پسند فرمایا۔ اور سنہ ۱۸۷۱ء کو ختم ہونیسے پہلے اوس کے تمام ضروری حصوں پر عملدرآمد ہو گیا۔ یہ تجویز ترکی جنگی طاقت کی موجودہ نظام کی بنیاد کا کام دے رہی ہے اور متعلقہ دیگر امور کے ان باتوں پر مشتمل ہے:-

(۱) عام جبریہ فوجی خدمت کا قاعدہ تمام مسلمان آبادی پر نافذ کیا جائے اور سخت فرض کیلئے بھرتی کرنیکے متعلق نیا قانون منظور کیا جائے

(۲) ریزرو اور لینڈ وہر (redif & mustahfiz) کیلئے نیا ضابطہ قائم کیا جائے اور اس ضابطہ کے مطابق افواج redif و mustahfiz کو از سر نو مرتب کیا جائے۔

(۳) جدید ضوابط کر دے جنگ کیوقت کام دینے کیلئے redif ڈویژن اور mustahfiz ڈویژن اور سوپر نیومیری بٹالین مرتب کیجائیں اور مزید برآں جدید redif فوج اور سوپر نیومیریوں کی دوسری قسم یا صنف نئی قائم کیجائے۔

(۴) جنگی خدمت کیلئے افواج کو نقل و حرکت اور سریع اجتماع کا انتظام۔

(۵) کل سلطنت کی ۴۳ ڈویژنی - ۴۰ بریگیڈی - ۹۶ رجمنٹی اور ۸۰ بٹالینی اضلاع میں تقسیم جدید (یعنی ۴۳ ڈویژن ضلع جو فوجی کمان ایک ڈویژن کا صدر مقام ہوں - ۸۰ ضلع جو ایک ایک بریگیڈ کا صدر مقام ہوں اور تمس علی ذلک - انہی اعداد سے ناظرین کو یہ معلوم ہو گا کہ ترکی فوج میں چار بٹالینوں کی ایک رجمنٹ - دو رجمنٹوں کا ایک بریگیڈ اور دو بریگیڈوں کا ایک ڈویژن ہوتا ہے)

بیرن وان گوگوان نے ترکی خدمت سے کنارہ کش ہونے پر ترکی فوج کے متعلق جو رائے ظاہر کی تھی وہ بیسویں صدی سال عہد حکومت کی ایک قیمتی درج ہو سنہ ۱۸۷۶ء اشرار اور جرمنی میں فوجکا اوس حصہ کو جسکو اوس جنگ کو جیتنے میں جو مقررہ میعاد کیلئے نظام اور ریزرو میں کام کر چکی ہو۔ اور کبھی کبھی تواعد کیلئے گھروں سے آتی ہو سوا اوسکے اوس کی حالت میں فوجی خدمت سے معافی ہو۔ جنگ کیوقت فوجی جو اخری قسم آخری دست طلب کی جاتی ہے اور سلطانیہ میں فرسٹ سٹرم کہتے ہیں جو منظم ونسق کے رو سے پہلی ٹکڑی میں محفظ فوج اوس کے مشابہ تھی سنہ ۱۸۵۳ء سوپر نیومیری اوس نسر سپاہی یا ملازم کو کہتے ہیں جو ضرورت کیوقت کام دینیکیلئے تعداد مقررہ سے زائد رکھ جاتے ہیں۔ فوجی اصطلاح میں اوس کے جو معنی ہیں وہ اوس تشریح سے سمجھ میں آجائیں گے جن ممالک میں جبریہ خدمت کا قاعدہ نافذ ہے وہاں یہ نہیں ہوتا کہ ہر سال جسقدر آدمیوں پر یہ خدمت عائد ہو وہ سب کے سب فوج میں بھرتی کر لیے جاتے ہیں بلکہ بہت تھوڑوں کی سالانہ تعداد مقرر ہوتی ہے چنانچہ زیادہ آبادی رکھنے والے ممالک میں اٹھارہ جوانوں کی تعداد جن پر خدمت عائد ہوتی ہو۔ دگر دگر دوں کی مطلوبہ تعداد سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مطلوبہ تعداد قرعہ اندازی وغیرہ کی ذریعہ منتخب کر کے فوج نظام میں داخل کر لی جاتی ہے۔ اور فاضل تعداد کو چند مہینہ تواعد سکھا کر یا یونہی گھروں کو واپس کر دیا جاتا ہے (ترجمہ)

(۶) بیناقانون محاصل کے جنس میں داخل کیے جانیکے متعلق نافذ کیا جائے تاکہ جنگ کے وقت باربرداری کی فراہمی میں سہولت ہو

(۷) ۱۹۱۳ء میں لین حاضر افواج کے لیے جدید ضابطہ مقرر کیے جائیں۔

مختار یہ قوم کی جنگی طاقت کو ترقی دینے کے لیے ان تمام بنیادی انتظامات اور قوانین سے ہر ایک کے لیے گرتپاشانے تجاویز تیار کیں اور اپنی آنکھوں سے اونہیں عملدرآمد ہوتا ہوا دیکھ لیا۔ ان تمام ہمت و کوشش سے وہ تمام مخالفتوں پر جو ہمیشہ اوس کے رستہ میں مشکلات حائل کرتی رہتی تھیں غالب آگیا۔ ایک سو تیا وہ مرتبہ اوسنے اپنی کئی تجاویز پر اسطرح سے عملدرآمد کرا پایا کہ ملازمت کی پچھلی میعاد کو ختم ہو جانے پر اوس نے تجویز مذکور کے نفاذ کو ملازمت کو معاہدہ کی تجدید کیلئے مقدم اور لازمی شرط قرار دیدیا۔

اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ انتظام و ترتیب جو دیس کا اشد ضروری ہونا اوس کی فوج کے اوس اجمال سے جو ۱۹۱۲ء میں ترکان کے مقابلہ کیلئے کیں گئی تھا۔ اچھی طرح مناسبت ہو گیا تھا محض اس افسر کی مسلسل اور انتھک کوششوں اور جدوجہد کی طفیل معرض ظہور میں آیا اور بسرتکمیل پہونچا۔

متذکرہ صدر کام کے علاوہ جس کی تعمیل و تکمیل میں اوسے نہایت ہی سخت مشکلات پیش آئیں جنرل وان ڈر گولنے سپیڈ کوارٹری مشان کی خدمات لازمہ کی مختلف شاخوں میں افسروں کی علمی تربیت پر بھی توجہ منعطف کی اور خود ہنر فرض کیلیٹرسانی خدمات کے متعلق لیکچر دینے کیے مصنوعی لڑائیاں کرائیں کھلے میدانوں میں سواروں کو رسالوں سے نمائشی جنگ و جدال کرائے اور اسطرح کی اور دیگر مشقیں کرائیں ہتھیار اس عملی جدوجہد کے دوش بدوش اوسنے مندرجہ ذیل کتابیں ترکی میں شائع کیں جنکی بہت اشاعت ہوئی۔

(۱) جنگی کارروائیوں کے متعلق فرمان کا راہنما۔ (۲) فن صفآرائی کے متعلق مسائل و مثالیں (۳) سپیڈ کوارٹری مشان کی خدمات دوران جنگ میں۔ (۴) جنگ کیوقت قلعوں کی مدافعت اور اوسپر حملہ کرنیکے متعلق راہنمائی ہدایت (۵) میدان جنگ کی خدمات کے متعلق ہدایتیں پانچوں کتابیں تین ہزار مطبوعہ صفحے رکھتی ہیں۔ پہلی کتاب کو چار اور پانچویں کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ان کتابوں کی آمدنی جنگی فنڈ کے سطح کو وقف کر دیگئی ہے۔

اس پر شوی جرنیل کی مختلف الانواع اور دور تک اثر کرنے والی متعددی سے نہایت ہی نیک نتائج مترتب ہوئے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں کوارٹر ماسٹر جنرل فن صفآرائی کا اعلے اتالیق سپہ سالار اعلے نخچیر اور سانحہ ہی گرخ اور مجدد بھی تھا فوج کی ترتیب جدید یورپی تعلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) یہ زیادہ تر مدت نوجوان سپوہ نوشیری کہلاتے ہیں ترکی میں حالانکہ ابھی مسلمان آبادی کا بھی حصہ کثیر فوجی خدمت سے مستثنے ہوتا ہے مطلوبہ یا مقررہ سے تقریباً دوگنے آدمیوں پر سال نوجی خدمت عاید ہوتی ہے جن کو بالعموم کچھ تامدت رکھا کر گھر دن کو واپس کیا جاتا ہے۔ سالانہ تعداد افسر میں جنگی ضرورتوں اور مالی گنجائش کے لحاظ سے گھٹا بڑھی ہوتی رہتی ہے۔

لہ اوس وقت جس آسانی سے ٹرکی نے تین لاکھ سے زائد فوج یونانی سرحد پر چھ چاپ آسانی تام چند ہفتوں میں جمع کر دی تھی۔ اوس کا منصفانہ ذکر کرنا بہت سال عہد حکومت کا ایک حاشیہ میں درج ہے۔ ۲ صیغہ کوارٹر ماسٹر کا اعلے نہر کو ارٹر ماسٹر وہ افسر ہوتا ہے جس کو ذمہ فوج کے لیئے مکان سامان گودام مددی مایندہ ہن راسباب نوشتہ جات و آبادی وغیرہ پہنچانے اور رصد رسانی کی نگرانی کرنیکا کام سپرد ہوتا ہے۔

اور شاہی اصلاح کے متعلق اس افسر نے بیش قیمت تعلیمیں دیں اور جو کام کیا تھا۔ اوس کا اثر بصراحت تمام اون فوجی کارروائیوں کی تجویز کے بتدریج عملدرآمد کے وقت ہی جو ترکوں نے ۱۸۲۸ء میں یونان کے برخلاف جب کہ لڑائی شروع ہو رہی تھی کی تھیں۔ وضع ہو گیا تھا اور سلطان المعظم نے اوس کا نہایت ہی عزت بخش پیرایہ میں اعتراف کیا تھا۔ ترکی فوج سے علیحدہ ہونے سے چند ماہ پیشتر جبلا المتاب نے اپریل ۱۸۲۹ء میں گوز پاشا کو فیلڈ مارشل دستور کا ممتاز مرتبہ عطا فرما کر ایک بیش قیمت تلوار بھی عطا فرمائی۔ باضابطہ الوداعی سلام کے موقعہ پر خلیفۃ المسلمین نے گوز پاشا کو پریسوریٹ باریابی کا شرف عطا فرما کر اون ممتاز خدمات کا جو اوسنے جلالت مآب اور اون کی فوج کی کی تھیں تشکریہ ادا کیا۔ اور امید ظاہر کی کہ یہ عہدگی اور عدالتی آخری نہیں ہوگی۔ اور کہ ترکی حکام صیغہ جنگ اوس کو پھر واپس آنے اور اوس کی حوصلہ افزا نیک نظیر اور مستعدی سے مزید فایدہ اوٹھانے کی توقع رکھنے میں غلطی پر نہیں ہونگے۔ یہ توقع جسکی ایسی شاندار عزت و توقیر کی گئی۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے اپنے وطن کی فوجیں واپس آگیا ہوں جس میں وہ ایک ممتاز مکان پر مامور ہے۔ جرمن فوج اس قابل فہم کو پھر اپنی صفوں میں دیکھکر اور یہ جانکر کہ اوسکی قابلیتوں اور اوصاف و لیاقت خداداد سے پھر اوس کا ملک مستفید ہو رہا ہے جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ یا قیاس جرمن افسروں میں سے سب ترکی فوجیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں لفٹنٹ کرنیل گرسکو پاشا فرنچ توپ خانہ کی تربیت کو علاوہ چند قیود کے ساتھ توپ خانہ کی اسلحہ و گولہ بارود اور نیز اوس کے آدمیوں کی نگرانی کے کام پر مامور کیا گیا تھا۔ اسکے برخلاف اوسکے مستعدانہ عمل اور اوسکی اوس بہادرانہ کارروائی کے طفیل جس سے وہ شہر مذکور پر قابض ہو گیا سلطان المعظم کی خاص نظر عنایت اوسپر مبذول ہو گئی ہے۔

جب ۱۸۳۳ء میں یہ جرمن مصلحین ترکی ملازمت میں داخل ہوئے تو اونہوں نے ہر محکمہ کو فوجی مہارت کے لحاظ سے اوسی حالت میں پایا۔ جس حالت میں کہ وہ چھ برس پیشتر محاربہ روس کے وقت تھا۔ ان مسلمان سپاہیوں کے لیے جو فوج کے دستور نہایت پیش قیمت مصالحے ہیں قابل اور تربیت یافتہ افسر تقریباً مفقود تھے اور وہ بحالت ہیں فنون حرب میں باقاعدہ اور عملی طور پر شاق بنا لیجانے کے سخت محتاج تھے۔ انتظامی کل کے پرزے بھی ایسے تھے اور اس کل کو خادار چرخوں کے دندانوں میں کوئی گرفت نہ پائی جاتی تھی۔ توکل و قسمت کو کرمانہ عتقاد اور ہر وقت علاج تعذر میں محو رہنے اور نسبا لازمہ عادات کا جو کچھ مقتضا ہوا اوسکی حسب حال نظام کاروبار نصرام پاتا تھا۔ جرمن افسروں کی نئی سوچ بوجھ اور جوالی مستعدی کی بدولت جس نے پندرہ برسوں کے اندر عثمانیہ فوج پر تدریب تیاری تربیت اور انتظام اور نظام کے متعلق یورپین فوجی دستور العمل کے ضروری لوازمات اور محاورں کا نقش قایم کر دیا ہے۔ اور اُسے بر عظم یورپ کی دیگر افواج کی سطح کے بہت کچھ نزدیک پہونچا دیا ہے۔ سابقہ حالت بہت ہی بدلگئی ہے۔

اسوقت میں جہاں انگلشی یا آٹلری کی ایک کمپنی تک کو چاند ماری کی مشق کرنے کے لیے یا ایک سالہ کو تیراکی مشق کیلیے ہی ہر بیرونجائے کے لیے سلطانی اجازت کا حاصل کرنا ضروری ہو اور یہ اجازت بہت دقت اور مشکل سے حاصل ہوتی ہو۔ اور جہاں افیسر اور سپاہی کی سادہ ترین اور بالکل جہاں پلٹنوں کی پٹائی اور تنقیح میں بہت سا وقت خرچ کیا جاتا ہو۔ یہ ممکن نہیں ہر ایک وقتی مفید علمی نتیجہ اس ملک کا بدیہی تجربہ ہی کہ اوس کو حصول کے لیے بڑا بہت سا تحمل عقلمندی اور تحمل سے کام لیا گیا ہے۔ اس تحمل کام کو جرمن افسروں کی خطاؤں

مستقل مزاج و ثابت قدم اور جفاکشانہ جدوجہد نے ممکن بنادیا۔ جن افسروں نے ایک جنبی گورنمنٹ کو کارآمد خدمت دینے کے ساتھ ہی اپنے ملک کے لیے یہ نیکنامی حاصل کی کہ اوس کے فرزندوں کی ہمت و کوشش سے ایک طاقتور اور دوست قوم کے لیے فوجی طاقت اور فوجی استحکام کا بنیاد شروع ہو گیا ہے۔

اس تمہید کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ اوس نے یہ صفحات تاریخی کتاب کا کام دینے کی بجائے محاربہ کی رفتار و حالات کا مختصر سا خاکہ کھینچنے کے لیے تحریر کیے ہیں۔ محاربہ مذکور پر مستند تاریخی کتاب لکھنے کا ابھی وقت نہیں آیا چشم دید شاہدوں کی شہادتیں اور فریقین کے افسروں کے بیانات ایک دوسرے سے بہت مختلف بلکہ متضاد ہیں۔ اور مختلف معرکوں کے حالات و واقعات بھی ابھی تک بتفصیل معلوم نہیں ہوئے۔ بنابریں تاریخی تحقیق و تدقیق اور باقاعدہ ترتیب کا کام ابھی شروع نہیں کیا جا سکتا۔ بعد ازاں وہ جرمن اور انگریز نامہ نگاروں کے تحریر کردہ حالات و دیباچوں سے اس کتاب کو مرتب کرنے کا ذکر کر کے اون نامہ نگاروں کی وفاکشی تندہی سے اپنے فرائض کو سرانجام کرنے اور حتی الامکان انصاف کو مدنظر رکھنے کا اعتراف کرتا ہے۔ اور پھر لکھتا ہے کہ ان واقعات کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے تاکہ ناظرین کو محاربہ کا عام نقشہ اور اوس کے نمایاں پہلو معلوم ہو جائیں اگرچہ کئی واقعات کو اشمیلڈ نے بتفصیل اپنی کتاب میں جس کا ترجمہ آگے مندرج ہے بیان کر دیا ہے تاہم میں نے اس مصنف کی کتاب کا پورا ترجمہ دیدیا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو حتی الامکان مکمل آگاہی اور واقفیت ترکی فوج کے کارناموں اور یورپین پالیسی کے متعلق ملسکے اس تمہید کے ساتھ ہی جیمین مصنف نے جرمنی کی ہمدردی کی چند وجوہات تحریر کیے ہیں۔ ایک اور نامور جرمن مدبر کی رائے اس مسئلہ کے متعلق درج کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

اس مدبر کا نام ہوسٹن سٹیورٹ چیمبرلین ہے جو ۱۸۵۵ء میں سٹریا کے صیغہ تجارت کا مدیر تھا۔ اور اوس کے بعد ویانا اور ڈریسڈن کی یونیورسٹیوں میں پوٹیکل ایکونومی (سیاست مدن) کا پروفیسر رہا ہے۔ ہنری ٹرٹن کی ہسٹری سالہ نوزدہم بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء میں جرمنی انگلستان کو باہمی تعلقات پر اوس عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے کہ جرمنی انگلستان سے کیوں بیزار اور متنفر ہے۔ اور پھر اس بیزاری اور تنفر کو یونین وغیرہ کے برخلاف جرمنی کی ترکوں سے ہمدردی ہونیکا بہت کچھ باعث قرار دیتا ہے۔ ناظرین کو یہ تو بتانے کی احتیاج نہیں معلوم ہوتی کہ انگلستان اور جرمنی کے تقریباً کل باشندے ایک ہی نسل سے لیتے سکسن ہیں۔ مدبر مذکور لکھتا ہے کہ جرمنی اس خونی تراجت اور دونوں ملکوں کو اغراض کی یکجہتی کو جن کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونوں قومیں آپس میں متحد و متفق رہیں تسلیم اور اونکا احترام کرتا ہے مگر انگلستان کی سرد مہری بلکہ اوس کا اس سے بھی بدتر خواہ مخواہ نے کبھی اتحاد نہ ہونے دیا جو موجودہ جنگ وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر جرمنی کی تخریب کو درپے ہوا ہے۔ جرمنی ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے انگلستان سے ناراض نہیں ہے کہ دونوں ملکوں کو دربار دن کی تعلقات اچھے نہیں۔ انگلستان کے مشتاق جنگ اخبارات معاندانہ تحریریں لکھتے ہیں۔ یا انگریز مدبر نامناسب تقریریں کرتے رہے ہیں۔ اور جرمن قیصر کو بہلوب لفظوں ہی یاد کیا جاتا ہے جرمنی اس وجہ سے بھی ناراض نہیں ہے کہ اگرچہ جرمنی کی تجارتی ترقی حد درجہ تک کرتے ہیں ہمیں کلام نہیں کہ لنکشائر کو اخبار مینچسٹر گارڈین کے وسیع حلقہ میں بہت کچھ آزادگی پیدا ہوئی تھی جس میں اونسے محاربہ عظیم یورپ کے شروع ہو جانے پر

قیصر کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ وہ اپنی نانی کی دانشمندانہ نصیحت کا خیال رکھے۔ لیکن بیگانگت کی اصل وجہ انگلستان کی وہ پالیسی ہے جو اوس نے مقبوضات بعیدہ اور مشرق مین جرمنی کے متعلق اختیار کر رکھی ہے۔ اور جو عملی طور پر اوسی پالیسی کی مشابہ ہے جو ۱۸۷۰ء سے پہلے یعنی لارڈ پامرسٹن کے زمانہ مین انگلستان کی تھی۔ اس پالیسی کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ کسیطرح جرمنی کو روس کے ساتھ بھرا دیا جائے مگر جرمنی کے بادشاہت کی بجائے شہنشاہت ہو جانیسے انگلستان کے لیئے ایسا کرانا ناممکن ہو گیا ہے۔ اور خواہ ملکہ وکٹوریہ کی لڑکی بہت عرصہ پہلے سے ہی کیون نہ شہنشاہ بیگم ہو جاتی۔ یا ۹۹ دن کی بجائے جو مرحوم[1] قیصر فریڈرک کے مختصر عہد حکومت کی میعاد ہے زیادہ عرصہ ہی کیون نہ شہنشاہ بیگم رہتی۔ وہ اس مدعا مین کامیاب نہ ہو سکتا۔ شہنشاہت کے قیام سے بعد فوراً ہی جرمن صنعت و حرفت اور تجارت نہایت وسیع ہونی شروع ہو گئی۔ اور اس فروغ کو قائم رکھنے کیلئے جرمنی نے یوروپ اور مقبوضات بعیدہ مین امن قائم رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا جن دونون باتون مین انگلستان نے اُسے زک دینے کیلئے کمر ہمت چست باندھ لی۔ مدبر مذکور کے الفاظ بجنسہ حسب ذیل ہین:-

"۱۸۸۰ء سے انگلستان ہر جگہ ہماری کولونیل (مقبوضات بعیدہ کے متعلق) پالیسی کی مخالفت کر رہا ہے۔ ادہر چند برسون سے ٹرکی مین جو طریقے اوس نے اختیار کر رکھے ہین اونکا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ کل براعظم یوروپ کو نقصان پہونچا کر خود تنہا فائدہ اوٹھانے کیلئے دول یوروپ مین عالمگیر جنگ مشتعل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اوسکی یہی چالین ہماری ناراضی کا باعث ہین۔ گذشتہ چند برسون سے وہ ان چالون کی ریشہ دوانی مین ایسا منہمک ہو گیا ہے کہ اونکی بدولت ہماری محبت کی کاسہ کا پیندہ جو کبھی کنارون تک بھرپور تھا۔ بلکہ چھلکا پڑتا تھا۔ بالکل الگ ہو گیا ہے۔ اور آپ محبت کا جو ہمین انگلستان کے ساتھ تھی اب ایک قطرہ باقی نہین رہ گیا نہ آئندہ پیدا جاتے رہنے کی وجہ سے اوس مین ٹہیر سکتا ہے۔ یہ امر اوس وقت ظہور مین آیا جب کہ انگلستان نے آرمینیا کے کوہسارون سے لیکر اس جزیرہ تک جسے دین مسیحی کے رسولون کی تاریخ مین "مدامی کذابون[2] کے وطن" کا نام دیا گیا ہے۔ جابجا ایسی سرنگین اڑائین جن کا مدعا کل براعظم پر جنگ کے شعلون کو مشتعل کر دینے کا تھا تاکہ وہ اکیلا اس عالمگیر تباہی سے فائدہ اوٹھائے۔ اوسکی ان کارروائیون سے کل دنیا کو یہ عام یقین ہو گیا تھا جس یقین کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ درستی پر مبنی تھا یا کہ غلطی پر۔ کہ انگلستان محاربہ کریمیا ایک اور محاربہ روس کے برخلاف کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب اس مجوزہ محاربہ کیلئے محاربہ کریمیا کیطرح اس دفعہ وہ فرانس کو اپنا ساتھی نہ بنا سکا تو اوس نے اتحاد ثلاثہ کی طاقتون (جرمنی۔ آسٹریا اور اٹلی) کو روس کے ساتھ لڑا دینے کی کوشش شروع کی۔ تاکہ اسطرح سے وہ ان طاقتون کی قومی خوشحالی اور ترقی کو اونہی کے ہاتھون سے برباد کرا دے۔ اور پھر اس دہوان دہار اور تاریک[3] مطلع سے فائدہ اوٹھا کر خود

---

[1] قیصر حال کی والدہ ملکہ معظمہ انگلستان کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین جن کا خاوند ۱۸۸۸ء مین صرف ۹۹ دن حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا تھا۔ وہ اب تک زندہ ہین۔ اور اکثر اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہتی ہین قیصر اور انکی والدہ کے باہمی تعلقات پولیٹکل آرائے کی مغایرت کی وجہ سے عمدہ نہین ہین۔ [2] حضرت پولوس نے کریٹیون کو اون کے اوصاف دیکھکر یہ خطاب دیا تھا۔ [3] واقفکار ناظرین سے پوشیدہ نہین کہ ماہی گیر پچھلی رات پانی مین جال ڈالتے ہین۔ جرمن سیاسی کا یہ استعارہ اون کے اسی معمول کیطرف اشارا کر رہا ہے جس کی لطافت انگلستان کی بحری طاقت ہونے کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اپنے جال صفحہ ہستی پر پھینکدے اور شکار کی بے انتہا مقدار حاصل کرلے۔ انگلستان کا یہ عام رویہ ہو رہا ہے کہ وہ صلیب یعنی مذہب کی آڑ میں اپنے پولیٹکل مطالب نکالا کرتا ہے۔ انگلستان کی چالوں پر یہ شبہ اور بھی کوئی شخص نہیں بسا کرتا تھا عالمہ زمان مدبر مسلم ظاہر کرتا رہا تھا۔ اور چونکہ علم یا فتہ جرمن کو جب کہ انگلستان صلیب کی آڑ میں پولیٹکل کارروائی کر رہا ہو ہمیشہ مذہبی ریاکاری کی بو آجاتی ہے متذکرہ صدر تیقن بآسانی و سرعت تمام دنیا میں پھیل گیا۔ مگر اس مرتبہ انگلستان کی چال خطا گئی۔ اور نے اپنے حریفوں کی نکتہ رسی کا درست اندازہ نہ کیا۔ اور وہ یہ نہ سمجھا کہ نشاۃ ثانیہ[1] سے بعد یہی ابلیسانہ چال کا کارگر ہونا ناممکن ہو گیا ہے لیکن جب جرمنی نے دیکھا کہ باین ہمہ انگلستان اپنی ضد سے باز نہیں آیا اور متواتر ناکامیوں سے شکستہ دل نہ ہو کر برابر تین۔ الون ہر اپنے چال پر قائم ہے تو اوسکی آزمندی اس حد تک پہنچ گئی کہ اوسنے جرمنی کے دل میں اوس شخص کی ہمدردی پیدا کر دی جسے گلیڈسٹون نے جو تمام انگریزی مدبروں کی نسبت جرمنی میں بہت ہی کم ہر دلعزیز تھا ایکدفعہ بلند زر کو شک کا قائل کہا تھا۔ اور جب ہینوتو کو سلطان کے خزانچی و کیلیکو کی متواتر ناکام کوششوں کے بعد انگلستان آخر کار کریٹیون اور یونانیوں کا حامی ہوا۔ تو جرمنی ان لوگوں سے بھی متنفر ہو گئی۔ اوسکی قومیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیئے کہ وہ انگلستان کی حمایت میں چلے گئے تھے اور اوس کی فسادی مشعلوں کو اوٹھا لائے تھے۔

ترکوں کے شہرہ آفاق خواہ اور منصف مزاج دجہاندیدہ اور عاقبت اندیش مدبر و ممبر پارلیمنٹ انگلستان **سر ایشمیلڈ بارٹلٹ** جو اپنی کتاب محاربات تھیسلی کو جس میں کہ آپ جنگ کے علاوہ اون کے ذاتی مشاہدات چشم دید واقعات اور معلومات وسیعہ بہ تحصیل بیان کئے گئے ہیں۔ شیخ۔ نہایت منتظم و بانظام صبور اور ثابت قدم و مستقل مزاج عساکر منظفرہ و قاہرہ عثمانیہ کو جس نے اپنی شجاعت و بہادری اور استقلال سے اپنے ملک کی اوس کے عہد سے بارہا مدافعت و محافظت کی ہے۔ ٹریڈیشن کیٹ کرتے ہیں۔ بالفاظ ذیل کتاب مذکور کا دیباچہ اور جنگ کی اصل قدر و منزلت کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرماتے ہیں۔

دیباچہ تحریر کردہ سر بارٹلٹ

سر موصوف اپنی کتاب کے مقاصد بایں الفاظ بیان کرتے ہیں۔ اس کتاب کے تحریر کرنے سے میرا زیادہ تر مقصد اون ذاتی تجربوں کی جو محاربہ تھیسلی میں مجھ اور میرے بیٹے کو پیش آئے اور پھر بعد ازاں انتیفنز اور قسطنطنیہ جانے کے حالات کی داستان تحریر کرنا ہے۔ تھیسلی میں ہمنے ترکی سپاہیوں کو کئی معرکوں میں لڑائی کرتے دیکھا۔ اور بدوقت سفر و قیام میں فوج کے ساتھ رہے اور ہمیں کامل مشاہدہ اور تجربہ سے عثمانیہ افواج کی بہادری اور ثابت قدمی کی ہی نہیں بلکہ اونکی رحمدلی حسن اخلاق عمدہ چلن اور قابل تعریف بانتظامی اور فرمانبرداری کی بھی پوری پوری قدر و منزلت اچھی طرح سے معلوم ہو گئی۔

ہم تھیسلی میں درہ ملونا سے ڈسٹینو تک گئے۔ اور سلسلہ کوہ اولمپس اور اوسکی برف پوش چوٹیوں۔ دریا پنی اس کی خوبصورت نظاروں۔ وادی ٹمپے کے نہایت منظر زرخیز میدانوں کو اہلہاتے کھیتوں اور شاندار کوہی پشتوں کو جو چاروں طرف سے تھیسلی کے میدان کو احاطہ کئے ہوئے ہیں دیکھکر حیرت زدہ ہوتے رہے۔

---

[1] یعنی جب کہ پرشیا نے فرنس کو شکست دیکر جرمنی کے متفرق اجزاء کو ایک رشتہ سے باندھ دیا اور جرمن سلطنت قایم کر لی۔

ترکی اتحاد کی ضرورت و وقعت

محاربہ طرابلس اور اس کے متعلقہ واقعات سے ایک اور قابل غور امر ہمارے سامنے یہ آیا ہے کہ ٹرکی سے فوجی اتحاد کرنے کے لیے روس اور جرمنی میں رقابت پیدا ہوگئی ہے اس محاربہ سے ایک یہ امر بھی واضح ہوگیا ہے کہ قسطنطنیہ میں انگلستان کا اقتدار بہت ہی گھٹ گیا ہے بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوسکتا کہ بالکل ہی اُٹھ گیا ہے جرمنی نے دور اندیشی سے کام لیکر ترکی سلطنت کی حفاظت و تائید کا پہلو اختیار کر لیا اور اسے اپنا دوست بنا لیا اس کے برعکس ہمارا شعار ترکوں اور ہر اس چیز کو جس سے اونکا تعلق ہو اندھا دھند سب و شتم اور طعن و تشنیع کرتے رہنا ہے۔ روس قسطنطنیہ میں جرمنی کے مقتدر ہو جانے کو نظر شک دیکھ رہا ہے کیونکہ روسی مدبر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ٹرکی کا میدان خاص اونہی کیلئے وقف اور مخصوص ہو چکا ہے اس تماشا گاہ میں کوئی اور قدم رکھنے کا مجاز نہیں۔ بہرحال جرمنی نے ٹرکی سے ایسا تعلق پیدا کر لیا ہے۔ کہ یورپ میں عالمگیر جنگ برپا ہو جانے کی صورت میں وہ شاندار عثمانیہ فوج کی تائید و امداد اپنے پر پورا پورا بھروسہ کر سکتی ہے اور اس اتحاد کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ جنگی طاقت کے لحاظ سے جرمن سلطنتان (آسٹریا و جرمنی) کو اپنے اُن حریفوں (روس فرانس) کے مقابلہ پر برتری و فوقیت اور غلبہ حاصل ہوگیا ہے۔

ہمارے (جنگی انگلستان کے) لیئے ترکوں کی جنگی طاقت اور مسلمانوں کی دوستی اور نیک ظنی جیسی کچھ کارآمد فائدہ مند اور اہم ہے اوس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ انہی وجوہات کے باعث اور نیز اوس بے بہا خدمت کی وجہ سے بھی جو سلطنت عثمانیہ قسطنطنیہ اور آبنائے باسفورس و دردانیل کے محافظ کی حیثیت سے اوس ملک (انگلستان) کی ہر فرض مقاومت کی کر رہی ہے اس کتاب کا نویسندہ ہمیشہ ٹرکی کو حکمران اور ترکی حکومت کو طریق عمل پر یہ نکتہ چینی کرتے وقت اعتدال و صداقت اور پوری پوری سچائی کو مدنظر رکھنے کی ضروریات پر باصرار زور دیتا رہا ہے۔ سلطان المعظم لاکھوں مردان جانباز و سپاہ جان نثار کے ہی مالک نہیں ہیں۔ وہ **خلیفۃ المسلمین** بھی ہیں ترکوں اور مذہب اسلام کے ساتھ انصاف کو مدنظر رکھنا اخلاقاً اور انصافاً ہی واجب و موجب نہیں۔ اگر یہ زبان کے لیئے جو ایک وسیع اسلامی عالاقہ پر حکمران ہیں۔ ایسا کرنا قرین مصلحت اور اشد ضروری بھی ہے +

جھوٹی ہمدردی

بدقسمتی سے اس ملک کی اخبارات اور مدبرین کے حصہ کثیر نے جن کی جماعت صرف لیڈیکل اور اشد آزاد فریق تک ہی محدود نہیں رہی حزم و احتیاط و مصلحت اور ساتھ ہی صداقت و درستی کو بالائے طاق رکھکر سلطان المعظم اور اون کے وزراء اور اہلکاروں کے برخلاف ایسی سفیہانہ طعن و تشنیع اور بدزبانی اختیار کر لی ہے جس کی پہلے کوئی نظیر موجود نہیں۔ مگر اوس بے جھوٹی ہمدردی اور مظلوم فروشی کا کہ جسے متذکرہ صدر مدبرین اور اخبارات نے اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ گو میں ہمیشہ مطعون کرتا رہا ہوں لیکن اس سے میری مراد وہ واجب و معمول ناپسندیدگی نہیں۔ جو اوس افعال قبیحہ پر جن کا ارتکاب ۱۹۰۸ء کی آخری تین مہینوں میں آرمینیا میں ہوا تھا۔ خاص طور پر کی تھی۔ اس ملک میں دسمبر ۱۹۰۸ء کے بعد کے دس مہینوں میں جو قتل و سفاکیوں اور اوراق کو انفصاء کی متعلق بالکل فرضی اور اخباروں کی سن گھڑت کہانیوں کی بناء پر نہایت ہی قبیح اور از حد پاجانہ بدزبانی اور طعن و لعن سے کام لیا گیا۔ حالانکہ ان کہانیوں کی اول تو بالکل کچھ حقیقت و اصلیت ہی نہ تھی۔ یا تھی تو بہت ہی خفیف اور کمزور

ظلم فروشی اور جھوٹی ہمدردی وقت سے میری مراد یہ دو چیزیں ہیں۔ اوّل کسی قوم یا دولت پر ایسے مظالم کا الزام لگانا جن کا کوئی وجود نہ ہو۔ اور دوم یہ کہ اس غلط اور جعلی بنا پر بعض[1] اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے کام لینا۔ نومبر تک سلطان اعظم ترکی گورنمنٹ۔ ترکی فوج اور عثمانی قوم پر اون موہومہ مظالم کی بدولت جن کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ اون سے بغاوت سانسون کو ہلفا میں کام لیا گیا۔ مگر درحقیقت اونکا مطلقاً کوئی وجود ہی نہ تھا۔ انگلستان میں نہایت سختی اور درشت کلامی سے حملے کئے گئے اور تبصرے چھپ گئے۔ کل معاملہ یہ تھا کہ آرمینیا میں بغاوت ہوگئی۔ اور اوس کے فرو کرنے میں کلیم ۲۰۰ آدمیوں کی۔ یا نہایت ہی مبالغہ آمیز روایات کے مطابق پانچ سو آدمیوں کی جانیں ضایع ہوئیں۔ اس معاملہ کو بڑھا چڑھا کر بدترین قسم کے مظالم کے پیرایہ میں ظاہر کیا گیا۔ مشہور کیا گیا کہ تین لاکھ ارمنی ان مظالم کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ ان مہیب مظالم کا درحقیقت کہیں نام و نشان موجود نہ تھا یہ روائتیں محض من گھڑت اور خیالی تھیں۔ اور اوس دولت علیہ[2] کو تختہ اہانت و گمنامی میں ڈالنے کی غرض سے گھڑی گئی تھیں جو سلطنت عثمانیہ کی بربادی کے درپے سامان کرتی رہتی ہے۔ اور پھر اس بربادی سے انگلستان کی سلطنت کو مہلک ضرب و صدمہ پہونچانیکا عزم کئے ہے۔ ایشیائے کوچک میں خوفناک کارروائیاں کیگئیں۔ مگر بیلجیم[3] یا کے متذکرہ صدر اتہامات ہی بعد میں کیگئی تھیں۔ اور اونکا باعث زیادہ تر وہ تحریک تھی جو انگلستان میں پیدا ہوگئی تھی۔ اس جھوٹی ہمدردی اور ترقی طلبی نے ٹرکی کو تو جو نقصان پہونچایا سو پہونچایا پر آرمینیوں کو ٹرکی سے زیادہ اور خود انگلستان اور اوس کے اغراض کو دونوں سے بڑھکر نقصان پہونچایا۔ اور یہی وہ جھوٹی اور نقصان رساں مظلومی فروشی ہے جسکو طوعاً و کرہاً اب ہم اون مہیب اتہامات پر جو ۱۸۹۵ء کو اخیر میں ایشیائے کوچک میں ظہور پذیر ہوئے ہیں بھی دل سے متاسف ہوں۔ چنانچہ جب جنوری گزشتہ (۱۸۹۶ء) میں ہم سلطان اعظم کے حضور باریابی اور رسالہ کا شرف حاصل ہوا تو میں نے دلیری کرکے صاف صاف جلالتمآب کی خدمت میں عرض کر دیا کہ ان افعال نامناسب پر انگلستان پر بہت برا اثر پڑا ہے اور مناسب ہے کہ ذات ستودہ صفات شہنشاہی ایسے افعال کو پھر دوبارہ نہ ہونے دینے کیلئے سخت ترین وسائل سے کام لینے سے دریغ نہ فرمائیے یہ سنکر جلالتمآب نے وہ کل انتظامات و تدابیر مجھے بالتفصیل بتائیں جنپر عمل میں لائے گئے اور جنہوں نے اس رسالہ سے پہلے ہی عملدرآمد شروع بھی کر دیا ہوا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان تدابیر سے کامل یقین ہے کہ امن و امان اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے متعلق نتیجہ مطلوب مترتب ہو جائے گا۔

مسلمانوں کو اشتعال کی نسبت

مفید اس کہ یہ الزامات کیلئے کوئی معقول وجہ موجود ہو سلطان اعظم اور اونکے عمال کی نسبت نامناسب اور بیجا مذمت بیانی شروع کر دینے چاہئیں۔ اثر ہوا کہ نہ صرف سلطنت عثمانیہ کے

[1] اس امداد سے سربا یلغار کی مراد روس ہے۔ اور ممکن ہے پرانی دشمنی کا جوش کبھی کبھی اوس کے حکمرانوں کے سر پر ستولی ہو کر اب بھی اون سے ٹرکی کے برخلاف ایسی خطیہ چالیں چلوا دیتا ہو مگر جیسا کہ میں مفروضہ مظالم آرمینیا اور متصدد دیگر مضمونوں میں ظاہر کر چکا ہوں۔ چند برسوں سے اس قسم کی جسقدر مفسدانہ تحریکیں سلطنت عثمانیہ میں برپا ہوئی ہیں۔ اون میں روس کی بجائے یا اوہ کسی اور سلطنت اور اوس کے مدبروں کی ایک خاص جماعت کا ہاتھ نہاں ہوتا ہے۔ مترجم [2] مفروضہ مظالم آرمینیا سے انگلستان کے مخالف پولیٹکل فریقوں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور اغراض کو پورا کرنے کیلئے جو گالیاں چاہا تھا اسکی مضمون تبصرہ بتسلا عہد حکومت گلیڈسٹن کی ایک ضمیمہ میں کر دیگئی ہے۔ [3] جنوبی ہندوستان کے ایک پلدوں ہی جو جون ۱۸۹۹ء میں شمار اور مراد و ہندو قبیلوں میں ہوا۔ تقریباً اسقدر جانیں ضایع ہوئیں۔ اور غالب فریق نے مغلوب فریق پر نہ صرف مظالم توڑے۔ جایدادیں تباہ کیگئیں اور عورتیں ہجرت کیگئیں۔ بچوں تک کو نہ چھوڑا گیا۔ اور مرقع تشنیع بنگ انگلستان کو ہمدرد بالکل خاموش ہیں۔

سرکاری حلقوں اور ملازموں کی جماعتوں میں ہی بلکہ مسلمان آبادی کے طبقہ عامیان میں بھی نہایت سخت نارضگی کا جوش پھیل گیا اور عثمانلی قوم میں کچھ عرصہ سے جو خیال پیدا ہو گیا ہوا تھا کہ عیسائی طاقتوں نے جن کا سرغنہ اور سرمقدم انگلستان بنا ہوا ہے عثمانیہ حکومت کی بربادی اور مذہب اسلام کی نیخکنی کیلئے خوب گہری اور عالمگیر سازش کر لی ہے۔ اور اسے ترقیت پہونچگئی یہ خیال انقلاب چاہنے والا اپنی سازشیوں کی مقصد اشتعالیہ سے جو انکو ذریعہ ہو گون کو غنی کے ساتھ ترکی بترکی جواب دینے پر مجبور کر کے (باقاعدہ دول اجنبیہ) پولیٹکل آزادی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور مشتعل ہو گیں۔ اور اس اگر پر جو پہلے ہی بھڑکا ہوا تھا کریٹ کا واقعہ تیار تھی ہمارے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کی نامبارک غلطیوں۔ روس اور فرانس کے ہاتھ میں اوسکو کٹ پتلی بنجانے۔ اور بالآخر اوسکی ناقابل عمل اور آبادی کے سب سے بڑے عنصر یعنے مسلمانوں کو برافروختہ کرنے والی پیوزہ اصلاحات جو اگست ۱۹۰۸ء میں مشتہر کیگئی تھیں۔ اچھی طرح تیل پڑ گیا ترکوں کی شرست اور کریکٹر اور مذہب اسلام کی نسبت خواہ کچھ ہی رائے کیوں نہ قائم کی جائے۔ ایک بااصول اور غالب و حکمران قوم و مذہب سے ایسی توقع کرنا کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنے صدیوں کے غلبہ اور فوقیت سے دست بردار ہو جائے گی خود انسانی فطرت اور سرشت کے نقیض ہے۔ ترکوں کو غیظ و غضب کے میگزین میں اوسی مہینہ اور مدت نقصان رسان حرکت سے جس کے ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو وہ قسطنطنیہ میں مرتکب ہوئے چنگاری پڑ گئی۔ بتاریخ مذکور دو ہزار مسلح ارمنوں نے بالعیانی کیطرف بارادہ جدید بڑھنا شروع کیا اور اوس پولیس افسر کو جس نے انہیں آگے نہ جانے کی آشتی و ملاطفت سے نصیحت کی قتل کر دیا۔ اور اوس کے تین سو ہمراہیوں کو بھی گویونوں کا نشانہ بنا دیا۔ خاص دارالخلافہ میں اپنے خلیفۃ المسلمین اور شہنشاہ کے برخلاف ایسی دلیری اور جسارت کا ارتکاب دیکھکر ایشیا کو چھوڑ کر تمام مسلمان باشندے دل میں غیظ و غضب کی لہر ہوتی سرعت کے ساتھ دوڑ گئی اور ۱۹۰۹ء کے ابتدائی تین مہینوں میں ارمنی آبادی پر جو تباہی و مصیبت وارد ہوئی وہ اسی تمرد و عصیان کی جوابی کارروائی تھی۔

مشرقی مسئلہ جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے دو بڑے عناصر پر شتمل ہے۔ انمیں سے ایک ہمدردی انسانی سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا مذہبی قومی مخالفتوں اور عنادوں کے مشتعل و بے قابو ہو جانے کے خوف کی خطرہ پر مبنی ہے۔ جو سلطنت عثمانیہ کی مختلف الجنس والمذہب اقوام کے دلوں میں ایک دیرے کیطرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ خطرہ انگلستان کے گزشتہ مدبروں کے ہر وقت مدنظر رہا تھا اور اب کچھ عرصہ پہلے تک مدبرین اور اہل الرائے کی جو جم غفیر نے بھی اسکے سوا نظر انداز نہ کیا تھا۔ دوسرا عنصر وہ لاانتہا اہمیت ہے جو یورپین طاقتوں کے ملوثہ قوت اور بالخصوص انگلستان کی مشرقی سلطنت اور اوسکی بحری فوقیت کو متعلق قسطنطنیہ اور اوسکی آبناؤں کو حاصل ہے۔ قسطنطنیہ اور آبناؤں کا روس کے قابو اور اقتدار میں ہونا بحیرہ روم میں انگلستان کے بحری غلبہ کی سرحد مسعود سے کم از کم گیا اور بحری اقتدار کے رخصت ہونیکے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی طرف براہ راست اور بالغلب وجوہ آسانی بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ روسی حملہ کا نتیجہ ہو گا اور اگر قسطنطنیہ پر روس کا قبضہ ہو جائے۔ تو اوس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ بنظیر اور شاندار فوجی مراد اور مصالح جس سے ترکی فوج تیار کیجاتی ہے۔ روس کے تصرف میں چلا جائیگا اور اسکی فضیل اوس کی اپنی فوج ہو جائیگی کہ اگر یورپین افسر اوس کے منتظم اور مدبر ہوں تو اسکی مطلوبی پر ہم ہندوستان کو بچا سکنے کی پھر کوئی امید نہیں کر سکتے۔

گذشتہ تین برسون سے ریڈیکل فریق نے ان دونون نہایت اہم عناصر کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ صرف اسی فریق نے نہین بلکہ مزید افسوس اور خطرہ اس امر کا ہے کہ یونینسٹ[1] متحدہ فریق کے حصہ کثیر کا بھی یہی طریق عمل رہا ہے ۔

میدانِ جنگ کو جانے کی وجوہات

ایسٹر[2] کے تیوہار کی تقریب پر جب پارلیمنٹ کا اجلاس حسب معمول ملتوی ہوا تو ان تعطیلون سے مجھے میدانِ کارزار کو جو ٹرکی اور یونان مین اٹل ہو رہی تھی جانیکا موقعہ ملگیا۔ اور مین نے اوس سے باشتیاق تمام فایدہ اوٹھایا میرے جانے کی چار وجوہات تھین۔ مین عثمانیہ فوج کی اصلی حالت۔ اوسکی جنگی طاقت و انتظام اور اوس کے افسرون کی منصرمانہ قابلیت اور لیاقت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ترکون کا طریق عمل دشمن کے ملک مین کیسا رہتا ہے اور وہ اپنے مغلوب عدو سے کیسا برتاؤ کرتے ہین۔ میرے دلمین یہ خواہش و تمنا بھی بڑے زور سے موجزن تھی کہ جہانتک میرے مقدور مین ہے مین اس لڑائی کو مختصر اور دونون ملکون اور قومون مین جن کی ذاتی بہتری اور منفعت کا ہر ایک پہلو اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ دشمن بنکر نہین بلکہ آپسمین دوست ہو کر رہین صلح کرا دینے کی کوشش کرون۔ چوتھی وجہ جو میری نگاہون مین سب سے زیادہ موثر اور باوقعت تھی یہ زبردست تمنا تھی کہ محاربہ مین جو علم و تجربہ مجھے ہوگا اوسکی بناء پر مین شاید سلطنت عثمانیہ سے دوستی و رفاقت کی قدیمی اور لازمی مسلک کی تائید اپنے ملک مین پہلے سے زیادہ عمدگی اور قابلیت سے کر سکون۔ مخالفانہ دباؤ کی بجائے ٹرکی کو دوستانہ فہمائش کرتے رہنے کی پالیسی کی مین ہمیشہ سے تائید کرتا رہا ہون۔ انگلستان کے مدبرون کی قدیم الایام سے یہی پالیسی[3] چلی آتی ہے۔ پچھلے تین برسون سے مخالفانہ دباؤ کی جو پالیسی اختیار کیگئی ہے اوس سے ٹرکی میں کسی قوم یا مقصد کو کوئی فائدہ نہین پہونچا۔ برعکس ازین اسنے بے انتہا نقصان پہنچایا ہے اسنے ٹرکی مین بہت سی تباہی اور افلاکت برپا کی۔ انگلستان اور ٹرکی مین مغایرت پیدا کر دی اور انگلستان کی اقتدار اور رسوخ کو بہت گھٹا دیا ۔

---

[1] یہ فریق لبرل اور کنسرویٹو مدبرین کے اتحاد سے جو کئی باتون مین متفق تھے پیدا ہوا ہے۔ اس کی بناء آئرلینڈ کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کے مسودہ قانون سے جسے مسٹر گلیڈسٹون نے پیش کیا قائم ہوئی۔ کنسرویٹو فریق تو اس تجویز کا لازمی طور پر مخالف تھا کئی لبرل بھی اس مخالفت مین اون سے ہمراہی ہو گئے۔ اور ۱۸۹۵ء سے یہ ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت وزارت اسی فریق کے ہاتھ مین ہے جس کے کئی رکن مسٹر چیمبرلین و مسٹر گوشین وغیرہ لبرل یونینسٹ اور لارڈ سالسبری وغیرہ کنسرویٹو یونینسٹ ہین ۔

[2] عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ اس دن مسیح علیہ السلام قبر سے زندہ ہو کر آسمان پر گئے تھے۔ اس دن کی تعیین قمری حساب سے اسطرح کیجاتی ہے کہ جو قمری مہینہ ۲۱ مارچ کو یا اوس سے بعد شروع ہو اوس کی چودھوین تاریخ سے بعد جو پہلا اتوار آوے وہ ایسٹری دن ہوتا ہے۔ عیسائیون کے باقی تمام تیوہارون کی تعیین جن کے لیے شمسی حساب سے تاریخین معین نہین۔ اسی ایسٹر سنڈے کی تاریخ سے کی جاتی ہے ۔

[3] مگر کیا یہ پالیسی قدیم الایام سے بلا غرض چلی آتی ہے اور اوس مین کوئی ذاتی منفعت مدنظر نہین رکھی گئی تھی۔ اسپر بست سالہ عہد حکومت اور تاریخ خاندان عثمانیہ مین جابجا مفصل بحث کیگئی ہے ۔

(مؤلف)

فصل دوم (۲)

محاربہ کی اصل وجہ اور اوس کا سبب

بقول جرمن افسر جنگ روم و یونان کا پیش خیمہ جس نے کئی برسون کے بعد پھر ایک دفعہ یوروپ کے امن مین خلل ڈالا کریٹ کی بغاوت تھی اس بغاوت سے ٹرکی اور یونان مین وہ آتش عناد پھر بھڑک اوٹھی۔ جو اگرچہ دس برسون سے زیادہ عرصہ سے بظاہر سوئی ہوئی تھی مگر ۱۸۷۸ء کو معاہدہ صلح کے انعقاد کیوقت سے بیرونی سطح کے نیچے ہی نیچے برابر سلگ رہی تھی۔ اس معاہدہ کی شرائط کے رو سے تھسلی اور اپائرس پر یونان کے دعاوی کو ایک حد تک تسلیم کیا گیا تھا مگر ان صوبون کی واقعی حوالگی کا کوئی اشارہ نہین کیا گیا تھا۔

۱۸۸۱ء مین ترکی یونانی مسئلہ پھر تازہ ہوا۔ اور ثالث دول عظام اور باب عالی مین کسیقدر طویل نامہ و پیام کے بعد قسطنطنیہ مین کانفرنسین منعقد کیگئین۔ ان کانفرنسون مین طول طویل مباحثے ہوئے جن مین ٹرکی کی یہ کوشش تھی کہ جہان تک ممکن ہو کم سے کم علاقہ دے۔ اور یونان کی یہ تھی کہ جہان تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ لے حتی کہ آخر الذکر اپنے مطالبات کی تائید اور اون کو زیادہ وزندار بنانے کیلئے اور اون اضلاع کو جو دریا سالا ماوریا کے جنوب مین صوبہ تھسلی مین اور دریا آرٹا سے بجانب جنوب اپائرس مین تھے لینے کے لیئے بڑی سرگرمی اور مستعدی سے جنگی تیاریان شروع کر دین۔ دول نے ان اضلاع کی حوالگی کا فیصلہ کر کے قرار دیا کہ تخلیہ کی کارروائی دول کے وکلاء کی مشترکہ کمیٹی کی نگرانی مین کیجائے اور اوسکی تکمیل کے بعد ایک اور مشترکہ کمیشن کی معرفت درست سرحد کی تعیین کیجائے ترکون نے میعاد مقررہ کے اندر علاقہ مفوضہ کو خالی کر دیا۔ اور نومبر ۱۸۸۱ء مین یونانیون نے اوسپر قابض ہو کر ریاست یونان مین اوس کے انتظامی فوجی اور پارلیمنٹری الحاق کیلئے فی الفور باضابطہ کارروائی شروع کر دی۔[1]

---

[1] اس یونانی تنازعہ اور اوس کے تصفیہ کی تاریخ کسیقدر شرح و بسط سے بیان کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس سے بلقان کی دیگر مسیحی اقوام کی طرح یونانیون کے سر پر بھی حرص ملک گیری کا جن سوار ہو گیا۔ اور یونان کے ملحقہ ترکی صوبون کے یونانیون اور نیز کریٹ کے عیسائیون نے فتنہ و فساد شروع کر دیا جن کو فرو کرنے اور عیسائیون کو باشی بزدتون کے جور و ظلم سے محفوظ رکھنے کے بہانہ سے یونان نے دس ہزار فوج یکم فروری ۱۸۷۸ء کو تھسلی مین بھیجدی۔ مگر ترکی گورنمنٹ روس سے شکست یاب ہونیکے باوجود ایسی بے سکت نہین ہو گئی تھی کہ وہ اس ریاست کی گوشمالی نکہ سکے۔ اوس نے فوراً ایک زبردست جنگی بیڑہ یونانی سواحل کو بھیجنے کے علاوہ کئی ہزار فوج براہ سمندر تھسلی مین اور اسیقدر فوج کریٹ مین بھیجدی۔ ادہر دیگر دول یوروپ اور بالخصوص روس نے جسپر یونان کو بہت بھروسہ تھا۔ اوس کی کوئی حمایت نہ کی۔ کیونکہ انگلستان تو پھر آتش جنگ کے شعلے بھڑک اوٹھنے سے مخوف تھا۔ اور روس اوس وقت یونانیون کی رقیب قوم

جنہی ٹرکی کو اس تنازعہ کے باہمی تصفیہ سے فراغت ہوگئی۔ اور سنے البانیا کی بغاوت کی سرکوبی کے لیے بارہ ہزار فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) بلقار کا سرپرست اور ہمدرد بن رہا تھا جب سرویا اور یونان نے ساتوین دن ہی اپنی فوج ترکی علاقہ سے واپس منگوالی یونانی رعایا کچھ عرصہ اور برسر فساد رہی مگر آخر ترکی افواج نے اسے بھی فرو کر دیا۔ اتنے میں عہدنامہ سیون سٹی فانو شائع ہوگیا جس کے رو سے بلغار قوم کو آزادی دیکر کئی ایسے اضلاع بھی نئے صوبہ میں شامل کر دیئے گئے جنمیں یونانیوں کی آبادی بلغاروں سے بہت زیادہ تھی۔ اس سے یونانیوں کے جوش و غضب کا دریا چھر موجزن ہوگیا۔ کیونکہ جزیرہ نما بلقان کی مختلف عیسائی اقوام میں صدیوں سے سخت دشمنی اور بغض چلا آتا ہے۔ اور ان کو ترکوں سے ایسا عناد نہیں جس قدر کہ ایک دوسرے کو رکھتی ہیں۔ یونانی پھر جنگی تیاریاں کرنے لگ گئے۔ اور اس امر کے درپے ہوگئے کہ اول تو جگیرا کا استقدر تبہ نہ رکھا جائے۔ دوسرے موازنہ طاقت قائم رکھنے اور نیز یونان کو ترکی علاقوں کے مظلوم یونانی پناہ گزینوں کی پروش و امداد کرتے رہنے کی مالی زیر باری سے بچانے کے لیے جزیرہ کریٹ اور قصاصہ بجائے یونان کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ برلن کانگرس میں یونان کے وکلا کو انگلستان کی سفارش پر اپنے مقدمہ کی صدہا دعاوی پیش کرنے کی اجازت دیگئی۔ اور کانگرس مذکور نے عہدنامہ برلن کی ۲۴ ویں دفعہ میں سلطان سے سفارش کی کہ وہ یونانی ترکی سرحد کی دستی منظور نظر لیں۔ اگر دونوں فریق باہمی رضامندی سے تصفیہ نہ کر سکیں تو ہر شش دول عظام ثالث بن کر فیصلہ کر دینے پر آمادہ ہیں۔

برلن کانگرس کے اختتام پر یونان نے اس سفارش پر عملدرآمد ہونیکا تقاضا شروع کیا مگر ترک و دول یوروپ کی اس غیر منصفانہ سفارش پر بھی حیران نہ تھے۔ بلکہ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر اب یونان کو کچھ علاقہ دے بھی دیا گیا۔ تو اس پر قناعت کرنے کی بجائے اس کی آتش حرص و طمع اور تیز ہو جائے گی۔ اور سلطان اعظم کو جو محاربہ روم و روس کی ناکامی اور بوسنیا کا قطع خالص اسلامی علاقہ آسٹریا کو حوالہ کرنے سے پہلے ہی بہت کچھ ناہموار و نیز امور سے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ اگر ایا در اسلامی علاقہ (کیونکہ تھیسلی وغیرہ میں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھی) یونانی عیسائیوں کو دیدیا گیا تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کو روکنا مشکل ہو جائیگا۔ دوسری طرف علماء زور دے رہے تھے کہ خلیفۃ المسلمین اسلامی شریعت کے مطابق کوئی علاقہ جنگ میں شکست دکھانے کے بغیر خود بخود کفار کو حوالہ نہیں کر سکتے۔ یونان کا تھیسلی اور یا ایپیرس یا صوبہ آپائرس کا خواستگار تھا۔ باب عالی نے اس نئی مصیبت سے بچنے کے لیے یہ پہلو بچانا چاہا مگر منصف مزاج اور ایماندار سیاسی طاقتیں جو ایک طرف بالکن لیگ[1] بحیرۂ سگنو کا بندرگاہ مانٹی نیگرو کو دلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس اسلامی سلطنت کو خواہ وہ کیسی حق بجانب ہو کب چین لینے دے سکتی تھیں۔ ان کو وہ باب سلطان نے علاج و دوا کا تبرا حصہ یونان کو دینا منظور کرایا جسے یوروپ کو لاڑے بتجویز یونان نے مقارت کے ساتھ مسترد کر دیا۔ اور لارڈ سالسبری وزیر خارجہ انگلستان نے عہدنامہ برلن کے فیصلے کے مطابق دیگر دول کو کانفرنس منعقد کرنیکا پیغام بھیجدیا۔ اور جون ۱۸۸۰ء میں ایک کانفرنس برلن میں جمع ہوگئی۔ جس نے بعد رد و نرس ہوہن لوہی جو اب جرمنی کا وزیر اعظم ہے فیصلہ کیا کہ ٹرکی تھیسلی اور اپائرس کا حصہ کثیر جسمیں لاریسا یانینا اور مسترونو کے قصبے شامل ہیں یونان کو حوالہ کرے۔ سفرائے دول نے ۱۵ جولائی ۱۸۸۰ء کو ٹرکی اور یونان کو اس فیصلہ سے مطلع کیا جسے یونان نے تو بڑی خوشی منظور کر لیا۔ مگر باب عالی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کانفرنس میں یونان اور ٹرکی کے وکلا خاص تعین کیے گئے تھے۔ باب عالی کا سب سے بڑا عذر یہ تھا کہ ایک تو ان صوبہ جات اور دوم ان کو ملجانے سے یونان کو ٹرکی پر حملہ کرنے کے لیے

[1] یہ بند ۱۹۱۲ء نومبر شروع میں مونٹی نیگرو کو دلوا دیا گیا۔

درویش پاشا کو زیر کمان صوبہ مذکور مین بھیجدی[1]۔ ۲۰ اپریل ۱۸۸۲ء کو درویش پاشا نے بمقام دری سووک علی پاشا سرغنہ مفسد کو مغلوب کیا۔ اور اس فتح کے بعد نارضامندون کے مرکز قصبہ پرسرند پر قابض ہوگیا۔ جسپر کچھ عرصہ کیلئے جزیرہ نما بلقان مین پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹)۔ آسان راستے مل جائینگے۔ دوسرے ان علاقون کے باشندے زیادہ تر مسلمان ہین۔ دول یوروپ نے دوبارا اس فیصلہ کو مان لیئے جانے کی تحریک کی۔ بابعالی نے پہر انکار کردیا۔ اور قصبات لاریسا۔ متروفو اور یانینا کو چھوڑنا منظور نہ کیا۔ آخر الذکر دونون قصبون کے چھوڑ دینے سے بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحل پر سلطانی اقتدار محض برائے نام رہ جاتا تھا۔ اسپر یونان نے جنگی تیاریان شروع کردین۔ اور کہا کہ وہ بزور شمشیر برلن کانفرنس کا فیصلہ ٹرکی سے منظور کرائیگا۔ مگر ٹرکی نے بھی اس نہنے سے بہادر کو ہوش مین لانیکیلئے کافی انتظام کرلیا ہوا تھا۔ دول یوروپ نے یونان کو بربادی سے بچانیکیلئے اور نیز اس خوف سے کہ کہین شعلہ حرب کے ایک دفعہ بھڑک اوٹھنے پر اوسکی چنگاریان کل یوروپ مین نہ پھیلجائین۔ فریقین کو لڑائی سے روکدیا۔ اور مصالحت سے فیصلہ کرلینے کی تاکید مزید کی۔ درین اثنا فرانس نے تجویز پیش کی کہ دول یوروپ کسی ایک طاقت کو اس تنازعہ کے تصفیہ کیلئے ثالث مقرر کردین۔ اسپر باب عالی نے تجویز کیا کہ برلن کانفرنس کے فیصلہ کو منسوخ کرکے نئی کانفرنس قسطنطنیہ مین منعقد کی جائے۔ اور سمین یونان و ٹرکی کے وکلا کو بھی داخل کیا جائے۔ دول نے اسے مان لیا۔ اور کانفرنس جمع ہوگئی جس کے بعض ممبرون کی رائے تھی کہ جزیرہ کریٹ اور تھیسلی کا کچھ حصہ۔ اور بعض کی رائے تھی کہ کل تھیسلی اور اپائرس کا کچھ حصہ یونان کو دیا جاوے۔ آخر یوروپین وکلا نے یہ فیصلہ کیا کہ کل تھیسلی اور دریا آرٹا تک صوبہ اپائرس یونان کے حوالہ کیا جائے۔ بندر پریویزا ٹرکی کے پاس رہے۔ مگر اوس کے قلعے گرادیئے جائین۔ یونان نے ۱۲ اپریل ۱۸۸۱ء کو یہ فیصلہ بھی منظور کرلیا۔ مگر باب عالی نے اس کے مقابل یہ شرائط پیش کین۔ اول مفوضہ علاقہ کے مسلمان جب تک کہ ٹرکی کے یونانی باشندے ترکی فوج مین داخل نہ کیئے جائین۔ یونانی فوج مین بہرتی نہ ہون۔ دوم۔ دولو کے قلعے مسمار کردیئے جائین۔ سوم۔ یونانیون کے امتیازات[2] منسوخ سمجھے جائین۔ اور جو یونانی رعایا ٹرکی مین مقیم ہو اون کے مقدمات یونانی قونصلون کی بجائے ترکی عدالتون مین پیش ہوا کرین۔ ایماندار مسیحی طاقتون کو مذہبی تعصب نے یہ نہایت ہی مناسب اور عادلانہ شرائط بھی منظور نہ کرنے دین۔ اور اونہون نے ۲۲ مئی کو باہم فیصلہ کرلیا کہ اگر ٹرکی انکار پر مصر رہے تو جبراً اوس پر قسطنطنیہ کی کانفرنس کا فیصلہ منوایا جائے۔ جسپر ترکی گورنمنٹ کو جو متعدد زبردست اعداد یا معاندون کے مقابل صرف یکہ و تنہا تھی مجبوراً یہ فیصلہ مان لینا پڑا۔ اور پانچ مہینون کے اندر علاقجات مذکورہ بالا خالی کرکے یونان کے حوالہ کردیئے۔

[1] معاہدہ برلن کے روسے سرویا۔ مانٹی نیگرو۔ اور سرویا کو خاص البانیا کے علاقہ کا کچھ کچھ حصہ ملجانیسے شمالی البانیا کے عیسائی مسلمان دونون مذاہب کے باشندے محض قومی حمیت سے اپنے وطن کو صحیح سالم رکھنے کا قابل تعریف عزم کرکے برسر بغاوت ہوگئے تھے۔ اس کے برعکس جنوبی البانیا (علاقہ یانینا) کے یونانی عیسائی حسب معمول کورنمکی سے کام لیکر تھیسلی کے عیسائیون کے دوش بدوش یونان کے ساتھ ملحق ہونیکے لیئے باغی ہوئے تھے۔ آخر الذکر دونون علاقون کی بغاوت تو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے ترکی افواج نے تھوڑے ہی عرصہ مین فرو کردی مگر شمالی البانیا کی بغاوت جو اسطرح سے سلطانی حکومت کے برخلاف نہ تھی بلکہ دول یوروپ کے فیصلہ کے برخلاف تھی۔ دن بدن زیادہ زور پکڑتی گئی جس کے فرو کرنیکے لیئے محمد علی پاشا جو فروری ۱۸۷۸ء مین کریٹ بھیجا گیا تھا۔ اگست ۱۸۷۸ء مین البانیا بھیجا گیا مگر باغی تو الگ رہے

[2] یہی شرط اس محاربہ روم و یونان کے بعد بھی ٹرکی کیطرف سے پیش کیگئی تھی ان امتیازات سے ٹرکی کو جو نقصان پہونچ رہا ہے اوسکا مفصل ذکر تاریخ خاندان آل عثمان جلد دوم مین کیا گیا ہے۔

امن و امان قائم اور آتش فتنہ و فساد فرو ہو گئی۔ (مگر یہ امن زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا) ۱۸۳۸ء میں شہزادہ ہکسندر والی بلگیریا نے صوبہ مشرقی رومیلیا کو جو براہ راست سلطان کی ماتحت ایک عیسائی گورنر کے زیر حکومت رکھا گیا تھا عیسائی رعایا کی سازش سے کسی شب و جدال کے بغیر اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ اس انقلاب و الحاق سے جزیرہ نمائی دیگر آزاد اقوام کو موازنہ کی طاقت کو یکساں کرنیکے بہانے سے مزید علاقوں کے مطالبہ کرنیکا موقع مل گیا۔ اس دفعہ سرویا نے اس موازنہ کو یکساں کرنے کا سب سے اول چھیڑہ اوٹھایا۔ اور بہ پہلی مرتبہ ایک عیسائی ریاست نے ترکی کی قطع برید کی بجائے ہمسایہ عیسائی ریاست کو فتح پر ایسا کرنیکا عزم کیا جس کی ایک بہ توجیہ یہ تھی کہ ترکی کی سرحد ایسی مضبوط اور اوس کا فوجی انتظام ایسا مکمل تھا۔ کہ کامیابی کی امید تو درکنار وہ سخت نقصان اٹھانے کے خدشہ کے بغیر اوپر حملہ نہیں کر سکتی تھی۔ دوم قومی غیض و کینہ جو سربون کو بلغاروں سے ہے۔ نہ ہی تعصب پر غالب آگیا۔ اور اوس نے سربون کی ترکوں کی بجائے بلغاروں سے بھڑا دیا۔ یسلان شاہ سرویا نے اس اخلاق سے چند ہی ہفتہ بعد ۱۸۸۵ء میں بلگیریا پر حملہ کر دیا جس طرح فرانس نے بسمارک کو بے تمیز کر دینے کی غرض سے اپنی تمام سابقہ خواہشوں کو پورا کرنیکے لیے غنیمت سمجھکر پھر جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ دول یورپ نے جو الحاق اور پھر سرویا کے یکبارگی خلاف توقع ظہور پذیر ہو جانیسے ششدر سی ہو گئی ہوئی تھیں۔ اور مشرقی مسئلہ کو پھر چھیڑنیکے لیے تیار نہ تھیں۔ یونان کو ان تیاریوں سے باز آجانیکی فہمائش کی اور چونکہ روم و یونان میں جنگ ہو جانیسے یونانیوں کی تائید میں روس یا فرانس کے بھی شامل کارزار ہو جانیکا احتمال تھا یورپین دول نے بالجبر یونانیوں کو باز رکھنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر یونانی وزیر اعظم نے یورپین دھمکیوں اور فہمائشوں کی طرف الرغم صاف طور پر کہدیا کہ خواہ اوسے کتنا نقصان اوٹھانا پڑے۔ یونان اپنے مطالبات در باب تھیسلی و اپائرس پر مصر رہنے کو تیار ہے اور بشرط ضرورت انکو اور اگر نیکے لیے فی الفور جنگ کرنے کو بھی آمادہ ہے۔

یونان کو فتح کا کامل یقین تھا۔ اوسے خیال تھا کہ ترکی فوج کی پہلی ہی حرکت پر آلبانیا اور مقدونیہ میں بغاوت ہو جائے گی ایکا جب معاملہ اسطرح طول پکڑ گیا تو یورپ خاموش نہیں رہ سکتا۔ دول یورپ کو بھی اس امر کا اندیشہ تھا چنانچہ ۲۴ جنوری ۱۸۸۷ء کو سر رابرٹ دول عظام نے یونان کو مشترکہ مراسلہ بھیجکر چند دن بعد یہ دھمکی دی کہ چونکہ یونان کے پاس ترکی کی بمقابلہ جنگ کرنیکے لیے کوئی متمول

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰)۔ اوس کی باغی گارڈ کی البانوی پلٹنوں نے ہی بغاوت کر کے ۳ ستمبر ۱۸۸۵ء کو اوسے قتل کر دیا۔ اور یہ فساد برابر ۱۸۸۷ء تک جاری رہا جس کے دوران میں بحر بلقن عیسائی مسلمانوں نے صوبہ میں ایک طرح کی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ مگر اوس کا شہنشاہ برابر سلطان کو تسلیم کرتے رہے۔ کریٹ کی بغاوت بھی بدستور دو پردہی تھی جس کو صلح و آشتی فرو کرنیکے لیے ستمبر ۱۸۸۷ء میں غازی مختار پاشا جزیرہ میں بھیجے گئے اور ماہ نہوں نے ہی مہینہ میں بمقام ہلیپہ باغیوں کے اکثر مطالبات کو وقتین منظور کر کے امن قائم کر دیا۔ لیکن ان نوازشات و مراحم خسروانہ کا ان احسان فراموشوں نے بغاوت دیگر۔ یا اپنے کو باطن جذبات نصرانی کی تحریک سے نہیں بچا سکے۔ جو عوض دیدہ کسی خبار میں سے پوشیدہ نہیں رہ گیا جس المیہ نما کے اور اور حضرت اگیر نظام دستم کے باوجود جو مسلمان باشندوں پر کیا گیا۔ اپنے ہم مذہب اقوام پر دست کی امداد و اعانت سے آخر دول یورپ نے ۱۸۹۸ء میں اپنے معاہدہ کی سیاہی ہونے کی بات ہے۔ سرویا کو اس محرکہ میں پے در پے دو شکستیں اوٹھانی پڑیں۔ اور آخر دول یورپ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں صلح کرا دی کسی فریق کو کوئی تاوان وغیرہ نہ دینا پڑا۔

وجہ نہین ہے۔ اور نیز چونکہ ایسا محاربہ دنیا کے امن اور تجارت کے حق مین بہت مضر ہوگا۔ اس لیئے دول یونان کو ٹرکی پر کبھی بحری حملہ نہین کرنے دینگی[1]۔ یونان نے ۳ فروری کو اوس کے جواب مین لکھا کہ "اوس کو اپنی افواج سے حسب مرضی کام لینے سے روکنا اوس کی آزادی مین دست اندازی کرنا ہے جسے یونان کبھی گوارا نہین کرسکتا۔ اور نہ وہ لڑائی سے محترز رہنے کا ذمہ اوٹھاتا ہے"

چنانچہ وہ اپنی ضد پر برابر قایم رہا۔ اور کچھ عرصہ بعد انگلستان کی وزارت بدل جانیسے اوس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اوسے یقین ہوگیا کہ لبرل وزارت جواب قایم ہوئی ہے اور اوس کا سرغنہ گلیڈسٹون جو ترکون کا جانی دشمن ہے صرف اتحاد یوروپ سے ہی جو یونان پر زور ڈال رہا ہے۔ الگ نہ ہو جائیگا۔ بلکہ یونان کی طرفداری کریگا۔ اوس کا یہ یقین باطل ثابت ہوا۔ لارڈ روزبری جدید وزیر خارجیہ اپنے متقدم کی پالیسی پر عامل رہا۔ درینولا شاہ یونان نے ۴ دسمبر ۱۸۹۵ء کو فرمانشاہی صادر کرکے بارہ ہزار فوج کی مشق و قواعد کے لیئے کیمپ قایم کیئے جانے اور متعدد دیگر فوجی تیاریون کا حکم دیدیا تہا۔ ملک مین بھی (جس کے باشندون اور حکمرانون نے آزادی سے بعد جو نیز اونہین محض حمایتیون کی طفیل ملی تھی پھر کبھی ترکون کا منہہ نہین دیکھا تھا۔ اور شجاعت و بسالت کے بڑے بڑے جوڑے دعوے رکھتے تہے) لڑائی کا اسقدر اشتیاق پھیلا ہوا تھا۔ کہ پارلیمنٹ کا مخالف فریق بھی اس معاملہ مین حکمران فریق یعنے موجود الوقت گورنمنٹ کے ساتھ متفق الرائے ہوگیا تہا۔ اور دار الوکلا نے باتفاق رائے گورنمنٹ کی پالیسی کے حق مین پسندیدگی کی رائے ظاہر کردی تھی اس عام جوش و اشتیاق سے فایدہ اوٹھا کر بتاریخ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء ڈیلیانیس وزیر اعظم نے بمقام تھیسیس مشقی کیمپ قایم کرنے اور بیرونی فوج کی دو اقسام یا صنفون کو گھرون سے بلائے جانے اور گھوڑون کی خریداری کیلیئے ۴۶ لاکھ درہم (ایک لاکھ چار ہزار پونڈ) قرض لینے کی اجازت ملنے کی پارلیمنٹ سے باضابطہ درخواست کردی۔ یہ وزیر جواب ایکطرح سے یونانی فوج کے عام اجتماع کا بندوبست کرتا تھا۔ وہی ڈیلیانیس تھا جس نے ۱۸۸۰ء مین دوسرون کے علاقہ کے حصول کیلیئے کل ملک مین بیفایدہ[2] عام قومی جوش پھیلا کر اسکی بدولت اپنی پچیس لاکھ ابنائے ملک کو ۲۶ ملین درہم[3] کاغذی اور ۵۵۵ ملین درہم طلائی قرضہ کے کمر شکن بوجھ کے نیچے دبا دیا تھا۔

درینولا ٹرکی نے کئی لاکھ جرار فوج یونان کی سرحد پر جمع کردی ہوئی تھی۔ اور اوس نے ایک دو معرکون مین یونانی قزاقون مفسدون

---

[1] اللہ اکبر۔ آٹھ برسون مین ہی فریقین کی بحری طاقتون مین اسقدر فرق ہوگیا تھا کہ ۱۸۷۸ء کے شروع مین ترکی بیڑہ یونان کے سواحل پر حملہ کرنیکے لیئے یونانی سمندرون مین داخل ہوا۔ اور یونانی جہاز بندرون مین چھپ گئے۔ اور آٹھ برس بعد یونان کو ٹرکی پر بحری حملہ کرنے کی دھمکی دینے کی جرأت ہوگئی۔ مگر ترکون کے جنگی انتظام اور فوجی مستعدی نے اس بحری کمزوری کی اوس وقت بھی کافی تلافی کردی تھی

[2] بیفایدہ اس لیئے کہ یونانیون کو جوش و خروش ظاہر کرنے اور فوجی تیاریون پر اسقدر روپیہ خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دول یوروپ جیسا کہ اونہون نے کیا خود بخود اونہین ٹرکی سے علاقہ مطلوبہ دلا دیتی جس کی امداد کے بغیر وہ تیاریان کسی کارآمد نہین ہوسکتی تھین

[3] کاغذی قرضہ سے سرکار کے جاری کردہ کرنسی نوٹ مراد ہوتے ہین۔ اور طلائی قرضہ وہ جو پرامیسری نوٹون کے عوض ساہوکارون وغیرہ سے برداشت کیا جائے۔

اور نظام فوجکو بھی جو بلا اطلاع سرحد عبور کر آئی ہوئی تھی۔ مارکر پیچھے ہٹا دیا تھا۔ ان یورشوں سے تنگ آکر ارباب عالی نے دول یورپ کو لکھا کہ یا تو وہ خود یونان کو سمجھا دیں کہ سرحد سے فوجیں واپس منگوالے یا ترکی کو اُسے سیدھا کرنے کی اجازت دیدیں) جسپر دول یورپ نے (محض یونان کی بہتری اور بچاؤ کیلئے) ۲۰ اپریل ۱۸۹۷ء کو ادسے الٹی میٹم بھیجدیا کہ آٹھ دنوں کے اندر فوجوں کو واپس بلا کر منتشر کردے۔ ورنہ بصورت انکار وہ اپنی حرکات کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اوس نے قسطنطنیہ جوب مانگا گیا۔ ڈیلیانیس نے ۴ اپریل کو اس کا جواب دیا۔ سفراء دول نے اوسے صریح انکار کے مساوی سمجھا۔ اور فرانس کے سوا باقی تمام ممالک کے سفراء مشی کو اتحیتر سے رخصت ہوگئے۔ اور مارشی کو اون کی قائمقامون نے جو پیچھے چھوڑے گئے تھے ڈیلیانیس کی اطلاع دی کہ یونانی سواحل کو بحری محاصرہ مین کر دیا گیا ہے۔ اس کارروائی کا جو یونانی تجارت کو جس مین سخت نقصان رسان تھی یہ نتیجہ ہوا کہ ڈیلیانیس نے ۱۹ مارشی کو استعفا دخل کر دیا۔

ایسی حالت مین نئی وزارت قایم کرنے کی کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی۔ تمام یونانی مدبر جانتے تھے کہ نئی وزارت کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ دول کے سامنے تسلیم خم کرے۔ اور اس تفرقہ کو جھوٹی حیثیت کی وجہ سے کوئی برداشت کرنا نہین چاہتا تھا۔ آخر ۱۲ مارشی کو ترکوپیس نے حوصلہ کرکے نئی وزارت قایم کرلی اور دول کے فیصلہ کو قبول کرنیسے پیشتر یہ چال چلا کہ کچھ یونانی فوج کو ترکی فوج ہارول پر سرحد عبور کرکے حملہ کرنیکا خفیہ حکم بھیجدیا۔ اور پھر بھیجدیا مشہور کیا کہ ترکی فوجنے سبقدستی کی ہے۔ اوسے خیال تھا کہ دول یورپ اس حکیمانہ اکر تحرکی کے برخلاف یونان کی طرفدار ہوجائینگی۔ اور بحری محاصرہ کو اُٹھا دینگی۔ مگر یہ حیلہ کارگر نہ ہوا جسپر اوس نے نئی لفوریزرو سپاہیون کو گھرون کو واپس کرکے فوجکو ترکی سرحد سے واپس بلالیا۔ اور پھر باعالی سے براہ راست نامہ وپیام کرکے صلح صفائی کرلینے کے بعد بتاریخ ۱۴ مارشی ۱۸۹۷ء جرمنی۔ آسٹریا۔ انگلستان۔ روس اور اٹلی کو اطلاع کردی کہ یونان نے تعمیل ارشاد تمہارے دباؤ سے بیچ جسپر دول یورپ کا خواہ نے دوسرے ہی دن ترکوپیس کو محاصرہ کے اٹھا دیئے جانے کی خبر دیدی۔ اور سطرح سے کچھ عرصہ کیلئے لڑائی پھر ملتوی ہوگئی۔ اور ترکون کو یونانیون کے ہوش مین لانے کا موقعہ نہ ملا۔ اور یہی وجہ تھی کہ یورپ کی طفیل سخت ذلت بخش شکست سے بچ جانے کیلئے خدا کا شکریہ بجالانے اور آئندہ کیلئے حزم واحتیاط سے کام لینیکی بجائے یونانیون کے دلون مین قومی و مذہبی تعصب و بغض کی آگ دن بدن زیادہ تیز اور اپنی جوانمردی اور شہ زوری کی نسبت اونکے زعم باطل مین اور اضافہ ہوتا گیا۔ (اس لحاظ سے ۱۸۹۷ء کا محاربہ اون کے حق مین شفائی دوا کا کام کر گیا ہے۔ اور اوس نے اونکے مرض باطل کو توڑ کر اونپر اونکی حقیقت اچھی طرح سے واضح کردی ہے مگر چونکہ یہ مرض اونکی طبیعت مین راسخ ہوچکی ہے اور مذہبی و قومی عداوت بہت زور پکڑ گئی ہوئی ہے۔ اس دوا سے پوری شفا ہوجانیکی توقع رکھنا درست نہین ہوگا تاہم آدھی پاشا کی فتوحات یونانیون کو عرصہ دراز تک جیسا کہ اون کو زار کی تقریرون سے بھی واضح ہوتا ہے

لہ دسمبر ۱۸۹۶ء مین یونانی زیر اعظم نے اپنے ملک کیلئے تعلیمی۔ تجارتی۔ زراعتی۔ انتظامی اور فوجی اصلاحات مجوزہ کا مسودہ مین اس مرد بھی جڑا زر دیا تھا کہ دول کو ان کے عوض عمل مین لانیکیلئے سلطان المعظم سے برسر صلح رہنا نہایت ضروری ہے "من حیث المجموع یہ نقرہ جہان یونانیون کو اپنی کامیابیات معلوم ہوجانے کی خبر دے رہا ہے۔ وہان اسکے ساتھ ہی اوس کی نظاہر از کم قطعی از الہ رعب کے نہ ہونیکا پتہ بتا رہا ہے مین مترجم

کریٹ کو بالآخر عملی طور پر کامل اندرونی آزادی مل جانیکے باوجود بھی جادۂ اعتدال سے منحرف نہین ہونے دین گی کیونکہ کریٹ کو یونانیون کی کسی ہمدردی یا کوشش سے نہین بلکہ محض فرانس۔ انگلستان اور روس و اٹلی کے متفقہ[1] دباؤ کی وجہ سے آزادی نصیب ہوئی ہے۔ مترجم

اسی دلی بغض و عناد نے ۱۹۱۲ء کو موسم بہار مین پھر زیادہ سر ابھارا جو اس مرتبہ کریٹ کے جزیرہ مین ہوا۔ وہان کی مسیحی المذہب یونانی آبادی جو مسلم آبادی کے دو تہائی کے قریب ہے۔ رحمدل گورنر طرخان پاشا کو عام معافی کا شہنشاہ دینے کے باوجود ترکی افواج مقیمہ کریٹ کو کھلم کھلا مشغول پیکار[2] رہو گئی۔ اور فریقین مین سخت بیرحمی[3] اور سنگدلی کے ساتھ متفرق و بقاعدہ لڑائی شروع

---

[1] ان چاروں کی بجائے اگر کیسے انگلستان کو وبا بھوانے والا کہا جائے تو شاید زیادہ درست ہوگا کیونکہ قرائن و حالات بالعجد سے واضح ہو رہا ہے کہ انگلستان اپنی بحری طاقت کو گھنڈ مین کریٹ کو سلطانی افواج کے تہیسی سے چلے جانے پر سلطانی حکومت سے آزاد کرانیکا مصمم ارادہ کر چکا تھا جس ارادہ مین وہ کسی دوسرے کی امداد کے بغیر بلکہ اور دون کے علی الرغم بحری طاقت کی طفیل بآسانی کامیاب ہو سکتا تھا اس لیے دیگر تینون طاقتین مسئلہ آرمینیا کیطرح جس مین انگلستان کا ساتھ دینے کیلئے تھین بلکہ درحصل اوسکی حرکات اور چالون کی نگرانی کرتے رہنے کیلئے اوس کے ساتھ شامل ہو گئی تھے مسئلہ کریٹ مین بھی اوس کے ساتھ شامل ہوئین اور جب اون کو اس ارادہ کا پتہ ملا تو اس وقت سے کہین مصر کیطرح اس جزیرہ پر بھی اکیلے انگلستان کا تسلط نہ ہو جاے۔ اونہون نے انگلستان کے لیے کوئی حجت باقی نہ رہنے دینے کے لیے سلطان کو کریٹ خالی کر دینے پر رضامند کر لیا۔ اور پھر انگلستان کی چالون کی نگرانی اور اوسکا کا کہ بہ کلہ جواب دہی رہنے کے لیئے خود بھی جزیرہ مین ڈیرے ڈالدیئے۔ اس مسئلہ پر مین تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم مین مفصل بحث کر چکا ہون۔

[2] اس فساد کے ابتدائی واقعات بابت سال عہد حکومت کی ضمیمہ مین بالتفصیل درج ہین۔

[3] عیسائی باغیون کے شیطانی ظلم و ستم اور سفاکی کا کچھ اندازہ ناظرین کو ایک انگریز قنصلی نگار کی مندرجہ ذیل تحریر سے جو لندن کے ماہواری رسالہ ٹائمز ٹیٹھ چوری مین شائع ہوئی بھی معلوم ہو جائیگا۔ بہ تحریر مذکور وکیل کی اڈیٹوریل ہمدردی یا رکاکی کی حیثیت حسب ذیل ہے۔

کریٹ کے مسلمانون پر عیسائیون کیطرف سے طرح طرح کے جور و ستم ہونیکے باوجود انگلستان کے اکثر اخبارات مین مسلمانون کو ہی ظالم اور عیسائی درندون کو مظلوم اور بیکسین بتایا جا رہا ہے۔ اس خلاف بیانی سے بار خاطر ہو کر ایک منصف مزاج انگریز مسٹر بنٹ نے جو انگلستان کا مشہور معتبر نامہ نگار ہے کریٹ کو عیسائیون کی وحشیانہ حرکات کو چشم دید حالات لندن کے نہایت ہی معتبر اور مستند ماہواری رسالہ نائنٹینتھ سنچری (نائنیون صدی) بابتہ ماہ مئی ۱۹۰۶ء مین شائع کر کے انگریزی اخبارات کو جھوٹے نامہ نگارون اور متعصب مدبرین اور مفسدہ پرداز پادریون کی غلط بیانیون کی پوست کندہ علمی کہہ لوا رہی ہے صاحب موصوف نے اپنے آرٹیکل کا عنوان جو بغاوت کریٹ کے متعلق امر واقع کا تعین اشارۃً رکھا ہے ہم اس مضمون کا ترجمہ بین خیال دیدینا مناسب سمجھتے ہین کہ ایک تو خود ہندوستان مین بعض متعصب عیسائیون کو مسلمانان کریٹ کی دلجوئی بیکسی اور عدم مانندگی کی روائیون کی نسبت جو مبالغہ آمیز ہونیکا شبہ ہے سو ایک انگریز کی تحریر پڑھ کر رفع ہو جائیگا دوسرے تائید اون کو گو جو نفیجائے ۔ ماڈیلیہان خوشتر آنکہ یار مین یکدم شیست۔ اپنی دولت و ثروت مین سرمست انسانی قومی اور برادرانہ حقوق و فرائض کی

ہوگئی۔ جس مین گو فریقین ظالمانہ جبر و تعدی کے مرتکب ہوتے رہے۔ مگر تقریباً ہر موقعہ پر ترکون اور مسلمانون کو نقصان کثیر اوٹھانا پڑتا رہا۔ ۴ جولائی کو سفرائے دول متعینہ ایتھنز نے یونانی گورنمنٹ کو دوستانہ نصیحت کی کہ وہ کریٹیون کو باب عالی کی پیشکردہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) تعمیل سے غافل بیٹھے ہین۔ ایک غیر قوم کے آدمی کی زبانی اپنے مذہبی بھائیون کی عاجزی و بیکسی کے حالات سن کر اونکی دستگیری کرنیکا کچھ خیال پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر اب بھی اون کو ذاتی تن پروری اور عیش پرستی یا خود غرضانہ چالون نے اسطرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ تو مجبوراً یہ کہنا پڑیگا کہ اگر اسلام کی مقدس جماعت اور ہندوستان کی پاک سرزمین ایسے غافلون کے وجود سے خالی ہوتی تو بہت اچھا ہوتا تاکہ ہمدردان قوم و ملت کو تأسف پر تاسف اور رنج پر رنج نہ اوٹھانا پڑتا۔

مسٹر بنٹ نے اصلی واقعات کے منکشف اور عیسائی باغیون اور اونکے معاونون کی سیہ کاریون اور لغویانہ کارروائیون کو واضح کرنے مین حتی الامکان کوئی کوتاہی نہین کی۔ مگر پورے بارہ صفحے ٹائپ کے لکھ چکنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قومی تعصب اور خویش پروری اس نیکبخت پر بھی مستولی ہوگئی۔ اپنے مضمون کے خاتمہ پر آخری چار پانچ سطرون مین وہ ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہے جسنے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمان غیر قوم کے منصف مزاج سے منصف مزاج اور نہایت ایماندار شخص سے بھی پورے انصاف اور حق پژوہی کی توقع نہین رکھ سکتے۔ قوم پروری اور حب الوطنی ایسے شخص کو بھی مسلمانون کا معاملہ درپیش آجانے پر کچھ دیر کیلئے جادۂ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ مسلمانون سے یہ تو ابھی توقع نہین ہو سکتی کہ وہ عیسائیون سے سبق حاصل کرکے اون کے ساتھ بھی اسطرح کا معاملہ کرنا سیکھ جائین۔ لیکن اسمین کوئی شک نہین رہ گیا کہ اگر وہ اپنے وجود کو قائم رکھنا چاہتے ہین تو اون کو دوسرون کے منصفانہ برتاؤ۔ ایمانداری اور صفت حق پژوہی پر بھروسہ کرنے کی بجائے خود اپنی ہی ہمت و طاقت اور اتفاق و اخوت پر تکیہ کرنا لازمی ہے۔ صاحب موصوف کا مضمون حسب ذیل ہے:-

پچھلے دنون انگریزی اخبارات اور رسالون مین مسئلہ کریٹ کے متعلق تقریرون مضامین اور خطوط کی بھرمار ہو رہی ہے۔ عوام نے ناراضگی کے اظہار کیلئے عام جلسے کرکے ٹرکی کے جور و ظلم اور یوروپ کی ناقابلیت پر نہایت ہی سخت الفاظ مین لعن طعن کیا ہے۔ تن کنفرمسٹ (وہ عیسائی جو کلیسائے انگلستان کے پابند نہین۔ یہ لوگ انگلستان کی آبادی کے نصف حصہ سے زیادہ ہین) اور انگریزی چرچون کے پادریون نے جن کی بڑی دلیل یہ ہے کہ عیسائی ہونے کی حیثیت سے دیگر عیسائیون کی امداد اور اون سے ہمدردی کرنا خواہ اونکی پولیٹیکل اغراض و مقاصد کی نوعیت کچھ ہی ہو ہمپر فرض عین ہے اس مسئلہ کو مذہبی رنگ پہنا دیا ہے۔

ان پرجوش تقریرون اور تحریرون کی جب بخوبی چھان بین کیجاوے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کسیقدر تو محض مادی النظری قیاسات پر مبنی ہین اور زیادہ تر نامہ نگارون کے پیغامات تار برقی پر۔ اگر کریٹ سے چند گمنام شخصون نے اس مضمون کا پیغام بھیجدیا کہ مسلمانون نے فلان گرجا کو بھرشٹ کر دیا ہے یا انگریزی جہاز کے گولے سے اسقدر باغی مارے گئے ہین تو ادہر فوراً پادریون نے شہیدون کیلئے خاص دعا کرنیکا وقت مقرر کر دیا یا کسی جنونی نے اپنی پولیٹیکل جماعت سے علیحدہ ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یوروپ کے بعض سربرآوردہ اخبارات کے ناظرین بیشک حیران ہوتے ہونگے کہ اون کے لیڈنگ آرٹیکلون مین تو کریٹی معاملات پر منصف مزاجی اور سلامت روی کے ساتھ بحث ہو رہی ہے۔ اور انہی اخبارات مین دوسری جگہ تار کے پیغام درج ہین جو بالکل یک رخہ ہین۔ اور جن سے پایا جاتا ہے کہ اس معاملہ کا کوئی دوسرا پہلو ہو ہی نہین سکتا۔ چند دن گذرے ہین کہ مسٹر ایڈیٹر

اصلاحات قبول کرلینے کی ترغیب دلانے کی کوشش کرے۔ اس کا گورنمنٹ مذکور نے جواب دیا کہ اوسے جزیرہ کے معاملات سے کوئی دخل نہین۔ نہ وہ وہانکے واقعات کی ذمہ دار ہے۔ اسپر سفرائے دول متعینہ قسطنطنیہ نے کریٹیون کی کمیٹی یا جماعت مصلحین (یا مفسدین) کو مشترکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) - اپنی طبعی تیزی فہم سے کام لیکر دار العوام مین اس اختلاف پر بڑا زور دیا تھا۔ کریٹ سے یونانی قونصلین اور نامہ نگارون کے بہ جبر نکالے جانے پر سخت ناراضی پیدا ہوگئی تھی۔ مگر جو لوگ یونانی اخبار نویسون کے رویہ سے واقف ہین اون پر اس کارروائی کی اشد ضرورت بہ خوبی واضح ہوگئی ہوگی۔ مشہور لاطینی قدیم شاعر جوی نل (جس کو قدیم زمانہ کا سودا سمجھنا چاہیئے۔ نوے برس کی عمر مین ۱۲۸ء مین فوت ہوا) نے یونانیون کی راست بازی کا جو اندازہ لگایا تھا وہ اس وقت بھی ویسا ہی درست ہے جیسا کہ اوس کے ہمعصر حواری (سینٹ پال یعنی پولوس) کا اندازہ کریٹیون کی نسبت تھا۔ یوروپین طاقتون کے قائمقام (یعنی امیر البحر) کریٹ مین امن قایم کرنیکے لیئے جو عمدہ سے عمدہ کوششین کرتے اونکے اثر کو یہ تارین جو از سرتا پا غلط بیانی اور مبالغہ کا مجموعہ ہوتی تھین بہت کچھ کمزور کر دیتی تھین۔ یونانی اخبارون اور ان سے بڑھ کر آتھنز کی تارون کے جو یونان مین بہ تعداد کثیر دھیلے دھیلے کو بکتی ہین سرسری نظر سے دیکھنے پر بیان مندرجہ بالا کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ ہمارے نیک نہاد قونصل متعینہ خانیا سر الفرڈ بلیوئی اس بغاوت کے دوران مین ترکون اور باغیون دونون کے ساتھ کامل انصاف سے کارروائی کرتے رہے ہین جس کی وجہ سے تمام یونانی جو کریٹ مین موجود ہین کرنیل واسوس سے لیکر ادنے ترین آدمی تک اونپر الزام لگاتے ہین کہ وہ برٹش گورنمنٹ کو عمداً غلط رپورٹین بھیجتے رہے ہین اور ترکون سے رشوت لیکر اون کے طرفدار ہوگئے ہین۔

افسوس ہے کہ ان یونانی اخبار نویسون کے چلے جانیکے بعد بھی اون مراسلات کے حصہ کثیر مین جو کریٹ سے روانہ کی جاتی ہین ایک رخی اور طرفداری کی بو پائی جاتی ہے۔ یوروپین اخبارون کے نامہ نگار قصبون مین رہتے ہین سوائے معدودے چند مستثنیات کے وہ یونانی اور ترکی زبان بول نہین سکتے۔ ترکی حکام سے حالات معلوم کرنے کی بہت کم کوشش کرتے ہین۔ اور زیادہ تر عیسائیون کی بتائی ہوئی خبرون پر بھروسہ کرتے ہین جن کی فطرتی دروغ بیانی اونکی جائیدادون کی تباہی سے کچھ کم نہین ہوگئی۔ نامہ نگار کریٹ مین جو ترجمان مقرر کرتے ہین وہ تقریباً عیسائی ہوتے ہین۔ پس یہ یقینی امر ہے کہ جہان تک ممکن ہو۔ وہ کوئی امر باغیون کے برخلاف ظاہر نہین کرینگے۔ علاوہ برین کریٹ مین جو نامہ نگار ہین اون کا زیادہ حصہ پہلے ہی سے یونانیون کا طرفدار ہے۔ خانیا کی ایک مشہور تار بھیجنے کی ایجنسی ایک کریٹی عیسائی کے کامل اقتدار مین ہے جو ظاہر ہے کہ طبعی طور پر ہی طرفداران یونان کی جماعت کی اغراض و مقاصد کا پورا موید ہے۔ ایسے لوگون مین طرفداری کا وجود پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ مگر یوروپین نامہ نگارون کو راستی سے تجاوز کرکے ٹرکی اور دول یوروپ کے مخالف تارین روانہ کرتے دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے۔ ایسے واقعات جن کے معلوم ہونے پر دنیا باغیون سے متنفر ہوجائے جان بوجھکر فروگذاشت کردیئے جاتے ہین۔ اور بعض اوقات فرضی سوانح کی خبر باوجودے کہ اندرون جزیرہ سے معتبر اطلاع اون کے برخلاف موصول ہوچکی ہو یوروپ کو بذریعہ تار بھیجدیجاتی ہے اسیطرح اگر کوئی عیسائی ایسی بات بتائے جس کی بنیاد پر ایک دردانگیز پیغام تار برقی گھڑا جاسکتا ہو۔ تو ذاتی طور پر اوسکی تصدیق کرنے کی کوئی کوشش کرنے کے بغیر عیسائی کے بیان کو فوراً روانہ کردیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ترکی جور و ظلم۔ بدعہدی اور سپہ کاری کی اون داستانون کو لیلو جو اون حضرات کی تقریرون مین جو گورنمنٹ کے

بیجکر لڑائی سے دست بردار ہو جائے اور ملی صلح کے لیئے نامہ و پیام اور گفتگو شروع کرنے کی صلاح دی اس صلح کیلیئے بنیادی اصول یہ قرار دیا گیا کہ جزیرہ کو عیسائی گورنر کے زیر فرمان مالی لحاظ سے آزادی ملجائے۔ اور سے محاصل پر ٹٹ کی آمدنی اپنے پاس رکھیگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) طریق عمل پر معترض ہوتے رہتے ہیں۔ بانفراط پانی جاتی ہیں۔ دار الحوام اور دیگر مقامات میں کرنیل واسوں کے اس الزام پر بہت زور دیا گیا کہ ترکی حکام نے اپنے قول و قسم کی صریح خلاف ورزی کرکے تصبہ سلینیو کے مہاجر مسلمانوں کو دوبارا مسلح کر دیا ہے یہ دہشان بلاسی تحقیقات یا تصدیق کے فی الفور یورپ میں مشتہر کیگئی۔ مگر بعد میں یورپین افسروں کی کمیشن نے اس کو بالکل بے بنیاد ثابت کرکے ترکی افسروں کو تمام الزامات سے جو ان پر لگائے گئے۔ بالصراحت بری کر دیا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ ایک غضب ناک شورش ہوئی کہ ترکوں نے تصبہ کسامو کسلی میں چند عیسائیوں کے گھروں کو منہدم کر دیا ہے۔ اور یورپین قریب کھڑے تماشا دیکھتے رہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان مکانوں کا گرایا جانا اشد ضروری تھا کیونکہ باغی ان مکانات کی آڑ میں قلعہ کی دیواروں کو سرنگ سے اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔

۲۔ اپریل کو ایک کریٹی بشپ (بڑا پادری) صاحب بھی المذہب یورپ کے مہذب باشندوں کے پاس اپیل کرتے ہوئے جب ذیل تقریر فرماتے ہیں "یہ مقدس گرجوں اور خانقاہوں کی تباہت و تاراج معصوم عیسائی عورتوں اور بچوں کا کشت و خون عیسائیوں کی جائداد و املاک کی بے انتہا بربادی اور لوٹ مار جو اب تک ترکی سپاہی اور عوام کر رہے ہیں وہ ناگفتہ ہے"

اس فقرہ میں اسقدر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے کہ وہ فی الحقیقت اول سے آخر تک افتراؤں کا مجموعہ ہے۔ آؤ ہم تمکو وہ اصلی واقعات بتلاتے ہیں جن کو ایماندار بشپ صاحب نے نہایت احتیاط کے ساتھ نظر انداز کر دیا ہے۔ (ٹائمز کے) ایڈیٹر کرانی واڈ نے کامل تفتیش کے بعد اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ کریٹ یا کسی اور گوشہ کو ترکی سپاہیوں کے لوٹ مار اور خراب کرنے کی کہانی بالکل غلط ہے۔ یہ ایک ننگ و عار دینا ہے کہ خانیا کے قریب تصبہ آپاس کے گرجہ کو ترکوں نے ناپاک کر دیا ہے۔ اوس بہادر نے اس روایت کے صدق و کذب کی خود کوئی تحقیقات نہ کی اور آخر میں وہ بہت مبالغہ آمیز بات کہی گئی کہ کریٹ کے بائیس برس پرانے یونانی گرجا کو دیکھنے گیا۔ اوس میں فقط ایک پادری باقی رہ گیا تھا۔ باقی تمام نیک بخت پادری اپنی شامت اعمال سے ڈر کر بچے عیسائیوں کیطرح شہر سے دم دبا کر بھاگ گئے ہوئے تھے اس شہر میں ہزاروں مسلمان مہاجرین پناہ گزین تھے۔ گرجہ کے پادری بھاگ چکے تھے۔ وہ بالکل خالی پڑا تھا۔ اور کوئی اوسپر محافظ نہ تھا۔ اب خیال کرو کہ کسی اندھیری رات میں ہر کو آگ لگا دینا کیسا آسان امر تھا۔ مگر عمارت کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہونچایا گیا حتی کہ گرجہ کی کا ایک شیشہ تک بھی نہیں توڑا گیا۔ اب یہ عیسائی نیک بخت ہی بتائیں کہ کینیا یا خانیا اور دیگر شہروں سے باہر مسلمانوں کی کتنی مسجدیں قائم و ستادہ رہنے دی گئی ہیں؟ ایک بھی نہیں!!! غیر مہذب ترکی عیسائیوں کی کہ تو ثابت ہو۔ آرچپلیٹک صوبہ الٹرک کے جہاں تقریباً تمام باشندے پروٹسٹنٹ مذہب کے ہوتے ہیں۔ اور اعلے درجہ کے مہذب ہیں۔ آرچپلیٹک کے باقی تین صوبوں میں زیادہ کیتھولک آبادی ہے) کسی موقع میں اگر دو تین کیتھولک گرجہ کے متقدین اوسے خالی چھوڑ جائیں تو بتاؤ اوس کے کواڈر اور کنگرے کیا کچھی مدت صحیح سالم رہنے پائیں گی؟ یہ کہنا کہ عیسائی عورتوں اور بچوں کو بے لگام ترک قتل کر رہے ہیں محض مبالغہ آمیز جاہ بکواس ہے۔ اس موقع کی کوئی حرکت ترکوں سے سرزد نہیں ہوئی میں اچھلے دنوں کریٹ گیا تو تمین عیسائیوں نے مجھکو اطلاع دی

اتحاق رہے۔ اور ترکی افواج جزیرہ کے تصیات سے واپس بلالی جائین۔ سفراء نے کہا کہ اگر یہ تجاویز مسترد کیگئین۔ تو پھر یورپ کو کریٹیون سے کوئی ہمدردی نہین رہجائے گی۔ مگر حالہ مصالحت کی حد سے گذر چکا تھا۔ اور دین اثنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) کہ باشی بزوقون کی ایک جماعت مسمّی ایشیا پر دھاوا کرکے ابھی واپس آئی۔ اور وہ عیسائیون کے سر پر سے ساتھ لائی ہے۔ مین نے ان سرون کے لیئے کونہ کونہ شہر کا چھان مارا۔ پر وہ کہین نہ ملے۔ اور آخر کار مخبرون پر چند جرح کے سوالات کرنیسے واضح ہوگیا کہ اونکی روائیت خالصتاً من گھڑت تھی۔ باقی رہی لوٹ مار یہ کسی عیسائی کے مکان کو جو قصبہ کے باہر ہو لوٹنا اور بیشمار فایدہ بخش ہے مثلاً یہ کہ کڑیان جل گئے ہون پھر لوٹنا۔ عیسائی اگر اپنے مکانون مین خاک بھی باقی چھوڑ کر اندرونی مقامات جزیرہ کو بھاگ گئے ہون تو ترکون نے انھین سے اوٹھا لیا تھا۔ یہ مکانون کو سوختہ بلکہ گاہ بگاہ چند مردون اور عورتون کو خاک چھانتے دیکھا ہے جس سے اون کو لوہے کی پرانی چیزون اور کیل کانٹون کے سوا اور کچھ نہین ملتا۔ شہرون مین عیسائیون کے جو مکان کھڑے رہگئے ہین۔ اب اونکی کما حقہ حفاظت یورپین افواج کے پیرول کرتے ہین۔ کیونکہ پولیس کے فرایض ان فوجون کو تفویض کر دیئے گئے ہین۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرلیا جائے کہ یورپین فوجون کے آنیسے پہلے ترک اون مکانون کو لوٹتے رہتے ہے۔ انگریزی فوجکے داخلہ سے پہلے مین کینڈیا مین دو راتین مقیم رہا جس کی نسبت عیسائیون نے مشہور کر رکھا تھا۔ کہ مسلمان ہر رات عیسائیون کے خالی مکانات کو لوٹا کرتے ہین۔ مگر مینے اس سخت و تاراج کی کوئی علامت نہ دیکھی۔ لیکن مین گھنٹون گلیون مین پھرتا رہتا تھا عیسائیون کو بھاگ جانے کیلئے کافی وقت ملگیا تھا۔ اور وہ کوئی قیمتی چیز پیچھے نہ چھوڑ گئے۔ شہر نہ ہر دون مسلمان مہاجرین سے بھرا پڑا ہے۔ جو اکثر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف اپنی جانین عیسائیون سے بچا کر جنہون نے اونکے گھرون کو خاک سیاہ اور اون کے اغزہ و اقربا کو بکرون کیطرح ذبح کر ڈالا ہے۔ بھاگ آئے ہین۔ یہ بدقسمت مہاجرین ہر وقت خانہ کشی کے کنارہ پر رہتے ہین۔ گورنمنٹ کیلئے اتنے ہزار بھوکون کے واسطے کھانا بہم پہونچانا ناممکن ہے۔ اگرچہ اب تک ان لوگون کو جو مقدار غذا کی ملی ہے وہ فی کس تین پاؤ ہے۔

مسٹر بنٹ نے اس اندازہ مین غالباً سخت غلطی کھائی ہے ہم دسمبر مین وقتاً فوقتاً ترکی سے مہاجرین کی امداد کیلئے کئی ہزار روپیہ آنا پہونچنے کی خبر سنتے رہے ہین مگر پھر بھی ظاہر ہے کہ اون بیچارون کی حالت قطعی بہت قابل رحم ہوگی۔ کیونکہ جب برٹش گورنمنٹ جیسی متمول حکومت چند لاکھ کا فاقہ کشون کو مفت کھانا نہین دے سکی۔ اور اُسے مجبوراً چندہ کی درخواست کرنی پڑی۔ تو ترکی کی لاکھ خانمان برباد کردگان کو دو وقت کشکم سیر کرسکتی ہے۔ ایڈیٹر صاحب یہ فاقہ کش اگر کبھی کہیں عیسائیون کے خالی شدہ گھرون سے کوئی بالکل بے قیمت اور ناکارہ سی چیز اوٹھا لین تو ہمارا دیکھ کر کسی جنیوا کی بات ہوگی یہ اسکو کونسی تاخت و تاراج تصور کرے گا۔ باغیون نے جیسا کہ خداوند کے ایک سرگروہ نے مجھسے بیان کیا عرصہ دراز سے مسلمانون کی کوئی جایداد کسی قسم کی بھی باقی نہین چھوڑی۔ یہ مصمم ارادہ شیطان دیا ہوا ہے۔ اور جزیرہ کے اندرون مین سرسری طور پر گذرنے سے معلوم ہوگیا ہے کہ انھون نے اپنے ارادہ کی کیسی کامل تعمیل کردی ہے۔

دار الاسلام مین مسٹر ولن (جنھیں آپ نے جماعت کا مخبر اور پکا منصف ہے۔ ایڈیٹر) اور دیگر اشخاص باشی بزوقون کو (جن کو غلطی سے عموماً ترکی باقاعدہ سپاہیون سے تمیز نہین کیا جاتا۔ یعنی اون کو بھی نظام فوج کے سپاہی سمجھا جاتا ہے) خونخوار درندہ معاش بتاتے ہین۔ لیکن مین کہتا ہون کہ

کئی خونریز معرکہ آرائیاں ہو چکی تھیں۔ ترکوں کو بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء بمقام ریتی سوار پھر شکست کو بمقام کینیا (خانیا) شکست ملی۔ اس فتح کے حصول پر جزیرہ کے تمام ضلع کے عیسائی نائبوں نے جماعت مصلحین کی جگہ اپنی عارضی گورنمنٹ قائم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) کشت وخون اور لوٹ مار کے لیئے یہ ہر وقت قصبوں سے باہر نکلکر دھاوے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر وقت یہ ہوکہ ترکی نگرانی کی چوکیوں (جو قصبوں کے باہر ہیں) اور باغیوں کی لینوں کے درمیان جو قصبات ہیں گو محاصرہ کیئے پڑے ہیں۔ کوئی چیز موجود نہیں جس کو باغی بزدق لوٹ سکیں۔ اور نہ کوئی انسان پایا جاتا ہے جسودہ قتل کریں۔ یہ بالکل درست ہوکہ یہ ترکی بیقاعدہ سپاہی بعض اوقات شہر سے باہر نکلکر اوس کے مضافات میں ایسا وہ زیتون کا درخت جو عیسائی کی ملکیت ہو جلا دیتے ہیں یا ایندھن کیلئے اوسے کاٹ لیتے ہیں مگر ایسے واقعات بہت شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ معین کئی دفعہ ترکی چوکیوں سے پرے تک گیا ہوں۔ اور ذاتی مشاہدہ سے یہ امر بیان کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ مسلمان آبادی کے حصہ کثیر کی فصلیں اور انگوروں کے باغ اس وقت اون کے دشمنوں (عیسائیوں) کے قبضہ میں ہیں۔ باقی رہا بندوقوں کی باڑھ میں چلانا۔ سارہ میں ہمیشہ ابتداء عیسائیوں کیطرف سے ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت ترکوں پر اتشباری کرتے رہتے ہیں مگر ترک شاذ و نادر جواب دیتے ہیں کیونکہ ایک تو طاقتوں نے اون کو ہدایت کر رکھی ہے کہ حتی الامکان وہ اتشباری سے پرہیز کرتے رہیں دوسرے کریٹی چٹانوں کی اوٹ میں چھپکر جس ترک کو دیکھتے ہیں سا دسپر بندوق داغ دیتے ہیں۔ اور خود ایسے محفوظ ہوتے ہیں کہ گولی کا لگنا قریبًا ناممکن ہوتا ہے۔

قصبہ نیرو کوری میں مسٹر ملٹن پرائس میں اور ایک ترکی فوجی مکان کی چھت پر چڑھے تو فورًا ہی تین گولیاں ہمارے سروں پر سے سرسراتی ہوئی گذر گئیں جن کو باغیوں نے مقابل کی پہاڑی کی چوٹی سے سر کیا۔ باغی بزدقوں نے باغیوں اور یورپینوں کی ایک جماعت پر جو صلح کے سفید جھنڈے کی پناہ میں جا رہی تھی بندوقیں چلائی تھیں۔ اسپر مسٹر ہیوشر (مالک ایڈیٹر اخبار ٹرتھ) نے پارلیمنٹ میں فریاد مچائی تھا کہ الامان۔ میں ان باغی بزدقوں کیطرف سے کوئی وکالت تو نہیں کرتا مگر اپنے ذاتی تجربہ سے بقدر جانتا ہوں کہ سفید جھنڈا عیسائی بندوقچیوں کی گولیوں سے مطلقًا کوئی حفاظت نہیں کر سکتا۔

پچھلوں میں سے تھے وہ ہوئے ہیں۔ تقریبًا اون سب میں باغیوں نے ابتداء کی چند ہفتے گذرے ہیں اونہوں نے آسٹریا کے جنگی جہاز بسی نیکو پر جان بوجھکر بندوقیں چلائیں۔ اور چالیس سے زیادہ گولیاں جہاز کو لگیں۔ میں کشتی پر سوار ہوکر مقام روستیا کو جہاں یہ واقعہ گذرا گیا۔ اور عیسائی عینوں سے دریافت کیا کہ انہوں نے یہ شتعال دلانے والی حرکت کیوں کی؟ جواب ملا کہ ہم نے جہاز بسی نیکو کو ترکی کروزر سمجھا مقابلہ اوسکا بیسی جھوٹ ہے۔ وہ ترکی نشان کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور آسٹریا کا نشان جہاز پر صاف دکھائی دے رہا تھا مقامات ملاکسا۔ کیرا ملیدی۔ سفر نالدین اور کساستوتی پر جس قدر گولے برسے ہیں۔ وہ سب عیسائیوں نے بلا وجہ اور خود بخود کیئے۔ ایڈمیرلوں نے باغیوں کو اطلاع دی کہ مقام ملاکسا کے اردگرد جو ترکی گرمیاں ہیں وہاں باغی ضرور سر پر پہونچ جانے دیں۔ اسکی تعمیل یہ ہوئی کہ کریٹی دانسوس نے اطلاع ملتے ہی تین میدانی توپیں علی کیا نڈ سے کو لطو پرا پہنچا دیں۔ تاکہ دوسرے دن تیلاکسا پر حملہ کرنیکے لیئے تیار رہیں۔ کئی نامہ نگاروں نے بڑے زور سے باغیوں کیطرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ اون کو امیر البحور کے مشترکہ مراسلہ کے مضمون سے آگاہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ محض غلط ہے باغیوں کے

کرلی جب معاملہ اس انتہائی حد تک پہونچگیا تو ۲۹ اگست کو سلطان المعظم نے باغیون کو سفرائے دول کی تجویز کردہ رعایات عطا کردین اور ۵ ستمبر کو اونہین باغیون کے نائبون نے بھی قبول کرلیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) کم از کم تین سرغنون معاذی کلو جلیس اور مانوسی کو پورا علم تھا کیونکہ جس وقت توپ خانہ پہونچا۔ مین اون کے پاس تھا۔ اور اونہون نے مجھکو اوسکی اچانک موجودگی کی وجہ بتادی تھی۔ اگر بفرض محال عیسائی باغیون کے سپاہیون اور دیگر افسرون کو امیر البحرون کے مراسلہ کا علم نہ ہوا۔ تو اوسکی ذمہ واری کرنیل واسوس اور سرغنہ باغیون پر ہے۔ ملاکسا کی لڑائی سے دوسرے دن کیراطیدی پر حملہ کرنے کی تجویز تھی مگر صبح کے تین بجے بمقام کونطوپولو ہمین یہ خبر سنا کر بیدار کیا گیا کہ ترکی سپاہی گڑھی کو چھوڑ گئے ہین قلعہ عزیز الدین اور کساموکستلی پر اس کے بعد باغیون نے حملے کیے۔

یوروپین امیر البحر نہایت ہی سخت مشکل مین گرفتار ہین۔ وہ تا تصفیہ مسئلہ کریٹ امن قایم رکھنے کے مشترکہ کام پر مامور کئے گئے مگر جس کام کو وہ اپنی اپنی گورنمنٹون کی غیر مستقل مزاجی اور باہمی رشک و حسد کی وجہ سے باحسن وجوہ پورا نہین کرسکتے۔ تاہم کوئی منصف مزاج باشندہ کریٹ انکار نہین کرسکتا۔ کہ یوروپین بیڑون کے کمانڈر غایت احتیاط اور اعتدال سے کارفرما ہوتے رہے ہین۔ اسپر بھی یوروپین نامہ نگار اون کو برابر ناقابل افسر پکارتے رہتے ہین۔ اور اونپر الزام لگاتے ہین کہ وہ عیسائیون پر بلا وجہ گولہ باری کرتے ہین۔ اور باغیون کے ساتھ کبھی کامیابی سے مصالحت کی گفتگو نہین کرسکتے۔ کیونکہ یہ کام صرف قونصلون کا ہے جس کو خواہ مخواہ وہ اپنے ہاتھ مین لیئے ہوئے ہین لیکن جس شخص کی آنکھون کو تعصب نے اندھا نہ کردیا ہو وہ کنڈانون کی سڑک پر باغیون پر گولہ باری کیے جانے پر کبھی حرف نہین رکھ سکتا۔ جنگی جہاز سے فقط ایک ہی گولہ چلایا گیا۔ اور لی مٹ فورڈ رائفلون کی باڑھ ماری گئی تھی جس سے اون بدمعاشون مین سے جو بے پناہ اور بیکس مسلمان مہاجرین اور اون کے محافظ سپاہیون پر جھپٹے پڑتے تھے۔ پندرہ ہلاک ہوئے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ بدبخت سیکڑون بیگناہ مسلمانون کا خون کر ڈالتے۔ دوسری گولہ باری باغیون پر مقام خانیا کی گئی تھی شہر کو ان چشمون سے پانی بہم پہونچتا ہے جو فصیل سے باہر بیرونی مورچون کے احاطہ مین واقعہ ہین۔ باغی ان مورچون پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ قابلترین جنگی و بحری اہل الرائے نے صاف کہدیا کہ اگر باغی قابض ہوگئے تو شہر پیاسا مرجائے گا۔ چنانچہ امیر البحرون نے باغیون کو متنبہ کردیا کہ شہر کے بیرونی مورچون پر اون کو حملہ آور نہین ہونے دیا جائیگا۔ ایسا کرچکنے کے بعد یہ کس طرح سے ممکن تھا کہ وہ باغیون کے ہاتھون شہر کی سلامتی کو معرض خطر مین پڑنے دیتے۔ وہ بیرونی قلعون اور مورچون کے سپاہیون کی سلامتی کے اخلاقاً ذمہ وار ہوچکے تھے۔ باین ہمہ بمقام ملاکسا باغیون پر گولہ باری کیے جانے پر بڑی سختی سے نکتہ چینی کیگئی ہے۔ ایک سربرآوردہ انگریزی اخبار مین تار شایع ہوا کہ "باغی یوروپین جہازون کی اچانک گولہ باری کی مطلقاً کوئی وجہ نہ سمجھ سکے"

لیکن مین اوپر بتا چکا ہون کہ کرنیل واسوس نے مشترکہ مراسلہ کا جواب قلعہ مذکور پر حملہ کرنے کی صورت مین دیا۔ جس مراسلہ کا مضمون باغی سرغنون کو بخوبی معلوم تھا۔ کیونکہ لڑائی سے ماقبل کی رات جب مین اون کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو اونمین سے ایک نے مجھ سے کہا "ہم سنتے ہین کہ کل ہمکو تمہارے چند گولے دیکھنے پڑین گے" اس گولہ باری کا مدعا عیسائیون کو قتل کرنا نہ تھا بلکہ اونپر صرف یہ واضح کردینا تھا کہ اون کو قلعہ ملاکسا پر قابض نہین ہونے دیا جائیگا۔ اس لئے پھٹنے والے اور خاردار گولون کی بجائے جو باغیون مین تباہی برپا کردیتے فقط معمولی گولے چلائے گئے

مگر اس فساد کی حرارت جزیرہ سے باہر تک سرایت کر چکی تھی۔ اس سے یونانیون کی قومی و مذہبی پرجوشی پھر تازہ ہو گئی تھی کل یونانیون کو ایک سلطنت کے ماتحت متحد و متفق کرنیکا خیال ہر کس و ناکس کے دلمین پر بشدت رائج ہو گیا تھا۔ اور یونانی اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰)۔ اور کل معرکہ مین جو ساڑھے پانچ بجے صبح سے چار بجے شام تک گرم رہا۔ اور جسمین یوروپین جہازون نے صرف دس منٹ گولہ باری کی عیسائیون کے زیادہ سے زیادہ تین آدمی ہلاک ہوئے۔

یونانیون کے طرفدارون کی تقریرون مین جن سے ہمارے اخبار اور رسالے لبریز ہو رہے ہین اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ باغیون کو فاقہ مارنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پارلیمنٹ مین گورنمنٹ پر الزام لگایا گیا کہ وہ اب باغیون کو بھوکا مار کر مطیع کرنے کی غرض سے بحری محاصرہ کر رہی ہے۔ اسیطرح تھوڑا عرصہ ہوا۔ لنڈن کے ایک عام جلسہ مین ایک مشہور ممبر پارلیمنٹ نے بیان کیا۔ کہ لارڈ سالسبری کا ایسا کرنا انسانیت پر ایک سخت نفرت انگیز حملہ ہے۔ یہی واویلا کریٹ والے محاصرہ پر کر رہے ہین۔ الغرض اس مفروضہ فاقہ دہی کو دول کے طریق عمل کے مخالف خفگی آمیز تقریرون اور تحریرون مین سخت کراہیت انگیز اصرار سے استعمال کیا گیا ہے۔ مگر امر واقع یہ ہے کہ عیسائیون مین کسی جگہ بھی فاقہ کشی نہین پائی جاتی۔ نہ غالباً آئندہ پائی جائے گی۔ جزیرہ کے اندر جس طرف جاؤ سامان خوراک بافراط موجود پاؤ گے۔ گوشت۔ بسکٹ۔ ترکاری۔ پھل اور شراب سب جگہ بکثرت اور گندمی روٹی کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ کونطوپولو۔ علی کیانو۔ اور تمام دوسرے مقامات مین جہان یونانی یا باغی جمع ہین۔ شراب خانے اور نانبائیون کی دوکانین خوب رونق پر ہین۔

علی کیانو مین میرے اور میرے چار دوستون کے کہانے پر جس مین اعلےٰ قسم کا گوشت۔ شراب اور میوہ جات موجود تھے۔ چار فرینک سے کچھ زیادہ (عہ) خرچ آئے۔ دودھ پر یہان کچھ خرچ ہی نہین آتا۔ اور بڑا مرغ فرینک سے کچھ زیادہ پر ملجاتا ہے۔ بہائی ایسا قحط تو کل یوروپ مین ہو۔ علاوہ برین ان نیکبختون نے مسلمانون کے گھرون کو تو بڑی باقاعدگی سے لوٹا۔ اور جلایا۔ مگر اون کی فصلون اور اون کے گورستانون کو آئندہ کے استعمال کیلئے بڑی احتیاط سے محفوظ رکہا۔ باغیون کا خود اپنا بیان ہے کہ اگر محاصرہ ایسا کامل اور سخت ہو کہ باہر سے کوئی چیز نہ آنے پائے تو بھی ہم دو برس کے لیئے کافی سامان خوراک رکہتے ہین۔ لیکن دراصل کریٹ جیسے جزیرہ کا محاصرہ ایسا مشکل ہے۔ کہ لاکھ نگرانی کرو۔ پہونچنے والے ہر وقت پہونچتے رہین گے۔ چند ہفتون کی بات ہے کہ جنوبی ساحل پر پانسو وانٹیر۔ ایک سو دس صندوق کارتوسون کے۔ اور بسکٹون۔ مٹرون اور آلوون کے سو بورے کامیابی کے ساتھ اتار دیئے گئے۔ اور ۲۷ مارچ کو بسکٹون کے پچاس بار خچر خانیہ سے چھ سات میل کے اندر علی کیانو کے قریب خشکی پر اتارے گئے۔

قصہ مختصر یونانیون کے پرجوش حمائتیون کی یہ خوفناک کہانیان کہ کریٹ کے عیسائی دول یوروپ کے جور و ظلم سے فاقہ کشی کی حد تک پہونچ گئی ہین۔ عجب مضحکہ خیز اور ساتھ ہی نقصان رسان بھی ہین۔ بفرض محال کریٹ کے اندرونی حصہ مین اگر گرانی موجود بھی ہو تو اوس کے ذمہ دار کرنیل واسوس اور یونانی گورنمنٹ ہوگی۔ جب تک کہ دول جزیرہ کو خالی کیئے جانیکا مطالبہ کرتی رہین۔ وہ کسیطرح بھی سامان جنگ کو عمداً جزیرہ مین داخل نہین ہونے دیسکتین۔ اس مین کلام نہین کہ بحری محاصرہ باغی اور یونانی دونون کو ناگوار ہے۔ مگر اس سے اون کو فقط خیالی تکالیف پہونچتی ہین۔ نہ کہ واقعی جسمانی۔ جہان تک مجھے علم ہے۔ علی کیانو کے کیمپ مین سامان آسائش و آرام اور ضروریات

قومی غرور و زعم کو سہلانے کے لیے طمع طمع کی طفلانہ حرکات اور نمائشون کو مرتکب ہو رہے تھے۔ (اسی پر جوشی سے متاثر ہو کر یا بطمع ملک گیری یونانی گورنمنٹ نے جو بطور سابق اس فساد مین بھی باغیون کی درپردہ امداد کرتی رہی تھی اب کہلم کہلا ایک فوجی دستہ کرنیل واسوس کے زیر کمان اور ایک جنگی بیڑہ پرنس جارج کے ماتحت کریٹ کو بھیجدیا۔ مترجم)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱) کی کوئی چیز ایسی نہین جو موجود نہ ہو ڈاک کا انتظام البتہ وہ بصورت موجودہ یونان کے ساتھ ٹھیک اور باقاعدہ نہین رکھ سکتے تاہم کرنیل واسوس برقی آئینون کے ذریعہ سے براہ جزیرہ سیری گو ایتھنز سے بآسانی خط و کتابت کر سکتا ہے۔ اگلے دن کی بات ہے کہ مین نے ایک نامور اخبار مین یہ تار جو اسے علی کیانو سے بھیجی گئی تھی بڑے تعجب کے ساتھ پڑھی کہ "محاصرہ کی وجہ سے باغی مجروحین ڈاکٹری سامان اور ادویات سے بھی محروم ہین۔ اور اون بیچارون کو اپنی صحت یابی کے وقت اور طبیعت پر چھوڑنی پڑتی ہے" حالانکہ خود ایک یونانی فوجی ڈاکٹر نے مجھ سے ذکر کیا کہ علی کیانو کے ہسپتال مین آلات جراحی اور تمام سامان ہر قسم کا مکمل موجود ہے۔ امر حق یہ ہے کہ جو لوگ گرانی غلہ سے مصیبتین برداشت کر رہے ہین۔ اور جو حکام سے مدد نہ ملنے کی صورت مین عنقریب فاقہ کشی کی نوبت تک پہونچ جائین گے۔ وہ یونانی اور عیسائی نہین ہین بلکہ وہ مسلمان مہاجرین ہین جو اپنے تباہ شدہ گہرون سے شہرون مین بھاگ آئے ہین۔ اب تک ترکی حکام ان بدبخت پناہ گزینون کی تا بمقدور دستگیری کرتے رہے ہین مگر اون کا بیان ہے کہ ہم اون کو برابر کہانا نہین دے سکتے کیونکہ اس غرض کیلئے ہمارے پاس کوئی روپیہ نہین ہے۔ (اے مسلمانان ہند مظلومان کریٹ کی مفلوک الحالی کی کیا تم کوئی اس سے بڑھ کر تصدیق چاہتے ہو۔ ایڈیٹر) کیا اچھا ہو اگر اوس ہمدردی کا جو ان نیک بخت عیسائیون کی خیالی مصائب پر ضائع کی جا رہی ہے کچھ تھوڑا سا بھی حصہ نامراد و ناشاد مسلمانان کریٹ کی طرف منعطف کر دیا جاوے جو اپنا کل خان و مان برباد اور کل اثاثہ غارت کرا چکے ہین۔ اور ہر روز فاقہ کشی کی بہیانک دیو کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہین۔

باشندگان انگلستان کے دلون مین ہمدردی پیدا کرنے اور اون سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے یونانیون اور باغیان کریٹ نے ہم مذہبی کا واسطہ ڈالکر بیشمار اپیلین کی ہین۔ انگلستان مین بغاوت کریٹ کے متعلق مباحثون مین فقرہ "مظلوم عیسائیان" نفرت انگیز تکرار سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ مین عیسویت کے مضمون کا کسیطرح بھی داخل ہو جانا نہایت قابل افسوس امر ہے۔ کیونکہ علاوہ دیگر وجوہات کے دوسرے لوگون مین ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے کی غرض سے کریٹیون کو عیسائی کے نام سے پکارنا لفظ "عیسائی" کو ناپاک کرنا ہے یہ ادعائی "عیسائی" عاجز و معصوم عورتون اور بچون کو ابلیسانہ خونخواری کے ساتھ نہایت ٹھنڈے دل سے قتل کرتے ہین۔ اور یہ کل ناگفتہ بہ افعال اون سے اون کے پادری کراتے ہین جو فی الواقع بہیڑون کے لباس مین بھیڑیے ہین۔ اس بہانہ پر کہ وہ اسیران جنگ کو کہانے کہلانے کی گنجائش نہین رکھتے۔ اونہون نے مسلمانون کی جائیدادون اور جانون کے باقی نہ چھوڑنیکا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ جو جو کچھ جور و ظلم ہمارے ان "ہم مذہبون" (طنزاً) نے قصبہ سیٹیا اور ڈفنی کے بے پناہ مسلمانون پر توڑے ہین۔ اونکی بیان کرنے کا قلم کو یارا نہین۔ مختصر کیفیت یہ ہے کہ سیٹیا کے عیسائیون نے وہان کے مسلمانون کو ہتھیار دیدینے کے لیے کہا۔ مسلمانون نے (اور یہ بالکل طبعی امر تھا) اپنی بندوقین دیدینے سے انکار کر دیا۔ انکے پاس صرف یہی ایسی چیز تھی جس سے وہ اپنی اور اپنے قبائل کی حفاظت کر سکتے تھے۔ اسپر عیسائیون نے اونپر حملہ کیا۔ اور مسلمانون نے جو تعداد مین

یہ رنگ دیکھکر دول یورپ نے باتفاق رائے یونانی گورنمنٹ کو مراسلہ بھیجا کہ سلطان معظم نے عیسائیوں اور مسلمانوں کو مساوی حقوق حاصل رہنے کے اصول پر کریٹ کو اندرونی خود مختاری عطا کرنا منظور کر لیا ہے اور اسپر عنقریب علمدرآمد ہونیوالا ہے ایسی صورت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) تخمیناً ۵ ازمن و مرد اور بچے تھے مجبور ہوکر مسجد میں پناہ جالی عیسائیوں نے اون پر کنکریوں اور دروازوں سے گولیاں چلائیں اور مسجد کو آگ لگا کر اون کو باہر نکلنے پر مجبور کرنیکے لیے لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں تب مسلمانوں نے چادر نعلمین عیسائیوں کو دیدیں مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ اور اور زیادہ تیزی سے محصورین پر حملہ کیا اونہوں نے مسجد کی چھت میں سوراخ کر لیا۔ اور انمیں سے مسلمانوں پر گندک ملی کا تیل اور جلتی ہوئی لکڑیاں پھینکیں۔ اونوقت تک تین چار اونہیں۔ ہماری جانیں نہ لو۔ ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں اور جس قسم کی حکومت چاہو ہمیں منظور ہے۔

مگر کسی شقی کو رحم نہ آیا اور اونکی التجاؤں کی کوئی پرواہ نہ کیگئی بہت سے دم گھٹکر مر گئے۔ اور باقیماندہ نے آگ سے آہستہ آہستہ مرنے پر عیسائیوں کی خنجروں اور گولیوں سے ہلاک ہونیکو ترجیح دیکر مسجد سے باہر نکلنے کی ٹھان لی جب وہ باہر آئے تو قتل عام شروع ہو گیا پھر بھی جو شخص جان بچرہے اونمیں سے بعض نے ایک خانہ میں پناہ جالی جسکا پتہ بارہ دنوں کے بعد دشمنوں کو مل گیا عیسائی بہادروں نے ان باقیماندہ مسلمانوں کو بھی غار کے اندر ہی جلا دینے کی نیت سے بہت سی لکڑیاں جمع کر لیں اور چند ایک کو دھوئیں اور آگ سے ہلاک کر دینے میں کامیاب ہوئے تین دن بعد تین باغی سرغنہ یکایک اس ایک غار کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کو آگ بجھا دینے اور بچے ہوئے مسلمانوں کو رہائی دینے پر آمادہ کر لیا جن میں سے تیرہ کس بطور یرغمال رکھ لیے گئے اور مجھ سے بخوبی طور پر معلوم ہوا ہے کہ عیسائیوں نے گرفتار شدہ مسلمانوں کی عورتوں اور لڑکیوں میں سے بعض کی عصمت بگاڑی۔ کینڈیا کی ہسپتال میں جہاں زخمی مہاجرین کی ایک جماعت زیر علاج ہے میں نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے کہ عیسائی نیک بخت غالباً جانے پر پناہ عورتوں اور بچوں سے کیا سلوک کرتے میں ایک بیس سالہ خوبصورت لڑکی کو جانکنی کی نہایت خوفناک تین زخم پہونچے تھے دو سر پر تھے اور ایک پہلو پر ایک دوسری عورت کو کان کاٹ لیے گئے تھے اور ایک پچہ الصوم بچہ کو اسی جنگلی نے زخمی کیا ہوا تھا کہ وہ مر گیا۔ جب بعد میں بیٹے باغیوں کو ان مظالم پر ملامت کی تو جواب ملا کہ دول یورپ کو تعین دلانیکے لیے باغیوں نے ایسا کیا ہے خود مسلمانوں ہی نے اپنی بیویوں اور اولاد کو زخمی کیا ہے!!!

میں تعجب کرتا ہوں کہ اونہوں نے کیونکر ان باتوں کی توقع سے لکھا تھا کہ میں اسپر یقین کرلوں گا۔ گو یہ ان مستورات کے جن پر بعض ایسی تہمتیں کہ کل خاندان میں صرف وہی باقی بچی تھیں۔ جو حالات مجھکو سنائے انہیں اکثر کو سن کر کلیجہ پھٹ جاتا تھا کینڈیا کی عدالت نوجداری کے حاکم اعلےٰ نے مجھ سے ذکر کیا کہ ڈھنی اور سیٹیا کے قتل عام میں ایکسو پچاس ۱۵۰ خوشحال اور ناحق قتل کیے گئے ہیں۔ ایک دیونانی افسر ان کی جیب و بھی کی تفتیش ملاکسا کے بہادر ترک محافظین کی جانفشانی سے بچگئیں۔ لیکن اگر اطالین اور یونانی اسیران جنگ کی برابر نگرانی اور حفاظت نہ کرتے رہتے تو کریٹی کمال شقاوت قلبی سے ایک ایک کو چن چن کر گولیوں سے مار دیتے۔ پھر بھی اگر دول عظام نے کریٹ دہوس کو اسیران جنگ یونان کو بھیجدینے کی اجازت نہ دیدی تو بھری محاصرہ ایسے قیدیوں کے قتل کیلئے جو بعد میں گرفتار ہوں پورا پورا ہو گا۔ باغیوں کی سرغنہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہم اسیران جنگ اور دیگر قیدیوں کو قتل کر دیتے رہے ہیں۔ اور یہ ہمارا عام قاعدہ ہے۔

یونان کو وہاں سے اپنی فوج اور پیڑہ واپس منگوا لینا لازم و واجب ہے۔ اس واپسی کے لیے کوئی تاریخ معین نہ کی گئی کیونکہ سفرا کو اپنی اپنی گورنمنٹوں سے جو ہدایات موصول ہوئی تھیں۔ وہ سارہ میں مختلف تھیں تاہم اس سب کا اتفاق ہو گیا تھا کہ یونٹ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) شامات عال سے بمقام کونطرپولیس میں چند ترکی قیدیوں کو سگار اور سگریٹ دیئے جس سے عیسائی نیک نہاد لوگ مجھے بے عزت کرنے اور بطور قیدی زیر حراست کر دینے کے لیے حجت پیش گئی۔ بعد ازاں میرے سر پر دو گولیاں اس بہودہ بنیاد پر کہ میں نے بھاگنے کی کوشش کی ہے چلائی گئیں میرے بھاگ جانیکا نتیجہ اس سے نکالا گیا کہ میں جس یونانی سپاہی کی حراست میں تھا اوس نے اون گولیوں سے بچنے کے لیے جو ہمارے اردگرد پڑ رہی تھیں مجھ کو گانوں سے تقریباً پچاس گز پرے لیجانے پر اصرار کیا تھا المختصر کریٹ میں بطور پر نسپل عنصر عیسویت کی نسبت جس قدر تصور کیا جا سکتا ہے۔

جو ترکی فوج باغیوں سے معرکہ آرائی کر رہی ہے اوس کو تعداد میں اون سے دہی نسبت ہے جو ایک کو تیس سے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اگر مسٹر ہیمنڈ کریٹ کو آپس میں نپٹ لینے دیا جاوے تو عیسائی اس سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکیں جو اون کو اب تک ہو چکی ہے لیکن بڑی سے بڑی کامیابی اون کو یہ ہو کہ شہروں کا محاصرہ کر لیں۔ ان کریٹی محبان وطن کی بہادری کی تعریف جتنے منہ تو بہت ہیں لیکن جزیرہ میں جب کبھی کوئی نے الواقع لڑائی ہوتی ہے۔ تو انہیں یہ بہادری بہت ہی کم مقدار میں دیکھنے میں آتی ہے۔ کریٹی باغی غنیم کے ساتھ دست بدست لڑائی کبھی نہیں کرتے۔ مگر اس صورت میں جب کہ اوذکی تعداد دشمن سے بہت ہی زیادہ ہو اسی لیے وہ بگیں نہیں رکھتے انکا پسند خاطر طریقہ لڑائی کا چٹانوں کی اوٹ سے رائفل چلانا ہے نظیر کے طور پر ملاکسا کی لڑائی کو ہی لیجئے۔ اخبار ڈیلی گرافک کے نامہ نگار جس ذاعا قدس نے لڑائی کو بصرف خیال سوا سے ملاحظہ کیا تحریر فرماتے ہیں کہ۔ چار بجے کے قریب باغیوں نے عمارت (ملاکسا کی گڑھی یا چھوٹا سا قلعہ) پر توپخانہ شمار اندازے دغا کیا۔

مگر یہ بیان بالکل غلط ہے بین میدان جنگ میں موجود تھا اور پہلے لڑائی کو ابتدا سے آخر تک اچھی طرح دیکھا۔ ۴ بجے ترکوں نے جو گڑھی میں پیچھے ہو گئے تھے طلوع فجر سے لیکر ۹ بجے تک کئی سو باغیوں کو مقابلہ پر اپنی گڑھی کی نہایت بہادری سے حفاظت کی تین دن سے اونہوں نے پانی کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اور غذا بھی اون کو بہت کم ملی تھی۔ اس سے اون کے جسموں کی نحافت اور کمزوری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ اون کی خطرناک گولہ باری اور رائفل باریوں کا جواب دینے کے بشکل قابل رہ گئے تھے لیکن باین ہمہ اونہوں نے اس ٹوٹی پھوٹی گڑھی کی اس وقت تک حفاظت کی جب تک اونمیں کچھ سکت بھی باقی رہی۔ اور جب وہ اور زیادہ حفاظت نہ کر سکے۔ تو سفید جھنڈا اٹھا کر کے اونہوں نے کریٹیوں کو گڑھی میں داخل ہو جانے دیا۔ باغیوں نے عمارت پر مطلقاً کوئی دھاوا نہیں کیا بلکہ خلاف اس کے ترکوں کے ہتھیار رکھ دینے سے پیشتر وہ کئی گھنٹوں تک چٹانوں میں ادھر اُدھر دبکے بیٹھے رہے تاوقتیکہ اونہیں خوف نہ ہو گیا کہ گڑھی کو چھونے کی وہ جرأت نہیں کر سکتے عزاتے رہتے ہیں سیطرح رہنے پر آواز کرتے رہے۔ "ہنوز دلی دوراست" جب تک ہم رات پڑنے تک صبر کر دو اجب اندھیرا ہو جائیگا ہم واپس سیٹ بیکر واپس آئیں گے۔ اور تمکو مار ڈالیں گے" باغی فی الحقیقت غیر قوی اعصاب والے یونانیوں کا ایک گروہ ہیں وہ اگر فوجی طاقت کے ساتھ ترکی باقاعدہ سپاہیوں کے مقابلہ پر آویں تو ایک پل میں ڈکدم ہو گا دیئے جاویں۔ یہ سپاہیوں کے بجائے جنہوں نے دہ خچہ کا رفتح کوہ دیقان کی بلندیوں پر

یا مسلمہ یونانی گورنمنٹ کو سپرد کیا جانا چاہیئے۔ وینیزلاوس نے جرمنی آسٹریا اور فرانس کی رضامندی سے اس سے زیادہ مضبوط کارروائی کی۔ روسی سفیر متعینہ ایتھنز کی معرفت ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء کو صاف صاف دو ٹوک مطالبہ کیا گیا کہ یونان تین طرفوں کے اندر کریٹ سے اپنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) تیرہ جان توڑ حملے کیئے تھے زمانہ نگار ۱۸۲۱ء کو جنگ روم و روس میں سلیمان پاشا نے روسی فوج پر دورہ توپ کا بلند برج پر جو چڑھ کیئے تھے اون کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایڈیٹر ہیرالڈ اگرچہ کافی تعداد میں ہوں اور ساتھ ہی اون کو آزادی بھی دیدیجائے تو طرفین میں تمام کی پہاڑیوں سے ان کرسٹی کنوں کی جماعت کو نیست و نابود کر دیں۔

اس کے بعد نامہ نگار موصوف ذاتی شاہدہ و تجربہ اور توجہات سے ثابت کیا ہے کہ کریٹی ایسے جاہل مطلق ہیں کہ ان کی فی الحقیقت مسلم نہیں کہ وہ کس لیئے ٹرکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ اکثر دریافتی تو محض سنے سنائے لڑ رہے ہیں کہ اون کو آباؤ اجداد ترکوں سے لڑتے چلے آئے ہیں اور اون کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں مگر یہ تمام متنہ و فساد اصل میں یونانیوں نے بھڑکایا ہوا ہے۔ کریٹی الحاق اور خود مختاری میں ہی کوئی تمیز نہیں کر سکتے یونانی اگر لاینحل مقصد ہیں جس پر یہ عاشق ہیں اون کو چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایسا بہکایا گیا ہے کہ جب ان سے پوچھو کہ کیا چاہتے ہو تو طوطے کی طرح فوراً جواب دیں گے کہ کریٹ کو یونان سے الحاق کر دیا جاوے اور جب تک ہمارا ایک فرد بھی زندہ رہے ہم لڑتے رہیں گے (اندرونی خود مختاری) تسلیم نہ کریں گے انکی سفاہت اسی جواب سے مترشح ہو رہی ہے۔ یہ لوگ آزادی کیسنے نہیں بلکہ اپنی جہالت سے یونان کی حرص ملکگیری کو پورا کرنیکے لیئے اپنی جانیں ضائع اور جزیرہ کو برباد کر رہے ہیں مگر یونان کی ایسی کوئی دلی اشتہا نہیں۔

اس بحث کو ختم کر کے مسٹر مرنیٹ دول یورپ کی باہمی رشک و رقابت کی وجہ سے مسئلہ کریٹ کو ایک نئی مفصل رنگ میں مجملاً ذکر کرنیکے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جزیرہ پر ٹرکی کی عملی حکومت تو ختم ہو چکی ہے اور اس کا دعوٰی ترکوں کو چنداں فرسودہ بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ سلطان اعظم کو جزیرہ سے کبھی فائدہ نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ کا دردسر اور خرچ کا مصالہ ہے مگر یہ مشکل دریافت ہے کہ کریٹ میں کیا کسی طرح کی آٹونومی چل بھی سکتی ہے کیونکہ سلف گورنمنٹ کے لیئے باشندگان کریٹ سے بڑھ کر ناقابل آبادی کا دنیا میں مشکل ہے یونان کے ساتھ الحاق کرنا آٹونومی سے بھی بدتر تجویز ہے یونان بالکل دیوالیہ ہے۔ اگر پرائیویٹ اشخاص امداد کرتے تو سرحد تھیسلی پر آنیسے نو مہینہ تک نہ جا سکتیں جو شخص یونان میں رہکر یونان کی اپنظامی اور مالی حالت کو دیکھ چکا ہے وہ کبھی توقع نہیں کر سکتا کہ یونان کو ماتحت کریٹ کی تمدنی و کی حالت سنبھل سکیگی۔

علاوہ بریں جب الحاق کی خوشی ختم ہو جائے گی تو ان خواہشمندان الحاق کریٹیوں کو وہ محاصل اور ٹیکس ادا کرنے پڑیں گے جو ترکوں کے مطالبوں سے جو خواہ وہ ادا کیئے جاتے ہوں یا نہ۔ پانچ گنہ سے بھی زیادہ ہونگے۔ اور انکی وصولی کیلئے یونان کو کریٹ میں کثیر تعداد فوج رکھنی پڑیگی کیونکہ کریٹی سیدھے مانوں کو عزت دینا جانتے نہیں اور اتنی فوج رکھنے کی یونان کو سکت نہیں اور جب بقول فوجی انتظام نہ ہوا تو وصولی محاصل تو درکنار مسلمانوں کی جان و مال کا بھی خطرہ ہوگا۔

آخر میں صاحب موصوف کو یہ کہنا چاہیئے نظر آتا ہے کہ کریٹ دول عظام میں سے کسی ایک کو حوالہ کیا جاوے۔ وہ تخت نشینوں کرتے ہیں کہ لارڈ سیکو نسفیلڈ نے ۱۸۷۸ء میں قبرس کے فضول جزیرہ کی جگہ کریٹ کو کیوں نہ سلطان سے مانگ لیا مگر دول کے باہمی رشک و حسد سے اس تجویز کے پورا ہونے کی اُمید بہت کم ہے اس لیئے دول عظام سے کر التماس کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے میں سے کسی ایک کو کریٹ دینا پسند نہ کریں تو وہ جزیرہ کی امن و امان

بڑہ اور کل تیری فوج واپس منگوالے۔ اگر اوس نے مزید مزاحمت کی یا مزید شکایات پیدا کیں یا اپنے آپ کو خود مختار اور اپنا نفع نقصان سمجھنے والے دوستوں کو اختیار اور بحرون میں آجانے دیا۔ اور اونکی تجارت پر اکر تا رہا۔ تو روس نے بغور جوابی کارروائی شروع کر دیگا اور یونانی بندرگاہوں کے بحری محاصرہ کا اعلان کر دیگا۔

اس الٹی میٹم کا جسنے یونان پر بڑا گہرا اثر ڈالا یکم مارچ ۱۸۹۷ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ دول یورپ کے بیڑوں[1] نے کریٹ کے ساحل پر ۲۵ فروری کو کریٹیوں کے نام اعلان شائع کر دیا۔ کہ یورپین فوج نے خونریزی کو روکنے کیلئے قصبات کینیا اور ہراکلیون پر قبضہ کر لیا ہے اور جب تک کہ کریٹ کا قطعی تصفیہ نہ ہو یہ قبضہ قائم رہیگا۔ اس اعلان کا باغیون نے یونانی بحری کمانڈر کی تک کی مخالفت (یورپین امراء البحر کے سرغنہ اطالین) امیر البحر کانی ارو کو یہ جواب دیا کہ کریٹ اور باب عالی کا باہمی تعلق بالکل منقطع ہو چکا ہے۔ اور کہ کریٹی اسکے سوا اور کوئی تصفیہ منظور نہین کرینگے کہ کریٹ یونان کی ساتھ ملحق کر دیا جائے اس جواب پر کئی سرغنہ باغیون کے دستخط تھے۔ دریں اثنا جزیرہ مین آتش فساد بدستور شدت کی ساتھ مشتعل تھی۔ اور جابجا باغیون اور مسلمانون مین مٹ بھیڑ ہو رہی تھی۔ ۲۸ فروری کو مسلمان باشندے سامان رسد لانی کیلئے نظام فوج کی پناہ مین کینیا سے باہر نکلے۔ باغیون نے اونپر حملہ کر دیا۔ اور لڑائی مین کئی مسلمان اور نظام فوج کے سپاہی شہید ہوگئے۔ اسپر ایک ترکی فرنگیٹ جو بندر مین موجود تھا۔ باغیون پر گولہ باری شروع کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) معقول انتظام کر دین۔ اور کہ انکم اس بات کا ضرور خیال رکھین کہ وہ یونان کے سپرد نہ کر دیا جاوے۔ اگر ایسا کیا گیا تو انیسوین صدی کے سخت سنگین جرائم یا ہر کیف نہایت ہی سخت پولیٹیکل غلطیون مین سے ایک غلطی ہوگی۔

مگر ہم صاحب موصوف کی خدمت مین مؤدبانہ التماس کرتے ہین کہ وہ ذرا بھی تامل و تکہین تیل کی دھار دیکھین ترکی کو اپنی عملی حکومت تو جزیرہ سے اوٹھا لینے دین۔ پھر کسی نئے انتظام کا فکر کرنا۔ جناب والا آپ کو دانشمند ترکنواہ کچھ کہین سلطان معظم اوس ملک کو جو اڑھائی سو برس ہوئے میں برس کی مسلسل جنگ و جدال اور ہزارون بہادر ترکون کے خون سے فتح کیا گیا تھا کبھی ایسی آسانی سے اپنے ہاتھ سے نہین نکلنے دینگے۔ اونکی پاس کچھ اور دم مین اس جزیرہ کے سوا جس کو قطعہ ناممکن التسخیر ہونے کی وجہ سے بعض سلطنتون کی نظرون مین بطور کہنکے ہی مین سار اور کون کا مادہ ٹاپو باقی رہ گیا ہے۔

مسٹر رنسٹن ڈیوک صاحب بیکمو آپ کی نیک نیتی پر کوئی شبہ نہین مگر غالباً آپ کو معلوم نہین کہ اگر خدانخواستہ آج کریٹ سے سلطان معظم کا اختیار اوٹھ جائے تو پھر مصر ٹیونس پر کسی وقت سلطان کا تسلط قائم ہونا ہی ناممکن نہین ہو جائیگا بلکہ دوسرے ہی دن شمالی افریقہ کے بالیمندہ ممالک ٹریپولی بنغازی اور فیضان اور شام اور فلسطین انکی علم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جائینگے اس لئے اعلیحضرت سلطان المعظم اس وقت بھی بخوبی جانتے ہین اور مشاہدہ مین بھی بخوبی جانتے ہین پس آپ کا شیخ چلی کے سے خیالی پکاؤ پکانا یا الارڈ سیکسفیلڈ کی فروگذاشت پر آزردہ خاطر ہونا بالکل بیہودہ ہے +

[1] یہ بیڑے بظاہر قیام امن کیلئے اور درحقیقت ایک دوسری طاقت کی حرکات کی نگرانی کرتے رہنے اور کریٹ کو دوسروں سے بڑھکر کوئی خاص اقتدار نامہ حاصل کرنے دینے کیلئے ۱۸۹۶ء مین کریٹ بھیجے گئے تھے۔ انکی ترسیل کے متعلق وقعات محولہ بالا نمبر مین بالتفصیل مندرج ہین +

مگر وہ تین کوس ہی چلانے پایا تھا کہ دول اتحادیہ کے امراء ابھرنے اوسے روکدیا۔ وہ اتنباری سے باز آگیا اور مسلمان سامان رسد لیکر جہٹ پٹ شہر کو واپس چلے گئے۔ اسی دن باغیون نے تصبات نزکلار یا اور نیز کوکو روکو آگ لگا کر تو وہ خاک بنا دیا۔

جب روس کی دھمکی بھی بے اثر رہی تو ترکی نے بسرعت تمام جنگ کی تیاریان شروع کردین۔ یونان کئی ہفتون (بلکہ برسون سے بھی تیاریان کر رہا تھا۔ باب عالی نے سالونیکا حکم بھیجدیا کہ فوج ردیف کی ۱۰ پلٹنین یونانی سرحد کو روانہ کردیجاوین۔ ان پلٹنون نے

لہ امیر المومنین نے اس واقعہ ..... کچھ عرصہ پیشتر کل ہی خوانان سلطنت و خداوان خلافت عظمیٰ کو سلطنت کی استحکام مین مدد دینے کا مرقعہ بخشی کیلئے فوجی درستی و استحکام کیلئے اعانت عسکریہ کے نام سے ایک فنڈ کھول دیا تھا جس مین اب تک تقریباً ڈیڑھ کروڑ جمع ہوچکا ہے فرمان سلطانی کا خلاصہ و منشا وکیل نے حسب ذیل شایع کیا تھا۔

ٹہ باب عالی نے جدید پلٹکیں فریہ (رجیم) کے علاوہ خرید اسلحہ کیلئے چندہ کی فہرست کھولی ہے۔ یہ گو علانیہ تو نہین۔ مگر بالکلیت مسلمانون پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے اعلان مین یہ زیادہ کیا گیا ہے کہ عیسائیون کیلئے یہ چندہ دینا اختیاری ہے۔ اس کیلئے ۵۰۰۰۰ ۳۰ ۴۰۰۰۰ اپیاطر کے ٹکٹ جاری کئے گئے ہین کہ حسب توفیق جس مالیت کا کوئی چاہے ٹکٹ خرید لے۔ مگر یہ کوئی حد مقرر نہین کہ اس سے زیادہ چندہ نہ دیا جاوے۔ بلکہ جس قدر کوئی زیادہ دے اسقدر زیادہ شکوری سے قبول کیا جاوے گا۔ دو ہزار پیاستر چندہ دینے والے کو خلیفۃ المومنین کی بارگاہ سے نذ عطاء ہوگا جسپر اوسکا نام بھی کندہ ہوگا۔ سو پیاسٹر کا ایک ترکی پونڈ ہوتا ہے اس حساب سے ایک پیاسٹر اڑھائی آنہ کا ہوتا ہے۔ ممالک محروسہ اور مصر کے مسلمان اس فنڈ مین بڑی مستعدی سے چندہ دے رہے ہین۔ چنانچہ المؤید مصری سے جو پچھلی ڈاک مین موصول ہوا ہے معلوم ہوا ہے کہ مصر کے مشہور تاجر منصور کو قبیلہ آل عبداللطیف نے اپنے سرخیل شیخ مصطفےٰ کی معرفت پانچ پونڈ (اٹھہزار روپیہ) اس مین ارسال کئے ہین۔

"ہم جانتے ہین کہ ہندوستان اس وقت قحط کی خوفناک مصیبت مین گرفتار ہے جس سے مسلمان پہلے ہی فاقہ مست ہونے کی وجہ سے زیادہ تر پریشان ہو رہے ہین اور ساتھ ہی خاص ہندوستان مین متعدد تعلیمی و خیراتی چندون کا خرچ ان کے سر پر پڑ رہا ہے۔ مگر ان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے جو ممالک عثمانیہ مین آباد ہین زیادہ بڑھی چاہیئے۔ ہماری طرح وہ بھی قحط کی بلا مین گرفتار ہین اس جگہ مسلسل بارش اس کا باعث ہوا ہے۔ تو دونون کثرت باران ہماری طرح اوپر بھی چندون کی بھرمار ہے۔ ہم مین سے تو بہت تھوڑے ہین جو کچھ دیتے دلاتے ہین اور وہ بھی برابر ہر کام مین حسب مقدور دریغ نہین کرتے۔ ارمینیا۔ ایشیائے کوچک اور کریٹ کے فلاکت زدہ اور عیسائیون کے دست تظلم سے ظلم رسیدہ مسلمان بھائیون کو کیسے وہ بھی بڑی فراخ حوصلگی سے لاکھون روپیہ دیچکا اور دے رہی ہین اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم خفت و بے فکر بیٹھی ہین اور وہ اسلام اور خلیفہ اسلام کی خدمت و حفاظت مین اپنی جانون کو بھی قربان کر رہے ہین اور اپنی عمر کے کارآمد اور گرانمایہ عزیز حصہ (یعنی بیس برس کی عمر سے چالیس کی عمر تک) وقف کئے ہوئے ہین تو کیا یہ ہندوستانیون کیلئے باعث شرم و ننگ نہ ہوگا کہ وہ چند آنون اور روپیون سے بھی خلافت اسلامیہ کی خدمت کرنے سے پہلو تہی کرین۔ ۵ پیاسٹر ہمارے سکہ مین ساڑھے بارہ آنہ ہوتا ہین جس کم سے کم قحط زدہ مسلمان بھی اوسکی استطاعت رکھتا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اول تو مسلمانون کو زیادہ تر جہالت اور کمینہ دیگر عیوب

ایشیائی علاقہ سے (بحیرہ مارمورا کے یوروپین ساحل کے بندرگاہ) روڈوسٹو کے رستہ (سالونیکا قسطنطنیہ ریلوے کے سٹیشن) شورلو پہونچکر وہان سے یکے بعد دیگرے ایک سو ریلوے ٹرینون (قطارون) پر سالونیکا جمع ہوتے جاتے تھے۔ اور پھر وہان سے ہیڈکوارٹر مین پہنچنا تھا۔ ہیڈکوارٹر اور فوج کے قیام کے لیئے کیمپ بمقام کیلار قایم کیا گیا۔ یہ قصبہ سالونیکا مناسطر ریلوے کے سٹیشن سوروویچ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ دوسری طرف (اس امر کے حفظ ماتقدم کے لیئے کہ کہین بلگیریا بھی ٹرکی کو یونان کیطرف مشغول دیکھکر برسر فساد نہ ہو جائے) توپخانہ، رائفلون اور سامان حرب کی ایک سو (ریلوے) گاڑیان (قسطنطنیہ سے) ایڈریانوپل بھیجدی گئین۔ ان انتظامون کے جواب مین یونانی گورنمنٹ نے بتاریخ ۲۷ فروری ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء کے ریزرو سپاہیون کی طلبی کا حکم صادر کردیا۔

یونان نے کئی دنون کے بعد دول یوروپ کے مراسلہ کا جواب نفی مین دیا۔ اور کہا کہ اپنے بہائیون کی مدد کرنیکے لیئے جدید مفسدون مین مداخلت کرنا اوسپر فرض عین ہے۔ مزید برآن مجوزہ خودمختاری سے اس مسئلہ کا تصفیہ نہین ہوسکتا۔ کیونکہ اس تجویز کی کامیابی کے لیئے مقدم شرط یہ ہے کہ کریٹی بھی اوسے منظور کرلین۔ اور چونکہ اونہون نے اسے نامنظور کردیا ہے۔ یونان اونکے فیصلہ کے ساتھ اتفاق کرنے پر پابند ہے۔ یونان نے اس جواب مین یہ بھی لکھا کہ بیڑہ اور فوج کو واپس بلالینے پر یقیناً مزید فساد برپا ہوجائینگے جن کو دیکھکر یونانی کبھی نچلے نہین رہ سکینگے۔

یونان کی اس سفیہانہ کم ظرفی کے برعکس ٹرکی نے دول کی مشترکہ یادداشت کو صورت حال کی اہمیت پر لحاظ کرکے بلا حجت بتاریخ ۷ مارچ قبول کرلیا۔ اور اس قبولیت کے ساتھ صرف یہ ایزاد کرنے پر اکتفا کیا کہ اوسے امید ہے کہ کریٹ کی مجوزہ اندرونی خودمختاری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷)۔ اپنی ذات کے ماسوا دنیا و مافیہا کی خبر تک نہین اور جن معدودے چند کو ہوش آئی ہے تو وہ زبانی ہمدردی ہی کو کافی سمجھتے ہین۔ عوام الناس تو علیحدہ رہے ہندوستان مین کم از کم چار سو مسلمان اخبارات ہونگے جن مین سے سوائے وکیل کے شاید ایک نے بھی اس خالص قومی ہمدردی بلکہ محض انسانی ہمدردی کے معاملہ پر ایک سطر بھی نہین لکھی ہوگی۔ ترغیب و تحریص تو بالائے طاق رہی حتیٰ کہ جب ایک نیکدل صوفی مشرب ہندو اخبار نے نہ صرف پوری ہمدردی بلکہ معقول رقم زرچندہ مین عطاء کرنے پر بھی مستعدی ظاہر کی۔ گو اس وقت بھی کسیکی عرق حمیت مشتعل نہ ہوئی۔ آج کے اخبار مین اسی بارہ مین ہمارا ایک محب قوم نامہ نگار قوم اور اخبارات کیخدمت مین اپیل کرتا ہے۔ دیکھئے اسکا اثر قوم نیم مردہ پر کہانتک پڑتا ہے۔ اور کیا اوسکی خودغرضیان اور تن پروریان اسکو سطرف متوجہ ہونے دیتی ہین یا نہین۔

اگر قوم اور اخبارات خواب غفلت یا نشہ خودغرضی سے بیدار ہوگئے (جس کی امید نہین ہے) تو اس وقت بھی گو اس کار خیر کو باحسن وجوہ تکمیل تک پہونچانے کیلیئے شہر بہ شہر اور دہ بدہ باقاعدہ چندہ کی فہرستین کھولی جانے اور مجالس قایم ہونے کی ضرورت ہوگی جس امر کا قوم کی بیداری سے پہلے وقوع مین آنا ممکن ہی نہین ہے۔ تاہم اگر کوئی عالی حوصلہ اس نیک کام مین شریک ہوکر بہرہ اندوز سعادت دنیوی و اخروی ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیئے یہ ضرور نہین ہے کہ وہ کسی ایسی انجمن یا مجلس کے انعقاد کا انتظار کرتا رہے۔ وہ جس قدر رقم اس فنڈ مین دینا چاہے اوس کو ترکی قونصل جنرل متعینہ بمبئی کی خدمت مین بھیج سکتا ہے۔ اور اونکا یہ فرض منصبی ہوگا کہ جو رقوم اون کو اسطرح سے وصول ہون اون کو آستانہ علیہ مین پہنچادین۔ دوسری ترکیب یہ ہوسکتی ہے کہ جسطرح مہذب ممالک مین قاعدہ ہے عالی ہمم اصحاب اون اخبارات کو جنپر اونہین اعتبار ہو زرچندہ بھیجتے رہین اور وہ اخبارات باقاعدہ اخبار مین رسید زر شایع کرتے رہے رہین۔ اور جب ایک معقول رقم جمع ہوجائے اسکو براہ ریاست یا بتوسط ترکی قونصل قسطنطنیہ کی سنٹرل کمیٹی کے پاس بھیجدے۔

کے متعلق دول یورپ کے ساتھ اُنکا عنقریب سمجھوتہ ہوسکیگا۔ دیرین والا یونان اور ترکی مین فوجی تیاریان بھی بدستور سرگرمی کے ساتھ جاری تھین۔ فوجی آرائش کے لیئے بار بردار شتر اور سامان حرب و رسد اور سلسلۂ تعبیلی کو پہونچایا جارہا تھا۔ اور ترکی سرحد پر یونانی فوج مستعدی کے ساتھ جمع ہورہی تھی یونانیون کی پرجوشی کمال کو پہونچگئی ہوئی تھی۔ فرانسیسی مجاہدین کا جو لڑائی مین شامل ہونیکو یہان آئے تھے استقبال مین اس جوش و خروش سے استقبال کیا گیا جو حبشیون کی حد تک پہونچگیا ہوا تھا۔

ادہر ترکون نے اس وقت تک جنوبی البانیا اور صلح تم کی چھاونیون کی فوج کا حصہ کثیر سرحد تھسلی پر بھیجدیا تھا اور سرکاری طور پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ۱۵ مارچ تک چالیس ہزار فوج پیدل سوار میدانی باتریان اور ۴۸ رسالہ یونانی سرحد پر جمع ہوجائین گے جنوبی آلبانیا کی تین ولایتون کی باشی بزوقون کا جو تعداد مین چھ سات ہزار کے درمیان تھے منقل بالذات علیحدہ دستہ بنایا گیا۔ اور ان تمام افواج کی اعلےٰ کمان مشیر اوّل پاشا کو تفویض کیگئی۔ دول یورپ بھی اپنے کام مین برابر مصروف تھین۔ انہون نے یونان کی بجائے ایڈریٹک کے بحری محاصرہ کا عزم بالجزم کرکے ٹرکی کو اس فیصلہ سے مطلع کیا جسپر یونانی گورنمنٹ نے اپنے جنگی جہاز سوسومہ تفیوس اور نمیوس کریٹ سے واپس منگوالیئے۔ یونانی کروزر سوسومہ ویکالی ۱۸ مارچ کی رات کو اس جزیرہ پر آئرس کو واپس چلا گیا ہوا تھا۔ بعد ازان فرنچ اور طالین افسر اونچ یونانی کیمپ مین جاکر کرنیل واسوس کو ۴۸ گھنٹون کو اندر اپنی فوج کو جزیرہ سے چلے جانیکا پیغام پہونچایا۔ مگر اس امر کا ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ یونانیون کو چلے جانیکے بعد کریٹ پر کس کا قبضہ رہے۔ کوئی طائفہ یہ دردسر خود لینے پر اظہار تیار نہ تھا بھائی دیتی تھی لٹلی اور فرانس نے تو اپنی اپنی ملک کی عام رائے کے لحاظ سے سیاست سے بالکل کنارہ کشی کرلی تھی اور روس مع انگلستان مین سے بھی کوئی اگر ٹیز پر رضامند نظر نہ آتا تھا نہ گورنر کی تقرری کے لیئے ابھی کوئی باضابطہ تجویز سوچی گئی تھی۔ اور بیشی کا یہ عالم ہورہا تھا کہ کینڈیا کی جزین نائب قونصل نے شکایت کی کہ قونصلون نے تو عام نشان و علم پارہ پارہ کردیئے گئے ہین تعینہ تنا نصر کو متعلق گفتگو کرنیکے لیئے ۱۹ مارچ کو شہنشاہی طالین امیرالبحر کے جہاز پر گئے مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اور انہون نے اندرونی خودمختاری کو قبول کرنیسے انکار کردیا لیکن اس انکار کے باوجود امرا رالجھنے دوسرے دن یا ناروں مین اشتہار چسپان کرکے کینڈیا مین اس خودمختاری کا اعلان کردیا۔ کسا مرس مینی موہر الکمان اور شیلیف باغیون کی سبقدشی پر لڑائی ہوئی جسمین ۴۵ زخمی اور قتل ہوئے۔ ۱۸ مارچ کو آئرس کے ریپبلیکن (نسائف) دار کروزر سبی بنکو نے ایک یونانی جنگی جہاز کو جس نے کریٹ کی ساحل کے قریب آتشین جہاز پہ گولہ باری کی تھی سمندین غرق کردیا مگر اس جہاز تیر کر ساحل پر پہونچگئے اور جانبر ہوگئے۔

یونان کو جب کریٹ کی بحری محاصرہ کی خوم کی باضابطہ اطلاع دیگئی تو یونانی گورنمنٹ نے سفرائے دول متعینہ ایتھنز کے پاس اسکے برخلاف ۲۰ مراسلے بھیجکر لکھا کہ محاصرہ سے جزیرہ مین تحط پڑجائے گا کیونکہ فساد کی باعث خود جزیرہ مین کوئی پیداوار نہین ہوئی اور باشندون کا دارومدار صرف باہر کی اجناس پر ہے جن کی درآمد محاصرہ سے رک جائیگی مگر اوسکی اس دلیل کا بطلان اسی سے ثابت ہوگیا کہ محاصرہ کے باوجود باغیون کے دم مین کچھ فرق نہ پڑا۔ اور لڑائی برابر جاری رہی ۲۰ مارچ کو انہون نے کینیا کے قریب ترکی

بعیدی چوکیون پر حملہ کرکے بالخصوص گڑہی ملاکسا پر بڑی سختی سے دہاوا کیا۔ اور اسپر گولہ باری بھی کی جسپر گڑہی کے قلیل التعداد گیریسن (مقیمہ دستہ) کو ۲۰۔ آدمیون کی شہید و مجروح ہوجانے کے بعد اوسے خالی کردینا پڑا۔ آخر دوپہر کے ۲۰ بجے اجنبی جنگی جہازون کو بھی جو خلیج سودا مین موجود تہے باغیون کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے آتشباری کرنی پڑی۔ اور تقریباً ایک سو گولے[1] چلائے گئے۔

[1] اس گولہ باری مین انگریزی جہاز بھی شریک تھے۔ بلکہ پہلا گولہ ایک انگریزی جہاز نے ہی چلایا تہا جسپر انگلستان کے متعصبون اور پادریون مین سخت جوش پھیلگیا کہ عیسائی طاقتون نے عیسائیون پر کیون گولہ باری کی ہے۔ مگر ان عیسائیون کی بداطواری اور خباثت ہی کچھ ایسی بڑہ گئی تھی کہ طاقتین پاس ہم مذہبی کے باوجود اور زیادہ درگذر نہ کرسکتی تہین۔ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد جب کہ کریٹ کی ستمرسیدگان مسلمانون کی مظلومیت اور فلاکت انتہائی درجہ کو پہونچگئی تو جلالتمآب امیرالمومنین کے حسب الارشاد اونکی دادرسی کیلئے قسطنطنیہ مین چندہ کی فہرست کہولی گئی۔ اور اس کام کی نگرانی کیلئے ایک خاص کمیشن قایم کی گئی۔ جو اب تک لاکہون من آٹا اور ہزارون روپیہ کی پارچات کریٹ بھیج چکی ہے۔ اوسیوقت مسلمانون کی اکثر یتیم لڑکے سلطان اعظم نے قسطنطنیہ منگوالیے۔ اور اپنے خرچ سے اونکی پرورش اور تعلیم کا انتظام کرکے اون کو سلطنت کی مختلف صنعتی اور دیگر مدارس مین داخل کردیا۔ متذکرہ صدر انجمن کے قیام پر ہندوستان مین بھی چند عالی ہمتون نے اپنے مظلوم بھائیون کی مدد کیلئے تحریک کی جس تحریک مین ابتداء کرنے اور اپنی کوششون کو لگاتار قایم رکہنے کا کریڈٹ اخبار وکیل امرتسر کو حاصل ہے جس کے بعد سب سے نمایان کارروائی مدراس کے مسلمانون پیسہ اخبار لاہور اور ملا عبدالقیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام ریاست حیدرآباد دکن نے کی مگر افسوس انگلستان اور ٹرکی کے پولیٹیکل تعلقات کی کشیدگی کی وجہ سے اس خیراتی کام مین جو کسی مہذب گورنمنٹ کو کبھی ناگوار نہین گذر سکتا ویسی کامیابی نہ ہوئی جیسی کہ محاربہ روس و روم کے وقت ہوئی تہی۔ اوس وقت ہندوستان سے تقریباً چالیس پچاس لاکھ روپیہ بھیجا گیا تھا۔ اور کوئی شہر بلکہ معمولی قصبہ بھی ایسا نہ تھا جہان چندہ کی تھوڑی بہت مقدار جمع نہ ہوئی ہے۔ اس کے برعکس اس دفعہ جو چندہ ہوا اوسکی مجموعی مقدار کا اندازہ چارون زبردست کون کی وصول کردہ رقمون سے ہوسکتا ہے۔ اخبار وکیل اپنے سٹاف کی معقول رقم چندہ سمیت تقریباً ایک ہزار روپیہ۔ پیسہ اخبار تخمیناً نوسو روپیہ اور ملا عبدالقیوم صاحب چھ ہزار کچھ سو اور مسلمانان مدراس تقریباً پندرہ ہزار روپیہ جمع کرسکے۔ وکیل نے مارچ ۱۸۹۷ء کے شروع مین فراہمی چندہ کی دوبارہ باقاعدہ تحریک کرتے وقت ابنائے ملک سے جو اپیل کیا تھا اوس کو یہان بجنسہ نقل کردینا نامناسب نہ ہوگا۔

اپیل مسلمانان ہند کی خدمت مین (مظلوم مسلمانان دولت عثمانیہ روم کی امداد کے واسطے چندہ)۔ کوئی قوم قوم کے نام سے موسوم نہین ہوسکتی جب تک کہ تمدنی حالت مین اوس کے ہر فرد کو ایک دوسرے سے ہمدردی نہ ہو۔ کوئی مذہب مذہب کی تعریف مین داخل نہین ہوسکتا جب تک کہ اوس کے ماننے والون کے دلون مین باہمی اخوت کا خیال جاگزین نہ ہو کوئی شخص انسان کے لقب سے ملقب ہونیکا دعویٰ نہین کرسکتا جب تک کہ وہ اون اوصاف سے موصوف نہ ہو جن مین غیرت۔ دیانت۔ راستبازی۔ انسانی ہمدردی اور حمیت قوم و دینی کا اثر نہ ہو۔

مسلمان من حیث القوم کل روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہین آمد و رفت کی سہولتون اور خبر رسانی کے ذریعون نے ایک ملک کے مسلمانون کی حالت سے آگاہ رکہنے مین اس قدر آسانی پیدا کردی ہے کہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی اگر وہ قوم کے ایک فرد ہونیکا دعویدار ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسرے دن پھر لڑائی شروع ہوگئی اور سارا دن ہوتی رہی۔ ترکی توپ خانہ البتہ برتر سابت ہوا۔ سیدان ایک ترکی جہاز بردار سے ہوائی جہاز نے جنگی سامان اور گولہ بارود کی بھی کچھ مقدار اتاری۔ امداد پہنچنے سے باغیوں کے سرغناؤں کے دل کی مجموعہ خود اعتمادی بھی بحال ہوگئی۔ انہوں نے تسلیم

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق انکار نہیں کر سکتا کہ وہ دنیا کو مسلمانوں کی حالت اور کیفیت سے آگہ و خبردار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے ظاہر کرنے کے فرض سے وہ عہدہ برآ ہونے کے لئے کبھی پیش کرنے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

من حیث المذہب کوئی مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں پڑا ہو تمام دوسرے مسلمانوں کو جب تک وہ اپنا بھائی نہ سمجھے مسلمان نہیں کہلا سکتا اسلام نے مسلمانوں کو اگر وہ سچے مسلمان ہوں ایسا جامع انسانیت بنا دیا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس سے بڑھ کر پاک اور صاف خلعت خطروں کے سامنے پیش نہیں کر سکتی۔

ہم اب مسلمانان ہند کی خدمت میں نہایت ادب سے اس اپیل کو اون مسلمان بھائیوں کی امداد کی غرض سے پیش کرتے ہیں جو خلیفۃ المسلمین حافظ حرمین شریفین کی مملکت میں ہتھیار اور جنگ پر اسی ملک کی عیسائی رعایا کی بغاوت کی وجہ سے وہ مصائب نازل ہوئی ہیں جو کسی دشمن کے ملک پر حملہ کرنے سے وقوع پذیر ہو سکتے تھے۔ ابھی آویزشوں کی شورش فرو نہیں ہوئی تھی کہ کریٹ کے مسلمانوں پر وہاں کے عیسائیوں نے دوبارہ ستم ڈھانا شروع کر دیا۔ قصبہ کینیا جو کریٹ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا شہر تھا پھونک کر خاک سیاہ کر دیا گیا۔ مسلمان خاتونان عفت مآب مسلمانوں کے معصوم بچے بچیاں خانماں برباد ہر طرف پھر رہے ہیں۔ اس موسم زمستان میں انکو اتنا بھی سہارا نہیں کہ جس سے جسم ڈھانکیں۔ کریٹ کے مسلمانوں کی حالت واقعی قابل رحم ہے یونان کی فوج اور عیسائی باغیان کریٹ کی حمایت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ ہماری برٹش جہاز نے یونانیوں کی فوج پر جبکہ وہ مسلمانوں کو کشت و خون پر اتارتے سے پہلا گولہ چلایا۔ اور جبتک کہ ہماری برٹش گورنمنٹ اور دول یورپ کی توپوں سے سرگرد نہ پہل کی گولہ باری فوج اپنی اس خونریزی کو بازنہ لائی۔ ولایت کے اخبارات تسلیم کرتے ہیں کہ فقط قصبہ سیٹیلا واقع مشرقی کریٹ کے قریب عیسائیوں نے نو سو مسلم دیہات مسلمانوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور بارہ سو کے قریب مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ باشندگان میں سے صرف سو مسلمان بمشکل جانبر ہو سکے۔ الزوس ہی اخبارات مانتے ہیں کہ فروری کی ایک اکیلی تیسری ہفتہ میں دو ہزار سے زیادہ مسلمان عورتیں بچے اور مرد کریٹ کے متفرق مقامات میں قتل کئے گئے۔ عیسائی باغیوں کی اس چیرہ دستی اور تظلم شعاری کے باوجود اوکمی مذہب و ہموطن جس تعصبی اور سرگرمی سے اونکو مالی جسمانی۔ الغرض ہر طرح کی امداد پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اوسکا ایک شمہ اسلامی خبروں کے کالم سے معلوم ہو جائیگا۔ ایسی صورت میں حمیت انسانیت اور قومیت ہندوستان کے مسلمانوں اور نیکدل ہندوؤں سے جس زور کے ساتھ مظلوم مسلمانان سلطنت عثمانیہ کی امداد کا تقاضا کرتی ہے وہ کسی زیادہ تشریح و توضیح کا محتاج نہیں۔

نہ ہی جوش اور متعصبانہ دیوانگی کی وجہ سے جو عام عیسائی دنیا پر آجکل مستولی ہو رہی ہیں۔ مختلف عیسائی سلطنتوں کا کچھ ہی خیال ہو مگر پولیٹکل حالت آجکل ایسی ہے کہ مسلمانان ہند گورنمنٹ اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کرنیمیں متعرض نہیں ہو سکتی۔ مسلمانان ہند اور اگر عالی حوصلہ اہل ہنود نے اپنے عثمانی بھائیوں کے ساتھ جو ہمدردی جنگ روم و روس کے وقت دکھائی تھی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ باوجود قحط و افلاس کے ہمارے ہموطن بھائی اپنے عثمانی دینی بھائی اور بہنوں اور اونکے یتیم و بیکس بچوں اور مصیبت زدہ بیواؤں کی ساتھ جو ہمدردی آجکل کر کے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں وہ فقط اس طریق پر ہو سکتی ہے کہ ہر ایک شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں چندہ بغرض امداد مصیبت زدگان

بقیہ بر صفحہ ۴۲

کر رہے ہیں کہ یونان ٹرکی کے برخلاف معاندانہ سبقت کرنیکا مرتکب ہوا ہے۔ شاہ یونان کی گورنمنٹ اون نتایج کی کبھی ذمہ دار قرار نہیں دیجا سکتی جبکہ اسکا کی ایسی اہم صورت سے متبع ہونا غالب ہے۔"

اسباب و موجبات جنگ و موجودہ یونانیوں کا کیریکٹر

سر اشمیلڈ اسباب و موجبات جنگ آسٹریا کی پوزیشن و تعلقات اور اپنے روانگی بجانب سرحد یونان کے متعلق اپنی کتاب کی فصل دوم و سوم و چہارم میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

محاربہ دوم و یونان کی اصل سبب دریافت کرنا آسان نہیں ہمارے مخالفان ترک معاصرین کی رائے میں اکثر ترکی مشکلات کا باعث ترکی پالیسی یا سلطانی حکومت کی کوئی نہ کوئی بدتدبیری اور کمینہ جوئی ہی ہوتی ہے۔ مگر اس محاربہ کو کسیطرح ان امور کیطرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اسی یونانی قوم کی اور بالخصوص اسکے پولیٹیکل لیڈروں کی سخت و سرشاری اور بلند پروازی کیطرف ایک حد تک بدست و بجا طور پر منسوب کیا جا سکتا ہے غالباً کسی ملک کی حکومت کی عنان ایسے متہور شیخ خود اور ناعاقبت اندیش مدبروں کی جماعت کے ہاتھ میں نہیں جیسے کہ موجودہ یونانی ریاست کے مدبرین ہیں۔ انکا کیریکٹر کی قلمی ایک ایسی نوٹ بک یونانیوں کی بہت بڑا خیر خواہ ہے تھوڑا عرصہ ہوا اچھی طرح سے ہوئی ہے یہ نوٹ بک مسٹر برنٹ براؤن مشہور جنگی نامہ نگار ہے۔ یونانیوں کے کیریکٹر کی نسبت جو کچھ اوسکی رائے ہے وہ ذیل میں درج ہے۔ وہ تمام محاربہ میں یونانیوں کے ساتھ رہا اور شمولیت سے پہلے یونانیوں کا بڑا حامی اور اونکا گاڑا اور مدعا کا بڑا حمایتی و معاون تھا مگر ذاتی تجربہ اور مشاہدہ نے اوسکی غلط فہمی اور فریب خوردہ خیالات کو کامل طور پر دور کر دیا۔ اسکی تصدیق اوسکے ایک مضمون کے مندرجہ ذیل خلاصہ سے جو جولائی ۱۹۰۷ء کے رسالہ فورٹ نائٹلی ریویو میں شایع ہوا بخوبی ہو سکتی ہے "اپنے تجارب عدیدہ اور وسیعہ میں میرا کسی ایسی قوم سے سابقہ نہیں پڑا جسکی مصالح عمومی سیاسی امور اور کاروباری ربط و ضبط اور معاملات کا انصرام بالعموم بے قاعدہ و بیہودہ ہی اور ابابیل نہری کی بنا پر ایسے علانیہ طور پر ہوتا ہو جیسے کہ یونان میں ہو رہا ہے۔ جو قومیں اسوقت بیلاس (یونان کا پرانا نام) میں آباد ہیں قدیم یونانیوں کا عجیب نمونہ ہیں اور وصف بہت کم انکی حیلہ بازی اور ہمارا اوستہ اور جوڑی آنکھ نے تجارت کا ستیاناس کر رکھا اور ملک کی ترقی میں روکاوٹ ڈال رکھی ہے۔ تمام ایجنٹ سوداگر اور تاجر اس کا متفقہ بیان ہے کہ یونان کی محکمہ پیمائش کا انتظام ایسا ابتر و ہرتشیانہ اور باشندوں کی ناجائز بیمانداری ایسی کمزور اور بودی ہے کہ یونانیوں کے ساتھ بیوپار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ ممالک ہنیہ کو جسقدر نامہ نگار اس محاربہ کے وقت یونان گئے تھے۔ وہ بلا استثنا یا معدودے چند مستثنیات کے علاوہ سب کے سب شروع میں یونانیوں کو بڑی طرفداری تھی۔ مگر اونہیں جلد ہی یونانی بھائیوں کی حقیقت معلوم ہو گئی اور یہی لوگ جو پہلے یونانیوں پر رحمتیں بھیج رہے تھے اوپر تبرے بھیجنے لگ گئے۔ وہ صرف یونانی فوجوں کو جمع غفیر کی بزدلی شیخی خوری اور ناقابلیت یا تمام ملکاروں کی حیرت انگیز بدکاری و بداعمالی یا فوج کو سرتا پا بلا ترتیب و بلا نظام پانے ہی سخت نیرزن ہو گئی بلکہ عوام الناس کو بھی سخت پایا جو ملک ایسی سخت نازک حالت میں درپیش ہو اوسکی دوران میں بھی دغا و فریب کی کسی موقعہ کو خالی نہیں جانے دیتے تھے عامہ یونانیوں کی بداعمالی اور دغابازی کے مرتکب شکار صنعی اور مسافر لوگ تھے۔ ان نیک بختوں کو اسبات کی کچھ پروانہ تھی کہ ایجنٹوں

[1] یونانیوں کی جبلی کیریکٹر اور عادات پر تاریخ خاندان عثمانیہ میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

میں زیادہ تر مجاہدین ہیں جو یونان پر اپنا جان و مال قربان کرنے اور اوسکی حمایت میں لڑنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ الزام واقعی نہایت ہی سخت اور سنگین ہے مگر اوسکی درستی میں سر مو فرق نہیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اوسکی پوری پوری تصدیق ہو سکتی ہے۔ اجنبی یونانیوں سے اونکی صرف اسی سفاہت کیوجہ سے متنفر نہیں ہو گئے تھے۔ اونکے متنفر کے اور بھی اسباب تھے۔ اونکی تنگ ظرفانہ کمینگی کو تو نظر انداز بھی کر دیا جا سکتا ہے مگر یونانیوں اور بالخصوص اونکے فوجی افسروں کی ان نالائقیوں اور بدعنوانیوں سے کبھی چشم پوشی نہیں کیجا سکتی کہ انہوں نے مجاہدین سے نہایت بیدردی کے ساتھ سلوک کیا۔ اور بارہا و علی التواتر کمال بزدلی سے عورتوں بچوں اور مجروحین کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیا اور خود چلتے بنے۔ قیدیوں کو بیحرمت کرنا اور ستانا۔ اونکی مشکیں کس دینا اور گلے میں رسی ڈالکر اونہیں بازاروں میں پھراتے رہنا۔ خطوں اور ٹیلیگرافوں کو تلف کر دینا یا انمیں رد و بدل کر دینا تاکہ دنیا کو واقعی حالات معلوم نہ ہو سکیں۔ ایسے کام ہیں کہ مہذب گورنمنٹوں کے اہلکار بالعموم اونکے مرتکب نہیں ہوتے مگر یونان میں محاربہ سے پہلے اور اوسکے دوران میں تمام اہلکاروں کا یہ معمولی وطیرہ تھا۔"

موجودہ یونان کی حالت اور یونانیوں کے کیریکٹر کے متعلق ایک اور قابل غور اور دلچسپ رائے کا درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا۔

یونانیوں کی حب الوطنی کی تعریف و توضیح

مشہور محب یونان و خیر خواہ یونانیاں مسٹر ای۔ جے۔ ڈلن (ممبر پارلیمنٹ) جو محاربہ کے دوران میں اور اوس سے پہلے کچھ عرصہ یونان میں رہا۔ یونان کی پالٹیکس۔ انتظام ملکی اور معدلت گستری کی موجودہ حالت کے متعلق جولائی ۱۸۶۷ء کے رسالہ کنٹمپوریری ریویو میں حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"جب کوئی یونانی وزیر اعظم ہو جاتا ہے تو گویا کل حکومت کی روح رواں بنجاتا ہے اور تا بحالی منصب ملک کا خود مختار مالک و فرمانروا ہوتا ہے اور یہ منصب تب تک بحال رہتا ہے جبتک کہ وہ اپنی پارلیمنٹری (یعنے ممبران پارلیمنٹ) دوستوں کی خواہش حب الوطنی[1] کو جو وہ اپنے ملک کی خدمت کرنیکے لیے رکھتے ہیں تنخواہدار عہدے عطا کرنیسے پورا کرتا رہے اور بادشاہ کے ساتھ موافقت رکھ سکے۔ جبتک ایسی صورت رہے اور زرا برابر دندناتے رہتے ہیں۔ باقی رہا ملک۔ وہ خدا کے حوالہ ہوتا ہے۔ اوسکی بھی خاص وہی فرشتے نگہبانی کرتے رہتے ہیں جو بیکس بچوں اور مخمور انسانوں کی کیا کرتے ہیں۔ لیڈر کے صاحب منصب ہونے کے ساتھ ہی اوسکے مقتدی اور تابعین بھی منصبدار ہو جاتے ہیں اور ان تابعین کی تعداد لشکر جرار سے کم نہیں ہوتی۔ ہر نفعمند اور معقول بالائی آمدنی دینے والی اسامی۔ ہر ذمہ داری کا عہدہ۔ حکومت و اختیار کے تمام منصب۔ الغرض حکومت کی مشین کے ہر پرزہ و شگاف پر ان لوگوں کا دخل ہو جاتا ہے۔ ان منجیان ملک کے لیے جگہ بنانے کے لیے ریاست کے تمام پہلے مامورین کان سے پکڑ کر علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ اونکی پرانی خدمات تجربہ اور قابلیت کی کچھ پرواہ نہیں کیجاتی۔ یہ سب اوصاف وزیر کے رفقا کی پولیٹیکل وفاداری و صداقت اور ایمان کے مقابلہ پر پرکاہ کی وقعت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مذہب کیطرح پالٹیکس میں بھی ایمان و عقیدت کے بغیر جو اصل زندگی بخش شے ہے۔ اچھے افعال محض لاشے ہیں۔ اور ایسے اچھے کام کرنیوالے کسی مصرف کے نہیں۔ انگلستان والے جنکے ملک میں انتظامی مشین کو ولیکل مشین اور فریقانہ حکومت کے تغیر و تبدل سے کوئی واسطہ نہیں اور قایم بذاتہا ہے اس انقلاب عظیم کی وسعت و مقدار کو کبھی نہیں سمجھ سکتے جو نئی وزارت کے قایم ہونے پر یونان میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ نیا فریق برسر حکومت ہوتے ہی کل ملازموں حتے کہ چٹھی رسانوں اور مدرسوں۔ بلکہ معلمات اور جاروب کشوں تک کو بھی یکبارگی سرسری حکم سے موقوف کر کے اونکی جگہ اپنے آدمیوں کو جو برسوں سے پالٹیکس

[1] مسٹر ڈلن ان فقروں میں یونانیوں کی حب وطن کا سخت خاکہ اڑا رہے ہیں۔ ناظرین کو یہ بتانیکی احتیاج نہیں کہ وہ یہ فقرے از سر تا پا استہزا لکھ رہے ہیں۔

کے سمندر میں اس تلاطم کے آنیکو منتظر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں مقرر کر دیتا ہے جب تک کہ وہ صریح بالعالی کے مرتکب نہ ہوں۔ قانوناً موقوف نہیں کیے جاسکتے مگر جدید وزارت اونکو بھی نہیں چھیڑتی اونکو جلد جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے ہے کہ اونکا دم ایسا تنگ میں کر دیا جاتا ہے کہ ملازمت اون کیلیے وبال جان ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود بخود استعفا دخل کر دیتے ہیں۔ سیکرٹری یہ بھی کارگر نہ ہو اور کوئی جج ثابت قدم ہو تو اونہی کو مستعفی کو فیشن پر نکالدیا جاتا ہے۔

"جبتک کوئی فریق عنان حکومت پر متصرف رہے اوس فریق کے ممبران پارلیمنٹ کو اوقعین۔ رقعاد اور ترشنا۔ بلکہ نوکر چاکر ہی قسمت کے پورے پورے لاڈ اٹھاتے ہیں۔ اور کوئی امر نہیں جو اونکے لیئے ناممکن ہو بہتر قسم کے انعامی بادشاہوں کیطرح اون سے کوئی برا یا نامناسب فعل سرزد ہی نہیں ہو سکتا یا کم انکم ایسا کوئی فعل جسکی یاد اش میں عدالتین سزا دے سکتی ہیں کچھ عرصہ ہوا ہے جبتک ایک یونانی وزیر نے پچھتیس سال کیا۔ وہ کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ نہ بدکے برخلاف جو تم نے الزام نہایت ہی مدلل حیثیت سے مضمون شایع کیا تھا۔ اوسکی پاداش میں تم قید نہیں کیے گئے تھے؟ جواب ملا "ہاں میں قید نہیں کیا گیا تھا" "میں نے مگر از انجا حیثیت عرفی تو کیا تھا" یونانی "ارہ بیشک" "میں" "اور تم نے اقبال کیا تھا" یونانی "ہاں" "میں" "تو پھر تم سزا سے کس طرح بچے" یونانی "میں اپنے دوست وزیر اعظم کے پاس گیا۔ اور اوس نے عدالت کو کہدیا کہ پراسیکیوٹ (غیر ملازم سرکار) مسئلہ کا دعوی خارج کر دے۔ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی"

"جو لوگ پولیٹیکل[1] ایمان و یقینت پر راسخ القدم ہوتے ہیں اونکو عیب اوصاف ہو جاتے ہیں۔ اونکے جرائم قابل عفو کمزوریاں سمجھی جاتی ہیں اور انہیں جب اوس سے اونکو برخلاف چارہ جوئی کیجاتے تو اپنی مخصوص ہمدردیوں کو کھول دیتے اور رحم کی دہی کا روپ دھار لیتا ہے۔ اونکو لڑکوں کو فوجی خدمت معاف کر دیجاتی ہے۔ اور اونکی لڑکیاں مدرسوں میں مفت تعلیم پاتی ہیں۔ ڈاک اور تار کے محکمے اون کے غلام حلقہ بگوش ہیں۔ وہ کوئی امر اون سے مخفیہ نہیں رکھ سکتے۔ اور جنگی خانہ کے ملازم کبھی ایسی گستاخی نہیں کر سکتے کہ اون کے مال و اسباب کی پرتال کریں۔ قصہ مختصر کل مالی[2] اونکے لیئے ہی وصول کیئے جاتے ہیں فصیلیں اونکو مضبوط بنانے ہی کیجاتی ہیں۔ اور سرحد تک ہی گویا محض اونہی کے فایدہ کیلیے چکایا ہے۔

"یہ لوگ سب کے سب ملک کی آمدنی پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ مگر کیلیے ہی نہیں۔ زمانہ امن ملک کو ۲۴۷ سپاہیوں اور ۸۰۰ بحری ملازمین کی تنخواہیں دینی پڑتی ہیں مگو نہیں پیشہ کے فرض کی درست تعلیم و تربیت پانیکیلیے کوئی مقدمہ نہیں دیا جاتا علاوہ بریں ۳۵ ۱۷ ملازمان سول کا گذارہ ملک کی آمدنی پر منحصر ہے۔

"لیکن جیسیکہ میں بیان کر چکا ہوں وہ بیقدر آدمی بیکار بیٹھے اپنی نوبت کے منتظر ہوتے ہیں کہ اونکا فریق برسر حکومت ہو اور وہ پھر سرکاری اسامیوں پر تناسب ہو جائیں۔ سنہ ۱۸۹۲ء تک ملک و قوم کی پیداوار اور آمدنی میں تقریباً پچاس فیصدی کا خانہ ہر بار سرکاری محاصل بتدریج دگنے سے بھی زیادہ بڑھا دیے گئے۔

"عدالتوں کی حالت بھی ایسی ہی بتر اور ناگفتہ بہ ہو حالانکہ یہ مسلم امر ہے کہ سلطنت کا قیام منصفانہ عدالت گستری پر ہی موقوف و منحصر ہے

---

[1] جن لوگوں میں کسی حکومت ہو یا نہ ہو اونکا خیال ہر کہ تلافی اونکی کرنیکو قابل ہی نہیں ہو یا ہو اور اس وجہ سے اون کو اور کسی انتقام کا خوف نہیں ہو۔ [2] یعنی جو روپیہ گورنمنٹ کی ممالک اور طرفداروں تک پہنچانے کو دیتا تھا اوسکا وہ کیسی حالت سے زیادہ کچھ نہیں پہنچتا ہے

انتظام و نظام، اتحاد، سوشل نیک چلنی، اور عیشہ مال و ملک کی خوشحالی و بہبودی وہی پر مبنی ہوتی ہے۔ ممالک غیر کے متعلق ان کو کبھی ایسی ملک میں ماسٹر لگانے کی جرأت نہیں ہو سکتی جہاں انصاف و نیت کی دیبی بالکل نہ ہی ہو نیکی بجائے بد سلوکت و زیادتی اور دربار کے منظور نظر کے ساتھ شفقت و کرم کی نظروں سے مشغول عشوہ گری ہو مطلق العنان حکومتوں میں اگر کبھی کبھار کسی صریح جبر و ناانصافی کا ارتکاب ہو جائے تو کل دنیا میں شور و غل برپا ہو جاتا ہے اور ہر کس و ناکس یہ چلانا شروع کر دیتا ہے کہ ایسی ناقابل برداشت خرابیوں کو کبھی قائم نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ مگر یونان کی ہمہ جہتی ریاست کبھی کسی نے تو نہیں کی جہاں وقتاً فوقتاً ایسی تاریکترین ناانصافی اور ناجائز طرفداری کی واقعات متثنیات ہی نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ ہیں۔ اور انکی وجہ سوز ندگی دو ہم ہو رہی ہے کیونکہ صیاکر و الیٹر نہایت مختصر اور دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کر چکا ہے۔ اگر ایک درندہ جانور سو تہیں سابقہ ہو تو تم اس سے کسی نہ کسی طرح بچنے کا انتظام کر سکتے ہو مگر جب کہ تم کو چاروں طرف سے چھوٹے گرسنہ و تشنہ خون آشام تیر احاطہ کیئے ہوئے ہوں اور وہ قدم قدم تمہاری ملاکت کو جھپٹ رہے ہوں تو پھر تمہاری قطعی ہلاکت یقینی ہے۔" انتظام و ترتیب اور تدبیر و تجویز کی قطعی نقصودیت کے متعلق ہی مسٹر ولن اسی مضمون میں یہ تحریر کرتے ہیں:۔ "انتظام و تدبیر کا نام و نشان نہ تھا ہر چیز اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہوتی تھی۔ حکومت و سلطنت کا جہاز بلا کپاس و لنگر اور آہی درجن کپتان یکے بعد دیگرے متضاد احکام کے مطابق چلایا جا رہا تھا نہ تو شروع ہی میں محاربہ کیلئے کوئی پلین اور نقشہ تجویز کیا گیا نہ بروان محاربہ کسی وقت کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ کیا کہا ہے۔ یونانی فوج جینہ اوس ناتجربہ کار نوجوان کی مشابہ تھی جو حال ہی شطرنج کے مختلف مہروں کی چالوں اور شطرنج کے موٹے موٹے اصولوں کو سیکھکر ایک تیسرے درجہ کے کھلاڑی کے ساتھ بازی کھیلنے بیٹھ گیا ہو نیز وقت سے پیوقت ہی کیا کہ اگر کم محاربہ کو متعلق ایک جامع نقشہ اور پلین تجویز کیا جاتا تھا تعیلی کی فوج کام کرنے یا بیکار رہنے دونوں صورتوں میں اسطرح سے عمل پیرا ہتی رہی کہ گویا پارس میں یونانی فوج موجود ہی نہ تھی۔ اور نیوی دونوں فوجوں سے بالتعلق پنج ٹیڑہ ہنٹ کی مسجد علیحدہ بناتی پھری۔ ان تینوں ٹیڑے بجزار کا باہم مرتبط ہو کر کام کرنا تو کجا خود ہر ایک جزو کے اپنے دائرہ میں ہی کوئی ارتباط و تجانس نہ پایا جاتا تھا۔ اوس کا ہر ایک حصہ خفا اور آزاد تھا کسی ایک شخص کی واحد نگرانی یا کمان کی تابعی کو کسر شان سمجھا جاتا تھا۔ گو فوجی و متون کی حالت ہی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھی۔ مگر نیوی کی حالات تو عجب حیرانی بخش تھیں اوس کے متعلق چند مثالیں کافی ہونگی۔ وزیر بحریہ ٹیڑہ جہازات کو فہرست اعلے کو پرو پیا پر گورباری کرنیکا حکم دیتا ہے۔ اور اسید ظاہر کرتا ہے کہ بندرگاہ دونگہٹوں میں منحرر کیا جائے گا۔ فہرست اعلے بالکل خاموش ناتھ پر ناتھ دھرے بیٹھی ہیں دو کپتانوں کو کہا جاتا ہے کہ:۔ وہ کسی اور طرف سے حکم حکام کو موصول ہونیکا انتظار کر رہا ہے حالانکہ انہی محکمہ کے اعلیٰ فہرست مجاز کے حکم کے منتظر اوسے قوناً و برے ضابطہ کسی اور شخص کی خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو مرضی یا حکم کا ایک لحظہ بھی انتظار کرنیکا اختیار نہ تھا ایسا انتظار کرنے سے وہ عدول حکمی کا مرتکب ہوتا تھا جسکی سزا قانون حرب کے مطابق موت ہی خیر زیر بحکم کی جلد تعمیل کرنے کیونہ خواہ کچھ ہی ہے جب تاخیر تعمیل شروع ہو گئی تو اسی طرح کہ جان اللہ جہازوں کو نرغہ دشمنوں میں پہنچا دیں کو فاصلہ پر ٹھہر کر گورباری کرتی رہی۔ اسی احتیاط یا ہوشیاری کی وجہ جہاز تک معلوم نہیں ہوئی۔ ان اسکا جو تجربہ[1] وہ سب کو معلوم ہے بتانے کی احتیاج نہیں۔ ۱۰ اپریل کو وزیر بحریہ نے (شمالی) بیڑہ کو قرہ بورنو (سالونیکا کی اس) پر گورباری کا حکم دیا۔

---

[1] احمقانہ یا شاطرانہ اس کے متعلق ۱۹۔ اپریل کو صفحہ ۳۱ تا ۳۵ طلاع ہم کی حدت سے موازنہ کیا جائے ان بیڑوں کی گشتوں پر نہیں ہوئی تھی۔ "یا اللہ" اور باقی نے تاروں کا بقیہ بقیہ صفحہ ۴۸

۱۲۔ کچھ خود ہی اسکو منع کر دیا۔ اور پھر ۱۴ کو یہی عہدہ دار بیڑہ کا اعلیٰ افسر ہو کر توپوں کو قرہ بولو گولہ باری کرنے اکیسو چالیس میل تک سمندر میں گشت کر کے تمام ترکی جہازات باربرداری اور ایسے ہی جہازوں کو جو سپر یا نوعہ اسباب حرب بار ہو کر فتار کرنے اور ترکی بیڑہ کو ڈارڈنیلز سے نکلنے نہ دینے کا حکم صادر کرتا ہے۔ فرنسیا ترکوں پر بڑا رحم کیا کہ اپنی ایمبرلجر کو انکا ہاتھ قسطنطنیہ بھی فتح کر لینے کا حکم نہ دیا۔ ۲۵ اپریل کو اسی فرانزو زیر فراس ایمبرلجر کو ایک عجیب و غریب تار ارسال کیا۔ جسکا کچھ حصہ یہ ہے۔ اے بہادر اور گبوش دل سفر۔ میں یہ بھی کہی گوارا نہیں کر سکتا کہ تم سے کوئی شخص بھی سپر انکام کی تعمیل سے پس و پیش کرے کسی شخص سے خواہ وہ کوئی ہو اونکی منظوری منگوانا جسکا کہ تمنوا و سوقت کیا تھا جبکہ میں تمہیں قرہ بولو پر گولہ باری کرنیکا حکم دیا تھا۔ صاحب کیا تمہیں بمقام بولاس اپنے پرنسپل انتخاب کو متعلقہ حالات یاد نہیں جبکہ بہت خطرہ میں تھے اور میں تمہیں بچایا تھا (یعنے ممبر منتخب کرادیا تھا) بس تم پر واجب ہے کہ آنکھیں بند کئے بلا چون وچرا میری متابعت کرتے رہو۔۔۔۔۔۔"

یونانی حسد شیخی بازی نہیں حاسد بھی اول درجہ کے ہیں۔ عزیزہ مقابلان میں سلیو النسل آبادی کی طاقت میں کچھ بھی اضافہ ہو نہ آتش حسد رشک و نیرہ غیظ و غضب انکے سینوں میں فی الفور بھڑک اٹھتا ہے۔ یونانیوں کو یہ تک فراموش نہیں ہوا۔ کہ وہ گیارہ صدیوں تک مشرقی رومن سلطنت کی مالک تھا بعض ہو گئی اور بائزنطیم اور قسطنطنیہ کی سابقہ شان و شوکت اور حکومت کی باتیں اونہیں برابر کیا دآتی ہیں ۱۸۳۰ء میں یونان کا بڑا حصہ خود مختار ریاست بنائی جا لی ۱۸۵۳ء میں مشرقی رومیلیا کو اوسکے ساتھ ملحق ہو جانے اور نیز سروبیا اور مانٹی نیگرو کو نزدیک علاقہ دل جانے سے ہر موقعہ پر یونانیوں کی آتش حسد و رقابت پر تیل پڑ جاتا رہا اور اونکی استگین از سر نو تحرک ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہونا خلاف فطرت اور غیر طبعی بھی نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ہی کہ اسکے اگر روز شہر جلد کیا تھا (جسکا حال اوپر عرض کیا گیا ہے) جبکہ یہ روزہ کو قلعہ سے گولہ باری کی گئی تو حمیدیہ اور حمیدیہ دوم کی توپوں میں سے پندرہ سنٹی میٹر والی توپوں کا منہ دہانہ سخت ناکارہ ہو گیا مگر تحقیق نہیں ہوسکا کہ نقصان کی مقدار کتنی ہے اسکی وجہ سے یونانیوں کا بیڑہ منتشر ہو گیا۔

اس خبر کے متعلق صباح اخبار نے یوں لکھا ہے۔ پروزہ اور اوسکا قلعہ اور مورچوں کو جلا دینے کا حکم یونان کو بیڑہ والی (جسمیں چار آہن پوش اور تین بکتری کروزر آگبوٹ تھی) دو مورگان کا فاصلہ آپسمیں رکھیدو ہوکر نیڈرن نالیا اور قلعہ و چند نامی مورچوں پر گولہ اندازی شروع کی جن سے حمیدیہ مورچہ کو خارج پر (۱) اور اوسکے اندر (۲) اور بنی قلعہ کے خارج پر (۳) اور اوسکے اندر (۵) گولے لگے۔ مگر کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے۔ یونانی آہن پوش ایک آگبوٹ جسکا حمیدیہ قلعہ کے آگے سے گذر رہا تھا۔ تو اوسکے اگلے حصہ میں پندرہ سنٹی میٹر والی توپ کا ایک گولہ مذکورہ مورچہ سے اور اوسکے پچھلے حصہ میں بنی قلعہ کی توپ کا ایک گولہ لگا۔ جس کے سبب سے آگبوٹ ایکطرف کو جھک گیا۔ اور ایک دوسرا آہن پوش آگبوٹ کے اندر جا کر ایک گولہ پھٹا جسکے سبب سے یہ بیڑہ ہٹ گیا۔ علاوہ اوسکے واسطے مورچا و خضر قلعہ پر سے پندرہ اور گیارہ سنٹی میٹر والی توپوں کے گولوں نے ایک چوبی آگبوٹ کو خندہ دار کر دیا۔ جسکو دو آہن پوش آگبوٹ گھسیٹ لے گئے۔ غرض یہ کہ یونانی بیڑہ نقصان اٹھا کر بھاگنے میں کامیاب رہا۔

لہ ۲۲ اپریل کو اس شرقی بیڑہ کو ایک چوبی جنگی جہاز نارڈ یونانی تارپیڈو کشتیوں نے لنگر انداز یہ کے بندرگاہ میں آکر جمع شدہ سامان کمسریٹ کو جلانے کے لیئے گولہ باری شروع کی اور دوسرے طرف بحری سپاہی کشتیوں پر سوار کر کے خشکی کیطرف روانہ کر دیئے۔ مگر ترکی دستوں نے ایسی باڑھ ماری کہ وہ بلا مرام واپس لوٹ گئے اور شملہ کو جہاز مذکور بھی اپنا سامنہ نہ لیکر مفت ہو گیا۔

کیونکہ ترکوں کے سوا جنوب مشرقی یورپ میں دوسری غیر سلاو قوم صرف یونانیوں کی ہے۔ اور یہ یونانی ہیلاس آلی فوق یونانیوں کے حق میں بھی ذاتی خطرناک ہی ہو گئی غیر ملکوں کے حق میں نیز گنجی قسمت کی یہ ایک عجیب مثال ہو کہ اسلاف میں موجودہ یونان کا جو سب سے بڑا حامی اور سعادن ہو۔ اسنے جنوب مشرقی یورپ میں یونانیوں کے اقتدار کو پھر قائم ہونیکی امید کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا۔ جزیرہ ہائے بلقان کو تقریباً ایک سرے سے دوسرے سرے تک مستعد کارکن گروہوں دیہ خصال عناصر کی ایک عظیم خود مختار ریاست کو قایم ہو جانیسے ان ممالک میں یونانی اقتدار و تسلط کو قایم ہونیکی ہمیشہ کیلئے راستہ بالکل مسدود ہو گیا۔ اتحاد بلغاریان (یونانی) سلطنت کو قیام جدید کو راستہ میں موثر زبردست اور مہلک رکاوٹ ہو۔ جس اتحاد بلغاریہ کی بنا مسٹر گلیڈسٹون کی تحریک کوشش سے ہی قایم ہوئی۔ بلغاریوں اور یونانی قوم میں ایسا دلی عناد ہو کہ اگر کبھی متعدد نیز ترکوں کی حکومت سے نکلا تو غالب وجوہ وہ یونان کے ماتحت ہونیکی بجایا بلغاری ریاست کے ماتحت ہوگا۔ پس یونان کو وجب تھا کہ میدان جنگ میں اترنے سے پہلے وہ اس عناد کو مٹانیکا بندوبست کر لیتا۔ اوسنے ایسا نکیا۔ اور بنا برین اوسکا مشغول پیکار ہونا قبل از وقت تھا۔

یونان کی دلوں کہائیں یونانی کورنٹ نے جولائی ۱۸۹۷ء میں بمقام تھیسس بارہ ہزار سپاہ کو قاعدہ وشق اور تربیت کیلئے کیمپ قایم کیا۔ علاوہ بریں کریٹ میں خفیہ اور پبلک انکے سرکاری اور غیر سرکاری طور پر ہر طرح کی کوشش تشنیر میں لگگئی۔ اور اسمیں کسی ہتیار یا کو جزیرہ میں پہنچے دیا فیلیز اور مسٹر بھیجنوی کی اجازت بلکہ ترغیب بگئی۔ اور جب یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ کل دول عظام بظاہر اور اونکا حصہ کثیر صدق نیت سے قیام امن کا خواہان اور کریٹ کو فساد کورد کنے کا متمنی ہے۔ تو اس سے ہوش پکڑنے کی بجائے یونانی اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اور زیادہ مستعدی اور تیزی سے مصروف ہو گئی۔ کریٹی عیسائیوں کو اپنے مسلمان ہمسایوں پر حملہ کرنے اونہیں ہجرت کرنے اور گھروں سے نکالدینے کی ہر ممکن طریق سے تحریص و ترغیب دلائی گئی کل یورپ کی مرضی کو بالائے طاق رکھدیا گیا۔ اور یونان نے دول عظام کے ساتھ دھوکہ دہی و دغابازی اور لمبی چوڑی باتیں بنانے رکھ سمجھ اشی کرنے ہنسی کی باقاعدہ پالیسی اختیار کر لی۔ اوسنے پورا پورا یقین تھا کہ وہ عالمگیر جنگ کو اندیشہ سے بچکر ہنسے اور دنیا کو امن کو قایم رکھنے کی خواہش میں جسے دول عظام علانیہ ظاہر کر رہی ہیں غلل انداز ہونیکی دھمکیاں دیکر ہنسے اور نہیں اپنا نامعقول اور ناواجب مطالبات کی تسلیم کرنے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ دول یورپ کی کریٹ کو خود مختاری دلادینے کی تجویز پیش کرنے اور سلطان المعظم کو اسے منظور کر لینے سے معاملہ اور بھی نازک ہو گیا۔ یونانیوں کو کبھی گوارا نہیں کہ کریٹ خود مختار بنا دیا جائے۔ وہ کریٹ کو یونانی جزیرہ بنانا چاہتے ہیں نہ کہ خود مختار۔ اونکو اندیشہ ہو کہ اگر کمیدنیہ کریٹیوں نے خود مختاری اور سلف گورنمنٹ کی لذتوں کو چکھ لیا۔ تو پھر اتحاد یونانیاں کی تمام خواہشیں اونکے دلوں سے کافور ہو جائیں گی۔

چنانچہ اوسنے کریٹ پر حملہ کر دیا۔ اور دل میں سوچ لیا کہ دول یورپ عالمگیر جنگ کے خطرہ میں پڑنے کی بجائے یونان کے ساتھ جزیرہ مذکور کا الحاق ہو جانا منظور کر لینگی۔ اس قزاقانہ کوشش میں اوسنے دول عظام کے اتحاد و استقلال اور ڈر کی بے نظیر ثابت کی کیونکہ اوسکو کامیابی نہوئی جسپر اوسنے سر تسلیم پر لڑائی برپا کرنیکا عزم کر لیا۔

یونان کی حالت کچھ عرصہ سے نہایت ابتر ہو رہی تھی۔ ملک کے حصہ کثیر کی زمین زرخیز نہیں اور انتظام حکومت بہت ناقص ہے۔ اصلیات یہ ہے کہ یونانیوں میں وہ اوصاف کبھی نہیں پائے گئے جو دوسرے علاقوں پر حکمرانی کرنے والی اقوام کیلئے ضروری ہیں۔ معقول اور جبتک حکمرانی کی قابلیت

لہ پینے متوفی گلیڈسٹون جو ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو سر گلیڈسٹون بکھیم اس جہان سے رخصت ہو گیا

یا مہارت اُنمیں کبھی موجود نہیں ہوئی۔ شاعری فصاحت۔ فنون لطیفہ اور ہر قسم کی دماغی لیاقت اور چالاکی میں بیشک اونہیں ید طولیٰ حاصل رہا ہے مگر حکمرانی اور فرمانروائی کے اوصاف حقیقی سے وہ ہمیشہ معرا رہے ہیں۔ اتھنز کی ریاست اپنے عین عروج کے زمانہ میں صرف تیس ہزار آزاد باشندوں کا ملک تھی۔ جو تیس ہزار آزاد ایک لاکھ غلاموں کی جبریہ محنت و مشقت کی کمائی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ مزید براں یہ ریاست ہی کل ملک میں حکمران نہ تھی بلکہ اوس جیسی گیارہ بارہ اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں موجود تھیں۔ جو ہر وقت ایکدوسرے کے خون کی پیاسی رہتی تھیں۔ اور اتھنز کی ریاست لڑنا بھڑنا ایک تھی۔ زمانہ حال کے یونانیوں میں اتھنز کے قدیم مدبر پیری کلیز کے زمانہ کے یونانیوں کے عیوب تو کل موجود ہیں مگر اونکی دماغی اور فنونی شاندار قابلیتوں اور مہارتوں کا جنہوں نے اُس حزین زمانہ کی برائیوں کی تقریباً پوری پوری تلافی کر دی تھی۔ نام و نشان نہیں پایا جاتا۔

یونان کئی برسوں سے دیوالیہ ہو رہا ہے۔ اور اوسکے قرضخواہ اپنے مطالبہ کی تین چوتھائی حصہ سے محروم چلے آتے ہیں۔ ممالک غیر سے برداشت کئے گئے قرضے یونان کو مسلح کرنے اور قلاش اخبار نویسوں اور قانونی پیشہ وروں کو جو اُسکی پارلیمنٹ میں بھرے پڑے ہیں۔ رشوتیں دینے میں صرف ہوتے رہے ہیں۔ تمام ملک قانون پیشہ اشخاص سے لبریز ہے۔ کیونکہ باشندے حلال اور محنت کی کمائی کی بجائے تحریک و سازش کی طفیل الوسیدھا کرتے رہنے کو بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔ برعکس اسکے کریٹ متمول جزیرہ ہے کیونکہ عام مطعون ترکوں کی زیر حکومت اوسے بہت ہلکے ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یونانی اوس سے شیر دار گائے کا کام لینے کے لیے بھی۔ اُسکے الحاق کے خواہشمند ہیں تاکہ اوسکے دودھ اور مکھن اور خون پر یونان فربہ ہوتا جائے۔ بغاوت اور فتنہ و شورش دماغوں کو ایسا کند کر دیتی ہیں اور اونکے دوران میں سروں پر غیظ و غضب اور خونریزی کا جن ایسا سوار ہو جاتا ہے کہ وہ انسان کو کسی معاملہ کے نیک و بد پر غور کرنے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ یہی حالت اسوقت کریٹیوں کی ہے۔ اور اونسے سردست اپنے نمایشی دوستوں کی اصل غرض اور مقصد نہاں کو سمجھ سکنے اور اوسکی تہ کو پہونچ جانے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسمیں کوئی کلام اور شبہ نہیں کہ اگر کریٹ کو خود مختاری مل گئی۔ اور جزیرہ میں امن و امان قایم ہو گیا تو کریٹی اس معاملہ کو بخوبی سمجھ جائینگے۔ یہی وجہ تھی کہ جبکہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں عداوت کا جوش خوب موجزن اور خونریزی و نبرد آزمائی کا شوق سب پر مستولی ہو رہا تھا یونانی کریٹ پر فی الفور قابض ہو جانے کیلئے سخت بے چین ہو رہے تھے۔

یونان کی شرارتیں کریٹ میں

جسوقت یونان نے اگست ۱۸۹۶ء میں سنا کہ بہ ضمانت دول عظام سلطان المعظم نے کریٹ کو اندرونی خود مختاری عطا کر دی ہے اوسیوقت سے مادہ فساد کو پھر اکسانے کے لیے پے در پے اسلحہ اور مفسد کریٹ میں بھیجنے شروع کر دیئے گئے۔ اہالئی کریٹ ترکی گورنمنٹ کی عطا کردہ مراعات پر بالکل خوش اور مطمئن ہو گئے تھے۔ مگر فوراً ہی قلاش قانون پیشہ اور اخبار نویس اور پیشہ ور ڈکیت یونان سے پہونچ گئی اور اُنہوں نے کریٹی عیسائیوں کو ورغلایا کہ بغاوت جاری رکھنے سے وہ ایکدن اپنے مسلمان ہمسایوں کے املاک و مکانات کے مالک ہو جائینگے۔ فساد چھوڑنا مناسب نہیں۔ اونکا جادو اثر کر گیا۔ اور ترکوں کو اشتعال دلانے اور خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کیلئے پھر مسلمانوں کے کشت و خون اونکے ننگ و ناموس کی بیحرمتی اور اُن کے املاک و خانمان کے تاخت و تاراج کا بازار گرم ہو گیا۔ آسٹریا کی گورنمنٹ ان کارروائیوں کے مآل کار کو سمجھ گئی ہوئی تھی۔ اُسنے بہتیرا سر پٹکا کہ اسلحہ اور مفسدین کی درآمد کو روکنے کیلئے دول عظام کریٹ کے گرد بحری حلقہ ڈالدیں۔ مگر کچھ اثر

علہ ۴۹۵ قبل مسیح میں پیدا اور ۴۲۹ قبل مسیح میں فوت ہوا۔

نہوا۔ انگلستان نے ایک سنی اور اس نہایت ہی دور اندیشانہ اندازی تدبیر سے سخت تاسفی کا مرتکب ہو کر شمولیت کرنے سے انکار کر دیا۔

کریٹی مظالم تاہم ممکن تھا کہ دول عظام کا استقلال اور ٹرکی کی بردباری اور اعتدال پسندی بالآخر مفسدوں کی شرارت انگیز کوششوں پر غالب آجاتی۔ مگر یونانی گورنمنٹ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اسنے قاربالوں کی طرح سر باختہ ہو کر اپنی مفسدانہ شیطنت کا آخری پانسہ پھینک دیا۔ بالفاظ دیگر اوسنے کرنیل واسوس اور چار ہزار سپاہی جنہوں نے کل جزیرہ میں جا کر باغیوں میں کو ابلیس صفت آگ لگانیوالوں کا کام دیا۔ کریٹ بھیجدیا۔ کرنیل واسوس ۱۴ اوری ۱۸۹۶ء کو جزیرہ میں داخل ہوا۔ اور اوسکے پہنچتے ہی کشت وخون اور تاخت وتاراج کا طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ ہر جگہ عیسائی باغی بیچارگی اسپر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور انکو بیحرمت وذلیل کرنے کو علاوہ خانمانہ برباد بلکہ اکثر جگہ بہ تیغ کر دیا۔ ان یونانی نیکبختوں کو حملہ کے جزیرہ میں عالم آشوب طوفان برپا ہو گیا۔ اسکا اندازہ قصبہ سٹیا کی وحشیانہ اور سفاکانہ کارروائی سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جہاں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان کمال بیدردی سے تلوار کی گھاٹ اتار دیئے گئے۔ دیہاتیں سینکڑوں مسلمان مکروں کی طرح ذبح کر ڈالے گئے۔ بیشمار مساجد میں زندہ ہیوں ہا گئے۔ عورتوں اور بچوں کو قبیح ترین طریقوں سے بیحرمت کر کے انکی جسموں کے مختلف اعضا کاٹ ڈالے گئے۔ الغرض مظالم آرمینیا کی ہیبت ترین روایتوں کو ان عیسائی جو انمردوں نے سچ کر دکھایا۔ کریٹ کی کل مسلم آبادی اسوقت چند ساحلی قصبوں میں جمع ہو۔ وہ فاقہ کشی اور بے انتہا فلاکت وکبت سے سخت صدمے اٹھا رہی ہے اور اب بھی اٹھا رہی ہے۔ مسٹر جارج کرزن نائب وزیر خارجیہ (حالا لارڈ کرزن ایسر آئی وگورنر جنرل کشور ہند) نے تاریخ ۱۲ مئی ۱۸۹۷ء دارالعوام میں کرنیل واسوس کے حملہ کا نتیجہ اور مسلمان باشندوں کے مصائب کا متعلق حسب ذیل بیان کیا تھا۔

تقریر مسٹر کرزن "جزیرہ کریٹ کا تمام اندرونی حصہ اسوقت کثیر التعداد کرسٹیانوں کے تصرف میں ہے۔ جو دیہات پر قابض ہیں اور بدبخت مسلمانوں کو املاک وفصلوں سے جو گھروں سے نکالدیئے گئے ہیں منتفع ہو رہے ہیں۔ یہ عیسائی ہتھیار لگائے اپنا سارا وقت بیکاری میں بسر کر رہے ہیں۔ اونکو پہاڑوں پر اور پیہم مشق کرنے۔ جو نظر پڑے اوسی ہندوستانی کا نشانہ بنانا اور مجھے بافسوس یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہر مسلمان مرد وزن کو جو اونکی زد میں ہو قتل کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ قصبات کے قرب وجوار میں تو انہا شیوں کی باوجود فوجی پوزیشنوں اور

۱؎ اسوقت پر کریٹی عیسائیوں کے متعلق ایک اور عیسائی شاہد کی رائے درج کر دینا محل نہ ہوگا۔ کریٹ کو عیسائیوں کی نسبت لنڈن کو عیسائی کنسرویٹو اخبار سٹینڈرڈ کے عیسائی نامہ نگار کی مندرجہ ذیل رائے اوجھل ہوگی۔ "عیسائیوں کے غالباً ایک غلطی ہوگا کہ کریٹ کو عیسائیوں کی نسبت دنیا بار بار تاثر کرے عرض ایک ہی دفعہ غلطی میں پڑ گیا ہو تو بھی دان بنی نوع انسان کو یہ باور دنیا مناسب ہوگا کہ کریٹ کی بدنام کنندہ عیسوی عیسائیوں کو مسیحی المذہب جانکر انہیں اس غلط فہمی میں پڑا رہنے دے وہ لوگ (یعنی کریٹی) جو عیسویت کو مدعی ہیں وہ مسیحی احکام میں سے کسی ایک کی بھی تعمیل کرتے یا اسکے پابند نہیں اس جزیرہ کو مسلمان اور عیسائی ایکسی ہی قوم اور ایک ہی خون کے ہیں مگر جو نکہ مسلمان حاکم اور عیسائی محکوم ہیں۔ انہیں بیانگلہ نفرت اور عناد پیدا ہو گیا ہے بڑھ گیا ہے۔ لیکن یہ اسکی عیسائیوں کی ساتھ ان کو ہم مذہب جانکر ہمدردی کرنا سخت غلطی ہے۔ وہ کوئی مذہب نہیں رکھتے سے نہ مذہب کے نام سے پکارا جانے کے وہ پورے وحشی اور سفاک ہیں اور ان کو عیسائی بھائی سمجھکر ان کی امداد کرنیکا خیال ترک کر دینا چاہیئے۔"

۲؎ کریٹ میں ترکی افواج پہنچانے سے پیشتر ہی گو غریب الوطن اور مفلوک الحال مسلمان قلرد عثمانیہ کو بہجرت کر چکے تھے مگر دسمبر ۱۸۹۶ء سے بعد تو وہ اس کثرت سے جا رہے ہیں کہ ایک صرف سمرنا اور اسکے مضافات میں پندرہ ہزار کے قریب مسلمان مہاجرین وارد ہو گئے ہیں جنکی مادی حالت کو دیکھ کر ہر شخص کا دل بھر آتا ہے

(بقیہ ص ۵۲)

کپھل کی بھیسی چوکیوں اور گڑھیوں پر چوکی کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت مشغول کار زار رہنے، پانی لانیوالی جماعتوں کو ستاتے رہنے اور طرح شہروں کی چار دیواری کے اندر موجودہ باشندوں کو بیوکوف بنانے کی کوشش کرتے رہنے کے سوا عیسائی مفسدوں کا اور کچھ شغل نہیں۔ ان باغیوں کا اکثر افسر یونانی ہے۔ معمولی جنگ کنندگان میں بھی یونانی بجا بدین تعداد کثیر شامل ہیں۔ اور جسقدر توپخانہ انکے پاس موجود ہے وہ کلیہ یونانی ہے۔ حال میں ہی امریکہ نے آلۂ سرغنہ باغیوں سے ملاقات کی۔ انمیں سے پانچ یونانی قانون پیشہ اور چھٹا ایک یونانی ڈاکٹر تھا۔ فریق مخالف البرانی وکیل فریق کے سرغنہ نے پچھلے مباحثہ میں جو دارالعوام میں معاملات کریٹ پر ہوا تھا بیان کیا کہ ہم (یعنی انگریزی گورنمنٹ) کریٹیوں کو فاقہ مارنے اور اپنے گرد پاری کرنے کے اندرونی خود مختار قبول کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ فقرہ گو میرے معزز کرم فرما کو ہونٹوں سے خوب روانی اور چرب زبانی کے ساتھ نکلا تھا مگر افسوس وہ صداقت سے بالکل معرا اور محض بے بنیاد تھا۔ بحری محاصرہ کے صاف موصوف کو غم میں غلہ بالکل کمیاب ہو گیا ہے اور لوگ فاقوں مر رہے ہیں جبکہ اوپر نہیں سنیچر ہے مگر اسکے برعکس حق الامر یہ ہے کہ اندرون جزیرہ میں باغیوں کو ذخیرہ غلہ سے خوب معمور ہیں۔ بادیہ چیچانوں اور ہوٹلوں میں مرغ و گیس گرم رہتی ہیں۔ سامان غذا ہر جگہ بافراط موجود ہے۔ اور عنقریب فصل کی درو ہونے پر غلہ کی بہتات سے زیادہ ریل پیل ہو جائیگی ساتھ ہی یاد رہے کہ اندرون جزیرہ میں عیسائی اپنی فصلیں ہی نہیں بلکہ ازوطن خارج شدہ مسلمانوں کی فصلوں کو بھی وہی جمع کرینگے۔ ان بیانات کے بڑھنے والے وہ لوگ ہیں جو اندرون جزیرہ میں باغیوں سے ہر وقت ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور انکی صداقت میں ہر موفرق نہیں۔ یہ جزیرہ کی موجودہ حالت کا سچا فوٹو ہیں۔ اب میں اسطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ قصبات میں کیا کیفیت گذر رہی ہے۔ اور اسی ضمن میں اولیٰ و ثانیہ اصحاب کے اعتراضات کا جواب دونگا جو انہوں نے جزیرہ میں ترکی افواج کا ابتک موجود ہونے کے متعلق کیے تھے۔ سب سے اول میں ساحلی قصبات اور وہاں کی ترکی افواج کے متعلق چند واقعات حق الامر عرض کرتا ہوں۔ ان بندرگاہوں میں عیسائی ہونیکی برابر ہیں۔ وہ یا تو اندرون جزیرہ کو بھاگ گئے ہیں۔ یا انگریزی اور دیگر اجنبی جہازوں پر دیگر ممالک کو چلے گئے ہیں۔ البتہ یہ قصبے بے پناہ و مفلوک الحال مسلمان پناہ گزینوں کی جو حق در حق سے جو بسر اوقات اور گذارہ کی کوئی سبیل نہیں رکھتے۔ از اول تا آخر لبریز و معمور ہیں۔ واقعات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کی غرض سے عمومیات کو چھوڑ کر خاص ایک مقام کینڈیا کو بطور نظیر پیش کرتا ہوں اور شہروں کی نسبت یہاں اس شہر سے خاص تعلق بھی ہے کیونکہ اسپر جو فوج قابض ہے وہ زیادہ تر انگریزی ہے۔ اس شہر میں اس وقت کم از کم پچاس ہزار مسلمان پناہ گزین موجود ہیں جنمیں سے ۳۲ ہزار شہر نہ کو یا اسکے قرب جوار سے کسیطرح کا تعلق نہیں رکھتے اور جزیرہ کے مختلف حصوں سے وہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس جم غفیر کے مقابلہ میں شہر میں صرف پانسو عیسائی ہیں۔ یہ پچاس ہزار مسلمان زراعت پیشہ دہقان ہیں یہ کاشتکاری کے سوا وہ کوئی صنعت و حرفت نہیں جانتے کہ اوس سے روپیہ کما سکیں۔ اور صرف اوس امداد پر جو سلطان المعظم بھیجتے رہتے ہیں بسر اوقات کر رہے ہیں۔ قسطنطنیہ سے آٹا آرہا ہے اور ہر روز ہر پناہ گزین کو ایک ایک روٹی مفت تقسیم کیا جاتا ہے جیچک کی بیماری سیکڑوں کو ہر روز ملعم اجل بنا رہی ہے۔ اور باقی کیطرف سے بھی جنکو لانیں باغی ہر وقت تاخت ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ناگفتہ بہ مصیبت جھیلتے رہتے ہیں۔ اس پناہ

بقیہ صفحہ ۵۱۔ ہر چار دول کو نایب اور پرنس جارج نے حالانکہ اکثر مسلمانوں نے کینڈیا کے قرب و جوار میں فصل کاشت کی ہوئی ہے۔ نصیحت کی ہے کہ پہلے ہی ان مسلمانوں کو شہر چھوڑ کر اپنے اپنے دیہات جانے دو جہاں سے بھاگنے میں جانے کا حکم دیدیا ہے مسلمان واپس جانے سے انکار کر رہے ہیں اور ہجرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر انکی التجا ہے کہ انکو مہاجرت سے پہلے فصل کاٹ لینے کی مہلت دیجائے۔ یہ مہاجر شام۔ طرابلس الغرب اور ایشیائے کوچک میں آباد کیے جا رہے ہیں سلطان المعظم جب جانے کے پھیر لاکھ روپیہ انکی مدد کیلئے عطا کر چکے ہیں۔ جلا وطنی کا منشا ہے کہ کل مسلمان کریٹ سے جائیں اور انکی جگہ وہ چالیس پچاس ہزار اسی قدر رسی حال کے لوگ اور باب واپس آجائیں۔ کریٹ بھیجدیئے جائیں

آبادی رکھنے والی شہر کینڈیا کے گرد و فوجی حلقہ بغرض حفاظت موجود ہے اسکے گرد ساٹھ ہزار مسلح کریٹی باغی ہر وقت اس انتظار میں منڈلا رہے ہیں کہ فوجی حفاظت کا اٹھتے ہی ان یکسوں پر شکاری جانوروں کیطرح کود پڑیں اور سن و مرد بچہ کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ان عاجز مسلمانوں کی حفاظت کا کیا انتظام ہے۔ اسغرض کیلئے شہر میں تقریباً پندرہ سو یورپین فوج مقیم ہے۔ اور اسکے علاوہ ساڑھے تین ہزار ترکی سپاہ ہے یورپین فوج شہر کے اندر رہتی ہے اور ترکی فوج شہر کے گرد اگرد حلقہ ڈالے ہوئی ہے۔ ہماری جو افسر بر موقعہ موجود ہیں انکا بیان ہے کہ یورپین سپاہ تن تنہا شہر اور اسکے فوجی حلقہ کی ہرگز حفاظت نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں تباہ ہم ترکی فوج کو وہاں سے کسطرح ہٹا سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ ایسے قتل عام کا پیش خیمہ ہوگا جسکے سامنے آرمینیا کی خونریزی کی بھی کچھ حقیقت نہیں رہیگی۔ مزید برآں ایسا قتل عام ہوگا جو دول عظام کی آنکھوں کے سامنے اور ہماری براہ راست ذمہ داری پر وقوع میں آئیگا۔ جو کچھ میں کینڈیا کی نسبت کہتا ہوں قصبہ پیتی پر بھی وہ صادق آتا ہے۔ اس قصبہ کی آبادی پہلے دس ہزار تھی۔ گریز پناہ گزینوں کی وجہ سے اب تیس ہزار ہو گئی ہے۔ انجمن معین المسلمین نے جو حال میں مردم شماری کرائی تھی اوس سے واضح ہوا ہے کہ جو مسلمان بلوہ و بغاوت میں مرگئے یا ہجرت کر گئے۔ انسے قطع نظر اسوقت بھی جزیرہ میں ایک لاکھ سات ہزار (یعنی کریٹ کی کل آبادی کا تیسرا حصہ) مسلمان موجود ہیں۔ ان ایک لاکھ سات ہزار مسلمانوں میں سے ۷۰ ہزار کا گذارہ انجمن کی امداد سے ہو رہا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جزیرہ کریٹ یونان سے متحق کیا جانیکے لیئے دو ہائی تہائی مچایا ہے۔ مگر آبادی کا متذکرہ صدر قلیل التعداد عنصر آواز بلند کہہ رہا ہے کہ وہ کسی صورت میں یونان کے ساتھ ملحق کیا جانیکو منظور نہیں کریگا اور اس صورت میں آخری وقت تک لڑتا رہیگا یا ہجرت کر جائیگا۔ یہ عنصر آبادی کا تیسرا حصہ ہے یعنی اسکے کل آبادی سے وہی نسبت ہے جو آرلینڈ کے اُن لوگوں کو تھی جو "سوم ول" (خود مختار حکومت اندرونی) کے مخالف تھے۔ اور اُنکی رائے کو داماالعوام یا کم از کم اوسکے اوس حصہ نے جو حکمران فریق کا طرفدار ہے بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اور انصاف مقتضی ہے کہ اوسی وقعت کی نظر سے کریٹ کی قلیل التعداد عنصر کی رائے بلکہ قطعی فیصلہ کو دیکھا جائے۔ بہرحال ہم کریٹ کو کشت و خون یا آبادی کو ترک وطن کر جانے سے ویران کرانا نہیں چاہتے۔ کریٹی مسلمان جزیرہ کی آبادی میں نہایت ہی ضروری اور مستحکم عنصر ہیں۔ مجھ سے پہلے تقریر کرنیوالے ایک معزز ممبر نے سالگذشتہ میں ترکی افواج کیطرف سے چند نامناسب افعال سرزد ہونیکی بعض نظیریں پیش کی تھیں۔ اسکے جواب میں موجودہ حالت کے متعلق خود انگریزی بلیو بک کی شہادت کو پیش کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ "ترکی سپاہ کا طریق عمل نہایت قابل تعریف رہا ہے لیکن ساتھ ہی یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ گو اب تک کوئی اشتعال انگیز غالب نہیں آسکا مگر ممکن ہے کہ شاید کسیوقت مذہبی پرجوشی انکی بردباری اور تحمل میں خلل ڈالدے۔ بہرنوع عساکر عثمانیہ نے اب تک طریق عمل سے ہمیں کوئی حجت باقی نہیں رہنے دی کہ وہ شائستہ افواج ایسا سلوک کیے جانے اور مہذب سپاہ سمجھی جانیکی کامل طور پر مستحق ہے اور کہ اس زمانہ میں وہ کسی یورپین قوم سے کم نہیں"۔

یہ تھے وہ نتائج جو یونانیوں کو قزاقانہ حملے سے سرزد ہوئے۔ یہ نیکبخت کریٹ کو آزادی دلانے کے لیئے نہیں گئے تھے۔ کیونکہ یہ تو اوسے پہلے سے حاصل ہی تھی۔ بلکہ کریٹی حکومت خود اختیاری کی مزاحمت کرنے کیلیئے جس سے یونانی سب چیزوں سے بڑھکر متنفر اور خوف ہیں۔ کریٹ کو اسوقت اسکے سپاہی محکوم کریٹ کو آزاد کرانے کی نیت سے نہیں بلکہ کریٹ کو بالجبر یونان سے ملحق کرانے کیلیئے گئے تھے۔ یونانی گورنمنٹ کی یہ کل کارروائی ایسی تھی۔ جیسی ڈاکو دل کی ہوتی ہے۔ اور سنو عام طوفان بلا میری کو شورہ ہنگامہ آتی نفع اٹھانے کی امید میں عالمگیر خونریزی کو شش کی۔ تمسخر کی پرواہ نہ کی

بلکہ بلا اور سرویا کو طمع دلا لچ دلا نے اور اسطرح سے کل صدمہ دینے میں آگ بھڑکا دینے کے لیئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا چنانچہ وہ اس مقام کو سرویا۔ مانٹی نیگرو اور بلگیریا کو خاموش اور ساکن کھنے کے لیئے بڑے رعب داب اور اقتدار سے انتہائی درجہ تک کام لینا پڑا۔ یونانیوں نے فقط اکثر پر ہی حملہ نکیا۔ بلکہ وہاں تک جہاز و نپر بھی گولہ باری کی۔ جسپر عام نارہ فساد اور عالمگیر جنگ برپا کرنے میں یہ تمام کوششیں بیکار رہیں تو یونانی آخری داؤ چلا اور تسملی میں ٹرکی کو لڑائی پر مجبور کر دیا اور کی یہ چال بعینہ ایک ہوشیار گرگ سب کچھ پیٹھ ہوئے اور بطریق تہ بازی کی چال کو مشابہ تھی جو یہ علم رکھنے کو کہ جیسے کوئی کے ڈر جانے کی صورت میں بھی اسکی حالت پہلے سے کچھ زیادہ بدتر نہیں ہو جائیگی۔ ایک ہی داؤں پر بڑی بھاری شرط لگا دیتا ہے۔

یونانی آئین و کنسٹیٹیوشن کی بے ثباتی۔

یونانی قوم کی یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ اوسمیں اصل کوئی طبقہ امرا موجود نہیں۔ امرا چھوڑ خاندانی متمولین کی جماعت بھی موجود نہیں۔ کہ یہ جماعتیں عوام کے جوش کو تھامے رکھنے کا کام دیں لیکن اور اندرونی یا بیرونی خطرہ کے وقت بادشاہ اور گورنمنٹ کو مدد دیں۔ بالفاظ دیگر عام رعایا اور بادشاہ کے درمیان کوئی واسطہ یا درمیانی طبقہ نہیں ہے۔ یونان میں صرف ایک دارالشوریٰ ہے۔ جسمیں عوام کے وکلا اور نائب ہوتے ہیں۔ دوسرا چیمبر (یعنے دارالامرا) یا دارالشیوخ نہیں ہے اور بدقسمتی سے یہ ایک دارالشوریٰ بھی عوام کا قائمقام نہیں۔ بلکہ جہانگک پالیٹکل اقتدار کا تعلق ہے۔ عام رعایا کی طرف سے درحقیقت اقتدار کی شوریدہ سر پرجوش اور متلون مزاج باشندوں کا ہجوم بے تمیز نائب اور قائمقام ہے۔ یہ باشندے اسوقت بھی ویسے ہی عقل کے اندھے دماغ ہیں جیسے کہ ایسے دو ہزار برس پہلے تھے۔ حال کی اقتضری اوسوقت کی اقتضریوں سے کچھ زیادہ سمجھدار نہیں ہوگئی جنھوں نے مشہور آفاق مدبر اور فصیح و بلیغ خطیب ڈیماس تھینیس کی پدرانہ نصیحت کی کبھی اثنائی تھی۔ اور اوس فرزانہ بعمیل کو اپنا سرغنہ اور رہنما بنانے سے انکار کر دیا تھا۔

یونانی سیاستیوں اور متمنین کا حصہ کثیر ہمیشہ دست قانون پیشہ لوگوں اور اخبار نویسوں سے مرکب ہے۔ جو پالیٹیکس کو گذارہ کا ذریعہ سمجھتے اور اوس سے یہی کام لیتے ہیں۔ انکے تمام پالیٹیکل کارروائیاں بالعموم خودغرضی یا کسی فوری حرص و طمع پر مبنی ہوتی ہیں چنانچہ یہ عام مقولہ ہے کہ یونان میں جو فریق برسر حکومت ہو وہ سلطنت کی تمام انعامات کا بوجہ فریق مخالف کے سپرد کر دیتا ہے اور کل محاصل اور ٹیکس اسی کی جیب میں

ف یونان کی تمام سلف میں یہ شخص سب سے مشہور فصیح اور خطیب گذرا ہے۔ وہ ایک متمول زرہ ساز کا بیٹا تھا۔ اور چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہو گیا تھا۔ اسنے فصاحت میں اعلے کمال حاصل کرنے اور فن خطابت میں کمال سنگاہ پیدا کرنے کے لیئے جو محنت ہائے شاقہ کیں۔ وہ اب تک بطور ضرب المثل مشہور ہیں۔ اسنے تلاطم کے وقت جبکہ سمندر کی موجیں بہ حد وارگ رہی ہوتیں کنارہ ساحل پر جا کر اپنی آواز کو پکایا۔ اور آئینہ سامنے رکھکر اپنی انداز اور وضع و قامت کو درست کیا۔ اسے ایک کنکر ہکلنے کی عادت بچپن سے پڑگئی تھی جکو دور کرنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ ایک تیز دار کی تلوار کندھے کے بالکل متصل جہاں کھڑا ہوتا رکھدیتا کہ کندھا اٹھاتے وقت اُس سے مضروب ہو جائے۔ وہ فیلقوس اور سکندر کا ہمعصر تھا سکندر نے اسے کئی مرتبہ اپنی اقتضر طلب کیا۔ مگر انہوں نے اسے منظور نکیا۔ اسکندر کو جانشین انٹی پاٹر نے بھی اپنی اقتضر کو شکست دینے کے بعد ہی مطالبہ کیا جسپر وہ مع رفقا کے لوریا کے مندر کو بھاگ گیا اور وہاں سے خود کشی کر لی ۳۲۲ قبل مسیح میں ۳۲۱ اور ۳۲۲ قبل مسیح میں فوت ہوا۔

بحالتا ہے۔ ایسی صورت میں جو جو بادشاہ یونان[1] کے عہد حکومت میں ہی وزارتوں کا پچاس ہو زیادہ مرتبہ بدلنا کوئی حیرت انگیز امر نہیں سمجھا

ڈینوبی ریاستیں کا جزیرہ نمائے بلقان کی اکثر ریاستوں کی طرح یونان کی بھی یہ سخت بدنصیبی ہے۔ کہ ملک میں کوئی مستقل جماعت متمول یا امیر و شریف اعلے طبقہ کے لوگوں کی نہیں ہے۔ کہ ملک کو اون میں سے بغرض اور محب وطن لیڈر بہم پہونچ سکیں۔ بنا برین ان کلی چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں اور بادشاہتوں کی اندرونی پالیٹکس اور انتظام کی حالت نہایت ابتر متذبذب اور پست ہے۔ سروبی کی حالت ویسی ہی ابتر ہے جیسی کہ یونان کی۔ بگیریا کی حالت یونہی کچھ تھوڑی سی نسبتاً بہتر ہے۔ کیونکہ بلغاری یونانیوں اور سرویوں کی نسبت زیادہ مستقل مزاج اور متین ہیں۔ رومانیا کی حالت سب سے اچھی ہے کیونکہ ایک تو وہاں زبردست جماعت امراء موجود ہے اور دوسرے وہاں جرمن خانوادہ کا ایک شاہزادہ حکمران ہے جنہوں وہاں بھی جرمن انتظام و سلیقہ اور استقامت کا اثر ڈالدیا ہے۔ یہ مسئلہ ابھی زیر بحث ہے اور اسپر قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ آیا ڈینوب کی جنوب میں ان چھوٹی چھوٹی آزاد یا نیم آزاد ریاستوں کا قایم کیا جانا خود ان ریاستوں اور عام بنی نوع انسان کے حق میں مفید ہونے کی بجائے الٹا نقصان رسیدہ تو ثابت نہیں ہوا۔ تاہم متفق علیہ امر ہے کہ اس ملک کی اس جماعت کو جو ہمدردی اخوت مذہبی اور رقت قلبی کی بڑی شدید و مفتون یا مدعی ہے۔ اور جسنے ان ریاستوں کے قایم ہونے پر محض اسلیئے کہ وہ مسیحی کہلانے کی دعویدار تھیں۔ بڑا زور دیا تھا شروع شروع میں ان ریاستوں کے متعلق جو لمبی چوڑی اور شاندار امیدیں تھیں وہ باطل اور موہوم ثابت ہوئی ہیں۔ سوا چند مستثنیات کے عام یونانی سزلی۔ یا بلغاری نام کے سوا اور کسی بات میں عیسائی نہیں ماسوا دنی شورشوں اور انقلابات کے علاوہ ان ریاستوں کی وزراء اور سیاسیون ایسے بدصول خائن و مرتشی ہیں۔ اور دیگر اقوام پر جو اونکی حدود کے اندر آباد ہیں۔ یہ ریاستیں ایسا قریح اور بیشرمانہ ظلم و ستم کرتی ہیں کہ دنیا کا امن کو حق میں وہ شیطان صفت پولیٹکل نرمس سوزوں سے کم نہیں وہ ہمیشہ مزید علاقہ اور ایسی اقوام اور ایسے اغراض و مقاصد کو غصب کرنے کے مزید موقعوں کی تلاش و تمنا میں رہتی ہیں جنسے انہیں کسیطرح کا تعلق و واسطہ نہیں۔ یونان کو ٹرکی پر حملہ اور ہونیکی بڑی وجوہات بھی یہی طمع ملک و رتمنائے تاج و تاراج تھیں۔ اگر یہ سوال اس موقعہ پر کیا جائے کہ کیا ترکی حکومت یونانی حکومت سے بہتر نہیں تو نامناسب نہوگا۔ میری رائے میں اگر تسلی کا عیسائی مسلمان و نومذہب کی باشندوں سے رائے لیجائے تو اونکو اسطرف سے اطمینان ہوگا کہ آزادی اور سچائی سے اپنا دلی مشاہدہ کردینے کا نتیجہ اونکے حق میں مضر نہوگا۔ اور نہ اوپر کسیطرح کا دباؤ یا رعب ڈالا جائے تو بلغاریہ جو بمیجائیٹی حصہ کثیر یونانی گورنمنٹ پر سلطانی حکومت کو ترجیح دیکر اوسکو حق میں رائے دی۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ غیر یونانی (عیسائی ہوں یا مسلم) بلا اختلاف قدیم سے سترسر کی حکومت کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہیں۔

عیسائیوں اور مسلمانوں میں مقابلہ جو اوائل فتوحات یورپ لوگ ترکی سلطنت کی قطع و برید اور ان نام نہاد عیسائی ریاستوں کو قیام پر چندہ مسرور و متبسم ہو کر تعلیں بجا رہے ہیں۔ وہ اس امر کو قطعاً نظر انداز کر رہے ہیں کہ اس قیام کا بطور قاعدہ کلیہ پہلا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ دیگر مذہب و اقوام نہایت ہی ظالمانہ جبر و تعدی اور تیغ ستم کا آماجگاہ اور تختہ مشق بنجاتے رہے ہیں۔ بلکہ اکثر صورتوں میں تو قطعی تکنی کا باعث ہوا ہے۔ کیا اوکو بگیریا کے مسلمانوں کی رقت انگیز حالت فراموش ہوگئی ہیں اور کیا اونکو یاد نہیں رہ گیا کہ دسی جملہ کو بعد بلغاری عیسائیوں کی کس بیدردی سے بگیریا اور مشرقی رومیلیا کے کمال امن پسند اور بیضاء مسلمانوں کی تین چوتھائی حصہ کو گھروں سے بیدخل اور

[1] شاہ جارج جو شاہ ڈنمارک کا دوسرا لڑکا ہے ۱۸۶۳ء میں او تھو اول کی معزولی پر یونان کا بادشاہ ہوا۔

اور تقریباً ایک نصف کو ہلاک و شہید کر دیا۔ اس پُرآشوب زمانہ میں دس لاکھ سے زیادہ بیگناہ مسلمان جنمیں زیادہ تر عورتیں اور بچے تھے ہلاک ہوئے۔

بلغاریوں نے اسی پر اکتفا نکیا۔ وہ یونانیوں کے ساتھ ترکوں سے بھی زیادہ بغض و عناد رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے یونانی آبادی کے حصہ کثیر کو دن رات ستاتے رہ کر اپنے ملک سے خارج کر دیا۔ یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ مقدونیہ کے بلغاری اور یونانی ترکوں کے اتنے مخالف نہیں جتنے کہ وہ آپسمیں ایکدوسرے کے دشمن ہیں۔ یہ دشمنی اس درجہ تک بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کبھی ترک مقدونیہ سے بیدخل ہو جائیں تو بلغاریوں یونانیوں۔ اور والیشیوں میں ایسی سخت خانہ جنگی شروع ہو جائے کہ جبتک کل اوسمیں تباہ و معدوم نہو جائیں وہ کبھی ختم نہو۔ سربوں نے اپنے آزاد ہونے کی یہ خوشی منائی تھی کہ بلگریڈ کے تمام مسلمان باشندوں اور کل ترکی فوج مقیم قلعہ کو کمال وحشیانہ طریق سے ذبح کر دیا تھا۔

کیا اس سے کوئی فرد بشر انکار کر سکتا ہے کہ مسلمانوں کو بھی اپنے گھروں میں رہنے پھلنے پھولنے۔ اپنی اراضیات پر قابض رہنے اور اُنپر فصلیں کاشت کرنیکا ویسا ہی حق حاصل ہے۔ جیسا کہ اونکے "عیسائی" ہمسایوں کو۔ وہ ان نام نہاد اور بدنام کنندگان مسیحیت عیسائیوں کے حصہ کثیر سے جو مسلمانوں سے فایق ہونے کے لیئے لمبی چوڑی شیخیاں بگھارتے رہتے ہیں۔ اور جنکی ہمارے ملک کے بیخبر و نادان مداح اندھا دھند تعریفیں کرتے رہتے ہیں اور اونکو فرشتوں کے ہم پلہ بتاتے ہیں بدرجہا زیادہ صبور۔ سلامت رو۔ متدین۔ بہادر۔ جفاکش۔ متحمل اور محنتی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ بڑے عیسائی کو اچھے مسلمان سے کیوں انگریزی حمایت کا زیادہ مستحق اور سزاوار سمجھا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم سب کا یہ دلی اعتقاد ہے کہ صرف مسیحی مذہب ہی ایسا ہے جو کل عالمی ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور کل دوسرے مذہب سے بڑھ کر بنی نوع انسان کو اخلاق و فلاح کی اعلے و ارفع سطح پر پہونچانے کے قابل ہے۔ مگر ایسا نتیجہ مترتب ہونے کے لیئے سچی اور زندگی بخش مسیحیت درکار ہے۔ نہ کہ مذہب مذکور کا محض نمائشی اور رواجی اعتقاد و اظہار۔ جسکے ساتھ اعتقاد کی صداقت و حقیقت کے ثبوت و اظہار کیلیئے کوئی افعال و اعمال موجود نہوں۔ درانحالیکہ ترک ایشیاء کوچک کے دیہات و قصبات میں جابجا بچشم خود ۱۸۷۷ء کے خوفناک روسی جہاد کے خانمان برباد شدگان اور ستم رسیدوں کو دیکھ رہے ہوں تو کیا اونکے انگریز عیسائیوں کی منافقیت اور متبائن عمل کو جنہوں نے ۱۸۹۵ء کے مظالم آرمینا کے برخلاف* جو ابھی صرف بیس برس ہوئے عیسائی رومیوں نے بیزبان اور بے پناہ بیگناہ و معصوم مسلمانوں پر توڑے تھے۔ خفیف سی آواز بلند نہ کی تھی۔ سخت حقارت کے ساتھ دیکھنے پر کسیطرح کا تعجب ہو سکتا ہے؟

بنی نوع انسان کو ان چھوٹی چھوٹی "عیسائی" ریاستوں کے قایم کرنے سے جو فایدہ پہونچا ہے اوسکا اندازہ کرتے وقت منصف مزاج اشخاص پر اون مظالم و تباہی و بربادی کو بھی مدنظر رکھ لینا واجب ہے۔ جو امن دوست اور بیگناہ مسلمان آبادی پر وارد ہوئی تھیں۔ کریٹ کے واقعات نے بالبداہت ظاہر کر دیا ہے کہ دست بالا حاصل ہونے پر کریٹی عیسائی اپنے مسلمان ہمسایوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ آرمینیوں کو اگر دست بالا حاصل ہو جائے تو جو کچھ کر گزریں اوسکا اندازہ اور کیفیت بمقام زیتون[1] ترکی اسیروں کے ارمنی عیسائیوں کے ہاتھ سے بیدریغ ظالمانہ قتل عام۔ اور انہی سازشیوں کے قسطنطنیہ میں اندھا دھند بمب کے گولے پھینکنے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ مسیحی دول عظام میں سب سے زیادہ مسیحیت کا دعوے رکھنے والی سلطنت عیسائیت کو جیسا

[1] ایشیاء کوچک کا ایک مقام۔ جہاں ارمنی باغی کئی ہزار کی تعداد میں قلعہ بند ہو کر افواج قاہرہ کا مقابلہ کرتے رہتے تھے۔ مگر آخر مارشل ادہم پاشا نے درشتی و نرمی دونوں سے کام لیکر اس فساد کو فرو کر دیا۔ اسکے مفصل حالات بست سالہ عہد حکومت کے ایک ضمیمہ میں درج ہیں۔ اسی ضمیمہ میں قسطنطنیہ کے فساد کے بھی حالات مندرج ہیں۔

* تو اودہم برپا کر رکھا ہے۔ مگر اونسے بدرجہا زیادہ سخت مظالم پر۔

بدنام کرسکتی ہے۔ وہ گوکو۔ سکو بلیاف۔ کاف[1] ہیں۔ اور دیگر روسی سپہ سالاروں کی سیہ کاریوں اور مسلمانوں کو بلا تمیز عمر و جنس یکمشت تیغ کر دینے سے واضح ہو رہا ہے۔ میں یہ واقعات اسلئے بیان کیے ہیں کہ مشرق میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی موجودگی کی مسئلہ کو دیکھیں اور نیز اسلئے کہ ترک اپنی جمیع عیوب کا بوصف اپنے عیسائی معترضین اور نکتہ چینوں کی ناانصافی اور دورخی و منافقت پر حیران و ششدر ہونے کیلئے کافی و دلائل موجود رکھتے ہیں۔

مرد بیمار کا ورثہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ستمبر ۱۸۹۵ء سے لیکر اپریل ۱۹۱۸ء کی ترکی فتوحات کے وقت تک یہ خیال عالمگیر ہو رہا تھا کہ سلطنت کا شیرازہ اکھڑنیکا وقت قریب پہونچگیا ہے۔ مرد بیمار اب آخری دم توڑ رہا ہے۔ اور عنقریب عثمانیوں کا ترکہ انکو طامع قیصروں اور رعایا کو مابین تقسیم ہونیوالا ہے۔ انگلستان میں ترکوں کی برخلاف عام جوش اور تحریک پھیل جاتی[2]۔ انگریزی گورنمنٹ کی مخالفانہ پالیسی اور اون تہدید و انذارات سے جو لارڈ سالسبری نے لیورپول کی پیمبر اور نیز بکر عام مجالس میں سلطان المعظم اور اوسکی گورنمنٹ کو کی تھیں اس خیال کو سند تقویت پہونچگئی تھی۔ اور یونانیوں نے جنہیں ۱۸۷۷ء کی محاربہ میں ہاتھ پاؤں نہ ہلانے اور ایک گونہ خاموش رہنے کا انتہائی سف تھا اس مرتبہ توقف و درنگ سے اپنا موقع ضائع نہ کیا۔ وزیر اعظم الجزم کرلیا کہ اکثر اہل الرای کا خیال ہے کہ مدوس نوویہ پر وہ یونان کو ترغیب دی تھی۔ دونو ممالک کے شاہی خاندانوں کی قرابت باہمی اور گہری تعلقات سے اس خیال کی بیقید تائید بھی ہو رہی تھی۔ انکے برعکس بعض ایسے لوگ بھی ہیں جنکی رائے میں نہایت گہری بلکہ البتہ چال چلا اور سوء ترکوں اور یونانیوں کو اسلئے آپس میں ٹکرا دیا کہ جزیرہ نمائے بلقان کو مخالف روس دونو عناصر ایکدوسرے کی ساتھ لڑ بھڑ کر زود ضعیف ہو جائیں۔ میں یونانیوں میں روس اور روس کی اقتدار کیطرف سے شک اشتباہ اور نفرت کو عالمگیر پایا۔ انکا یہ عام قول تھا کہ اگر روسی ترغیب نہ ہوتی تو ہم کبھی جنگ کرتے۔ لیکن جنگ کے وقت سے روسی گورنمنٹ نے جو وضع اور پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس سے اس خیال کی بشکل کو تصدیق یا تائید ہو سکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ روسی پالیسی گہری اور پیچدار ہے کہ ظاہری علامتوں سے نتائج نکالنا یا اسکی تہ کو

---

[1] خانج و ربا دکندہ ترکستان [2] مسئلہ آرمینیا کا شروع اور وسط میں انگلستان کی گورنمنٹ اور عام اہل الرائے کو کارروائی کی تھی۔ اسکا مفصل ذکر موزمنہ مظالم آرمینیا و واقعات روم اور بست سالہ عہد حکومت میں کر دیا ہے۔ اس غلط پالیسی کی نامناسبت اور مضرت بالوضاحت بیان ہو چکی ہے میرے آرا کی تائید اب مسٹر شیلڈ بارڈ کی اس تازہ تصنیف سے ہوتی ہے۔ بلکہ ایک اور منصف مزاج بلند مقدرت انگریز (مذہبی مشنوں کی نکتہ چینی اور ایسیائے خاری اور انکے حامیوں کی نامناسب کاروائیوں کی کئی صفحہ آرمینیا میں ہے) کو جو شدید واقعات اور حالات کی بنا پر اچھی طرح سے واقف تھا کی مطبوعہ ہے اس شریف النفس انگریز کو رسالہ کا تحریر بھی عنقریب شایع کیا جائیگا۔ ستمبر ۱۹۱۶ء کو صدر واقعات اس تحریر میں نہیں یا بجملی طرز مختصر سا اشارا کر دیا گیا ہے مع ایسے واقعات کو جو بالوسط طور پر سلطنت عثمانیہ اور خلافت عظمیٰ سے متعلق رکھتے ہیں بطور ضمیمہ آخری حصہ کتاب کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے [3] محاربہ کو ختم کرنیکے تقریباً ایک سال بعد مارشل بیچ کو کریٹ کی گورنری کے لئے پیش کر تا اور پھر ۱۹۰۸ء کی آخری تاریخ میں اسکے سر عہدہ پر مقرر کر دینا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ضرور روس کی نیک نیتی پر شبہ پیدا ہو سکتا ہے اور خواہ مخواہ یہ خیال گر جاتا ہے کہ شروع میں بھی انکی نیت نیز نہ تھی مگر یونانیوں کی دلیرانہ کاروائی کا حوصلہ انہیں انگلستان کی پبلک ذہبی کچھ کم حصہ لیا تھا جیسا لارڈ سالسبری نے ایک موقعہ پر صاف کہدیا تھا کہ محاربہ روم و یونان کی خونریزی کی ذمہ داری سے ولیعہد یونان کی شوکت اون الیکسیو ممبران پارلیمنٹ کو مسور نہیں ہوئی شاہ یونان کو اپنی رفاقت اور ہمدردی کا بذریعہ تار یقین دلایا تھا۔ ۱۸۹۷ء کو اخیر میں مسٹر لیوشیر مالک وائیز ہیرالڈ سے ملاقات کی تھی اور اسکو ایک عجیب حیرت انگیز و مبالغہ آمیز محاربہ کی ظاہر کی تھی اور اسکی روایت کے مطابق شاہ یونان کو ایک خط لکھی ایک روسی شہزادی کی ساتھ شادی ہونیکے متعلق وہ قرار

---

[1] اسکا نام حکمۃ الحق ہے۔

پہونچ سکنا محال ہے۔

روسی پالیسی اور کارروائی کی نسبت میری رائے جسکی تائید اکثر واقعات سے جو صفحات آیندہ میں درج ہیں ہوتی ہے کہ

ارمنی سازش ۱۸۹۲ء میں جب سسٹر گلیڈسٹون پھر وزیر اعظم ہوا تو اسنے سلطنت عثمانیہ پر آخری حملہ کرنے کیلئے معاملات موجودالوقت کی صورت حال کو نہایت مناسب تصور کیا۔ ایسے حملہ کی کامیابی کیلئے خواہ وہ کسی نام سے کیا جائے۔ انگلستان اور ٹرکی میں کامل بگاڑ ہونا مقدم اور لازمی شرط ہے۔ روس کو ۱۸۵۴ء کی مہیب اور گراں خرچ غلطی اور ۱۸۷۸ء میں مقام برلن لارڈ بیکنسفیلڈ کو جو کامیابی ہوئی تھی۔ وہ اچھی طرح سے یاد تھی اور اسنے اوسے ایسی عبرت ہوگئی ہے کہ وہ ٹرکی پر کسی ایسے وقت کبھی حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جبکہ انگلستان ٹرکی کی حمایت میں کھڑا ہوجانا امکان میں داخل ہو۔

بنابرین پہلے انگلستان اور ٹرکی میں بگاڑ پیدا کرنے کی تدبیر اختیار کیگئی۔ اس مدعا کے حصول کیلئے ارمنوں سے بغاوت کرانے کی غرض سے روس میں روسی روپیہ کی امداد سے انقلابی سازشی کمیٹی کی بنا قایم کیگئی۔ روس نے یہ کارروائی ایسی مہیا کی سے شروع کی کہ روسی سفیر متینہ قسطنطنیہ تک بھی اس سازش کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس خفیہ اور اہلیانہ سازش کے مقاصد و مدعا سازش مذکور کے کھلے عرصہ پہلے دنیا پر ظاہر ہوگئے تھے۔ مشہور امریکن مشنری ڈاکٹر ہیملن نے ۱۸۹۳ء میں اسکے متعلق حسب ذیل تحریر کیا۔ "ایک ارمنی انقلاب پسند جماعت مشنری کام اور سلطنت عثمانیہ کے بعض حصوں کی کل عیسائی آبادی کو سخت نقصان اور تکلیف پہونچانیکا باعث ہوئی ہے۔ یہ ایک خفیہ انجمن ہے اور منظم اور کارروائی کامل عیاری و حیلہ بازی سے انجام دیا جاتا ہے کہ ویسی عیاری صرف بلاد شرقی کا حصہ ہے۔ اہالی مغرب میں اسکا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ ایک نہایت سمجھدار اور ذہین ارمنی فیملین نے مجھے یقین دلایا کہ یہ نیہلسٹ (انقلاب پسند سازشی) گروہ جو کل سلطنت میں باقاعدہ پھیلے ہوئے ہیں ترکوں اور کردوں کو قتل کرنے اور انکے دیہات کو پھونکدینے کے لیئے مناسب موقعوں کی تاک میں رہینگے اور موقعہ ملتے ہی پرانے کاموں سے فارغ ہوتے ہی پہاڑوں کو بھاگ جائینگے۔ اس کارروائی سے غضب آلود ہوکر مسلمان بھی لے لیتے پر اُتھ کھڑے ہونگے اور بیپناہ ارمنی باشندوں پر حملہ آور ہوکر اُنکو ایسی بیرحمی سے قتل و تیغ کردینگے کہ روس انسانی ہمدردی اور مسیحی تہذیب کی آڑ میں ملک میں داخل ہوکر اوسپر قابض ہوجائیگا۔"

"مینوا سینچاکسٹ انقلابی جماعت کے شیطانی ارادوں اور حرکات میں سے صرف چند ایک کا نہایت ہی نرم پیرایہ میں اظہار کیا ہے۔ اسکی بنیاد روسی ہے۔ اور روسی زر اور روسی عیاری کا اوسکی روح و روان ہیں۔ یہ انجمن ایسی ہلیانہ ہے کہ تمام مشنریوں کو امریکن ہوں یا دیگر ممالک کے اسکی نہایت زور سے مخالفت کرنی واجب ہے۔ یہ سازش ہر ایک اتواری مدرسہ میں داخل ہونے اور معصوموں اور بھولے دام فریب میں لاکر اس شیطانی انجمن کی معاون و مددگار بنانیکی کوشش کررہی ہے۔ بس ہمکو اس امر کی احتیاط رکھنا سخت لازمی ہے کہ ارمنوں کی دوستی اور اعانت کرتے وقت ہم سے کوئی ایسا کام سرزد ہونے پائے۔ جس سے کسیطرح بھی یہ نتیجہ نکل سکے۔ یا یہ قیاس ہوسکتا ہو

خاندانوں میں بخش پیدا ہوگئی تھی۔ اس بخش کو انگلو کیتھولک ایکسرچ فرقہ یونان نے روسی گورنمنٹ کی نصیحت تاکید پر ترکوں سے ۱۸۷۰ء میں علیحدگی شروع کردی اور دوسرے فرقہ کاتھلک کی وجہ سے ترکی زیر نوازشوں کی حمایت کی گئی اور فدیہ سے تصدیق نہیں ہوئی۔ ؎ ڈاکٹر شدر کے بیانات واقعات روم میں مفصل درج ہیں۔

کہ ہم اس تحریک کو جسے بنظر کراہیت وحقارت دیکھنا ہم سب پر فرض ہے پسند کرتے ہیں"۔ اسی کے متعلق رائٹر ایجنسی کے ایک نہایت ذکی الفہم اور قابل نامہ نگار نے ایشیاء کوچک کے ارمنی اضلاع کی سیاحت کے بعد مارچ ۱۸۹۴ء میں حسب ذیل تحریر کیا "ارمن فتنہ انگیزوں نے یہ تجویز کر رکھی ہے کہ خود ابتدا کر کے مسلمانوں پر ایسے مظالم توڑے جائیں کہ وہ اونسے سخت برافروختہ اور مشتعل ہو کر عیسائیوں پر بجواب ترکی بہ ترکی ایسا ظلم وستم اور اونکی خونریزی اور بیحرمتی کریں کہ کل عیسائی دنیا غضب آلود ہو کر اپنے ہم مذہبوں کی حمایت میں کھڑی ہو جائے۔ ارمن مرد چونکہ عموماً بھاگ گئے ہونگے مسلمانوں کا غصہ زیادہ تر بے پناہ عورتوں اور بچوں پر ہی نکلیگا۔ فتنہ انگیزوں کے سرغنے جانتے ہیں کہ ایسا ہی ظہور میں آئیگا۔ اور یہ مسلم امر ہے کہ وہ اسی بات کو اپنی کامیابی کا زبردست عنصر اور موجب خیال کرتے ہیں"۔ اس نامہ نگار نے یہ حیرت انگیز پیشینگوئی کی تھی کہ "فتنہ انگیزوں کیطرف سے بڑا حملہ خود قسطنطنیہ کے شہر میں کیا جائیگا۔ اور کہ لڑائی کا اصل صدمہ شہر مذکور کے ادنی باشندے اٹھائینگے"۔ یہ پیشینگوئیاں جو مارچ ۱۸۹۴ء میں لکھی گئی تھیں۔ جولائی و اگست ۱۸۹۴ء میں بمقام ساسون اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو بمقام قسطنطنیہ بحر فیاپوری اتریں۔ ترکی ارمنوں کی بغاوت کرنے یا خونریزی ہونے سے بہت عرصہ پہلے یہ دونو پیشگوئیاں کیگئی تھیں۔ بغاوت ساسون جولائی ۱۸۹۴ء میں جا کر شروع ہوئی تھی۔

تشہیر مظالم مفروضہ بغاوت ساسون کے فرو ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد جسمیں بہت تھوڑے یعنے صرف ۲۶۲ ارمنی ضایع ہوئے۔ تمام مغربی یورپ اور امریکہ کے مگر زیادہ تر انگریزی اخبارات میں نہایت ہی خوفناک اور ناقابل فہم محاربہ مظالم کمال مکروہ پیرایہ میں برپا ہو گیا۔ اخباروں کو مظالم کی بڑی مانگ اور ٹوہ رہتی ہے۔ عام مذاق زیادہ تر اسیکا متلاشی رہتا ہے۔ جس امر سے موجودہ تہذیب کی ایک سخت کمزوری ہویدا ہو رہی ہے۔ اکثر اچھے یا بظاہر اچھے آدمیونکو مظالم کے تفصیلی حالات کی ویسی ہی طلب رہتی ہے جیسی کہ بری آدمیوں کو بری کاموں کے عملاً کر گزرنیکی۔ اور یہ دونو خواہشیں انسانی دل و دماغ کی کجی یا بیماری کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر دسمبر ۱۸۹۴ء اور اکتوبر ۱۸۹۵ء کے درمیان جس عرصہ میں کہ کسی نمایاں حد تک کوئی حقیقی مظالم وقوع میں نہ آئے تھے محاربہ مظالم کی حیرت انگیز وسعت اور نشو و نما کا باعث کبھی صرف وہ تردد اور کوشش نہیں ہو سکتی جو اخبار نویس عام ناظرین کے غیر صحیح اور نامناسب مذاق و طلب کو پورا کرتے رہنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ وسعت اور نشو و نما نہایت احتیاط سے تیار اور کمال غور و پرداخت سے مرتب کیے گئے انتظام تشہیر اور سازش کا نتیجہ تھی جسکے بعض گماشتے اور ایجنٹ تنخواہدار اور کئی سازشیوں کے مکر و فریب کے معصوم مگر خواہان اور رضامند شکار تھے۔ مظالم کے متعلق تمام داستانیں اور اکثر ٹیلیگرام دراصل ایک ہی اشخاص اور ایک ہی مقام اور ایک ہی انجمن یعنے اون چند عیار ارمنی سازشیوں کی جماعت کیطرف سے جنکا حصہ کثیر روسی سرحد کے اندر کارونگان اور ٹفلس کے درمیان مقیم تھا موصول ہوتے تھے۔ ان سازشیوں میں سے چند ترکی قلمرو میں خود ارض روم کے اندر یا قرب و جوار میں تھے۔ انگلستان میں یہ مظالمی تحریک ایسا زور پکڑ گئی کہ اوسنے تقریباً اسلام کے برخلاف عام جہاد کی صورت اختیار کر لی۔

اسوقت بھی تشہیر وغیرہ کے لیے تقریباً وہی انتظام کیا گیا جو ۱۸۷۶ء کے مظالم بلغاریا کے متعلق روس نے کیا تھا۔ اور اس تشہیر کا مدعا بھی وہی تھا۔ یعنے انگلستان کی پبلک کو ترکی سے برگشتہ خاطر کر دیا جائے۔ تاکہ سلطنت عثمانیہ کی حیات و موت بالکل روس کے رحم پر منحصر ہو جائے۔ ۱۸۹۵ء میں روسی پالیسی کا ناخدا ایک نہایت ہی قابل اور مستقل مزاج مدبر پرنس لوبناف تھا۔ جسکی شب و روز یہی خواہش اور کوشش تھی کہ روس کے قدیمی اور کبھی نہ ٹلنے والے مقصد و مدعا کو حاصل کیا جائے۔ یہ مدعا سب جانتے ہیں یہ ہے کہ قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ پر تصرف و قبضہ کیا جائے۔ پرنس لوبناف

اپنے مدعا کے حصول کیلئے جائز یا ناجائز وسائل اور ذرایع کی کچھ پروا نہ رکھتا تھا۔ وہ خالص روسی تھا۔ اور قومی خواص اُسمیں بدرجہ کمال موجود تھے وہ محب وطن بلند عزم۔ بلند پرواز اور جایز یا ناجائز کی پروا نکرکے جسطرح بن پڑے اپنے مدعا کی تکمیل کا عزم بالجزم رکھنے والا آدمی تھا۔ دو باتوں میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ روس کے مدنظر رہتی ہے۔ انمیں سے ایک یہ ہے کہ سلطنت عثمانیہ کو ایسے طریق سے کامل برباد و معدوم کیا جائے کہ قسطنطنیہ کا شکار عظیم اُسے مل سکے۔ دوسری یہ ہے کہ ٹرکی کو ایسی حالت میں کردیا جائے کہ وہ روس کی پوری پوری دست نگر ہو جائے۔ اور خواہ تخت عثمانیہ قایم رہے۔ سلطان دراصل زار کے محکوم و باجگزار سے بڑھکر نہ ہو۔ کبھی روس پہلے مدعا کے درپے رہتا ہے۔ اور کبھی دوسرے کے۔ دونوں سے اوسکی غرض یکساں حاصل ہو سکتی ہے۔ روسی چانسلر (وزیر خارجیہ) نے اپنی عمر کے آخری بارہ مہینوں میں چند وجوہات و اسباب اور بالخصوص جرمن قیصر کے فعل کی وجہ سے دوسری روش کو ترجیح دینا مناسب تصور کیا۔ یہ مدبر ایسی بے نظیر قابلیت سے اپنی چال چلا۔ کہ روسی روپیہ اور تحریک سے برپا شدہ متذکرہ صدر محاربۂ مظالم کیوجہ سے جو ۱۸۹۴ و ۹۵ء میں خوب زوروں پر رہا۔ انگلستان کی عام رائے ٹرکی سے بالکل برگشتہ اور منحرف ہو گئی۔

ٹرکی کی برگشتگی اب صرف اس بات کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ کہ سلطان المعظم اور ترکی قوم کو یہ ذہن نشین کرا دیا جائے کہ انگریزی گورنمنٹ بھی ٹرکی کی مخالف ہے اور وہ بھی فی الحقیقت ویسی ہی منحرف اور برگشتہ خاطر ہے جیسی کہ انگلستان کی عام رائے۔ یہ کام ایم نیلیڈوف روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے سپرد کیا گیا۔ اور اس تیز فہم اور تجربہ کار سفیر نے اس کام کو کامل کامیابی اور قابل تعریف ہوشیاری کے ساتھ برسر انجام پہونچا دیا۔ انگلستان کی بدقسمتی سے ایم نیلیڈوف کو انگریزی سفیر متعینہ بابعالی اپنے مدعا کی تکمیل کیلئے نہایت ہی مفید۔ مگر جو نادانستہ اپنے رقیب کے کام آرہا تھا۔ آلہ ہاتھ آگیا۔ ڈپلومیسی اور سفارتانہ معاملات کی کل تاریخ میں اون کاغذات سے بڑھکر کوئی چیز زیادہ عبرت بخش اور نصیحت دہ نہیں جنمیں یہ درج ہے کہ ایم نیلیڈوف اپنے ہمجلیس اور رفیق ایم کیمبنس فرانسیسی سفیر کی ذہانت اور فرزانگی سے پوری پوری مدد پاتے رہکر کسطرح سر فلپ کری کو ٹرکی کے برخلاف دھمکی اور دباؤ کے خاردار اور خطرناک راستہ پر آگے بڑھائے چلا گیا۔ نومبر ۱۸۹۴ء سے لیکر جبکہ ہمارے سفیر نے بغاوت ساسوں کے طریق انطفا کے متعلق تحقیقات کیے جانیکا مطالبہ کیا۔ جولائی ۱۸۹۵ء تک جبکہ پرنس لوبناف نے انگریزی مداخلت کے راستہ میں علانیہ حایل ہو کر لارڈ سالسبری کو صاف صاف کہدیا کہ ایسی مداخلت روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے مرادف ہوگی۔ سر فلپ کری پورا پورا روسی سفیر کے دہوکہ میں رہا۔ اور اس اثنا میں اوسے کبھی ایک لحظہ کیلئے بھی نیلیڈوف کی نیک نیتی اور صادقانہ رفاقت پر شبہ نہوا۔ بلکہ ٹرکی پر دباؤ ڈالنے کیلئے روس فرانس اور انگلستان کے اتحاد کا علانیہ و درپردہ دونو طرح لنبا چوڑا اظہار کیا جاتا رہا۔ اور سر فلپ کری نے کل ذمہ واری اپنے سر لیکر ایشیائے کوچک کے لیے اصلاحات کا ایک ناممکن العمل۔ گران خرچ اور سخت اشتعال دہ مسودہ پیش کر دیا۔ دونو انگریزی* گورنمنٹوں کو یہ یقین کر لینے دیا گیا تھا۔ کہ وہ سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لیے روسی شراکت پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔

سلطنت عثمانیہ کے موروثی دشمن روس اور اوسکے غلام حلقہ بگوش فرانس کے ساتھ ملکر انگلستان کے اسطرح کروفر کے ساتھ ٹرکی پر دباؤ ڈالنے سے طبعی طور پر سلطان المعظم کی مسلمان رعایا پر نہایت ہی بُرا اثر پڑا۔ سر فلپ کری کے مسودہ اصلاحات سے جسکی منظوری پر کثیر التعداد اور غالب اثر مسلمان قلیل التعداد عیسائی آبادی کے ماتحت اور دست نگر ہو جاتے۔ مسلمانوں میں عام ناراضگی پھیلگئی۔ اور اس ناراضی اور

* یعنی لبرل گورنمنٹ اور اُسکی جانشین یونینسٹ گورنمنٹ جو ۱۸۹۵ء کے وسط میں عنان حکومت پر متصرف ہوئی۔ مترجم

غیظ و غضب نے اکتوبر نومبر اور دسمبر ۱۸۹۵ء کو افعال قبیحہ کی پوری تاریخ صاف کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ ارمینیا خوب زوروں پر تھا۔ اور یورپین پریس کی توجہ کو خاتمہ کو قریب ۱۲ دسمبر میں عنقریب داخل ہونیکا تہیہ کر رہی تھی۔ روسی چانسلر اپنا مشہور اعلان صادر کر دیا۔ کہ دول متحدہ کو بیڑہ بحیرہ اسود میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جس اعلان سے انگریزی گورنمنٹ حیران و ششدر رہی رنگ گئی۔ بلکہ اپنے دل میں خفیف رنجیدہ بھی از حد ہوئی۔

روسی پالیسی کئی ناظرین سوال کرینگے کہ روسی چانسلر اسوقت کیوں یکبارگی ٹرکی کو اپنے پروں کے نیچے لیکر سلطنت عثمانیہ کی قطع برید میں بظاہر حامل ہو گیا۔ اسکے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ روس کی ہمیشہ سے یہ کوشش اور پالیسی رہی ہے۔ کہ ٹرکی میں حقیقی اصلاح و ترقی نہو اور خرابی انحطاط کو بڑھاتا رہے تاکہ ایکدن ٹرکی اندرونی کمزوری ہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور سلطنت عثمانیہ خوب پختہ نا پاتی کیطرح خود بخود روس کو نا تھوں گر پڑے۔ دوم یہ کہ روس کبھی نہیں چاہتا کہ دیگر یورپین طاقتیں اور خاصکر انگلستان قریباً لگ ٹرکی کے منقطع اجزاء یعنی قسمت کے علی و قطعی تصفیہ میں کوئی عملی حصہ لے۔ اگر انگریزی بیڑہ قسطنطنیہ میں موجود ہو تو اس سے انگلستان آئندہ کی فیصلہ میں غالبانہ بھی خاصی مقتدر رہے۔ روس کمنی کو قابل ہو جانے یہی وجہ ہے کہ روس انگریزی بیڑہ کو قسطنطنیہ سے دور رکھنے کی نامعقد و کوشش کرتا رہا ہے اور کرتا رہیگا۔ روس تب تک ٹرکی کو معدوم نہیں ہونے دیگا یا کریگا۔ جبتک کہ عثمانی تصفیہ صرف اوس کیلئے کہ ہاتھ میں نہ آجائے۔ لارڈ سالسبری (ایم نیلیڈوف کی روباہ بازی اور مکر و فریب کو متعلق اپنی ناراضگی اور آزردگی کو کوئی مخفی نہیں رکھا۔ بلکہ اسکا صاف صاف اظہار کر دیا تھا۔ گذشتہ میں اس ایلچی نے بمقام قسطنطنیہ باتھ گفتگو مجھے بیان کیا کہ وہ لارڈ سالسبری کی شہامت و بلند طبعی کو سراہتے اور پھر اسکا حسن ظن حاصل کرنے کیلئے دل سے خواہشمند اور ساعی ہے۔

جرمن پالیسی ٹرکی کے معاملات میں جرمنی نے گذشتہ تین برسوں میں بہت بڑا اور اہم حصہ لیا ہے۔ انگلستان میں جرمن پالیسی کو سراسر بڑا کہنا اور جرمن قیصر کی ہنسی اڑانا عام فیشن ہو رہا ہے۔ یہ فیشن احمقانہ بلکہ میری رائے میں صریح نامناسب اور ناجائز ہے۔ کیونکہ (اسوال کے) پریسیڈنٹ کروگر کو مہم جیمسن کی ناکامی پر مبارکباد کی ٹیلیگرام کو مبارک واقعہ کو مولد جسکا خود قیصر سے بڑا کچھ کیا تعلق نہیں۔ قیصر کی خارجیہ پالیسی نہایت محتاط۔ باحزم۔ دلمن پورانہ اور دنیا کو امن کی قیام کی موید ہی ہے جرمن پالیسی مزید براں مشرق میں بالواسطہ طور پر انگریزی اغراض کی بھی بہت مدد ہی ہے۔ اگر اس جرمن پالیسی کا اعتدال قائم کرنیوالا اثر موجود نہ ہوتا تو بالغلب وجود یورپ عرصہ کا جنگ عالمگیر میں مبتلا ہو گیا ہوتا۔ سلطنت عثمانیہ کی تقسیم ہو گئی ہوتی اور ایسی طرح ہو گئی ہوتی جو بحیرہ روم الارض (روم) اور مشرق میں انگلستان کے بحری اور پولیٹیکل اقتدار کو حق میں مہلک نہ سہی سخت خطرناک ضرور ہوتی۔

مشرق میں جرمنی نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اسکو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ماضی کو زمانہ گذشتہ کیطرف نظر دوڑانا واجب ہے۔ اوسوقت انگریزی اخبارات کا ایک حصہ یکبارگی اور حیرت انگیز پرجوشی کے ساتھ روس کی دوستی اور اتحاد کی خواہش الاپنے شروع کر دئے تھے۔ انہی دنوں پرنس آف ویلز سینٹ پیٹرزبرگ گئے تھے۔ جہاں ان کی بڑی پیمانہ پر مہمانداری کی گئی۔ متذکرہ صدر اخبارات نے اس ملاقات کو بڑا چڑھا کر اور اہم پولیٹیکل واقعہ قرار دیا۔ اور اسپر پولیٹیکل ارتباط کا رنگ چڑھا دیا۔ اور یہ لکھنا شروع کر دیا کہ انگریزی اتحادات کا اب نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ روس جرمنی کی جگہ لیگا۔ اور انگلستان اور روس آپس

صلاح و مشورہ کرکے یورپ اور ایشیا کی معاملات کا خود ہی تصفیہ کردیا کرینگے۔ ان تحریروں اور اس جوش و خروش سے فطری طور پر جرمن والوں کے دلمیں شبہات اور بدظنی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جبتک یورپ دو ایسے مساوی کمپنیوں میں منقسم ہے جیسے کہ اسوقت ایکطرف روسی فرانسیسی اتحاد ہے۔ اور دوسریطرف جرمن سلطنتوں کا اتحاد ہے۔ تب تک انگلستان کا اتحاد لازمی طور پر نہایت قیمتی عنصر ہے۔ اور جس فریق کے ساتھ وہ متحد ہوجائے اوسی فریق ثانی پر بے انتہا غلبہ اور فوقیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اس امر کی کچھ بھی علامت دکھائی دیتی ہے کہ انگلستان دوسرے فریق کیطرف جھک رہا ہے تو جرمنی میں فی الفور سخت تشویش اور بےچینی ناشی ہوجاتی ہے۔ ۱۸۹۴ء میں زار اسکندر ثالث کے مرنے پر انگریزی اخبارات کی طرز تحریر اور وضع سے جرمنی میں محولہ بالا تشویش شروع ہوئی۔ اور جب جرمنی نے دیکھا کہ انگریزی پالیسی علانیہ روس اور فرانس کے ساتھ ملکر قسطنطنیہ میں کام کررہی ہے۔ تو اسکی تشویش میں اور اضافہ ہوگیا۔ پریسیڈنٹ کروگر کو جرمن قیصر نے جو تار بھیجا تھا۔ اس نامبارک واقعہ کا کسیقدر موجب یہی رنجیدگی تھی۔

مزید براں جرمن گورنمنٹ نے بخوبی محسوس کرلیا کہ ٹرکی کی معدومیت سے یورپ میں موازنہ طاقت بالکل درہم برہم ہوجائیگا۔ براعظم کے امن میں خلل پڑجائیگا۔ اور جرمن سلطنتوں کی سلامتی معرض خطر میں پڑجائے گی۔ آسٹریا کے فرزانہ اور عقلمند مدبروں کی بھی برسوں سے یہی رائے ہے۔ اسی احساس پر جرمنی گورنمنٹ نے اون سازشوں کو بے اثر کرنے کے لیے جو ٹرکی کی معدومیت یا اوسکی آزادی کو برباد کرکے سلطنت عثمانیہ کو روسی علاقہ تابع بنانے کیواسطے کیجارہی تھیں مستعدی کے ساتھ بالمقابل کارروائی شروع کردی۔ اس امر کے باور کرنے کے لیے وجہ موجہ موجود ہے کہ پرنس لوبناف[1] کی بیوقت موت پر (جس واقعہ پر مسٹر گلیڈسٹون نے ارمنوں کا بڑا طرفدار ہونے کی وجہ سے بے انتہا مسرت ظاہر کی تھی) خواہان جنگ فریق کو روسی دربار میں غلبہ حاصل ہوگیا۔ اور باسفرس پر روس کا عنقریب حملہ آور ہوجانا یقینی سا ہوگیا۔ روسی صیغہ جنگ کا چند گذشتہ برسوں سے یہ خیال ہورہا ہے کہ علاقہ تھریس کے شمال مشرقی گوشہ میں یکبارگی فوج کثیر جہازوں سے اتار کر ڈرکوس پر جہاں سے قسطنطنیہ کو پانی بہم پہونچایا جاتا ہے قبضہ کرلیا جائے۔ اور اون قلعوں پر جو باسفرس کی حفاظت کیلیے موجود ہیں عقب سے دھاوا کیا جائے۔

اس ارادہ کی اطلاع ملنے پر جرمنی اور آسٹریا نے روس کو متنبہ کردیا کہ وہ ٹرکی کی معدومیت کی بزور شمشیر مزاحمت کرینگے۔ اس تنبیہ سے خواہان جنگ فریق کی جو نوجوان اور شریف النفس زار کی شریفانہ مخالفت پر غالب آچکا تھا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکا ارادہ ترک یا ملتوی کردیا گیا۔ اور اوسوقت سے جرمنی اور روس میں یہ دوڑ شروع ہوگئی۔ کہ عثمانیوں کی فوجی طاقت سے فایدہ اٹھانیکے لیے ترکی گورنمنٹ کو متحد بنانے کی بازی کون سلطنت جیتتی ہے۔

روسی سفیر کی ناکامی یہ بازی جرمنی نے جیت لی ہے۔ روسی سفیر کی کسی کوتاہی یا ناقابلیت کیوجہ سے نہیں بلکہ محض اسلیئے کہ روسی سفیر کے برخلاف بہت سے اسباب جو نہایت زبردست تھے حایل ہوگئے۔ ترکوں

[1] یہ وزیر ۳۱ اگست ۱۸۹۶ء کو زار اور زارینہ کے ہمراہ روس سے آسٹریا کو جاتا ہوا راستہ میں ٹرین پر دفعتاً فوت ہوگیا۔ زار اور زارینہ اس موقعہ پر کل یورپ کی سیاحت اور فرانس کے ساتھ اپنے تعلقات کی پختگی کو ظاہر کرنے کیلیے اپنی ملک سے روانہ ہوئے تھے۔ اور کئی ماہ کے بعد آسٹریا۔ جرمنی۔ ڈنمارک۔ انگلستان اور فرانس کی سیاحت کرکے واپس گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اسی ملاقات کے جواب میں فرانس کا پریسیڈنٹ فار جو فروری ۱۸۹۹ء میں یکبارگی اور ناگہان فوت ہوگیا۔ روس گیا تھا

میں روسیوں کیطرف سے جو بدظنی اور نفرت مستولی ہے وہ عرصہ دراز سے ہی نہیں چلی آتی بلکہ معقول وجوہات پر مبنی ہے۔ روس قدیم الایام سے ترکی کا دشمن ہے اور ایذا دہندہ چلا آتا ہے اور ہر سمجھدار ترک کو اسکا علم ہے۔ پچھلے روسی جگر دوز واقعات جنمیں روسی افواج نے ترکی مسلمانوں کی خونریزی اور بیحرمتی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی اور کسی قسم کا وحشیانہ ظلم وستم ایسا نہ تھا جو ان بیچاروں پر نکیا گیا تھا اب تک ترکوں کو بخوبی یاد ہیں۔ ان زبردست اور بالکل معقول و بیجا تعصبات پر ایم نیلیڈوف کی ایلچیانہ قابلیت اور مدبرانہ فراست گو وہ بہت ہی اعلے درجہ کی ہیں کبھی غالب نہیں آسکتی تھیں مزید برآں یہہ بخوبی معلوم ہے کہ جرمنی روس کی برعکس ترکی کو نقصان پہونچا کر کوئی اراضی حاصل کرنا تو درکنار پولیٹیکل اقتدار کی بلاواسطہ توقیر تک کی بھی مطلقاً خواہش نہیں رکھتی۔ جرمنی کو قسطنطنیہ کے قبضہ کی آرزو تو کجا۔ ایشیاء کوچک کا کچھ حصہ دبوچ لینے یا آبنائے ڈارڈنیلز و بامنرس پر قبضہ کر لینے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ جرمنی کی بڑی سے بڑی خواہش ترکی کا فوجی اتحاد اور چند تجارتی مراعات ہیں اور چونکہ یہہ مراعات ترکی کیلئے بھی ویسی ہی مفید ہیں جیسی کہ جرمنی کیلئے۔ ترکی اونکو عطا کرنیکے لئے دل و جان سے تیار ہے۔ الغرض ایم نیلیڈوف کو جلد منکشف ہوگیا کہ جرمن اقتدار کو دربار ہمایون اور بابعالی (سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ) دونوں جگہہ بے اندازہ غلبہ حاصل ہے۔ اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ ملازمت سے پنشن پر علیحدہ ہوگیا۔ یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بمنشاء خود کنارہ کش ہوا یا حکماً۔ لیکن باغلب وجوہ اسکا باعث اس ناکامی کی خفت تھی۔ مشکلات کریٹ اور اوس نازک موقعہ کے دوران میں جو محاربہ روم و یونان سے پیشتر حادث ہو رہا تھا۔ جرمنی نے اپنے کل اقتدار سے ترکی کی حمایت میں جو بالکل حق بجانب اور برسر انصاف تھی کام لیا۔ روس نے بھی یونانیوں کی عملی مداخلت کے وقت سے معقول حد تک ترکی کی تائید کی۔ زار نے محاربہ کو بند کرانیکی درخواست جن الفاظ میں بذریعہ تار سلطان المعظم سے کی تھی اونسے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ روسی گورنمنٹ کو اس امر کا بڑا خیال تھا کہ سلطان المعظم کو کسیطرح آشفتہ خاطر ہونیکا موقعہ نہ ملے۔ زار نے از مقام سارکوسیلو بتاریخ ۱۷ مئی ۱۸۹۷ء جو تار سلطان المعظم کی خدمت میں ارسال کیا۔ اوسکی عبارت جو سرکاری طور پر شایع کیگئی تھی حسب ذیل ہے۔

"اگر سچی دوستی کے تعلقات اور انس ہمسائگت جو ہم دونوں میں موجود ہیں مجھے ذات شوکت مآب شہنشاہی کے نہایت ہی شریفانہ خیالات کے پاس یہہ التجا کرنے کی تحریک کریں اور میرے دل میں اس امر کی پختہ امید پیدا کریں کہ مردانہ جنگ و جدال میں جناب کی شجاع افواج کو جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ آپ ان فتوحات کی شان و شوکت کو اون امن پسند اور معتدل ارادوں پر صادقانہ قایم رہنے سے جو جلالتمآب نے آغاز محاربہ میں ظاہر کئے ہیں اور پرشکنان سے دریغ نہیں فرمائینگے تو ذات شوکت سمات میری اس التجا اور امید کو بنظر استعجاب نہ دیکھینگے۔ یونان میں اپنی افواج کی حرکت اور پیشقدمی کو فی الفور روکدینے اور قیام امن و انعقاد صلح کے لیے دول عظام کے بیچ بچاؤ اور ثالثی کو منظور فرمالینے سے جناب کی اعلے عزت و وقعت میں جو اسوقت آپکو حاصل ہے اور بھی اضافہ ہو جائیگا۔ اور ایسا کرنے سے آپ ایسی کامل عقلمندی کا کام کرینگے جسکو میں ذاتی طور پر ہمیشہ یاد رکھونگا۔ آخر میں ذات شوکت سمات شہنشاہی سے التجا کرتا ہوں کہ میری کبھی نہ بدلنے والی اور مدامی دوستی پر یقین رکھیں ـــــ نکولس"

اس تار سے ہمارے وہ ہموطن جو ترکوں کی دشمنی اور عداوت میں از سر تا پا غرق ہیں مبہوت ہوگئے۔ اور اونکی متعصب طبیعتوں کو ایک عیسائی بادشاہ کا ایک مسلمان فرمانروا کو بایں الفاظ مخاطب کرنا سخت ناگوار گذرا مگر وہ یہہ نہ سمجھے کہ بین الاقوامی نامہ و پیام اور بالخصوص مشرقی

فرمانروائیوں سے جو خط و کتابت کیجائے اسمیں مناسب ادب و تعظیم اور خوش اخلاقی و مدارات شاذ و نادر نظر انداز کیجاتی ہے۔ اس اصول کو سر فلپ کری باصرار نظر انداز کرتا رہا ہے۔ اور اس اصرار کی نسبت سے انگریزی اقتدار قسطنطنیہ میں کم ہوتا گیا۔ جرمنی نے سلطنت عثمانیہ کو بچالیا۔ ہر طبقہ و جماعت کے ترک اس صداقت کے قایل اور اسکے لئے جرمنی کے مشکور ہیں۔ اسوقت کہ وہ ترکی میں جرمنی کا دوست ہے کسی شخص کا جرمن یا المانی ہونا اسکی کامل خاطر تواضع ہونیکے لیے کفایت کرتا ہے۔ جنگ کریمیا کے بعد ایشیا کوچک میں عام مقبول و مرغوب قسم یہ تھی "مجھے انگریز کے قول کی قسم ہے" افسوس اب اس حسن ظن اعتبار و یگانگت کا نام و نشان باقی نہیں رہ گیا۔ گذشتہ تین برسوں کی غلطیوں کی بدولت انگریزی اقتدار و رسوخ صفر تک پہونچگیا ہے۔ اور ہر جگہہ جرمن اقتدار غالب و فایق ہو رہا ہے۔

جرمن اقتدار کا غلبہ اسکے متعلق مسٹر بگھم ایک نہایت موزون داستان سناتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

ایکدفعہ میں رات کے وقت بہت دیر کرکے لاریسا کو واپس لوٹا۔ ایک چرکس سوار بطور اردلی میرے ساتھ تھا جب ہم تاریکی میں پھاٹک کے قریب پہونچے تو حسب قاعدہ سنتری نے دریافت کیا "کیمد راو" کون جاتا ہے۔ اردلی نے فی الفور جواب دیا۔ المانی پاشا۔ میں نے آواز دی "بن انگلیزم" (میں انگریز ہوں) دروازہ کھولا گیا۔ اور جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ گارڈ سلامی کیلئے صف بستہ کھڑا ہے میں لفٹنٹ سے اسکی وجہ دریافت کی مجھے امید تھی وہ یہہ جواب دیگا کہ پاشا ہونے کی وجہ سے جو خطاب کہ مجھے میرے اردلی نے عطا کیا تھا۔ گارڈ صف بستہ ہوا ہے مگر نہیں یہہ خیال بالکل غلط تھا۔ اوسنے جواب دیا "آفندم" میں نے گارڈ کو اسلیئے صف آرا کیا کہ مجھے خیال تھا کہ تم جرمن ہو۔

جرمنی نے اپنی اس فرزانہ اور دور اندیش پالیسی سے بہت فایدہ اٹھایا ہے۔ یہ پالیسی جیسی کہ نہایت عاقلانہ اور مدبرانہ تھی۔ ویسے ہی اندھا دھند مظالم فروشی اور سلطان المعظم اور کل ترکوں کو بلا استثنا سب و شتم کرنے کی ہماری پالیسی نہایت ہی کورانہ اور احمقانہ رہی ہے۔ جرمنی کو جو فواید حاصل ہوئے ہیں اونکی قدر و منزلت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپین محاربہ کے برپا ہونے پر ترکی کی شاندار فوجی طاقت کا جرمنی کی طرف ہونا ٹھیک آدھی روس فوج کی بیکاری کے مرادف ہوگا۔ یعنی بالفاظ دیگر جرمنی فتحمند و منصور ہوگی۔ دوسری طرف بلاد شرق میں دست بالا اور غلبہ حاصل کرنے کیلئے روس و انگلستان میں جنگ برپا ہو جانیکی صورت میں اگر روس کو ترکی فوج کی اعانت ملگئی تو اسکا صریح نتیجہ یہہ ہوگا کہ ہندوستان انگلستان کے ہاتھ سے نکل جائیگا۔

الغرض ترکی پر یونانی حملہ اوس عام حملہ کا ایک جزو تھا۔ جو جولائی ۱۸۹۲ء میں نہایت احتیاط سے تجویز اور مرتب کیا گیا تھا۔ مختلف اسباب نے جنکو بالاجمال میں اوپر بتا چکا ہوں۔ روس کو حملہ میں شامل ہونے سے روکدیا۔ اور بلگیریا و سرویا کو حرکت نکرنے دی۔ یونانیوں کی بے انتہا نخوت و سرمستی اور یونانی مدبرین کی سفیہانہ بلند پروازی نے اونکو اس تغیر کے سمجھنے اور محسوس کرنے کی فرصت نہ دی۔ جو جولائی و اگست ۱۸۹۷ء میں یورپین پالیٹکس میں واقع ہوگیا تھا۔ وہ نام نہاد اتحاد یورپ کی کمزوری سے دلیر ہوکر اور روس کو واقعی یا مفروضہ وعدہ امداد پر بھروسہ کرکے اندھا دھند عجیب سربا ختگی سے غلطی پر غلطی کرتے چلے گئے۔ اور بالآخر یونانی دریا سے گذر آئے اور اپنی کشتیوں کو جلا دیا۔ سب سے بڑھکر جرمن اقتدار نے یورپ کو عالمگیر محاربہ اور سلطنت عثمانیہ کو بربادی سے بچالیا۔

آسٹریا کے تعلقات و پوزیشن بنابرین بایں احساس کہ ترکی کے ساتھ سخت ناانصافی کیگئی ہے اور نیز چونکہ مجھے بچشم خود

ترکی فوج کی حالت اور طرز عمل کو دیکھنے کی بڑی تمنا تھی۔ میں مقدونیہ کو روانہ ہوگیا۔ میں اپنے سب سے بڑے بیٹے کو جو سوار پر کام کرتا ہے ساتھ لیکر تاریخ ۴ اپریل انگلستان سے روانہ ہوا اور براہ جرمنی و آسٹریا سالونیکا کو جو عثمانیہ افواج کا مرکز حرکات تھا گیا۔ راستہ میں کیکن و اسٹیر اور وارنہ گونٹا گولو چوکی وزیر خارجہ آسٹریا و ہنگری کے ساتھ نہایت دلچسپ گفتگو ہوئی۔ مشرقی مسئلہ کے ساتھ آسٹریا کو جیسا کچھ تعلق ہے۔ ویسا کسی اور یورپین طاقت کو نہیں۔ قسطنطنیہ کا روس کے قبضہ میں چلا جانا۔ آسٹریا ہنگری کی تباہی و بربادی کا مرادف ہوگا۔ یہ درست ہے کہ آسٹریا میں ایک ایسا فریق بھی موجود ہے۔ جو سالونیکا اور بوسینا و سالونیکا کو درمیانی ممالک کو قسطنطنیہ پر روسی قبضہ ہوجانے کے مقابلہ میں آسٹریا کے لیے کافی معاوضہ تصور کرتا ہے۔ مگر اُسنے شاید یہ سوچنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی کہ سالونیکا تک بڑھنے کے لیے آسٹریا کو صرف مقدونیہ ہی نہیں بلکہ البانیا کو بھی فتح کرنا پڑیگا۔ اور یہ مسئلہ امر ہے کہ جو کوئی طاقت ارنوطون کو جو دنیا کی نہایت ہی جنگجو اور تند خو اقوام میں سے ہیں محکوم و مغلوب کرنے کی کوشش کریگی۔ وہ اس کام کو نہایت کٹھن بلکہ مایوسی بخش پائیگی۔

آسٹریا کے خطرات

روس اگر قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے تو آسٹریا کی سلطنت اوسوقت تقریباً سب طرف سے ترقی کنندہ سیلو قوم کو گھر جائیگی۔ اور اس کے پیچھے آسٹریا ہنگری کو ایذا پہنچاتے رہتے اور پھر اسپر حملہ کرنے کے لیئے بلغاریوں اور سربوں سے کام لینا مشکل امر نہیں ہوگا۔ قبضہ قسطنطنیہ سے بحر و بر دونو جگہ پر روس کی طاقت اسقدر بڑھ جائیگی کہ بحیرہ روم اور نیز جزیرہ نما بلقان میں آسٹریا کے ہاتھ پاؤں بالکل بندہ جائینگے

مزید برآں آسٹریا کا متذکرہ صدر فریق جو قسطنطنیہ کے بدل میں سالونیکا کا حصول کافی تصور کرتا ہے۔ اور نیز انگلستان کو محبان روس اس پولیٹیکل بازی کی ایک اور بڑی عنصر کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ قسطنطنیہ کا قبضہ سے کل عثمانیہ فوج پر بھی روسکا تصرف ہوجائیگا۔ اور اس سے کسیکو انکار نہیں کہ بہادر آزمائی اور اوصاف جنگی میں ترکی سپاہی کل دنیا میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور کوئی قوم اس بارہ میں اونکی برابری نہیں کرسکتی۔ اگر یہ سپاہی اول درجہ کے یورپین افسروں کی زیر کمان ہوں تو انکو مغلوب کرسکنا ایکطرح سے قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس پولیٹیکل اور سپہ سالارانہ اقتدار مزید اور طاقت و استحکام کے علاوہ جو روس کو قسطنطنیہ کے قبضہ سے حاصل ہوجائیگا۔ اسکی فوجی طاقت میں ابھی اسقدر اضافہ ہوجائیگا کہ آسٹریا سلطنت کی زندگی بالکل اسکے رحم و کرم پر منحصر ہوجائیگی۔ اور اسوجہ سے ہندوستان کو تفقہ روسی و ترکی حملہ سے بچانا قریباً محض ناممکن ہوجائیگا۔

گو چند نوعمر اور کم واقف اشخاص کی ایک جماعت ابتبادلہ کی پالیسی کی طرفدار ہے۔ مگر آسٹریا کو حقیقی اور دور اندیش مدبروں کو متذکرہ صدر اندیشہا و خطرات کبھی ایک لحظہ کیلئے فراموش نہیں ہوتے۔ یہ درست ہے کہ ۱۸۷۷ء میں روس نے بوسینا اور ہرزی گووینا کا قبضہ کرنے آسٹریا سے ترکی پر حملہ کرنیکی اجازت حاصل کرلی تھی۔ مگر جب قسطنطنیہ کے حصول کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو آسٹریا نے اس بنظیر دارالخلافہ کو اوس روسی فوج کے چنگل سے محفوظ رکھنے کے لیے جو ۱۸۷۸ء میں بمقام سان سٹی فانو خیمہ زن تھی۔ لارڈ بیکنسفیلڈ کی جسکی ہمدردی خواہش و تمنا تھی بڑی زور و سی تائید کی۔

۱۸۷۸ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان روس و آسٹریا کے جو تعلقات آپسمیں تھے۔ انکی داستان ڈپلومیسی کی تاریخ میں نہایت ہی عجیب و غریب

اور عبرت بخش ہی پرنس[1] بسمارک نی حال میں جو راز اور سازشیں منکشف کی تھیں اونمیں ایک ایسی پولیٹیکل سازش کا بھی پردہ فاش کیا[2]۔ جو نہایت ہی ابلیسانہ اور اس قابل ہی کہ ہمیشہ یاد رکھی جائی۔ ۱۸۷۵ء میں جرمن چانسلر کو زار اسکندر ثانی کیطرف سی ایک خفیہ اور دست خاص سی لکھا ہوا خط موصول ہوا جسمیں زار مذکور نی آسٹریا پر متفقہ حملہ کرکے اوسکی تقسیم باہمی کی یہہ تجویز پیش کی کہ روس کو صوبجات گلیسیا آسٹرین پولنڈ اور کچھہ مزید علاقہ ملی۔ اسکے بدل میں جرمنی جو علاقی چاہتی ہی۔ اونسی اطلاع دی۔ اس قزاقانہ اغتصاب کی لیئے حجت یہہ پیش کیگئی کہ جنگ کریمیا کو بیس برس ہوگئی ہیں۔ اس عرصہ میں روسی فوج کو کوئی جنگ نہیں کرنا پڑا۔ وہ بیکاری سی سخت اکتا گئی ہے اور کام ملنی کی لیئی کمال بیتابی ظاہر کر رہی ہے۔ ٹھیک یہی حجت اور دلیل (جنوبی افریقہ کی وحشی علاقہ) و قوم متابلی کی بادشاہ کسی بیگناہ اور امن پسند قبیلہ پر فوجکشی کرنے کے لیئے پیش کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ ہماری نوجوان بہادر اپنی نیزوں کو خون سی رنگنی کی لیئی بیچین ہو رہی ہیں۔

جرمن چانسلر کو خط بھیجنے کی علاوہ جرمن سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ پرنس ریوس کی معرفت باضابطہ طور پر بھی یہہ تجویز جرمن گورنمنٹ کی سامنے پیش کیگئی۔ پرنس بسمارک نی اس شیطانی تجویز میں شامل ہونیسی انکار کرکے پرنس ریوس کو جسنی اسکی تائید کی تھی۔ واپس بلالیا۔ ۱۸۷۶ء کے خاتمہ تک برلن میں پھر اس مہذبانہ سکیم کی متعلق کچھہ نہ سنا گیا۔ اوسوقت پرنس بسمارک کو معلوم ہوا کہ روس نی آسٹریا کی سلسلہ جنبانی کرکے اوس سی سمجھوتہ کرلیا ہے۔ اور کہ اب روس آسٹریا کی بجائی ٹرکی پر حملہ کریگا۔ اس سازش کا کچھہ علم غالباً لارڈ ڈربی وزیر خارجیہ انگلستان کو بھی ہوگیا تھا۔ اور اسی علم کی وجہہ سی اوسنی عام مشہور مراسلہ برلن سی جو ٹرکی کے نام لکھا گیا تھا۔ کچھہ بھی تعلق رکھنی اور اسمیں دخل دینی سی صاف انکار کر دیا تھا۔ ترکوں کو بھی غالباً علم ہو چکا تھا کہ روس بہرحال لڑائی کرنیکا عزم بالجزم کر چکا ہے۔ اور وہ ضرور لڑائی کریگا۔ اور باغلب وجوہ اسی علم کیوجہہ سی ترکوں نی یورپین کانفرنس کی تجاویز کو مسترد کر دیا تھا اور لارڈ سالسبری ۱۸۷۷ء کی شروع میں اپنی مشن سی جسپر وہ قسطنطنیہ بھیجی گئی تھے۔ ناکام واپس لوٹے تھی۔

مظالم بلگیریا متذکرہ صدر سازش اور قرارداد کی مطابق روسی ایجنٹوں نی بلگیریا میں فساد کرانیکا انتظام کیا۔ مگر چونکہ بلگیریا والوں کو حکومت سی کوئی شکایت نہ تھی۔ نظم و نسق عادلانہ اور ملک خوشحال تھا۔ یہہ ایجنٹ بڑی مشکلوں سے فلپ پولی کی قریب ایک جگہہ بلغاریوں سی بغاوت برپا کراسکے۔ اسکے دوران میں عیسائیوں نی اپنی مسلمان ہمسایوں بالخصوص مسلمان عورتوں پر خوفناک اور مہیب مظالم توڑی جنکا لازمی طور پر کچھہ عرصہ بعد ترکوں کی طرف سی ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ اور یہی روسیوں کی تمنا تھی۔ چالاک روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ جنرل اغناٹیف نی (سلطان عبدالعزیز شہید کو) مشورہ دیا کہ بلغاری بغاوت کی فرو کرنیکی لیئے مقامی ملیشیا فوج طلب کیجائی (فوج نظام کو بھیجنا فضول ہی) سلطان نی اس زہریلی مشورہ کو قبول کرلیا۔ اس سی زیادہ ناموزون اور بری کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔ کیونکہ مقامی ملیشیا میں زیادہ تر مسلمان بلغاری شامل تھی۔ اور عیسائی اور مسلمان بلغاریوں میں

[1] یہہ مشہور آفاق جرمن مدبر ۸۳ برس کی عمر میں ۳۰ جولائی ۱۸۹۸ء کو فوت ہوگیا اوسکی مفصل حالات تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد کی آخری حصہ میں درج ہیں اور اوسی موقعہ پر آسٹریا و روس کی متذکرہ متن سازش کی کیفیت بالوضاحت درج کردیگئی ہے۔ مترجم مولف۔ [2] دیکھو لندن کا اخبار سٹینڈرڈ مورخہ ۶ نومبر ۱۸۹۶ء جسمیں اخبار نوفرائی پریس کا اقتباس دیا گیا ہے۔ مصنف

ویسی ہی سخت دشمنی تھی جیسی کہ کریمیا کے عیسائی مسلمان ہجوم باشندوں میں موجود ہے۔ اور اس قدیمی عناد کی حرارت اون مظالم سے جو باغیوں نے ۱۸۷۶ء کے شروع میں مسلمان باشندوں پر توڑے اور زیادہ تیز ہوگئی تھی۔

مسلمانوں نے شیطان سیرت دجنا کار باغیوں سے بدلہ لینا شروع کر دیا۔ جو بعض صورتوں میں بیشک ظالمانہ اور حد مناسب سے متجاوز تھا۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ وہ اون مبالغہ آمیز بیانات سے جو انگریزی اخبارات نے مشتہر کیئے بدرجہا کم تھا۔ ان اخبارات کو اکثر نامہ نگار بطمع زر و روس کے ساتھ ملے ہوئے تھے ان شخصوں نے بیان کیا کہ تیس ہزار بلغاری ہلاک ہوئے ہیں۔ حالانکہ کل تعداد صرف بارہ ہزار کے قریب تھی۔ ان مبالغہ آمیز روایات سے ایک عظیم انگریزی فریق اپنے ناعاقبت اندیش اور کوتاہ بین فصیح و بلیغ سرغنہ اور گرامکنندہ یہنما (یعنے مسٹر گلیڈسٹون) کی بدولت انگلستان کو دشمنوں کو فریب میں آگیا۔ یہ محقق امر ہے کہ اس کل معاملہ کا بانی مبانی مصنف صاحب اور اسکے اخراجات کا متحمل روس ہی تھا۔

روسی مظالم وحشیانہ کے مسٹر گلیڈسٹون اور اوسکر نقاد روس پر ایسی فریفتہ ہو رہی تھی۔ کہ اونہیں اسکے "جوانمردانہ جہاد" اور اوسکی "مہذبانہ مشن" کی تعریف و توصیف کو لیئے کافی الفاظ نہ مل سکتے تھے۔ اور "شمال کی مقدس مہماتما صورت" کی مدح ثنا کیلیئے اونکو تعریفی جملوں بکثایت دستیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ درات اوسیکا گیت گا رہی تھی۔ اور ذرا کو خاص اقرار بحجوبہ پر تھی۔ حالانکہ یہی زار اسکندر ثانی اپنے وزراء اور گماشتوں کو اون مقاتل عامہ۔ مظالم ناگفتہ اور عام خونریزی و سفاکی اور کشت و خون اور نہب و احراق اور انسانی مصیبت و تباہی کو جو عالمگیر جہنم کا جسمیہ روسی حملہ پر کی نوجزیرہ نما بلقان کو مبتلا کیا۔ باعث بانی مبانی تھا۔ یہ تمام مصائب و مظالم اسلیئے برپا کیئے گئے کہ روس کو تشنہ خون انسان اور حریص شہرت و نمود سپاہیوں کو مطلوبہ فوجی مشق و تاموری حاصل کرنیکا موقعہ ملے۔ یہی زنبور جماعت اب حمداں نوعمر زار نکلس ثانی کو اسلیئے مطعون کر رہی ہے کہ وہ اونکو خوش کرنیکیلیئے یورپ کو درہم برہم کرنے پر رضامند نہیں ہوتا۔**

اس روسی جہاد میں بیدست و معصوم بندگان خدا پر جو تباہی۔ ہلاکت خونریزی اور مظالم قیصرہ وار دہوئے۔ زمانہ حال کی کسی معاربہ میں اوسکا عشر عشیر وقوع میں نہیں آیا۔ جنگ ٹرائے کو ہلینیوں یا اور مشرقی۔ وسیلیا میں بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے۔ اب وہاں صرف ساڑھے پانچ لاکھ ہیں۔ باقیماندہ تلوار کی گھاٹ اوتار دیگئی۔ یا بدوران مہاجمت سفری اور فاقہ کا شکار ہوگئے۔ کیونکہ معاربہ کو بقیہ السیف کا بیکسی کو عالم میں بالجبر ایشیا کوچک کیطرف دھکیل دیگئے تھے۔ سلطنت روما کی تباہی یا یونان قوم کو تاخوں یورپ کی پامالی کو بعد اس برعظم کو سالکنیں پر اتنک جسقدر مصیبتیں وارد ہوئی ہیں اونمیں سے کوئی بھی کیا بلحاظ کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت اون وحشیانہ مظالم کے مقابلہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ جو روسیوں اور بلغاریوں نے اون مسلمانوں پر جو اونکو قابو آئے توڑے۔ سالم کر سالم دیہات مع باشندوں کے جلا کر خاکستر کر دیگئے اور اکثر صورت میں دہشت زدہ اور سراسیمہ وار بھاگتے ہوئے مسلمان مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کو بنوک سنگین آگ کے شعلوں میں دھکیل دیا گیا۔ صرف ایک جگہہ کی یہ کیفیت ہے کہ ایک لاکھ مسلمان پناہ گزین قصبہ ہرمانلی کے قریب جو دریائے مرتزا پر واقع ہے۔ جنوری ۱۸۷۸ء میں مقیم تھے۔ سکوبلیاف کی فوج سواران اور توپخانہ نے ان پر گولوں کا سلسلہ کوہ رہیڈوپ کی سخت بستہ وادیوں

کیطرف دکھیل دیا۔ انمیں سے پانچہزار بھی جانبر نہ ہوئے۔ تاکہ ان بیانات کو مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائے میں چند شہادتیں اور ثبوت ذیل میں درج کرتا ہوں اگر جگہہ کی قلت نہ ہوتی تو میں اور بھی دیگر ثبوت درج کرسکتا تھا۔ مسلمان عورتوں کے ساتھ بالخصوص کمال وحشیانہ اور پر شیطنت سلوک کیا گیا ہزاروں عورتیں دیہات سے جبراً لیجائی جاکر اون سفری چکلوں میں جو روسی فوج کے ساتھ تھے داخل کردیگئیں۔

(۱) مظفر جنرل کوبلیاف نے جنوری ۱۸۷۸ء میں شبکا کو عبور کرنے کے بعد ہرمائی کے قریب تقریباً ایک لاکھ بے پناہ و حیران نصیب ترکی عورتیں اور بچے ایک وسیع کیمپ میں مقیم پائے اور سکے سوار اور توپخانہ گھوڑے چرنے بھیجے بعینہٖ اوسیطرح جسطرح کہ چار برس بعد بمقام گوق[1] پڑہ روسیوں نے دوبارہ شہر ایک ترکمانی عورتوں اور بچوں کو بکمال سنگدلی سے پختہ کیطرح کاٹ کر ڈہیر کردیا تھا ان بیکس و لاچار بندگان خدا پر ٹوٹ پڑے۔ اور انکو سرتاسر

---

[1] گوق پہ کی فتح اور قتل ترکمانوں کی کچہ حالات یہاں درج کردینا مناسب ہوگا۔ انکی متعلق ایک اگریزی سیاح نے ۱۸۷۹ء کو اخبر میں ذیل کا سفر کیا۔ حسب ذیل لکھتا ہے۔ ہم ۱۲ نومبر کو باکو سے روانہ ہوکر چند گھنٹوں میں آرلم کو اسی دن ۳ بجے شام کو سپیشل ٹرین پر سوار ہوگئے جو دن کو ۹ بجے گیک ٹپہ پہنچی یہاں کو سٹیشن پر ٹرین نے ایک گھنٹہ قیام کیا اور اس اثنا میں ہم نے شہر کی گشت کی۔ یہ روسیوں کی فتح سے پہلے ترکمانوں کے علاقہ کا صدر مقام تھا جسپر روسیوں نے سخت معرکہ آرائی اور محاصرہ کے بعد جو موجودہ زمانہ کے مشہور واقعات میں شمار ہوتا ہے ۲۴ جولائی ۱۸۸۱ء کو فتح کیا۔ ترکمان یہاں سے بھگا کر ایرانی علاقہ پر یورشیں کرتے رہتے تھے اور وہاں سے مرد و زن پکڑ لایا کرتے تھے۔ مرد بیوڑوں کو چرانے پر لگا دیے جاتے اور عورتیں حرم سرا میں داخل کردیجاتی تھیں۔ جنرل کوبلیاف نے اسی ایک مہینہ کے مختصر محاصرہ کے بعد فتح کیا تھا۔ ترکمانوں کا قلعہ ابتک موجود ہے۔ وہ ریتو لائن سے گوز کے خاصہ پر شمال کیطرف واقع ہے اور بیقاعدہ مستطیل شکل کا بنا ہوا ہے۔ بیرونی دیواریں جو ۴ گز چوڑی ہیں مٹی کی ہیں اندر کیطرف سو انکی بلندی ۱۲ فیٹ اور باہر کیطرف حسب موقع ۱۸ سو لیکر ۲۰ فیٹ بلند ہیں۔ بیرونی دیوار کی بلندی میں ۱۰ فٹ قد آدم فصیل کی اونچائی بھی شامل ہے۔ خندق کے نشان ابتک کہیں کہیں موجود ہیں جنسے پایا جاتا ہے کہ وہ چار فیٹ سے زیادہ گہری نہ تھی۔ بدوران محاصرہ ان دیواروں کو اندر ترکمان کبکشاؤں سے چھپنے کیلئے خیموں میں رہتے تھے۔ انکا شمار معہ زن و بچہ ۳۵ ہزار تھا اور جنمیں نو ہزار کے قریب تھے۔ محصورین کو پانی ایک آبپاشی کی نہر کے ذریعہ قلعہ کے اندر پہونچتا تھا یہ شمالی مشرقی گوشہ سے قلعہ میں داخل ہوتی تھی۔ روسیوں نے اسکو کاٹکر محصورین کو پیاسا مارنیکی کبھی کوشش نہ کی۔ کیونکہ اسصورت میں وہ قلعہ کو چھوڑکر بھاگ جاتے اور اسطرح سے روسی انکو پوری سزا دینے سے معذور رہجاتے۔ ایام غدر کی محاصرہ کیطرح یہاں بھی حملہ آور کی تعداد محافظین سے کم تھی۔ روسی افسر کی ماتحت صرف تین ہزار فوج تھی۔ اور محصورین کے پاس کم از کم اس سے چھ گنا زیادہ نبرد آزما تھے۔ اسلئے قلعہ کا کامل محاصرہ کرنیکا اگر محصورین بھاگنے کی کوشش کرتے تو اس سے ان کو باز رکھنا بالکل محال تھا مگر اس کمی کو مقابلہ میں روسیوں کے پاس توپخانہ بہت تھا۔ روسیوں کے مورچال سے ۵۶ توپیں اور تیرہ عیار قلعہ پر گولہ باری کرتے تھے اور محصورین کے پاس صرف ایک پرانی ایرانی توپ تھی جو شمالی زاویہ پر نصب کیگئی تھی۔ نابرین روسیوں کی گولہ باری کرتے رہتے اور خوب مشرقی زاویہ اور شرقی دیوار کو سرنگوں سی اڑانے پر تھا کیونکہ یہ پٹنو دار گولوں کی بمکرٹے ابتک قلعہ میں موجود ہیں۔ جنسے پایا جاتا ہے کہ غبار بہت بڑے جم کے تھے۔ گولہ باری سے ترکمان کو سخت نقصان پہونچا۔ مگر انہوں نے حوصلہ بالکل نہ ہارا۔ محصورین نے تین دفعہ سخت اندھیری راتوں کو روسیوں پر شب خون ماری۔ ۹ جنوری (بقیہ برصفحہ ۶۹)

کی شبخون میں ترکمانوں نے روسیوں کی خندقوں ہی کو نہیں بلکہ ایک مورچہ کو بھی جسپہ ۱۲ توپیں تھیں رجمنٹ کی جھنڈ کو چھین لیا

یخ بستہ سطح پر سے سلسلہ کوہستان ہموڈوپ میں دھکیل دیا۔ جہاں تقریباً سب کے سب ناپکرین سردی اور فاقہ سے مر گئے۔ اسکی شہوت میں اخبار ڈیلی نیوز مورخہ ۸ر فروری ۱۸۷۸ء کی عبارت جو اوسوقت روسیوں کا بڑا ہی طرفدار تھا۔ جسنے یہاں درج کر دیتا ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۶۸) انہیں بہتیرا توپیں تو روسیوں نے پھر فوراً ہی چھین لیں۔ مگر جو دھوئیں آخری بلانک ترکمانوں کے قبضہ میں رہی۔ جب یہ توپ روسیوں کے ہاتھ آئی تو انہوں نے کمال خوشی کا اظہار کرکے اسے ہیولوں سے سجا کر بڑا اسہاری جلوس تیار کیا۔ جنرل کروپاٹکن موجودہ وزیر جنگ اسوقت جنرل کوفمان کے ماتحت سٹاف افسر تھا مامور کردہ بالا شخصوں میں جو شخص ترکمانوں کا کاتل تھا وہ اب روسی باقاعدہ فوج یعنی ترکمان ملیشیا میں لفٹنٹ ہے اور نقط روسیوں کا بڑا ہوا خواہ بلکہ جنرل مذکور کا بڑا گہرا وفادار دوست بھی ہے (اس سے روسیوں کی تالیف قلوب کا بخوبی پتہ ملتا ہے) ہر خلاف اسکے یہ کیسا قابل افسوس امر ہے کہ شاید اُن دیسی بہادروں میں سے ایک شخص بھی جنہوں نے غدر میں انگریزی اقتدار کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو پھر صحیح و سلم کنارہ پر پہونچا دیا تھا کسی انگریز وزیر وائسرائے گورنر جنرل کا ذاتی دوست ہونیکا فخر نہیں کر سکتا ہوگا۔ مزید براں گو دیسی فوج اور افسروں کی بہادری کو برابر تسلیم کیا جاتا ہے لیکن در آنحالیکہ روسیوں کی فوج باقاعدہ و بیقاعدہ میں کئی دیسی کرنیل اور جنرل ہیں اور فوجوں کی کمانوں پر مامور ہیں ہندوستان میں ایک دیسی بھی لفٹنٹی تک کے ادنے عہدہ پر نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کرنیل محمد مسلم خاں البتہ ایک خوش نصیب صاحب ہیں۔ جو غیر رائفل میں ممتاز عہدہ رکھتے ہیں۔ مگر وہ بھی ایک طرح سے جنگی منصب کی نسبت زیادہ تر پولیٹیکل کام پر مامور ہیں۔ یہ بیقابلہ صاف تبارہا ہے کہ اس بارہ میں ہماری عادل و فرزانہ گورنمنٹ کیلئے روسیوں ایسی نیم مہذب قوم سے بھی بہت کچھ استفادہ کرنے کی ابھی گنجایش باقی ہے۔ (وکیل)

"قصہ مختصر جب گولہ باری سے جنوب شرقی برج منہدم ہوگیا۔ اور سرنگ کے اڑانے سے مشرقی دیوار میں ایک سوراخ نظر پڑ گیا۔ تو روسیوں نے دھوکہ دینے کے لیے کچھ تھوڑی سی فوج کرنیل حیدر کی ماتحت جنوب مغربی گوشہ کیطرف روانہ کرکے دو زبردست کالموں میں شگاف پر ہلہ کیا۔ اور سخت معرکہ کی بعد یک بیک[1] فتح ہوگیا۔ بعض شخصوں کا بیان ہے کہ روسیوں نے زن و بچہ پیر و جوان جو سامنے آیا سب کو تہ تیغ کر دیا۔ مگر جنرل کروپاٹکن بیان کرتے ہیں کہ گو لڑائی میں جو عورتیں بچے ہلاک ہوئے ہوں۔ تلوار سے کسیکو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ روسی آخری بلہ میں اپنے مقتولین کی تعداد دو افسر اور ۵۰ سپاہی اور کل مجاصرہ کی دوران میں جسقدر قتل و زخمی ہوئے اُنکی تعداد ۲۳۸ بتاتے ہیں۔ مگر قبرستان زبان حال سے اسکی تکذیب کر رہی ہے۔ جنرل کروپاٹکن کہتے ہیں کہ اس مجاصرہ میں ہمارے چار سو آدمی اور مصورین کو ۱۰ ہزار قتل ہوئے تھے۔ تعفی ترکمانوں کی خلاف کل اسٹاف میں وہ روسی مقتولین کا شمار بارہ سو بیان کرتے ہیں۔ اپنی کا بیان ہے کہ روسیوں نے عورتوں کو قتل کرنا تو علیحدہ رہا۔ آخری بلہ سے ایکدن پہلے ترکمانوں کو کہلا بھیجا تھا کہ اپنے قبائل کو قلعہ سے باہر بھیجدو۔ جسکا جواب ترکمانوں نے یہ دیا کہ اگر تم ہماری عورتوں اور بچوں کو لینا چاہتے ہو۔ تو ہماری لاشیں پھاندنیکے بعد تمہاری خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں۔

"ترکمانوں کو ۱۸۸۱ء میں ایسا سبق ملا کہ پھر انہوں نے ایمانی علاقہ میں یورش کرنیکا کبھی نام نہیں لیا۔ امن پسند روش اختیار کر لی۔ آجکل وہ امریکن روئی کی جس کے تخم روس سے ہم پہونچاتے جاتے ہیں بہت کاشت کرتے ہیں۔ پھپھلا پر اونکے علاقہ سے ۶۳ ہزار ٹن روئی ریل پر روس کو بھیجی گئی تھی۔ مرو کہ قلعہ کی مغربی دیوار کو پاس روئی کو صاف کرنے اور باندھنے کا کارخانہ ہے۔ جسکا مالک ایک یہودی ہے۔ میں نے اسمیں اکثر کارکانوں کو کام کرتے ہوئے دیکھا۔ پٹھان پرساٹھ بلتستی معزز مغلانی ہماری دیکھنے کو آئے تھے۔ یہ لوگ یعنی ترکمان قدوقامت جسامت

[1] اسکو بیلاف کی محاصرہ سے چند ماہ پہلے ترکمان ایک روسی جلہ اور فوج کو یک بیک شہ سے بھگا چکے تھے۔ اس شکست کی بدنامی دور کرنے کے لیے سکو بیلاف خاص طور پر یورپ سے بھیجا گیا تھا۔

"ڈیلی نیوز کی نامہ نگار جنگ کیطرف سی۔ از ایڈریانوپل مورخہ ۲۷ جنوری ۱۸۷۸ء

فلپ پولی سی حرمنلی ستر میل ہی۔ ان ستر میلوں پر کامل تباہی پائی جاتی ہی۔ یہہ ستر میل ہزاروں خانوادوں کی اسباب خانہ داری سی پٹی ہوئی ہیں۔ یہہ دہشت انگیز ستر میل ہر ایک قسم کی موت کی شکار اور کمال رقت انگیز وضع و ہیئت میں پڑی ہوئی مردوں کا مسلسل اور سخت ڈراؤنا مرگھٹ ہیں۔ ان میلوں پر ایسی ابلیسانہ اور ناقابل بیان ظلم و ستم کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ کہ اوسکی ماہیت کی عشر و عشیر کو بھی وہ لوگ جنہوں نی اُسے نہیں دیکھا۔ قیاس نہیں کر سکتی

ترکی آبادی کی بھاگڑ "روسیوں کی قریب پہونچنی پر بلغاری دیہات سی جو مسلمان خاندان بتعداد کثیر جان بچا کر بھاگی تھی وہ اس جگہہ جمع تھے۔ پلیونا سی لیکر فلپ پولی تک کے کل علاقہ کی مسلمان ہفتوں بلکہ مہینوں سی روسیوں کی جبر و تظلم سی بچنی کی لیئے قسطنطنیہ کی محفوظ مامن میں پہونچنی کی کوشش کر رہی تھی۔ اب اس نظارہ کو دیکھکر ہم پہلی مرتبہ ان عاجز و درماندہ مسلمانوں کی مصائب کا کچھہ قصہ معلوم کرنے اور ان پناہ گزینوں کی کثیر التعدادی کا جو سراسیمہ و ہراسان روسیوں کی آگی آگے بھاگی چلے جا رہے تھی۔ درست اندازہ کرنے کے قابل ہوئے۔

کامل تباہی کا منظر فلپ پولی سی روانہ ہوتے ہی ہمیں برف سی دبے ہوئی دہقانوں کی لاشیں دکھائی دینی شروع ہو گئیں جنمیں سی کئی دو دو تین ہفتوں کی معلوم ہوتی تھیں۔ اور بعض کی کپڑوں پر خون کی دھبی بالکل تازہ تھے سینکڑوں ارابی سڑک پر اور دو طرفہ خندقوں میں گری ہوئے تھے جنکا کوئی والی وارث نہ تھا۔ برف پر جا بجا اسبات کی نشان موجود تھے کہ وہاں قیام کیا گیا ہے۔ یہہ نشان جوں جوں ہم آگی بڑہتی گئی زیادہ ہوتی گئے۔ حتی کہ تھوڑی دیر کے بعد سڑک اور اسکے متصلہ رستی اور پگڈنڈیاں اسباب و سامان سی بالکل مستور پائی گئیں۔ اور ہمکو پہلی دن کی تمام مسافت میں پوری ۳۵ میل انسانی لاشوں چیتھڑوں اور پورانی کپڑوں کی بقچوں شکستہ ارابوں۔ اور مردہ حیوانوں کی قطار در قطار میں سی گذرنا پڑا۔ عورتیں اور شیر خوار معصوم۔ بوڑہی اور بچے سڑک کی کنارہ کنارہ برف میں نیم مدفون یا پانی کی ڈابروں میں نیم غرق کھیتوں میں پڑی ہوئی تھے۔ تقریباً تمام کی جسموں پر مہیب گھاؤ اور تظلم و سیہ کاری کی نشان موجود تھی۔ اکثر عورتوں اور بچوں کی چہروں پر زندگی کی سرخی اور اونکی ہاتھ پاؤں کی چمڑی پر گلابی رنگت ابھی تک موجود تھی۔ موت کی سفیدی ابھی چھائی تھی۔ جس سی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سردی سی ٹھٹھر کر مری ہیں۔ وہ برف پر اسطرح لیٹی ہوئی تھے کہ گویا خواب راحت میں ہیں۔ ان عورتوں اور بچوں کی دوش بدوش بیشمار پیر مردوں کی لاشیں تھیں جنکی

بقیہ صفحہ ۶۹) اور رنگ میں بالکل ہندوستان کی سرحد کی پٹھانوں کی مشابہ ہیں ان کی نمبردار پہلی خان کہلاتی تھی جب سی روسیوں کا قبضہ ہوا ہی۔ "ستارشینا" کہلاتی ہیں ترکمانوں اور اون کی علاقہ نی اور تو سب باتوں میں ترقی کی ہے۔ مگر ایک امر میں وہ بہت تنزل ہو گیا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہاں کی گھوڑے بہت مشہور تھے۔ اور جنوبی ہند میں اونکی بڑی قدر ہوتی تھی اور ہر سال وہاں یہہ بتعداد کثیر بھیجے جاتے تھے مگر اب ان گھوڑوں کی نسل تقریباً معدوم ہو گئی ہی کیونکہ تاخت و تاراج کے لیئے اونکی ضرورت ہوتی تھی۔ جب ترکمانوں نے یہہ پیشہ چھوڑ دیا تو اون کو گھوڑوں کی بھی احتیاج نہ رہ گئی چنانچہ روسی فوج کی لیئی بھی اب کوہ قاف اور دریا ڈان کے علاقوں سے گھوڑے لائے جاتے ہیں"۔

چہرہ پر موت کی حالت میں بھی وقار اور جلال ٹپک رہا تھا۔ وہ بالکل برہنہ لب سڑک پڑی تھی۔ اونکی سفید دائرہ ٹیوں پر خون کی لوتھڑی جمی ہوئی اور بیجان ہاتھ چھاتیوں پر پڑی ہوئی تھی۔ خندقوں کی گل آلود پانی سی چھوٹی چھوٹی ہاتھ پاؤں باہر نکلی ہوئی تھے۔ اور معصوموں کی پیاری پیاری چہرہ برف سی کچھ چھپی کچھ ننگے راہگذروں کیطرف معصومانہ ادا اور محبت بھری نگاہوں سی دیکھ رہی تھی۔ اُنپر کسیطرحکا ملال یا افسردگی کی آثار نہ دکھائی دیتی تھے۔ اونکی شکلوں سی معلوم ہوتا تھا کہ ماؤں کی چھاتیوں پر ہی سردی سی اونکی روح عالم بالا کو چلدی۔ جسپر ستمرسیدہ ماؤں نی جو بعالم یاس و ہراس پاؤں گھسیٹی چلی جا رہی تھیں بوجہہ ہلکا کرنے کی لیئے اپنی پیاری بچوں کی بیجان لاشوں کو برف میں پھینکدیا۔

جلاوطنی۔ فاقہ مستی۔ نہب و غارت اور قتل و خون

"یہہ بدبخت دہقان اپنی ٹوٹی پھوٹی لباسوں میں جنکے پاؤں میں بھی چلنے کی سکت نرہگئی تھی بھوکی پیاسی اور نیم برہنہ سفر کر رہی تھے۔ میلوں تک عین سڑک پر ان ارابوں کی ہی قطاریں جنپر انسان اور اسباب کھچا کھچ بھرے ہوئے تھی۔ دکھائی دیتی رہیں۔ گاڑیوں پر بستر اور برتن چنی ہوئے تھی۔ عورتیں اور بچی گدہوں اور دوسری جانوروں پر سوار ساتھ ساتھ جا رہے تھی۔ اور گاڑیوں کی پیچھی میلوں تک سیہ بخت بے اوسان۔ اور نیم فاقہ مست ہزاروں خانماں برباد لڑکھڑاتی جا رہے تھے۔ خمیدہ پشت پیر مرد اور بوڑہیا عورتیں لاٹھیوں اور بیساکھیوں کی سہارے قدم ٹیک ٹیک کر چل رہی تھیں۔ مائیں شیر خوار بچوں کو چھاتی سی لگائی جسطرح بن پڑتا قدم اٹھائی جا رہی تھیں مگر مہینوں کی جلاوطنی۔ دن رات کی سفر۔ سردی کی غلبہ اور شیطانی سیرت بلغاری اور روسیوں کی تاخت کے مدامی خوف نی اونمیں ایک قدم چلنے کی سکت باقی نرہنی دی ہوئی تھی۔ میں اس اتم فلاکت کا سماں دیکھکر ششدر رہ گیا مدد کروں تو کسکی؟ ایک سی ایک کی حالت واجب الرحم ہو رہی تھی۔ اور اونکا شمار حد و حساب سی باہر تھا۔ ویسا عاجز اور شکستہ دل میں پہلی کبھی نہوا تھا۔ میں ایک قطار کے پیچھے میل سوا میل تک ایک عورت کو دیکھتا رہا جو اپنی دس سالہ مریض و نزار لڑکی کو سہارا دیکر لیئے جا رہی تھی۔ لڑکی جو بالکل برہنہ پا تھی اور اوسکی پاؤں برف سی متورم ہوگئی تھے اپنی آپ کو سنبھالنے کے بھی قابل نرہگئی تھی۔ رات قریب پہونچگئی تھی اور خنک ہوا جو ہمارے گرم کپڑوں میں سی بھی گذر کر ہمارے جسموں کو یخ بنا رہی تھی۔ اوس مظلوم و ستمرسیدہ لڑکی کے چیتھڑوں کو اڑاتی رہ کر اُسکے اعضا و جسم کو جو صرف مشت استخوان رہ گیا تھا برہنہ کر رہی تھی۔ اوسوقت ماں کی دلپر جو صدمہ گذر رہا تھا اوسکا اندازہ کچھہ وہی ٹھیک کر سکتی تھی نہ خوراک نہ سایہ نہ کپڑے۔ ایسی حالتمیں سڑک پر رات بسر کرنا کیا ان نصیبوں جلی ماں بیٹی کی لیئے یقینی موت نہ تھا۔ یہ ایک نظیر ہے اسیطرح کے بیشمار واقعات اور مناظر کی جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذری

ترکوں کے ساتھ ناقابل ضبط ہمدردی

"کیا ایسی صورت میں درانحالیکہ میں کسیطرحکی مدد کرسکنے سی اتم مایوس اور قطعاً عاجز تھا۔ میری دل میں ترک سپاہیوں اور دہقانوں دونوں کی نہایت ہی سخت ہمدردی کا موجزن ہوجانا کوئی اچنبھی کی بات تھی۔ دوسری صبح ہم موضع قرہ چشمہ سی روانہ ہونے ہی لگی تھی کہ نیا گزین ترکی خاندانوں کی ایک طویل قطار کا سرا گاؤں کی بڑے بازار میں داخل ہوگیا۔

بلغاری خرابی "اور تھوڑی دیر بعد ہمنے وہاں ایسا نظارا دیکھا جسے بیان کرتے ہوئے بھی دلکو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔ بلغاری بازار کے ایکطرف تین تین چار چار کی ٹولیوں میں جمع ہوگئے۔ اور جبتک کل قطار گاؤں میں داخل نہ ہوگئی۔ چپکے کھڑے رہے جب شکار اونکے پھندے میں اچھیطرح پھنس گیا تو کل باشندے بے سکت و بے ہتھیار ترکوں پر شکاری کتوں کیطرح جھپٹ پڑے۔ اور اونکا اسباب بلکہ گاڑیوں سے بیل بھی کھولکر لیجانے شروع کر دیئے۔ ایک بڑہیا گدہا پکڑے جا رہی تھی اُسپر بستر لدے ہوئے تھے۔ اور اوپر ایک خورد سال لڑکا بیٹھا تھا۔ پانچ چھ شقیوں نے لڑکے کو کیچڑ پر گرا کر بستر اُٹھا لیے۔ اور چشم زدن میں اونکو آپسمیں تقسیم کر لیا۔ بوڑہے مرد اور عورتیں اپنے مال و اسباب کو کہ اونکی ساری کائنات وہی تھی چمٹ گئے۔ لیکن بیرحم بلغاری اونکو ادہر اُدہر دھکیلکر سب کچھ اُڑا لیگئے۔ بچوں نے خوف و دہشت سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اور عجب ہر بونگ مچگئی۔ قافلہ والوں نے جو پہلے آہستہ آہستہ چل رہے تھے قدم تیز کر دیئے۔ اور بصد مشکل ان حرامیوں سے خلاصی کرا سکے۔ جب یہہ کارروائی ہوئی اوسوقت جنرل گورکو ابھی قصبہ کے پاس ہی موجود تھا

بیحرمت شدہ لاشیں "لاشوں کی گو پہلے بھی کوئی کمی نہ تھی۔ مگر اس گاؤں سے خاصکوئی تک تو اونکا کوئی حساب و شمار ہی نہ رہ گیا۔ جس گاؤں سے ہم گذرے وہ مردہ ترک دہقانوں سے بھرا ہوا تھا جب ہمنے بلغاریوں سے دریافت کیا کہ قتل کیا ہے تو بڑی گرمجوشی اور ابلیسانہ فخر و مباہات سے جواب دیا۔ "ہمنے۔ ہم اور ہمارے دوستوں نے" خاصکوی کے بازاروں میں ہمنے ترکی سپاہیوں کی بھی کئی لاشیں پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیروں کے نیچے دبی ہوئی دیکھیں۔ زخمی کرنے اور چلنے کے ناقابل بنا دینے کے بعد بلغاریوں نے انکو سنگسار کیا تھا:

"مینے ایک ترکی خاندان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمیں پلیونا چھوڑے پانچ مہینے ہوگئے ہیں۔ تب سے ہم برابر سفر کر رہے ہیں۔ اور چند گذشتہ ہفتے حرمنلی کے قریب ایک بڑے کیمپ میں مقیم رہے تھے۔ کئی ہفتوں سے ہمیں روٹی۔ بلکہ مکی بھی نہیں ملی۔ اور صرف جانوروں کے گوشت پر جو بے سکت ہو کر سڑک پر گر پڑتے ہیں گذارہ کر رہے ہیں" مجھے گاؤں سے جسقدر روٹی مل سکی مینے خرید کر اونکو دی جسے دیکھکر اونکی باچھیں کھل گئیں۔ آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہوگئے اور اسطرح کھانے لگ گئے کہ گویا برسوں سے بھوکے ہیں۔ اس خاندان میں پانچ متنفس تھے۔ ایک معمر دادی۔ باپ ماں۔ ایک دس سالہ لڑکا۔ اور ایک شیرخوار۔ جوتی کسی کے پاس بھی نہ تھی۔ اور اونکے اسباب کی کل کائنات چند دریدہ لحاف اور ایک دیگچی گوشت اُبالنے کی تھی۔

"خاصکوی سے پرے قدم قدم پر ہمیں پہلے سے زیادہ مہیب اور رقت انگیز نظارے دکھائی دئے۔ کہیں میاں بیوی ایک ہی کمبل میں دوش بدوش لیٹے ہوئے ہیں۔ اور قریب دو بچے برف پر گیند بنے ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب بیجان ہیں۔ کہیں معمر اور خضر صورت بوڑھے پڑے ہیں اور اونکے سر آدھے کٹے ہوئے ہیں۔ سڑک کی دونو طرف جابجا قافلوں کے مقام کرنے کے نشان دکھائی دے رہے تھے جنسے ساتھ ہی یہہ بھی ثابت ہو رہا تھا کہ مقام کرنیوالے بڑی جلدی اور افراتفری کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں۔ ہر ایسے پڑاؤ پر اسباب خانہ داری بکھرا ہوا تھا۔

"میلوں تک ہم قالینوں، بستروں، اور کپڑوں پر سے کچلتے ہوئے گذرے جنکو ہم سڑک کی ایسے حصہ پر بچھا چکے تھے جس پر پہیے چکے تھے۔ کمبلوں، کمبلوں، اور ہر قسم کے سامان خانہ داری کا بیچ بیچ فرش ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ شکستہ اسبابوں کی بھی کثرت شروع ہو گئی۔ اور جب ہم ترالی کے چھوٹے سے موضع میں پہنچے تو ہمیں اپنے سامنے سڑک کے دونوں طرف پہیوں کا واقعی ایک جنگل دکھائی دیا جو داہنے ہاتھ دریا تک اور بائیں جانب دامن کوہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم اس پہیہ پڑاؤ کے وسط میں سے گذرے۔ بڑی بڑی بیش قیمت قالین اور نفیس پارچات کیچڑ میں ملے ہوئے اور روندے ہوئے پڑے تھے۔

تباہی جسکی نظیر نہیں

اس پڑاؤ کا نظارہ ایسا رقت انگیز اور مؤثر اور زبان حال سے بگناہ و معصوم بنا گرنیوں کی مصائب و تباہی کی حالات ایسے موجود تھا کہ میں اسے بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا سینکڑوں ایکڑ رقبہ پر اسباب خانہ داری بکھرا ہوا تھا۔ یہ پڑاؤ دریا کے کنارے تین میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا۔ عرض میں کہیں زیادہ تھا۔ اس وسیع رقبہ پر بالکل پاس پاس کہا وس سے زیادہ قریب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ہزاروں گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور انکی بیلیں بند ہو ہو کر بیمار مویشی گاڑیوں میں ادھر ادھر سرگشت کر رہے تھے۔ ہر گاڑی کے قریب مردوں عورتوں اور بچوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کل سطح پر اجات۔ برتنوں۔ کتابوں۔ اور بستروں سے مستور تھی ایک سفید ریش معمر ترک بجان لیٹا ہوا تھا۔ قرآن شریف اسکے قریب کھلا پڑا تھا۔ اور اسکا کل جسم خون سے جو گردن و حلق کے ڈراؤنے زخموں سے بہا تھا۔ لتھڑا ہوا تھا۔ یہ نظارہ دیکھکر ہماری چیخ سا ہو گیا۔ تقریباً چھ سو اونٹوں اور گاڑیوں کی تمام قطاروں میں شیر خوار معصوموں کی لاشیں لپٹی ہوئی تھیں یہ وسیع مرگھٹ اور میدان ہلاکت مفاریوں کی ٹڈی دل سے بھرا ہوا تھا جو عمدہ عمدہ گاڑیوں کو منتخب کر رہی۔ اور مسی بہ تنوں اور گرانبہا بستروں کو اٹھا لیجا رہی تھی۔ بیمار یا فراط پر ہوتے اور بستروں سے زندہ کو مردہ کو گرا کر پھینکتے جاتے تھے۔ یہ حرامزادے ایسی بے رحمی سے انکو گراتے تھے کہ ڈیوں کو مردہ عورتوں، بچوں کے سروں کو کھینچتے ہوئے لیجا رہے تھے۔ اور ان لاشوں پر بھولے سے بھی توجہ نہیں کرتے تھے۔ تقریباً پانچسو لاشیں عاجز نہیں بنا گرنیوں کی اس پڑاؤ میں پڑی تھیں۔ گاڑیاں ۱۵ ہزار سے کم تھیں۔ اور کم از کم ۷۵ ہزار مظلوم سوار اون چیزوں کی جنکو وہ سروں پر اٹھا لیجا سکے کل مال و اسباب وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ گھنٹوں تک اسی مہیب و بھیانک نظارہ کو دیکھنے سے ہماری طبیعتیں پریشان ہو گئیں۔ اور ہم گھوڑوں کو تیز کر دیا۔ کہ کسیطرح خرسنی جلد پہونچیں۔ مگر گاؤں کی دیواروں تک ہمیں برابر بھیرت شدہ لاشیں ملتی رہیں۔

مسلمانوں کی معدومیت

یہ لوگ اپنے قیام گاہ سے سکویلات کے سواروں کو سامنے کی ادی مرتزا میں داخل ہوتے دیکھکر فرار ہوئے تھے۔ اس فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزار دو ہزار مسلمان دہقان ہلاک ہو گئے۔ اور جو تعداد قلیل باقی ہیں۔ وہ پہاڑوں میں برہنہ تن و خالی شکم فاقہ و سردی کی مصائب برداشت کر رہے ہیں۔ اس تجربہ سے ہوا کہ قرب و جوار کی بلغاری خوب متمول ہو گئی۔ کیونکہ رسی سواروں کی پہلی باڑہ کا بھی ہوا ان ابھی صاف نہ ہوا تھا کہ ہر صفت انسان اون جانوروں پر جنکو وہ نہ لیجا سکے تھے ٹوٹ پڑے۔ اور مال و اسباب سے سیکڑوں گاڑیاں بھر گئیں۔

"مسلمانوں کی اس کامل تباہی کو دیکھکر انسان کا دماغ چکرا جاتا ہے۔ ۷۵ ہزار میں سے صرف چند ہزار اپنے ارابے لیکر اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ معلوم نہیں اونکے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ مگر ان واقعات سے اوسے بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ فلپ بولی اور خرمنلی کی سڑک بلاشبہ ہمیشہ جادۂ مردگاں کہلاتی رہے گی۔

"مجھے یہ خیال کرتے ہوئے سخت صدمہ پہونچتا ہے کہ خدا نکرے کہیں قسطنطنیہ کو جاتے ہوئے بھی مجھے راستہ میں ایسے ہی منظر دیکھنے پڑیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ ہوا ہفتوں تک مسلمان پناہ گزینوں کی گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں ایڈریانوپل کے راستہ درات قسطنطنیہ کو جاتی رہی تھیں۔ ان لوگوں کو خوف و ہراس اور فلاکت نے ایسا بیحواس کر دیا ہوا تھا کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم کہاں جا رہے ہو تو بہت ہی تھوڑے کچھ جواب دے سکتے۔ وہ صرف یہی جانتے تھے کہ جہانتک جلد ممکن ہو سکے آگے بڑھے جائیں۔ دہشت نے ان کو ایسا بوکھلا رکھا تھا کہ اگر ایڈریانوپل کے بازاروں میں بھی کسی کی گاڑی ٹوٹ جاتی تو وہ اوسے مع سامان وہیں چھوڑ کر خود آگے چلا جاتا اسوقت بھی جبکہ میں یہ لکھ رہا ہوں بازار ارابوں سے بھرا ہوا ہے۔ جو سردی بارش اور تاریکی میں بھی برابر لگاتار حرکت کئے چلے جا رہے ہیں۔ اکثر عورتیں برہنہ پا پیدل ہیں۔ اور ہر ایک متنفس سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا نیم گرسنہ اور بالکل بے سکت ہو رہا ہے آندھی کا شور بچوں کے چلانے اور پہیوں کی چنگھاڑ کے ساتھ ملکر عجب وحشت خیز سماں بنا رہا ہے۔ افسوس ان بدنصیبوں کے لیے کسیطرح کی دستگیری اور امداد کی توقع نہیں"۔

ترکی آبادی کی بیخکنی

اس امر کی وجہ کہ ترکی آبادی ۱۸۷۷ء میں روسیوں کے قریب پہونچ جانے پر کیوں گھروں سے بھاگ جاتی تھی۔ اور روسیوں اور بلغاریوں کے قابو آنے پر سردی اور بھوک کی سخت سے سخت تکلیف کو ترجیح دیتی تھی ناظرین کو مندرجہ ذیل جگر دوز واقعات کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گی۔

ترکی دہقانوں کا قتل عام

مسٹر اڈمنڈ کالورٹ (انگریزی قونصل متعینہ فلپ بولی) نے اپنے اعلے افسروں کے حکم کی تعمیل میں مواضع بلوآن اور ملکوک کے متعلق خود ترکی پناہ گزینوں کی زبانی کل حالات قلمبند کیے تھے۔ ترکی کے متعلق صیغہ خارجیہ انگلستان نے جو سرکاری خط و کتابت شایع کی تھی اسمیں قونصل بلنٹ کا بھی ایک خط مورخہ ۱۴ جولائی ۱۸۷۷ء مندرج ہے جسمیں وہ ترکی دہقانیوں کے ناقابل اعتبار بیرحمی و سفاکی سے قتل کیے جانے کی شہادت دیتا ہے یہ خط کازان لک سے لکھا گیا تھا۔ موضع بلوآن[1] کے تین پناہ گزین باشندوں خلیل اوغلو حسین مصطفے اوغلو عبداللہ اور سلیمان اوغلو رشید کے بیانات مسٹر کالورٹ نے حسب ذیل تحریر کیے۔

"شنبہ گذشتہ (۷ جولائی کی صبح کو کاسکون کے دو رسالے بلوآن میں پہونچے۔ گاؤں کے اکابر روسیوں کی آمد کی خبر سنکر استقبال کو گئے۔ اور باضابطہ طور پر اطاعت گزینی کا اظہار کیا۔ کاسکون نے گاؤں کا احاطہ کر کے باشندوں کو ہتھیار حوالہ کر دینے کا حکم دیا۔ دوسرے دن دو اور رسالے کاسکون کے پہونچے اور اونہوں نے پھر گاؤں کا احاطہ کر لیا۔ اس مرتبہ دیہات ملحقہ کے دو تین ہزار

[1] یہ موضع جسمیں دو سو گھروں کی آبادی ہے۔ بلگیریا میں سلوی کی سڑک پر ٹرنوا سے تین گھنٹوں کی مسافت پر واقع ہے۔

بلغاری بھی روسی فوج کے ہمراہ تھے۔ یہ لوگ کلہاڑیوں۔ سنگینوں۔ خنجروں۔ اور غیر فوجی طرز کی بندوقوں اور تلواروں سے مسلح تھے۔ ان اشقیا نے گاؤں کو مویشی ہانکنے اور بے پناہ دیہاتیوں کو جنبوں اور مکانوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے گاؤں کو کئی جگہہ سے یکبارگی آگ لگا دی۔ اور جب باشندے جان بچا کر بھاگنے لگے تو انپر درندوں کیطرح ٹوٹ پڑے۔ اور بیشمار عورتوں۔ بچوں مردوں کو بے تحاشا تیغ کر کے باقیماندہ کو آگ کے شعلوں کیطرف دھکیل دیا۔ کاسک جو گاؤں کا باہر کیطرف سے احاطہ کئے ہوئے تھے چپکے کھڑے یہ سب تماشا دیکھتے رہے۔ یہ بیان کرنیوالے تینوں آدمی ایک گلی کی راستہ جسکے مقابل کاسکوں کا حلقہ میں خیمہ پڑا ہوا تھا۔ بصد مشکل جان بچا کر بھاگ آئے۔"

اس بیان کے ساتھ ہی مسٹر کالوٹ اپنی طرف سے یہ نوٹ ایزاد کرتے ہیں۔

"دخلیل اوغلو حسین جسنے سب سے اول بیان لکھایا۔ پہلے تو تذکرہ صدر و شان کسیقدر حوصلہ کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مگر جب وہ آخری مصیبت کے حالات بیان کرنے لگا تو اوس سے ضبط نہ ہو سکا وہ بچوں کیطرح رونے لگ گیا۔ اور اوسکے ساتھیوں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ وہ کچھ دیر تک ایک لفظ زبان سے نکال سکا۔

"پھر جب کسیقدر اوسکی حالت درست ہوئی تو بیان کیا کہ میرے ساتھ دو بہنیں بھی رہتی تھیں۔ اُنکے خاوند فوج میں سپاہی تھے۔ اور میں اونکی پرورش کرتا تھا۔ وہ دونو اونکی اولاد اور خود میرا کنبہ سب کے سب ہلاک ہو گئے ہیں میں نے بچشم خود موزیوں کو بچوں کو ماؤں سمیت شعلوں میں پھینکتے دیکھا۔"

ترکی مستولات پر ظلم و ستم

۱۸۷۶ء میں جب روسیوں نے دریا ڈینوب سے عبور کیا تو اوس سے کچھ عرصہ بعد مجروح ترکی عورتوں اور بچوں کا رحم غنیم جنکے خاندان حملہ آوروں سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر ظالموں نے راستہ میں ہی اُنپر حملہ کر دیا تھا۔ شوملا لایا گیا جہاں تمام انگریز اور دیگر ممالک کے نامہ نگاروں نے بچشم خود اونکا ملاحظہ کر کے ایک محضر نامہ مرتب کیا۔ یہ محضر نامہ ترکی وزیر خارجیہ نے بتاریخ ۱۴ جولائی ۱۸۷۶ء قسطنطنیہ سے اپنے مراسلہ کے ساتھ ترکی سفیر متعینہ پیرس کو روانہ کیا۔ مراسلہ و محضر نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"میں تمہیں ایک محضر نامہ کی بضمیمہ نقل ارسال کرتا ہوں جسپر مندرجہ ذیل ممالک غیر کے اخبارات کے نامہ نگاروں نے بمقام شوملا دستخط کئے۔ کولون گزٹ۔ جنرل ڈس ڈیبا۔ نیو فرائی پریس۔ سٹینڈرڈ۔ ڈیلی ٹیلیگراف۔ السٹریٹڈ لندن نیوز۔ مانچسٹر گارڈین۔ مارننگ فرنیک فورزے ٹنگ۔ مارننگ پوسٹ ریسی پبلک فرانکیس۔ پیسٹھر لائیڈ۔ وینیز ٹاگیبلاٹ۔ مارننگ ایڈورٹائزر۔ سٹاکٹیلمز نیشونک ہیرلڈ۔ مانچسٹر ایگزامینر۔ اُسکا مضمون یہ ہے ہم ممالک غیر کے اخبارات کے نامہ نگار جو شوملا میں جمع ہیں۔ اون حالات کا خلاصہ ایک جگہہ مرتب کر کے اوسپر اپنے دستخط کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جو اون مظالم کے متعلق جو بلغاریاں میں بے ہنر مسلمان آبادی پر توڑے گئے ہیں۔ ہمنے اپنے اپنے اخبارات کو جدا جدا تحریر کئے ہیں۔ ہم حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ہم بچشم خود شوملا اور اسکی غیر معمولی [illegible] بچوں اور عورتوں کو جو اس لشکر کے حملوں کی وجہ سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ بیرحمی سے قتل کیا جانا دیکھا ہے۔ ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ روسی فوج کے سپاہی اور بلغاری ہمراہی بچوں اور عورتوں کو جو اس لڑائی کے دوران میں بیگھر ہو گئے تھے۔ نیزوں اور تلواروں کی ضربوں سے قتل کرتے تھے۔ ہم نے خود اون خونوں کے متعلق

روسی سپاہ نے ناگفتہ بہ مظالم توڑے ہیں۔ اور بعض اوقات بلغاری بھی مسلمانوں مفروروں اور پناہ گزینوں سے کمال سفاکی سے پیش آتے ہیں۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق کئی دیہات کے تمام مسلمان تہ تیغ کر دئے گئے ہیں۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ مجروحین میں عورتوں اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اونکو زخم لگے ہوئے ہیں" وادی طنجہ میں جو ظلم و ستم کیئے گئے وہ ناظرین کو کتاب "میدان جنگ کے مظالم" کے مندرجہ ذیل اقتباس سے جو ۱۸۷۸ء میں شایع ہوئی تھی معلوم ہو جائینگے۔

"وادی طنجہ جو بلقان سے متصل بجانب جنوب واقع ہے۔ گورکو کے رسالے پہونچنے سے پہلے کمال دلفریب اور خوشحال ضلع تھی۔ گانوں آباد۔ قصبے بارونق۔ کھیت سرسبز۔ اور تمام زرخیز علاقہ گلاب کے باغوں اور تاکستانوں سے معمور فردوس کا ٹکڑا دکھائی دیتا تھا۔ اور کل باشندے اپنے اپنے شغل میں مصروف نہائت خوشحال اور فارغ البال تھے۔ اس وادی کا عطر گلاب تمام دنیا میں مشہور تھا۔ ترک اور بلغاری آپس میں صلح و اتفاق اور امن چین سے آباد تھے۔ فسادوں کے برپا اور لڑائی کے شروع ہونیکی افواہیں وہاں بھی پہونچ گئی تھیں۔ مگر دونوں جماعتوں کے اکابر نے باہم صلاح و مشورہ کر کے قدیمی رفاقت اور امن کو قائم رکھنے اور کسیطرح کی شکر رنجی پیدا نہ ہونے دینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔

"افسوس یہ حالت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ جولائی ۱۸۷۷ء کے اخیر میں روسی اور بلغاری فوجیں اس نمونہ فردوس میں وادی میں داخل ہوئیں۔ اور انکی ورود کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ آباد و دلفریب ضلع چشمزدن میں ایک وسیع قبرستان بنگیا۔ گاؤں جلائے گئے۔ مکان منہدم ہو گئے۔ باشندے طرح طرح کے عذاب و عقوبت کے ساتھ تہ تیغ کر دئے گئے۔ اور کل علاقہ جو اس منحوس ملعون محاربہ سے پہلے کمال بارونق شگفتہ اور تر و تازہ تھا جہنم کا ٹکڑا بنگیا۔ جن گھروں میں پہلے کسی نے اونچی آواز سے کسیکو بولتے نہ سنا تھا۔ اب انمیں تاخت و تاراج۔ قتل و نہب۔ حرامکاری و روسیاہی۔ جبر و ظلم اور زنا بالجبر کا بازار گرم ہو گیا۔ اور بیشمار خوشحال آبادی میں سے صرف چند ہزار خانمان برباد۔ شکستہ حال۔ تباہ و پریشان فاقہ مست و مایوس عورتیں اور بچے باقی رہ گئے۔ قونصل جنرل فاسٹ نے روڈوسٹو سے انکی تباہی و بربادی کے یہ جگر شگاف حالات تحریر کئے۔

سکاٹسمین کا نامہ نگار "مسٹر مرے سکاٹسمین کے نامہ نگار نے اس ضلع کی بربادی کے حالات جو اسکی صغرا کالوفر۔ کارسودا۔ اور سوپاٹ کے شمال مغرب میں اس درہ کے قریب واقع ہے جس کے راستہ اول اول روسی جنوبی بنگیریا میں داخل ہوئی۔ بیان کرتے ہوئے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تمام قصبے بالکل ویران ہو گئے ہیں۔ اور ان کے کوچہ و بازار۔ تاکستان اور کھیت مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی متعفن اور بوسیدہ لاشوں سے پٹے ہوئے ہیں۔ ان قصبوں پر قابض ہوتے وقت روسی کمانڈروں نے حفاظت کا وعدہ کر کے ترکی دہقانوں سے ہتیار رکھوالئے۔ مگر سلیمان پاشا کی پیشقدمی پر پیچھے ہٹتے وقت وہ یہ ہتیار اور نیز اور بہت سے اسلحہ اپنے پاس سے بلغاری دہقانوں کو دے گئے۔ جنہوں نے فی الفور اپنے ترکی ہمسایوں پر حملہ آور ہو کر ان کو بلا تمیز زن و مرد یا صغیر و کبیر بیدریغ تہ تیغ کر دیا۔ اور عورتوں کو قتل کرنے سے پہلے نہائت وحشیانہ طریق سے سخت بیحرمت و بے آبرو کیا۔"

"سٹینڈرڈ کا نامہ نگار - جو گرینڈ ڈیوک نکلس کی فوج کے ہمراہ تہا اور بلقان سے شمال کیطرف کے کل علاقہ میں اسنے گشت کی تہی - ترکوں کی خوش اطواری اور عیسائیوں کی بدذاتی کے متعلق حسب ذیل لکہتا ہے :-

"میں دیگر حالات پر اسقدر لکہتا چلا گیا ہوں کہ "مظالم" کے متعلق لکہنے کیلئے بہت تہوڑی جگہ رہگئی ہے - ناظرین "مظالم" کا لفظ سنکر چونک نہ پڑیں - مینے بطریق مبالغہ یہ لفظ نہیں لکہا - دنیا میں آجتک کسی قوم حتے کہ امریکہ کے سرخ اندام وحشیوں نے بہی بے پناہ اور بہاگی جاتی آبادی سے کبہی ایسا قبیح ظالمانہ برتاؤ نہیں کیا - جیسا کہ بلغاروں نے ترکوں سے کیا ہے - یہ شقی القلب علانیہ تسلیم کرتے ہیں کہ بلغاری و ترکی دیہاتیوں میں پہلے کوئی عناد موجود نہ تہا - عیسائی صرف خونریزی کے شوق اور لوٹ گہسوٹ کی طمع سے بے بس ہوکر اپنے ہمسائوں پر ٹوٹ پڑے تہے - جن کو انہوں نے دیکہہ لیا تہا کہ اب بالکل بے پناہ ہیں اور اپنا کچہہ بچاؤ نہیں کرسکتے - سیٹو کے ایک شرابخانہ میں جب میرا قاصد گیا تو وہاں ایک بلغاری اپنا خنجر دوسروں کو دکہا رہا اور یہ کہہ رہا تہا " پہلے میں بندوق لیکر باہر پہرا کرتا تہا - مگر یہ اس سے بہتر ثابت ہوا ہے - میں دس مسلمان قتل کرچکا ہوں - مینے انہیں بکروں کی طرح ذبح کرڈالا " کیا اس سے بڑھکر بہی کوئی سفاکی اور درندگی ہوسکتی ہے شمالی بلگیریا کے مسلمان بیشک بکروں کیطرح ذبح کئے گئے تہے - مگر انہوں نے عیسائیوں پر کسی طرح کا ظلم نہ کیا - بلکہ بہاگنے اور فراری کے وقت بہی جیسا کہ خود بلغاری تسلیم کرتے ہیں ہر ایک چیز کی قیمت ادا کردیتے رہے - روسیوں کو بلغاریا میں داخل ہوئے دو مہینے ہوچکے ہیں - اور ابتک کسی ترک کیطرف سے کوئی زیادتی ہونیکی ایک بہی شکائت نہیں سنی گئی - ایک روسی افسر نے ایک راہگذر بلغاری دہقان سے دو فیلمرغ چار آنوں کو خرید کئے - پہر اُس سے دریافت کیا " کیا تم اپنے ہم مذہب بہائیوں کے آنے سے خوش نہیں " بلغاری نے بلا رو و رعائت صاف صاف جواب دیا " ہم ابہی یہ دیکھ رہے ہیں کہ آیا تمہارا برتاؤ بہی ہم سے ویسا ہی اچہا ثابت ہوتا ہے - جیسا کہ ترکوں کا تہا "

" ٹائمز کے نامہ نگار نے جو اس یورش میں گورکو کے ساتہہ رہا تہا بتاریخ ۱۲ - جولائی ۱۸۷۷ء گورکو کے کمپ سے جو بلقان کے جنوبی علاقہ میں نصب تہا حسب ذیل تحریر کیا :-

" اس محاربہ سے تہذیب کو کچہہ تعلق نہیں - یہ از سرتا پا مظالم در مظالم کا مجموعہ ہے - روسی سپاہی ترکوں کو ناپاک ترین حیوان تصور کرتے اور انہیں قتل و ہلاک کرنا ثواب میں داخل سمجہتے ہیں - بلغاری بہی جہانتک انکا بس چلتا ہے فرق نہیں کرتے - پرنس وک ٹنسٹن جب میدان جنگ کی گشت کرتا ہے تو یہی پکارتا واپس آتا ہے " بلغاری مجروح ترکوں کو قتل کررہے ہیں " بعد ازاں جب میں میدان مصاف کو گیا تو بلغاریوں کو مقتول ترکوں کی لاشوں سے کپڑے وغیرہ اُتارتے دیکہا - نیکبخت و رحیم مزاج عیسائی خاتونیں جب سنتی ہیں کہ کچہہ ترک اسیر کئے گئے ہیں تو وہ کمال متانت کے ساتہہ اپنی گردنوں پر ہاتہہ پہیرتی ہیں - اس اشارہ کا یہ مطلب ہوتا ہے - کہ اسیروں کو ذبح کردو - بہلا بتاؤ ایسی شریف عورتوں کو دیکھکر ایسے انسان کے بدن پر جسمیں کچہہ بہی خوف خدا اور انسانیت کا ایک ذرہ بہی ہو کیوں نہ لرزہ پڑجائے - اور ایسے مردوں کو بہادر اور

منچلے سپاہی کیوں نہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں۔ جن کا سفاکی اور سیہ کاری کے سوا اور کوئی کام ہی نہ ہو"

ناظرین اس امر کو ہمیشہ مرکوز خاطر رکھیں کہ ان کراہیت انگیز افعال میں سے اکثر اعلےٰ ترین روسی افسروں کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے علم سے کئے جاتے رہے تھے۔ اسبارہ میں سب سے بڑا خاطی جنرل گورکو تھا۔ ۱۸۷۷ء کے موسم گرما میں اسنے بلقان کو عبور کر کے ترکی قلمرو پر جو یورش کی تھی۔ اسمیں کوئی جنگی مدعا مد نظر نہ رکھا گیا تھا وہ صرف مسلمانوں کو تاخت و تاراج اور قتل و غارت اور بیحرمت کرنیکے لئے کیگئی تھی۔ اس نے اپنے سپاہیوں بالخصوص بلغاری مجاہدین کو پوری پوری اجازت دیدی تھی کہ مسلمان باشندوں سے جو سلوک چاہیں کریں۔ خوبصورت وادی طنجہ میں جو زرخیزی اور عطر گلاب کے لئے چاردانگ عالم میں مشہور ہے اسکا راستہ دود آلود دیہات مقتول مردوں اور بیحرمت کیگئی عورتوں سے نمایاں ہو رہا تھا۔ کازان لک اور اوفان لک کے بدنصیب مسلمانوں کا ماجرا* بیان کرنیکا قلم یارا نہیں رکھتا۔ گورکو کی ظالمانہ یورش کا فقط یہ مدعا تھا کہ ان مظالم سے مشتعل ہو کر مسلمان بھی عیسائیوں سے

* اوفان لک کے بارونق قصبہ پر کاسکون اور بلغاریوں نے جو مظالم توڑے۔ ان کی اتنی چشمدید شاہد شہادت دے رہے ہیں۔ کہ ان اشقیاء سے اگر کوئی اور حرکت بدکل محاربہ میں نہ بھی سرزد ہوتی تو بھی صرف یہی ایک واقعہ قیامت تک انکی روسیاہی کیلئے کافی تھا۔ ٹائمز کے نامہ نگار نے جو سلیمان پاشا کے ساتھ تھا۔ بتاریخ ۱۶۔ اگست ۱۸۷۷ء مقام خان بوغاز سے اسکے متعلق یہ تحریر کیا:۔

ہم سے دیروز سلیمان پاشا نے اس گانوں کو جا کر دیکھنے کی درخواست کی۔ جہاں پچھلے ہفتہ بلغاریوں اور کاسکون نے ناگفتنی مظالم اور خوفناک خونریزی کا ارتکاب کیا تھا۔ اس گانوں کا نام اوفان لک یا اوفلانا ہے۔ جو خان بوغاز اور کازان لک کے درمیان یعنی کازان لک کے روسی کیمپ سے بہت قریب واقعہ ہے۔ یہ نہایت ہی بارونق موضع بلکہ قصبہ تھا۔ اور وہاں ساڑھے تین ہزار کے قریب باشندے آباد تھے۔ جو معدودے چند مکان کھڑے رہ گئے ہیں انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر باشندے بہت آسودہ حال تھے۔ وہاں ہمنے جو لاشیں دیکھیں انمیں ایک نوعمر عورت کی بھی لاش تھی۔ جسے فوت ہوئے زیادہ سے زیادہ دو تین ہی روز ہوئے ہونگے۔ میں کس طرح اسکی وفات کی تاریخ معین کر سکا۔ اسکے بتانے سے دلکو سخت صدمہ اور رنج پہونچتا ہے۔ تاہم بالاختصار یہ بتائے دیتا ہوں کہ جسقدر گوشت ابھی ڈھانچ کے ساتھ باقی تھا۔ اور کتوں سے بچ رہا ہوا تھا وہ بالکل تازہ تھا۔ اور جسم کے بالائی حصہ کی رنگت ابھی بہت ہی خفیف متغیر ہوئی تھی۔ میں اس عورت کے چہرہ کو مدت العمر فراموش نہیں کر سکونگا۔ میرے ساتھ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار۔ ہم دونوں کے نوکر۔ ایک ترکی میجر اور دو یا تین سپاہی بطور اسکورٹ کے تھے۔ ہم سب اس لاش کے گرد عرصہ تک بیحس و حرکت بت بنکر کھڑے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ اسکا چہرہ جسے کتوں نے سلامت چھوڑ دیا ہوا تھا۔ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ خط و خال کمال دلفریب اور رخساروں اور ٹھوڑی کی گولائی قابل دید تھی۔ موت کی زردی نے اسکی خوبصورتی کو اور دوبالا کر دیا ہوا تھا۔ مونہہ جو عجیب خوبصورت تھا کسیقدر کھلا ہوا تھا اور دانت نظر آ رہے تھے۔ آنکھیں بند۔ اور انکی لمبی لمبی پلکیں رخساروں تک پہونچی ہوئی تھیں۔ پیشانی پر تکلیف و آزردگی کی خفیف سی علامت پائی جاتی تھی۔ بال نورانی ہالہ کیطرح سر پر حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ بالکل برہنہ پڑی تھی۔ اور گردن ایک ہی ضرب سے جسنے ضرور حلق اور شاہرگ کو فی الفور کاٹ دیا ہوگا نصف سے زیادہ کٹی ہوئی تھی۔ اسکے علاوہ ہمنے اور بھی کئی عورتوں

ایسا ہی سلوک کریں۔ تاکہ انگلستان میں مظالم فروشی کا جو خبط مستولی ہو رہا تہا اور جس نے روسی طمع و حرص کو خوب کام دیا تہا برابر تازہ رہے۔ اکتوبر۔ نومبر۔ اور دسمبر ۱۸۹۵ء کے مظالم آرمینیا دہشت انگیزی اور تعداد دونوں لحاظ سے ان مظالم کے سامنے جو عیسائی سپاہیوں نے ۱۸۷۷ء میں جزیرہ نما بلقان کے مسلمانوں پر کئے کچہہ بہی حقیقت نہیں رکہتے۔ تازہ ترین سرکاری مراسلات اور کاغذات مظہر ہیں کہ بعض بعض مقامات میں ارمنی مظالم "بلغاری مسلمانوں" اور "چرکسوں" نے شروع کئے تہے۔ اگر ایسا ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ روسی جور و ستم اور ظلم و جفا کے انہی دونوں قوموں کے مسلمان آماجگاہ رہے تہے نیرنگی قسمت سے دونوں واقعات میں بیگناہ اور معصوم مظالم جفاکارانہ کا ہدف و نشانہ بنتے ہیں۔ بلقان میں پہلے مسلمان۔ پہر عیسائی اور بالآخر مسلمان۔ ابلیسانہ جور و جفا اور کشت و خون کا آماجگاہ بنے۔ کوہسار آرمینیا میں پہلے مسلمان اور پہر عیسائی بہت بڑے پیمانہ پر قومی و مذہبی تعصب کا شکار ہوتے ہیں۔ مگر دونوں صورتوں میں اصلی تحریک اور باعث یکساں تہے۔ یعنے اسی مقدس ملکی و جنگی حکومت روسیہ" کی ظالمانہ۔ اٹل بے اصول اور مستقل عزم طمع و حرص جو ایکطرف قسطنطنیہ کیطرف اور دوسری طرف ہندوستان کیطرف جائز یا ناجائز جن وسائل سے بن پڑے لگاتار پیشقدمی کرتے رہنے کی پالیسی کو کبہی ایک لحظہ کیلئے نظر انداز نہیں کرتی دونوں صورتوں میں اپنا کام کر رہی تہی۔

روسی ڈھنگ } بلگیریا اور آرمینیا میں روس نے جو ڈہنگ اختیار کئے انہیں اور نیز اس تدبیر میں جس سے دونوں صورتوں میں انگلستان کی عام رائے کو دہوکہ و فریب دیا گیا ہے عجب مشابہت تامہ پائی جاتی ہے۔ مگر خوش قسمتی سے آخر الذکر صورت میں دیگر زبردست اقتدار دنیا نے حائل ہو کر ترکی کو بلا واسطہ اور براہ راست روسی فوج کشی سے بچا لیا۔ اور اسطرح سے انگریزی قوم کے تعصبات اور انگریزی پالیسی کی بیوقوفیوں کے اثر بد کی پوری

بقیہ حاشیہ

اور بچوں کی لاشیں ایک کنوئیں میں دیکہیں۔ ان کی تعداد ہم درست نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ ہمنے انہیں نکلوا کر نہ گنا۔ تاہم وہ بالضرور بہت سی تہیں۔ اور میری رائے میں اس لرزان و ترسان بڑہیا عورت کا بیان بالکل درست تہا۔ جو کنوئیں تک ہمارے ساتہہ آئی تہی۔ اسنے بتایا کہ یہاں بارہ یا پندرہ عورتوں کی لاشیں پہینکی گئی تہیں۔ واپسی کے وقت ہمنے سوا سو سے زیادہ ترکوں کی لاشیں دیکہیں۔ یہ سب کے سب سنگین و تلوار یا یکبارگی گولی مار دینے سے ہلاک کئے گئے تہے۔ انکے متعدد ڈھیر لگے ہوئے تہے ایک ڈھیر میں چالیس اور ایک میں پچاس لاشیں تہیں۔ دو تین چہوٹے چہوٹے ڈھیر ان سے علاوہ تہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ کمال بیرحمی اور فریب کے ساتہہ قتل کئے گئے تہے۔ ان میں کئی نہائت ہی بوڑہے بہی تہے۔ شب گذشتہ ترکی سواروں کی ایک جماعت کل علاقہ میں بکامیابی کامل گشت کر کے واپس آئی۔ وادئے طنجہ کے موضع موفلس میں انہیں اڑہائی سو عورتیں اور بچے ملے جنکو بلغاری جو ترکی سواروں کے آنے پر دم دبا کر بہاگ گئے تہے زندہ تو چہوڑ گئے۔ مگر بیحرمتی سب کی کر گئے۔ شام کے وقت یہ جماعت کازان لک پہونچی۔ وہاں اسنے دو ہزار سے زیادہ ترکی عورتیں اور بچے پائے۔ ان سب نے یکزبان ہو کر بیان کیا کہ گذشتہ دس پندرہ دنوں میں یعنی جیسے کہ شہر بلغاریوں کے تصرف میں آیا۔ ان بدذاتوں نے ایک جوان عورت یا لڑکی کا ناموس سلامت نہ چہوڑا۔ اور جاتی دفعہ کئی لڑکیوں کو پہاڑوں پر ساتہہ لیگئے۔ کل شہر میں ایک مرد ترک موجود نہ تہا۔ وہ سب قتل کر دئے گئے تہے

پوری تلافی ہوگئی۔ اور یہی نہیں کہ ترکی کی سلامتی ہی مخدوش نہ ہونے پائی بلکہ انگلستان اور سلطنت برطانیہ کے مفاد عظیمہ بہی معرض خطر میں پڑنے سے سلامت رہے۔

مندرجہ بالا سطور میں مینے اصل مطلب سے بہت گریز کیا ہے۔ مگر ناظرین کو واقعات کی حقیقی رفتار اور ان کے اثر کا درست اندازہ کرسکنے کے قابل بنانے کیلئے یہ گریز ناگزیر تہا۔ اب میں پھر آسٹریا کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ ۱۸۷۷ء میں روس نے بوسینیا اور ہرزی گوینا کے وعدہ سے آسٹریا کو متفق کرلیا تہا۔ اور اس سے ترکی پر حملہ کرنیکی اجازت حاصل کرلی تہی۔ رومانیا نے اس حملہ کے برخلاف مدد ملنے کے لئے آسٹریا سے فضول التجائیں کیں۔ آسٹریا کی حس انصاف پر طمع غالب آچکا تہا۔ اس نے شنوائی نہ کی اور غریب رومانیا کو صبر و شکر کرکے روس کو اپنے علاقہ سے گذرنے ہی کی اجازت نہ دینی پڑی بلکہ جب بمقام پلیونا پہلی مرتبہ ہی اسلامی پہلوان عثمانؓ سے منہ کی کہانے پر روسیوں کے شکنجہ ڈھیلے اور انکی حالت نہایت نازک ہوگئی تو اسے اپنی کل فوج بہی اسی ظالم کے حوالہ کردینی پڑی۔ روسی سلسلہ ہائے آمد و رفت اور اسکی فوج کا جناح یصیر بیلا سے لیکر رومانیا۔ بلگیریا اور شرقی رومیلیا کے بیچوں بیچ سان سٹیفانو تک پہیلا ہوا تہا۔ اور آسٹریا بآسانی تمام حس موقعہ پر چاہتی وہیں اسپر مہلک حملہ کرسکتی تہی۔ مگر قرارداد باہمی کے مطابق وہ خاموش رہی۔ اور اس نے کوئی مخالفانہ حرکت نکی۔ لیکن جب قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہونچ گئے اسوقت آسٹریا سے ضبط نہو سکا۔ اور اسنے روس کو مزید پیشقدمی سے باز آجانیکی اطلاع کردی۔

روسیوں کی دوسروں کو اندہا اور احمق بنانیکی کوششیں

جون ۱۸۷۸ء میں بمقام برلن تمام پردے فاش اور کل راز منکشف ہوگئے۔ کل مشرقی رومیلیا کی سیاحت کرنے۔ اور ایڈریانوپل۔ فلپ پولیس۔ صوفیا۔ اور سلسلہ رہوڈوپ کے برابر برابر جسقدر روسی افواج مقیم تہیں انکی بیحد کمزوری کو بچشم خود مشاہدہ کرنیکے بعد میں فلپ پولیس اور صوفیا کو روسی تصرف میں نجانے دینے کی حتے الامکان کوشش کرنیکے لئے برلن گیا۔ روسی کل دنیا کو احمق اور اندہا بنانیکی چال کمال بیباکی اور جسارت کے ساتہہ چلے۔ انہوں نے فوج امپیریل گارڈ اور تقریباً ہر ایک سپاہی اور توپ جسکی گنجائش نکل سکتی تہی سان سٹی فانو کو جو قسطنطنیہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے بہیجدی۔ اور پہر تمام یورپین سفارتوں کے جنگی اتاشیوں کو روسی "فوج ہراول" !!! کے پریڈ اور جائزہ دیکہنے کیلئے مدعو کیا۔ یہ ہراولی فوج بیشک بڑی شاندار تہی۔ اسمیں نفیس و عمدہ توپخانہ کے علاوہ پچاس ہزار چیدہ روسی فوج موجود تہی۔ مگر درحقیقت ہراولی فوج ہی کل روسی فوج تہی

* روسیوں نے پہلے بحقارت تمام پرنس چارلس والی رومانیا کے پیشکش کو مسترد کردیا تہا۔ مگر جب عثمانؓ نے چہکے چہوڑا دئے تو خود پرنس مذکور سے بالحاح تمام امداد کی تاکیدی التجا کی۔ مفصل حالات کے لئے دیکہو محاربات پلیونا۔

اور یہی کل عساکر روسیہ کی کائنات تہی۔ ایڈریانوپل میں کلہم چار ہزار اور فلپ پولیس میں تین ہزار سے بہی کم روسی سپاہی موجود تھے۔

اجنبیوں سے روسی افواج کی قلت تعداد کو مخفی رکھنے کی بڑے اہتمام سے کوشش کیجاتی تہی۔ پرنس گورچکاف (متوفی وزیر خارجیہ روس) کے داماد کونٹ سٹولوین نے جو رومیلیا کا گورنر جنرل بنایا گیا ہوا تہا خود اپنی زبانی مجہے بتایا کہ پشتراکی اہم چوکی میں جو سلسلہ رہوڈوپ کے کنارہ پر واقع تہی۔ تین پلٹنیں مقیم ہیں۔ مگر درحقیقت وہاں صرف دو کمپنیاں موجود تہیں۔ فساد رہوڈوپ کی تحقیقات کے لئے ایک مشترکہ روسی ترکی کمیشن مقرر ہو گئی تہی مینے وہاں اس کمیشن کے ساتہہ ملکر کہانا کہایا۔ میز پر صرف تین روسی افسر موجود تہے۔ مینے پریسیڈنٹ سے کہا "میرے خیال میں تمہاری اکثر ساتہی بعیدی چوکی کے فرائض کی تعمیل پر گئے ہوئے ہیں" اسکی زبان سے بیساختہ نکل گیا "نہیں صرف ایک غیر حاضر ہے" اس کے معنے یہ تہے کہ وہاں صرف دو کمپنیاں موجود ہیں۔ کمیشن ایک روسی میجر کے زیر اہتمام تہی۔ اس نے میز کے نیچے سے اپنے ساتہی کو ٹہوکر لگائی۔ مگر مسکوٹ کے پریسیڈنٹ کی بجائے وہ ٹہوکر مجہے لگی۔ میں بآواز بلند ہنس پڑا۔ اور جہانتک میری ذات کا تعلق تہا۔ تمام رازداری کا خاتمہ ہوگیا۔ اور پہر مجہ سے کسی بات کے چہپانیکی کوشش نہ کیگئی۔

لارڈ بیکنسفیلڈ کو روسیوں کی کمزوری بخوبی معلوم تہی اور وہ جانتا تہا کہ روسی فوج مقیم یورپین ٹرکی پر نہایت آسانی سے مہلک حملہ ہوسکتا ہے۔ بنابریں اسکی بڑی خواہش تہی کہ اس موقعہ پر فائدہ اٹہاکر روس پر کاری ضرب لگادے۔ اس ضرب سے روس کم از کم پچاس برسوں کیلئے بیدست و پا ہو جاتا۔ اور خوبی یہ تہی کہ ہمیں آدمیوں اور روپیہ کا چنداں نقصان نہ اٹہانا پڑتا۔ مگر بدقسمتی سے اسی کے ساتہی وزراء کے حصہ کثیر نے جنکو کوتاہ اندیشی اور مذہبی تعصب نے اُن اغراض و مفاد کی اہمیت جو معرض خطر میں تہے۔ اس نادر و بیمثال موقعہ کی لاانتہا قدر و منزلت اور توقف و درنگ کے خطرات کو سمجہنے کے قابل نہیں رہنے دیا ہوا تہا۔ اس سے اتفاق رائے نہ کیا۔ اور اُسے اپنے عزم سے دست بردار ہونا پڑا۔

محمد علی برلن کانگرس میں اعلے ترکی نائب اور سفیر محمد علی تہا۔ وہ ایک قابل انسان۔ عمدہ جرنیل اور عام واقفیت اور وسعت معلومات میں اس زمانہ کے اکثر ترکی پاشاؤں سے بہت افضل تہا۔ وہ وادی لوم کی فوج کا کمانڈر رہا تہا۔ اور وہاں اُسنے روسی فوج کو جو زاروچ* (ولی عہد) کے زیر کمان تہی۔ تین پے در پے شکستیں دیں۔ قراحسن کوئی اور پوپ کوئی کی لڑائیوں میں محمد علی نے روسیوں کا خرگوش کی طرح شکار و تعاقب کیا۔ وہ زاروچ کی فوج کی ترکی تمام کرنے ہی والا تہا کہ محمود داماد پاشا سلطان کے بہنوئی کی صلاح بد سے جو اس محاربہ کے دوران میں ٹرکی کے حق میں فرشتۂ رحمت کا کام دیتا رہا تہا۔ واپس بلا لیا گیا۔ میں محمد علی سے اچہی طرح واقف تہا۔ اسنے کئی مرتبہ مجہ سے بتاسف ذکر کیا کہ اس پر ماجرا محاربہ میں ٹرکی کے ہاتہہ سے کئی نادر موقعے یوں ہی گئے۔ ان سے کوئی فائدہ نہ اٹہایا گیا

* یہ بعد میں زار اسکندر ثالث ہوا۔

کانگرس کے انعقاد کے پہلے ہی دن مینے برلن میں اس کے ساتھ کہانا کہایا۔ اور اس سے دریافت کیا ٹرکی کے حق میں صورت حال اور معاملات کی رفتار کیسی دکہلائی دیتی ہے۔ محمد علی نے آگے جہک کر چہرہ کو ہاتہوں سے چہپا لیا۔ پہر چند لمحوں کے بعد سر اٹہا کر کمال مایوسی اور اندوہ کے ساتہہ کہا "اے میرے دوست۔ مجہے کامل تباہی دکہائی دیتی ہے۔ آسٹریا نے ہمیں بیچ دیا ہے" اُسے میرے سوال سے تہوڑا سا عرصہ ہی پہلے یہ معلوم ہوا تہا کہ روس نے بوسنیا اور ہرزی گووینا کا لقمہ دیکر آسٹریا کو خاموش رہنے پر رضامند کر لیا تہا۔ اور کہ بڑی بڑی بہینٹیں چڑہائے بغیر ٹرکی کو صلح حاصل نہیں ہو سکیگی خداوند کریم اس پر رحم کرے۔ اس نے برلن میں ٹرکی کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کانگرس کے اختتام سے کچہہ عرصہ بعد وہ ایک خاص سفارت پر قصبہ پرزرنڈ کو جہاں البانویوں نے سخت بغاوت برپا کر رکہی تہی بہیجا گیا۔ اور وہاں شورہ پشت اور کٹر البانویوں نے بقول بعض دغا و فریب سے اسے اور اسکے تمام اسکورٹ (دستہ اردل) کو تہ تیغ* کر دیا۔ محمد علی کا انجام اس انجام سے جو سر لوئیس کوگناری اور اسکے اسکورٹ کا بمقام کابل ہوا بہت کچہہ مشابہت رکہتا ہے۔

کونٹ گولوچوسکی کی دور اندیشی

چونکہ میں جانتا تہا کہ ٹرکی کی قسمت بہت کچہہ آسٹریا کی پالیسی پر منحصر ہے۔ مینے راستہ میں بشرط امکان آسٹرین وزیر خارجہ سے ملتے جانیکا عزم کیا۔ کونٹ گولوچوسکی نے مجہ سے جنوری گذشتہ میں قسطنطنیہ سے وطن کو واپس آتے وقت ملاقات کرنا منظور فرما لیا تہا۔ اور از راہ نوازش اسکے لئے وقت اور تاریخ معین کر دی تہی۔ مگر قسطنطنیہ میں غیر مترقبہ توقف ہو جانے سے میں پورے آٹھ گھنٹے دیر کر کے پہونچا۔ تاریخ ۱۵ جنوری بروز جمعہ اور وقت بارہ بجے دوپہر کا مقرر کیا گیا تہا۔ کونٹ نے اسی تاریخ شام کو برلن جانا تہا وہ چلا گیا۔ اور میں شام کے آٹھ بجے وہاں پہونچا۔ مینے یہ تفصیل اسلئے بتائی ہے کہ اس سے ایک عجیب و غریب داستان متعلق ہے۔ لندن واپس پہونچنے پر ایک باخبر شخص نے جو بیشمار خفیہ جاسوسوں اور خبر رسانوں کا افسر و حاکم ہے مجہے بتایا کہ قسطنطنیہ میں مجہے ایم نیلیڈوف کی کارستانی سے توقف ہوا تہا تاکہ میں کونٹ گولوچوسکی سے نہ مل سکوں میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ روائت درست ہے یا غلط۔ مگر اسمیں کوئی شک نہیں کہ مجہے بالکل خلاف توقع اور ناقابل بیان طریق سے ایک ایسے شخص کے کہنے سننے پر جو دربار سلطانی میں بڑا منظور نظر ہے اور اسکی نسبت عام خیال ہے کہ اسکا میلان اور رجحان بہت کچہہ روسیوں کیطرف ہے دو دن قسطنطنیہ میں میعاد مقررہ سے زیادہ ٹہیرا رہنا پڑا۔ اور بعد میں ثابت ہو گیا کہ اسکی یہ درخواستیں اور پیغام بالکل لغو اور نہائت ہی ناکافی وجوہات کی بنا پر مبنی تہے۔

مسائل کریٹ و یونان کے دوران میں آسٹریا نے جو مسلک اختیار رکہا میں اسے نہائت غور سے دیکہتا رہا تہا۔ اور مسلک مذکور کے اختیار کرنے میں کونٹ گولوچوسکی نے جو عاقلانہ دور اندیشی اور پیش بینی ظاہر کی تہی اسے دیکہہ دیکہکر متعجب و حیران رہجاتا تہا

* اس واقعہ کے حالات اسی کتاب میں پہلے کسی حاشیہ میں بتائے جا چکے ہیں۔

یہ امر خود ہماری (انگریزی) بلیو بکوں (کتب ازرق) سے بہی صاف ہویدا ہو رہا ہے۔ آسٹریا محل وقوع اور شاطرانہ بساط کو بالکل قریب ہونے اور یورپ کے امن کو قائم رکہنے کے معاملہ میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھنے کی وجہ سے ان تمام سازشوں اور بلند پرواز امنگوں سے جو امن عامہ میں مخل ہونیکی دہمکی دے رہی تہیں بخوبی واقف اور باخبر تہی۔ آسٹریا کو اسیوقت یونان کی خفیہ سوسائٹی اتھنیکی ہیٹاریا کی کارروائیاں جو اب کل دنیا میں مشہور ہوگئی ہے معلوم تہیں۔ اور اُسے اس خفیہ امداد کا بہی علم تہا جو یونانی گورنمنٹ اس انجمن کی خوفناک سازشوں کو دے رہی تہی۔ اور یہ اسی علم کی وجہ سے تہا کہ جولائی ۱۸۹۶ء میں ہی کونٹ گولوجوسکی نے مفسدین اور اسلحہ کے سیلاب عظیم کی درآمد کو روکنے کیلئے جسے اتھنیکی ہیٹاریا نے تیار کیا تہا کریٹ کے گرد بحری حلقہ ڈالنے کی تجویز دول یوروپ کے سامنے پیش کردی تہی۔ تمام دول عظام نے اس مدبرانہ احتیاط اور پیش بندی کو جو کریٹی فساد کو شگوفہ میں ہی دبا دیتی اور خود کریٹ کو جانگداز خانہ جنگی اور خونریزی سے محفوظ کردیتی بخوشی منظور کرلیا۔ باغلب وجوہ اس آسٹرین تجویز کی بدولت محاربہ تہسلی بھی کبھی وقوع میں نہ آتا۔ مگر بدقسمتی سے برطانوی گورنمنٹ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور محبان یونان و ریڈیکل فریق کی خفیف سی پرجوشی اور تحریک سے ڈر کر آسٹریا کی تجویز کے مطابق اگست گذشتہ میں کریٹ کے بحری محاصرہ کے لئے دیگر دول کے ساتہہ شریک ہونے سے انکار کردیا۔ عام تحریک کے اسقدر دباؤ میں آجانا بڑی سخت غلطی تہی یہ تحریک ایسی وقیع اور اہم نہ تہی جیسا کہ گورنمنٹ نے اسے تصور کیا۔ تحریک مذکور کا ایسا پاس کرنے سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا حتے کہ انگریزی وزارت کو ذاتی طور پر بھی اس سے کچہہ فائدہ نہ پہونچا۔ اس نے اس خفیہ سازش اور یونان کی جنگی حرکات کو روکنے کا نہائت مفید و مناسب موقعہ کہو دیا۔ اور آخر ایسے وقت بحری محاصرہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور اسمیں شامل ہوئی۔ جبکہ محاصرہ مطلقاً کارآمد نہ رہگیا تہا۔ اس توقف سے خود جزیرہ کریٹ کو بہی یقیناً کوئی فائدہ نہ پہونچا۔ کیونکہ اسکی بدولت جزیرہ مذکور قتل و نہب کا کامل جہنم بنگیا۔ تین سو مفسدوں اور ۵ ہزار رائفلوں کا پہونچ جانا جنکو ۱۸۹۶ء کے موسم خزاں میں اتھنیکی ہیٹاریا نے علانیہ اور کامل بیباکی کے ساتہہ روانہ کیا۔ اور کرنیل واسوس کی فوج کشی مابعد کریٹ کے حق میں زہر ہلاہل سے کم ثابت نہ ہوئی۔ کونٹ گولوجوسکی نے بذات خود اس کے متعلق اگست ۱۸۹۶ء میں سر اڈمنڈ مانسون انگریزی سفیر متعینہ وائنا کو جو کچہہ کہا وہ بلیو بک میں بعبارت ذیل درج ہے:۔

اقتباس از مراسلہ سر اڈمنڈ مانسون بنام مارکوئس آف سالسبری۔

وائنا یکم اگست ۱۸۹۶ء۔ (نمبر ۴۳۸)

کونٹ گولوجوسکی نے مجہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جب تک کریٹ میں یونان سے مجاہدین، اسلحہ اور سامان حرب کی درآمد کو روکنے کا موثر انتظام نہ کیا جائیگا بغاوت پوری شدت سے جاری رہیگی۔ اس کا ان دونوں میں سے بہرحال ایک نتیجہ ہوگا۔ یا تو باغی آخر غالب آجائینگے اور جزیرہ یونان کے ساتہہ ملحق ہوجائیگا یا آزاد ہوجائیگا۔ یا ترک جنسے اس معاملہ میں مزید مزاحمت کرنا صریح ناانصافی ہوگی جس طرح مناسب سمجہینگے اس مسیحی بغاوت و تحریک کا خاتمہ کردینگے۔

"کونٹ مذکور کو پورا پورا یقین ہی کہ اس اہم خطرہ کے انسداد کے لئے جو کریٹ کی موجودہ صورت کے قایم رہنے سے یورپ کے امن کی سلامتی اور قیام کے لئے پیدا ہو رہا ہے ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ بہی سچے دل سے ویسی ہی متردد اور خواہان ہوگی۔ جیسی کہ دیگر دول ہیں۔ اور بنابریں کونٹ موصوف متعجب ہیں کہ کیوں گورنمنٹ انگلشیہ محض پارلیمنٹری معاملات اور فریقانہ چالوں کو جو صرف ملک کے اندرونی معاملات سی متعلق ہونی چاہئیں۔ دول میں اتحاد قایم رکہنے کے نہایت اشد ضروری اور لازمی و مقدم مدعا کی تکمیل اور اتحاد مذکور کو اس آگ کے ابتدائی شعلوں کے بجہانیکے لئے استعمال میں لائی جانیکے راستہ میں حائل اور مخل ہونے دیتی ہے اس آگ کو اگر فی الفور استقلال اور مضبوطی کے ساتہہ نہ بجہایا گیا تو اسکے شعلے تمام جنوب مشرقی یورپ میں بہڑک اٹھینگے۔ گربہ کشتن روز اول عام مشہور ضرب المثل ہی۔ کونٹ موصوف کی رائے میں ملکی و اندرونی پالٹیکس اور معاملات کے کسی لحاظ کو عالمگیر جنگ کے ازحد مضر نتائج کے مقابلہ میں ہرگز کوئی وقعت نہیں دیجانی چاہئے (بلیو بک متعلقہ ٹرکی نمبر ۷ سنہ ۱۸۹۷ء سی - ۸۱۹۳)

مسٹر ڈبلیو بی ہیرس اگست سنہ ۱۸۹۷ء کے رسالہ بلیک وڈ میگزین میں نہائت عجیب بیان تحریر کرتے ہیں۔ جس کا درست و صحیح ہونا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ لکہتے ہیں کہ شاہ یونان اور ایم ڈیلیانس دونوں نے محض اس توقع سے یونانی فوج کے اجتماع کی جو کہم گوارا کی تہی کہ آخر دول یورپ (سنہ ۱۸۸۵ء کیطرح) یونان کا بحری محاصرہ کرکے اسی (نمائشی) فوجی کارروائیوں سے روک دینگی اور لڑائی تک نوبت نہ پہونچنے دینگی۔ مسٹر موصوف کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"یونان کا بحری محاصرہ کئے جانیکی افواہیں دن بدن زیادہ تقویت پکڑ رہی تہیں۔ حتے کہ ایکدن شاہ کو یہ اطلاع جو اسکی رائے میں نہائت معتبر اور بالکل درست تہی پہونچی کہ دول نے محاصرہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس نے دیکہہ لیا کہ زبانی شیخی بگہارنے اور تعلی کے لینے کا اب خوب موقعہ ہے۔ اور اس موقعہ کو اسنے یونہی جانے دینا مناسب نہ سمجہا۔ محل کے سامنے بڑے چوک میں اتنا مجمع اور ہجوم جمع تہا کہ وتنا پہلے کبہی نہ ہوا تہا۔ یکبارگی بادشاہ سلامت اراکین خاندان کے حلقہ میں جہروکہ میں نمودار ہو گئے اور جنگ کی تائید میں ایسی پرجوش اور اشتعال انگیز تقریر کی کہ گو ایم ڈیلیانیس بہی نہائت پرجوش تقریروں سے قوم کے دلوں کو مسخر کرتا رہا تہا۔ مگر اسکی کوئی تقریر پرجوشی میں محب ملک بادشاہ کی تقریر کی برابری نہ کر سکتی تہی۔ بادشاہ سلامت نے ارشاد فرمایا "ہم سب لڑائی کیلئے کمربستہ ہیں۔ ہر چیز تیار ہے۔ میں بذات خود تین لاکہہ یونانیوں کی کمان پر میدان جنگ کو جاؤنگا" یہ الفاظ سنکر سامعین کے جوش و خروش اور پرجوش اظہار عقیدت و خلوص کا کیا ٹہکانا ہو سکتا تہا۔ سب کے سب ایسی جوانمرد شجاع اور محب ملک بادشاہ پر دل و جان سے والہ و شیدا ہو گئے۔ اور کم از کم کچہہ عرصہ کیلئے شاہی خاندان کی استقامت و استقلال کیطرف سی بیفکری ہو گئی (کیونکہ اس سی پہلے یونانی اپنی بادشاہ کی حزم و احتیاط یا انکے قول کے مطابق اسکی بزدلی سے سخت ناراض ہو رہے تہے۔ مترجم)۔ لیکن جسوقت بادشاہ یہ الفاظ زبان سی نکال رہا تہا۔ اسے دلمیں پختہ یقین تہا کہ کوئی محاربہ نہیں ہوگا۔ حتے کہ اس تقریر کا مسودہ تک بہی جو اس نے اس جہروکہ سے دوسری مرتبہ کرنی تہی اسوقت ہی تیار ہو چکا تہا۔ یہ تقریر اسوقت کیجاتی جبکہ دول کے جنگی جہاز یونان کو بنا

فالیرم اور پائرس کے سامنے لنگر زن ہو جاتے - اور اسوقت جبکہ یونانی بچشم خود اُن جہازوں کو اتھنز کی بلندیوں سی مشاہدہ کر رہی ہوتے - بادشاہ سلامت یوں نغمہ سنج ہوتے " مینے اپنی طرف سی تو محاربہ کیلئے پوری کوشش کی - میں بذات خود حدود کو جانیکو تیار تہا - اور اگر ہمارا دشمن یورپ حائل نہ ہو جاتا - جو وحشی و ظالم ترکوں کی حفاظت کر رہا ہے تو آج ہم قسطنطنیہ کی سڑک پر سوار ہوتے "

انگریزی جہالت کا سبب

انگریزی وزراء نے مناسب اور بروقت کارروائی کرنیکے دو اور عمدہ موقعے بہی ہاتہہ سے کہو دئیے - پہلا موقعہ یہ تہا کہ کرنیل واسوس کی فوج کو جزیرہ میں اترنے سے پہلے راستہ میں روکدیا جاتا - دوسرا یہ تہا کہ یونان کا کلی یا جزی محاصرہ کر لیا جاتا - جس وقت یونانی گورنمنٹ نے اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کیں - تو آسٹریا نے یہ تجویز بھی پیش کی تہی - اتھنز کے بندرگاہ پائرس اور تہسلی کے بندرگاہ ولو کا محاصرہ یونانیوں کو تہسلی میں فراہمی و اجتماع افواج سے روکنے کیلئے کافی تہا - کیونکہ آتھنز سے تہسلی کو جو خشکی کے راستے جاتے ہیں وہ طویل اور دشوار گذار ہیں - مگر ان موقعوں کے وقت بہی وہی تذبذب اور بیحس حرکتی انگریزی مجلس وزراء پر مستولی تہی جسنے اُسی پہلے بہی برمحل کوئی کارروائی نہ کرنے دی تہی -

ہماری اس بدیہی کمزوری اور بلا اشتباہ درنگ سی یورپین گورنمنٹوں کو سخت آزردگی ہوئی جس آزردگی کا اس طرح سے اظہار کیا گیا کہ براعظمی* اخبارات کے حصہ کثیر نے انگریزی وزارت کی پالیسی پر بڑی سختی سے نکتہ چینی کی اور وزارت انگلشیہ کے اس شش و پنج اور لہر چال کو جس سے ممالک غیر سخت متعجب ہو رہے تھے - خود لارڈ سالسبری کی بجائے اسکے رفیق وزرا کیطرف منسوب کیا - ہم انگریز ممالک غیر کی ایسی نکتہ چینیوں کو عموماً غیر منصفانہ بلکہ بے بنیاد قرار دیکر ان پر بہت خفگی ظاہر کرتے ہیں - یہ ہماری غلطی ہے - ہمیں یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ انگریزی قوم کی نسبت براعظمی اقوام جنگ و جدال کے خطرات اور مصائب سی بدرجہا زیادہ واقف ہیں - اور بنا بریں وہ کسی ایسی کمزوری یا تذبذب اور لیت و لعل سے جو آتش حرب مشتعل کرا دینی کا باعث ہو سکتا ہو بہت ڈرتی اور اسپر خفگی ظاہر کرتی ہیں - تعلقات بین الاقوام کی حقیقی وقعت اور معاملات خارجیہ سے انگریزی اخبارات اور انگریزی مدبرین و سیاسیوں کے حصہ کثیر کی حیرت انگیز ناواقفیت کا باعث بھی یہی لاعلمی اور ناتجربہ کاری ہے - براعظمی اقوام کو تلخ تجربہ سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے - کہ خارجیہ معاملات انکے لئے کیسی اہمیت اور ضروری منزلت رکہتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ زنانہ رقت اور نسوانی ہمدردی انسانی براعظمی اخبارات اور براعظمی رائے پر ویسا اثر نہیں ڈال سکتیں جیسا کہ انگریزی اخبارات اور رائے عامہ پر - اہالی فرانس اجرمنی و آسٹریا کے احساسات کی رہنمائی ان ان ملکوں کے مادی اغراض و مفاد اس سی بدرجہا زیادہ کرتے ہیں - جتنی کہ انگلستان کے عملی اغراض وہاں کے باشندونکے

* یعنے براعظم یورپ کے ان ممالک کے اخبارات جو چاروں طرف سی پانی سے نہیں گھرے ہوئے اور انکی کوئی نہ کوئی جانب دوسرے ملک سی ملحق ہی - بالفاظ دیگر برطانیہ کلاں و آئرلینڈ کے سوا جو دونوں جزیرے ہیں باقی تمام ممالک یورپ کو براعظمی ملک کہا جاتا ہی - مترجم

احساسات کی کرتے ہیں۔ اور سچ بات بہی یہی ہے کہ براعظمی اقوام کی ذاتی مصالح و اغراض ان کو اجازت نہیں دیتے کہ اپنی خارجیہ تعلقات سی ایسے جاہل اور بیغرض رہیں۔ یا انکا انصرام ایسی لاپرواہی سی کریں جس طرح کہ انگلستان اس اکڑ اور شیخی پر کرتا ہی کہ سمندر سے محیط ہونیکی وجہ سے وہ بہت کچہہ محفوظ ہے۔ اپنی محفوظیت کے متعلق اسکا یہ خیال ایک حد تک درست بہی ہے۔ لیکن پھر بہی یہ لاپرواہی اُسے سخت نقصان اور مصیبتیں پہونچانی سے خالی نہیں رہی۔

کونٹ گولوجوسکی کی آرائے

اس مرتبہ مینے آسٹرین وزیر خارجیہ کی ملاقات سی محروم نہ رہنی کا پختہ انتظام کرلیا۔ اسکا بندوبست خفیہ طور پر کونٹ گولوجوسکی کے چیف سکرٹری ایم لوئی میری سی جو نہائت قابل اور زیرک شخص ہی کیا گیا۔ آسٹرین وزارت خارجیہ کا دفتر بال پلاز (محل رقص) میں ہے۔ جب ہم وہاں پہونچے تو دفتر کے اردلی جو نہائت ہی خوش اخلاق اور متواضع تہی ہمیں کئی خوبصورت کمروں میں سی ایک شاندار ایوان میں لیگئے۔ یہ ایوان آسٹرین قیاصرہ کی تصویروں اور بدنصیب ولی عہد پرنس روڈولف مرحوم کی رقت انگیز شبیہ سی آراستہ تہا۔ ایلس (اپنے لڑکے) کو مینے اس ایوان میں چہوڑا۔ میں اسی بالالتزام ہونگی اپنے ساتہہ لیجاتا رہا تاکہ اُسی تمام قابل دید مقامات اور رسوم و مراسم اور ان لوگوں کو جو دنیا کی تاریخ میں بڑا حصہ لے رہی ہیں۔ دیکہنے کے موقعے ملیں۔ وہاں سی مجہے ایم ڈی میری وزیر کے کمرہ میں لیگیا۔ جہاں مینے اس سی طویل ملاقات کی۔ اور ۴۵ منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ کونٹ کی شکل و شباہت دلپسند۔ آنکہیں نیلگون اور روشن و چمکدار۔ بال بہورے پیشانی فراخ و بلند اور عمر پچاس کے قریب ہی۔ اس کا تبسم نہائت خوشگوار۔ انداز دلیرانہ اور گفتگو نہائت شریفانہ ہے۔ وہ صوبہ گلیسیا کا متمول زمیندار اور پکا رومن کیتھولک ہی۔ قوم سے پولش ہے۔ مذہب کیوجہ سے اسکی نسبت عام خیال مشہور ہے کہ وہ انگریزی اغراض کے مخالف ہی۔ مگر مینے ایسی مخالفت کا کوئی نام و نشان نہ پایا۔ بلکہ اسے اسکے عین برعکس دیکہا وہ کمال خوش اخلاقی کے ساتہہ پیش آیا۔ اور میری ملاقات پر بڑی مسرت ظاہر کی۔ وہ انگریزی نہیں بول سکتا مگر فرانسیسی میں اہل زبان معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ہمنی اسی زبان میں گفتگو کی۔ اسنے یونان کے طریق عمل پر جو اسنے کریٹ اور براعظم میں اختیار کر رکہا تہا سخت نفرت ظاہر کرکے اس معاملہ میں مجہ سے اتفاق کیا کہ یونانی گورنمنٹ اس کارروائی سی ایک طرح گویا یورپ سے تاوان لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے یہ راو بلا تامل اور صاف صاف ظاہر کردی

مو یہ قیصر جوسف کا اکلوتا بیٹا تہا اور بلجیم کی بیٹی سی بیاہا تہا۔ مگر اس کا تعلق ایک آسٹرین امیرزادی سی ہوگیا۔ اور اسنی اپنی بیوی کو بالکل بہلا دیا۔ جب معاملہ حد اعتدال سی بڑہ گیا تو ایکدن قیصر نے بیٹے کو خلوت میں بلا کر سمجہایا اور اس سی آئندہ اس ناجائز تعلق سے باز آجانی اور اپنی بیوی کو آباد کرنیکا عہد لیا۔ شہزادہ نی چند گہنٹے تو عہد کی تعمیل کی مگر آخر ضبط نہو سکا۔ وہ وائنا کے ایک مضافاتی موضع میربرگ میں اپنی معشوقہ کو جا ملا۔ اور وہاں ۲۹۔ جولائی ۱۸۸۹ء کی رات کو عاشق معشوق دونوں نے خودکشی کرلی اور دونوں کی لاش صبح ایک پلنگ پر ملی۔ ولی عہد ۲۱۔ اگست ۱۸۵۸ء کو پیدا ہوا تہا۔ اسکی والدہ قیصرہ الزبتہ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء کو سوئٹزرلینڈ میں ایک انارکسٹ (فوضی) کی ہاتہہ سی ہلاک ہوئی

کہ انگریزی گورنمنٹ ہی کریٹ کی موجودہ اشد نازک حالت کی ذمہ دار ہے۔ اس نے اس معاملہ میں حیرت انگیز تذبذب سے کام لیا۔ اور نہ صرف کریٹ کے بحری محاصرہ میں جسے آسٹریا نے اگست ۱۸۹۶ء میں تجویز کیا تھا بلکہ وہ تو لو اور پائرس کے بحری محاصرہ میں بھی شامل ہوئی جو اسوقت تجویز کیا گیا تھا جبکہ یونانیوں نے تھسلی میں فوجیں جمع کرنی شروع کی تھیں انکار کر دیا۔ بایں ہمہ کونٹ گولوچوسکی کو یقین تھا کہ اس برس یورپ کے امن میں خلل نہیں پڑیگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کل دول عظام امن کی خواہشمند ہیں۔

روس کے متعلق جب مینے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ روس امن کا صدق دل سے خواہاں ہے۔ یہ درست ہے کہ ایام گذشتہ میں ٹرکی کے متعلق اسکی یہ پالیسی رہی ہو کہ وہاں خفیہ سازشیں کرتا اور فساد برپا کراتا رہے۔ لیکن اب اسکی پالیسی بالکل بدل گئی ہے۔ اسنے جس طرح غور و فکر کرنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلی فوج کشی سے جس میں اسکے لاکھوں آدمی اور کروڑ ہا روپیہ ضائع ہوئے جسکا توقع منفعت نہیں ہوئی۔ بلغاریوں کو آزادی دلا دینے سے بھی روس کے حق میں کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا۔ بلغاری ایسے آزاد طبیعت ہیں کہ وہ کسی کی غلامی یا دست نگری گوارا نہیں کر سکتے۔ مگر میری رائے میں کونٹ مذکور ان فوائد و منافع کا اندازہ جو روس کو گذشتہ محاربہ میں حاصل ہوئی بہت گھٹا کر کیا۔ کیونکہ دیگر بلاواسطہ منافع کے علاوہ یہ مسلم امر ہے کہ اس لڑائی سے ٹرکی پہلے کی نسبت بہت کمزور ہو گئی۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اسکی کمزوری روس کے لئے صریح مفید ہے۔ مزید برآں روس کو باطوم وقارص ایسے مضبوط و کارآمد مقام مل گئے۔ تمام بحیرہ اسود پر اسکا اقتدار قائم ہو گیا۔ اور ترک جزیرہ نما بلقان کے بہترین حصہ سے خارج کر دئے گئے۔ کونٹ نے یونانی فوج کا بڑی حقارت سے ذکر کیا۔ اور کہا کہ ترک خشکی پر یونانیوں کو بآسانی تمام سیدھا کر دینگے۔ بلکہ میرے خیال میں ایک ہی لڑائی یونانیوں کو ہوش میں لانیکے لئے کفایت کر جائیگی۔ اور یہ واحد لڑائی بھی یونانیوں کی جوع الارض اور ہوس ملک گیری کو ہمیشہ کیلئے پامال کرنیکے لئے بہترین تدبیر اور موثر ترین دوا ہو گی۔ مجھ خطرہ صرف اسبات کا ہے۔ کہ کہیں حصول فتح پر ترکی باشی بزوق اور بالخصوص ارنوط یونانی آبادی پر جبر و ستم نہ کریں۔ کونٹ نے ٹرکی کے موجودہ طریق انصرام مہام سلطنت کے برخلاف بھی صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی۔ اور کوئی لگی لپٹی نہ رکھی۔ اس نے کہا کہ ہر معاملہ کا تصفیہ محلسر اسلطانی سے ہونا ملک کے لئے مضر ہے۔ بلکہ خود سلطان المعظم کے حق میں بھی اچھا نہیں کیونکہ ہر امر کے وہیں طے ہونیسے طبعی طور پر ہر ایسی تدبیر کا جو درست نہ پڑے حتی کہ مظالم آرمینیا تک کے ذمہ دار سلطان المعظم سمجھے جاتے ہیں۔ مزید برآں اس طریقہ نے ٹرکی کی قابل و لائق حکمران جماعت کو بہت کچھ معدوم کر دیا ہے۔ کیونکہ جب کل امور ایک شخص واحد کی ذات سے وابستہ ہوں۔ تو دوسروں کو کس طرح معاملات سلطنت کے انصرام کے متعلق قابلیت پیدا کرنیکا موقع مل سکتا ہے۔ کونٹ گولوچوسکی نے انگریزی پالیسی اور تدابیر و طریقوں پر بھی سخت نکتہ چینی کی۔ اور کہا کہ انگریزی وزراء عام تحریکات کا جو مناسب سے زیادہ پاس کرتے ہیں۔ اور اس واجب پاس کیوجہ سے وہ معاملات خارجیہ میں کوئی مستقل اور یکساں پالیسی نہیں رکھ سکتے۔ مسئلہ کریٹ کی نسبت اسنے رائے ظاہر کی کہ وہ کچھ زیادہ تردد کے بغیر حل ہو سکتا ہے۔

اہالی جزیرہ نے جس وقت یہ سمجھ لیا کہ یوروپ سچے دل سے انکی بہتری کا خواہاں ہی تو وہ سلف گورنمنٹ سی بالکل مطمئن ہو جائینگے کونٹ نے مجھی یوروپین پالیٹکس اور اسکی موجودہ سیاسی حالت کا نہائت دلچسپ خاکہ کھینچکر بتایا۔ سیاسی معاملات میں اس کے خیالات وسیع ہیں اور انمیں وہ پوری دستگاہ رکہتا ہی۔ اسکی باتوں سی پایا جاتا تہا کہ وہ حالت موجودہ کو تشویشناک تصور نہیں کرتا۔ اور تنگدلی یا تنگ خیالی سی محفوظ ہی۔ آسٹریا کی نسبت کہا کہ یہاں کی عام رائے انگلستان کے حق میں نہائت ہی دوستانہ ہی اور اگر انگلستان کی پالیسی صاف اور غیر متذبذب ہو تو آسٹریا بخوشی تمام ہر معاملہ میں انگلستان کے ساتھ شریک رہی۔ ان دونوں ملکوں کے اغراض جیسے کچھ آپسمیں متشابہ ہیں۔ اہل خرد سے پوشیدہ نہیں۔ جرمنی کے متعلق کونٹ جیسا کہ طبعی طور پر اسے ہونا بہی چاہئے تہا ساکت رہا۔ مگر مجھے اسکے کسی صاف صاف مقولہ سی نہیں بلکہ اسکے انداز گفتگو سی یہ متحقق ہو گیا کہ روس جرمنی اور آسٹریا کے قیاصرہ میں اتحاد موجود ہے۔ اور کہ فرانس درحقیقت بالکل منفرد ہے۔ شروع سے لیکر آخر تک تمام ملاقات میں کونٹ نہائت خوش اخلاقی اور نوازش و مروت سی پیش آیا۔ ایلس سی اُسنے اس قسم کے کئی سوال کئے کہ تمہیں استعمال اسلحہ اور فن حرب کا کہاں تک علم ہے اور بالآخر رخصت ہوتے وقت اُسے انگریزی میں "گڈ بائی" (الوداع) کہا۔ اور دعا کی کہ سفر میں خوش قسمتی ہماری رفیق رہی اور ہم خوب سیر ہو کر سیر و تماشا کریں۔

پروفیسر آرمی نی ایس ویمبری سر ہوریس رمبولڈ انگریزی سفیر متعینہ وائنا سے ملاقات کرنے کے بعد ہم ڈینوب کے راستہ سٹیمر وائنا سے بوداپست کو روانہ ہو گئے۔ یہ راستہ نہائت ہی خوشگوار اور دلفریب ہے۔ جابجا گوناگون مناظر اور مختلف الالوان نظارے دکہائی دیتے ہیں۔ جہاز بہی بہت ہی آرام دہ تہا۔ یہ دریائی راستہ وقت کے سوا اور ہر معاملہ میں ریلوے سفر پر فوقیت رکہتا ہے۔ جہاز صبح کے سات بجے وائنا سے چلکر شام کے سات بجے بوداپست پہونچتا ہے۔ پس جو شخص ایک سالم دن کی گنجائش نکال سکتے ہوں۔ انہیں بہر نوع دریائی راستہ کو ترجیح دینا واجب ہی۔ ہنگری کے لاٹ پادری کے مسکن کا نظارہ جسکا درخشان قلعہ میں برلب ڈینوب ایک بلند چٹان پر واقع ہے نہائت ہی دلکش اور حیرت انگیز ہے۔ اسکے ماسوا اور ہزاروں خوشگوار اور شاندار نظارے آنکہوں کو تراوت اور روح کو تازگی و فرحت بخشتے ہیں۔ رات ہمنے بوداپست میں بسر کی۔ اور اپنے قدیمی دوست بوداپست کے مشہور آفاق پروفیسر آرمی نی ایس ویمبری سے طویل اور کمال دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ کل یورپ میں کسی شخص کو

* اس خالص محب اسلام و مسلمین کی اکثر تقریریں بست سالہ عہد حکومت میں درج ہیں۔ اہالی ہنگری کو ترکوں سی باوجود مغائرت مذہب ہم قوم و ہم نسل ہونے کی وجہ سے جو خالص الفت اور دلی تعلق ہے۔ اس کی مفصل کیفیت تاریخ خاندان عثمانیہ میں تحریر کر چکا ہوں۔ مگر پہر بہی اس موقعہ پر اس قوم اور اسکے سربرآوردہ افراد کو کافہ مسلمین اور بالخصوص ترکوں سی جو بے ریا اور سچی محبت اور کمال دلسوزی ہے اسکی ایک تازہ ترین شہادت ذیل میں درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا۔

ایک اجنبی ہمدرد کی بے نظیر دلسوزی اور بیمثال مروت۔ کچھ عرصہ ہوا قسطنطنیہ کی مجلس عکاظ ادب

شرکی اور کل مشرقی مسئلہ کا ایسا کامل و مکمل اور منصفانہ علم نہیں جیسا کہ اس بے نظیر سخت زبان محقق علوم السنہ اور جو غ کو ہے کسی شخص نے انگلستان اور انگریزوں کو روس کی سازشوں اور روسی خصائص اور جو حرص ملک گیری اسکو متنبہ کرنے کی اسقدر کوشش نہیں کی جتنی

بقیہ صفحہ ایک جرسید یوسف ضیاء الدین پاشا خالدی نے ایک کتاب جسمیں محاربہ یونان کو متعلق تمام شعراء کے اقوال جمع کیے گئے تھے اپنے دوست پروفیسر اڈلف وارنڈ کو جو وائنا کی امپیریل کالج میں عربی زبان کی پروفیسر ہیں ارسال کی اسکے شکریہ میں پروفیسر مذکور نے نہایت شستہ اور فصیح و بلیغ عربی زبان میں پاشائے موصوف کو طویل خط لکھکر کمال سوزی سے اسمیں یہ ایزاد کیا کہ میں اتا ہوں کہ شعر کو نفوس قلوب پر خاص تاثیر حاصل ہے۔ اور حواس روحیہ و بدنیہ پر اس سے خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تم میں اب بھی عربی زبان کو جید شاعر موجود ہیں جیسا کہ اس کتاب سے واضح ہو رہا ہے مگر عزیز من میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ تم مقولہ استغفر اللہ من قول لا عمل کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف و باخبر ہو۔ اور تم سب کو خداوند جلشانہ قول شافی اور عمل کافی دونو کو ہر وقت مدنظر رکھنے کی توفیق و سعادت عطا فرماوے۔ کیونکہ شعر کے محض اقوال اور تمنائیں بنا تاہم عمل نافع نہیں۔ مجرد قول شاعر اور عمل نافع کی تعریف کسی نے کیا خوب کی ہے۔ ایک ایسا عمل ہو جسکی لذت تو چلی جاتی ہے۔ تو بہ مشقت باقی رہتی ہو اور دوسرے کی مشقت تو چلی جاتی ہے مگر جو فائدہ تو قلیم ہتا ہو شعر کی خیالی تمنائیں اور خواہشیں گو قابل تعریف ہیں لیکن اگر ایک شاعر عمل نافع سے خال ہو تو لذت تو جلد کافور ہو جاتی ہے۔ اور بجز شاعری کے سوا اور کچھ نہیں باقی رہجاتا۔ پس اوسیر کو بزرگ دوست بعمل نافع کی آمیزش کو بغیر اپنے نفوس کو محض خیالی تمناؤں اور وہمی وعدہ باتوں کی غذا نہ پہونچاتے رہو۔ بلکہ عمل نیک و مفید میں سعی رہو۔ عمل نافع کی تعریف میں ابھی تمہیں سنا چکا ہوں۔ وہ صرف ایک ہی چیز ہے وہ کیا ہے۔ اپنی احوال و املاک کی حفاظت اور دیرینوں کو اعمال مساعی و مجاہدہ کو مقابلہ کیلئے جو وقت تمہارے مکھوں ہر معاملہ اور ہر میدان میں۔ اس المال کو مالک صاحب ہوئی ہیں مشترک سرمایہ کو کمپنیاں قائم کرنیکی کوشش کرو تاکہ اونکو کل حصہ صرف تم مسلمانوں کی ہی تصرف میں ہوں اور اونکو منافع فقط تم مسلمانوں کا ہی ملک مال ہوں اور اغیار تمہاری ملکی و قومی شخصی دولت کو اور زیادہ ترقی پانیمیں بیرست ہو کیونکہ اونکا سرمایہ ایک مستحکم اساس پر ہے اور جسقدر کہ وہ اپنے اعمال کو زیادہ سے زیادہ ترقی دیتے ہیں اسی قدر اونکو منافع کے دوسرے پرلگایا جاسکتا ہے۔ اور انہی کو وسیلہ سے لوگوں کو دل و دماغ اور قوائے فکریہ شریر بخش امور کیطرف متوجہ اور انمیں مشغول کیا جاسکتا ہے جن سے بخش کاموں کا منع نکلتا اور تمہارے جد تمہاری اولاد کو نیکیاں نہ کہ چغلیوں اور غیبت و بکو کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ اسوقت عساکر اور مراکو وغیرہ میں ہود و غیرہ اجنبی الداروں کی بدولت اہالی ملک کی کیسی گت بن رہی ہے اور اونکو قبضہ سے ملک املاک اور اراضیات کیسی سرعت کے ساتھ نکلتے چلے جارہے ہیں۔ جسوقت یہ اجنبی ان بلاد میں داخل ہوئے تھے اونکو جیب خالی تھی۔ اب وہ زر و سیم سے مالا مال ہیں۔ افسوس تم یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اور ان باتوں کو نظر انداز کر کے ایسے مشاغل میں مصروف لہو و لعب ہو جسنے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ پس اوسیر بزرگ مخدوم جناب وہ کام کرو جو تمہیں واجب ہے۔ اور یہی میری مکرر وصیت ہے۔"

کیا مسلمان مالدار اور اونکے ہمدرد اور صاحب علم حصہ کو اس غیور قوم کے مسلمانوں کا جو جوہر اور دستور و مخلص بھی خاوند اور ان کی مدد کار و مصدر غیرت بھی کچھ شرم و غیرت نہ آئیگی کیا انکی آنکھیں کبھی نہ کھلینگی۔ اور کیا قوم کو کبھی ایسا بیدار ہونا ہوگا کہ اسکی لمبی چوڑی باتیں بازی والوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتا اور سنا ہو خود بھی اسکے عنصر شریر پر بھی عامل پڑنے کی کوشش کرنا پڑیگا۔ اور کیا مسلمانوں کو یہ ہوش کبھی نہیں آئیگا کہ بہ یک وقت اپنے مال اور اپنے قوت عمل کو بیجا جائے۔ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ کبھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی۔

کہ پروفیسر ہیری نے ایم ہیبری ہی ایک ایسا یورپین ہے جس نے جناب آجک جلالتمآب سلطان المعظم سے اونہی کی زبان (یعنی ترکی) میں اور بغیر کسی قسم کی غلط بیانی کے گفتگو کی ہے۔ پروفیسر موصوف ترکی میں نہایت روانی سے تکلم کرتے ہیں اور نہایت خالص اور کمال عالمانہ ترکی بولتے ہیں۔ وہ کئی مرتبہ محل ہذا میں سلطان المعظم کے مہمان رہ چکے ہیں اور بارہا مہمات آب و آنہ میں مشورہ لیا ہے۔ انکے کارناموں میں ایک ایسی جوانمردی کا کام بھی داخل ہے جس سے ابتک بہت تھوڑے یورپین مسلم کر سکے ہیں یعنی عرب شیخ کے بھیس میں مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ اور کوئی اس بھیس کو نہ پہچان سکا۔ انکا سفر نامہ ایک مشہور مسیاح سر رچرڈ برٹن ہی ایک ایسا یورپین مسلم ہے جسنے اس نہایت ہی خطرناک اور مشکل کام کو سرانجام کیا۔ پروفیسر ہیری نے انگریزی گورنمنٹ کی بھی محض خاصانہ طور پر بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔ گذشتہ طہران مہینوں میں جبکہ انگلستان کے داماغوں پر جوش و وحشت اور حماقت مستولی ہوگئی تھی اسنے دیکھ دیکھ کر پروفیسر کو اداس کر دیا تھا اور وہ اشعث بدنداں تھا کہ قوم کی عقل کدھر غارب ہوگئی ہے۔ پروفیسر نے جو اپنی رائے بتائی تھی کہ انکے خیال میں سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ انگلستان سے اب بدرجہ غایت متنفر اور برگشتہ خاطر ہوگئی ہیں۔ اور عملی طور پر دوستی بازی بالکل جیتی ہوئی ہے۔ مسٹر ایچ ایم سٹانلی بھی مع خاتون وہیں تھے۔ انکی باتوں سے طبیعت کو جو خاص سرور اور حظ حاصل ہوا ہے اسکے بتانے کی احتیاج نہیں۔ مسٹر سٹانلی نے ہنسی کی طور رخصت ہوتے وقت مجھ سے آخری الفاظ یہ کہے "یاد رکھو کہ یونانی تمہیں یقیناً پکڑ لینگے" جس فقرہ پر ہم دونوں ہنسے۔ پر ہم سب نے خوب زور سے قہقہہ لگایا۔ مگر نہ ہنسی قدرت سے وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

سلطان المعظم و تخت بلگیریا

ہم اتوار کی صبح کو واپس سے سیدھے سالونیکا کی طرف روانہ ہوگئے۔ رستہ میں بلگیریا اور سرویا پر سے گذرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہوسکتا تھا تحقیق و تفتیش کی مگر اس امر کی کوئی شہادت نہ ملی کہ سرویا اپنی افواج فراہم کر رہی ہے۔ البتہ ایک سربی افسر نے ذکر کیا کہ سربی فوج ایسی تیار ہے کہ وہ ۴۸ گھنٹوں میں فراہم کیجا سکتی ہے۔

لہ بارگاہ سلطانی میں کسی کے حاضر ہونے کے وقت جو آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں وہ اور نیز مراسم دعوات اور آداب و قواعد باریابی بتفصیل کتاب حالات قسطنطنیہ میں مندرج ہیں۔ ۱۲ سلطان المعظم اور انکی حکومت کو ساتھ انگلستان کی طرف سے بخصوص گذشتہ چند برسوں میں جو سلوک ہوا ہے اور سکا نتیجہ بیشک یہی ہونا چاہئے تھا۔ مگر آفرین ہے سر رکاب کے اس قابل ایشیں اور عالی ظرف مرد خدا پر کہ کسی اپنے دل پر کوئی میل نہیں آنے دیا اور انگلستان کو پھر بھی کہہ دیا کہ ہمارا سینہ بدستور صاف ہے جیسا ثبوت مارچ ۱۹۱۹ء کو ایک تار سے جو ذیل میں درج ہے بخوبی مل سکتا ہے۔

لندن ۱۰ مارچ سلطان المعظم اور مسلمانان ہند سے کولمبو اوکا نر انگریزی سفیر کو حضرت سلطان المعظم کی درگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ انکی ہمیشہ سے یہی خواہش ہے کہ اسلامی سلطنتوں (پرشیا و ترکش) میں پرانی دوستی اور اتحاد کا رشتہ قائم ہے اور نیز آپنے زبان مبارک سے یہ بھی ارشاد کیا کہ آپ مسلمانان ہند کو بمیشہ یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفاداری اور تابعداری سے کبھی سرتابی نہ کریں۔

۱۳ اوزبک کے مشہور آفاق نامہ سیاح اور مسز پاپیٹ انگلستان۔ انکا پورا نام ہنری ایم سٹانلی ہے۔ یہ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئے اور بچپن ایک محتاج خانہ میں بسر کیا۔ جہاں سے نکلکر ایک جہاز میں ملازم ہوکر امریکہ گئے۔ اور رفتہ رفتہ وہ عروج و شہرت حاصل کی جو آج [illegible]

ایکسیانا نژ کے میدان جنگ میں ہم صبح کے وقت گذرے یہ گاؤں ۱۸۱۴ء میں روسی کزیلوف کے ساتھ اسٹکاف کرنا سوا ترکی بمیدی چوکیوں کے اسقدر قریب پہنچ گیا تھا کہ توپچی گولیوں سے ہلاک ہوجانے میں کوئی شک نہ رہ گیا تھا۔ جو فیس کی پہاڑی ریلوے لائن کے انکلیف سر پر فلک کھڑی تھی۔ اس پہاڑی پر میں جنرل چرنائف کے ساتھ کھڑا ہوا ترکوں کے حملہ اور مکل مزاحمتوں کو ہنستے ہوئے شیطان بر کیطرح پہاڑی کے عمودی ڈھلاؤ پر انکو چڑھتے آتے دیکھتا رہا تھا۔ الدا کہ اوسوقت کسے کیسے وقعات ظہور پذیر ہوچکے ہیں اور کتنی ایک بہادر روحیں قبل از وقت دوسرے جہان کو رخصت ہوچکی ہیں اور کیسے کیسے خوفناک جرائم اور سیہ کاریاں بلقان وادیوں میں زیر ڈال چکی ہیں! اور اب دیکھیے اس پیش نظر مخاصمت و عداوت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا وحشی خصال اور خود پرچم چوبلغاری خاموش رہینگے۔ اور کیا سرمی حکومت اپنی زود اشتعال اور تہی مغز آبادی کو قابو میں رکھ سکینگی؟ یہ تھے وہ خیالات اور سوالات جو سرویا اور بلگیریا میں ہر گذرتے وقت میرے دل و دماغ میں پیدا ہوتے تھے اور اسی حالت میں مجھے یاد آگیا کہ ایم شالیاف نامی بلغاری مدبر نے جنوری گذشتہ ۱۸۹۷ء میں مجھے یقین دلایا تھا کہ اوسکی اور اوسکی قوم کی دلی خواہش ہے کہ ترکوں سے دوستی رکھی جائے۔ اور کہ اونہیں ترکوں کی نسبت روسیوں سے زیادہ خوف و خدشہ ہے۔ ایم شالیاف یونان اور یونانی خام ہوسی کی نسبت بھی اوسوقت کوئی دوستانہ خیالات ظاہر نہ کیے تھے۔ اوسی موقعہ پر اوسنے مجھے یہ عجیب کہانی جو پہلے کبھی نہ سنی تھی سنائی کہ پرنس اسکندر بٹنبرگ کی کنارہ کشی پر ایم سٹامبلوف اور اوسنے بلگیریا کا تخت سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر روس نے بادشاہ کو پیش کردہ تخت قبول کرنے سے روکدیا۔ بعد ازاں یہی درخواست شاہ رومانیا سے کی گئی جسے آسٹریا نے اس تکلیف دہ عزت کو منظور کرنے سے منع کردیا۔ بلغاری مدبرین کا مدعا یہ تھا کہ ترکی اور بلگیریا کو ہمیشگی کیلیے متحد و متفق اور وابستہ کردیں سلطان المعظم کو بحیثیت شاہ بلگیریا اور بلگیریا پر وہی اقتدار حاصل ہو جو آسٹرین قیصر کو بحیثیت شاہ ہنگری ہنگری پر حاصل ہے یہ تجویز واقعی نہایت ہی دلپذیر اور مردانہ تھی۔ افسوس ہے کہ اسے آزمایا نہ گیا۔

قصبہ ریش سے ہم طلوع آفتاب کے وقت گذرے۔ یہ قصبہ اوسوقت جب میں پچھلی مرتبہ یہاں آیا تھا ترکی تھا۔ اب سرویا ہے کو سرحدی علاقہ کے مناظر نہایت ہی شاندار اور خوبصورت تھے۔ ترکی علاقہ میں سرحدی سٹیشن زہ ینجیہ۔ وہاں کا سٹیشن ماسٹر ایک پیرانہ سال مضبوط جسم نہایت خوش اخلاق صاحب مروت اور متواضع عثمانی تھا۔ اسنے میرا نام سنتے ہی۔ جو ترکوں میں عام مشہور ہے۔ اور وہ مجھے اپنا خالص دوست سمجھتا ہے میرے اسباب کو فی الفور پرسٹ خانہ سے گذار دیا۔ اور مجھ کو کوئی معمولی سی وقت بھی اٹھانی نہ پڑی۔ پھر اسنے ہمیں اور سرحدی سٹیشن کے سٹیشن ماسٹر کو جو ہمارے ساتھ ٹرین پر آیا تھا۔ قہوہ کے لیے مدعو کیا ہم اوسکے کمرہ میں کچھ دیر بیٹھکر گفتگو یعنے ۱۸۷۶ء کی محاربہ سرویا و ٹرکی کے متعلق جسکا آخری حصہ کو میں بچشم خود ملاحظہ کیا تھا بات چیت کرتے رہے۔ حسن اتفاق سے ترکی

لہ یعنے ۱۸۷۶ء کی محاربہ سرویا و روس کے وقت اس محاربہ میں ہزاروں روسی سپاہی اور سینکڑوں افسر جنرل چرائیف کے زیر کمان سرویوں کی مدد کو آئے تھے

ع بلگیریا کی آزادی کی مدد و دوام کا مستدترین مدبر اور پہلا وزیر اعظم سوا ٹائی تین برس ہوئے فرقہ مخالف کے ایک تنگ کرنے ہلاک کردیا تھا اسکی موجودہ مکمل شاندار ڈیفنس سے بہت اچاٹی ہوگئی تھی مترجم

ع ترکی اور تمام ترکی رعایا ملطان آب کو بادشاہ حکمے معنے شنشاہ کے لیے جاتی ہیں پکارتی ہیں یعنے ۱۸۷۶ء کی محاربہ روس و روس کے دوران میں۔

سٹیشن اسٹریمی بمقام ایکسیا ناڑ عبدالکریم کی فوج میں شامل تھا۔ اور سربی سٹیشن ماسٹر چنا یلف کو زیر گمان تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی یونانیوں کو پسند کرنیوالا نہ تھا۔

ترکی مجاہدین نرمی پنجہ سے روانہ ہونے کے بعد ہمیں ہر سٹیشن پر ترکی مجاہدین کی گروہ در گروہ ملتے رہے جو سالونیکا اور پھر وہاں سے حدود کو جانے کے لیے ٹرین پر گھوسنے کی جگہ نہ پاکر بڑی پریشانی اور شکستگی کی حالت میں تھے فہرا اسلامی قصبہ کے سٹیشن پر مسلمانوں کا مجمع غفیر انکو الوداع اور مبارکباد کہنے کے لیے موجود ہوتا تھا۔ اور سب کے سٹیشن پر جو شمالی مقدونیہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اور مختلف لائنوں کا متصل اتصال ہے۔ اسقدر البانوی اور ترک مجاہدین کھڑے ہوئے کہ تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ ٹرین کی سواریوں میں سے ہر ایک کو تازہ خبر معلوم کرنے کی سخت کد ہو رہی تھی۔ اور سٹیشن کی یہ کیفیت تھی کہ عجیب و غریب اور طرح طرح کی افواہیں شہرہ ہو رہی تھیں۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ ترکوں نے دورملوفتح کر لیا ہے۔ دوسرے کی روایت تھی کہ ٹرناوو بھی لے لیا گیا ہے۔ تیسرا کہتا تھا کہ عساکر ظفر مآثر سالونیکا میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور سکیم ۱۹ اپریل کی روز دوشنبہ پہونچ گئے تھے۔ اور اس تاریخ فی الحقیقت اہم پاشا ابھی اون کو ہی سرحدیوں سے دو سو طرف نیچے اترے تھے جبکہ پہلے دونوں کی معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ ایک فیل جسم چرب زبان ساحلی بھیائی نے چپکے سے میرے کان میں سرگوشی کی کہ لڑائی میں ترکوں کو سخت نقصان پہونچا ہے وہ غالباً یونانی جاسوس تھا۔ اس ٹرین پر ایک بتجربہ کار کمبل متدین مشکل ترک کپتان بھی سوار تھا اسکو یہ خبر سنکر بے اندازہ خوشی ہوئی۔ اور جب ہم نے اسکو بتایا کہ قصبہ ٹرناوس کی فتح ہو جانے کی خبر مشہور ہے تو اسنے خوشی سے تالی بجا کر کہا ان شاء اللہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

سر اسٹیمیڈر کا سفر بجانب حدود یونان

رضا پاشا والی سالونیکا ہم سالونیکا تا بتاریخ ۱۹ اپریل دوشنبہ کو بہت رات گذری پہونچے۔ رضا پاشا گورنر جنرل سالونیکا کا سکرٹری اور نیز انگریزی قونصل کا قوماس سٹیشن پر ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ہم ٹرین سے اترتے ہی گورنر کے مکان کو چلدئے جہاں رضا پاشا نے بڑی تپاک سے ہماری آؤبھگت کی وہ نہایت خوش اخلاق زندہ دل رحیم مزاج معقول جسم شایستہ اطوار پرانی طرز کا والی ہے۔ اسے قسطنطنیہ سے ہمیں سفر کو متعلق ہر قسم کی مدد اور آسانیاں بہم پہونچانے کے احکام صادر ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہمارے واسطے اسنے اپنی ہر طرح تیار پایا۔ اور اسنے اپنی طرف سے کوئی قیمتہ فروگذاشت نکیا۔ اسنے ہمیں کہدیا کہ جسوقت ہم آگے جانا چاہیں ایک افسر اور چند اردلی سوار ہمارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں جو حدود یونان کو جانیوالی افواج کے لیے انتہائی ریلوے سٹیشن تھا تیار موجود رہونگے مزید برآں رمجان کا کام دینے کے لیے پاشا موصوف نے ایک پولیس افیسر بھی جو کئی زبانیں جانتا تھا۔ ہمارے ساتھ کر دیا وہ مذہباً یہودی اور اوراہ کا نام ایسا آنڈ تھا اور عرصہ دراز سے سالونیکا کی پولیس میں ملازم تھا۔ وہ خوبصورت آدمی شجاع اور نہایت ہوشیار شخص تھا۔ اور سفر میں ہمارے لیے نہایت کارآمد اور قابل بھروسہ ثابت ہوا۔ وہ کئی زبانیں خاصی جانتا تھا مگر انگریزی میں بہت

لہ یہ پاشا فروری ۱۹۱۹ء میں سالونیکا کی گورنری سے تبدیل ہو کر قسطنطنیہ میں اس کمیشن کی پریسیڈنٹ مقرر کیگئے جو یونان کے جلاوطنوں کے مکانات کی تحقیقات کرنے کے لئے قائم ہوا تھا جو ترکی آئندہ یونانیہ میں آباد کرنے کا انتظام کے لیے قائم کی گئی ہے

کم لیاقت رکھتا تھا۔ ترکی یونانی۔ اطالین اور عبرانی میں پورا اور سادہ تھا۔ فرانسیسی خفیف۔ اور انگریزی یونہی شُدبُدسی جانتا تھا۔ تاہم اطالین کی مدد سے ہمارا اور اوسکا خوب نباہ ہوتا رہا۔

رضا پاشا سے میری طویل گفتگو ہوئی وہ پولیٹیکل حالت موجودالوقت سے بخوبی واقف اور وسیع النظر ثابت ہوا۔ اُسنے مجھ سے ترکی افواج کی فراہمی کو دلچسپ حالات بالتفصیل سنائی۔ ترکی گورنمنٹ کی یہ کارروائی بیشک نہایت حیرت انگیز تھی کہ اوسنے تین مختلف ایسی قلیل مدتوں میں بغیر اسکے کہ سطنت میں کوئی دقت یا رکاوٹ پیدا ہوئی ہو۔ ایک لاکھ تیس ہزار فوج جمع کرلی اور تھسلی اور اپائر کی سرحدوں پر بھیجدی۔ اسکا باعث زیادہ تر اوس نہایت ہی قیمتی اور کارآمد ریلوے لائن کی موجودگی تھی۔ جو بحیرہ مرمورا کے اخیر کنارہ سے ادرینوپل کے ساحل کو کنارہ چلی گئی ہے۔ اس لائن نے جو قسطنطنیہ کو بالونیکا سے ملاتی ہے اور ابھی حال میں مکمل ہوئی تھی۔ ترکوں کو سمندری راستہ سے مستغنی کردیا تھا۔ اگر یہ لائن موجود نہ ہوتی تو وہ غالباً کئی مہینوں کو توقف کئے بغیر سرحد یونان پر فوج جمع نہ کرسکتے۔[1]

رضا پاشا نے سالونیکا اور مقدونیہ کی تمام مسلمان آبادی کی جسکو الومی کہتی ہیں بڑی تعریف کی۔ ہزار دو ہزار مسلمان مجاہد اور غیر بشمار یہودی والنٹیر میدان جنگ کو جانے کی اجازت لینے کیلئے اسکے پاس حاضر ہوئے مگر باوجود اس کثرت کے اونمیں سے کسی کو کوئی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوئی۔ نہ کسی شور و ہنگامہ کا ارتکاب ہوا۔ سرحد سر دیا کو عبور کرنے کے بعد جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے ہمنے بھی بقیہ سفر میں ان مجاہدین کو جہاں کہیں دیکھے تھے۔ اور انکو ویسا ہی خوش اطوار پایا تھا۔ جیسا کہ رضا پاشا نے انکو بتایا۔

علے الصباح ہمنے انگریزی قونصل جنرل متعینہ سالونیکا مسٹر جے ای بلنٹ سے بھی ملاقات کی۔ ترکی میں ملکہ معظمہ کے جسقدر عہدہ دار موجود ہیں۔ وہ اون سب سے زیادہ دیرینہ خدمت۔ بہتر کارآور قابل عزت الملکار ہیں۔ وہ ہماری ساتھ بکمال مہربانی سے پیش آئے۔ اور پیش نظر امور میں ہماری حفاظت اور آسایش کیلئے حتے الامکان مدد دی۔ یہ معلوم ہونے پر کہ دوپہر کے تین بجے ایک خاص ٹرین فوج لیکر قونسر تاکو روانہ ہوگی۔ ہمنے فی الفور روانہ ہوجانے کا عزم کرلیا۔ اور ٹرین مذکور پر روانہ ہوگئے۔ ہم شام کے قریب قونسر تا پہونچے۔ سرحد تھسلی پر جمع شدہ فوج کو جانے کے لیے یہ قریب ترین سٹیشن تھا۔ قائمقام (ڈپٹی کمشنر یا حاکم ضلع) اور دیگر مقامی استقبال کیلئے سٹیشن پر موجود تھے۔ دو ہیر گاڑی پر سوار کرکے شہر لیگئے۔ اور ایک خوبصورت سی کہن عمارت ترکی مکان میں جو ہماری رہائش کیواسطے درست کردیا گیا ہوا تھا اتارا۔ اوسوقت مینیجر سوال پیش کیا کہ کیا ہم اسیوقت زین سوارات کو ہی آگے۔ روانہ ہوجائیں یا رات قونسر تا میں بسر کریں۔ قائمقام جو ایک خوش اخلاق توانا جسم مرد معلوم ہوتا تھا۔ دو نوصورتوں میں سے جسکو ہم پسند کریں اوسکا انتظام کرنے کو تیار تھا۔ رات نہایت تاریک تھی۔ اور

---

[1] مجھے مسٹر شیلڈ کی اس رائے سے اختلاف ہے صفحہ ۱۰۱ میں اس لائن کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ مگر ترکوں نے ۱۹۱۲ء کے محاربہ میں شامل ہونیوالی فوج کو تقریباً دگنی فوج اسوسرحد میں سرحد یونان پر جمع کردی تھی۔ جو تعیناتی مہینوں سے بہت ہی کم تھا۔ اس سے لائن کا نہ کہ ریل کی ہم موجود گی میں فوج تین منزل بعد جمع ہوسکتی چنانچہ ریلوے کو دیگر ہر ایسطرح تجارتی و دیگر پولیٹیکل فوائد کے علاوہ خود ترکی بھی خاص اس جنگ میں بیش بہا خدمت کی۔ جو بلوے ہی متجاوز فوج جمع نہ ہوسکتی ہے۔ پوری یورپی قابل ہوگئی ہیں۔ مگر افسوس اس اعتراف و احساس کا بھی عام قوم میں اپنی تعدی اور تعصب پیدا نہیں کی کہ وہ ذاتی ثروت و سرمایہ سے ریلوے کو ترقی دیتی۔ اور مزید افسوس ہے کہ گورنمنٹ بھی دیگر معاملات [illegible] میں بدستور خواب غفلت میں مدہوش ہیں۔

گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بنابرین ہمنے رات قیام کرکے علے الصبح بدھ کو دن بہت ہی سویرے روانہ ہونیکا فیصلہ کیا۔ میزبانوں نے دم بخت گوشت۔ ترکی قہوہ اور قسم قسم کی مٹھائیوں سے ہماری مہمانداری کی۔ ہم دونو باپ بیٹے کے لیئے نہایت گدگدے اور نرم بستر فرش پر بچھا دیئے گئے جنکی چادریں کمال پاکیزہ اور خوشنما تھیں۔

الاسونا کو روانگی قایمقام اور اوسکے رفیق شرفا کا ہمسے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہمیں اپنے سامنے بخیریت سولائے جانے کو بھی غالباً اپنے فرض میزبانی میں داخل سمجھتے تھے۔ ہمنے بڑے اصرار کے ساتھ اونکو رخصت کیا۔ اور اونکو یقین دلایا کہ ہمارے سونے سے پہلے اونکے چلے جانے کو ہم کسیطرح خلاف مروت نہیں سمجھینگے۔ ہمیں صبح کے تین بجے جگایا گیا۔ ایک کیولری افسر اور بارہ سوار اردل کے لیئے دروازہ پر ہمارے انتظار میں تیار کھڑے تھے۔ دو گھوڑے اور ایک گاڑی ہمارے لیئے موجود تھی۔ پس ایلیا سمیت ہم کل سولہ آدمی ہوگئے جو سب زین سوار تھے۔ اور ایک عربہ[1] یا گاڑی، ضرورت کے وقت کام دینے کے لیئے ساتھ تھی۔

قایمقام ہمسے پہلے بیدار ہوکر الوداع کہنے کے لیئے آگیا ہوا تھا۔ ہم اوس سے نہایت افسوس کے ساتھ جدا ہوئے۔ سفر کے شروع میں ہی ایک ایسا واقعہ وارد ہوا جس سے ہم سب کو بڑی تشویش پیدا ہوگئی۔ ایلس کے نیچے شہ زور نوعمر عرب گھوڑا تھا۔ ہمنے چلنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ سرپٹ اٹھ دوڑا۔ اور چونکہ ابھی بہت تاریکی تھی بچشم زدن سڑک سڑک نظروں سے غایب ہوگیا۔ ہمنے بھی جہانتک ہم سے ہوگا۔ اپنے گھوڑوں کو تیز کردیا اور تقریباً بیس منٹ کے بعد ایلس کو جا ملے۔ لڑکا گھوڑے کو قابو رکھنے کے لیئے کافی مضبوط نہ تھا۔ وہ اوس سے منہ زور ہوکر تین میل تک دوڑتا چلا گیا۔ اور صرف اوسوقت اوسے ایلس روکنے میں کامیاب ہوا جبکہ ایک عمودی پہاڑی سامنے نمودار ہوگئی۔ شفق کی روشنی آہستہ آہستہ پھیل جانے پر قرب وجوار کا شاندار نظارہ دکھائی دینے لگ گیا۔ قرہ فیریا۔ الاصونا سڑک کا بڑا حصہ جو تقریباً اسی میل طویل ہے خوبصورت گھاٹیوں اور عمودی کوہی کراڑوں پر سے گذرتا ہے۔ منظر نہایت پرشان اور گوناگون ہے۔ سڑک بتدریج ایک خوبصورت گھاٹی میں سے اوپر کو چڑھتی گئی۔ پیٹھ کی طرف وسیع اور پرفضا میدانوں کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ اور اردگرد ہر قدم پر پہاڑیوں کے نئے سلسلے اور درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔

ترکی ٹرانسپورٹ ہمیں بیشمار سپاہی حدود کو پیدل جاتے اور صبور بارکش جانوروں کی لمبی لمبی قطاریں پتھریلی غبار آلود اور صعب المرور پگڈنڈیوں پر حیوانی صبر وتحمل کے ساتھ بڑھی چلی جاتی ملیں۔ ترکی فوج کے لیئے کل سامان حرب ورسد انہی حیوانوں پر بھیجا جاتا رہا تھا۔

ہر قسم کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے۔ یابو۔ خچر اور گدھے بسکٹوں۔ چارہ۔ اور سامان حرب سے لدے ہوئے حدود کیطرف چلے جارہے تھے۔ اونمیں سے بعض پر معمولی بوجھ کے علاوہ کوئی نہ کوئی کوفت زدہ سپاہی یا خچربان بھی سوار ہوگیا ہوا تھا۔ اور بعض پر دس دس بارہ بارہ بندوقیں آرپار رکھی ہوئی تھیں۔ تمام جانور تکان زدہ اور ایسے معلوم ہوتے تھے کہ اونپر اونکی طاقت سے زیادہ بوجھ لدا ہوا ہے۔ ترکی فوج کا انتظام باربرداری واقعی ایک حیرت انگیز معما نظر آتا تھا۔ اول تو یہی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کٹھن اور دشوار گذار سڑک کے

[1] گاڑی کو عربی میں عربہ کہتے ہیں اور ترکی میں ارابہ کہتے ہیں۔

راستہ جسپر توپیں اور گاڑیاں بمشکل گذر سکتی تھیں۔ کسطرح ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھسلی پہونچائی گئی پھر مزید حیرت اس سے ہوتی تھی کہ اس بیکران فوج کے لیئے سامان رسد اور اوسکی بیشمار توپوں کے لیئے پھٹنے والا اور دوسرے گولے اور کارتوس کسطرح پہونچائے جاتے رہے یہ معاملہ عجب عقدہ مالاینحل اور باعث استعجاب و حیرت تھا۔

تاہم یہہ کام سرانجام پاتا رہا۔ اور جہاں تک میدان کارزار میں ہم لوگوں کے مشاہدہ میں آیا۔ قابل اطمینان طور پر پاتا رہا۔ پھر بھی جیسا کہ ہونا لابدی تھا جبتک کہ فوج لاریسا پر اچھی طرح سے قابض نہ ہوگئی ہر جدید پیشقدمی کے ساتھ ٹرانسپورٹ (انتظام باربرداری) کی مشکلات اور درنگ و توقف میں اضافہ ہوتا رہا۔ لاریسا میں ترکوں کو ہر قسم کے سامان کی وافر مقدارین جنہیں یونانی اپنی سراسیمہ و متوحشانہ بھاگڑ میں چھوڑ گئے تھے ملگئیں۔ جنسے فوج پیچھے سے سامان پہونچتے رہنے کی ضرورت سے بہت کچھ مستغنی ہوگئے۔ مزید براں تھسلی کا کل زرخیز میدان مویشی اور پالتو پرندوں (مرغیوں وغیرہ) سے بھرا پڑا تھا۔

ادہم پاشا کی جلد پیشقدمی نہ کرسکنے کا باعث ایک حد تک یہ ٹرانسپورٹ کی دقت بھی تھی جسکی وجہ سے کچھ عرصہ تک اونکے پاس بوقت ضرورت کام دینے یا بالفاظ دیگر ریزرو میں رکھنے کے لیئے سامان حرب اور گولہ بارود جمع نہ ہوسکا تھا۔ اس دقت کا کچھ اندازہ اس توضیح سے ہوسکیگا۔ قرہ فیریا سے جو فوجی و جنگی نقل و حرکت اور باربرداری کے لیئے انتہائی ریلوے سٹیشن تھا۔ سرفجی (جسے یونانی سرویا پکارتے ہیں) تک ۴۵ میل کا فاصلہ ہے۔ سرویا سے الاصونا تک ۳۵ میل کا اور الاصونا سے کول ڈی ملونا (درہ ملونا) تک چھ میل کا۔ محاربہ سے پہلے درہ ملونا یونانی و ترکی قلمرو میں حد فاصل تھا۔ ملونا سے سڑک یکبارگی اور بالکل عمودی شکل میں تھسلی کے میدان میں داخل ہوتی یا اترتی ہے۔ ملونا سے لاریسا ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قصبہ ٹرناووس نصف راستہ سے چند میل آگے یعنے ملونا سے تقریباً ۱۵ میل کی مسافت پر برلب شاہراہ واقع ہے۔ ان اعداد سے واضح ہوگیا ہوگا کہ اوسوقت بھی جبکہ عساکر عثمانیہ لاریسا میں پہونچگئے تھے۔ ادہم پاشا کی فوج کے لیئے کل سامان حرب ریلوے سٹیشن سے مصافی صف یعنے جنگ کنندہ فوج تک دشوار گذار علاقہ اور کٹھن دروں میں سے ایکسو میل سے زیادہ مسافت طے کرنے کے بعد پہونچایا جاتا تھا۔

حدود کے قریب پہونچنے پر ہمنے جو پہلا مشاہدہ کیا وہ نہایت ہی دلچسپ اور فرحت انگیز تھا۔ سڑکیں ارنوطوں یعنے البانوی مجاہدین کی جماعتوں سے جو بیقاعدہ اور کمال بیقاعدہ سپاہی تھے۔ بھری ہوئی تھیں۔ اونکی کوئی باقاعدہ وردی نہ تھی۔ ہر ایک کے پاس ایک ایک رائفل اور کارتوسی پیٹی تھی۔ انکے سروں پر ترکی ٹوپی فس نہ تھی۔ بلکہ ایک قسم کی سفید رنگ کی چندیا ٹوپی[1] تھی جو سر پر خوب بیٹھی ہوئی اور چسپاں ہوتی تھی۔ البانویوں میں اس ٹوپی کا تھوڑے عرصہ ہی سے رواج ہوا ہے۔ اکثر کے سر اگلی طرف سے کنپٹیوں سے اوپر منڈے ہوئے تھے۔ اور بعض کے سروں پر پچھلی طرف لنبی لنبی چوٹیاں نکلی ہوئی تھیں۔ یہ ارنوط سڑک پر خطرناک ہمسایہ تھے انکی شکلوں سے ہی فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بڑے نڈر اور بیباک لوگ ہیں۔ کامل اور اوستاد ڈکیتوں میں بھی ایسی بیخوفی اور بیباکی نہیں دیکھی جاتی

[1] اکثر سرحدی پٹھان اور آفریدی اس وضع کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ سر منڈانیکا فیشن بھی البانویوں اور سرحدی پٹھانوں میں بالکل یکساں ہے ناظرین کی دلچسپی اور آگاہی کے لیئے بطور نمونہ البانویوں کی چند تصویریں اس موقعہ پر درج کردیگئی ہیں۔

وہ اپنی رائفلوں کی ایسی نگہداشت اور غور و پرداخت کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ اونکو اسطرح تھپکتے اور اچھالتے کودتے ہیں جیسے مائیں اپنے شیر خوار بچوں سے کیا کرتی ہیں۔ بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ ہر طرف بلا لحاظ شانہ بندوقیں سرکرتے جاتے تھے۔ کبھی کسی بہت دور کی چیز کو نشانہ بنا کر مشق کرتے۔ اور اکثر محض ظنانہ ترنگ میں آکر بطور تفریح اونہیں ہوا میں سر کرتے رہتے۔ گولیاں سر کر پر اڑتی ہوئی گونجتی پھرتیں اونکی وجہ سے رستہ چلنا کسیقدر خطرناک ہو رہا تھا۔ ہر دفعہ جب کسی گوشہ کا چکر کاٹ کر ہم بلند تر سطح کے قریب پہونچتے تو بندوقوں کی آوازیں سنائی دیتیں۔ ہم سڑک کو کسی مورچہ سے عبور تے تو یہی توقع رہتی کہ اب کوئی گولی لگی کہ لگی۔ ایک قصہ پر ان گولیوں کی اسقدر کثرت ہوگئی کہ ہمارا ترجمان گھبرا گیا۔ وہ گھوڑے کو ایڑی لگا کر مجھ تک آیا۔ اور کہا یہ ارنوط تو شیطان مجسم ہیں۔ اونکا ایک لفظ نہیں سمجھ سکتا۔ وہ بڑی خطرناک شخص ہیں۔ رؤوف بک (افسر اسکورٹ) بھی گھبرا گیا۔ اور اونسے ہمسری گاڑی میں بیٹھ جانے کی التجا کی تاکہ البانوی ہماری مغربی (یعنی فرنگیانہ) پوشاک کو نہ دیکھ سکیں۔ ہمنے بالکل اسیطرح کیا۔ مگر پھر دس منٹوں کو بعد گاڑی سے نکل آئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ میرے خیال میں ہماری اسکورٹ نے خطرہ کو جیسا اہم سمجھا تھا درحقیقت وہ ویسا نہ تھا۔ جہانتک ہم دیکھ سکے البانویوں سے ہمارے برخلاف کوئی علانیہ دھمکی آمیز حرکت سرزد نہ ہوئی۔ پھر بھی محافظ سواروں نے ہمکو اپنے حلقہ میں کرکے اپنی رائفلوں کو رسیوں کو بالکل تیار رکھا۔ اور دو سوار رستہ صاف کرنے کو لیئے آگے ہوگئے۔

البانویوں کی بے نظامی اور محبت تاخت و تاراج خواہ کیسی ہی زیادہ کیوں نہو۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ وہ نہایت ہی شاندار قوم ہیں۔ جنہ کسی ایک ارنوط کو بھی پست قامت یا کمزور نہ دیکھا۔ اونکے قد بالعموم وبالا وسط چھ فیٹ بلند ہیں۔ اور اکثر اس سے بھی طویل القامت ہیں۔ اونکے سینے فراخ جسم مضبوط ہاتھ پاؤں خوب کھلے اور طاقتور رنگ صاف اور چہرہ آگندمی ہے اور گو وہ ایسے طویل القامت اور قوی ہیکل ہیں۔ مگر بلی سے زیادہ چست و چالاک اور پھرتیلے ہیں۔ پہاڑوں ہی میں پیدا اور پرورش پائی ہوئی ہونے کی وجہ سے وہ ایک چٹان سے دوسرے چٹان پر اسطرح پھند کتے پھرتے تھے کہ گویا ایسا کرنے سے اونہیں خاص لذت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔ خطرناک سے خطرناک چوٹیوں پر چڑھنا۔ اونکے سامنے بچوں کا کھیل تھا۔

ارنوطوں کی قومی ترکوں سے بالکل مختلف ہے۔ اونمیں شمائیوں ایسی متحدانہ اطاعت پذیری و انظامی اور ثابت قدمی و کوہ استقامت شجاعت نہیں پائی جاتی۔ مگر متہورانہ دلیری اور جوانمردی میں نظیر نہیں رکھتے اور جسطرح مکاٹ لینڈ کے مائی لینڈروں (شمالی علاقہ کوہستانیوں) کو محلہ کی تاب لانا محال ہے۔ ویسے ہی کوئی فنیم اونکو دادو کے سامنے نہیں ٹھیر سکتا۔ ان البانوی مجاہدین میں سے نظام فوج کا کوئی افسر نہ دیکھا۔ ہر ایک جماعت اپنے اپنے مقامی سردار (یا بک) کے تحت تھی جنکی بہ البانوی ایک حد تک عزت و اطاعت بھی کرتے ہیں۔ ارنوطوں کو اب تک کوئی خارجی حاکم مغلوب و محکوم نہیں کرسکا۔ چنانچہ ترکوں کو بھی اونہیں قابو رکھنے کو ایک بڑی فوج وقتاً فوقتاً درپیش رہتی ہیں۔ اور اونہیں یہ نظام بنانا تو بڑی ہی ٹیڑھی کھیر ہوگا۔ تاہم تخریب ہونے کی وجہ سے بھی اونکو کسی نہ کسی طرح تابع فرمان بنا لیا ہوگا ہیں۔ لیکن اگر کبھی کسی عیسائی سلطنت نے ان جفاکش شجاع اور جوانمرد کوہستانیوں کو منظم کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کام کو وہ قاف کو اوسکی جگہ سے حرکت دینے کی کوشش سے کم مشکل بنانے گی۔ میدان جنگ میں ہمیں کچھ عرصہ پیشتر یہ

البانوی پلٹن کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ انکے سپاہی کمال شاندار اور بخوبی با نظام تھے۔ ہمارا اونسے خوب یارانہ ہوگیا۔ وہ جسوقت ہم اونکے پاس جاتے سپاہی بڑی گرمجوشی کے ساتھ ہمسے پیش آتے۔ اونکی ہر وقت یہی فریاد اور استدعا تھی کہ انہیں لڑنے کا موقعہ دیا جائے۔ قبضہ جبال کے لیے جو معرکہ آرائی ہوئی۔ اوسمیں پلٹن مذکور نے درخواست کی تھی کہ وہ کریتری کی فاتح تسخیر پہاڑی کو باین شرط کہ اوسے اپنے طریقہ سے حملہ کرنے کی اجازت دیجائے۔ تن تنہا فتح کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ یہ پلٹن ویسٹینو کی لڑائی میں کمال شجاعت سے لڑی۔ اور میرے خیال میں نقصان بھی بہت اٹھایا۔ کیونکہ اسکے سپاہیوں کی پرجوشی کا کوئی حد وحساب نہ تھا۔ اور وہ کسی طرح کی روک یا آڑ سے پناہ لینے کو سخت کسرشان اور جوانمردی اور شجاعت کے منافی سمجھتے تھے۔ مزید برآں اون سپاہیوں کا اسقدر صبر بھی نہ ہوتا تھا کہ سوچ سوچ کر آگے بڑھیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے اپنی شجاعت و لیاقت کا قطعی ثبوت دیدیا۔

ایلس کا گرنا جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے سڑک زیادہ خراب ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ گھوڑے بمشکل قدم جما سکتے تھے۔ اور گاڑی کا چلانا تو قطعاً ناممکن ہوگیا۔ بالآخر ہم بلندترین کرا کو عبور کرکے طرل و بیچدار پگڈنڈی کے رستہ ایک خوبصورت وزرخیز وادی میں داخل ہوگئے جسمیں دیہاتی طرز کے گاؤں سورج کی روشنی میں خوب چمک رہے تھے۔ انمیں جو بہت آباد اچھا آباد اور بارونق معلوم ہتا تھا ہم اسی کی طرف جو رستہ بتایا گیا تھا اسپر ہو لیے۔ یہ ترکی سپاہیوں کا پڑاؤ تھا۔ جب ہم گرجا کے پاس پہنچے تو ہمارے جلد ہی گرد و نواح میں ترکی گاؤں میں داخل ہونے کی خبر مشہور ہوگئی۔ اور ترک کی پانچ لاکھ فوج میں ایک ایسی فوج جو ابھی تک بے شکست تھی۔ ہمارے استقبال کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ ہم ابھی گرجا کے پاس ہی تھے کہ ہمارے سوار دستہ کی پیش قدمی کی خبر ہمارے پاس پہنچی۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ اور سرپٹ دوڑے۔ ایک موڑ پر ہمیں ایلس کا گھوڑا سا رالہ دستہ کلیلین آتا ہوا ملا۔ کبھی دولتیاں جھاڑنا شروع کر دیتا۔ اور کبھی سیخ پا ہو جاتا۔ الغرض وہ ایک قدم بھی درست ہو کر نہ چلا تھا۔ موضع مذکور سے گذرنے کے بعد ہموار زمین کا ایک قطعہ آگیا۔ اور ہمنے گھوڑوں کو کسیقدر تیز کر دیا۔ جس سے عرب راہوار کو پھر شرارت کا موقعہ ملگیا۔ وہ دانہ کو پھر دانتوں میں دبا۔ اور کاواکاٹ ایک سنگلاخی میدان کی طرف ہو گیا۔ اور سرپٹ اٹھ دوڑا۔ ایک سوار نے اوسوقت اسکے پیچھے گھوڑا ڈالدیا جس سے وہ اور بھڑک گیا۔ اور لڑکا بری طرح سر کے بل زمین پر آرہا جب اوسے قریب تر سوار نے اٹھایا تو سر کی چوٹی پر بڑا زخم آیا ہوا تھا۔ اور خون بافراط بہ رہا تھا۔ نیز بگی قسمت سے کسیطرح کا سایہ یا پانی بھی جہاں تک نظر کام کرتی تھی موجود نہ تھا۔ خوش قسمتی سے ایک سپاہی زخموں کی مرہم پٹی کا کچھ ڈھب جانتا تھا۔ اوسنے تھوڑا سا تنباکو کا برادہ گھاؤ میں ڈال کر سر کو رومالوں سے باندھ دیا۔ پینے اوسے برانڈی بھی پلائی۔ اور گو وہ بہت کمزور اور نحیف ہوگیا۔ تاہم سرفرنچی پہنچنے تک جو تین گھنٹوں کی مسافت پر تھا۔ حوصلہ کرکے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ مگر یہ وہی گھوڑا نہ تھا جسنے اوسے گرایا تھا۔ اسپر پینے ایک جسیم سوار کو سوار کرا دیا لیکن سوار اور اوسکے سارے سامان سمیت بارگراں سے بھی گھوڑے کی سرکشی میں فرق نہ پڑا اور وہ اس سوار کو بھی لیکر کچھ فاصلہ بے تحاشا دوڑا چلا گیا۔ اور ہر روز اوسکا یہی وطیرہ رہا۔ ایکدفعہ خوب لحیم و شحیم سوار اور گراں وزن جنگی زین کے علاوہ پینے اپنی بھری ہوئی خرجی بھی اوسپر کھوادی۔ لیکن اُسنے اوسکی بھی کچھ پروا نکی۔ یہ دیکھکر سوار بے اختیار پکار اُٹھا کہ اس ننھے سے گھوڑے میں ضرور شیطان داخل ہو گیا ہے۔

عثمانیہ ریف سرفجی میں ایک ہزار باشندوں کا خوبصورت شہر ہے اور اُس سلسلۂ کوہسار کے دامن میں واقع ہے۔ جو الاصونا کو وادی سے سرکیلا سے جدا کرتا ہے۔ اُسکے قریب ہی پانچ ہزار پیدل فوج میدان کارزار کو جاتی ملی۔ ان کا ہیولیٰ کا انداز ان نوجوانوں سے جنہیں ہم بچے چھوڑ آئے تھے بالکل متضاد تھا۔ اس فوج کے سپاہی نہایت تنومند جوان اور بالعموم ریف یعنی فوج کے سپاہی تھے۔ جو اناطولیا ایشیا کوچک) سے آئے تھے۔ وہ نکان نہ دہ اور بھوکے معلوم دیتے تھے۔ اور اکثر کے پاؤں زخمی ہو رہے تھے۔ انکی وردیاں غبار آلود اور بہت بوسیدہ تھیں۔ تاہم وہ نہایت متحمل خوش اطوار خاموش پسند۔ فراخ سینہ قوی ہیکل اور خوش اندام جوانمرد تھے۔ اور اکثر کی عمریں دس بیس کے درمیان تھی۔ وہ سچے عثمانلی تھے۔ کسی سپاہی نے پانی سے ہماری تواضع کرنی چاہی جونہی توتلو میں اونکے ساتھ تھا۔ لاریب اس بارہ میں کل محاربہ کے دوران میں ترکی سپاہیوں کی خوش اخلاقی مروت اور نفس کشی کمال حیرت انگیز تھی۔ پانی تھسلی میں کمیاب ہوتا ہے۔ اور لڑائی کے دنوں میں گرمی بڑی شدت سے پڑ رہی تھی۔ مگر پھر بھی عثمانیہ سپاہی نے کبھی سخت تنگی جب کبھی ہم نے پانی مانگا۔ انہوں نے بلا تردد ہمیں دیدیا۔ بلکہ سوال پیش کرتے رہے۔ ترکی سپاہی اور دہقان کا برتاؤ ہمیشہ سچ شریف آدمی اور جنٹلمین ایسا ہوتا ہے۔

حفظی پاشا متصرف سرفجی سرفجی کے متصرف (کمشنر یا حاکم اعلےٰ) حفظی پاشا نے ہماری نہایت تپاک سے آؤ بھگت اور مہمانداری کی۔ ایلس کی حادثہ سے سخت تاسف ہوا۔ ودنے الفور اُسکے مداوا و معالجہ کی تدارک میں مشغول ہوگیا۔ اور اعلےٰ جنگی ڈاکٹر کو بلا بھیجا جسنے زخم کو دیکھکر کہا کہ وہ بہت سخت ہے مگر خطرناک نہیں پھر اُسنے مرہم روک ادویات بھر کر زخم کی نہایت احتیاط سے مرہم پٹی کی۔ اور سارے سر پر ایک بڑی سفید پٹی باندھ دی۔ یہ پٹی جبتک ہم میدان کارزار میں رہے۔ ایلس کے سر پر بندھی رہی۔ جو اسکے اوپر سرخ فس پہنتا رہا۔ اوسکی یہ ہیئت دیکھکر خواہ مخواہ سب کو اوسکیطرف توجہ ہو جاتی تھی۔ اور سپاہیوں میں تو وہ نہایت ہر دلعزیز اور محبوب ہوگیا تھا۔ اوکو یہ خیال ہوگیا تھا کہ ایلس کو یہ زخم اسلام کی مقدس خدمت و حمایت کرتے ہوئے پہونچا ہے۔ اوس سے اونہیں اوسکے ساتھ دلی ہمدردی ہوگئی تھی۔ اوہم پاشا کی فوج کے ساتھ جسقدر غیر ترک تھے وہ سب انگریز جرمن اور فرنچ نامہ نگاروں سمیت بنظر احتیاط فس پہنے رہے۔ کیونکہ البانویوں کی تمر محول اور کھیلوں میں اضیٰ قوموں کو نشانہ بناتے رہنا بھی داخل ہے۔ جو کھیل رنگی ٹوپیوں کے پہننے والوں کیلیے کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتی تھی بنابرین اوہم پاشا نے فس کا استعمال لازمی کر دیا تھا۔ فس میں دو اہم نقص ہیں۔ اس سے سارا چہرہ اور پشت گردن ننگی رہتی ہے اور دھوپ اور شعاعوں کی چمکار سے وہ کوئی بچاؤ نہیں کرتی۔ اور تھسلی میں گرمی بشدت تھی۔ ہم کو بہت تکلیف ہوئی۔ کم از کم چار دفعہ ہمارے چہروں کا چمڑہ جھلس گیا ہوگا۔ بعض ترک ایک قسم کا سٹروپ دار چغہ پہنتے ہیں۔ جسکا سٹروپ چہرہ اور گردن کو تمازت آفتاب سے بچائے رہتا ہے۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار مسٹر ولیم بیل مشہرتی طرز کی ایک پوشاک خود ایجاد کر لی تھی جسکے ساتھ وہ ایک نہایت کارآمد قسم کی چیز کسی پوشش سر استعمال کرتا رہا۔ جو آدھی دستار اور آدھا سٹروپ تھی۔ اگر

لہ اسی ہوا دیجو زخم میں سوزش اور غفلت نہ پیدا ہونے دیں۔ اسغرض کیلئے عموماً کاربنک ایسڈ روح الشراب یا الکحل استعمال کیجاتی ہے

وہ نہایت آرام ہی میں رہا۔ لیکن قطع وضع میں بھی بہت کچھ مشرقی ہوگیا۔ مگر اور بہت کم یورپینوں کے دماغوں نے ایسی زیرکی اور رسائی دکھائی اور بنابرین اونکو مسٹر پیل ایسا آرام و راحت نصیب نہ ہوا۔

حفظی پاشا پیدائشاً البانوی اور طویل القامت بمقتضائے جسم و مستعد نوجوان ہمپتر کی جماعت عہدہ داران کا ایک دلفریب نمونہ ہے۔ اسنے ترکی کو تعلقات خارجیہ اور اون خطرات کی اہمیت سمجھ جو ترکی کو اس محاربہ کے دوران میں حادث ہوسکتے تھے جو شب و قف اور باخبر پایا۔ سلسلۂ آمد و رفت اور رسل و سائل یعنی انواع و اسمان کی گذرنیکی عام پہنچا بمصطفےٰ کمیشر کی حفاظت و نگہداشت کا ذمہ دار ہونے کی وجہ سے اوسکا منصب خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ اور اوسکی آرام وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل تھیں ×××××××

اور ہمیں مخصت کرنے کے لیئے پانچ بجے صبح کا وقت بیدار ہو کر آگیا۔ الاصونہ کا سفر گو طویل اور تکان بخش تھا۔ مگر ایلیس کی چوٹ کی وجہ سے میں جلد چلنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ تاہم ہم وہاں دوپہر کے پہلے پہونچ گئے۔

توپوں کی گرج الاصونا کا قصبہ گو ایک خوبصورت میدان کے وسط میں جو یونان اور ٹرکی میں حد فاصل کا کام دیتے والی شاندار پہاڑیوں سے محیط ہے واقع ہے لیکن چنداں خوشنما نہیں۔ اوسکی آبادی بہت بکھری ہوئی ہے۔ جوں ہوں ہم ترکی فوج کے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہونچتے گئے۔ یہ پہاڑیاں زیادہ بلند اور نمایاں ہوتی گئیں۔ سڑک کے برابر الاصونا کے شمال میں دریا سے ایک حیرت انگیز نہر کاٹی گئی ہے۔ یہ نہر بہت پرانی ہے۔ اور اسکے ذریعہ شہر میں عمدہ پانی افراط سے پہونچتا رہتا ہے۔ الاصونا میں داخل ہوتے ہی دور فاصلہ پر چلتی ہوئی توپوں کی گرج سنکر ہماری کل تکان و کوفت دور ہوگئی۔ مارشل کو لینے اور اوسکی خدمت میں سفارشی خطوط پیش کرنے کے لئے ہم سیدھے کوناک کو گئے۔ مگر مارشل کے ایک خادم کے سوا اور کوئی متنفس وہاں موجود نہ تھا۔ خادم نے ہمیں قہوہ پلایا اور بتایا کہ لوہم پاشا اسوقت کم از کم چھ میل کے فاصلہ پر درہ ملنای کی چوٹی پر موجود ہیں۔ بھوک اور تکان نے ہم میں کوئی سکت نہ رہنے دی ہوئی تھی۔ مگر توپوں کی آواز سنکر ہمسے صبر نہ ہو سکا۔ رستہ میں ہم طرح طرح کی افواہیں سنتے آئے تھے۔ کسی نے بتایا کہ ٹرنا دوس بلکہ لاریسا بھی فتح ہو گیا ہے۔ اور بعضوں نے تو یہانتک کہدیا کہ ترک کل تھسلی پر قابض ہو گئے ہیں۔ مگر جب ہم الاصونا کے قریب پہونچے تو ظاہر ہو گیا کہ ادہم پاشا ابھی تک سرحدی پہاڑیوں کو بھی دشمنوں سے صاف نہیں کر سکے۔ اور کہ یونانی منونا الاصونا سے چنداں بعید نہیں۔ پس ہمنے اوسیوقت آگے جانیکا فیصلہ کر لیا اور رئودف بک اور چہ سواروں کو ساتھ لیکر جدہر سے توپوں کی آواز آرہی تھی اوسطرف روانہ ہو گئے۔ اور غذا و آرام کو توکل و اتفاق پر چھوڑ دیا کہ انھیں پھر بعد میں سنبھال لیا جائیگا۔

فصل سوم یونان کی حالتِ جنگ سے پہلے

جرمن سٹاف افسر لکھتا ہے کہ

جن حالات کی موجودگی میں یونان ۱۹۰۷ء میں مصروف کار زار ہوا۔ غالباً پہلے کبھی کوئی ملک اون سے زیادہ مشکل و صعب حالات کی موجودگی میں مشغول پیکار نہیں ہوا۔ مالی حالت یہ تھی کہ ملک کے اندر اگر صیغہ مال تباہ و برباد تھا تو ممالک غیر میں اعتبار کا نام و نشان مفقود۔ ملکی انتظام فریقانہ طرز حکومت اور ہر ایک فریق کو پھر یکجا ہو کر مختلف مخالف و متضاد گروہوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے پریشان۔ فوج بالکل ناتیار۔ لیڈر فن حرب اور انصرام جنگ و نوباتوں میں محض نابلد۔ یونان کے لئے اتحاد معرض خطر میں کو دپڑنے کو وقت یہ بھی نکل گیا تھا کہ کنفیڈریشن بالقان بنائی گئی ہو لیکن اس سے بضاعتی کیطرف بھولے سے بھی توجہ نہ کی گئی۔ اور کسی نے یہ قیاس نہ کیا کہ ٹرکی کے مقابلہ کیلئے اُن کے پاس سامان و وسایل کیا کیا موجود ہیں۔ انمیں کلام نہیں کہ یونانی فوج سے کہ تعداد فوج بھی بشرطیکہ شجاعت و استقلال نے حوصلے بڑھا دیئے ہوں۔ مدافعت کے پہلو پر ہونے کی صورت میں بڑے بڑے کارنمایاں دکھا سکتی

اور زبردست افواج کی شدید کمی کو روک سکتی ہے۔ اس بیان کی تصدیق اور لڑائیوں سے بخوبی ہو رہی ہے جو موجودہ صدی کے شروع میں ہسپانویوں اور اطالیان ٹاپردل کی فرانسیسیوں اور انکے تجربہ کار سرداروں کے ساتھ ہوئی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کی محاربات میں حملہ آوری کی صورت میں کامیابی و ناکامی زیادہ تر تعداد پر منحصر ہے۔

یونانی صرف ذاتی شجاعت کے بل پر ہی ترکوں کو موقعہ نہیں پڑا رہے تھے۔ بلکہ اونکو کامل توقع تھی کہ ابتدائی چند معرکوں میں فتح پانے ہی سے بلغاری اور البانی جبل السوداؤنکے معاون و مددگار ہو جائینگے۔ شاہ یونان سے غنہ وزرا۔ یونانی اور انگلستان کے محب یونان اخبارات سب کی یہی رائے تھی۔ اونہوں نے بالکل کھلم کھلا کہدیا تھا کہ اگر کریٹ یونان کو حوالہ کیجا گیا تو وہ ہاتھ کی ایک ضرب سے کل جزیرہ نما بلقان کو لڑائی پر کھڑا کر دیگا۔ اس عام رائے کا بالفاظ دیگر یہ لب لباب تھا کہ جمع شدہ یونانی فوج ترکی حکومت کے برخلاف عام بغاوت کی مرکز و قلب کا کام دیگی۔ اور بغاوت مقدونیہ اور البانیا کے کلیسائی یونانی کے معتقد عیسائیوں میں برپا ہو جائیگی ہم مذہب عیسائیوں کی علاوہ یونان کو مانٹی نیگرو پر بھی کچھ کم بھروسہ نہ تھا۔ اور اوس ریاست نے بھی چپکے چپکے اپنی فوج کو جنگ کے لیئے تیار و مستعد کر لیا تھا اور ساتھ ہی البانیویوں کو ٹرکی کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیئے اسلحہ و سامان حرب بہم پہونچا رہے تھے۔

البانیویوں پر اور طرفوں سے بھی اس کام کے لیئے بہت دباؤ اور زور ڈالا گیا تھا۔ چنانچہ ٹرکی کو مقدونیہ کی نسبت بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحلی صوبوں میں زیادہ خطرہ پیش تھا۔ تمام بلقان میں یہ امر عام معلوم تھا کہ اٹلی موسومہ سیاں مٹھو کہلانیوالی "البانوی انجمن اتحاد" کے غنہ رومانیا۔ آسٹریا اور اٹلی سے خط و کتابت کا سلسلہ رکھتے ہیں بنہارٹ سے خبر ملی کہ کٹ زولا کو اور البانیویوں میں یہ سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ البانیا کے لیئے بھی خود مختاری حاصل کیجائے تنکیس سے دو نو قومیں متمتع ہوں۔ مقام قی سونا کی بیراٹ مشن کی جمعیت آسٹریا سے مزید پادری بھیجکر بڑھا دیگئی۔ اور ان نیکبخت پادریوں نے البانیویوں کو یہ ترغیب دینی شروع کر دی کہ وہ کیتھولی دول عظام میں سے کسی ایک کی حمایت و سرپرستی میں ہو جائیں ہ ×××××××

کے خط کے جواب میں جو خیالات ظاہر کیے تھے۔ وہ صلح جوئی و امن پسندی کے اور ان اطمینانوں سے جو بعد میں دونو فرمانروایوں نے بذریعہ تحریر سلطان اعظم اور دول عظام کو دلائے عجب متضاد و متغایر تھے۔

الغرض یونان کو پختہ یقین ہوگیا کہ وہ کچھ رفقا و معاونین کی شمولیت پر جو ٹرکی کی مشکلات سے فایدہ اٹھانے پر آمادہ ہیں بھروسہ کرسکتا ہے یہی وجہ تھی کہ جب اوسکے نیک نیت اور بے ریا دوستوں نے یونان کو سمجھایا کہ یہ سب امیدیں باطل ہیں تو اوسنے انکی نصیحت کی کچھ پروا نہ کی۔ اور بایں عزم کہ جزیرہ نما بلقان کی قسمت صرف اوس اکیلے کے فیصلہ پر منحصر ہے بصولہ لڑا۔

اس یقین کے ساتھ ہی محاربۂ آزادی کی کامیابی کی داستان کہن کی یاد دیرینہ کو تازہ کردینے جانے سے یونانیوں کی سرمستی میں بے اندازہ اضافہ ہوگیا تھا۔ مقررہ اخبار نویس اور شاعر جنکے اس لڑائی کو وقعات کو حصہ افزا پیرایہ میں بیان کرکے بے اکھنا شوق پیدا کیا تھا یونانیوں نے اسمیں جو شاندار کارنامے دکھائے تھے اونہیں ہمیشہ کی شہرت اور کل دنیا کی تعریف کا استحقاق حاصل ہوگیا ہوا سے یونان کا یہ محاربہ ہلال کی پامالی کے لیے آخری ہوگا۔ اسکے بعد کم از کم یورپ سے ہلال ہمیشہ کے لیے نابود ہوجائیگا۔ اور اس محاربہ کا اختتام ہوتے ہی اب انیس عشر میں بھی پھر کل یورپ میں یونانی ہمدردی کا دویا دیسا ہی موجزن ہوجائیگا جیسا کہ موجودہ صدی کی تیسرے عشر میں ہوگیا تھا۔ یونان کی بدقسمتی سے انگلستان اٹلی اور فرانس میں اب بھی کم و بیش تا عاقبت اندیش متعصب موجود تھے۔ انہوں نے یونانیوں کی ہمدردی کی آواز کسنی شروع کردی۔ اور یونانیوں نے جنکے ہوش و حواس حرص و تعصب کی وحشت انگیز جنون نے معطل کر رکھے تھے۔ ان معدودے چند کی کمزور آوازوں کو عام رائے کا خلاصہ تصور کرلیا۔ حالانکہ ان تینوں ملکوں میں بھی جمہور کا حصہ کیشنے یونان کے معاملہ میں کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی تھی۔ زیم مخبوط یونانی اخبارات بڑ مانکنے لگ گئے کہ اٹلی۔ انگلستان اور فرانس کی گورنمنٹیں عام رائے کے مقابلہ پر زیادہ عرصہ تک عزم پر قایم نہیں رہ سکینگے۔ اور اونکو آخر مجبور ہوکر یونان کی طرفداری کرنی پڑیگی۔ دماغی کمزوری کی اس دلفریب دھوکوں کے علاوہ یونانیوں کو اپنی جنگی طاقت کا بھی بے اندازہ زعم تھا۔ اور جسقدر کہ اپنی طاقت پر حد سے زیادہ گمان کرتے تھے اوسی نسبت سے ٹرکی کی وسایل کو بالکل بے حقیقت تصور کرتے تھے۔ اس غرور باطل کا یونانی اخبار نویسوں اور فصحا کی تقریر و اخبار و تحریروں سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ اونکا بیان تھا کہ یہ ممکن ہے کہ شاید ترکی فوج پیدل بھوڈا اسلحہ (بندوق سنگین) کا استعمال ہم سے بہتر جانتی ہو۔ مگر ترکوں کی یہ موقیت یونانی توپخانہ کی برجستگی اور آرائستگی کے سامنے بالکل ہیچ ہوجائیگی ناقابل تسخیر اور اجیت یونانی بیڑہ کو سالونیکا اور سمرنا کی سامنے نمودار ہونیکی دیر ہے کہ غنیم کو کل ملک میں دور و نزدیک خوف سے عشر پڑجائیگا۔ (جنیوی) کیوس و (جزیرہ) ساموس بیڑہ کو پہنچتے ہی بغاوت کردینگے۔ اور ہمارے جہازوں کی کوہ شکن توپوں کے سامنے ڈارڈنیلز کی قلعہ بندیاں نہیں ٹھہر سکینگی۔

یونانیوں کی بحری لڑائی سے بعد یونان گویا یورپ کا نازپرورہ اور لاڈلا بچہ رہا ہے۔ جسکو آخر الذکر کی نازبرداریوں کی کسی

ا کنسٹنٹائن کا قسطنطنیہ میں ۱۹۲۱ء ورود ہوا لیکن اگر وہ تاریخ پڑھنے کی تکلیف گوارا کرتو اسقدر تسلی کی جگہ پاسکتے مصریوں اور ترکوں کی یونانی بغاوت کی سازش کا حال یکلخت کردی تھی کہ اگر دول یورپ حمایت نکرتیں تو یونانی صدیوں تک آدمی بغاوت کا نام نہ لیتے مفصل حالات کے لیے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد ۴

کسی کام کا نہیں سمجھا۔ گذشتہ ستر برس سے یورپین طبیب اوسکے قیام ہنگام اور شفا کے لیے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ مگر بیسود۔ یورپ نے یونانی روحانی کسیطرح کی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ جمہوری مطلق العنان شاہی اور آئینی بادشاہی سب طرح کی حکومتوں کی آزمایش کیجا چکی ہے۔ مگر اوسکی ہنگامہ زمین میں کسی قسم کی حکومت نے جڑ نہ پکڑی۔ زمانہ گذشتہ کی عظمت کی داستانوں نے یونانیوں کی دل و دماغ میں تبدیج اسقدر غرور و نخوت بھر دیا ہے کہ اب وہ اپنے تمرد و تکبر کیوجہ سے پہلے آدمیوں کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہ گئے۔ اور کوئی شریف اونکی ہمجلیسی کو گوارا نہیں کرسکتا۔ موجودہ یونان کی حالت و وضع کا جو بہت سا حصہ بالکل ناقابل سمجھا اور معمہ بنا رہا ہے اوسکی کنجیدہ عقدہ کشائی ایک بالصراحت معین و مشخص مقاصد رکھنے والی زبردست قومی جماعت کی موجودگی کی ہو رہی ہے۔ کئی برسوں سے ملک میں جسقدر عام تحریکیں ہوئی ہیں۔ اونمیں سے ہر ایک کی تجویز اور تیار کرنیوالی یہی انجمن ہے۔ اوسی نے بلغاری قومیں جمع کی ہیں اور صرف ملک کی گورنمنٹ میں ہی اوسی اقتدار حاصل نہیں۔ بلکہ دربار بھی اوسکے قابو میں ہے۔ بیشمار متمول یونانی اسکے ممبر ہیں۔ وہی یونانی نہیں جو اپنے ملک میں رہتے ہیں۔ بلکہ وہ بھی جو کل دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یونانی افسروں کی بھی بہت بڑی تعداد اس انجمن کی ممبر ہے اور جیسا کہ ابھی بتایا گیا ہے۔ دربار میں بھی اس انجمن کو زبردست اقتدار حاصل ہے۔ اور اسی اقتدار کے دباؤ میں آکر شاہ جارج نے قرابت دار اور دیگر درباروں کی نصیحت کی کچھ پروا نکرکے قومی تحریک کی سرغنائی قبول کی تھی۔ اور مسئلہ کریٹ کو متعلق اپنی صدر پر قایم رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن اگر اس عجیب و غریب قومی انجمن پر اگر ذرا زیادہ نظر امعان سے غور کیجاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ اوسکی ترکیب کسی لولہی بھی شاہی اصولوں پر مبنی نہیں پر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ شاہ جارج کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ وہ اس انجمن کے پنجہ[1] میں ایسا بیطرح پھنس گیا ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اس قومی یونانی انجمن کا سب سے بڑا اور آخری مدعا جو ہر طبقہ کے یونانیوں کے دلوں پر نقش کالحجر ہو رہا ہے۔ کل یونانیوں کو ایک رشتہ میں وابستہ کرنا۔ اور تمام ایسی یونانی اقوام میں جو ابھی تک ٹرکی حکومت کے تابع ہیں۔ پولیٹیکل اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اس مقصد کا اخفیہ قومی سوسایٹی نے گذشتہ برسوں میں بڑی بڑی رقمیں فراہم کرکے گورنمنٹ کو فوجی اغراض کے لیے حوالہ کی ہیں۔ بالخصوص وہ متمول یونانی جو ممالک غیر میں رہتے ہیں بیش بہا چندے۔ نقدی۔ اسلحہ۔ ساز و سامان اور پارچات کی صورت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ آخری کامیاب بغاوت کو گو ستر برس کا قریب ہو گئے ہیں۔ مگر یونانی ابتک نہ تو قانون کی متابعت کرنا سیکھے ہیں اور نہ اوس نسبتی قدر و منزلت کو جو اونہیں یورپین اقوام اور ممالک کی نظر میں حاصل ہے قبول کرنے اور اوسکے مطابق عمل پیرا ہونیکا سلیقہ حاصل کیا ہے۔ پولیٹیکل اور پبلک لائف دونو صورتوں میں حقیقی اور کلہ آمد اغراض و مقاصد کو بالتزام محض خیالی نمائشوں پر قربان کرتے رہنا اونکا شعار ہو رہا ہے۔ معاہدہ برلن کو روسی تسلی کا زرخیز صوبہ مل جانے کے باوجود اونکی جوع البقر اور حرص ملک گیری پر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اور نہ اونکا پیٹ بھرا ہے۔ بلکہ ہر وقت ہل من مزید کا نعرہ مانگتے رہتے ہیں۔ اگر یورپین مذہب اور یورپین تہذیب پر مبنی اس بات پر بھروسہ کرکے کہ یورپ کے ہم مذہب اور ہم شریف ہیں وہ کئی مرتبہ ایسے مچلے ہیں کہ یورپ کو بے اندازہ و گذر کے باوجود زیادہ تحمل کرنا ناممکن اور اوسکی مہربانی اور بردباری کا پیمانہ لبریز ہو جاتا رہا ہے۔ اور اوسے اونکو مجبوراً انکھیں دکھانی پڑتی

[1] اس انجمن کا یونانی نام اتھنسکی ہٹیریا ہے جسکے معنے "انجمن دوستان" ہیں۔

رہی ہیں۔ مگر یہ سچا نادم یا خیف ہونیکی بجائے ہر غلط و سفیہانہ حرکت کو بعد ایسی چشم نمائی کے پھر اپنی سابقہ عظمت و شوکت کی ڈھال کو پناہ بنا لیتے رہے ہیں۔ وہ کو یا یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر شانی شان و شوکت اونکو تہمت انصاف و شائستگی کی عدالت میں اپنی کسی حرکت کی بدولت دوسروں کو روبرو جوابدہ ہونیکی تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ اور مستثنےٰ کر دیا ہے۔

فصل چہارم یونان کی بری افواج

اختصار کے ساتھ یونانی فوج اور سوانح تغیرات کا حصل یہ ہے جو گذشتہ برسوں میں فریج اور بوبری اتالیقوں کی نگرانی میں اور سپرد ہوتے رہے۔ اوسکی موجودہ ترتیب و نظام کا انتظام عام جبریہ فوجی خدمت کے قاعدہ کی بنا پر جو ۱۸۸۸ء میں رائج کیا گیا تھا ۱۸۹۶ء میں کیا گیا۔ اس جدید ترتیب کے روسے ہر یونانی پر اکیس برس کی عمر سے فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے۔ اور تیس برس کی اوا اوسکو یہ خدمت اس حساب سے دینی پڑتی ہے۔ دو برس فوج نظام یا کارکن فوج میں دس برس ریزرو (ردیف) میں۔ ۸ برس ٹیری ٹوریل یا لینڈ وہر (محافظ ملک یا مستحفظ) فوج میں اور مزید دس برس لینڈ وہر ریزرو۔ (فوج مستحفظ کی ردیف) میں ردیف فوج کی سپاہ ریزرو خدمت کے زمانہ میں دو مرتبہ پندرہ پندرہ دن قواعد و مشق کے لیئے گھروں سے طلب کیجاتی ہے اور خاص خاص حالات میں اوسے مکمل شدہ خدمت کے آخری سال کو اختتام پر تین ماہ یا چار مہینوں کی مزید میعاد کیلیئے کارکن فوج میں رکھا جا سکتا ہے۔ برعکس اس لینڈ وہر فوج قواعد و مشق کے لیئے طلب نہیں کیجاتی۔ اور اگرچہ بزمانہ جنگ و میدان کارزار کو بروی قانون بھیجی جا سکتی ہے۔ مگر ایسا کرنیکی بجائے غالباً حکام اونکو چھاونیوں اور قلعوں کی حفاظت اور فرایض قلعداری کے سرانجام پر لگانا مناسب تصور کریں لینڈ وہر ریزرو صرف اوس صورت میں گھروں سے طلب کیے جا سکتے ہیں جبکہ لینڈ وہر فوج کی تعداد غیر مکتفی ہو لینڈ وہر کیلیئے کوئی فوجی انتظام و ترتیب قطعاً موجود نہیں لینڈ وہر بارہ ہزار آدمیوں کی ۸ جماعتوں میں منقسم ہے۔ اس حساب سے اوسمیں ۹۶ ہزار آدمی ہیں جنمیں سے اگر حسب معمول ۲۰ فیصدی ناقابل مرض وغیرہ تصور کیلیئے جائیں تو ۷۶۸۰۰ آدمی اس فوج سے جنگ کے لیئے ہم پہونچتے ہیں لینڈ وہر ریزرو کی تعداد اندازاً ۷۰ ہزار تخمینہ کیجا سکتی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اجتماع فوج کو ناقص انتظام مسلسل مالی مشکلات اور دیگر کاوٹوں کیوجہ سے ان اعداد کی لاگ بھگ بھی کبھی نے بحقیقت آدمی جمع نہیں ہوئے۔ بنا برین یونان کی فوجی طاقت کا اندازہ کرتے وقت لینڈ وہر اور اوسکے ریزرو کو افواج کیلیئے محض ایک طرح کا ڈپو (یعنی سپاہیوں کا گودام) تصور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ضرورت ہو تو آدمی بہم پہونچائیے۔ اور بس پچھلے چند برسوں میں بالاوسط ۱۱ ہزار نوجوان پر ہر سال فوجی خدمت عاید ہوتی رہی ہے اور اونمیں سے ۸ ہزار حاضر ہوتے رہے ہیں ہر سال تقریباً ایک ہزار آدمی بطور قاعدہ کلیہ فوجی خدمت سے پہلو بچا جاتے ہیں۔

لہ مصنف کو تو صحیح نہیں کہتا غالباً جو وہ طلبی سال میں دو دفعہ ہوتی ہے۔ نہ جیسا کہ سرسری طور پر خیال کرنے سے گمان ہو سکتا ہے کل زمانہ ردیف میں دو دفعہ طلبی ہوتی ہے (مترجم)

کارکن فوج زمانہ امن تین تین پلٹنوں کی دس انفنٹری ڈیویژن (تین کیولری رسالوں) رجمنٹوں تین کیولری رجمنٹوں اور ایک ہجمنٹ انجینران پر مشتمل ہوتی ہے یعنی کل ۳۰ پلٹنیں بارہ سکوڈرن (رسالے) امدادی اور نوکوہی باتریاں اور دس کمپنیاں انجینروں کی جملہ کلہم ۲۰ ہزار آدمی اومین ہوتے ہین۔ اس تعداد مین ۱۹ سو افسر بھی شامل ہین گھوڑون اور خچرون کی تعداد ۲۳ سو کے قریب ہوتی ہے جنگی مقاصد کیلئے یہ فوج تین آرمی کورون (ڈیویژن) مین منقسم کیگئی ہے ہر ڈیویژن مین اوسکی محل وقوع کے لحاظ سے بارہ یا بیسکر چودہ تک پلٹنین چار رسالے اور چھ یا سات باتریان ہین۔ برے ضوابط میدان جنگ کی فوج کی کمک اور پشت پناہی کیلئے بوقت جنگ یہ فوج مین ۳۶ انفنٹری پلٹنین بیاسی سات تک رائفل بردارون کی پلٹنین ۲۴ چھ تک رسالے ۲۴ سے تک میدانی باتریان اور تین ۳ تک انجینروں کی کمپنیان تیار ہونی چاہئین۔ کل یہ فوجون کی تعداد جو کارکن فوج کی جملہ سالانہ مدت دینے کے پابند ہین تقریباً سوا لاکھ ہے۔ مگر چونکہ توانوکی لیے شاذ و نادر ہی اس نظام سے ۱۰ ہزار سپاہ و ساز و سامان ہی موجود ہونے کی نسبت یہ کبھی تعجب نہین کیا جائیگا کہ ملک کی محافظت کیلئے اسلحہ اون سے کچھ مدد بہ مدد مل سکتی ہے۔

۱۸۸۲ء سے یونانی فوج پیدل گراس قسم کی رائفلون سے مسلح ہے۔ مگر نہایت احتیاط نہ ہونے خط و غفلت و لاپروائی کیوجہ سے ان رائفلون مین سے اکثر کو بمشکل کارآمد سلحہ کہا جاسکتا ہے۔ عام خیال ہے کہ یونان کے ذخیرہ حربی مین کلہم ایک لاکھ بیس ہزار شاس پو[1] اور ۱۰ ہزار دیگر مختلف ساخت کی رائفلین ہین۔

یونانی فوجی سسٹم کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ فوج سوار ان کیلئے گھوڑے کافی اور عمدہ بہم نہین پہونچائے جاتے مادہ اون مین اس فوج کے لیئے جس قدر گھوڑے درکار ہوتے ہین۔ اونمین ہمیشہ ایک ثلث کی کمی رہتی ہے مادہ یا تہائی دو ثلث مین بھی تقریباً ۵۰ فیصدی فوجی خدمت کیلئے قطعاً ناکارہ ہوتے ہین۔ ملکی گھوڑے جنگی مقاصد کیلئے بہت ہی کم مناسب ہین بنابرین فوج سوار اس کے گھوڑون کیلئے یونان تقریباً بالکل دوسرے ملکون کا محتاج ہے۔

فوج توپخانہ تین رجمنٹون پر منقسم ہے۔ دو مین سات سات اور ایک مین چھ باتریان ہین ان باتریون مین سے چند ۸ ملی میٹر ۹ (۳ انچ) قطر کی نال رکھنے والی توپون سے اور چند ۷ ملی میٹر (تقریباً تین انچ) قطر کی توپون سے مسلح ہین۔ کوہی باتریون مین سے ایک یا دو ۷ توپین آخر الذکر جسامت کی ہین۔ ان باتریون کے علاوہ ایک کمپنی مہمات توپخانہ کی اور ایک کمپنی قطار توپخانہ کی ہے کل توپخانہ مین کلہم ۸۶ میدانی اور ۵۴ کوہی توپین ہین۔ یہ اول الذکر ضروری تعداد سے سولہ اور آخر الذکر ۱۲ کم ہین۔ بروے ضابطہ ہر فوج کے آدمیون کو (سال مین) چالیس دن اور لیفٹنٹ و ہر کو ۱۵ دن مشق و قواعد کیلئے جمع ہونا چاہیئے۔ مگر اس ضابطہ کی بھی پورا پورا عملدرآمد نہین ہوا۔

چند برسون سے فوج کی معمولی تربیت و قواعد مین فن بدن زیادہ غفلت کیجاتی ہے اس کیوجہ کچھ تو قلت تعداد ہے اور کچھ

---

[1] اے اے شاس پو ایک فرنچ موجد کا نام ہے جس نے اس رائفل کو ایجاد کیا تھا یہ ایک قسم کی بریچ لوڈنگ (کارتوسی) سنٹر فائر رائفل ہے۔ مترجم۔

A. A. Chasepot

یہ کہ فوج سے سرحد پر مقامات پر پولیس کا کام لیا جاتا ہے اور پھر قسم قسم مختلف الانواع کام لئے جاتے ہیں جنکی وجہ سے اوسکی توجہ دفعۃً کسی طرف نہیں ہوتی۔ افسروں کو پہلے ہی جانکی تربیت کا کام ہوتا ہے اور جو تھوڑی بہت تھی اوسمیں بھی ملک کی پولیٹیکل واقعات بالخصوص سرحدوں کی تغیر و انقلاب کی کارروائیوں نے اتنوں کو تبدیلیات اور شمالی پولیٹیکل مشکلات کی وجہ سے جو ہمیشہ ملک کو گھیرے رہتی ہیں کی بھی نوعمار اور ناتجربہ کار بنا دیا ہے۔ سپاہیوں میں بھی مہارت اور ضروری جوش اور مشق مفقود ہے۔ اور نہ اونپر اعلے افسروں کی طرف سے وہ جانچ ہوتی ہے جو ایک جہوٹی موٹی جنگ کو فوج پیدا کی رائفلی مشق بالکل بیکار دیتی ہے اور توپخانہ کی مشق میں انتہائی درجہ تک تخفیف کر دیگئی اسقدر جہاں تک سپاہی کو جنگی نشانہ لگانے کا تعلق ہے گذشتہ چند برس تقریباً بالکل ضائع جانے والے گئے۔

یونانی فوج پر جسمیں بیگانہ کا اثر بہت ضرر رساں ہے یکا اوسکی افسر پولیٹیکل معاملات[علالت] میں حصہ لیتے رہتے ہیں بطور مثال یہی بتا دینا کفایت کریگا کہ ۱۸۹۹ء میں ۱۴ فوجی افسر پارلیمنٹ کی ممبری کی امید وار ہوئے۔ اور اونمیں سے تین منتخب ہوئے اگرچہ پولیٹیکل معاملات میں یونانی افسروں کے اسطرح دخیل ہونے کو اوسی معیار کے مطابق نہیں دیکھا جاسکتا جو مغربی یورپ میں برتا جاتا ہے۔ کیونکہ بلقانی ریاستوں ایسی نو قایم شدہ حکومتوں اور آئینوں میں فوج کا پولیٹیکل معاملات سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنا اگر یہ ہے تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں کہیں ایسی حالت ہو وہاں کی افواج کو نظام و ترقی کے لیئے وہ نہایت مضر و مہلک ہوگی۔

ترکی میں دو مجلس سنائی ہوتے ہوئے بھی پارلیمنٹ کی طرز حکومت کی کئی اہم نقص ہو گئے تھے۔ یونان میں یہ توقع پیدا ہو گئی تھی کہ ترکی کی بربادی اور اوسکے عناصر کی پراگندگی کا وقت قریب ہو چکا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ یقین بھی زیادہ مضبوطی پکڑ گیا تھا کہ یونان کی فوجی طاقت کی موجودہ حالت ایسی نہیں ہے کہ اوسکو کبھی یونان ترکی کو ورثہ میں حصہ لینے کی اپنی دعاوی کو تقویت پہونچا سکے اور بشرط ضرورت انکی بزور شمشیر حفاظت و تائید کر سکے۔

کریٹ کی بغاوت سے یونانیوں کو طبعاً امید ہو گئی تھی۔ انہی کی تحریک و اغوا سے مغربی مقدونیہ میں بھی عام سازشیں برپا ہو گئیں[1] اور ان سازشوں اور بغاوت کی بدولت کل یونان میں ہر جگہ عام پرجوشی پھیل گئی۔ اور لوگوں کے خون مشتعل ہو گئے۔ اس پرجوشی

[1] یہ سازشیں اور تحریکیں یونانیوں کی ہمدردیت پاتی ہو گو کچھ عرصہ کیلئے بجھی تھیں۔ مگر کریٹ کو ایکطرح کی کامل خودمختاری اور یونانی شہزادہ جارج کو وہاں کی کوزی مجانے سے سن ۱۸۹۶ء میں وہ پھر تازہ ہو گئیں اور موسم بہار ۱۸۹۷ء میں عام فساد ہو جانیکا عام یقین ہو گیا ان اسباب کے علاوہ ترکی اخبارات اور مدبرین کی رائے میں انگلستان کی بھی اس تمہید شورش میں بہت کچھ دخل ہے اور دیکھو ٹائمز لندن مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۷ء مگر خدا اور کریم شکر ہے کہ سلطان المعظم کی بروقت مستعدی اور شہود اتفاق تدبر سے اب اسکا بہت کم اندیشہ رہ گیا ہے۔ اور مقدونوی عیسائیوں کو بھی خوش قسمتی سے یہ ہوش آگیا ہے کہ اگر وہ کسی مضمار نہ فعل کی مرتکب ہوئے تو وہی جنازہ اٹھائینگے جو ارنوں کو اٹھانا پڑا تھا۔ ناظرین کو اس سازش کی کیفیت مفصل حالات ذیل کے مندرجہ ذیل دو تازہ مضامین سے معلوم ہو جائینگے۔

سوڈان میں انگلستان کی قابل تعریف اور حیرت انگیز کامیابی پر انگریزی قوم جسقدر فخر و مباہات کرے کم ہے۔ مگر انگریزی پالیسی کے علانیہ اظہار کے باوجود باقی کل غیر متحدہ اور متعلقہ طاقتوں کا بالکل خاموش رہنا اور انگلستان کا اس چیرہ دستی کی بدولت بیحد [illegible]

[علالت] الف اسکے اسٹاد کیلئے ۱۸۹۹ء کے اخیر میں مسودہ قانون تیار کیا گیا ہے جسے غالباً یونانی پارلیمنٹ منظور کریگا۔

کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ زبانی خصوص فوجی افسروں کی تحریک و ترغیب سے کامل فوجی اصلاح کی شدید ضرورت پر بحث مباحثہ شروع کر دیا یہ بحث آخر کار سرکاری حلقوں میں پہونچ گئی۔ اور یہ عام طور پر بیان کیا گیا کہ شاہ یونان کو اوسکی ۱۸۹۹ء کی سیاحت اسامان کا نتیجہ

بالضابطہ اور سرکاری طور پر کرنا تو درکنار انگلستان کو سخت رقیب بلکہ معاند ملکوں کو جنگ کا اسقدر پرزہ بھی کوئی بالضابطہ بھیجنا اور مذبوح کرنے سے پہلے چھری تیز کرنا

مذبوح ملفظ

جدید مصر کا بنانے والا کرومر کی فروتنی کو وقت متواتر تقاضوں کے باوجود لارڈ کرومر اور انگریزی گورنمنٹ کے مطالبہ کو منظور نہیں کیا تھا صرف اتنا کہنے پر کہ سوڈان کی حکومت عملی طور پر انگلستان کے حوالہ کر دینا۔ یہ سب باتیں دیکھکر خواہ مخواہ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کہیں انگلستان کو مخالفین آپس میں متحد و متفق ہو کر اسطرح سے اسکی عنان دیہلی چھوڑ دینے سے اسے کوئی مزید مہمات کی کوشش تو نہیں کرنی ہے۔ انگلستان کو کئی مدت سے یورپ کی اس عام خاموشی پر تعجب ہیں۔ لیکن ان کو بھی شاید اس کمال شاندار فوجی فتح حاصل اور حیرت انگیز ڈپلومیٹک کامیابی کی بے اندازہ خوشی نے ابھی تک یہ سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ یہ گیدڑ قوم کی خاموشی ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتی اس بات قابل قوم سے اب لفاظی بحث فضول ہے۔ علی طور پر اسی نیچا دکھانے کی کوشش کیجائے فرانس والوں کی یہ خاصیت سب کو معلوم ہے کہ ان کی پرجوشی ہمیشہ دودھ کے جوش کی مشابہ ہوتی ہے اور فوراً ایک قیقہ میں سرد پڑ جاتی ہے۔ مگر جب وہ کسی معاملہ پر بظاہر کوئی گرمجوشی نہ دکھائیں بلکہ سوچ و فکر میں پڑ جائیں تو اسوقت ان سے ہمیشہ ہوشیار رہنا واجب ہے۔ ان کی یہ خاموشی عملی کارروائی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ انکو انگلستان کی اس کامیابی سے جیسا کچھ روحانی و اخلاقی و جسمانی صدمہ پہنچا ہے وہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ صدیونکی عداوت اور عوض کشی کا خیال چھوڑ کر وہ انگلستان کے برخلاف جرمنی تک سے اتحاد کر لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ جرمنی کے ساتھ انگلستان کا مشترک مجموعہ ہو گیا ہے۔ مگر بیکار اور کسی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ جرمنی سے کبھی امداد کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اسکے برعکس اسکی رقابت اور روز افزوں انگلیں ہمارے لیے فرانس کی مخالفت سے کچھ کم خطرناک ثابت نہیں ہونگی۔ روس کی ہالیسی کی تہ کو پہنچنا بہت مشکل ہے۔ مگر اعلان امن کے باوجود اسکا سر توڑ جنگی بحری تیاریوں میں منہمک ہونا بتا رہا ہے کہ اسے امن کو زیادہ عرصہ تک قایم رہنے کا یقین نہیں۔ بلکہ بعض مخبر خبارات کے خیال میں۔ کریٹ۔ سرحد ہندوستان اور مشرق الاقصے میں انگلستان اور روس کی رقابت یہانتک بڑھ گئی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی بدولت اگر عنقریب نہیں علانیہ بگاڑ ہو جائے تو کسیکو تعجب نہیں ہوگا۔ فلپائن کے باشندوں اور امریکن افواج میں باقاعدہ لڑائی چھڑ جانے کی کیفیت ناظرین کو تار کے کالموں سے معلوم ہو جائیگی مشرق الاقصے میں اس ایک نئی طاقت کے دخل کے علاوہ اب ایک اور طاقت بھی جسنے امریکہ کیطرح پہلے کبھی اپنے کو عظم سے باہر کر معاملات میں دخل نہ دیا تھا اس جنگل میں تر آئی یہ طاقت اسٹریا ہے جسنے اب پہلی مرتبہ ایک جنگی جہاز بحیرہ چین میں بھیجدیا ہے

مشرق الاقصے کے اس پیچ در پیچ الجھاؤ کے ساتھ ہی اس ہفتہ کی تازہ ترین ولایتی ڈاک یورپ کے سرحشمہ فسادات کے پھر جوشن کو نئی و خشناک جنبش دیتا رہی ہے۔ یہ سرچشمہ بھی جزیرہ نمائے بلقان ہے۔ جو یورپ کی منصف مزاج مسیحی طاقتوں کو ذاتی اغراض کی تکمیل اور ایک اسلامی طاقت کی تخریب کے لیے صدیوں سے اپنی شاطرانہ چالونکا جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ اس جدید تحریک کا باعث بھی بدستور سابق تو فرانس یورپ کی وہ متعصبانہ اور ناجایز کارروائیاں ہیں جو ٹرکی کی اسلامی طاقت کے ساتھ کیجا رہی ہیں۔ یونان کو عیسائیوں کی طرفداری اور حمایت سے مدد یہ وغیرہ کو اوس سے بوسینا و بلگیریا کو عیسائیوں کو انکے دیکھا دیکھی کریٹ اور آرمینیا کو عیسائیوں کو آزادی کی خواہش پیدا ہوئی

نصب رہنما

لے کیا تار مٹر نرسل جو ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۰ء سے محاربہ کیرتہ میں ہو گیا ہے کسی ایسی ہی بدرست یورپین ترکی سازش کا نتیجہ تو نہیں ہے کیونکہ کرگر کا طرز عمل ایسا پدری سا علاوہ اور کچا سلطنت برطانیہ اور پیلزنل لاز کی یہ جیالی و جسارت بہرحال زمانہ بطور پردہ اٹھا دیگا تا ہم قیاس کی کچھ ضرورت نہیں۔ صفحہ ۱۰۸ پر ہم

سے جو اوس نے مختلف زمانوں اور دولِ عظام کے سر برآوردہ مدبروں سے کیں۔ یہ نتیجہ یقین ہوگیا ہے کہ ترکی سلطنت کا انجام فی الحقیقت قریب پہونچ رہا ہے اور اوس یقین کی وجہ سے اوس نے فوج کی اصلاح کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰۷ اور آزادی ملجانے پر اس جزیرہ نما کی ہر ایک مسیحی قوم کو غضب و بے ایمانی کے اوس مولی یورپین حیلہ و خصت کی آڑ میں جسپر موافق طاقت کہا جاتا ہے کسی ایک قوم کو ترکی کے کچھ مزید حصے لینے کے یورپ میں اپنے لیے ہی مزید علاقہ کے مطالبہ کا موصلہ ہوگیا یا یہ میں اوس مطالبہ پر یہ میں انصاف پسند یورپین طاقتوں کی تفضیل سیاوتحات کا مباب ہوجاتے رہے سب وہ ہمیشہ ایسا ہی مطالبہ کرتے رہی کی اپنے کچھ مستحق سمجھے لگ گئی ہیں مثلاً یہ میں سرویا وغیرہ کا مزید علاقہ اور بلگیریا کا آزادی ملنے کے معاوضہ میں یکیس بنے یونان ٹرکی سے دو یکیں برس بعد یونان کو جبراً تھیسلی دلوائی گئی ۱۸۷۸ء میں جب بلگیریا نے شرقی رومیلیا پر قبضہ کرلیا تو سرویا اور یونان کو یہ معاوضہ طلبی کا خبط پیدا ہوگیا جسپر سرویا کو تو یہ سخاوب کردیا کہ نہی بلادنگ بلگیریا پر حملہ ہی کردیا۔ اور موقعہ کی کھاکر بھی پٹا دیا گیا۔ مگر یونان دو چار برس کے بعد ہی دیگر دول کی دباؤ سے جو شرقی مسائل کو چھیڑنے کے لیے ابھی تیار نہیں ہوئی تھیں آگیا اور معاملہ رفت گذشت ہوگیا۔ لیکن یونان کے شکست کھانیکی باوجود سال گذشتہ میں کریٹ کو آزادی ملجانے سے جو اکثر یورپین مدبرین کی رائے میں اوس کے یونان کے ساتھ ملحق ہوجانیکا پیش خیمہ ہے جزیرہ مائے بلقان کی دیگر اقوام بالخصوص بلگیریا کو پھر گدگدی شروع ہوگئی ہے۔ اور وہ مقدونیہ کے بلغاریوں کو اکسا کر فساد برپا کردینے کا تہیہ کر رہی ہے تاکہ اس بہانے مقدونیہ بلگیریا کے ساتھ شامل ہوجائے۔ اور ٹرکی کی فریڈ قطع و برید سے یونان اور بلگیریا کا موزنہ طاقت جس میں بلغاریوں کے بیان کے مطابق کریٹ کی آزادی دخل پڑگیا ہے پھر یکیاں ہوجائے لیکن جیسا کہ کسی پچھلی ہفتہ لکھا جاچکا ہے رعیتوں کے سودائے باطلی کی طرح بلغاریوں کی یہ ہوس خام کبھی پوری نہیں ہوگی تاہم یہ میں کوئی کلام نہیں کہ جیسا کہ عام خیال ہے فساد برپا ہوگیا۔ تو نہ صرف ٹرکی کو لیے مزید مشکلات پیدا ہوجائیں گی اور ترکی حکومت یورپین طاقتوں کو باہم جنگ جدال میں فائدہ اوٹھانے کی جو توقع کبھی بیٹھی ہے وہ بہت کچھ مشکوک ہوجائے گی۔ بلکہ غلبہ قیاس ہے کہ وہ اس قضیہ یورپین سیگزین کو چنگاری کا بھی خرد کام دیجائیگا۔ اس معاملہ پر خود کچھ اور لکھنے کی بجائے ایک انگریزی اخبار کی تحریر کا خلاصہ درج کردینا زیادہ مناسب ہوگا اور اس سے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کی فقط یورپین سرحدوں پر ہی فوجی جمعیت کو مضبوط اور مسلح کرنا نہیں کر رہی۔ بلکہ ایک اور انگریزی اخبار کا بیان ہے کہ جرمن کے کمانڈر نے انتظامات فساد کو لیے مزید ۲ ہزار فوج تاکیدی اور ضروری تار پر بھیجکر طلب کی ہے۔ فوج کی طلبی کی صداقت میں ہمیں کوئی شک نہیں۔ مگر جو غرض ظاہر کی جاتی ہے وہ کبھی باور نہیں کی جاسکتی یمن میں کامل امن قایم اور تمام فتنہ و فساد فرو ہوچکے ہیں۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ یہ فوج کسی اور ہی غرض کے لیے بھیجی جاتی ہے۔

پائونیر کا ولایتی نامہ نگار ۱۴ جنوری کو لکھتا ہے کہ گو سردست دنیا کا پولیٹیکل مطلع پہلے کی نسبت کسیقدر صاف ہے۔ مگر یہ تنگونی کا خیال بدستور غالب ہے۔ اور تقریباً ہر کس و ناکس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ عالمگیر جنگ بالکل قریب پہونچگئی ہے۔ دنیا کا کارکن قسطنطنیہ ہو یورپ کے دارالخلافوں کی نسبت عموماً دہین ہوتا ہے اور وہاں آئندہ کا رخ معلوم ہوتا ہے سطح سے یہ امر ہے کہ خارجہ معاملات پر کسی شخص کی رائے اتنا قابل کے نامہ نگار قسطنطنیہ کی رائے کو برابر وزن نہیں ہوتی یہ ہی قال شخص واقعات آئندہ کی متوقعہ رفتار و روش کی نسبت نہایت بدبینی ہے

اگر فوجی افسروں کو میدان اور پر جوشی نے کسی طرح نیچرل نظام کو عمل مین لانے مین مدد دیا ہوتا تو ظن غالب ہے کہ اون سخت الی خشکی کی موجودگی مین جو اوس وقت حادث ہو رہی تھین۔ بہ مشکل ایسا عزم کیا جاتا۔ اسی مجبوری کی وجہ سے وزیر اعظم ڈیانیس

بقیہ صفحہ ۱۰۸) انداز سے تحریر کر رہا ہے۔ وہ صاف کہتا ہے کہ مین پیغمبر یا پیشگوئی کرنے والا نہین۔ لیکن حالات موجودہ الوقت کو دیکھکر مجھے مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جن لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ دنیا کے انجام سے پہلے ایک عالمگیر جنگ ہوگی وہ یہ باور کرنے کے لیئے کافی وجوہات رکھتے مین کہ وہ انجام قریب پہنچگیا ہے۔ اور کہ وہ عالمگیر جنگ جو دنیا پر ایسی تباہیان برپا کرے گی جو کبھی پہلے دیکھی یا سنی نہین گئین اب زیادہ دور نہین ہر ایک برس ہر ایک مہینہ ہر ایک ہفتہ اوسکے تمام دنیا کیسان اوسکی مصایب مین مبتلا ہوگی۔ یورپ مین عالمگیر جنگ ہونا اوس کو مرادف ہوگا کہ ہر ایک بحر اعظم اور ہر ایک سمندر مین لڑائی برپا ہو جائیگی۔ اس عالمگیر جنگ سے ایشیا اور افریقہ اور بحرالکاہل کے مسلمان دولت پرست اپنی فائدہ کے خلاف کھڑے ہو جانے اور پھر سابقہ تدبیر کے اختیار کرنیکا فایدہ اوٹھائینگے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یورپ نے کل دنیا کو صرف اپنی ہی تباہی کیلئے اونیز کل دنیا کے زمین پر بربادی اور مصیبت پھیلانے کیلئے فتح کیا ہوگا۔ اتنی تک مدد کی ویا ایران اور کئی دیگر مسلمانون پر اسلامی طاقت موجود ہے۔ اور محض اس لیئے موجود ہے کہ یورپین طاقتون نے اپنے ہی ذاتی اغراض کیلئے اوس کو موجود ہونے دیا ہے لیکن پھر بھی یہ طاقت ابھی زبردست قوت ہے۔ اور جب یورپین عالمگیر جنگ کی تفصیل وہ ایک خصوصاً یورپ کے باوجود سا نادان ہو گئی تو کل ایشیا اور افریقہ پر خون کے دریا بہا دیگی۔ آخر مین یہ نامہ نگار کہتا ہے کہ انجیل و توریت کی پیشگوئیون کی درست تاویل خواہ کچھ ہو۔ یورپین جنگ عالمگیر سے دنیا پر جو تباہیان وارد ہونگی۔ اونکی درست مناسب توضیح آسمانی کتاب سے ہی معلوم ہو سکتی ہے اور کسی کتابین اونکا پورا پورا نقشہ نہین دکھایا گیا

اور کہ کسی انسانی نتیجہ کا متوقع رہنا جو مین فطرت اللہ کے مطابق ہو غلطی پر مبنی نہین ہوگا۔

تایمز کے نامہ نگار کی سارے کا فقط حصہ دیکھا ہے۔ نامہ نگار کہتا ہے "عام یقین ہے کہ اس عالمگیر جنگ کا شعلہ پہلے جزیرہ بالقان سے اوٹھیگا۔ تقریباً ایک نسل سے ہم ہر سال متعدد وجوہات سے قلیل فساد مشتعل ہو جانیکے قریب پہنچے آرہے ہین۔ جو پہلے متصلہ علاقہ کا سید اور پھر کل یورپ مین پھیلجائیگی۔ اس فساد کے برپا ہونیکا وقت بظاہر حال اب بالکل قریب پہنچگیا ہے۔ دنیا مین انگریزی اخبارات کا جس قدر نامہ نگار ہین وہ تقریباً سب کے سب ہمین آنیوالی خطرہ کیلئے تیار رہنے کے واسطے متنبہ کر رہے ہین۔ ٹایمز کا نامہ نگار کہتا ہے کہ اسمین کوئی شک نہین رہ گیا کہ اس موسم بہار مین جزیرہ بالقان مین ضرور فساد ہو جائیگا جس کی برسون سے خبرین گرم ہو رہی تھین۔ روس اور آسٹریا کی متواتر اور بے برباد کوششون و تنبیہون کے باوجود مقدونیہ کے شورہ پشت مقصد دیگر مہمون کی امداد تحریک سے اپنی تیارین مین سرگرمی کے ساتھ مصروف ہین۔ آسٹریا چاہتی ہے کہ حالت موجودہ قایم رہے اور روس امن کا خواہان ہے یعنی دونون کا مدعا ایک ہی ہے۔ اسلیئے وہ دونون اپنی طرف سے پوری کوشش کرینگے کہ امن یا حالت موجودہ مین خلل نہ پڑے۔ اگر ان دونون سلطنتون مین ابھی وہی دلی ارتباط ہوتا جو اب سے دو برس پہلے تھا۔ تو یہ ارتباط حاضر ضرور امن قایم رکھ سکتا مگر افسوس ان دونون مین اب وہ یکجہتی نہین رہ گئی۔ اور ایک دوسرے کو آپس مین کئی شکایتین ہین اور بسلسلہ کریٹ کے تصفیہ و بقایائے ریاستون کی حرص و طمع بہت تیز ہو گئی ہے۔ اون کو خیال ہے کہ پرنس جارج کی گورنری جزیرہ کریٹ کے یونان سے ملحق ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ یعنی باوجیکہ دول یورپ نے لڑائی سے پہلے فریقین کو بڑے زور سے مطلع کر دیا تھا۔ کہ کسی فریق کو فتح سے فایدہ

نے بھی یہی رائے ظاہر کی کہ وہ فوجی اصلاح کا حامی ہو اور اوسنبا دشاہ کو یاد دلایا کہ وہ اپنے ایڈریس میں جو پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر دیا
گیا تھا غیر معمولی اخراجات اور اس مکان کی طرف اشارہ کرچکا ہے کہ شاید بجٹ میں خرچ آمدنی سے زیادہ پایا جائیگا اور یہ نہایت ضروری
تھا کہ ۱۰ انہیں اٹھا دیا جائیگا یونان کو جو کچھ وہ چاہتا تھا ملگیا اور اوہر ترکی شکست فاش ہو کوئی دیر پا انتصان نہ پہنچا سکی بلگیریا کی طرف سے
اندیشہ پیدا ہوتا ہے اگرچہ بخارسٹ کی گورنمنٹ بڑے زور سے بیان کرتی ہو کہ وہ مقدونیہ کی کمیٹی کو کوئی ترغیب نہیں دیتی لیکن مشرقی
پالیٹیکس کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس مقدونوی تحریک کا صدر مقام ریاست مذکور میں ہی ہے اور گو شہزادہ فرڈیننڈ اور اوسکی گورنمنٹ
اس تحریک کو دبانے سے عاجز ہیں۔ بلگیریا کی صارش کا اسی سے بھی ثبوت مل رہا ہو کہ روسی گورنمنٹ نے شہزادہ کو سخت تنبیہ کی ہے کہ اگر اسنے مقدونیہ
کی کسی بغاوت میں روسی توپوں کی کبھی شکیری نہیں کریگا۔ مگر کریٹ کا معاملہ ایسی تنبیہوں کی پروا نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اوس سے باہر بھی عام خیال ہو کہ بغاری فوج مقابلہ میں ترکی افواج سے بہتر ثابت ہوگی۔ اور غالباً اسی تشویش بغاوت اور بلگیریا کی سازش کی وجہ سے
ترکی گورنمنٹ بمقدار کثیر جنگی سامان خرید رہی ہے لیکن اگر یہ بغاوت برپا ہوگئی اور یونان کسطرح اسمیں بھی وہ کامیاب رہی تو یہ یقینی امر ہو کہ تودد
اتحاد مغلوب فریق کی طرفداری نہیں کریگا بلکہ ہمسایہ سلطنتیں بھی دخل نہیں دینگی۔ کیونکہ ایک توری پارٹنگ اتھلوں اور جلد ملنے والی قوتوں
کو زمانہ میں محض ہمدردی آقتضاء ہو کوئی سلطنت بھی مشغول کار زار نہیں ہونا چاہتی۔ دوسرے آسٹریا اور مشرقی کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور اوسکی
برعکس تھالی ریاستیں۔ آسٹریا کی بدخواہ رہی ہیں۔ اگر دول یورپ میں اتحاد قایم ہوتا تو شاید اس بغاوت کا استصدا ندیشہ ہوتا۔ مگر اب سکو
اس اتحاد کی حقیقی معلوم ہوگئی ہے۔ بلکہ یہ عام خیال پھیل رہا ہے کہ کریٹ کا انتظام کرنے والی چار طاقتوں میں بھی پختگی موجود نہیں۔ بلکہ اسکے
برعکس ان چاروں اور بالخصوص انمیں سے دو میں سخت بے بضاری اور بدظنی ایکدوسرے کی نسبت پھیلی ہوئی ہے اسکے ساتھ ہی یہ علوم کرنا
دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ بقول سول لسٹری گزٹ بڑے دن ہوئے پنجاب کے ان اضلاع سے جہاں اونٹ پیدا ہوتے ہیں بلنک ہزاروں اونٹ بسرعت
تمام خرید کیے جاچکے ہیں اور افسران ٹرانسپورٹ ابھی تک اس کام میں برابر مصروف ہیں۔ اس وسیع خریداری سے طرح طرح کی پیشگوئیاں ہوتی ہیں
مقدونیہ کی مہم پارٹی کی نسبت آمرزادی ہرکولیس نے موسم بہار میں سوئٹزرلینڈ کے مقام جینوا میں کانگریس منعقد کرنے کی دعوت اپنے گرد ممبروں
کو بھیجدی ہے اس انجمن کا بیڈ کوارٹر جیسا کہ اوسی جگہ لکھا گیا ہے جینوا میں ہے۔ تازہ تین ولایتی اخبارات کی تحریر سے مترشح ہورہا ہے کہ دول یورپ
میں سے کسی نے یہ تجویز پیش نہیں کی ہے کہ مقدونیہ میں اصلاحات کو نفاذ دلانے کیلئے ٹرکی پر زور ڈالا جاوے جسکو جواب میں ٹائمز نگار معتمد وہ اخبار
کی روایت کے مطابق رومیلی خلیج تحریر کو پسند کیا ہے اور لکھا ہے کہ مقدونیہ کا مسئلہ کی تصفیہ کیلئے سب سے مناسب یہی تدبیر ہے کہ بالجمال کو ایک پریزیڈنگ
کمیشن کی نگرانی میں ان اصلاحات ضروریہ کو رواج کیلئے کہا جائے۔ اس نامہ نگار کا بیان ہو کہ بلگیریا اور دیگر بلقانی ریاستیں اس تجویز سے سخت
ناراض ہورہی ہیں۔ اور ان سب کا دول یورپ کو مؤثر طریق سے مداخلت کرنے پر مجبور کرنے کے لیے پہلے خود فوجی مداخلت کرنیکا مصمم ارادہ ہے
اسکے برعکس اسی اخبار کا نامہ نگار قسطنطنیہ لکھتا ہے۔ کہ روس اور دول کو اطلاع دی ہے کہ وہ مقدونیہ میں اصلاحات کے نفاذ کے لیے بالجمال کسی
درخواست کیوجانے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ایسا کرنے سے مقدونوی مفسدوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا۔ اور خواہ مخواہ فساد برپا ہوجائیگا۔
یہی اخبار مقدونوی سازش کی متعلق مندرجہ صدر حالات لکھنے کے بعد تحریر کرتا ہے۔ "شمالی البانیہ کے صوبہ کوسوا کی والی نے بقیہ

کیلئے روپیہ بہم پہونچایا گیا تھا۔ لیکن بادشاہ نے صرف اسی اظہار پر کفایت نکی۔ بلکہ اوسنے خود ہمت ظاہر کی کہ کل قوم کو ان نئے ارادوں اور تجویزوں سے مطلع کیا جائے۔ ڈیلیانیس نے تھوڑی سی ردوکد کے بعد اس سے بھی اتفاق ظاہر کر لیا۔ اور ۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بادشاہ کی اجازت سے مندرجہ ذیل الفاظ میں وزیر اعظم کو مطلع کیا گیا۔

بنام وزیر اعظم

"جناب من

گذشتہ موسم بہار میں جو عام ترمیمات اور قواعد کی لگائی گئی تھیں۔ اونکو ابھی پورے چار برس پر دوسرا نکی ضرورت واضح ہوگئی ہے میں چاہتا ہوں کہ یونانی فوج کی ترتیب و انتظام کا واحد دیکھ مقصد و مدعا صرف یہ ہو کہ اوسکی تکمیل کیجائے اور اوسے اپنے منصب کے قابل و شایان بنایا جائے لہذا میں ایک مستقل کیمپ کا قایم کیا جانا نہایت ضروری تصور کرتا ہوں۔ تاکہ فوج اوس کیمپ میں اون تمام خصلتوں سے بکدفعہ و شرکیب ہوکر جو اوسے شہروں میں دیتی پڑتی ہیں۔ اپنا کل وقت اپنی فوجی مدعا کے حصول۔ بڑی بڑی ترمیموں اور قواعدوں کے کرنے اور ضروری عملی تربیت اور نشو و نما کی تکمیل پر صرف کر سکے۔ اور ان مقاصد کے حصول کے سوا اوسکو کوئی اور شغل نہ ہو۔ اس حصول کے لئے میں دس سے لیکر بارہ ہزار تک آدمیوں کی ضرورت۔ اجمعیت فراہم اور فوج سوار ان کی کمیوں کو پورا کرنے کے لئے۔ ردیف فوج کا کا کن فوج کے ساتھ کام دینے کا حکم طلب کیا جانا اشد ضروری سمجھتا ہوں۔ ان مقاصد کو مدنظر رکھکر میں اعلے افسروں کی ایک کمیشن کا مقرر کیا جانا مناسب تصور کرتا ہوں۔ یہ کمیشن فیصلہ کریگی کہ ہماری فوج کے لئے کونسی اضلاع سب سے بہتر اور مفید ہوگی۔ پھر اس فیصلہ کے مطابق گورنمنٹ پسند شدہ اضلاع کی خریداری شروع کریگی۔ مجھ کو پختہ یقین ہے کہ یہ مقاصد اس تدابیر اور ان تدابیر سے متنج شدہ فیصلوں سے بخوبی حاصل ہوجائینگے۔ کئی برسوں سے یونانی فوج کئی اکثیروں میں مشغول رہی ہے جو نے الحقیقت اوسکو منصبی کام کے دایرہ سے خارج ہیں۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہماری فوج ان خارجی کاموں سے کنارہ کش ہوکر جہاں تک ملک کو مالی وسایل۔ وشکیری کر سکیں اپنے اصل فرض اور حقیقی کام یعنی اپنی طاقت و قوت کی افزونی اور غیر منقطع عملی تربیت و مشق کیطرف متوجہ ہوجائے۔ مستقل کیمپ کا قیام جو کام میں اپنی گورنمنٹ کو سپرد کرتا ہوں۔ میری اوس دلی خواہش و تمنا کو پورا ہونیکا جو میرے اپنے ملک کی فوجی طاقت کے استحکام و بہتری کے متعلق رکھتا ہوں۔ مبارک بنیادی ستون ہوگا۔"

تتمہ صفحہ ۱۱۰ سر برآوردہ البانوی رؤسا کو بلا کر ان سے درخواست کی تھی کہ وہ البانوی آبادی سے ہتھیار رکھوانے میں مدد دیں۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ وہ ایسا کیے جانے کی مخالفت ہیں اور اس امر کی کوئی وجہ اور ضرورت نہیں دیکھتے۔ کہ کیوں البانویوں سے ہتھیار لے لیے جائیں۔ ان کا جواب قسطنطنیہ بھیجدیا گیا ہے۔" البانویوں کے مفصل حالات تاریخ خاندان عثمانیہ ہر دو جلد میں درج ہیں یہ دونوں کتابیں دفتر اخبار دہلی میں ملتی ہیں۔

صوفیہ کو مقدونی مسئلہ دوں کی کمیٹی نے موسم بہار میں مقدونیہ میں فساد کرانے کے لئے جو مخلوط جماعتیں بھیجی تھیں۔ انکا کچھ اثر نہیں ہوا تازہ تیز و تلاطم اخبارات مظہر ہیں کہ کریٹ پر پرنس جارج کی تقرری کو سلطان المعظم روس بہت برا مانگے تھے۔ یہ حالت دیکھکر روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے اپنی گورنمنٹ کو متواتر اوسکی تلافی کیلئے لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ روس نے سلطان کو پھر اپنے موافق بنانے کے لئے مقدونوی مسئلہ دوں کی تحریک سے

شاہ جارج کے اس فرمان سے تمام ملک میں ایک نئی بیچینی اور طرح طرح کی بدمزگی پیدا ہوگئی جس دن وہ شائع ہوا۔ اوسیدی والے مخالف فریق سے مقدونیہ اخبار ریویو لیس نے جو سب سے پہلے یہ یونانی سمجھ بیٹھے تھے کہ اب انکا کوئی بادشاہ نہیں رہ گیا۔ مگر اب نہیں اونکا بادشاہ فائدہ اوٹھایا۔ اوس نے فی الفور بلگیریا کی گورنمنٹ اور نیز شہزادہ فرڈی نینڈ کو اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ اگر مقدونیہ میں فساد برپا کرنیکی کوشش کیگئی یا گورنمنٹ نہ کورنے علی الارادے یا خود خاموش رہ کر در پردہ ایسا سے ایسا فساد ہو جانے دیا تو اوس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ ہی خبر کی تنبیہ بعد میں آسٹریا اور جرمنی نے کردی۔ مگر ان دھمکیوں کی باوجود بھی بلگیریا کی گورنمنٹ کو راہ راست پر آتے آتے بہت دیر لگ جانیکا اندیشہ تھا لیکن تب کی گورنمنٹ کی مستعدی دیکھکر جسنے ۱۰ ہزار سے زیادہ چیدہ سپاہ خاص مقدونیہ میں بھیجنے کے علاوہ بلگیریا اور سرویا کی سرحدوں پر زبردست فوجیں جمع کردی ہے نہ صرف بلگیریا بلکہ سرویا کی بھی ہوش اگیا ہے۔ بلکہ دوسری طرف مقدونیہ کو عیسائیوں نے بھی آئندہ کے فساد سے عبرت پکڑکر اجنبی مفسدوں اور شرارت انگیزوں کو جو اونمیں اگسانے کے لیئے کامل صورت میں بکھرے ہوئے تھے اپنے اپنے دیہات سے نکالدیا ہے اور انکو متنبہ کردیا ہے کہ اگر وہ پھر واپس آئے تو انکو حکام کے سپرد کردیا جائیگا۔ اسطرح شمالی ضلع کے عیسائیوں نے اپنی مفسدوں کے طرف سے نہایت مقامی حکام کے سپرد کردینے میں یہی کارروائی دیگر ضلع کے باشندوں نے کی ہے اور اس سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ موجودہ بیچینی میں شورش ہونیکا اب بہت کم اندیشہ رہ گیا ہے۔ اور گو صوفیہ کی مفسد کمیٹی بہت کچھ کوشش کر رہی ہے مگر اوس کو اس مدعا میں کوئی کامیابی نہ ہوگی۔ بلگیریا یہ رومانیا اور سرویا میں مقدونوی جس سرگرمی سے پیشہ اور کاروبار میں مشغول ہیں۔ وہ اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ بلگیریا کے مقدونوی ۵ ہزار پونڈ۔ رومانیا کے مقدونوی ۴ ہزار پونڈ اور سرویا کے مقدونوی ۲ ہزار پونڈ اپنے اپنے وطن کو گھر خرچ کے لیئے ہر سال خرچ کرتے رہتے ہیں مگر بابِ عالی کی مستعدی اور متذکرہ صدر ہر سہ دول یورپ کی یہ دھمکی کام کر گئی ہے کہ اگر بلگیریا یا سرویا نے مل ملواس ڈھنڈورا کو مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کرنیکی اجازت دیجائے گی وہ یونان اور کریٹ کے معاملہ سے نہ بھولے ہیں بلگیریا میں مقدونوی قوم کے باشندوں کو اگرچہ اونکی تعداد صرف ایک لاکھ ہے اس قدر غلبہ حاصل ہے۔ کہ بلگیرین فوج میں ۵ فیصدی مقدونوی افسر ہیں۔ اور وہ بھی ان بلقانی ریاستوں کی ذاتی ملی حرص کے علاوہ اپنی قوم کو ترکوں سے آزاد کرانیکیلئے ان ریاستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔ مگر خاص مقدونیہ کے باشندوں کی دور اندیشی اور تعلقمندی اون کی مفسدانہ کوششوں کو بمشکل بارآور ہونے دیگی (ڈیلی کرونیکل مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء)

مقدونیہ کے متعلق اس ہفتہ میں موصول شدہ ولایتی ڈاک سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ وہ آپس میں تضاد نہیں۔ ایک دوسرے سے مختلف بہت کچھ ہیں ٹائمز کا نامہ نگار ہفتہ قابل کی تقریر کی تائید کرکے لکھتا ہے کہ صوبہ مذکور میں بغاوت پھوٹنے کا اب بہت کم اندیشہ رہگیا ہے ٹرکی گورنمنٹ نے وہاں کافی سے زیادہ فوج بھیجدی ہوئی ہے اور مسٹر آسٹر نے ہمارے بلقانی ریاستوں کی اچھی طرح سے گوشمالی کردی ہے۔ اس کو ملس پائونیر کا لنڈنی نامہ نگار ہفتہ گذشتہ ۱۵ فروری کے اکثر یورپین اخبارات کی آرائے کا خلاصہ دیکر لکھتا ہے کہ اس ہفتے پھر تشویش بہت بڑھ گئی ہے کہ دیکھیں موسم بہار میں بلقانیہ کی زمین کیا گل کھلاتی ہے؟ اوسکے بیان کے مطابق صرف مقدونیہ میں ہی فساد و ہنگامہ ہونیکا اندیشہ نہیں بلکہ کل جزیرہ نمائے بلقان میں یہی کامادہ کھول رہا ہے۔ گو زیادہ تر تشویش مقدونیہ ہی کی نسبت ہے۔

پھر دستیاب ہو گیا ہو، اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ تمام مجان قوم اور شیدایان ملک اس شاہی اپیل کی سچے دل سے تصدیق و تائید کرینگے۔ اور اگر وہ بندی اور فریقانہ رقابت نے اپنے مبارک قدم رکھنے سے تمام کمیل نہ بگاڑ دیا تو کامل امید ہو کہ آجکے دن سے فوج کی خدمات پھر کی

(بقیہ صفحہ سابقہ) اخبار ڈیلی میل نامہ نگار سفیہ قسطنطنیہ خبر کی تصدیق کرتا ہے کہ مقدونیہ آشکیر سوا دسویں بریز ہو رہا ہے۔ جسکو بھڑکا اٹھنے کے لیے فقط ایک چنگاری لگنے کی دیر ہے۔ یہ درست ہے کہ مقدونویوں کو اور ایک سال کیلئے خاموش رکھنے کی وہ سعی غیر معمولی کوششیں کیجا رہی ہیں۔ روس اور آسٹریا پنے اقتدا کو امن قایم رکھنے کی نہایتی درجہ تک مستعمل میں لانے پر عازم ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ لارڈ سالسبری نے بھی ان سلطنتوں کو قیام امن کیلئے بلگیریا اور سرویا پر ہاؤ ڈالنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ روس نے بلغاریا کو اطمینان دلا دیا ہے کہ جزیرہ نمائے بلقان میں کوئی شورش نہیں ہوگی۔ اور وہ حتی الامکان بلغاریا سرویا گورنمنٹ کو ہر قسم کی تحریک کو روکنے کی سخت تاکید کر رہا ہے۔ اور ہر اسی غرض کو لیے آسٹریا سرویا کو فہمایش کر رہی ہے۔ یونان بھی سچے دل سے چاہتا ہے کہ کسیطرح یہ برس بخیر و عافیت گذر جائے۔ لیکن دوسری طرف جو قوتیں اس مدعا کو خلاف کام کر رہی ہیں وہ بھی کچھ کم طاقت نہیں رکھتیں۔ بقول نامہ نگار مقدونیوں کی حالت ناقابل برداشت ہو رہی ہے اور ان میں ایسے سرباختہ آدمیوں کی بھی کمی نہیں جو دول اجنبیہ کو مداخلت پر مجبور کرنے کیلیے خود چھیڑ خانی شروع کرکے اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نکریں۔ اسی نامہ نگار کا بیان ہے کہ بلغاری اور سروی گورنمنٹ موجودہ حال کی اہمیت سے ناواقف نہیں مگر بہت کچھ بالعمل کو طریق عمل پر منحصر ہے۔ اگر مقدونویوں نے بغاوت کا اقدام کیا۔ اور ترکی افواج نے اسی سختی سے فرو کیا جو ارمنوں کی بغاوت کو الفاظ میں ہوئی تھی۔ تو پھر آگ پر تیل پڑ جانے میں کوئی شک نہیں رہیگا۔ اور اسوقت بلغاریا اور سرویا میں کوئی ایسی گورنمنٹ جو مقدونویوں کی حمایت سے خواہ اس حمایت کو لیے لڑنے سے علانیہ اعلان جنگ ہی کیوں نہ کرنا پڑے کچھ بھی احتراز کرنا چاہتی ہو۔ آٹھ دن بھی قایم نہیں رہ سکیگی۔ شہزادہ فرڈی ننڈ و قحات آیندہ کی طرف سے سخت فکر میں مبتلا ہے۔ اور خدا سے دعا مانگتا ہے۔ یوں کسی شاہکاری یا ترکی افواج کی سختی کو کسیطرح نوبت جنگ حال تک نہ پہنچے۔ اگر ایسی لڑائی ہو گئی۔ تو اس سے اسکو فایدہ تو کچھ نہیں پہنچ سکتی اور سخت نقصان عظیم ہے۔ اگر وہ چالاک رعایا کی پرجوشی کے دوران میں خاموش اور ان کی سرغنائی کرنے سے کنارہ کش رہے تو بالغلب وجہ بلگیریا [illegible] تحریک شروع ہو جائیگی جسکا پہلا مدعا یہ ہوگا کہ اسکو تاج و تخت سے برطرف کیا جائے۔ اور اگر وہ رعایا کے ساتھ شامل ہو گیا تو روس کی دھمکی [illegible] کھینچ لیگا۔ مزید براں شہزادہ نکو۔ اور اسکے وزرا کو ایک یہ بھی تردد ہو کہ اگر ایک طرف ترکی اور دوسری طرف سرویا و بلگیریا میں لڑائی ہو جائے تو کمبخت روس بلگیریا کو مدد دینے سے پیشتر ایسی شرطیں پیش کرے جو اسکے بھی گوارا نہ ہو سکتی ہوں۔ نامہ نگار مذکور کی رائے میں روس کی اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے مقدونویوں کو مزید ترغیب ملیگی مقدونیہ میں عملی اصلاحات کی ترویج کو لیے بالعمل پر زور ڈالنے کے معاملہ میں دوسری طاقتوں کو ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دینے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ جب مقدونویوں کو یہ معلوم ہوتا کہ دول یورپ انکی بہتری کیلیے کوشش کر رہی ہیں۔ تو ان کو ٹھہرنے بندی ہوتی۔ اور وہ فساد پر آمادہ نہو سکتے۔ برعکس اسکے اصلاح حال سے مایوسی ہو جانے سے ممکن ہے کہ وہ سرباختہ ہو جائیں۔

اسی اخبار کا نامہ نگار متعینہ اوڈیسہ (واقعہ جنوبی روس) ایک عجیب داستان سناتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پچھلے دنوں ایک پنشن یاب افسر روسی صیغہ خارجیہ سے جو مختلف عہدوں پر دس برس جزیرہ نمائے بلقان میں رہ چکا ہے۔ میری گفتگو ہوئی جسمیں اسنے بڑی ہی وثوق سے بیان کیا کہ روس اور ریاستوں کے تعلقات میں بہت تغیر واقع ہو گیا ہے۔ جنوب مشرقی یورپ کی "سلیو" اب از اسے بالکل منحرف ہو گئیں۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ

حقیقی فرائض منصبی کو بجالانگی اور اسطرح فوج میں از سرنو امیدوں بھری امنگ موجزن ہو جائیگی۔ اور پھر آخر کل قومی وجود میں سما جائیگی
مگر قومی مسرت کی جوش و خروش پر سرِ آوردہ یورپین اخبارات کی آرا کے جنہوں نے اس شاہی پیغام کو نہایت استعجاب کی نظر سے

لگا کر پچھلے جنگ روم و ایران میں روس ہم کو فوجکشی کی علانیہ دھمکی دیکر نہ روک دیتا تو صلیو انسل آبادی متفق و متحد ہو کر ترکوں کو معہ کنبہ ہی بقچہ یورپ سے باہر نکالدیتی۔ ایسی بینظیر موقعہ سے ہمیں صرف روس نے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ اسوقت بلگیریا۔ سرویا۔ مانٹی نیگرو۔ اور رومانیا جو باتفاق رائے کا پابند ہو رہی تھیں۔ برطانوی گورنمنٹ سے اسکا عندیہ دریافت کیا تھا۔ اور اوسنے ان کو یقین دلایا تھا کہ اگر یہ گروہ ریاستیں ٹرکی کی برخلاف یکقلم کھڑی ہو جائیں تو انگلستان بالکل مخالفت نہیں کریگا۔ اور حمایت کو پہلو پر رکھیگا۔ مگر ایسی حمایت جو ان ریاستوں کو حق میں مردِ دستانہ ہوگی الغرض اس موجودہ عام محاربہ کی راہ سے صرف اگر اور روس حالیہ جس کی بدولت اسکا اقتدار جزیرہ نما سے بالکل مفقود ہو گیا ہے۔ اور اوسکی ہمگامہ آسٹریا اور انگلستان ذلیل ہو۔ شہزادہ مانٹی نیگرو جو طبقانی ریاستوں کا میر مقدم بنا ہوا ہے اور جسے نزار اسکندر ثالث روس کا داماد اور اکلوتا دوست کہا کرتا تھا۔ اس جنگ کے وقت سے روس کا سخت مخالف ہو گیا ہے۔ پھر اس روسی مدبر نے لائی تطابر کیا ہے بیناسب قیمت پہنچ جانے پر جزیرہ نما بلقان کی ریاستیں روسی نصیحت یا روسی امداد کی کچھ پروا کئے اپنی متفقہ ہمت و کوشش سے مقدونیہ کے مسئلہ کو بالآخر حل کرینگی۔

نامہ نگار نامہ نگار متعینہ وائنا کا بیان مطابق بلقان میں ٹرکی کی ہی برخلاف نہیں بلکہ آسٹریا کی برخلاف بھی کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مقدونوی تحریک کو علاوہ جزیرہ نما بلقان میں کہیں اور بھی پانی مرہا ہے تمام علاقہ میں ایک عام جوش پھیلا ہوا ہے جسپر روس اور آسٹریا کی دھمکی سے کچھ کمی ہونیکی بجائے پہلے سے زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اخبارات کو نامہ نگاروں کی مرسلہ خبروں کی تصدیق پرائیویٹ خط و کتابت سے بھی ہو رہی ہے۔ سرکاری طور پر جو حالات بتائے جاتے ہیں۔ وہ ایک حد تک باعث اطمینان بخش ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ ذمہ دار حکام کا فرض ہے کہ جبتک ممکن ہو تشویشناک خبروں کو مشتہر نہ ہونے دیں۔ اور طمانیت و سکون بخش روایتیں مشتہر کرتے رہیں یہ بھی درست ہے کہ حالت بالکل ہی نازک نہیں ہو گئی لیکن پھر بھی ایک حد تک اسکی نازک اور تشویشناک ہونیمیں کلام نہیں۔ مفسدہ پردازی کی مستقل اور دائمی عناصر معاملہ کو انتہائی درجہ تک پہنچائے پڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اگر ایک فتنہ شدید اٹھ کھڑا ہوا تو اوسکا وہیں تک محدود رہنا یا کل دنیا میں پھیلجانا دول عظام کی فعل پر موقوف ہوگا۔ اس مسئلہ میں تین سلطنتیں یعنی روس۔ آسٹریا اور اٹلی قریب ترین تعلق رکھتی ہیں۔ اس تحریک کو جو البانیوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اٹلی کبھی لاپروائی کی نظروں سے نہیں دیکھ سکتی اسوقت البانوی مسلمانوں اور البانوی عیسائیوں میں جسکا باعث زیادہ تر ترکی کی رسانی ہے۔ کامل مغائرت موجود ہے۔ الغرض بلقان کی قضیہ سرحدیہ میں البانوی عنصر نے بھی بہت بڑا حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ مزید براں سرویا اور مانٹی نیگرو میں کلی اجنبیت پیدا ہو گئی ہے۔ سروی سفیر متعینہ مانٹی نیگرو کی نسبت جو رخصت پر آگیا ہے یہ آنیوالا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ پھر واپس نہیں جائیگا۔ مانٹی نیگرو آسٹریا سے بھی سخت برافروختہ ہو رہا ہے (مانٹی نیگرو کی قصبہ) نکشیتی میں خاص طور پر اسکی حمایت میں ایک نیا اخبار نام نوی جاری ہوا ہے۔ یہ اخبار بڑی عتماد کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ اسی سال کے دوران میں آسٹروی جہاجات بوسینا اور ہرزی گوینا سے (جو ۱۸۷۸ء میں دول یورپ نے آسٹریا کو ٹرکی سے دلوا دیئے تھے) نکالدیئے جائینگے اخبار مذکور اسبات پر بھی بڑا زور دیتا ہے کہ کل سروی قوم شہزادہ نکلس (والی مانٹی نیگرو) کو زیر حکومت

دیکھا کسیقدر پانی پڑ گیا۔ ان اخبارات نے یونان کو متنبہ کیا کہ اوسے پہلے اپنی مالی ذمہ واریوں کو یاد کر لینا چاہیئے۔ اسکے ساتھ ہی اوسے بالصراحت آگاہ کیا گیا کہ ہر ایک ایسے پولیٹیکل عمل پر جس سے دنیا کے امن میں جو تقریباً بالانجل اور صعب ترین مشکلات پر غالب آنے کے بعد بمشکل حاصل

(بقیہ صفحہ سابقہ) باقی کل حکومتوں سے آزاد ہو کر متفق و متحد ہو جائے۔ اور اُسے یقین ہے کہ ایسی ریاست اسی سال میں روس کی امداد سے قایم ہو جائیگی۔ وہ حالات موجودہ کے قیام کی خواہش کو بالکل لغو بتا کر لکھتا ہے "اگر یورپین مدبر یہ چاہتے ہیں کہ علاقہ کی تقسیم امن و صلح سے ہو جائے تو سہلا و مرحبا۔ ہم اپنے دعاوی کو ترمیم کر کے نئی صورتیں پیش کرنے پر رضامند ہیں۔ لیکن جبتک ہمارے سربی علاقوں میں آسٹروی حکومت کی بیرحمانہ تباہی اور خانمان بربادی مستولی ہے جبتک یہ حکومت ہمارے خدا۔ ہمارے مذہب ہمارے مزاروں۔ اور ہمارے آبا و اجداد کی بیحرمتی کے لیئے متسلط رہیگی۔ اور جبتک اُسکی خونریزی سفاکی اور قزاقی موجود ہے۔ صلح و امن کی بحث ہی درمیان نہیں آسکتی" اخبار مذکور آسٹروی حکومت کو یہودا ثانی اور اُسکے اراکین کو ضحاک و نیرو کے بھائی بناتا ہے۔ وہ صوبجات بوسینیا اور ہرزیگوینا سے ہی آسٹرویوں کو نکالنے کے درپے نہیں ہوئے۔ بلکہ صوبہ ڈلمیشیا کا بھی ایک مشہور بندر ان سے لینا چاہتا ہے وہ لکھتا ہے کہ جو ۳۰ ہزار رائفلیں پچھلے دنوں روس نے شہزادہ مانٹی نیگرو کو بطور تحفہ بھیجی تھیں۔ وہ عنقریب کارآمد ثابت ہونیوالی ہیں۔ شہزادہ مذکور سرویا سے بہتر فوج میدان جنگ میں لا سکتا ہے۔ اُسکی فوجیں صرف مانٹی نیگروی سپاہی ہی نہیں ہونگے۔ بلکہ ترکی اضلاع کے سرب باشندے بھی شامل ہونگے۔ یہ حالات تحریر کرنے کے بعد ٹائمز کا نامہ نگار اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ یہ تحریک مقدونوی تحریک سے بالکل مختلف ہے تاہم خاص غور کے قابل ہے۔ لیکن بظاہر حال امید نہیں پڑتی کہ بشرطیکہ شہزادہ[1] مذکور جسے اس تحریک کا بانی مبانی بتایا جاتا ہے۔ کوئی خاص وجوہات نہ رکھتا ہو۔ وہ روس اور آسٹریا کی تازہ ترین دھمکی اور تنبیہ کے علی الرغم متذکرہ صدر ارادوں کی تعمیل پر اصرار کریگا۔ اخبار سکیٹیٹر کے نامہ نگار متعینہ وائنا کی تحریروں سے بھی مندرجہ صدر بیانات کی بہت کچھ تصدیق ہو رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان روایات کے باوجود کہ مقدونوی بالکل خاموش رہنا چاہتے ہیں اور کہ ترک ہر قسم کی شورش کو فرو کرنے کے لیئے کافی مضبوط ہیں۔ اس خبر کا تکرار مشہور ہوتے رہنا کہ مقدونیہ میں موسم بہار میں ضرور بغاوت ہوگی طبعی طور پر اس بدامنی کے محرک عناصر کے دریافت حال کے متعلق دلوں میں زبردست کرید پیدا کر رہا ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا روس کا یہ بیان بالکل نیک نیتی پر مبنی ہے کہ اگر بلگیریا اور سرویا نے سر اٹھایا تو ترکوں کو ان کے سر توڑنے کی پوری آزادی ہوگی۔ ان سوالات کا جواب بہت کچھ اس تحریک سے ملسکتا ہے جو بوسینیا اور ہرزیگوینا بلکہ نیز ڈلمیشیا کے متعلق مانٹی نیگرو میں برپا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک بوسنوی پناہ گزین مسمی محمد سپاہی نے بیان کیا تھا کہ وہ اوس دعوت میں جو مانٹی نیگرو کے ولیعہد نے دی تھی شریک تھا۔ اس دعوت میں بلغاری سفیر نے ولیعہد مذکور کا بوسینیا کے مستقبلہ گورنر کی حیثیت میں جام صحت کیا۔ اور حاضر الوقت مانٹی نیگروی عہدہ داروں نے ۱۸۹۹ء میں البانیا کے صدر مقام سکودرہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہونیکی حلف اٹھائی نامہ نگار مذکور کی رائے ہے کہ زار اور غالباً اوسکے وزیر خارجہ کونٹ مورا دیف کی نیت بھی بالکل خالص ہے۔ لیکن روسی ایجنٹ متعینہ جزیرہ نمائے بلقان کی عادات ہنوز وہی ہیں جو پہلے تھیں۔ وہ اپنے ملک کی سرکاری و غیر سرکاری پالیسی کو یکساں نہیں سمجھتے اُن کا اعتقاد ہے کہ یہ دونو پالیسیاں باہم متضاد ہونی چاہئیں۔ مانٹی نیگرو کو اس سال بلقان میں فساد ہونیکی توقع ہے اور وہ بمنشائے خود یا کسی اور کی تحریک پر اس فساد کو برپا کر دینے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کریگی۔ ان کل باتوں کا مختصر الفاظ میں اسکے سوا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ روس دورخی چال چل رہا ہے وہ خرگوش کے ساتھ بھاگ رہا ہے اور کتوں کے ساتھ ملکر شکار کھیل رہا ہے۔

[1] شہزادہ مذکور نے مع بیوی و فرزند اکبر ۳۱ اگست ۱۸۹۹ء کو قسطنطنیہ آکر جلالت مآب امیر المومنین کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور ایک ہفتہ آستانہ میں انعامات و الطاف سلطانی سے متمتع ہو کر واپس اپنے ملک کو گیا۔ وہاں اوسنے ایک نامہ نگار سے ذکر کیا کہ متذکرہ بالا مضمون کی تمام افواہیں لغو ہیں۔

ہوا ہے خلل پڑنیکا احتمال ہو۔ نہایت سختی سے اظہار نفرین کیا جائیگا۔ اور اسکی یقیناً مخالفت و مزاحمت کیجائیگی۔ لیکن ان تنبیہوں کے باوجود فوجی اصلاح کو عمل میں لانیکا کام قابل تعریف سرعت کے ساتھ فی الفور شروع کر دیا گیا۔ اس سرعت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ فرمان شاہی سے دس دن کے اندر ہی ڈیلیانیس نے اوسکی تعمیل میں کمپ کے قیام ۱۸۹۷ء کے موسم بہار میں تمرینات کرانے فوج ریزرو کی دو جماعتوں کو چالیس دنوں کے لیے ان تمرینات میں شامل رہنے کے واسطے گھروں سے بلانے اور گھوڑوں کی خریداری کے اخراجات کے لیے مطلوبہ قرضوں کی تجاویز کا مسودہ تیار کر لیا۔ مطلوبہ قرضوں کی کل میزان صرف ۲۶ لاکھ فرینک (ایک لاکھ پانچ ہزار پونڈ) تھی اور بیان کیا گیا کہ وہ ۱۸۹۷ء کی فاضلہ آمدنی سے ادا کر دیے جائینگے۔ کمپ کے قیام کے لیے جسمیں ۱۳ سے لیکر ۱۶ ہزار تک فوج کی سمائی ہو جائے قصبہ "تھیبز" کا مضافاتی موضع آغا تھیوڈوری پسند کیا گیا۔ ریزرووں کی نسبت فیصلہ کیا گیا کہ .....

پہلے وہ ریزرو طلب کیے جائیں جو ۱۸۸۷ء اور ۱۸۹۱ء میں کارکن فوج میں جزیہ خدمت کے قاعدہ سے داخل ہوئے تھے۔ ان دونو جماعتوں کے بعد ۱۸۹۳ء کے ریزرووں کو بھی بلانے کی مزید تجویز کیگئی۔ ان احکام کی تعمیل فروری کے اخیر میں ہونی تھی۔ اسکے ساتھ ہی تمام ریزرو افسروں کو بھی نوبت بہ نوبت بلایا جانا تھا۔ مستقل کمپ میں اسقدر فوج کی گنجایش کا اندازہ کیا گیا۔ دو انفنٹری رجمنٹیں ایک رجمنٹ کیولری و توپخانہ کی۔ دو کمپنیاں انجینیروں کی۔ اور دو دستے ٹیلیگراف کا سلسلہ قایم کرنیوالی پلٹن کے مع ضروری سٹاف۔ یونان ان تدبیروں میں لگا ہوا تھا کہ دوسری طرف واقعات نے بالکل ہی مختلف صورت اختیار کر لی

سال ماقبل میں فوج توپخانہ نے معمولی جنگی تمرینات (مشق و قواعد) مئی ۱۸۹۶ء کو شروع میں اتھنز کے قریب بمقام کنزا کی تھیں اور دار الخلافہ کی فوج پیدل نے جون کے وسط اور ۷ اگست ۱۸۹۶ء کو اتھنز کے قرب و جوار میں اور انجینیروں نے جون کے اخیر میں کی تھیں اور کل اقسام نے بالاشتراک ستمبر کے پہلے ہفتہ میں لاریسا کے قرب و نواح میں کی تھیں۔

۱۸۹۶ء کے ختم ہونے کے قریب جب ترقیوں کی فہرست شایع کیگئی تو اوس سے واضح ہو گیا کہ یونانی افسروں میں نظام و مہارت بالکل ناپید ہے۔ اکثر افسروں کو ترقی کے ناقابل محض ہونے کے باوجود ترقی کی توقع تھی جو فہرست مذکور سے باطل ہو گئی۔ اور بنابرین کئی افسروں نے استعفے داخل کر دیے۔ یکم دسمبر کو اس بیدلی اور ناراضگی کا عام مجمع کے اجتماع کی شکل میں اظہار کیا گیا۔ جو اظہار ایکطرح سے کل افسروں کی علانیہ خفگی کے اعلان کے مساوی تھا۔ انفنٹری کیولری اور فوج کے انتظامی محکموں کے تقریباً پودہ سو افسروں نے فوجی کلب کی ممبری سے ولیعہد کے پاس استعفے بھیجدیے۔ ولیعہد اس کلب کا پریسیڈنٹ تھا اور اوسنے اسکو افسروں میں برادرانہ ارتباط اور اخوت و موانست

بقیہ صفحہ سابقہ) وہ ایک طرف تو بلقان کی تحریک کو علانیہ طور پر روکنے سے سلطان کے ساتھ بنائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور دوسری طرف در پردہ ترغیب و حوصلہ دلاتے رہنے سے محرکین کو خوش کر رہا ہے اور ایسے حالات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے امن کے قیام کے لیے عمدہ آثار ہیں۔ وکیل ۱۶ مارچ ۱۸۹۹ء

البانیا کے مسلمان رؤسا نے جلالتمآب امیر المومنین کی خدمت میں عرضداشت ارسال کی ہے کہ وہ مقدونیہ میں بغاوت ہونے پر ۲۰ ہزار مجاہدین سے اور لڑائی برپا ہو جانے کی صورت میں ایک لاکھ فوج سے اپنے خلیفۃ المسلمین کی خدمت کرینگے۔ ان کے ساتھ صرف یہہ رعایت کیجائے کہ یہہ فوج اپنے ہی سرداروں کے ماتحت رہنے دیجائے۔ (وکیل ۱۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

بڑہانے کے لیئے قایم کیا تھا۔ استعفے داخل کرنے کی یہہ وجوہات بتائی گئیں کپتانوں۔ اور اول و دوم درجہ کے لفٹننٹوں کو ترقی دینے میں انصاف و باقاعدگی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ آرٹلری اور انجینیروں کے صیغہ کے افسروں کے مقابلہ پر انفنٹری۔ کیولری اور انتظامی محکمہ کے افسروں کو کم تنخواہ ملتی ہے۔ اول الذکر دونوں صیغوں کو فوجی پولیس کی خدمت سے معاف کر دیا گیا ہے۔ پچھلی ترقیوں کی دیگر ناانصافیوں کے علاوہ ایک یہہ عجیب کارروائی کی گئی ہے کہ کئی افسروں کو جو دربار کی خدمتمیں مامور ہیں معمولی ترقیاں دیگئی ہیں۔ اور بالآخر یہہ شکایت کیگئی کہ تمام فوجی نظام عالمگیر انحطاط کا مورد ہو رہا ہے۔ اس کارروائی کے ہونے پر اعلے افسروں نے مخالفت کنندگان کے سرغناؤں سے ربط ضبط پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ابھی باقاعدہ نامہ و پیام اور گفتگو شروع نہ ہونے پائی تھی کہ بادشاہ نے فوج کے سردار اعلے کی حیثیت میں متذکرہ صدر فرمان وزیر اعظم کیطرف صادر کرنیکا فیصلہ کر لیا۔ اور اسطرح سے نہ فقط مطلوبہ فوجی اصلاح و ترقی کے لیئے راستہ صاف کر دیا بلکہ افسروں کی علانیہ بغاوت کا بھی انسداد کر دیا۔ اس فرمان شاہی سے افسروں کی شکایات میں بیشک کسیقدر تخفیف ہو گئی تھی مگر کافی تلافی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ افسروں کو کامل طور پر خوشنود کرنے کے لیئے گورنمنٹ کو اونکی مرضی کے مطابق مجبوراً کئی مزید احکام صادر کرنے پڑے۔ بادشاہ اور اوسکے لڑکوں نے افسروں میں برادرانہ یگانگت اور واجب فرض شناسی کی صفت پیدا کرنے کے لیئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ مگر وہ اس مدعا میں چنداں کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ یونانی افسروں کی بے ادبی۔ بیجا سرکشی۔ مونھ زوری اور ناشایستگی کی اصل جڑ قومی کیریکٹر۔ دہرہ بندیوں کی ناواجب گرم بازاری اور اخبارات کی غیر محدود آزادی ہیں۔ اور جبتک ان خرابیوں کی درستی و اصلاح نہو۔ آشتی آمیز سے آشتی آمیز تدابیر بھی کوئی مفید ثمرہ نہیں بخشینگی۔

اب ہم یونانی فوج کے اون چند اعلے افسروں کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنکو تعداد نظام اور آراستگی سب باتوں میں بدرجہا زیادہ فوقیت رکھنے والے دشمن کے ساتھ معرکہ آرائی کرنیکا مشکل کام تفویض کیا گیا تھا۔ کسیقدر خاندانی اور کسیقدر ذاتی وجوہات کے لحاظ سے ولیعہد شہزادہ قسطنطین ڈیوک آف سپارٹا جسکی عمر اوسوقت ۲۶ برس کی تھی سرکردہ فوج کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ اس تقرری کی نامعقولیت صاف ظاہر ہے۔ اوسکی عمر ایسی گراں وزن اور اہم ذمہ داری کے اٹھانے کی قابل نہ تھی۔ (یونان کا شاہی خاندان گو ڈینش قوم کا ہے۔ لیکن یونان میں پیدا ہونے اور وہیں پرورش پانے کے علاوہ) یہہ شہزادہ اسوجہہ سے بھی یونانیوں کی نظروں میں بڑا عزیز ہے اور وہ اوسکو بالکل یونانی ہی سمجھتے ہیں کہ اوسکا نام قسطنطین ہے۔ جو نام یونانی قیاصرہ کے طویل العہد خاندانوں کی فہرست میں عجیب جادو بھری تاثیر رکھتا ہے۔ اس نام کا پہلا قیصر وہ تھا جسنے ساحل باسفرس پر شاندار دارالخلافہ آباد کیا اور آخری وہ ہیرو تھا۔ جو شہر کی حفاظت کیلیئے مردانہ وار لڑتا ہوا ہلاک ہوا تھا۔ ولیعہد قسطنطین (قدیم طرز[1] سنین شماری کے مطابق) ۲۱ جولائی (مطابق ۲ اگست ۱۸۶۸ء) کو بمقام ایتھنز پیدا ہوا۔ اور قابل جرمن عالم فوڈرز سے بینظیر علمی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۸۶ء کو بالغ ہونے پر اوسے فوج پیدل کی پہلی رجمنٹ میں کپتانی کا عہدہ دیا گیا۔ جسکے بعد اوسنے جرمنی کے شہر پسک میں اصول قانون اور علم سیاست مدن (پولیٹیکل سائنس) کی تکمیل کی۔ بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۹ء وہ بمقام ایتھنز پرشوی شہزادی صوفیہ سے

[1] یہ طرز روس اور یونان میں یعنی جن ممالک میں یونانی مذہب کی حکومت ہے مروج ہے اسمیں اور طرز جدید میں ۱۳ دنوں کا فرق ہے۔ مترجم)

جو قیصر فریڈرک ثالث کی تیسری بیٹی اور موجودہ جرمنی قیصر کی ہمشیرہ ہی[1] بیاہا گیا۔ یہ شہزادی ۱۴ جون ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئی اور مئی ۱۸۶۹ء میں باضابطہ کلیسائی یونانی (یعنے اپنی خاوند کی مذہب) میں داخل ہوئی۔ وہ دو لڑکوں اور ایک لڑکی کی ماں ہے۔ ولیعہد جو عموماً اتھنز کی قریب قلعہ دکلیہ میں رہتا ہی۔ کئی مرتبہ اپنی باپ کی لنبی سیاحتوں پر ملک سی باہر جانی کی موقع پر نائب السلطنت رہ چکا ہی۔ وہ اسوقت لفٹنٹ جرنیل کا عہدہ رکھتا ہے۔ اور اتھنز کا کمانڈنٹ ہی

بادشاہ کا دوسرا بیٹا پرنس جارج جو شہ زوری میں عام مشہور ہی۔ بحری فوج میں۔ اور اوسکا تیسرا بیٹا پرنس نکلس جو ۱۸۷۲ء میں بمقام اتھنز پیدا ہوا فوج توپخانہ میں داخل ہوا جسمیں اب وہ کپتانی کا عہدہ رکھتا ہی۔ فروری ۱۸۹۷ء کی وسط میں وہ آرٹا کو روانہ ہوا جہاں چار ہزار فوج پیدل۔ ۸ رسالی اور ۶ باتریاں فی الفور اوسکے زیر کمان جمع کیگئیں۔ یہ شہر صوبہ اپائیرس کی سرحد پر واقع ہے۔

ولیعہد کو سٹاف کا اعلے افسر اوسکا میر حاجب (ہیڈ چیمبرلین) ساپونٹ ساکیس تھا۔ مگر یہ ابتک کوئی نہیں سمجھ سکا کہ اوسمیں اس عہدہ کی کونسی قابلیت دیکھی گئی تھی یا موجود تھی۔ زمانہ امن میں ساپونٹ ساکیس محض ہیڈ چیمبرلین یا بالفاظ دیگر شاہزادہ ولیعہد بہادر کی ذاتی جنرل اسٹاف یعنی ذاتی خدام اور غلاموں کا افسر اعلے اور شاہی باورچی خانہ کا اعلے منتظم تھا۔ چنانچہ جب وہ میدان جنگ میں اپنی آقا کی ارکان حرب (جنرل سٹاف) کا افسر اعلے ہوا تو اوسوقت بھی وہ شاہی باورچی خانہ اور شاہی سامان اسباب کی نگرانی اور نگہداشت میں بدستور سابق بڑی سرگرمی سی مصروف رہا۔ اور اس موقعہ پر یہ بیان کرنا صریح ناانصافی ہوگی۔ کہ مخالف و موافق سب کو اس امر کا اعتراف ہی کہ کل یونانی محاربہ میں جس صیغہ کا انتظام نہایت مکمل اور آراستہ رہا وہ بھی شاہی باورچی خانہ تھا۔ اور کم از کم اس بات کا کریڈٹ ساپونٹ ساکیس صاحب بہادر کو ضرور ملنا چاہیئے۔ اوسکو اس نئی منصب میں شاہزادہ کی پرانی رفیق اور نایب حاجی پطروس سی بہت مدد ملتی رہی۔ اس شخص کی نسبت کہا جاتا ہی کہ اوسی اعلے درجہ کی مبصر طعام (یا بالفاظ دیگر جنرل سٹاف آفیسر متعلق صیغہ باورچی خانہ) کی حیثیت میں نہ صرف جنرل اسٹاف پر جسکا صدر ساپونٹ ساکیس تھا۔ بلکہ خود شاہزادہ بہادر پر بھی اپنی منصبی منزلت سی بدرجہا زیادہ فایق اقتدار و قابو حاصل تھا۔ ساپونٹ ساکیس کی ساتھ ہی حاجی پطروس کو بھی ہر ایک نامہ نگار لاریسہ اور فرسالہ کی مصائب کا بانی مبانی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ پے در پے شکستوں کی خبریں پہونچنی پر یونانی پبلک جو وحشی فن خانساماں گری کی قدر نجانتی تھے ساپونٹ ساکیس اور حاجی پطروس سی بالخصوص سخت ناراض ہوگئی اور وہ دونو محاربہ کی دوران میں کیمپ سی واپس بلائی گئے۔ ساپونٹ ساکیس کی عمر پچاس سی متجاوز ہے۔ اور اوسکی ظاہری شکل و شباہت اور وجاہت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو لارڈ چیمبرلین میں ہونی چاہئیں۔ مشین و مشبہ صورت۔ اخلاق پورے دنیاداروں۔ ایسے چہرہ پر ضد یا خودراہی کا نام و نشان تک ناپید۔ چھوٹی چھوٹی خوب بلدار مونچھیں۔ رخسارے اور ٹھوڑی خوب گھٹے ہوئی۔ اور بالوں کی سیاہی نہایت احتیاط کی ساتھ قایم رکھی گئی ہوئی ہے۔ جب وہ خود تکلم کرتا ہے۔ اور یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ وہ خاصی غناتی ہوئی آواز سی بولتا ہی تو اوسکے بشرہ پر مخیرانہ لاپرواہی برستی ہے۔ اور جب اوسی مخاطب کیا جائی تو اوسکی چہرہ پر امیرانہ استغنا پایا جاتا ہے۔ اوسکی پیشانی اوپر کیطرف بتدریج تنگ ہوتی گئی ہے۔ جس سی اوسکا سر بھدا سا ہوگیا ہی

[1] اسکے تبدیل مذہب یعنے پراٹسٹنٹ سے کلیسا یونانی کے معتقد ہوجانے سے قیصر اوس سی حالانکہ پہلی اوسکو نہایت عزیز رکھتا تھا خفا ہوگیا۔ لیکن ستمبر ۱۸۹۹ء میں قیصرہ ہند قیصرہ کی نانی اور والدہ کی کوشش سے باہم صفائی ہوگئی۔

ساپونٹ ساکیس کو لنبی اور گاودم افسرانہ ٹوپی خوب سجتی ہی۔ کیونکہ اس سی اوسکی چہرہ کا زاویہ دلفریب پیرایہ میں بڑہ جاتا ہی اوسکی رفیق حاجی پطرس میں وہ تمام لوازمات مردانہ حسن کی موجود ہیں جو یونانی لیڈیوں کی مذاق کی مطابق ایک بانکی افسر میں ہونی چاہئیں اوسی گویا ان لیڈیوں کی خیال کی مطابق کنہیا سمجہنا چاہیے۔ اوسکا قد لمبا۔ جسم بہرا ہوا۔ اور چہرہ کا فوجیانہ بشرہ۔ لنبی خوب مضبوط اور بہری ہوئی خمدار ناک اور بڑی بڑی موچھوں سی اور زیادہ نمایاں ہو رہا ہی۔ الغرض اس شایستہ دلفریب اور تقریباً کامل حسین شخص کو صرف ایک نظر دیکھ لینی سے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ میدان جنگ میں زبردست غنیم پر نہ سہی۔ کم از کم زنانہ نشست گاہوں اور گول کمروں کے باامن میدان میں کمزور جنس (فرقہ اناث) پر فتوحات حاصل کرنیکا خوب عادی ہی۔ اگرچہ بظاہر حال کل ذمہ واری پادشاہ نی اپنی سر پر لی تھی مگر دراصل یونان کی جنگ جویانہ اور رزمیہ پالیسی کا ذمہ وار وزیر اعظم ڈیلیانیس ہی تھا۔ وہ یونان کی شمالی حصہ کی قصبہ کالاوایاٹا میں ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوا۔ وہ پہلی وزیر صیغہ خارجیہ۔ وزیر سررشتہ تعلیم اور وزیر مال رہ چکا ہی۔ برلن کانگرس میں یونان نی جو سفرا بھیجی تھی اونکا سرغنہ تھا جس سفارت میں وہ فرانس کی پرجوش تائید سی فایز بمرام ہوا اور کانگرس نی یونان کو مزید علاقہ دیا جانا منظور کر لیا جب بتاریخ ۶ مئی ۱۸۸۶ء دول عظام نی یونان کو الٹی میٹم دیکر یونانی بہادر کی بحری محاصرہ کا اعلان کیا تھا تو وہ اوسوقت بھی وزیر اعظم تھا۔ مگر جب یہہ واضح ہو گیا کہ ہتھیار ڈالدینے اور جنگی کارروائیوں سی باز آجانی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ تو ۱۹ مئی کو مستعفی ہو گیا تھا ڈیلیانیس ادنی طبقوں میں نہایت ہر دلعزیز ہے۔ ایسی لوگوں کی ساتھ وہ عام میل جول رکھتا ہی۔ اور اونسی بے تکلفانہ گفتگو کرنیسے احتراز نہیں کرتا۔ اور حالانکہ اوسی اپنی ناعاقبت اندیش تدبیروں کی بدولت ۲۹ فروری ۱۸۹۲ء کو پھر وزارت عظمی کے عہدہ سے مستعفی ہونا پڑا بادشاہ اوسکی خدمات کی دل سی قدر کرتا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی دل میں اچھی طرح سے جانتا ہے کہ دربار کی پالیسی اور عوام کی خواہش اور امیدوں کی پورا ہونیکی اب بھی ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۶ء کی نسبت جن دونو موقعوں پر فرانس علانیہ دربار اتھنز کا موید و معاون رہا تھا کوئی زیادہ توقع نہیں ہے۔

یونان کا دوسرا مشہور قومی مدبر رالیس ہی وہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۷ء کو تھسلی سی اتھنز واپس آیا۔ صوبہ مذکور میں اوسی یونانی افواج کی کامل بدنظمی اور ناقابلیت کا ذاتی مشاہدہ سی بخوبی تجربہ ہو گیا تھا یہی وجہہ تھی کہ فریق مخالف کا رکن ہونی کے باوجود اوسنی اتھنز کی عوام کو مجتمع خاطر اور خاموش رہنی کی بڑی زور سی نصیحت کی۔ اور ان کوششوں میں یہانتک کامیاب ہوا کہ اوسنی سرکش اور بدلگام شہریوں کی مجمع بدتمیزی سی سوداگروں کو وہ اسلحہ واپس دلا دیئی جو وہ دوکانوں سی لوٹ لیگئے تھے۔

پے در پے ہزیمتیں ملنی پر ڈیلیانیس کی وزارت مستعفی ہو گئی تھی۔ رالیس نی نئی وزارت قایم کی۔ ۳۰ اپریل ۱۸۹۷ء کو نئی وزراء نے باضابطہ حلفیں اٹھائیں۔ اور یکم مئی کو نئی وزیر اعظم (رالیس) نی پارلیمنٹ کی سامنی اپنا پروگرام پیش کیا۔ جسکا خلاصہ یہہ تہا کہ فوج کی از سر نو ترتیب و اصلاح کیجائیگی۔ اور جبتک باعزت صلح پر خاتمہ نہ ہو سکی لڑائی کو جاری رکھا جاویگا۔ مستعفی وزیر اعظم نے نئی گورنمنٹ کو اس مدعا کی حصول میں غیر محدود اور بلا شرط پوری پوری امداد دینی کا یقین دلایا اور بعد ازاں پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔

ڈیمیتری اس رالیس کا باپ ایک مشہور وکیل تھا۔ اور وہ شاہ اوتھو[1] کے عہد میں کئی مرتبہ وزیر بھی ہوا تھا۔ ڈیمی ترسی اس نے

[1] یہہ جرمن کی ریاست بویریا کی شاہی خاندان میں سی تھا۔ اسکا پورا نام آٹو فریڈرک لڈوگ تھا ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۷ء میں فوت ہوا۔

پیرس میں قانون کی تعلیم حاصل کی جس سے فارغ ہوکر وہ اتھنز کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوگیا اور ساتھ ہی وکالت کا کام بھی کرتا رہا پہلے وہ مشہور یونانی سیاسی تری کو بیس کا سرگرم حامی تھا۔ مگر ۱۸۸۹ء میں اس سے جدا ہوکر اوسنے اپنی علیحدہ ایک تیسری پارٹی قائم کرلی۔ وہ کئی دفعہ سررشتہ تعلیم اور سررشتہ معدلت عامہ کا وزیر رہ چکا ہے۔ اوسکی عمر ۵۲ برس کی ہے۔ اور ضلع اٹیکا میں بہت ہی ہر دلعزیز ہے۔ اور اس ضلع کیطرف سے بارہا پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہوچکا ہے۔

یونانی فوج کے سربرآوردہ افسروں میں سے کرنیل واسوس اپنی مستعدی اور دوراندیشی کیوجہ سے خاص ذکر کے قابل ہے۔ مختلف نازک موقعوں اور مشکل حالات میں حوصلۂ استقلال قائم رکھنے کی بدولت اوسکی بہت ناموری ہوگئی ہے۔

کرنیل مذکور یونانی فوج کے قابلترین افسروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اوسنے فوجی تعلیم کی تکمیل ممالک غیر میں کی تھی۔ عمر میں پچاس برس سے زیادہ ہونیکی باوجود اوسکی سپاہیانہ استقلال اور پامردی میں کبھی تغرش نہ ہوئی۔ شجاعت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ ایسا اوقات میں شجاعت احمقانہ ہوتک پہونچ جاتی رہی۔ وہ اعلے درجہ کا فصیح ہونیکے علاوہ کئی زبانوں اور بولیوں میں پورا ماہر ہے۔ اس مہارت سے اوسکو جزیرہ کریٹ میں ایکطرف باغیوں کے سرغناؤں اور دوسرے طرف دول عظام کے امراء سے بڑی کے ساتھ اپنے کارمفوضہ کو سرانجام پہونچانے میں بہت مدد ملی۔ یہ ۱۸۹۷ء میں شہزادہ جارج کو کریٹ میں یونانی قوم کی ایلچی اور ایڈمرل کا مجسم پتلا تھا۔ درحقیقت یونانی نہیں ہے۔ بلکہ مانٹی نیگروی ہے اسکا باپ سے وہ سوپا چوک مانٹی نیگرو کا قبیلہ بیلوپاولوک سے تھا۔ جو چودہ برس کی عمر میں اپنے وطن مالوف زنگورا (جبل اسود) کو چھوڑکر تلاش معاش کیلئے یونان پہنچا۔ تھوڑے عرصہ بعد ۱۸۶۶ء کی مشہور بغاوت یونان پھوٹ پڑی۔ نوجوان مانٹی نگروی اپنے ہمسایوں کے ساتھ جنہوں نے آزادی کے لئے جان توڑ کر کوشش شروع کردی تھی شریک ہوگیا۔ اور فلاسفہ وحکما کی سرزمین پر جسے اوسنے اپنا وطن بنالیا تھا شجاعت و مردانگی کے ایسے کارنامے دکھائے کہ یونان کی شہریت و مدنیت کے حقوق حاصل کرلیے۔ اور کچھ زمین پر بھی اوسکا قبضہ ہوگیا۔ وہ وہیں آباد ہوگیا اور پھر ایک یونانی عورت سے شادی کرلی۔ یہ دونوں اوس کرنیل ٹیمولیون کی والدین تھے جسے شاہ اوتھو کی تخت سے مستعفی ہونے کے بعد عالم شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی تھی۔ کرنیل مذکور کی ملکہ الیگزنڈرا کی سرٹن سفیر متعینہ آتھنز پیرین ٹسٹائی نیمی سے بتقاضائے الفت و محبت فریقین شادی ہوگئی۔ اس شادی سے جو میاسمتولد ہوا۔ وہ وہی تھا جو پچھلے برس ۱۸۹۷ء میں بطور مجاہد کریٹ گیا تھا کرنیل مذکور کی ایک بیٹی شاہ کی سابق پرائیویٹ سکرٹری کے بیٹے کے ساتھ بیاہی جانے تک شاہزادی صوفیہ کی خواصوں میں سے مرد پس ہی تھی۔

اس محاربہ کے دوران میں جن افسروں نے اپنے ملک کی دلاوری و عقلمندی سے قابل تعریف خدمت کی اونمیں کرنیل ٹسوکاس[1] کمانڈر جنگ کرنیل مانوس۔ اور لفٹنٹ کرنیل لہری تیس (جو بعد میں ولیعہد کے شاف کا اعلے افسر ہوا) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

---

[1] یہ کرنیل واسوس ۱۸۹۷ء اس افسر کی نسبت یونانیوں کی بھی یہی رائے تھی۔ مگر ولیعہد بہادر اپنی باضابطہ رپورٹ میں جو ۱۸۹۹ء کے شروع میں چار سو صفحوں پر شائع ہوئی ہے کرنیل مذکور پر یہی افترائی اور ناقابلیت کا الزام لگاتا ہے۔ مترجم۔

فصل پنجم یونان کا بیڑہ جہازات

بقول جرمن سٹاف افسر لڈائی کے چھٹر جانے پر یہ عام خیال تھا کہ یونان کو اپنی بیڑہ سے بہت مدد ملیگی۔ اور ہر ایک کو توقع تھی کہ وہ نہ فقط بری فوج کو لیکر آگے بڑھنے میں اور خطوط کو قائم کرنیکا ہی کام دیگا (یعنے اوسکی پناہ میں فوج براہ سمندر ایک جگہ سے دوسری جگہ بحفاظت و سرعت پہونچ جایا کریگی۔ اور اوسکو گولہ سامان پہونچتا رہیگا) بلکہ اپنی بری فوج کو غنیم کے علاقہ پر جا بجا بحری فوج اتار کر یورشیں کرتے رہنے ترکی موحل کو قلعوں پر گولہ باری کرنے اور سب سے بڑھ کر مجمع الجزایر کے ترکی جزیروں کی یونانی آبادی کو ترکوں کے برخلاف اکساتے رہنے سے بہت مدد پہونچانیکا باعث ہوگا۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر یونانی بیڑہ کی کمانڈ مستعد اور قابل ہوتی تو وہ یہ کام بآسانی کر سکتا تھا۔ اوسکے جہازات اور ساز و سامان[1] دونوں اس کاموں کے لیے نہایت مناسب تھے۔ چنانچہ اگر بیڑہ سے بری فوج کو ساتھ ملکر کام لینے کی تجویز قابلیت کے ساتھ کیجاتی اور پھر تجویز پر ہنر و لیاقت سے عملدرآمد کیا جاتا تو ممکن تھا کہ شرکت اوس رفاقت کی تلافی کر دیتی جو ترکی فوج کو بلحاظ تعداد یونانی فوج پر حاصل تھی۔ مزید برآں اگر یہ بیڑہ غنیم کی برخلاف جا رجانہ کارروائیاں اور بہادرانہ یورشیں کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو اس سے یونانیوں میں زبردست اخلاقی طاقت کا موجود ہونا ثابت ہو جاتا۔

یونانی بیڑہ سرکاری طور پر مصافی بیڑہ اور بیڑہ برائے حفاظت ساحل میں تقسیم کیگیا تھا۔ اول الذکر میں تین زرہ پوش بردار جہاز نکروز یا لیس ہ دوڈر انسپورٹ (باربرداری) کے جہاز چار گن بوٹ۔ تارپیڈو کا گودامی جہاز موسومہ کناریس۔ اور بارہ تارپیڈو کشتیاں تھیں یہ تینوں زرہ پوش جہاز سب باتوں میں مشابہ ہیں ہر ایک کا وزن ۱۰۵۵۵ ٹن طول ۱۰۵ میٹر ۱۱ انچ درمیانی عرض ۲۰ میٹر (بیس فٹ) اور ہر ایک کو انجنوں کی طاقت ۱۷۰۰۰ گھوڑوں کی ہے۔ جو توام چرخوں کے ذریعہ سے جہاز کو ۲۱ ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے چلا سکتے ہیں۔ ان پر سطح آب سے ۱۳ انچ دبیز مرکب فولاد کی زرہ چڑھی ہوئی ہے۔ تو پدار برج بھی اتنی ہی دبیز زرہ رکھتے ہیں اور تختہ جہاز پر چھت پر دو انچ دبیز فولاد کی چادر چڑھی ہوئی ہے۔ ہر ایک پر سات دس دس انچ قطر کی تین تین وزنی توپیں۔ دو دو سامنے (داغہ) کیطرف اور ایک ایک دنبالہ کیطرف۔ علاوہ بریں ہر ایک پر پانچ پانچ انچ چھ چھ انچ قطر کی دس

[1] کل دنیا کو شروع محاربہ میں یہ خیال مورخ کیطرح یہی خیال تھا کہ یونانی بیڑہ خوب آراستہ ہے۔ چنانچہ جب اوسنے محاربہ میں کوئی کارنمایاں نہ کیا۔ تو اکثر لوگ اسپر سخت متعجب ہوئے تھے۔ مگر چند مہینے ہوئے بیڑہ جہازات کی اعلے کمانڈ کی سرکاری رپورٹ اور تحقیقات کنندہ کمیشن کے فیصلہ سے جسپر پردہ داری کی کوئی مفصل شایع نہیں کیگئی واضح ہوگیا کہ بیڑہ کی آراستگی کے متعلق دنیا کا خیال غلط تھا۔ کئی جہازوں پر سامان کی معمولی مقدار بھی موجود نہ تھی۔ اور متواتر تقاضوں کے باوجود گولہ بارود سے موصول نہ ہو سکی۔ مترجم [2] جہاز کے وزن سے یہ مراد ہے کہ وہ کل استعداد وزن اٹھا سکتی جسمیں اوسکا ذاتی وزن بھی شامل ہوتا ہے قابلیت رکھتا ہے۔

۲½ انچ قطر کی جلد چلنے والی توپیں۔ اور سولہ سولہ مشین (کلدار) توپیں۔ مزید براں ہر ایک کے ساتھ تارپیڈو چلانے کی تین تین نالیاں ہیں۔ یہ تینوں فولاد سے بنے ہوئے ہیں۔ دو ۱۸۸۹ء میں اور تیسرا ۱۸۹۰ء میں سمندر میں اتارا گیا تھا

بیڑہ کے اس حصہ کے باقی جہاز بلا زرہ ہیں اور اونکے تختے بھی بلا چادر ہیں۔ کروزر میالیس پر چار ۶ انچ قطر کی لمبی کرپ توپیں۔ چار ہلکی۔ اور دو کلدار توپیں نصب ہیں۔ مزید براں دو چھوٹی چھوٹی تارپیڈو کشتیاں بھی اوسپر موجود رہتی ہیں یہ جہاز ۱۸۷۹ء میں اتارا گیا تھا۔ وزن ۱۷۷۰ ٹن رفتار ۱۵ ناٹ (میل) اور انجنوں کی طاقت ۲۲ سو گھوڑوں کی ہے۔ چارون گن بوٹوں میں سے ہر ایک پر ۴ انچ کی ایک ایک کرپ توپ اور تارپیڈو گودامی جہاز پر دو کرپ توپیں ہیں تارپیڈو کشتیوں پر صرف کلدار توپیں ہیں انکی رفتار فی گھنٹہ ۲۰ میل ہے مگر چونکہ وہ ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۵ء میں بنی تھیں اب وہ جدید ترین ساخت کی نہیں رہ گئیں

محافظ ساحل بیڑہ میں سب سے زبردست جہاز آہن پوش اگن بوٹ باسلیس جارجیس ہے۔ اسکا طول ۲۴۵ فیٹ عرض ۳۶ فیٹ وزن ۲۱ سو ٹن۔ رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ ہے۔ وہ کم از کم ۱۴½ فیٹ گہرے پانی میں چل سکتا ہے۔ اور گو حفاظت ساحل کیلئے خاص کیا گیا ہے مگر کھلے سمندر میں دور دراز مسافت طے کر سکتا ہے۔ اوسپر دو کرپ توپیں ۲۱ سنٹی میٹر (۸ انچ) قطر کی۔ اور چار مشینی توپیں نصب ہیں۔ اوسکی عمر ۳۵ برس کی ہے۔ لیکن پھر بھی کارآمد متصور ہو سکتا ہے۔ اوس سے کمتر درجہ کے جہاز "بلا زرہ گن بوٹ موسومہ آموراکیا اور اکساتیون ہیں۔ انمیں سے ہر ایک پر ایک ایک ۱۰ انچ قطر کی کرپ توپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ اول الذکر ۱۸۸۱ء میں اور دوسرا ۱۸۸۵ء میں اتارا گیا تھا۔ اور وہی رفتار رکھتے ہیں جو انسے پرانے زرہ پوش اگن بوٹوں کی ہے۔ انکے علاوہ اس بیڑہ میں تین چھوٹی چھوٹی سرنگ لگانیوالی جہاز موسومہ آگیالیدمونم واسیا۔ اور ناپاک تیا ہیں جو اوس کام کے لیے جو اونکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے ۱۸۸۱ء میں اتاری گئی تھے۔ مزید براں چھ اول درجہ کی۔ دو دوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو نارڈن فلٹ قسم کی زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں۔

کاروٹ قسم کا جہاز موسومہ ہیلاس کہنہ آہن پوش کاروٹ اولگا۔ ایک چوبی جہاز ۱۸۶۹ء کی ساخت اور ایک چھوٹا سا دو مستولی بادبانی جہاز تعلیمی جہاز ہیں۔ ہیلاس پر افسروں کی جماعت کے طلبا کو عملی تعلیم دیجاتی ہے۔ اسپر دو چھ انچ کی کرپ توپیں ایک جلد چلنے والی اور دو مشینی توپیں ہیں متذکرہ صدر جہازوں کے علاوہ بارہ اگنبوٹ اور شاہی کشتی موسومہ آمفی ٹرائٹ تعزیری کاموں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ انمیں سے سات اگنبوٹ ۱۸۸۴ء کی ساخت ہیں۔ اور بنا برین انکو ایک حد تک تازہ اور نئی ساخت کے کہا جا سکتا ہے۔ انکے نام اشیلوس۔ الفیوس۔ یورڈٹوس۔ پی نیوس۔ کسا۔ ککلی۔ اور ایدون ہیں۔ یہ سب فولادی ہیں اور ہر ایک پر دو دو ساڑھے تین انچ کی کرپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ رفتار نو سے دس میل تک ہے۔ باقیماندہ پانچوں فی الحقیقت کہنہ کٹہرے ہیں۔ وہ ۱۸۵۶ء سے پیشتر کی ساخت ہیں۔ کسا۔ ککلی اور ایدون صرف ۸۶-۸۶ ٹن کی ڈونگھیاں ہیں۔

فصل ششم ٹرکی کا نظام فوجی

۱۸۷۷-۷۸ء کی محاربہ روس و روم کے بعد (بقول افسر مذکور) ٹرکی کی مدافعانہ طاقت کو عموماً اوسکی واقعی مقدور و منزلت سے بہت گھٹا کر بیان اور قیاس کیا گیا ہے۔ یہہ درست ہی کہ جنگ مذکور سے کچھہ عرصہ بعد سلطنت کی اندرونی حصص میں مختلف اضلاع میں بغاوت برپا ہوجانے پر جب زبردست فوجی جمعیت کو فراہم کرنا ضروری ہوگیا تو ترکی فوج کی کمزوری از حد ہویدا و مبرہن ہوگئی مزید بران طریقہ اجتماع سپاہ بھی کئی اہم معاملات میں نہایت ناقص ثابت ہوا۔ اور جب سریع اجتماع کی ضرورت پڑی تو یہہ طریقہ بالکل ہی رہ گیا۔ اور کچھہ کام نہ دیسکا۔ تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ ٹرکی میں قوت مدافعت اور طاقت قیام کی ہمیشہ اسقدر مقدار موجود رہی ہے کہ اوسکے ذریعہ سے وہ نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی تصادم و صدمات کی مقاومت کرسکتی ہے۔ علاوہ بریں اس قوت و طاقت نے ثابت کردیا ہے کہ جب کبھی قوم و ملت کے وجود کیلئے خطرہ حادث ہوجائے تو وہ بلا استثناء ہر ایسے موقعہ پر غیر مترقبہ جوہر مردانگی دکھانے اور خلاف توقع کوشش کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔

موجودہ ترکی نظام فوجی کی بنیاد عام جبریہ خدمت کی بنیاد پر قایم ہے۔ مگر عملی طور پر نفس الامر میں اس قاعدہ کو ایسے ادہورے طریق سے عمل میں لایا جاتا ہے کہ اوس سے نہایت اہم بے ترتیبیاں اور بدانتظامیاں منتج ہوتی ہیں۔ قانوناً صرف مسلمان ہتھیار باندہ سکتے ہیں۔ اور بنابرین سلطنت کی غیر مسلم کثیر التعداد آبادی فوجی خدمت سے مستثنے ہوگئی ہوئی ہے۔ مگر اس بارہ میں قانون بھی مجبور ہے مذہب اسلام دیگر مذاہب کے معتقدوں کو ہتھیار باندہنے کا استحقاق نہیں دیتا[1]۔ علاوہ بریں کنسکرپٹوں (یعنے جبریہ خدمت عاید شدگان) کو بھرتی کرتے وقت اونمیں سے اسقدر کو خدمت سے معاف کردیا جاتا ہے کہ اس سے بھی نہیں کہ عام آزردگی۔ ناراضی اور بیدلی پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ بھرتی شدگان کے قبایل کیلئے معاش کی وقت اور بسر اوقات مشکل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بحالات موجودہ جبریہ خدمت کا بوجہہ تقریباً کلہم میدانی دیہات کے رہنے والوں پر پڑتا ہے۔ جسکا دوسرے لفظوں میں یہہ مطلب ہے کہ مضبوط اور قابلترین نوجوان زراعت و کشتکاری سے ہٹائے جاکر فوج میں لے لیے[2] جاتے ہیں۔

---

[1] میں اسموقعہ پر مذہباً جواز یا ناجواز کے مسئلہ پر تو بحث نہیں کرسکتا۔ مگر اس بیان سے اختلاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قانوناً عیسائی یا غیر مسلم بالجبر مستثنے نہیں رکھے گئے۔ ہاں فوجی خدمت اونپر لازمی نہیں کیگئی۔ لیکن فرمان گلخانہ اور خط ہمایوں کے روسے عیسائی اگر چاہیں تو فوج میں داخل ہوسکتے ہیں۔ مگر ان نیک بختوں پر شاید حب وطن اسقدر غالب نہیں کہ وہ اپنے ذاتی آرام اور دولت کمانے کی پیشوں کو چھوڑ کر سپاہ گری اختیار کریں۔ فوجی خدمت کا بوجہہ صرف اکیلے مسلمانوں پر پڑنے سے بیشک اونکے ذاتی آرام و آسایش ثروت۔ ترقی نسل کو بہت نقصان پہونچ رہا ہی۔ اور وہ اسکی وجہ سے صنعت و حرفت اور زراعت وغیرہ میں جو ملکی اور ذاتی خوشحالی اور تمول کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جیسا کہ چاہیے مصروف نہیں ہوسکتے لیکن اسکے ساتھہ ہی یہ طریقہ کئی نہایت اہم فواید سے بھی خالی نہیں۔ ایک بڑا فایدہ یہی ہی کہ قوم سے سپہگری کا مادہ مفقود نہیں ہوسکا۔ اور اونکی جفاکشی صبر و تحمل اور حب الوطنی میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ اور یہ انہی اوصاف کی بدولت ہی کہ چند در چند زبردست اور مہیب اعداء کی صدیوں کی سر توڑ کوششوں کے باوجود ٹرکی کا وجود دنیا سے ناپید نہیں ہوا۔ میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور نیز حالت موجودہ پر تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد میں مفصل بحث کرچکا ہوں۔ شایقین اوسے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ مترجم

[2] سلطان عبدالمجید سے پہلے مسلمانوں کے لیے ہی فوجی خدمت ایک طرح سے اختیاری تھی (بقیہ بر صفحہ ۱۲۴)

۱/۵ ۲ انچ قطر کی جلد چلنے والی توپیں۔ اور سولہ سولہ مشین (کلدار) توپیں) مزید براں ہر ایک کے ساتھ تارپیڈو چلانے کی تین تین نالیاں ہیں۔ یہ تینوں فولاد سے بنے ہوئے ہیں۔ دو ۱۸۸۹ء میں اور تیسرا ۱۸۹۰ء میں سمندر میں اتارا گیا تھا

بیڑہ کے اس حصہ کے باقی جہاز بلا زرہ ہیں اور انکے تختے بھی بلا چادر ہیں۔ کروزر میالیس پر چار ۶ انچ قطر کی لمبی کرپ توپیں۔ چار ہلکی۔ اور دو کلدار توپیں نصب ہیں۔ مزید براں دو چھوٹی چھوٹی تارپیڈو کشتیاں بھی اوسپر موجود رہتی ہیں یہ جہاز ۱۸۷۹ء میں اتارا گیا تھا۔ وزن ۱۷۷ ٹن رفتار ۱۵ ناٹ (میل) اور انجنوں کی طاقت ۲۲ سو گھوڑوں کی ہے۔ چاروں گن بوٹوں میں سے ہر ایک پر ۴ انچ کی ایک ایک کرپ توپ اور تارپیڈو گودامی جہاز پر دو کرپ توپیں ہیں تارپیڈو کشتیوں پر صرف کلدار توپیں ہیں انکی رفتار فی گھنٹہ ۲۰ میل ہے مگر چونکہ وہ ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۵ء میں بنی تھیں اب وہ جدید ترین ساختگی نہیں رہ گئیں

محافظ ساحل بیڑہ میں سب سے زبردست جہاز آہن پوش اگن بوٹ باسلیس جارجیس ہے۔ اسکا طول ۲۴۵ فیٹ عرض ۳۶ فیٹ وزن ۲۱ سو ٹن۔ رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ ہے۔ وہ کم از کم ۱۴ ۲/۵ فیٹ گہرے پانی میں چل سکتا ہے۔ اور گو حفاظت ساحل کیلئے خاص کیا گیا ہے مگر کھلے سمندر میں دور دراز مسافت طے کر سکتا ہے۔ اوسپر دو کرپ توپیں ۲۱ سنٹی میٹر (۸ انچ) قطر کی۔ اور چار مشینی توپیں نصب ہیں۔ اوسکی عمر ۳۵ برس کی ہے۔ لیکن پھر بھی کارآمد متصور ہو سکتا ہے۔ اوس سے کمتر درجہ کے جہاز "بلا زرہ گن بوٹ موسومہ آموراکیا اور اکساتیون ہیں۔ انمیں سے ہر ایک پر ایک ایک ۱۰ انچ قطر کی کرپ توپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ اول الذکر ۱۸۸۱ء میں اور دوسرا ۱۸۸۵ء میں اتارا گیا تھا۔ اور وہی رفتار رکھتے ہیں جو انسے پرانے زرہ پوش اگن بوٹوں کی ہے۔ انکے علاوہ اس بیڑہ میں تین چھوٹے چھوٹے سرنگ لگانیوالے جہاز موسومہ آگیا لیدمونم واسیا۔ اور ناپاک تیا ہیں جو اوس کام کیلئے جو اونکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے ۱۸۸۱ء میں اتاری گئی تھے۔ مزید براں چھ اول درجہ کی۔ دو دوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو نارڈن فلٹ قسم کی زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں۔

کاروٹ قسم کا جہاز موسومہ ہیلاس کہنہ آہن پوش کاروٹ اولگا۔ ایک چوبی جہاز ۱۸۶۹ء کی ساخت اور ایک چھوٹا سا دو مستولی بادبانی جہاز تعلیمی جہاز ہیں۔ ہیلاس پر افسروں کی جماعت کے طلبا کو عملی تعلیم دیجاتی ہے۔ اسپر دو چھ انچ کی کرپ توپیں ایک جلد چلنے والی اور دو مشینی توپیں ہیں متذکرہ صدر جہازوں کے علاوہ بارہ اگنبوٹ اور شاہی کشتی موسومہ آمفی ٹرائٹ تعزیری کاموں کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ انمیں سے سات اگنبوٹ ۱۸۸۴ء کی ساخت ہیں۔ اور بنا برین انکو ایک حد تک تازہ اور نئی ساخت کے کہا جا سکتا ہے۔ انکے نام اشیلوس۔ الفیوس۔ یورڈٹوس۔ پی نیوس۔ کسا۔ کلکی۔ اور ایدون ہیں۔ یہ سب فولادی ہیں اور ہر ایک پر دو دو ساڑھے تین انچ کی کرپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ رفتار نو سے دس میل تک ہے۔ باقیماندہ پانچوں فی الحقیقت کہنہ کٹہرے ہیں۔ وہ ۱۸۵۶ء سے پیشتر کی ساخت ہیں۔ کسا۔ کلکی اور ایدون صرف ۸۶۔ ۸۶ ٹن کی ڈونگھیاں ہیں۔

فصل ششم ٹرکی کا نظام فوجی

۱۸۷۷-۷۸ء کی محاربہ روس و روم کے بعد (بقول افسر مذکور) ٹرکی کی مدافعانہ طاقت کو عموماً اوسکی واقعی مقدور و منزلت سے بہت گھٹا کر بیان اور قیاس کیا گیا ہے۔ یہہ درست ہی کہ جنگ مذکور سی کچھہ عرصہ بعد سلطنت کی اندرونی حصص میں مختلف اضلاع میں بغاوت برپا ہوجانے پر جب زبردست فوجی جمعیت کو فراہم کرنا ضروری ہوگیا تو ترکی فوج کی کمزوری از حد ہویدا و مبرہن ہوگئی مزید بران طریقہ اجتماع سپاہ بھی کئی اہم معاملات میں نہایت ناقص ثابت ہوا۔ اور جب سریع اجتماع کی ضرورت پڑی تو یہہ طریقہ بالکل ہی رہ گیا۔ اور کچھہ کام نہ دیسکا۔ تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ ٹرکی میں قوت مدافعت اور طاقت قیام کی ہمیشہ اسقدر مقدار موجود رہی ہے کہ اوسکی ذریعہ سی وہ نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی تصادم و صدمات کی مقاومت کرسکتی ہے۔ علاوہ بریں اس قوت و طاقت نے ثابت کردیا ہے کہ جب کبھی قوم و ملت کی وجود کیلئے خطرہ حادث ہوجائے تو وہ بلا استثناء ہر ایسے موقعہ پر غیر مترقبہ جوہر مردانگی دکھانی اور خلاف توقع کوشش کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔

موجودہ ترکی نظام فوجی کی بنیاد عام جبریہ خدمت کی بنیاد پر قایم ہے۔ مگر عملی طور پر نفس الامر میں اس قاعدہ کو ایسی ادہوری طریق سی عمل میں لایا جاتا ہے کہ اوس سی نہایت اہم بے ترتیبیاں اور بدانتظامیاں منتج ہوتی ہیں۔ قانوناً صرف مسلمان ہتھیار باندہ سکتی ہیں۔ اور بنابرین سلطنت کی غیر مسلم کثیر التعداد آبادی فوجی خدمت سی مستثنے ہوگئی ہوئی ہے۔ مگر اس بارہ میں قانون بھی مجبور ہے مذہب اسلام دیگر مذاہب کے معتقدوں کو ہتھیار باندہنی کا استحقاق نہیں دیتا[1]۔ علاوہ بریں کنسکرپٹوں" (یعنے جبریہ خدمت عاید شدگان) کو بھرتی کرتے وقت اونمیں سی اسقدر کو خدمت سی معاف کردیا جاتا ہے کہ اس سی بھی نہیں کہ عام آزردگی۔ ناراضی اور بیدلی پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ بھرتی شدگان کی قبایل کیلئے معاش کی دقت اور بسر اوقات مشکل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بحالات موجودہ جبریہ خدمت کا بوجہہ تقریباً کلہم میدانی دیہات کی رہنی والوں پر پڑتا ہے۔ جسکا دوسرے لفظوں میں یہہ مطلب ہے کہ مضبوط اور قابلترین نوجوان زراعت و کشتکاری سی ہٹائے جاکر فوج میں لے لیئے[2] جاتے ہیں۔

---

[1] میں اسموقعہ پر مذہباً جواز یا ناجواز کی مسئلہ پر تو بحث نہیں کرسکتا۔ مگر اس بیان سی اختلاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قانوناً عیسائی یا غیر مسلم بالجبر مستثنے نہیں رکھے گئے۔ ہاں فوجی خدمت اونپر لازمی نہیں کیگئی۔ لیکن فرمان گلخانہ اور خط ہمایوں کی روسی عیسائی اگر چاہیں تو فوج میں داخل ہوسکتی ہیں۔ مگر ان نیک بختوں پر شاید حب وطن اسقدر غالب نہیں کہ وہ اپنی ذاتی آرام اور دولت کمانی کی پیشوں کو چھوڑ کر سپاہ گری اختیار کریں فوجی خدمت کا بوجہہ صرف اکیلی مسلمانوں پر پڑنے سی بیشک اونکی ذاتی آرام و آسایش ثروت۔ ترقی نسل کو بہت نقصان پہونچ رہا ہی۔ اور وہ اسکی وجہہ سے صنعت و حرفت اور زراعت وغیرہ میں جو ملکی اور ذاتی خوشحالی اور تمول کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جیسا کہ چاہیئے مصروف نہیں ہوسکتی لیکن اسکی ساتھہ ہی یہ طریقہ کئی نہایت اہم فواید سی بھی خالی نہیں۔ ایک بڑا فایدہ یہی ہی کہ قوم سی سپہگری کا مادہ مفقود نہیں ہوسکا۔ اور اونکی جفاکشی صبر و تحمل اور حب الوطنی میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ اور یہ انہی اوصاف کی بدولت ہی کہ چند در چند زبردست اور مہیب اعداء کی صدیوں کی سرتوڑ کوششوں کی باوجود ٹرکی کا وجود دنیا سی ناپید نہیں ہوا۔ میں اس مسئلہ کی تمام پہلوؤں اور نیز حالت موجودہ پر تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد میں مفصل بحث کرچکا ہوں۔ شایقین اوسی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ مترجم

[2] سلطان عبدالمجید سی پہلے مسلمانوں کی لیئے ہی فوجی خدمت ایکطرح سے اختیاری تھی (بقیہ بر صفحہ ۱۲۴)

ترکی فوج جن لوگوں سے تیار کیجاتی ہے اونکو جسمانی بناوٹ اور ساخت نہایت عمدہ ہے۔ وہ ضبط، توانا، سادگی پسند اور عملی خانگی تربیت و معاشرت اور مذہب نے اونکو تابعداری کرنے۔ پرہیزگاری، نفس کشی اور سخت امور کا عادی بنا دیا ہوا ہوتا ہے چنانچہ وہ ماہر ہاتھوں (یعنے قابل افسروں کی نگرانی ماتحتی میں) نہایت خوفناک ہتھیار بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مذہب جو ترکی سپاہی کی معاشرت اور پوسیدگی میں اہم جزو ہے۔ وصف تابعداری اور نظام و ترتیب کو پیدا اور مضبوط کرنے کیلئے نہایت زبردست ذریعہ ہے۔ سپاہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوتی ہے۔ ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونے یا امام رخصت کی بعد سے زیادہ عرصہ ٹھیرے رہنے کی خطا سے درگذر ہو جائے تو ہو جائے۔ لیکن نماز سے غیر حاضر ہونے کی خطا کبھی معاف نہیں ہوتی اور بڑی سختی سے سزا دیجاتی ہے۔ مذہبی احکام کی ہر جگہ بڑی تقید سے تعمیل کرائی بلکہ کی جاتی ہے۔ مگر ناظرین اس سخت مذہبی پابندی سے ترکوں کا مذہبی تعصب ہوا قیاس نہ کرلیں۔ اس پابندی اور تعصب میں ہزاروں کوس کا فرق ہے۔

لفٹنٹ جنرل وان ڈر گولز پاشا جو ترکی نظام فوجی کے جزو و کل سے بخوبی واقف ہے۔ اور جو جنگ حمن دونوں زمانوں میں ترک افسروں اور سپاہیوں کی اوضاع و اطوار اور عادات و کیرکٹر کو بڑے غور سے دیکھتا رہا ہے۔ اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ زمانہ حال کی شکستوں کے باوجود ترکی فوج پر یا یوسی اور مردہ دلی مستولی نہیں ہوسکی۔ وہ اپنی سابقہ فتوحات کو نہیں بھولی۔ اونکی یاد دلوں میں ابتک تازہ ہے جو اوسکے حوصلوں اور امنگوں کو بڑھائے رکھتی ہے۔ غریب سے غریب دیہاتی ہے محتاج ترک بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ مختلف الانواع قوموں کی مجموعی بے تمیزی پر حکومت کرنیوالی قوم کا فرد ہے۔ اور ان محکوم قوموں پر فوقیت رکھتا ہے۔ فیلڈ مارشل مولکی نے بالکل درست کہا ہے "کسی ترک سے دریافت کرو اور اوس امر کا اعتراف سے ذرہ بھر تامل نہ ہوگا کہ علم و ہنر دولت و ثروت طاقت و قوت اور ہمت و اولوالعزمی میں یورپین اوسکے اپنے وطن سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اس اعتراف کے باوجود اوسکے دل میں کبھی اس بات کا وہم و گمان تک نگذریگا کہ اسقدر خوبیاں رکھنے کی باوصف بھی کوئی فرنگی کسی مسلمان کے برابر ہو سکتا ہے"۔

یہ درست ہے کہ ایسا گمان بسا اوقات خودرائی کا مناسب اور مضر وصف پیدا کرنیکا موجب ہو جاتا ہے۔ لیکن مسلمہ امر ہے کہ اگر سپاہی کو اپنی ذات پر ایسا گمان ہو تو اوس سے نہایت مفید کام نکل سکتے ہیں۔ اگر سپاہی کے دل میں یہ پختہ یقین جما ہوا ہو کہ وہ ایک برگزیدہ و مقبول قوم کا فرد اور نائب ہے۔ تو اس سے اوسمیں خود بخود یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ میرا سب سے اول یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو بلند قومی منصب و افتخار کے قابل ثابت کروں

ترکی سپاہی کو اپنی ابتدائی خانگی تربیت اور طرز معاشرت سے فوجی تعلیم و تربیت اور پابندی کے قابل بننے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس تربیت و معاشرت کی بدولت ہی بجائے خود نہایت مفید چیز ہے۔ غریب سے غریب دہقان یا کسان کے بچہ کو بھی ویسی ہی احتیاط

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس سلطان نے اسباب کی بہتری کو معاش کا معاوضہ تقرر کیا۔ اور ہر روز پیمانہ مقرر کر دیا۔ سلطان نے اپنے تقرر معاوضہ کا قاعدہ کو بالکل منسوخ کر دیا ہے قسطنطنیہ کو مسلمانوں نے فاتح کے وقت سے جو تنخواہ پاتے تھے اب اُنکے لیے بھی تجویز ہو سکتی ہے۔ خدمت کو ذاتی لڑکے کی تجویز ہو سکتی ہے۔ جو بالعموم درگاہ خدمات سے منظور ہو جاتے ہیں۔ مترجم

اور التزام کے ساتھ آداب مجلس اور اخلاق معاشرت سکھائے جاتے ہیں جس سے کہ امرا اور متمولین کی اولاد کو۔ اس غریب کو نیچے کو بھی بعینہ وہی آداب بجا لانے کی فقرات۔ دوسرے کو مخاطب کرنے کے وہی طریقے۔ خیریت و مزاج پرسی وغیرہ کے متعلق رسمی روایتی سوالات کے وہی جواب۔ والدین کے آنے پر سر دبانا کھڑے ہو جانے یا بہت تک بڑا مخاطب نہ کرنے مجلس میں خاموش بیٹھے رہنے وغیرہ وغیرہ وہی عادات اور چہرہ پر وجاہت و خودداری اور وقار کو بشرہ کو قایم رکھنے اور اوس پر کسیطرح کی کوئی علامت حزن و مسرت وغیرہ کی ظاہر نہ ہونے دینے کی وہی عادت سکھائی جاتی ہے۔ جو کہ ایک امیر کے فرزند کو۔

اسطرح سے بڑوں اور حاکموں کا ادب اور بزرگوں اور حکام کی تابعداری کرنا کہ ادب کرنے والا اپنی خودداری ذاتی وجاہت اور مساوات کا احساس کو بھی تھہ سے نہ دیا ہو۔ اور یہ بات جو ترکوں میں پائی جاتی ہے ایسی خوبیاں ہیں کہ اونسے بھی جمہور اور عام کو بہت کچھ متحقق کرنے کا کام میں بہت مدد ملتی ہے۔ اور یہ ہے مختلف المذہب و القوم اقوام کے مجمع میں بننے ترک گھری ہوئی ہیں۔ بالکل الگ تھلگ اور منفرد ہونے کے احساس سے خوب مضبوط و مستحکم ہو گیا ہے۔

ترکوں میں یہ قابلیت ہی نہیں کہ وہ دیگر ممالک میں اجنبی حکومت کے ماتحت ہمیشہ کے لیے زندگی بسر کر سکیں۔ اگر کسی ترک کو یہ موقعہ پیش آیا تو وہ خود بخود اپنی طبیعت و تربیت سے مجبور ہو کر اپنے اپنے وطن اور رفقا کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی سے جو صوبہ آزاد یا الگ ہوئے ہیں گو اکثر صورتوں میں اس تغیر حکومت سے ذاتی خوشحالی اور تمول کو بڑھنے میں بہت آسانیاں ہو جاتی ہیں مسلمان وہاں سے بتدریج مہاجرت کر جاتے ہیں۔ اب تک صرف ایک وسنی حکومت اپنی نئی مسلمان رعایا کو حالات متغیرہ پر راضی مند بنا کے اور اپنے وطن مالوف سے وابستہ رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ یا اب کچھ عرصہ سے آسٹریا کی نسبت بھی یہی کہا جا سکتا ہے جسکو بوسنیا میں ایسی ہی کامیابی ہوئی ہے۔[1]

بالآخر ٹرکی کو متعلق بحث کرتے وقت اوس انتہا اقتدار کو بھی بالالتزام مدنظر رکھ لینا واجب ہے۔ جو اوارباب یا بادشاہ کی ذات تو الگ رہی محض اوسکے نام کو بھی اپنی رعایا پر حاصل ہے۔ حکمران بادشاہ بحیثیت فرمانروا خواہ ہر دلعزیز ہو یا نہ ہو۔ ہر حالت میں اوسکے احکام مسلمانوں کی نظروں میں قانون بلکہ احکام قضا و قدر کے برابر ہوتے ہیں۔ وہ احکام ناقابل تنسیخ و ترمیم ہیں۔ وہ ایک ایسی طاقت ہے جسکی کوئی مزاحمت اور جسکے برخلاف کوئی اپیل نہیں ہو سکتی جب سلطان کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کر دے تو پھر تمام بحث مباحثہ ختم ہو جاتا ہے۔ اوسکی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کو خانگی معاشرت تک میں دخل حاصل ہے اور درزہ وزی سے معاملوں میں کامل اثر رکھتی ہے۔ یعنی عام معاشرت کے متعلق جس امر کو سلطان ناپسند کرے اوس سے گھروں کی محفوظ چار دیواری اور حرم کو اندر بھی بالعموم اجتناب

[1] اسکی تصدیق ایک حال کی ہی واقعہ سے ہو رہی ہے دسمبر گذشتہ میں سلطان المعظم جب قیصر و جرمنی کو وداع کر کے سلطان کو واپس جا رہے تھے تو رعایا نے جو شہروں کی دونوں طرف اور مکانوں کی چھتوں پر پر ہما مذہبی کھڑے تھے خوشی کے نعرے مارنے اور تالیاں پیٹنی شروع کیں۔ آخر الذکر حرکت کو علمائے نے اسلامی آداب کی شان سے بعید تصور کیا۔ اور غازی عثمان پاشا سے جو بالمقابل بیٹھے تھے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ غازی موصوف نے اوسی وقت کھڑے ہو کر ایک بہادر کو بلا کر یہ امر بتا دیا اور چند لمحوں میں منشاء سلطانی سے کل حاضرین کو اطلاع ہو گئی۔ اور پھر کسی نے تالی نہ بجائی۔ منہ جمع

[2] چند سطریں کٹ گئی ہیں اس قول و قیاس کی تردید کر دی ہے۔ روسی صوبجات قازان کریمیا قفاز وغیرہ

کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں بینظیر وصف ضبط نفس کے ساتھ راضی برضا رہنے کی صفت بھی بالاستحکام راسخ ہے۔ عموماً ہر مسلمان فرد منشا ایزدی یا بالفاظ دیگر نوشتہ قسمت پر فی الفور راضی و شاکر ہو جاتا ہے۔ ان اوصاف کے علاوہ بقول گولز پاشا ترکی سپاہی کی سب سے بڑی اور نہایت کارآمد اوصاف یہ ہیں کہ وہ سادگی و اعتدال پسند اور سلامت رو ہے۔ قوم کے نوجوانوں میں مے نوشی کی برائی بالکل عنقا ہے۔ اور عشرت پسندی کے لوازمات بھی جو یورپ کے نوجوانوں کے حصہ کثیر کی عمریں برباد کرنے کا باعث ہو رہے ہیں تقریباً مفقود ہیں۔ فوج میں داخل ہونے کے وقت تک ترکی سپاہیوں کی طرز معاشرت سادہ اور صحت بخش ہوتی ہے۔ اور گو اونکی بسر اوقات عموماً مفلسانہ ہوتی ہے۔ مگر یہ افلاس ویسا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نہایت گنجان آبادی رکھنے والے مغربی یورپ کی اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اور جسکی بدولت وہاں کے اکثر رہنے والے چھوٹی عمر میں ہی فکر معیشت اور دقت معاش کی وجہ سے غلیظ اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ ترک کی کمر محنت و مشقت سے جیسا کہ ہمارے صنعتی شہروں کے باشندوں کا حال ہے قبل از وقت خم نہیں ہو جاتی اور وہ نسبتاً بہت ہی زیادہ عمر تک ہتھیار باندھنے اور میدان کارزار میں شریک ہونے کے قابل[1] رہتا ہے۔ فوج میں زیادہ تر وہ لوگ داخل کیئے جاتے ہیں جنکا آبائی پیشہ دہقانی شبانی اور صید و شکار چلا آتا ہے۔ طبقہ صناعان و کاریگران میں سے شاذ ہی کوئی شخص عساکر عثمانیہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اکثر سپاہی اوائل عمر سے اسلحہ کے استعمال سے مانوس ہوتے ہیں۔ اور فوجی خدمت کے زمانہ میں اونکو عموماً اوسی طرز معاشرت اور طریق بسر اوقات کا اعادہ و تکرار کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہ اپنی خانہ بدوش طرز زندگی یا سفر و سیاحت کی بدولت پہلے ہی سے مانوس ہوتے ہیں۔ نئے رنگروٹ کو باقاعدہ سپاہ میں داخل ہونیکے قابل بنانے کے لیئے بہت کم مشق و قواعد اور تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ترکی صیغہ جنگ بالکل خام رنگروٹوں کو شروع ہی سے تربیت یافتہ اور قواعد دان سپاہیوں کی پلٹنوں میں داخل کر دینے سے کبھی نہیں جھجکتا۔ فن حرب کے اسرار و نکات کے متعلق جن تھوڑی بہت باتوں کے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اونہیں نئے رنگروٹ چند دنوں میں کہن خدمت رفقا سے خود بخود سیکھ لیتے ہیں۔

جو رنگروٹ فوج نظام (یا کارکن فوج) کے ساتھ کام دینے کے لیئے طلب کیئے جاتے ہیں اونکو دو صنفوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک صنف کے لوگ تین برس فوج نظام میں۔ تین برس ریزرو (احتیاط) میں آٹھ برس لینڈ وہر (ردیف) میں اور چھ برس لینڈ سٹرم (مستحفظ) میں کام دیتے ہیں۔ ایسے رنگروٹوں کی سالانہ تعداد ۴۵ ہزار بتائی جاتی ہے۔ دوسری صنف کے رنگروٹ پانچ سے لیکر نو مہینوں تک نظام میں رکھے جاتے ہیں۔ بعد ازاں اونہیں اس شرط پر گھروں کو واپس کر دیا جاتا ہے کہ جب ضرورت ہو وہ کارکن فوج میں شامل ہونے کے لیئے بلا لیئے جائینگے۔ ایسے رنگروٹوں کی سالانہ تعداد بیس ہزار مقرر ہے۔ ان اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر سال تقریباً ۶۵ ہزار نئے آدمیوں کو فوجی قواعد سکھائی جاتی ہے۔ مگر چونکہ سب کو یکساں میعاد کیلیئے خدمت نہیں دینی پڑتی۔ اسلیئے فوجی خدمت

---

[1] چند مہینے ہوئے دمشق میں ایک ترک سوا سو برس سے زیادہ عمر کا ہو کر فوت ہوا اوسنے نوے برس ملک کی فوجی خدمت کی تھی۔ ایسی مثالیں ترکی میں شاذ نہیں ہیں بلکہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مترجم و مؤلف [2] سلطنت عثمانیہ میں ہر سال ایک لاکھ بیس ہزار نوجوانوں پر (باستثنا خانہ بدوش قبائل کے) فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے۔ انمیں سے تقریباً ۲۵ ہزار جسمانی کمزوری یا ناقابلیت کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ تیس ہزار اسلیئے

بقیہ بر صفحہ ۱۲۷

کی قلیلیت بھی سب میں یکساں مقدار و انداز کی پیدا نہیں ہوتی۔ انکی علاوہ مستوجبان خدمت اشخاص کی ایک اور بھی جماعت ہے۔ اسمیں تین ہزار آدمی ہیں جو صرف ۱۵۰ اتواروں کو مشق و قواعد سیکھتے ہیں۔ جرمنی میں بھی پہلے ایک اسیطرح کی جماعت تھی۔ اس صنف کے اشخاص صرف بہرتی کے کام میں مدد دینے کو لیے گھروں سے بلائے جاتے ہیں۔

زمانہ امن میں ترکی فوج کی جمعیت ٹائیٹل اور سیکڑے جمہور کر سوا دو لاکھ اندازہ کیجا سکتی ہے۔ ریزرو سپاہ کی طلبی اور اجتماع افواج سے یہ تعداد تین لاکھ اسی ہزار ہو جاتی ہے۔ وہ ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی جو گود ہوں۔ فوجی چھاونیوں اور چوکیوں میں بھیجے رہینگے۔ انسے ماسوا ہونگے۔

لینڈ وہر (ردیف) کی چھ لاکھ اشخاص میں سے ابھی تک صرف دو لاکھ اسی ہزار کو اور لینڈ سٹرم (مستحفظ) کی تین لاکھ میں سے ..... صرف ایک لاکھ اسی ہزار کو تواعد وغیرہ سکھائی گئی ہے۔ اس حساب سے بزمانہ جنگ فوج کی انتہائی جمعیت کا اندازہ ۱۰ لاکھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر مجاہدین یا باشی بزوقوں کی تعداد جو شماروں میں ہزاروں سے کم نہیں ہوتی ان اعداد میں شامل نہیں۔

سلطنت عثمانیہ چھ جنگی اضلاع میں منقسم ہے۔ بزمانہ امن ہر ایک میں ایک کارکن فوج کا ایک ایک آرمی کور رہتا ہے۔ بزمانہ جنگ اس کے علاوہ ہر ایک ضلع لینڈ وہر افواج کی دو دو لینڈ سٹرم سپاہ کا ایک ایک آرمی کور بہم پہونچاتا ہے۔

کارکن فوج میں سر دست رائفل برادروں کی ۵۱ پلٹنیں۔ دو دو پلٹنوں کی دو دو رجمنٹیں فوجداری طرز کی۔ چار چار پلٹنوں کی ۶۳ اور تین تین پلٹنوں کی تین انفنٹری رجمنٹیں اور علاوہ بریں ستر پلٹنیں (جو کسی آرمی کور میں شامل نہیں) یعنے جملہ ۲۹۷ پلٹنیں ہیں۔ دوسری اور تیسری آرمی کوروں کی پلٹنوں کی نام نہاد جمعیت آٹھ آٹھ سو آدمیوں کی ساور باقیماندہ آرمی کوروں اور ڈویژنوں کی پلٹنوں کی بارہ بارہ سو آدمیوں کی ہے۔ مگر فی الحقیقت اسقدر آدمی کبھی نہیں ہوئی۔ تعداد مقررہ سے

تیہ صفحہ سابقہ) بری ہو جاتے ہیں کہ کل خاندان کی گذارہ کا دارومدار وہیں پر ہوتا ہے۔ چالیس پچاس ہزار دل تنخواہ یعنے فوج نظام میں پوری مدت کے لیے جاتے ہیں۔ اور بیس پچیس ہزار دوم تنخواہ میں۔ یعنے انکو ایک دو ماہ تواعد سکھا کر شروع ہی سے فوج ریزرو میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ محاربہ یونان کے شروع ہونے پر ایک معتبر نے بخارا کی ترکی فوج کی جمعیت حسب ذیل لکھی تھی۔

فوج نظام پانچ لاکھ تیس ہزار ہے جس میں سوا لاکھ پوری تواعد دان اور تربیت یافتہ ایک لاکھ ۳ ہزار نیم تربیت یافتہ اور ڈیڑھ لاکھ بالکل غیر تربیت یافتہ۔ فوج ردیف چھ لاکھ جنمیں سے دو لاکھ اسی ہزار پوری تواعد دان اور باقیماندہ نیم یا مطلقاً غیر تواعد دان فوج مستحفظ جسمیں آدھے پوری تواعد دان ہو تین لاکھ ۲ ہزار۔ میزان کل ۱۴ لاکھ تو سے ہزار جنمیں سے سات لاکھ ۸ ہزار پوری تواعد دان ایک لاکھ تیس ہزار کسیقدر کم تواعد دان اور چھ لاکھ پچاس ہزار نیم یا غیر تواعد دان ترکی سپاہی کی اوصاف ایسے مشہور ہیں کہ انکی زیادہ تشریح کی ضرورت ہو یہ درست ہے کہ ترکی کی طاقت اس وقت ایسی نہیں جیسی کہ بیس برس گذشتہ کو تھی۔ اور "جنگ کے لگ و ریشہ" یعنی روپیہ کی بھی کمی ہے۔ لیکن اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ یورپ میں کسی جنگ عظیم کے برپا ہونے پر ترکی تو اب بھی دول یورپ کی مساوات کو قائم رکھنے وقت بہت بڑا اثر رکھیگی۔" ۱۲ پیدل فوج پلٹنوں کی ہے۔ اب یمن و حجاز کے باشندوں و خانہ بدوش قبایل پر بھی فوجی خدمت لازمی ہو گئی ہے۔ ۱۲ (اضافات قلمیہ) ہے یا ہونیوالی ہے۔ مزید توضیح کیلیے دیکھو کتاب گلشن الحق و مرقع الاسلام۔ حالات آب و ہوا کارکن اور ماتحت فوج پیدل میں چند ماہ ہوئے چھپ

جمعیت کچھہ کم ہی رہتی ہے۔ کیولری ساڑھے چھہ سو گھوڑوں کی ۳۹ رجمنٹوں پر مشتمل ہے۔ آرٹلری فوج (توپخانہ) میں پانچ ڈویزن اسپی توپخانہ کی اور تین ڈویزن (جو ۳۲ رجمنٹوں پر منقسم ہیں) میدانی اور کوہی توپخانہ کی ہیں۔ ان کل ڈویزنوں میں چھہ چھہ توپوں کی ۱۵۔ اسپی۔ ۱۶۹ میدانی اور ۴۴ کوہی باتریاں ہیں۔ قلاعی توپخانہ میں چار چار اور تین تین پلٹنوں کی ۵ رجمنٹیں ہیں۔ دستہ انجنیران میں چار میدانی پلٹنیں تین کمپنیاں سفر مینا کی اور چار کمپنیاں قلاعی "پاونیروں" (بیلدار سپاہیوں) کی ہیں۔ متذکرہ صدر افواج کے علاوہ ایک ڈویزن قطار باربرداری کا اور چار پلٹنیں میگزینی یعنی توپخانہ متعلق بہ سلح خانہ کی ہیں۔ یہہ کل افواج سات آرمی کوروں میں مرتب ہیں۔ جنکے صدر مقام نمبردار قسطنطنیہ۔ ایڈریانوپل۔ مناسطر۔ ارض روم[1] دمشق بغداد اور یمن میں ہیں۔ الاحسا۔ طرابلس الغرب۔ اور کریٹ[2] میں ایک ایک ڈویزن الگ رہتا ہے۔ جو کسی آرمی کور کے تابع نہیں۔ پہلے چھہ آرمی کوروں میں سے ہر ایک میں دو انفنٹری ڈویزن۔ تین بریگیڈوں کا ایک ایک کیولری ڈویزن اور دو رجمنٹوں کی تین آرٹلری بریگیڈ جو تین تین باتریوں کی دو ڈویزنوں اور ایک اسپی ڈویزن پر مشتمل ہیں۔ ایک ایک پلٹن انجنیروں کی۔ اور تین تین رسالے قطاری ڈویزن کے ہیں۔ ایک انفنٹری ڈویزن میں ایک پلٹن رائفل برداروں کی علاوہ دو بریگیڈ اور ہر بریگیڈ میں دو سے لیکر تین تک رجمنٹیں ہوتی ہیں۔ ساتویں آرمی کور میں فوج سواران اور توپخانہ نسبتاً بہت کم ہے۔ چونکہ چوتھے آرمی کور کی نظام سپاہ کی فوج سواران ایک کامل کیولری ڈویزن بنانے کے لیئے کافی نہ تھی۔ کور مذکور کے ضلع میں ایک قسم کی ملیشیا کیولری وہاں کے کرد قبایل کی امداد سے عساکر حمیدیہ کے نام سے تیار کیگئی ہے۔ جسمیں چھہ چھہ سو سواروں کی چھہ[3] رجمنٹیں بتائی جاتی ہیں۔

جب کل اقسام کی فراہمی کا حکم صادر ہو تو پہلے چھہ سو آرمی کوروں میں سے ہر ایک فوج ردیف کے چار ڈویزن بہم پہونچاتا ہے جنکے لیئے ضروری سٹاف زمانہ امن میں بھی قایم رکھا جاتا ہے۔ اور کارکن فوج سے ان ردیفی ڈویزنوں کے لیئے مطلوبہ کیولری اور آرٹلری بہم پہونچا دیجاتی ہے۔ ہر ڈویزن کو کیولری کے علاوہ ایک ایک آرٹلری رجمنٹ ملجاتی ہے۔ ردیفی پلٹنوں کی جمعیت چھہ سو سے لیکر ایک ہزار آدمیوں تک کی ہوتی ہے۔ فوج مستحفظ چھہ سو سے لیکر ایکہزار تک آدمیوں کی جمعیت رکھنے والی پلٹنوں میں منقسم ہے۔ اس فوج کے آدمیوں سے (بزمانہ جنگ) قلعداری اور چھاونیوں وغیرہ کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔ ترکی فوج پیدل مارٹینی ہنری

---

[1] گو یہہ مقام چوتھے آرمی کور میں ہی نہیں بلکہ کل سلطنت میں سب سے زیادہ فوجی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن وہ صدر مقام نہیں چوتھے کور کا صدر مقام قصبہ ارزن گیہان میں ہے۔ مترجم [2] افسوس اس کتاب کے لکھے جانے کے چند ماہ بعد یہ جزیرہ ترکی کے فوجی قبضہ سے بالکل آزاد ہوگیا ہے اور ڈویزن چھوڑ اب اسمیں ایک کمپنی بھی ترکی فوج کی مقیم نہیں۔ ۱۸۹۸ء کی آخری سہ ماہی میں ترکی افواج نے جزیرہ مذکور تقریباً بالکل خالی کر دیا۔ جو زیادہ تر مقدونیہ اور البانیا کو بھیجی گئی۔ مترجم [3] ایک واقفکار اور باخبر مصری اخبار کا بیان ہے کہ چوتھی پانچویں اور چھٹی جنگی اضلاع میں دو لاکھ سے زیادہ سوار عساکر حمیدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ طرابلس الغرب میں بھی جہاں دو برسوں سے تقریباً کل آبادی حفاظت ملک و ملت کے لیئے مسلح کیجا رہی اور قواعد دان بنائی جا رہی ہے چند مہینوں سے عساکر حمیدیہ کی بنا قایم کر دیگئی ہے اور اب تک (مارچ ۱۸۹۹ء) تقریباً چار ہزار سوار تیار ہو چکے ہیں

رائفلوں سے مسلح ہو۔ جنگ روم و روس میں اوسکے پاس یہی رائفل تھی نشانہ کی درستی اور آتشباری کی سرعت دو باتوں کی لحاظ سے یہ ہتھیار نہایت ہی کارآمد اور قابل تعریف ہے۔ موجودہ صدی کی آٹھویں عشرہ کو ختم ہونے کے قریب ترکی گورنمنٹ نے آٹھ کارتوس کا میگزین رکھنے والی سرا رائفل سے اپنی فوج کو مسلح کرنیکا فیصلہ کیا۔ اور پانچ لاکھ رائفلوں کی خریداری کا حکم نافذ ہوگیا۔ مگر ۱۸۷۷ء میں جب دیگر تمام یورپین سلطنتوں نے چھوٹی نالی کی رائفلوں کا استعمال شروع کیا۔ تو ترکوں نے بھی اوسی قسم کی رائفلوں کو پسند کرکے دو لاکھ کی خریداری کا حکم دیدیا۔ یہ رائفل جسے ترکوں نے اختیار کیا ہے۔ مجیم کی فوج کی رائفلوں سے بہت ہی مشابہ ہے اور اکثر باتوں میں آسٹریا کی فوج کی مان لیشر رائفل سے ملتی جلتی ہے۔ آخرالذکر رائفل ترکی سپاہیوں کے لیے نہایت مناسب ہے کیونکہ اوسکے استعمال میں کسی زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں اور دیرپا بھی اچھی ہے۔

چھوٹی نالی کی رائفل کی خریداری سے پہلے پانچ لاکھ رائفلیں اور اینکو کارتوس قسطنطنیہ میں موصول ہوچکے تھے۔ اور عنقریب اونکی تقسیم شروع ہونیوالی تھی۔ مگر جدید رائفل کے جو جہ سے اونکی تقسیم ملتوی کردیگئی۔ یہ رائفلیں ابتک میگزینوں میں بند ہیں اور تاحال صرف ایک ڈویژن کے تقسیم کیگئی ہیں۔

توپخانہ کی سلحہ کے متعلق مختلف پوزیشن مشہور ہیں۔ ترکی میدانی توپخانہ میں ۸ سنٹی میٹر (۳۲ء۳ انچ) قطر کی آہنی باتریوں میں ۱۲ سنٹی میٹر (تین انچ) کی اور کوہی باتریوں میں ۱۲ سنٹی میٹر (۲۷ء۲ انچ) کی توپیں ہیں۔ چار آرمی کوروں میں چھ چھ توپوں کی چھ چھ باتریوں کی چھ چھ جمٹیں ہیں۔ بغداد کو آرمی کور میں ۷ باتریاں اور یمن کی آرمی کور میں ۴ باتریاں ہیں۔ توپخانہ کی تین اقسام میں سے میدانی توپخانہ بر جنگی۔ خوش اسلوبی اور تیاری میں بلاشک و شبہ سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسکو فوقیت پہلے اجنبی تالیقوں (کرکوسکی۔ وینٹ وغیرہ) متذکرہ صدر مشیر عسکری پاشا کی طفیل جو حال میں فوت ہوا ہے حاصل ہوئی ہو یہ نیک مرد سالہا سال دراز تک مسلسل اور انتھک جدوجہد سے آخر ترکی توپچیوں میں پرشوی رنگ و جودت کی روح پھونکنے میں باحسن وجوہ کامیاب ہوگئے۔ دیگر فوجی مہموں کو ترکی افسروں کو برعکس جو اپنے اپنے صیغوں میں اجنبی اتالیقوں کی اتالیقی کا کوئی معتدبہ نمایاں اثر نہیں پاتے۔ اس صیغہ کو ترکی افسر جو من اتالیقوں کو احسانات کو صدق دل سے معترف ہیں۔ اور حق الامر یہی ہے کہ کسی اجنبی کو متذکرہ صدر اتالیقان توپخانہ کی برابر اقتدار و رسوخ حاصل نہیں رہا۔

کرپ نے ۱۸۷۶ء کی مہم (ہرسیاوا سٹریا) کو ختم ہوتے ہی اپنی ساختہ اتوپ کو ترکی میں رواج دلانے کی کوشش شروع کردی تھی۔ شروع شروع میں صیغہ توپخانہ کا انسپکٹر جنرل اصیل پاشا جسنے انگلستان میں تعلیم و تربیت پائی تھی اور بنابرین انگریزی کلی جانتا تھا۔ آرمسٹرنگ کی اتوپ اور ہر ایک انگریزی چیز کا بڑا مداح اور طرفدار تھا۔ اوسکی بڑی مخالفت کی۔ مگر کرپ اس مخالفت پر غالب آگیا۔ اور ساتویں عشرہ میں کرپ اتوپ کو استعمال کا قطعی فیصلہ ہوگیا۔ چنانچہ اسوقت میدانی توپخانہ کے لیے کلہم ۱۲

لہ مارہ دوم ولیعہد کی زمان میں پاشا دیوان کی افواج کو لیئے ان رائفلوں کی بھدا کثیر قسطنطنیہ بھیجی گئی تھی۔ اور اسکا کارخانہ توپخانہ کی فوج میں سے ہی چند ایک پلٹنیں ان سے مسلح تھیں مترجم لہ ۱۲ ہجری کا غاز ۱۸۷۶ء میں فوت ہوگیا اور کا کارخانہ توپخانہ کی ترقی بھی عقل تک ہوجاتی ہے۔

طلعوں کے لیے اکثر توپیں یورپ کے کارخانہ سے ہی منگوائی جاتی ہیں۔

یونان سے لڑائی چھڑ جانے کو تقریباً یقینی احتمال کے علاوہ جزیرہ نما بلقان میں اور دشمنوں کے بھی پیدا ہو جانے کے گمان غالب کیوجہ سے تمام دنیا کی نظریں یورپین ٹرکی کی اول و دوم و سوم قسم کی آرمی کوروں کی طرف جنکے ہیڈ کوارٹر علے الترتیب قسطنطنیہ ایڈریانوپل اور سالونیکا میں معطف ہوگئی۔ آخر الذکر آرمی کور باقی دونوں کی نسبت یونان سے چونکہ قریب تر ہیں موقع پر امور تھا وہ لڑائی سے بہت عرصہ پہلے کا جنگی پیمانہ پر مضبوط و مستحکم کر دیا گیا تھا۔ دس پلٹنیں قسطنطنیہ کی اپنے اول آرمی کور کی اور ۳ پلٹنیں پانچویں (دمشق) آرمی کور سے جملہ ۲۳ پلٹنیں بطور کمک بھیجدی گئی تھیں۔ خود اس تیسری آرمی کور میں اپنی حسب ذیل فوج تھی۔ دو انفنٹری ڈویزن (یعنے چار انفنٹری بریگیڈ) نفنٹری رجمنٹیں۔ ۱۲ پلٹنیں)۔ دو پلٹنیں ٹائی بیگرد کی سرحد کے محافظ دستہ کی۔ دو ایفیل یہ دار پلٹنیں۔ پانچ پانچ سالوں کی چھ رجمنٹوں یا تین بریگیڈوں کا ایک کیولری ڈویزن۔ دو رجمنٹوں کی تین بریگیڈ میدانی توپخانہ کی جو ۳۶ بٹریوں کی دو ڈویزنوں میں منقسم تھی۔ ایک ڈویزن ہیوی توپخانہ کا ایک پلٹن پانیروں کی۔ ایلپٹن قلعہ بندی کی اور ایک ٹیلگرافی کمپنی۔ تیسری آرمی کور کی اس سپاہ کی فراہمی و اجتماع کے ساتھ ہی یورپین علاقہ کے مشرقی اضلاع اور ایشیا کو جانے سے نظام فوج اور غیر وارد سپاہ کو بھیجے جانے کا حکم صادر کیا گیا تاکہ یونان کے میدان جنگ میں لانے کے لیے اسی ہزار فوج جمع ہو جائے۔

ترکی سپاہ کی فوجی تربیت یورپین معیار کے مطابق کیساتھ مجموعہ اور کہیں من حیث الانفراد بیشک ناقص اور نامکمل ہے۔ مگر اس سے ہمارا یہ دکھانا کہ ترکی فوج کی تیاری اور قابلیت کے متعلق غیر مفید نتیجہ کا نکالنا کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے بیانات کو دشمن کی کمزوریوں کو چھپانے کی ہمیشہ ہی ضرورت ہوا کرتی ہے اور اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض قبیلوں کی آدمی تو گویا پیدائشی سپاہی ہوتے ہیں جنکی تمام عمر کا مشغلہ ہی سپاہیانہ مشقوں میں صرف ہوتا ہے۔ بلکہ گاہ گاہ حکام سے بھی بھرتی اور مختلف اقوام کی ترکی فوج میں شمولیت کے وقت ان کی جنگی قابلیت کا امتحان بھی ہوتا رہتا ہے۔ باقاعدہ معرکہ آرائی تو ان لوگوں میں اکثر دوں اور ایشیائی ترکی کے بعض حصوں کے لوگوں کے لیے ہی مخصوص ہے۔

[illegible] کمزوری کا ہونا ضروری نہیں ہے جو نسبتاً زیادہ پیچیدہ ہیں ہو سکتی اگر ان کو موجودہ فوجی تربیت کے ساتھ ملا دیا جائے تو وہ ایسے محاربوں میں بھی کارآمد ہو سکتے ہیں جنکی باقاعدہ ٹڑھوں میں۔ ترکی میں توپخانہ کی سالم بٹریوں اور انفنٹری کی سالم پلٹنوں سے جو مشق و اتحاد کرائی جاتی ہے وہ بجائے خود بہت کچھ ہے یا جو بہت کچھ ہے اس کو تو شاید ملتوی ہو سکے مگر ان دو صورتوں کو باہم آمیزش کے لیے بمشکل کارآمد ہو سکتی ہے۔ فوج کیولری کی تربیت میدان جنگ کے لیے کیسے ہو سکتی ہے اس کی اغراض کیا ہیں سو جو وہ زمانہ و جدال کی ضرورتوں کے حسب حال ہو۔ بلکہ ازیں یورپین ولی کا ریاضت عمدگی کی کمایت کے ساتھ سرانجام کیا جاتا ہے جسکے چھوٹے چھوٹے ٹیم کاموں کی تعمیل کی تجرانی بھی نہایت اعتیاط کیساتھ کسی افسر کے سپرد کیجاتی ہے۔ یورپین فوجوں میں اردلیانہ سترپانہ اور بعیدی چوکی کی خدمت بہت اہم سمجھی

جاتی ہو اور بہت سا وقت آدمیوں کو ان عذات پر لگانے پر صرف ہوتا ہے۔ باقیماندہ وقت رشنوں کی تقسیم پانی کی لانا اور بچوں قسم قسم کے مشرق کاموں پر خرچ ہوتا ہے۔ ترکی سپاہ عموماً دن میں دو دفعہ صبح و شام تواعد کرتی ہے جسمیں وقت مقررہ اور نقشہ مجوزہ سے ایک قدم تجاوز نہیں کیا جاتا۔ وقت کی ٹھیک پابندی کا جسکے ہم یورپین لوگوں کے عام معتاد ہو رہے ہیں اور جسکے ہم لوگوں کو ہر طرح اپنے کام کو مسلسل توجہ سے کرنے کا بالکل نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ لیکن صفت فرمانبرداری اور نیکدلی کی کوئی کمی نہیں۔ اور کسی طرح کی بغاوت یا زیادتی بالکل ہی شاذ و نادر دیکھنے میں آتی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ یقینی امر ہے کہ تابعداری میں پرجوشی اور شوق یا امنگ جیسی چاہئے۔ نہیں ہوتی۔

ترکی سپاہیوں کی فوجی تربیت ابھی اس حد تک نہیں پہونچی کہ صادر شدہ حکم کی تعمیل میں سخت اور عظیم ترین مشکلات کے حایل ہونے کی بھی پرواہ نکرکے اپنی طرف سے ہر ایک طرح کی جان توڑ کوشش کریں۔ ترکی سپاہی غیر مترقبا اور مزاحمت کنندہ رکاوٹ کو بلا تکلف خدا کی مرضی پر سپرد دل کرکے اوسپر غالب آنیکی کوشش کرنے سے کچھ جھجک سا جاتا ہے ایسی صورت میں اوسپر لاپرواہی جو شرقیوں کا خاصہ ہے مستولی ہوجاتی ہے۔ ناکامی کا رنج اوسکو زیادہ دیر تک نہیں ستاتا۔ بلکہ جلد تسکین ہوجاتی ہے۔ مگر بایں ہمہ اگر افسر قابل اور لایق ہو۔ تو وہ نے الفور اپنی سپاہ میں اتھک پرشوق اور بینظیر جانبازی کی روح پھونک سکتا ہے۔ ترکوں میں جیسا کہ ان اقوام کا جو تہذیب کے کمتر درجہ پر ہوں خاصہ ہے شجاعت اور موت سے بیباکی ان دونوں اوصاف کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گو نظر سرانکا چندان باقی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ ہر ایک فرد کی نسبت یہ فرض کرلیا گیا ہوا ہوتا ہے کہ اوسمیں یہ خوبیاں موجود ہیں جنکی نشو و نما میں مذہب سے بہت مدد ملتی ہے۔ مسلمان موت پر تاسف تو کرتا ہے مگر اسکا کوئی بیہودہ اظہار نہیں کیا جاتا۔ نہ لمبا چوڑا۔ ماتم منایا جاتا ہے۔ کیونکہ موت سے اوسکو کوئی خوف نہیں ہوتا۔ مسلمان کو ہر وقت یہ امر مدنظر رہتا ہے کہ موت ایک طبعی اور اٹل امر ہے مصیبت کے برداشت کرنے کے حوصلہ اور وجاہت دو قاہیں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اوسکا دل ایسا مضبوط رہتا ہے کہ باقی اقوام کو بھی اس خوبی کی تقلید زیبا و واجب ہے اگر اوسکے کسی دوست پر کوئی مصیبت وارد ہو تو مسلمان اوسے ان الفاظ سے تسلی دلاتا ہے "خدا تجھے اس سے بدتر بلا سے محفوظ رکھے" جو سپاہی لڑائی میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا فوت ہوا وسکو کلمہ مبارک شہید گنتی ہے کیونکہ ایسا شخص لکھے اعتقاد میں فی الفور بہشت میں داخل ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ترکی سپاہی خواہ سخت خطرہ میں مبتلا ہوجائے یا کثیر التعداد دشمنوں میں گھر جائے نہیں بلکہ یقینی تباہی اور ہلاکت کی موجودگی میں بھی کبھی اوسان نہیں کھوتا۔ اوسکا یہ وصف معتبر شہادتوں سے ثابت کو پہونچ چکا ہے۔ یہ وصف جبکہ وہ بچاؤ کے پہلو پر لڑ رہا ہو حیرت انگیز اور تحیر افزا کارنامے دکھانے کی قابلیت پیدا کردیتا ہے۔ کیونکہ بچاؤ کے پہلو پر ہونیکی صورت میں پرجوش مستعد کی نسبت تحمل و ثبات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا ترکی سپاہی کی حق میں صریح ناانصافی ہوگا کہ وہ حملہ آور ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور صرف بچاؤ کے پہلو پر کارآمد ہوسکتا ہے۔ جس شخص نے پلیونا کی محاربات کی تفصیلی حالات[1] پر غور کیا ہوگا وہ کبھی ایسی غلط رائے نہیں قایم کریگا۔ اور بآسانی اسکی تردید کرسکیگا۔ ۱۲ ستمبر شنہ کو ترکوں کی جرءت جانبازانہ و تجاعت سے متعلق مذکور کی جو نمونہ معرکہ

[1] یہ تفصیلی حالات کتاب محاربات پلیونا میں جو دفتر وکیل سے مل سکتی ہے مندرج ہیں۔ ترکوں کی بہادرانہ قابلیت پر تبصرہ [illegible] میں ۲۰ صفحہ تک مرقوم ہیں۔ مترجم

مورچوں کو روسیوں سے چھڑا لیا تھا۔ اوس کا یہ غلط خیال کلی پوری پوری تردید و تکذیب ہو رہی ہے

نوشتہ تقدیر یا منشاء الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور راضی برضا رہنے کا اسلامی وصف تاریک اور روشن دونوں رخ رکھتا ہے۔ ایکطرف یہ وصف اونہیں اعلیٰ ترین فوجی خوبیاں صبر و تحمل۔ عزم بالجزم جنگی پرجوشی اور موت کی بیباکی پیدا کرتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور دوسری طرف کاہلی اور لاپروائی اور لاابالی ہونیکی عادات بدبھی جو ترقی کی جانی دشمن ہیں پیدا کرسکتا ہے۔ ایک اور خرابی بھی اسی قسم کی ہے جو ایک حکم الٰہی پر نامناسب و بیجا طور عمل کرنے سے پیدا ہو رہی ہے قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ "تمہوں کی رائے میں ایک کی رائے سے زیادہ عقلمندی ہوتی ہے" پھر کیا تھا۔ ادنے سے ادنے معاملہ میلیے بھی کمیشن و مجلس مشاورت کا ہونا لازمی بنا دیا گیا ہے۔ اور خفیف سے خفیف معاملہ کا بھی کونسل مجیدیہ کمیشنوں کمیٹیوں معائنہ مجلسوں العرض ہمچو قسم مخازن عقلمندی و دانائی کو طومار و طومار میں جبکہ خدا معلوم کیا کیا نام رکھ کر کھڑی ہیں پیش ہونا لازمی ہے۔ اور اس طریق سے انصرام مہام سلطنت میں حسقدر توقف حادث ہوتا ہوگا۔ وہ صاف ظاہر ہے۔

ترکی فوج کے متعلق ایک اور عجیب امر یہ ہے کہ اوسکی طاقت کی حقیقی بنیاد اور اصلی مغز فوج لینڈ ویہر یعنی ریزرو فوج ہے۔ جنرل وان گولڈ پاشا اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ وہ تمام جنریل جو پچھلی جنگ بلقان میں شریک ہوئے۔ صافی یا کانسکرپٹ سپاہ پر ریزرو فوج کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس فوج کے سپاہیوں کی عمر بالعموم ۲۶ سے ۳۴ کے درمیان ہوتی ہے جس عمر میں ہی جاکر اوکی نہایت ہی سادہ اور صحت بخش طرز زندگی اور طریق بسر اوقات کی وجہ سے ترکی دہقان کی طاقت پورے شباب کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ ریزرو فوج کے سپاہی جدا قد آور اجسام و مضبوط ہوتے ہیں اور بیانتہا ذاتی شجاعت اور بیحد اعلیٰ طاقت تحمل و برداشت رکھتے ہیں۔ اگرچہ فوج بیطور وہ بھی ناقص قواعد و مشق کرا ہوا ہی وجہ سے لمبی طور پر میدان جنگ میں کسیقدر رخسارہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ مغربی و شرقی لوگوں کی حالت اس کے برخلاف ہے کیونکہ سوشق و تمرین اونکے لیئے ایسی لازمی نہیں جیسی کہ اہالی یورپ کے لیئے۔

چونکہ اس کام کے لیئے کامل سٹاف موجود ہے۔ ریزرو پلٹنوں کو جمع کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ سلطنت کو فوجی اضلاع میں تقسیم کرنے کی جدید انتظام کی بدولت جسپر گذشتہ برسوں سے عملدرآمد ہوتا ہے۔ حکم طلبی ساتویں دن ریزرو کے سپاہی کو فوج کے لیئے تیار اپنے اپنے ہیڈکوارٹر میں جمع ہوسکتے ہیں۔ اکثر اضلاع اب دارالخلافہ سے تار برقی سلسلہ منسلک ہیں اور تار برقی لائنوں کی تکمیل کا کام ہر طرف بسرعت جاری ہے[۲]

---

[۱] یہ خیال غلط ہے کہ ترکی فوج کی طاقت کا اصلی مغز ریزرو فوج ہے۔ اس محاربہ میں ترکی فوج نے بری و بحری افواج کو جس صفائی و سرعت اور باقاعدگی سے جمع کیا۔ اوسکی کچھ حقیقت ناظرین کو مارچ ۱۹۱۲ء کی آخری ہفتہ کی جنگی کارروائی سے معلوم ہو جائیگی جسے لیوانٹ ہرلڈ نے مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۲ء میں بالفاظ ذیل تحریر کیا۔

"کل (۲۳ مارچ) سے جدید دوران سلطنت عثمانیہ کو تمام حصوں سے فوجیں چلی جا رہی ہیں۔ الاسوتا کی باتریاں ہر روز تو پخانہ مشق کر رہی ہیں۔ خیل خیل یا ساتویں ڈویژن کی ریزرو پلٹنیں ہیڈکوارٹر ڈویژن کو روانہ ہوگئیں۔ جہاں حفظ رحمن کی سرعت شروع ہوگئی ہے

فوج میں اعلے افسروں کی تقرری کا قاعدہ سلطان عبد المجید کیوقت سے جسنے اپنے فی الواقع جوانمرد اور مستعد باپ محمود کی اصلاحی کام کا سلسلہ برابر جاری رکھا تھا۔ رائج ہے۔ یہ اعلے افسر کو تعداد میں تھوڑے ہیں۔ مگر اونکی ناموری بڑی ہے۔ اونکی فہرست میں عثمان پاشا

بقیہ صفحہ سابقہ) (جو ۲ مارچ کو مکمل ہوگئی) آہن پوش جلالیہ پرانجنوں کو پرانی بائیلر تبدیل کرکے نئے چڑھائے جارہے ہیں۔ اجلالیہ جہاز تقریباً ہر ایک امر میں حفظ رحمن کے مشابہ ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ اسکی آہنی چادر سات انچ موٹی ہے۔ آندھی کی وجہ سے اتوار کے دن کوئی جہاز اسمد سے فوج لیکر روانہ نہو سکا۔

بدھ (۲۴ مارچ) سٹیشن مراولی میں فوج کے لیے چار بارکیں نئی تعمیر کیگئی ہیں۔ امپیریل اسلحہ خانہ بحری میں چند تارپیڈو کشتیاں دوسرے درجہ کی سمندر جانے کے لیے تیار کیجارہی ہیں۔ دو سو ساٹھ گھوڑے عنقریب سلیمیہ (واقع قسطنطنیہ) بارکوں سے تیسرے اردو کے لیے روانہ کیے جاوینگے مقام فنٹزا (واقع اناطولیہ) کو ۷۵۵ ریزرو سپاہیوں کی پلٹنیں لیکر ایک ٹرین مراولی سے سالونیکا کو روانہ ہوئی۔ ضلع روڈسٹو کے ریزرو سپاہی جنکی تعداد بارہ پلٹن ہے اور دوسری آرمی کور سے متعلق ہیں ماسر میگزین رائفل کا استعمال سیکھنے کے لیے گھروں سے طلب کیے گئے ہیں۔ صوبہ البانیا کے شمالی صدر مقام سقوطری کی مستقل آٹھ پلٹنوں میں [illegible] ایک ہزار فوج کا اضافہ کیا جائیگا (یہ مقام سرحد مانٹی نیگرو کے قریب ہے)

فرمان شاہی صادر ہوا ہے کہ اس سال کے رنگروٹ بلا کسی توقف کے ٹھیک تاریخ معینہ پر بھرتی کیے جاویں۔ اور اس کے بعد فوراً اپنے اپنے اردو کو روانہ کردیے جائیں۔

میجر ابراہیم نووی آفندی دوسرے آرمی کور کے کمانڈر کے ایڈیکانگ یانیا کے لیے دو ہزار مارٹینی ہنری رائفلیں اور تیس لاکھ کارتوس لیکر کل شام ایڈریانوپل سے بذریعہ ٹرین سالونیکا کو روانہ ہوئے۔ روڈسٹو کے بندر میں کل بارکش مویشی کی تعداد عظیم جو بندر عنبی بولی (بحیرہ اسود کے جنوبی ساحل پر واقع ہے) لائے گئے تھے اتاری گئی۔ بعض مویشی بحری سفر کی وجہ سے شکستہ حال تھے۔ جو جہاز فوج لیکر روڈسٹو پہونچتے ہیں۔ اونکو بندرگاہ میں داخل کرنے کے لیے دو دخانی کشتیاں مامور ہیں۔ شروع اجتماع سے ۲۱ مارچ تک اس بندرگاہ میں ۵۱۷۰۴ سپاہی یعنی ۶۸ پلٹنیں جہاز سے اتاری گئیں۔ یہاں پر ایک سپاہی کو چار دن کا راشن ملتا ہے۔ بروئے ایراد سلطانی اناطولیہ کے ریزرو سپاہیوں کی بھی ۴۴ پلٹنیں ماسر میگزین رائفلوں کا استعمال سیکھنے کے لیے طلب کی گئی ہیں۔ سب سے اول ڈارڈنیلز کی رجمنٹ قونیہ کا بریگیڈ اور بالوق اثر و قرا حصار کی پلٹنیں بلائی جائینگی۔ ترکی اخبار اقدام لکھتا ہے کہ جہاز حمیدیہ کے کپتان نے جو ترکی سلحہ خانہ میں تیار ہوا تھا تار دیا ہے کہ میرے آہن پوش نے فی میل ۱۴½ میل سفر طے کیا۔ یہ رفتار جنگی جہازوں کی اوسط رفتار سے نصف میل زیادہ ہے

جمعرات (۲۵ مارچ) دخانی جہاز قبلانی ایک ہزار ردیف۔ چالیس بحری سپاہی۔ سامان جنگ کے کئی صندوق اور بارکش مویشی کی مقدار عظیم لیکر بندرگاہ قولق میں پہونچا۔ جہاں بحری سپاہیوں کو اتار کر فوج کو اتارنے کے لیے روڈسٹو کو روانہ ہوگیا۔ منگل کو طرابزون قوزمصار اور عونیہ (واقع ایشیا کوچک) کے ردیف تعداد ۲۹۵۰ بذریعہ ریل مراولی سے سالونیکا کو روانہ کیے گئے سالونیکا کے ردیف سپاہی جو دوسری آرمی کور سے متعلق ہیں سب کے سب الاسونا پہونچ چکے ہیں۔ اور باقی اضلاع کی اسی ردیف پلٹنوں میں سے ساٹھ وہاں پہونچ چکی ہیں۔ باقی جارہی ہیں۔ انکے پہونچنے پر ٹرکی کی جنگی تیاریاں مکمل ہوجائینگی۔

محمود حمدی پاشا مدحت ورضا پاشا ایسے جوانمردوں کے نام شامل ہیں جنکی ہمت وکوشش اور قابلیت وہ لیاقت سے عثمانلیوں میں ترقی کا جدید دور شروع ہوا۔ کل سلاطین کی نسبت سلطان عبد العزیز کا عہد واقعی بڑا اور قابل آدمی پیدا کرنے میں خاص

جمعہ (۲۶ مارچ ۱۸۹۷ء) سرحد پر فوج سوار ان کی سات رجمنٹیں جمع ہیں۔ ۱۲ سو رائفلیں بحوالہ آٹھ صندوق اور ۱۶ ہم صندوق کارتوسوں کے ڈارڈنیلز کو روانہ کیے گئے ہیں۔

امیر المومنین کی تمام ردیف سپاہیوں کی جو طلب کیگئے ہیں بالحکم تکمیس سے بھرتی کردیا ہے۔ نوبچانہ کی نو باتریاں ایک لحظہ کی اطلاع پر فوجی سے سرحد جانے کو تیار ہیں۔ دوسری آرمی کور (ایڈریانوپل) کی فوج میں ابتک ۷۰ ہزار سے زیادہ تقسیم ہو چکی ہیں۔

سرحد پر جمع شدہ فوج کو ڈویزنوں کی ہیڈ کوارٹروں کی درمیان سلسلہ تار برقی قایم کردیا گیا ہے۔ دخانی جہاز قاسم پاشا کو جو ڈارڈنیلز میں مقیم ہے فی الفور جنگی بیڑہ جہازات کو جا ملنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیڑہ ابھی تک لمپساکوس میں لنگر زن ہے۔ کل توپ حسرات اکو ۳۶۲ سپاہی اور کئی صندوق سامان جنگ کے سپیشل ٹرینوں پر مرادلی سے سالونیکا کو روانہ کیے گئے۔

مسلح جہاز سٹامبول کو جو جزیرہ لمنوس کی حفاظت پر مامور ہے سالونیکا کی ساحل پر گشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے تقسطری واقع البانیا کی پلٹنوں کو جنگی حیثیت میں کردیا جانے کا حکم ہوا ہے۔ مطلوبہ آدمی اس سال کے رنگروٹوں سے لیے جائینگے۔ الاسونا اور ڈریونا کی پل وسڑک بنانیکی فوجی کمپنیاں اس خراج کی تمام فوجی سڑکوں اور ضروری پلوں کی مرمت کر رہی ہیں بحکام الاسونا کو قریب قریب نوشیدنی پانی کو لیے کئی مصنوعی چاہات کل کی ذریعہ تیار کرنیوالا ہیں الاسونا میں اسوقت سات لفٹنٹ جنرل اور چار بریگیڈیر جنرل موجود ہیں یہاں نان پزوں کی تعداد کافی نہ ہونیکی وجہ سے فوجی حکام نے ہر ایک پلٹن کیلئے علیحدہ علیحدہ تنور خانہ بنائے جانے کا حکم دیا ہے اور اس کام کا ٹھیکہ قصبہ ڈربنی کی سوداگر ابراہیم آفندی کو دیا گیا ہے۔ بقول اقوام اب جنگی تیاری مکمل ہو گئی ہے اور افواج قاہرہ اسلام و خلافت کی خدمت میں اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے اب صرف حکم سلطانی کی منتظر ہیں۔ محکمہ توپخانہ عامرہ کو دو افسر ۲۵ مارچ کو سامان جنگ اسلحہ خرید نے کے لیے جرمنی کو روانہ ہوئے۔ پچھلے دنوں ترکی سلحہ خانہ میں ۲۶ توپیں تیار ہوئی ہیں۔ اخیر مارچ کو انکی آزمایش کیگئی جسمیں وہ سبطرح سے مکمل پائی گئیں۔

جنرل وان ڈر گلز مشیر فوجی سلطنت علیہ عثمانیہ نے فوج کا اجتماع میں کارنمایاں کیا ہے۔ اعلیحضرت امیر المومنین نے جنگ روس روم ۱۸۷۷ء کے بعد قیصر ولیم اول شہنشاہ جرمنی (قیصر حال کے دادا) کو عثمانیہ فوج کی ترتیب و درستی کو لیے ایک لایق افسر کی خدمات مستعار دینے کے لیے لکھا۔ قیصر موصوف نے جنرل صاحب کو منتخب کرکے ارسال کیا۔ یہ جنرل وان مولکی (نامور جرمن سپہ سالار فاتح فرانس جنگ ۱۸۷۰ء) کا لایقترین شاگرد ہیں وہ اپنے ساتھ اور بھی چند جرمنی افسر لیتے آئے۔ صاحب موصوف کی ترکی پاسبو جہلی شجاعت اور جنگی اوصاف اور سلطنت عثمانیہ کی فوجی استعداد کی نسبت جو رائے ہے وہ بلست سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید میں درج ہے۔ فوجی اجتماع کے شروع ہوتے ہی جنرل موصوف مع بیس دیگر جرمن افسران کے سرحد یونان کو روانہ ہو گئے ۲۵ نئے جرمن افسر حال میں جرمنی سے آکر ترکی فوج میں شامل ہوئے ہیں۔ تنکو رود کی خبر اوپر درج کیگئی ہے۔

فوقیت رکھتا ہے۔ حال کی محاربہ کے تقریباً تمام کمانڈروں۔ دوم سپہ سالار۔ عمر نشاط۔ حمدی۔ حاجی خیری۔ حقی۔ اور حفظی پاشا فی الحال اسی عہد میں امتیاز ناموری حاصل کی تھی۔ ترکی افسروں کو نہایت معقول اور عمدہ تعلیم ملتی ہے۔ اور اپنے پیشہ کے متعلق بالخصوص بہت عمدہ تربیت پاتے ہوئے ہوتے ہیں۔ قسطنطنیہ کے حربی سکول کو طلبا کو جرمنی اور روسی اور فرانسیسی اور بحری کالج کے طلبا کو انگریزی لائن پر تعلیم پڑتی ہے۔ ان طلبا کو تین دوروں یا مدارس[۵] میں جو ۱۹ اجماعتوں میں منقسم ہیں تعلیم پانی پڑتی ہے۔ ۶ اجماعتیں رشدیہ، ۷ اعدادیہ اور ۶ حربیہ ہیں۔ جنہیں آخری چھ فوجی کالج میں ہیں۔ اس سے فنسوں کی تعلیم و تربیت کی عمدگی اور پختگی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ عام پیادہ یا سوار افسر بھی بالکل ہی بے تعلیم یافتہ نہیں ہوتے۔ قیام مدارس کا سسٹم گو جدید ترین یورپین نظام مدارس کے ساتھ بخوبی لگا نہیں کھاتا مگر پھر بھی بہت معقول کام دیتا ہے۔ اگر ترکی سپاہیوں کو انگلستان مدارس میں ایسی اچھی تعلیم و تربیت نہ ملی ہو اور دوسری طرف قواعد و مشق زادلکو غائص تیار کر دیا ہو تو وہ نہایت احتیاط اور غور و فکر سے تیار کیگئی ہدایات کی کہی تعمیل کر سکیں ترکی فوجیں بہت ترقی کی ہے اور کس قدر مستعد معلوم کر سکنے کے لیئے کرنیل سیف اللہ بک بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ انکی نسبت وان کو گزشتہ سے پیوستہ خاص کی تھی۔ اگر یونان کے ساتھ جنگ جدال کی نوبت پہنچگئی تو یہی سپہ سالار ہوگا اور سیف اللہ میر لیا یا سیف اللہ سپہ سالار ہوگا اور یہ اور کمانڈر سیف اللہ پاشا ترکی کی جدید ترین فوجی تعلیم کا تربیت یافتہ نونہال ہے۔ اور یہ عمدہ سپاہی اور

---

[۵] صفحہ سابقہ) وزارت بحریہ نے دارالخلافہ اور بحر اسفرس کے قلعوں کے درمیان مالی کے لیئے تین بڑے بڑے جہاز خریدے ہیں اور دو اور جہاز خریدنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ ان جہازوں کے ذریعہ فوج کو روکنے کو لیئے تین بڑے جہاز مناسب موقعہ پر مامور کیئے جائینگے۔

[۵] فوجی مدارس کی تین اقسام ہیں۔ رشدیہ اعدادیہ اور حربیہ زیادہ تفصیل کیلئے دیکھو فہرست رقم ۵ اسموقعہ پر پاشا موصوف کی تصویر بھی درج کر دیجائیگی۔ جو اس سے سوا صفحہ ۵۰ جولائی ۱۹۰۹ء کے نیشنل یورپین ٹرکی اخبارات کی عمدہ سند پر سطح تحریر کی گئی ہے

جنگ روم و یونان

میں اردم پاشا کے بعد سب سے زیادہ ناموری نوجوان سیف اللہ کو نصیب ہوئی۔ جنگ کا ضرر وان ہو گئی پکارا جاتا ہے۔ جنرل وان مولکی پیشکاوہ مربر سپہ سالار تھا جسنے ۱۸۷۰ء کی لڑائی میں فرانس کی تعلیم یافتہ فوج کو پیچھے اڑا دیئے تھے۔ جسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ جنگ شروع ہونے سے بہت عرصہ پہلے ہی اسنے دشمن کی ملک کا پیچیدہ اور اسکے تمام موچے اور تعصبندیاں اچھیطرح سے دیکھ لی تھیں۔ یہی کام اس لڑائی میں سیف اللہ بے نے کیا ہے۔ چونکہ ہوئی وہ ترکی سفیر متعینہ تہران کے جنگی اٹاچی تھے۔ مگر انہوں نے اپنا وقت سفارت خانہ میں بیکار بیٹھکر ضائع کرنے کی بجائے یونانی سرحد کا ایک مقام تمام ناکے اور درے اور گل کا آمد مقامات کو مہینوں دورہ کر کے اچھیطرح سے دیکھ بھال لیا۔ اور ان کی عکسی تصویریں اتار لیں سیف اللہ بے کی اسی واقفیت کی طفیل تھا کہ ترکی فوج ناقابل گذر دروں اور وادیوں میں سے بآسانی گذر گئی۔ سلطنت عظمے عثمانیہ کا بھی ایک افسر ایسا نہیں جس نے اپنے وقت کو پیشہ خدمتی کے کام پر صرف کیا ہے۔ لیکن اگر سلطنت علیہ کو کسی اور ہمسایہ یا بعید سلطنت سے جنگ کرنیکی ضرورت پڑ گئی تو اسوقت کمال

کو پاس سیف اللہ نہوتا تو وہ تھسلی کی سنگلاخی اضلاع میں مشکل ایسی حیرت افزا کامیابی حاصل کر سکتے۔ اگر اوہم پاشائی کامیابیوں کی نظر غور پر تامل کیجائے تو ثابت ہو جائیگا کہ جرأت استادی کی طفیل وہ حاصل ہوئی ہیں۔ وہ سلطنت ٹرکی کی سپہ سالار کا ہے۔ یہ ریمارک جو ابتداءً جرمنی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کو واضح ہو جائیگا کہ ٹرکی کا صیغہ جنگ اس غنیم کے ملک کی بھی ہر ایک نشیب و فراز سے پورا باخبر ہے۔

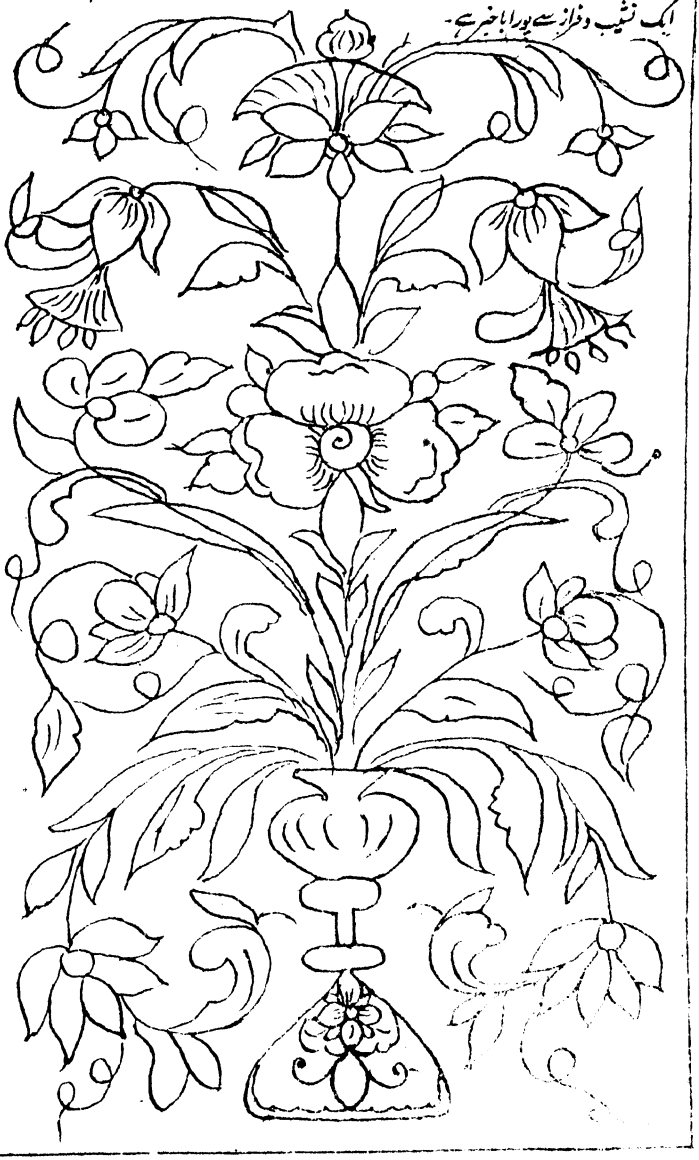

پر حاوی ہوتا ہے۔ بالکل واجب طور سے ٹرکی پر بھی صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ یہ بخوبی مسلمہ اور مانا ہوا امر ہے کہ ترکی فتوحات ہر جگہ اور ہر محل پر جرمن فوجی اتالیقی کا ہی جو سلطنت عثمانیہ میں کیگئی شاندار انعکاس ہیں۔ اور ہر موقع پر اسی اتالیقی کا باشان پرتو جلوہ فگن تھا محاربہ یونان میں جو ممتاز جرنیل شامل ہوئے انمیں سے ایک جرنیل جو اس محاربہ میں عملی طور پر کمانڈر نہیں بنا تھا۔ بلا ریب مشہور آفاق اور عالمگیر شہرت و نیکنامی کا مالک و قابض **غازی عثمان پاشا شیر پلیونا** ہے۔ ساٹھ برس ہوئے وہ بمقام اماسیہ پیدا ہوئے تھے۔ اور اونکی نسبت یہ کہنا فی الحقیقت غلط نہیں ہوگا۔ کہ انہوں نے اپنے ملک سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا وہ صرف دو دفعہ روس کی قلمرو میں داخل ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ اوسوقت جبکہ سب لفٹنٹ کی حیثیت سے وہ عمر پاشا کے زیر کمان ۱۸۵۵ء میں جزیرہ نما کریمیا کے مقام یویاٹوریا کی لڑائی میں شریک ہوئے اور پھر اس لڑائی سے بعد اس نامور سپہ سالار کے ساتھ صوبہ ابہاسیا[1] کے سواحل

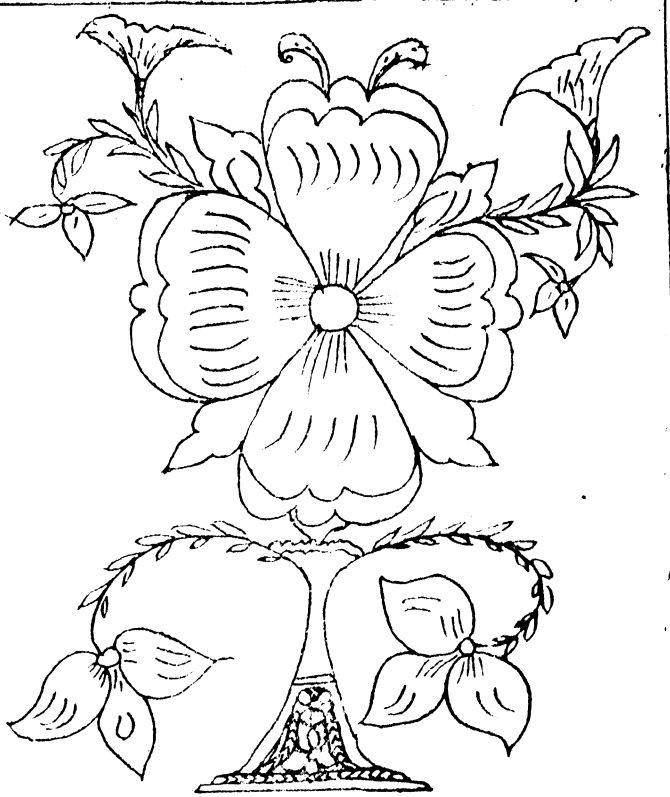

[1] یہ صوبہ بحیرہ اسود کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اور کریمیا کی طرح گذشتہ صدی میں ترکوں کے ماتحت تھا۔

گو گئے اور دوسری مرتبہ اوسوقت جبکہ پلیونا کی فتح ہوجانے پر اسیر جنگی کی حیثیت میں گئے تھے سنہ ۱۸۶۰ء کی بغاوت دروسان کی انطفا کے بعد عثمان پاشا کپتانی کے درجہ پر فایز ہوئے سنہ ۱۸۶۷ء میں کریٹ کی بغاوت فرو کرنے والی فوج میں شامل رہے۔ اور لفٹنٹ کرنیل کی عہدہ پر ترقی پاکر سٹاف میں داخل کیے گئے بحیثیت کرنیل ردیف پاشا کے زیر کمان سنہ ۱۸۷۱ء میں یمن میں معرکہ آرا رہے سنہ ۱۸۷۵ء کے موسم خزاں میں جرنیل ڈویزن اور پاشا بنائے گئے سنہ ۱۸۷۹ء کی محاربہ روم و سرویا میں اونکی زیر کمان فوج جو ویدن میں مقیم تھی۔ ترکی سپاہ کی فوج ہراول تھی۔ اس محاربہ میں بمقام ولیکی اگور اور سیت شار موصوف نے قابلیت اور فنون سپاہ گری کے ایسے جوہر دکھائے کہ سن مذکور کے نومبر میں سلطان المعظم نے اونہیں مارشل (مشیر) کا رتبہ عطا فرمادیا سنہ ۱۸۷۷ء کے موسم بہار میں جب روس و روم میں لڑائی شروع ہوئی تو وہ اوسوقت ۳۵ ہزار فوج سمیت ویڈن میں مامور تھے۔ اس مقام سے اونہوں نے روسی فوج حملہ آور کو پہلو سے جا دبوچنے کیلیے رومانیا پر حملہ کرنے کی تجویز کی۔ مگر اعلے حکام سے منظوری نہ ملنے کیوجہ سے اونہیں جارحانہ پہلو اختیار کرنے کی جوانمردانہ عزم سے مجبور ہوکر دست بردار ہونا پڑا۔ مگر جب روسی فوج حملہ آور کا قلب وادی انترا سے گذرتا ہوا ٹرنووا تک پہونچگیا۔ اور ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۷۷ء کو درہ شپکا کے راستہ کوہ بلقان کو بھی عبور کرگیا تو عثمان پاشا نے ناگہان بمقام پلیونا نمودار ہوکر روس کی فوج حملہ آور کے میمنہ اور عقب کی سلامتی کو معرض خطر میں ڈالدیا۔ اور بتاریخ ۲۰ جولائی روسی جنرل شیلڈر شولڈنر کو اور بتاریخ ۳۰ و ۳۱ جولائی روسی جرنیلاں کروڈنر اور شافسکوئی کو شکست دی۔ اور گو بعد میں رومانوی فوج نے پاشا موصوف کے وہ مورچے جو گریوتنزا میں تھے چھین لیے۔ مگر خاص پلیونا پر جسے مورچوں کے سلسلہ در سلسلہ سے خوب مستحکم بنالیا گیا تھا۔ روسی اور رومانوی دونو فوجوں کے حملوں کی کچھ پیش نہ جانے دی۔

جولائی کی جان گداز لڑائیوں میں فتحیاب رہنے کے صلہ میں پادشاہ نے اونہیں غازی کا جلیل القدر خطاب عطا فرمادیا۔

مارچ سنہ ۱۸۷۸ء میں روسی نظربندی سے رہائی ملنے پر اپنے ملک میں واپس آتے ہی غازی موصوف نے عثمانیہ فوج کی اصلاح و ترتیب جدید کا کام شروع کیا دیا۔ اور سنہ ۱۸۷۸ء سے سنہ ۱۸۸۸ء تک وزارت حرب کے عہدہ پر مامور رہے سنہ ۱۸۸۵ء و سنہ ۱۸۸۶ء کے بلغاری ہنگاموں کے دوران میں ۲۲ مصافی ڈویزن یعنی تین لاکھ فوج حیرت انگیز قلیل عرصہ میں جزیرہ نما بلقان میں جمع کردیگئی تھی۔ اگر مارشل موصوف کی اعلے انتظامی قابلیت۔ فوجی مستعدی خداداد استعداد تربیت نسق اور بینظیر جنگی مہارت جو جرمن اتالیقوں کی تجاویز کو نصف راہ میں ہی استقبال کرکے جاملتی تھی مدد و معاون نہ ہوتی تو یہ شاندار نتیجہ کبھی مرتب نہو سکتا۔[1]

ادہم پاشا عساکر عثمانیہ مقیمہ تھسلی کا مسلمہ مظفر و منصور سپہ سالار عمر میں ۴۵ برس سے متجاوز نہیں۔ مارشل موصوف کی شکل ہی سے اونکی اتھک مستعدی اور بینظیر قوت برداشت و جفاکشی کا پتہ ملجاتا ہے۔ جسم دبلا پتلا اور چست و چابک۔ قد درمیانہ سے کسیقدر نکلتا ہوا۔ آنکھیں فولاد شگاف رفتار و حرکات سبک و لچکدار۔ اونکی نسبت ایک مبصر کا یہ قول بالکل صداقت پر مبنی ہے کہ "وہ ایسا آدمی ہے جو اپنے فتوحات پر شیخی بگھارنیکے بغیر اپنے کام میں مصروف ہوسکتا ہے" سنہ ۱۸۷۷ء میں محاربہ روم و روس

[1] غازی عثمان کے فوجی کارناموں اور اونکے صبر و استقلال اور عزم مردانہ اور شجاعت و جلالت شیرانہ کے کرشموں کے حالات بالتفصیل معلوم کرنے کے لیے مطالعہ کرو کتب محاربات پلیونا و محاربات ویڈن۔

کو شروع ہونے پر وہ کرنیلی کا عہدہ رکھتے تھے۔ پلونا کی محاربات کے دوران میں وہ کچھ عرصہ عثمان پاشا کی زیر کمان ایک بریگیڈ کی کمان افسر رہے تھے اور اس زمانہ میں بھی سلطان العظم اور وزارت جنگ کو انکی طرف خاص توجہ ہو گئی تھی۔ (البانیا کا صوبہ) قوصوہ کا گورنر جنرل جو فیلڈ مارشل ممدوح اپنے زیر حکومت صوبہ میں ویسا ہی عمدہ انتظام قایم کرنے میں ساعی تھا جیسا کہ بوسنیا میں آسٹروی ہنگری حکومت نے کیا ہوا تھا۔ مگر وہ اس عہدہ پر اتنا عرصہ نہ رہے کہ انکی مساعی جمیلہ سے کوئی دیرپا نتیجہ مترتب ہو سکتا۔

مقدونیہ اور تھسلی کی سرحد پر جمع شدہ ترکی افواج کی کمان ملزم پاشا سپرد ہوئی۔ وہ ۲۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو قسطنطنیہ سے روانہ ہوئے اور دو دن کی شام کو آلاسونیا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قایم کیا۔ جنگ کا اعلان ہوتے ہی سپہ سالار موصوف نے تاریخ ۱۷ و ۱۸ اپریل ملونا کے مشہور درہ اور اوسکی قرب وجوار کی بلندیوں کو چوٹی کری کی گڑھی کو سوافتح کر کے ۱۹ اپریل کو اپنے کالم کا سر اول تھسلی کے میدان میں بڑھا دیا اور ۲۳ کو بمقام فراذہ تو سپخانہ کی باہمی مبارزت اور جنگ ماٹی کے بعد یونانی قلب کو درہم برہم کر دیا۔ انکی طرف یونانی فوج کو میسنہ کی طرف گھسیر لینے کی خطر میں مبتلا رکھکر دوسری طرف اس قابل فوجی شاطر نے تاریخ ۲۴ اپریل ۱۸۹۷ء کو ۲۵ اپریل کو لاریسا پر قبضہ کر لیا اور ۲۷ کو وہاں اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا۔ ۵ مئی کی صعب معرکہ آرائی کے بعد دسنو فرسالوس کو محصور کر لیا جسپر یونانی فوج تقریباً کل تھسلی کو خالی کر گئی۔

۷ مئی کو حسب پاشا کا زیر کمان ڈویژن ولسٹینو میں داخل ہوا۔ اور ۸ مئی کو ترک دولہ پر قابض ہو گئے۔ ان متواتر کامیابیوں کے صلہ میں اردو ہمایونی کے اعلیٰ عثمانیہ افواج کے جو یونانیوں کے مقابلہ کیلئے جمع کی گئی تھی۔ کمانڈر انچیف (سردار اکرم) بنا دیئے گئے۔

اردو ہمایونی کے شاف کا اعلیٰ افسر عمر رشدی پاشا تھا۔ یہ افسر دیسی اور تفکر طبیعت کا آدمی ہے پرانی ترکی شاف افسروں کیطرح خود مستعد اور سبقت کرنیکا شایق نہیں۔ اور ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتا ہے کہ اوسکے معاملات اور کاروبار مفوضہ کی انصرام میں کیطرح کی رکاوٹ یا بے ترتیبی پیدا نہ ہو سکے۔ عمر رشدی محاربہ کی انصرام میں اعتدال اور حزم و احتیاط کو مدنظر رکھنے کی تاکید کرتے رہنے والا افسر تھا۔ مدافعانہ جنگ کا بڑا حامی تھا۔ جارحانہ پہلو پر جوش سوچ سمجھکر کارروائی کیجائے۔ مگر دلیرانہ عزائم اور بے باکانہ فوجی چالوں کا بہت مخالف تھا۔

۱۸۷۷ء کی محاربہ میں اسنے مشرقی علاقہ ڈنوب کی عثمانیہ فوج میں محمد علی کی زیر کمان نہایت مستعدی سے کام دیا تھا۔ اور شاف کا افسر اعلیٰ مقرر ہو گیا تھا۔ مستقل مزاج اور شریفانہ طبیعت اور مختلف الانواع و گوناگون قابلیت و لیاقت کے ساتھ مہب العطیات نے اوسے تھک محنت و مشقت کا جو ہر بھی عطا کر رکھا ہے۔ انہی خوبیوں کی بدولت سلطان العظم اوسے عساکر عثمانیہ میں یکے بعد دیگرے ممتاز عہدوں پر مامور فرماتے رہے ہیں۔ صدی کی آٹھویں عشرہ میں وہ بحیثیت کرنیل ریدیلیا کی تعلیمی و حفاظت کی کمیشن کا ممبر تھا۔ پھر اول اردو کے شاف کا اعلیٰ افسر اور بعد ازاں پانچویں اردو (مقیم مشق) کا کمانڈر ہوا۔ عمر نے اس محاربہ میں اپنے منصبی فرایض کو بخوبی ادا کیا۔ اور عزم و استقلال سے سرانجام دیا اور اسکا فخر فوج کی عقب میں آمد و رفت کے راستہ کو کھلا رکھنے اور اوسمیں کیطرح کی رکاوٹ نہ پیدا ہونے دینے۔ اور اسکا سب سے بڑا مدد و معاون سیف الدین پاشا تھا۔ جو اکثر باتوں میں

[1] ۱۸۹۷ء میں ترکی کا جو یہ اعلیٰ عثمانیہ مقیم پرستین کی سر کوبی کا کام بھی انہی کو سپرد کیا گیا تھا۔

اپنے افسر اعلے (عمر رشدی) سے بالکل متضاد اوصاف رکھتا ہے۔ اور بلاریب ترکی کے نہایت قابل ماہر ترین اور از حد سرگرم اور مستعد سٹاف افسروں کے زمرہ میں داخل ہے۔ حیرت انگیز جنگی قابلیت کے ساتھ ہی اوسمیں خداداد ڈپلومیٹک (مدبرانہ و معاملہ فہمی کی) لیاقت بھی موجود ہے۔ اور مزید براں پکا دنیادار ہے۔ اور حسب اقتضائے وقت جس رنگ کی ضرورت ہو اوسے فی الفور بلا تکلف اختیار کر لیتا ہے باغلب وجوہ یہ قابل نوجوان کسی عجب بینظیر سفیر بنیگا۔ اور تدبر و سیاست کے میدان میں حیرت انگیز ترقی اور ناموری حاصل کریگا۔ وہ فرانسیسی روسی یونانی۔ فارسی اور عربی زبانوں کا کامل استاد ہے۔ اور خاص مرتبانہ استعداد رکھتا ہے۔ گو اوسکی پرجوش اور زندہ دل طبیعت بعض اوقات اوسے اپنی آرائے کی تائید میں کسیقدر افراط تک پہونچا دیتی ہے۔ سیف اللہ نے روسی محاربہ میں بحیثیت کپتان ہیڈکوارٹری سٹاف میں کام دیا تھا محاربہ مذکور کے بعد وہ اوس مشترکہ کمیشن کا جو دول یورپ نے بلگیریا کی حدبندی کے لیے مقرر کی تھی ممبر رہا۔ اور پھر عرصہ دراز تک ہیڈکوارٹر سٹاف میں مامور رہا۔ کچھ عرصہ پنکالڈی کے حربیہ کالج میں گولز پاشا کے ماتحت پروفیسری بھی کی۔ اور گیارہ برس سے زیادہ اتھنز کی عثمانیہ سفارت میں جنگی اٹاشی (نائب) رہا قدرت نے اوسے جفاکشی کی بینظیر قوتیں عطا کر رکھی ہیں اور وہ غضب کا اتھک پیدل چلنے والا ہے۔ جنگی اٹاشی ہونیکے زمانہ میں وہ تقریباً تمام یونان میں پیدل پھر نکلا۔ اور ملک اور باشندوں کے حالات سے ٹھیک ٹھیک اور کامل واقفیت حاصل کر لی۔ اس واقفیت نے اوسے پچھلے محاربہ میں بڑا کام دیا۔ اور اوسکی بدولت اوسکے اعلے افسر کو اوس سے نہایت بیش قیمت مدد ملی۔ لاریسا کے قبضہ کے بعد سلطان المعظم نے پاشا کا رتبہ عطا کر کے اوسے قصبہ مذکور کا گورنر بنا دیا۔ محاربہ کے دوران میں اوسے ہیڈکوارٹر میں روز افزون رسوخ و اقتدار اور ناموری حاصل ہوتی گئی۔ جسقدر اجنبی نامہ نگار اور افسر میدان جنگ میں موجود تھے وہ سب سیف اللہ پاشا کے نہایت ہی خوش اخلاق اور متواضع ہونیکا اعتراف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جس کسی نے جب کبھی اوس سے کوئی امر دریافت کیا۔ یا کسی معاملہ میں اوس سے مشورہ لیا۔ اوسنے حتے الامکان دریغ نکیا۔ اور اپنے محاسن جمیلہ و اخلاق حمیدہ سے سب کو گرویدہ بنا لیا۔ فوجی کارروائیوں کو برسر انصرام پہونچانیکا کام سیف اللہ پاشا اور انور پاشا دونوں کے سپرد تھا۔ انور پاشا بھی چیدہ اور قابلترین ترکی سٹاف افسروں میں سے ہے۔ اوسنے تھسلی میں اپنی سریع اور دلیرانہ کارروائیوں سے خاص امتیاز حاصل کیا اور بلاشک اوسکے لیے بھی شاندار زمانہ استقبال موجود ہے۔ یہ نوجوان ہیڈکوارٹر کے لائقترین منتظمین میں سے تھا۔ وہ کئی برس حربیہ کالج میں کارآمد پروفیسر اور پھر تیسرے جیش (مقیمہ مناسطر) کے جنرل سٹاف میں مامور رہ کر شافی فرائض سیکھنے میں مشغول رہنے کے باوجود برابر مستعد سپاہی رہا ہے۔ اس کئی برسوں کی عدم مشق سے اوسکی سپاہیانہ مہارت اور چستی میں کوئی فرق نہ پڑ سکا۔ اوسے بالخصوص محاربہ مذکور کے دوران میں اس معاملہ میں بڑی کامیابی ہوئی کہ اوسنے اپنی ایسی اُمنگ دوسرے افسروں میں بھی پیدا کر دی اور تمام ڈویژنوں کے کمانڈروں

---

[1] ۱۸۹۶ء کے محاربہ امریکہ و ہسپانیہ کی کارروائیوں کے مشاہدہ کے لیے سلطنت عثمانیہ نے اسی نوجوان کو امریکہ روانہ کیا تھا جہاں سے وہ ستمبر میں کئی مہینوں کے بعد قسطنطنیہ واپس آیا۔ اور مفصل رپورٹ وزارت حرب میں پیش کر کے دولت علیہ کو بحری طاقت کے ازدیاد پر خاص توجہ دلائی۔ گذشتہ اکتوبر میں قیصر ولیم ثانی نے بھی سیاحت قسطنطنیہ کے دوران میں خلیفۃ المسلمین کو بری فوج کیطرح بحری طاقت کو بھی مضبوط و مستحکم کرنے کی دوستانہ تاکید اور سفارش کی۔ جنگ یونان کے وقت سے جلالتمآب کو خود بھی اسطرف خیال ہو گیا تھا۔ ان دونو سفارشوں نے مزید توجہ دلا دی اور انہی دنوں کریٹ میں

بقیہ صفحہ ۱۳۱

میں اتحاد کی روح پھونکدی۔ جس سے وہ اپنے اعلےٰ افسروں کی تجاویز کو قابلیت اور ذہانت کے ساتھ عمل میں لانے اور تجاویز مذکورہ کو کامیابی پھونکانے پر قادر ہوگئی۔ شروع محاربہ میں الوپاشا الفنسٹ کرنیل تھا اور اسکی خاتمہ پر بجلدی خدمات حسنہ جنرل کے رتبہ پر فائز ہوگیا کچھ عرصہ وہ والئی عثمانیہ سفارت میں تنگی اتاشی بھی رہے تھے۔

اب میں عساکر عثمانیہ مقیمہ تسلی کے اعلےٰ افسران کو مجمل حالات درج کرتا ہوں۔ اول ڈویژن خیری پاشا کی زیر کمان تھا پاشا موصوف کی عمر ۵۵ برس کی ہے۔ وہ جنرل شاف کالج کا پرانا طالبعلم ہے طبیعت کا اکھڑپن اور غصہ ہی ہونیکی وجہ سے اوسکی کئی دفعہ افسروں اور ماتحتوں سے بگڑ چکی ہے اوسی محاربہ میں وہ لفٹننٹ کرنیل تھا اور بلقان کی کمانڈ کی حیثیت میں مقام پلیونا مامور رہا تھا۔ بعد ازاں حجاز کی پیمایش کنند کمیشن کا ایلچی رہا اور کچھ عرصہ شاف میں رہا۔ لفٹننٹ کرنیل کے عہدہ پر ترقی یاب ہوکر وہ پہلے اوس ردیف ڈویژن کا جو برومہ آیا اور پھر اسکے کور ڈویژن کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ آخر الذکر ڈویژن اوسی کے زیر کمان محاربہ روم دیونان میں شریک ہوا۔ پاشا موصوف فی مقام ڈومنی نیک ڈوماری درہ طوناپر قابض ہونے کے لیے بہادرانہ معرکہ آرائی کی۔ البتہ اوسپر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ فرسالوس اور ڈومکوس کی معرکہ میں وہ اپنے ڈویژن کو بسرعت یونانی فوج کی بیسر و پہ نہ ڈالسکا۔ جس سے گذشت کی وجہ سے یونانیوں کو اور زیادہ اپنی طرح پامالی کرنیکا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

دوم ڈویژن کی کمان فریق پاشا کے ہاتھ میں تھی۔ اوسکی عمر ۵۲ برس کی ہے وہ اس محاربہ سے پیشتر بھی کئی فوجی کارہائے نمایاں کرچکا تھا وہ نہایت ہی ذہین باتجربہ فہیم اور جنگی اعلےٰ افسروں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہ عام قیاس بالکل درست ہے اوسکو دیگر اعلےٰ افسروں پر ایک خاص فوقیت یہ حاصل تھی کہ اوسکے زیر کمان ایک بیحد ماہر انجینیروں سے سابقہ تھا۔ پاشا موصوف روس میں وائسنے ڈویژن کو بسرعت یونانی فوج کی بیسر و پہ نہ ڈالسکا۔ جس سے گذشت کی وجہ سے یونانیوں کو اور زیادہ اپنی طرح پامالی کرنیکا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

دوم ڈویژن کی کمان فریق پاشا کے ہاتھ میں تھی۔ اوسکی عمر ۵۲ برس کی ہے وہ اس محاربہ سے پیشتر بھی کئی فوجی کارہائے نمایاں دکھلا چکا تھا وہ نہایت ہی ذہین باتجربہ فہیم اور جنگی اعلےٰ افسروں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہ عام قیاس بالکل درست ہے اوسکو دیگر اعلےٰ افسروں پر ایک خاص فوقیت یہ حاصل تھی کہ اوسکے زیر کمان ایک بیحد ماہر انجینیروں سے سابقہ تھا۔ پاشا موصوف روس میں وائسنے ڈویژن کو بسرعت یونانی فوج کی بیسر و پہ نہ ڈالسکا۔ جس سے گذشت کی وجہ سے یونانیوں کو اور زیادہ اپنی طرح پامالی کرنیکا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

دوم ڈویژن کی کمان فریق پاشا کے ہاتھ میں تھی۔ اوسکی عمر ۵۲ برس کی ہے وہ اس محاربہ سے پیشتر بھی کئی فوجی کارہائے نمایاں دکھلا چکا تھا وہ نہایت ہی ذہین باتجربہ فہیم اور جنگی اعلےٰ افسروں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہ عام قیاس بالکل درست ہے اوسکو دیگر اعلےٰ افسروں پر ایک خاص فوقیت یہ حاصل تھی کہ اوسکے زیر کمان ایک بیحد ماہر انجینیروں سے سابقہ تھا۔ پاشا موصوف روس میں وائسنے ڈویژن کو بسرعت یونانی فوج کی بیسر و پہ نہ ڈالسکا۔ جس سے گذشت کی وجہ سے یونانیوں کو اور زیادہ اپنی طرح پامالی کرنیکا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) یورپین طاقتوں کی صریح منصفانہ کارروائی مگر جبرئیہ توہین کسی مقابلہ کی آئندہ کی بھی ضرورت نہ رہنے دی سلطان المعظم پر منجر الحق الیقین واضح ہوگیا کہ اوسکے بحری اور ساحلی مقبوضات کی سلامتی صرف بحری صداقت کے استحکام پر منحصر ہے اور وہ پوری سرگرمی سے جیسا کہ ایک آیندہ اوٹ سے ظاہر ہوجائیگا اسطرف مصروف ہوگئی۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہ کیا جاوے کہ جنابِ عالی پہلے بالکل ہی غافل تھے۔ برعکس اسکے وہ مالی گنجائش کا بطاق پہلے بھی کچھ کچھ اٹھاتے رہتے تھے فرق یہ ہے کہ پہلے یہ کام گنجائش پر منحصر تھا اور اسکو ضروریوں میں شمار نہیں ہوتا تھا اب جلد پیش نکال جاتی تھی اور اوسکام کو کئی دوسری ضروریوں پر مقدم کرلیا گیا ہے سلطان المعظم کی سابقہ بحری پالیسی پر مزید اوقات روم کے ایک طویل حاشیہ سے بحث کرچکا ہوں۔ مترجم

لہ جولائی ۱۸۷۶ء کو یہ پاشا موصوف جو یونان کی سرحد کو فوجی افسروں کی کسی شخص کی گولی چلانے سے سخت مجروح ہوئے۔ گو بعد میں صحتیاب ہوگئے اور اب الفنسٹ کرنیل سے خاص سلطانی ذوالکہ بھیجا گیا۔

تیسرے ڈویزن کا کمانڈر ممدوح پاشا بھی ابتدا میں جنرل سٹاف سے تعلق رکھتا اور اوسکے مستعد اور قابل ترین ارکان میں سے تھا۔ روسی محاربہ میں بھی اوسے جبکہ وہ لفٹنٹ کرنیل تھا۔ خاصی ناموری حاصل ہوئی تھی۔ محاربہ مذکور کے بعد وہ چوتھے آرمی کور کے سٹاف کا چیف ہوا۔ اور بعد ازاں ارض روم میں ایک بریگیڈ کا کمانڈر بنایا گیا۔ اس کمان کے زمانہ میں اوسے روسی و ترکی ایشیائی سرحد پر قلعبند اور خوب مستحکم فوجی گڑھیوں کی تیاری و تعمیر کی نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا تھا۔ اس عہدہ سے وہ فوج کی ترتیب جدید کے کام میں مدد دینے کے لیے وزارت حرب کے دفتر میں بلا لیا گیا تھا۔ محاربہ یونان میں اوسکے ماتحت بروصہ کا ردیفی ڈویزن تھا جسکو لیکر اوسنے بمقام ہلمیروس اور ولسیئوس یونانی مورچوں پر کمال دلاوری سے حملہ کیا۔

چھٹے ڈویزن کا کمانڈر حمدی پاشا تھا۔ جو فوج حملہ آور کے انتہائی میسرہ پر رہ کر تھریس میں بڑھتے وقت کاریا اور دلیلو وغیرہ مقامات پر خوب بہادری سے لڑا۔ حمدی مستعد سپاہی اور کارکن آدمی ہونیکی شہرت رکھتا ہے۔ ۱۸۷۷ء کے اون جانگداز معرکوں میں میں جو درہ شپکا پر ہوئے اوسے اپنی بینظیر استقامت و استقلال اور باحوصلگی کی وجہہ سے خاص ناموری حاصل ہوئی۔ ٹرکی کے ایشیائی اور افریقی مقبوضات یعنی دان ارض روم اور طرابلس الغرب میں مختلف عہدوں پر مامور رہنے سے اوسے اپنے ملک کے حالات سے وسیع واقفیت اور مختلف الانواع و گوناگون قسم کا معقول فوجی تجربہ حاصل کرنیکا موقع ملگیا جب یونان سے لڑائی شروع ہوئی وہ طرابزون کے ردیفی ڈویزن کا کمانڈر تھا۔ جہاں سے حکم ملنے پر فی الفور جمع شدہ فوج میں پہونچگیا۔

چوتھے ڈویزن کا کمانڈر میجر جنرل حیدر پاشا مارشل اسمعیل پاشا کا بیٹا تھا۔ اوسنے اپنے باپ کی سعی سپارش سے بہت جلد ترقی کی ہے۔ نسبتاً چھوٹی سی عمر میں ہی سٹاف میں کام کرنے کے بغیر وہ کرنیل اور سلطان المعظم کا ایجوٹنٹ ہوگیا۔ اس سے بعد اسکی ترقی کی رفتار نسبتاً سست رہی۔ اور بظاہر یہہ معلوم ہوتا رہا کہ وہ اعلے حکام کو فراموش ہوگیا ہے۔ اس لڑائی سے پہلے وہ کسی محاربہ میں شریک نہ ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں برنانہ مناسب اپنے وقت پر جرنیل کے رتبہ پر فایز ہوا۔ اور سالونیکا کے ردیفی بریگیڈ کا کمانڈر بنایا گیا۔ اس بریگیڈ کے ساتھ وہ میدان کارزار کو گیا۔ اور عمر رشدی کے ترقی پاکر چیف سٹاف افسر مقرر ہونے پر عمر رشدی کی جگہہ پانچویں ڈویزن کا کمانڈر بنادیا گیا۔ سطور مندرجہ صدر سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ تقریباً تمام سربرآوردہ افسر جنرل سٹاف میں رہ چکے تھے اور عساکر عثمانیہ میں محض اپنی برجستہ علمی تعلیم حربی اور فوجی خدمت کے ذاتی تجربہ اور وسعت معلومات کے طفیل بتدریج اعلے مراتب پر فایز ہوئے تھے صرف تیسرے ڈویزن کا کمانڈر ممدوح پاشا ایسا افسر ہے جسنے معمولی سپاہی کے درجہ سے ترقی کی۔ اوسنے ۱۸۷۷ء میں بمقام پلیونا بینظیر شجاعت و بسالت دکھائی۔ مگر حوران کے دروسوں[1] کی بغاوت کے وقت تک اسکی حیرت انگیز فوجی قابلیت پورا نشو و نما نپا سکی اور نہ دنیا پر بخوبی مبرہن ہوسکی۔ اس بغاوت پر اوسنے ۱۸۹۵ء میں بشراکت ابراہیم پاشا غالب آکر ملک کے اس حصہ کی خوفناک اور دور تک پھیل گئی ہوئی بدامنیوں کو یکبارگی دبا دیا۔ باغیوں کے دل یا دل پر اپنی مستعدی اور مہارت سے اسطرح فی الفور غالب آجانے کے صلہ میں

[1] اس آخری بغاوت کے حالات جو پہلی مرتبہ ۱۸۹۵ء میں اور دوبارہ جولائی و اگست ۱۸۹۶ء میں ہوئے بست سالہ عہد حکومت کے ایک ضمیمہ میں مفصل درج ہیں آخری کے لفظ سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ دروزوں کی یہہ پہلی بغاوت نہ تھی سابقہ شورشوں کے حالات تاریخ خاندان عثمانیہ میں مندرج ہیں مترجم

اوسے جنرل کی رتبہ پر فایز کیا گیا اور حوران کا گورنر بنایا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں وہ وہاں سی البانیا کو تبدیل ہو کر دیبرا کا گورنر بنایا گیا۔ کیونکہ اس علاقہ کی شورہ پشت اور جنگجو باشندوں کو قابو میں رکھنی کے لیئے زبردست دل و دماغ اور فولادی پنجہ رکھنی والے حاکم کی ضرورت تھی محاربہ روم و یونان میں اول سی آخر تک متردد تنسرا کار دیفی ڈویزن اوسکے ماتحت رہا۔

توپخانہ کا کمانڈر رضا پاشا تھا۔ یہہ نوجوان اور بخوبی تعلیم و تربیت یافتہ جرنیل اپنی منصب کی متعلق درست و بیخطا عملی واقفیت رکھنی کی علاوہ اعلے افسر کی فرایض سی بھی پورا پورا واقف ہے وہ گولڈن ہارن (شاخ زرین یعنی خلیج قسطنطنیہ) کی مدرسہ توپخانہ کا پرانا طالبعلم ہی۔ کمان ملنی پر اوسکی عمر چالیس برس سی متجاوز نہ تھی۔ وہ ابھی بہت ہی کم عمر تھا کہ اوسی مزید تعلیم و مطالعہ کی لیئے چار برس جرمنی میں بسر کرنیکا حکم ملا۔ اور اسکے ساتھ ہی ۲۷ ویں فیلڈ آرٹلری (میدانی توپخانہ کی) رجمنٹ میں ایک افسری کی عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔ توپخانہ کی معاملات کی متعلق اوسکی واقفیت۔ لیاقت اور مہارت کسی قابلترین یورپین افسر توپخانہ سی کم نہیں۔ اوسکی تعلیم و تربیت کامل ہی۔ اور جدید ترین اصولوں اور قواعد سی بخوبی ماہر ہونی کے علاوہ بہادر اور مستعد آدمی ہی۔ لڑائی شروع ہونی کو تھی کہ اوسنی بہت ہی تھوڑی عرصہ میں فوج توپخانہ کو ایسی عمدگی اور کمالیت سی از سر نو مرتب اور درست کر لیا کہ فوج مذکور نے زیادہ تر ماتحت افسروں کی عمدہ تربیت اور اونکی اس وصف کی بدولت کہ وہ صادر شدہ احکام کی فی الفور تہ کو پہونچ جاتی تھی محاربہ میں شاندار کارنمایاں دکھائے۔

صوبہ اپائرس میں تجربہ کار نبرد آزما احمد حفظی پاشا اعلے کمان افسر تھا۔ اوسکی فوجی ناموری کا سکہ روسی محاربہ کی وقت سی بیٹھا ہوا ہی۔ اوسوقت وہ عثمان پاشا کی زیر کمان فوج کی ایک ڈویزن کا کمانڈر تھا۔ اور اپنی فوج سی پلیونا اور اورخانیہ کی درمیانی مقام دوبنیک کی عجب شاندار طریق سی محافظت[1] کی تھی۔ اس بہادری کی طفیل اوسکا نام شیر دوبنیک پڑ گیا تھا۔

اس محاربہ کی بعد وہ لفٹنٹ جنرل کی رتبہ پر فایز ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں یانینا (جنوبی البانیا یا اپائرس کی صدر مقام) کا گورنر اور ۱۸۸۷ء میں اس عہدہ کی ساتھ ہی ترکی افواج مقیمہ سرحد یونان کا کمانڈر بھی بنا دیا گیا۔ محاربہ روم و یونان کی شروع ہونی پر اوسکی عمر ستر برس کی تھی جنمیں سی پچاس برس افسر اور تقریباً بیس برس لفٹنٹ جنرل رہا۔

بالآخر ان تین کمانڈروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو محاربہ کی دوران میں سرحد اپائرس پر کمانڈر تھی یہ کمانڈر لفٹنٹ جرنیلان مصطفے پاشا۔ عثمان پاشا۔ اور محمد سعد الدین پاشا تھے۔

مصطفے پاشا کی ملازمت کا حصہ کثیر وزارت جنگ کی فوجی اور انتظامی سررشتوں میں بسر ہوا تھا۔ جہاں وہ کسیقدر انفنٹری و سٹاف اور کسیقدر کمسریٹ کی ترتیب جدید اور درستی کی کاروبار میں مصروف رہا۔ ۱۸۸۶ء میں یوزگاد کی ایک ردیفی بریگیڈ کا کمانڈر مقرر ہوا۔ اپنی عملی خدمت کی متذکرہ صدر شعبوں میں جنمیں کام کرنیوالی کی نسبت طبعی طور پر یہہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ وہ فوج کی حالات و معاملات سی صحیح صحیح علم و واقفیت رکھتا ہے۔ اوسنی کامل اصلاحات کی بنیاد قایم کر دی۔ ۱۸۹۳ء میں ارمنی بغاوت کی پھوٹ پڑنی پر مصطفے پاشا اوسکی انطفا پر مامور کیا گیا۔ اور اس کام کو تھوڑی سی عرصہ میں کامیابی کی ساتھ برسر انجام پہونچا دینی کے صلہ میں

[1] اسکی مفصل کیفیت کی لیئے دیکھو محاربات پلیونا حصہ سوم۔

لفٹنٹ جنرل کا رتبہ پر فائز کیا گیا۔ گذشتہ محاربہ یونان شروع ہونے پر وہ اپنا ڈویژن لیکر اپائرس گیا۔ لیکن ابھی پہونچا ہی تھا کہ اوسکی البانوی پلٹنوں کا ایک حصہ باغی ہوگیا جسپر وہ نظر بند ہوکر قسطنطنیہ بھیجا گیا۔

لفٹنٹ جنرل عثمان پاشا جبکہ وہ بحیثیت کپتان ہیڈ کوارٹر سٹاف میں تھا۔ دو برس روسی رجمنٹوں میں کام سیکھنے کے لیئے روس بھیجا گیا تھا۔ اور ان دو برسوں کے بعد سینٹ پیٹرزبرگ کی عثمانیہ سفارت میں اتاشی مقرر کردیا گیا تھا۔ اوسنے ڈارڈنیلز کی قلعہ بندی اور استحکام میں قابل تعریف خدمت دی۔ اور اوسکی صلہ میں روس اعلیٰ کمیشن کا ممبر بنادیا گیا۔ جسنے قلعہ بندیوں کو نقشے اور تجاویز سپرد تھیں۔ محاربہ یونان کے آغاز پر وہ لفٹنٹ جنرل اور ڈویژن کا کمانڈر بنادیا گیا۔ اوسنے اپنی افواج سے کامیابی کے ساتھ کام لیا اور بالخصوص معرکہ کورومن نہایت قابلیت اور شجاعت دکھائی۔

لفٹنٹ جنرل محمد سعد الدین پاشا ہیڈ کوارٹر سٹاف کا رکن اور سر ہنگ وینامیں مجید پاشا کا ایڈیکانگ تھا۔ پھر محاربۂ روس کے آخری حصہ میں سلسٹریا کو قریب شرکیب کا زار رہا۔ محاربہ کے بعد جبکہ دوران میں وہ ۲۶ برس کی چھوٹی ہی عمر میں کرنیل کے رتبہ پر فائز ہوگیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ وزارت حرب کے سررشتہ میں مامور رہ کر اوسکی مالی صیغہ میں کام کرتا رہا۔

ارمنی بغاوت کے دوران میں وہ امپیریل کمشنر کی حیثیت میں وان کو بھیجا گیا۔ جہاں وہ جلد عمالی پر جوشی و تشویش کو فرو کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان خدمات کے صلہ میں سلطان المعظم نے اوسے طبقہ عثمانیہ کے سرحصہ المعارف اعلیٰ جمال عطا فرمائی۔ محاربہ یونان میں اوسکے ایک رد یفی ڈویژن کی کمان تفویض کیگئی جو الورو کی لڑائی میں عثمان کے ڈویژن کے ساتھ شریک تھا۔ غرتیں میں جنگ ملتوی ہوجانے پر وہ پھر سررشتہ حرب میں اپنے پرانے کام پر چلا گیا۔[1]

فصل ہفتم ترکی بیڑہ جہازات

جرمن افسر کا بیان ہے کہ بری افواج کے علاوہ ترکی کی بحری طاقت کو بھی گو وہ گذشتہ محاربہ میں بہت ہی خفیف قسم کا کام دیا اوسکی فوجی قوت کا اندازہ کرتے وقت مدنظر رکھ لینا واجب ہے۔ ترکی نیوی (دو فقرہ بحری طاقت یا بیڑہ جہازات) میں تین

---

[1] اس باب کو خاتمہ پاندرس کی ترکی فوج کی نسبت ایک واقفکار اور منصف مزاج افسر کی رائے جو سالہا سال کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد قائم کیگئی تھی درج کردینا بھی نہ ہوگا۔ انکا نام کپتان نامعلوم ہے اور ولایت کو ایک ہوا رسالہ میں ترکی فوج کی موجودہ حالت کا ۱۹۰۸ء کی حالت سے بالصراحت مقابلہ کیا ہے۔ انکی تحریر بعد ان الفضل ما شہدت بہ الاعداء نہایت قابل وثوق ہوسکتی ہے۔ صاحب موصوف نے دو برس ہوئے اسوقت کی ترکی فوج کی حالت پر ایک رسالہ شایع کیا تھا جس میں انہوں نے یقین کے ساتھ تحریر کیا تھا کہ ترکی فوج ان اطلاعات کے طفیل جو اعلے جنگی کمیشن کی نگرانی میں جسکی صدر مجلس خود اعلیحضرت امیر المومنین ہیں اور جو برابر بلند کو شکیں کر رہی ہے اصلاح کر رہی ہے۔ اگر کبھی ترکی کو آیندہ لڑائی میں خواہ اسکا مدمقابل کوئی ہو اپنی شجاعت و کارآزمودگی کا پھر ثبوت دینا ہوگا۔ وہ اب محاربہ روم و یونان کا نتیجہ ہے خوش ہوگی۔ یہی انکا بیان بالکل درست ثابت ہوا کپتان ممدوح اس جنگ میں ترکی فوج معظمہ موصلہ اپائرس کے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تھے اور دونوں اصحاب

آہن پوش جہازوں میں توپوں کی حفاظت کے لیئے پمپ پروف خانے ہیں انکے نام مسعودیہ[۵۱] حمیدیہ و آثار توفیق ہیں۔ اول الذکر

(بقیہ صفحہ سابقہ) کی لڑائیوں اور محاربوں کے حالات نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں۔ جس میں انہوں نے ترکی فوج کی ترقی کا ذکر کیا ہے جو اسکو پچھلے بیس برس میں حاصل ہوئی ہے ۱۸۷۷ء کی ترکی فوج کی نسبت وہ تحریر فرماتے ہیں کہ محاربہ روم و روس میں ترکی فوج کے اہم نقص یہ تھے کہ اسٹاف کا اسمیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اور افسر بالکل ناقابل اور جاہل تھے۔ مختار پاشا (سپہ سالار افواج آرمینیا) کے ساتھ کوئی اسٹاف نہ تھا اور نہ کوئی ایسا افسر اُن کے ساتھ تھا جو دشمن کی جمعیت اور ملک کی قدرتی کیفیت کو معاینہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ بہت تھوڑے افسر نقشہ کو پڑھ سکتے تھے۔ اور نقشے بھی بہت تھوڑے تھے۔ اور جو تھے بھی وہ آسٹریا کے چھپے ہوئے۔ میدان جنگ میں تار برقی سے کوئی کام نہ لیا گیا تھا۔ کیمپ سے فاصلہ پر بکٹ اور پہرے بٹھانے وہ جانتے ہی نہ تھے۔ ڈویژنوں بریگیڈوں اور رجمنٹوں کے کمانڈر اپنی اپنی فوجوں سے کام لینے اور اُن سے فوجی نقل و حرکت کرانے کے فن سے ناآشنا تھے۔ اور کیمپوں کے صاف رکھنے کے لیئے کوئی کوشش نہ کیجاتی تھی۔ میدان جنگ کے لیئے تقریباً کوئی ہسپتال موجود نہ تھا اور مجروح سپاہیوں کے اعضاء قسطنطنیہ سے منظوری ملنے سے پہلے قطع نہیں کیئے جا سکتے تھے۔ میدان جنگ میں فوجی خزانہ بالکل خالی تھا اور کمسریٹ کا انتظام کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں کل نقشہ بدلا ہوا ہے۔ ڈویژنوں کے کمانڈر عثمان پاشا و ابراہیم پاشا (یہ دونو افسر صوبہ اپائرس کی فوج پر مامور تھے جنکا مارشل ادہم پاشا سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اعلے تعلیم یافتہ اور علمی و عملی دونو طرح کے فن جنگ میں پورے ماہر تھے) اور اُنکے اسٹاف افسر ایسے چالاک اور ذہین تھے کہ کسی فوج میں ان سے بہتر نہیں دکھائی دیتے۔ فوج اپائرس کے دونو ڈویژنوں کے اعلے اسٹاف افسر میجران اسد و صالح یکسکئی برس جرمن فوج میں رہ چکے تھے۔ اور ٹوپی کی چوٹی سے لیکر بوٹ کی ایڑی تک ہر جوڑ بند اُن کی سپاہی گری کا شاہد تھا۔ تمام رجمنٹوں کے افسروں اور اسٹاف افسروں کو ملک کے نہایت درست نقشے تقسیم کیئے گئے تھے جو $\frac{1}{5000}$ کے پیمانہ پر تھے۔ ڈویژن کے کمانڈروں کے پاس اس نقشہ کے علاوہ ایک ایک نہایت ہی عمدہ نقشہ رنگین $\frac{1}{10000}$ کے پیمانہ پر تھا اُن سے عمدہ نقشے مینے کبھی نہیں دیکھے۔ محکمہ تار فوجوں کے ہمراہ تھا۔ اور گو عیسائی باغی اکثر تاروں کو کاٹ جاتے تھے تاہم محکمہ مذکور نہایت قابل تعریف درستی اور سرعت سے کام دیتا رہا۔ بکٹ اور دور کے پہرہ کے فرایض کو نظام فوجیں بخوبی سمجھتی تھیں۔ اور صوبہ مذکور کے تینوں بریگیڈوں کے کیمپ صفائی و پاکیزگی میں اپنی آپ ہی نظیر تھی۔ آدمیوں اور گھوڑوں کے لیئے پانی پینے کا الگ الگ انتظام تھا۔ پاخانے نہایت احتیاط سے بنائے گئے تھے اور ہر روز صاف کیئے جاتے تھے۔ میدانی فوجی ہسپتال ہر ایک ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر میں موجود تھے ایک بمقام پریویزا تین بمقام فلپاڈیس ایک بمقام پلاکا اور پانچ جانینا میں تھے۔ ان سب میں بالمجموع دو ہزار بیمار اور مجروح سما سکتے تھے۔ مگر خوشی کا مقام ہے کہ طبی ڈاکٹروں پر بیماروں کی چنداں بھرمار نہ پڑی۔ قطع اعضاء کے لیئے قسطنطنیہ سے اجازت منگوانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہ امر ہسپتال کے اعلے طبی افسر کی رائے پر منحصر تھا جانینا کے ہیڈ کوارٹر کا فوجی خزانہ بھرپور تھا۔ اور عثمان پاشا ہر وقت نہ فقط اُن دہقانوں کو جنکے جانور باربرداری کیواسطے لیئے جاتے تھے کرایہ دے سکتے تھے بلکہ فوج کے لیئے جو بھیڑ بکریاں خریدی جاتی تھیں اُن کی قیمت بھی فی الفور ادا کر دیتے تھے۔ سپاہی بھی روپیہ سے خالی نہ رہتے تھے۔ اُن کو بھی تنخواہ برابر ملتی رہتی تھی اور گو البانوی طبعاً لوٹ مار کے عادی ہوتے ہیں مگر دوم آرمی کور (اردو) کے سپاہی نہایت احتیاط و التزام کے ساتھ ہر ایک چیز کی جسکی اونہیں ضرورت ہوتی تھی۔ قیمت ادا کر دیتے تھے۔ مئی کے اخیر میں جانینا (بقیہ بر صفحہ ۱۴۶)

[۵۱] دیکھو ۱۴۶

جہاز ۱۳۰۰ ٹن ۱۰ ہیکلی قابلیت کا بتایا گیا تھا۔ یہ پہلا توپ ہے جس میں ہم کیوتزر سے ہر بیلی آرٹلری گنوں کی قسم کی توپ ۱۲ انچ قطر کی کرپ ۲۰ جلد چلنے والی اور کلل توپیں نصب ہیں۔ اونکی زرہ کی آہنی چادریں ۱۰ انچ موٹی ہیں مگر اثار توفیق کے بیڑے کی چادریں ہی اپنی ہیں ۱۰ انچ موٹی ہیں۔ جہاز کی گنجائش فوجی سامان ۱۰۰۰ ٹن ہے۔ اس جہاز کا وزن ۔۔۔۔۔ اول الذکر کا وزن (یعنی وزن اٹھانے کی قابلیت) ۷۰۰۰ ٹن اور آثار توفیق کا ۵۷۰۰ ٹن ہے۔ لیکن حمیدیہ ۹ انچ دبیز برکب دہات کی چادروں سے محفوظ ہے۔ اور اوسکی تمام بھاری توپیں کرپ قسم کی ہیں۔ اوسپر دس ۱۰ انچ قطر کی۔ دو چھ انچ کی چھ ۳ انچ کی اور دو شینی توپیں ہیں۔ آثار توفیق پر آٹھ ۹ انچ کی۔ دو آٹھ انچ کی چار جلد چلنے والی اور سات گلدار توپیں ہیں آثار توفیق اور سعودیہ کو معمولی جہاز سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر چار دل آہن پوش برج دار جہاز عزیزیہ محمودیہ عثمانیہ اور احسانیہ لڑائی کے مقاصد کے لیے محض ناکارہ آمد ہیں۔ کیونکہ اونکی زندہ بہت ہی پتلی ہے۔ البتہ باربرداری کے کام کے لیے بہت کارآمد ہیں۔ ہر ایک

بقیہ صفحہ سابقہ) سے گزرنے کے وقت فوج میں باربرداری کا انتظام نہایت مکمل تھا۔ ہر ایک پلٹن کے ساتھ دو سو یا دو سو پچیس قلی اور مقامات سٹرونیا فلیا ڈنیر قرصوں کاروان سرائے اور جانینا میں ٹیوفایم دئے گئے تھے۔

اس کے بعد کپتان نامس تحریر فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ عثمانیہ نے اس محاربہ میں عثمانیہ فوج کا بہترین اور قابل ترین حصہ نہیں بھیجا تھا۔ چار جنوبی ڈویژن کے سوا اور کوئی رجمنٹ باقاعدہ فوج نظام کی سلطان العظم نے میدان جنگ کی روانگی کے وقت میدان ایکی ردیف فوج نہیں بھیجا ہے۔ نظام فوج اپنی چھاؤنیوں کی بارکوں ہی میں مقیم رہی تھی۔ اگر سرویا بلگیریا بھی یونان کے ساتھ شامل ہو جاتے (گو بسبب یونان صوبہ مقدونیا کا دعویدار ہے یہ دونوں قومیں اسکی بجائے زیادہ تر سلطان کی طرفدار رہتیں) تو ٹرکی کو اسکی کچھ پرواہ نہ ہوتی اس لیے ان دونوں ملکوں کی سرحد پر نزل انکیزو تیئیس پلٹن نظام فوج چھپا رکھی تھی جو سب کی سب ماسر گینز نئے فلوں سے مسلح تھیں۔ اور گویا باب عالی کو ان دونوں ملکوں کی ساکت رہنے کا یقین تھا۔ مگر اسے یونان اپنے مقبر دشمن کے ساتھ مقابلہ پر نظام فوج روانہ کرنے کی کوئی تیاری نہ تھی۔

پس ٹرکی نے ثابت کر دیا کہ وہ یونان ایسے ملکوں کو صرف اپنی فوج کی ضرب سے تباہ کر سکتی ہے کیونکہ ردیف اور نظام کی وہی نسبت ہے جو ہندوستان کی گورہ فوج کو پولیس کی رنگروٹ سے ہے۔

۱ ترکی بیڑہ جہازات کی کمزوری کا متعلق محاربہ کے دوران میں یورپین اور بالخصوص انگریزی اخبارات بہت کچھ لاطائل بزیان بکتے رہے تھے جبکی اکثر غلط وایات کی اوسی زمانہ میں میں نے اخبار ویکل میں متعدد واقعات کو پیش کر کے کافی تردید کر دی تھی۔ لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ یورپین اخبارات کی کل روایتیں ہی بالکل غلط نہ تھیں۔ ترکی بیڑے کے جہازات قابل اصلاح و مرمت تھے جبکی درستی کا کام امیر المومنین کے حکم و منشا سے جنگ کے دوران میں ہی شروع کر دیا گیا۔ اور اب تک اس حصار میں بڑی سرگرمی سے کام کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ متعدد جہازات کی درستی خاص سلطانی کارخانہ میں ہو چکی ہے۔ اور کئی نئے جہاز اور تارپیڈ کشتیاں بھی اسوقت تک تیار ہو چکی ہیں۔ مزید برآں ترکی بیڑے کے بڑے جہاز سعودیہ اور آثار توفیق از سر نو جدید طرز پر مسلح اور درست کیے جانے کے لیے جنوری ۱۸۹۹ء میں شمال مغربی اٹلی کی بندرگاہ جنوا کے کارخانہ انسالڈو میں بھیجے گئے ہیں اور جبکہ یہ بیڑہ واپس آئیگا تو ہر ٹری ہی عرصہ میں ترکی بیڑہ کو پھر سابقہ عظمت و شوکت اور طاقت حاصل ہو جائیگی۔ مترجم

۲ انگریزی بیڑہ کے وہ جہازات اول درجہ کے کہلا تے ہیں جو ۹۵۰۰ ٹن یا اس سے زیادہ وزن اٹھانے کی قابلیت رکھتے ہوں اور ۱۳ ناٹ گھنٹہ کی رفتار

دو ہزار آدمی سوار ہو سکتے ہیں فرائیگیٹ[1] حمیدیہ ترکوں کی بحری صناعی و کاریگری کا نمونہ ہے اسکی تعمیر ۱۸۷۰ء میں عبدالعزیز کے عہد میں شروع ہوئی۔ اور بمشکل تمام کہیں ۱۸۸۵ء میں جاکر ختم ہوئی لیکن جب اوسے موجودہ سلطان کے سعید و مفتخر نام سے موسوم کرکے سمندر میں اتارا گیا۔ تو انجینیری اور عمارتی نقصوں کی وجہ سے بے قابو ثابت ہوا۔ بنابرین اوسے پھر دوسرے جہازوں نے کھینچکر کارخانہ مین پہونچا دیا۔ جہان وہ تب سے اپنی زندگی فلسفیانہ غور و فکر اور سوچ بچار مین بسر کر رہا ہے[2]۔

[1] فرائیگیٹ اوس جہاز کو کہتے ہیں جو کاروٹ اور مصافی جہاز کے بین مین ہو۔ بالفاظ دیگر اوسے چھوٹا مصافی جہاز سمجھنا چاہیے۔

[2] برعکس ازیں جیسا کہ میں ٹرکی کی موجودہ حالت میں لکھ چکا ہوں مسٹر ویلٹی نے سٹیٹ مینز ایکٹر بابت سال ۱۸۹۶ء میں حمیدیہ کے کارخانہ یا آرسینل سے باہر نہ نکلنے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ اوسکی تسلیح و توپین وغیرہ نصب کرنے کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا۔ یہ جہاز اوس بیڑہ میں جو ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء کو گولڈن ہارن سے دردانیال کو گیا شامل تھا۔ اس بیڑہ کی روانگی اور اوسکے جہازات کے مجمل حالات وکیل مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۹۷ء کے مندرجہ ذیل نوٹ سے ظاہر ہے۔

قسطنطنیہ کے بندرگاہ گولڈن ہارن شاخ زرین) سے ۲۰ مارچ کی سہ پہر کو چھ عثمانیہ آہنی جہاز اور تین تارپیڈو کشتیاں نائب امیر البحر حسن رامی پاشا کے زیر کمان روانہ ہوئے۔ لاکھوں تماشائی ان کی روانگی کو دیکھنے کے لیئے بندرگاہ کے سواحل اور مکانوں کے چھتوں اور دریچوں پر جمع تھے اور اونکے جوش کا کوئی حد و حساب نہ تھا روسی سفیر اور کئی اور سفرا بھی موجود تھے۔ جہازوں کے گذرنے کے لیئے پونے چار بجے گولڈن ہارن کے دونو پلوں کو درمیان سے اٹھا دیا گیا۔ اور پلوں کے دونو جانب فوجی پہرہ کھڑا ہو گیا۔ ۱۸۷۷ء کی لڑائی کے بعد اب پہلی دفعہ ترکی بیڑہ نے اپنے مستقر سے حرکت کی ہے۔

سب سے پہلے مسعودیہ آہن پوش نے حرکت کی اور اسکے کپتان نے اسکو نہایت سلیقہ اور چابکدستی سے پل کے درمیانی راستہ سے جو بہت تنگ تھا۔ گذارا۔ یہ جہاز ترکی بیڑہ میں سب سے بڑا ہے اسکا وزن ۹۱۲۰ ٹن ہے اور اسپر بھاری توپیں نصب ہیں۔ اسے تیار ہوئے ہوئے اگرچہ ۲۱ برس گذرے ہیں لیکن پھر بھی اول درجہ کا جنگی جہاز شمار ہوتا ہے نئے روغن سے اس کی ٹیپ ٹاپ اور بھڑک اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی مگر پھرتیلی تارپیڈو کشتی گذری۔ اور پھر حمیدیہ آہن پوش جو ترکی سلحخانہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ مسعودیہ سے بہت چھوٹا ہے اسکا وزن ۶۴۰۰ ٹن ہے اور صرف ایک چمنی دہواں نکلنے کی رکھتا ہے۔ پل کے قریب پہونچکر اسکے پل سے ٹکرانے کا خدشہ ہو گیا لیکن کپتان نے پھرتی کرکے جہاز کو پچھلی طرف لوٹا لیا۔ اور پھر سیدھا کرکے پل میں سے نکالا۔ حمیدیہ کے بعد آہن پوش عثمانیہ تیز رفتاری کے ساتھ بندرگاہ سے نکلا۔ اس سے پیچھے ایک تارپیڈو کشتی۔ اور ایک تارپیڈو کروزر روانہ ہوا۔ اور پھر آہن پوش عزیزیہ عثمانیہ اور عزیزیہ دونوں ایک جیسے جہاز ہیں ہر ایک کا وزن ۶۴۰۰ ٹن رفتار فی گھنٹہ ۱۲ میل اور ہر ایک پر ۲۷ کرپ اور نارڈن فلٹ توپیں ہیں۔ یہ دونو جہاز کل بیڑہ میں سب سے نئے اور پھرتیلے معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے بعد جہاز نجم شوکت گذرا۔ یہ ۲۰۹۸ ٹن وزنی ہے۔ آسٹریا میں تیار ہوا تھا۔ اور سابق الذکر جہازوں سے مختلف طرز کا ہے۔ اس جہاز کے گذرنے کے وقت بارش ہو جانے سے اکثر لوگ منتشر ہو گئے۔ مگر تماشائیوں کی تعداد میں کوئی فرق نہیں نظر آتا تھا۔ سب سے آخر دریائی اگن بوٹ ہژبر گذرا۔ جسکا وزن ۴۰۰ ٹن ہے۔ بیڑہ گولڈن ہارن سے نکلکر محلسرا

برج دار جہازات۔ عزیزیہ۔ محمودیہ۔ عثمانیہ۔ اور ارخانیہ میں سے ہر ایک پر دو نی توپیں و دو آہن پوش یعنے زرہ دار برجوں پر جنکی زرہ کی چادریں دس دس انچ دبیز ہیں نصب ہیں۔ ہر ایک پر دو ۱۰ ۱/۵ انچ کی۔ آٹھ ۶ انچ کی۔ چھ چار انچ کی۔ چار جلد چلنے والی اور سات مشینی توپیں ہیں۔ جو سب کی سب کرپ قسم کی ہیں۔ علاوہ بریں ہر جہاز پر ایک چھوٹی تارپیڈو کشتی بھی رہتی ہے۔ اور ہر ایک میں دو تارپیڈو نالیاں لگی ہیں۔

انکے بعد برج دار جہاز عبدالقادر قابل ذکر ہے۔ جو آہن پوش کروزر (گشت کنندہ جہاز) کا کام دیگا۔ اوسکا وزن ۷۸۷۳ ٹن ہے۔ انجن ۱۵۰۰ گھوڑوں کی طاقت کے ہیں۔ جو جہاز کو توام چرخوں سے چلائینگے۔ اسپر جدید ترین قسم کی بہت سی توپیں نصب ہیں ایم سی بسیکہ کے بیان کے مطابق یہہ جہاز ابھی تک زیر تعمیر ہے۔ مگر مکمل ہونے پر جدید ترین قسم کا اور ہر طرح سے ترکی بیڑہ کا نہایت مضبوط اور کارآمد جہاز ہوگا۔ اور اوسکے اضافہ سے بیڑہ کو بہت تقویت مل جائیگی۔ ان بڑی جہازوں کے علاوہ سات چھوٹی آہن پوش کاروٹ[1] فتح بلند۔ مقدم خیر۔ عون اللہ۔ معین ظفر۔ اجلالیہ۔ آثار شوکت اور نجم شوکت ہیں۔ انکے وزن دو ہزار سے لیکر ۲۸۰۰ ٹن تک ہیں اور رفتار ۱۱ سے لیکر ۱۳ ناٹ فی گھنٹہ۔ یہہ گراں وزن مونھ کیطرف سے بھری جانیوالی آرمسٹرانگ درمیانی جسامت کی کرپ ہلکی جلد چلنے والی۔ اور مشینی توپوں اور نیز لوازمات تارپیڈو سے مسلح ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان سے صرف حفاظت ساحل کا کام لیا جا سکتا ہے۔ مگر چونکہ اونکی زرہوں کی چادریں ۵ انچ سے بھی کم دبیز ہیں وہ جدید ترین قسم کی توپوں کے سامنے زیادہ عرصہ نہیں ٹھیر سکتے

ٹرکی کے پاس دوہری برجوں کا ایک مانی ٹر[2] (مدور جہاز) موسومہ حفظ رحمن بھی ہے۔ اوسکا وزن ۲۵۰۰ ٹن ہے۔ زرہ چنداں دبیز نہیں۔ رفتار صرف بارہ ناٹ فی گھنٹہ ہے۔ ۱۸۶۸ء کی ساخت ہے اور مونہہ کیطرف سے بھرنیوالی آرمسٹرانگ توپوں سے مسلح ہے۔ آہن پوش جہازات کے بیڑہ کے ساتھ دو دریائی اگن بوٹوں۔ فتح اسلام۔ و ممدویہ۔ اور آہن پوش اگنبوٹ ہژبر کا بھی ذکر کرنا لازم ہے۔ اول الذکر دونو جہاز صاف نال کی توپوں سے مسلح ہیں۔ اور ہر ایک کا وزن ۳۳۰ ٹن ہے ہژبر کی جسامت چار سو ٹن کی ہے۔ اور دو ۴ ۳/۴ انچ کرپ دو جلد چلنے والی اور دو کلدار توپوں سے مسلح ہے۔

متذکرہ صدر آہن پوشوں کے علاوہ ٹرکی کے پاس تارپیڈو جہازات کا بھی معقول بیڑہ ہے۔ اسمیں تین تارپیڈو اگن بوٹ (موسومہ نعمت پلنگ دریا و شاہین دریا) جدید ساخت کی ہیں۔ دو جرمنی کے کارخانہ گارڈن کی ساخت ہیں اور ایک جسکی رفتار ۱۹ و ۲۲ ناٹ کے درمیان ہے قسطنطنیہ کے سلطانی کارخانہ بحری کی ساخت ہے۔ انکے علاوہ دو تارپیڈو غرق کنندہ جہاز (موسومہ برق افشان و طیار) ۱۵ اول درجہ کی۔ ۷ دوم درجہ کی اور ایک سوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں برق افشان اور طیار جرمنی کے بندر کیل کے کارخانہ جرمانیا کی ساخت ہیں اونکی رفتار ۲۵ ناٹ ہے۔ تارپیڈو کشتیوں میں سے بھی اکثر جرمنی کے

---

[1] فرانگیٹ سے چھوٹا جنگی جہاز۔ جسپر عموماً توپوں کی صرف ایک قطار ہوتی ہے۔

[2] ترکی بیڑہ کے کئی مانی ٹر جہاز ۱۸۷۷-۷۸ء کی محاربہ دوم روس میں دریا ڈینوب اور بحیرہ اسود کے نادر میں روسی تارپیڈو ون نے غرق کر دیئے تھے مترجم

مختلف کارخانوں کی بنی ہوئی ہیں۔ اور جدید ترین طرز کی ہیں۔ بالفاظ دیگر ترکی بیڑہ کا جدید اور تازہ ترین ساخت رکھنے والا حصہ یہی بیڑہ تارپیڈوان ہے۔

بلا زرہ جہازات میں سے جو موجودہ زمانہ کی بحری لڑائی میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ترکی کے پاس آٹھ اول دوم و سوم درجہ کے کروزر ہیں۔ انمیں سے چار جہاز کارآمد ہیں۔ کیونکہ گو باہر کیطرف اونپر کوئی راہ نہیں لیکن اندرونی طور پر وہ ڈکوں (چھتوں) کے فولادی اور گاؤدم ہونے کی وجہہ سے بہت کچھہ محفوظ ہیں۔ ان آٹھ جہازوں کے علاوہ ۳۸ اول و دوم اور سوم قسم یا درجہ کے اگنبوٹ کئی پیچدار اور چپودار چرخوں سے چلنے والی دخانی جہاز (سٹیمر) جو دیدبانی اور دیکھہ بھال کا کام دیتے ہیں۔ متعدد تعلیمی اور کئی باربرداری کی جہاز بلا زرہ جہازوں کی ترکی بیڑہ میں موجود ہیں۔ سوخوم[1] قلعہ کی مہم کے بعد جو ہوبرٹ پاشا۔ مان

[1] سوخوم قلعہ بحیرہ اسود کی شمال مشرقی ساحل پر بندر پوٹی سے چالیس بیالیس میل بجانب شمال واقع ہے۔ مسٹر اولیور تاریخ محاربہ روم و روس میں اس مہم کے حالات بالاجمال یوں لکھتے ہیں۔ "روسیوں نے ۱۷ مئی ۱۸۷۷ء کو پچاس ہزار فوج لیکر دس ہزار ترکی فوج سے جسکا کمانڈر مع سٹاف حملہ آوروں کو دیکھکر بھاگ گیا تھا۔ اردہان کو فتح کر لیا۔ مگر ۱۴ مئی کو ترکوں کو بھی سوخوم قلعہ میں نمایاں فتح حاصل ہو چکی تھی۔ ۱۳ مئی کو چار آہن پوش فرائیگیٹ۔ چار بڑے باربرداری کی جہاز۔ ایک خبر رساں کشتی معہ دس ہزار فوج۔ پانچ باتری توپخانہ اور پچاس ہزار رائفلوں کے جو دیسی باشندوں میں تقسیم کرنے کے لیئے ساتھ لیجائی گئی تھیں۔ پوٹی سے چالیس میل اوپر ابہاسیہ کی ساحل پر نمودار ہوئے۔ یہ سب جہاز اور فوج فضلی پاشا کی زیر کمان تھی۔ ساحل کے قریب پہونچکر ترکی فوج خشکی پر اترنی شروع ہو گئی۔ سوخوم قلعہ کے کمانڈر نے یہ دیکھکر کچھہ فوج حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیئے اوسطرف بھیجدی۔ مگر اوسی دن رات کے وقت جسقدر ترکی فوج خشکی پر اتری تھی وہ پھر جہازوں پر سوار ہو گئی۔ اور دوسرے دن علی الصباح یہ بیڑہ قصبہ سوخوم قلعہ کے سامنے نمودار ہو گیا۔ یوم ماقبل کی کارروائی سے اوس فوج کا حصہ کثیر شہر سے باہر جا چکا تھا۔ ترکی امیر البحر حسن پاشا نے شہر پر گولہ باری کی۔ جسکا غنیم چنداں استقامت سے جواب نہ دیسکا۔ بعد ازاں امیر البحر نے ایکہزار چرکس خشکی پر اتار دئے اور اونہوں نے آبادی کے مسلمان حصہ کی مدد سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر کچھہ باقاعدہ سپاہی چند علما سمیت چرکس قبایل میں میں۔ جو پہلے سے باغی ہو رہے تھے۔ روسیوں کے برخلاف جہاد کا وعظ کرنے کے لیئے جہازوں سے بھیجدئے گئے۔ ترکوں کی اس فتح سے ابہاسیوں کی بغاوت کو مزید تحریک ملگئی۔ اور انہوں نے کئی جگہہ روسی افواج کے منفرد دستوں کو شکستیں دیکر بھگا دیا۔ اس ملک کے باشندے یعنے ابہاسی چرکسوں سے بہت کچھہ ملتے جلتے ہیں۔ اور اوس جانگداز و بہادرانہ جد و جہد میں جو شیر کوہ قاف شامل روسیوں کی حکومت کے برخلاف کرتا رہا تھا انہوں نے بہت مدد دی تھی۔ یہ لوگ گو باقاعدہ لڑائی میں چنداں کارآمد نہیں مگر متفرق و بے قاعدہ طرز و طریق جدال جہاں اور جنگلوں وغیرہ کی پناہ میں رہکر لڑائی کرنے میں عجیب مہارت رکھتے ہیں"۔ ناظرین کو اس عبارت سے مہم کے مجمل حالات کے ساتھہ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ محاربہ روس کے مورخ نے اس مہم میں ہوبرٹ پاشا یا کسی اور انگریز افسر ملازم بابعالی کی شراکت و شمولیت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر تعجب ہے کہ جرمن مورخ نے کسطرح مہم کی نسبت یہ لکھدیا ہے کہ وہ اونکی زیر کمان گئی تھی۔ اس تصحیح کے ساتھہ ہی ابہاسیوں کی بغاوت کے متعلق یہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا۔ کہ گو شروع شروع میں اوس سے بہت سی امیدیں تازہ ہو گئی تھیں۔ مگر بالآخر محاربہ کے اختتام سے پہلے ہی روسی اسکو فرو کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے

مان تھورپ بک اور ادمی مساوات کی زیر کمان (جس شاف میں بھی انگریزی قوم کا افسر تھے) ۱۸۷۸ء میں بھیجی گئی تھی۔ تکی آہن پوش کبھی بیڑوں میں مجتمع نہیں ہوئی یعنی بھاری جہازوں کی کوئی ضرورت پیش نہ آئی پر ایک ایک جہاز اکیلا سفر کرتا رہا ہے کبھی دو چار اکٹھی نکلیں چلے۔ کبھی دو چار کو ایک مرد میں جمع کرکے مشق و قواعد کرائی گئی ہے چنانچہ اب صف آرائی کے دو چار اکٹھی مشق اور نوجی نقل و حرکت کرائی جائے تو بحری خدمت کی جلبی قابلیت اور ستورا کی بادجود جوتر کی بیڑہ کی ملاحوں۔ سپاہیوں اور افسروں میں پائی جاتی ہے کسیقدر کمی مشق و قواعد کا عادی نہ رہ جانے کی وجہ سے بلاشک و شبہ نقصان مرموغیرہ کا ضرور نامبارک جاننے ہوں۔ سلطان بیڑوں کی مجموعہ نگونہ نشینی میں سین گذشتہ میں شاذ و نادر ہی خلل پڑتا رہا ہے اور وہ خلل بھی اسی پر محدود رہا ہے کہ کبھی کبھی کوئی تائید کشتی تن تنہا سمندر کو روانہ ہوگئی۔ اس بیکاری اور عزلت گزینی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ جب کبھی متعدد جہازوں کو یکجا باہر بھیجنے کی ضرورت پڑتی رہی ہے جیسی کہ اسوقت پیش آئی تھی جبکہ جرمن قیصر جہاز ہوہن زولرن پر (۱۸۹۲ء میں) قسطنطنیہ گئے تھا اور چند اور جہازوں کا اوسکی پیشوائی اور استقبال کو لیکر آگے جانا لازمی امر تھا۔ تو غیر معمولی جد و جہد کرنا پڑتا ہے

بقیہ صفحہ سابقہ) جس پر ترک موجود قلعہ اور دیگر متصل مقامات کو خود بخود خالی کرکے واپس چلے گئے۔ ترکوں کی اس کوشش کے مقابلہ پر روسیوں نے بھی ارمنی عیسائیوں کو بغاوت پر کھڑا کر دیا تھا لیکن اس بغاوت کا انجام بھی اسی عیسائیوں کی بغاوت ایسا ہی ہوا۔ مترجم

لہ جرمنی نو سیدہ کا یہ بیان ہرگز مبالغہ آمیز نہیں چنانچہ جنگ یونان کے دوران میں جب متعدد آہن پوشوں کو بندر سے نکالنے کا حکم صادر ہوا تھا۔ تو کئی ہفتے تیاریوں میں صرف ہوئے۔ اور گولڈن ہارن کے پلوں میں سے جنہیں جہازوں کو گذرنے کے لئے راستہ کر دیا جاتا ہے۔ انکو نہایت احتیاط سے نکالا گیا تھا۔ اور چونکہ کئی برسوں کے بعد اب پہلی مرتبہ ان آہنی قلعوں نے حرکت کی تھی۔ تقریباً دو لاکھ شہر اس نظارہ کو دیکھنے کے لیے گولڈن ہارن کے دونوں کناروں پر جمع ہو گئے تھا۔ مگر اب جیسا کہ میں کسی حاشیہ میں تحریر کر چکا ہوں یہ کیفیت نہیں رہی۔ آہن پوش بیڑہ کا حصہ کشتی اب سمندر میں ساموجود ہے۔ اور صرف ہتھوڑی جہاز لنگر گاہ میں باقی ہیں۔ جو مرمت ہو جانے کے بعد تقریب بہ ہر یکی آتے ہیں۔ یہ اسی بیڑہ کی کاشتہ کا تھا کہ ۱۸۹۸ء میں جب قیصر جرمنی دوبارہ قسطنطنیہ گیا تو اوسکے استقبال کے لیے ترکی جہاز بھیجنے میں ابھائی کو کوئی خاص تردد نہ کرنا پڑا۔ اس قابل جرمن فوجی افسر نے ایک جگہ ترکوں کی بحری قابلیت کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے۔ جسے بالکل بے بنیاد تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن صدنا سے ضرور بڑھ ہوئی ہے۔ ترکوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ انجینیری اور صناعی وغیرہ میں یورپین اقوام کے برابر ابھی تک ترقی نہیں کی لیکن اب وہ غافل نہیں رہ گئے۔ اور ہم پیشروی کی لگاتار کوشش کر رہے ہیں۔ حمیدیہ جہاز میں تھوڑا سا نقص رہ جاتا ہے اوسکا سمندر پر ٹھیک قابو میں نہ رہ سکنا کو ایکطرف۔ ترکی صنعت کا ابھی تک کچھ ناقص و نامکمل ہونیکا پتہ دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سوا اوسکی اسقدر مہارت بھی واضح ہو رہی ہے کہ ترکوں میں عظیم الجثہ جہاز کے بنانے کی قابلیت پیدا ہو گئی ہے۔ مزید براں جرمنی افسر کی تحریر سے یہ کسیطرح منکشف نہیں ہوتا کہ ترک جہاز مذکور کو نقص کو درست نہیں کر سکے۔ سلطانی کارخانہ کے چشمدید حالات اور ترکوں کی جہازی صنعت کی موجودہ کیفیت ایک الامور بھوطن مسلمان یا شمس العلما مولوی شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامہ روم و شام میں جو تحریر کیا ہے۔ اوسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ترکوں نے اس صنعت میں بھی قابل تعریف مہارت پیدا کر لی ہے۔ یہ ایک مزید خوشخبری ہے

فصل ہشتم میدان کارزار

اپنے تنازعات و اختلافات کو فیصل کرنے کے لیئے دونوں مخالف عساکر جس ضلع میں ایکدوسرے کے بالمقابل ہوئے وہ ترکی صوبجات جنوبی مقدونیہ و اپائرس اور یونانی صوبجات تھسلی و تسیس پر مشتمل تھا۔ کوہستان پنڈس کا سلسلہ اس علاقہ کو دو مختلف میدانہائے کارزار میں منقسم کرتا ہے۔ انمیں سے زیادہ اہم تھسلی کا میدان جنگ ہے جو تقریباً ساری کا ساری ہموار اور مسطح ہے۔ برعکس اسکے دوسرا میدان جنگ یعنی علاقہ اپائرس نہایت کوہستانی اور تنابرین جنگی کارروائیوں کے لیئے کم مناسب ہے جیسا کہ من ذیل سے ظاہر ہوگا۔

تھسلی اور اپائرس کی درمیان جسقدر سرحدیں ہیں وہ محض کچھ ڈنڈیاں ہیں۔ اور پنڈس کی درروں میں سے گذرتی ہیں۔ اپائرس کے ساتھ خشکی کے راستوں کی اس عدم موجودگی کی وجہ سے ترکی یونان کے مقابلہ پر جو سمندر کے راستوں پر پورا پورا اقتدار رکھتا تھا صریح خسارہ میں تھی۔ اور اسی مجبوری تمام کمیں مناسطر کو راستہ اپائرس کو بھیجنی پڑی تھیں۔

پنڈس کی مشہور درے یہ ہیں درہ زگیاس جو بانینا اور گریوینا سے براہ مت سوو و تریکالہ کو جاتا ہے۔ درہ جو ملتا جو گریوینا سے کالاباکا کو جاتا ہے۔ کالاباکا یونان کی شمالی ریلوے کا جو دولوسے تریکالا اور کالاباکا کو جاتی ہے انتہائی سٹیشن ہے۔ درہ زور گیا جو کوزیانی سے الاسونا کو جاتا ہے اور درہ آوزیاس سلسلہ پنڈس کے اون حصوں میں جو درہ زگیاس سے بجانب شمال میں ساٹھ میل سے زیادہ کی مسافت میں آمد و رفت کے واسطے ابھی تک بری حالت میں ہیں۔ ترکا اور گریوینا کے درے حضر پکڈنڈیاں ہیں جنپر صرف بنین سواری سے گذرا جا سکتا ہے۔ اور مناسطر کو رسیا۔ بانینا کی سڑک کا ابھی تک صرف کچھ حصہ تیار ہوا ہے۔ تنابرین صرف دو ضلعے فوجی کارروائیوں کے لیئے مناسب ہیں۔ ایک۔ تو ضلع اپائرس۔ جہاں پھر بھی ان کارروائیوں

لہ زمانہ آیندہ میں ان مشکلات سے پھر دوبارہ تکلیف اٹھانے سے محفوظ رہنے کی غرض سے یونانی بالعموم نے ایکطرف سالونیکا سے الاصونا تک اور دوسری طرف مناسطر سے بانینا اور پریولیسا تک ملیو سولائن بنانیکا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور عنقریب ان پر کام شروع ہوا چاہتا ہے مگر افسوس یہ لائنیں بھی یورپین سرمایہ سے یورپین اجارہ داروں کی معرفت تیار ہونگی۔ جس سے بخوبی ہاریل کر فوائد میں تو کمی نہیں ہو سکتی۔ مگر پولیٹکل و ملکی و قومی لحاظ سے اسے سرمایہ کا استعمال سینکڑوں نہایت اہم اور خوفناک قباحتوں سے خالی نہیں اجنبی سرمایہ کو اپنے ملک کی فائدہ بخش کاموں سے متمتع ہونے دینا اور خود نامردوں اور بزدلوں کیطرح ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا کی قبیح ترین ذلت و بدنامی جو کل قوم پر ۔ ۔ ۔ وارد ۔ ۔ ۔ تی ہے علاوہ رہی بعضوں مامنے کو خیر باد کہکر اور اسی ذلت عامہ سے آیندہ حتی الامکان ملک قوم کو محفوظ رکھنے کے لیئے پندرہ سولہ مہینے ہوئے وکیل آمر نے مشترکہ قومی سرمایہ سے ریلوے لائن تیار کرنے کی تجویز مسلمانان عام۔ باشندگان سلطنت عثمانیہ اور امیر المومنین کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اور یہاں تک ہو سکا

کیلئے کٹھن اور صعبترین مشکلات اور رکاوٹیں موجود ہیں۔ اور درصورتیکہ جیسا جزیرہ نما میدان ہی پر میدان غرب کیطرف ملتے ہیں وہ مشرق کی جانب کوہ اولمپس اور کوہ اوسا کے سلسلہ ہی شمال میں سلسلہ مذکور کی بڑھی ہوئی شاخوں سے اور بجانب جنوب کوہ ہسارا وتھریس اور سر بفلک دشوار گذار جبال اوائیا سے گھرا ہوا ہے۔

تھسلی پر اب تک جسقدر حملے ہوئے ہیں وہ تقریباً سب کے سب سمندر کی بجائے شمال کیطرف سے پہاڑوں کو عبور کرکے کیے گئے ہیں اسکی وجہ شمالی سرحد کی عمومی بناوٹ ہی ہے۔ مشرق میں کوہ اولمپس بڑی عمارتوں کی بیرونی کونہ پر کی پشتہ دار مینار نما دیوار کی شکل میں سمندر کیطرف اٹھتا چلا گیا ہے۔ اور جا بجا عمیق وادیوں اور گھاٹیوں سے پٹا ہوا ہے۔ بارہ میل کنارہ سمندر کے برابر کی سڑک جو اس سلسلہ کوہ کی عمودی ڈھلانوں پر سے گذرتی ہے۔ پہاڑی نالوں اور آبشاروں کی متلاطم اور پرآشوب سیلابوں کیوجہ سے نہایت خطرناک ہو رہی ہے۔ اور اسکے راستہ آنیوالوں کی مزاحمت اوس موقعہ پر جہانکہ یہ سڑک وادی ٹمپہ میں داخل ہوتی ہے نہایت آسانی اور کامیابی کیساتھ ہو سکتی ہے۔

مغربی کونہ پر پشتہ دار مینار نما دیوار کا کام مت نروا کا کوہی سلسلہ دیتا ہے۔ وسٹرینا کی دریائی وادی سے اوپر کیطرف جنوبی مقدونیہ کو ایک خاصی قابل گذر سڑک جاتی ہے۔ یہ سڑک گریوینا سے ایک درہ کو جاتی ہے جو سطح سمندر سے ۳۰۰۰ فیٹ بلند ہے۔ اس سڑک کی راستہ مت نروا سے اپاریس کی صدر مقام بانینا پر بیشقدمی کرنا یا تھسلی کے مغربی میدان میں سے ہو کر ترکالا پر بڑھنا ممکن ہو گیا ہوا ہے۔ یہ سڑک وہی درہ زیگاس ہو چکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ان دونوں کوہی پشتوں کے دونوں (شمالی) سرے اون پہاڑوں کی دیوار سے آپس میں ملے ہوئے ہیں جو مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں یہ خاصیا اور بنوا سا کے دشوار گذار اور مہیب پہاڑ ہیں جنمیں سے ڈسکاٹا اور ترکالا کو درمیان صرف کچھ پگڈنڈیاں سے گذرتی ہیں۔ صرف اوس موقعہ پر جہانکہ اولمپس کا مغربی دامن ان پہاڑوں سے ملتا ہے معقول شعب پایا جاتا ہے۔ یہ شعب اوسجگہ واقع ہے جہاں وادی زرغیز و سٹرینا سے بارہ یا تیرہ میل کے فاصلہ پر وہ جاتی ہے اور بمقام سروا (قرنیہ) اور سڑک سے ملحق ہوتا ہے جو سطح سمندر سے ۱۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر واقع درجہ پورتاس سے گذرتی ہے۔ جبتہ کوں نے ۱۸۸۱ء

بقیہ صفحہ سابقہ) اوسکی اشاعت و کامیابی کیلئے کوشش کی مگر مسلمان ایسی ہونی کسی کو جگا نہ جاگ سکیں اونہیں تو صور اسرافیل ہی جگائیگا تو جگائیگا۔ ہاں در بار رحمت الٰہی موجزن ہو جائے اور مرزا غیب بردوں آید و کار بکند اونہیں کبھی ہوش میں لائے تو دوسری بات ہے لیکن اس اہم یوسی کے باوجود وکیل امرتسر اور دیگر محبان قوم و ملت اخبارات کے مضامین جو اس تجویز سے متعلق لکھے گئے تھے۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں گذشتہ و اڑھائی برس کے شہور واقعات کے ساتھ

* * * \

میں تھسلی یونان کے حوالہ کی تھی۔ تو اُنہوں نے دریاء زرغیزا کا کل طاس اور اوسکا قعر دار جنوبی خم منتقل نہیں ہونے دیا تھا۔ جنپر قابض رہنے سے اونکو یہ آسانی اور موقع حاصل رہا کہ وہ سرویا کو قاعدۃ الجیش بناکر خواہ دریاء مذکور کے جنوبی پہاڑ کے کنارہ کنارہ ڈومی نیکو اور ڈماسی جاکر مغرب کیطرف سے ٹرناوو اور لاریسا پر پیشقدمی کردیں۔ یا الاصونا اور درہ ملونا[1] اور ماٹی کے رستہ مشرق کیطرف سے ان دونو شہروں پر حملہ کردیں۔

سرحد سے بجانب جنوب تین سے لیکر نو میلوں تک کے بُعد پر دریا سالموریا (پینی اس) وادی ٹمپہ میں بہ رہا ہے۔ اوسکا دہانہ یونان تھسلی کے شمالی سرحد کے تقریباً بالکل متوازی ہے۔ یہاں سرحد سے مراد پولیٹیکل و ملکی سرحد ہے۔ یونانی زبان بولنے والی آبادی کی سرحد اس سے چالیس میل اور اوپر ہے۔ دریا سالموریا پر بڑے قصبے تریکالا اور لاریسا واقع ہیں۔ ان کی آبادی ۱۵ سے لیکر سولہ سولہ ہزار تک ہے۔ دریا سالموریا کے پائینی حصہ کے شمال میں بالکل قریب کوہ اولمپس ترکی علاقہ میں ۹۷۵۰ فیٹ بلند کھڑا ہے۔ یہ مشرق کیطرف خلیج سالونیکا سے بجانب غرب سالم دریا کی شاخ سنٹاپوروس یا زرغیزا سے گھرا ہوا ہے

سنٹاپوروس کی ایک چھوٹی سی شاخ پر جو سیدہی اولمپس سے نکلتی ہے۔ الاصونا کا چھوٹا سا قصبہ جسکی اس محاربہ کی طفیل عالمگیر شہرت ہوگئی ہے واقع ہے۔ اوسکے مسلمان باشندے دو سو گھروں میں دریا کے بائیں کنارہ پر اور یونانی الاصل باشندے پچاس گھروں میں دریا کے دائیں کنارہ پر آباد ہیں۔ یونان اور ٹرکی کی پولیٹیکل سرحد کے دونو طرف الاصونا کیطرح اکثر دیہات اور قصبوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی مخلوط آبادی ہے۔ لیکن محلے جدا جدا ہیں۔

وادی ٹمپہ عجب دلفریب مقام ہے۔ جسکے دلکش منظر کو کناروں تک لبریز بہتے ہوئے پھاری نالوں سے ہر وقت تازگی اور شگفتگی پہونچتی رہتی ہے۔ دونو طرف کے پہاڑ درختوں اور مختلف قسم کی گھاسوں سے ڈھنپے رہتے ہیں۔ چٹانوں سے عشق پیچاں اور دوسری قسم کی بیلیں چمٹی ہوئی ہیں۔ اور ڈھلانوں پر جابجا احتیاط و شوق سے نصب و کاشت کردہ بادام و انار کے درختوں کے تازگی بخش باغ کھڑے ہیں۔ اور اونکے بیچوں بیچ صاف و پاکیزہ پانی کے چشمے جاری ہیں جنسے ہر جگہہ ہوا کمال مفرح و خوشگوار اور صحت بخش ہو رہی ہے۔

وادی ٹمپہ کے دہانہ سے چند میل آگے جانے پر حسن بابا کا گاؤں خود بخود نظروں کو اپنی طرف پھیر لیتا ہے۔ یہ گاؤں کوہ کساووس (اوصہ) کے دامن میں ایک مدور میدان پر آباد ہے۔ اسمیں ایک نہایت خوبصورت مسجد ہے جسے گاؤں کے بانی حسن نام ایک شخص نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ مسجد نہایت دلفریب موقعہ پر سرو اور صنوبر کے مینار نما درختوں کے جھنڈ میں واقع ہے اور چارونطرف کیلے کے درختوں اور پاکیزہ و مصفا روشوں سے گھری ہوئی ہے۔ شاہراہ دریا پینی اس کے دائیں کنارہ کے برابر حسن بابا کے بیچ سے گذرتی ہے۔ اور بنا برین لاریسا سے سالونیکا کو جانے والے مسافر عموماً اسکی سیر کئے بغیر آگے نہیں بڑھتے

[1] یہ درہ سطح سمندر سے ۱۴۸۰ فیٹ بلند ہے۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ حسن بابا زمانہ قدیم کی مشہور قصبہ الاٹیا کی موقعہ پر آباد ہے۔ حسن بابا سے آگے سڑک کیلو کے درختوں کی ایک خوبصورت جنگل میں سے گذرتی ہے۔ ان کی پتوں سے جنگلی بیلیں ہار کی طرح لپٹی ہوئی ہیں۔ اور درختوں کے گھنے سایہ کی تاریکی میں دریا اس فرحت بخش اور روح افزا وادی میں سے ایسی خاموشی اور متانت کے ساتھ گذرتا ہے کہ گویا وہ اپنی منزلِ مقصود اور آرامگاہ میں پہونچگیا ہے۔ پانی بظاہر بالکل ساکن اور بے حس و حرکت نظر آتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ برکنار جو ایستادہ درختوں کی جڑوں سے نکل رہا ہے۔ اکثر جگہ دریا کے کنارے خوبصورت گھاس اور اوس درخت سے جسے یورپ میں پاک شجر کہتے ہیں ڈھنپے ہوئے ہیں۔

قدیم اہالی تھسلی یہاں ہر سال اوس مہیب زلزلہ کی یادگار میں جس نے تمام علاقہ کو ویران کیسے کمپ کی گھاٹی بنا دی تھی۔ جشن منایا کرتے تھے۔ کیونکہ گھاٹی مذکورہ کے پر زور سیلابوں اور چشموں نے لاریسا کی خوبصورت میدانوں کو پہلے جیسا زرخیز بنا دیا تھا۔ جشن کی موقعہ پر قریب و جوار کے قصبات کے تمام باشندے وادی ٹمپ میں جمع ہوتے۔ اور ہر جگہ دیوتاؤں کے سامنے خوشبودار اشیا جلائی جاتیں۔ دریا پینی اس کشتیوں سے جو لگاتار ادھر ادھر چکر لگاتی رہتیں ڈھنپ جاتا اور متصل جنگلوں۔ مرغزاروں اور دریا کے کناروں پر ہر طرف پہنچ جاتیں۔ اس جشن میں ایک عجیب خصوصیت یہ تھی کہ اس میں غلاموں کو مالکوں کے ساتھ پوری آزادی اور مساوات کے ساتھ ملنے جلنے کی ہی اجازت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ مالک خادم ہو جاتے تھے اور غلام مخدوم۔

ترکوں کو تھسلی پر حملہ کرتے وقت اون دو اضلاع میں جنمیں سے لاریسا و کوریلو سے لاین اور وولو کا لیکا۔ لاین براہ فیرو۔ ولسٹینو اور ترکیلا گذرتی ہے۔ کیطرح کی طبعی رکاوٹ یا تکلیف دہ حال نہیں ہوتی۔ ان اضلاع میں زمین کی طبعی بناوٹ دشوار گذار و بکھری ہوئی تھیں جیسی کہ زیرہ نما کی دیگر اضلاع کی کیفیت ہے۔ مزید براں ان لائنوں کی دو طرفہ اراضی زیر کاشت اور مزروعہ ہے جس سے حملہ آوروں کو بشرطیکہ فصلوں کو عمداً برباد نہ کر دیا گیا ہو۔ کافی رسد اور چارہ بہم پہونچ سکتا ہے۔ ضلع سا۔ اور یا خصوص نہایت زرخیز ہے۔

لاریسا اور الاصونا کے درمیان جو مخالف افواج کی مڈبھیڑ ہوئی تھیں مندرجہ ذیل راستے جو مقدونوی و تھسلوی سرحد سے گذرتے ہیں۔ موجود ہیں۔

اول۔ ایک پکڈنڈی۔ وادی ہیری آس سے ڈوم نیک ڈھلوان ہوتی ہوئی درہ راونی میں سے جہاں سے یونانی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ بوغاسی ٹرنا وس اور لاریسا کو جاتی ہے۔ یہ رستہ بہت لمبا ہے۔ پکڈنڈی کہیں دریا ہیری کے دائیں کنارہ سے گذرتی ہے۔ اور کہیں بائیں کنارہ پر ہے۔ اسکی مشرق میں کوہ کتری کا سلسلہ جو کوہ اولمپس کی شاخ ہے موجود ہے۔

دوم۔ وہ رستہ جو الاصونا اور ٹرناوس کے درمیان سب سے چھوٹا ہے۔ وہ اول الذکر پکڈنڈی سے جدا ہوتا ہے

اور سکومپا سے سات میل بجانب شرق کوہ پارنا و کوہ پاپالیواڈیا کے درمیان درہ ملونا سے گذرتا ہے۔ ترکی جانب درہ کی بلندی سطح سمندر سے ۱۸۸۵ فیٹ ہے۔ اور چڑہائی بہت سخت اور عمودی ہے۔ مگر ٹرناووس کیطرف اترائی نسبتاً آسان و سہل ہے یہہ درہ عین سرحد پر واقع ہے۔ سوم اور چہارم وہ خراب اور دشوار گذار راستے ہیں جو الاصونا سے کریا اور خاصکوی سے جھیل نیزرو کو جاتے ہیں۔

پانچویں سڑک سمندر کے عمودی ساحل کے کنارہ کنارہ اولمپس کے مشرق میں بندر کاٹیرنیا سے پلاٹا مونٹانا (واقع مقدونیہ) کو اور وہاں سے سالموریا کے دہانہ کو جاتی ہے۔

سطح زمین کی بناوٹ ہر جگہہ ایک جیسی ہے چونہ دار چٹان و سنگلاخ جنپر صرف کہیں کہیں درخت ہیں۔ جابجا پہاڑی نالے اور کھڈیں۔ درّے گاہ بالکل خشک۔ اور کبھی ہیبت ناک تیزی سے بہتے ہوئے سیلابوں کیوجہہ ناقابل گذر۔ راستے خستہ حال اور دونو طرف کی چوٹیاں گنجی اور بے شجر یہی کیفیت درہ ملونا کی ہے۔

۱۸۸۱ء میں اس علاقہ کی سرحد کی تعیین فے الجملہ ٹرکی کے حق میں کیگئی تھی۔ میناکسا اور وجیلیا کی ترکی باتریاں درہ ملونا کے دونو اہم ترین دہانوں کی بخوبی حفاظت کر رہی تھیں۔ میناکسا کی باتریاں درہ ملونا کی بلند ترین چوٹی پر جہاں سے کل وادی زمین رہتی ہے نصب تہیں۔ اور مٹی کے دمدموں اور مورچوں سے خوب محفوظ کر دیگئی ہوئی تھیں۔ وجیلیا ڈماسی کے قریب ہے۔ دونو مقامات کی باتریوں میں ۳ ۳/۵ انچ اور چہہ انچ قطر کی کرپ توپیں تھیں۔ ان دونو کے علاوہ درہ ملونا کے شمالی سرے پر بمقام سیلورا کی بھی ایک ترکی باتری موجود تھی اور سرحد کے کنارہ کنارہ تمام اہم اور کارآمد بلندیوں پر فوجی چوکیاں اور گڑہیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر یونانی جانب پر فقط معدودے چند گڑہیاں تھیں۔ ایک تو کریشوا کی گڑہی جسے مٹی کے دمدموں سے مستحکم کیا گیا تھا درہ ملونا کی حفاظت کے لیئے موجود تھی۔ یا باقی کل سرحد پر درہ ریونی کی حفاظت کے لیئے بمقام سدر و پولوس زرکوس کی متصلہ بلندیوں پر مختصر سی مورچہ بندی کر دیگئی ہوئی تھی۔

شمالی یونان کے دریا جنگی لحاظ سے چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ موسم گرما میں وہ عموماً کم و بیش خشک ہو جاتے ہیں اور بنابرین اس موسم میں وہ دشمن کی پیشقدمی میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ موسم سرما میں پانی کناروں تک ہو جاتا ہے اور بہت تیزی سے بہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان دریاؤں کا پاٹ کچہہ زیادہ نہیں انپر بآسانی پل بنائے جا سکتے ہیں مشہور دریا یہہ ہیں۔ سالم دریا جو شمال میں مغرب سے مشرق کیطرف بہتا ہے۔ چہوٹا سا سرحدی دریا آرٹا جو مغرب میں ہے۔ اور آس پر ویوٹاموس جو جنوب میں بہتا ہے۔

وولوسی لاریسا اور وولوسی براہ تریکالا کالمباکا تک کی دونوں ریلوے لائنوں نے یونانی فوج کو بڑا کام دیا۔ براہ تھیبیز و لامیہ اتھنز سے لاریسا کو جو نہایت ہی اہم اور کارآمد ریلوے لاین تیار کیجا رہی تھی۔ اوسپر روپیہ کی گنجایش نرہجانے سے ۱۸۹۴ء میں کام بند ہو گیا تھا۔ جو اب تک شروع نہیں ہوا اور لاین بدستور نامکمل پڑی ہے چند تازہ نقشوں میں

اس لاین کو مکمل دکھایا گیا ہے۔ مگر یہہ غلط ہے۔ تھسلی غیر مساوی وسعت کے دو بڑے میدانوں میں منقسم ہے۔ چھوٹا شمال میں ہے اور بڑا جنوب مغرب میں۔ ان میدانوں کو جبال و دودانجی و دوبروشی طاغ (جو ایک ہزار سے بارہ سو فٹ تک بلند ہیں) اور جنوب میں جبال خاصیا دیاری و کوہ قراطاغ (جو ۳۲۰۰ فیٹ بلند ہیں) ایکدوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ شمالی میدان بجانب شمال تھسلوی سرحد کے پہاڑوں سے گہرا ہوا ہے اور سمندر سے اوسے اوسا اور پہلی اون کے پہاڑ جدا کر رہے ہیں۔ یہ تین طرفوں سے بلند کوہستانی سلسلوں سے محیط ہے۔ اور وولو۔ کاروتسا و تریکالا کیطرف فراخ گھاٹیاں اوسے جنوب مغربی میدان سے ملا رہی ہیں۔

تھسلوی میدان کے جنوبی حصہ میں فرسالہ یا فرسالوس کا مشہور قصبہ دریا راتی پیوس کے کنارہ ایک پہاڑی کے شمالی ڈھال پر ایک زرخیز میدان میں واقع ہے۔ قدیم اکروپولیس کے کھنڈرات اس پہاڑی کے طویل دو دھار کرارہ پر کھڑے ہوا اوسکی سابقہ عظمت و شوکت کا پتہ دے رہے ہیں۔ جنوب کیطرف اوس پہاڑی کا تقریباً سیدھا ڈھلاؤ مسطح میدان سے جا ملتا ہے۔ وولو تریکالا ریلوے فرسالوس میں بھی لاریسا لامیہ کی سڑک سے تقاطع کرتی ہے اس اتصال سے فرسالوس کی قدر و منزلت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

شمالی سرحد کی سر بفلک کوہی دیوار کیطرح جنوب میں سلسلہ کوہستان اوتھریس فراخ و عریض فصیل کی مانند مغرب کیطرف سے شاندار دوہرے اہرام کی شکل کے مخروطی کوہ ٹمفرسٹوس (ویلوشی) سے شروع ہو کر مشرق میں خلیج [illegible] تک چلا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی سطح مرتفع جسپر جابجا پہاڑیوں کے سلسلے کھڑے ہیں سیر حاصل اور سرسبز ہے اور اوسکی دونو طرفیں جو چٹاندار ہیں۔ تقریباً عمودی ڈھال کھاتی ہوئی نشیبی میدانوں سے جا ملی ہیں۔ مشرقی جانب سطح [illegible] کی زرخیز ساحلی وادی کی دو طرفہ سلسلوں میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ شمال کیطرف اس سلسلہ کو کئی ندیاں منقطع کرتی ہیں دریا انی پیوس (شناربی) اور اوسکی دونو مغربی معاون۔ ڈوموکوٹی کوس اور پنٹی میلیا اسی سلسلہ سے نکلتے ہیں وادی انی پیوس کے پہلو بہ پہلو جو سڑک المیرو کی ساحلی میدان کو جاتی ہے وہ بہت کٹھن ہے۔ لاریسا سے براہ لامیہ [illegible] کو جو سڑک جاتی ہے وہ ڈوموکوٹی کوس کی وادی سے گذرتی ہے۔ اس وادی اور سڑک کی ایک عمودی بلندی پر ڈوموکوس کا شہر واقع ہے۔ جو اوس دلفریب نظارہ کیوجہ سے جو شہر مذکور سے کل تھسلی اور اوسکے وسیع میدانوں کا جو بجانب مشرق پیلی اون اور اوسا (کساودس) سے بجانب شمال اولمپس کی برف سے ڈھنپی ہوئی چوٹیوں سے اور بجانب غرب ویلوشی اور اگرافیا کے سر بفلک جبال پنج برادران سے گھری ہوئی ہیں ہو سکتا ہے۔ عام شہرت رکھتا ہے۔ یہ شہر ایک بلند کوہی کرارہ کی پشت پر زین کیطرح بیٹھا ہوا ہے۔ اسمیں سولہ سو مسلمان اور یونانی آباد ہیں۔ اور لامیہ فرسالہ [illegible] کا ایک مشہور پڑاؤ ہے۔ ڈوموکوس سے ۱۱ میل سے کچھ اوپر طویل خاصی سیدھی سڑک درہ فورکا کو جو جبال اوتھریس کا پست ترین درہ ہے جاتی ہے۔ لامیہ اس درہ سے آٹھ گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ یہ سڑک سہل العبور نہیں مگر [illegible]

ووسایل کے لحاظ سے خاصی عمدہ حالت میں ہے۔ سلسلہ اوتھریس میں جسکی بلندی ۵ ہزار سے لیکر چھ ہزار فیٹ تک ہے۔ یہی ایک درہ چندان وسیع و فراخ ہے۔ باقی سب درے محض پتھریلی کوہی پگڈنڈیاں ہیں۔ یہ کل پگڈنڈیاں بلا استثنا ایکدوسری سے ملنے کے بغیر سطح مرتفع سے شمالاً و جنوباً گذرتے ہیں۔ برسات کے موسم میں ان پگڈنڈیوں سے گذرنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے اور اتھنز اور بندرگاہ سٹائی لیس سے تھسلی کو سامان حرب و رسد اور کمک بھیجنے کا راستہ بھی صرف یہی ہیں۔

سلسلہ اوتھریس اور اوئی ٹا کے درمیان وادی سپرکی اس میں مغرب سے مشرق کیطرف ایک خاصی معقول سڑک گذرتی ہے۔ یہہ وری بولی سے لامیہ کو اور وہاں سے سٹائیلیس کو جاتی ہے۔ اکثر پہاڑی پگڈنڈیاں اس سڑک سے تقاطع کرتی ہیں۔

اس لحاظ سے سٹائیلیس کا بندر بہت وقعت رکھتا ہے کہ وہاں ہر قسم کی کمک سمندر کے راستہ پہونچ سکتی ہے۔ ہر قسم کا سامان حرب و رسد سمندر کے رستہ یہاں پہونچایا جاتا ہے اور پھر بارکش جانوروں پر درہ مذکور کا یا سلسلہ اوتھریس کے دیگر دروں میں سے آگے بھیجا جاتا ہے۔ مذکورہ کے علاوہ سلسلہ مذکور سے شمال سے جنوب کو تین ایسی پگڈنڈیاں گذرتی ہیں جنپر گھوڑا چل سکتا ہے۔ اور دو مغرب میں ایک اور راستہ پہاڑ دمینی کو جاتا ہے

ترکوں کو کمک و غیرہ بڑے فاصلہ سے پہونچانی پڑتی ہیں۔ مگر ایک تو خود صوبہ تھسلی ہی سے فوج حملہ آور کی ضروریات کا کچھ حصہ پورا ہوسکتا تھا۔ اور دوسرے انہوں نے یونانیوں کیطرح اس معاملہ میں غفلت نہیں کی تھی بلکہ شروع سے ہی رسد و سامان بار برداری کا خوب احتیاط سے انتظام کرلیا تھا۔ مزید برآں اوس ملک میں جو فرقین کی افواج کا تختہ مشق اور جولانگاہ بنا جیساکہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ آمد و رفت کے کافی راستے موجود تھے۔ اور گو ریلوے لائنیں یونانیوں نے بیکار کردی تھیں۔ اور اسلیئے اون سے کوئی فریق فایدہ نہ اٹھا سکا تھا۔ مگر اس سے بظاہر کوئی بڑا نتیجہ نہ پیدا ہوا شمال کیطرف سے حملہ کرنیوالی فوج کے راستہ میں اتھنز پر پیشقدمی کرتے وقت آخری قدرتی رکاوٹ جبال اوئی ٹا کا کٹھن سلسلہ ہے جو وادی سپر کی اسکے جنوب میں واقع ہے۔ اور جبال اوتھریس کے جنوبی جانب سے بدرجہا زیادہ بھیانک۔ بکھرا ہوا اور دشوار گذار ہے۔ جبال اوئی ٹا کی پہاڑیوں کے مجموعہ سوسومہ کالی ڈرموں اور خلیج لامیہ کے درمیان۔ تھرموپائلی کا مشہور درہ کوہستانی سلسلہ میں سے گذرتا ہے۔ زمانہ قدیم میں تھسلی سے وسطی یونان کو صرف اس راستہ سے فوج گذر سکتی تھی اور اسلیئے جنگی لحاظ سے وہ بڑا اہمیت رکھتا تھا۔ مگر موجودہ زمانہ میں اوسکی یہ وقعت بہت کچھ کم ہوگئی ہے۔ کیونکہ سیلابوں اور طوفانوں سے ساحل کی بناوٹ بہت متغیر ہوگئی ہے۔ موسم سرما میں تو اب بھی زمین دلدلی ہوجاتی ہے لیکن گرمیوں میں بالکل خشک ہوجاتی ہے۔ اور بارین گو برسات میں کثیر التعداد فوج کیلئے اوسپر سے گذرنا مشکل اور دقت طلب ہے۔ لیکن اب یہہ کہنا کسیطرح درست نہیں ہوسکتا کہ درہ تھرموپائلی غنیم کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے بدستور سد سکندر کا کام دے سکتا ہے۔

فصل نہم مخالف افواج کی صف اولین

یونانی فوج

یونانی فوج فروری اور مارچ ۱۸۹۷ء میں ہی محاربہ کے لیئے تیار اور اوسکی جمعیت جنگی معیار و پیمانہ تک بڑھا دیگئی تھی اور اوسکا کچھ حصہ تھسلی میں پہونچگیا تھا۔ اور بقول جرمن سٹاف افسر ساتھ ہی کئی نئے انتظام بھی کر لیے گئے تھے۔ کل رجمنٹیں جو پہلے تین تین کی تھیں چار چار پلٹنوں کی کردی گئی تھیں۔ مگر اجتماعی کارروائیوں کے دوران میں باربرداری کی قطار کی ناقص انتظام اور گھوڑوں کی قلت سے بہت تکلیف اور دقت کا سامنا رہا۔ ریزروؤں کی پہلی طلبی کے وقت سے ہی اس معاملہ میں بہت کچھ کوشش کیگئی تھی۔ مگر پھر بھی اس خرابی کا کامل دفعیہ نہ ہوسکا تھا۔

جنگ کا اعلان ہونے پر سپاہ کو مصافی فوج کی صفوف میں مرتب کیا گیا۔ تمام اعلے کمانوں پر افسر مامور کیے گئے۔ اور تمام اعلے افسر ہیڈ کوارٹر میں جمع ہوگئے۔

یونانی افواج مقیمہ تھسلی کی جنگی ترتیب حسب ذیل تھی

سپہ سالار۔ شہزادہ قسطنطین ولیعہد یونان۔ ہیڈ کوارٹر لاریسا

سپہ سالار کے افسران سٹاف

حاضر باش ایڈجوٹنٹ۔ کپتان حاجی پطروس
اعلے سٹاف افسر۔ کرنیل ساپونٹساکیس
میجر جنرل۔ ڈریسی نوس۔
ایضاً ۔ پاپاڈیامانٹوپولوس
میجر۔ ۔ گلیمس۔
" " زوگرافوس
چہ لفٹنٹ۔ جو افسران توپخانہ تھے
اعلے کمسریٹ افسر۔ لفٹنٹ کرنیل گالانیس
اعلے طبی افسر۔ ڈاکٹر ڈایامانٹوپولوس

کمان افسران اول ڈویژن

اول ڈویژن[1] فوج پیدل کا۔ کمان افسر جنرل ماکرینن
اول انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل ڈیموپولوس
اول انفنٹری رجمنٹ۔ دو پلٹنوں کی۔
تیسری " " " "
دوم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل انیٹاڈیس
ہفتم انفنٹری رجمنٹ
ہشتم " "

افواج ذیل بھی اول ڈویژن میں شامل تھیں

چار پلٹن رائفل برداروں (اویزونی سپاہیوں کی)۔

[1] یعنے اس ڈویژن میں دو بریگیڈ اور ہر بریگیڈ میں متذکرہ صدر رجمنٹیں تھیں۔

ایک رجمنٹ سواروں کی۔
چار میدانی اور تین کوہی باتریاں۔

اول ڈویژن لاریسا اور اس کے قرب وجوار میں مقیم تھا۔ اور اوسکی بعیدی چوکیاں سرحد کے پہاڑی دروں پر قابض تھیں۔ یہ ڈویژن یونانی فوج کا دستہ یمین تھا۔

دوم ڈویژن کمان افسر۔ جنرل مارومیکالیس۔
سوم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل ماسٹراپاس۔
دوم انفنٹری رجمنٹ
چہارم " "
چہارم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل کالامانوس

پنجم انفنٹری رجمنٹ
یازدہم انفنٹری رجمنٹ
چار پلٹنیں (نمبری ۵۔۸۔۹۔۱۰) رائفل برداروں کی
دو رجمنٹیں سواروں کی
تین میدانی اور دو کوہی باتریاں۔

یہ ڈویژن ترکیالا اور کالاباکا میں مقیم تھا اور تھسلوی فوج کا دستہ یسار تھا۔ اپریل کے مہینہ میں دونوں ڈویژنوں کو زیر رواور مستحفظ فوج کی ۱۸ پلٹنیں ۸ ہزار ملکی مجاہدین اور نیز اجنبی والنٹر بطور کمک آملے۔ اجنبیوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ پلٹنیں بنائی ہوئی تھیں۔ کامل طور پر یونانی سپہ سالار کی ماتحت نہ بنائے گئے تھے۔ اپریل میں جسقدر یونانی فوج تھسلی میں جمع ہوئی اوسکی تفصیل وجمعیت حسب ذیل تھی۔ فوج پیدل ۳۴۵۰۰ فوج مستحفظ ۱۵ ہزار۔ ملکی مجاہد ۸ ہزار۔ فوج سواران وتوپخانہ وغیرہ ۴ ہزار مجاہدین شاہی پوقسم کی رائفلوں سے مسلح تھی۔

ترکی فوج

یونان کو ساتھ مشکلات اور پیچیدگیاں شروع ہونے پر ڑکی نے تیسری جیش مقیمہ مقدونیہ کی جمعیت جسکا ہیڈ کوارٹر سالونیکا میں ہے جنگی پیمانہ تک بڑھا دی تھی۔ اور اوسی اور بھی کمک بھیجدی تھی۔ دس پلٹنیں پہلے جیش (قسطنطنیہ) اور ۱۳ پلٹنیں پانچویں جیش (دمشق) سے جملہ ۲۳ پلٹنیں بطور کمک اوسمیں بھیجدی گئی تھیں تیسری جیش مقیمہ مقدونیہ کی افواج کی فراہمی کے ساتھ ہی یورپ کو مشرقی اضلاع اور ایشیا کو چک سی فوج ردیف کو بلائے جانے اور یونان کو مقابلہ پر میدان جنگ میں اسی ہزار فوج بھیجنے کے احکام صادر کیے گئے تھے۔

یہ فوج اپریل کے شروع میں اپنے اپنے موقعہ پر جمع ہوگئی۔ اور اوسکی کمانیں تفصیل تقسیم کیگئیں۔

سپہ سالار۔ فیلڈ مارشل ادہم پاشا۔
اعلے افسران سٹاف:۔ جنرل ڈویژن عمر رشدی پاشا۔ سیف الدین پاشا وکنعان بک
اعلے افسر توپخانہ۔ جنرل بریگیڈ رضا پاشا
اعلے کمسریٹ افسر جنرل بریگیڈ حمدی پاشا۔

اول ڈویژن۔ کمانڈر خیری پاشا۔ یہ ڈویژن اول اول سلسلہ جبال میں بمقام ڈومی نیک۔ پھر بمقام مولوگستا

اور بعد ازاں ڈماسی کے جانب جنوب بمقام شیشی سارے میدانوں میں صف آرا ہوا

دوم ڈویژن کمانڈر نشاط پاشا۔ یہ ڈویژن پہلے سلسلہ جبال میں بمقام سکومبا جہاں اوسکا سارا وقت جبل کری لری کے لینے میں صرف ہوا) پھر بمقام پرنا و وس اور بعد ازاں جوں جوں فوج بڑھتی گئی آگے آگے صف آرا ہوتا رہا۔ یہ دونوں ڈویژن عساکر عثمانیہ کا یمینی بازو تھے۔

یہ دونو ڈویژن فوج حملہ آور کا قلب تھے۔ الاصونا سے یہ دونو اعلان جنگ ہونے پر قرادرہ (درہ ملونا) سے گذر کر میدانوں میں داخل ہوئے

تیسرا ڈویژن۔ کمانڈر ممدوح پاشا۔ اولاً سلسلہ جبال میں بمقام الاصونا جمع ہوا۔

چہارم ڈویژن۔ کمانڈر حیدر پاشا۔ اولاً بمقام الاصونا جمع ہوا احمد پاشا کا زیر کمان بریگیڈ جو کسی ڈویژن میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اس ڈویژن کے ساتھ رہا تھا۔ اور پہلے بمقام الاصونا جمع ہوا تھا۔

پنجم ڈویژن کمانڈر حقی پاشا۔ پہلے ڈسکاٹا کی پہاڑوں میں جمع ہوا۔ پھر قرادرہ یا درہ ملونا سے گذر کر تھسلی میدانوں میں داخل ہوا پہلے یانینا اور الاصونا کی مجتمعہ افواج میں رشتہ موصلت قایم رکھنے کا کام دیتا رہا۔ پھر فوج حملہ آور کا قلب میں شامل کر دیا گیا۔

ششم ڈویژن۔ کمانڈر حمدی پاشا۔ پہلے لفٹو کاریہ (کاریا۔ یا خاصکوی) کے پہاڑوں میں جمع ہوا۔ پھر یونانیوں کی کوہستانی چوکیوں کو ساتھ لگاتار مشغول پیکار رہا۔ اور آخر کار میدان میں داخل ہو کر مقام دلیکو فتح کیا۔ یہ ڈویژن یسار بازو کا ایک جزو تھا۔

ہفتم ڈویژن کمانڈر حسنی پاشا۔ یہ ڈویژن پہلے کاترینا میں جمع ہوا۔ پھر وہاں کی حفاظت کے لیے کافی فوج چھوڑ کر وادی ٹمپ کے رستہ میدان میں داخل ہوا۔ یہ ڈویژن جو یسار بازو کا دوسرا جزو تھا مجدداً مرتب کیا گیا تھا۔ اور اسکا کچھ حصہ چھوٹی نالی کی میگزین رائفلوں سے مسلح تھا۔

کیولری ڈویژن۔ کمانڈر سلیمان پاشا۔ یہ ڈویژن ہزار اول میں رہتا تھا

کل فوج مقیمہ وادی سالمور یا علاقہ تھسلی { ساڑھے سات ڈویژن فوج پیدل / ایک ڈویژن فوج سواران } یعنے تقریباً چار آرمی کور

ریزرو آرٹلری۔ نو باتریاں۔ جو رضا پاشا کے زیر کمان الاصونا میں تھیں۔ ساتواں ڈویژن میسرہ کی حفاظت کے لیے کاترینا میں مقیم تھا۔ یہ مقدونوی فوج کوہ اولمپس کی ڈھلانوں پر نہایت محفوظ و مضبوط اور کھلے احتیاط سے تیار کیے گئے مقام میں فوج کے بازو پر اسغرض سے مقیم تھی کہ اگر یونانی سمندر کیطرف سے آکر ترکی علاقہ میں ترکتازی کی کوشش کریں تو اونکو اس کوشش میں کامیاب نہ ہونے دے۔ ہر ایک ڈویژن کی نام نہاد جمعیت یہ مقرر کیگئی تھی کہ اوسمیں چار باتریاں اور نو پلٹن۔ ۹۰۰ آدمیوں کی جمعیت رکھنے والی سولہ پلٹنیں ہوں۔ مگر کل ڈویژنوں میں یہ اصول قایم نہ رکھا گیا۔ چنانچہ

انتہائی مہتر ڈویزن مقیم کاٹرینا کی معیت اور متعدد دستوں کی وجہ سے جو اسے اپنی پیشقدمی میں پیچھے چھوڑنے پڑتے رہے تھے کبھی بارہ ہزار سے متجاوز نہ ہوئی تھی۔

کیولری ڈویژن میں ۲۵ رسالے اور چار اسپی باتریاں تھیں

ان بڑی جماعتوں (یعنے ڈویژنوں) سے علاوہ فوج پیدل کی کئی چھوٹی چھوٹی جماعتیں سرحد کی حفاظت پر مامور تھیں۔ اس کام کیلئے جسقدر دستے بھیجے جاتے تھے وہ سب کے سب سرحدی گڑھیوں اور چوکیوں میں جو زمانہ امن میں بھی کل سرحد کو برابر قائم رکھی جاتی ہیں قیام کرتے تھے۔

محاربہ کی ابتدا اپریل کی ۱۹ تاریخ میں سالونیکا اور مقدونوی سرحدوں پر بہت پرجوشی اور تحریک پھیل رہی تھی۔ یونانی

لے ان لوگوں کی تحریک باہم مربوط و ہم قومی کوشش ہونے کی وجہ سے گو ہر ایک کا علاوہ خاص ملک کی صوبجات مصر و شام و ایشیا کوچک سے ہو گئی ہزار یونانی مجاہد یونان پہونچ گئے تھے۔ گو ایسی بیگانہ پرستی سے کئی مال اندیش یونانی بچے رہے۔ اور وہ مدد کرنے سے بھی محترز رہے بلکہ اپنا قوم کو بھی بیک صلاح و مشورہ دینے سے دریغ نکرتے تھے۔ چنانچہ بندر روڈوسٹو کا ایک یونانی تاجر نے اپنے ایک عزیز کو جو لاریسا میں رہتا تھا حسب ذیل خط محاربہ سے پہلے ارسال کیا۔

برادر عزیز! تیرا خط ملا۔ اور اس امر سے واقف ہوا کہ تو نے اہالی کریٹ کی امداد کے لیے ۴۰ ہزار ہم مالیت کا غلہ دیا ہے۔ خدا تجھے اس ہمدردی اور حسن نیت کا بدلہ دے۔ میں تجھے اطلاع دیتا ہوں کہ تمہارے ملک میں مفلوک الحال کریٹیوں کی امداد کے لیے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے جو انجمن قائم ہے وہ اپنے دعوے میں بالکل جھوٹی ہے۔ اور ہمیں ایسے لوگ ہیں جو صرف اپنے ذاتی منافعہ کو لیکر کام کرتے ہیں۔ بڑی دلیل اس امر کی یہ ہے کہ انہوں نے روپیہ تو غلہ و پارچہ جات کریٹوں کی مدد کے لیے جمع کیا۔ اور اوسکے عوض دس ہزار بندوقیں اور کئی لاکھ کارتوس خرید کر اشقیا کریٹ کے پاس بھیجدیے جنہوں نے ایسے ایسے جور و ستم کیے کہ تمام شریف یونانیوں کو شرمسار ہونا پڑا اور انہوں نے اسپر کفایت نہ کی۔ بلکہ صوبہ تھسلی کے غریب مسلمانوں کی بھی جو تعداد میں پندرہ سو سے متجاوز نہیں۔ طرح طرح سے بیحرمتی کی۔ ان کی ٹوپیاں سر بازار اتار کر قدموں کے نیچے کچلیں۔ اور بالکل بے تصور محض اسوجہ سے کہ وہ غیر مذہب کے ہیں۔ انکو بیحد تکلیف پہونچائیں جس سے لاچار ہو کر اکثر شریف مسلمانوں کو وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔ کیا یہ طفلانہ حرکات اور سفیہانہ کرتوتیں ہمارے لیے باعث شرم نہیں کیا ہم ترکوں کے ملک میں رہنے سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ دیکھیں ہمارے قبیلہ اون کے ملک میں ہوں۔ تیرا عزیز اوہانی مقولا اور اوسکی اولاد سمرنا میں اور تیرا دوسرا بھائی بورغوا اور اوسکا بیٹا مصر میں ہے۔ اور تمام بلا دعثمانیہ ہماری قوم سے بھرے پڑے ہیں۔ اگر ہم تمام بطرح پاگل ہو جائیں۔ تو ہماری کیا حالت ہو۔ میں اپنی قوم کی یہی شرارتیں دیکھکر وہاں سے نکل آیا۔ اور عثمانی رعیت بنگیا تھا۔ تم لوگ عنقریب سخت مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو کیونکہ ہر روز ہمارے پاس سے عساکر عثمانیہ گذر رہے ہیں۔ اور مجھکو کبھی خیال نہیں تھا کہ بلاد عثمانیہ میں ایسا لشکر موجود ہے میں ادہر خط لکھ رہا ہوں اور دوسری طرف میری آنکھیں اون نوجوان ترکی سپاہیوں کے رعب و جلال اور ہمت و طاقت کا نظارہ کرنے میں جو ابھی ابھی بندرگاہ سالونیک سے آئے ہیں مصروف ہیں۔

بیشک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اون بہادر سپاہیوں اور فیلقوں کو جنہوں نے تنگ چنگ کا گڑھ جان پر کھیلکر فتح کیا ہے کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اور ضرور ہے کہ ان کی تلواریں ہمارے

مفسدوں[1] اور قزاقوں کی گروہ در گروہ مقدونوی آبادی کو ترکی فوج کی عقب میں علم بغاوت بلند کر دینے کی ترغیب دینے اور ترکوں کو ایذا پہونچانے اور مشتعل کرنے کی لیئے متواتر یورشیں اور کشت و خون کرتے رہی۔ مگر ترکی کمانڈران نامردانہ کوششوں

[1] ان یونانی یورشوں کی مفصل کیفیت ناظرین کو ترکی اخبارات کی مندرجہ ذیل اقتباس سی معلوم ہو جائیگی۔ مگر اوسکے اندراج سی پیشتر ترکی افواج کی عالی ظرفی رحمدلی۔ اور سخاوت کریمانہ کی ایک حیرت انگیز واقع کو انگلستان کے اخبارات مورخہ ۱۶ اپریل کی سند پر یہاں درج کر دینا نامناسب نہوگا۔ ۱۰ اپریل ۱۸۹۷ء کو یونانی لشکر میں سی ایک جماعت کثیر نے حد سی گذر کر عساکر عثمانیہ کی ایک ردیفی دستہ سے جو چنلاک سی آیا تھا روٹی مانگی۔ یہ یونانی شدت جوع سے بیتاب ہو رہی تھی۔ دشمن نواز ترکوں نے بلا تردد اونکو بخوبی شکم سیر واپس کر دیا یورشوں کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

ترکی اخبار اقدام کو مقام الاصونا سے مندرجہ ذیل تار مورخہ ۹ اپریل موصول ہوئی "جو یونانی فوجیں کرنیا میں جمع تھیں وہ اچانک سرحد سی عبور کر آئیں۔ ترکی افسر نے پہلے اون کو واپس چلے جانے کی لیئے زبانی فہمایش کی۔ مگر اون کی انکار کرنے پر افواج قاہرہ نے جسکی شجاعت کل دنیا میں مشہور ہی۔ سلطنت کی حقوق کی حفاظت کے لیئے حملہ کو روکا۔ اور یونانیوں کی گولیوں کی جواب میں عثمانیہ توپوں سی بمب کی گولے چلائے اور رائفلیں بھی سر کیں۔ یونانیوں کا بہت ہی سخت نقصان ہوا۔

الاصونا۔ ۱۰ اپریل۔ جو لڑائی کل شروع ہوئی تھی وہ ابھی تک جاری ہی یونانیوں کا بے اندازہ نقصان ہوا ہی ٹھیک تعداد ابھی معلوم نہیں ہوئی۔ مارشل ادہم پاشا نے کورٹ مارشل مقرر کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یونانی جنکے سب حملے پسپا کر دیئے گئے تھے۔ پھر لڑائی کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ ترکی افسروں نے تمام انتظام کما حقہ کر لیا ہے۔ ابھی خبر موصول ہوئی ہے کہ یونانی افواج ڈسکٹ متسووا اور سپلیو کی طرف ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوئی ہیں۔ غنیم نے ترکی چوکی ہائے نگرانی بمقام کرینیا پر بھاری جمعیت کی ساتھ حملہ کیا ہے۔ یہ ثابت ہو گیا ہی کہ ڈاکو نہیں بلکہ باقاعدہ فوج نے حملہ کیا ہے۔ ڈسکٹ وغیرہ پر حملہ کرنے والوں نے نقصان عظیم اٹھایا۔ کرینیا میں گو ترکی فوج کم تھی اُسنے حملہ آوروں کو جنکا بہت نقصان ہوا پیچھی ہٹا دیا۔ ترکی دستہ کا صرف ایک سپاہی شہید ہوا۔ شب گذشتہ (۹ اپریل) یونانیوں نے پھر حملہ کی تیاری کی۔ مگر اونکی نقل و حرکت برقی روشنی کی ذریعہ معلوم کر لیگئی۔ اور اون کو پیچھی ہٹنا پڑا۔

(۹) اپریل کی لڑائی میں یونانیوں کو فاش شکست ہوئی۔ ترکوں نے ۱۶ سپاہی اور ایک افسر کو گرفتار کر لیا جسوقت یونانی سرحد عبور کر کے اسطرف داخل ہوئی۔ ترکی افسروں نے نگرانی کنندہ دستوں کو پیچھی ہٹا لیا۔ تاکہ یونانی اچھیطرح سی آگی بڑہ آئیں پھر دو گھنٹوں کی بعد نیم دائرہ کی شکل میں بڑہ کر غنیم کی بھاگنی کا راستہ بند کر دیا۔ یونانی جان توڑ کر لڑے۔ مگر کچھہ پیش نہ گئی شب گذشتہ سات سو یونانی دو جہازوں سی پریویسا کی مقابل خشکی پر اترے اور آج صبح کو نگرانی کی چوکیوں پر حملہ کیا۔ ایک جہاز غرق کر دیا گیا۔ چند اہل جہاز قتل اور باقی گرفتار کیئے گئے۔

الاصونا (۱۰ اپریل شام) چودہ سو آدمیوں کی ایک یونانی دستہ نی آج آرٹا کی قلعہ پر حملہ کیا۔ مگر پسپا کیئے گئے۔ سپیلو پر پانچسو یونانی

اور ابلیسانہ کارروائیوں کو نہایت تحمل اور بردباری سے دیکھتے اور صرف ان بزدلانہ اور متمردانہ حملوں کو روکنے پر اکتفا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ یونانیوں کی یورشوں اور تاخت و تاراج کا اصل مقصد و مدعا میں کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا۔ اور کل دنیا پر واضح ہو گیا کہ وہ محض اسلیے کیجا رہی ہیں کہ پہلے مقدونیہ میں علانیہ بغاوت کی آگ مشتعل کر کے پھر جزیرہ نما بلقان کی کل اقوام میں جنگی

حملہ آور ہوئے تھے۔ اون کو بھی شکست ملی۔ لیکن کمر حملہ کی ہر وقت انتظار رہی۔ یونانیوں نے مقام کرانا کی جنگی چوکیوں کو آگ لگانے کی کوشش کی جس پر سخت لڑائی شروع ہوئی اور آخر کار وہ سرحد سے پار چلے گئے۔

بمقام ڈسکٹ کئی یونانی مقتول و مجروح ہوئے۔ نشاط پاشا اور حتی پاشا ایسے موقعوں پر جہاں غنیم بآسانی حملہ کر سکتا ہے۔ محکمہ جنگ نے تیسری اور دو مقیمہ مناسطر کی ریزرو فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے بمقام اسکب۔ کسوو اور پری زرند مقیم کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔

بریگیڈیر جنرل عثمان پاشا (غازی عثمان سے مراد نہیں) یاور اعلیحضرت مقام جنینا کے ڈویژن کی سٹاف کے افسر مقرر ہو کر مقام مذکور کو روانہ ہو گئے ہیں۔

معرکہ آرا فوج کے پہلے تین ڈویژنوں تین بارہ ہزارہ فوج پیدل۔ چند دستہ فوج سوار ان میں میدانی آرٹلری کی ہی بارہ ہے۔ چوتھی ڈویژن میں ۱۶۰۰ فوج پیدل۔ چند دستہ سوار چار میدانی اور ایک کوہی بارہ ہے چھٹی ڈویژن میں بارہ ہزار پیدل اور توپ خانہ سوار پانچویں کے برابر ہیں۔ انسوے علاوہ دو اور ڈویژن ہیں جن میں سے پہلی میں چار رجمنٹ سوار ان اور دوسری میں آٹھ رجمنٹ توپ خانہ ہے۔ کل معرکہ آرا فوج کی تعداد علاوہ امدادی فوج کے ۷۰ ہزار پیدل ۶ دستہ سوار ان اور ۱۵۶ توپیں ہیں۔

۱۱ اصوناء ۱۱ اپریل جمعہ ۹ اپریل) سے لیکر یونانیوں نے رات اور دن دونوں وقت ترکی فوج پر مختلف موقعوں پر متواتر حملے کئے ہیں۔ مگر ایک انچ زمین پر قابض نہ ہو سکے۔ شنبہ کی رات کو ترکی پہرہ داروں نے مقام کوپری پور کو فواج میں برقی روشنی کی۔ مدد سے چار ہزار یونانیوں کو بڑھے آتے دیکھا جس پر وہ فوراً مقابلہ کو لیے تیار ہو گئے۔ لڑائی برابر ساڑھے آٹھ گھنٹہ ہوتی رہی جسکے بعد اکثر یونانی بھاگ گئے اور باقی اور زیادہ عرصہ تک لڑتے رہے۔ غنیم کے بہت سپاہی قتل ہوئے۔ جنمیں ایک اعلیٰ افسر بھی شامل تھا۔ اس رات چار ہزار یونانیوں نے ڈسکٹ کے قریب سرحد عبور کی مگر بیس منٹ کی لڑائی کے بعد بھگا دیئے گئے۔ پانچ یونانی زندہ گرفتار ہوئے جو ڈویژن کے سپہ سالار کے پاس بھیجدیئے گئے۔ صبح کے وقت تین دستہ مقام صلی ہوا تر کی علاقہ میں داخل ہوئے۔ ترکی افواج نے مار کر بھگا دیا۔

۱۲ کو تقریباً ایکہزار یونانیوں نے پھر سپلیو پر حملہ کیا۔ مگر نقصان عظیم کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے۔ ۱۳ کو یونانیوں نے کرنیا پر حملہ کیا۔ لڑائی گھنٹے لڑائی ہوتی رہی اور آخر کار سرحد سے پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ اقدام سادی ہو کہ ڈسکٹ پر پانچہزار یونانیوں نے حملہ کیا۔ سرحد پر ترکی فوج تھوڑی تھی وہ پیچھے ہٹ آئی۔ ترکی جنرل نے یونانیوں کو بڑھتے چلے آنے پر انکی واپسی کو روکنے کیلئے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ غنیم اس چال کو سمجھ کر اپنی مخدوش حالت سے واقف ہو گیا۔ اور اوسنو ترکی مورچہ بندی پر بڑی تندی سے حملہ کر دیا۔ لڑائی تین گھنٹے ہوتی رہی۔ آخر کار یونانی دو ہزار مقتول و مجروح چھوڑ کر واپس ہٹ گئے اور ترکی فوج نے محض حکم کھا کر بھگوڑوں کو گرفتار نہ کیا۔

تحریک پیدا۔ اور اونکو عالمگیر جنگ پر آمادہ کر دیا جائے۔

جب ترکوں نے اس دلیرانہ دعوت کا حملہ کی صورت میں جواب دینا پسند نکیا اور اونکی کوہ وقار تحمل و شکیبائی میں کوئی فرق نہ پڑا۔ تو اونکو اکسانے کے مدعا کی حصول کے لیے باقاعدہ یونانی فوج کے افسروں کی نگرانی اور ماتحتی میں ٹھیک جنگی اصول کے مطابق باقاعدہ فوجی حملے شروع کر دیے گئے۔ اس قسم کے پہلے حملے ۹ اور ۱۰ اپریل کو کیے گئے۔ یونانی بیقاعدہ سپاہیوں اور مجاہدین کے دل بادل دو حصوں میں منقسم ہو کر ترکی علاقہ میں گھس گئے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف داخل ہوا۔ ایک کا مدعا یہہ تھا کہ ترکی بعیدی چوکیوں کے دستوں کو لڑائی پر اکسائے۔ اور دوسرے کا مدعا یہہ تھا کہ مشرقی میدان کا نمبر کے ترکی ہیڈ کوارٹر (الاصونا) اور مغربی ہیڈ کوارٹر واقع اپائرس کے رشتہ مواصلت کو دو موقعوں پر حملہ کر کے منقطع کر دے اور اسمیں کامیاب ہو جانے پر ترکی علاقہ میں آگے بڑھتا جائے۔ پہلے مدعا میں قطعاً ناکامی اور دوسرے میں جزئی کامیابی ہوئی۔

اس بیقاعدہ محاربہ مجاہدین کا اعلے منتظم اور سربراہ ایک بہادر اور بلند حوصلہ یونانی افسر مسمے اسکندر میلوناس تھا۔ اوسنے اپنے ماتحت سپاہ کو سولہ حصوں میں منقسم کیا۔ اور اوسکا فرض یہہ مقرر کیا کہ وہ ترکی عساکر کے پہلوؤں پر اور عقب میں جسقدر دور پہونچا جا سکے پہونچکر عیسائیوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے عام قومی بغاوت برپا کرائیں۔ اور ساتھ ہی غنیم کی فوج مقیمہ سرحد سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہ کر اوسے ستاتے اور زچ کرتے رہیں۔ اسمیں سے جو جماعتیں مشرقی و مغربی ہیڈ کوارٹروں کے رشتہ مواصلت کو منقطع کرنے اور غنیم کی اولین صفوف اور ہراولی مورچوں سے گذر جانے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اونکا حقی پاشا کے ڈویژن مقیمہ ڈسکاٹا سے مقابلہ ہوا۔ اور وہ حصہ کثیر کے سر پھوڑوا کر واپس آگئیں۔

اس واقعہ سے چند دن بعد یونانی مورچوں سے پھر دوسری دفعہ اور پہلے سے زیادہ جمعیت کے ساتھ پیشقدمی کیگئی۔ جسکا بالصراحت یہہ مدعا ظاہر ہو رہا تھا کہ ترکی افواج کے باہمی رشتہ کو معرض خطر میں ڈالا جائے۔ یہہ کوشش ۱۵ اپریل کو کیگئی۔ اس تاریخ کئی زبردست گروہ اضلاع بیرقلی اور سیلوس کو جو الاصونا سے بجانب شمال دس میل کے فاصلہ پر ہیں روانہ ہوئے۔ اونکو امید تھی کہ اول تو ان اضلاع میں فوج مطلقاً ہی نہیں ہوگی۔ اور اگر ہوئی بھی تو تھوڑی سی ہوگی۔ مگر اونکی توقع باطل ثابت ہوئی ترکوں نے اونکے حرکات کو دیکھ لیا تھا۔ اونہوں نے متمردوں کی خوب خاطر تواضع کی۔ جسپر یونانی بہادر بگٹٹ رفتار سے انالپسین اور پوٹیکا کے پہاڑوں کو جو عین سرحد کے قریب واقع ہیں پیچھے ہٹ گئے۔ سرحدی لاین سلسلہ انالپسین کے برابر جاتی ہے۔ سلسلہ مذکور کے اس موقعہ سے جہاں وہ درہ جو مقدونوی میدان کو جاتا ہے زد میں ہے۔ ترکوں نے بہگوڑے غاصبوں کا تعاقب کر کے بایں توقع کوہ مذکور کا محاصرہ کر لیا کہ شاید اسیران جنگ سے وہ اس امر کو ثابت کر سکیں کہ یونان کے باقاعدہ سپاہیوں نے حملہ کیا تھا۔ یہہ لڑائی رفتہ رفتہ سرحد کے برابر دونو طرف پھیل گئی۔ اور خوب شور و شغب اور آتشباری ہوئی۔ مگر فریقین میں سے کسیکو کچھہ نقصان نہ پہونچا۔ نہ کوئی نتیجہ مترتب ہوا۔ ۱۶ اپریل کو لڑائی زیادہ تیز ہو گئی۔ اور گذشتہ دن کی نسبت فریقین کے زیادہ آدمی شریک کارزار ہوئے۔ یہہ لڑائی سارا دن اور ساری رات جو چاندنی تھی ۱۷ اپریل سے شنبہ کی صبح تک ہوتی رہی۔ دوسرے دن

ایسٹر سنڈی ایسٹری اتوار۔ جو عیسائیوں میں بمنزلہ عید کے ہوتا ہے) تہا صبح کے وقت فریقین کے بیحد کوفتہ و ماندہ ہوجانے سے لڑائی ملتوی ہوگئی۔ مگر بایں عزم کہ ۱۹ اپریل کو بروز دوشنبہ پھر شروع کیجائیگی۔

ان لڑائیوں سے البتہ ایک نتیجہ ضرور مرتب ہوگیا۔ ترکوں نے یہہ امر بخوبی ثابت کردیا کہ یونانی باقاعدہ فوج کے آدمی انمیں شامل رہے ہیں۔ اور کہ ترکی افواج صرف مجاہدین اور مفسدوں سے معرکہ آرا نہیں رہی۔ اس امر کے پایہ تصدیق کو پہونچ جانیکا فوری نتیجہ یہہ ہوا کہ ترکی گورنمنٹ نے یونان کے برخلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

ولیعہد قسطنطین اور اوسکے جنرل اسٹاف نے جارحانہ پہلو اختیار کرنے کی بجائے پہاڑی دروں کی محافظت کے پہلو پر رہنے کا عزم کیا تاکہ غنیم کو اپنی پوری طاقت سے کام لینے کا موقعہ نمل سکے اور اسطرح ترکی فوج کی عقب میں بغاوت برپا کر دینے کے لیئے مہلت مطلوبہ مل جائے۔

فصل دہم قبضہ جبال کیلئے معرکہ آرائی

ادہم پاشا نے یونانی فوج کے برخلاف کارروائی شروع کرنے کے احکام موصول ہوجانے پر بتاریخ ۱۸ اپریل پیشقدمی کا حکم دیدیا بقول سٹاف افسر مذکورہ بالا پیشقدمی ایسے طریق سے اور یہہ خاص مدعا مد نظر رکھکر کیگئی کہ درانحالیکہ کچھہ فوج غنیم کو سامنے کیطرف سے اپنے ساتھ مشغول رکھے باقی یعنے لڑائی میں نہ شریک ہونے والی فوج یونانیوں کے میسرہ کے اوپر سے بازو پر سے گذر کر اونکو عقب سے جالے اور پھر چند ڈویژن ٹرناووس کی سڑک پر قابض ہوکر آگے بڑہنا شروع کردیں۔ اس تجویز کو عمل میں لانا اوس نشیب کیوجہہ سے جو سرحدی لاین کے جنوب میں ہے۔ اور نیز بوغاسی۔ ریونی اور کالاماکی کی دروں کی وجہہ سے جو ٹرناووس لاریسا سڑک پر ختم ہوتے ہیں۔ ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہورہا تھا اور ترک بالعزم پیشقدمی سے غنیم کے عقب میں پہونچ سکتے تھے۔

اون مقامات کو پھر فتح کرنے کے لیئے جنپر یونانیوں نے جارحانہ پہلو پر کارروائی کرنے اور غاصبانہ حملوں اور یورشوں کے دوران میں قبضہ کرلیا تھا۔ اور نیز یونانیوں کو سرحد سے پیچھے ہٹانے کے لیئے ادہم پاشا نے دو کالموں سے غنیم پر سامنے کیطرف سے حملہ کیا۔ بڑے کالم نے جسمیں دوم و چہارم ڈویژن تھے درہ ملونا پر اور دوسرے نے جسمیں پانچواں ڈویژن تھا کرٹسیو والی پر حملہ کیا۔ بازو پر سے گذر کر غنیم کے عقب میں جانے کے لیئے ایمنی دستہ کو دریا زرنیس کی وادی کے راستہ ڈومی نیک سے ڈماسی کیطرف جانے کا حکم ملا۔ اور ہدایت کیگئی کہ اس دستہ کے تینوں ڈویژنوں کا رخ ٹرناووس کیطرف رہے میسرہ میں چھٹا ڈویژن۔ انالپسس اور درہ نیزرو کے مقابل مدافعت کے پہلو پر رہا۔ انتہائی میمنہ پر تیسری ڈویژن مقیمہ ڈسکاٹا کے ذمہ ترکی پیشقدمی بجانب ٹرناووس کو دشمن کی نظر سے اوجہل رکھنے کا کام سپرد کیا گیا۔

اس جارحانہ کارروائی کی بدولت کرارہ کوہ پر کئی منفرد لڑائیاں ہوئیں۔ یہہ لڑائیاں اور اونکے ضمنی معرکہ آرائیاں

۱۸ سے ۲۲ اپریل تک نہایت استقلال ثابت قدمی اور مستعدی سے جو باتیں مذہبی اور قومی تعصب اور عناد فریقین میں پیدا کر دی تھیں ہوتی رہیں تاکہ ناظرین کو ان معرکوں کی کیفیت بالوضاحت معلوم ہو سکے۔ میں انکو تین حصوں میں منقسم کر دیتا ہوں خط محاربت کے مشرقی حصہ میں کوہ الاپ پس اور درہ نیزرو کے قبضہ کے لیے لڑائی ہو رہی تھی۔ قلب میں تمام کشمکش کا حصول درہ ملونا تھا۔ اور مغرب میں ینجی ترکی میمنہ پر درہ یلوبنی اور اوسکی متصل گھاٹیاں اور وادیاں بالمقصود تھیں۔ ہمکو کوئی کلام نہیں کہ ان معرکوں میں فریقین نے شجاعت و مردانگی کی پوری پوری داد دی جسے دیکھکر بے تعلق ناظرین عش عش کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یونانیوں نے ان دروں کی جو اونکے وطن و ملک کے پھاٹک تھے۔ قابل تعریف پامردی اور ہوشیاری سے محافظت کی اور اس محافظت میں کئی دن تک کامیاب رہنے سے اونکو فتحیابی کی پوری توقع اور اسکے ساتھ ہی یہہ قوی امید ہو گئی کہ فتوحات ہمسایوں سے بغاوت کرا دینے کے لیے زبردست تحریک اور رشال کا کام دینگی۔ اور کروہ عنقریب فاتحانہ حیثیت سے متد و نیپیر داخل ہو کر اپنے آزاد شدہ بھائیوں سے مصافحہ جاریکرینگے۔ مگر خود غلط بود آنچہ ماپندا شتیم۔ یہ ہوس ہوس خام اور توقع توقع باطل ثابت ہوئی ترکی پلٹن بیمثل استقلال و متانت اور ثابت قدمی سے جو اوصاف فطرت اور رسم و رواج نے ہر فرد ترک سپاہی میں پیدا کر رکھے ہیں۔ اُن کو بھی رچوں پر جنکی یونانی سراسیمہ ہو کر حفاظت کر رہی تھی حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔

معرکہ کا حملہ یونانی پوزیشن کے مرکز پر کیا گیا۔ دوم و چہارم ڈویژن ایک رسالہ سواران اور چھ باتریاں لیکر (جملہ ۱۰ ہزار آدمی) دو گھنٹوں کے کوچ پر الاصونا سے درہ کیطرف جسکی چڑھائی کا زاویہ تقریباً تیس درجوں کا ہے روانہ ہوئے۔ زمین کی طبعی بناوٹ یونانیوں کے حق میں بہت معین تھی کیونکہ شمالی طرف کی چڑھائی اور اُترائی نہایت سیدھی اور کھڑی ہے۔ درہ کے سر پر دو گڑھیاں جو چھوٹے دستوں کے قیام کے لیے تھیں بالمقابل کھڑی تھیں۔ یونانی پہلی گڑھی میں چند میدانی توپیں لے آئے ہوئے تھے اور اونکو چلانے کے لیے چند توپچی[1] بردار اونکی وردی پہنا کر بسرعت تمام وہاں بھیج دئے گئے تھے۔ لڑائی کی شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد ان توپچیوں نے سامنے کی ترکی گڑھی پر پھٹنے والا گولہ پھینکا۔ وہ آگ لگا دی۔ جسپر ترک اوسے خالی کر کے پیچھے ہٹ گئے۔ اور یونانیوں نے الفور قابض ہو کر اوسے خاکستر بنا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ اسی موقعہ سے دوسرے دن از سر نو حملہ کیا گیا۔ اور یونانی توپیں ایک چھوٹی سی عمارت پر جو سوختہ گڑھی سے کسیقدر عقب میں ترکی علاقہ کیطرف ایک بلندی پر کھڑی تھی سیدھی کر دیگئیں۔

اس بلندی پر ترکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کئی باتریاں جمع کر لی ہوئی تھیں۔ ان باتریوں نے ایک اور ہمسایہ باتری کی مدد سے جسنے قابل قدر کام دیا۔ یونانی توپوں کا موضع بند کر کے اونکی جارحانہ کارروائی کا یہیں خاتمہ کر دیا۔ اس ترکی کامیابی کے مقابلہ پر یونانیوں نے گریزو والی کی سرحدی قلعہ کی قریب ترین گڑھی دلا کر کے فتح کر لی۔ اور بعد ازاں یہ غیر منفصل لڑائی کچھ عرصہ تک فریقین میں ادھر اُدھر ہوتی رہی جو کہ معرکہ آرائی کو جو ۲۲ گھنٹوں سے لگاتار جاری تھی اور زیادہ عرصہ تک قیام رکھنے کی بالآخر جنگ کنندگان میں سکت نہ رہ گئی۔ دونوں طرف سے چھوٹا اسلحہ (بندوقوں) کی مار سے اسلیے بچا رہا کہ ذیقعدہ کی گرمی کی وجہ سے اونکی پوشاک سوتی یونانی گرمیوں کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ مترجم۔

بند ہوگئی۔ اور صرف توپوں کی گرج لڑائی کے جاری ہونے کا پتہ دیتی رہی جنکی آتشباری میں کوئی فرق نہ پڑا۔ بلکہ یونانی مورچہ پر گولہ باری کرنیوالی ترکی توپوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ اور اپنی توپوں کی گولہ باری کی اثر کو بذات خود معائنہ کرنیکے لئے اور ہم پاشا ریزرو توپخانہ کے کمانڈر رضا پاشا سمیت اون بلندیوں پر جو سڑک کے اوپر تھیں تشریف لیگئے۔ ترکی توپیں قابل تعریف استقلال و تحمل اور قدر اندازی سے گولہ باری کر رہے تھے۔ نزدیکی و درمیانی فاصلہ کسی جگہ سات ہزار قدم دیکھیر۔ ۸ ہزار اور بعض جگہ اس سے بھی زیادہ تھا لیکن اس بعد مسافت کے باوجود گولے ایسے درستی سے نشانہ پر بیٹھتے تھے کہ ترکی گولندازوں کی تیز نظری۔ درست مشاہدہ اور مہارت کی پوری تصدیق ہو رہی تھی۔

ترکی توپوں کی نسبتاً زیادہ شدید گولہ باری نہ تھوڑی ہی دیر میں یونانی گڑھیوں اور اونکے مورچوں و ومدموں کو جنمیں یونانی فوج پیدل موجود تھی۔ تودۂ خاک بنا دیا۔ اور اونکی باتریوں کو چپ کرا دیا۔ اور اسطرح سے درہ کی شجاع محافظ اون مدافعوں کو جنپر وہ پہلے قابض تھے بتدریج چھوڑتے جانے پر مجبور کر دیگئے۔ الغرض ۱۹ اپریل کی سہ پہر تک گرجی کی شوا کو بھی جو معرکہ آرائی کی آخری جد و جہد کا مرکز رہی تھی یونانیوں نے خالی کر دیا۔ اور گھاٹی کی جنوبی ڈھلاؤ کو چند یونانی مورچوں کے سوا اکل درہ ملونا پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا۔ وہ تمام انگریز نامہ نگار جو ان دنوں کی لڑائی کی جزو و کل کیفیت کو نشان کرتے رہے تھے متفرق ہو کر لڑائی کرتے اور صف آرا ہو کر مشغول پیکار ہوتے وقت دونو صورتوں میں ترکی سپاہ کو نظام و باترتیبی اور غنیم کی آتشباری کے سامنے ثابت قدم اور مطمئن خاطر رہنے کی تعریف کرتے ہیں جس میدان کا زار کا دایرہ تنگ ہوگیا اور جنگ کنندہ سپاہیوں کی متفرق جماعتوں اور دستوں کی تمام کوششیں ایک ہی معیار پر مجتمع ہوگئیں۔ ترکی سپاہیوں میں اس جوش تری و مستعدی پیدا ہوگئی بطرزیں سالونیکا اور اتباع کار دیگر سپاہیوں میں جو جوش و حمیت پیدا گیا ہر ایک فریق کی یہی کوشش تھی کہ مردانگی و جانبازی میں دوسرے سے بڑھ جائے یہ جوش آخر اوسوقت تھا جب درہ کو فتح کر لینے کے بعد سپاہیوں میں مسلسل معرکہ آرائی کیوجہ سے ہاتھ پاؤں ہلانے کی اور سکت نہ رہگئی افسروں نے بھی کچھ کم جانبازی نہ دکھائی۔ بلکہ سپاہیوں کو خود شاندار نمونہ بنکر دکھایا۔ اور اپنی مثال اور نظیر سے اونمیں جان نثاری اور شجاعت کی روح پھونکدی۔ اور اونسے وہ وہ کام کرائے جنہیں دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ فوج کے پرانے افسروں میں سے ایک کی شاندار شہادت نے کل سپاہیوں میں جو قومی و مذہبی تربیت کی وجہ سے اپنے دلی ولولوں کی علانیہ اظہار کرنے کے عادی نہیں۔ عالمگیر جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ یہ شہید محترم جرنیل بریگیڈ حافظ پاشا تھا۔ جو اپنے دلی افسر کی منت سماجت کے باوجود فوج کے سپلائی کے طور پر درہ میں داخل ہوتے وقت گھوڑے سے اترا اور بندوق کی گولیوں کھانیکا واسطے اپنے سپاہیوں سے جدا نہ ہونیکا نظر بچا اور فرنٹ لائن پر گولی کھا کر گھوڑے سے گرا۔ یہ شہادت نوش کرنیوالا نشانہ پاشا کو دوسری بریگیڈ کے کمانڈنگ افسر میجر جنرل جلال پاشا بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے (ترجمہ)

لہ اس جانباز خادم قوم و ملت کی تصویر دوسرے صفحہ پر دیکھی ہے۔ اسکا اصلی نام عبداللہ پاشا تھا۔ مگر حافظ قرآن کریم ہونیکا باعث عموماً حافظ پاشا پکارے جاتے تھے وقت شہادت اونکی عمر اسی برس کی تھی۔ شہادت سے پہلے یہ کلمہ ورد زبان تھے۔ میں اسی برس دین کی خدمت میں بسر کر کے آیا ہوں۔ اب تک ۴۳ محاربوں میں شریک رہ چکا ہوں۔ ہر موقعہ پر شہادت کی تمنا تھی۔ شاید اسی خدا وند کریم اب پورا کر دے" جلالتمآب وزیر جنگ پاشا اور عبداللہ پاشا کو اپنا اور ہمگان کو معمولی پنشنوں کے علاوہ خزانہ خاص سے بھی معتد بہ پنشنیں عطا فرمائی ہیں۔

درہ میں سے گذرنے والی سڑک پر ترکوں کا قبضہ ہوجانے سے یونانیوں کے لئے گریزووالی کی برابر محافظت کرتے رہنا ناممکن ہوگیا۔ وہاں دو ہزار یونانی متعین تھے۔ جنکو پانچویں ترکی ڈویزن کی سپاہ نے بتدریج اس اہم موقعہ کو چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ ۱۹ اپریل کی صبح کو یونانیوں نے ٹرناووس کیطرف ہٹنا شروع کردیا۔ اور اودہر ترکوں نے درہ ملونا کی متصلہ بلندیوں یعنے کوہ پاپالوا و یاوپارتا اور اونکی گڑھیوں پر حملہ کردیا۔ اور ماٹی کیطرف بڑہے۔ مگر اس پیشقدمی سے اونکو یونانی بریگیڈ زیر کمان ڈیموپولو نے پیچھے ہٹا دیا۔ ۱۸ و ۱۹ اپریل کو درہ ملونا اور گریزووالی کے اردگرد جو لڑائیاں ہوئیں اونمیں ترکوں کی تیس پلٹنیں (تقریباً ۲۴ ہزار آدمی) اور چودہ باتریاں شامل ہوئیں۔ انکے مقابلہ پر یونانی صرف ۱۶ ہزار کے قریب تھے[1]۔ ایک اجنبی نامہ نگار کا بیان ہے کہ ان معرکوں میں ترکوں کے ۵۶ شہید اور ۱۶۰ مجروح ہوئے۔ مگر یونانیان کا اس سے بدرجہا زیادہ نقصان ہوا۔ مبصروں کا قول ہے کہ ترکی گولوں نے غنیم پر سخت بربادی وارد کی اونکے گولے گویا جاندار تھے۔ اور بولی پر کام دیتے تھے۔ اوسی موقعہ پر جاکر پھٹتے جہاں ابھی کسیطرح کی پناہ یا روک موجود ہوتی تھی۔

اس قلب میدان کی لڑائی کے ساتھ ہی جسمیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ادہم پاشا یونانیوں کو اونکے بڑے خط مراجعت کیطرف پیچھے دھکیل دینے میں کامیاب ہوا۔ دونو بازوؤں پر بھی ویسی ہی ثابت قدمی اور عزم بالجزم کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی۔

نسبتاً سب سے زیادہ مشکلات یساری بازو پر حمدی پاشا کے زیر کمان چھٹے ڈویزن کو پیش آئیں۔ اس بازو کا میدان جنگ محافظین کے حق میں ازحد مفید تھا۔ وہ نہایت عمدہ پناہ اور روک کے پیچھے بلند اور دور تک مار کرنیوالے موقعہ پر کھڑے تھے جہاں سے اویزونی یعنے یونانی کوہستانی شکاری غنیم پر پے در پے پخت ہوکر آتشباری کر رہے تھے یہاں (یعنے بمقام نیزروس) ایک ہزار مجاہدین کے علاوہ ۸ ہزار یونانی سپاہ کرنیل کاکلامانوس کے زیر کمان درہ کے دونو طرف ناقابل گذر اور عسیر الحصول بلندیوں پر قایم تھی۔ اور تک کوہ انالپسس کے دامن میں رکے پڑے تھے۔ اور موقعہ کی تنگی اور بلندیوں کی صعبناکی کیوجہ سے غنیم کے مضبوط موقعہ پر زبردست حملہ کرنے کے لیئے اپنی صفوں کو پھیلانے اور مرتب کرنے سے معذور تھے۔ چنانچہ دونو فریق ۲۰ اپریل تک پہاڑ کی گھاٹیوں میں اسیطرح بالمقابل قایم رہے۔ کوئی فریق دوسرے پہر کسیطرح کا غلبہ حاصل نکرسکا۔

یمینی بازو میں اوسطرف کے دروں کی دو طرفہ بلندیوں پر جو لڑائیاں ہوئیں وہ بھی اسیطرح بے نتیجہ رہیں۔ اور چونکہ حقی پاشا کا ڈویزن متردد رہا اور اوسنے پیشقدمی میں جلدی و سرعت سے کام نہ لیا۔ یونانی ڈویزن زیر کمان جنرل مارومیکالیس مقیمہ اسپرا قلعسا کا حصہ کثیر قلب کو یعنے یوغاسی اور ریوینی کیطرف چلا آیا۔ اور ان نئے موقعوں پر ایسے وقت پہونچ گیا کہ ان جانگداز معرکوں میں جو ۱۹ اپریل کو شروع ہوئے شریک ہوگیا۔ اس کمک کے پہونچ جانے پر یونانیوں نے

---

[1] مگر وہ ایسے موقعہ پر تھے کہ وہاں سے ایک آدمی مدافعت کے پہلو پر چار حملہ آوروں پر بھاری ہوسکتا تھا۔ کوہستانی ممالک اور بکھری ہوئی دروں اور دشوار گذار گھاٹیوں اور بلندیوں پر محافظین کی تھوڑی سی تعداد بھی کثیر التعداد اور زبردست حملہ آوروں کو جیسا کچھ نقصان اور تکلیف پہونچا سکتی ہے۔ اسکی کیفیت ناظرین کو ۱۸۹۷ء کی آخری سہ ماہی اور سن گذشتہ کے پہلے دو ماہ کی مہم تیراہ سے بخوبی معلوم ہوگئی ہوگی مترجم

غنیم کو سامنے کی طرف ہی مشغول رکھنے کو لیئے نے الفور بوجاسی کی ترکی گڑھی پر حملہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی اوسیوقت درہ ریونی کیطرف بڑھ کر اوس سے عبور کر گئے۔ اور دماسی کے میدان میں اپنی صفیں مرتب کر کے اون بلندیوں پر اپنا توپخانہ نصب کر دیا جہاں سے مقام ویغیاکی ترکی باتری پر جو وادی شمالی سرے پر واقع تھی گولہ باری ہو سکتی تھی۔ جب یونانی ویغیا کی مشرق میں کوہ کیستر کی ڈھال کی مختلف موقعوں پر کر سیوں پر دو کوہی باتریاں نصب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر ترکوں کیطرف سے درہ کو فتح کرنے یا اوسمیں سے گذرنیکی تمام کوششیں بیکار تھیں۔ ایک انگریز نامہ نگار کا جو یونانیوں کیطرف موجود تھا بیان ہے کہ گو ترکی باتریوں کی چھ انچ اور ۴½-۳ انچ قطر کی کرپ توپیں کیطرح کی پناہ یا آڑ کو بغیر یونانی گولیوں کی ابڑ توڑ بارش کی زد میں ہونے کے باوصف مشین ایسی باقاعدگی سے کام کر رہی تھیں۔ مگر اونکی آتشباری سے کچھ فایدہ نہ ہوا۔ کیونکہ اونکی نشست درست نہ تھی اور گولے گر کر پھٹتے نہ تھے۔ چنانچہ ترکی توپیں بتدریج خاموش کرا دیگئیں اور لڑائی بلا نتیجہ ختم ہو گئی۔ ۱۹۔ اور ۲۰۔ اپریل کو کوہستان کے اس حصہ میں جو لڑائی ہوئی اوسے توپخانوں کی مبارزت کہنا چاہیئے۔ جسمیں یونانی فایق ثابت ہوئے۔ ۱۔ دونو فریق اپنے اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ لیکن دوسرے پر کچھ غلبہ حاصل نہ ہوا۔ اسطرف اٹھارہ ہزار ترک ساٹھ ہزار یونانیوں کے بالمقابل تھے۔ آخر الذکر کا خوب محفوظ موقعہ پر ہونیکی بدولت نسبتاً بہت خفیف نقصان ہوا اونکے صرف ایکسو قتل و مجروح ہوئے۔ مگر ترکوں کا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا۔

فوج حملہ آور کے سپہ سالار ولیعہد پاشا نے جب دیکھا کہ جناحی ڈویژن ۲۰۔ اپریل تک کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکے اور نہ آگے بڑھ سکے ہیں تو اوسنے آیندہ کو لیئے یہ نقشہ تجویز کیا کہ درہ ملونا پر قابض ہوتی ہی علے الفور غنیم کی قلب گو کوہستان سے پیچھے ہٹا دیا جائے۔ تاکہ بازوؤں کی افواج کو آگے حرکت کرنیکا موقعہ مل جائے۔ یہ تجویز پہلی تجویز سے بالکل متضاد تھی۔ اول الذکر کا تو یہ منشا تھا کہ جبتک یمینی بازو بیدمن اور کالاما کی دروں کو فتح کر کے یونانیوں کی بازو کو اوپر سے کدکر اونکی عقب میں لا رسانہ پہونچ جائے۔ قلب مدافعت کے پہلو پر رہ کر غنیم کو مصروف رکھا جائے۔ جس تجویز پر جناحی فوج کا ناکام رہنے سے عمل نہ ہو سکا۔ اگر ترکی جناحی فوج ایسی مستعدی بسرعت اور بالعزم کرتی تو وہ بالغلب وجوہ غنیم کے جسم کو نازک ترین حصہ پر کاری زخم لگانے میں کامیاب ہو جاتی۔ ترکی فوج کے حصہ عظم نے تمام فوجی کارروائیاں نئی تجویز کے مطابق ہی کیں۔

۲۱۔ اپریل کو دونو فریق درہ ملونا کے جنوب میں ایکدوسرے کے بالمقابل ایستادہ تھے۔ یونانی ماتی میں اور ترک دامنہ جبال کے قریب قرہ درہ میں۔ بایں ہیئت کذائی وضع اقامت دونو میں ۲۱ اور ۲۲۔ اپریل کو جانگداز معرکہ ہوئی۔ جسمیں یونانیوں نے غنیم کو پھر پہاڑوں میں نیچے دھکیل دیکر لیئے اوسکو دستہ امین پر ٹوٹ پڑنے کی کوشش کی۔ ان معرکوں کا ایک حیرت انگیز اور ٹوٹر واقعہ تین سو چرکس سواروں کی اسکشافی دوڑ تھی۔ یہ سوار شہورانہ جانبازی اور عجب پرجوش متوکلانہ بااعتمادی سے غنیم کے قلب پر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جھپٹے۔ اور ویزونی قادر اندازوں کی گولیوں کا نشانہ ہو گئے۔ انمیں سے صرف ایک غیر واپس پہونچا۔

یونانیوں نے اپنی پوزیشن دو موں، مورچوں، خندقوں اور گڑھوں سے خوب مضبوط کر لی ہوئی تھی، اونکا بائیں بازو مارومیکالیس کے زیر کمان تھا۔ جسکا ڈویژن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اسپرا قلعہ سے قلب میں بلا لیا گیا تھا۔ یسار ی بازو کا کمانڈر کرنیل مسٹر ایاس تھا۔ ان دونوں ڈویژنوں کی چودہ ہزار آدمیوں کی علاوہ ۳۶ توپیں اور ۴ رسالہ قلب میں ایک مناسب موقعہ پر قایم تھی۔ اسطرف ترکوں کی صرف نو ہزار آدمی، تین رسالہ اور ۲۲ توپیں حقی پاشا کے زیر کمان تھیں درہ ریونی کے ناکوں کی محافظت پر کرنیل سمولنسکی مامور تھا۔

۲۲ اور ۲۳ اپریل کے معرکوں کا خلاصہ چند لفظوں میں یہ ہے کہ یونانیوں نے جنکو بمقام کریتری زبردست مکست ہو چکی تھی۔ یہ کوشش کی کہ درہ ملونا کو رستہ ترکوں کے لیئے پیچھے ہٹنے کا راستہ چھوڑیں یعنی اس درہ کو راستہ اونکے خط مراجعت کو منقطع کر دیں۔ مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ ترکی سپاہ کو کافی کمک پہنچ چکی تھی۔ اور وہ ہر طرح جارحانہ کوشش و حرکت کو روکنے کو قابل ہو گئی تھی۔

دوسرے دن ۲۳ اپریل کو نشاط پاشا کے ڈویژن نے جسکی ۳۶ توپیں مدد کر رہی تھیں بعزم دلیرانہ یونانیوں کے بائیں بازو پر حملہ کیا۔ اس سپاہ بالخصوص البانیوں نے جو سب سے پہلے تھے اور کل زور انہیں پر پڑا تھا جس تہذیبی و تیزی سے حملہ کیا۔ اوس سے اونکی سپاہیانہ پرجوشی۔ اور شجاعت کی پوری پوری تصدیق ہو رہی ہے۔ ترکوں کو بڑی بڑی دستوں کی حرکات سے جو پہاڑوں پر سے یونانیوں کے مورچوں کیطرف اُتر رہے تھے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ بس فیصلہ کن لڑائی اب ہوا چاہتی ہے۔ یونانی پوزیشن ٹرناوس کی سڑک کو آرپار شلث کی قاعدہ کیطرح قایم تھی۔ اس شلث کی چوٹی اوسی درہ ملونا کا دہانہ تھا۔ جہاں پچھلے چند دنوں میں گھمسان کا رن ہوا تھا۔ ترکوں کی "پان ڈاپاکی" (موقع اقامت) جہاں سے اونہوں نے حملہ کیا اور بلند زمین پر تھا۔ جسپر موضع قرہ دیالو واقع ہے۔ اس موضع کو توپخانوں کی آتشباری نے اس حملہ سے پہلے ہی بہت نقصان پہنچ چکا تھا۔

یونانی فوج پیدل پہاڑی کریتری کے پیچھے جو میدان پھیلی ہے اور پچاس فٹ سے زیادہ بلند اور نوے فیٹ سے اوپر چلا گیا ہے محفوظ لیٹی ہوئی تھی۔ پہاڑی کے سامنے ساڑھے چار سو گز کے فاصلہ تک قدرتی اندازی خندقیوں کو گڑھے ہوئے تھے اور دائیں بائیں توپیں نصب تھیں۔ پہلے ترکی فوج پیدل اور سوار ان نے ملکر حملہ کیا جسے یونانیوں نے آسانی سے پسپا کر دیا۔ بعد ازاں اتوپی مبارزت شروع ہو گئی۔ جو صبح کے آٹھ بجے سے کیکر تین پہر کو پانچ بجے تک جاری رہی۔ ترکی گولہ اندازی کیطرح گرجتے ہوئے میدان کارزار پر سے گذر رہے تھے مگر شست درست ہونیکی وجہ سے یونانیوں پر گرنیکی بجائے ایک کہیت میں جسپر تازہ تازہ قلبہ رانی کی ہوئی تھی۔ باشتیاق تمام اور اس کثرت سے گرتے رہے کہ گولوں کی خوب معقول فصل جمع کرنے کو لیوار کہیت پر مزید قلبہ رانی کرنے کی بالیقین احتیاج نہیں ہو گی۔ یونانی توپخانہ نے جسمیں تین میدانی اور ایک کوہی باتری تھی۔

... موضع جہاں فوج مرتب تھی آرکیپ اتی یا جہاں وہ کاموں باسفوں میں آگئی تھی۔ مترجم

پہلے تو کسیقدر سستی سے آتشباری کی۔ مگر جب اوسکے گولنداز دں نے درست کرلی اور انکو غنیم کی مسافت کا درست اندازہ ہوگیا تو وہ بسرگرمی تمام اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد یونانی امدادی فوج جسمیں ۱۲ ہزار آدمی تھے اور دو کوہی باتریاں یوسفاکی کی بلندیوں سے گزیزوالی پر جہاں ترکوں کا بیمینی دستہ قایم تھا آتشباری کرنے لگ گئیں۔ گھنٹوں تک بڑی شد ومد سے گولہ باری ہوتی رہی جسمیں زیادہ تر پھینکے والی گولیوں سے کام لیا گیا۔ حالانکہ ترکوں نے ایک ہزار سے زیادہ گولے چلائے۔ مگر یونانیوں کا بہت ہی تھوڑا نقصان ہوا۔ اونکے صرف بیس آدمی قتل و مجروح ہوئے۔ ایک مقتول اور تین مجروح افسر بھی اسی تعداد میں شامل ہیں۔ سلسہ پر کے تین بجے کے قریب یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ترک اپنے توپ خانہ کا حصہ کثیر وادی انگار اکو جو ملونا اور منسکا کی پائین میں ہے ہٹا لیگئے ہیں۔ ترکوں نے بالخصوص تین بیٹری قطر کی کرپ توپوں کی یونانی کوہی باتری پر بڑی زور سے گولہ باری کی یہ باتری تنہائی سے میدان میں نصب تھی وہ ترکی گولہ باری کی پہلے نشانہ گاہ تھی اور بعد کو تمام گیرووالی پر گولی برسانے لگی اس توپی باتری پر یونانی آتشباری کی استقامت و مستعدی بالخصوص حیرت انگیز اور تحیر خیز تھی۔ تین بجے کے قریب یونانیوں نے یہ دیکھکر کہ ترکی گولے زیادہ تر انکا کیطرف سے آرہے ہیں۔ اپنی توپوں کا رخ بھی اوسطرف کردیا اور ترکوں کو اوسطرف کوئی معقول جمعیت فراہم کرنے دینے کی امداد ہند توپوں کی شکلیں اور بار میں شروع کردیں لیکن چالاک و ہوشیار ترکوں نے اونکے علی الرغم بحالات موجودہ جو کچھ کارروائی ہوسکتی تھی کرلی ما و نکی فوج پیدل اسطرح سے آگے بڑھی کہ گویا وہ اپنے توپ خانہ کو پیچھے لانے کے لیے بڑھی ہے۔ مگر یہ صرف بہانہ تھا۔ اسکی آڑ میں وہ درہ ٹمپہ کو دبانے کی متصلہ بلندیوں کو دامن دامن بسرعت آگے بڑھ کر موضع دلسیر پر عین وقت پر قابض ہوگئی۔ کیونکہ دوسری طرف اسیغرض کو لیکر کرنیل مادوسیکالیس دو پلٹن فوج پیدل اور تین رسالے لیکر موضع مذکور کیطرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ ترکوں کی کامیاب سبقت و پیشدستی پر کرنیل مذکور ایک گولی سر کیے بغیر بتعجیل تمام کریسری کو پیچھے ہٹ گیا۔ تقریباً ٹھیک اسی وقت یوسفاکی کے یونانی کمانڈر نے بیلیگوراف کے ذریعہ اپنے سپہ سالار کو جو لاریسا میں تھا خبر دی کہ ترک اوسکی پوزیشن کو عقب سے آلینے کی کارروائی کررہے ہیں۔ اور اوسی ذالفور گمنک نے یہ پہنچائی گئی تو پھر اوسپر مراجعت کا راستہ بند ہوجائیگا ترکوں کی ان دونوں کارروائیوں کیوجہ سے جنکے نتائج میں یونانی پوزیشن دونوں طرف سے معرض خطر میں پڑگئی تھی سپہ سالار نے جو مقام لاریسا سے کوارٹر میں تھا۔ کل فوج کی عام مراجعت کی تیاری کا حکم کردیا۔ اور شاہ یونان سے بذریعہ تار ہدایات کے لیے مسئلہ پوچھا۔ شاہ نے جواب دیا "اگر ممکن ہو تو لاریسا پر قابض رہو ورنہ حسب اقتضائے حالات عمل کرو" اسپر ہر کو چھوڑنا ہی فیصلہ کرلیا گیا اور حالانکہ اسمیں تھوڑا ہی عرصہ پہلے کی جنگوں اور تین باتریوں کی جمیں شاہزادہ کلس کی باتری بھی تھی چھوڑنا پڑا۔ پھر بھی میدان جنگ کو ابھی کئی گھنٹے شام کے قریب مراجعت شروع ہوگئی مشغول کارزار افواج میں اسی وقت تک بظاہر فتح کا پلہ زیادہ دکھائی دیتے والا تھا مراجعت کا حکم ملنے سے عام ناامنگی اور سراسیمگی پھیلگئی۔ اس حکم کے تھوڑی ہی دیر بعد اس تباہی پر پا کرنیوالی خبر کے مشتہر ہوجانے پر کہ ترک مراجعت کا راستہ بند کرنے کیلئے درہ بوغاسی میں بڑھے چلے آرہے ہیں کامل پریشانی اور افراتفری پڑگئی۔ مراجعت کا

لہ ایک آلہ جسکے ذریعہ سورج کی روشنی میں عکس کی مدد سے پیام بھیجا جاسکتا ہے ۱۲ مقعد ۔ تامثال یا وضع افامت۔

حکم ملنے پر رجمنٹیں[1] کمپنیوں میں منتشر ہوگئی تھیں۔ اور چونکہ حکم نہایت تاکیدی تھا مراجعت کیوقت گڑبڑ پڑگئی اور جبکہ فوج پیدل بارودی گاڑیوں اور بارکش جانوروں کی قطاروں کی لنبی صفیں بہ تعجیل و سرعت لاریسا کیطرف سڑک سڑک چلی جارہی تھیں۔ یہہ شور بلند ہوگیا کہ ترک سوار تعاقب میں چلے آرہے ہیں۔ یہہ سنتے ہی کئی منفرد کمپنیاں دائین ہاتھ پیچھے کیطرف مُرکر رات کی گھٹاٹوپ تاریکی میں باڑہیں سر کرنے لگ گئیں جنسے کسی ترک کو تو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ اگر کوئی ہوتا تو نقصان پہونچتا۔ البتہ قبل اسکے کہ اونکے افسر اس غلط اور بے بنیاد تشویش اور غلط فہمی کو دور کرسکیں ان باڑہوں سے اونکے اپنے ہی کئی ساتھی جو عقب میں چلے آرہے تھے قتل و مجروح ہوگئے۔

ٹائمز کے نامہ نگار نے رات لڑنا دوس میں جسکو باشندے اوسے چھوڑکر بھاگ گئے ہوئے تھے بسر کی۔ صبح کو اوسنے وہاں ایک متنفس نپایا۔ نہ لاریسا کی سڑک پر اوسے کوئی آدمی دکھائی دیا۔ لاریسا پہونچنے پر اوسنے شہر میں عجب ہڑبونگ اور مایوسی کا عالم دیکھا۔ ہر دم نئی فوجیں پہونچ رہی تھیں۔ کوچہ و بازار میں سامان جنگ کی گاڑیوں کی قطار در قطار سے جو فرسالہ کیطرف جارہی تھیں۔ راہگذروں کے لیئے کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہوا تھا۔ باشندے جوق در جوق گاڑیوں اور خچروں پر اپنے مال و اسباب کو بار کیئے ہوئے شہر سے نکلے جارہے تھے۔ اور معمر مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کی ایک لنبی قطار فرسالہ اور وولو کی سڑک پر چلی جارہی تھی۔ یہہ نظارا واقعی نہایت رقت انگیز تھا۔ باشندوں کے دلوں میں جو اٹھارہ برس پہلے ترکوں کے ماتحت تھے طرح طرح کے وہم اور وسوسے دوڑ رہے تھے۔ اور عالم تصور میں اونکے دماغ اون مظالم و جبر و ستم کے نقشے بنا رہے تھے۔ ترکوں کے ہاتھ میں پڑنے سے جنکا وارد ہونا وہ یقینی سمجھے ہوئے تھے۔ یونانیوں کی تشویش اور بھاگڑ کے قصہ کو یہیں چھوڑکر پھر میدان کارزار کیطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ دربنولا ترکوں نے کیا کارروائی کی۔ اور اونکی کس کارروائی کی بدولت یونانیوں میں یہہ بھاگڑ پڑی تھی۔

صف حملہ یا ترکی افواج کی صف معرکہ آرائی کے میسرہ پر یعنے نیزرو اور انالپسس کی گھاٹی میں حمدی پاشا شروع شروع میں مدافعین کی دلیری معقول انتظام مدافعت اور موقعہ کی دشوار گذاری کیوجہ سے درہ کو فتح نہ کرسکا۔ مگر جب ادہم پاشا نے اوسے کمک بھیجدی اور اوسکی سپاہ کی جمعیت یونانی مدافعین کی مقدار سے بہت بڑہ گئی تو اوسنے پہر پیشقدمی کی اور اوسدفعہ یونانی بریگیڈ زیر کمان کاکلامانوس اور یونانی مجاہدین کو جو اوسکے بالمقابل تھے پہاڑوں کے قرب و جوار سے بہت دور پیچھے دہکیل دینے میں کامیاب ہوگیا۔ اور یونانیوں کو ایسی سخت شکست دی کہ اونکی صفیں بالکل پراگندہ ہوگئیں۔ اور وہ سراسیمہ وار میدان جنگ سے فرار ہوگئے۔ کچھہ تو کوہ اوسا سے مشرق کیطرف کے ساحل کو گئے اور کچھہ بحال تباہ لاریسا کو ہٹ گئے۔ ۲۲ اپریل کو چھٹے ڈویزن نے اور آگے بڑہکر اون اضلاع پر جو جبال پسانی و درہ لی کے متصل تھے قبضہ کرلیا۔ اور ۲۳ اپریل کو ڈویزن مذکور کا ہراول مسک لور اور دلیلر میں پہونچگیا۔ جہاں سے یونانیوں کے اصل خط مدافعت کا میمنہ بالکل قریب تھا۔ اتی کی خونریز مگر غیر منفصل لڑائی جسمیں ترک یونانیوں کو اونکے مضبوط پوزیشن سے جو پہاڑوں کے دہانہ کے متصل قایم کیگئی تھی نہیں نکال سکے تھے۔ جیسا کہ لکھا جاچکا

[1] یعنے ہر ایک رجمنٹ بنی بنائی یکجا پیچھے نہ ہٹی۔ بلکہ ہر ایک کمپنی جنسے وہ مشتمل تھی جدا جدا ہوگئی۔

اسجگہہ ہوئی تھی۔ ساتویں ڈویزن سی جو کٹرینا اور پلاٹامونا کی درمیانی ساحل کی حفاظت پر مامور تھا کئی دستی حمدی پاشا کی زیر کمان چھٹی ڈویزن کی آملی تھے۔ چنانچہ ۲۳ اپریل کو کوہ اوسا سی لیکر دریا زینیاس تک ۱۲ میلوں کی لنبائی میں ادہم پاشا کی فوج کا حصہ اعظم یعنے چھ ڈویزن انفنٹری کی ایک آزاد بریگیڈ۔ اور ایک ڈویزن فوج کیولری جمع تھا ترکی جرنیل نی بتاریخ مذکور دوسری دن حملہ کرنے کی لیئے کل تیاریاں اور انتظام کر لیئے۔ حملہ کا نقشہ یہ تجویز کیا گیا کہ کالم مجتمع ہو کر پہاڑوں سی میدان کیطرف اُتریں۔ اور بصورت کامیابی ٹرناووس پر قابض ہو کر ہیڈ کوارٹر وہاں قایم کیا جائے۔ مگر چونکہ مجوزہ کارروائی کا پہلا حصہ (یعنے میدانوں میں داخل ہونا) تجویز پر کاربند ہونی سے پہلے ہی سرانجام پا گیا۔ ادہم پاشا نے اب یہہ مناسب سمجہا کہ فوج کو ایکدن (۲۴ اپریل) آرام دیکر اسدن اپنی فوج کی تمام ایسے دستوں کو جو دور دور بکہری ہوئے ہیں۔ اور نیز کمسریٹ سامان جنگ اور بارکش جانوروں اور گاڑیوں کی کالموں کو یکجا مجتمع کر لیا جائے۔ اور پھر دوسرے دن ۲۵ اپریل کو سب سے اول لاریسا کیطرف پیشقدمی شروع کر دیجائے۔

محاربہ کی پہلے حصہ پر جو نو دن ہوتا رہا۔ نظر ثانی کرنے سی یہ رائے قایم ہوتی ہی کہ یونانی اپنی کوہستانی پوزیشنوں کی پناہ مین بالکل مدافعت کی پہلو پر رہے۔ اور غنیم کی برخلاف جو متعدد کالموں میں مرتب ہو کر نقل و حرکت کر رہا تھا۔ کسیطرح کی جارحانہ کارروائی نکی۔ اس احتراز کی وجہ شاید یہہ خیال ہو کہ اگر دشمن کی مقابلہ پر جو تعداد مین بہت فوقیت رکھتا ہی کسی جگہہ خفیف سی ہزیمت بھی پہونچگئی تو مقدونیا کی باشندوں کو پھر بغاوت کرنے کی جرأت نرہجائیگی۔ اور سرویا۔ بلگیریا و مانٹی نیگرو کی میدان میں اُتر آنی کی توقع بھی موہوم ہو جائیگی۔ اور چونکہ معاونوں اور رفقا کی مدد کو حاصل کرنا نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے بنابرین خفیف سی شکست کے احتمال سی بھی محترز رہنا واجب ہی۔

اگر ہمارا یہہ قیاس درست ہی تو غرض متذکرہ بالا کو مدنظر رکھکر دیکھنے سی یہ تسلیم کرنے سی کسیکو عذر نہیں ہوگا کہ یونانی افسران مارکومیکالیس مسٹر اپاس سمولنک۔ مکریس اور کاتھی نولیس نی جو مختلف پوزیشنوں کی محافظت کی لیئے منتخب کیئے گئے تھے احکام مصدرہ کی حزم و احتیاط اور پامردی سی تعمیل کی۔ لیکن دوسری طرف سپہ سالار اس اہم الزام سی کبہی بری الذمہ نہیں ہو سکتا کہ اوسنی اپنی فوج کو ٹکڑی ٹکڑے کر کے بہت وسیع علاقہ میں منتشر کر دیا۔ جس سی فوج مذکورہ کی مختلف دستوں میں وہ اتصال اور ربط نرہ گیا۔ جو نہایت ضروری سمجہا جاتا ہے اور بدینوجہ کسی ایک مقررہ موقعہ پر نمایاں فتح کا امکان بھی ہاتھ سی کھو دیا۔ حالانکہ کسی ایسی ہی فتح سی اون لوگوں پر جنسے امداد و اعانت کی توقع تھی۔ حوصلہ افزا اور جوش بڑہانیوالا اثر پڑ سکتا تھا۔ اس غلط چال کی علاوہ یونانیوں کو اس سی بہت نقصان پہونچا کہ انہوں نی ترکی فوج کی اخلاقی طاقت اور شگفتگی اور اوسکے کل فوجی انتظام اور جنگی نشو و نما اور ارتقا کا درست اندازہ نکیا تہا۔ یونانی اعلے افسروں کی نگاہ سی یہ امر نظر انداز ہو گیا تھا کہ ترکی نظام جنگی اب وہ نہیں جو ۱۸۷۷ء کی روسی ترکی محاربہ کی وقت تھا۔ اور کہ اوسوقت سی وہ نہ صرف فوجی تعلیم و

لہ یعنے جو کسی ڈویزن میں شامل نہ تھا۔

وتربیت اور معاملات ترتیبی میں ہی بلکہ منصرفانہ و عاملانہ پہلو سی بہی بہت ہی مختلف ہوگیا ہی۔ اتھنز والی اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ ترکی سپاہی صرف مدافعت کی پہلو پر ہی کام دیسکتا ہے۔ اور صرف خوب محفوظ یا قلعبند مقام میں ہی اپنی فرض کو جانبازی اور سرفروشی سی ادا کرسکتا ہے۔ اوس سی مضبوط پوزیشنوں اور کوہی بلندیوں پر دلیری اور ثابت قدمی کی ساتھ حملہ کرنے کی کبہی توقع نہیں ہوسکتی۔ نہ ایسی کام کی اوس سی سرانجام کی توقع ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اول کوہی دروں پر بالعزم حملہ کرنا اور پھر زیناس وسالموریا وغیرہ دریاؤں کی پناہ میں بنی ہوئی یونانیوں مورچوں پر حملہ آور ہونا یہ ایسی کام ہیں جو کبہی ترک سپاہی کی حسب مذاق اور اوسکو پسند خاطر نہیں ہوسکتی۔ یہہ درست ہی کہ اوسکی مذہب نے اوسمیں قانون اور حکم کی بلا عذر اور کامل متابعت کی صفت راسخ کردی ہوتی ہے۔ مگر ویسی ہی اوسکی طبعی سرشت اور فطرت میدان جنگ میں سبقت کرنے یا پرجوش اور مستعدانہ پیشدستی کی قابلیت نہیں رکھتی۔

یونانیوں کی غلط چالوں اور کارروائیوں کی حصہ کثیر اور اونکی تباہیوں اور ذلت کا موجب اونکی یہی متذکرہ صدر غلط فہمی تھی۔ جو ترکی سپاہی اور ترکی نظام حربی کی متعلق اونہیں ہورہی تھی۔

محاربہ کی پہلی نو دنوں میں ترکی فوج کی کل آدمیوں نے بلا استثنا ایسی جانفشانی اور جدوجہد سی کام کیا کہ یہہ امر پوری طرح سے پایہ ثبوت کو پہونچگیا کہ اگر ترک نظام و ترتیب استقلال بہادری ضبط علی النفس جنگی سپرٹ وامنگ اور مطمئن خاطری میں یونانیوں سی افضل نہیں تو کم از کم اونکی بالکل ہم پلہ ہیں۔ یہہ نو دن ہر طرح کی سخت بے آرامی تشنگی وفاقہ اور محنت شاقہ کی دن تھی۔ ترکونکا حوصلہ و عزم درہ بہر پست نہ ہوا تھا۔ اور وہ بخوشی ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے تھی۔

ناظرین فصل دوم میں پڑھ چکے ہیں کہ سر ایشمیلڈ بارٹلٹ الاصونا پہونچتے ہی سرحد کیطرف سی توپوں کی رعد وار گرج سنکر اوسیوقت اوسطرف روانہ ہوگئی تھے۔ وہ درہ ملونا کی معرکوں اور ادہم پاشا کی کارروائیوں اور پیشقدمی کی حالات اپنی کتاب کی فصل پنجم و ششم میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

ادہم پاشا و درہ ملونا[1] الاصونا سے درہ ملونا تک کی ہموار و چٹیل سڑک پر ایسی گرمی میں سفر کرنا نہایت تعب بخش کام تھا۔ سوار و مرکب دونو یکساں حرارت۔ ماندگی سفر اور بہوک سی بیچین ہورہی تھی گرد و غبار بیحساب اور تمازت آفتاب ناقابل برداشت تھی۔ اور کل سرک سپاہیوں۔ بارکش گھوڑوں اور گاڑیوں سی جنکا دو طرفہ تانتا لگا ہوا تھا بھری ہوئی تھی۔ توپوں کی آواز بند ہوچکی تھی۔ اور جوں جوں ہم پہاڑیوں کی قریب پہونچتے جاتی یہہ خیال پختہ ہوتا جاتا تھا کہ اوسدن کی لڑائی ختم ہوچکی ہے۔

---

[1] انکی آفیشل کارنامی گو جرمن مصنف نے بالوضاحت بیان کئی ہیں۔ مگر اونکی حسب نسب کا کوئی ذکر نہیں کیا زمانہ جنگ کی وقت یورپین اخبارات نی انکی قومیت کی متعلق عجیب و غریب روایتیں مشہور کی تھیں۔ کسی نی جرمن الاصل بتایا۔ اور کسی نے یونانی الجنس مگر یہہ سب من گہڑت جدت طرازیاں تہیں۔ غازی عثمان اور اکثر قابلترین فوجی افسروں کی طرح ادہم پاشا بھی خالص النسل ترک ہیں۔ بقیہ بر صفحہ ۱۷۵

ادہم پاشا سے پہلی ملاقات درہ کو دہن کے بالکل قریب ہمیں ٹائمز کا نامہ نگار مسٹر کلایو گھم کو آل سوآتا ہوا ملا اوسنے اوسوقت اپنا نام ظاہر کرکے اوس سفارش کی لیئے بڑا شکریہ ادا کیا۔ جو مینے اوسوقت کی تھی جبکہ محارہ سے عین کچھ دن پہلے ترکوں نے اوسے بمقام سالونیکا روک لیا تھا اور آگے جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اوسنے ہمیں جنگی کارروائیوں کے مجمل حالات بتا کر کہا کہ مشیر تھوڑی ہی دور پیچھے چلے آتے ہیں۔ مسٹر گلھم کی رفاقت ہمیشہ نہایت خوشگوار معلوم ہوتی رہی۔ اوسنے اپنے نامہ نگارانہ فرایض کو بھی نہایت احتیاط اور عمدگی سے سرانجام دیا۔ وہ رسالہ گارڈین میں رہ چکا ہے۔ اور ترکی نہایت عمدہ بولتا ہے۔ یہ دونو امور اوسکی حق میں بہت کارآمد ثابت ہوئے۔ ہمارے پاس اوسکی جو کتاب لکھی ہے۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ اوسکی ہمراہی ایک بہت اگے بڑھے۔ اور چند منٹوں میں ادہم پاشا سے جنکے پیچھے بہت سے ارکانی

بقیہ صفحہ سابقہ) انکی یونانی الاصل ہونیکی دلیل ایک ظریف نے نہایت ہی مزیدار دی تھی وہ لکھتا ہے کہ اگر مشیر موصوف یونانی ہوتا تو ان کا قدم ہر روز تیقسر کیطرف بڑھنے کی بجائے۔ پنی بہا یونکیطرف قسطنطنیہ کیطرف پیچھے کو ہٹتا۔ خیر اس بحث کو چھوڑ کر ہم انکے اصلی حالات ایک ترکی اخبار سے ذیل میں درج کرتے ہیں

مشیر موصوف فواد آفندی چرکس کی فرزند ہیں ۱۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے انکے والد حسین بیگ میں اعظم بیگ کے ذی وغلام تھے اور انکو دربار سلطانی میں خاتم برآستانی کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوئے۔ مشیر ممدوح کی والدہ بھی خالص چرکسی قبیلہ ہیجی سے تھیں اور اون کے ماموں ولایت دوزخ میں اب بھی موجود ہیں انہوں نے قسطنطنیہ کی جنگی مدرسہ میں تعلیم پائی۔ فارغ التحصیل ہونیپر مشیر موصوف پاشا والی جزایر و نیز پریسیڈنٹ کونسل حربیہ کے اڈیکانگ مقرر ہوئے۔ اس حیثیت میں یوزباشی کے درجہ پر ترقی کی۔ بعد ازاں یکبا شی کی رتبہ پر خاص سلطانی گارڈ میں منتقل ہوئے۔ اور قایمقامی کا درجہ پایا۔ بعد ازاں لیواکی رتبہ پر فایز ہوئے۔ اور فریق

افسر چلے آرہے تھے ملاقات ہوگئی۔ مسٹر گلہم نے پاشا موصوف کو ہمارے نام بتائے جسپر انہوں نے فی الفور نہایت تپاک سے صاحب سلامت کرکے ہمیں اپنے ہمرکاب افسروں سے معرفت کرایا۔ مارشل نے ارشاد فرمایا کہ آجکل دن کی لڑائی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ دشمن کو بازو پر سے ہو کر گھیر لینے کے لیئے کئی جناحی عمودیا دستے لگاتار آگے بڑھے جارہے ہیں اور امید ہو کہ ہماری کل فوج عنقریب پیشقدمی کرکے تھسلی کے میدان میں داخل ہو جائیگی۔ مشیر ممدوح نے یہہ بھی کہا کہ عام طرانسپورٹ بالخصوص سامان حرب اور گولہ بارود کی باربرداری کے متعلق بہت مشکلات لاحق رہی ہیں۔ چونکہ سڑک کو میں بچشم خود معاینہ کر چکا تھا۔ اس بیان کی صداقت میں مجھکو کسیطرح شک نہیں ہو سکتا تھا۔ ہمنے اپنے گھوڑوں کو لوٹا لیا۔ اور اوہم پاشا کے ہمراہ الاصونا گئے۔ اونکو سٹاف کی افسروں کی دوسری طویل گفتگو ہوئی جس سے مجھپر جلد معلوم ہوگیا کہ پیشقدمی کی سست رفتاری سے عام آزردگی پھیل رہی ہے۔ اور نسبتاً کم عمر اور نوجوان افسر شنبہ اور یکشنبہ کی لڑائیوں میں درہ ملونا اور کل سرحد پر نتیجہ حاصل ہو جانے کے باوجود پیشقدمی میں توقف ہونیکا مطلب سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں اور بہت چیں بجبیں ہو رہے ہیں۔

اوس زمانہ میں اکثر اخبارات نے یہ کیا تھا کہ اس توقف کا باعث وہ ہدایات تھیں جو محلسرائے سلطانی یعنے سلطان المعظم کی منشا سے قسطنطنیہ سے موصول ہوئی تھیں۔ مگر یہہ توجیہ مجھپر بالکل ہی غیر اغلب اور بے بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ میری اختلاف کے لیئے کئی معقول وجوہات موجود ہیں جنمیں سے ایک یہہ ہو کہ توقف و تساہل پر نہایت سختی سے اعتراض کرنیوالوں میں ایک خود سلطان المعظم کا وہ یاور تھا جسے جلالتمآب نے فوج میں روانہ کیا ہوا تھا۔ اوسنے مجھپر نہایت تلخی اور آزردگی کے ساتھ کہا تھا میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس شاندار فوج کو جسکے سپاہی دنیا بھر میں شجاع ترین ہیں کیوں پانچ دن یہاں بیکار بٹھا رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اسوقت تک اوسے ارسیاں میں ہونا چاہیئے تھا۔ دوسری وجہ یہہ ہو۔ کہ اس توقف کو خود سلطان المعظم نے بھی بلاشک و شبہ ناپسند کیا تھا۔ اور اسی ناپسندیدگی کے باعث جلالتمآب نے غازی عثمان پاشا کو اوہم کی جگہہ لینے کے لیے سالونیکا روانہ کیا تھا۔ اور یہہ مسئلہ یقینی امر ہے کہ ۲۴ اپریل کی پیشقدمی اور عین بروقت قبضہ بھتسلی کو بھی اوہم پاشا کو بدنامی اور ذلت سے بچا لیا تھا۔ اگر ایسا وقوع میں نہ آتا تو وہ ضرور کمان سے معزول کر دیا جاتے۔ ٹرانسپورٹ کی مسئلہ و بدیہی دقتوں اور مشکلات کے علاوہ اس توقف کی اگر کوئی اور چیز بھی باعث تھی تو وہ اوہم پاشا کی بدرجہ غایت احتیاط کی وہ پرانی طرز کا فوجی افسر یا بالفاظ دیگر نہایت محتاط اور سوچ سمجھکر چلنے والا جنگی شاطر و مدبر ہے۔ اور کوئی کارروائی کرنے سے پہلے اس امر کیطرف سے پورا پورا اطمینان کر لینا چاہتا ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اپنے موقعہ پر بالکل ٹھیک اور درست ہے۔ اس ہر یع اجتماع افواج اور اچانک و خطرناک دھاوؤں اور ضربات کے زمانہ میں ایسی کارروائی کی مشتبہ ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں۔ اور کسی مستعد اور دلیر جنرل کے مقابلہ میں جسکے پاس سپاہ بھی عمدہ ہو اوسکا تباہ کش ثابت ہونا بھی ممکن میں داخل ہے۔ اوہم پاشا کی تدبیر اوسکی عملی کارروائی سے بہتر تھی۔

مسٹر بیون کی نکتہ چینی ممکن ہے کہ منفقہ کارروائی کی فقدان اور توقفوں کا باعث جو امر متعدد لڑائیوں میں صاف ظاہر ہو گئے تھے۔ خود مشیر کو کسی ذاتی کوتاہی کی بجائے زیادہ تر اوسکی

ماتحت افسروں یعنی جرنیلان ڈویژن کو عیوب ہوں تمام غیر ترک مشاہدہ کنندگان کی عام رائے تھی کہ اوہم پاشا کی فوج کا ہر جرنیل کم لیاقت تھا۔ اور اپنے فرائض کی حسب حال قابلیت نہ رکھتے تھے۔ مسٹر جی اے سٹیونس[1] اخبار ڈیلی میل کے قابل نامہ نگار نے ایک مراسلت میں جو ارجون کو اخبار میں شایع ہوئی۔ اپنی رائے حسب ذیل ظاہر کی "ترک دنیا بھر میں بہترین سپاہی اور بدترین افسر رکھتے ہیں۔ ترکی سپاہی ستم صفت متحمل و صبور۔ نامور سپاہی اور شیر دل شجاع ایسے بیخوف اور فرشتوں ایسے مطیع و منقاد اور با انتظام و تربیت یافتہ ہیں۔ وہ اپنے افسر کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے کہ نیک لڑکے استاد یا والدین کی۔ اگر افسر نے اونہیں صرف یہ کلمہ "طوقومہ" (اماتہ نہ لگانا) کہدیا ہو تو سپاہی خواہ بھوکے بیتاب ہو رہے ہوں نانبائیوں کی بازار میں کسی دکان کیطرف نظر اوٹھا کر دیکھنے کے بغیر چپ چاپ گذر جائینگے۔ البانوی ترکی سپاہیوں سے بہت مختلف ہیں۔ وہ اونسے نسبتاً پست قامت اور زیادہ پاکیزہ و ستھرے ہوتے ہیں۔ اونکی تیزی طبع اور مزاج کی سرکشی کی کوئی حد و غایت نہیں۔ مگر ترکوں (یعنے ترکی سپاہیوں) کی تو یہ کیفیت ہے کہ اوسی حال میں جسمیں کہ وہ اب ہیں بعد تعلیم و تربیت کے اچھے افسروں سے دنیا میں جو کام چاہیں سرانجام کر سکتے ہیں مگر افسوس اچھے افسروں کی ہی اونمیں کمی ہے۔ ترکی افسر جاہل سست مرتشی اور عموماً بزدل ہیں۔ ساری ہی ایسے نہیں اس قاعدہ کلیہ سے کئی مستثنے بھی ہیں۔ اور جو مستثنے ہیں وہ افسری کے پیشہ میں وہ باہر ہیں نظر نہیں رکھتے بلکہ افسر کیلئے پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اونمیں سے بمشکل کوئی ہوگا جو اپنا دستخط کر سکتا ہو۔ اور اگر کوئی ہوگا تو اسکو ہر کہ دمہ کہ ہر پڑھا لکھا البتہ اشد جاہل سمجھتا ہوگا۔ اشاعت و بہتر تعلیم افسران میں عرصہ سے کوشاں ہیں مگر اونکی جوانمردی کا یہ عالم ہے کہ یہ تیغ بدست خود تقریباً دس بارہ افسروں کو آتشباری کی زد سے بیہلو بچا تا دیکھا ہے۔ جرنیلوں بالخصوص جرنیلان ڈویژن کی حالت تو بالکل مایوسی بخش ہے۔ وہ سرکش سست الوجود باہم ملکر کام کرنے کو بالکل ناقابل اور خود اپنی توپوں کی زد اوٹ سے بھی جاہل ہیں۔ جہالت میں کہ اونہیں یونانیوں پر راہ مراجعت مسدود کر دینا واجب تھا۔ مگر برعکس اسکے یونانی نکلوہ بچ جاتے رہے۔ یہ افسر ایسے خوش ہوتے جیسے کہ خورد سال بچے کسی بڑی بھاری کامیابی پر ہوتے ہیں۔ وہ بلا تصنع بالکل سچے دل سے دشمن کو پامال کر دینے اور اوسے مراجعت پر مجبور کر دینے میں کوئی فرق تمیز نہیں کر سکتے تھے۔"

مجھے مسٹر سٹیونس کی رائے سے جو ترکی افسروں کے حق میں بہت ہی سخت ہے اتفاق نہیں۔ البتہ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ۲۳ اپریل کی دلیر کی لڑائی اور ۲۵ اپریل کی فتح لاریسہ کے بعد ۳۰ اپریل کے معرکہ ولسٹینو سے پہلے اور ۷ مئی کی معرکہ ڈومو کوس میں جو جنگی کارروائیاں کیگئی تھیں اونمیں اصلاح و ترقی بہت کچھ گنجایش تھی۔ ان موقعوں پر جو غلطیاں اور توقف سرزد ہوئے۔ وہ ڈویژنل اور بریگیڈیر کمانڈروں کی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کا نتیجہ تھے۔ ڈومو کوس اور ولسٹینو میں قبل از وقت معرکہ آرائی ہو جانیکی غلطیوں کے متعلق یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی ریپیٹنگ رائفلوں اور دور تک زد کرنے والا اسلحہ کی موجودگی میں سپاہیوں کو قابو میں رکھنا مشکل امر رہا۔ لیکن اگر بریگیڈیر اور جمعیتی افسر قابل ہوتے تو ایسا ظہور

[1] یہ قابل ادیب اور عرصہ تک جاوا و نگاراگوا کرزن کی ہمراہ ہندوستان کے حالات و عجائبات اور رسم و رواج سے اخبار کے قارئین کو مطلع کرنے کیلئے انگلستان سے آیا اور کئی مہینے رہ کر واپس گیا۔ [2] اسکے برعکس جہاں ثانی افسر نے جو ای خزانہ اور ہر ایک جرنیل ڈویژن کی نسبت ظاہر کی ہے وہ ناظرین بہتر طالعہ کر چکے ہیں۔

میں آتا۔ ان دونو مقاموں پر ترکی فوج لڑائی کی نیت سے نہیں بڑھی تھی۔ صرف بجمعیت عظیم استکشاف اور دیکھ بھال کی غرض سے پیشقدمی کیگئی تھی۔ جو پیش قدمی دونو موقعوں پر افسروں کی غلطی یا نادانی یا پرجوشی سے واقعی جانگداز حملوں کی صورت میں متبدل ہوگئی۔

ادہم پاشا سے مکالمہ کے ترکی سٹاف اور نیز انگریز نامہ نگاروں میں جنمیں سے چار سے میری پہلے ہی دن ملاقات ہوئی یہہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا دیکھکر کہ توقف بالکل بیجا اور نامناسب ہے میں نے اوس رات کھانے کے بعد مشیر سے ملاقات کی اور اُسکے سٹاف کے کئی افسروں کے سامنے جو میری معروضات سُنکر بہت ہی خوش ہوئے ادہم پاشا سے کمال دوستانہ پیرایہ میں طویل گفتگو کی۔ یعنے مشیر موصوف کی تدبیر حربی پر کسیطرح کی نکتہ چینی کرنیکی جرأت کرنے کو بغیر محض پولیٹیکل پہلو سے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اور عرض کیا کہ توقف سے نہایت سخت خطرات کے حدوث کا اندیشہ ہے۔ یہہ درست ہے کہ بلگیر پاو سر و یا نا حال خاموش ہیں مگر خفیف سی ترغیب سے وہ اجتماع افواج پر مایل ہوسکتے ہیں۔ اور اوسوقت دونو دشمن ٹرکی کے برخلاف میدان میں اُتر آئینگے۔ یہہ خطرہ ہمیں تک محدود نہیں ایک اور دشمن بھی جو بلقانی ریاستوں سے بدرجہا زیادہ طاقتور ہے تاک میں بیٹھا ہے اوسکی طرف سے کبھی اطمینان اور بیفکری نہیں ہوسکتی۔ اور وہ اگر کسی وقت بالکل اچانک سلطنت عثمانیہ کے عین مرکز اور قلب یعنے خود قسطنطنیہ پر حملہ کردے تو کسیکو تعجب نہیں ہوسکتا۔ مزید براں ہمدردی انسانی کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اس محاربہ کو جو مجبوراً ٹرکی کے گلے پڑا ہے جلد ختم کیا جائے۔ سریع و کامل فتحیابی سے دونوں فریقوں کی بہت کم آدمی ضایع ہونگے اور سپاہیوں اور باشندوں کو مصائب میں مبتلا بہ تخفیف ہوجائے گی۔ میری ان دلایل کی معقولیت اور برجستگی کو ادہم پاشا نے بالکلیہ تسلیم کیا۔ اور کہا کہ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہوسکے محاربہ کو بسرعت فتح و نصرت ختم کروں۔ اسی غرض سے میں آج بہت رات گئی اپنے سٹاف سمیت ایک تاریک و بعیدی موقعہ کو معاینہ کیلئے جاؤنگا۔ تاکہ یہہ اطمینان کرلوں کہ آیا تمام سامان فیصلہ کن پیشقدمی کیلئے تیار اور درست ہے اور مجھکو امید ہے کہ چند دنوں میں ہم لاریسا پر قابض ہوجائینگے۔ مشیر موصوف کو ان ارشادات سے دن کے کل سٹاف اور نیز مجھکو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور جب میں پاشا موصوف کی خدمت سے رخصت ہوا تو بعد ازاں پرائیویٹ طور پر اون سب افسروں نے متذکرہ صدر معروضات کے متعلق بڑا بڑا شکریہ ادا کیا اور مجھکو بڑی گرمجوشی سے مبارکباد دی۔

ترکوں میں تکمیل ثمرات فتحیابی کی ناقابلیت ادہم پاشا پرانی طرز کے قابل جرنیل ہیں۔ اسوقت اونکی عمر ۵۵ برس کے قریب ہے وہ اعلے درجہ کے جنگی شاطر و ماہر اصول حرب محتاط و باحزم۔ لطف پرور اور کمال رحیم مزاج و انسانیت گار ہیں۔ آنکھیں روشن و دلآویز۔ چہرہ ہر وقت متین و سنجیدہ البتہ تبسم کے وقت اوسپر شگفتگی اور درخشانی پیدا ہوجاتی ہے۔ بوقت تبسم انکی آنکھوں کی چمک اور انداز دہن میں ایک عجیب قسم کی سحر تاثیر دلفریبی پائی جاتی ہے پاشا موصوف اپنی حد ذاتی اور اعلے منتظرانہ قابلیتوں کا ثبوت

صرف تھسلی میں ہی نہیں دیا بلکہ زیتون کے واقعہ کے دوران میں بھی بخوبی دے چکے تھے۔ تھسلی میں اونکی افواج کا چلن اور برتاؤ واقعی قابل تعریف تھا۔ اور زیتون میں تو انہوں نے بینظیر عفو و درگذر سے کام لیا تھا۔ وہاں کے ارمنی باغیوں نے پانچسو ترکی رنگروٹوں کو کمال سفاکی اور بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ مگر اس عالی حوصلہ رحمدل سپہ سالار نے پھر بھی اونکی جان بخشی کر دی۔ اگر ادہم پاشا میں کوئی نقص ہے تو وہی جو فطرتی طور پر کل ترکوں میں راسخ معلوم ہوتا ہے۔ یعنے وہ فتح پانے پر اوس سے پورا پورا فایدہ اٹھانے اور اوسکے ثمرات و نتایج کو مکمل کرنیکی قابلیت نہیں رکھتے۔ بالعموم ترکی جرنیل اپنی فتحیابی کو ایسی سریع اور پے در پے ضربات سے جو دشمن کو پراگندہ ہونے کے بعد پھر سنبھلنے اور منتشر فوج کو پھر مرتب و فراہم کرنے اور اوسے حوصلہ دلانیکا موقع نہ ملنے دیتیں مکمل کرنے کی قابلیت رکھتے معلوم نہیں ہوتے۔ مشہور آفاق غازی عثمان پاشا میں بھی بمقام پلیونا[1] یہی نقص موجود تھا۔ وہ اگر ہمت کرتے تو ۱۳ ستمبر ۱۸۷۷ء کی مہیب اور نہایت سخت ہزیمت روسیان کے بعد اونکے پراگندہ لشکروں کو دریائے ڈنیوب میں دھکیل سکتے تھے۔ یہی غلطی ۱۸۷۷ء میں دریائے لوم کے علاقہ میں سرزد ہوئی یعنی محمد علی[2] پاشا کو جسنے روسیوں کو کئی موقعوں پر سخت شکستیں

---

[1] سر ایشمیڈ بارٹلٹ نے واقعات و حالات متعلقہ پر باطمینان خاطر اور دلجمعی سے غور کرنے کے بعد یہہ رائے قایم نہیں کی۔ اور غالباً مسٹر سٹیونز کی رائے سے متاثر ہو کر یہہ الفاظ لکھدئے ہیں۔ غازی عثمان روسیوں کی ہزیمت سے فایدہ اٹھا کر اونہیں دریا پار اسلیے نہیں بھگا سکے تھے کہ انہوں نے تکمیل فتح کی کوشش نہ کی تھی۔ یا کرنا نہ جانتے تھے یا قابلیت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ محض اسلیے کہ اس کام کے لیے اونکے پاس کافی فوج نہ تھی اونکی فوج صرف بچاؤ پر رہ کر دشمن کے حملوں کے روکنے کے لیے کفایت کر سکتی تھی۔ مگر پھر بھی غازی ممدوح نے کوشش کرنے سے دریغ نکیا تھا لیکن جیسا کہ پہلے سے ہی ظاہر تھا۔ اونکو جارحانہ کارروائی میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس مسئلہ پر مسٹر ہربرٹ نے محاربات پلیونا میں مفصل بحث کی ہے۔ غالباً اس جوانمرد عیسائی مجاہد اسلام و معاون عثمانیاں کی کتاب سر موصوف کی نظر سے نہیں گذری ورنہ وہ غازی عثمان پر یہہ الزام نہ لگاتے۔ محاربہ یونان میں بھی دشمن کی ہزیمت سے بالعموم پورا فایدہ نہ اٹھانیکی وجہ ناقابلیت نہ تھی بلکہ ترکوں کی عالی ظرفانہ درگذر اور چند پولیٹیکل اسباب جو یونانیوں کو بالکل پامال کر دینے سے مانع تھے۔ اور نیز غنیم کی کمال بے بضاعتی ایسا کئی دفعہ ہوا کہ البانویوں نے یونانیوں کا صرف پتھروں سے مقابلہ کیا۔ اور ایسا کرتے وقت یہہ کہا کہ ایسے نامردوں پر بندوقیں چلانا مردانگی کے خلاف اور کارتوسوں کو مفت برباد کرنا ہے۔ یہ زندہ و مردہ یکساں ہیں۔ پھر انکو ہلاک کرنے سے کیا فایدہ۔ پتھروں سے اونکو پسپا کر دینا ہی کافی ہے۔ بعض ترکی افسروں سے بیشک چند غلطیاں سرزد ہوئیں۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر تدبیر کا تیر بہدف ہونا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور انسانی طاقت کے دائرہ سے خارج ہے۔

[2] تاریخ سر ایشمیڈ بارٹلٹ کے اس بیان کی بھی تائید نہیں کرتی۔ یہہ درست ہے کہ محمد علی کو چند فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ مگر جب وہ علاقہ لوم سے بلایا گیا تھا۔ اوسوقت سے چند یوم پہلے وہ ولیعہد روسیہ کی فوج کے مقابلے پر ۱۸۷۷ء کے تیسرے ہفتہ میں صریح ناکام رہا تھا۔ بلکہ شکست یاب ہوا تھا چنانچہ جنگ روم و روس کے مورخ نے اوسکی نسبت اس موقعہ پر یہہ الفاظ تحریر کئے ہیں وہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جن امیدوں اور توقعوں کے ساتھ اوسے موسم گرما میں سپہ سالاری کا عہدہ عطا کیا گیا تھا۔ وہ بالکل پوری نہ ہوئیں بقیہ صفحہ ۱۸۰

دی تھیں عین اوسوقت جبکہ وہ ولیعہد روسیہ (جو بعد میں زار اسکندر ثالث ہوا) کی فوج پر آخری وقطعی فیصلہ کن حملہ کرکے اوسے باغلب وجوہ نیست و نابود کرنے والا تھا۔ واپس بلا لیا گیا۔ اور اوسکی جگہہ ایک احمق و ہنبق سالخوردہ پاشا کو بھیجدیا گیا جسنے محمد علی کی بعد پھر ایکدفعہ بھی جارحانہ حرکت نہ کی۔ غالباً فواد پاشا ہی جس شاندار ترکی جرنیل نے دسمبر ۱۸۷۷ء میں بمقام پلینا ایک سالم روسی بریگیڈ کو اسیر جنگ بنا لیا تھا۔ ایک ایسا ترکی افسر ہے جسنے اپنے آپ کو جارحانہ کارروائی کی لئے نہایت مستعد اور زور آور ثابت کیا ہی۔ اگر یونانی فوج کا جبکہ وہ ۱۵ اپریل کو لاریسہ سے سراسیمہ وار بھاگی تھی لگاتار مستعدی کی ساتھ تعاقب کیا جاتا۔ تو وہ پھر بانظام اور مرتب جماعت نرہ جاتی۔ اور تاریخ مذکور سے بعد چار ہزار یا اس سے زیادہ جو بہادر و شجاع عثمانیہ سپاہی شہید و مجروح ہوئے۔ وہ نہوتے۔

ترکی کوارٹر جنرل (ارکان حرب) میں چند اعلے درجہ کی ایسے افسر موجود ہیں کہ یورپ کی کوئی فوج نہیں جو اونکی موجودگی پر فخر نکرے انمیں اکثر نے جرمنی میں جنگی تعلیم پائی ہی۔ اور جرمن بولتے ہیں۔ اسیوجہہ سے یہہ عام خیال جو غلط محض تھا عام طور پر پھیل گیا تہا۔ کہ بہت سے جرمن افسر ترکی فوج کی ساتھ تھے۔ حالانکہ صرف ایک جرمن افسر گرمیکوف پاشا جو نہایت ہی سجیلا سپاہی ہے۔ فوج مذکور کے ساتھ تھا۔ اور وہ بہی صرف سات دن رہ کر مجھسے پہلے واپس چلا گیا تھا۔ اور یہہ عرصہ بھی اوسنے ہیڈ کوارٹر میں بسر کیا تھا۔ سیف اللہ پاشا مصطفے ناطق بک۔ ثابت بک۔ حسن بک۔ نجیب بک۔ انور بک۔ اور رضا پاشا جو آرٹلری کا کمانڈر ہی نہایت لایق اور اعلی تربیت یافتہ افسر ہیں۔ بالخصوص سیف اللہ پاشا نے میدان جنگ میں فوجی کارروائیوں کی ہدایت و راہنمائی کرنے اور کوچ کی وقت نظام و باترتیبی قایم رکھنے میں نہایت مستعدی اور قابل تعریف طریق سے کام دیا ترکی سپاہیوں کی نیک چلنی خوش اطواری اور صفت فرمانبرداری کی میں بڑی زور سے شہادت دیتا ہوں۔ مینے اور ہر ایک انگریز نامہ نگار نے جو ادہم پاشا کی فوج کی ساتھ تھا۔ اپنے دستخط کرکے ایک طویل ٹیلیگرام سر فلپ کری۔ انگریزی سفیر متعینہ

بقیہ صفحہ سابقہ) ولیعہد روسیہ کی فوج کی برخلاف گو اوسے شروع شروع میں کامیابی ہوئی۔ مگر آخر میں اوسے کامل ناکامی ہوئی۔ اور نہ اوسنے عثمان پاشا کو بمقام پلیونا اور سلیمان پاشا کو بمقام ڈرپشکا کیطرح کی مدد پہونچائی۔" اس معزولی سے کچھہ عرصہ بعد وہ صوفیا کی ترکی فوج کا کمانڈر بنایا گیا۔ اوس موقعہ پر سلیمان پاشا نے اوسے بحیثیت سپہ سالار حکم بھیجا تہا کہ الینا کی حملہ میں فواد پاشا کی اسطرح سے مدد کرے کہ اپنی جگہہ سے وہ بہی روسیوں پر حملہ کردے۔ مگر اوسنے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور اس عدم تعمیل کیوجہ سے سلیمان پاشا اور اوسکے نایب فواد پاشا کو نہایت جوانمردی اور قابل تعریف تدبیر سے آلینا کو روسیوں سے فتح کرلینے سے پہر نو دن بعد۔ تاریخ ۱۴۔ دسمبر ۱۸۷۷ء چھوڑ دینا پڑا۔ اور روسی اوس اہم مقام پر جو بلقان کی وسط میں واقع ہی دوبارا قابض ہوگئے مصطفے کامل آفندی مورخ جنگ روم و یونان محمد علی کو جنگ روم و روس کی اکثر تباہیوں کا موجب بتاتا ہے اور مسٹر ہربرٹ نے بھی اوسکی نسبت اچھی رائے ظاہر نہیں کی۔ پھر سمجھہ میں نہیں آتا۔ سر ایشمیڈ ایسے واقفکار اور باخبر سے ایسی اہم غلط بیانی کسطرح سرزد ہوگئی ہی۔ محمد علی جرمن الاصل تھا وہ اپنے سے چھوٹی عمر میں بھاگ آیا اور کئی دریائی سفر کرنے کی بعد قسطنطنیہ میں آکر مسلمان ہوگیا۔ اوسکی حالات محاربات پلیونا کی کسی حاشیہ میں درج ہیں

لہ یہہ بھی درست نہیں۔ خواد پاشا نے سالم روسی بریگیڈ کو اسیر نہیں کرلیا تھا۔ بلکہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کردیا تھا۔ ہاں یہہ درست ہی کہ اگر ایک اور ترکی جرنیل سے نامناسب تعمیل نہو جاتی تو بریگیڈ ضرور گرفتار ہوجاتا۔ مترجم۔

قسطنطنیہ کو بھیجا جسمیں ہمنے عساکر عثمانیہ کی قابل تعریف نیک کرداری اور خوش چلنی کی کامل تصدیق کرکے خونریزی و سفاکی اور تاخت و تاراج کے اُن الزامات کی جو یونانی اس فوج پر اندھا دھند لگا رہے تھے پوری تردید و تکذیب کی۔ لاریسا کی فتح ہونے پر تین سرکردہ ترکی افسر سیف اللہ پاشا۔ مصطفےٰ ناطق بک۔ اور نجیب بک ساری رات خاص پٹرول (پہرے) لیکر شہر میں صرف اسلیئے گشت کرتے رہے کہ کہیں کوئی واردات تاخت و تاراج کی نہ ہو۔ ادہم پاشا نے شہر میں داخل ہوتے ہی تمام عیسوی معابد پر پہرے بٹھا دیئے کہ کوئی اونہیں خفیف سا نقصان بھی نہ پہونچا سکے۔ اور نہ اونکی کوئی بیحرمتی ہو سکے۔

مشیر کے پاس سے واپس آکر جب مینے اپنے دوست نامہ نگاروں کو علے الصباح تیار ہو جانیکی تاکید کی تو وہ سب کے سب کہل کھلا کر ہنس پڑے انکو سابقہ تجربہ سے ترکی حرکات عسکریہ میں کمال احتیاط اور سوچ بچار مد نظر رکھے جانیکا کامل یقین ہو چکا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ بہت سویرے کبھی کوچ نہیں ہوگا تاہم مینے خدام کو بھی پانچ بجے صبح کے وقت بیدار کر دینے کا حکم دیدیا۔ اور پھر اپنی دن بھر کی کارروائی پر خوش و خرم خوابگاہ کو چلا گیا۔

تھسلی میں داخل ہونا ہم دوسرے دن صبح کے چھ بجے تیار ہو گئے۔ مگر ترکی ہیڈ کوارٹر ۹ بجے کے قریب ملونا کیطرف روانہ ہوا۔ جس سے نامہ نگاروں کے قیاس اور رائے کی معقول تصدیق ہو گئی۔ ادہم پاشا بہت رات گئی دیکھ بھال کو گئے تھے اور یہ امر اونکے دیر کرکے چلنے کی معقول وجہ ہو سکتا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ فراخ و ہموار سڑک پر کول (درہ) کیطرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہوا کے پروں پر سوار گاہ بگاہ گولہ باری کی آواز سنائی دیتی رہی۔ مگر آتشباری باقاعدہ نہ تھی کبھی کبھی کوئی گولہ چل رہا تھا۔ سڑک صرف پہاڑیوں کے قریب جاکر بلند ہونی شروع ہوتی ہے۔ جہاں وہ یکبارگی بالکل عمودی شکل میں تقریباً نو سو فیٹ کے طول میں کول ڈی ملونا کے مشہور درہ کی چوٹی تک بلند ہو گئی ہے۔ سڑک کا جو حصہ درہ کو جاتا ہے وہ بہت ہی خراب حالت میں تھا۔ اور کئی جگہہ گھوڑوں تک کے لیئے اوسپر سے گذرنا تقریباً محال تہا۔ راستہ میں ہمیں ایک باتری ملی جنگی ہر ایک توپ کو گھوڑوں کے علاوہ پچاس پچاس آدمی اوپر کھینچ رہے تھے۔ کچھ سپاہی آگے سے کھینچکر اور کچھ پیچھے سے دھکیل کر ایک ایک ہلہ میں توپ کو تیس تیس گز اوپر بڑھا رہے تھے۔ اور جسطرح ملاح لنگر اٹھانے کے وقت کرتے ہیں۔ ہر دفعہ زور لگاتے وقت باہم ملکر نعرے لگاتے جاتے تھے۔

چوٹی پر پہونچتے ہی ہمیں پہلی مرتبہ جدال و قتال کے ہولناک نتایج و ثمرات کی علامتیں تین سخت مجروح سپاہیوں کی شکل میں دکھائی دیں۔ ان کو ہسپتالی خیموں میں جو درہ کے ایکطرف نصب تھے پہونچایا جا رہا تھا۔ انمیں سے ایک کی طرف تو دیکھا نہیں جا سکتا۔ شل کے ٹکڑے سے اوسکا نچلا جبڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوا تھا۔ جس سے چہرہ بالکل اینٹھ گیا تھا۔ اور بشرہ سخت جسمانی تکلیف کا پتہ دے رہا تھا۔ دوسرے کی پھیپھڑوں میں گولی لگی تھی۔ وہ ہشاش بشاش نظر آتا تھا۔ مگر چہرہ پر مردنی چھا رہی تھی۔ تیسرے کی دونو رانوں میں سے گولی نکل گئی تھی۔ وہ اس معرکہ میں جو دامن کوہ میں ہو رہا تھا۔ مجروح ہوئے تھے۔ چونکہ وہ چلنے سے عاجز ہو گیا تھا۔ اوسکو یابو پر ڈال کر اوپر لائے تھے۔ جب اوسے نیچے اتارنے کے لیئے یابو سے اٹھا گیا تو اوسے سخت درد ہوا۔ ہسپتال میں مجروحین کے لیئے عمدہ بستر اور کافی ڈاکٹر و خادم موجود تھے۔ اس موقعہ پر اور نیز بدوران محاربہ

دیگر معرکوں میں سخت مجروح ترکہ بھی حس صبر و تحمل اور بظاہر کسیطرح کی تکلیف یا اذیت کے بغیر لینے لینے سفر زین سوار بلکہ پاپیادہ طی کرتے رہے وہ واقعی نہایت ہی حیرت انگیز تھا۔

مشیر ایک بڑی خیمہ کے سامنے جو سڑک کی دائیں ہاتھ ایک بلند چوٹی پر نصب کیا گیا تھا۔ کھڑے ہوگئے۔ اس خیمہ سے دائیں طرف ایک اور بڑا خیمہ نامہ نگاروں اور دیگر غیر مصاف کنندگان کے لیئے نصب تھا۔ ادہم پاشا نے ازراہ مروت و عالی ظرفی اپنے لیئے وہ خیمہ پسند کیا۔ جو دونوں میں چھوٹا تھا۔

چشمہ قرہ درہ اس موقعہ پر کھڑے ہوتے ہی ایک عجیب کیفیت بخش منظر ہمارے نظروں کے سامنے نمودار ہوگیا۔ سامنے تاحد نظر تھسلی کا زرخیز میدان پھیلا ہوا تھا۔ دور فاصلہ میں قصبہ ٹرنا دوس کی جھلملی سی جھلک دکھائی دے رہے تھے۔ اور دریا زیریاس (جسکا پرانا نام بورویاس تھا) کا خشک گذرگاہ فراخ و عریض براق سڑک کیطرح میدان میں مغرب سے مشرق کو چلا جا رہا تھا۔ اس سامنے کے رخ پہاڑیوں کی ایک شاخ سے مرغزار اور درختوں کا ایک خوبصورت سبز قطع موضع دلیلر کیطرف پھیلتا چلا گیا تھا۔ اور جانب کوہ سے شفاف پانی کا ایک چشمہ نکلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جو مشرق کیطرف بہتا ہوا تشنہ کام میدان میں فرحت بخش سبزی اور روئیدگی کا خط کھینچ رہا تھا۔ اس چشمہ کے قریب ترکی باتریاں کھلی جگہہ میں نصب تھیں اور گو وہ اسوقت خاموش تھیں۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں اونمیں عجب ہلاکت بخش زندگی نمودار ہو جانے والی تھی۔ سامنے کے رخ دائیں ہاتھ پہاڑیوں کی ایک لمبی شاخ تقریباً عین جنوب رویہ میدان کو بڑھی چلی گئی تھی۔ اس شاخ کی وجہہ سے ہم ترکی میمنہ کی حرکات کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

معرکہ ماتی و دلیلر عین بائیں ہاتھ کیطرف بھی پہاڑیاں میدان کو آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ جنکی وجہہ سے ہم ترکی میسرہ کی کارروائی کو بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ البتہ زبانی بتانے سے معلوم ہوا کہ ان میدان کیطرف کو جاتی ہوئی ڈھالوں سے پرے حمدی پاشا یونانی میمنہ کو پیچھے سے جا دبوچنے کے لیئے آگے بڑھا جا رہا ہے۔ یونانی توپخانہ قرہ درہ سے دو میل بجانب جنوب ایک مستطیل پہاڑی کے گرد جو بلا تعلق تنہا میدان میں کھڑی تھی نصب تھا۔ مگر جبتک اوسنے گولہ باری شروع نہ کی۔ توپوں کی تمیز کرسکنا مشکل کام تھا۔

ترکی فوج کی پیشقدمی کے متعلق جمعہ نہایت مبارک دن ثابت ہوا۔ اسدن دو خوب تیز لڑائیاں ہوئیں۔ ایک میں فریقین کے توپخانوں نے دور سے باہم مبارزت کی۔ یونانی اسے معرکہ ماتی پکارتے ہیں۔ دوسری ایک چھوٹے پیمانہ پر باضابطہ لڑائی تھی جسکو ترکوں نے موضع دلیلر جو عین میمنہ پر واقع تھا یونانیوں سے بنوک سنگین دھاوا کرکے چھین لینے پر ختم کیا۔ حمدی پاشا جو ترکوں کے انتہائی میسرہ پر تھا۔ مقام قریہ سے لگاتار بڑھا چلا آرہا تھا۔ اوسنے اون یونانیوں کو جنہوں نے کوہ اولمپس کے قریب ترکی علاقہ پر یورش کی تھی کامل شکست دیکر پسپا کر دیا تھا۔ اور اب تھسلوی میدان میں بڑھ آیا ہوا تھا۔ اوسکا میسرہ دریا پینی اس پر تھا۔ اور میمنہ حیدر پاشا کی فوج سے متصل تھا۔ جمعہ کے دن لڑائی کا زیادہ حصہ اسی افسر کو لڑنا پڑا۔ اسکی کمان درہ ملونا کے

دامن سے موضع دلیلر تک پھیلی ہوئی تھی۔

محاربہ کے پہلے دور کی یہ اول فیصلہ کن لڑائی تھی۔ لاریسا اور تھسلی کی حصہ کثیر پر اسکی بدولت فی الفور قبضہ ہوگیا جن لوگوں نے ۲۳ اپریل کے معرکۂ ماتی و دلیلر کو دیکھا وہ اونکی قدر و منزلت اور اہمیت کو محسوس نکر سکے اور اگر امید سے کسی نے کیا تو اونکی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ بہر نوع یہ یقینی امر ہے کہ ترکی ہیڈ کوارٹر کو یہ علم نہ ہوا تھا۔ کہ یونانیوں کو ان معرکوں میں کامل اخلاقی ہزیمت و شکست ہی ہے۔ ورنہ ادہم پاشا اوس رات الاصونا واپس جاکر نہ سوتا اور دہشت زدہ یونانی فوج کو نہایت سخت اور پامال کن تعاقب کے بغیر دریا پینی اس سے پار جانے اور نلوہ بچ جانے نہ دیا جاتا۔

یونانی گڑھیوں کی تسخیر

ترکی قلب ممدوح پاشا کی زیر کمان تھا۔ جسکا علاقہ درہ ملونا سے مغرب رویہ اون پہاڑی چوٹیوں کی برابر پھیلا ہوا تھا۔ جو ترکی و یونانی قلعوں میں حد فاصل تھیں۔ یہاں ۲۰ اپریل کو سخت لڑائی ہوئی تھی ترک چوبیس گھنٹوں سے زیادہ عرصہ تک لگاتار لڑتے رہنے کے بعد ان مہیب بلندیوں کو فتح کر سکے تھے۔ پہاڑیوں کی بلند ترین کرارہ کی برابر فریقین کی گڑھیاں دوش بدوش موجود تھیں۔ اور بعض گڑھیوں پر نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ ایک یونانی گڑھی کا قبضہ چار دفعہ باہم منتقل ہوا۔ تین یونانی گڑھیاں جو پہاڑیوں کی چوٹی پر ملونا سے عین بجانب غرب تھیں۔ ترکوں نے بنوک سنگین فتح کیں۔ بہادر حافظ پاشا یہیں اپنے سپاہیوں کے آگے آگے جاتا ہوا شہید ہوا تھا۔ ترکوں کی فقط اون لوگوں کی تعداد جو شہید ہوئی ڈیڑھ سو تھی۔ یونانیوں کا اس سے بھی زیادہ نقصان ہوا مقتولین بالعموم دفن کر دیے گئے۔ مگر بعض لاشیں سرسری طور پر پتھروں سے ڈھانپی گئیں۔ کیونکہ زمین نہایت سخت تھی اور گڑھے کھودنا نہایت مشکل اور وقت طلب کام تھا۔ چنانچہ کئی لاشیں پتھروں کے نیچے سے برابر نظر آرہی۔ اور زبان حال سے جدال و محاربہ کی ہیبتناک نتائج کی تشریح و توضیح کر رہی تھیں۔

معرکۂ دلیلر

توپی مبارزت میں پہلا گولہ پونے دس بجے چلا۔ اور دوپہر کے پون بجے تک بلا توقف بھیم گولہ باری ہوتی رہی ترکوں کی طرف چھ بیٹریاں جو اڑھائی میل کی صف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مصروف کار زار تھیں یونانیوں کیطرف چار یا پانچ بیٹریاں تھیں۔ جو ڈیڑھ میل کی لمبائی میں بتدریج اٹھتی ہوئی بلندیوں پر مناسب موقعوں پر نصب تھیں ترکی گولندازخانے سے ماہر معلوم ہوتے تھے ہمنے بچشم خود کئی گولے عین یونانی بیٹریوں پر جا گرتے دیکھے۔ یونانی گولہ باری کی قدر و منزلت کا اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ تین گھنٹوں کی مسلسل آتشباری سے صرف تین ترک زخمی ہوئے۔ یونانیوں کی نقصان کا اندازہ معلوم نہیں ہوا تاہم وہ ضرور بہت زیادہ ہوگا۔ یونانی افسروں کی باہمی محبت اور اخوت کے جس واقعہ کا اخبارات میں بڑا چرچا ہوا تھا وہ اسی قطعہ پر گذرا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک یونانی افسر کو ترکی گولہ سے ہلاک نے خم ہو چکا۔ اور جبکہ وہ دم توڑ رہا تھا۔ اسکی رفیق افسر نے ترکی گولوں کی بوچھار کی کچھ پروا نکر کے اور اسکا آخری بوسہ لیا۔ میدان کارزار کے اس حصہ میں کسی فریق نے پیدل فوج سے حملہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

معرکہ دلیلر حیدر پاشا کی ڈویزن کی میسرہ پر بھی صبح سے ترکی توپوں اور دو یونانی باتریوں میں جو یونانیوں کی صف جنگ کی میمنہ پر تھیں مختصر سی توپی مبارزت ہوتی رہی۔ اور اوسکی ساتھ کبھی کبھی رائفلی باڑھوں کی آواز بھی سنائی دیجاتی رہی مگر دوپہر تک کوی اہم واقعہ نگذرا۔ ڈیڑہ بجے کی قریب دلیلر کیطرف سی جدہر حیدر پاشا جناحی پیشقدمی کرکے یونانی میمنہ کی الٹ دینی کی کوشش کر رہا تھا سخت رائفلی آتشباری کی آواز سنائی دی۔ اور تقریباً دو گھنٹوں تک فریقین میں سخت لڑائی ہوتی رہی۔ باڑہ پر باڑہ چلتی رہی۔ اور ہوا اونکی آواز درہ ملونا تک جہاں ہم نہایت شاندار موقعہ پر بیٹھے لڑائی کا دنگل دیکھ رہی تھی پہونچاتی رہی۔ آتشباری تین بجے کے قریب بند ہوگئی جس سی ہمنے قیاس کرلیا کہ ترکوں نی دلیلر فتح کرلیا ہے۔ مگر واقعات مابعد سی واضح ہوگیا کہ یونانی اوسوقت تک صرف ناف دیہ سی نکالی گئے تھی اور وہ ابھی گاؤں کی مغرب اور جنوب کیطرف چند مکانات پر برابر قابض تھی۔ ترکی ہیڈ کوارٹر کی ساتھ جسقدر نامہ نگار تھی وہ یہہ کہکر پانچ بجے سی پہلے الاصونا کو روانہ ہوگئی کہ ہم آجکی دن کی لڑائی کی حالات اپنی اپنی اخباروں لکھنے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ مشیر نگئی ہمنی ٹھیری رہنی کا فیصلہ کیا۔ ہماری ٹھیری رہنی کی ایک یہہ بھی وجہ تھی کہ ہم نامہ نگاروں کی طرح لڑائی کی مشاہدہ سی شکم سیر نہیں ہوگئی تھے۔ اس جلدی نکرنیکا ہمیں صلہ بھی ملگیا۔ وہ یہہ تھا کہ ہمنی فیصلہ کن آخری ترکی حملہ کو جسنے محاربہ کی پہلے دور کو تہ کیا۔ اور تھسلی کی یونانی فوج میں قابل افسوس اور مضحکہ خیز بھاگڑ اور سراسیمگی ڈالدی۔ اپنی آنکھوں سی معاینہ کیا۔ چھ بجے کی قریب پھر یکبارگی رائفلی آتشباری تابڑ توڑ شروع ہوکر تقریباً آدھا گھنٹہ ہوتی رہی بعد ازاں چند سواروں کی آڑ میں جو خط مراجعت کی حفاظت کر رہی تھے۔ یونانی میدان میں پیچھی ہٹتی دکھائی دیئی۔ اور اوسدن کی لڑائی ختم ہوگئی۔ شام کو الاصونا واپس جاکر مینی نامہ نگاروں سی ذکر کیا کہ ترکوں کی اس فتح سے یونانیوں کی لیئی اپنی موجودہ پوزیشن (وضع اقامت) کو قایم رکھنا میری رائی میں ناممکن ہوگیا ہے۔ مگر اسبات کا کسیکو شان گمان بھی نہ تھا کہ جبکہ ہم یہہ باتیں کر رہی تھی یونانی غزالان رم شدہ کیطرح اندھا دھند سراسیمہ وار بھاگے چلے جا رہے تھے۔

دلیلر ٹرناووس کی شمال مشرق میں دریائی پینی اس کی قریب واقع ہے۔ یہہ صاف ظاہر ہے کہ اسقدر کثیر التعداد فوج جیسی کہ ادہم پاشا کی پاس تھی۔ بآسانی ٹرناووس اور نیز لاریسا کی یونانی پوزیشن کو گھیری میں لیکر یونانی فوج کی لیئے مراجعت کا رستہ بند کرسکتی تھی۔ مزید براں خیری پاشا کی ڈویزن کی پیشقدمی سی جو مقام دماسی سی بڑھا تھا۔ جنوب مغرب کیطرف یونانی میسرہ کی بھی احاطہ میں آجانیکا اندیشہ تھا پس ایسی صورت میں یونانی جرنیل دلیلر کی فتح ہوجانے پر پسپا ہوجانی میں بالکل درست چال چلے تھے اسیوجہ سی لاریسا کو چھوڑ دینا بھی بالکل درست تھا کیونکہ اب اوسکی حفاظت بکامیابی نہیں کیجاسکتی تھی۔ اگر حفاظت کی کوشش کیجاتی تو اسکا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا کہ شہر کی کل محافظ فوج ترکوں کی ہاتھ اسیر ہوجاتی اور غالباً شہر بھی گولہ باری سی منہدم ہوجاتا۔ لیکن ٹرناووس کی سڑک پر ۲۳ اپریل کی رات کو جو بیشرمانہ اور ذلت بخش بھاگڑ ہوئی اور نیز اس پاگلانہ سراسیمگی کی لیئے جو ۲۴ اپریل کو بروز شنبہ لاریسا میں پھیلی اور کل فوج مع اکثر باشندوں کی نوکدم بھاگ گئی۔ کوئی وجہ پیش نہیں کیجاسکتی مگر جیسی یونانیوں کی یہہ مجنونانہ وحشت اور سراسیمگی حیرت انگیز تھی۔ ویسی ہی ترکی ہیڈ کوارٹر کا یونانی بھاگڑ سے بیخبر محض ہونا

اور تعاقب مردانہ کی مطلقاً کوئی کوشش نکیا جانا بھی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا حتیٰ کہ اگر وان گرمبکوف عزم مردانہ اور باختیار خود قابل تعریف مستعدی سے کام نہ لیتا تو تھسلی کے دار الخلافہ کیطرف عساکر عثمانیہ کے بڑہنے سے پیشتر باغلب وجوہ اور پانچ دن درہ ملونا کے قرب وجوار میں ضایع کیئے جاتے۔

ارنوط و قرتیری اسدن پہاڑی موسومہ کرتیری کیطرف سے بھی جو ہمارے دائیں ہاتھ تھی سخت آتشباری کی آواز سنائی دیتی رہی یہ بلند اور دشوار گذار پہاڑی ملونا سے پانچ میل کے فاصلہ پر بجانب مغرب واقع ہے یونانی اُسکی چوٹی پر قابض تھے۔ اور اونکو وہاں سے ہٹانیکی کئی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ پہاڑی مذکورہ بظاہر ناقابل تسخیر نظر آتی تھی۔ ۲۳۔ اپریل کو ترکی فوج پیدل اور یونانیوں میں سارا دن سخت آتشباری ہوتی رہی۔ ترک پہاڑی کی مشرقی جانب کے چٹانوں سے چیونٹیوں کیطرح چمٹے ہوئے تھے۔ اور یونانی چوٹی پر تھے۔ ترک اونہیں نکال سکتے تھے۔ اور نہ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے یہ معمہ اسیطرح درپیش تھا۔ کہ ارنودوں کی پرزرنڈ پلٹن نے ادہم پاشا سے خاص قاصد بھیجکر پہاڑی کو تن تنہا فتح کرنے اور اوسپر بطور خود حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور چونکہ یہ لوگ پہاڑی نبرد آزمائی میں بڑے مشاق ہیں وہ باغلب وجوہ اس مہم میں ضرور کامیاب ہو جاتے مگر دلیلر کے فتح ہو جانے سے اونہیں اس جوکھم میں پڑنے کی ضرورت نہ رہ گئی۔ اپنی باقی فوج کے میدان کو ہٹ جانے کی وجہ سے یونانیوں نے رات کے وقت خود بخود پہاڑی کرتیری کو چھوڑ دیا۔ نشاط پاشا کی بھی جو قلبی ڈویژن کا کمانڈر تھا۔ بمقام شاہ حصار ملونا کے سامنے کے علاقہ میں دائیں رخ غنیم سے سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ ہم اوسکی توپوں کی گرج سنتے رہے مگر بُعد طویلہ کیوجہ سے رائفلی آتشباری کی آواز نہ سُن سکے۔

مسٹر ڈبلیو ایچ رسل[1] کے اوس معاینہ کے بعد جو اُسنے قصبہ کونگ گراز کے کنیسہ کے مینار پر بیٹھکر جنگ ساڈوڈا کا کیا تھا۔ غالباً پھر کسی شخص کو لڑائی کے ہر ایک پہلو اور جملہ حالات کے دیکھنے کا ویسا عمدہ موقعہ نہیں ملا۔ جیسا کہ اون لوگوں کو حاصل تھا۔ جو مشیر ادہم پاشا کے ساتھ درہ ملونا کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے لڑائی کا کل منظر نقشہ کیطرح ہماری آنکھوں کے سامنے بچھا ہوا تھا۔ اور اگرچہ ترکی توپیں ہمسے دو میل کے فاصلہ پر تھیں۔ مگر ہم کل آتشباری کو اچھیطرح سے دیکھ سکتے رہے تھے۔ ہوا ایسی شفاف اور صاف تھی کہ یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ توپیں صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہیں توپوں کے چلنے کے بعد جو دہواں اونکے موںھ سے نکلتا تھا۔ اونکی گرج۔ اور یونانی و ترکی گولوں کے پھٹنے سے جو گرد و غبار اور دہواں اُٹھتا تھا۔ اُنہیں ہم بخوبی دیکھ اور سن سکتے تھے۔

ترکی سپاہیوں کے بینظیر جنگی و اخلاقی اوصاف ہمارے دیکھتے دیکھتے کئی مجروح عجیب و غریب مشرقی گدہوں پر اوپر لائے گئے۔ ان جانوروں کی زینیں عجیب قسم کی تھیں اور اونکے بوجھ بھی عجیب گوناگون قسم و ہیئت کے تھے۔ ان مردہ اور قریب المرگ انسانوں کے مشاہدہ سے محاربہ کا

[1] ولیم ہاورڈ رسل پہلا اخباری نامہ نگار ہے جو میدان جنگ کو گیا۔ یہ ٹائمز کا نامہ نگار ہو کر محاربہ کریمیا میں شامل ہوا تھا۔ اور انگریزی کمسریٹ کی بدانتظامی اور فوج کی حالت زار اور مصائب کے پوست کندہ حالات تحریر کر کے تمام پبلک کو اسطرف متوجہ کر دیا تھا۔ [2] یہ لڑائی ۱۸۷۷ء کے محاربہ جرمن و فرانس کے دوران میں ہوئی تھی۔

تاریکی نے خیمہ بیاختہ بڑی شدومد کے ساتھ حواس خمسہ کے سامنے نمودار ہوجاتا تھا۔ ہم صبور و متحمل سپاہیوں کی میل دو میل لمبی قطار کے پاس سے جو کوفتہ و ماندہ آبلہ پا بھاری بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے بارہا گذرے۔ مگر کبھی کسیکو اُف کرتے یا بیٹھ پھیر کر واپس جاتا نہ دیکھا۔ بیشک دنیا بھر میں کوئی سپاہی ترکی سپاہیوں سے صابر جفاکش اور بہادر نہیں ہیں۔ ترکی سپاہی کی خوراک کہ ہوا تو وہ محض آٹے کی گذارہ کرتا ہے یہ معلوم ہونے پر کہ ان بیچاروں کی تنخواہ کئی کئی مہینے کی بقایا ہوتی ہے برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ کہیں بھی ہو اوسکو دریغ نہیں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اوسکے پائے استقلال کو اوسکے قدم کبھی ڈگمگانیکے۔ ترکی سپاہی کمال باصبر سلامت رو۔ سادہ مزاج۔ ایماندار اور ایسی بہادر ہیں کہ اونکی بہادری حد مناسب سے بھی تجاوز کرگئی ہوئی ہے۔ قراقیہ بالا صوفیا کی سڑک پر جو آٹھ میل سے زیادہ طویل ہے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہی گذرے۔ مگر ایک فرد بھی کوئی نامناسب حرکت سرزد نہ ہوئی۔ سب کا رویہ ایسا شایستہ رہا کہ یورپین فوج کا بھی غالباً ویسا اچھا نہ پایا جاتا۔ یونانی خاندان بستور بہ ہمہ امان الاصفہانیہ میں مقیم ہے۔ کسی نے اونکی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ اونکے بچے بلا خوف و خطر سپاہیوں میں کھیلتے کودتے رہتے۔ تمام نامہ نگار بڑے زور اور گرم جوشی کے ساتھ ترکی سپاہیوں کی شجاعانہ بہادری اور ناقابل تعریف جفاکشی اور تحمل کے معترف تھے۔ ان نامہ نگاروں میں سے پانچ انگریزی جرائد کے نامہ نگار تھے۔ ان نامہ نگاروں نے ہی نہیں بلکہ ہر یورپین نے جسنے ترکوں کو کسی محاربہ میں دیکھا یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اونکے اعلےٰ جنگی اوصاف بینظیر خوش اطواری کی جیسی بزدست اور قابلانہ شہادت مسٹر آرچیلڈ فریس نے دی ہے۔ ویسی اور کوئی نہیں دیکھا۔ یہ فاضل ادیب اور قابل وقایع نگار ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس میں صوبجات بلگیریا و روملیا میں روسیوں کے ساتھ رہا تھا۔ یہ امر واقعی نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ ترکی سپاہیوں کی بہ نام کرنیوالوں نے کبھی اونہیں دیکھا نہیں۔ جسطرح ہم اونہیں مقدونیا اور تھسلی میں دیکھ چکے ہیں اگر ان الزام دہندگان نے بھی کبھی اونکو اسیطرح دیکھا ہوتا۔ تو ترکوں کو پاؤں دھو دھو کر پیتے۔

مسٹر آرچی بلڈ فوربس[1] مشہور فوجی نامہ نگار نے نومبر ۱۸۷۷ء کو رسالہ نائنٹینتھ سنچری (انیسویں صدی) کی صفحات ۵۰۵، ۵۰۶ پر ترکی سپاہ کی نیک چلنی اور اوصاف مردانہ کی نسبت حسب ذیل شہادت تحریر کی تھی[2] "دریائے لوم سے لیکر دریائے وتک اور وٹینو سے لیکر بلقان تک میں نے اپنے تمام سفروں میں کسی شخص کو یہ شکایت کرتے نہ سنا کہ اوسکی سالگذشتہ کی واقعات کی بدولت ترکوں کے ہاتھ سے نقصان پہونچایا گیا تھا۔ حالانکہ سارہ میں میں نہایت جدوجہد و تگ و دو سے تفتیش و تحقیقات کی۔ میں نے کسی مرد کو تلواروں سے زخم خوردہ نہ پایا۔ نہ کسی عورت کو بیحرمت ہونے کی داستان سنی۔ میں اپنے سابقہ تجربات کی بنا پر یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی عورت کے ساتھ ناجائز سلوک کیا گیا ہوتا تو وہ بلا تکلف اپنا ماجرا بیان کر دیتی۔ ہر بلغاری کسان کی کھیت

---

[1] یہی وہ ہیں جنہوں نے ۱۸۷۷ء میں ترکی سپاہی کی خوراک پر اعتراض کیا تھا۔ مگر اب اونکی رائے بدل گئی ہے۔ [2] ترکی سپاہی کی خوراک پر تعجب ہے کہ کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اوسکی غذا کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اور قلیل اوسکے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اوسکی طبیعت کو ہمیشہ آزمایا جاتا ہے۔ ہاں اونکی طبعی سادگی اور سادہ طریق پرورش کی بدولت سپاہی کے لئے پلاؤ اچیوں اور کبابیکا کوئی لمبا چوڑا اہتمام درکار نہیں کرنا پڑتا۔ اور نہ اوسکو حوصلہ کو بڑھانے کے لئے شراب کے خم درخم اور کانٹین ساتھ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ [3] اس جادو نگار و منصف مزاج واقعہ نگار سے ۱۸۷۷ء میں ترکی اور روس کے سوء تفاہم کی بابت ۱۸۷۸ء میں پیلمنٹ عثمانیہ کی خارجیہ تعلقات اور جناب امیر المومنین خلیفۃ رسول رب العالمین کی تدبر و داد کی متعلق خلل میں ایک ضخیم کتاب شایع کی ہے جسکا ترجمہ دفتر وکیل امرتسر سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

میں اوسکا پچھلا برس کا بھوسہ برابر موجود ہے۔ اور اونکی مکانات کی چھتوں کا پھوس بتا رہا ہے کہ وہ تازہ نہیں بلکہ برسوں کا پرانا ہے دو سالہ بچہ ماں اور اوسکی شیر خوار بچہ کے ساتھ مرغزاروں میں چرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور بلغاریوں کے بیلوں اور بھینسوں کی شکل و شباہت بتا رہی ہے کہ وہ پختہ عمر کے ہیں۔ اور اونکی بیویوں کو پانی بھرنیکی رسی برتنوں کی شکل صورت بتا رہی ہے کہ وہ کئی برسوں سے استعمال میں آ رہے ہیں۔ صرف دیہات کے رہنے والے بلغاریوں کے متعلقات اور ملک اور املاک ہی اسبات کا ثبوت نہیں دیتے ہیں کہ اونکی معاشرت میں کسیطرح کا دخل نہیں دیا گیا۔ اور اونکے مال و اسباب کو کسی نے تاخت و تاراج نہیں کیا۔ بلکہ شہری آبادی کے متعلقات سے بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اونکو کسیطرح کی اذیت نہیں پہونچائی گئی"۔

بالفاظ دیگر یہ کی کو سخت سے سخت اشتعال دینے کے باوجود۔ اور باوجود اس امر کے کہ روس نے بظاہر محض بلغاریوں کی خاطر اعلان جنگ کیا تھا۔ اور انہی کی حمایت کا بہانہ کرکے ترکی پر حملہ کیا تھا۔ اور ترکی سلطنت کو معدوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نیز اس عام معلوم امر واقع کے باوجود کہ روسی گماشتوں کو دل بادل عیسائی رعایا سے بغاوت کرانے کیلئے اپنی طرف سے کوئی کوشش باقی نہ رکھ رہے تھے۔ باوصف ان سب باتوں کے ۱۸۷۷ء میں ترکی آبادی۔ یا ترک یا بیقاعدہ سپاہیوں کی طرف سے بلقان کے شمالی علاقہ میں بیحرمتی یا قتل۔ حتیٰ کہ تاخت و تاراج تک کے ایک واحد واقعہ کا بھی ارتکاب نہ ہوا۔ اور وہ برابر کمال ضبط و تحمل سے کام لیتے رہے مگر جب پانی سر سے گذر گیا۔ اور بیکس مسلمان آبادی پر بلغاری عیسائیوں، اور کاسکوں کی سفاکی اور سیاہکاری حد برداشت سے تجاوز کر گئی۔ اور ترکوں کو کافی سے کافی اشتعال مل چکا۔ تو پھر آخر اوسوقت انہوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا۔

جنگ کا اعلان اپریل ۱۸۷۷ء میں ہوا۔ کل بلگیریا ترکی سپاہ سے بھرا پڑا تھا اور بظاہر کل معاملہ کرسی بلغاری باعث موجب تھی۔ تاہم "ناگفتنی" کو ہنوز اونکو کسیطرح کی اذیت نہ پہونچائی۔ کچھ عرصہ بعد روسی ڈینوب سے عبور کر آئے۔ لڑائی شروع ہو گئی ترک پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اور ظاہر حال ترک بازی بالکل ہار بیٹھے۔ مگر پھر بھی مسلمانوں نے کوئی زیادتی نہ کی۔ بلغاری عورتوں اور بچوں سے کوئی بدسلوکی نہ کیگئی۔ اور بلغاری مردوں سے کسیطرح کا تعرض نہ کیا گیا۔ الغرض پورے کئی مہینے گذر گئے اور ایک واحد عیسائی پر بھی جبر نہ کیا گیا۔ اسبارہ میں مسٹر آرچی بلڈ فوربس کی شہادت سے بڑھکر کسی کی شہادت مستند نہیں ہو سکتی ہے وہ متذکرہ صدر رسالہ کے صفحات ۷۷، ۷۸ و ۷۹ پر حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

"جب روسیوں نے ڈینوب کے جنوبی کنارہ پر اپنے قدم جما لئے تو ترکی سپاہی بالکل چپ چاپ کسی بلغاری مکان کی سائے میں کسی درخت کی ٹہنی تو ٹیکی خفیف ترین حرکت تک ارتکاب کرنے کو بیسٹود اکو خالی کر گئے۔ انکے ملکی بھائی (یعنے عیسوی سول کے اہلکار) اسیطرح کسی ذرہ سی ناشائستہ یا جا برانہ فعل کے مرتکب ہونے کے بغیر اونسے پہلے چلے گئے ہوئے تھے۔ فوج سے جدا شدہ سپاہیوں کو دو تو گسانوں کی بستیوں میں سے ہوتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ مگر کسی سپاہی نے کسی بلغاری کی ایک مرغی تک چرا نیکا یا اوس سے جبراً ایک پیمانہ نمک لینیکا ارتکاب نہیں کیا۔ ایک ترکی فوج کئی دن قصبہ جیلا کی گرد خیمہ زن رہکر واپس

روانہ ہوئی اور حالانکہ اوسکے عقبی دستہ میں کلہم یقا عدہ سپاہی تھے۔ مگر اہالی شہر کو ذرہ بھر جسمانی یا مالی تکلیف نہ پہونچی جسنے سے جب ترکی فوج لوم کو پسپا ہوئی تو خط مراجعت کی تمام راستہ میں بھی بلغاریوں کو بال برابر ضرر نہ پہونچا۔ روسیوں کی پیشقدمی پر جب تک باشندے ٹرنوا کو چھوڑ گئے اور اونسے بعد ترکی سپاہ وہاں سے بھاگ گئی تو ایسا کرتے وقت مسلمان باشندوں یا فوج نے عیسائیوں پر کسیطرح کی سختی نہ کی نہ کسی کا مال واسباب کو لوٹ لیگئے۔ الغرض ڈینوپ اور بلقان کے درمیانی علاقہ کو خالی کرتے وقت ترکوں کیطرف سے کوئی ناشایستہ حرکت سرزد نہ ہوئی۔ بلغاریوں نے اس شریفانہ برتاؤ کا کیا معاوضہ دیا اسکے حالات پھر بعد میں لکھونگا۔"

میں رات درہ ملونا پر ہی اپنے خیمہ میں بسر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ دوسرے دن بہت سویرے پیشقدمی شروع ہوکر کل سرحد کے پار بسلا بطعی وفیصلہ کن جنگ برپا ہوگی۔ اور میں اوسکے مشاہدہ سے محروم رہنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر مشیر فی مجھے اپنے ساتھ الاصونا واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ دوسری بے آرامیوں کے علاوہ یہاں تمہیں غذا بھی کافی نہیں ملسکیگی۔ ہم سب شام کی جھٹ پٹی تاریکی میں ہیڈ کوارٹر کو جو الاصونا میں تھا چلے گئے۔ دہم پاشا اوس دن کی فتوحات اور کارروائی پر بہت خوش نظر آتے تھے۔ اُنہوں نے دوسرے دن بہت سویرے پیشقدمی کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر کب میں کسی متنفس کو اسکا خواب وخیال بھی تھا۔ کہ یونانی فوج رات کو کلہم غایب ہوجائے گی۔ چہ جائیکہ اوس بھاگڑ اور افراتفری کا جو ہماری واپسی کے وقت سے ہی یونان فوج میں پڑگئی ہوئی تھی کوئی وہم وگمان ہوتا۔

از ملونا تا لاریسا

جمعہ کی لڑائی کی نتایج ترکی ہیڈ کوارٹر کے سٹاف کی توقع سے بدرجہا زیادہ بارور اور اہم ثابت ہوئی۔ یونانی نہ صرف اُن بلندکاروں اور دشوارگذار درّوں پر بھی قبضہ قایم نہ رکھ سکے تھے جو دونوں ملکوں میں حد فاصل کا کام دیتے تھے بلکہ ترکی کالموں کو بھی مختلف درّوں کو پار کرتے تھسلی کے ہموار میدان میں داخل ہونے سے نہ روک سکے تھے۔ الغرض ۲۲ اپریل یا جمعہ کی لڑائی سے لاریسا کی قسمت کا ہی فیصلہ نہ ہوگیا تھا بلکہ اگر ترکی اسٹاف کے افسر اپنے کام سے تو محاربہ یہیں علی الور ختم ہوگیا تھا۔ ہر چند یونانی فوج کا بیشتر حصہ بھاگ رہا تھا اور کوٹاجدالا سیسہ پر ترکوں کا قبضہ ہوجانے سے اوسکی خستہ تباہ حالت اور بھی ابتر ہوگئی تھی۔ تاہم اوسکے عالم میں تین گروہوں میں منقسم ہوکر وولو (غلوص) فرسالوس (چتالجہ) اور نزیکا کو ہٹ گیا۔ اگر ترکی الفور تعاقب کیا جاتا تو تھسلی کی یونانی فوج باغلب وجوہ سرپٹ دوڑی جاکر تہ ہو یا ملی کو تاریخی درّوں پر بھی دم جا لیتی کیونکہ ملک کی بلندی بناوٹ ایسی ہے کہ وہ اور کہیں دشمن کے مقابلہ کو لیے نہیں ٹھیر سکتی تھی۔ اور صرف انہی درّوں پر بشرطیکہ اوسمیں کوئی سخت اور نظام باقی رہ گیا ہوتا۔ ملک کے بچاؤ کے لیے اوسے مفید موقعہ مل سکتا تھا۔ یونانیوں کی اچانک پسپائی کا باعث وہ جناحی پیشقدمیاں ہوئی تھیں جو ایکطرف بجانب میسرہ حدی پاشا نیز بروس اور دوسری طرف بجانب میمنہ خیری پاشا نے دامادی سری کی تھی۔ جمعہ کی لڑائی میں دلیری کا شاندار تحیر کے موقعہ پر جو حیدر پاشا نے کی تھی۔ یونانیوں کو ترکی فوج پیدل کی شہزوری اور اوصاف جنگی کا ذاتی تجربہ ہوگیا تھا۔ اور اس تجربہ کی ٹکسار کی اوسکے دلوں میں کوئی تنا نہیں رہ گئی تھی۔

ہم شنبہ کو صبح کو آٹھ بجے پھر لوسی یا آب و شجر گرد آلود بھیانک سڑک پر الاصونا سے درہ ملونا کو روانہ ہوئے۔ اور ماشل سے تھوڑی ہی دیر بعد چوٹی پر پہونچگئے۔ کل جنرل سٹاف گہری صلاح و مشورہ میں منہمک تھا۔ سڑک کے کنارہ ایک سیر پر نقشے بچھے ہوئے تھے اور سب اوپر غور و فکر سے آپس میں صلاح و مشورہ کر رہے تھے۔ وہاں پہونچتے ہی ہمیں معلوم ہو گیا۔ کہ یونانی ہر موقعہ سے پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کہ کل ترکی فوج عام پیشقدمی کیا ہی چاہتی ہے۔ لیکن ماشل حسب معمول سرعت و تعجیل سے محترز رہے۔ چنانچہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پیچ در پیچ پہاڑی اور تقریباً عمودی پہاڑی پگڈنڈی کے راستہ جو تھسلی کو جاتی تھی آگے بڑھے اوسوقت ٹھیک ساڑھے گیارہ کا عمل تھا۔ ہر ایک چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اور سب کی زبان سے یہ فقرہ نکل رہا تھا "لاریسہ کو چلو۔ لاریسہ کو چلو"۔ تقریباً دو گھنٹوں کی سواری کے بعد ہم میدان کو اوس دلفریب نالہ کے کنارہ پر پہونچے جسکی خوبصورتی کا ہم کل پہاڑی کی چوٹی سے اعتراف کرتے رہے تھے۔ اوسکا شفاف و فرحت بخش آب زلال چٹانوں سے جوش مار کر نکلنے کے بعد دو طرفہ مرغزاروں کو دور تک سیراب کرتا چلا گیا تھا۔ برلب آب سرسبز اور تازگی بخش درختوں کا ایک جھنڈا سا نخلستان کھڑا تھا۔ جمعہ کا دن ترکی توپیں اس کے قریب نصب کیگئی تھیں۔ گرمی کمال شدت سے پڑ رہی تھی۔ اوپنی ہوئی زمین پر سورج کی چلتی ہوئی کرنوں کا انعکاس آنکھوں کو چوندیا رہا تھا۔ ندی کے کنارہ پہونچتے ہی سوار و راہوار سب نے سیر ہو کر پیاس کی آگ کو فرو کیا۔ اور درختوں کے سایہ کے نیچے ذرا ستانے کے لیے ٹھیر گئے۔

مشیر وٹرناووس مشیر نے یہیں سے درہ کو واپس چلے جانیکا قصد ظاہر کیا۔ مگر ہمنے بلا توقف ٹرناووس تک بڑھے چلے جانے کی بڑے زور سے التجا کی۔ اور عرض کیا کہ قصبہ مذکور پر ترکی کیولری قابض ہو چکی ہے اور کہ جو دن ضایع جانے دیا جائیگا۔ وہ ترکی کے حق میں سخت مضر ہوگا۔ مشیر کو سٹاف کے قابلترین ارکان بالخصوص ثابت بک اور نجیب بک یاور سلطانی نے بھی اس رائے کی بڑے زور سے تائید کی۔ جسپر ایک سایہ دار درخت لیموں کے نیچے دیر تک صلاح و مشورہ ہوتا رہا۔ اور بالآخر جب مارشل اٹھکر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اوسکا موہ ٹرناووس کیطرف پھیر دیا۔ تو ہم سب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ قصبہ مذکور وہاں سے دس میل تھا۔ سڑک اچھی تھی۔ مگر نہایت گرد آلود اور گرمی غضب کی پڑ رہی تھی۔ دھوپ میرے مغز میں گھس گئی۔ اور میں بصد مشکل زین پر بیٹھا رہ سکا۔ تاہم اوسیطرح کا خطرہ یا دقت حادث نہ ہوئی۔ دشمن کا کہیں نام و نشان نہ پایا گیا۔ اور ہمارے دہنے ہاتھ کی پہاڑیوں کی چوٹیاں ترکی فوج پیدل کے کالموں سے جو آگے بڑھے جا رہے تھے ڈھکی ہوئی تھیں۔ رستہ میں ہمنے یونانی بھاگڑ کی کوئی زیادہ علامتیں نہ دیکھیں۔ حالانکہ جو کیفیت یونانی فوج کے ہمرکاب انگریز نامہ نگاروں نے لکھی تھی۔ اوسکے لحاظ سے یہ علامتیں بکثرت تمام پائی جانی چاہیئے تھیں۔ ٹرناووس کے مکانات اور میناروں کے نمودار ہوتے ہی ہمنے گھوڑوں کو تیز کر دیا۔ اور تین بجے شہر کے مضافات میں داخل ہو گئے۔ اُسمیں داخل ہوتے وقت مشیر نے مجھ پر ایک نہایت خوبصورت گلاب کا پھول عطا کیا۔ ہم نے شہر کو اندر جو برلب دریا زیر یاس ایک مختصر سا خوبصورت مقام ہے گئی چکر لگائے۔ دریا بالکل خشک پڑا تھا۔ مارشل نے چاروں طرف کل علاقہ کی بڑی احتیاط سے دیکھ بھال کی کہ کہیں دشمن کا کوئی نشان تو نظر

نہیں آتا۔ مگر کوئی نشان دکھائی نہ دیا آخر کار گرمی مجھ سے اور زیادہ برداشت نہ ہو سکی ہمارا گذر ایک خوشنما بصورت مکان کے سامنے سے ہوا اسکی نچلی منزل کا دروازہ جو نہایت سرد مہری کھلا ہوا تھا میں گھوڑے سے اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ اور ایک کہنہ چارپائی پر جو وہاں پڑی تھی لیٹ گیا۔ اور دوسرے دن آٹھ بجے صبح تک لیٹا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مشیر نے اپنے ایک یاور کی معرفت کہلا بھیجا کہ اونکا کیمپ چشمہ قرہ درہ کے کنارہ منصب کیا گیا ہے۔ وہ رات وہیں جا کر بسر کرینگے۔ تمہارے لیے بھی وہاں ایک خیمہ الگ کر دیا جائیگا مارشل نے ٹرناووس میں شب باش ہونا مناسب نہ سمجھا تھا۔ کیونکہ دشمن کا ٹھکانہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا۔ مگر مینی انچ میں واپس جانیکی سخت ندیکھی۔ علاوہ بریں میں جانتا تھا کہ دوسرے دن مجھسے یہ نہیں ہو سکیگا۔ کہ اسی مسافت کو پھر طے کر کے ٹرناووس اور لاریسہ تک کی دس میل مسافت مزید طے کر سکوں۔

ایک جرمن افسر کی مہربانی

جرمن جنرل سٹاف کا ایک پنشن یافتہ افسر ہیزن وان سون برگ نے جسکی نسبت عام خیال تھا کہ اوسے قیصر جرمنی نے خاص اپنی طرف سے لڑائی کا مشاہدہ اور اوسکی حالات کی رپورٹ کرنے کے لیے بھیجا ہوا ہے کمال شفقت و نوازش سے ہماری ساتھ ٹھیرنے اور حفاظت کا انتظام کرنیکا ذمہ لیا اور پھر نہایت قابلیت اور حسن لیاقت سے جو جرمنوں کا قومی خاصہ ہو رہی ہے جہہ سواروں کو جو ہماری خدمت و حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑی گئی تھی دو دستوں میں تقسیم کر دیا کہ ہر ایک دستہ چار چار گھنٹے گشت کرے۔ اور روٹوف بک اور میز اپنی اسکوٹ کا افسر سر و رپ کو ہر دو گھنٹوں کے بعد پٹرولوں کا معاینہ کرنیکا کام دیا۔ ہیرن فوذات خود بھی رات میں تین دفعہ گشت کی مگر کسیطرح کا کوئی حادثہ نگذرا۔ اوسرات ٹرناووس میں جو خون گرا وہ صرف مرغیوں اور بیلوں کا تھا جہہ خاندانوں کے سوا باقی کل یونانی بادی شہر چھوڑ کر بھاگ گئی ہوئی تھی۔ ان خاندانوں سے کسیطرح کا تعرض نہ کیا گیا تھا۔ شہر میں مرغیاں اور کبوتر بکثرت اور چند مویشی موجود تھے۔ یہ جانور کو فت زدہ اور گرسنہ سپاہیوں اور نیز ہمارے لیے ایسے موقعہ پر خاص نعمت آہی تھی۔ ایلیانے نہایت خوشگوار چوزوں کا شوربا پکایا۔ جسکو ہینز خشکہ کے ساتھ کھایا اور سیر ہو کر خوب میٹھی نیند سویا جس سے میری ہمت و سکت پھر عود کر آئی۔

دوسرے دن ہم دس بجے لاریسا کیطرف جسپر گرسکوف پاشا کو قابض ہو جانے کی خبر ہمیں تھوڑی دیر پہلے ملگئی تھی روانہ ہوئے ہماری جماعت میں میسرز اور ایلس کے علاوہ ہیرن سون برگ۔ روٹوف بک۔ ایلیا اور جہہ سوار تھے مارشل ابھی تک قرہ دربند ہی

ترکی رحمدلی

میں تھے۔ ہمارے ہمراہ جانوروں سوتر کی جسی مہربانی اور رحمدلی سے پیش آئی ہیں۔ اوسکا ہمیں بدستور عینی ثبوت ملگیا ایک چھوٹا سا بز غالہ جوان سے جدا ہو گیا تھا۔ سڑک پر متحیر چلاتا پھرتا تھا۔ ایک سپاہی کو رحم آگیا اور اوسے خورجین میں ڈالکر زین پر رکھ لیا۔ دریائے پینی اس کے پل کو سر پر ہمیں چند لحظوں کے لیئے سنتریوں نے روک لیا۔ وہاں ہماری ایک طویل القامت۔ قوی ہیکل خضر صورت شاندار معمر ترکی کرنیل سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی گرم جوشی اور خوش اخلاقی سے جو تمام پرانی طرز کی تربیت یافتہ ترکوں کا خاصہ ہے ہمسے ملا۔ اور جب اوسنے سینو کو دودھ کے لیے چلاتا سنا۔ تو اوسیوقت

ایک بحری توپ کو اکر بچہ کو دودھ پلوایا۔ یہ بانکو وہ افسر ہیں جو کہ محاربوں میں سخت زخمی ہوا تھا۔ اور یوم قبل دلیر کی لڑائی میں کہ ہلکی سی خفیف سا زخم پہونچا تھا۔ اسنے تھوڑی سی ہماری توضیع کی۔ ہم اوسکی پیمنے میں مشغول تھے کہ ایک فقیر صورت یونانی عورت وہاں آگئی اور بدرشتی شکایت کی کہ میرے بھی اوس گاؤں میں ہیں چول سے دو میل بجانب جنوب ہے۔ مگر سنتری کسیکو پار سے گذرنے نہیں دیتے۔ کرنیل نے عورت کو بدست خود کچھ کہنا دیکر ایک کارپورل کو حکم دیا۔ کہ اوسے بچوں کے پاس پہونچا آئے۔ بنکان وہ کارپورل کے لیے جو سایہ میں بیٹھکر دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا اس حکم سے سخت مصیبت نازل ہوگئی۔ مگر اوسکی پیشانی پر کوئی بل نہ پڑا۔ اور نہ الفور عورت کو ساتھ لیکر قانع و رضامند روانہ ہوگیا۔ ہم اونہیں دو میل کے فاصلہ پر جاملے تھے۔

کارپورل اور عورت کی روانگی سے چند منٹ بعد ایک اردلی سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا کرنیل کے لیئے تحریری احکام لایا جنکا مضمون یہ تھا کہ ترکی فوج کی کل صف پیشقدمی کرکے لاریسا کو بڑھے۔ یہ حکم ملتے ہی بسرعت تمام بگل بجایا گیا۔ اور کرنیل کی جمعیت پانچ منٹوں میں صف بستہ و مرتب ہوگئی۔ رستہ میں ایک عجیب واقعہ گذرا۔ لاریسہ جب چار میل کے فاصلہ پر رہگیا تو بیرن ڈی ہوڈی کو تیز کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اسکا سبب پوچھا۔ اور کہا کیا یہ زیادہ مناسب نہ ہوگا کہ سب اکٹھے چلیں۔ اوسنے جواب دیا کہ مجھے حتی الامکان جلد پہونچنا ضروری ہے۔ میں نے کہا جلدی کی کوئی خاص وجہ تو نہیں نظر آتی۔ پھر دریافت کیا کہ تمہیں کیوں لاریسا ایسی جلدی پہونچنا ضروری ہے۔ اس سوال پر اوسنے اپنا راز ظاہر کر دیا۔ اور جواب دیا۔ "کیوں کہ میں جرمن ہوں۔ مجھکو سب سے پہلے لاریسا پہونچنا چاہیئے"۔ یہ سنکر میری رگ حمیت پھڑک مشتعل ہوگئی۔ میری قومی غیرت کبھی گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ دوسری قوم کا کوئی شخص ایسی تعلی کی داد و میں اوسسے بازی جیت لیجانے دوں۔ میں نے اوسے کہا اگر یہ بات ہے تو چلو۔ دیکھیں کون بڑھتا ہے۔ یہ کہکر میں بھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اوسی سرپٹ چھوڑ دیا۔ دوڑ میں میرا گھوڑا افضل ثابت ہوا۔ میں تھوڑی دیر میں بیرن سے آگے نکلگیا اور تخمیناً تین منٹ اوس سے پہلے میں اس کی پل پر جو لاریسا کے متصل ہے پہونچگیا۔ مگر میں اوس سے عبور نکیا۔ بلکہ بیرن کو آنیکا انتظار کیا۔ اوسی شب گذشتہ مجھسے نہایت شفقت آمیز سلوک کیا تھا اور میں اوسے خفیف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حتی کہ اگر اوسنے لاریسا پہلے پہونچنے کے لیئے زور جرمن ہونیکی دلیل پیش کی ہوتی تو میں کبھی یہ دوڑ نکرتا۔ جب وہ آپہونچا تو ہم دونو دوش بدوش پل پر سے گذرے۔ ہماری پہونچنے سے کچھ ہی دیر پہلے گرمبکوف پاشا نے پل کے نیچے سے ڈینامیٹ نکلوا کر پھنکوایا تھا۔ گرمبکوف کے سوا ہم پہلے غیر ترک تھے۔ جو لاریسا میں داخل ہوئے۔ بلکہ ترکی فوج یہاں ہمسے پیچھے پہونچی۔ میری اردلی کے سوار اور اسی دس منٹ بعد پہونچے۔ دیگر یورپین نامہ نگاروں غرضکہ جملہ متعلقین جماعت ایک گھنٹہ بعد انمیں سب سے پہلے مسٹر مکگہن نامہ نگار ڈیلی نیوز اور مسٹر ولیدن نامہ نگار ڈیلی ٹیلیگراف پہونچے۔ البتہ رفقاء ترک میں ایک شاندار رجمنٹ یعنے تذکرہ صدر پریزیڈنٹ پلٹن بالکل قریب پہونچگئی تھی اور آباد اور بلند خوشی کے نعرے لگاتی پل کے نیچے مرغزاروں پر سے آگے بڑھ ہی چلی آرہی تھی

ترکوں کی خوش اطواری

ہر جگہ ترکوں نے نہایت ہی قابل تعریف اور شایان حیرت انتظام قایم رکھا اور رعایا کے جان و مال کی سلامتی میں کسیقسم کا خلل نہ پڑنے دیا۔ لاریسا میں ہر قسم کی کوچہ کی سرحدی چوکیاں کھڑے کردئے گئے۔ اور کسیکو بجز باداروں کے سوا اور کسی کو چہ و شارع پر گذرنے کی اجازت نہ تھی۔ مختلف مقامات پر جو پہرے

منتین تھے۔ انکو ایک ہی حکم تھا کہ جس سپاہی کے پاس ذرا سا بھی لوٹ کا مال دیکھیں اوسکو فی الفور روک لیں۔ ورنہ سپاہیوں کو حق میں واقعی یہ بڑی سختی تھی کہ اونمیں سے بعض تو جو ہولے پھلکے چوری۔ گوشت کے ٹکڑے یا مغزیات کے تھیلے اوٹھا لیے تھے وہ اونکے حمایتی افسر کو دیکھکر اونکو گرفتار کرنے کی بجائے اونکے مالک و مختار سپاہی حسرت بھری نگاہوں سے تکتے ہی رہتے تھے۔ یونانیوں نے محاربہ سے پہلے ترکوں کو جو نہایت سخت ہتھیار دلائے تھے۔ اونپر خیال کرنے سے ترکوں کا یہ شریفانہ برتاؤ اور حسن انتظام واقعی حیرت انگیز معلوم ہوتا تھا۔ کسی یورپین فوج کا برتاؤ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ بہت کم کا وسیاہی پایا جاتا۔ اس نظیر کا حسب دلخواہ اثر ہوا۔ اور پھر بہت کم سپاہیوں نے کسی چیز کو ہاتھ لگایا۔ اکثر یونانی باشندے بھاگ گئے تھے جو باقی تھے وہ یونانی حکومت کے آخری دو دنوں کی نسبت ترکی تولیت و محافظت میں بدرجہا اچھے رہے کیونکہ یونانی احکام شہر سے بھاگتے وقت تمام قیدیوں کو رہا کر کے اونہیں رائفلیں دے گئے تھے۔ ان پرندگان جس خانہ نے یونانی بقاعدہ سپاہیوں کی طرح پیچھٹ اور اخور کے ساتھ ملکر اپنے باشندگان شہر کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ اور لوٹ مار کا بازار خوب گرم رکھا تھا۔ ان نالائقوں نے اپنی بعض ہموطن و ہمجنس عورتوں کو بیحرمت کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔ یہ سب یا تین ہمیں یا قیماندہ عیسائی باشندوں میں سے سربرآوردہ اشخاص تھے جنمیں ایک پادری اور ایک اطالین تھا بتائیں۔ ترکی ہیڈکوارٹر کے سٹاف نے تاخت و تاراج کے انسداد کیلیے ہر ایک کوشش جو ممکن تھی کی۔ چند سپاہیوں کو چوری اور بزغالے اٹھا لیجانے کی پاداش میں بید لگوائے گئے۔ لاریسا میں آتشزدگی کی صرف دو وارداتیں ہوئیں۔ جو باغلب وجوہ محض اتفاقیہ تھیں۔ پل سے لیکر شہر کی پھاٹک تک کل راستہ میں ہمیں صرف تین لاشیں دکھائی دیں۔ دو یونانی سپاہیوں کی تھیں۔ اور تیسری غیر فوجی شخص کی معلوم ہوتی تھی۔ ہمنے چھ یونانی اسیران جنگ لائے جاتے دیکھے۔ تین سپاہی۔ ایک کپتان اور دو غیر منتظم یا بقاعدہ فوج کے سپاہی تھے۔ یہ سب کے سب پست قامت۔ بدرو۔ کمزور جسم۔ اور کمینہ شکل تھے۔ اگر یونانی فوج کی باقی لوگ بھی ایسے ہی تھے۔ اور یہ سپاہی سپاہ کا سچا نمونہ تھے تو پھر فراخ سینہ مضبوط جسم خوش شکل۔ قوی الاعضا اور ناقابل المغلوب عثمانی شیروں کے سامنے اونکا ایک لحظہ بھی ٹھیر سکنا ذرہ بھر تعجب انگیز نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سے یہ بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اور اسکی ہٹیلی پارٹی جنہوں نے بلا وجہ ایک ایسے غنیم سے جو ہر لحاظ سے غالب و فایق تھا۔ متعمداً خود ابتدا کر کے لڑائی چھیڑی۔ کیسی اہم مسئولیت اور ذمہ داری عاید ہو رہی ہے۔ ترکوں کو لاریسا میں دس بڑی توپیں۔ پانچ ہزار گراس رائفلیں۔ ہر قسم کے سامان جنگ کی وافر مقدار اور خوب معمور گودام و ذخایر ہاتھ لگے۔

لاریسا میں ورود اپنی اس کوچ طویل پل سے گذرنے کے بعد ہم بڑی بازار کی سڑک پر مین مسجد کے نیچے جو ایل اور دریا کے قریب نہایت پرفضا موقع پر ایستادہ ہے۔ تھوڑی دیر کھڑے رہکر ترکی فوج کو شہر میں داخل ہوتی دیکھتے رہے۔ پہلی پلٹن پلٹن شہر میں داخل ہو رہی تھی۔ سپاہیوں کو چہرہ عبا رآلود اور گرمی کی شدت سے عرق عرق ہو رہے تھے۔ مگر انداز سب کا متکبرانہ اور شجاعانہ تھا۔ بینڈ فاتحانہ سُریں بجا رہا تھا۔ مگر افسوس ترکی رجمنٹوں کو بینڈ صرف برائے نام ہیں اور یورپین افواج کے بینڈوں کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ بہرحال ترکوں کی یہ خوشی بجا تھی۔ انہوں نے

ف مارچ ۱۹۱۳ء میں حالات نے اس نقص کی بھی اصلاح کر دی ہے

ایک اہم مقام تھسلی کا دار الخلافت فتح کیا تھا اور ترکی علم پھر دوسری دفعہ لاریسا پر لہرا رہا تھا ہمارے قریب مسلمان باشندوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا تھا۔ ترکی فوج کی آمد پر اونکی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہ گئی تھی پچھلے چند دن (بالخصوص جب سے یونانی حاکم شہر نے قیدیوں کو رہا کر کے مسلح کر دیا تھا۔ اور یونانی باقاعدہ فوج شہر کو اونکی رحم پر چھوڑ کر چلی گئی تھی) غریب مسلمانوں پر بڑی سختی کے گذرے تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح ہماری خدمت کرنے کی بڑی مشتاق اور آرزومند پائے گئے۔ کسی نے ہمارے گھوڑے تھامے رکھنے کے لیے درخواست کی۔ اور کوئی شراب اور روٹی لانے دوڑا گیا۔ مسٹر ویلڈن نے جو چابکدست فوٹوگرافر ہے۔ اسموقعہ پر بھی ہماری جماعت کی جبکہ ہم سلطان کے یاور سمیت گھوڑوں پر بیٹھے ترکی فوج پیدل کی بامسرت داخلہ کو دیکھ رہے تھے تصویر اتار لی

یونانی مال و اسباب کی حفاظت

مصطفےٰ ناطق بک لاریسا پر پہلا ترکی گورنر مقرر ہوا۔ اوسنے ذالفور ہماری رہائش کے لیے انتظام کر کے ہمیں بیرن سونن برک، مسٹر بگھم اور مسٹر ویلڈن کو بنک میں اتارا۔ لاریسہ میں یہ سب سے بہتر مکان تھا۔ اور پرنس قسطنطین بھی وہیں فروکش ہوا تھا۔ بنک کے رہائشی کمرے کاروباری کمروں سے متصل تھے اس سے عاقبت اندیش بیرن کو خیر تردد تو نہ ہوا تاہم اوسے احتیاط کرلینا مناسب سمجھا۔ اوسنے سامنے بنک کے تمام دروازوں کو سربمہر مقفل کرا کر کمال احتیاط سے کنجیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ بہترین کمرہ خوابگاہ جو بہ تکلف آراستہ تھا ہمیں دیا گیا۔ اوسمیں دو پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ اور ہر قسم کے کپڑے جابجا بکھرے ہوئے تھے۔ جس سے واضح ہو رہا تھا کہ اوسکے پہلے مکین طلوع فجر کے قریب نہایت افراتفری کے ساتھ رخصت ہوئے تھے۔ انکو دیکھکر صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کسی یونانی بنکر صراف کا مال نہیں ہیں۔ بیرن کی خوابگاہ میں جو ہمارے کمرہ سے متصل تھی تین کتابیں پڑی تھیں۔ یہ سب فرانسیسی زبان میں تھیں ایک ناول نویس یوجین سو کی کتاب "اسرار پیرس" تھی۔ اور باقی ناول "نانا" اور نپولین سوم کی خفیہ تاریخ "فرانس کے زندہ فسانہ نگار زولا کی تصنیفات تھیں جنسے بقول بیرن موصوف موجودہ یونانیوں کی تہذیب و علمی مذاق کا پورا پورا اندازہ ہو رہا تھا

ہمیں پیاس سے بہت تکلیف ہوئی۔ قریبی کنوئیں کے پانی کا ذائقہ اور بو مشتبہ تھی۔ اوسے ہمنے پینا منظور نکیا۔ اور شراب بہت دیر کے بعد ملی۔ ترکی حکام نے علے الفور لاریسا کی بڑی ہوٹل "اولمپی" کے تہ خانوں کو جنمیں بے انداز شراب بند تھی۔ سربمہر مقفل کر دیا تھا ہمنے حکام کو کہا کہ ہم ہوٹل کے نرخ سے قیمت ادا کر دیتے ہیں اوسے ہوٹل کے حساب میں بدامانت جمع کر لیا جائے اور ہمیں شراب دیدیجائے۔ انہوں نے مہروں کا توڑنا منظور نکیا۔ ہوٹل کا مالک اکثر دکانداروں کیطرح یوم ماقبل کو فوج کے ساتھ بھاگ گیا تھا۔ لیکن جب ترکوں کی خوش اطواری کا عام علم ہو گیا۔ تو یہ لوگ بتدریج واپس آگئے۔ اور اوسوقت اونمیں سے اکثر کو معلوم ہوا کہ اونکے دکانوں اور مکانوں کو ترکوں کے آنیسے پیشتر رہا شدہ قیدیوں اور بیقاعدہ فوجیوں نے لوٹ کھسوٹ لیا تھا۔ ہر شہر میں جو یونانی باشندے اپنے مساکن میں موجود رہے انہیں ترکوں نے کوئی اذیت نہ پہونچائی۔ اور اونکے مال و متاع کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔

* یعنے یہ مذاق بالکل گندہ ہے

فصل یازدہم تھسلی میں پیشقدمی اور اُسپر تصرف

جرمن افسر اپنی کتاب میں لکھتا ہی کہ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہی۔ ادہم پاشا نے ۲۴ اپریل کو غنیم کی پوزیشن پر مجتمع طاقت سی حملہ کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ مگر جب تاریخ مذکور کو اوسکی فوجیں آگی بڑہیں تو ہراولی دستی دشمن کو اپنی سامنی مضبوط پوزیشنوں میں قایم پانے کی بجای کیا دیکھتی ہیں کہ وہ لاریسا کیطرف ہٹ گیا ہے اور اپنی تمام کوہستانی پوزیشنوں کو چہوڑ گیا ہے۔ یونانی ولیعہد کی حکم سی راتوں رات ایسی تیزی اور بجیل کی ساتھ پیچہی ہٹ گئی تھے۔ کہ صبح تک میدان کارزار میں اونکا نام و نشان باقی نہ رہ گیا تھا۔ خیری پاشا کی ڈویزن نی جو ڈماسی سی بڑہا تھا فی الفور ٹرناووس پر قبضہ کر لیا اور ترکی ہیڈکوارٹر قزلقر کو منتقل کر دیا گیا۔ ادہر حقی پاشا کی ڈویزن کو جو ڈسکاٹا سی بڑہا تھا۔ تریکالا اور سالموریا کی ریلوی پل پر قبضہ کرنے کیلئے آگے بڑہنی کا حکم بہیجدیا گیا۔

ٹرناووس کو ترکی سپاہ نے تقریباً بالکل اُجڑا ہوا پایا۔ مگر حالانکہ یونانی سپاہ کئی ہفتی مقیم رہی تھی۔ سامان رسد اور حرب کی بڑی بڑی گودام ابھی تک وہاں موجود تھی۔ سامان رسد میں زیادہ تر بسکٹیں۔ اچار۔ انگوری شراب۔ برانڈی۔ اور آرد وغیرہ اجناس کی وافر مقدار پائی گئی۔ ادہم پاشا نے فوراً شہر کیلئے ایک مقامی حاکم مقرر کرکے اوسکی دکانوں کی حفاظت اور کسی طرح کی لوٹ مار اور تاخت تاراج نہ ہونی دینی کیلئے پہرہ لگا دینے کا حکم دیدیا۔ ترکی سپاہیوں نی بتعمیل حکم شراب کی وافر ذخیری بڑی محنت کی ساتھ گوداموں اور تہ خانوں سی نکالکر باہر پھینکدیئی۔ اوپر کہ کسی مسلمان کو . . . . . اوسی موہنہ لگانیکا خیال تک نہ آیا

رفتہ رفتہ وہ یونانی سپاہی جو ادہر اُدہر چھپی ہوئی تھے لرزاں و ترساں جان بخشی اور امان کی التجائیں کرتے ہوئی حوصلہ کرکے باہر نکلنی لگ گئی۔ اور کہا کہ یونانیوں میں یہہ مشہور کیا گیا تھا کہ جو آدمی فاتحین کی ہاتھ لگا وہ زندہ نہیں رہیگا۔ ترکوں نے اون کو متفق و دلاسا دیکر مطمئن خاطر کیا۔ اور پھر کھلا پلا تازہ دم کرکے اونہیں رہا کر دیا۔ پہرہ اور گشت کا کام باقاعدگی کی ساتھ اور باترتیب انصرام پاتا رہا۔ اور گرجوں اور کنیسوں کا پورا پورا احترام اور ادب کیا گیا۔ ترکوں کی سامنی اب دوسرا مرحلہ لاریسہ کی فتح کا تھا جسکی نسبت عام مشہور اور معلوم تھا کہ وہ مورچوں اور دمدموں سی خوب محفوظ و مستحکم کر دیا گیا ہوا ہے اور تمام اہم ناکوں اور موقعوں پر کرپ توپیں نصب ہیں۔

لاریسا کا نظارہ نہایت ہی دلکش اور خوبصورت ہی۔ چاروں طرف شگفتہ و سرسبز باغ ہیں اور مسجدوں کی مینار گرجے۔ اور خوشنما پل اوسکی نظارہ کی دلفریبی کو اور بھی بڑہا رہی ہیں۔ مسجدیں تعداد میں ۲۶ اور گرجے آٹھ ہیں۔ مگر اکثر مسجدیں اب بند پڑی ہیں۔ وہاں کی بازاروں میں تھسلوی دہقانوں کی تمام نمونے دکھائی دیتی ہیں۔ ان لوگوں کی قطع وضع نہایت دلچسپ ہے۔ اور اونکی گاڑیاں اب تک زمانہ قدیم کی گاڑیوں سی بہت ملتی جلتی ہیں۔ منڈی میں غلہ۔ تنباکو۔ چمڑا

اور دیگر وطنی پیداواروں کی خرید فروخت سے ہر وقت چہل پہل رہتی ہے۔ لاریسا کی شراب بالخصوص بہت مشہور ہے۔ اور رنگریزی کی عزت کا عام رواج ہے۔ بیس برس ہوئے لاریسا کی آبادی تیس ہزار تھی۔ اب صرف بیس[1] ہزار باشندے آباد ہیں۔ پانچ ہزار مسلمان تین ہزار یہودی اور باقی کلیسا یونانی (آرتھوڈاکس چرچ) کے معتقد عیسائی۔

کوہستان سے پیچھے ہٹ جانے کے بعد لاریسا میں ۲۵ ہزار یونانی فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور مدافعت کے لیئے شہر کا محل وقوع نہایت مناسب اور مفید تھا۔ دونو بازو دریا سالموریا کی پناہ میں تھے۔ اور زمین کی طبعی بناوٹ اور سطح بالخصوص بچاؤ کی کارروائی کے لیئے خوب موافق تھی۔ اور انہی فواید کے لحاظ سے ترکی سپہ سالار کو یقین تھا کہ گوماتی کی لڑائی کے بعد جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ فریقین میں بہت مسافت حایل ہوگئی ہے پھر بھی لاریسا پر یونانی جان توڑ کر مقابلہ کرینگے۔ ترکوں کی پیشقدمی پر مراجعت کو جاری نہیں رکھینگے۔ اسموقعہ پر گرمکو پاشا اتالیق توپخانہ عساکر عثمانیہ کی تحریر کردہ بیان کو درج کرنا بیمحل نہ ہوگا۔

پاشاء موصوف توپخانہ کے ساز و سامان کی نگرانی اور فوج کی عام حالت پر رپورٹ کرنے کے لیئے قسطنطنیہ سے میدان کارزار کو بھیجا گیا تھا۔ سپہ سالار کی اجازت سے وہ غنیم کی پوزیشن کی دیکھ بھال اور استکشاف کے لیئے ۲۵ اپریل کو دس کمزور سے رسالے جنمیں کلہم چودہ سو سوار تھے اور ایک اسپی توپخانہ کی باتری لیکر لاریسا کیطرف روانہ ہوا۔ اور سات بجے صبح کے قریب اوس سنگی کلان پل پر پہونچگیا جو لاریسا کے سامنے سالموریا پر بنا ہوا ہے۔ مگر جس دلیرانہ استادی سے اوسنے لاریسا کو فتح کیا اوسکی کیفیت خود فاتح کے الفاظ میں بتانا زیادہ مناسب ہوگا جو حسب ذیل ہیں۔

"یونانی میدان جنگ سے ایسی افراتفری اور گھبراہٹ کے ساتھ فرار ہوئے کہ گویا اونہیں کسی فیصلہ کن لڑائی میں کامل زک ملی ہے۔ حالانکہ جو لڑائی ہوئی تھی وہ ایک معمولی سی لڑائی تھی درہ ملونا کے فتح ہوجانے کے بعد میں ایک رجمنٹ سواراں کے ساتھ ٹرناووس تک بلا مزاحمت استکشاف کرتا چلا گیا۔ اور چونکہ وہ مقام خالی پڑا تھا۔ مینے اوسپر قبضہ کرلیا۔ رات کو جو ایسٹر سنڈے (ایسٹر کے تیوہار کی اتوار) کی رات تھی وہیں شب باش ہوا۔ اور پچھلی رات اڑہائی بجے صبح کے قریب لاریسا کیطرف روانہ ہوگیا۔ پیچھے سے کمک پہونچ جانے پر میرے پاس ساڑہے چودہ سو سوار یعنی کیولری کی تین رجمنٹیں اور ایک اسپی باتری ہوگئی تھی روانگی سے تہوڑی دیر بعد ہمیں رسالہ کا ایک کپتان ملا جو لاریسا کی فصیل تک پہونچکر واپس آرہا تھا۔ اوسنے ہمیں خوشخبری سنائی کہ وہاں عجب خوفناک گھبراہٹ اور ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ اور سب لوگ بے تحاشا بھاگے چلے جارہے ہیں یہ سنکر مینے حالات موجود الوقت سے پورا پورا فایدہ اٹھانے

× × × × × × × × × × × × × × ×

اور شہر مذکور تک بڑہے چلے جانیکا عزم کرلیا۔ اور دل میں سوچ لیا کہ اگر وہاں غنیم کی زبردست جمعیت موجود ہوئی جسے مغلوب کرنا ہماری طاقت سے باہر ہو تو پھر لڑائی نکرینگے۔ اور محض استکشافی کارروائی پر اکتفا کرکے واپس آجائینگے۔ جب ہم شہر کے قریب

[1] کمی کی یہ وجہ ہے کہ یونان کے ساتھ الحاق ہوجانے کے بعد اکثر مسلمان اور کئی یہودی وطن مالوفہ سے جہاں وہ صدیوں سے آباد تھے بلاد عثمانیہ کو ہجرت کرگئے تھے

پہونچکر توپخانہ فعلی آتشباری سے ہمارا استقبال کیا۔ یہ آتشباری کیا تھا وہ چاستوپیدی تھا جسکو یونانی چھیل سو بار کرکے مسلح کر گئے تھے۔ منٹ اور سیاوقت ایک پھٹنے والا گولہ سر کرکے گویا بزبان حال اونکو بتا دیا "لو ڈھونڈو کوئی مجھسے اپنی مدکہاں" ویہ دیکھو۔ ہماری پاس توپخانہ موجود ہے کہ اتنے ہی آتشباری بند کرکے ادہر اُدہر رویش ہوگئے۔ میں نکی پل پر پہنچنے لگا ہی تھا کہ ایک معمر آدمی میری طرف دوڑتا ہوا آیا اور اپنی آواز بند کرکے بلند پکارا "پاشا خبردار پل کے نیچے سرنگ لگی ہوئی ہے" اسپر میں نے تیس سپاہیوں کو توپ میں لیکر کشتیوں کے پل کو رستہ عبور فرمایا۔ میں نے ماجھی طرح پتہ لگانے کا حکم دیا۔ اور خود پیر مرد کی نصیحت کی وجہ سے نکی پل کے رستہ ہی گیا۔ اور بخیریت دوسرے ساحل پر پہونچکر پانچویں ڈویژن کے کمانڈر کرنل اسمتھ کو پایا۔ اور خود بھی ہمراہ کمانڈر کی نصیحت کی وجہ سے نکی پل کے رستہ ہی گیا۔ اور بخیریت دوسرے ساحل پر پہونچکر پانچویں ڈویژن کے کمانڈر کرنل اسمتھ کو پایا۔ اور خود بھی ہمراہ

پہونچانے کے لیئے سوراخ ہوتا ہے اُتار لیئے گئے ہوئے تھے۔ یہ پُرزے بعد میں ریلوے لاین کے پاس سے دستیاب ہوگئے۔ ان توپوں کے علاوہ سامانِ حرب اور کارتوسوں کی وافر مقدار اور سامانِ رسد۔ اجناس۔ چارہ۔ ہسپتالی سامان اور ادویات کے وسیع ذخیرے ہمیں غنیمت میں ملے۔ اگر ان چھ توپوں سے کام لینے کے لیئے صرف ساٹھ گولنداز ہی موجود ہوجاتے۔ کوئی اور فوج نہوتی تو پھر بھی ہم بالکل پامال ہوجاتے۔"

اسی نامہ نگار سے گرمبکو پاشا نے ترکی فوج کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی۔ "جو فوج اسوقت میدان جنگ میں موجود ہے وہ اون تمام فوجوں سے جنہیں پہلے ترکی میدانِ کارزار میں بھیجتی رہی ہے افضل و اعلےٰ ہے اسکے افراد صفت و ثنا سے بالکل مستغنی ہیں۔ اونکی تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔" افسروں کی نسبت پاشا موصوف نے کہا کہ وہ سب عمدہ ہیں۔ وہ تمام افسر جو گولز پاشا کی تعلیم و تربیت کے فیضان یافتہ ہیں۔ اسوقت میدان جنگ میں موجود ہیں۔ سیف اللہ پاشا جنرل سٹاف کا قابل تعریف اعلےٰ افسر ہے۔ اور تقریباً تمام کمانڈر بالخصوص حقی پاشا۔ کرنیل انور بک اور سابق کمانڈر توپخانہ جواب جرمنی کو گیا ہوا شاندار افسر ہیں۔ موجودہ کمانڈر توپخانہ علی رضا پاشا جسنے ترکی توپخانہ کو اعلےٰ ترین توصیف حاصل کرنے کے قابل بنانے کے لیئے آٹھ ہفتے دن رات کوشش کی ایسا دلاور افسر ہے کہ جہاں کہیں گولہ باری کی سب سے زیادہ بارش ہوا کرتی وہ اوسجگہہ موجود پایا جاتا تھا۔ سپاہیوں کی اخلاقی حالت نہایت عمدہ ہے۔ ایکدفعہ ہمارا گذر ردیفی سپاہیوں کی ایک نئی پلٹن پر ہوا۔ میرے ایجوٹنٹ (نائب) مصطفےٰ بک نے ان سپاہیوں سے پوچھا "تم اپنے خاندانوں سے جدا ہونیسے اوداس تو نہیں ہو" جواب ملا "تمہاری اوداس ہونے سے کیا مراد ہے۔ پھر اکثر نے یکزبان ہوکر کہا "ہمارے زہے نصیب کہ ہمیں اپنی ناچیز جانیں اپنے پادشاہ کی خدمت میں نثار کرنیکا موقعہ ملا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے۔" اوسیوقت دوسروں نے پکار کر کہا "کیا ہم اس مقدس خدمت اور اسی سعید دن کے لیئے پیدا نہیں ہوئے تھے سلطنت عثمانیہ کے مسلمانوں کی حب الوطنی[1]۔ اور جان نثاری کا اسی سے اندازہ ہوجائیگا

---

[1] حب الوطنی اور جان نثاری اور مذہبی خدمت کا شوق اور جوش مردوں تک ہی منحصر نہیں۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس میں ایک عرب خاتون اپنے قبیلہ کے کئی سو سوار لیکر شریک کارزار ہوئی تھی۔ اور ایک لڑائی میں اسی شیر دل خاتون کی شجاعت و بسالت اور قابلانہ مشورہ کی بدولت ترکوں کو روسیوں پر نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی۔ اس نوعمر دوشیزہ کا نام فاطمہ تھا۔ اور متذکرہ صدر لڑائی ۲۵ اگست ۱۸۷۷ء کو آرمینیا کے کوہساروں میں بمقام قزل تپہ (سرخ پہاڑی) پر ہوئی تھی۔ محاربہ یونان میں بھی کئی غیور و جانباز مستورات نے میدانِ جنگ میں جانا چاہا تھا مگر امیر المومنین نے اس محاربہ کو ایسا سمجھا کہ عورتوں کو بھی جان نثاری دکھانیکا موقعہ دیا جائے۔ البانیا کے مسلمانوں کی حب الوطنی کے مزید حالات سر ایشمیلڈ بارٹلٹ کی تحریر سے جو دوسرے حصہ میں مندرج ہیں معلوم ہوجائینگے ہمدردی اور اخوت اسلامی کا دریا تمام مہذب اسلامی ممالک میں حیرت انگیز تیزی کے ساتھ موجزن ہورہا تھا۔ نجد کے امیر محمد ابن الرشید نے ۱۲ لاکھ سواروں سے اور شاہ ایران نے معقول فوج سے مدد کرنیکی درخواست کی۔ اور شمالی افریقہ و مصر کے اکثر ممالک سے ہزاروں نوجوانوں نے غزا میں شامل ہونیکی اجازت چاہی۔ مزید بران سلطنت عثمانیہ اور مصر میں اعانت حربیہ کے لیئے تھوڑے ہی دنوں میں کئی لاکھ پونڈ

کہ پریزرنڈ (البانیا کے مشہور شہر) کا ایک ستر سالہ رئیس پانچ بیٹوں سمیت بطور مجاہد محاربہ میں شریک ہوا۔ وہ بارہ گہوڑے ساتھ لایا تھا جنکو اوسنے فوج سواران کے لیئے سرکار کو نذر کر دیا۔ اور اپنی نسبت کہا کہ ہم پیدل بھی بخوبی لڑ سکتے ہیں۔ قصبہ سرس حاجی

بقیہ صفحہ سابقہ جمع ہوگیا۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے مسلمان زبانی ہمدردی سے بڑہ کر کچہہ نہ دکھا سکے۔ جنکو یونان و مصر کے باشندوں کی حب الوطنی کے حالات بتا کر وکیل نے بایں الفاظ غیرت دلائی تھی۔ (از وکیل مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۷ء)

یونان اور مصر والوں کی حب وطنی یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غیر مذہب کی رعایا کے کم از کم سمجہدار افراد خواہ وہ حکمران فریق سے خوش ہوں یا ناخوش حکومت کو خوش رکھنے اور اوسپر اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لیے ہر ایک مناسب موقعہ سے فایدہ اوٹھاتے رہتے ہیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی وہ محکوم قومیں جو مردہ اقوام کی ذیل میں داخل نہ ہوگئی ہوں۔ دنیا پر اپنی زندگی اور حب قومی اور غیرت وطنیہ کی موجودگی کو واضح کرنے سے کبہی نہیں چوکتیں۔ بلکہ بعض وقت قومیت اور وطنیت کے خیالات و جذبات یہانتک بڑہجاتے ہیں کہ گو وہ محکوم قوم حکمران فریق سے عملی مخالفت شروع نہ کر دے۔ لیکن پھر بھی اپنے ہم مذہب ہم ملت بہائیوں کی دستگیری کرنا جنسے اونکی حکومت کے تعلقات معاندانہ ہوگئے ہوں۔ اپنا اہم فرض سمجہتی ہے۔ چنانچہ یہ تینوں کیفیتیں اسوقت سلطنت عظمی عثمانیہ کی یونانی رعایا میں جو زندہ قوموں میں داخل ہے پائی جاتی ہیں۔ یہہ سب کو معلوم ہے کہ ترکی سلطنت کو اگر کوئی اندیشہ ہے تو یورپ کی عیسائی سلطنتوں سے اور اونہی کی دستبرد سے بچنے کے لیئے اوسے اپنی فوجی استعداد کو ہر وقت بڑہاتے رہنے کی ضرورت ہے۔ مگر باینہمہ جب سلطنت عظمی نے ردیف فوج کے سامان حرب کے لیئے چندہ کی فہرست کہولی تو اکثر یونانیوں نے (جو مسیحی المذہب ہیں) اس چندہ میں شریک ہونے پر آمادگی ظاہر کی اور روپیہ دیا۔ حتی کہ اسوقت بھی جبکہ خود یونان کے ساتھ لڑائی ہو جانیکا قوی احتمال ہے اور ٹرکی اوسکے مقابلہ کے لیئے سرتوڑ تیاریاں کر رہی ہے۔ ترکی اخبار صباح لکھتا ہے کہ طرابزوں کے یونانی باشندوں نے خرید اسلحہ کے فنڈ میں چندہ دینے کی اجازت مانگی ہے۔ اور اوسکی فراہمی کے لیئے اپنے شہر کے نائب صدر پادری کے زیر صدارت انجمن قایم کر دی ہے۔ دوسری طرف اپنی قومی ہمدردی کا ثبوت اسطرح دے رہے ہیں کہ جرمنی سے محض اسوجہہ سے ناراض ہو کر کہ اوسنے ٹرکی کی تائید کر کے یونان کی مخالفت کی اور کریٹ کے متعلق یونان کو دوسری طاقتوں سے بڑہ کر دہمکی دی ہے۔ قسطنطنیہ اور سمرنا کے یونانی تاجروں نے اس سے تمام تجارتی تعلقات منقطع کر دئے ہیں۔ سمرنا ایشیائی روم کا تجارتی صدر مقام ہے اور قسطنطنیہ نہ صرف یورپین ٹرکی بلکہ کل جنوب مشرقی یورپ میں تجارت کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ اور دونو جگہہ یعنی کل سلطنت عظمی عثمانیہ کی تجارت کا زیادہ تر حصہ یونانی تاجروں کے ہاتھ میں ہے۔ گویا اپنے اس طریق عمل سے ٹرکی کی محکوم یونانی رعایا نے جرمنی کو جتا دیا ہے کہ وہ یونانی رعایا کو مردہ نہ سمجہہ لے۔ وہ اس گستاخی کو جو یونان سے کیگئی ہے محسوس کر رہے ہیں اور اوسکا ترکی بترکی جواب دوسرے پیرایہ میں دینے پر قادر ہیں۔ قومی ہمدردی کا تیسرا درجہ (جو انتہائی نہیں ہے) وہ ہے۔ جو ٹرکی کے براہ راست ماتحت صوبہ شام کے عیسائی یونان کے لیئے چندہ جمع کرنے سے اور ٹرکی کے بالواسطہ ماتحت جگہ جگہ ملک مصر کے یونانی یونان کے مجاہدین اور روپیہ سے مدد کرنے سے کل دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ مگر وائے برحال مسلمانان

(واقع مقدونیہ) کو ایک متمول ذی مجروعین کی بار برداری اور خبر گیری کا انتظام اپنے خرچ سے کیا۔ ہر گیہ مجروعین کی فراخ حوصلگی کے ساتھ روٹی۔ پارچات۔ تنباکو۔ لیمونیڈ۔ اور نقدی وغیرہ سے تواضع کیجاتی تھی۔ لاریسا سے زین سوار واپس آتے وقت

بقیہ صفحہ سابقہ) وہ ایسی میٹھی نیند سوئے ہیں جو خواب عدم سے کسیطرح کم نہیں۔

افریقہ کی اسلامی ریاستوں کو مسلمان جہالت۔ ناواقفیت۔ اور عدم استطاعت کا بہانہ کرسکتے ہیں۔ روس کی مسلمان رعایا اور اسیطرح چین وجاوا کے مسلمان اپنے حکمرانوں کی جابرانہ پالیسی کا یا اگر کوئی اور عذر پیش کردیں تو ایک خفیف حد تک معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن مسلمانان ہند کے پاس کیا حجت ہے۔ انگریزی گورنمنٹ ہی کو تعلیم سے مستفید کر رہا ہے۔ جس سے وہ نہ فقط اپنی بلکہ کل مسلمانوں کی پستی سے واقف ہوگئے ہیں۔ گورنمنٹ موصوف نے انکو اوس حد تک کامل آزادی دے رکھی ہے جسکی کہ کوئی رعایا مستعی ہوسکتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہماری حکمران جماعت اپنے طرز عمل اور اپنی تعلیم و تلقین سے بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح سے اپنی محکوم رعایا کو قومی ہمدردی اور اخوت کا برسوں سے سبق سکھلا رہی ہے۔ یہ اسی خوش نصیب اور باا قبال قوم کو فیضان حکومت و صحبت کا اثر ہے کہ ہماری ہمسایہ قومیں ان تمام اوصاف سے جنسے ہر ایک قوم کا اپنی زندگی کو قایم رکھنے کیلئے متصف ہونا ضروری ہے بہرہ ور ہوگئی ہیں۔ ہمارے ہی مصری مسلمان بھائی ۱۵ برسوں کی انگریزی حکومت کی طفیل مُردوں کی صف سے نکلکر زندوں کی قطار میں شمار کیے جانے کے قابل ہوگئے ہیں۔ جس قوم میں یہی بابرکت حکومت سینکڑوں برسوں میں بھی قومی سپرٹ۔ قومی ہمدردی۔ اور قومی اتحاد و ائتلاف اور قوم کا درد پیدا نہ کرسکے کیا اوسکو من حیث القوم زندہ قوم کہا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہم بخلاف امید اوسکے افراد سے ہم بھی یہ امید رکھنے کی جرأت کرتے ہیں کہ تا یہ اپنے مصری بھائیوں کی انتباہ و بیداری کو حالات پڑھنے سے اون میں سے بھی کسی کی عرق حمیت متحرک ہوجائے۔ اور وہ مسلمانان ہند کو من حیث الافراد بھی مردہ ہوجانے کی سند ملنے سے بچالیں۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ سن گذشتہ میں صرف چند محب ملک مصری اخبارات نے کئی لاکھ روپیہ اپنے مسلمان حریف سے مغلوک الحال مسلمانان کریٹ کے لیے جمع کرکے × × × × × جزیرہ کو روانہ کیا تھا۔ چنانچہ اسکیلئے اخبار المؤید کو تقریباً دو لاکھ روپیہ دو تین مہینو کے اندر وصول ہوا۔ اعلیحضرت امیر المومنین نے نومبر گذشتہ میں فوج سے دیف کی امداد کیلئے مسلمانوں کو چندہ ادا کرنے کا حکم دیکر اسکو ایک طرح سے مسلمان رعایا پر لازمی کر دیا تھا۔ چنانچہ اس حکم کے مشتہر ہونے پر مصر کا ایک عرب قبیلہ آل عبد اللطیف نے پانچسو پونڈ دار الخلافہ کو روانہ کیے۔ اسکے بعد مصر میں بھی ہندوستان کی طرح چند ماہ تک مسلمانوں نے بالکل کروٹ نہ بدلی۔ اونکی یہ غفلت اور لاپروائی دیکھکر سخت افسوس ہوتا تھا۔ مگر انگریزی حکومت کی تاثیر سے قومی سپرٹ مصریوں میں سرایت کرچکی تھی۔ البتہ اوسکو نمایاں کرنے کیلئے کسی تحریک کی ضرورت تھی۔ یہ تحریک اونکو بمصداق۔ خدا شرے برانگیزد کہ خیرے ما رو باشد۔ کریٹ کے فتنہ برپا ہونے پر یونانی ساکنین مصر کے اپنی ریاست اور باغیوں کیلئے چندہ جمع کرنے سے پوری طرح ہوگئی۔ ملکی اخبارات نے اپنے ابنائے ملک کو یہ آیت کریمہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا

مجھ پر تہ میں چند نوارد پلٹنیں ملیں میں نے انکو اپنی بلا مزاحمت فتحیابی کا قصہ سنایا جس پر خوشی ظاہر کرنیکی بجائے انہوں نے اپنی شکایتیں شروع کر دیں۔ اور کہا پاشا آپنے تو ناموری حاصل کر لی۔ مگر بتاؤ اگر یہی حال رہا تو ہماری باری کب آئیگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ممالک محبوسہ سنا کر اپنی مخالفت عظمی کی امداد و اعانت پر ابھارنا شروع کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا کہ اس سے ٹرکی کی مالی امداد ہی مقصود نہیں۔ بلکہ بڑا مدعا اپنی ہمدردی اور جذبات اخوت کا اظہار ہے۔ آفرین ہے مصریوں کی حمیت اور غیرت پر کہ اخبارات کی یہ اپیل سنتے ہی مصر کے تمام اکناف و اطراف میں ہمدردی کا دریا موجزن ہو گیا۔ قاہرہ میں جہاں دس پانچ دوست ملکر بیٹھے تھے انہوں نے وہیں اپنی جیبیں خالی کر کے سینکڑوں روپیہ جمع کر لیئے۔ اور انجمن اعانت کی بنا رکھکر چندہ کی فراہمی شروع کر دی۔ اور تھوڑی عرصہ میں نوجوانان قاہرہ نے کئی کمیٹیاں قایم کر لیں جن میں سے ایک نمونہ کے طور پر پچھلے ہفتے کے اخبار میں لکھا جا چکا ہے خدیو المکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر اولنسو سر پرست بننے کی درخواست کی۔ جو بڑی خوشی سے منظور کر لی گئی۔ ۱۲ مارچ سے لیکر ۱۶ مارچ تک قاہرہ اور دیگر امصار مصر میں جو کارروائی فراہمی چندہ کے متعلق ہوئی ہے وہ پچھلی ڈاک میں موصول شدہ اخبار المولید کے حوالہ سے ذیل میں درج کر دیجاتی ہے۔ جس سے ہمارے ناظرین مصریوں کی عالی ہمتی اور فیاضی کا خود اندازہ کر لینگے۔

صاحب الدولت سابق وزیر اعظم ریاض پاشا کے مکان پر ایک جماعت کثیر نے جمع ہو کر زیر صدارت مذیر موصوف اعانت عساکر شاہانیہ کو جمع کرنے کے لیے بڑی کمیٹی قایم کی جس نے شوال ۱۳۱۴ھ روز جمعہ ۱۲ مارچ چندہ جمع کرنا شروع کیا اور اسی روز چودہ سو چالیس پونڈ مصری (ایک پونڈ مصری ۲۰ شلنگ یعنی تقریباً ۱۵ روپیہ کے برابر ہوتا ہے) جمع ہو گئے۔

۱۳ مارچ کو صاحب السعادت عمر لطفی پاشا پریذیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل مصر کے مکان پر نماز ظہر کے بعد علماء کرام اعیان دولت و تجار والامنز کے جم غفیر نے مجلس منعقد کی جس میں شیخ جمال الدین آفندی قاضی قضاۃ مصر شیخ سنوسی النوادی شیخ الجامع الازہر و مفتی دیار مصر شیخ عبد الخالق سجادہ نشین خانقاہ سید علی البلادی نقیب اشراف دیار مصر شیخ سلیم البشری امام علماء مالکی وغیرہ وغیرہ علماء کبار حیدر پاشا و ثابت پاشا وغیرہ سابق وزراء اسمٰعیل پاشا محمد وکیل مجلس شورے قوانین و احمد بینا پاشا چیف جج عدالت عالیہ اپیل و دیگر عہدہ داران اعلے شامل تھے۔ سب سے اول لطفی پاشا نے چندہ کی ضرورت پر مختصر تقریر کی۔ اسکے بعد قاضی اکبر نے ارشاد فرمایا کہ مساعدت دولت علیہ اور نصرت مولانا خلیفہ ذات وملل سے اب مسلمانوں پر فرض محتم ہو گئی ہے۔ جامع الجمع شیخ اعظم نے ارشاد کیا کہ عوام الناس کو دولت علیہ کی مساعدت پر آمادہ کرنا جو آجکل مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ حضرات علماء پر واجب ہے۔ سب سے آخر دولتلو ریاض پاشا نے تقریر کر کے بیان کیا کہ قبل ازیں ۱۴۰ پونڈ جمع ہو چکے ہیں۔ اب چندہ کی کارروائی شروع کی جائے۔ اس سے پہلے جناب قاضی مصر نے پچاس پونڈ مصری عطا فرمائے۔ بعد ازاں دیگر حاضرین نے حسب توفیق زر چندہ لکھایا جس سے کل تعداد ۲۱۰ پونڈ مصری ہو گئی۔ اس کارروائی کے بعد مختلف محلوں میں شاخیں قایم کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔ اور شیخ الازہر کی تحریک پر منظور ہوا کہ ہر ایک شاخ میں جامع ازہر کی طرف سے ایک ایک شیخ شامل ہوا کرے۔ چنانچہ اوسدن ۲۴ سب کمیٹیاں قایم کی گئیں۔

نوٹ افسوس پیسر معالی ہمت فقط ۔ ۔ ۔ کر شرمندہ نوٹ ہوگئی ۔ ۔ ۔ حکومت مصر نے بعد مدد ۔ ۔ ۔ کرو مراکو متوجہ کر دیا ہے ۔ ۔ ۔ تو جمع کیلئے دیکھو کتاب کلمۃ الحق و صریح الاسلام

اس سے بڑھ کر استقلال و عزم مردانہ کیا ہوگا کہ سخت سے سخت مجروح بھی ہسپتال پہونچائے جانے سے انکار کر کے پھر میدان کارزار کو پلٹ جائے۔ جرنیل سے لیکر ادنے ترین سپاہی تک سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے اور بینظیر شجاع ہیں۔ الغرض

بقیہ صفحہ سابقہ) حضرت عزت لو علی بیگ ضیاء پاشا کرباشا مرحوم جیش المظفر عثمانی کی خدمت کے لیے عنقریب سرحد یونان کو روانہ ہونیوالے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ دیگر نوجوان بھی اس جوانمرد کی تقلید کرینگے (المؤید ۱۴ مارچ) مندرجہ بالا رقم کے علاوہ احمد رشید پاشا نے ۲۵ پونڈ مصری اور محمود بک سبحان ممبر مجلس شورے القوانین اور اعیان ضلع السیوط نے پچاس پونڈ چندہ بھیجا ہے

دولتلو غازی مختار پاشا عثمانیہ ہائی کمشنر عثمانیہ مصر نے ۱۵ مارچ کو وزیر صدارت ریاض پاشا فراہمی چندہ کے لیے مجلس کبرے منعقد ہونے کی خبر اعلیحضرت کو بذریعہ تار دی جسکے جواب میں بارگاہ ہمایوں سے ریاض پاشا ممدوح ممبران انجمن کبرے و ممبران کمیٹی اور چندہ دہندگان بلکہ کل امت مصر کا بذریعہ تار شکریہ ادا کر کے کمال خوشنودی کا اظہار کیا گیا۔ اور ساتھ ہی بنک عثمانیہ کی مقراضی شاخ کو حکم دیا گیا کہ کل رقوم جمع شدہ بغیر کمیشن لینے کے وصول کر لیا کرے۔ دولتلو غازی عثمان مختار پاشا نے چندہ دہندگان کی آسانی کے لیئے ایک ریال سے لیکر سو ریال تک کے عثمانیہ نوٹ منگوا لیے ہیں۔ ایک ریال کی قیمت میں قرش ہے۔ اور بغرض تسہیل لگریزی پونڈ کی قیمت ایکسو بیس قرش اور مصری پونڈ کی ۱۲۳ قرش قرار دی ہے۔ (المؤید ۱۶ مارچ)

۵ مارچ کو بہر کو سعادت لو ریاض پاشا شیخ کبیر جامع ازہر عمر لطفی پاشا و دیگر اعیان دولت خدیو المکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہو کر ممبران انجمن کی حوصلہ افزائی کریں۔ خدیو المعظم ڈیپوٹیشن سے بکمال تواضع پیش آئے اور عنقریب چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ اسکے بعد ڈیپوٹیشن پرنس حسین کامل پاشا (خدیو المکرم کے چچا) کے مکان پر گیا۔ اور وہاں بھی فائز المرام ہوئے۔ بعد ازاں پرنس ابراہیم حلمی پاشا (خدیو کے دوسرے چچا) کے در دولت پر حاضر ہو کر معقول امداد کی درخواست کی جو بڑی خوشی سے منظور کیگئی۔ الغرض ڈیپوٹیشن خاندان خدیویہ کے تمام اراکین کے پاس فرداً فرداً گیا اور سب نے اس کار خیر میں بڑی خوشی سے شریک ہونا منظور کیا۔ البتہ خدیو المکرم کی بہنوئی پرنس حمیل پاشا طوسن اور خدیو کے برادر خورد پرنس محمد علی اپنے مکانوں پر نہ ملے وہ اپنے اپنے محلات کو گئے ہوئے تھے۔ ادھر کی طرف دولتلو ریاض پاشا نے خط لکھدیئے۔ جو یقین کامل ہے کہ مقرون باجابت ہونگے۔

غازی احمد مختار پاشا کی حرم محترم نے فنڈ زراعانت میں پانچسو پونڈ انگریزی چندہ دیا ہے۔ دولتلو غازی موصوف بذات خود پہلے اکیہزار پونڈ عطا کر چکے ہیں۔ احمد فواد پاشا عزت نے ۷ سو پونڈ اور امارت مآب فاطم خانم آفندی فاضل حرم پاشا موصوف نے تین سو پونڈ اور خانم کی والدہ مکرمہ نے ایک سو پونڈ اور پاشا ممدوح الشان کی برادر خورد عزیز بک عزت نے ۵۰ پونڈ اور حرم محترم نے ۲۰ پونڈ یعنی اس خاندان نے سترہ سو پونڈ (۲۸ ہزار روپیہ) چندہ دیا۔ اور عبد الحمید پاشا صادق اور محمود بک محرم رستم زادہ نے ایک ایک سو پونڈ اور احمد کامی بک نے بندرگاہ قصبہ سے بیس پونڈ (۵ مارچ کو) المؤید کے دفتر میں روانہ کئے۔ قیم کو محکمہ اوقاف کے حاکم اعلے احمد آفندی فواد نے انجمن فراہمی چندہ کو تار دیا ہے کہ میں چھ ماہ تک اپنی تنخواہ کا تیسرا حصہ فنڈ اعانت میں دیا کرونگا (۱۶ مارچ) فواد پاشا کی تحریک پر دیگر ملازمان نے بھی تنخواہ کا پانچواں حصہ دینا شروع کر دیا ہے۔ دولتلو ریاض پاشا

ان بہادروں کی نبرد آزمائی۔ جانبازی۔ سرفروشی۔ سپاہگری۔ اور شجاعت و مردانگی کا منظر واقعی نہایت ہی شاندار اور حیرت افزا تھا۔ ایسے ایسے پہاڑوں پر جہاں گھوڑے اور خچر بھی مشکل چل سکتے تھے۔ میرے آدمی اپنی جان پر کھیلکر توپوں کو تقریباً برف

بقیہ صفحہ سابقہ نے تمام سب کمیٹیوں کو فراہمی چندہ میں سعی موفور کی تاکید کرنے کے لیئے حوصلہ بڑھانے اور غیرت دلانے والے الفاظ میں خطوط تحریر کیے ہیں۔ اور سب کمیٹیوں کی تعداد بڑھانے کی بھی تاکید مزید کی ہے۔ چنانچہ ۱۶ مارچ کو پہلی ۲۴ کے علاوہ ۶ اور سب کمیٹیاں قایم ہوگئی ہیں۔ ان میں سے ایک کمیٹی کو صدر مراکو کے سفیر متعینہ مصر بین ۱۵ مارچ کو قصبہ اسیوط میں عالی ہمت مسلمانوں نے جلسہ کرکے چندہ کی کارروائی شروع کی۔ نصرت و امداد سلطنت علیہ کو مسلمانوں پر فرض عین ہونیکے متعلق اکثر علماء کرام نے تقریریں کیں۔ پہلے دن ۲۳۵ پونڈ مصری چندہ جمع ہوا۔ قصبہ منصورہ میں اسی تاریخ ۱۱ پونڈ چندہ جمع ہوا۔ ۱۶ مارچ کو عالیجناب خدیو المکرم نے ڈھائی ہزار پونڈ مجلس کبرے کے سکرٹری کو ارسال فرمائے۔ مصر کی مخدرات کو بھی یہ دیکھکر کہ یونانیوں کی عورتیں اپنے ہموطنوں کے لیئے چندہ جمع کر رہی ہیں اور ملکہ یونان نے بذریعہ تار اداء شکریہ ادا کیا ہے سخت غیرت آگئی ہے۔ اور اکثر خاتونان عفت آپنے چند دنوں سے بطور خود اپنی ملاقاتوں سے روپیہ جمع کرنا شروع کردیا۔ یہ سب عالی خاندان بیگمات ۱۵ مارچ کو دولتلو ریاض پاشا کی حرم کے پاس جمع ہوئیں اور انکو صدرۃ الانجمن النساء بنا کر ہر ایک نے اپنی اپنی واقف عورتوں سے روپیہ جمع کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ ۱۷ مارچ کو اس انجمن نے تیس پونڈ المویدہ کو روانہ کیئے۔ مندرجہ بالا سب کمیٹیوں کے علاوہ مدرسین طلبا۔ کلاہ بافوں اور گاڑی بانوں نے بھی علٰحدہ علٰحدہ کمیٹیاں قایم کی ہیں جنکی کمیٹیوں کی تعداد ۲۸ مارچ کو ۳۰ ہوگئی۔ نوجوانان مصر نے پرنس ابراہیم پاشا مرحوم کے فرزند امیر خلیل محمد بک والد امیر کی زیر صدارت اپنی علٰحدہ کمیٹی بنائی ہے۔ ۱۶ مارچ تک جنرل کمیٹی قاہرہ کو ۵۰۳۰۸ پونڈ مصری وصول ہوئے (المویدہ ۱۷ مارچ) مصر کے قصبہ شرقیہ اور روضہ میں کے علما اور تاجروں نے اعانت عسکریہ شاہانیہ کے لیئے انجمنیں قایم کی ہیں۔ رقم جمع شدہ کی میزان اگلے ہفتہ بتائی جائیگی

ریاض پاشا عم لطفی پاشا۔ بلیغ پاشا و دیگر معززاراکین انجمن معونہ نے ۱۸ مارچ کو خدیو کی خدمت میں حاضر ہوکر معقول رقم چندہ عطا کرنے کا شکریہ ادا کیا۔

امیر سہیم جلیل پرنس عزیز بیگ برادر چچازاد خدیو عساکر عثمانیہ میں داخل ہونے کے لیئے مصر سے جانیوالے ہیں۔ پرنس ممدوح نے جرمنی میں فوجی تعلیم پائی ہے۔ اور جرمن و انگریزی فوج میں داخل رہ چکے ہیں۔ دولتلو پرنس جمیل پاشا طوسن خدیو کے بہنوئی نے ۱۳۰۰ اور انکی حرم نعمت اللہ خانم آفندی نے دوسو پونڈ دیئے ہیں۔ ۱۸ مارچ کی صبح تک صدر انجمن کو ۹۵۷۵ پونڈ مصری وصول ہوئے مصر کے تصبات بارود۔ تنہا۔ عطف اور ابو قرقاس میں اعانت العسکریہ کے لیئے ۱۸ مارچ کو انجمنیں قایم ہوئیں ابو قرقاس کی انجمن نے پہلے دن پچاس پونڈ جمع کیے۔

دولتلو ریاض پاشا میر مجلس انجمن کبرے نے مصر کے ہر شہر اور قریہ کے مسلمانوں کے نام اعلان جاری کرکے بفحوائے آیہ کریمہ {وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان} تمام مسلمانوں کو حضرت سرور کائنات کا یہ حکم نامہ

کی سطح تک کھینچ لیجاتے۔ اور ایک ثانیہ کیلیئے ستانا یا کسیطرحکا حرف شکایت زبان پر لانا تو کجا لطایف وظرایف اور ہنسی مذاق سے ایکدوسریکا حوصلہ بڑہاتے ہنستے کھیلتے اور گاتے ہوئے بلا تردد و تکلف اوپر چڑہے جاتے۔ جانبازی۔ بیباکی۔ اور زندہ دلی میں ہمارے البانوی بالخصوص سب سے بڑہے ہوئے تھے۔ اور اونکا دشمن پر کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ البانوی سفید ٹوپی کو دیکھتے ہی یونانیوں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ اور اونکے جسموں پر لرزہ پڑجاتا تھا۔ وہ قومی گیت اور رجزیں گاتے اور اچھلتے کودتے خوشی کے ترانے لگاتے ہوئے کارزار میں شریک ہوتے تھے۔ یونانیوں پر ثابت ہوگیا تہا کہ یہ شیر موت کی کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے چنانچہ اونکی سفید فیس کی نظر آتی ہی یونانیوں میں عجب مضحکہ خیز اور خوفناک بہاگڑ اور افراتفری پڑجاتی اور وہ تمام سٹی پٹی بہول جاتے۔" لاریسا میں جہاں بعد میں ترکی سپہ سالار نے اپنا ہیڈ کوارٹر قایم کیا۔ فاتحین کو چھ چار انچ کی کرپ توپیں اور ایک میدانی باتری دیگر اسباب و اجناس کے علاوہ غنیمت میں ملی۔

ترک جیسا کہ حالات متذکرہ صدر سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کوہی دروں سے تھسلوی میدان میں کوئی ایسا بڑا نقصان اُٹھانیکے بغیر داخل ہونیمیں کامیاب ہوگئے تھے۔ وہ ان دروں سے گذرنے کے بعد اپنی افواج کو مجتمع کرکے لاریسا میں

بقیہ صفحہ سابقہ) المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً) دولت علیہ عثمانیہ کی امداد و معاونت کی تحریک و تحریص دی ہی (المؤید ۱۸ مارچ ۱۸۹۷ء)۔

ان چند سطور کو پڑہکر مسلمانان ہند جب اپنی غفلت اور بے پروائی کیطرف خیال کرینگے تو اسمیں کوئی کلام نہیں کہ وہ اپنے دلمیں خجل اور نادم تو ضرور ہونگے۔ یہ درست ہی کہ مسلمانان ہند اسوقت قحط و افلاس اور وبا کے علاوہ ہندوستان کے اندرونی پالٹیکس اور اپنی ہمسایہ قوموں کی نوازشوں کیوجہ سے بہت کچھ بے بس اور لاچار ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ سچے مسلمان بننے اور کہلانے کے مدعی ہیں تو انکو آیۂ کریمہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ط وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِیْنَ (سورہ عنکبوت رکوع ۱۰) پر توجہ کرنی چاہیئے اور اوس سے حوصلہ پکڑکر ان آزمایشوں اور ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور انسانی فتنوں اور مصیبتوں سے گہبرا کر آیت کریمہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ (سورہ عنکبوت پارہ ۲۰ رکوع ۱) کا مصداق بننے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔ اور ہر ایک مصیبت اور مشکل کا مردانہ مقابلہ کرکے زندہ قوم کے افراد ہونے کا ثبوت دینے سے پہلوتہی نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ

المؤید مورخہ ۱۸ مارچ میں یہ عجیب خبر بعبارت ذیل سناتا ہے۔ "ہمکو معتبر شخص سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان ہند کے اغنیاء کبار میں سے ایک نے دولت علیہ کی اعانت کے لیے پانچ لاکھ پونڈ (اسی لاکھ روپیہ) چندہ دیا ہے۔ اور امیر المومنین کی خدمت مبارک میں تار دیا ہے کہ میں دولت و ملت کی خدمت کیلیئے اپنی کل جائداد اور املاک نثار کرنے کو مستعد ہوں۔ پس مبارک ہو یہ مروت اور مبارک ہو یہ حمیت ملیہ" ہمکو المؤید کی ثقاہت و متانت پر کامل بہروسہ ہی اور مانتے ہیں کہ اوسنے یہ خبر مصریوں سے دل لگی کرنے کے لیئے نہیں لکھی۔ مگر ہمکو نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کل ہندوستان بہر میں اول تو ہمیں کوئی ایسا مسلمان غنی نظر ہی نہیں آتا جو اسی لاکھ روپیہ نقد جمع رکھتا ہو

داخل ہوئی۔ اور اس فتحیابی کے بعد محاربہ کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔ جسکے حالات شروع کرنے سے پہلے یونانی افواج کی تازہ ترین کارروائیوں کی اجمالی کیفیت بتا دینا ضروری ہے۔

یونانی فوج نے باستثنا مجاہدین اور بیقاعدہ سپاہیوں کے دستہ کے جبالی نبرد و معرکہ آرائی میں قابل تعریف استقامت اور جوانمردی دکھائی۔ مگر میدان تھسلی کیطرف ہٹ آنیکا حکم ملنے کے وقت سے سپاہ کے حوصلے بیطرح پست ہوگئے اور اونکے نظام و ربط باہمی کو بڑا صدمہ پہونچگیا۔

ولیعہد ۲۳ اپریل کا ہی ٹرنادوس سے لاریسا چلا گیا تھا۔ جہاں اوسیدن سہ پہر کے دو بجے کے قریب سخت گولہ باری کی آواز سنائی دی۔ مگر اس سے لاریسا میں کسیطرحکا اضطراب یا تشویش پیدا نہوئی۔ کسیکو خطرہ کا وہم و گمان بھی نہ تہا۔ اور ایک عظیم مذہبی رسم کی بجا آوری کیلئے زور شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چہہ بجے ولیعہد نے نبرد کنندہ افواج کو ٹرنادوس ہٹ آنیکا حکم بھیجدیا جسے سنکر سپاہ حیران رہ گئی۔ حکم مذکور کی کوئی وجہہ اوسکی سمجہہ میں نہیں آتی تھی۔ نہ اوسے کوئی وجہہ بتائی گئی۔ اوسوقت بمقام ماتی بارہ ہزار یونانی بارہ ہزار ترکونکے بالمقابل موجود تھے۔ تاریکی بڑہنے کے وقت تک مراجعت باقاعدہ رہی۔ فوج سواران پیچھے چلی تھی۔ جب وہ فوج پیدل کے عقب میں پہونچی تو یونانیوں نے تاریکی میں اونہیں ترک سوار سمجہہ لیا۔ اور اُنپر آتشباری شروع کردی۔ جس سے ناقابل بیان گھبراہٹ اور سراسیمگی پھیلگئی۔ اور تاریکی نے اوسمیں اور اضافہ کردیا۔ سپاہی ہتھیار پھینک پھینک کر بے تحاشا ٹرنادوس کیطرف اُٹھ دوڑے۔ اور چاروں طرف بھی آواز سنائی دیتی تھی "ترک آپڑے۔ ترک آپڑے" ٹرنادوس پہونچکر بھی اس طوفان بے تمیزی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ خوف نے سپاہیوں کو جامہ انسانیت سے معرا کردیا۔ وہ عورتوں اور بچوں کو کمال بیدردی اور لاپروائی سے ادہر اُدہر دہکیلتے ہوئے بازاروں میں سے بگٹٹ دوڑے جا رہے تھے۔ افسروں کی تمام کوششیں بیسود تھیں۔ کوئی اونکی نہیں سنتا تھا۔ گرد و غبار نے تاریکی کو اور زیادہ کردیا ہوا تھا۔ اور سب چیزیں اوسکی پردہ میں نہاں ہو رہی تھیں۔ بہگوڑوں کا پہلا حصہ جنکا رنگ روباختہ اور مردوں کی سی شکلیں تہی۔ آدہی رات کے قریب لاریسا میں پہونچا۔ جنکے بعد پھر تو ایک تانتا بندہ گیا۔ سوار بلا اسپ پیدل بلا اسلحہ اندہا دہند شہر میں گھسے چلے آرہے تھے۔ جنکو دیکھکر شہر والوں کے بہی رہے سہے حواس گم ہوگئے۔ یہہ طوفان ابھی زور پر تھا کہ ایکہزار مجروحین ریلوے اسٹیشن پر لائے گئے۔ درینولا ولیعہد نے جنگی کونسل منعقد کی اور شہر کی حفاظت کرنیکا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلہ کے مطابق فوج کو پھر مجتمع کرنے کیلئے منڈی میں بگل بجائے گئے۔ مگر بیس سپاہی بہی حاضر نہ ہوئے۔ اس خبر سے کہ ترک شہر کے سامنے پہونچگئے ہیں۔ تشویش و پریشانی اور بڑہ گئی۔ اس افواہ سے شہریوں اور فوجیوں پر جو پاگلانہ وحشت اور ہیبت طاری ہوگئی قلم اوسے بیان کرنیکا یارا نہیں رکھتا۔

تہوڑی ہی دیر بعد ایک اور غلط افواہ مشہور ہوگئی کہ ولیعہد شہر سے چلا گیا ہے۔ جس سے تشویش و سراسیمگی کے ساتھ ہی عام

بقیہ صفحہ سابقہ کے اور بفرض محال اگر کوئی ہو بھی تو ایسی فیاضی اور عالی ہمتی کا وجود مسلمانان ہند کی جماعت میں ملنا بیشک ناممکن ہے۔ اور بنا بر ابن المؤید کی روایت پر ہمیں شک ہی نہیں۔ بلکہ اوسکو محض بے بنیاد کہنا پڑتا ہے۔

ناراضگی اور غیظ و غضب کی بھی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ ہر ایک شخص ریلوی سٹیشن کیطرف اُٹھ دوڑا۔ اس دوڑ میں سب سے زیادہ تیز قدمی اطالین مجاہدین نے دکھائی۔ ان جوانمردوں نے عورتوں تک کو ادہر ادہر ٹپک دیا۔ اور دیوانہ وار ٹرین میں جو چلنے کو تیار تھی گھس گئے۔ یہ وحشیانہ حرکت دیکھکر باشندوں سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے مجاہدین پر بندوقیں سر کیں۔ جسکا اونکی طرف سے بھی ترکی بترکی جواب دیا گیا بالآخر ولیعہد چار ہزار سپاہی جمع کرنیمیں کامیاب ہو گیا۔ جنکو ساتھ لیکر وہ فرسالہ کیطرف سڑک سڑک روانہ ہو گیا۔ اور کرنیل سمولنسکی کو جو ریونی میں مامور تھا۔ حکم بھیجدیا کہ وہ سپہ سالار کو فرسالہ آملے۔ بہاگڑ میں بہت سے یونانی سپاہی ایسے بیحواس ہو گئے کہ انہوں نے لاریسا میں بھی دم نہ لیا۔ بلکہ سیدہی وولو تک بھاگے چلے گئے۔

ایک انگریز نامہ نگار ٹرنا دوس سے لاریسہ کیطرف یونانی پسپائی کی کیفیت حسب ذیل دلچسپ پیرایہ میں بیان کرتا ہے۔ اوسنے یونانی فوج کی اس بھاگڑ کو بچشم خود معاینہ کیا تھا۔

"جب میں لاریسہ کو جانے والی شاہراہ کے رستہ مردہ اور قریب المرگ آدمیوں اور گہوڑوں سے متواتر ٹہوکریں کھاتا ہوا واپس گیا تو مینے رستہ میں نہایت ہولناک منظر مشاہدہ کیے۔ زمین سامان جنگ کے صندوقوں شکستہ گاڑیوں۔ ساز و سامان کے بکسوں۔ بستروں سپاہیوں کے کمبلوں اور کہانا پکانے کے برتنوں سے جو خود پھینکدیے گئے تھے۔ یا چہوڑ دیے گئے تھے۔ اور گہوڑوں کی ٹاپوں سے جو اوپر سے گذرے تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے پٹی پڑی تھی۔ توپوں اور سامان حرب کی گاڑیاں دوسری گاڑیوں کے ساتھ کھڑی چہوڑ دیگئی ہوئی تھیں اور اونسے بے ترتیبی میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہوا تھا۔ کئی گہوڑے بے سوار آوارہ پھر رہے تھے۔ کہیں کوئی بے اسپ سپاہی کسی گہوڑے کو کسی نہ کسی طرح پکڑنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اور کہیں کوئی سپاہی راہ چلتے سوار کے پیچھے چہلانگ مار کر بیٹھ جاتا تھا۔

مجھے کئی میل اس طوفان بے تمیزی اور بیسر و سامان جم غفیر کے ساتھ جو یکبارگی دیوانہ ہو گیا ہوا تھا راستہ طے کرنا پڑا۔ اکثر افسروں نے امن و ترتیب قایم کرنے کے لیے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کی۔ انہوں نے آتشباری کے بند کیے جانے کے لیے بگل بجوائے اور بھاگڑ تہامنے کے لیے بڑا جد و جہد کیا۔ اونکے برعکس کئی افسر ایسے بھی تھے جنکے ہوش و حواس بالکل جاتے رہے تھے۔ اور ٹھیک اپنے سپاہیوں کیطرح خوفزدہ ہو کر بہاگے جا رہے تھے۔ ایک مستقل مزاج افسر کو مینے بچشم خود اپنے آدمیوں کو سمجہانے کے لیے بڑی کوشش کرتے دیکھا۔ وہ پستول کا گہوڑا اُٹھا کر اپنے آدمیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور بآواز بلند اونکو "ہالٹ ہالٹ" (ٹھیر جاؤ۔ ٹھیر جاؤ) کا حکم دیا۔ مگر دہشت زدہ سپاہیوں کا روکنا آندہی یا سیلاب کو روکنے کے برابر تھا۔ جنرل مارومیکالیس نے جو ولیعہد کے پاس لاریسا گیا ہوا تھا۔ شہر سے کچھ دور واپس آکر بہگوڑوں کے سیلاب کو روکنے کے لیے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ لاریسا سے دو میل دری سڑک ایک نالہ پر سے گذرتی ہے وہاں ایک افسر فوج پیدل کی نصف کمپنی کو مرتب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر پیچھے سے بہگوڑوں کا سیلاب اور طوفان بے تمیزی جسکی تندی میں بہاری سیلاب کیطرح لحظہ بلحظہ اضافہ ہوتا رہا۔ ایسی تیزی سے پیہم بڑہا چلا آ رہا تھا کہ اوسکے لگاتار تصادم کیوجہ سے افسر مذکور کی تمام کوششیں بیکار تھیں۔

"لاریسا کے قریب سرک دریاے سالموریا (پینی اس) کے ایک پل پر سے گذرتی ہے۔ یہاں گاڑیوں۔ توپوں۔ گہوڑوں۔ اور آدمیوں

کا ایسا الجھاؤ پڑا ہوا تھا کہ گھنٹوں تک اوسپر سے گذرنا ناممکن رہا جب میں لاریسا میں داخل ہوا تو بازاروں اور چوکوں میں عجیب ہڑبونگ دیکھی۔ توپخانہ پیدل فوج۔ فوج سواراں۔ الغرض ہر قسم کے سپاہیوں کی ٹولیاں بلا اوسان و بے سکت زمین پر لیٹی ہوئی تھیں اور بگلوں کی آوازوں یا زبانی احکام کو جو صفوں میں مرتب ہو جانے کے لیے دیے جا رہے تھے۔ گوزشتر کے برابر سمجھ رہی تھیں نظام و آئین کا خاتمہ بالخیر ہو چکا تھا۔ شہریوں نے رات کے ۲ بجے مراجعت کی خبر سنی۔ اور اونہوں نے بھی اوسیوقت انگرکھنگر لیکر راہ فرار اختیار کی جس سے بھیڑ کی مجنونانہ وحشت اور طوفان بے تمیزی کے عناصر میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور اس سیلاب عظیم نے متلاطم سمندر کی پرآشوب امواج بلاخیز کیطرح اندرون ملک کیطرف رخ کر لیا۔ لاریسا سے بجانب جنوب کئی رقت انگیز واقعات مشاہدہ کیے جا سکتے تھے خوفزدہ باشندے اندھا دھند دوڑے جاتے فوج کے منتشر دستوں سے مل رہے تھے۔ مائیں سونے چاندی کے برتنوں اور زیورات کو جنہیں وہ گھروں سے اٹھا کر ساتھ لائی تھیں ناکارآمد اور ناچیز بوجھ سمجھکر راستہ میں پھینک اپنے خوردسال بچوں کو اٹھائے چلی جا رہی تھیں۔ باشندوں کا بلا مبالغہ سب مال و متاع ضایع ہو گیا۔ قصبہ مسمانلی کے غضب آلود اور بھڑکے ہوئے باشندوں نے چند بھگوڑے یونانی افسروں کو گرفتار کر کے اونہیں گولیوں سے اڑا دینے کا عزم کیا۔ اجنبی نامہ نگاروں نے مداخلت کر کے اونکی جانیں تو بچا دیں۔ مگر رہائی نہ دلا سکے۔ باشندوں نے اونہیں ایک دباغ کی جھونپڑی میں بند کر کے مقفل کر دیا کئی میلوں کی مسافت طے کر لینے کے بعد بھی "ترک سر پر آپہونچے" کی آواز ہیبت و خوف اور دہشت پھیلا دینے کو کفایت کر جاتی تھی۔ یہہ احمقانہ بھاگڑ جو ایک وہمی تعاقب کنندہ کے خوف سے پڑی ہوئی تھی ترکوں کے حق میں بلاشبہ نہایت مفید تھی۔ انکے سامنے ایک ایسی فوج تھی جو زیادہ تر ملیشیا کے آدمیوں سے مرکب تھی۔ اور ابھی حال میں اوسکی جمعیت تعداد مطلوبہ تک بڑہائی گئی تھی۔ اور جسکے افسر اپنے آدمیوں پر ناکافی اقتدار رکھتے تھے اور جسکے سپاہی غیر مکتفی تعلیم و تربیت یافتہ تھے۔ ایسی بے ربط اور بے نظام فوج میں نامسعود حوادثات کے ظہور پر افسروں اور سپاہیوں دونو کا حواس باختہ ہو جانا لازمی امر تھا۔ یونانی فوج کی قوت مدافعانہ پہلے ہی کچھ ایسی زبردست نہ تھی۔ متذکرہ صدر متوحشانہ مراجعت بجانب لاریسا۔ سپاہیوں کو اپنے اپنے افسروں پر اعتماد نہ رہجانے۔ اور خود افسروں میں پولیٹیکل اغراض متضاد کی بدولت رنجش پیدا ہو جانیسے یہہ طاقت اور بھی کمزور ہو گئی اور یونانی فوج آیندہ کارآمد ہو سکنے کے قابل نہ رہ گئی۔ صرف فوج ہی نہیں بلکہ مجاہدین کے حوصلے اور امنگیں بھی طبعی طور پر اپنی پہلی مساعی اور ناکامیوں کے بعد بالکل پست ہو گئیں"

سر ایشمیڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کے فصل ہفتم و ہشتم میں محاربہ پر ایک سرسری نظر اور محاربہ کے دوسرے دور کے عنوان سے فتح و قبضہ لاریسا تک کے مفصل حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہیں

محاربہ پر ایک سرسری نظر میری رائے میں محاربہ روم و یونان کی عام نظر ثانی کے لیے یہ موقعہ مناسب ہوگا جزئیات اور تفصیلی حالات عام معلوم ہیں محاربہ کے جن معرکوں کو مینے بچشم خود نہیں دیکھا۔ اونکے حالات یونانی و ترکی دونو افواج کے ہمرکاب چشمدید مشاہدوں کے تحریر کردہ بیانات سے نہایت احتیاط اور ضرور فکر کے ساتھ اخذ کئے گئے ہیں۔ اس کام کے لیے وافر مصالح و مواد موجود ہے۔ یہہ درست ہے

لاکھ شکستوں میں یقین کی طبعی تحریص تضاد المسالک والاسلوب ہونکی وجہ سے بہت ہی مختلف پایا جاتی ہے۔ تاہم اونسی صداقت کو اخذ کرلینا مشکل امر نہیں ہے

۱۴ مارچ کو نتیجہ عمل ہی یہ واضح ہوگیا تھا کہ یونانی گورنمنٹ ترکی کو لڑائی پر اکسانیکا عزم بالجزم کرچکی ہے اسکے کریٹ میں کرنل سوسر

لہ نہیں بلکہ دوری کی وجہ سے ہفتہ میں ہی یہ امر واضح ہوگیا تھا کہ ترکی ابھی اس قدر مالی بحران میں تھا کہ اس نے تنہا جو ہنس پورا ہوا اور یونانی فوجوں کو ایشیا سے ایسا سبق ملا۔ جو اوسوقت کی عملی آزادی کی بادجود سالہا سال تک فراموش ہوگا۔ اوسوقت کی پولیٹیکل حالت کی نسبت جو عام رائے تھی اسکا اندازہ ناظرین کو مندرجہ ذیل سطروں سے ہوجائیگا جو ۱۵ فروری ۱۸۹۷ء کے ویکلی پریس سے نقل کیے جاتے ہیں "یونان اور دعالی پوسیٹو

خوب سنسنی پیدا کرنے میں پولیٹیکل مطلع بہت تاریک ہورہا ہے۔ اور تاریکی ایسی اچانک نمودار ہوئی ہے کہ یورپ کے مفصل حالا معلوم ہوتے ہیں اسکو اسکے اسباب و بواعث کا دریافت کرنا مشکل امر ہے۔ ہم جہانتک قیاس کام کرسکتا ہے۔ اس نوطوفان کی تہ میں ہی قضیہ مصر کا مسئلہ یہاں نظر آتا ہے جنوب کو بغیر فرانس جزیرہ مصر کو لکھتا ہے کہ تباہ رست مصارف جنگ سوڈان کیلئے انگلستان سے قرض نہیں لے سکتے۔ دو تین روز بعد روس فرانس سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اور چند دن بعد تاریں آنی شروع ہوجاتی ہیں کہ کریٹ میں بدامنی شروع ہوگئی ہے۔ ۲۴ اکتوبر ۹۶ء کو اخبارات میں ان عبارات سلطانی کا ذکر کرکے جو باشندگان کریٹ کو عطا کیگئی تھیں۔ ناظرین کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ جزیرہ مذکورہ میں اب پورا امن و امان ہوگیا ہے اور ساتھ ہی عیسائی سلطنتوں کی سابقہ چالوں کو مدنظر رکھکر دعا مانگی تھی کہ خدا کرے عیسائی دول اس امن کو برقرار رہنے دیں" افسوس جو اندیشہ اس عبارت میں ظاہر کیا گیا تھا وہ درست ثابت ہوا کہ حکام باغیان کریٹ جنہوں نے فرمان شاہی کے وصول ہونے پر اطاعت و وفاداری کی قسمیں اٹھائی تھیں چاہیئے بھی بخیر نہ بیٹھے تھے۔ اور کل عہد و پیمان کو چٹ کرکے منشار خود یا (عیسائی اغلب قیاس ہوسکتا ہے) کسی اجنبی طاقت یا طاقتوں کی انعام ہی پر بیساختہ مسکت مظاہرت کو دکھانے پر کمربستہ ہوگئے۔ شروع فروری سے اس نائرہ فساد کی مشتعل ہونیکی متعلق آگ کی خبریں پہنچنے لگیں۔ چنانچہ بتایا گیا کہ مسلمان زیادہ قتل کیے گئے۔ اور عیسائیوں نے اکثر دوروں ناکوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ اسکے بعد مسلمانوں کا ترکی پر تاخت کی جواب دینا۔ اور عیسائیوں کا دو اجنبی جہازوں کو بھاگنا شروع ہوتا ہے۔ اور ۶ فروری کو یونان کی بحریہ نے آپنے سیوہ معاملہ ایک مہیب شکل اختیار کرلیتا ہے۔

کریٹ کے پچھلے فسادیں زار روس کا سلطان المعظم کو باغیوں کی سرکوبی نہ کرنے دینا۔ بلکہ ان سے اہالی کریٹ کو منہ مانگی رعائتیں دلا دینا۔ مسٹر گرزن نائب وزیر خارجہ انگلستان کا پارلیمنٹ میں موجود فسادوں کا مبتدی عیسائیوں کو تسلیم کرنا اور سب سے بڑھ کر شاہ یونان کا جو انگلستان کی شاہی خاندان کی نسبت جرمنی روس اور ڈنمارک کے شاہی خاندانوں کا اپنی ذات یا بیوی دہبو کی تعلق سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ کریٹ پر جنگی جہازات اور سرحد ترکی پر فوج بھیجدینا۔ یہ کل ایسے امور ہیں۔ جو بظاہر اس قیاس کے منافی ہیں۔ کہ موجودہ فساد کا باعث بھی مسئلہ مصر کا کمبخت قضیہ ہے۔ اسکا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انگلستان کو اس فسادیں کوئی دخل نہیں۔

مگر جن لوگوں نے کم از کم مسئلہ آرمینیا کو شروع ہوئے ابھی وقت ہی سے انگریزی پالیسی پر بنظر تعمق غور کیا ہوگا۔ وہ مصارف جنگ سوڈان کی پردہ میں مسئلہ مصر کی چھڑتے ہی کریٹ میں فساد ہوجانیکو بسطح انگریزی پولیٹیکل شاطروں کا ہتھکنڈا سمجھ لینگے جسطرح دو اور دو کو چار سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہم کئی دفعہ ظاہر کرچکے ہیں۔ اور ابتک کسی واقعہ سے ہماری رائے میں تغیر پیدا نہیں ہوسکا۔ کہ روس نے بطرالعظم کی وصیت کا اس حصہ کی تعمیل کو جو قسطنطنیہ کو متعلق ہے وصیت کے دوسرے حصہ کی تکمیل تک ملتوی کردینا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھا ہے اور اسکے ساتھ ہی اسکو یقین واثق ہوگیا ہے کہ خرالذکر دعا کے حصول کیلئے سلطنت عثمانیہ کا قیام اور موقوفہ لوازمات سے ہو۔ اسلیئے برخلاف سابق جبکہ وہ خود سلطنت عثمانیہ میں فتاویں کرایا کرتا تھا۔ اب اسکی پالیسی یہ ہوگئی ہے کہ ٹرکی کی طاقت کو ایسے خرخشوں میں صرف ہونیسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ اور اسی پالیسی کو مدنظر رکھکر اسنے سلطان المعظم سے رفع فساد کیلئے عیسائی باغیوں کو چند ایسی رعائتیں دلوادی تھیں۔ جنسے سلطانی حقوق میں بھی کوئی فرق نہ آسکے اور باغی بھی خوش ہوجائیں۔ اسکا اس مشورہ سے یہ نتیجہ نکلتا کہ اسے باغیان کریٹ سے کوئی خاص ہمدردی تھی بالکل غلط ہے۔ انجملہ اگر کوئی چاہے تو یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ آرمینیا کا فساد برابر دو برس جاری رہا اور گورنمنٹ ڈنمارک کو اسکے فرو کرنے میں بہت کچھ فوجی طاقت اور زر صرف کرنا پڑا۔ کریٹ کیطرح وہاں بھی روس کیوں صفائی نہ کرادی اسکا جواب بہت سہل ہے روس جانتا تھا کہ آرمینیا کا معاملہ ایسا نہیں ہے جو سمندر سے بہت دور اور سلطانی ممالک محروسہ کے اندرونی حصہ میں واقع ہے جہاں سوا لوکل میرے ملک کے باغیوں کو مجاہدین۔ اسلحہ جب یا روپیہ سے چنداں مدد نہ دے سکتا۔ اور نہیں پہونچ سکتی۔ اسصورت میں

کو فوج بھیجنے کی تیاری کر رہا تھا اور ۱۸۲۱ء کے اوائل میں اس نے اپنی فوج جمع کرنی شروع کی۔ اس کی مقدونی آرمی کی فوج جمع کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کی فوج کی جمعیت پورے ڈویژن تک بڑھ گئی۔ اور بالاخر اپریل کو خیر تک ثانی سرحد کو قسطنطنیہ الاصونا اور اوسکے اردگرد ادھم پاشا کو زیر کمان

قدیم صفحہ گذشتہ ابغاوت کو بھی زیادہ عرصہ تک نہیں ہوا تھا اور اسکو بزور شمشیر بیخ کنی کیلئے فوج کر دینا ہی بڑی کفایت شعاری۔ دانشمندی اور مصلحت کے برخلاف اسکے کریٹ میں مالک جنیسی باغیوں کی مدد کیلئے آدمی اور سامان حرب بکثرت داخل ہو سکتا ہے۔ اور وہاں باعالی کو بزور شمشیر بغاوت فرو کرنے میں وہی مشکلات اور دقتیں پیش آتیں جو کریٹ میں۔ جزیرہ کیوں کا باغیوں کی سرکوبی میں اسپانیہ کو پیش آرہی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر وہ اعلیحضرت کو کریٹ کی مفسدہ کو فوجی طاقت سے فرو کرنیکا مشورہ دیتا تو اس سے بڑکر مخالفین سلطنت عثمانیہ کیلئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

دوسری وجہ بھی ہمارے قیاس کو محال نہیں کر سکتی۔ مسٹر کرزن کو عیسائیان کریٹ کو مبتدی تسلیم کرنے سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اس ابتدا کی تحریک انگلستان نے نہیں کی۔ بلکہ ممکن تو یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی سازش کو چھپانیکی لیے وزارت انگلشیہ نے باغیوں کی نسبت یہ فقرہ استعمال مناسب سمجھا ہو۔ تاکہ دنیا کو یقین ہو جائے۔ کہ جب انگلستان والی کریٹ کو ملزم تصور کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اسکو اس مفسدہ کے برپا ہونیمیں کوئی دخل نہیں

تیسری وجہ کی تردید سے پہلے شاہ یونان کی قرابت اور یونان کی فوجی طاقت و مختصر تاریخ بتا دینا ضروری ہے۔ وہ پرنس آف ویلز کا شاہ ڈنمارک کا بیٹا اور زار روس کا ماموں ہے اسکی بیوی زار روس کی رشتہ میں پھوپھی ہے اور اور اسکے ولیعہد کی بیوی قیصر جرمن کی ہمشیرہ ہے یونان تین صدیوں تک ترکیہ کی جمہوری ریاست کے ماتحت رہنے کے بعد پندرہویں صدی کی وسط میں مقبوضات عثمانیہ میں داخل ہوا اول اول ۱۴۶۰ء میں اور دوبارہ ۱۴۶۹ء میں عیسائیان یونان نے آزاد ہونے کیلئے بغاوت کی اور آخری بغاوت میں جو ۱۸۲۱ء سے شروع ہو کر ۱۸۲۹ء میں ختم ہوئی۔ روس فرانس اور انگلستان کی مدد سے یونان آزاد ہو گیا۔ اور ۱۸۳۲ء میں ایک علیحدہ ریاست بنا دیا گیا۔ ۱۸۶۳ء میں جسنے بادشاہ کو جسنے ۲۹ برس حکومت کی تہی خالی کر کے ڈنمارک ۱۸۶۳ء میں شاہ حال کے والد کو جو شاہ ڈنمارک کے یونان کا بادشاہ بنایا۔ جسنے اپنی بگھی اپنے دوسرے بیٹے جارج (شاہ حال) کو یونان کا تخت سونپ دیا۔ اسکو خزانہ یونان سے الاکھ ۲۵ ہزار فرنیک صرف خاص کیلئے ملتے ہیں۔ اور فرانس اور روس اور انگلستان کیطرف سے بھی چار چار ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔ یونانیوں کو حسب تقاضا فطرت انسانی آزاد ہونے کیوقت سے ہی اپنی ریاست کی توسیع کی خواہش ہے چنانچہ جنگ روم و روس کے بعد ۱۸۷۸ء میں جبکہ روس نے ابھی حد بدیالیسی اختیار نہیں کی تھی۔ ورنہ انگلستان اور فرانس کیساتھ کبھی شامل نہ ہوتا) دول عظام نے جنکا سرغنہ ہمعاملہ میں انگلستان بنا تھا۔ یونان کو تھسلی کا تقریباً کل صوبہ اپیرس کا کچھ حصہ ٹرکی سے جبراً دلوا دیا۔ اس سے یونان کی حرص طمع میں اور زیادتی ہو گئی اور ۱۸۸۶ء میں جب صوبہ مشرقی رومیلیا بغاوت کر کے بلگیریا سے ملحق ہو گیا تو یونان کو توسیع حدود کا پھر خبط سوجھا۔ اور ٹرکی کو بلگیریا کے معاملات میں مصروف اور پہلے جیسا ہی کمزور تصور کر کے حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور یورپ بھی چپکا بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ مگر جب باعالی نے پندرہ دن کے اندر تقریباً ۱۵ لاکھ فوج سرحد یونان پر جمع کر دی۔ اور اسنے تھوڑی ہی دیر میں یونانی فوج کو اس حصہ کا جو سرحد سے عبور کر آیا تھا قلع قمع کر دیا۔ تو یورپ اور یونان کی آنکھیں کھلگئیں اور دول عظام نے بیچ بچاؤ کر کے باہم مصالحت کرا دی اس وجہ سے اب کے یونان کو پھر بر سر فضا

تخمیناً پچاس ہزار ترکی فوج جمع ہوگئی۔ مارشل نے اس موقعہ کو بہت کو ارزاں کیلئے پسند کرنیمیں بڑی عقلمندی ظاہر کی کیونکہ وہ اس زاویہ کے اندر جو سلسلہ کوہ پنڈس کی پیچارگی جنوب کو ختم کہا جاسکتا ہے بڑی راہ واقع ہوا اور خواہ یونانی سٹرک شرقی حصہ سے مقدونیہ پر حملہ کرتے یا مغربی حصہ سے دونوں صورتوں میں بقیہ جانیہ صفحہ کو شتے ہوئی جرات بڑی چنانچہ جب ان لوگوں نے جنہوں نے اپنی ذاتی اغراض کو پورا کرنیکو لئے ورمینیوں سے محسن کشی اور نمکحرامی شروع کرائی تھی یہ ظاہر کرایا کہ اس شورش سے مطلب برآری نہیں ہوئی ۱۸۹۶ء کا اول میں کریٹ کے عیسائیوں سے پھر بغاوت کرادی کہ جو کئی مہینہ رہی۔ تو یونان کی گورنمنٹ (کو رعایا اور فوج میں سے بہتیرا حوصلہ شکن باغیوں کے ساتھ جو یونانی الاصل الذہب ہیں علیم خود بالکل خاموش بلکہ پنہاں طور سے مجاہدین کی روانگی کو درکنار ساتھ دیتی رہی مگر اب فساد شروع ہوتے ہی گورنمنٹ یونان کا بایں ہمہ اسلامی حکمی تفصیل ہم آگے کرینگے جزیرہ کریٹ کو جہاز اور توپ اور سپاہ بھیجنا جنہوں نے وہاں پہنچکر بمطالعت اصول کی حکم کی سلامتی تارنے سے بہتیرا بچنا چاہا۔ مگر بچ سکے اور علانیہ کہدیا کہ ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اگر تعجب خیز ہے تو ساتھ ہی تعجب انگیز بھی ہے کہ یونان اپنی تنگ ظرفی کیوجہ سے آخر اس شخص کو دام تزویر میں گرفتار ہوگیا ہے۔ جو عرصہ سے دوسری سلطنتوں کو کئی دفعہ منہ کی کھا چکا ہے اور جو سلطنت عثمانیہ کو برخلاف اسکے کوشش کر رہا ہے اور جو اب تک باوجودیکہ ممالک عثمانیہ کو تمام اندرونی صوبوں میں کامل امن ہوگیا ہے۔ اور سلطان نے خود بخود ضروری اصلاحات نافذ کردی ہیں نئی نئی سودے کی شورشیں بس نہیں کرتا۔ انگریزی پالیسی اور ڈپلومیسی کا جادو ایسا زبردست ہوا ہے اور ہمیشہ کی آنکھوں کی طرح ایسا جذبہ تعصب سے کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور سلطنتوں تک میں سیطرح چھا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جزوی معاملات میں انگریزی پولیٹیکل ایجنٹ کا تجاویز اور انگریزی کونسل کی طرف رجوع کئے بغیر کچھ نہیں کرسکتے ہیں جو اس سے دوست ہو یا اس سے اپنا پہلو بچا رہے۔ سلطنت انگریزوں پر جبکا بادشاہ پہلے ہی سے انگلستان کو شاہنشاہ ہند کا قرابت دار اور خزانہ انگلشیہ کا ذلیفہ خوار ہوسکا جادو چلگیا ہو اور وہ علم اور لالچ میں آکر انگریزی پالیسی کا آلہ بنگیا ہو تو کوئی عجب بات نہیں۔ مگر یہ گمراہ آلہ اس پالیسی کو اس سے زیادہ کام نہیں دیسکتا۔ کہ یورپ کی توجہ کو کچھ عرصہ کیلئے مصر کیطرف سے منعطف کردے۔

یونان کے پاس کل پانچ چھوٹے چھوٹے آہن پوش جہاز ہیں جنمیں دو حفاظت ساحل کا کام دیتے ہیں اور تین کروزر قسم کے ہیں مثل شب (بحری جنگ کیونالاجان) کوئی نہیں تین وزن میں تقریباً پانچ پانچ ہزار ٹن ہیں اور دو بہت ہی پرانے ہیں اپنے دو ہزار اور دو ہزار ٹن ہیں تارپیڈو کشتیوں کی تعداد ستروہ جنمیں ۶ درجہ اول کی اور گیارہ درجہ سوم کی ہیں۔ بری فوج کی تعداد بحالت امن ۲۸۷۰۰ آدمی ۳۰۹ گھوڑے اور ۱۲۰ توپیں ہیں جو بحالت جنگ ایک لاکھ ہوسکتی ہے۔ بحری فوج ملاحوں اور بحری سپاہیوں کی تعداد ۳۱۶۵ ہے۔ ان اعداد سے صاف ظاہر ہے کہ یونان ترکی کے مقابلہ میں بحری طاقت میں دو سو جہاز میں کے علاوہ ۱۹ بڑے آہن پوش جہاز ہیں جنمیں سے ایک ہزار ٹن کا۔ ایک ۹ ہزار ٹن کا اور ۴ چھ ہزار چار چار سو ٹن کے ہیں) اور ۴۷ تارپیڈو کشتیاں ہیں اور جو میدان جنگ میں ایک ہفتہ کو اندر دس لاکھ فوج لاسکتی ہے سمندر یا خشکی میں ایک گھنٹہ بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ اسلئے بالجملہ اپنے یونان کی شورشہ ہی سو متردد ہوئی بجائے دول یورپ کو یہ کہدینا مناسب سمجھا ہے کہ تم اس ہیوقوف کو جسے ایک خاص صاحب کیطرف سے تمہاری توجہ ہٹانے کیلئے کھڑا کیا گیا ہے۔ راہ راست پر لانیکی کوشش کرو۔ گورنمنٹ عثمانیہ کو اس اطمینان سے اسکے ہواخواہوں کو بھی مطمئن رہنا چاہیئے کہ کریٹ اور یونان کا فساد بالطبع وجوہ زیادہ طول کھینچنے نہیں پائیگا۔ اور جسطرح یونانی بیڑہ کو آخر اپنی بے بضاعتی محسوس ہوئی اور انگلستان کی حکام سے یہ دھمکی ملنیپر کہ اگر اسنے عثمانیہ علمی سلامی نہ اتاری تو کیپ کے ناقابل فتح قلعہ کو شکن توپوں کے خاکستان گولوں سے اس کو تحت الثریٰ کو پہنچا دیجائیگا۔ ترکی نشان کی سلامی اتارنی پڑی۔ اسیطرح چند دن کے بعد دیونان کو واپس آجائیگا۔ اور جرمنی فرانس اور روس جو یونان کو دلی خیرخواہ ہیں اسکو وہ طے

اونکی پیشقدمی کو وہاں سے بآسانی روکا جا سکتا تہا۔ مزید براں تھسلی و مقدونیہ کی شاہ راہ پر درہ ملونا کے قریب واقع ہونے کی وجہہ سے وہاں سے جارحانہ پیشقدمی بھی بلا تردد ہو سکتی تھی۔ یونانی لاریسا اور تریکالا میں اور نیز سرحد اپائرس پر بمقام آرٹا اپنی فوجیں جمع کرتے رہے۔ محاربہ کے لیئے سب سے زیادہ تحریک ایک زبردست اور وسیع الاثر خفیہ انجمن موسوم اتھینکی ہٹیاریا (قومی انجمن) سے ملی تھی۔ یہہ انجمن گویا حکومت کے اندر ایک اور حکومت تھی۔ اور ایک وقت یونانی پالٹیکس اور سیاست کی عنان تقریباً محض اوسی کے ہاتھ میں تھی۔ اُسکے ارکان میں یونانی پارلیمنٹ کے بے شمار ممبر اور یونانی فوج کے کثیر التعداد افسر شامل تھے۔ محاربہ سے ماقبل کی ۳ ماہی میں وہ باضابطہ گورنمنٹ سے زیادہ طاقتور تھی۔ اُسکے خفیہ احکام کی تعمیل سے انحراف کرنیکا کسیکو یارا نہ تھا۔ اُس یورش کنندہ جماعت کو جسکے گریونیا پر حملہ کرنے سے ہی آتش حرب مشتعل ہوئی تھی۔ اسی خوفناک انجمن نے مسلح۔ تیار اور ترکی علاقہ میں بھیجا تھا۔

اتھینکی ہٹیاریا یہہ اتھینکی ہٹیاریا بلاشبہ نہایت ہی خوفناک اور اشد شرارت انگیز جماعت تھی۔ اس خفیہ انجمن میں یونان کے تقریباً نصف نوجوان شامل تھے۔ اور اسکے سرغنے اور محرک نہایت ہی حریص شہرت و طامع اور ساتھ ہی تقریباً بالکل غیر ذمہ وار تہے۔ یعنے بظاہر انصرام مہام سلطنت سے کسیطرحکا باضابطہ تعلق نہ ہونے کی وجہہ سے ہر طرح کی مسئولیت اور نیک و بد کی جوابدہی سے آزاد تھے۔ اس انجمن کے دباؤ کیوجہہ سے شاہ اور شاہی خاندان کو کریٹی سازش میں مجبوراً شریک ہونا پڑا اور اُس خوفناک تحریک کا مقدم بننا پڑا جسکو وہ قابو میں نہ رکھ سکتے تھے۔ انجمن نے حکم صادر کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ } ہلاکت میں غرقاب ہونے سے بچالینگے۔ اور انہی کی کوششوں سے باغیان کریٹ بہی تھوڑے عرصہ کے بعد فتنہ و فساد سے باز آجائینگے۔ ظن غالب ہے کہ اس قضیہ سے فارغ ہوتے ہی دول یورپ اصل مادہ فساد یعنے قبضہ مصر کا جو یورپ کے امن و امان کو ہر وقت خطرہ میں ڈالنے کا موجب بن رہا ہے ضرور قطعی تصفیہ کرکے یا تو انگریزونکے مستقل قبضہ کی ضرورت کو تسلیم کرلینگی۔ اور یا اُن کو صلح و نرمی یا سختی دہاؤ سے مصر کو چہوڑنے پر مجبور کرینگی۔

بہر حال اس معاملہ کا دوسرا رخ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے (گو اس امکان کے ظہور پذیر ہونے کی بظاہر کوئی توقع نہیں) یونان کو ایسی زبردست تحریک و ترغیب دی گئی ہو کہ وہ اپنے سودائے خام سے باز نہ آئے۔ اسصورت میں ٹرکی کو جو جنگ کیواسطے بھی ویسی طیار ہے۔ جیسی کہ نرمی اور آشتی سے معاملہ کو سلجہانے کے لیئے یونان کی سرکوبی کرنے پڑے گی۔ اور جب ایک دفعہ نائرہ حرب مشتعل ہوگیا۔ تو تمام یورپ میں جو اسوقت خشک بارود کا میگزین بنا ہوا ہے۔ چاروں طرف سے آگ لگ جائیگی۔ جو بتدریج کل دنیا میں پھیلکر کئی تختوں کو نیست و نابود۔ اکثر تاجداروں کو بے تاج۔ اور خدا کی ہری کھیتی کو خاک سیاہ کردیگی۔ واللہ عاصمنا من کل البلیات

فے الفور کریٹ میں اسلحہ و منسدین بھیجے گئے۔ اوسکا دوسرا فرمان صادر ہوا۔ اور شاہ کو اوسیوفنک سرنیل دا سوس الولد کی فوج کریٹ میں بھیجدینی پڑی۔ تیسرا حکم جاری ہوا۔ اور گورنمنٹ نے یہ جانچوں پچاس سرحد تھسلی پر فوج کی جمعیت کثیر جمع کرنی شروع کردی۔ بیرونی دنیا کو اوسوقت اس بات کا بہت کم علم تھا کہ یہ اتھینکی ہٹیا یا برائی اور بدی کو لیے کیسی زبردست طاقت رکھتی ہے ایشیا کوچک اور مصر کی یونانی آبادی کو بھی جہاد پر آمادہ کرنے کو لیے اتھینکی ہٹیا یا نے بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کوشش کی۔ اوسنے سلطان المعظم کی نو عمر یونانی رعایا میں سے ہزاروں کو اپنا مرید بنالیا اور قسطنطنیہ۔ سمرنا اور اسکندریہ سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں یونانی لونڈے اور نوجوان جہاد میں شریک ہونے کو لیے یونان کو چلے گئے۔ ترکی حکام نے ان مشتاق جہاد ہتھی معنوں کو روکنے کی چنداں کوشش نہ کی۔ گمان غالب ترکی حکام نے یہ جانا کہ ملک میں پھر واپس آنے پر ان یونانی مجاہدین کو قدر عافیت معلوم ہو جائیگی البتہ مقدونیہ کی یونانی آبادی میں جو اپنے حکمرانوں کی سیدھے ناخوش یا سودائی غزا و جہاد میں مبتلا نہ تھی۔ اس انجمن اور نیز یونانی گورنمنٹ کی کوششیں بارور نہ ہوئیں۔ ایپرس کی یونانی آبادی میں ہلچل تو بہت پڑی لیکن عملی نتیجہ بہت تھوڑا نکلا۔

جل جوں محاربہ میں یونانی شکست یاب ہوگئے اتھینکی ہٹیا یا کی طاقت گھٹتی گئی۔ اور یہ ثابت ہوگیا کہ اوسکی پالیسی ملک کو حق میں نہایت ہی تباہی بخش تھی۔ بالآخر اتھینکی ہٹیا یا ایسی دلیل بے حقیقت ہوگئی۔ اور اپنے معراج شوکت سے ایسی گری کہ مئی کی خیر میں ایم الیوڈ بدوزیر عظم نے اوسکے تمام کاغذات ضبط کرلیے۔ اور اوسکی کارکنوں پر فوجداری مقدمات دایر کردینے کی دھمکی دی۔ اس برمحل اور مناسب دلیرانہ کاروائی کے بعد اتھینکی ہٹیا یا کا پھر بہت ہی کم ذکر سنا گیا ہے۔

نازک وقت یہ صاف ظاہر تھا کہ جب مارچ کی اخیر میں برف پگھل جائیگا اور دریا اور سڑکیں صاف ہوجائینگی۔ تو وہ وقت دونوں ملکوں کے تعلقات کے حق میں نہایت نازک ہوگا۔ چنانچہ دونوں طرف فوجوں کی جمعیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور کشیدگی خوب تیز ہوگئی تھی۔

سرحد کا طول جسکی برابر برابر دونوں فوجیں بالمقابل پڑی تھیں دو میل سے اوپر تھا۔ یہ مشرق کیطرف سرحدی قصبہ پلاٹانا سونا کے قریب سے جو مجمع البحرائر سے شروع ہوکر جانب مغرب بحیرہ اڈریاٹک یعنے آرٹا اور پریویسا تک پھیلی ہوئی تھی۔ تمام سرحدی علاقہ کا حصہ کثیر نہایت کوہستانی اور بحیرا ہوا تھا۔ صوبہ تھسلی کی تقریباً کل سرحد پہاڑوں کی کراڑوں کے برابر برابر چلی گئی تھی۔ اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ترکی و یونانی گڑھیاں ایکدوسرے کے بالمقابل موجود تھیں۔ سرحد ایپرس کا جنوبی حصہ کے محاذ آرٹا کے قریب یونانی علاقہ نسبتاً ہموار اور کھلا تھا۔ ترکوں کی طرف دو بڑے مرکز مقدونیا اور تھسلی کے لیے الاصونا اور ایپرس کے لیے یانینا تھے۔ یونانیوں کیطرف محاربہ کے شروع میں عالالترتیب بھسیلی کے لیے (لاریسا اور (ایپرس کیلئے ایلیمنڈ کو اور تیسرے

کاظم پاشا گمرتر کی فوج کا تحقیقی قاعدۃ الجیش اور اسا سر حرکات عسکریہ سالونیکا جہاں آپ مقیم ۱۹۰۹ء کے اخیر میں قسطنطنیہ سے ریلوے موصلت کا سلسلہ مکمل ہوا تھا۔ یہاں کل فوجی نظم و نسق۔ اور فوجوں۔ اور مہمات و ذخایر وغیرہ کو آگے بھیجنے کا کام ایک نہایت ہی قابل اور ہوشیار افسر کاظم پاشا کے ہاتھ میں تھا۔ اوسی ملکی گورنر رضا پاشا

والی سالونیکا سے بھی قابل تعریف امداد ملتی رہی۔ اس قابل افسر کی کارگذاری کا نتیجہ یہہ ہوا کہ تقریباً دو لاکھ فوج مع تمام ضروری سامان حرب و رسد کسیطرح کی توقف یا رکاوٹ کے بغیر اور حیرت انگیز صفائی اور درستی و باترتیبی کے ساتھ عین اوقات مقررہ پر حدود کو پہونچگئی۔ کاظم پاشا اس حسن انتظام اور کامیابی کے لیئے اعلے ترین تعریف و ثنا کا مستحق ہے۔ سالونیکا مناسطر ریلوے لاین کا سٹیشن قرہ فیریا جو سالونیکا سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ فوجی نقل و حرکت کیلئے انتہائی سٹیشن تھا۔ وہاں سے بذریعہ سڑک باربرداری شروع ہوتی تھی۔ اور ہر ایک چیز بارکش جانوروں یا بیڈول سی گاڑیوں اور چھکڑوں پر الاصونا جو اسی میل کے فاصلہ پر تھا پہونچائی جاتی تھی۔ مگر پھر بھی اصل قاعدۃ الجیش سالونیکا ہی تھا۔ اگر ترکوں نے بحری طاقت کو کمزور نہ ہوجانے دیا ہوتا اور سمندر کے رستہ فوج و سامان بھیجتے تو ریل اور خشکی کے رستہ کی نسبت اونکا نصف سے بھی کم وقت اور روپیہ صرف ہوتا۔

یونانیوں کیطرف واقعی قاعدۃ الجیش وولو تھا۔ یہہ بارونق بندر جو اتھنز سے ۲۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے ۳۸ میل لنبی لاین کے ذریعہ لاریسا سے اور اسی میل لنبی لاین کے ذریعہ فرسالوس۔ تریکالا اور کالاباکا سے ملا ہوا ہے۔ دونو لاین ولسٹینو میں ملتی ہیں۔ وہ وولو سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس اتصال کیوجہہ سے جیسا کہ محاربہ میں ثابت ہوگیا۔ جنگی لحاظ سے نہایت اہم مقام ہے۔ بحری غلبہ کیوجہہ سے یونانی بآسانی و سرعت اپنی فوجیں جمع کرسکے۔ اونکی تمام افواج سمندر کے رستہ پائرس سے وولو بھیجی گئیں۔ اور وہاں سے ریل پر تھسلی کے اندرونی مقامات کو گئیں۔ اتھنز سے سرحد کو جو خشکی کا راستہ جاتا ہے۔ وہ طویل ہونے کے علاوہ ناقص بھی بہت ہے۔ اگر سمندری رستہ کھلا نہ ہوتا تو یونانی بمشکل فوجیں فراہم کرسکتے۔ اس سے آسٹریا کی تجویز کی جو اوسنے مارچ ۱۸۹۷ء میں وولو اور پائرس کے بحری محاصرہ کے لیئے پیش کی تھی۔ کمال معقولیت بالبداہت واضح ہورہی ہے اس محاصرہ سے یونانی اجتماع افواج سے بالکل معذور ہوجاتے اور بالفاظ دیگر کوئی محاربہ ظہور میں نہ آتا۔ اور اس سے بڑھکر یونان کے حق میں کوئی سچی ہمدردی اور مہربانی نہیں ہوسکتی تھی۔ بنابرین رڈیکل فریق اور حامیان یونان کی اوس خفیف سی تحریک کے خوف سے جو انگلستان میں برپا ہوگئی تھی۔ انگریزی گورنمنٹ کا محاصرہ کی شرکت کو منظور نکرنا نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔

دونو افواج کی جمعیت افتتاح محاربہ پر تھسلی اور اپائرس کی سرحد پر تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار عثمانیہ اور نوے ہزار یونانی فوج جمع تھی۔ تمام عثمانیہ فوج کا سپہ سالار ادہم پاشا تھا جسکا ہیڈکوارٹر ۲۵ اپریل تک الاصونا میں رہا۔ فوج مقیمہ اپائرس رشتہ مواصلت میں طبعی رکاوٹوں کے حائل ہونیکی وجہہ سے ایکطرح سے ادہم پاشا کی کمان سے باہر تھی۔ اوسکے اعلے کمانڈر احمد حفظی پاشا اور مصطفے تھے۔ اول الذکر کا ہیڈکوارٹر یانینا کے مشہور قدیمی قلعہ میں اور آخرالذکر کا بمقام لوروس تھا۔

لڑائی شروع ہونیکے وقت براہ راست ادہم پاشا کے زیر کمان جملہ اقسام کی نوے ہزار فوج تھی۔ جو حمدی۔ حقی۔ نشاط۔ خیری۔ ممدوح۔ اور حیدر پاشا کے ماتحت چھہ ڈویژنوں میں منقسم تھی۔ یونانی افواج مقیمہ تھسلی کا نام نہاد سپہ سالار ولیعہد تھا۔ اسکے

نزدیک معہ لوجسٹک کا کا درمیانی علاقہ تھا۔ ستر ہزار فوج تھی جس کا صدر مقام کیشریلا یسا کو شمال میں ٹرناوس اور درہ مونٹاکو درمیان میں تھا۔ اور کوہی سرحد کی پار بھی دائیں بائیں دونوں طرف زبردست دستے متعین تھے۔ مغربی علاقے کے ہیڈ کوارٹر ٹامیر کی نسل مانوس کی زیر کمان ۱۵ ہزار فوج تھی۔

باقاعدہ محاربہ ۱۷ اپریل کو شروع ہوا۔ جس تاریخ سلطان المعظم اور انکی گورنمنٹ نے بالآخر اعلان جنگ کا فیصلہ کیا تھا کئی دن پیشتر سے کل سرحد پر بیقاعدہ اور غیر متفرق لڑائی ہو رہی تھی۔ یونانی بیقاعدہ فوج نے اکثر کی علاقہ پر بالخصوص گریوینا اور نیرو کے سیکٹر فکی تسلط جمالیا تھا۔ یہ نیرو کے سیکٹر کی تین اول الذکر مقام کی طرف جو دادا کہلاتی ہے۔ یونانی باقاعدہ فوج کے پیشیاب افسر کمانڈر تھا۔ اور آخر الذکر مقام کی پوزیشن میں بیقاعدہ فوج کے سپاہی بھی شامل تھے۔ ان یونانیوں نے ۲۰ اپریل کو تمیندا دہ ہزار بیقاعدہ سپاہی کی جماعت سے ۱۰ ہزار فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ یہ حملہ

بندرہ جانیکا خطرہ محسوس ہوا تھا۔ سیف الدولہ شاہ عثمانیہ فوج کا مستعد ترین اور افسر جو ہوشیاری سے کام کرتا تھا۔ بوغازی میں کی فوجوں اور پوزیشنوں میں خفیہ سی اطلاع ملی جسپر اس نے بگارا مرتشاشن کی چوٹی کی پلٹن فوجا اسلام پاشا کی زیر کمان بھی حملہ آور دن کی شکست دیکر پسپا کر دیا اور اوداکا حصہ کشیر ڈیرہ سو سو زیادہ آدمی کٹوا کر جہاں تک انکی آنکھوں میں ہمت تھی سرپٹ دوڑتا ہوا یونانی علاقہ کو بھاگ گیا۔ حملہ کنندگان میں ۱۶ شخص طالبین جو حوالی کی پارلیمنٹ کے مشہور شوشلسٹ ممبر المکاری پاشا کی زیر کمان جنوبی البانیا کے گرم علاقہ کے رہنوالے تھے۔ ان فوجیوں کے کمزور جسم سفری اور جاڑے کی زیادہ برداشت نہ کر سکے۔ ابھی تک میں برف باری ہوئی تھی۔ انمیں سے اسی نفر بیمار ہو کر واپس لشکر سے پہلے اپنی جماعت سے جدا ہو کر بحال خستہ و تباہ کالا بالا کا ہٹ گئے۔

یونانیوں کی تعلی بازی اس تصفیہ کی خبر یا کی پہلی ہمکا فلت بخش خبر ہوا جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ مگر شروع شروع میں عملہ کنندگان جو تا تھتھرا رہا تھا کیونکہ حسب معمول خوب تعلی اور شیخی کی گئی۔ انمیں تباہ کیا کہ ایک سالم ترکی پلٹن مارا گیا ہے اور ترکی فوج کو شکست ہو گئی ہے مگر یونانیوں نے یہ نہیں بتایا کہ یونانی فوج کے دو سپاہیوں نے ڈیکطرح گھسکر انمیں سے دو جدا جدا حصوں میں کیونکر مارا ہے۔ ایک یونانی اخبار نویس نے مضحکہ خیز شیخی بگھاری کہ پانسو بھینسا کاٹا جا چکا ہے۔ ابتدا شروع ہو گئی ہے اور کامیابی کے ساتھ شروع ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ نامہ پیام رسل و رسائل مصالحت آمیز خط و کتابت شروع کر دی گئی۔ اور عمارت کی خاتمہ ہو گیا۔ اعلیٰ کی فصیل اخبار نویسوں نے بولنا شروع کر دیا جس آواز کو لازمی طور پر سب خوبکار دیکھتے مگر یہ سب روپیہ ان سرمایہ داروں کا ہے جنہوں نے اسکو قرض دیا ہے۔ اور فریب دہ تھیں چنانچہ جب تصفیہ کی اصل حقیقت و صداقت معلوم ہوئی تو جیسی اسکو موصول ہوئی پر اندازہ ہو سکتا ہے منائی گئی تھیں اور اسی نسبت سے لوگوں کی طبیعتیں بیحد گمین ہو گئیں۔ ۱۵ اپریل کے متعلق جسمیں تحریر کیا گیا تھا کہ مقدونیہ کی ہیلی پورش کی کامیابی عام اور بر زور جنگی میں مدغم ہو گیا ہے اور یہ آپس میں ہو رہی ہیں اور شکایات بالمقابل کے دفتر کھل گئے ہیں۔ انکی تیاریاں گورنمنٹ کو مطمئن کر رہی ہیں اور گورنمنٹ اسکی سراسر اہتمام ہو چکی ہے۔ انجمن مذکورہ کو یہ توقع امید تھی کہ انکی تیار کردہ جماعت کو باقاعدہ فوج سے مدد ملیگی اور اسطرح باضابطہ محاربہ جلد وقوع میں آجائیگا۔ بعض اخبارات کل کلام کو برخلاف بڑی سختی کے سر اٹھا رہے ہیں اور انکا بیان ہے کہ شاہی بار اور گورنمنٹ میں ایک دوسرے کی طرف سے بے اعتباری پھیل رہی ہے اور کہ قوم اپنی ضرورتوں کو خوب جانتی ہے۔ مگر اوسکو حکمران تنہ زیبا اور نامستقل مزاج میں وہ کوئی اوقات قایم نہیں کر سکتی۔ یہ اخبارات اخیر میں ہر کر دریافت کر رہے ہیں کہ یہ کسطرح ممکن ہے کہ یونانی فوج گھر جانے پر واپس مشتعل ہو جائیں اور یونانی فوج انکو کوئی روک نہیں سکتی۔ ابتدا کے لب لہجہ میں یہ اخبارات بادشاہانہ انداز پایا جاتا ہے مگر محاربہ کیلئے بمقتضائے شورش ملک پاسیو کی کمیٹی ہو گئی ہے۔

ایم وینیلیاس یونانی وزیر اعظم نے یورش میں باقاعدہ فوج کے افسروں یا سپاہیوں کی موجودگی سے انکار کیا۔ اور ایسکو تواتر نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ابتدا کرنے والی ترک تھی۔ برعکس ازیں عام روایت ہے کہ خود یونانی کمانڈر نے ادرنہ پاشا کو یورش کی اطلاع دیکر کہلا بھیجا تھا کہ آپ اوسکا انسداد کر لیں۔ میں اوسکو روکنے سے عاجز ہوں۔

یورش گریونا کے ساتھ ہی اور بھی کئی یورشیں یونانیوں نے ترکی قلمرو میں کیں۔ ۴ اپریل کو ڈیلی کرانیکل کی بیانات کے مطابق یونانیوں نے سب ذیل حملے کئے (اول) دریا آرٹا سے گذر کر اپائرس پر۔ اسمیں کئی ہزار یونانیوں نے یانینا کیطرف پیشقدمی کی۔ (۲) بالٹی مون پر حملہ جسکے حالات اوپر درج ہو چکے ہیں۔ (۳) ڈسکاپار جو ڑنا دوس کے بجانب شمال مغرب ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ چوتھی یورش جھیل نیزروس کے جو وادی ٹمپہ کے شمال میں واقع ہے۔ مشرقی علاقہ پر کیگئی۔ بالٹی مون والی یورش کے سوائے اور کسی یورش سے قابل ذکر نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ نہ اوسکے قابل اعتبار تفصیلی حالات معلوم ہو سکے ہیں۔

ان بیقاعدہ حملوں سے ترکی میں سخت نارضگی پھیلگئی۔ اور بابعالی نے انکے متعلق ایک باضابطہ شکایتی مراسلہ

دول عظام کو روانہ کیا۔ مگر سلطان المعظم لڑائی کرنیکو سخت ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۲ اپریل کو معاملہ رفت گذشت ہوگیا۔ اکثر یورپین اخبارات کی بدستور یہی رائے رہی کہ معاملہ بصلح طے ہوجائیگا۔ بہت تھوڑوں کا یہ خیال تھا کہ یہ تنازعہ باضابطہ محاربہ پر ختم ہوگا۔ کونٹ گولوچوسکی اون لوگوں میں شامل تھا جو آخر الذکر رائے رکھتے تھے۔ لیکن انگلستان والوں کو لڑائی کی ایسی کم توقع تھی کہ ۱۰ اپریل کو دربار سینٹ جیمس کے لیفٹیننٹ کو یہ ہدایت بھیجی گئی تھی کہ وہ سارے کے لئے کوئی نگارنہ بھیجا جائے تاہم ۱۲ اپریل کو ڈیلی گرافک کا نگارہ ہم پہنچا۔ کپ میں موجود تھا۔ اسکے بعد ہی قابل نگار مسٹر ایچ۔ اسی کیوین اپریل کو شروع میں ۱۰ ہم پہنچا کہ میدان کارزار میں پہنچا۔ کرنیہ کی یورش کی خبر سنکر مینی بلا توقف مزید میدان کارزار کو جانیکا عزم کرلیا۔ اور ۱۴ اپریل کو اپنے ملک کو روانہ ہوگیا۔

محاربہ کے تین دور

ترکی محاربہ تھسلی کیا لحاظ زمانہ اور کیا لحاظ میدان کارزار کی طبعی بناوٹ اور جغرافی حیثیت کے تین دور میں منقسم ہے۔ پہلا دور اعلان جنگ اور اون معرکوں پر مشتمل ہے جو سرحدی کراڑوں پر حد فاصل پہاڑوں کے قبضہ کیلئے ہوئے۔ یہ دور ۱۶ اپریل روز جمعہ سے شروع ہوکر جمعرات ۲۲ اپریل کو ختم ہوا۔ جبکہ تمام ترکی کالموں نے یونانیوں کو کوہستانی دروں سے نکال کر تھسلیوی میدان کو دہن پر اپنے قدم جمالئے۔

دوسرا دور یا زمانہ ماتی۔ ولیر کی لڑائیوں اور درہ ریونی کی تسخیر پر جو قبضہ ٹرناوس ولاریسا کا باعث ہوئیں مشتمل ہے اور ولسٹینو کی پہلی لڑائی بھی اسی میں شامل ہے۔ یہ ۲۳ اپریل جمعہ سے شروع ہوکر ۴ مئی سہ شنبہ کو ختم ہوتا ہے۔

اس عرصہ میں ۱۰ ہم پاشا کا پہلا میدان میں یونانی فوج کی قوت مدافعت کو قطعی طور پر پامال کرکے دار الخلافہ اور تھسلی کی کل شمالی نصف پر قبضہ و تصرف کرلیا۔ اور یونانی افواج بزودی تمام ولسٹینو۔ فرسالہ۔ لاترکالہ کی لاین کو سب لگین جہاں انہیں مورچہ بند ہوجانے دیا گیا دہم پاشا تسخیر لاریسہ یعنی ۲۵ اپریل روز پنجشنبہ سے لیکر ۴ مئی تک جبکہ انہوں نے یونانیوں کی تمام جدید لاین پر حملہ کیا عملی طور پر بیکار رہے۔ ۳۰ اپریل کو بروز جمعہ حقی پاشا نے ولسٹینو پر جو ناکام حملہ کیا۔ وہ مشیر کی خلاف مرضی وقوع میں آیا تھا۔ مشیر کا مدعا صرف یہ تھا کہ یونانی پوزیشن کی دیکھ بھال اور استکشاف کیجائے۔ مگر یہ دیکھ بھال خونریز و جانگداز معرکہ آرائی تک طول پکڑ گئی۔ یہ درست ہے کہ ترکوں کا گولہ بارود بہت کچھ خرچ ہوگیا تھا۔ اور دیگر ذخایر کی جمع کرنے میں بھی بہت دقتیں درپیش ہی تھیں۔ لیکن ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد بھی میری رائے میں دس دن کا توقف بہت ہی زیادہ تھا۔

تیسرا دور محاربہ کا باقیماندہ حصہ پر مشتمل ہے جو ۵ مئی سے شروع ہوکر ۷ مئی کو ختم ہوا۔ جس عرصہ میں ولسٹینو۔ فرسالوس اور ڈومو کوس کے معرکوں سے یونانی کل جنوبی تھسلی سے نکال دیئے گئے۔ سب سے زیادہ اور جانگداز لڑائیاں اسی دور میں ہوئیں۔ اور اسی میں ترکوں کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ولسٹینو اور فرسالوس کی لڑائیوں میں اتنے شہید اور مجروح ہوئے کہ اسقدر باقی کل محاربہ میں نہوئے۔ ان معرکوں میں یونانیوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔

ترکوں کی پوزیشن

لڑائی شروع ہونیکے وقت چہ ترکی ڈویژن جنہیں تخمیناً نوے ہزار آدمی تھے۔ سرحد پر یا سرحد کے قریب موجود تھے۔ پہلا ڈویژن خیری پاشا کے زیر کمان ڈومینک میں۔ دوسرا

نشاط پاشا کے زیر کمان سکومپا میں سوم چہارم ممدوح وحیدر پاشا کے زیر کمان الاصونا میں۔ پانچواں حقی پاشا کے ماتحت سکومپہ کے مغرب میں بمقام ڈسکاٹا اور چھٹا حمدی پاشا کے زیر کمان لیٹو قریہ میں تھا۔ علاوہ بریں فوج سواران کا ایک کمزور ڈویزن سلیمان پاشا کے زیر کمان بمقام ہرمانلی اور بارہ باتریوں کا ڈویزن توپخانہ رضا پاشا کے زیر کمان الاصونا پہونچا۔ ایک آٹھواں ڈویزن بھی محاربہ کے ختم ہونے سے چند دن پہلے وہاں جمع کر دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور دس ہزار آدمیوں کا ایک اور دستہ اسلام پاشا کے ماتحت ڈسکاٹا میں متعین کیا گیا تھا۔ دو ڈویزن حفظی پاشا اور مصطفے پاشا کے زیر کمان اپائرس میں تھے انمیں تیس ہزار کے قریب فوج تھی۔

تمام ترکی فوج پیدل مارٹنی ہنری رائفل اور لبنی سنگین سے جو نہایت ہی کارآمد ہتھیار ہے مسلح تھی۔ صرف نشاط پاشا کے (دوم) ڈویزن کا ایک بریگیڈ نئی ماسر رائفل سے مسلح تھا۔ اس بریگیڈ کو ڈوموکوس کی لڑائی میں بہت نقصان پہونچا۔ ساتویں اور آٹھویں ڈویزن بھی جو بعد میں فراہم ہونیکی وجہ سے شریک کارزار نہ ہوئے ماسر رائفل رکھتے تھے۔ یونیفارم (وردی) نیلگون۔ چھوٹا کوٹ و پتلون و سرخ فیس تھی۔ پاؤں میں چمڑے کی بنی ہوئی جوتیاں تھیں۔ جو وردیاں مینے دیکھیں اونمیں سے اکثر بوسیدہ اور کہن سال تھیں۔ چنانچہ محاربہ کے آخری دنوں میں سپاہی بالعموم یونانی وردیوں کے مختلف حصے جو انہیں غنیمت میں ملی تھیں استعمال کرتے رہے۔ البانویوں کے سر پر سفید رنگ کی فیس تھی۔ جو سر پر خوب جمکر بیٹھتی ہے۔ گران کوٹ عام تھے۔ مگر ہر ایک سپاہی کے پاس نہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کے پاس کندھے پر ڈالنے والی کارتوسوں کی پیٹی۔ اور ٹین کی بوتل پانی رکھنے کے لیئے تھی۔ اپنا دوسرا سامان سپاہی حسب پسند وضع میں پیٹھ پر رکھتے تھے۔

اس ترکی فوج کا بہت ہی تھوڑا حصہ نظام یعنی کارکن فوج باقاعدہ سے تعلق رکھتا تھا۔ تین چوتھائی ردیف یعنی ریزرو فوج کے سپاہی تھے جنکی عمریں ۲۵ اور پچاس کے درمیان تھیں۔ زیادہ تر تیس اور پینتیس برس کے درمیان عمر رکھتے تھے۔ یہہ ردیفی سپاہی نہایت مضبوط۔ خوب تناور اور کمال جفاکش دہقانی لوگ تھے۔ جو تھکنے کا نام نجانتے تھے۔ اور بیماری بھی شاذونادر اونپر غالب آسکتی تھی۔ البانوی آٹھ دس ہزار کے درمیان تھے مجھے جسقدر ترکی پلٹنوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ علاقہ وار تقسیم کے اصول پر بھرتی کیگئی ہوئی تھیں۔ اور جس جس قصبہ یا ضلع سے آئی تھیں اوسی کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ عساکر عثمانیہ میں ہمنے بیشمار پلٹنیں نہایت شاندار دیکھیں۔ مگر طرابزونی پلٹن خاص طور پر قابل تذکرہ ہے اوسکے سپاہیوں کو دیکھکر طبیعت کو خالص فرحت ہوتی تھی۔ وہ ہماری گرینیڈیر گارڈ پلٹن کے سپاہیوں ایسے طویل القامت اور مضبوط جسم تھے۔ اور جفاکشی میں تو اونسے بدرجہا زیادہ فایق تھے۔

عثمانیہ کیولری فوج کیولری تعداد میں بہت تھوڑی مگر اوصاف اور خوبیوں میں بینظیر تھی۔ اسکے تمام آدمی طویل القامت۔ شہ زور اور عمدہ شہسوار تھے گھوڑے دیکھنے میں پست قامت اور لاغر اندام مگر بلا کے جفاکش۔ ثابت قدم۔ اور مضبوط۔ اونکے قد چودہ پندرہ مٹھیوں کے درمیان تھے۔ انمیں عربی خون کی بکثرت آمیزش

تھی مجنت شاقہ کو اُنہوں نے ہفتوں بلکہ مہینوں تک بلا تکلف برداشت کیا۔ اوس سے انگریزی گہوڑے چند دنوں میں ہی راہی ملک عدم ہو جاتے۔ یونانیوں کو خیال تھا کہ ترکی کیولری چرکسوں سے مرکب ہے۔ کیونکہ سواروں کے سر پر سیاہ رنگ بڑے کی کہال کی ٹوپیاں یا قلیا قین تھیں۔ اور اس خیال کیوجہ سے اُنکے دلوں میں ترکی سواروں کی سخت دہشت بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ لیکن درحقیقت چوتھائی سواروں سے زیادہ چرکس نہ تھے۔ سواروں کے پاس لمبی تلوار۔ رائفل اور کندہے پر ڈالنے والی کارتوسی پٹی تھی۔ اور وردی یہہ تھی۔ چہوٹا کوٹ پتلون۔ اور لمبے بوٹ۔ اونکی زینیں پرانی طرز کی اور چوبین تھیں اور رکابیں عموماً عجیب و غریب طرز و وضع کی مشرقی فیشن کی بڑی بڑی۔

ترکی توپخانہ نہایت عمدہ تھا۔ توپیں ۳ انچ قطر کی کرپ اور بارہ پونڈ وزنی گولہ چلانے والی تھیں۔ خود توپیں۔ اور اونکی متعلقہ گاڑیاں بہت اچھی حالت میں تھیں۔ گہوڑے خوب مضبوط اور دیو قامت تھے۔ فی باتری چھ توپیں ساٹھ گھوڑے اور اسی آدمی تھے۔ مگر ترکی توپخانہ نے محاربہ میں قابل تعریف قادر اندازی نہ دکہائی۔ بقول مسٹر بگھم افسر کافی تربیت یافتہ اور گولنداز بخوبی ماہر نہ تھے۔ مسٹر موصوف یونانی توپ خانہ کی نسبت عمدہ رائے رکھتے ہیں۔ مگر جب تک میں میدان کارزار میں رہا۔ بلکہ اوسکے بعد بھی یونانی توپخانہ کی کارگذاری بہت ردی رہی تھی۔ اپنی توپخانہ کی تین باتریاں (نو پونڈر توپوں کی) کیولری ڈویزن کے ساتھ تھیں۔ اور تین باتریاں کوہی توپوں کی خچروں پر تھیں۔ توپخانہ کا افسر اعلےٰ رضا پاشا گو اعلےٰ تربیت یافتہ۔ نہایت ذہین و مستعد اور اول درجہ کا لایق افسر تھا۔ مگر توپخانہ نے بہت کم علمی و مفید کام کیا۔ فوج کا دستہ انجنیران چنداں مضبوط اور قابل نہ تھا۔ طبی سٹاف اور انتظام شفاخانہ۔ جہانتک مجہے دیکہنے کا موقعہ ملا۔ اچہا تھا۔ جسقدر سرجن اور ڈاکٹر مینے دیکھے وہ قابل اور دلی شوق سے کام کرنیوالے آدمی تھے۔ اور آلات جراحی خیمون۔ اور ادویات مسکنہ کا ذخیرہ کافی تھا۔ لیکن ولسٹینو کی دوسری لڑائی اور معرکہ ڈوموکوس میں سامان ناکافی پایا گیا تھا۔

ترکی فوج کا جنرل اسٹاف (ارکان حرب) عمدہ تھا۔ اکثر قابلترین افسر جرمنی میں تعلیم و تربیت پائے ہوئے تھے۔ اور جرمن و فرانسیسی بلا تکلف بول سکتے تھے۔ وہ تیز فہم۔ مستعد۔ باہنر اور محب وطن جنٹلمین تھے۔ دنیا میں کوئی ایسی فوج نہین جو اونکی موجودگی کو باعث فخر نہ سمجھے۔ جرنیلان ڈویزن عموماً کم لیاقت تھے۔ اور اونکے سٹاف بھی ویسے اچھے نہ تھے جیسے کہ ہونے چاہئیں تھے۔

یونانی فوج یونانی فوج تعداد میں ترکی فوج کے دو ثلث تھی۔ تھسلی و اپائرس میں کسیوقت نوے ہزار سے زیادہ یونانی فوج جمع نہوئی۔ یونانی فوج پیدل فرانسیسی ساخت کی گراس رائفل سے مسلح تھی۔ اونکی وردی یہہ تھی۔ نیلگون چہوٹا کوٹ۔ کشادہ پتلون۔ اور فرانسیسی طرز کی ٹوپی۔ فوج نظام کا حصہ کثیر پست قامت۔ نحیف الجثہ اور شجاعت و استقلال سے بالکل معرا تھا۔ اوزونی (کوہستانی) گہاگرہ پلٹن کیطرح ایک قسم کا گندہ دار گھاگہرہ پہنتے ہیں اور انکی ٹوپی ترکی فس سے بہت ملتی جلتی ہے۔ انمیں سے بعض خوبصورت جوان اور بلا کے قادر انداز تھے کئی موقعوں پر

بالخصوص ملونا۔ ولسٹینو اور فرسالہ میں یہ لوگ خوب لڑے۔ باقی تو بزدل محض تھے۔ ترک ابھی چھ سو گز کے فاصلہ پر ہوتے کہ یونانیوں کا حصہ کثیر یکبارگی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا۔

یونانی توپخانہ تعداد میں کم مگر یوں اچھا بتایا جاتا تھا۔ توپیں کرپ اور افسر خاصے تربیت یافتہ تھے۔ فوج کیولری نہ ہونیکو برابر تھی۔ ٹرانسپورٹ اور رسد رسانی کا انتظام بالکل ناقص۔ اور سامان حرب پیچھے ذخیروں میں بالکل ناکافی تھا۔ ملکی فوج کے علاوہ تقریباً پانچ سو اجنبی مجاہدین کا ایک دستہ تھا جسمیں زیادہ تر اطالین اور انگریز تھے۔ اکثر اطالین کا رویہ شروع شروع میں تو نہایت بزدلانہ رہا۔ مگر مشق و مہارت سے اونکی حالت بعد میں بہت سنور گئی۔ انگریز مجاہدین نے معقول شجاعت و متانت دکھائی۔ بیقاعدہ افواج جنکو اتھینکی ہٹیاریا نے مرتب کیا تھا۔ محض دردسر اور الٹی کمزوری کا موجب تھیں۔ وہ جسطرح شیخیاں بگھارنے اور تعلی کے لینے میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اوسیطرح میدان مصاف سے پیٹھ موڑنے میں سب سے پہلے رہتے تھے۔ اونکی یہہ خاصیت ایسی عام مشہور ہوگئی تھی کہ جو اجنبی نامہ نگار یونانی فوج کے ساتھ تھے۔ وہ جسوقت ان بیقاعدہ سپاہیوں کو مصافی صف سے پیچھے ہٹتے دیکھتے اوسیوقت سمجھ جاتے کہ لڑائی کا اختتام اب قریب ہے۔ اعلےٰ یونانی افسروں میں سے صرف جنرل سمولنسکی نے نمایاں کارگذاری دکھائی۔ عام مطعون کرنیل مانوس کو اگر اتھنز سے کافی کمک پہونچتی رہتی تو غالباً وہ بھی اچھی کارگذاری دکھا سکتا۔

ترکی فوج کے متعلق مندرجہ ذیل اعداد و شمار مینے مسٹر کلایوگھم کی قابل تعریف مختصر سی کتاب سے اخذ کیے ہیں۔ مسٹر موصوف کے بیان کے مطابق ایک ترکی ڈویژن میں تخمیناً ساڑھے بارہ ہزار آدمی یا چھ چھ ہزار آدمیوں کے دو دو بریگیڈ ہوتے ہیں۔ ہر بریگیڈ میں تین تین ہزار آدمیوں کی دو دو رجمنٹیں اور ہر رجمنٹ میں ساڑھے سات سات سو آدمیوں کی چار پلٹنیں اور ہر پلٹن میں چار چار کمپنیاں ہوتی ہیں۔ مزید براں ہر ڈویژن میں ۱۲۰ سواروں کا ایک رسالہ۔ تین باتریاں (فی باتری چھ توپیں واسی آدمی) اور تخمیناً ایکسو چالیس غیر مصاف کنندگان ہوتے ہیں۔ کیولری رجمنٹ میں ایکہزار سوار یا دو دو سو سواروں کے پانچ رسالہ ہوتے ہیں اور ایک آرٹلری پلٹن میں تین باتریاں یا اٹھارہ توپیں۔

ترکوں کی صحت

ترکی فوج کا عجیب ترین خاصہ یہہ ہے کہ ترکی سپاہیوں کی صحت بالعموم نہایت اچھی رہتی ہے وہ ایسی آبادی سے لیئے جاتے ہیں جو جنگی کاموں کے لیئے دنیا بھر میں بہترین ہے۔ وہ یورپ اور ایشیاء کے عثمانلی دہقانوں سے جو سادگی اور سلامت روی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ بھرتی کیئے جاتے ہیں۔ وہ بچپن سے سادہ روٹی اور صاف پانی پر پرورش پاتے ہیں۔ مخمرات و منشیات کو کبھی چھوتے تک نہیں۔ اور گوشت بھی کم کھاتے ہیں۔ اس سادگی غذا کے علاوہ وہ کھلے علاقوں اور عمدہ آب و ہوا میں رہتے ہیں۔ شہروں کی غلیظ اور مضر آب و ہوا سے اونہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ان بواعث سے ترکی دہقان کی جسمانی ترکیب و بناوٹ ایسی مضبوط ہو جاتی ہے کہ تکان یا بیماری اوسپر کوئی اثر نہیں کرسکتی۔ اور وہ قلیل ترین خوراک پر رستمانہ کارنامے دکھا سکتا ہے۔ امراض متعدی و

تناسلی اور اُنکے خطرناک نتایج مابعد کا ترکوں میں نام ونشان نہیں پایا جاتا۔

ترکوں کی شجاعت وثابت قدمی

شجاعت ترکوں کا قومی وموروثی خاصہ ہی نہیں مذہبی شعار بھی ہے۔ وہ نسلاً بعد نسلٍ اُن جوانمردوں کی پشت سے چلے آتے ہیں جو خوف یا دشمن کے مقابلہ سے موڑنہ پھیرنے کا نام تک بھی نہ جانتے تھے۔ عثمانلی ماں کی شکم سے ہی جدی حمیت وبسالت ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے۔ جس پر زیادہ شجاعت کو اوسکے مذہب سے اور تقویت پہونچ جاتی ہے۔ اوسکا مذہب اوسے تعلیم دیتا ہے کہ جو عثمانلی اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت میں لڑتا ہوا میدان جنگ میں شہید ہو۔ مدامی آسایش وآرام اور خلد بریں اوسکے معاوضہ میں ملتا ہے۔

محاربہ تھسلی کے دوران میں عساکر عثمانیہ کو معقول غذا ملتی رہی۔ بقول مسٹر بگھم اونہیں روز پلاؤ۔ شوربا۔ گوشت۔ اور نیز تنبا کو ملتا تھا۔ حدود کو جاتے ہوئے جو سپاہی بیماری سے ناقابل ہوئے۔ اونکی تعداد نصف فیصدی سے زیادہ نہ تھی یعنے دو سو میں سے صرف ایک بیمار ہوا۔ کل شفاخانے بالخصوص سالونیکا اور سرفجی کے ہسپتال نہایت پاکیزہ اور خوب آراستہ تھے۔ ڈاکٹر اور خدام بھی اعلے تربیت یافتہ اور بڑے محنتی آدمی تھے۔ سر بلڈ گارونسٹن اور عثمانیہ بنک نے بنام شفاخانہ ہلال احمر جو شفاخانہ بھیجا۔ اوسنے نہایت عمدہ کام دیا۔ اور ترکی سپاہی بڑے شوق سے خود وہاں معالجہ کراتے رہے مختلف یورپین ممالک کی انجمنہائے صلیب احمر کیطرف سے بھی دونو فوجوں کے ساتھ شفاخانہ کھولدیئے گئے ہوئے تھے۔

جس صبر وتحمل سے ترکی مجروحین زخم وجراحت کی سخت سے سخت تکلیف اور درد کو برداشت کرتے تھے اوسے دیکھکر بلا مبالغہ حیرت ہوتی تھی۔ اجنبی شفاخانوں کے ڈاکٹروں نے اس مضمون کی سینکڑوں رواتیں اور واقعات شایع کیے ہیں کہ ترکی مجروح تکلیف دہ سے تکلیف دہ جراحی عمل کے وقت بھی اف نکرتے تھے۔ مسٹر بگھم عثمانیہ سپاہیوں کی شجاعت وبسالت پر حسب ذیل لکھتا ہے۔ "مگر میری رائے میں اوسنے اس شجاعت کا باعث وموجب بتانے میں ٹھیک انصاف سے کام نہیں لیا "رجمنٹی افسروں کو حصہ کثیر میں یا تو کم ثروت ترکی جنٹلمین ہیں۔ جو اگرچہ اپنے فن میں کوئی زیادہ قابل نہیں۔ مگر نہایت خوش اخلاق اور خاصے شجاع ہیں۔ اور یا وہ کہن سال۔ پختہ کار۔ اور قوی البنیان لوگ ہیں۔ جو تیس چالیس برس کی فوجی خدمت کے بعد سپاہی یا سارجنٹی کے درجہ سے بتدریج کپتانی اور میجری کے رتبہ پر فایز ہوئے ہیں۔ آخر الذکر کے خیالات اور اطوار اور طریقے ابتک سارجنٹوں ایسے ہیں۔ مگر اونکو اپنے سپاہیوں پر بڑا اقتدار حاصل ہے۔ اور شجاع وجانکاش تو ایسے ہیں کہ ہم انکا کبھی درست اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ لفظ شجاعت کو ترکوں کیطرف منسوب ہی نہیں کیا جاسکتا جہاں تک میں غور وفکر کرنے کو بعد سمجھ سکا ہوں میری رائے میں ذہنی طور پر ترکوں میں خوف کو محسوس کرنے کی حس ہی موجود نہیں۔ اور وہ خطرہ کی کچھ پرواہ ہی نہ سمجھتے۔ اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ برعکس اونکے البانوی اسبارہ میں بہت محتاط ہے۔ وہ حتی الامکان گولی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پناہ وآڑ کے فواید کو خوب سمجھتا ہے۔"

اعلان جنگ بتاریخ ۱۷ اپریل بروز شنبہ سلطان المعظم نے بمشورہ مجلس شوری یونانی یورشوں کیوجہہ سی یونان کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ پرنس ماورو کورڈوٹو یونانی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو راہداری کے پروانی دیدی گئی۔ اور ترکی سفیر کو اتھنز سے بلایا گیا۔ یونانی رعایا مقیمہ ٹرکی کو عثمانیہ سرزمین سی چلے جانے کی لیئے چودہ دنوں کی مہلت دیدیگئی۔ اعلان جنگ کا فوری اور قریب ترین باعث وہ یورش ہوئی تھی جو ۱۶ اپریل کو یونانی باقاعدہ فوج نے ترکی قلمرو میں مقام قریہ پر کی۔ یہہ موضع وادی ٹمپہ کی شمال میں جھیل نزیروس کی قریب سرحد سی تین یا چار میل کی فاصلہ پر واقع ہی۔ ۱۷ اپریل کو فریقین میں یہاں باقاعدہ لڑائی ہوئی۔ جسمیں حمدی پاشا کے ڈویزن کی بارہ پلٹنیں شریک ہوئیں۔ اور بالآخر یونانی پسپا کر دیئے گئے۔ درحقیقت ۹ اپریل کی یونانی یورش کی وقت سی ہی کل سرحد پر لڑائی جاری تھی۔

معرکہ ملونا اس لڑائی کی ختم ہوتے ہی تمام سرحد پر نائرہ حرب یکبارگی مشتعل ہوگیا۔ اور مشرق کیطرف نزیروس سے لیکر جنوب مغرب میں ڈماسی سے پری تک پچاس میل کی مسافت میں دونو فوجوں کی درمیان جانگداز معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تقریباً ہر جگہہ یونانیوں نے پیشدستی کی۔ اور شروع شروع میں اونکو جزوی کامیابی بہی ہوئی۔ درہ ملونا میں جہاں لڑائی کا سب سے زیادہ زور رہا انہوں نی ترکی گڑہی کا احاطہ کرکے کل درہ پر قبضہ کرلیا۔ حتے کہ رات کی وقت اونکی دو پلٹنیں میدان میں بہی اتر آئیں۔ اور خود الاصونا کیطرف بڑہنے لگ گئیں۔ مگر اونکی پیشقدمی زیادہ دیر قایم نرہ سکی۔ چوتھی ڈویزن کی کمانڈر حیدر پاشا نے ہم پاشا کی حسب ہدایت اونپر بجمعیت کثیر حملہ کرکے اونہیں پھر پہاڑی چوٹیوں کیطرف بہگا دیا۔ یہاں درہ کی چوٹی پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ ترکی فوج نے ترکی گڑہی سے جسکے پچاس آدمی شروع سے ابتک دشمن کا کمال مردانگی سے مقابلہ کرتے رہتی تہے۔ دشمن کا حلقہ اٹھا دیا۔ اوسکی بالمقابل جو یونانی گڑہی تھی اوسکا قبضہ چار دفعہ فریقین میں منتقل ہونیکی بعد قطعی طور پر ترکوں کے تصرف میں آیا۔ ملونا میں یونانی اچھی لڑے۔ وہاں عموماً اویزونی (کوہستانی) ترکوں کی مقابل تھی۔ جو باقی یونانی سپاہ سی قد و قامت اور شجاعت میں بہت فایق ہیں۔ ملونا میں یونانیوں پر فیصلہ کن حملہ ممدوح پاشا کی (سوم) ڈویزن نے درہ کی بائیں جانب کی کرارہ کی برابر برابر آگی بڑہ کر کیا۔ حافظ پاشا کی زیر کمان برگیڈ نے تین گڑہیاں جو خاص ملونا کی گڑہی سی بجانب جنوب مغرب تہیں بنوک سنگین فتح کیں۔

درہ ملونا کی معرکوں میں فریقین کا نقصان کثیر ہوا۔ ترک دو سو سی زیادہ شہید و مجروح اور یونانی کم از کم پانسو قتل و زخمی ہوئے۔ اتھنز میں ملونا کی مقتول و مجروح یونانیوں کی تعداد کا اندازہ ایک ہزار کا کیا گیا تہا۔ مگر اسکے ساتھ ہی ترکوں کا نقصان اس سی بہی زیادہ بتاتے تھے۔ شجاع و دلاور و نبرد آزما۔ حافظ پاشا اسموقعہ پر اپنے برگیڈ کے آگے آگے جاتا ہوا شہید ہوا۔ رائٹر کے نامہ نگار نے اس جوانمرد کی مردانہ موت کی حالات حسب ذیل تحریر کیئے۔ اس لڑائی کے مقتولین میں جنگ روم و روس کا ایک بہادر حافظ پاشا بھی شامل ہی۔ اسی برس کا پیر مرد ہونی کے باوجود اوسکا جوش

جوانوں سی بڑا ہوا تھا۔ وہ برہنہ سر اپنے سپاہیوں کو آگے آگے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا جب گولیاں سپاہیوں کے سروں سے گذرنے لگیں تو اردلی نے عرض کیا "آپ گھوڑے سے نیچے اتر آئیں" شیر دل حافظ نے جواب دیا "میں روسی محاربہ میں گھوڑے سے نہ اترا۔ اب کیوں اتروں؟ میری بچو بڑھے چلو" ایک منٹ بعد گولی اسکے بائیں بازو پر لگی۔ جسپر چند لحظوں کے لیئے اسکا آسن اکھڑ گیا۔ اسکے سٹاف نے پھر گھوڑے سے اتر کر واپس چلے جانے کے لیئے عرض کیا۔ مگر بے سود۔ چند منٹوں کے بعد ایک دوسری گولی نے دائیں بازو کو پارہ پارہ کر دیا۔ تیسری گولی پیام اجل تھی۔ وہ سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیئے حوصلہ افزا فقرے کہہ رہا تھا کہ گولی عین حلق پر آلگی۔ اور ریڑھ کی نس کو توڑ دیا۔ جس سے طائر روح نے الفور قفس عنصری سے پرواز کر گیا"۔

ڈیلی نیوز ایسا متعصب اخبار بھی اس بیاسی سالہ شجاع و جوانمرد کی تعریف کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اسکے الفاظ حسب ذیل تھے "کیا شجاعت و بسالت کی کوئی کہانی اوس داستان سے بھی زیادہ موثر اور رقت انگیز ہو سکتی ہے جو آج صبح موصول ہوئی ہے۔ اور جسمیں بتایا گیا ہے کہ حافظ پاشا کسطرح شہید ہوا۔ یہ شیر دل اسی سالہ پیر مرد تھا۔ اکثر جوانمردوں اور بہادروں کے حالات مظہر ہیں کہ میدان جنگ میں اونکی پرجوشی اور دلاوری اور جہاں معرکہ کارن ہو وہیں پہونچ جانے کے باوجود عموماً اونہیں کوئی صدمہ و آسیب نہیں پہونچتا رہا۔ اس بہادر کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ گذرا جو بدرجہ غایت موثر اور تاسف خیز ہے۔ آخری گولی اس مجروح و خستہ جانباز کیلیئے پیام رحمت تھی اسنے اسکی تکالیف کا فی الفور خاتمہ کر دیا۔ اور اوسے اوسی شاندار شہادت کا مرتبہ بخشدیا۔ جسکا وہ متلاشی تھا۔ اور جسکی ہی خاطر اسنے کمان کو چھوڑنا منظور نہ کیا تھا"

حمدی پاشا و معرکہ قریہ

انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا نے بتدریج اون یونانیوں کو جنہوں نے ترکی قلمرو میں داخل ہو کر قریہ پر حملہ کیا تھا۔ پسپا کر دیا۔ الاصونا سے اوسی دو پلٹن فوج پیدل اور توپخانہ کی کمک بھیجی گئی۔ ۲۲ اپریل تک یونانی نیز روس اور ضلع ریسانی سے یکسر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اس مراجعت کنندہ یونانی فوج کا ایک حصہ دریائے پینی اس کے اوس پل سے جو وادی ٹمپہ کے پائیں تھا عبور کر کے جنوب مشرق کے رخ ساحل کے برابر برابر دولو کو ہٹا۔ اور گذرنیکے بعد پل کو توڑتا گیا۔ میری گرفتاری اور مشکلات مابعد کا باعث یہی شکستگی ہوئی تھی۔ یونانی میمنہ کا حصہ کثیر درہ ریسانی کے رستہ قلب لشکر کو جو ٹرنادوس کے سامنے دلیلہ ماتی کے درمیان صف آرا تھا ہٹ گیا۔

اون بلندیوں پر جو جنوب مغرب میں ملونا سے دماسی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ تین دن تک متفرق لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں نشاط پاشا کا ڈویژن مقیمہ سکومپا اور خیری پاشا کا ڈویژن مقیمہ دماسی پہلے تو یونانی حملوں کو روکنے میں مصروف رہا۔ پھر انہوں نے یونانی حملہ آوروں کو سکومپا اور ریونی دروں کے رستہ تھسلوی میدان کو پیچھے ہٹا دیا۔

کوہی سلسلہ جو حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ ملونا سے تخمیناً پندرہ میل تک یکبارگی جنوب کیطرف کو جھک گیا ہے

اور قصبہ ٹرنادوس اوس ہموار میدان میں واقع ہے جو اس عظیم کوہی جھکاؤ کی جنوب مغربی دامن سی شروع ہوا ہی۔ پس جسوقت سی خیری پاشا درہ ریوینی سے میدان میں داخل ہونیکی قابل ہوگیا۔ یونانی قلب لشکر کی حالت جو ٹرنادوس سے دس میل بجانب شمال مائی سے دلیلر تک پھیلا ہوا تھا۔ نازک اور مراجعت اشد ضروری ہوگئی تھی۔ پہلے شروع شروع میں تو خیری پاشا کو سمولنسکی کی پرزور حملہ کی مقابلہ پر اپنی جگہہ کوہی سنبھالے رہنا کسیقدر مشکل ہوگیا تھا۔ مگر دوسری کمانڈروں کی ناکامی سے سمولنسکی کی کامیابی بھی خاک میں ملگئی۔ اور ۲۳ اپریل کو اوسی مجبوراً اپنا دستہ درہ ریوینی کے رستہ لاریسا ہٹا لیجانا پڑا۔ نشاط پاشا کا ڈویژن مقیمہ سکومپا۔ دماسی اور لونا کی درمیان کی گڑھیوں اور کراڑوں سی یونانیوں کو نکالنے میں مشغول رہا۔ جس سی وہ ۲۱ کو فارغ ہوا۔ اس تاریخ صرف ایک مقام یعنے کرتیری کی سر بفلک اور تقریباً صعب الحصول چوٹی جسکے پائین میں ٹرنادوس واقع ہی۔ یونانیوں کی قبضہ میں رہ گئی۔ ۱۷۔ اور ۲۳ کی درمیان ترکوں نے اسپر کئی دہاوی کئی۔ مگر بے سود۔ ۲۰ اور ۲۱ کو اسپر لگاتار آتشباری کیجاتی رہے۔ اسکا بھی کچھہ اثر نہ ہوا۔ پہاڑی کی طرفیں عمودی ہی نہ تھیں۔ یونانیوں نی اونپر خوب مستحکم مورچی بھی تیار کرلیئی ہوئی تھے۔ چنانچہ ترکوں کی ان فضول ہلّوں میں دو سو سی زیادہ شہید و مجروح ہوئی۔ کرتیری کو فتح کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ ترک اسے محصور کرکے بلا خدشہ آگے بڑہ سکتے تھے۔ کیونکہ گو وہ درہ سکومپہ کی ناکہ پر واقع تھی۔ مگر ٹرنادوس کی شاہراہ کی اوس مقام سی کوئی حفاظت نہ ہوسکتی تھی۔ نہ وہ وہاں سے کسیطرح زد میں تھی۔ بالآخر یونانی اسموقعہ کو ۲۳ اپریل کی رات کو جس رات کہ وہ بے تحاشا و سراسیمہ وار لاریسا کو بھاگے تھے خالی کرگئے۔

یونانی فوج مقیمہ تھسلی

محاربہ کی شروع میں یونانی فوج مقیمہ تھسلی جو تعداد میں ساٹھ ہزار سی متجاوز تھی دو جیوش میں منقسم تھی۔ جنکی ہیڈ کوارٹر لاریسا اور تریکالہ میں تھی۔ جنرل مقریس اور ماورومیکالیس انکے کمانڈر تھے۔ یونانی گو تعداد میں ترکوں سی کم تھے۔ مگر ایک تو وہ پہاڑی سرحد کی اندرونی جانب پر تھی۔ دوم اونکی پاس ترکوں کی نسبت عمدہ وسایل نقل و حرکت و آمد و رفت موجود تھی۔ اونکے سمندری قاعدۃ الجیش وولو سی دونو بری قواعد الجیش تک ریلوی جاتی تھی۔ چنانچہ اگر یونانیوں میں اسقدر لیاقت یا شجاعت ہوتی کہ وہ ترکوں کی طویل اور متفرق خطوط مدافعت کی کسی ایک موقعہ پر کل طاقت مجتمع کرکے پرزور حملہ کردیتی تو باغلب وجوہ ترکوں کی حق میں اسکا نتیجہ اچھا نہ ہوتا۔ مگر یونانی افسر نالایق محض تھی۔ اور یونانی جنرل سٹاف کی یہہ حالت تھی کہ اوسنی سبقدستی چھوڑ محافظت کی پہلو کیلئے بھی کوئی نقشہ یا پلین تجویز نکی ہوئی تھی۔ بقول مسٹر بنٹ برلی جنرل مقریس کی زیر کمان بمقام لاریسا اور اوس سی شمالی علاقہ میں ۳۵ ہزار فوج تھی۔ نامہ نگار مذکور اس جنرل کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ وہ خوش طبع۔ ہوشیار اور مستقل مزاج افسر تھا۔ اوسکی عمر ساٹھ سال سی متجاوز۔ اور قد لنبا تھا۔ شاہزادہ ولیعہد کی سپہ سالار اعلے ہونی پر وہ سٹاف کا افسر اعلے بنایا گیا۔ جنرل ماورومیکالیس بھی طویل القامت اور ساٹھ سال سی زیادہ عمر رکھتا ہے۔ بقول مسٹر برلے وہ انتظامی

معاملات میں بڑا سختگیر ہے۔ مگر عملی لیاقت حربیہ میں مقریس سے کم ہے۔

ولیعہد و جنرل سمولنسکی مسٹر مذکور شاہزادہ قسطنطین کی کم لیاقتی کا ذکر کرکے یونانی کمانڈروں اور جنرل سٹاف کو سخت مطعون کرتا ہے کہ لاریسا کو محفوظ و مورچہ بند یا اوسکی سڑکوں کی ناکہ بندی نکرنے سے سخت مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہوئے۔ ولیعہد پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اوسنے کسی لڑائی میں عملی حصہ نلیا۔ مگر میرے خیال میں ایسا کرنا سپہ سالاری کے فرایض میں داخل نہیں۔ مسٹر برلے جنرل سمولنسکی کی جو بویرین الاصل اور ۴۵ سالہ ہے بہت تعریف کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اسنے صرف سات کمزور پلٹنوں سے ایک ہفتہ تک ایک سالم ترکی ڈویژن کو درہ ریوینی میں داخل نہونے دیا۔ اور صرف اوسوقت اپنی جگہہ سے ہٹا۔ جبکہ دوسری یونانی فوج ۲۳ اپریل کو دہشت زدہ و سراسیمہ ٹرنادوس سے فرار ہوئی۔ جنرل مذکور کی قابلیت اور کامیابی کی نسبت میری ذاتی رائے بھی اچھی ہے۔

مسٹر برلے کی رائے مسٹر برلے مراجعت کے ایک غلط حکم کے متعلق بھی جو ولیعہد نے ۱۹ اپریل کی دوپہر کو صادر کیا تھا عجیب داستان سناتے ہیں۔ بظاہر اوسپر بمشکل اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ مگر یونانی افسروں بالخصوص ہیڈکوارٹری سٹاف سے ایسی عجیب و غریب حرکتیں سرزد ہوتی رہی تھیں۔ کہ اگر یہ داستان بھی درست ہو تو کچھہ عجب نہیں مسٹر موصوف کا بیان ہے کہ تین گھنٹوں کے ہی بعد اوس حکم کو منسوخ کرکے پھر آگے بڑہنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ مگر درینولا فوج گرتسو والی کی پہاڑی کو چھوڑ چکی تھی۔ اور دوسرے دن ترکوں سے اوسے پھر فتح کرنے کی کوشش میں جنرل ماورومیکالیس کے دو ہزار آدمی ضایع ہوئے۔ مسٹر برلے نے اپنی تحریروں میں دلیلر کے عوض موضع درہ لی لکھا ہے۔ جو صریح غلط ہے۔ درہ لی موضع بابا کے قریب وادی ٹمپہ کے دہانہ پر واقع ہے۔ اور دلیلر یاتی سے تخمیناً تین میل بجانب شرق اور ٹرنادوس سے نو میل بجانب شمال مشرق واقع ہے۔

۲۳ مئی کی شام کو حمدی پاشا کی فوج کے دلیلر پر قابض ہونیسے ہی یونانی میمنہ شکست یاب ہوا تھا۔ اور لاریسا کیطرف مراجعت کرنا لازمی ہوگیا تھا۔ مراجعت یونانی فوج کو کمال تباہی سے بچانے کے لیئے بیشک ضروری تھی۔ مگر اسکے اندھا دھند بھاگڑ میں مبتدل ہوجانے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔

مسٹر موصوف جولائی ۱۸۹۷ء کے رسالہ فورٹ نائٹلی ریویو میں یونانی فوج کے نظام اور اوسکے افسروں کے متعلق حسب ذیل رائے تحریر کرتے ہیں۔ جنرل کریس نے اپنی ۳۵ ہزار فوج کو لاریسا اور ٹرنادوس کے درمیان مقیم رکھا۔ حالانکہ وہ اس سے غنیم پر جو ایکدوسرے سے میلوں دور دروں کے دہانوں پر مقیم تھا۔ حملہ کرنیکا کام نہایت آسانی سے لے سکتا تھا۔ یہی نہیں۔ وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا تھا۔ وہ ادہم پاشا کے الاصونا سے روانہ ہونے سے بہت پیشتر اپنی فوج کو وادی ٹمپہ میں سے گذار کر کوہ اولمپس کی مشرقی ڈھالوں کے دامن دامن ترکی قلمرو میں داخل ہو سکتا اور یونانی بیڑہ کی مدد سے ترکوں کے میسرہ پر مؤثر حملہ کر سکتا تھا۔ یونانی دریا پینی اس کے خروشاں دھارے کو جابجا چٹانوں اور درختوں سے روک کر لاریسا اور

تھیلی کو حصہ کثیر کی محافظت کا عارضی انتظام کر سکتے تھے۔ ایسا کرنے سے ملک کا کچھ حصہ پر دریا کا پانی پھیلایا جاتا۔ جو ترکوں کی پیشقدمی میں بہت کچھ مانع ہوتا۔ اگر پل توڑ دیئے جاتے ہوتے تو ترک دریا سے آسانی عبور نہ کر سکتے۔ اسیطرح کو اور سیکڑوں انتظام کئے جا سکتے اور کئے جانے چاہئیں تھے۔ مگر نہ کئے گئے۔ جنرل ہاملٹن اور سیکالین ہی اپنی پوزیشن سے ترکوں پر جو بوریسی سے کالا باکا تک دونوں دریاؤں کی جانب پر مقیم تھے۔ جناحی حملہ کر سکتا تھا۔ جو اسنے نہ کیا۔ حالانکہ جنتا ترکوں سے لڑائی کا وہ مشتاق تھا۔ ایسا کوئی اور یونانی نہ تھا۔ یونانیوں میں لڑائی کے لیئے جو جوش پھیلا ہوا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ مگر باوجود اشتیاق محاربہ کیلئے جب تو انہوں نے برہا کیا۔ ان جوانمردوں نے کوئی معقول تیاری نہ کی اور ایسے سیاہ باش مجبور ہوئے کہ وہ کچھ اونکو پس نہ کوئی خبر رسانی کا صیغہ تھا۔ نہ نقشہ اور دوربینیں تھیں۔ اور نہ سگنلنگ کے آئینوں پر آفتابی شعاعیں ڈالکر مقررہ علامتوں کو ذریعہ باہم گفتگو کرنا کیلئے کافی سامان تھا۔ اور افسر ایسے نالایق کہ ادنیٰ مدتک بھی کسی فوج کو نصیب نہیں ہوئی۔ کل کا کیشی (سفید رنگ) قوام میں سپاہی جہانتک مجھ تجربہ ہوا نقریباً یکساں اوصاف رکھتے ہیں۔ فوجوں کی باہمی قدر و منزلت اور کارزاری قابلیت میں جو کچھ فرق ہے۔ وہ صرف افسروں اور تربیت کیوجہ سے ہے۔ جس ملک کی فوج کا افسر اچھا اور تربیت عمدہ ہوئی۔ وہ قابل ہو گئی اور جسکے ویسا نہ ہوئی وہ بزدل اور نالایق نکلی۔ یونانی افسر جنگ تک توپوں کے گولوں اور گولیوں کی بوچھار شروع نہ ہوتی بظاہر خوب جوانمرد دکھائی دیتے۔ مگر وقت ترکی تمام ہو جاتی۔ اور نے الفور محفوظ تک جا چھپتے۔ بیشک بعض اونمیں ایسے بھی تھے جو آخر تک ثابت قدم رہتے اور بہادری سے اپنا فرض ادا کرتے۔ گو ایسے بہت ہی تھوڑے تھے اور وہ بھی جب کوئی گولہ اونکے قریب جا کر پھٹتا تو نہایت عجز و خلاص سے اپنے جسموں پر سلیب کا نشان بناتے اور ہر خطرہ سے مبرا و مامون معلوم ہوتے تھے۔"

مسٹر ڈن کی رائے

مسٹر ڈن جو ۱۹ جون ۱۹۱۶ء خبرنگار خاص اور ۲۰ جولائی ۱۹۱۸ء کو رسالہ کنٹمپریری ریویو میں یونانی فوج پر بالفاظ ذیل صحت لعن طعن کرتا ہے۔

"یونانی گورنمنٹ اچھیطرح سے جانتی تھی کہ یونانی فوج کو کارزار کے لیئے مطلقاً کبھی تربیت نہیں ملی۔ اکثر اعلیٰ افسر ایسے اوصاف کیوجہ سے عہدہ اور ترقی یاب ہوئے ہیں جو میدان کارزار و کیمپ کی بجائے دربارو اور یونانی انتظامی محکموں کو زیادہ حسب حال ہیں۔ اور کہ چند شاذ و نادر مستثنیات کے علاوہ وہ ایسے افسر شاذ و نادر ہی کر سکتے ہیں۔ اور نہ مال کا گزارہ کی توانائی قطعاً امید نہیں ہو سکتی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ وقتاً فوقتاً تکمیل تعلیم کے لیئے جو نوجوان افسر ممالک غیر کو بھیجے جاتے ہیں۔ وہ بلا استثناء سفارشی ہوتے تھے۔ جب کہ بہت اور بارسوخ دوست اور لواحق پیچھے ملک میں موجود ہوتے تھے اور ذاتی لیاقت و دماغی و ذہنی یا جنگی اوصاف کی بجائے زیادہ تر انہی لوگوں کی سفارش پر بھیجے جاتے تھے۔ اور بنابریں وہ ممالک غیر کی تعلیم و ثقافت سے کوئی فائدہ اٹھانے کی قابلیت ہی نہ رکھتے تھے۔ وہ اس حد تک بخوبی واقف تھے کہ یونان میں جنگی تربیت[1] کا کوئی نام و نشان نہیں جانتا۔ اور کہ فوج کے کسی ہیئت کو بہ ادائے فرائض کل ایک ہفتہ تک کا سرانجام

[1] ماخوذ از تربیت۔ مصنوعی جنگ بمعنی جنگی مشق و توصیف چاہیئے۔

کر سکتا نہیں سکھایا گیا۔ جو اسی وقت جنگ بچیگی بہت بڑے پیمانہ پر سرانجام دینے پڑینگے۔ یونانی فوج کا سب سے نمایاں وصف یہ تھا کہ اوسمیں نظام و طاعت کا نام و نشان ہی نہ پایا جاتا تھا۔ جو افسر سکھنے کے شایق اور امتیاز حاصل کرنیکو موقعہ ملنے کے خواہاں ہوتے۔ اونسے اونکے اعلےٰ افسر بطور قاعدہ کلیہ بزمانہ امن بکمال کج خلقی سے پیش آتے۔ اور یہ اعلےٰ افسر بجائے خود ہر وقت اپنے اعلےٰ افسروں پر نکتہ چینی ہی کرتے رہتے۔ بلکہ یہ یقین رکھتے کہ جو بدتر سے بدتر الزام بھی لگائے جاتے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔ ایسے یقین کا عام طور پر بہت برا اثر پڑ سکتا اور پڑتا ہے اوسے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ترکی بحری فوج کو ہمیشہ انتخابی مشین کا اہم جزو سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور وزرا اسکے افسروں وغیرہ کی ریوں کی مدد سے اپنے اپنے فریق کو برسر حکومت رکھتے رہے ہیں۔ قوم روپیہ ادا کرتی ہے۔ اور وزیر اعظم اوسکو خرچ کرنے کیلئے آدمی منتخب کرتا ہے اور پھر یہ کبھی نہیں کہتا کہ وہ اوسکو کسطرح خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس اصول پر چلتا ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھانے دے۔ ان لوگوں میں سے بعض شاہی خاندان کی سفارشوں پر مقرر اور ترقی یاب ہوتے ہیں اور بعض بارسوخ اشخاص کی دھمکیوں یا درخواستوں پر قابلیت اور لیاقت کو لحاظ سے کہ انہی اوصاف سے افسر فاتح ہو سکتا ہے بہت کم منتخب کیے جاتے ہیں۔

تمام سرحدی کراروں اور کوہی دروں پر ترکوں کو قابض ہو جانے سے لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔

محاربہ کا دوسرا دور محاربہ کا دوسرا دور ۲۳ اپریل سے شروع ہو کر ۱۲ مئی کو ختم ہوا۔ مآخذ دلیل کی لڑائیاں بتاریخ ۲۳ اپریل یونانی فوج کی ہیڈ کوارٹر سرحجت۔ بڑنا دوس۔ لاریسہ۔ ترکیالہ اور تمام تھسالی پر ترکوں کا قابض ہو جانا اس دور میں شامل ہے۔

معرکہ مآخذ و دلیلر ۲۳ اپریل پورے جمعہ۔ دہم پاشا صبح ساڑھے دن کے ساڑھے نو بجے درہ ملونا پہونچے۔ اور دو گھنٹے نقشے دیکھتے اور کارروائیات مستقبلہ کی تجویز کرتے رہے۔ تمام نامہ نگاروں کو عام حکم مل چکا تھا کہ اوسدن کوئی تار نہیں بھیجا جا سکیگا۔ جس سے دشمنوں کو قیاس کر لینا کہ آج کوئی اہم کارروائی ہونیوالی ہے۔ انکا یہ قیاس درست ثابت ہوا تھوڑی دیر بعد اطلاع پہونچ گئی کہ انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا رسپانی سے میدان تھسالی میں داخل ہونیوالا ہے۔ اور انتہائی میمنہ پر خیری پاشا درہ ریونی میں زرکومن بڑنا دوس کیطرف بڑھ رہے ہیں۔

بدھ کے ۲۱ اپریل کو صدر پاشا مع اڑدوزن ایک مستقل بریگیڈ زیر کمان محمد پاشا اور کیولری ڈویژن لیکر درہ ملونا سے میدان میں اتر گیا تھا۔ وہاں سے چشمہ قرہ درہ سے چار میل بجانب غرب اپنی افواج کو صف آرا کیا اور ۲۱ و ۲۲ کو فریقین کی توپخانے بے اثر سی گولہ باری کرتے رہے۔ حتی پاشا ۲۱ اپریل کو ایک بریگیڈ لیکر ڈ سکا سے ملونا پہونچ گیا۔ جہاں پاشا اپنے ڈویژن سے درہ ملونا کی سڑک کو درست اور توپخانہ گذرنیکو قابل بنواتا رہا۔ مستقل بریگیڈ انتہائی میسرہ پر تھا۔ وہ اوسدن چشمہ ڈویژن زیر کمان حمدی پاشا سے ملحق ہو گیا۔

۲۲ سے شروع ہو کر ۲۴ تک شدت کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ ترکوں کو بارس چھ اور یونانیوں کے پاس پانچ توپیں تھیں

تھیسلی کو حصہ کشیر کی محافظت کا عارضی انتظام کر سکتے تھے۔ ایسا کرنے سے ملک کا کچھ حصہ پر دریا کا پانی پھیلا جاتا۔ جو ترکوں کی پیشقدمی میں بہت کچھ مانع ہوتا۔ اگر پل توڑ دیئے گئے ہوتے تو ترک دریا سے آسانی عبور نہ کر سکتے۔ اسپیڑھگا اور سیکڑوں اور مقام گنوائے جا سکتے اور کئے جانے چاہئیں تھے۔ مگر نہ کیے گئے۔ جنرل ہاور اور سیکالیدیس اپنی پوزیشن سے ترکوں پر جو بوجہ اسی سے کالا باکا تک دو انواد توں کی جانب پر مقیم تھے۔ جناحی حملہ کر سکتا تھا۔ جو ایسا نہ کیا۔ حالانکہ جنتا ترکوں سے لڑائی کا وہ مشتاق تھا۔ ایسا کوئی اور یونانی نہ تھا۔ یونانیوں میں لڑائی کے لیئے جو جوش پھیلا ہوا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ مگر بانہمہ اشتیاق محاربہ کیلئے جب نوواردوں نے برپا کیا۔ ان جوانمردوں نے کوئی معقول تیاری نہ کی اور ایسے تیاپاس مخبر ہمارے کو دی کہ اونکی پس نہ کوئی خبر رسانی کا صیغہ تھا۔ نہ تشوا اور دوربینیں تھیں۔ اور نہ سگنیلنگ کی آئینوں پر آفتابی شعاعیں ڈالکر مقررہ علامتوں کی ذریعہ باہم گفتگو کرنا کیلئے کافی سامان تھا۔ اور افسر ایسے نالائق کہ اونسی مدت کبھی کسی فوج کو نصیب نہیں ہوئی۔ کل کا کیشی (سفید رنگ) اقوام میں سپاہی جہانتک مجھے تجربہ ہوا تقریباً یکساں اوصاف رکھتی ہیں۔ فوجوں کی باہمی قدر و منزلت اور کارزاری قابلیت میں جو کچھ فرق ہو۔ وہ صرف افسروں اور تربیت کیوجہ سے ہے۔ جس ملک کی فوج کو افسر اچھے اور تربیت عمدہ ہوئی۔ وہ قابل ہو گئی اور جسکے ویسے نہوئے وہ بزدل اور نالائق بنگئی۔ یونانی افسر پہلے تک گولوں اور گولیوں کی بوچھار شروع نہ ہوتی بظاہر خوب جوانمرد دکھائی دیتے۔ مگر اوقت ترکی تمام ہو جاتی۔ اور نے الفور محفوظ جگہ بھاگ جاتے۔ بیشک بعض اونمیں ایسے بھی تھے جو اوسوقت ثابت قدم رہتے۔ اور بہادری سے اپنا فرض ادا کرتے۔ مگر ایسے بہت ہی تھوڑے تھے اور وہ بھی جب کوئی گولہ اونکے قریب جا کر پھٹتا تو نہایت مجرد و خلاص سے اپنے جسموں پر سے کانشان جاتے اور پانچ خطرہ سے مترد دسے معلوم ہوتے تھے۔"

مسٹر ڈن کی رائے مسٹر ای جے ڈن یونانیہ کا مشہور خبر نواہ اور دوست جو لائی ۱۸۹۷ء کو رسالہ کنٹمپریری ریویو میں یونانی فوج پر بالفاظ ذیل سخت لعن طعن کرتا ہے۔

"یونانی گورنمنٹ اچھیطرح سے جانتی تھی کہ یونانی فوج کو کارزار کیلئے مطلقاً کبھی تربیت نہیں ملی۔ اکثر اعلیٰ افسر ایسے اوصاف کیوجہ سے مقرر اور ترقی یاب ہوئی ہیں جو میدان کارزار و ڈرل کی بجائے دربارو اور یونانیوں یا تقریبی مجلسوں کو زیادہ حسب حال ہیں۔ اور کہ چند شاندار مستثنیات کے علاوہ ایسے افسر شاذ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور نہ بار بار کی گذارش کی تو انہوں نے قطعاً امید نہیں ہو سکتی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ وقتاً فوقتاً تکمیل تعلیم کیلئے جو نوجوان افسر ممالک غیر کو بھیجے جاتے ہیں۔ وہ بلا استثنا و سفارشی تھے۔ سب کے سب درباری اور لواحق اچھے ملک میں موجود ہوتے تھے اور زوالی لیاقت دماغی و ذہنی بیجگی اوصاف کی بجائے زبان دراضی لوگوں کی سفارش پر بھیجے جاتے تھے۔ اور بنابریں وہ ممالک غیر کی تعلیم و اقامت سے کوئی فائدہ اٹھانے کی قابلیت ہی نہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر سے بھی بخوبی واقف تھے کہ یونان میں جنگی تربیت[1] کا کوئی نام و نشان نہیں جانتا۔ اور کہ فوج کے کسی رینک کو کبھی یہ نہ کہا ان فرائض کا ایک شمہ تک کا سرانجام

[1] ماتورات یا تربیت۔ مصنوعی جنگ جدال و جنگی مشق و توصد و پ پیما۔

کر سکتا نہیں سکھایا گیا۔ جو اوسی بوقت جنگ یکبارگی بہت بڑے پیمانہ پر سرانجام دینے پڑینگے۔ یونانی فوج کا سب سے نمایاں وصف یہہ تھا کہ اوسمیں نظام و طاعت کا نام و نشان بہی نہ پایا جاتا تھا۔ جو اونے افسر سیکھنے کے شایق اور امتیاز حاصل کرنیکے موقعہ ملنے کے خواہاں ہوتے۔ اونسے اونکے اعلے افسر بطور قاعدہ کلیہ بزمانہ امن کمال کج خلقی سے پیش آتے۔ اور یہہ اعلے افسر بجائے خود ہر وقت اپنے اعلے افسروں پر نکتہ چینی ہی نکرتے رہتے۔ بلکہ یہ یقین رکھتے کہ جو بدتر سے بدتر الزام بھی اُنپر لگائے جاتے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔ ایسے یقین کا عام چلن پر جیسا بُرا اثر پڑ سکتا اور پڑتا ہے اوسے بیان کرنے کی احتیاج نہیں۔ اصل بات یہہ ہے کہ بری و بحری فوج کو ہمیشہ انتخابی مشین کا اہم جزو سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور وزرائے اسکے افسروں وغیرہ کی رایوں کی مدد سے اپنے اپنے فریق کو برسر حکومت رکھتے رہے ہیں۔ قوم روپیہ ادا کرتی ہے۔ اور وزیر اعظم اوسکو خرچ کرنے کیلیے آدمی منتخب کرتا ہے اور پھر یہہ کبھی نہیں دیکھتا کہ وہ اوسے کسطرح خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس اصول پر چلتا ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھا دے ان لوگوں میں سے بعض شاہی خاندان کی سفارشوں پر مقرر اور ترقی یاب ہوتے ہیں اور بعض بارسوخ اشخاص کی دھمکیوں یا درخواستوں پر۔ قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے کہ انہی اوصاف سے افسر فاتح ہو سکتا ہے بہت کم منتخب کیے جاتے ہیں۔

تمام سرحدی کراروں اور کوہی دروں پر ترکوں کے قابض ہو جانیسے لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔

محاربہ کا دوسرا دور

محاربہ کا دوسرا دور۔ ۲۳ اپریل سے شروع ہو کر ۴ مئی کو ختم ہوا۔ ماتی دلیلر کی لڑائیاں بتاریخ ۲۳ اپریل یونانی فوج کی بہاگڑ و مراجعت۔ ٹرنا دوس۔ لاریسہ۔ تریکالہ اور تمام شمالی تھسلی پر ترکوں کا قابض ہو جانا اس دور میں شامل ہے۔

معرکہ ماتی و دلیلر

۲۳ اپریل بروز جمعہ۔ ادہم پاشا مع سٹاف دن کے ساڑھے نو بجے درہ ملونا پہونچے۔ اور دو گھنٹے نقشے دیکھتے اور کارروائیات مستقبلہ کی تجویز کرتے رہے۔ تمام نامہ نگاروں کو عام حکم مل چکا تھا کہ اوسدن کوئی تار نہیں بھیجا جا سکیگا۔ جس سے اونہوں نے قیاس کر لیا کہ آج کوئی اہم کارروائی ہونیوالی ہے۔ انکا یہہ قیاس درست ثابت ہوا تھوڑی دیر بعد اطلاع پہونچ گئی کہ انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا رپسانی سے میدان تھسلی میں داخل ہونیوالا ہے۔ اور انتہائی میمنہ پر خیری پاشا درہ ریونی میں زرکوس یا ٹرنا دوس کیطرف بڑھ رہے ہیں۔

بدھ یعنے ۲۱ اپریل کو ممدوح پاشا تیسرا ڈویژن ایک مستقل بریگیڈ زیر کمان محمد پاشا اور کیولری ڈویژن لیکر درہ ملونا سے میدان میں اُتر گیا تھا۔ وہاں اُسنے چشمہ قرہ درہ سے چار میل بجانب غرب اپنی افواج کو صف آرا کیا اور ۲۱ و ۲۲ کو فریقین کے توپخانے بے اثر سی گولہ باری کرتے رہے۔ حقی پاشا ۲۱ اپریل کو ایک بریگیڈ لیکر ڈسکاٹا سے ملونا پہونچ گیا۔ حیدر پاشا اپنے پرپوتھی ڈویژن سے درہ ملونا کی سڑک کو درست اور توپخانہ کے گذرنیکے قابل بنواتا رہا۔ مستقل بریگیڈ انتہائی میسرہ پر تھا۔ وہ اوسیدن چھٹے ڈویژن زیر کمان حمدی پاشا سے ملحق ہو گیا۔

۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۱ بجے تک شدت کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ ترکوں کے پاس چھ اور یونانیوں کے پاس پانچ بار تریا (آتی)

مخالف توپخانوں میں تین ہزار گز کا فاصلہ تہا۔ ترکی توپیں قرہ درہ کے آب خنک کے عین آگے کہلے میدان میں صف آرا تھیں یونانی باتریاں اُس شاخ کوہ کے کنارہ سے شروع ہوکر جو کرتیری کے جنوبی دامن سے میدان کو چلی گئی ہے۔ دائیں ہاتھ دلیلر کے قریب تک پھیلی ہوئی تھیں وسط میں ایک مستطیل سی بلندی موجود تھی۔ جس سے اون یونانی توپوں کو جو وہاں نصب تھیں عمدہ پناہ ملگئی ہوئی تھی۔ آتشباری پر بارود اور گولوں کا تو بہت خرچ ہوا مگر نتیجہ ہیچ نکلا۔ ترکوں نے چار گھنٹوں کی گولہ باری سے حالانکہ اونکی توپیں بے پناہ تھیں۔ اپنے صرف تین آدمی مجروح ہوئے تسلیم کیے۔ دوپہر کے وقت انتہائی میسرہ پر بھی گولہ باری شروع ہوگئی جسکے ساتھ سخت رائفلی آتشباری بھی شامل تھی۔ یہہ آتشباری دیہات قرہ چالی اور دلیلر میں اور انکے ارد گرد ہوئی تہی۔ تہوڑی دیر بعد دلیلر میں آگ کے شعلے بہڑک اوٹھے۔ اور آدہا موضع جل گیا۔ ماتی اور دلیلر دونو جگہہ آتشباری ۴ بجے کے بعد بند ہوگئی۔ مگر اوسوقت یہہ نہ معلوم ہوسکا کہ آیا کسی فریق کو کچہہ غلبہ حاصل ہوا ہے کہ اتنے میں ساڑہے چھ بجے کے قریب رائفلی باڑہیں پہلے سے زیادہ تیزی اور شدت کے ساتھ شروع ہوگئیں۔ اس آتشباری کا کل زور چند مضافاتی مکانات پر جو دلیلر کے جنوب اور مغرب میں تھے مجتمع تھا۔ چند منٹوں کے بعد ہمنے پیدل آدمیوں کو گہروں اور باغوں سے جلد جلد نکلکر دریا کیطرف جو دلیلر کے جنوب میں بہتا ہے۔ اور کچھ سواروں کو جنوب مغرب کیطرف ہٹے جاتے دیکھا۔ یہہ یونانی انفنٹری اور کیولری کی مراجعت تھی۔ ادہم کی افواج کی اس فتح نے یونانی میمنہ کو اُلٹ دیا اور اونکے لیئے عام مراجعت کو لازمی بنادیا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں مینے اس کل معرکہ کو درہ ملونا کی چوٹی سے ایسی وضاحت کے ساتھ دیکھا کہ گویا ہمارے سامنے نقشہ بچھا ہوا تھا۔ روسکا نامہ نگار ۲۳ اپریل کی سہ پہر کو یونانیوں کے ساتھ تھا اوسنے معرکہ ہائے ماتی و دلیلر کی جو کیفیت تحریر کی ہے وہ متذکرہ صدر کیفیت کے بالکل مشابہ ہے۔ جسمیں نامہ نگار مذکور کے مراسلہ کو پڑہنے سے پہلے لکھا تھا۔ بقول اوسکے یونانیوں کے میمنہ میں بمقام دلیلر آٹھ پلٹنیں (۸ ہزار آدمی) جنرل ماورد میکالیس کے زیر کمان میسرہ میں بمقام ماتی پانچ پلٹنیں (پانچہزار سپاہی) اور توپخانہ میں چہہ باتریاں (۳۶ توپیں) تھیں۔ مزید براں پانچ رسالوں کا ایک کیولری بریگیڈ تھا جسمیں غالباً پانچسو آدمی تھے۔ اور نیز دنیوں کی ایک پلٹن قلب میں ایک پست سی پہاڑی پر مورچہ بند تھی۔ ترکوں کی جمعیت کا اندازہ نو ہزار کرتا ہے۔ اور توپوں کی تعداد ۱۲ بتاتا ہے۔ ساری دوپہر ماتی کے سامنے فریقین میں سخت توپی مبارزت ہوتی رہی۔ ایک بجے تین ترکی پلٹنوں نے قرہ چالی سے حرکت کرکے دلیلر کے قریب موضع کوتاری پر جو یونانی میمنہ پر تھا حملہ کیا۔ یونانی فوج زیر کمان میکالیس نے وہ مذکور کی جوانمردانہ محافظت کی۔ یونانیوں کو کمک پہونچگئی۔ اور وہ کوترک تقریباً اڑہائی ہزار گز آگے بڑہ آئے۔ کوتاری پر برابر قابض رہے۔ چار بجے ترکوں نے یونانی میسرہ پر پھر گولہ باری کی۔ مگر یونانیوں کا دعوی ہے کہ اُنہوں نے ترکی باتری کو خاموش کرادیا۔ کوتاری کا نام موسلر بھی ہے۔

فیصلہ کن کارروائی دوسرے مراسلہ میں بھی نامہ نگار توضیح مزید کرکے لکھتا ہے کہ چار بجے یہہ سمجھ لیا گیا تہا کہ لڑائی ختم ہوگئی ہے۔ ترکوں نے دو باتریوں سے کوتاری اور دلیلر پر پھٹنے والے گولے چلائے

اور اونکی پیدل فوج نے دو پلٹنوں کی کمک پہونچ جانے پر کوتادی اور دلیلر پر پھر حملہ کر دیا۔ یونانی ہیڈکوارٹر کو یہی خیال رہا کہ ترک پسپا کر دئے گئے ہیں کہ اتنے میں ترکی سواروں کی ایک جماعت کوتادی کی پشت پر کے جنگلوں میں سے برآمد ہو کر اون ترکی سواروں سے آملی جو پسپائی اور درہ لی سے آئے تھے بالفاظ دیگر حمدی اور خیری کے ڈویزنوں کا باہم مصافحہ ہو گیا۔ اوسیوقت دلیلر اور کوتادی کو گولوں سے آگ لگ گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ نامہ نگار نے سوچا کہ باقی لڑائی کل صبح ہو گی۔ وہ واپس چلا گیا۔ مگر یونانی رات کو ہی پیچھے ہٹ گئے اور اونمیں وہ بھاگڑ پڑ گئی۔ جسکا حال بچہ بچہ کو معلوم ہے۔

صرف اس لڑائی کی کیفیت درست درست یونانی فوج کے ہمراہی نامہ نگار بھیج سکے۔ اور کسی لڑائی کے ویسے درست حالات اُنہوں نے تحریر کئے۔ یا نکر سکے۔ اس بیان میں صرف ایک غلطی ہے جو آخری ترکی حملہ کے نتیجہ کے متعلق ہے۔ دلیلر کو فی الحقیقت ترکوں نے سات بجے ہی فتح کر لیا تھا۔ اور اسی فتح اور حمدی کے ڈویزن کی آمد نے لڑائی اور نیز شمالی تھسلی کی قسمت کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اسکے بعد یونانیوں کے لیئے اپنی فوج کو سلامت رکھنے کے واسطے مراجعت ضروری ہو گئی تھی۔ اسدن کی لڑائی میں ترکوں کیطرف تخمیناً اڑھائی سو شہید و مجروح ہوئے۔ اور یونانیوں کیطرف تین اور چار سو کے درمیان۔

اوسدن ہم بہت رات گئی مشیر کے ساتھ الاصونا واپس گئے۔ جہاں اُس طوفان بے تمیزی سے بالکل بیخبر جو یونانی فوج میں برپا ہو رہا تھا آرام سے سوئے رہے۔ میرے خیال میں یونانیوں کے لیئے مراجعت کے سوا کوئی چارہ نرہ گیا تھا۔ پانچ ترکی ڈویزن مع کیولری و آرٹلری جنکی جمعیت کسیطرح ستر ہزار سے کم نہ تھی۔ لاریسا پر حملہ کرنے یا کھلے میدان میں جنگ کرنے کے لیئے بآسانی یکجا فراہم ہو سکتے تھے۔ ترکی توپخانہ تعداد اور مہارت میں بہت فایق تھا۔ کیولری گو تھوڑی مگر خوب مضبوط اور یونانیوں کے معدودے چند سواروں سے بدرجہا زیادہ طاقتور تھی۔ مزید براں ایک چھٹا ڈویزن بالکل قریب تھا۔ اور بشرط ضرورت بلا تردد موقعہ پر پہونچ سکتا تھا۔ انکے مقابلہ پر یونانی لاریسا کی حفاظت کیلئے کسیطرح پچاس ہزار سے زیادہ فوج جمع نکر سکتے تھے اور اونکی لیئے شکست یقینی تھی۔ جس شکست کا تمام یونانی فوج کی کامل بربادی یا گرفتاری کے سوا اور کوئی مطلب نہ ہوتا۔ البتہ دو باتیں سمجھ میں نہیں آئیں۔ ایک یہہ کہ ۲۳ مئی رات کو یونانی فوج میں وہ حیرت انگیز بھاگڑ کیسے پڑی۔ اور دوم یہہ کہ ترک فراری یونانیوں کے پیچھے پیچھے کیوں نرہے اور اونکی بھاگڑ سے کسیلئے انہوں نے کوئی فایدہ نہ اُٹھایا۔

لاریسا سے یونانیوں کی بھاگڑ

مسٹر برلے ۲۴ اپریل کے رسالہ فورٹ نائیٹلی میں یونانی بھاگڑ کی کیفیت بالفاظ ذیل تحریر کرتے ہیں۔ "کل فوج کوچ پر تھی اور میدان جنگ سے پانچ چھ میل آگے بڑھ گئی تھی۔ یعنے ٹرناوس کے قریب پہونچ گئی تھی۔ کہ یکبارگی اوسپر بلا وجہ متوحشانہ ہیبت مستولی ہو گئی۔ کوئی تو اسکی وجہ کچھ بتاتے ہیں اور کوئی کچھ۔

یونانی کیولری اور آرٹلری خیالی خطرہ سے بچنے کے لیئے بے تحاشا اپنی فوج پیدل کی صفوں کو چیرتی ہوئی اندھا دھند لاریسا کو اُٹھ دوڑی۔ تاریکی میں کمال گڑبڑ پڑ گئی۔ رانفلیں سر کیگئیں۔ ایکدوسرے سے لٹھم لٹھا گئی۔ آدمی اور حیوان قدموں تلے

روندے گئے اور گاڑیاں الٹ دیگئیں جو تھوڑی دیر بعد چکنا چور ہو گئیں تمام فوج مختلف دستوں میں منقسم ہو کر بالکل ایک مجمع بے تمیز بنگئی اور سب کے سب جہاں تک انکی ٹانگوں میں بل تھا سڑکوں اور کھیتوں سے پاؤں سر پر رکھکر اٹھ دوڑے ہتھیار کارتوس اور سامان از سر تا پا پھینکدیا گیا۔ افسر بطور قاعدہ کلیہ سپاہیوں سے زیادہ حواس باختہ ہو رہے تھے۔ وہ بھگوڑوں سے آگے آگے جا رہے تھے۔ اور جبتک فرسالہ یا وولو نہ پہونچے دم نہ لیا۔ ہر ایک افسر حیرت انگیز بیشرمی کے ساتھ یہہ کہتا جاتا تھا کہ لاریسا پہونچکر سپاہیوں کو روکا جاسکیگا۔ مگر وہاں پہونچکر بھی کوئی معقول کوشش نکیگئی۔ اور بھگوڑے پچھلی رات شہر میں سے ہوتے ہوئے اندھا دھند فرسالہ کیطرف بھاگے جاتے رہے۔ میں نے کسی یونانی کو جنگی قانون کے مطابق اس بیشرمانہ بزدلی یا کسی اور نہایت ہی صریح بزدلی اور فراری کی پاداش میں گولی سے ہلاک کیا جاتا نہ دیکھا تاکہ دوسروں کی کسیقدر عبرت ہوتی۔ جو کچھہ عرصہ پہلے یونانی فوج تھی۔ وہ اب نالایق بھگوڑوں کا ایک مجمع رہ گئی تھی۔ جسے ترکی کیولری کے تعاقب کئے چلے آنیکا پختہ یقین ہو رہا تھا۔ حالانکہ میلوں تک کسی ترک کا نام و نشان موجود نہ تھا۔ اس یقین نے اونمیں وہ طاقت پیدا کر دی تھی۔ جسے صرف مایوسی اور سرباختگی ہی پیدا کر سکتی ہے۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں پچاس ساٹھ میل سفر پیدل طے کر گئے۔ لاریسا اور علاقہ متصلہ کے باشندے اس بلائے ناگہانی سے ہی مبہوت و ششدر ہو گئے تھے کہ فوجی و ملکی حکام نے اونکی رہی سہی ہوش زائل کر دی۔ وہ اونکو کسیطرح کی اطلاع یا نصیحت کرنیکے بغیر خود چلتے ہوئے اور اونہیں اونکے حال پر چھوڑ گئے کہ جو مناسب سمجھیں کریں۔

یونانی فوج کسطرح بچگئی

ادہم پاشا نے ۲۳ اپریل (جمعہ) کو یونانی فوج کی مراجعت کو منقطع اور اوسکا تعاقب نکرنیکی وجہ مسٹر سٹیونس ڈیلی میل کے نامہ نگار کو بتائی۔ "اگرچہ تشفی بخش نہیں مگر دلچسپ ضرور ہے۔ میں حیران ہوں کہ یونانی کیوں اپنی پوزیشن چھوڑ گئے۔ وہ قدرتاً نہایت مضبوط تھی۔ اور اوسکو اور زیادہ مستحکم کرنے کے لیئے انہوں نے کئی ہفتے اور لاکھوں روپیہ خرچ کیئے تھے۔ اونکا بیان تھا کہ وہ لڑائی کے بڑے خواہاں ہیں اور ہم اونکے ساتھ لڑنے کو تیار تھے۔ پھر سمجھہ میں نہیں آتا وہ کیوں بھاگ گئے مجھے اونکے فراری کا بہت رنج ہے۔ اگر وہ صرف چھہ گھنٹے اور ٹھیر جاتے تو میں اونکو بالکل پامال کر دیتا۔"

ادہم ایسے کم سخن کیلیے جو باتیں کرنے والا نہیں بلکہ کام کرنے والا آدمی ہے یہہ تقریر بہت ہی طویل تھی۔ اونکا کمال سادگی کے ساتھ یہہ تعجب ظاہر کرنا کہ یونانی اونکے حلقہ میں گرفتار ہونے سے پیشتر بکمال عیاری کیوں نہ وہ بچگئے۔ مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ اگر اونکے چہرہ پر کچھہ بھی مسکراہٹ کے آثار پائے جاتے۔ یا وہ آنکھوں کو ایسا کہتے وقت کچھہ بھی جھپکتے تو میں سمجھتا۔ کہ وہ ازراہ ظرافت یہ کلمہ کہہ رہے ہیں۔ برعکس ازیں مشیر موصوف نے نہایت متانت کے ساتھ باآہستگی تمام ارشاد فرمایا "ہمارے البانوی رجمنٹوں کی ایک بہت بری عادت ہے۔ وہ گانے کے بڑے مشتاق ہیں۔ اور کوچ کے وقت برابر گاتے جاتے ہیں۔ اونکی چھہ پلٹنیں یونانیوں کی خط مراجعت کو منقطع کرنے کے لیئے ایک گاؤں کیطرف بڑھی اور حسب معمول گاتی جا رہی تھیں کہ ایک پادری نے اونکی آواز سن لی۔ اور یونانی افسر کو عین بروقت متنبہ کر دیا۔ ورنہ اسوقت ولیعہد بہادر ہمارے ساتھ کھانا کھا رہے ہوتے۔"

ادہم پاشا اور اونکا سٹاف ابہی آہستہ آہستہ ملونا سے تھسلی کیطرف بڑہ رہا تھا کہ ہراولی سواروں نے شنبہ کی صبح کو ٹرناووس پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے شہر کو یونانی فوج اور باشندوں دونو سے خالی پایا۔ صرف چہہ خاندان باقی تھے جنکو کوئی اذیت نہ پہونچائی گئی۔ ادہم پاشا گو ٹرناووس جانے پر رضامند کرلیئے گئے۔ اور وہاں وہ ۲۴ کو دوپہر کے ۲ بجے پہونچگئے۔ مگر جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ رات وہاں بسر کرنا مناسب سمجہکر شام کو قرہ درہ واپس چلے گئے۔ جہاں انکے خیمے نصب کردیئے گئے تھے۔ اور تار کا سلسلہ بھی وہانتک بڑہا دیا گیا تہا۔ وہاں سے لیکر ٹرناووس اور لاریسہ تک یونانی تار کا سلسلہ صحیح سالم موجود تھا۔ یونانیوں نے واپسی کے وقت سرکوں یا سلسلہ تار کو کوئی نقصان نہ پہونچایا تھا۔

۲۴ کی شام کو گرمبکوف پاشا نے جو ایک نہایت قابل جرمن افسر اور ترکی توپ خانہ کا انسپکٹر جنرل ہے۔ ایک سالہ سواران ساتھ لیکر بغرض استکشاف پیشقدمی کی۔ اور اوسے اسکے دوران میں معلوم ہوگیا کہ یونانی لاریسا سے بہاگ گئے ہیں چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ اور سیف اللہ پاشا ایک باتری اسپی توپخانہ کی اور کئی رسالے لیکر لاریسا کو روانہ ہوگئے۔ شہر کے قریب پہونچکر انہوں نے شہر میں آتشباری کی آواز سنی جسپر گرمبکوف نے چند گولے شہر پر چلائے جانے کا حکم دیا۔ اور پھر دونو افسر دریا پینی اس کے کلان سنگی پل سے گذر گئے۔ پل کے نیچے یونانی ڈائنامیٹ رکھ گئے تھے۔ ایک نیک بخت باشندہ[1] نے اونکو اسکی اطلاع کردی۔ اور گرمبکوف کے حکم سے ثابت بک نے اوسے وہاں سے ہٹا کر پانی میں پھنکوا دیا۔

دنیا بہر میں بہترین سپاہی

ماتی دلیر لڑائی کے موقعہ پر میں اور گرمبکوف چند ترکی پلٹنوں کے پاس سے جو میدان تھسلی میں داخل ہورہی تہیں گذرے۔ اوسوقت اوسنے مجہے مخاطب کرکے کہا "تم ان کوفتہ و ماندہ۔ غبار آلود۔ بوسیدہ پارچہ۔ اور تقریباً لاشے پر گذارہ کرنے والے اور بیحد قانع و صبور غریب سپاہیوں کو دیکھ رہے ہو۔ صاحب من۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہہ دنیا بہر میں بہترین سپاہی ہیں"۔

لاریسا کے مسلمان اور یہودی باشندوں نے نہایت گرمجوشی سے ترکوں کی آؤ بہگت کی۔ اور بتایا کہ جمعہ کے دن سے جبکہ ملکی گورنر نے تمام قیدیوں کو رہا کرکے اونہیں رائفلیں دیدیں۔ شہر میں عجب ہڑبونگ برپا رہی ہے۔

ادہم پاشا کو کامل قبضہ ہوجانے کے بعد اوسکی خبر ہوئی۔ ہم (یعنے میں۔ وان سونن برگ۔ ایلس اور ہمارا اسکورٹ) اتوار کو دوپہر کے ایک بجے گرمبکوف سے چار گہنٹے بعد لاریسا پہونچے۔ اور عین اوسیوقت سلطان المعظم کا یاور نجیب بک اور مشیر کا ایک یاور سرپٹ گہوڑے دوڑاتے پہونچگئے۔ لاریسا پینی اس (کوستم) کے دائیں کنارہ پر آباد ہے۔ دریا نہایت تیزی کے ساتھ شہر کی مغربی اور شمالی جانبوں سے ٹکراتا ہوا بہتا ہے۔ شہر کے متصل اوسکا پانی عمیق اور دہارا بہت تیز ہے۔ اور دونوں طرف خوبصورت درختوں کی قطاریں اور سرسبز مرغزار موجود ہیں۔ سبز جامع مسجد سے جو برلب دریا ایستادہ ہے۔ پل دریا اور اوس سے پرلی طرف کے زرخیز میدانوں کا نظارہ جنکو یہہ قدیم دریا سیراب کرتا ہے۔ کل یونان میں نسبی تھسلی بہر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ شہر کی عمارت بھی نہایت خوبصورت ہے۔ کچہہ مکان پرانی طرز کے اور کچہہ نئی طرز کے ہیں۔ جو اول الذکر

[1] یہ یہودی تہا۔

ایسے دلچسپ نہیں۔ محلسرا۔ قدیم حرمسرا شاہی (اسکی سراو)۔ قوناق۔ جو بڑے چوک میں واقع ہے۔ نیک اور اولمپی ہوٹل۔ یہہ سب بڑی بڑے عالیشان مکان ہیں۔ فرنچ طرز کی مطابق مربع شکل کی بڑے بڑے بنگلے بھی بے شمار ہیں جنمیں سی بعض میں ترکی خاندان رہتے ہیں۔ تھسلی کی زمین کی حصہ کثیر پر ابھی تک مسلمانوں کا ہی قبضہ و تصرف ہی۔ مسجدوں کی بھی ابھی تک کئی مینار ایستادہ ہیں جو تھسلی پر صدیوں تک ترکوں کا قبضہ رہنی کی شہادت دی رہی ہیں۔ ان میناروں سی جہاں کہیں وہ ہوں منظر کی دلفریبی میں جو اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ سیاحان مشرق سی پوشیدہ نہیں۔ اکثر مینار یونانیوں نے گرا دی ہیں۔ جب ساری مینار کھڑے تھی۔ اوسوقت شہر کی خوبصورتی۔ ایسے بہت ہی بڑہی ہوئی تھی۔

لاریسا کی کیا حالت تھی

ہمنے لاریسا کو شہر خموشاں پایا۔ تمام مکان بلا مکین تھی۔ اکثر کے مالک اونکو باحتیاط تمام مقفل کر گئے تھی۔ اور دروازوں کی آگے کوئی نہ کوئی رکاوٹ رکھ گئے تھے۔ ان مکانوں کی کل دریچی بھی بند تھی۔ بعض کی دروازہ ٹوٹے ہوئی تھے۔ اور اندر تمام اسباب بکہرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شمال مشرقی جانب کا محلہ بالکل تاراج اور منہدم پایا گیا۔ یہہ کل یونانی قیدیوں اور بیقاعدہ سپاہیوں کی کارروائی تھی۔ جن بد ذاتوں نے یوم و شب گذشتہ اپنے ہمقوم مردوں اور عورتوں کو بی ستانے اور بیحرمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذشت نکرکے جو کچھ ہاتھ لگا اوسے لوٹ لیا تھا۔[1]

---

[1] ترکی سپاہ کی خوش اطواری۔ فوجی برجستگی اور بیمثل تیاری اور یونانیوں کی بد اطواری کی متعلق ٹائمز ایسے متعصب اخبار کے نامہ نگار کو بھی شروع اپریل میں حسب ذیل اعتراف کرنا پڑا۔

× × × × × × × × × × × × × × "ترکی مورچی نہایت مضبوط اور ناقابل فتح ہیں۔ فوج کا سامان پوشاک سبط جسے مکمل ہے اور سپاہی نہایت تربیت یافتہ اور فرمانبردار ہیں۔ اونکو ہر روز قواعد کرائی جاتی ہے۔ وہ نہایت بشاش و خوش اور لڑائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ کئی پلٹنوں نے کہدیا ہے کہ ہم تنخواہ نہیں لینگے۔ اور جبتک ضرورت ہو ملک و مذہب کی خدمت میں جنگ کرینگے۔ یونانی ضلع آرٹا کی مقابل ۲۲ ہزار ترکی فوج جمع ہی تمام سرحد پر ہزاروں کی چوکیاں مقرر اور کارآمد ناکوں کی حفاظت کیلیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر زبردست باتریاں نصب کیگئی ہیں۔ یہہ خیال بالکل غلط ہی کہ مقدونیہ کی دہقان بغاوت کر دینگے۔ وہ لوگ بالکل خاموش اور بڑی خوشی سے ترکی فواج کی رسد رسانی میں مصروف ہیں۔ ترکی سپاہ بخوبی جانتی ہے کہ اگر اوسے اجازت دیدیجائے تو وہ ۱۵ دن کے اندر یونانیوں کے ایک ایک سپاہی کو تھسلی سی باہر نکالدیگی۔ سرحد مقدونیا و یونان پر کوئی بچے جمع نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک لاکھ جرار و نبرد آزما اور تجربہ کار بہادروں کا مجموعہ ہے۔ اکثر افسر نوجوان ترکی جماعت سی ہیں۔ جو جان نثاری میں دوسرے افسروں سے کم نہیں۔ ادہم پاشا سپہ سالار گو فیلڈ مارشل کا اعلے ترین فوجی عہدہ رکہتی ہیں ابھی عمر میں صرف ۴۵ برس کی ہیں۔ گذشتہ جنگ روم و روس میں پلیونا کی محاصرہ کے وقت شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کے ماتحت پہلے وہ ایک پلٹن کی کرنیل اور پھر ایک دستہ کی قائمقام بریگیڈیر ہو گئی۔ اور بیمثل شجاعت اور کمال استقلال و تحمل کی وجہ سے بڑے نامور ہو گئے۔ ترکی انتظام

سٹیشن پر ہر قسم کا اسباب بکھرا پڑا تھا۔ دہشت زدہ باشندے شنبہ کو جبکہ ہراسان و خوفزدہ سپاہ کا سیلاب شہر میں امنڈ آیا تھا ہزاروں کی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے تھے۔ خود سٹیشن اور اوسکا متصلہ میدان بیشمار صندوقوں۔ تھیلوں۔ ٹوکریوں

تتمہ صفحہ سابقہ

رسد رسانی و فراہمی فوج ایسا معقول ہے کہ باوجودیکہ بذریعہ سمندر و ریل و سڑک طویل مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اسوقت (۲ اپریل) صرف الاصونا میں ایک لاکھ سپاہیوں کیلیے پندرہ دن کی خوراک و سامان جمع ہو گئے ہیں۔ عبدالکریم پاشا والی مناسطر اپنے صوبہ میں امن قایم رکھنے میں بڑی مستعدی دکھا رہے ہیں۔ بمقام سوروچ اونہوں نے کئی اہلکاروں کو فوجی رسد رسانی کے متعلق نامعقول سخت گیری کرنے پر قید کر دیا۔ اور اکثر قزاقوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

"یونان میں یونانی ترکوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے ہیں۔ اور اونکی بیحرمتی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے وہ لوگ ترکی ٹوپی کو دیکھکر ایسے جل بھن جاتے ہیں کہ کسی ترک راہ گذر کے سر پر اسے دیکھتے ہی اوسے فوراً اوتار کر پاؤں کے نیچے کچلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسکے برخلاف ترک اپنے علاقہ میں اپنی جبلی شرافت اور سچی تہذیب کا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔ انکی فوجی صدر مقام الاصونا میں یونانی عیسائی بکثرت آباد ہیں جنکے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ اور اونکی عورتیں بلا خطر گلی کوچوں میں پھرتی ہیں۔ کوئی اونکی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا حتی کہ وہاں خود یونانی قونصل تک ابھی موجود ہے۔ اور یونانی جھنڈا اسکی مکان پر لہرا رہا ہے اور ترک اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے"

کیا دنیا میں کوئی دوسری قوم ایسی عالی حوصلگی دکھا سکتی ہے۔ ترکوں کی یہہ عالی ظرفی ملک کی یونانی رعایا تک ہی محدود نہیں رہی۔ بلکہ جیسا کہ ناظرین کو تاروں کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ اونہوں نے یونانی شہروں میں بحیثیت فاتح داخل ہونے پر بھی حیوانی مادہ کو اپنی طبعی انسانیت پر غالب نہیں ہونے دیا۔ مگر اس امر کا ان کو کافی موقعہ بھی نہیں ملا۔ کیونکہ ہمارے انگلو انڈین اخبارات کے بہادر۔ رحمدل اور فرشتہ سیرت یونانی بمصداق چور کی داڑھی میں تنکا اپنے مسلمان ہموطنوں پر جور و ستم کرنیکا خمیازہ ملنے کے خوف سے ترکی افواج قاہرہ کی تھسلی میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے شہروں اور دیہات کو خالی کر کے جنوب کیطرف بھاگ گئے لیکن یہہ یقینی امر ہے کہ اگر یہہ بزدل بھگوڑے ملک کو چھوڑ کر نہ بھی فرار ہوتے تو بھی اونکو کوئی اذیت یا تکلیف نہ پہونچتی۔

ایک دوسرے انگریزی اخبار کا نامہ نگار ایلاسونا سے ترکی فوج کے چشمدید حالات ۲ اپریل کو اسطرح لکھتا ہے "میں نے کار اویریا سے جو ایلاسونا سے قریب ترین ریلوے سٹیشن ہے اتر کر ۷۷ میل تک سڑک پر سفر کیا جو نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ اراضی اچھی طرح مزروعہ ہے اور موسم کہلا برف بہت کچھہ پگھل گئی ہے۔ صرف پہاڑیوں کی چوٹیوں پر باقی ہے۔ رستہ میں میں نے بابوؤں کی لمبی لمبی قطاریں دیکھیں جنسے ترکی فوج کی باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔ یہہ جانور نہایت سخت تعجب خیز طور پر جفاکش۔ بڑے بڑے بوجھہ اوٹھا کر بعض اوقات چالیس چالیس میل ایک دن میں طے کر جاتے ہیں۔ پیدل سپاہ نے بھی اپنے آپ کو اسموقع پر ہر طرح قابل اور جفاکش ثابت کیا ہے۔ کیونکہ ترکی جوان نہایت باقاعدہ کوچ کرتے ہوئے دو دن کا لگاتار سفر کر کے بندوقوں اور کارتوسوں کی گٹھوں سے لدے ہوئے مقام مقصود پر تازہ دم پہونچے ہیں۔ جس جس دستہ سے میرا گذر ہوا ہر ایک جوان نہایت شجاع اور پورا پورا سپاہی سر سے پیر تک نظر آ رہا تھا۔ جو جو بے بنیاد افواہیں۔ سپاہیوں

اور ہر قسم کے پولندوں اور ٹرکوں کو ملبہ سے ٹپا ہوا تھا۔ بدبخت شہری اپنا کل منقولہ اسباب ساتھ لیکئے تھے مگر حکام نے بھر بھی ٹرینوں میں اسباب ساتھ نہیں رکھنے دیا تھا۔ اور شہریوں کو سب سامان پیچھے چھوڑ جانا پڑا تھا۔ جسے رہا شدہ قیدیوں اور بھگوڑے سپاہ کے فضلہ نے جو نیز شہر کی لوٹ میں شامل ہو گئے تھے۔ لوٹ لیا۔ ملبہ میں ایک بڑے ٹرنک پر شہزادہ انگریز خاتون مسز اورسٹن چانٹ کا نام موٹے موٹے حرفوں میں نقش تھا۔ ایک انگریز نامہ نگار نے خاتون مذکور کی اس دلچسپ یادگار کا بمسرت تمام فوٹو اتار لیا۔

لاریسا میں ہر جگہ یونانیوں کی دہشت زدہ بھاگڑ کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ بدمعاشوں نے صرف متذکرہ صدر محلہ کو ہی لوٹ کر از سر تا پا خالی نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ دیگر محلوں کی اکثر مکان بھی لوٹ لئے تھے۔ بارکوں کا کچھ حصہ ہی جلا ہوا تھا ڈاکٹر وخدام تک یونانی مجروحین کو ہسپتالوں میں لاوارث چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ترکوں کو دس قلعہ شکن توپیں صحیح سالم قلعہ سے پانچ ہزار سے زیادہ گراس رائفلیں اور سامان حرب کی کثیر مقدار غنیمت میں ملی۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اوہم پاشا نے اپنی فوج کو یونانیوں کی تقلید اور پیروی سے روکنے کے لیئے پورا پورا انتظام کیا۔ البتہ البانویوں نے جو ہمیشہ سے شورہ پشت اور سرکش چلے آتے ہیں۔ پہلی رات کسیقدر لوٹ کھسوٹ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہیڈ کوارٹر سٹاف نے اونکو فی الفور روک لیا۔ کئی ارنوطوں کو بید کی سزا دیگئی اور دو کو لیئے گولیوں سے مروا دیئے جانیکا حکم صادر کیا گیا۔ مگر اس نہایت ہی سنگین سزا کو بعد میں معاف کر دیا گیا۔ اوسوقت لاریسا میں جسقدر یورپین موجود تھے۔ وہ بلا استثنا اس امر کی شہادت دینگے اور تصدیق کرینگے کہ مشیر اور انکے سٹاف نے نظام و امن قایم رکھنے کے لیئے نہایت

سلہ یہ خاتون انگلستان میں یونانی مجروحین کی تیمار داری کے لیئے یونان گئی تھی۔

بقیہ صفحہ سابقہ اگر وہ تنگدست اور بے لباس ہونیکی وجہ سے ٹاٹ تھیں وہ بالکل ننگے اور سر سے پیر تک ننگے ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان کی وردیاں جلے درجہ کی مکمل تھیں اور خوراک کا سامان بے نقص اور مکلف سے مکلف سے بڑھ کر تعجب ناک سپاہیوں کا پرلے درجہ کا جوش اور سرگرمی تھی۔ بجائے اسکے کہ یہ لوگ مضطرب آزردہ یا لاپرواہ ہوتے۔ لڑائی کے واسطے پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ دیہاتیوں اور ملکی خدمات پر مامور لوگوں کی بیشمار عرضیاں دن بدن چلی آرہی ہیں۔ جنمیں درخواست کہ ہمکو بطور والنٹروں کے فوج کے ساتھ شامل ہونے کی اجازت ملے۔ کل ایک چھوٹے سے گانوں کے پاس سے میرا گذر ہوا جہاں پچاس تنومند جوانوں نے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کے واسطے درخواست کی۔ کراویرا اور ایلاسونا کے درمیان سرفجی سے آدھے رستہ پر میں گورنر کے ساتھ کھانا کھانے کیواسطے ٹھیرا۔ یہاں ایک وسیع ہسپتال تیار ہو رہا تھا۔ یہاں کئی کرپ توپیں بھی معہ سامان گولہ بارود کے موجود تھیں۔ یہاں پہنچکر میں فوجی صدر مقام میں لیجایا گیا۔ جہاں اوہم پاشا کمانڈر انچیف غایت درجہ کی خوش خلقی سے میرے ساتھ پیش آئے۔ یہ اس موضع میں ایک چھوٹے سے مکان میں مقیم ہیں۔ داڑھی کھتو ہیں میانہ قد اور عمر کوئی ۵۰ سال کی ہوگی۔ چہرہ سے متانت بہرا غار خوش نمایاں ہے اور ہوشیار آنکھوں سے فہم و فراست ٹپک رہی ہے۔ بتوڈی فرانسیسی بول لیتے ہیں۔ اور اپنا مطلب اچھی طرح ظاہر کر سکتے ہیں۔

قابل تعریف اور بیحد کوشش کی۔ میں اس امر کی حلفاً شہادت دیسکتا ہوں کہ جبتک میں تھیسلی میں رہا۔ ترکی فوج ہر قسم کی تاخت وتاراج سے قطعاً محترز رہی۔ اور رعایا پر خفیف سا تشدد بھی نکیا گیا۔ اکثر علاقوں میں (مثلاً جھیل قرلہ کے کناروں پر) اکثر بارونق دیہات موجود تھے۔ جو ہر قسم کے مویشی۔ بھیڑ بکری۔ اور مرغیوں۔ وغیرہ سے بھرے ہوئے تھے پچھلے دنوں میں ترکی سپاہیوں کو رسد کیطرف سے بہت دقت رہی۔ اور اونہیں بہت کم غذا دستیاب ہوتی رہے۔ مگر حالانکہ اونکی آنکھوں کے سامنے یہہ بہتات اور افراط موجود تھی۔ اونمیں سے ایک متنفس نے بھی کبھی رعایا کی کسی چھوٹی سی چیز تک کو ہاتھ نہ لگایا۔

ولیعہد یونان شاہزادہ ولیعہد بہادر کی نسبت ہمنے لاریسا میں عجیب وغریب داستانیں سنیں۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اوسے بہت بُرا مشورہ ملا۔ میرے خیال میں غالباً خود شہزادہ اس شتابکارانہ اور احمقانہ مراجعت کا اسقدر ذمہ وار نہیں۔ جسقدر کہ اوسکا کوئی منظور نظر تیز وطرار یاور۔ مگر ساتھ ہی اس امر کو بھی فراموش کرنا زیبا نہیں کہ ہزیمت فاش اور ستوحشانہ بہاگڑ کے وقت تمام نظام وانتظام اور ادب واحترام مفقود ہوجاتا ہے۔ اور یہہ یقینی امر ہے کہ یونانی سپاہیوں میں کئی سرباختہ اور ناراض آدمی موجود تھے۔ یونانیوں کا بھی فرانسیسوں کیطرح یہہ قاعدہ اور خاصہ ہے۔ کہ خواہ اونہیں اپنی ذاتی بزدلی اور نالایقی کی بدولت شکست ملی ہو۔ وہ کل الزام افسروں پر تہوپتے ہیں۔ اور یہہ پکارنا شروع کردیتے ہیں "ہمیں ان لوگوں نے برباد کیا"۔ الغرض خودسری اور واجب یا ناواجب خفگی یہانتک بڑہ گئی تھی۔ کہ بقول مسٹر برلے کئی سپاہیوں نے ولیعہد اور اوسکے سٹاف کیطرف بندوقیں سیدہی کردیں۔ اور کسیقدر امن ونظام قایم ہونے تک بہگوڑے سپاہیوں کے کمینہ حصہ کے غیظ وغضب سے تاج وتخت یونان کے ولیعہد اور سپہ سالار کو بچانا ضروری ہوگیا۔ اور اس ضرورت کیوجہہ سے ولیعہد بتاریخ ۲۴ اپریل اپنی فوج کو چھوڑ چھاڑ کر چنپت ہوگیا۔ گو یہہ ضرورت ایسی نہ تھی کہ اس نامردانہ کارروائی کیلئے وجہ ہوسکے۔

شنبہ کو علے الصبح جو ٹرین سب سے پہلے سٹیشن سے چھوٹی۔ اوسپر شہزادہ اور اوسکا سٹاف سوار ہوگیا۔ اور بدنصیب شہری جنسے تمام گاڑیاں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں باہر نکالدی گئے۔ فقط شاہزادہ اور سٹاف ہی اس ٹرین پر سوار نہ ہوئے۔ بلکہ اونکے گہوڑے بھی اس ٹرین پر سوار کرادئے گئے۔ اور کل جماعت براہ ولسٹینو فرسالہ کو روانہ ہوگئی جو ریل کے رستہ لاریسا سے پچاس میل سے زیادہ ہے۔ مگر خشکی کی سڑک کے رستہ جو بالکل سیدہی جاتی ہے اور نہایت عمدہ حالت میں تھی۔ صرف ۲۲ میل ہے جس مسافت کو گہوڑوں پر بآسانی تمام چار گہنٹوں میں طے کیا جاسکتا ہے۔ فوج کے خوف وہراس کو کم اور بہگوڑوں کو پھر مرتب کرنے کی کچھہ کوشش کرنا۔ شاہزادہ بہادر کے فرض منصبی میں ہی داخل نہ تھا۔ بلکہ اوسکے مرتبہ اور شان کا بھی یہی اقتضا تھا۔ اگر اوس سے یہہ نہ ہوسکا تھا تو کم از کم اتنا تو کرتے کہ وہ اور اوسکا سٹاف سڑک سڑک بہگوڑوں کے ہمراہ فرسالہ کو جاتا۔ جہاں بعد میں ہیڈ کوارٹر قایم کیا گیا تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاہزادہ کے مشیروں نے یونانی سپاہیوں کی خفگی[1] سرباختگی اور بیحواسی دیکھکر اوسے

[1] دیکھو صفحہ ۲۳۰

ایسا کرنیکا مشورہ دیا اور بحالات موجودہ یہہ مشورہ عین دانائی پر مبنی تہا۔ مگر اوسی بہادرانہ کوئی نہیں کہیگا۔ گو یونانیوں کی نالائقی اور بدذاتی میں مطلقاً کلام نہیں۔ اپائیرس کی ہزیمتوں کے بعد قوم وسپاہ نے کرنل مانوس سے جو حشیانہ سلوک کیا۔ اوس سی بخوبی ثابت

لہ اسی واقعہ اور دیگر معاملات حرب کے متعلق ایک نامہ نگار نے اپنے خیالات حسب ذیل ظاہر کئے تھے۔

ترکی جرنیلوں کی مقابلہ میں یونانی جرنیلوں کی ناقابلیت کے پچھلے خط میں تحریر کر چکا ہوں کہ میدان جنگ سی ضروری خبریں آنیکی بڑی امید ہے سو ایسا ہی ہوا ہے کیونکہ جسوقت میں خط روانہ کر چکا۔ اوسکی تہوڑی ہی دیر بعد مینی اخباروں میں بڑے بڑے موٹے حروف میں "ادہم پاشا کی واپسی" چھپا ہوا دیکھا چونکہ تمام نامہ نگار جو کہ ترکی فوج کی ہمراہ ہیں ادہم پاشا کی قابلیت حسن تدبیر کی تعریف میں ایک ساتھ رطب اللسان ہیں اسلیئے انکے اچانک واپس بلائے جانے سے اسکے سوا اور کچہہ سمجہہ میں نہیں آتا۔ کہ ترک تباہ کرنے کے لیئے بڑہ رہے تھے۔ واپس کرنے کی دیوانگی ایسے وقت میں جبکہ فتح وشکست میں شک ہو اور پھر ایسے جرنیل کو واپس طلب کرنا جسنے اپنی فوج کے ذریعہ سے تمام معترضین سے تعریف لی ہو کسی بڑی مصیبت کی آثار معلوم دیتے ہیں۔ یورپ کا مرد بیمار جو اپنی اس آخری کوشش میں اپنی زائل شدہ طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر ایکدفعہ سلطانی محل کی بدکرداری اور سازش سی اپنے سعی میں ناکام رہیگا۔ ادہم پاشا کیجگہہ پلیونا کے بہادر غازی عثمان پاشا کی تقرری نے عین طوفان میں گہوڑی نہوڑانے کے خوفناک خطرہ کو کم نہیں کیا۔ تاہم مشیران سلطنت نے قسطنطنیہ میں ادہم پاشا کی تنزل کا بیڑا اوٹھالیا ہوا تھا۔ جس توقف کیوجہہ سی ادہم پاشا کے دشمنوں نے اسے ناقابلیت اور بزدلی کا الزام لگایا تھا۔ وہ صرف اس لیئے تھا کہ یہہ زبردست آدمی ترکی فوج کی قوت کو ایک مرکز میں لاکر اپنے دشمن پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ادہم پاشا کو طلبی کا پیغام پہونچا۔ لیکن وہ پیغام فتح کی خوشخبری سنکر منسوخ کر دیا گیا جسوقت اس کام کا انتظام مکمل ہوگیا تو یونانیوں کو جو چوکیوں کی فتح کو بڑی رنگین عبارتوں میں تحریر کر رہی تھے معلوم ہوگیا کہ جنگ ایک سائنٹیفک اصول پر بنا کیا گیا ہے۔ انکے جرنیل ترکی فوج کے جرنیل کی مقابلہ میں ہیچ۔ اور انکی فوج ترکی کی سامنے ناکارہ جیسا کہ وہ درہ ملونا سے توپوں کی گولوں سے تباہ ہوکے بہاگے ویسا ہی وہ میدان ٹرناؤوس سی پیٹھ دکھا گئے۔ وہ لاریسا کی حفاظت نکر سکے اور اس بے سروسامانی سے بہاگ کھڑے ہوئے کہ انہیں سر اور پاؤں کی خبر نہ رہی اور تھسلی کی زرخیز علاقہ پر ادہم پاشا قابض ہوگیا۔ اس بے سروسامانی اور پراگندگی نے رہا سہا کام بھی بگاڑ دیا۔ درہ رونی میں جسطرح یونانیوں کی فوج میسرہ نے ترکوں کی فوج کو روکی رکھا۔ اگر انکا قلب بھی اسیطرح ادہم پاشا کے قلب کا مقابلہ کرتا رہتا جو پہاڑ کی سانپ جیسے دروں دیواروں میں پیچ کھائی ہوئے تھا تو اوسکا واقعات جنگ پر بڑا ضروری اثر پڑتا۔ اگر یونانی اُس درہ میں ادہم پاشا سے لڑتے اور اس درہ کی سلسلہ رسل ورسایل کو جسکا ہیڈکوارٹر الاسونا ہے توڑ دیتے تو ادہم پاشا کی حالت بہت ہی نازک ہو جاتی نہیں۔ اگر وہ صرف اڑے ہی رہتے تو اس صورت میں بھی اسکا سلسلہ رسل ورسایل کبھی خطرہ سے خالی نہوتا۔ لیکن جب یونانی فوج کا قلب پیچھے ہٹا دیا گیا تو یونانی فوج میسرہ کے سلسلہ رسل ورسایل کو توڑ دینے کا خطرہ جاتا رہا۔ کرنیل سمولنکی جو درہ رونی میں یونانی فوج کا کمانڈر تھا۔ ایک بہادر اور ہنرمند جرنیل ثابت ہوا۔ اسنے بہاگ جانے کے پہلے حکم کی کچہہ پرواہ نہ کی۔ ایک اور حکم ہوا جسکی اسنے تعمیل کی اور اپنی فوج کو باقاعدہ

ہورہا ہے کہ یونانیوں کی بدمعاشانہ کاری اور خباثت کیا کچھ کر سکتی ہے۔ انگریز و دیگر تمام اقوام کے جنبی نامہ نگاروں اور نیز اطالین و انگریز مجاہدین کی متفقہ شہادت سے ثابت ہورہا ہے کہ یونانی ہر حیثیت یا ہی پر بالخصوص سخت بزدل، مجنون، ظالم اور نامعقول ہونے جاہیے

بقیہ صفحہ گذشتہ) واپس لاکر یونانی فوج سیسر کی مدد کے لیے آن حاضر ہوا۔

"تمثول" ولیعہد کونسل۔ گورنمنٹ ایتھنز یونانی فوج باقاعدہ یا بیقاعدہ فوج ولینسٹر ایمنیس کوئی ایک یونانی فوج کے لاریسا سے بھاگ جانیکا ذمہ دار ہو۔ تاہم یہ ایک نہایت ہی شرمناک اور افسوسناک واقعہ تھا جس سے تاریخ یونان کے صفحے ہمیشہ کیلئے سیاہ رہینگے۔ اس بھاگ جانیکو بانکشت کے مراجعت کے لفظ سے بچانا اسی ایک ایسے نام سے نامزد کرنا ہے جس سوا اسکا کچھ تعلق نہیں۔ تمام دنیا کی فوجوں نے کئی موقعوں پر ایسا ہی اور دیوانہ گھبراہٹ سے تکلیف اٹھائی ہے۔ جنگ فرانس و پرشیا میں ایک موقعہ پر جرمن فوج اس گھبراہٹ سے بھاگ اٹھی تھی کہ اسنے توپیں موقعہ اُڑائے جانا قبول کیا۔ لیکن مقابلے کے لیے اپنے قدم نہ جمائے۔ نیز انگریزی فوج میں بھی کئی بار ایسی ہل چل پڑ چکی ہے۔ ایک کارسپانڈنٹ جوان پناہ گزینوں اور دادن کے جیوانوں میں سے بکھوٹ ہوا عرب لوگ جب چاہتے گوڑے لگاتے اور چابک مارتے ہوئے جو پاؤں کیطرح دبا کچلتے ہوئے بھاگ رہے تھے انگریزی بٹالین میکنیل کے گھٹنے سوار کیطرف لے جارہے تھے مثال بیان کرتا ہے کہ انکی حالت ایسی متوحش اور سہمی ہوئی تھی جیسی کہ ان باقاعدہ اور بیقاعدہ فوج۔ ولینسٹر حکام ملکی۔ مرد عورت اور بچوں کی تھی جبکہ وہ ایک دوسرے پر گرتے اور گرے ہوئے کو پاؤں سے کچلتے۔ گروہ در گروہ لاریسا سے فرسالہ کیطرف بے سروسامانی سے بے حواس ہو کر بھاگ رہے تھے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ نہ ہی تو کوئی دشمن انکا تعاقب کر رہا تھا اور نہ ہی کوئی دشمن میلوں تک انکی نظر میں پڑتا تھا۔ ترکوں کے خون کی پیاسی یونانی فوج جنہوں نے سلاطین یورپ کی نصائح کی کچھ پرواہ نہ کی تھی۔ لاریسا میں سر کے بل گری۔ یہ اپنی سب سے مضبوط مورچوں کی حفاظت نہ کر سکی۔ اور ترکوں کے مقابلہ سے صرف سیدھے خوف زدہ ہوگئی کہ چند آدمیوں نے رات کیوقت آواز بلند یہ کہنا شروع کر دیا تھا "ترکوں نے ہمیں آلیا" یہ امر ہے جسکو مراجعت کے نام سے پکارا جاتا ہے

یہ اس جنگ روم و یونان کی ایک بڑی بھاری خصوصیت یہ ہے کہ لڑائی کے حالات قریباً مفقود الخبر ہیں۔ جسوقت وہ بھی جنگ ہورہی تھی۔ اُسوقت فوج جانبین میں کوئی نامہ نگار موجود نہیں تھا۔ گو پہاڑی ٹٹو پر سوار ہو کر دروں کی مشکل گذار رستوں پر چڑھنے کو نقشے محب وطن مہمانوں کو جنگی جوش کے بیشمار بیانات اور طرفین سے زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھ طرز سلوک کی بحساب تفصیلیں شایع کیجاچکی ہیں۔ مگر جہانتک جنگ کے حالات۔ جو ہمیں تاروں کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ وہ صرف سرکاری رپورٹوں اور خطوط سے اخذ کرکے درج اخبار کیجاتے رہے ہیں۔ جنگ اکثر تو اچانک شروع اور سنگینوں کے حملے پر ختم ہوتا رہا ہے۔ اور عموماً بندوقوں سے۔ لیکن کسی حالت میں معلوم نہیں ہوتا کہ نامہ نگار بوقت جنگ کیطرف موجود رہوں۔ اونہوں نے اپنے اپنے اخباروں میں کوئی ایسا مضمون نہیں بھیجا۔ جس سے وہ اپنا عندیہ خاطر خواہ ظاہر کر سکتے ہوں۔ ڈیلی نیوز نے جسے آرچی بلڈ فوربس کی زمانہ سے لیکر آجتک اس کام پر نامزد رہا ہے۔ شاید اوروں کی نسبت کچھ زیادہ لکھا ہو۔ گو رپوٹر اور ملٹر کے نامہ نگاروں نے جو لاریسا میں بال بال بچ گئے تھے۔ اس نظارہ کی بہت خوفناک تصویر دی ہے تاہم اس مختصر سی لڑائی میں یونانیوں کی شکست سے حیران کن والی نہیں۔ حسقدر جنگ کو نامہ نگاروں کی فراری اسکا باعث غالباً ہی ہو سکتا ہے کہ چونکہ جنگ سرحد پر بہت سے مقامات پر چھڑی ہوئی تھی۔ اور نامہ نگار کسی اس مقام پر جاتے تھے جہانکہ لڑائی کا زور ہو۔ (بقیہ حاشیہ)

محبانِ یونان کی حدت و پرغضبی

جب لاریسا کی فتح کی خبر انگلستان میں موصول ہوئی تو محبانِ یونان انگریزوں کے گہروں میں ماتم برپا ہوگیا۔ اونکے دماغ مختل ہوگئے اور وہ عجیب و غریب ہزیان[1] بکنے لگ گئے۔ بطور مثال ۲۶ اپریل ۱۸۹۷ء کی اخبار ڈیلی کرانیکل کے ایک لیڈنگ آرٹیکل کا کچھ اقتباس ناظرین کی دلچسپی

[1] ہندوستان کے اکثر اینگلو انڈین اخبارات کے حزن و اندوہ کا بھی اوسوقت کوئی حد و حساب نرہ گیا تھا۔ اونکو بہادر یونانیوں سے جنکو مسیحیت کے پہلوان تصور کیا گیا تھا بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ مگر جب ایک ہفتہ میں ہی یہ کل امیدیں خاک میں ملگئیں تو ولایتی اخبارات کیطرح وہ عجب مضحکہ انگیز ہزیان بکنے لگ گئے جسمیں کچھ تو یونانیوں پر طیش ظاہر کیا جاتا۔ اور کچھ پیچ و تاب کہا کہا کر کبھی ترکوں کو ستی دئے جاتے اور اونہیں بلقانی عیسائی ریاستوں کے اتحاد کی دہمکیاں دیجاتیں بطور نظیر اس موقعہ پر متذکرہ صدر اخبارات کے چند مضامین مع اون ایڈیٹوریل ریمارکس کے جو خادم قوم و ملت وکیل امرتسر نے اُنپر تحریر کیئے بجنسہ ذیل میں درج کردئے جاتے ہیں۔

یونان کے شکست اور اوسپر ایک انگریزی اخبار کا نوحہ۔ جنگ روم و یونان کے چھڑنے سے پہلے ہی جیسا کہ ہم ترکوں کے مفصل اور سچے حالات ہدیہ ناظرین کرچکے تھے۔ اُن سے بخوبی واضح تہا کہ یونان ترکوں کے سامنے مطلق کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور جو پالیسی ہمنے اس شجاع قوم عثمانی کی ظاہر کی تھی اس سے بھی ثابت تہا کہ حضرت امیر المومنین اپنی طاقت بہت کچھ دبائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی باعث انہوں نے متواتر یونان کی حماقت پر دول یورپ کو لکھا کہ اسکو سمجھا دو۔ مگر حمایتی کی گدہی نے عراقی کو لات مارنے کی جرأت کرہی دی۔ اور باوجود اسکے کہ ترکوں نے دول یورپ کی درخواست پر اس شوریدہ سر قوم کی پہلی خطا معاف کردی تہی اور اسوقت تک عام حملہ کا حکم نہ دیا جب تک کہ یونان کی باقاعدہ سپاہ جاغیوں کے ساتھ ملکر ترکی کی سرحد عبور کرآئی تھی۔ اور صرف اسی پر اکتفا کیا تھا کہ عثمانی جوانوں نے انکو ایک جنگل میں گھیر کر انکے ہتھیار چھین لیئے۔ اور انکو مار بھگایا تھا۔ مگر آخر کار ترکوں کو مجبوراً خود ہی اس نکمی سی بے حقیقت قوم کو سزا دینے کیواسطے جنبش کرنی پڑی۔ مگر وہ بھی اسطرح کہ جب یونانی اپنے سفلہ پن کے جوش سے اُبل کر سرحد عبور کرآئے تو ترکی سپاہ پہلے خود بخود پیچھے ہٹ آئی صرف اسغرض سے کہ دول یورپ کو بعد میں کوئی عذر نہ باقی رہے کہ پہل ترکوں کیطرف سے ہوئی تھی۔ لیکن آخر کار وہی مثل ہوئی "کمزور کا غصہ زیادہ مار کہانے کی نشانی" ترکوں کو حرکت کرنی پڑی۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ آج ترک مقام وولو کے قریب موجود ہیں جہاں سے ایتھنز دار السلطنت یونان صرف ستر میل کے قریب رہ گیا ہے۔

یورپین پریس اور نیز ایجنسیوں نے اسموقع پر بھی معمولی اور عادی طرفداری تعصب اور غلط بیانی سے کام لیا۔ مگر صداقت چھپی نہیں رہسکتی۔ لاہور کا روزانہ سول ملٹری گزٹ بھی یونانیوں کی اس زک پر بہت کچھ جھنجلایا اور کھسیانا ہوکر خود ہی یونانیوں پر لعن طعن کررہا ہے۔ اور انپر ہنسی اُڑا رہا ہے۔ مگر دراصل یہہ اس نے ایک مرثیہ لکھا ہے جسمیں برابر سخت درد دل اور قلق کے ساتھ ساتھ

بقیہ صفحہ گذشتہ) اور وہ کسی مقام کیطرف اسوقت تک کوچ نکرتے تھے جبتک انہیں معلوم نہوا کہ جنگ کا دلچسپ مرکز کسجگہہ ہوگا اور جوں ہی کہ ادہم پاشا نے کسیطرف ارادہ کیا وہ چیرتا ہوا یونانیوں کے قلب تک جا پہنچا اور لڑائی ختم ہوگئی۔ جو کچھ باقی رہجاتا تھا وہ نامہ نگاروں کے حصے آتا تھا۔ یعنی ایک مقام پر تو وہ شکست کے خطرات بیان کرتے ہیں اور [illegible] مقام پر جنگ کے باقیماندہ مہیب آثاروں کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں"۔

کیلئے یہاں درج کر دیا جاتا ہے اوس سے اوسکو معلوم ہو جائیگا کہ ان نکبختیوں کا مذہبی جنون اور سودا کہ جو تک بڑھ گیا تھا

"وحشیوں کا دل بادل کیواری اور زمانہ حال کی مملکت ترین اور ارتقا پذیر کو لیے ہوئے لگا تار مسیحی ملک میں بڑھا چلا جارہا ہے

بقیہ صفحہ سابقہ} تعصب اور طرفداری کی بحث ہو آئی ہے۔ اسلیے جو کچھ ترکی سیرت کی نسبت لکھا ہے اسکی نسبت ہمارا صرف اسقدر کہدینا کافی ہوگا کہ اخبار و رسائل کے پہلے نمبروں میں کل حقیقت کا حصہ بہ خوبی ظاہر ہو چکی ہے۔ ہم اس انگریزی اخبار کو نوٹ کا لفظی ترجمہ بلا تصرف درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین واقعات سے خود اسکے نشیب و فراز کا اندازہ کر کے اپنے واسطے نتیجہ نکال سکیں اور وہ ترجمہ یہ ہے۔

یونان کی دھجیاں اڑگئیں چھوٹے سے بہادر یونان نے جس منچلے پن کو نہایت بڑے مشورہ سے اپنے اس جابر کی مزاحمت کی جسپر یورپ کی تمام بڑی بڑی سلطنتیں بھی حملہ کرنے میں تامل کرتی تھیں۔ ہر ایک شخص کو اوس سے بہت ہمدردی ہوگی۔ مگر یہ مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آغاز جنگ ہی سے میدان کارزار سے مستقل طور پر یونانیوں کا پیچھے ہٹنا اور معاً ایک ہفتہ بعد تمام طاقت کا قلع قمع ہو جانا اس قوم (یونانی) کا نہایت دردناک نظارہ ہے۔ جو ابھی پچھلے ہفتے انہی دنوں میں اپنے دارالسلطنت کی سڑکوں پر جنگ کیواسطے جوش سے مائل رہی تھی۔ سب سے بڑھکر بدقسمتی یہ ہے کہ انگلستان کی اس فتح و نصرت کے کارنامہ کا اثر آجکل کے زود نتیجہ خیز زمانہ میں یہ ہوگا کہ انکی وقعت بحیثیت ایک جنگی طاقت کے اور انکی منزلت اور رتبہ مشرقی یورپ میں بہت ہی بڑھ جائیگا۔ چنانچہ یونان کی حمایت کا صریح نتیجہ یہ ہوگا کہ انکی جنگی شہرت بالکل نیست و نابود ہو گئی اور پولیٹیکل حیثیت سے انکے سر پر تباہی اور بربادی آرہی گئی۔ لڑائی چھڑنے سے پہلے ہمنے کہدیا تھا کہ اس جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یونان میدان بحری میں فوقیت لیجائیگا۔ لیکن اگر ترکوں کو دیگر یورپین طاقتوں نے نہ روکا تو خشکی میں وہ یونان کا قلع قمع کر دینگے۔ مگر یہ پیش بینی تو آجکل ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ ہماری پیشینگوئی اسقدر تمام تر اور اسقدر سرعت سے پوری ہو جائیگی۔ خصوصاً یورپ جو طرفداری یونان کی کرتا ہے۔ اور جو صاف ظاہر ہے اس سے یونانیوں کی قطعی تباہی اور بربادی زیادہ واضح اور صریح ہے۔ لڑائی کے پہلے ایک دو دن تک تو ایسے حالات ہمارے سننے میں آئے جنسے معلوم ہوا کہ یونانیوں نے اپنی بہادرانہ مزاحمت میں اپنی جنگی عمل و وقوع برقرار رکھنے میں معجزہ دکھلایا ہے۔ مگر اسکے کوئی بالکل صاف نتیجے نکلنے اگر ہم نقشہ پر فوجوں کی حرکات و سکنات کو تلاش کریں جیسی کہ وہ ابتک معرض تحریر میں آئی ہیں تو یہ امر ہر جگہ ہمکو واضح ہو گا کہ سمندر میں ہر مقام پر مغلوب یونانیوں کے ہاتھ رہی ہے۔ مگر وہ اس قدر کم اور در اصل سطح بحر سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔ اور خشکی پر ہر جگہ ترک ہی حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور جو حرکت انہوں نے کی ہے اسمیں آگے ہی بڑھے ہیں۔ اس آخری قاعدہ کی ایک استثنا صرف یہ ہوئی ہے کہ یونانی اپیرس میں جینا کے مقابل بڑھے ہیں۔ مگر جسکی نسبت ہم سنتے ہیں کہ یونانیوں کو یہاں بھی آگے بڑھنے میں منزل مقصود کے آدھے ہی رستہ میں ترکوں نے نہایت سرعت سے روکدیا۔ آغاز جنگ پر ہی جیسا کہ ہمنے کہدیا تھا۔ تمام سرحد اس سرے سے اس سرے تک مغرب پر پریولیا لیکے وسط میں گریونیا اور مشرق میں کرانیا تک میدان کارزار تھی۔ مگر جس روز سے درحقیقت لڑائی شروع ہوئی یونانیوں کے حملہ آور گروہ جنہوں نے درمیل گریونیا پر خود حملہ کر کے ٹرکی کو مجبور کیا۔ اب تمامتر معدوم ہو گئے اور ترکوں نے اپنی تمام حملہ آور طاقت کرانیا کے پاس درہ ملونا پر جمع کر دی۔ اور یونانیوں نے اپنی طاقت پریولیا تا خلیج آرٹا اور اپائرس پر۔

یہہ ہے۔ آج کی خبر لیکن خدا کا شکر ہے کہ جنگی پہلو سے جیسا کہ ہم بعد میں بتائینگے۔ یہہ امر ایسا برا نہیں جیسا کہ ہمدردی انسانی اور تہذیب کے لحاظ سے ہے۔ البتہ آخر الذکر امور کے لحاظ سے یہہ امر نہایت ہی خطرناک اور سخت رنجدہ ہے حکمران ترک (جلالت مآب سے مراد ہے

بقیہ صفحہ سابقہ) اب سب سے پہلے ترکوں کی سنیے کہ اول ہی ہم اون کو ایلاسونا پر دیکھتے ہیں۔ جو اونکی اپنی سرحد سے پار ہے۔ اور یہاں سے وہ نزاروس اور کرانیا کے جنوب مشرق سے درہ ملونا کے رستہ آگے بڑہنے کی دہمکی دے رہے ہیں۔ پھر کئی دن کی سینہ توڑ لڑائی کے بعد یکایک سنتے ہیں کہ ترک ایلاسونا کی جانب جنوب مغرب ٹرنا دوس پر آپہونچے۔ اور گوریوٹر نے اس معاملہ کو اچھی طرح واضح نہیں کیا۔ اس سے اور نیز یونانیوں کے نہایت سرعت سے لاریسا کو ہٹ جانے سے جو ٹرنا دوس کی جانب جنوب واقع ہے صاف ظاہر ہے کہ ترکوں نے ایک اور ہی طرف سے سرحد میں گھسکر اور غنیم کے عقب پڑ جانے سے یونانیوں کی ایک پہلو کی فوج کو ہی الٹ دیا۔ چنانچہ اسطرح پہر ایک مرتبہ اس زمانہ میں بھی وہی فن جنگ کی استادی کھیلی گئی جسکا اظہار تھرماپولی[1] پر ہوا تھا۔ مگر لیونیڈاس کے برعکس اس زمانہ کے یونانیوں کا وہ دل و گردہ ہی نہیں ہے کہ اپنے آپ کو غنیم کے نرغے میں پھنسا دیں۔ اور میدان کارزار میں شمشیر بکف ڈہیر ہوں۔ لیکن یونانیوں کی مراجعت صرف لاریسا ہی تک ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہہ بمشکل ہی اس شہر تک پہنچے ہونگے کہ ہم سنتے ہیں کہ آگے بڑہتے ہوئے غنیم (ترکوں) کے نعرے ہی سنکر یہہ شہر اور نیز سب ذخیرہ فوجی سامان کا چہوڑ کر اسطرح بہاگے کہ زمانہ حال کے یونانی شجاع (ہیرو) ڈیوک آف سپارٹا آگے آگے اور ساری فوج پیچھے پیچھے! پھر یہہ حرکت آگے چلکر ایک اور لفظ زرکوس اور نیز نقشہ سے واضح ہے۔ ترکی فوجیں اب زرکوس پہونچ گئی ہیں جو لاریسا کی جنوب مغرب کی پہلو پر واقع ہے۔ اور اسمیں کچہہ شک نہیں کہ یونانیوں کو ہرگز یہہ پسند اور مطلق گوارا نہیں کہ اپنی مراجعت میں حملہ آوروں کو اپنے آپ سے ایک قدم بھی آگے جانے دیں۔ یہہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ یہہ کامیاب استادی فن جنگ کی کہانتک ترکی کمانیروں کا حصہ ہے جنمیں سے ایک کو اس تھوڑے سے وقفہ میں بھی ماتحت بنا دیا گیا ہے۔ (اشارہ ہے ادہم پاشا کے ایجوٹنٹ جنرل اور غازی عثمان پاشا کے کمانیر ہونے کیطرف) اور کہانتک یہہ جرمن افسروں کی طرف منسوب کیجا سکتی ہے۔ جنہوں نے ترکی فوج کو تعلیم و تربیت دی ہے۔ بہرحال خواہ کچہہ ہو اس فوج نے اپنی شہرت پھر یورپ میں ثابت کر دی ہے کہ وہ تمام سرزمین مغرب میں سب سے بڑہکر اعلے درجہ کی لڑنے والی ہے۔ کیونکہ خود جرمن فوج بھی اس تھوڑے سے وقت میں جو اسکو ملا ہے اس سے بڑہ کر کچہہ نہ کر سکتی۔ یونانیوں کی مراجعت کا دوسرا پڑاؤ فرسالہ ہے جو صوبہ تھسلی میں نصف علاقہ سے بھی کچہہ آگے ہے۔ چنانچہ اسطرح سے ایک ہفتہ میں ہی آدہا صوبہ یونانیوں کے ہاتھ سے نکلگیا۔ اور یہ خود اپنے ہاتہوں ایسی تباہی اور بربادی کا طوفان اپنے سر پر لائے ہیں جس کے روکنے کے واسطے کوئی معجزہ درکار ہے اور انکے چھ دن کی معرکہ میں ان محبان وطن کیواسطے اگر کوئی بات قابل فخر و مایہ ناز نہو تو اتنا تو ہے کہ انہوں نے مراجعت کا کوچ بہت اچھا کیا ہے۔

[1] و [2] درہ تھرماپولی وہ مشہور درہ یونان کا ہے جسمیں ۴۸۰ قبل مسیح ایکہزار یونانیوں زیر کمان یونانی جنرل لیونیڈاس اور تمام فوج سلطنت ایران میں مشہور لڑائی ہوئی تھی۔ تین دن تک معرکہ گرم رہا یونانی مطلق زیر نہ ہوئے۔ مگر آخر کار چوتھے دن ایک شخص دہوکہ دیکر ایرانی فوج کو پوشیدہ رستہ سے پہاڑ کی دوسری طرف نکال لیگیا۔ اور اسطرح ایرانیوں نے جنکی تعداد لاکہوں تک تھی۔ ایکہزار یونانیوں کو اس درہ میں دونو طرف سے بند کر لیا۔ تمام یونانی ڈہیر ہوگئے کہتے ہیں کہ صرف ایک شخص زندہ بچا تھا۔ لیونیڈاس بھی ڈیوک آف سپارٹا کہلاتا تھا۔

ناظرین معاف رکھیں نقل کفر کفر نباشد (مترجم) جسے تمام اچھے آدمی کمال نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو زن و بچہ۔ صغیر و کبیر مرد و عورت سب کو یکسر قتل عام کرانیوالا ثابت ہو چکا ہے۔ جسکی یہہ ناگفتنی بدمنشی و دزروشن کیطرح ہویدا ہو چکی ہے۔ جو انسان

حاشیہ صفحہ سابقہ) اب ہم بحری لڑائی کو لیتے ہیں۔ اور ہماری خیالات پر یکایک تغیر لاحق ہو جاتا ہے۔ یونانی بیڑہ نے سرحد کی ایک حد پر عین ترکی حد کی پار اپنی طاقت جمع کر دی اور اپنی حیطہ زد میں یونانی ہر مقام پر کامیاب ہوتے رہے۔ یہہ ہم سنتے ہیں کہ ترکی بیڑہ اب تک ڈارڈینلز (دردانیال) میں کھڑا ہے۔ کیونکہ کپتان اوسکو سمندر میں چلاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اسبارہ میں بھی آغاز جنگ سے پہلے ہی ہم کہہ چکے ہیں کہ ترکی جہازوں کو گولڈن ہارن میں پچھلے ۱۲ برسوں سے کیڑے کہا رہے ہیں۔ مگر ہمکو یہ امید نہ تھی کہ یہہ جہاز اس قدر ناقابل ثابت ہونگے۔ نتیجہ یہہ ہے کہ یونانی بیڑہ کی مطلق مزاحمت نہ ہوئی۔ اور مشرقی ساحل پر اس بیڑہ نے جو سربمہر احکام لیکر روانہ ہوا تھا پلاتا ہوا اور لتوخزی کی شہر و نپر حملہ کیا۔ اور ترکوں کے انتظامات کمسریٹ کو برباد کر دیا۔ اگر یونانیوں نے اپنی طاقت کا تمامتر حد سے بڑھکر اندازہ نہ کیا ہوتا تو اب تک وہ صرف اسی قابل ہو گئے ہوتے کہ ترکی سلسلہ رسل و رسایل ہی کو منقطع کر دیتے بلکہ اسقدر کافی فوج خشکی پر اتار دیتے جو انکے عقب میں بہت ہیبت ناک ثابت ہوتی۔ کسی بیڑہ کا سلسلہ حد واقعہ ساحل بحر پر سے ایک فوج کے ساتھ متحد ہو کر کام کرنا حملہ کرنے کا ایک نہایت ہی خوفناک طریق ہے جسکا تصور میں آنا ممکن ہو سکتا ہے۔ خشکی پر ترکوں کی برتری بدرجہ اتم اس سے بڑھکر کسی اور امر سے ثابت نہیں ہو سکتی کہ وہ نہایت جرات سے اتنی گنجایش دیکھ سکتے تھے کہ انہوں نے اپنا سلسلہ رسل و رسایل تمامتر غنیم کے بیڑہ کی زد میں کھلا چھوڑ دیا۔ اور ادہر خشکی پر یونانی فوج کا یہہ حشر ہوا۔ کہ جدہر ترکوں نے رخ کیا اس کے پیر اکھڑ گئے۔ اور حواس باختہ ہو گئی یہہ بھی اغلب ہے کہ ایک ایسی فوج کو جسکے انتظامات کمسریٹ ایسے خفیف ہوں جیسی کہ ترکی فوج کے اور جسکا گذارہ اوس لوٹ مار پر ہو جو اسکے سامنے آجائے۔ محکمہ کمسریٹ کے تباہ ہونے سے بھی چنداں دقت نہیں لاحق ہو سکتی۔

اب ہم مغربی ساحل کیطرف پھرتے ہیں اور ادہر بھی یونانیوں کا طریق جنگ اسیطرح دیکھتے ہیں۔ یونانی فوج نے ترکی قلعہ پر ویسا کو خاموش کر دیا۔ اور سمندر کے کنارے جزیرہ کارفو کے مقابل بڑہی اور یونانی خشکی کی فوج کے ایک پہلو کی بھی پشت پناہ بنی جو جینینا کیطرف بڑہ رہی تھی۔ مگر یہاں پھر ثابت ہوا کہ ترکی سپاہ کا دل و گروہ تمام مجموعہ استادی فن جنگ سے برتر و اعلے ہے۔ یونانیوں کا نہایت شجاعت سے مقابلہ کیا گیا۔ اور ابھی آدہا سفر ہی طے کیا تھا کہ انہوں نے شکست فاش کھائی۔ اسطرح صاف ظاہر ہے کہ اپنے بیڑہ کی مدد سے یونانیوں کو سرحد کے ہر ایک کنارہ پر بلحاظ فن جنگ کے فائدہ رہا ہے۔ مگر اس فایدہ سے ترکوں کی جنگی قوت کی برتری کے مقابلہ میں کچھ نہ ہاتھ آیا۔ پیاری مشفق ریوٹر کئی موقعوں پر ہمکو بتلا چکے ہیں کہ ترک بلحاظ توپ خانہ۔ رسالہ۔ اور تعداد کے یونانیوں سے بدرجہا بڑہ کر ہیں مگر یونانیوں کو ہر طرح معذور رکھنے کی تمام خواہش کو مدنظر رکھکر بھی اسمیں کچھ کلام نہیں کہ ساٹھ ہزار فوج سے جو خود اپنے ہی پہاڑوں اور پہاڑی قلعوں اور کمینگاہوں میں جمع ہو۔ اور جسکے پہلو پر ایک خوفناک بیڑہ ہو جسکے سامنے غنیم کا عقب تمامتر اس سرے سے اس سرے تک زد میں کھلا ہوا ہو یہہ توقع ہونی چاہیئے کہ وہ اچھیطرح لڑتی نہ یہ کہ سیدہی گھر کو جاتی۔

اگر یونانیوں نے ذرا خفیف سا بھی کچھ عرصہ تک مقابلہ کیا ہوتا تو ریاستہائے بلقان میں شورش و فساد کے آثار صاف ظاہر تھے۔ اور ہر طرح

صورت سخت وحشی و درندہ حیوان ہی جسکے نام کو ہی سنکر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ جسپر ابھی اگلے دن انگلستان کے وزیر اعظم[1] نے سخت غضب الٰہی وارد ہونیکی پیشگوئی کی تھی۔ جسکی ظالمانہ سرشت کو لگام دینے کے لیئے عین اسوقت بھی کل یورپ نہایت جا

[1] لارڈ سالسبری کی اس تقریر کیطرف اشارہ ہے جو اوسنے نومبر ۱۸۹۹ء کو لارڈ میئر کے سالانہ دعوتی جلسہ مین مقام گلڈ ہال کی تھی۔ یہ تقریر معہ ریمارکس بست سالہ عہد حکومت میں درج ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) اغلب تھا کہ ترکی فوج کے عقب کی آبادی اسموقعہ پر اپنے ظلم کرنے والوں (ترک) کے برخلاف علم بغاوت بلند کرتی۔ بلگیریا کا اپنی فوجیں جمع کرنے کی دھمکی دینا اور ۴ البانین بٹالین کا بغاوت کرنا۔ ایک ایسے طوفان پر دال ہیں جو ترکوں کے پسپا ہونے کی پہلی ہی آثار پر انکے سر پر پھوٹ پڑتا جسطرح بزدل یونان سرنگون ہوا ہے۔ اس سے کوئی موقعہ اس امر کی پختگی کا نہ ملا اور اب یہہ کہہ سکتے ہیں کہ بلگیریا فوجیں نہیں جمع کرے گی۔ طاقتوں نے مداخلت کی ضرورت پر غور کرنا شروع کر دیا ہے پہلے یہہ قرار داد تھی کہ یورپ کی تمام طاقتیں اسوقت تک بے لوث اور علیحدہ رہیں۔ جبتک کہ کوئی فریق خود درخواست نہ کرے انگلستان واقعات کا رخ پلٹنے کا خیال کرکے ڈرنے لگا اور اب اکیلے جرمنی کا خیال ہی کہ یونان کو ابھی اور سبق سیکھنے کی ضرورت ہی تاکہ وہ آیندہ نصیحت و تربیت کو متابعت سے قبول کرنا سیکھ جائے۔ طاقتوں کی مداخلت ایسی لابد ہے کہ اب اس دلچسپ سوال کی گنجایش ہی نہیں باقی رہی کہ وہ مداخلت کب ہوگی۔ اب ہم سب جو کچھہ جاننا چاہتے ہیں۔ وہ یہہ ہے کہ اب ترک بھی اپنے مظفر و منصور کوچ میں رک جائینگے یا نہیں۔ کم از کم ممکن ہی کہ کامیابی سے نہال ہوکر یہ اس سے انکار کردیں اور اس انکار کا یہہ مطلب ہوگا کہ ٹرکی کے مقابلہ پر ایک متحدہ عام جنگ ہوگی۔ اور سب سے بدتر یہہ ہوگا کہ طاقتوں میں نفاق اور پھوٹ پڑ جائیگی۔ اور تمام یوروپ تہ و بالا ہو جائیگا بہرحال ہم اب انجام کے آغاز پر پہنچ گئے ہیں۔ اور امید ہی کہ یہہ انجام یوروپین جنگ کی صورت نہیں اختیار کریگا۔ ہر شخص چند روز آیندہ تک کے واقعات کا انتظار کریگا کہ دیکھیے پانسہ کسکی طرف پلٹتا ہے مگر خواہ کسیطرف پڑے۔ یونانی اب اس معاملہ سے مٹ گئے۔ اور انکی جنگی شہرت ایک مرتبہ پھر تمام یورپ کے واسطے باعث ہنسی اور تمسخر بنگئی ہے۔

ہمعصر روزانہ اخبار سول مورخہ ۲۰ مئی میں ایک لیڈنگل آرٹیکل شایع ہوا ہے جسکے دیکھنے اور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ . . . . . کہ اخبار مذکور یونان کی شکست اور ترکوں کی فتح سے اسقدر کھسیانا ہو رہا ہی کہ اسکے حواس بجا نہیں رہے۔ اپنا زہر اگلتا اور ترکوں کو کوستا ہوا وہ غصے کی اس حد تک پہنچگیا ہے کہ مسمریزم کے معمول کیطرح وہ اپنا اور اپنی ہم مذہب سلطنتوں کا عندیہ اور ارادہ نہ چھپا سکا اور بہادر اور کامل عامل ٹرکی نے اسکے اپنے ہی منھ سے وہ باتیں دریافت کرائیں جنکو پہلے (گو وہ عام طور پر کل مسلمانوں کو معلوم تھیں) وہ ظاہر کرنا پسند نہ کرتا تھا اور انکا عام اور کھلے طور پر ظاہر کر دینا بعید از مصلحت خیال کرتا تھا لیکن جو برتن میں ہوتا ہے وہی اسمیں سے نکلتا ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں چھپائے آخرش یہہ بھید خود انہیں حضرات کے منھہ سے افشا ہوتا تھا اور ہوگیا۔ خدا کارساز و مسبب الاسباب ہے۔ جس قوم اور ملت پر وہ اپنا قہر نازل کرنا چاہتا ہے وہ خود ہی انمیں سے ایسے اسباب پیدا کرتا ہے کہ بظاہر تو وہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن انجام کار اسکا نتیجہ سوائے تباہی اور نیست و نابودگی کے اور کچھہ نہیں ہوتا۔ یہ از افشائیان

اور قطعی فیصلہ کن تجاویز و تدابیر کے سوچنے میں مصروف بتایا جاتا ہے۔ یہ شخص فرمانروا نہ تدبر کی بدولت اور سوڈی جلادوں کو ایک چھوٹی سی عیسائی قوم کو پامال و معدوم کرنے کیلئے لگاتا بھیج رہا ہے اور وہ ڈھاقہ عیسائی بادشاہ اکھٹے ہو کر علانیہ

بقیہ صفحہ گذشتہ) گو رسول نے دیگر اقوام کو غیرت اور جوش دلانے کے لیے کی ہیں۔ لیکن اس امر کو متعصب کو بہ نہ سوچا کہ جو قت اگر خلیفۃ المسلمین کے حکم پر چلنے والے بندے اس بھید سے (جس سے وہ قریباً قریباً پہلے ہی آگاہ ہیں) واقف ہو جائینگے تو وہ اپنی تقویت اور دین متین کی حفاظت کے لیے کیا کیا کچھ نہ کرینگے۔ لیکن جب الٹے دن آتے ہیں ایسی ایسی باتیں افشا ہو ہی جایا کرتی ہیں بقول حضرت داغ ؎ تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی۔ دیگر آپ جہاد کا راگ الاپنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن ہم بڑے دعوے کر سکتے ہیں کہ وہ ریاستیں جنکا نام لے کر لفظ جہاد وہ اپنی قلم سے نکال رہا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ محض کسی پولیسی کی وجہ سے اس جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس بے تعلقی کا اندازہ حضور نے غلط قیاس کیا ہے وہ ریاستیں جانتی ہیں کہ پرانے جہاد دیکھے کیا نتائج ہوئے تھے اور کس طرح انکے رچرڈ شیر دل (شاہ انگلستان جو کل دول یورپ کی فوجیں جمع کر کے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لیے صلاح الدین پر حملہ آور ہوا تھا) صلاح الدین کی فوج ظفر موج کے سامنے لومڑی کیطرح دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

ہم سوال سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آئندہ جہاد کے مسئلہ کو نہ چھیڑیں۔ غالباً آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ ۱۱ لاکھ بدوؤں نے جہاد کیلئے حضرت سلطان اعظم امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سے درخواست کی ہے اور نیز ایران کی ۱۹ ہزار فوج خادم الحرمین الشریفین کی خدمت کیلئے سرحد آرمینیا پر منتظر احکام کھڑی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دول نصاریٰ کو لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور بجائے نازنین لیڈیاں ہارپ (سارنگی) کی تاریں خوشی کی راگ بجانے کی بجائے اپنے سروں کو بالوں کی تاریں بنائیں اور عیسا کہ فلوڈن کی شکست سے تمام بکاٹ لینڈ ماتم کدہ ہو رہا تھا۔ تمام یورپ ان پر پی بیکروں کے بینوں اور نوحوں سے مرثیہ خانی بنجائے۔

ہم اپنے معزز ہمعصر سے التجا کرتے ہیں کہ اونکی یہ آہ و زاری اور شیون بکا کسی کام نہ آئیں گے بہتر تو یہی ہے کہ وہ بجائے ایسے مضامین شائع کرنے کے اس معاملہ کے سنبھالنے کی تدابیر پبلک کے سامنے پیش کریں۔ چونکہ دوسرے شخص کا ذہن ضمیر خود اسی طرز کلام سے ادا ہو سکتا ہے لہذا ہم سوال کا تر جو بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"غنایہ فتح"۔ "ڈوموکوس سی (یونانی افواج کا) مرحمت کنندہ اور سلطان کا جنگ کو روکنے والا ہفتہ جنگ کا اختتام خیال کیا جا سکتا ہے اگر تمام طاقتیں بالاتفاق کارروائی کریں تو اب صرف غنیمت کی تقسیم باقی ہے۔ اگر کوئی واقعہ جنگ کو ابھی موجود صدر دسی بڑھانیوالا پیش نہ آگیا تو غالباً یہ کارنامہ تاریخ میں ہفتہ جنگ کے نام سے یاد کیا جاویگا۔ کیونکہ جیسا کہ ہنے لاریسا سے اچانک رجعت کی وقت لکھا تھا۔ یونان کی ہزیمت عملاً یقین کر لیگئی تھی۔ اور ترکو نکی فضیلت تسلیم ہو چکی تھی۔ اور جو کچھ کہ اسکے بعد وقوع ہوا محض تباہی کا آشکارا ہونا تھا۔ اس زود ختم جنگ کے عرصہ میں کوئی چیز سوائے ترکوں کی اعلے تدبر کے معلوم نہیں ہوئی جو شاید یونانیوں کی غیر استقلالی کی وجہ سے کہ وہ سلامتی کا کوئی موقعہ قابو میں لاسکے بنی ہو۔ ترکو نکی طرفداری کا ایک بڑا جزو ترکو نکی فوج

† پہنچے زار روس وقیصر جرمنی۔

اوسکی امداد کر رہی ہیں۔ بلکہ اونمیں سے ایک نے تو اپنے افسر اولین صف جنگ میں لڑنے کے لیئے بہیج رکھے ہیں۔ خدا کی شان اور نیرنگی قسمت سے آج یہہ صورت پیش نظر ہے جسپر کوئی عیسائی مشکل سے اعتبار کر سکتا ہے۔ مسلم وحشی جو صدیوں کی بہادرانہ مساعی اور جدوجہد سے

بقیہ صفحہ گذشتہ) کا کثیر التعداد ہوتا ہے سلطنت عثمانیہ ایک لاکھ ستر ہزار یونانی فوج کے مقابلے میں جسمیں کل قابل جنگ آدمی شامل ہوں سات لاکھ فوج میدان جنگ میں لا سکتی ہے۔ البتہ ٹرکی تھسلی کی دور دراز سرحد پر اپنی تمام فوج اکٹھی نہیں کر سکتی۔ تاہم یہہ ظاہر ہے کہ اسجگہہ یہہ فوج نسبتاً یونانیوں سے بہت زیادہ ہے یعنی اسی ہزار کے مقابلے میں دو لاکھ یعنے ایک کے مقابلے میں دو سے زیادہ۔ ادہم پاشا نے اپنی اس زیادتی کو ہر موقع پر پورے پورے طور سے استعمال کیا ہے۔ بار بار درہ بلونا ٹرنیوو۔ لاریسا۔ ویلیسٹرنیو۔ فرسالہ۔ اور آخر آخر ڈوموکوس پر فوج کے اسطرح پر پھیلا دینے سے کہ یونانی فوج اسمیں گھر جائے اور اونکا عقب خوف زدہ ہو جائے کی حکمت پر عمل درآمد کیا ہے اور ہر ایک موقع پر صرف خوف ہی کافی ہوتا رہا ہے۔

اب ذرا واقعہ کے یونانی پہلو پر چلیئے۔ ظاہر ہے کہ محض ایک مجنون ہونیکے باوجود اونہوں نے پیشتر اسکے کہ وہ لڑائی کرتے ضرور اس فوج کے اندازہ کا مقابلہ کرنے کے لیئے قطعی خیال کر لیا ہوگا۔ انکا طریقہ دیوانگی احاطہ تجسس سے بہت دور نہیں ہے۔ ترک سرحد تھسلی پر اپنے موروثی دشمنوں سے جو کسیوقت یونان کیطرح ترکوں کے غلام اور اونکی رعایا تھے۔ اور اب یونانیوں ہی کیطرح اونکی ہر ایک مشکلات سے فایدہ اٹھانے اور گذشتہ مظالم کا بدلہ لینے اور اپنے ذہن نشین فواید کے حاصل کرنے کے لیئے مشتاق رہتے ہیں گھرے ہوئے ہیں سرویا۔ بلگیریا اور مانٹی نیگرو بھی ٹرکی پر حملہ کرنے کے وہی باعث رکھتے ہیں جو یونانی رکھتے تھے ہر ایک جگہہ اپنی حدود کے پرے یونانی اپنے ہزارہا ہم مذہب اور ہم ملک آدمیوں کو دیکھتے تھے کہ ایک اجنبی کافر اور ظالم گورنمنٹ کا جوا پھینکنے کیلیئے بڑی بے صبری سے تلملا رہے ہیں اور ان کا ایک ہی وقت اس نئے جہاد میں شریک نہونا اس امر پر محمول ہے کہ قومی رضا کو اون کے سرداروں اور وزراء کی ڈپلومیٹک دور اندیشی نے روکے رکھا جو کہ اپنے مربیوں کے باقاعدہ احکام کے جو یورپ کے بادشاہوں ہی میں سے ہیں فرماں پذیر ہیں۔ رومانیا جرمنی کے احکام کا پابند ہے۔ بلگیریا اور مانٹی نیگرو روس کے اور سرویا روس اور آسٹریا کی سرپرستی میں ہے۔ لیکن آغاز جنگ کے وقت یونانی یہہ امید کرنے کے ہر طرح سے حقدار تھے کہ لوگوں کے جذبات اور سچے دین کا جوش اور صدیوں کی موروثی نفرت بادشاہونکی ڈپلومیسی یا دور اندیشی کے مقابلہ میں بہت زبردست ثابت ہوگی۔ اگر ریاستہائے بلقان ایک ہی وقت اپنی قسمت یونان کے ساتھ وابستہ کر دیتیں تو جنگ کسی اور صورت میں واقع ہوتا۔

رومانیا کی فوج بوقت امن ۵۰۰۰۰ ہزار ہے اور ضرورت کے وقت ۸۰۰۰۰ ٹیرٹوریل فوج میدان میں لا سکتا ہے۔ بلگیریا کی فوج بحالت امن ۴۰۰۰۰ اور جنگ کے وقت ۱۲۰۰۰۰ ہو سکتی ہے۔ سرویا بھی اسیطرح ۲۰۰۰۰ اور ۱۰۰۰۰۰ فوج تیار کر سکتا ہے۔ مانٹی نیگرو کے پاس جو ریاستہائے بلقان میں سب سے چھوٹی ریاست ہے کوئی باقاعدہ فوج نہیں۔ لیکن وہ ضرورت کے وقت ۵۰۰۰۰ ہزار بیقاعدہ فوج مہیا کر سکتا ہے۔ اسطرح یہہ دیکھا جا سکتا ہے کہ یہہ پانچ ریاستیں ملکر ٹرکی کی فوج سے جو وہ میدان میں لا سکتی ہے کہیں زیادہ ہو سکتی ہیں۔ مزید براں ترکوں کو دشمنوں کے ملک میں جنگ کرنا پڑے گا۔ جبکہ تمام صوبجات انکے پیچھے بغاوت کر رہے ہونگے

بلقان کے تمام حصوں سے پیچھے ہٹا دیئے گئے تھے۔ اب پھر یورپ میں فاتحانہ حیثیت سے پیشقدمی کر رہے ہیں۔ ہلال صلیب کو دبکیلے چلا آرہا ہے۔ مسیحی دنیا کا مقدس نشان اب نشان فتح و ظفر بنا دیا گیا۔ قسطنطین (بانی قسطنطنیہ) کو فرشتوں نے آتشیں صلیب

بقیہ صفحہ گذشتہ] کوئی قیام عمل میں نہ ہوگا اور سلسلہ رسل و رسائل مسدود ہوگا۔ اور کوئی بیڑہ جہازات خوراک اور ذخیرہ بہم پہنچانے کیلئے موجود نہ ہوگا۔ یونانیوں کی پالیسی ظاہر تھی۔ یہ صرف ایک بھبھڑ قصاب تک رہا ستہائے بلقان میں قومی جوش بختہ نہ ہو جائے اور وہ کھلے طور سے اوگی طرف ہونیکا اظہار نہ کریں۔ یہ بات لازمی ہو جاتی اگر یونانی اپنے خیال کے لحاظ سے استقلال سے مقابلہ کرتے اور لاریسا کو پلونا کر دکھاتے۔ لیکن جس کمبختی نے یہاں اون کو تباہ کیا۔ یہ اونکی کوشش کے لئے سخت مہلک تھی۔ اور یہ وہ اپنی حالت سنبھالنے کے ناقابل ہو گئے۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یونانیوں نے محض محتاج استقلال ہونے کی وجہ سے وہ موقعہ کھو دیا ہے جسکی وہ کبھی امید کیے ہوئے تھے۔

اب یہ سوال کہ کیا وقت ہے کہ مشرق کا مرد بیمار اس لیرانہ جانداری کے غیر متوقع اور ناخوشگوار اظہار سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔ سلطان واقعی وہ وہ مطالبات کرنے میں حق بجانب ہے جنکی اسے ضرورت ہے بہت معذور نہیں تاہم اسکے تمام صوبے تھسلی سولہ کروڑ روپیہ اور رعایات بین الاقوام کی خوشی کے مطالبات کسقدر نہایت ہی قابل گرفت ہیں۔ صرف سوال یہ ہے کہ کونسی سلطنت اسقدر کو کافی سخت قرار دیکر بند کریگی اور وہ پھر خود بخود اس سوال میں الجھ جائیگی کہ کونسی دو سلطنتیں ایسا کرینگی۔ ایک پرجوش اخبار نے پچھلے دنوں بیان کیا ہے کہ اتحاد یورپ کی تین مطلق العنان۔ دو غلام۔ اور ایک بزدل۔ اور یہ بالکل بجا کہا ہے۔ مطلق العنانوں میں سے ایک آسٹریا اور غلاموں میں سے ایک اٹلی اتحاد ثلاثہ کے رو سے جرمنی سے ملے ہوئے ہیں۔ فرانس روس کا غلام ہے۔ اور انگلستان لارڈ سالسبری کی اس قسمیہ پولیسی کی وجہ سے کہ وہ تن تنہا کچھ نہیں کرینگے جبتک سلطنتیں متفق نہوں رکا ہوا ہے۔ اسلئے صرف یہی دو نوجوان شہنشاہ ہیں جو اس واقعہ کیلئے کسی کام آسکتے ہیں۔ اس کا کافی ثبوت اس امر سے مل سکتا ہے کہ سلطان نے سفیروں کی متفقہ نوٹ پر کوئی نوٹس نہیں لیا اور زار روس کے پہلے ہی اشارہ سے اسنے قطعاً جنگ بند کر دی ہے۔ جرمنی نے سلطان کو اول دو جہ کی مدد دیئے۔ اور روس نے دوستانہ پالیسی سے بلقان کو روکے رکھا۔ بات یہ ہے کہ یہ دو نو مطلق العنان اپنی دشمکاریوں کو نتائج سے کافی طور پر ڈر گئے ہیں؟

اس مہینے کے ایک ہمعصر میں ایک نامہ نگار قسطنطنیہ سے دارالخلافہ کی حالیہ اندرونی جانب کو علانیہ علم اور سلطان سے ذاتی واقفیت کیوجہ سے عبدالحمید کو یورپ کی عام رائے سے بہت ہی علیحدہ نظر سے پیش کرتا ہے لیکن یہ بھی اقرار کر لینا چاہیئے کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنی تازہ کارروائیوں اور جنگ کی سخت آزمایش سے اپنی پالیسی کو محفوظ انجام کے ساتھ نہایت مستقل رہا ہے۔

یہ نامہ نگار خیال کرتا ہے کہ عبدالحمید اول درجہ کا ڈپلومیٹسٹ ہو چکا ہے پیش نظر ایک بڑا خیال رہتا ہے یعنے ہر ایک امر میں اسلام کا خلیفہ بننے کا خیال۔ اسی مطلب کیلئے آرمینیا پشیا کو جلا اور خاص قسطنطنیہ کے بازاروں میں عیسائیوں کی قتل کا اندازہ سو چکا گیا ہے۔ ان ذرایع سے اسنے پھر ایک دفعہ اپنی مسلمان آبادی میں جوش پیدا کر دیا ہے اور انہیں اسبات کا خیال دلا دیا ہے کہ عیسائی مسلمانوں کے

دیکر بشارت دی تھی کہ "اس نشان کی بدولت ہر وقت فتح و نصرت تیری ہمرکاب رہیگی" آج یونانیوں کیلئے جیسا کہ تمام یورپ مشاہدہ کر رہا ہے عیسیٰ مسیح کی صلیب یہہ معنے رکھتے ہی "اسکی بدولت تو شکست یاب ہوگا قتل کیا جائے گا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ایک جنگی دین ہے قدرتاً دشمن ہیں۔ دس ہزار عیسائی خاص قسطنطنیہ میں سفیروں کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے گئے اور کوئی شخص سزایاب نہوا۔ پہلی جگہہ پر اس پالیسی کی دلیری اور دوسری جگہہ پر اسکی کامیابی نے صرف اسکے اپنے ہی ملک کے مسلمانوں کی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تعریف کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔ نیز ہمنے ہندوستان ہی میں ابھی ابھی قدرے اس تعریف کی بڑبڑاہٹ کو جس سے اس فتحمند ٹرکی کو مبارکباد دیگئی ہے۔ سنا ہے۔

قصہ کوتاہ سلطان نے ایک دینی جوش کی پالیسی اختیار کی ہے اور طاقتیں اسکے مقبوضات کو گاہے گاہے علیحدہ کرنے سے بے نقص رکھکر اس بات کے دیکھنے میں مصروف رہی ہیں کہ اس پالیسی نے مشرق کے مرد بیمار کی رگوں میں نئی زندگی پھونکدی ہے لڑائی کے چھڑ جانے سے پیشتر ہمعصر کے نامہ نگار نے تحریر کیا تھا کہ فوج کبھی ایسی مسلح نہ تھی اور نہ میدان میں ایسی مہم کے ساتھ ڈالی گئی تھی۔ اور نہ ہی اسطرح پر اسباب بہم پہونچایا گیا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ چند ہفتوں کے عرصے میں ڈارڈنیلز کی مورچہ بندیاں گذشتہ دو سال کی نسبت اب دگنی مضبوط ہیں اور دیگر سرحدی قلعہ جات کرپ توپوں سے خوب مسلح کیئے گئے ہیں اسیطرح قسطنطنیہ کی چٹلجالاین کی مورچہ بندیاں جو بحیرہ اسود سے لیکر مارمورا تک پھیلی ہوئی ہے مضبوط اور مسلح ہیں۔ سلطان کا یہہ مدعا ہے کہ جنگ کو روکے رکھے اور اپنی تمام تجاویز ڈپلومیٹک ہنرمندی سے نباہے چلا جائے۔ لیکن وہ جنگ کی ضرورت کیلئے تیار ہے اور اسنے یقین دلادیا ہے کہ جنگ کی تیاری کرنا امن کی ایک ضمانت تھی"۔ سلطان کبھی ایسا مضبوط نہیں ہوا۔ جیسا کہ وہ اسوقت ہے گذشتہ تین ہفتوں کے واقعات سے اس اندازہ کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔ اور اگر سلطان گذشتہ تین ہفتوں سے پیشتر مضبوط تھا تو وہ اب کیا ہے جب کہ یونان تین ہفتوں میں فتح کر لیا گیا ہے۔ اور اسکی فوج کی جنگی شہرت پھر اعلے درجہ پر قایم ہوگئی ہے؟

اب یہہ سوال پوچھنا باقی ہے کہ ان دو شہنشاہوں میں سے ہر ایک کو اس نئی اور مشرق میں خوفناک سلطنت کو دلیری دینے سے اور کیا حاصل کرنا ہے۔ وہ بیحساب فوجوں سے کھلائے گئے ہیں جو کہ بالکل انکے دائرہ قدرت سے باہر ثابت ہوگئی ہیں۔ اور اب وہ دونو ایک ہی وقت اس نتیجہ پر پہنچے معلوم ہوتے ہیں کہ اب انہیں زیادہ زبردست ٹرکی سے کچھہ حاصل کرنے کی امید نہیں ہے جونہی کہ وہ اس نتیجہ پر پہونچے۔ یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ لارڈ سالسبری بھی انکی تائید کریگا۔ اور جونہی کہ یہہ تینوں سلطنتیں متفق ہوگئیں تو پھر یہہ ناممکن ہے کہ سلطان کسیطرح سے سوائے اس ڈپلومیسی کے جس سے وہ آجتک اپنا کام لیتا رہا ہے اونکی مخالفت کرے۔ یہہ صرف اسیوقت تھا کہ وہ کسی ایک یا دوسری سلطنت کو مداخلت کرنے کے مخالف کرا سکتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ سلامتی میں تھا۔ ایکطرح اسکی کامیابی اتحاد کیواسطے نجات ہے۔ تین مطالبوں میں سے جو اسنے کئے ہیں رعایات بین الاقوام کی منسوخی صرف یونان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسلیئے وہ غالباً قبول بھی کر لیجائیگی۔ تاوان جنگ ایک کروڑ پونڈ یا سولہ کروڑ روپیہ کی رقم سے ٹرکش فوج کو زیادہ مضبوط بنانا ہوگا۔ اور اسلیئے غالباً طاقتیں اسکی مخالفت کرینگی ایم ریلی کا یہہ اظہار کہ وہ کوئی تاوان جنگ ادا نہیں کرینگے۔

ایذا پہونچایا جائیگا۔ اور تاخت و تاراج کیا جائیگا۔ انگلستان بھی ان طاقتوں میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھے کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں شامل ہے۔ پس ہم انگریز لوگ بھی اس جرم کبیرہ میں شریک ہیں"۔

بقیہ صفحہ سابقہ) محض فضول ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ادا کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور واقعی انہیں ایک کروڑ پونڈ حاصل کرنے میں تاوان جنگ کی ادائگی کیواسطے بہت سی مشکلات پیش آئینگی۔ اسلیئے اسکا غالباً نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک قلیل سی رقم کیواسطے طرفین میں مصالحت ہو جائیگی۔ باقی رہا قبضہ سو تھسلی تو سوال ہی میں نہیں۔ لیکن تا حال پہاڑیوں کے قبضے کے بارے میں سوچ و فکر کیگئی ہے۔ اور کیونکہ الاسونا پہلے ہی ٹرکی کو دیدیا گیا تھا۔ اور وہ ہی فی الحقیقت سرحد کی کنجی ہے۔ اسلیئے اسطرف تھوڑی سی وسعت پر کوئی خاص اعتراض نہیں۔ اب جبکہ تمام طاقتیں متفق ہیں یہ نا ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ منظور کرینگی جبتک ترکی اپنی غنایم فتح کے حاصل کرنے کیلیئے لڑائی کرنے پر تیار نہو لیکن یہ بھی اسیطرح نا ممکن ہے۔ تاہم غنیمت کی اسطرح تقسیم کے پیچدار موقعے جھگڑے کیواسطے بعض حالات میں پھر ابھر آنیوالے ہیں اور جبتک کوئی ایک امر بغیر فیصلہ باقی رہ گیا۔ اسوقت تک یہ یورپ کیلیئے ایک مخدوش زمانہ رہیگا"

راٹسٹر ایجنسی حسب معمول جیسا کہ اسلامی ممالک کے متعلق اوسکا خاصہ ہے۔ اس لڑائی میں بھی عجب بے تکے پن کے ساتھ خبریں بھیجتی رہی ہے۔ جسپر انگریزی اخباروں کو بہت زجر و توبیخ کرنی پڑی۔ بطور نمونہ ایک انگلو انڈین اخبار کی تحریر درج کردیجاتی ہے

؎ بزم اغیار میں ہمنے اسے اوج ؛ درد دل لاکھ چھپایا نہ چھپا ؛ ریوٹر جسنے ترکوں کو کوسنے اور برا بھلا کہنے پر ادھار کھایا ہوا ہے جنگ یونان و ٹرکی کے متعلق ایسی بے سروپا اور لغو خبریں ارسال کرتا رہا ہے اور ابھی تک کر رہا ہے کہ خود انگریزی اخباروں نے بھی اسی لعن طعن کرنا اور ڈانٹ بتانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ۲۲ مئی کے روزانہ ہمعصر سول میں ایک نوٹ شایع ہوا ہے۔ جسکا ترجمہ بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"آتھرس کے پہاڑ جہاں یونانی پسپا ہو کر آخر کار ہٹ آئے۔ ڈوموکوس کے جنوب جھیل نزیرو کے ٹھیک دوسری جانب اور تھرموپلی کے کسیقدر شمال مغرب میں واقع ہیں۔ اسطرح تین ہفتوں کے عرصے میں جسمیں کہ لڑائی ختم ہوئی ہے۔ یونانی تمام طول و عرض تھسلی سے یعنی ٹمپہ کی گھاٹی سے لیکر تھرموپلی کی گھاٹی تک عملاً اور قطعاً نکال دئے گئے ہیں۔ اُف یہ دونوں تاریخی نام ناپاک کیے جائیں۔

اب چونکہ جنگ اختتام پر ہے اور جنگ ملتوی بھی کر دیا گیا ہے۔ اسلیئے یہ لکھنا یہاں نامناسب نہ ہوگا کہ کسطرح ریوٹر نے جنگ کے بارے میں ہر ایک تار خبر بھیجنے میں یونانی طرفداری کو مدنظر رکھا ہے۔ ہر ایک موقع پر جنگ کی ٹھیک تہ پر پہونچنے کے لیے ہر ایک تار کی جو اس ملک میں آتی رہی ہیں کم از کم تین دن تک چھان بین کرنی پڑی ہے۔ پہلے روز یونانیوں کا بے انتہا دلیری اور شجاعت سے لڑنا اور ترکوں کا پسپا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے روز ترکوں کے کثیر التعداد ہونے اور یونانیوں کے گھر جانے کے باوجود بھی تحریر کیا جاتا ہے کہ یونانیوں نے دن بھر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھے۔ اور آخرش کسی مصلحت فن جنگ کی غرض سے مراجعت کر گئے۔ لیکن تیسرے روز طوعاً و کرہاً یہ لکھنا پڑا ہے کہ یونانی شکست فاش کھا کر بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے اور ترکوں نے بڑی سرگرمی سے انکا تعاقب کیا۔

ہمنے لاریسا اور اوسکے قرب وجوار میں ایک ہفتہ بسر کیا۔ دو راتیں میں موضع غرلی میں جو ولسٹینو سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے سویا میدان متصلہ اور ارد گرد کی کوہستانی گہاٹیوں کی کئی دفعہ سیر کی۔ وادی مذکور کی سیر میں ہمارے ساتھ مسٹر مانٹگمری اور مسٹر یوجین ڈی پنڈر گریگلسٹن بہی تھے۔ اول الذکر جو اخبار اسٹینڈرڈ کا نامہ نگار تہا نہایت ہی قابل اور محنتی محقق ہی۔ وہ ترکی نہایت وضاحت سی اور یونانی ایسی بول سکتا ہے جو سمجہی جا سکے۔ بنا برین وہ عثمانیہ سپاہیوں اور یونانی دہقانوں سے بلا تکلف گفتگو کر سکتا تھا۔ غیر زبانوں کا علم سیاح بالخصوص نامہ نگار کیلیئے جیسا کچہہ مفید ہی اسکی بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مسٹر مذکور نہایت دلیر آدمی ہی۔ وہ ہر طرف بیباکانہ چلا جاتا۔ آخر ایکدفعہ یونانیوں نی اوسی اسیر کر لیا۔ اور اوسکی ساتھ بہت برا برتاؤ کیا۔ شروع شروع میں ترک اوسے بہت بے اعتباری کی نظروں سے دیکہتی رہی کیونکہ وہ ایشیاء کوچک میں پیدا ہوا تھا۔ اور ترکی ایسے لہجہ سی بولتا تھا جو ارمنی لہجہ کہلاتا ہے۔ مگر در اصل وہ پرانا اناطولی لہجہ و تلفظ تھا۔ اسوجہ سی ترکوں کو اوسکی ارمنی نژاد ہونیکا شک ہو گیا تھا۔ اور قسطنطنیہ سی مشیر کو اس اشتباہ کی اطلاع دیگئی تھی۔ مگر مینے مشیر اور اوسکے سٹاف کی غلط فہمی اور شبہ کو دور کر دیا۔

آسٹرین نامہ نگار بیرن پنڈر گریگلسٹین جو آسٹرین اخبار فریم ڈن بلاٹ کا نامہ نگار تھا۔ کمال خوش طبع۔ رونق محفل۔ نہایت آزاد منش۔ ظریف مزاج۔ بیحد مستعد اور حد مناسب سے زیادہ نڈر اور بیباک تھا وہ ہمیشہ لڑائی کے موقعہ پر اگلی صف میں اور تا بمقدور سخت خطرہ کی موقعہ پر رہتا۔ کریٹ میں اوسی باغی عیسائیوں نے دو مرتبہ گرفتار کر لیا تھا۔ اور ایک دفعہ اسکے گولی سی ہلاک کر دئی جانے میں کوئی شبہ نہ رہ گیا تھا۔ وہ تھسلی میں نہایت مختصر

بقیہ صفحہ سابقہ کے ہم یہہ کہہ سکتی ہیں کہ یہہ یونان کی ساتھ دوستانہ ہمدردی ہو تو ہو لیکن یہہ بہوار کی بات نہیں ہی۔ یہہ اس عجیب معجون مرکب کی ایک جزو ہی جسی برٹش کیریکٹر یا مقتضائے طبیعت انگریزان کہا جاتا ہے جو بعض بعض صورتوں میں تو بہت ہی پریکٹیکل ہی اور بعض بعض امورات میں بودی اور قیاسی باتوں کیطرف اس حد تک مائل ہو جاتا ہی کہ صحیح اور بدیہی باتوں کو تسلیم کرنے سے بھی عار کرتا ہے۔ وہنر کی قدردانی میں مکتب کی چھوکریوں کی بھونڈی بھینڈی گڑیوں کو لعبت چین پر ترجیح دیتا ہے جو اسقدر اصل معلوم ہوتی ہے کہ گویا اب بولی۔ اور گاہ اخلاقی معاملات میں اسقدر نابلد بن جاتا ہے کہ سیدھی سادہی قانونی امر کو صاف طور پر سمجہنی سی بھی کنارہ کشی کر جاتا ہے۔ چونکہ ریوٹر کو اس امر سی بخوبی آگاہی ہے۔ کہ انگریزوں میں بہت ایسے لوگ ہیں جو یونان کی فتح کو پسند کرتے ہیں اسلیئے اون کو خوش کرنے کے لیئے جہانتک اس سی ہو سکا یہی تحریر کرتا رہا کہ یونانی فتح پا رہی ہیں اور خواہ مخواہ زر اور وقت دونو کی سر پر چڑہ رہا ہی۔ ریوٹر کی خبروں کی مثال بعینہ ایسی ہی جیسی کوئی زہرہ جبین لوگوں کو پھسلانی کی لیئے دام فریب بچھاتی ہی اور کوئی شخص اسکی دہوکہ میں نہیں آتا کیوں صاف صاف یکلخت ہی نہ اقرار کر لیا کہ یونانی سر کردی نالایق بدمعاشوں کا ایک گروہ ہیں اور اونکی سپاہی زیادہ تر نہایت ہی بری آوارہ گرد بزدلوں کی جتھی سی کم نہیں اور نیز یہہ کہ اونکی خاطر خواہ گوشمالی ہو گئی ہی اور وہ بہت بری طرح سے کچلے گئی ہیں۔"

۲۴ مئی کی اخبار سول میں پھر ریوٹر کے جہوٹ کی خود ہی قلعی کہلتی ہی کہ یونان کی مصلحت فن جنگ سی ڈوموکوس پر سی نہیں ہٹی تھی بلکہ تمام یونانی فوجکو

سامان کے ساتھ آیا۔ اُسکے پاس گہوڑا زین یا ہتھیار کچھ نہ تھا۔ جرمن نامہ نگاروں کو انگریز نامہ نگاروں کی طرح بیش قرار تنخواہیں نہیں ملتیں اور وہ اپنے انگریزی رفقاء کی لوازمات عیش و راحت کو سخت تعجب و حیرت اور رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن بیرن رشک و حسد سے اعلے و ارفع تھا۔ اوسکی طبیعت ہر وقت مسرور و مبتہج۔ اور پیشانی خندہ رہتی۔ اُسنے محاربہ کی آخری واقعات کو بھی اچھیطرح سے دیکھا۔ مگر آخر مسٹر مانٹگمری کے ساتھ ہلمیروس کے قریب یونانیوں کی پنجہ میں پھنس گیا۔

لاریسا سے وادی ٹمپہ بہت مسافت پر ہے۔ جب ہم گئے اوسوقت دہوپ بہی بہت تیز ہوگئی تھی۔ رؤدف بک اور چار سوار ہماری ہمراہ تھے۔ اوسوقت وادی مذکور میں کوئی ترکی دستہ متعین نہ تھا۔ وہ ترکی بعیدی چوکیوں سے بہت بعید تھی اور بدوران محاربہ ہمسے پہلے صرف ایک مرتبہ ترکی فیس اس دلفریب و خوشگوار وادی میں دکھائی دی تھی۔ بینظیر مستعد و چالاک اور ہر جا حاضر و ناظر سیف اللہ بک ہمسے پیشتر لاریسا سے ساغیسی (چاکراس) تک جاکر واپس لوٹا تھا۔ جاتی دفعہ ہمیں راستہ میں کئی یونانی دہقان بسرعت تمام لاریسا کو جاتے ملے۔ وہ اون سطوح مرتفع سے جو وادی ٹمپہ سے پرے زیروس کے قریب ہیں آرہے تھے۔ اور یہہ شکایت کرتے جارہے تھے۔ کہ دلاک (والیشی) اور گھیگ (ارنوط) پہاڑوں سے اُتر کر اونکی دیہات میں گھس گئے ہیں۔ اور مویشی و پارچات لوٹ رہے ہیں۔ اُنہوں نے کسی کو کوئی جسمانی اذیت نہیں پہونچائی۔ مگر جو کپڑا پسند آتا ہے اوسے نہیں چہوڑتے۔

میری راے میں تاراج کنندگان میں والیشی کوئی نہ ہوگا۔ بلکہ خالص البانویوں کا ہی کوئی دستہ تھا۔ جو بطور خود کچھہ لوٹ کہسوٹ کرنے کی لیئے فوج سے جدا ہوگئے۔ یہہ دہقان ادہم پاشا کے پاس یہ درخواست کرنے جارہے تھے کہ دیہات کی حفاظت کے لیئے ترکی سپاہیوں کا پہرہ بیٹھا دیا جائے۔ موضع بابا میں جو وادی کے دہانہ پر ایک کلان بستی ہے ہمنے صرف مرد باشندوں کو پایا۔ پادری کو ساتھ لیکر وہ ہمارے استقبال کو آگے آئے۔ اور بڑی تپاک سے ہماری آؤ بہگت کرکے باینخیال کہ ہم ترک افسر ہیں باضابطہ طور پر اطاعت کا اقرار کیا اور پھر محافظت کی درخواست کی۔ ان دیہاتیوں پر اب تک کسی نے یورش نہ کی تھی۔ مگر وہ دیہات ملحقہ پر ارنوطوں کی تاخت و تاز کی خبروں سے بہت سہم رہے تھے۔ اور اونکی خوف سے اپنی تمام عورتوں اور بچوں کو قصبہ ابی لاکیا میں جو اوسا کی سر بفلک چوٹی پر واقع ہے بھیجدیا تھا۔ ارنوط دریا کے شمالی کنارہ پر چند میلوں کی فاصلہ پر سُنے جاتے تھے۔ سیر سے واپس آکر اوسی رات ہمنے ادہم پاشا کو کل ماجرا سنایا۔ مگر مشیر ممدوح نے ہماری کہنے سے پہلے ہی دیہاتیوں کی درخواست پر نظام سپاہیوں کی ایک کمپنی وہاں کردی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ بعد جب دوسری مرتبہ ہمارا گذر وادی میں سے ہوا تو یہہ سپاہی وہاں متصرف تھے اور باشندے اونکی برتاؤ سے سب طرح سے خوش و مطمئن تھے۔ ہم وادی کی بیچوں بیچ وہاں تک جہاں سے کہ وہ یکے بعد دیگرے نہایت خوبصورت مرغزاروں میں پھیلنی شروع ہوجاتی ہے بڑہے گئے۔ مگر چونکہ بہت دیر ہوگئی تھی پینی اس کے پل تک نجاسکے اور بنابرین یہہ تحقیق نکرسکے کہ آیا پل کے توڑدیئے جانے کی خبر درست ہے۔ دامن وادی سے ہم سات گہنٹوں میں لاریسا واپس پہونچے۔ اسوقت آدہی رات ہوچکی تھی۔ اور سوار و مرکب دونو سخت تکان زدہ ہورہے تھے۔

ترکی و یونانی نقصان

مسٹر کلایو بگھم ٹائمز کے نامہ نگار کی روایت کے مطابق جسنے ترکی ہیڈ کوارٹر سٹاف میں بہت ہر دلعزیزی پیدا کرلی تھی۔ اور بسا اوقات اوسی نہایت ہی اہم خبریں اور خفیہ حالات بتادئے جاتے تھے۔ ۲۵ اپریل یعنے لاریسا کے قبضہ تک ترکوں کے صرف چار سو شہید و مجروح ہوئے۔ یونانیوں کے نقصان کا بھی مسٹر مذکور تقریباً اسیقدر اندازہ کرتا ہے۔ لیکن اگر چار سو سے صرف مقتولین ہی مراد ہوں اور مجروحین انمیں شامل نہوں پھر بھی یہہ تعداد قابل اعتبار نہیں عقل کبھی باور نہیں کرسکتی کہ پچاس میل لمبی سرحد پر ملونا کر تیری۔ ریونی اور دلیلر وغیرہ کی جو جانگداز اور خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اونمیں ترکوں کے صرف چار سو آدمی ضایع ہوئے۔ اگر یہہ تعداد درست ہے تو ان لڑائیوں کے نہایت ہی سخت ہونے کے متعلق جو حالات دونو فوجوں کے ہمرکاب نامہ نگار اخبارات میں شایع کرتے رہے تھے۔ انکی صداقت پر سخت حرف آتا ہے۔ میرے خیال میں لڑائی کے پہلے دور میں فریقین کا نقصان دو ہزار سے کم نہوا جنمیں سے تخمیناً پانچ پانچ سو آدمی دونو طرف سے قتل ہوئے۔ اور باقی زخمی۔

ادہم کی بہانہ سازی

ادہم پاشا[1] کو جب فتح لاریسا کی خبر پہونچی تو انہوں نے فوج کی ترتیب جدید کیلیے ۲۵ اپریل کو احکام نافذ کردیئے۔ خیری پاشا اور اول ڈویژن کو زرکوس پر جو لاریسا سے بجانب جنوب غرب اور تریکالہ کے نصف راہ میں واقع ہے بڑہنے کا حکم ملا۔ نشاط پاشا اور دوسری ڈویژن کو خیری پاشا کے میسرہ پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا گیا۔ ممدوح پاشا اور تیسری ڈویژن کو لاریسا جانے کی ہدایت کردیگئی۔ اور پانچویں و چھٹے ڈویژنوں کو جو حقی و حمدی کے زیر کمان تھی۔ لاریسا کے بائیں ہاتھ کیطرف سے چکر کاٹ کر شہر سے پانچ میل بجانب جنوب کہلے میدان میں ڈیرہ ڈالنے کا حکم ملا۔ حیدر پاشا اور چوتھے ڈویژن کو جسنے ملونا کی لڑائی میں سب سے زیادہ کام دیا تھا۔ درہ میں اور اسکے ارد گرد رہنے دیا گیا۔ کیولری ڈویژن کو بھی بجانب جنوب پانچویں و چھٹی ڈویژن سے آگے کہلے میدان میں قیام کرنیکا حکم دیا گیا۔

مگر افسوس جو کارروائی سب سے مقدم اور ضروری تھی۔ وہ نہ کیگئی۔ یعنے ولسٹینو پر جو یونانیوں کے نئے خط مدافعت پر نہایت اہم مقام تھا فی الفور بہ جمعیت کثیر پیشقدمی کرنی چاہیئے تھی جو نہ کیگئی۔ وہاں وولو۔ فرسالو اور لاریسہ کی ریلوے لائنیں

---

[1] پہاڑی دروں اور لاریسا کی تسخیر کی خبر پہونچنے پر جلالت مآب نے بتاریخ ۲۵ اپریل ۱۸۹۷ء الاصونیہ لشکر ہمایوں کے کمانڈر انچیف مارشل ادہم پاشا کو بوجہ اونکی بہادری اور غیرت اور عاقلانہ خدمات اور صداقت کے نشان امتیاز اور بوجہ غیرت و شجاعت اور عاقلانہ خدمات کے الاصونیا لشکر ہمایوں کے پہلے ڈویژن کے کمانڈر جنرل خیری پاشا اور دوسری ڈویژن کے کمانڈر جنرل نشاط پاشا اور تیسری ڈویژن کے کمانڈر جنرل حیدر پاشا اور پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جنرل حقی پاشا اور چھٹی ڈویژن کے کمانڈر جنرل حقی پاشا اور چھٹی ڈویژن کے کمانڈر جنرل حمدی پاشا کو مرصع نشان عثمانی عطا فرمائے گئے۔ اسی تاریخ سے ایکدن پہلے عثمانیہ بنک کے جنرل منیجر ایڈگار ونسنٹ کی درخواست پر عثمانیہ بنک کو پچاس مجروحین کی تیمارداری کا سامان رکھنے والا فوجی ہسپتال میدان جنگ میں کھولنے کی اجازت دیگئی۔ مگر بعد میں بنک مذکور نے اپنے شفاخانہ کو بہت بڑہایا چنانچہ اکیلے ڈوموکوس کے محاربہ میں ہی اوسنے کئی سو مجروحوں کی تیمارداری اور ابتدائی

ملتی ہیں۔ ولسٹینو کو فتح ہوتے ہی وہ لوگ تقریباً اور فرسالوس قطعاً بے پناہ ہو جاتا۔ اور یونانی کبھی انکو بچا نہ سکتے۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر ترک فی الفور ہماری جمعیت کے ساتھ ولسٹینو پر حملہ کر دیتے تو بالغلب وجوہ بلا مزاحمت اس کمال اہم موقعہ پر قابض ہو جاتے۔ دس دن بعد حملہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ادہم پاشا کو ولسٹینو سے سمولنسکی کو نکالنے پر کئی سو بہادر آدمی ضایع کرنے پڑے۔ میں مشیر کیخدمت میں یہ عرض کرنے سے چوکا کہ وہ اپنی فوج میسر کو بلا توقف ولسٹینو اور وودو پر بڑھاویں۔ مشیر ممدوح نے فرمایا "میں تمہاری صلاح سے اختلاف نہیں کرتا۔ گر میری تجویز یہ ہے کہ بظاہر ڈرپوک بنکر اور جلد جلد پسپا قدمی نہ کر کے یونانیوں کو کھلے میدان میں جنگ لڑائی کرنے کا حوصلہ دلاؤں"۔ یہ بتانا فضول ہے کہ یہ تجویز بالکل غلط و بیہودہ تھی۔ یونانی شجاعت اور اوصاف سپاہیانہ میں ناقص اور اون سے معرا ہیں۔ مگر عیاری اور مکاری میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ وہ ایسی بیوقوفی کب کر سکتے تھے کہ اپنے محفوظ پہاڑی موقعوں اور مورچوں کو چھوڑ کر کھلے میدان میں ادہم پاشا کے مقابلہ پر آجاتے اور اوسے یہ موقعہ دیدیتے کہ وہ انہیں بالکل معدوم کر دے۔ ادہم پاشا کا یہ خیال عجیب مضحکہ خیز تھا کہ وہ بیکاری سے یونانیوں کو دام فریب میں پھنسا سکیگا۔ کیا وہ اندھے تھے اور یہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ پاشائے موصوف کے پاس نوے ہزار شاندار عثمانی موجود ہیں۔ اور نیز کیا وہ میدان تھسلی کے دامن پر توپوں کو جو مرہت ہی اچھی طرح سے نہ دیکھ چکے تھے کہ پھر کھلے میدان میں انکے سامنے آنے کی جرأت کرتے۔ ایلس ایسے کم عمر لڑکے کو بھی یہ خیال نہایت عجیب معلوم ہوا۔ اور ہم سب بھی جبکہ ایکبات از حد متین اور کم گو مشیر نے خلاف معمول بڑے جوش میں آکر اپنی تجویز کی توضیح و تشریح کما حقہ مشکل تبسم کو روک سکے۔ اسوقت میری اور ایلس کی سوا اردو نامہ نگار بھی مشیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں مشیر کے توقف کی در اصل یہ وجہ تھی۔ اور نہ ہی اسوجہ کو وہ خود بھی درست وجہ سمجھکر کہہ رہے تھے۔ بلکہ ہمارے تقاضا پر جو دلیل معذوری کی اونہیں سب سے پہلے سوجھ گئی وہی بتا دی۔ فی الحقیقت اسکا سبب کچھ اور ہی اور اس عذر سے بدرجہا زیادہ اہم تھا۔ ممکن ہے وقتی باعث سامان حرب اور کولہ بارود کی قلت تھی۔ ادہم ایسا خوش اخلاق اور فراخدل آدمی ہے کہ میری رائے میں وہ جواب دینے سے انکار کر کے دوسرے کی دلشکنی کرنا کبھی پسند نہ کرے گا کسی حجت سے اوسے خوش کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔

اس موقعہ پر یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادہم پاشا سے بڑھ کر شریف اور کامل جنٹلمین کبھی عالم خیال میں بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ وہ عثمانی شرفا کا بہترین و کامل نمونہ۔ باوقار، رحمدل، کم گو۔ رہت باز اور ساتھ ہی کمال خوش طبع و ظریف مزاج ہے۔ ہر شخص ادہم کا ثنا خوان اور اوسپر فریفتہ تھا وہ ایک ایسا آدمی ہے جسکو وعدہ پر تم کامل بھروسہ کر سکتے ہو۔ اور جو اپنے عزت و ناموس پر ذرا سی الزام یا بہتان کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جینے اوسے نہایت ہی اتھک کام کرنے والا دیکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کبھی سوتے ہی نہیں۔ دو دو بجے رات گئی اور پانچ پانچ بجے صبح کو سویرے وقت میں اوسے بیدار اور کام میں منہمک دیکھا۔ صرف ایکدفعہ میں اوسکو آرام کرتا ہوا پایا

میں اُنہیں ملنے گیا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ اور گرمی نہایت تیز پڑ رہی تھی۔ اُنکے یاور نے بنت کہا کہ مجھے بڑے اصرار سے انکو چند منٹ آرام کرنے کے لیے عرض کیا تھا۔ وہ میری درخواست قبول کرکے ذرا لیٹ گئی ہیں۔ اگر آپ اسوقت اُنکو بیدار نکریں تو کمال مہربانی ہوگی"۔ میں ساری دنیا کو معاوضہ پر بھی ایسے جاگتے اور شیریں طبع عسکری کے آرام میں کبھی مخل ہونا منظور نکر سکتا تھا پھر ایسی صورت میں کب گوارا کر سکتا تھا۔ جبکہ یونہی شوقیہ ملاقات کو گیا تھا۔ اوسمیں کی شب بیداری کا اس سے کچھ اندازہ ہو جائیگا۔ کہ جبرات نعیم پاشا کو ولسٹینو پر حملہ کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اور وہ پسپا کر دیا گیا۔ تو مسٹر مانگری اور ایلس قاصد سے پہلے مارشل کے پاس پہونچگئے۔ اوسوقت رات کا ایک بجا تھا۔ مارشل نے فی الفور انکو اندر بلا لیا اور آدھا گھنٹہ ایکطرف بڑی توجہ کے ساتھ اُنسے لڑائی کے کل حالات جزو کل سنتے رہے۔ اور دوسری طرف نقشہ کو دیکھتے رہے۔ ابھی سورج طلوع نہ ہوا تھا۔ کہ بارہ ہزار سپاہ کا ایک سالم ڈویژن نعیم کی ہزیمت خوردہ بریگیڈ کی کمک کے لیے سڑک پر چلا جا رہا تھا۔

ترکوں کی خوش اطواری

میں نے اپنی اقامت کے کل دوران میں صرف ایک موقعہ پر اوسمان پاشا کو آزردہ پایا۔ اوسوقت انہوں نے مجھے بتایا کہ سفراء دول نے سر فلپ کری کو سرغنہ بنا کر بالعلانیہ سوشکایت کی ہے کہ عثمانیہ سپاہی تھسلی میں سخت ظلم وستم کر رہے ہیں۔ ایسی صریح بے بنیاد اور جھوٹی شکایت سے اوسمان پاشا ایسے محتاط صاف باطن اور منتظم جنرل کو سخت رنج پہونچنا طبعی امر تھا۔ مگر بایں ہمہ اونکے رنج وخفگی میں غضب وغصہ کی آمیزش بہرحال بالکل موجود نہ تھی۔ اونکی خفگی ویسی ہی تھی جیسی کہ شریف آدمیوں کی نہایت کمینہ اور ازسرتاپا غلط الزام دہی پر ہوتی ہے۔ تھسلی میں ترکی فوج کا برتاؤ ایسا قابل تعریف رہا تھا کہ جسقدر انگریز فوج مذکور کے ساتھ تھے۔ اونہیں بھی جھوٹا الزام سنکر اوسمان پاشا سے بھی بڑھ کر طیش وغصہ آگیا۔ ہم سب نے الفور یکجا جمع ہو کر ایک طویل ٹیلیگرام سر فلپ کری کو بھیجدیا۔ اور اوسمیں بیان کیا کہ ہم حلفاً وایماناً اسبات کی شہادت دیتے ہیں کہ ترکی فوج ایسی خوش اطوار کوئی فوج ابتک ہمارے مشاہدہ سے نہیں گذری۔ عیسائیوں پر خفیف سا جبر وستم بھی نہیں کیا گیا۔ بلکہ یونانی حکومت کے وقت سے بدرجہا زیادہ تہمام واحتیاط سے اونکی حفاظت اور خاطرداری کیجا رہی ہے۔ کسی گاؤں۔ قریہ یا قصبہ میں کوئی لوٹ کھسوٹ نہیں ہوئی۔ نہ کسی عیسائی کو جسمانی تکلیف پہونچائی گئی ہے۔ اس امر کی تصدیق خود یونانی باشندے کر رہے ہیں اور وہ ترکوں کے معاملہ سے ہر طرح خوشنود ہیں۔ لاریسا میں جو تھوڑی بہت تاخت وتاراج ہوئی۔ وہ خود یونانی قیدیوں اور اراذل کی کارروائی تھی۔ جسکا ترکوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی کامل انسداد کر دیا۔ ابتک صرف ایک یونانی قریہ دلیلر میں آتشزدگی کا واقع ہوا ہے۔ مگر وہ بھی صرف لڑائی کا نتیجہ تھی۔ بلا مبالغہ ترکی سپاہ کا رویہ کمال حیرت انگیز اور نہایت ہی قابل تعریف رہا ہے۔ ایسی خوش اطواری شاید کسی مہذب سے مہذب یورپین فوج سے بھی ظہور میں نہ آتی"۔ یہ تار فرانسیسی زبان میں بھیجی گئی۔ کیونکہ تار بابوؤں کو صرف اونہیں تاروں کو بھیجنے کی اجازت

سلہ دیکھو صفحہ ۲۴۷

تھی جو فرانسیسی یا ترکی میں ہوں۔ اور وہ انہی زبانوں کو سمجھ سکتے تھے۔ اسپر حسب ذیل اشخاص کے دستخط تھے۔ ای اسمیلٹ بارٹلٹ۔ ممبر پارلیمنٹ۔ کلایو گھم نامہ نگار ٹائمز جارج آرمانگمری۔ نامہ نگار سٹینڈرڈ۔ ڈبلیو ایل نامہ نگار ڈیلی ٹیلیگراف

لہ تعلقہ صفحہ ۲۴۰ فتح امدمان کے موقعہ پر ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو اور اس سے بعد جو مہدیانہ حرکات مصری و سوڈانی پلٹنوں گورہ افواج اور اُن کے انگریز افسروں سے ظہور میں آئیں۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں رہ گئیں۔ اور جو کئی شریف النفس انگریز اُنپر بلی نفرت کے ساتھ سخت لعن طعن کر رہے ہیں۔ ہزاروں مجروح درویشوں کی یہ تیمارداری اور مرہم پٹی کیگئی کہ کمال بیدردی کے ساتھ میدان جنگ میں سے گذرتے وقت انکو سنگینوں اور گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد کئی دنوں لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ عورتیں علانیہ بیحرمت کیگئیں اور کسی گھر میں کپڑے کا بھی ایک ٹکڑا تک رہنے دیا گیا۔ نقدی اور قیمتی اشیاء کا تو کیا ذکر ہے۔ مہدی کی لاش کو ۱۲ بیس بعد قبر سے اکھاڑا گیا۔ کسی بہادر (خبر گارڈن متوفی کے جوانمرد بھتیجے) نے اوسکا سر کاٹ لیا۔ کسی شریف و رحمدل انگریز نے انہوں کی اور کسی نے پاؤں کی انگلیاں پنجسیمیں بدن مشوقوں کو ولایت لیجا کر اپنی بہادری کی ثبوت میں دکھانے کے لیئے کاٹ لیں۔ اور پھر باقی جسم کو سخت بیحرمتی کے بعد دریای جانوروں کی خوراک کیلئے نیل میں پھنکوا دیا گیا۔ مسجد کو حالانکہ کل شہر میں ایک ہی مسجد تھی۔ اور اس عام خونریزی قتل عام اور عالمگیر تباہی کے بعد بھی آسیر پچاس ہزار مسلمان باقی رہ گئے تھے فوج کی تواعدگاہ اور میگزین بنا لیا گیا۔ اور پھر لطف یہ کہ ان حرکات پر اُدم ہونے کی بجائے اوکی ضرورت و معقولیت ثابت کرنے کے لیئے عجب سوفسطائیانہ دلائل پیش کیجاتی ہیں۔ لارڈ کچنر پاشا والی سودان، خرطوم بڑی فخر سے اقبال کرتے ہیں کہ اس مہدی کی لاش ہمارے ہی حکم سے ذلیل کیگئی تھی۔ اور ملکوتی صفات لارڈ کرومر انکے اس فعل کی بڑی گرمجوشی سے تائید کر رہے ہیں۔ خدا کی شان ہے کہ اوسی گلیڈسٹون کے بیٹے کو جو محض روایات کی بنا پر ترکوں کو ظالم اور وحشی پکارا کرتا اور یورپ کو اونہیں مشتبہ سی نکالدینے کی نصیحت کرتا تھا۔ اب خود اپنے ہموقوم افسروں اور افراد کے ان المیہ فعال پر علانیہ تبرے بھیجنے پڑے ہیں۔ اور مسٹر وُمند ونٹ وغیرہ حقیقی اور خالص عیسائی ان شیطانی کرتوتوں پر تہ دل سے نفرین بھیج رہے ہیں۔ ترکی سپاہ کے برتاؤ کے متعلق متذکرہ بالا کے مقابلہ پر مظالم ارمان کی نسبت مسٹر جی ایل بینٹ کی تحریر یہ جینیہ یہاں درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ اس تحریر کے شایع ہونے پر چند دیگر انگریز نامہ نگاروں اور ایک جرمن اٹاچی نے جو سر ارکچنر کے ساتھ تھے۔ اوسکی تردید کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان تردیدوں کی متذکرہ صدر اقبال سواب کوئی وقعت نہیں رہ گئی۔ اگر موقعہ پر "وحشی و ظالم و سفاک"۔ درویشوں کی نسبت یہہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ اونکی وحشت و سفاکی کی بدولت تو اونکی یورپین قیدی سولہ برس کی حراست کے بعد بھی زندہ و صحیح سالم پائے گئے۔ اور کئی (جیسا کہ ہم سوڈان کے محرک سلاطین پاشا سے سلوک کیگیا) قیدیوں کو خلیفہ اور مہدی نے اعلے مدارج عطا کر کے۔ غلام۔ کنیزکیں۔ اور انعام و اکرام عطا کیئے! اور مہذب و شایستہ فاتحین نے ام درمان تقریباً کسی درویش کو اسیر ہونے کیلئے زندہ ہی نہ چھوڑا اور اس معرکہ سے پیشتر ابتدا وغیرہ کی لڑائیوں میں جو اسیر ہوئے اونکو کیسی سخت حراست میں رکھا ہوا ہے گویا وہ نہایت ہی خوفناک جرائم پیشہ بدمعاش ہیں۔ پیشتر

ایچ اے گوین۔ نامہ نگار رائٹر ایجنسی۔ جی ڈبلیو سٹیونس نامہ نگار ڈیلی میل۔ ہملٹن ویلڈن۔ نامہ نگار مارننگ پوسٹ۔

بقیہ صفحہ گذشتہ کی تحریر مع ایک ہمعصر کی رائے کے حسب ذیل ہے۔

درویشوں کو انکے پہلے حملہ میں شکست دیکر جب ہماری فوج امدرمان کیطرف بڑہی تو میں بھی کرنل لیوس کی دیسی بریگیڈ کے ہمراہ تھا۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ بائیں طرف جبل فرغام کی نشیب میں انگریزی مکپ کے شاگرد پیشہ اور دیسی ملازم سفید پوش مجروحان جنگ میں جنکو ہماری اتواپ یا ئی مٹفورڈ بندوقوں کی گولیوں نے زخمی کر دیا تھا پھرتے ہوئے نظر پڑی۔ یہہ لٹیرے رائفلوں بہالوں اور سونٹوں سی مسلح تھی۔ جو خدا جانے انکو کسطرح ملگئے تھے۔ بدقسمت زخمی جو نزع کیحالت مین جسطرح ہو سکا رینگ کر اپنے جسم کو موسم گرما کی سخت دہوپ سی بچانے کی لیئے چٹانوں یا جہاڑیوں کی سایہ میں لیگئے تھے۔ ان دیسی ملازموں نے بڑی بیرحمی سے ان کو سونٹوں اور گولیوں سے روانہ عدم کیا۔ یہہ بزدل ملازم درویشوں سی اسقدر ڈرتے تھے کہ زمین پر پڑی ہوئی لاش کے قریب جانے سی پہلے اسپر چند گولیاں سر کر لیتے تھے اور جب اسطرح اطمینان ہو جاتا کہ وہ بالکل بیجان ہی تو اسکے قریب جاکر اسلحہ اور کپڑے اسکے جسم سے اُتار لیتے۔ چونکہ یہہ پس و پیش کی احتیاط کی بغیر بے پروائی سے زخمیوں پر گولیاں چلاتے تھے۔ اسلیئے اکثر گولیاں ادہر اُدہر نکل کر خود ہماری سپاہیوں کی لیئے باعث خطر ثابت ہو رہی تھیں۔ چنانچہ وارو ک رجمنٹ کی چار آدمی ان بے پناہ گولیوں سے مجروح ہوئے۔ واقعی بے لگام شاگرد پیشہ کا انگریزی سپہ سالار کی آنکہوں کے سامنے اسطرح قتل و غارت کا بازار گرم کرنا نہایت شرمناک تھا۔

یہہ قتل عام صرف عربی زخمیوں تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ مجروحوں کے قتل کرنیکا حکم عام دیدیا گیا تھا۔ خواہ ایسا حکم دیا گیا تہا یا نہیں۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ سوڈانی شاگرد پیشہ نے اپنی راہ مین بیسیوں زخمیوں میں سی ایک کو بہی زندہ نہیں چہوڑا۔ درویش چند گزوں کی فاصلہ پر ریت پر پڑے تھے۔ انپر بیدردی سی گولیاں چلائیں۔ سنگینوں کے وار کیئے گئے۔ انکو انہیں کے بہالوں سی روانہ عدم کر دیا گیا۔ ایک حبشی نے ایک نوکدار بہالا اُٹہایا اور یہہ دیکہکر کہ ابہی اسکے مالک میں کوئی دم باقی ہے وہ آلہ زور سی اسکے چہرہ میں بہونک دیا اور پہر اپنا بوٹ اسکے سر پر رکہکر زور سی اس خون آلود آلہ کو نکالکر آگے بڑہا۔ وہ عرب جو کسقدر فاصلہ پر دم توڑ رہے تھے فوراً گولیوں سے چہد کر روانہ عدم ہوئے۔ بعض اوقات اسقدر قریب سے گولیاں چلائی جاتی تہیں کہ زخمیوں کے گوشت کی جلنے کی بو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ سوڈانی ملازم ایسی لاشوں پر سنگین آزماتے تھے۔ جنکا مرغ روح بہت عرصہ پہلے پرواز کر چکا تہا۔

اس کشت و خون کی عمل میں آنے سی کسیکو مجال انکار نہیں لیکن اسکے متعلق تین سوال پیدا ہوتے ہیں پہلا سوال یہہ ہی کہ کیا زخمیوں کو ہلاک کرنا ذاتی بچاؤ کے لیئے تھا؟ اسپر مسٹر بینٹ حسب ذیل ریمارک کرتے ہیں۔

محاربات سوڈان کی تجربوں سی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلح زخمی درویش کے قریب پہنچنا خطرے سے خالی نہیں ایسی مثالیں بھی ملسکتی ہیں جنمیں زخمی دشمنوں نے انگریزی سپاہیوں کو نشانہ اجل بنایا۔ مینے خود ایک بگارا کو جو زمین پر زخمی پڑا تھا

(مؤلفہ مترجم) جرمن مصنف و سٹاف افسر نے لڑائی کا پہلا دور قبضہ اریسا پر ختم کیا ہے۔ سر ایشمیلڈ بارٹلٹ فتح لاریسا کو دوسرے دور میں شامل کرتے ہیں۔ مگر مینے جرمن نویسندہ کی تقسیم کو مرجح سمجھکر سر موصوف کی تقسیم کا خیال نہیں رکھا۔ اور اونکی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اٹھتے اور انگریزی دستہ پر گولی چلاتے دیکھا۔ لیکن گولی نقصان پہونچانے کی بغیر ہماری سروں کی اوپر سے گذر گئی۔ ایک اور موقعہ پر ایک درویش نے دفعتہً اٹھکر پے در پے کئی مصری سواروں پر بہالے رسید کیے۔ قبل اسکے کہ اُسے روانہ عدم کیا جاتا۔ وہ سات آدمیوں کو مجروح کر چکا تھا۔

بہرکیف ایسی مثالیں جنمیں زخمی درویشوں سی ہماری فوج کو گزند پہونچا۔ نہایت کم ہیں۔ پس ان شاذ و نادر وقوعات پر زخمیوں کی قتل عام کا حکم دیدینا کسیطرح بھی جایز متصور نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک شخص جو سوڈان کی محاربات کا کسیقدر بھی تجربہ رکھتا ہوگا۔ وہ تسلیم کریگا کہ اگر کوئی زخمی کسی سپاہی کو نشانہ اجل بنانیکے لیئے بندوق اُٹھائے یا بھالا مارنے کا ارادہ کرے تو سپاہی پر اسکا خون مباح ہوجاتا ہے۔ لیکن غیر مسلح تھے اور بے کس و بے بس زخمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کے جواز میں کوئی دلیل پیش نہیں کیجا سکتی۔ افسوس ہے کہ امدرمان میں بعد جنگ ایسی ہی افسوسناک حالت دیکھنے میں آئی۔ اور مجروح درویشوں کو جو میدان میں غیر مسلح بحالت زار پڑے تھے انپر نہایت بیدردی سی سنگین آزمائی گئیں اور انہیں نشانہ بندوق بنایا گیا۔

دوسری دلیل یہہ پیش کیجاتی ہے کہ درویش ہمیشہ قابو پانے پر ہماری زخمیوں کو قتل اور مقتولوں کی اعضاء جدا کر دیتے تھے۔ بلاشبہ انگریزی فوج کا یہہ دعوے صحیح ہے۔ لیکن کیا تل الکبیر کے سامنے ہماری اس قبیح حرکت کی خبر درویشوں کو نہ پہنچی ہوگی کہ گو انہوں نے زخمیوں کی اعضا تو جدا نہیں کئے مگر انکو قتل ضرور کر ڈالا اور وہ یہی الزام انگریزی فوج پر بھی لگا سکتے ہیں مزید براں ایک مہذب و شائستہ فوج جو ایک یورپین سپہ سالار کی ماتحتی میں ہو اس سی ایسی حرکات کا وقوع میں آنا اسکی شان سے بسا مستبعد ہے۔ نیز اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مہدی اور اسکے خلیفہ نے کسی یورپین یا گورے چمڑے کے قیدی کو حالانکہ انہوں نے خود اسکے برخلاف ہتھیار اُٹھائے تھے قتل کرنا پسند نہیں کیا۔

ایک زخمی درویش اسوجہ سی کہ دشمن کی ہاتھ سے کتے کی موت مرنے کے سوائی کوئی چارہ نہیں۔ نہایت خوفناک ہوجاتا ہے اور قبل اسکے کہ بیرحم سنگین اسکے جسم میں داخل ہوکر اسکی زندگی کا خاتمہ کرے وہ ایک اور کافر کو قتل کرکے ثواب حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ لیکن مجھے اس خیال کی صحیح تسلیم کرنے میں کلام ہے اگر جنگ تل الکبیر اور سوڈان کی ابتدائی لڑائیوں میں ہم زخمیوں سی ایسی بدسلوکی نہ کرتے تو زخمی ہم سے مہذبانہ سلوک کی توقع رکھکر کبھی ہمارے سپاہی کی بندوق یا بہالے سے جان لینے کی کوشش نہ کرتے۔ ایک افسر جسے میں جانتا ہوں بظاہر مقتول درویشوں کی قطاروں کے قریب سے گھوڑا دوڑائے ہوئے گذر رہا تھا کہ اتنے میں ایک درویش نے بڑی تکلیف اور مشکل سے اپنے آپ کو اُٹھا کر افسر مذکور کیطرف بندوق چھتیائی جب افسر نے چلا کر اُسے بندوق کو ہاتھ سے رکھدینے کے لیئے کہا اور زخمی کو بھی یقین آگیا۔ کہ وہ اسکی جان لینے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسنے فوراً بندوق پھینکدی اور عبا کا دامن اُٹھا کر اسنے موت کی مسکراہٹ سے اپنے جسم کا نصف نچلا حصہ دکھلایا۔

کتاب کا ترجمہ بہی فتح لاریسا تک حصہ اول میں شامل کر لیا ہے۔ آغاز محاربہ سے لیکر ۲۶ اپریل تک کے واقعات کا جو دلچسپ خلاصہ وکیل نے متعدد آرٹیکلوں میں شایع کر کے ساتھ ہی تھا۔ اکثر عام غلط فہمیوں اور نادرست روایتوں کی بہی اصلاح کر دی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جسے توپ کے پھٹنے والے گولے نے تقریباً دو حصوں میں کاٹ دیا تھا۔

مسٹر بینٹ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ لڑائی میں کچہہ نان و حلوا تھوڑا ہی تقسیم ہوتا ہے۔ اور قتل و خونریزی سے کچھ چارہ نہیں فی الواقع جبتک انسانی نیچر موجودہ حالت پر رہیگی۔ اسوقت تک فتح کے نشہ یا دشمن کی پرزور مدافعت کیحالت میں قواعد جنگ کو ملحوظ رکہنا نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ انسان کے خون میں گرمی اور حدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان قتل و خونریزی پر بالطبع راغب ہوتا ہے۔ امدرمان میں زخمی درویشوں کے قتل کے بارہ میں دشمن کے اعلے درجہ کے جنگی جوش و خروش یا سخت مدافعت میں سے کوئی دلیل پیش نہیں کیجا سکتی۔

ایک ایسی لڑائی میں جسمیں انگریزی فوج کا دو فیصدی اور درویشوں کا ساٹھ فیصدی نقصان ہوا ہو۔ انگریزی فوج کو اس قسم کے وحشیانہ جوش کے اظہار کیلیئے کوئی وجہ تراشنے کی گنجایش نہیں ملسکتی۔ نہایت سخت اور طول طویل خونریز لڑائی کے بعد کسی مہذب سپاہ کا خوفناک دشمنوں کے خون کا پیاسا بنجانا ممکن ہے۔ لیکن یہاں تو حالت ہی مختلف ہے نہ تو سخت لڑائی ہی ہوئی اور نہ انگریزی فوج کا کچہہ زیادہ نقصان ہوا۔ اگر کسی شخص کی انگریزی سپاہ کے صرف پانچسو آدمیوں کے نقصان پر درویشوں کے چھبیس ہزار سپاہیوں اور افسروں کے مقتول و مجروح کرنے سے بھی تسلی نہو۔ تو اسے انسان کا ہیکو خونخوار شیر کہنا چاہیئے۔ دویم یہ کہ کیا قاتل سوڈانی تھے؟ اسپر مسٹر موصوف لکھتے ہیں کہ اس بزدلانہ کام کا حصہ صرف کالے سپاہیوں پر بس نہ تھا۔ بلکہ خاص ہمارے انگلستان کے سولجروں نے بھی اس غیر سپاہیانہ کام میں حصہ لیا۔ میں ایک ضعیف العمر اور سفید ریش بوڑہے ترک کو دیکہا جو دہنی ٹانگ میں زخم کہا کر چت پڑا ہوا تھا۔ اسنے بظاہر خلیفہ کی بقیہ سپاہ کے ساتھ امدرمان کیطرف بہاگنے کی کوشش کی تھی۔ مگر زخم نے اسے ہلنے نہ دیا۔ اس سے آٹھ گز پیچھے اسکا لڑکا جسکی عمر سترہ سال کی ہوگی اسی قسم کے زخم سے زمین پر پڑا تھا۔ باپ بیٹا دونو نہتے تھے۔ باوجود اسکے ایک ہائلینڈر (گورے سپاہی) نے اپنی صف سے آگے بڑہ کر پیر مرد کے سینہ میں اپنی سنگین بھونک دی۔ مظلوم درویش نے بیفایدہ رحم کے لیئے گڑگڑا کر التجا کی اور دوبارہ ضرب سے بچنے کے لیئے جوش دیوانگی میں دونو ہاتہوں سے سپاہی کا خنجر پکڑ لیا۔ اسطرح اسکے اپنے جسم کے خون سے اسکے دونو ہاتھ رنگین ہو گئے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ قتل عام سپہ سالار کے حکم سے وقوع میں آیا تھا؟ اگر یہہ بات نہ تھی تو کیا افسروں نے اس افسوسناک قتل کے انسداد کے بارہ میں ذرا بھی اشارہ نہیں کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اگر سپہ سالار کے حکم سے اس سفاکی کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ تو پھر اسکے روکنے کے متعلق افسروں کی کوشش فضول اور غیر مؤثر ہوتی بخلاف اسکے مجھے یقین ہے کہ افسر زخمیوں کے بزدلانہ قتل کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ اگر انہیں اپنے منشا کے مطابق کارروائی کرنے کی آزادی ہوتی تو فوراً اس قتل کو روک دیتے۔

مسٹر بینٹ دو انگلش افسروں کی انسانی ہمدردی کی مثال دیکر رقمطراز ہیں۔

اوسے بہی ناظرین کی مزید دلچسپی اور آگاہی کے لیے اس پہلے حصہ میں جس سے وہ متعلق ہیں ایزاد کر دیا جاتا ہے۔ محاربہ اپائرس اور بحری مقابلوں کے حالات جو ۲۶ اپریل تک ہوئے دوسرے حصے میں درج کیے جائینگے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بعض دیگر برٹش افسر اور سپاہیوں نے بھی ان درویشوں پر جو ہماری اتواپ کے گولوں سے زخمی ہوئے تھے۔ شفقت ظاہر کی۔ چنانچہ جبکہ مندرجہ بالا شقی القلب یورپین سپاہی لی مٹفورڈ بندوق کی سنگین اس معمر زخمی کی چہاتی میں بہونک رہا تھا لڑکے نے سر اٹھا کر تھراتی ہوئی نگاہوں سے اس بزدلانہ قتل کی کارروائی کو دیکھا اسنے اپنے ہاتھ ملتجیانہ وضع سے رکھکر یہ تصور کر لیا کہ عنقریب اسکا بھی کوئی دم میں یہی انجام ہونیوالا ہے میں آگے بڑہا اور اس لڑکے کو چند بسکٹ دیئے ایک اور پلٹن کے دو سپاہیوں نے اسے پانی کا گہونٹ پینے کے لیے دیا لڑکے نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر پوچہا کہ میرا باپ کیوں قتل کیا گیا ہے؟ میں سوال کا جواب نہ دیسکا۔ لڑکا تقریباً ایک میل تک میرے ساتھ لنگڑاتا ہوا گیا۔ بعدہ وہ ان قیدیوں کے گروہ میں شامل کر دیا گیا۔ جنکو گرفتار کرکے امدرمان لے جا رہے تھے۔

اگر سردار کچنر کو زخمیوں کی غداری اور دغابازانہ گولیوں کے سر ہونیکا اندیشہ تھا تو وہ اپنی سپاہ کو میدان کے ان قطعات سے جہاں زخمی درویش بکثرت پڑے تھے۔ بچا کر لیجا سکتے تھے۔ ایک رستہ چہوڑ کر دوسری راہ اختیار کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ چونکہ دشمنوں کے فائر کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں پہنچتے تھے اسلیئے ہمارا نقصان اٹھائے بغیر ایک ایسی راہ اختیار کر سکنا جہاں نسبتاً مجروح کم پڑے ہوئے ہوتے۔ ممکن تہا۔

امدرمان پر قبضہ کر لینے کے بعد ہماری توپوں نے مفروروں پر گولے برسانے شروع کر دیئے۔ اسپر مسٹر بینٹ لکھتے ہیں۔

تسخیر امدرمان کے متعلق ایک اور بھی نہایت قابل افسوس واقع ہوا۔ جب ہم درویشوں کے آخری حملہ کو شکست دیکر تیزی سے امدرمان کیطرف بڑہ رہے تھے۔ تو وہ بازار جو امدرمان کے جنوبی دروازوں کو جاتے تھے مفروروں سے بہرے ہوئے تھے بگارا سواروں اور پیادہ درویشوں کے پیادہ دستوں کے پیچھے بہت سے دیسی باشندے جنکا لڑائی سے کچھ تعلق نہ تھا اور کثیر التعداد زن و مرد اور بچے اونٹوں گہوڑوں اور گدہوں پر اپنا اسباب لادے عجب سراسیمگی سے جنوبی رخ کیجانب روان تھے۔ انسانی ہجوم اور چارپایوں کی کثرت سے طوفان بدتمیزی برپا تھا اور دیوانہ وار بھاگے جانے کی وجہ سے ایکدوسرے پر گرا پڑتا تھا عین اسحالت میں انپر اتواپ سر کرنیکا حکم دیا گیا۔ توپچی بلند مقام سے اچہیطرح مفروروں اور شہر کی دیواروں کو دیکھ سکتے تھے۔ پس انہوں نے بے تامل ان بازاروں پر جو انسانوں اور حیوانوں سے معمور تھے۔ آگ برسانی شروع کر دی۔ ایک بازار جو دریا کو جاتا تھا اسپر میکسم اتواپ کے اس کثرت سے گولے پڑے کہ گویا گولوں کا طوفان آگیا اور بدقسمت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہزار سالہ مردوں میں جا ملے۔

فی الواقعہ فاتح لشکر مجاز ہے کہ وہ دشمن کی مفرور فوج پر آگ برسائے یا سواروں کے تعاقب میں بہیجے۔ لیکن جب کثیر التعداد جنگ سے بے تعلق اشخاص اور زن و مرد بچے مفروروں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تو اس حالت میں انپر میگزم اتواپ سے گولہ باری کرنا ایک نہایت نازک ذمہ واری مول لینے کے برابر ہے۔ دوسرے دن پانچسو لاشیں امدرمان کے بازاروں میں پڑی ہوئی شمار میں آئیں

جنگ روم و یونان یونان کی خودسری اور دول یورپ کی باہمی نااتفاقی آخر اپنا رنگ دکھائے بغیر نہ رہی اور ۱۶ اپریل ۱۸۹۷ء سے روم اور یونان میں باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی۔ ٹرکی کو قانون بین الاقوام کی رو سے اوسیوقت یونان پر حملہ کردینے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ جبکہ فروری گذشتہ میں یونان کی جہازات مخالفانہ نیت سے کریٹ کے سمندر میں اور اوسکی کچھ فوج خود جزیرہ میں داخل ہوگئی تھی۔ لیکن سلطان المعظم نے ایک وقت معین و مناسب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے جنمیں بے بس عورتوں کے سوا معصوم بچوں کی بہی تہی لاشیں تھیں دو عورتیں اور ایک آدمی دریا کے کنارے کہڑے تھے۔ ایک تو بچی انہیں دیکھکر بولا کہ میں ابہی اس مرد کو ان عورتوں سے جدا کرتا ہوں۔ اسکے ساتھ ہی میکسم اتواپ سے ٹاٹا کی آواز آئی۔ دہواں صاف ہونے کے بعد ہمنے دیکہا تو وہ تینوں مرے پڑے تھے۔

دو عورتیں ایک درویش کی لاش پر رنج و اندوہ کے آنسو بہا رہی تھیں کہ ایک غیر کمیشن یافتہ افسر نے دیدہ و دانستہ انمیں سے ایک عورت کو ریوالور سے ہلاک کردیا۔

ان امور کے تذکرہ کے بعد یہہ کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ دریائے نیل کے بائیں طرف لانسرز دستوں نے پیشقدمی کے وقت فاقہ کش دہقانوں سے بلا قیمت سامان رسد حاصل کیا۔

یہہ سنکر غالباً کوئی شخص متحیر نہوگا کہ امدرمان پر قبضہ کرنے کے بعد تمام شب سوڈانی سپاہ آزادی سے شہر میں گشت کرتی رہی رات بہر گولیاں چلنے کی آواز آتی رہی۔ جب کوئی سوڈانی سپاہی رائفل ہاتھ میں لیکر لوٹنے کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اسے کسی کے ننگ و ناموس۔ جان و آبرو کا ذرا بہی پاس نہیں ہوتا تین روز تک **مفتوحہ شہر لٹتا رہا** شہر میں داخل ہونیوالے دیکھتے تھے کہ سپاہیوں کی چہوٹی چہوٹی ٹولیاں لوٹ کے مال و اسباب سے لدی ہوئی جارہی تہیں تین ستمبر کو مجہے دو یورپین سپاہیوں کے قریب سے گذرنیکا اتفاق ہوا جو زبردستی روپیوں کا ایک تھیلہ چہینکر کیمپ کیطرف جارہے تھے۔ ایک دیسی ملازم اپنے آقا کیواسطے کچہہ قیمتی کپڑوں کی تہان چند مرصع بجواہر بکس اور ایک ہاتھی دانت لایا اسکے آقا نے کہا کہ اگر اسے ہاتھی دانت کی قیمت معلوم ہوتی تو وہ نصف درجن سے کم نہ لاتا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کے بیت المال (خزانہ) میں اسے داخل ہونیکا موقعہ ملگیا تھا۔ گارڈ کی موجودگی یا اسکے اغماض سے دیسی اور یورپین سپاہیوں نے ایک ایسے شہر کو خوب جی بہر کر لوٹا جسکی حوالگی کو انکے سپہ سالار نے باقاعدہ طور پر تسلیم کرلیا تھا۔ ایک دن دہوپ کی گرمی ایسی سخت تھی کہ میں چند لحظوں کے لیئے سایہ دار جگہہ میں ٹہیرنے پر مجبور ہوا بڑے بازار کے ایک مکان میں داخل ہوکر مینے ایک بوڑہے آدمی سے نصف گہنٹہ کے آرام کے لیئے بچہونے کی درخواست کی یہہ بسترہ اور بکرے کی کہال اس گہر کی کل کائنات تہی۔ جسے غارتگر پیچہے چہوڑ گئے تھے۔

امدرمان میں لوٹ کہسوٹ سے زیادہ قبیح حرکات ظہور میں آئیں۔ ۴ ستمبر کو ایک عرب سراسیمہ میری خیمہ میں آیا اور شکایت کی کہ

تک جنگ سے بچتے رہنے کی اپنی قدیمی اور نہایت ہی ضروری پالیسی پر کاربند رہ کر دول یورپ کو اونکی صلاح ومشورہ اور مجوزہ اصلاحات کا کارہ پن جتانے کیلئے خاموشی اختیار رکھی۔ لیکن ساتھ ہی یونان کی اس دور اندازی کی جواب میں اونہیں اپنی طاقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ دیسی سپاہی میری بیوی کو معہ چھوٹے بچے کے زبردستی اپنے کپ میں لیگئے ہیں۔ جو تین میل کے فاصلہ پر لب دریا واقع تھا۔ میرے آنکر پہنچا سے آگاہ تھا۔ انھوں نے عرب کی بیان کی تائید کی مینے عرب کو کچھ پاول اور بسکٹ دئے۔ اور اسی مناطین باشت کے پاس اسغرض سے بھیجدیا کہ اگر اس سے ہوسکے تو وہ اسکی دادخواہی کرے اور عورت اور اسکا بچہ عرب کو واپس دلادے نیز میرے ملازم نے بتایا کہ گذشتہ شب اسکے ایک دوست کو اسوجہ سے ایک سوڈانی سپاہی نے مار ڈالا کہ اس نے روپوں کی تھیلی دینے سے انکار کیا تھا۔

جہانتک کہ ایک چشم دید بیان دوسرے بیان کی بالکل تردید کرتا ہے۔ وہاں تو ناظرین مجبور ہیں کہ انمیں سے ایک کو جھوٹا سمجھیں۔ لیکن جہاں تک مسٹر بینٹ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ بالکل جھوٹی اور بے بنیاد داستان لکھتا کہ جسمیں اوسکی اپنی قوم کے سپاہیوں اور افسروں پر بیرحمی اور سفاکی کا الزام عاید ہوتا تھا۔ اوسکی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی داستان کے بیان کرنے میں مبالغہ اور جوش سے کام لے رہا ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھتا ہے کہ لڑائی میں حملہ نہیں ہٹتا۔ اور علاوہ اسکے ہر سپاہی کا حق ہوتا ہے کہ اگر فریق ثانی کا سپاہی اسپر حملہ کرے۔ تو وہ اسکو مار ڈالے۔ پھر جبکہ مجروح سپاہی حملہ کرے اور اوسکو دوسرا نہ مار ڈالے لیکن اسکو اعتراض اس بات پر ہے کہ نہ صرف سوڈانی شاگرد پیشہ ہی کو بلکہ بہادر بندوقچیوں اور نیزوں سے مجروح تھے اور بے لشکر درویشوں کو برابر مارے دیا گیا۔ بلکہ خود گورے سپاہی مجروحوں کو قتل کرتے رہے جس سے وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ فوجی افسروں کی مرضی کے سوائے ایسا انہیں ہوسکتا۔ اتنی بات تو کپتان ٹیڈمین نے بھی مانی ہے کہ میدان جنگ کے مجروحوں کو مارنے کے سوائے چارہ نہ تھا پھر اوسنے جنرل گارڈن کی تائید کیسے کی۔

مسٹر بینٹ کی یہ رائے نہایت معقول ہے کہ جب منتشر درویشوں کو یقین تھا کہ وہ ہر نوع دشمن کو ہاتھ پکڑ کر کٹنے کی صورت

ماری جائینگے تو ایسی حالت میں اگر کسیانے ہوکر انہوں نے مرنے سے پہلے اپنے خیال کے مطابق اور ایک آدہ کافر کو مار کر مرنے

. . . . . کا ارادہ ٹھان لیا تو بالکل قدرتی بات تھی۔ البتہ اگر انہیں یقین ہوتا کہ دشمن کی قید میں پڑکر وہ مارے نہیں جائینگے۔ تو اون کے مجروح گولیاں نہ چلاتے۔ اوسنے یہ بھی لکھا ہے کہ فاتح فوج کو کسیانے ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ انمیں سے فیصدی دو سو زیادہ جان کا نقصان نہیں ہوا تھا۔ بمقابلہ مفتوح کے ساٹھ فیصدی نقصان جان کے

. . . . . اسلئے مہذب فاتح فوج کو وحشی سوڈانیوں سے ضرور زیادہ شائستگی رحمدلی اور انسانیت کا برتاو کرنا چاہیے تھا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ اسواقعہ کی تاویل اسطرح کرتا ہے کہ ہر شخص پر جو مؤخر الذکر (مسٹر بینٹ) کا آرٹیکل پڑے واضح ہوتا ہے کہ اوسنے ایک بیوقوفی اور بیحیائی سے اون معاملات کی نسبت پیدا کرلی جو جنگ کے بعد پیش آئی۔ اوسنے بہت سی مثالیں تندی کی دیکھی تھیں۔ اور اوسکی

ومستعدی ظاہر کرنے کی غرض سے سرحد تھسلی پر فوج قہار کا جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور اوس پالیسی کو مدنظر رکھکر جسکو ہم کئی دفعہ واضح کر چکے ہیں یونانی مفسدین اور باقاعدہ فوج کے عام آدمیوں کے لباس میں علاقہ عثمانیہ پر متواتر حملے کرتے رہنے کی صورت میں بھی صرف مدافعت پر حصر رکھا۔ اور یورپ کو عالم آشوب جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے بیتوقف یونان کو ہوش میں لانے کا کام دول یورپ کے سپرد کیا جسکو بظاہر انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا۔ لیکن جنگ کے چھڑ جانے

بقیہ صفحہ سابقہ اور اوسکی رائے میں یہ اوس تمام دغابازی اور من بھی دیوانگی سے بڑھ گئی تھیں کہ جسکی بدولت یہ تبدیلی عمل میں آئی۔ وہ ایک انگریزی سپاہی کی نسبت وحشیانہ حرکت کی مثال بیان کرتا ہے۔ اور یہ اوسکو اون بہت سے واقعات ہمدردی اور مہربانی سے جو سپاہیوں نے دشمن سے مرعی رکھے تھے اور جسکو وہ تذکرۃً بیان کرتا ہے زیادہ مخصوص معلوم ہوتی ہے"۔ اسکے بعد یہ اخبار لکھتا ہے کہ جنگ کے خطرات اور حالات نواحی نے راقم مضمون کے فیصلہ پر اثر کیا ہے کہ جسکی مسٹر برلی اور جرمن اٹاچی پوری تردید کر دیتے ہیں۔ مگر میری خیال میں پوری تردید مسٹر بینٹ کی بیان کی ابتک نہیں ہوئی۔ جیسا کہ کنٹمپریری ریویو کے آرٹیکل سے واضح ہے۔ اور یہ خیال اور بھی مسٹر بینٹ کی مضمون کی تائید کرتا ہے کہ جنرل کچنر شاید اسی لیئے مہم خرطوم کے ہمراہ جنگی نامہ نگاروں کا لیجانا پہلے پہل منظور کرتے تھے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ اس جنگ کی تمام تجاویز بہت مدت پہلے سے ذہن نشین کر چکے تھے جنکو مسٹر برلی اور کپتان ٹیڈمین کے مفصل مضامین نہ دیکھ جاویں۔ یہ رائے بدلنی مشکل معلوم ہوتی ہے کہ میدان امدرمان میں زخمی درویش لڑائی کے بعد قتل کیئے گئے ہیں۔

مگر پائونیر جو زیادہ معقول و متین اخبار ہے وہ اس بات میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کی خیالی توضیح کا بالکل خلاف رائے دیتا ہے وہ لکھتا ہے کہ کیوں کپتان وان ٹیڈمین جرمن اٹاچی کی شہادت انگریز نامہ نگاروں سے زیادہ قیمتی اور معتبر ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ صورت موجودہ میں پیش آیا ہے کہ یہ کپتان ہی ہمیں جنگ امدرمان کے بعد مجروحین کی کیفیت ویسی ہی بتاتا ہے جیسی کہ ہمارے اپنے نامہ نگار نے بتلائی تھی۔ سوڈانی اور مصری سپاہیوں کو لا یعنی ایسی حرکات عمل میں لانے کی اجازت دیگئی کہ جو ناقابل بیان خوفناک ہیں۔ لیکن غالباً سوڈانی دشمن کی طرفسے جنگ کے بعد ایسے شیطانی اور وحشیانہ ہیں کہ اس بارہ میں صاف انکار کرنا نہ موثر اور نہ عقل کی بات ہے۔ امدرمان میں کیا پیش آیا اسکے تعلق ہمارا اپنا نامہ نگار جو کہ جنگ کے ایک ہفتہ بعد تک کیمپ میں رہا تھا بیان کرتا ہے کہ جنگ کے بعد پہلے چار روز تک تو کالے سپاہی بالکل ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اور یہ تمام عرصہ امدرمان میں رہے وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب بڑی بڑی سرکاری عمارتوں مثل سلاح خانہ و بیت المال پر پہرے لگائے گئے تو مہدی کی قبر اور خلیفہ اور مہدی کے گھروں کی حفاظت نہیں کیگئی جو جلدی ہی توڑ دیئے گئے اور انکی ہر چیز لوٹ لیگئی"۔ المختصر یہ مبید رکھنا کہ ایسے حالات میں کئی ایسی چیزیں واقع نہیں ہو سکتیں جو انگریزی ناظرین کو صدمہ پہنچائیں غیر متوقع امید ہے تو گویا اس ساری رام کہانی کا مطلب یہ نکلا کہ وقتی درویش مجروحوں کو میدان جنگ میں سخت بیرحمی سے قتل کیا گیا ہے۔ اور سپاہیوں نے افسروں کی اجازت یا کم از کم اغماض سے ایسا کیا گیا ہے جو کسی مہذب فوج کے لیئے یقیناً شرمناک کاروائی ہے۔

نے ثابت کردیا ہے کہ ان سلطنتوں کی اغراض اب ایک دوسرے سے ایسی متضاد اور مغایر ہوگئی ہیں کہ وہ کوئی کام یکدلی اور متفق الرائی سے نہیں کرسکتیں اسی لئے کال القین سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہی دول عظام میں سے جو بظاہر سب ملکر یونان کو سمجھاتی یا دبا و ڈالتی رہی تھیں۔ چند ایک ضرور پردہ یونان کی پیٹھ ٹھپکتی رہی ہیں۔ اسوقت تک ایسی سلطنت کا نام انگلستان بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری سلطنتوں کے افعال بھی اسی خیال کی تائید کرتے ہیں۔ تاہم دول یورپ کی ایمانداری اور دوستی پر کلیتاً بھروسہ کرلینا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ کوئی کلام نہیں کہ جرمنی نے اپنے طریق عمل سے ہمیں قائل تعریف منشی ثابت کیا ہے اور جہاں تک انسانی عقل قیاس کرسکتی ہے یہ انسانی فطرت پر بھروسہ ہوسکتا ہے۔ یہ سلطنت اب کسیوقت سلطنت عظمے عثمانیہ کو چھیا نہیں دیگی۔ خیر یہ بحث تو پھر کبھی سہی۔ ہمیں اس بات کا سخت افسوس ہے اور کل مسلمانوں کو ہونا چاہیئے کہ یونانی مفسدین کی شورہ پشتی اور کریٹ میں مسلمانوں کے لگاتار کشت و خون نے سلطان المعظم کو آخر اپنی پالیسی چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ اور جب انکو یہ یقین ہوگیا کہ زیادہ دیر تک خاموش رہنا دیگر صوبجات مالک محروسہ میں بھی جہاں یونانی عنایا کی آبادی کچھ کم نہیں ہے شورش برپا کردینے کا موجب ہوگا۔ اور یونانی حملہ آوروں کی گوشمالی کرنے سے سخت خطرات پیدا ہونیکا قوی احتمال ہے اور اسپر یونان نے فوج ہر کو ترکی ترکی آدمیکا حکم دیا۔ میدان جنگ سے جو خبریں اس ہفتہ موصول ہوئی ہیں وہ تاروں کو کالم میں درج ہیں۔

میدان جنگ سے صحیح خبروں کا پہونچنا مشکل امر ہے۔ ہر ایک فریق اپنے حق میں مفید خبریں مشتہر کرتا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ترکی افواج بہت جلد یونان کی فوج کا جو اسوقت سب کی سب سرحد پر جمع ہے قلع قمع کرکے صوبہ تھسلی پر قابض ہوجائیگی اور اسپر قبضہ ہوتے ہی ظن غالب ہے کہ اول تو خود یونان یورپ سے صلح کرادینے کا ملتجی ہوگا۔ ورنہ یورپ کی کوئی نہ کوئی سلطنت فرو بیچ بچاؤ کرکے ترکوں کو خاص ایتھنز تک پیشقدمی کرنے سے روکدیگی۔ یورپ کیطرف سے ایسا ہونا کوئی نئی بات نہیں ۱۸۷۶ء میں سرویا نے جب بغاوت کرکے ترکی علاقہ پر حملہ کیا تھا۔ اور ترکی افواج نے بہت جلد اسکو ہر نہج پر ہزیمت دیکر اوسکے دارالخلافہ بلگریڈ پر پیشقدمی شروع کردی تھی تو جھٹ روس نے بیچمیں کود کر عارضی صلح کرادی تھی۔ ہاں اسوقت اتنا فرق ضرور ہے کہ یورپ کی بعض دول عظام ایکدوسرے کے ساتھ جنگ کرنے پر بظاہر تلی بیٹھی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس چھیڑ چھاڑ کی آڑ میں پسیں گتھم گتھا جانے کیلئے کوئی بہانہ ڈھونڈ لیں۔ اکثر لوگ تعجب کرتے نظر آتے ہیں کہ ترکی کی سرحد پر کئی لاکھ فوج جمع ہے اور یونان کی کل فوجی تعداد صرف پچاس ساٹھ ہزار ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود آٹھ دس دن گذر جانے کے ترکی فوج کل یونانی لشکر کا کام تمام نہیں کرسکی اسکا سہل جواب یہ ہے کہ یونانی فوج مضبوط پہاڑی مقامات میں قلعبند ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایسے مضبوط مقامات سے حملہ آور فوج اوسکی تعداد خواہ کسیقدر زیادہ ہو گھنٹوں یا دنوں میں بچاؤ کرنے والی فوج کو نہیں نکال سکتی۔ اسکے واسطے کچھ مہلت درکار ہوتی ہے۔ جواب قریب الاختتام ہے۔ عساکر عثمانیہ کو سرحدی مقامات کو فتح کرنے اور یونانی فوج کا ستیاناس کرنے میں ابھی اور پانچ سات روز صرف کرنے پڑینگے۔ اسکے بعد ایتھنز مع پورٹ صوپہ موریا کے جنوبی کونہ تک کل مطلع صاف اور یونان ترکی حملہ کے سیلاب کو روکنے سے بالکل عاجز و بے بس ہوگا۔ تاروں میں ناظرین کئی خبریں اس مضمون کی بھی پائینگے کہ یونانی مختلف ترکی بندرگاہوں کو برباد کررہے ہیں۔ ان خبروں کے غلط ہونے کی وجوہات ان خبروں کے ساتھ ہی تاروں کے کالموں میں

درج کردی گئی ہیں۔ آجکی تاروں میں ریوٹر ایجنسی نے ایک اور شوشہ چھوڑا ہے کہ ترکی بیڑہ جہازات جو ۲۰ مارچ کو قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا ابھی تک ڈارڈنیلز میں پڑا ہوا ہے۔ اور اوسکے کپتانوں نے رپورٹ کی ہے کہ ہماری جہازات سمندر میں جانے کے قابل نہیں۔ لیکن ناظرین اسلامی خبروں میں پڑھ لینگے کہ عرصہ ہوا بیڑہ مذکور کا نصف حصہ سالونیکا اور دوسرا سمرنا میں پہونچ چکا ہے۔ انہیں خبروں میں ترکی آہن پوش جہازات جو کچھ کریٹ کے سمندروں میں کر رہے ہیں۔ اوسکی کیفیت درج کردیگئی ہے۔ اگر ترکی جہاز سمندر میں چلنے کے قابل نہیں تو وہ کئی مہینے ہوئے کریٹ میں کسطرح پہونچ گئے۔ اور کیونکر وہاں یونانی جہازوں کو گرفتار اور کریٹی باغیوں پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ برخلاف اون رپورٹوں کے جنکی خبر ریوٹر دیتا ہے۔ آہن پوش حمیدیہ کے کپتان نے بابعالی میں رپورٹ کی ہے کہ میرا جہاز جنگی جہازوں کی اوسط رفتار سے نصف میل تیز چلا ہے یہ اوسی جہاز کی کیفیت ہے جو ۱۸۸۵ء میں تیار ہونے کے بعد اب پہلی مرتبہ سمندر کو گیا ہے۔ تو جو جہاز قبل ازین سمندروں میں سینکڑوں مرتبہ گشت کر چکے ہیں۔ اونکی نسبت یہہ اعتراض جسقدر بے بنیاد ہو سکتا ہے اوسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔

آج ہی کی تاروں میں ناظرین شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کے سپہ سالار مقرر ہونے کی خبر دیکھینگے۔ اس تار کا یہ مطلب نہیں کہ مارشل ادہم پاشا اس منصب جلیلہ کے قابل نہیں پائے گئے یا یونان کی طاقت ایسی زبردست ہے کہ اوسکے زیر کرنے کے لیے غازی عثمان پاشا جیسے کمانڈر کی ضرورت پائی گئی ہے۔ غازی عثمان کا نام ہی دشمنوں کا دل دہلا دینے کے لیے کافی ہے اب اونکی بذات خاص موجودگی کا جو اثر پڑے گا وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن جہانتک قیاس ہو سکتا ہے۔ اس نامور ہیرو کی تقرری ان وجوہات سے نہیں ہوئی۔ بلکہ غالباً اسلئے کہ سرحد یونان پر اسوقت تقریباً کئی لاکھ فوج جرار جمع ہو چکی یا ہو جانے والی ہے۔ اور اسقدر جرار فوج کی اعلے کمان جو ہماری ہندوستان کی تمام فوج سے تعداد میں زیادہ ہو صرف ایک مارشل پر چھوڑ دینی کبھی مناسب نہیں۔ اسکے واسطے نہایت تجربہ کار معتبر اور بلند مرتبہ افسر چاہیئے جو عثمان پاشا سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا تھا۔ باقی رہا یہہ امر کہ آیا یہہ جنگ صرف ٹرکی اور یونان تک محدود رہتا ہے یا کہ اوس عالمگیر جنگ کا جسکا کل دنیا کو انتظار ہے پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اسکے متعلق پیش از وقت کوئی رائے زنی کرنے کی نسبت واقعات کا منتظر رہنا انسب معلوم ہوتا ہے۔ اور بصورت موجودہ اس امر پر کوئی پختہ رائے قایم کر سکنا بھی قریباً محال ہے۔ (از وکیل ۲۶ اپریل ۱۸۹۷ء)

مصر میں سلطان المعظم کی مالی امداد کے لیئے بڑے جوش کے ساتھ چندہ جمع ہو رہا ہے۔ بقول ہمعصر جامع العلوم ایک ہمارے ملک کے بردلے اپنا ہی پیٹ پالنے والے مسلمان ہیں کہ کروٹ تک نہیں لیتے۔ یہہ ٹھیک ہے کہ یہ بالکل نادار ہیں۔ لیکن جب کبھی روپیہ صرف کرکے دنیا کے کمانے کی امید ہوتی ہے۔ تو پھر ان ہی مفلسوں کے پاس کہاں سے دولت اُبل پڑتی ہے۔ کوئی انہیں عیاشی کا نیا طریقہ بتا دے تو بیوی کا پاجامہ بھی بیچ ڈالیں۔ لیکن اب دین کی جڑ پر تیشہ رکھا ہوا ہے تو انکی جوتی سے۔ اس غفلت کے جرم میں دنیاوی نتیجہ تو کچھ عرصہ بعد انکو خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ لیکن عاقبت کی بات معلوم کرنا بھی کوئی دشوار بات نہیں رہی ہے۔ آخر مصری بھی تو مسلمان ہی ہیں یا کوئی فرشتہ ہیں؟ اسکندریہ کے ایک دکاندار نے اپنی کل نقدی و اسباب امداد فنڈ

میں دیدیا یہاں کوئی جبہی دینا گوارا نہیں کرتا۔ وہاں ہر مسجد میں صندوق رکھدیئے گئے۔ اگر یہاں بھی رکھدیئے جائیں تو کیا کوئی آفت آئی ہے۔ مگر یہ کام تو جب ہو کہ خدا نے اتنی توفیق دی ہو۔

ایک انگریزی اخبار کا نامہ نگار ۲۳ اپریل کو لندن سے جنگ روم و یونان کے متعلق ایک خط لکھتا ہے جسمیں وہ تصدیق کرتا ہے کہ آخری مرتبہ یونانی سرحد روم و یونان کو جب عبور کر آئے۔ اور انمیں سے جسقدر زخمی اور قیدی ترکوں کے ہاتھ آئے اونہوں نے خود اقرار کیا کہ ہمارے کمانیر یونانی باقاعدہ فوج کے افسر تھے۔ ترکوں کو اس سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونیکی معقول دلیل ملگئی۔ جس قابل تعریف تحمل سے ترک ان شورش انگیز اور سفلہ پن سے اُبلتے ہوئے یونانیوں کے مقابلہ پر خود اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ اس میں کچھ کلام نہ تھا۔ انہوں نے صرف ایک شرط کی تھی کہ یونان کی باقاعدہ فوج ان حملہ آوروں کے ساتھ شریک نہو۔ چونکہ یہ شرط ٹوٹ گئی اسلیئے انجام کار لڑائی کی نوبت آئی۔ یہاں اکثروں کا خیال ہے کہ جرمنی کی تحریک پر ترکوں نے لڑائی شروع کی۔ یونانی باقاعدہ فوج کے افسروں کی موجودگی نے جو حملہ آوروں میں شریک تھے معقول عذر ترکوں کیواسطے پیدا کر دیا اور ترکی فوج آگے بڑھی۔ ابھی چند سال ہی گذرے ہیں کہ یہ کہنا ایک عام رواج تھا کہ ترکی فوج بالکل ٹوٹی پھوٹی اور نکمی ہے۔ اسمیں تو کبھی کسی کو کلام نہیں ہوا کہ ترکوں میں سپاہ گری کے قابل تعریف اور بے نظیر جوہر موجود ہیں مگر کسی شخص کو بھی یہ امید نہ تھی۔ اور نہ کوئی اسکے واسطے تیار تھا کہ سب سے پہلے جو نامہ نگار ان جنگ اوہم پاشا کے کیمپ میں پہونچینگے۔ انکی تحریروں سے یہ معلوم ہوگا کہ وہ ترکی فوج در اصل وحقیقت کیسی ہے جسکی نسبت کہا گیا تھا کہ اسکے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ اسکے سپاہی بھوکے مر رہے ہیں اور انکو تنخواہ تک نہیں ملتی۔ اب اونہوں نے جو حالات بھیجے ہیں انکو پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے جس شجاعت اور جوانمردی کا میدان کارزار میں اظہار کیا ہے۔ جرمن سپاہ بھی اس سے بڑھ کر ثابت نہو سکی۔ وہ تو سنچنا ترکوں کا جسکو سمجھا جاتا تھا کہ اسمیں زنگ آلود توپیں ہیں۔ گھوڑے بالکل نادار اور گولہ بارود نام کو نہیں۔ اب وہ کیا بنگیا؟ کوہی باتریاں میدانی قلعہ شکن توپیں۔ گھوڑے نبردست۔ سپاہی اور جانور سب عمدہ سے عمدہ اعلےٰ درجہ کی حالت میں اور اعلےٰ سے اعلےٰ بارود اور شایستگی اور تربیت بے نظیر اب رہی پیدل فوج۔ اسکی نسبت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ پہلے ہی دن کی لڑائی میں جس دلاوری سے اسنے یونانیوں کے مورچے یکے بعد دیگرے سنگینوں کی نوک پر رکھکر فتح کر لیے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اب تک اس سے وہ جرات۔ حوصلہ۔ دلاوری۔ اور ہمت دور نہیں ہوئی ہے جسکے بل پر عثمان پاشا کو بے نظیر عالیشان مگر بے ثمر فتح و پیروزی حاصل ہوئی تھی۔ درہ ملونا کی لڑائی میں جو جنگ کی کامیاب ابتدا ترکوں کے واسطے ہوئی۔ اور جس سے انکی نمایاں فتح کا آغاز ہوا۔ یہ زمین کی حالت کو باعث صرف توپخانہ اور پیدل فوج سے ہی کام لے سکے۔ مگر یونانیوں کی خوب ہی درگت بنی۔ اور بری طرح پہنسے۔ جنکے پاس توپخانہ ہی سرے سے نہ تھا۔

درہ ملونا کا ترکوں کے ہاتھ میں آنا تھا کہ یونانیوں کو صدر مقام لاریسا اور وولوتک اور اگر اوہم پاشا کو پسند ہو تو خود اتھنز تک فتحیاب اور ظفر فوج ترکوں کے واسطے سڑک صاف ہوگئی۔ ترک جوں جوں آگے بڑھتے گئے اپنے صدر مقام سے

دور ہوتے گئے برخلاف یونانیوں کے جو اپنے صدر مقام سے قریب ہوتے گئے۔ مگر اس سے بہی یونانی کچہہ فایدہ نہ اُٹھا سکے۔ اور آگے بڑہ کر بہی ترکوں کا ہی پلہ بہاری رہا۔ ادہم پاشا کے ساتھ جو نامہ نگاران جنگ تھے کل تمام دن انکی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ گو پرائیویٹ تاریں دیر بہ دیر آتی رہیں۔ مگر اسکے برخلاف یونانیوں کو کبہی ناگوار نہیں کہ اپنی خبریں خوب رنگ آمیز اور چکنی چپڑی عبارت میں سپید و سیاہ ملا کر بہیجیں۔ برخلاف اسکے ترکوں کی طرف سے اس خاموشی کا مطلب یہہ نہ سمجہنا چاہیئے کہ انکو زک ملی۔ اور وہ اپنی شکست کی مصیبت بہری خبریں چہپانا چاہتے تھے۔ نہیں۔ بلکہ ادہم پاشا کی یہہ عین دانائی تھی کہ اسنے قبل از اختتام جنگ خبروں کا بہیجا جانا روک دیا تہا۔ اور نیز یہہ خیال بہی تہا کہ ترکی فوج کا نقشہ عمل حرب عام طور پر معلوم نہو جائے سارا دن برابر لڑائی جاری رہنے کی خبر موصول ہوئی ہے اور یورپ نہایت اضطراب سے جنگ ٹرنا دوس کی نتیجہ کا منتظر ہے جسپر اسکی قسمت کا بہت کچہہ دارومدار ہے۔

ٹرنا دوس کی لڑائی تو ایکطرف ایک یونانی بیڑہ سربمہر احکام لیکر روانہ ہوا ہے۔ ان احکام میں یہہ نہ لکہا ہو کہ ڈارڈنیلز میں گہس جاؤ۔ اور قسطنطنیہ پر گولہ باری کرو۔ خیر یہہ تو باتیں بہت دور کی ہیں۔ مگر اکثروں کا خیال تہا کہ جنگی بیڑہ کا لحاظ رکہکر چین و جاپان والی نظیر نہ پیش آئے۔ مگر افسوس کہ ترکی بیڑہ یونانیوں کے واسطے آسان لقمہ نہ ثابت ہوا۔ ریاستہائے بلقان کیطرف سے بہت کچہہ خوف تہا۔ مگر ابتک ان میں سے کسی نے کوئی خلاف امن حرکت نہیں کی۔ البتہ عام افواہ یہہ ہے کہ بلگیریا نے اسموقع پر ٹرکش گورنمنٹ پر مقدونیہ میں پانچ پادریوں کے تقرر کیواسطے زور دیکر فوجیں جمع کرنے کی دہمکی دی ہے۔ لیکن باب عالی نے اسکا جواب نہایت ہوشیاری اور دانائی بہرا دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہہ فہمایش کردی ہے کہ بہلا ایسے مطالبہ کیواسطے یہ کوئی وقت ہے۔ یہ باتیں فرصت کی ہیں۔ ذرا یونان کے ساتھ لڑائی ختم ہونے دو۔ پہر اسکا فیصلہ بہی کرلینگے۔ اب دیگر ریاستہائے بلقان کی طرف سے بہی اسی قسم کا اندیشہ ہے۔ باب عالی کہانتک انکے ساتھ مراعات مدنظر رکہیگا۔ آخر اسکی کوئی حد ہے۔ اور یہی یورپ کی عالمگیر جنگ کی کلید ہے۔

یہہ ظاہر ہے کہ آرمینیا و کریٹ کے فسادوں اور جنگ یونان میں سینکڑوں مسلمان مظلوم۔ ہزاروں مستورات بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم رہ گئے ہیں۔ باغیوں نے قصبے کے قصبے اور قریے کے قریے جنمیں مسلمان رہتے تھے پھونک کر خاک سیاہ کر ڈالے مسلمان خاتونان عفت مآب اور مسلمانوں کے معصوم بچے بے خانمان ادہر اودہر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ جنکی دستگیری اور امداد ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ عیسائی اپنے عیسائی بہائیوں کے لیئے تمام دنیا میں چندے جمع کر رہے ہیں۔ گرجوں میں فتح یونان کے لیئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ مگر افسوس! ایک ہمارے ملک کے مسلمان ہیں کہ روپیہ سے امداد کرنا تو درکنار۔ درگاہ رب العلمین میں اپنے مظلوم بہائیوں کے لیئے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے سے بہی دریغ کرتے ہیں۔ مصر کی طرح اگر ہندوستان کی مسجدوں میں مسلمان مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کے لیئے صندوق رکہدئے جائیں۔ تو ایک معقول رقم فراہم ہوسکتی ہے۔ اور تو اور اگر عید الضحیٰ کے اسموقعہ پر قربانی کی کہالیں ہی مظلوم و بیکس بیوگان و یتیمان سلطنت روم کے لیئے دیدیجائیں۔ تو ہزاروں روپیہ کی رقم جمع ہوجاتی ہے۔ علاوہ ازیں شرعاً اس سے بہتر طریقہ کہالوں کے مصرف کا نہیں ہوسکتا کہ مظلوم و مجاہد فی سبیل اللہ مسلمانوں کے معصوم بچوں اور بیکس بیواؤں کا کام آئیں

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر ان میں کچھ جوش اخوت ہی اور وہ اصل ثواب کی طلب ہیں تو قربانی کی سب کہالیں اس کار خیر میں دیدیں جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہتے ہیں وہ قربانی کی کہالیں ہماری دفتر میں بہیجدیں۔ انکو باضابطہ رسید دفتر ہذا سے دیجائیگی اور مجموعی رقم کی رسید باضابطہ ٹرکش قونصل جنرل متعینہ بمبئی سے منگوا کر مشتہر کیجائیگی۔ جو صاحب کہالیں دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں گے ان کی تحریر پر مزدور کو حق الخدمت بہی دیا جاوے گا۔ بیرونجات میں جو صاحب اس نیک کام میں حصہ لینا چاہیں وہ کہالوں کو فروخت کرکے نقد روپیہ دفتر ہذا میں بہیجدیں۔ بارسوخ اصحاب بالخصوص خریداران اخبار وکیل کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے شہروں اور قصبوں کی کہالیں جمع کرنے سے اجر عظیم کے مستحق بنیں۔

ہمنے تجویز کی ہی کہ اب کی عید الضحی کی نماز کی موقعہ پر امرتسر کی نماز کے موقعہ پر امرتسر کی عیدگاہ میں مسلمانان مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کے امدادی چندہ کے لیئے صندوق رکہا جاوے۔ امید ہی کہ اور شہروں کی مسلمان بہی اسکی تقلید کرکے سعادت دارین حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

ہمعصر جسٹس افدی پیس لکہتا ہے کہ بمبئی کی ہندوؤں میں زیادہ دلچسپی سی اسبات کا مشورہ ہو رہا ہے کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کو حال کی فتح کی مبارکباد کا تار ایشیا کی ہندو پارٹی کی طرف سے وزیر صیغہ خارجیہ کے نام روانہ کیا جائے

ادہر ہمعصر **جامع العلوم** مراد آباد جسکے ایڈیٹر ماسٹر انبا پرشاد صاحب صوفی ہیں بہت زور سی ترکوں کی امدادی چندہ کی تحریک کر رہا ہے۔ اور نہایت پرجوش الفاظ میں مسلمانوں کو حمیت و غیرت دلا رہا ہے۔ مگر افسوس! مسلمان نام کی مسلمان ہیں کہ چندہ دینا اور مبارکباد کی تار بہیجنا تو درکنار خلیفۃ المسلمین کی لیئے دعا مانگتے ہوئی ڈرتے ہیں۔ البتہ سندہ اور مدراس سی جو دعائیں اس ہفتہ ہمارے دفتر میں پہونچی ہیں۔ اور جس دلی جوش اور خلوص و صداقت سے اعلیحضرت سلطان المعظم کیلیئے وہاں دعائیں مانگی جاتی ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ وہاں کی مسلمانوں کی دلونمیں ابھی بہت کچھ نور ایمان باقی ہے۔ ایک منظوم دعا جو سندہ سی موصول ہوئی ہے اسکے چند اشعار ہم ملاحظہ ناظرین کی لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم مسلمانوں کو اپنے بہائیوں کی ہمدردی اور استقامت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

مومنو تم اب بدرگاہ خدا
ہاتھ اٹھا کر سب کرو ملکر دعا۔
ساتھ میری تم بہی اب شامل رہو
میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو

اپنے دلکو جانب حق دو رجوع
التجا کیجو خدا سے باخضوع
یا الٰہی یا الٰہ العالمین
بہر ختم انبیاء و مرسلین

کر مدد سلطان عالیشان کی
حضرت سلطان بن سلطان کی
یعنی سلطان الزمان عبد الحمید
ابن شاہ نامور عبد المجید

جو کہ ہے خادم تیری درگاہ خدا
اور ہی خادم در خیر الورے
اسکا ہو حامی و ناصر ای خدا
واسطے شافع امم روز جزا

واسطے صدیق و صادق بوبکر
روم کی سلطان کو دی فتح و ظفر
واسطے عادل عمر کے یا الٰہ
کر شہنشاہ روم کو دشمن تباہ

واسطے عثمان بن عفان کے
شادمان خاقان بن خاقان ہے
واسطے حیدر امام المتقین
باظفر ہووی امیر المومنین

امین
واسطے خاتون جنت فاطمہ
سلطنت ترکی ہو دایم قایمہ
از وکیل مورخہ ۱۰ مئی ۹۷ء

جنگ روم و یونان کا پہلا عشرہ

مشہور مثل ہے کہ گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کی طرف بہاگتا ہے یہی نوبت یونانیوں پر گذری ہے۔ یورپ کے "مرد بیمار" کی تو سانسیں گویا گنی جا چکی تھیں۔ اور یورپین پریس کی راستبازی کا نتیجہ تہا کہ دنیا پر ظاہر کر دیا تہا کہ ترک بہوکے قلاش ہو رہے ہیں۔ سپاہیوں کو تنخواہ نہیں ملتی۔ وردیاں بالکل نہیں۔ توپیں زنگ آلودہ ہیں۔ بس ایک حملہ ہوا نہیں۔ اور یونانی ترکوں کو معہ بوری بدہنی کی بغداد تک نکال باہر کر دینگے۔ لیکن ع اب بہی اس راکہہ میں تہوڑے سے شرر باقی تہے۔ اب وہی متعصب یورپین پریس کان دبا کر مجبوراً اخلاقی طور پر اپنے جہوٹ اور دہوکا دہی کا اقرار کر رہی ہیں۔ یونانیوں کی جو تہذیب اور شایستگی بہری صفات اس معرکہ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں۔ انکی نسبت سب سے پہلے ہم ایک انگریز نامہ نگار قاہرہ کی چٹہی سے چند فقرے یہاں اخذ کرنا مناسب سمجہتے ہیں۔ نامہ نگار مذکور لکہتا ہے کہ یہاں یونانیوں میں انتہا درجہ کا جوش ہے۔ دہڑا دہڑ روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ میدان جنگ سے یونانیوں کیطرف جو تار آتا ہے سراسر جہوٹ سے لبریز ہے اور یونانیوں کا اوسپر ایمان ہوتا ہے۔ یورپین پریس میں ان خبروں کی تردید ہوتی ہے اور جو اصلی حقیقت معاملہ کی یورپین پریس ظاہر کرتا ہے اسپر یونانی لوگ اعتبار نہیں کرتے۔ اور اپنی قوم کیطرف سے موصول شدہ جہوٹی اور از سر تا پا غلط خبروں پر کامل اعتبار رکہتے ہیں۔ دار السلطنت ایتہنز سے جو خبر آتے ہیں اور جنپر یہاں کے یونانی خوب جی کہولکر کثیر رقمیں صرف کرتے ہیں وہ "بے شرمی اور بیحیائی کی درجہ تک جہوٹ ہوتے ہیں"۔ ان خبروں کا نتیجہ یہہ تہا کہ جس شخص کو اصل معاملہ نہ معلوم ہو۔ وہ ان سے بجز اسکے اور کچہہ یقین نہیں کر سکتا کہ "پرویسا فتح ہو گیا یونانی جنینا کے دروازہ پر کہڑے ہیں اور سرحد ترک اور جنینا کے مابین جسقدر علاقہ ہے سب یونانیوں کے باپ دادا کی ملک بنگیا ہے"۔ حالانکہ حقیقت یہہ ہے کہ پرویسا کو یونانی جہازوں کے ہاتہوں نہایت خفیف سا نقصان پہونچا تھا کہ ترکی توپوں نے تمام یونانی بیڑہ کا مونہہ پھیر دیا اور زک دی آرٹا کا ترکوں کی قبضہ میں آنا بالکل معمولی بات ہو گئی۔ کرنیل مینوس کے ماتحت مقام پنٹی پگاڈیا پر یونانیوں کو ترکوں نے خوب ہی بہگا بہگا کر مارا۔ یہہ مقام جنینا اور آرٹا کے عین وسط میں ہے! اب ہم یہاں (قاہرہ میں) آخری جنگ کی خبر آنے کے منتظر ہیں جسکا مطلب یہہ ہوگا کہ فرسالہ پر یا اسکے جوار میں فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ ترکوں نے وولو پر قبضہ کر لیا۔ آرٹا فتح ہو گیا۔ اور اب ترکی فوج ایتہنز پر حملہ آور ہے۔

اسکے بعد یہی نامہ نگار لکہتا ہے کہ یہاں ایک اخبار فرانسیسی زبان میں شایع ہوتا ہے۔ جسکے معاون اور سرپرست یونانی ہیں۔ اس میں ایک بیرسٹر صاحب نے ایک مضمون لکہا ہے۔ جسمیں وہ فرماتے ہیں کہ "ترکوں کو سرحد یونان اور لریسا پر روکنا اور وہاں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا سراسر غلطی تہی۔ اصلی مقام جہاں انکو روک کر یونانی ان سے لڑتے فرسالہ تھا"۔ لیکن اب اسکے بعد ہم سنینگے کہ "مناسب مقام ترکوں کے روکنے اور اونسے جنگ کرنے کا ایتہنز تہا۔ اور اسکا کچہہ مضایقہ نہیں کہ ترک باقی تمام ملک یونان عبور کر لیتے۔ بہرحال یونانیوں کو پایہ تخت پر تمام جمعیت فراہم کر کے اُنسے لڑنا چاہیئے تھا! آخر میں نامہ نگار مذکور لکہتا ہے کہ دو ہزار اٹالین والنٹیر اور یونانی سپاہ کی جو شامت آئی تو اپائیرس میں چلی گئی۔ یہاں البانوی بے قاعدہ فوج سے انکی

مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ البانوی افسر نے اپنے جوانوں کو مخاطب کرکے کہا "ان لوگوں کو لیے کارتوس نہ خراب کرو۔ صرف تلوار سے ان کی خبر لو" چنانچہ البنیوں نے ۱۷ سو یونانی معہ اٹالین و لینٹروں کو کاٹ کر رکھدئے۔ اور بمشکل ۳ سو جان بچا کر بھاگ سکے!

یہہ ذکر بھی کر دینا خالی از دلچسپی نہوگا کہ شاہ یونان سے حال ہی میں ایک فرانسیسی اخبار کے نامہ نگار نے ملاقات کی ہے شاہ نے بہت کچھہ کھسیانا ہوکر سوالوں کے جواب دئے ہیں۔ اور اپنی فوج کی نامردی پر بہت واویلا کی ہے۔ مگر ایک بات خاص طور پر یہہ بیان کی ہے کہ جو کچھہ بعض یورپین سلطنتوں نے میرے ساتھ کیا اسکی قلعی کھولنے کا ابھی موقع نہیں ہے۔ اور جسوقت وہ راز ظاہر ہونگے تمام دنیا کو وہ چالبازیاں اور فریب معلوم ہو جائینگے۔ جنکا میں شکار بنا ہوں۔!

غرض سرحد پر ترکی فوجیں جمع تھیں اور یونانی بزدلانہ حملوں سے انکو تنگ کر رہے تھے۔ مگر ترکوں کا تحمل تھا کہ سوائے اپنے بچاؤ کے انہوں نے ایکقدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ صرف اسلیئے کہ قسطنطنیہ سے لڑائی کا حکم ابھی تک نہ موصول ہوا تھا۔ ادہم پاشا متواتر بابعالی کو اطلاع دیچکے تھے کہ سپاہ کا روکنا دن بدن مشکل ہوتا جاتا ہے۔ مگر حضرت سلطان المعظم اپنی حسب عادت تحمل اور بردباری کو حتے الامکان ہاتھ سے نہ دینا چاہتے تھے۔ آخرکار عاصم بک ترکی سفیر متعینہ ایتھنز نے وزارت صیغہ خارجیہ فرانس کو ذیل کا نوٹ پیش کیا۔ یونان کی زیادتی اور چھیڑ کے باعث دونو سلطنتوں میں سفارتی تعلقات قطع ہوگئے ہیں۔ یونانی سفیر متعینہ قسطنطنیہ و دیگر قونسلوں کو سلطنت عثمانی سے چلے جانے کا حکم ملا ہے۔ اور اسیطرح ترکی سفیر متعینہ یونان کو قسطنطنیہ واپس آنے کا حکم موصول ہوا ہے۔

اس اعلان کے بعد تمام رعایا یونانی کو لازم ہے کہ ۱۵ دن کے اندر ترکی عملداری سے چلی جائے۔ عثمانی رعایا کو بھی جو سرزمین یونان میں سکونت پذیر ہے حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی پندرہ دن کے اندر عملداری مذکور چھوڑ دے۔

۱۷ اپریل کو سفیران عثمانی کو جو یورپ کی اور سلطنتوں کے دربار میں متعین تھے ایک گشتی مراسلہ بھیجا گیا جسمیں مفصل کیفیت واقعات تازہ کی مندرج تھی۔ اور یونانیوں نے جو گرانیا پر یورش کی تھی اوسکا ذکر تھا اور اس امر کا اعلان تھا کہ یونانی باقاعدہ سپاہ ان حملہ آوروں کے ساتھ شریک تھی۔

اس گشتی مراسلہ میں اس امید کا اظہار کیا گیا تھا کہ طاقتہائے یورپ عدل و انصاف کو مدنظر رکھکر اس بارہ میں متفق ہونگی کہ جنگ کی تمام ذمہ داری یونان کے سر ہے۔ اور آخر میں یہہ درج تھا کہ ترکی کو فتح کی مطلق خواہش نہیں بلکہ ایک اور تازہ ثبوت اسکی امن پسندی کا یہہ ہے کہ وہ اپنی فوجیں سرحد سے ہٹانے پر رضامند تھی۔ اگر یونان اپنی فوجیں سرحد اور کریٹ سے بلالے۔

اب ۱۷ اپریل کو سرحد پر جو حالت تھی وہ اس روز شام کی ایک تار سے واضح ہے جو ایلاسونا سے جو درہ ملونا کے دامن میں واقع ہے ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار نے بھیجا تھا اور جو حسب ذیل ہے۔ میں ابھی کاریا سے آیا ہوں جہاں تمام دن کشت و خون ہوتا رہا ہے صبح کو میں یہاں سے چلا تھا اور تین گھنٹہ سفر کرکے کاریا پہونچگیا۔ لڑائی جاری تھی۔ اور میں حمدی پاشا کے خیمہ کے پاس سے اچھیطرح دیکھ سکتا تھا۔ پاشا موصوف چھٹے حصہ فوج کے کمانیر ہیں۔ فریقین دو پہاڑیوں پر جمع ہوئے تھے جو ایکدوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اور جنکے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے۔ یونانیوں کی جمعیت جسمیں یونان کی باقاعدہ فوج شامل ہے۔ رات آٹھ بجے سرحد پر اتر آئی۔ اور وادی کوہ تک

بڑہی چلی گئی۔ مگر آج علے الصباح ۴ ترکی بٹالین نے انکی خوب خبر لی اور اونکو سرحد پار بہگا دیا۔ مگر یونانی ادہر سے نکلکر ایک دو پہاڑیوں پر پہر جم گئے۔ اور دس بجے پہر لڑائی شروع ہوئی۔ حملہ آوروں میں ایک معقول تعداد سسلی کے والنٹیروں کی بہی ہے۔ دو گہنٹہ بعد یونانیوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ مگر ترک سپاہی نہایت متحمل رہے اور برقرار بلا کسی قسم کے اظہار جوش کے اپنی جگہہ جمے کہڑے رہے۔ اور صرف اپنا بچاؤ کرتے رہے۔ اور اسطرح انکا کثیر نقصان ہوا۔ میرے سامنے تہوڑی ہی دیر میں ۴۸ زخمی افسر اور ۱۵ افسروں کی لاشیں فوج سے باہر نکالی گئیں اب تک مفصل تعداد مقتولوں کی معلوم نہیں کیونکہ ہسپتال میں صرف زخمی لائے جاتے ہیں۔ ساڑہے چار بجے میں کاریا سے واپس ہوا۔ راستہ میں اور بہی زخمی ملے جو ہسپتال میں لائے جا رہے تھے۔ میں ابہی کاریا ہی میں تہا کہ حمدی پاشا کے پاس ادہم پاشا کا ایک تار پہونچا۔ بدینمضمون کہ جنگ کا اعلان ہوگیا ہے اور کل صبح حملہ کیا جائے گا۔" اس خبر پر ترکوں کا جوش قابل دید تہا۔ اور "جنگ عرصہ تک رہی"! کے نعروں سے تمام پہاڑ گونج رہے تھے۔

ریوٹر کا خاص نامہ نگار اپنے ایک تار میں جو اُسنے اسی دن سہ پہر کو درہ ملونا کے دامن سے روانہ کیا تھا ۱۸ تاریخ کے جنگ کی کیفیت اسطرح بیان کرتا ہے۔ اسوقت درہ ملونا پر قبضہ کرنے کے لیئے میدان کارزار گرم ہے۔ اور سخت کشت و خون ہو رہا ہے۔ مگر ترک نہایت استقلال سے قدم جمائے جا رہے ہیں۔ اب تمام لب کوہ پر یونانیوں کے پاس صرف دو مورچے رہ گئے ہیں۔ ساڑہے دس بجے ادہم پاشا اپنے ریزرو لائے اور ان کی درہ کے دامن میں چوکیاں لگا دیگئیں۔ دو مرتبہ توپخانہ لانے کے واسطے ترکوں نے کوشش کی۔ مگر زمین کی ناموافقت نے کامیابی نہ دی۔ طرابزون۔ البانیا اور سالونیکا کی رجمنٹیں اسوقت لڑ رہی ہیں۔ ترک نہایت برقراری اطمینان اور قایم المزاجی سے لڑ رہے ہیں۔ ان میں بیہودہ جوش یا غضب کا بالکل نشان تک نہیں از سرتا پا متانت ٹپک رہی ہے۔ اور قدم قدم پر بے نظیر شجاعت اور مردانگی ظاہر ہو رہی ہے۔ ۲۴ گہنٹے گذرے ہیں اور لڑائی برابر جاری ہے۔ ترکی توپخانہ سے اعلے درجہ کی مشاقی اور تجربہ کاری ظاہر ہو رہی ہے ترکی توپوں سے ۳ میل اور ۹ سو گز پر نشانہ بیٹہنا تعجب ناک ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تہوڑی ہی دیر میں ترکوں کے قاتل گولوں نے یونانیوں کے پیر اکہاڑ دیئے۔ ۲۴ گہنٹے ہوئے ہیں کہ میدان کارزار گرم ہے۔ شام سر پر آگئی۔ اور ابہی تک کشت و خون جاری ہے۔ ترکوں کا نقصان بہت ہی خفیف ہے۔ ۳۰ جوان مرے ہیں اور کوئی ۵۰ زخمی ہوئے ہیں حالانکہ غنیم کیطرف صرف ایک ہی پہاڑی پر ۱۰۰ لاشیں مینے گنی ہیں۔ ہسپتال کا انتظام قابل تعریف ہے۔ ترکی سپاہی کہتے ہیں کہ یونانی شراب میں متوالے ہیں۔ تہوڑی تہوڑی دیر بعد انکو شراب پلائی جاتی ہے۔ جو یہاں سے صاف نظر آرہا ہے۔ فریقین جان ہار کر کوشش کر رہے ہیں کہ شب بسری کیواسطے عمدہ جگہ ملجائے۔

یہی نامہ نگار ۹ بجے رات کو لکہتا ہے۔ ۸ بجے ترک عملی طور پر تمام درہ پر متصرف ہوگئے۔ ادہر اُدہر کی پہاڑیاں بہی اُنہوں نے تسخیر کرلی ہیں۔ جنگ میں جو بہادری اور استقلال ترکوں نے دکہلایا ہے۔ اوسکی تعریف کا حق نہیں ادا ہوسکتا۔ میں ترکوں کی مستقل مزاجی اور شجاعت کا اظہار دیکہکر حیرت سے تصویر بنا ہوا تہا۔ لڑائی کے عین زور شور کے موقعہ پر بھی انکا استقلال اور متانت اور نیز دلاوری قابل تعریف تہی بطور مثال کے میں اپنا ایک چشمدید واقعہ بیان کرتا ہوں ۴ ترک سپاہی حملہ آوری کا کوچ کرتے ہوئے آگے بڑہ رہے تھے۔ اور اپنی فوج سے جدا ہوگئے تھے۔ سامنے سے یونانی گولوں اور گولیوں کا مینھ برسا رہے تھے۔ اولوں کیطرح گولے پڑ رہے تھے۔ مگر باوجود اسکے

اور فوج سے علیحدہ ہو جانے کے یہہ نہایت خود اختیاری اور استقلال سے آگے بڑہے گئے۔ ایک کے گولی لگی اور گرا۔

دوسرے اور تیسرے کے بہی گولی لگی اور گر گئے مگر چوتہا اسیطرح اپنی طبیعت پر قابو کئے ہوئے اور استقلال سے اپنی جان کی ذرہ بہر بھی پرواہ کئے بغیر آگے ہی بڑہتا گیا۔ یہانتک کہ یونانی پسپا ہو گئے۔ ایک نامہ نگار کمانڈر انچیف کی نسبت لکہتا ہے۔ لڑائی جسوقت عین زور شور پر تہی منظر نہایت دلچسپ اور قابل دید تہا۔ ادہم پاشا معہ اپنے شاندار سٹاف کے نہایت نمایاں اور خوبصورت مجمع نظر آرہا تہا۔ اردلی رپورٹیں لانے اور احکام لیجانے میں محو تھے۔ اور گاڑیاں زخمیوں سے بہری نہایت سرعت سے لیجائی جارہی تھیں۔ سپاہیوں کے ہیبت ناک چہرے بارود سے سیاہ ہو رہے تھے۔ اور اکثروں کے خون سے رنگے ہوئے تھے۔ ادہم پاشا نہایت متانت اور استقلال سے اپنی دوربین کے ذریعہ لڑائی کے ہر ایک پہلو اور ہر طرف برابر نظر دوڑا رہا تھا۔ مینے دیکہا کہ بہت سی رپورٹیں جو میدان جنگ میں مصروف افسروں کے پاس سے موصول ہوتی تہیں۔ کاغذ کے چہوٹے چہوٹے پرچوں پر تہیں۔ جنپر خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ افسر اور سپاہی یکساں بارود اور گرد میں لپٹے ہوئے ہیں۔ دو دن اور دو راتیں گذری ہیں کہ نہ انکو سونا نصیب ہوا ہے نہ خط بنوانا۔ اور نہ نہانا۔ رضا پاشا جو توپخانہ کا کمانیر ہے نہایت بارعب اور شاندار افسر ہے۔ توپوں کے قایم کرنے اور شست باندہنے میں اسنے قابل تعریف جوہر دکہلائے ہیں۔ پیر کی دوپہر تک ترک تمام درہ پر مسلط تھے۔ اور یونانی بے تحاشا بہاگ رہے تھے۔ یہہ تمام چوٹیاں ترکوں کے حوالہ کر گئے۔ ترکوں نے مورچوں کے لینے میں جس استقلال کا اظہار کیا وہ بے نظیر ہے۔ ۴۔ ۴ اور پانچ مرتبہ ایک مورچے پر انہوں نے حملے کئے۔ اور آخر کار فتح کر کے چہوڑا۔

ریوٹر کا نامہ نگار اسکے بعد لکہتا ہے۔ صرف ایک یونانی بٹالین جو عقب میں تھی ایک چہوٹی سی پہاڑی پر باقی ہے جسپر حملہ کرنے کی اب ترک تیاری کر رہے ہیں۔ اور یہہ تین باتریاں پہاڑی توپوں کی مقابل میں ایک چوٹی پر لیجا رہی ہیں۔ تمام سپاہی نہایت خوش و خرم ہیں اور کہیل رہے ہیں۔ بچوں کیطرح ہنستے اور گاتے توپیں چڑہاتے لیئے جا رہے ہیں۔ ایک اور باتری پہاڑ پر سے بہاگتے ہوئے یونانیوں پر نیچے میدان میں گولہ باری کر رہی ہے۔ جس سے بکثرت یونانی مر رہے ہیں۔ میں اپنی آنکہوں سے گولوں کو یونانی بٹالین میں گر کر پھٹتے دیکہتا ہوں جو ایک دوسرے پر گرتے پڑتے جا رہے ہیں۔ آج صبح تڑکے میں ترکی لین میں گیا۔ پہلے مورچہ پر یونس آفندی جمے ہوئے تھے۔ یہہ تمام ترکی فوج میں ہر دلعزیز افسر ہیں پہلے بہی میں ان سے ملا تہا۔ اور ابہی جنگ نہیں چہڑی تھی۔ ایک چوکی کی کمان ان کے پاس تہی۔ اور مجہسے نہایت درجہ کی خوش خلقی اور مروت سے پیش آتے تھے۔ اب یہہ مجہسے کہنے لگے کہ ۳۶ گہنٹہ کامل ہوئے ہیں کہ لڑائی میں مصروف ہوں۔ نہ کہانا کہایا ہے۔ نہ پانی پیا ہے۔ شام کو دو بٹالین انکے زیر کمان یونانیوں کے مورچے پر حملے کی تیاری کر رہی تہیں کہ انہوں نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے چند الفاظ کہے اور آخر میں بولے۔ بس اب جنکو خدا تعالے سے محبت ہے وہ حملہ کرنے کو بڑہیں۔ اتنا ہی کہنا کافی ہو گیا۔ اس فقرہ نے جادو کا کام کیا۔ سپاہی نعرے مارتے ہوئے مورچے پر جا پڑے۔ بلکہ خچر بان بہی جو بارود گولی لانے میں مصروف تھے اسوقت خچر چہوڑ چہاڑ کر اور جوش میں محو ہو کر انکے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ اسطرح ان جوانوں نے تہہ کر کے سنگینوں کی نوک پر مورچہ فتح کر لیا۔ اس سے اور بلندی پر ایک مورچہ تھا۔ اور یونانی نہایت دلیری سے تمام دن اسکو غنیم کی دستبرد سے بچاتے رہے۔ ۶ گہنٹہ تک

نہایت خونریز لڑائی جاری رہی۔ مگر آخر کار یہہ بہی سنگینوں کی نوک پر فتح ہوگیا۔ ترکوں کی حملہ آوری فن جنگ اور دلاوری کی بینظیر مثال تھی۔ جس سی غایت درجہ کی شان کا اظہار ہو رہا تہا۔ سپاہی نعرے مار مار کر دمدموں پر چڑہتے چلے جاتے تھے۔ اور اسقدر جان توڑ کر بڑہ رہی تھی کہ انکا روکنا معجزہ معلوم ہوتا تہا۔ یونانی اڑی رہی یہانتک کہ جب ترک تیس گز کے فاصلہ پر رہ گئی۔ تو بہاگ کہڑے ہوئے۔ صرف اس حملہ میں ترکوں کی ۱۶ جوان کام آئے اور ۱۷ زخمی ہوئی۔ اس روز کسی اور مقام پر ایسی سخت لڑائی نہیں ہوئی ترکوں کی شجاع حافظ پاشا کی شہادت پر بہت افسوس ہو رہا ہے۔ ۸۰ برس کی بوڑھی تھے کہ شوق شہادت میدان میں کھینچ لایا۔ اپنے دستی کی آگے آگے گہوڑے پر سوار درہ ملونا میں بڑہی چلے جاتی تھے۔ اور سامنے یونانیوں کی توپوں کا مینھہ برس رہا تھا۔ اردل نے عرض کیا کہ جناب اگر گہوڑے سی اتر لیں تو نامناسب نہوگا۔ لاپروائی سی بولے۔ ہونہ۔ ہم روسیوں کی ساتھ جب لڑے تہی اسوقت تو گہوڑی سی اترے نہ تھے۔ اب کیوں اتریں" معاً اسکے بعد بائیں بازو پر گولی لگی۔ مگر بہادر آگی ہی بڑہے گیا اور گہوڑی سی نہ اترا دوسری گولی دہنی بازو میں لگی۔ مگر اسپر بہی اس شجاع کی ہمت اور دلاوری نے گہوڑی سی اترنا یا رکنا گوارا نہ کیا۔ یہانتک کہ تیسری گولی عین حلق میں پڑی۔ اور اس مرد میدان نی جام شہادت نوش کیا۔

ملونا سے آگے بڑہ کر ادہم پاشا نے جو تار حضرت خلیفۃ المومنین کی خدمت میں ارسال کیا اسکا ترجمہ بہی یہاں درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا۔ وہ تار یہہ ہی۔ اب لریسا صرف ایک گہنٹہ کی مسافت پر ہے۔ ہم نہایت گہمسان کی لڑائی لڑے ہیں۔ ۳۵ ہزار ترک سینہ سپر ۴۰ ہزار یونانیوں کے سامنے کہڑے تھی۔ ہماری سپاہیوں نے بہادری کی معجزے دکہلائے ہیں۔ میں عنقریب کسی فتح عظیم کی خوشخبری ارسال خدمت کرونگا۔

ایک نامہ نگار ۲۰ اپریل کو ملونا سی بذریعہ تار خبر دیتا ہے۔ ترک درہ ملونا سے نکلکر تھسلی کی میدان میں پہاڑ کی نیچے پی روک بڑہی چلے جا رہی ہیں۔ صدر مقام کا سٹاف ملونا کی چوٹی پر سے ترکوں کی یورش دیکہہ رہا ہے۔ ادہم پاشا دم بدم اپنی اعلے قابلیت فن جنگ کا ثبوت دی رہا ہے۔ اسکی تجویزوں اور تدبیروں نی ابتک کلوں کیطرح کام کیا ہے۔ اور ان میں غیر معمولی دانائی اور ہوشیاری ثابت ہوئی ہی۔ میں صدر مقام کی سٹاف کی ساتھ ہوں۔ مگر نقشہ تعمیل جنگ کی مفصل کیفیت فوجی اور جنگی ضابطوں کی باعث نہیں بتلا سکتا۔ چند البنی رجمنٹوں نی کئی ایک مورچی ٹرنادوس کی اڑا دیئی ہیں۔ یونانیوں کی توپخانہ کو برابر کمک پہونچ رہی ہی۔ تمام میدان تھسلی کا ہماری سامنی نقشہ کیطرح پہیلا ہوا ہی۔ تمام ترکی سپاہیوں میں جو سرگرمی اور عام شوق جنگ بہڑکا ہوا ہے۔ اسکی میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ اسپ سوار اردلی صدر مقام سٹاف اور مصروف کارزار فوج میں برابر رپورٹوں اور احکام کی لانے اور لیجانے کا کام کر رہی ہیں۔ یہہ پیام بر جسوقت کسی افسر کمانیر رجمنٹ کو حکم دیدیتی ہیں۔ اور جواب کیواسطے چند لحظہ ٹھیرتے ہیں۔ تو اس اثناء میں بجائی اسکے کہ گولیوں اور گولوں کی زد سی علیحدہ ہو جائے رائفلیں پکڑ لیتے ہیں۔ اور جو ۵ ۱۰ منٹ جواب لیتی لیتے ملتے ہیں۔ ان میں غنیم پر گولیاں مارتی ہیں ترکوں نے ملونا تک تار لگا لیا ہے۔ ترکی رسالہ نے یونانی تار توڑ دیا۔

ایک اور امر ترکوں کی شرافت اور تہذیب کا مثال کی طور پر بیان کرنا نامناسب نہوگا۔ یونانی جس میدان سی بہاگتی ہیں اپنی

مقتولین کے کپڑے اتار کر لیجاتے ہیں۔ مگر ترک جب وہاں پہونچتے ہیں نہایت احترام سے انکو اٹھا کر سایہ دار مقامات پر دفن کر دیتے ہیں۔
آج رات ترکی فوج تھسلی میں ان خیموں میں آرام کریگی جو یونانی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

۵ اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش + با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

جب سے عساکر عثمانیہ نے ملوناپاس پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ برابر یونانیوں کی قلمرو میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ اور اب تھسلی کا دارالسلطنت اونکے قبضہ میں ہے۔ اگرچہ پچھلے ہفتہ میں کچھ جنگ ہوئی مگر لاریسا بلا کسی کشت و خون کے ترکوں کے ہاتھ آگیا۔ اور یونانی ماری ڈر کے بھاگ گئے۔

جمعہ کے دن علے الصباح ترکوں نے مقام ماٹی پر حملہ کیا۔ اسکو قصبہ یا قریہ تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ایک مختصر سا پہاڑی مقام ہے۔ جسمیں ایک چھوٹا سا گرجا واقع ہے۔ اور چند سرد اور شیریں پانی کے چشمے بھی موجود ہیں۔ لڑائی صبح سے شام تک متصل جاری رہی۔ اور یونانی فی الجملہ میدان میں اڑے رہے۔ ولیعہد یونان (کمانڈر انچیف) اور پرنس نکولس بھی میدان جنگ میں موجود تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ پرنس نکولس نے بہت کچھ جوانمردی دکھائی۔ یونانیوں کے میمنہ کا سردار کرنیل میورامیچلس تھا جسکے تحت میں آٹھ ہزار پیادہ فوج تھی۔ اور میسرہ کا کمانڈر کرنیل سٹراس تھا جسکے زیر کمان پانچہزار جوان تھے۔

توپخانہ میں ۳۶ توپیں تھیں جو ماٹی کی سڑک سے دلیلر تک فوجی آئین کے مطابق لگی ہوئی تھیں۔ علاوہ اس فوج پیادہ کے پانچ دستہ سواروں کی فوج کے تھے جنکی تعداد بھی پانچہزار سے کم نہ تھی۔ اسکے مقابلہ میں ترکوں کی کل پیادہ فوج نو ہزار سے زیادہ نہ تھی اور فقط تین ہزار رسالہ کے سوار تھے اور توپیں ۲۲ تھیں (ریوٹر کا کارسپانڈنٹ اب دنیا کو کیا منہہ دکھائیگا جو ترکوں کی ہر ایک فتح کو اونکی کثرت تعداد سے منسوب کرتا تھا) طلوع آفتاب سے دوپہر تک آتشباری مسلسل طرفین سے جاری رہی۔ مگر قریب ایک بجے ترکوں نے یونانیوں کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور شام کے چھ بجے عساکر عثمانیہ نے اونکا میمنہ اور میسرہ بڑی جوانمردی کے ساتھ توڑ دیا اور قلب لشکر میں بھی سخت تزلزل واقع ہو گیا۔ اسموقع پر ترکوں کے سواروں نے واقعی بسالت اور جوانمردی کی داد دی۔ اور ایسے متواتر حملے کیے کہ معاندین کے چھکے چھوٹ گئے۔ اگرچہ لڑائی کم و بیش رات تک جاری رہی۔ مگر شام کو قریب چھ بجے کرنیل میورامیچلس نے کرنیل سمولینسکی کمانڈر ریوینی کو ایک تار اس مضمون کا دیا "مجھے شکست ہوئی ہے اور کزاکلر کیجانب جا رہا ہوں۔ تم اپنی عقل و قیاس کے مطابق کام کرو" لڑائی کی یہہ صورت دیکھکر ایک مجلس کل افسران فوجی کی منعقد کیگئی۔ جسکے صدر انجمن ولیعہد یونان تھے (اینچنیں اصحاب را باید رسولی اینچنیں) جنہوں نے یہہ قرار دیا کہ ٹرینوا کیطرف بھاگ جانا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا (اور وہ فوجیں جو قسطنطنیہ میں اپنا علم گاڑنے گھر سے نکلی تھیں نہایت ذلت کے ساتھ کمال سراسیمگی میں اولٹے پاؤں بھاگ گئیں) مقام دلیلر پر جو جنگ ہوئی اوسکی یہہ صورت ہے کہ عساکر ترکی کے کمانڈر نے جب دیکھا کہ مخالف کا میسرہ کسیقدر نسبتاً کمزور ہے تو اسنے یہہ عقلمندی کی کہ ایک دستہ فوج پیادہ کے ساتھ فقط اوسی پر حملہ کیا۔ اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونپر یکلخت نہ جا پڑے۔ بلکہ برخلاف اسکے دو دو کرکے سپاہی اونپر یکے بعد دیگرے حملہ آور ہوں۔ جسکا فایدہ یہہ ہوا کہ یونانیوں کا توپخانہ اور بارود

مفت ضایع ہوگیا۔ کیونکہ ترکی سپاہی جو دوڑ کے حملہ پر جارہے تھے اپنے آپ کو فوجی قاعدہ کے مطابق بچاتے جاتے تھے۔ برخلاف اسکے یونانی جو پرا باندھے ہوئے سامنے کھڑے تھے۔ ترکوں کو توپخانہ کی زد سے بالکل نہ بچ سکے۔ اور ترکوں کی ایک گولی بھی ضایع نہ گئی۔ ترکی افسر کی اس ہوشیاری اور یونانیوں کی حماقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ انکی صفیں بالکل ٹوٹ گئیں اور انکے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سراسیمگی اور بدحواسی میں انہیں میدان جنگ سے بھاگنا پڑا۔ اور ترکوں نے بڑی پھرتی اور سرعت سے بعد دیگرے انکے مورچوں پر قبضہ کرلیا۔ اتنی بڑی لڑائی میں ترکوں کو فقط دس جوان کام آئے۔ اور بہ زخمی ہوئے۔ اور یونان کے مقتولین اور مجروحین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میسرہ کا یہ انتظام کرکے ترکی کمانڈر نے دو دستے پیادہ فوج کو قلب لشکر پر بھیجدیئے جنہوں نے جاکر انکو نہایت کشت وخون کے ساتھ پسپا کیا۔ جب قلب اور میسرہ پر یونانیوں کو ایسی فاش شکستیں ہوئیں تو ترکوں نے آسانی کے ساتھ پاس کے دو قصبوں پر قبضہ کرلیا۔ یونانیوں کی یہاں تو یہ گت ہوئی۔ اب اوس فوج کا حال سنیے جو مقام مذیرو سے آئی تھیں۔ اونہوں نے اول مقام ڈماسی میں سخت شکست کھائی۔ جب وہاں سے پسپا ہوئی تو چاہا کہ ویجلا پر قبضہ کریں مگر وہاں سے بھی ترکوں نے مار کر بھگا دیا۔ حمدی پاشا جس نے یہ پچھلی دو شکستیں دی تھیں۔ ان بھگوڑوں کا تعاقب کرتا ہوا اپنی صدر مقام کاریا سے مارشل اوہم پاشا کی فوج میں جاملا۔ اور دونو خبروں نے باتفاق ہمدگر سنیچر کے روز صبح کے وقت ٹرینو پر قبضہ کرلیا۔ جسے یونانیوں نے ایک دن پہلے بوقت شب بلا کسی حملہ کے ڈر کے مارے خالی کیا ہوا تھا۔ اُس روز یعنی سنیچر کو جو تار اوہم پاشا نے قسطنطنیہ کو بھیجا اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ لیڈاکی کا پہاڑ جو پاکار آمد مقام شمال میں واقع ہے۔ ہماری سپاہیوں نے ۲۴ ماہ حال کو لے لیا ہے۔ حمدی پاشا کی فوج کل مقام کاریا سے اگر مقام ملاری میں ہماری فوج سے آملی ہے۔ اور ہماری فوج نے قصبہ ٹرینو پر جو لاریسا سے دو گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے آج کے روز قبضہ کرلیا ہے۔

اوہم پاشا نے جو دوسرے روز یعنی اتوار کو سرکاری طور پر قسطنطنیہ کو مراسلہ بھیجا تھا اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ "لاریسا حضرت اقدس کے قدموں کو ملے ہے۔ ہمارے دستہ سواران نے اوسپر بلا مزاحمت قبضہ کرلیا ہے۔ یونانی ہمارے خوف کو چھوڑ بھاگے ہیں۔ اور بہت سا سامان جنگ اور بارود وہاں ہاتھ لگا ہے۔" اوہم پاشا خود مستعجب ظاہر کرتے تھے کہ یونانیوں نے ایسا مضبوط مقام کیونکر اسطرح چھوڑ دیا۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ اُس حکمت عملی کا نمونہ ہے جو ترکی کمانڈر نے بعد فتح ولیدی کی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ مارشل اوہم پاشا نے بعد فتح ولیدی یہ حکم دیا تھا کہ ترکی میسرہ اپنے آپ کو ایک حلقہ کی صورت میں قایم کرکے یونانیوں کے عقب کو روکے۔ تاکہ وہ نہیں واپس جانا نہ ملے۔ مگر البانیا کے سپاہی جو شجون کرنا اور خاموشی کے ساتھ حملہ آور ہونا خلاف وضع بلکہ موجب عار سمجھتے ہیں انہوں نے بجائے اسکے کہ اس حکم کی تعمیل اندھیری رات میں چپ چاپ کریں۔ یہ کیا کہ صبح کے وقت پر باواز بلند گانا شروع کیا جسکی آواز سے یونانی خبردار ہوگئی۔ اور اپنے آپ کو نرغہ میں پھنستا دیکھکر محض اس آواز سے ایسے نوک دم بھاگے کہ صبح کیوقت اونکی فوج کا ایک فرد بھی موجود نہ تھا۔ مارشل اوہم پاشا نے بطور تہنیت دوسرے دن اپنی زبان سے یہ بھی کہا۔ "کہ ان البانیا کے سپاہیوں کی ہیبت جوانمردی نے لیٹیا ڈبو دی۔ اور یونانیوں کو بھاگنے کا موقعہ ملگیا۔" ورنہ میں آج شب کو ضرور کرون پرنس کو اپنی خیمہ

مہمان کرتا اور اونہیں ناچار میری ساتھ ڈنر کہانا پڑتا۔ بعد فتح لاریسا اگرچہ یونانیوں کی پاس شابانیا کی چوٹی تہی۔ لیکن جب اُنہوں نے لاریسا کا حال سنا تو وہ ایسے بیدل ہوئی کہ بہاگتے ہی بن آئی۔ اس مقام پر بہی ترکوں کو بہت سا مال غنیمت اور اسباب حرب اور خوراک ہاتھ آیا۔

اخبار ٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ جو یونانی فوج کے ساتھ ہے وہ لاریسا کی فتح کی نسبت اسطرح پر رقمطراز ہے جو سراسیمگی اور بے ترتیبی لاریسا سے واپسی کے وقت یونانی فوج میں واقع ہوئی ہے وہ غلط فہمی کے سبب سی وقوع میں آئی کمانڈر انچیف اور اونکی سٹاف نے جب دیکہا کہ ترکی رسالہ ہماری میمنہ کا ستیاناس کر رہا ہی اور وہ متواتر حملوں کی تاب نہیں لا سکے بلکہ اونکے پاؤں اکھڑنے والی ہیں تو انہوں نے حکم دیدیا کہ شام ہوتی ہی فوجیں لاریسا میں واپس آجائیں۔ یہہ حکم بذریعہ برقی روشنی کی اس یونانی فوج کو بہی پہونچایا گیا۔ جو پہاڑوں پر پڑی ہوئی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے شب کے یہہ حکم پہونچا اور فوج نی اوسیوقت حرکت شروع کی۔ سپاہیوں کا یہہ حال تہا کہ سارے دن کی تہکے ماندی۔ بہوک اور تشنگی سی عاجز ہو رہی تہی۔ علاوہ ان سب باتوں کی ترکوں کی توپخانہ نے انکا ناک میں دم کر رکہا تہا۔ ایسی بدحواسی کی حالت میں وہ اس برقی روشنی کی حکم کو یہ سمجہی کہ ترکوں نے کل پہاڑی مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہہ سمجہنا ہی اونکی بدحواسی کی لیئے کافی تھا کہ یکایک ایک آواز آئی کہ ترکی رسالی بڑہی چلے آتے ہیں۔ اس آواز سی انکے رہی سہے اوسان خطا ہو گئی۔ اور سراسیمگی اور بے ترتیبی اور بدحواسی کمال کی درجہ کو پہونچگئی۔ زیادہ غضب یہہ تہا کہ اندہیری رات میں جب دوست و دشمن کو تمیز کرنا ناممکن تھا اپنی سایہ سی بہی ڈر لگتا تھا۔

اس یاس کی عالم میں ایک دستہ سپاہیوں کا لاریسا میں ایک بجے رات کی پہونچا۔ انکے پہونچنے کی خبر لاریسا میں دفعتاً پہیلگئی اور شہر کی باشندی اوسیوقت اپنا اپنا بوریا بدہنا باندہ کر بہاگنے کو تیار ہو گئی۔ صبح کیوقت کرون پرنس بہی بسواری ریل لاریسا سے روانہ ہوئی (کیوں نہ ہو۔ ؎ از صدف گوہر شہوار نیاید بیروں ؛ بصفائے کہ تو از خانہ بدر مے آئی۔

اوسی روز یعنی اتوار کو صبح کی چھ بجی عساکر عثمانیہ نے لاریسا پر قبضہ کر لیا۔ یہاں ترکوں کو چھ بڑی توپیں اور بہت سا اسباب حرب اور خوراک علاوہ ایک پہاڑی توپخانہ اور بہت سی قیدیوں کے ہاتھ لگا۔ ترکی کمانڈر نے داخل ہوتی ہی مختلف جوانب میں سواروں کی دستی یہہ حکم دیکر روانہ کیی کہ اگر یونانیوں میں سی کوئی بقیۃ السیف رہا ہو تو اونکا قضیہ بہی پاک کرو۔ مارشل ادہم پاشا نے شہر میں داخل ہوتی ہی سخت احکام جاری کر دیئی کہ کوئی سپاہی کسیکا مال وغیرہ نہ لوٹے اور کسی قسم کی دست اندازی نہ کرے۔ اس حکم کی یہانتک تعمیل ہوئی کہ ایک ترکی سپاہی جسی ایک قمیص ایک کہلی ہوئی دکان سی ہاتھ لگی تھی فوراً قید کیا گیا اور قمیص مالک کو حوالی کیگئی۔ یونانی زخمیوں کی نسبت یہہ حکم ہوا کہ وہ ریڈ کراس ہاسپٹل کے سپرد کیئے جائیں۔ اور انسی ترکوں نے نہایت انسانیت اور رحمدلی کی ساتھ سلوک کیا۔

یہی کارسپانڈنٹ لکہتا ہی کہ قریب چار سو قیدی ترکوں کی پاس ہیں اور چار پانچ سو شہر کی باشندی بہی لاریسا میں ہیں جنکی ساتھ ترکوں کا برتاؤ نہایت قابل تعریف ہی۔

ان لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تین دن پہلے سے یونانی سپاہیوں نے شہر کو لوٹنا شروع کیا ہوا تہا۔ اور اونکی شورہ پشتی اس درجہ تک پہونچگئی ہے کہ اکثروں نے بیکس عورتوں کی عصمت میں بہی خلل اندازی کی۔ اور اسمعاملہ میں اونہیں ہم مذہبی کا پاس بہی نہ رہا۔ اس سے بڑہ کر یہ ہوا کہ جب دو سپاہی آپسمیں کسی امر پر بگڑ جاتے تھے تو علانیہ آپسمیں جنگ ہو جاتی تہی اور کشت و خون کی نوبت پہونچ جاتی تہی۔

اسی کارسپانڈنٹ کی رائے ہے کہ لڑائی کا پہلا مرحلہ تو طے ہو چکا ہے۔ اور متخاصمین کی حالت اور جوانمردی دیکہکر یہہ رائے قایم کرنا کچہہ مشکل نہیں کہ یونانیوں کے لیے مناسب بلکہ ضروری یہہ ہے کہ وہ اس شوخ چشمی سے باز آئیں اور اپنے آپ کو ترکوں کے رحم پر چہوڑ دیں جسقدر روپیہ سرکاری بنک وغیرہ کا ہاتھ لگا ہے اوسکا یہہ انتظام ہوا ہے کہ صندوقوں میں مقفل کر کے مہریں لگائی گئی ہیں۔ اور اس کام کیواسطے ایک مجلس مسلمانوں کی قایم کیگئی ہے جسکے سپرد یہہ اہتمام ہوا ہے۔ پیر کی صبح کو سب عیسائی دکانداروں نے اپنی اپنی دکانیں کہولیں۔ وہ سب معاملہ کی یہہ صورت دیکہکر رضامند تھے۔

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ جو عساکر عثمانیہ کے ساتھ لاریسا میں داخل ہوا تہا لکہتا ہے کہ اگرچہ یونانی باشندے سب کے سب بہاگ گئے ہیں۔ مگر حسن اتفاق سے ایک ایسا شخص مجہے وہاں ملا جس سے کسیقدر حالات معلوم کر سکا۔ اوسنے بیان کیا کہ ہفتہ کی شب کو متواتر لوگ بہاگتے رہے۔ فقط چند والینٹر رہ گئے تہے جو اس تاک میں رہے کہ اپنی فوج نکلے تو ہم لوٹ مار شروع کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ جہاں اپنی فوج نے قدم باہر نکالا وہیں ان بدبختوں نے جہاڑو پہیرنی شروع کر دی جیلخانوں کے دروازے کہولدیے اور وہاں سے جسقدر بدمعاش آزاد ہوئے وہ بہی اونکے ساتھ تاخت و تاراج میں شریک ہو گئے اور خوب جی بہر کر شہر کے باشندوں کو لوٹا جب عیسائیوں کے ساتھ یہہ سلوک کر چکے تو مسلمان باشندگان پر بندوقیں چلانی شروع کیں۔ مختصر یہہ ہے کہ یونانیوں نے بہت برا سلوک مسلمانوں سے کیا۔ یہانتک کہ جب کبہی اون میں سے کوئی بازار میں جاتا تھا تو یہہ اونکی ٹوپیوں کے پہندنے جبراً اوکہاڑ لیتے تہے۔ اوسی کارسپانڈنٹ کی تحریر کے روسے ظاہر ہے کہ لاریسا سے یونانیوں نے جمعہ کی شب سے بہاگنا شروع کیا تھا کیونکہ بمجرد اسکے کہ اونہیں دلیلر کی شکست کی خبر ملی۔ اونہوں نے بہاگنے کی ٹہان لی تہی مشہور ہے کہ کرون پرنس نے ہرچند چاہا کہ ذرا ٹہہر و مگر کسی نے نہ مانا۔

اسی کارسپانڈنٹ کا بیان ہے کہ مجہے تعجب ہے کہ ایسے مستحکم مقام سے یونانی یوں بہاگ نکلے جسکی وجہہ سوائے اسکے کچہہ اور نہیں ہو سکتی کہ اونکے حواس بالکل پراگندہ ہو گئے تھے۔

آگے چلکر ٹائمز کا کارسپانڈنٹ لکہتا ہے کہ لاریسا بذاتہ کوئی ایسا مقام نہیں جو ترک جیسے شجاع سپاہیوں کی زد کی ایک عرصہ تک تاب لا سکتا۔ جنکے سواروں کی پہرتی اور جنگی توپخانہ کی اعلے مشاقی ثابت ہو چکی تہی۔ البتہ اب جو ہیڈ کوارٹر یونانی فوج نے قایم کر لیا ہے۔ یعنی فرسالا وہ ایسا مقام ہے جہاں یونانی کچہہ عرصہ تک اڑ سکتے ہیں۔ یہہ مقام ایک بڑا تاریخی مقام ہے یہیں فلپ پنجم شاہ مقدونیا کو روما والوں نے شکست دی تہی۔ اور پہر اسی جگہہ سیزر نے سینٹ کی فوجوں کو جو پمپی کے تحت کمان تھی زیر و بالا کیا تھا (حق یوں ہے کہ اسموقعہ پر بہی اسجگہہ نے اپنے پرانے شعار کو نہ چہوڑا اسیطرح سابق میں بیرونی دشمنوں نے یہاں کے

بادشاہوں کو شکستیں دی تھیں ویسا ہی اب کے بہی ترکوں نے یونانیوں کو زک دی۔ ان حسابوں یونانی اپنے آباؤ اجداد کی خلف الرشید نکلے

اب مقام فرسالا پر چالیس ہزار یونانی فوج جمع ہی اور مورچہ بندی عام رائے کے مطابق سرحد کی مورچہ بندی سے کہیں بڑہ چڑہ کر ہے۔ غازی عثمان پاشا واپس بلائے گئے ہیں ظاہرا جب ابتدا میں صورت کسیقدر متوحش ہوگئی تھی۔ تو اونکا تقرر بحیثیت سردار اکرم عمل میں آیا تہا۔ مگر جب دوسری روز فتح پر فتح ہونے لگی تو ادہم پاشا کی خاطر کو پیش نظر رکہکر اونہیں واپسی کا حکم آگیا۔ اور غازی موصوف کو یہہ حکم مقام ویریا پر ملا جہاں سی وہ سلونیکا میں تشریف لیگئی۔ اب وہ اوسی مقام پر احکام مزید کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔

ترکوں کو شوق شہادت اسدرجہ تک ہو رہا ہے کہ ایک لڑائی کی موقعہ پر البانیا کی دو رجمنٹیں دور نکلگئیں تو اونکی افسروں نے ہر چند اونہیں واپسی کا حکم دیا اور یہہ سمجہایا کہ ایسے مقام پر جہاں دشمن کثیر تعداد میں قریب ہے اور ہماری کمک بہت مسافت پر ہی زیادہ رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ مگر انہوں نے یہہ کہکر کامل شبانہ روز وہیں مقام کیا کہ "ترکوں کی لیئے لڑائی سی واپس آنا اونکی وضع کی خلاف ہے"۔

یونانی افواج کا بہاگنا

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ مقام ایتہنز سے لکہتا ہی میں بسبب چند وجوہ کی یہاں آگیا ہوں اور اب تمہیں سی اون حالات کو لکہونگا جو میری آنکہوں کی سامنی وقوع میں آئی ہیں جب مینی پہلا خط جمعہ کی روز مقام ٹرنوو سی لکہا تہا۔ اوس روز دن بہر میں طرفین کی نبرد آزمائی دیکہتا رہا اسمیں کچہہ شک نہیں کہ یونانیوں کا میسرہ اور قلب لشکر قایم رہا۔ مگر ترکوں نے میمنہ کا ستیاناس کر دیا تہا۔ اور برابر دو میل تک موضع کوٹاوی میں مارتے مارتے آگئے تھے۔ جب شام کی چھ بج گئے تو عام خیال یہہ تہا کہ اب لڑائی میں کچہہ وقفہ پڑگیا ہے۔ مگر ہمارے دیکہتے دیکہتے ترکوں کی دو رجمنٹوں نے مقام کوٹاوی اور دلیلر پر سخت آتشباری شروع کر دی۔ اور اسی جانب سے اونکی ایک اور رجمنٹ جنرل مادرومیچل کی فوج پر آتشباری کرنے لگی اور ایک پہاڑی توپخانہ دلیلر اور کوٹاوی کی درمیان نصب کر دیا۔ اسی اثناء میں یونانیوں کی آتشباری میں ضعف کے آثار نظر آنے لگے اور ہمارا خیال یہہ تہا کہ فریقین کا سارا دن ہی اکارت گیا۔ اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ مگر یکایک کوٹاوی کی عقب کے جنگلوں میں سی ترکوں کا ایک زبردست رسالہ گہوڑی اوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ اور میدان میں آکر دیگر چند سواروں کی دستوں سی جو ظاہرا دریلی سی آرہی تھے شامل ہوگیا۔ ان سواروں نے جو برق و باد کی طرح آرہی تھے آتے ہی موضع کوٹاوی اور دلیلر میں آگ لگادی اور ایک آن کی آن میں جہانتک نظر کام کرتی تھی سوائی آگ کے شعلوں کے اور کچہہ دکہائی نہ دیتا تھا۔

اب مجہی یقین ہوگیا کہ کل صبح پہر لڑائی شروع ہوگی۔ چنانچہ اسی غرض سی میں شب کو موضع ٹرنوو میں چلا گیا۔ اور وہاں جاکر ایک مکان میں جا ٹہرا جو ایک ویرانہ میں واقعہ تہا۔ میری ساتھ لفٹنٹ وسٹرن بھی تھا جو سویڈن سے بغرض شمولیت جنگ آیا ہوا تہا۔ جب رات کی گیارہ بجی تو میری دلمیں خیال آیا کہ سونی سی پہلے ایک نظر میدان جنگ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں باہر نکلا اور سیر کرنے لگا اتفاقاً میری نظر ایک بارود کی گاڑی پر پڑی جو میدان جنگ کیطرف سی واپس آرہی تہی مجہی یہہ دیکہکر تعجب ہوا کہ یہہ بارود سے لدی چہکڑے کیوں واپس آرہی ہیں۔ جب مینی اسکی وجہہ لوگوں سی پوچہی تو معلوم ہوا کہ یہاں عرصہ ہوا ہی حکم آگیا ہے کہ ترک

کورتسوالی سے درہ الیاس کے رستہ بڑی جمعیت کے ساتھ گھوڑے مارتے ہوئے آرہے ہیں۔ اسلیئے اس مقام سے فوراً بہاگ جانا چاہیئے چنانچہ تعمیل اس حکم کے کل یونانی فوج بہاگ گئی ہے۔ میسرہ کے چند بقیۃ السیف رجمنٹیں تو پہلے ہی فرار ہوگئی تہیں۔ رہا قلب اور میمنہ سو وہ لاریسا کیطرف قرنکار کی سڑک کے رستہ سے نوک دم بہاگ رہے ہیں۔ اور کرون پرنس اور جنرل میکرس وہاں پہلے ہی سے پہونچکر اپنے ڈیرے ڈال چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ فیصلہ آٹھ بجے شب کے ہوا ہوگا۔ کیونکہ ٹھیک ساڑہے آٹھ بجے یہہ حکم ہوا تھا کہ ممالک غیر کے والنٹیر لاریسا کیطرف بہاگ جائیں۔ چنانچہ وہ فوجی آئین کے مطابق نصف شب کو وہاں پہونچے۔

اس بہاگڑ کی وجہ سوائے اسکے اور کچہہ نہیں کہ یونانیوں کے میمنہ کو جو تحت کمان کرنیل میورامیچل تہا۔ ترکوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ اور اونکو ترکوں کے بڑہ جانے سے واقعی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اور میسرہ کو جو کورتسوالی کے پہاڑوں پر تہا ترکوں نے پہلے ہی شکست دی تہی۔ چونکہ میری گاڑی خط وغیرہ لیکر پہلے ہی لاریسا کو روانہ ہو چکی تھی۔ اسلیئے مینے اور لفٹنٹ ویسٹرن نے عزم کرلیا کہ ہم پیادہ ہی جائینگے۔ ابہی ہم کوئی میل بہر چلے ہونگے کہ اسٹریٹڈ لنڈن نیوز کے کارسپانڈنٹ گاڑی میں سوار ہمیں ملے اُسنے مجہے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا اور ہم نے اوسکی دعوت کو قبول کیا کوئی میل یا ڈیڑہ میل گئے ہونگے کہ ہمیں اسی راستہ میں یونانی سپاہی بہاگتے ہوئے دکہائی دیئے۔ انکی حالت ناگفتہ بہ تہی۔ پانوں میں آبلے پڑے ہوئے تھے۔ چار دن کی شبانہ روز محنت شاقہ اور ترکوں کی سخت آتشباری نے اونہیں بالکل بیکار کر رکہا تہا۔ اونکے چہروں پر ہوائیاں چہوٹ رہی تہیں اور ہوش و حواس بالکل مفقود تہے وہ ایسے دبک کر چپ چاپ جا رہے تھے۔ گویا اونکے منہہ میں زبان نہیں۔ حالانکہ یہ اونکی عادت کے خلاف ہے۔ رات سخت اندہیری تھی اور ہاتھ کو ہاتھ سوجہائی نہیں دیتا تھا۔ فقط جنوب و مشرق کیطرف موضع کوٹادی اور دلیلر میں جو آگ لگ رہی تہی وہ ہمارے لیئے روشنی کا سہارا تہا۔ رستہ میں کہیں یونانیوں کے توپخانے اور اوسکے متعلق گاڑیاں۔ اور خچروں کی قطاریں اور ہزاروں اسباب کے صندوق دکہائی دیئے۔ جو ترکوں کی زبردست آتشباری سے جو ایک بہادر سے بہادر فوج کو عاجز کر دینے کی قدرت رکہتی ہیں بے ترتیب پڑے تھے۔ ان کے ساتھ ہی بہت سی گاڑیاں دکہائی دیں۔ جنمیں یہاں کے باشندے کہچا کہچ بہرے تھے۔ اونکے شور واویلا سے کلیجہ دہلتا تھا۔ بیکس عورتوں اور معصوم بچوں کی حالت نہایت دردانگیز تہی۔ اور اس طوفان بے تمیزی میں فوجی اور غیر فوجیوں میں کوئی تمیز نہ تھی۔ سب کے یکجا بکمال بیقاعدگی اور پریشانی کے ساتھ بہاگنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ اس مصیبت میں اندونی رنگروٹوں کی مایوسانہ چیخیں زخموں پر نمک کا کام دیتی تہیں جس مقام پر پل کار اور ٹرنوو کی سڑکیں ملتی ہیں۔ وہاں بہت سے آدمی جمع ہوگئے اور بباعث قلت مکان آس پاس کے مزروعہ کہیتوں کا سخت نقصان ہوا۔

اب یہہ بہگوڑے اپنی جانکاہ مصیبتوں کو بہول گئے اور بجائے اپنے حال پر نوحہ کرنے کے افسروں کو اونکی نالائقی کیواسطے گالیاں دینے اور ملامت کرنے لگے اور وہ وہ لعنتیں اور پھٹکاریں دیں کہ جنکا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اسوقت ہماری گاڑی نہایت آہستگی کے ساتھ ہزاروں ناکردہ گناہ اور مسکین عورتوں اور بچوں میں سے گذر رہی تھی جنکے سر پر اسباب کی گٹہڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ اور جو کمال بے ترتیبی اور سراسیمگی سے اپنی جانیں بچانے کے لیئے نکلے تھے۔ انمیں سے بعض

تو وحشت زدہ ہوکر بہاگتے جاتے تھے۔ اور بعض مارے خوف اور ہراس کے قدم تک اوٹھا سکتے تھے۔ یہاں پر ہمیں ٹائمز کا کارسپانڈنٹ ملا اور ہمنے اُسے اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔ کیونکہ اوسکا اپنا گہوڑا اور سارا اسباب کہو گیا تہا۔ اور وہ خود بڑی مشکل سے جان بچاکر یہانتک پہونچا تہا۔ مینے اوسے اشارہ سے دکہایا کہ یونانی درہ بوغازی پر برقی روشنی کے ذریعہ سے اپنے سپاہیوں کو واپسی کا حکم دے رہے ہیں۔ میں ابھی یہ دکہا نہ چکا تہا۔ کہ اتنے میں ایک سخت شور ہوا جسنے فوج کے رہے سہے اوسان بگاڑ دیئے۔ یہ آواز اُس سڑک کیطرف سے اور آس پاس کے کہیتوں سے آرہی تہی۔ جہاں قافلوں کے قافلے مفلوک یونانیوں کے جارہے تھے۔ پہلے تو کوئی مفہوم اُس آواز کا معلوم نہ ہوا۔ مگر بعد میں جب آواز قریب تر ہوگئی تو یہ سنائی دیا "کہ ترک ہمپر آپڑے" ابہی اس وحشت ناک خبر کے حق و باطل قرار دینے کا وقت ہی نہ ملا تہا کہ اتنے میں کوئی دس بارہ گہوڑے بے سواروں کے بگٹٹ دوڑتے ہوئے دکہائی دئے جو بائیں طرف سے سر توڑ آرہے تھے۔ اور اونکے ساتھ بہت سے سپاہی بھی تھے جو کمال بدحواسی میں بآواز بلند کہتے جاتے تھے کہ "بہاگو بہاگو۔ ترک آپہونچے" ایسے وقت میں جبکہ تاریکی اپنے پورے جوبن پر تھی اور بہاگنے والوں کے دل پہلے ہی سے اندر ہی اندر بیٹھے جاتے تھے۔ اور ہوش و حواس غایب ہورہے تھے۔ اور عقب میں کوئی دستہ سواروں کا بہی نظر نہ آتا تھا جسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کہہ سکیں۔ اس ہولناک آواز نے صور اسرافیل کا کام کیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب یکبارگی آگے کو ٹوٹ پڑے اور وہ بے ترتیبی عمل میں آئی جسکا معرض بیان میں آنا ناممکن ہے۔ لوگ کمال بیرحمی سے جانوروں کو تیز چلنے یا آگے سے ہٹ جانے کے لیے مار رہے تھے۔ عورتیں اور بچے اور جوان و سپاہی ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور ہر ایک دوسرے پر بہاگنے میں سبقت کرتا جاتا تھا۔ سینکڑوں اس چپقلش میں زمین پر گر پڑے۔ اور گاڑیوں گہوڑوں۔ اور آدمیوں کے تلے آکر کچلگئے۔ بیسیوں چہکڑے جنمیں فوجی سامان اور دیگر خانہ داری کے اسباب بہرے تھے اُلٹ گئے۔ اور اونکے ساتھ ہی گہوڑے۔ بیل خچر گدہے کسی کسائے طعمہ اجل ہوئے۔ ہماری گاڑی پر بھی دو سپاہیوں نے سوار ہونیکا ارادہ کیا۔ جب ہمنے اونہیں منع کیا تو اونہوں نے چاہا کہ اپنی بندوقوں سے ہمیں مار ڈالیں۔ چنانچہ جب یہ دہمکی دیکر سوار ہوئے تو اونکے بوجہ سے ہماری گاڑی جسپر آگے ہی فوق العادت بوجہ لدا ہوا تہا اولٹ گئی۔ اور ہم سب کے سب گر گئے۔ اور گاڑی بالکل چکنا چور ہوگئی۔ میری ٹانگ میں ضرب آئی۔ مگر اوسی حال سے اُفتاں و خیزاں چل پڑا۔ یہاں میرے سب ساتھی اندہیرے میں مجہسے جدا ہوگئے۔ فقط ایک ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مجہے ملگیا۔ باقی نہ معلوم کہاں رہے اسوقت یہ جگہہ میدان محشر کا نمونہ تہا جسے قیامت صغرے کہنا مبالغہ میں داخل نہیں۔ بدحواس سپاہی بلکہ آس پاس کے زمیندار بے محابا اپنے ہموطنوں پر گولیاں چلانے لگے۔ چاروں طرف سے بندوقیں چل رہی تہیں اور مظلوم عورتوں اور بے زبان حیوانوں کے سینے اونکے آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ مینے اپنی آنکہوں سے درہ شپکا اور پلونا کے مشہور و معروف کشت و خون دیکہے ہیں۔ ولیکن یہ محشرستان بے تمیزی جو یہاں آکر دیکہنے کا اتفاق ہوا ہے عمر بہر یاد رہیگا۔ تمام میدان میں ان بزدلوں کی بندوقوں سے چراغاں ہوگیا تہا۔ میں ٹائمز کے کارسپانڈنٹ کا ایسے وقت میں ساتھ قایم رکہنا ضروری سمجہکر اوسے ایک کہائی کی طرف سڑک کے ایک کنارے پر لیگیا۔ مگر وہاں بہی دم لینے کی مہلت نہوئی۔ اور لوگ ہمپر آپڑے۔ اور ایسا ہلہ کیا کہ ہم دونو خندق کے اندر گر پڑے اور دس بارہ آدمی مجہپر آپڑے۔ جب مینے مشکل سے اپنے آپ کو سنبہالا اور اٹہہ کہڑا ہوا تو یکایک ایک سپاہی نے بلا وجہہ مجہپر

اپنی بندوق خالی کردی۔ اور اگر میں عمداً اپنے آپ کو گرا نہ دیتا تو یقیناً مر گیا ہوتا۔ یہ گولی فقط تین انچ میرے سر سے گذری۔

خیر جان تو بچ گئی۔ مگر رفیق سفر نہ معلوم کدھر کو چلا گیا۔ یہ ایسا وقت نہ تھا کہ میں اوسکی تلاش یا انتظار کرتا۔ چار تن تنہا میں ہی جدھر کو منہ اُٹھا چل پڑا۔ کبھی خندق میں گرتا تھا کبھی باہر نکل آتا تھا اور مزروعہ کھیتوں میں جوان بزدلوں کا ہاتھ سے ویران ہو چکے تھے جا پہنچتا تھا۔ غرضکہ اسی بیم و رجا کی حالت میں افتاں و خیزاں میں دو تک نکل گیا۔ حالانکہ چار و نظر سے گولیوں کی بوچھار ہو رہی تھی۔ یہ حالت کوئی تیس منٹ تک رہی اسکے بعد مغرب کیطرف سے گل کی آواز آئی۔ جسمیں ہنوز تو کے فیر کنارہ کر گئے۔ مگر ایسے طوفان بے تمیزی میں ایسے حکموں کی جو تعمیل ہوا کرتی ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ مدت مدید کے بعد خدا خدا کر کے گولیاں بند ہوئیں۔ اور بیچارے حواس باختہ رنگروٹوں کو فی الجملہ اطمینان کی صورت دکھائی دی۔ یہ دار و گیر فقط کسی خاص مقام پر نہ ہو رہا تھا۔ بلکہ چند میل تک یہی عالم تھا چنانچہ میں برابر دیکھتا گیا کہ رستہ میں انسانوں اور حیوانوں کی لاشوں کی پشتے لگے ہوئے تھے۔ اور ہزاروں صندوق بارود و اسباب حرب کو کمال پریشانی اور بے ترتیبی سے پڑے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی اُلٹے ہوئے چھکڑے گاڑیاں توپوں کو بستر سپاہیوں کو کمبل اور ہتھیاروں کو استعمالی چیزیں زمین پر جا بجا نظر آتے تھے۔ خاصکر اُسوقت سخت پریشانی ہوتی تھی جبکہ کوئی گھوڑا دوڑتا ہوا کسی ٹین کو بکس سے لگا جاتا تھا اور اوسکی آواز سے ڈر کر کودنے لگ جاتا تھا تو اوسکے ساتھ اور جانور کا بدلگام ہونا اور بیچارے بچوں یا مفلوک الحال عورتوں کا بدحواسی میں دوڑنا اور بسا اوقات جھپٹ میں آکر دب جانا واقعی آٹھ آٹھ آنسو رلاتا تھا۔ جسقدر توپیں اور بارود کے صندوق رستہ میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ رنگروٹوں کی طے مسافت میں اور سدراہ ہوئے۔ سواروں نے گھوڑوں کو تنگ سے غرض سے کاٹ ڈالے تھے کہ وہ پوری زور سے دوڑیں۔ اسپر قیامت یہ ہوئی کہ اکثر پیادے گھوڑے کی طرح سواروں کو قتل کر کے آپ گھوڑے پر چڑھ جاتے تھے۔ بعض یونانی افسروں نے اگرچہ گلا پھاڑ پھاڑ کر سپاہیوں کو ٹھیرنے کا حکم دیا۔ مگر صدا بطحا کی صدا کون ہو نقار خانے میں۔ کرنیل مارمونیل جو پہلے سے لاریسا میں پہونچا ہوا تھا اگرچہ یہ حال سنکر واپس آیا مگر اوسکی بھی کچھ پیش نہ گئی ..... ایک

اور افسر لاریسا سے دو میل اسطرف محض اسغرض سے آیا کہ لوگوں کو اطمینان دلائے چنانچہ ایک کمپنی کے نصف سپاہیوں نے ایک مقام پر ڈیرہ بھی کیا۔ مگر باقی اوسی حال سے لاریسا تک پہونچے۔

جب میں لاریسا میں پہونچا تو شہر میں سخت شور اور اضطراب تھا ہزاروں سپاہی بلالحاظ کسی فوجی آئین یا اپنے افسروں کے حکم کے جہاں سینگ سمائی اوسیطرف کو بالکل بے مہار چلے جاتے تھے۔ اور جہاں اطمینان کی جگہ نظر آئی وہیں پڑ رہتے تھے۔ یہاں کے لوگوں کو رات کے دو بجے اس تباہی کا علم ہوا۔ اور اوسیوقت اپنے اپنے مکان سونکل کھڑی ہوئی۔ ایک اطالیہ کے والنٹیر نے عالم بدحواسی میں اپنے آپ کو بندوق مار کر مار ڈالا۔ فقط ترکوں کا نام اونکی وحشت اور ہراس کا موجب ہو جایا کرتا تھا جہاں کسی نے لفظ ترک منہ سے نکالا اونکے ہوش اُڑ جاتے تھے۔ رات بھر یہی عالم رہا۔ البتہ جب پچھلے پہر چاند نے اپنی صورت دکھائی تو کسیقدر امن کیصورت ہو گئی تھی۔ مگر صبح تک کم و بیش اضطراب رہا۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ وحشت اور دیوانگی تو دور ہوئی البتہ اسکا

اثر اتنا باقی رہا کہ اب لوگ ادہر اُدہر بازاروں میں پہرنے لگے اور آیندہ تدبیر کرنے پر مایل ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس امر کا صحیح اندازہ بہت مشکل ہے کہ کتنے آدمی اس دار و گیر میں کام آئے۔ بعض ۵۰۰ بعض ۶۰۰ تخمینہ لگاتے ہیں لیکن صحیح تعداد قایم کرنا بہت مشکل ہے۔ البتہ اتنا لکہنا خالی از مبالغہ ہے کہ بہت سی گاڑیاں لاشوں سے لدی ہوئی جابجا نظر آتی تہیں

پانچ اخباروں کے کارسپانڈنٹ اس مصیبت میں گرفتار ہوئے تھے اور حسن اتفاق سے پانچوں صحیح و سالم جانبر ہوئے۔ انمیں ایک تو ٹائمز کا اور دوسرا السٹریٹڈ لنڈن نیوز کا۔ اور تیسرا مانچسٹر گارڈین کا اور ایک سویڈن کے ایک اخبار کا اور پانچواں میں تہا۔ ڈیلی کرانکل کے کارسپانڈنٹ نے یہ ہوشیاری کی کہ رات بہر ٹرنوو میں رہا اور جہاں سویا تہا اوس مکان کی کہڑکی پر یونین جیک (نشان انگریزی) اسغرض سے لٹکا دیا کہ جب ترک آئینگے تو مجہے انگریز سمجہکر چہوڑ دینگے۔ وہ ہم سے کسیقدر بعد لاریسا میں پہونچا السٹریٹڈ لنڈن نیوز کے کارسپانڈنٹ کی سب تصویریں نقد و جنس اور اسباب غارت ہوگیا۔ اور وہ فقط بیک بینی و دو گوش لاریسا تک پہونچا۔

صبح کیوقت ایک فرانسیسی بہگوڑے نے لاریسا کی چوک میں یہ شور مچانا شروع کیا کہ یونانیوں کی اس واپسی میں ایک فوجی حکمت مدنظر تھی خیر یہ اوسکی فضول گوئی ہے بات تو یہ ہے کہ جہاں جہاں یونانیوں نے ترکوں کا مقابلہ کیا ہے وہاں وہ مستعدی سے اڑے رہے گر انکا جنرل ترکی جنرل کی لیاقت اور تدبر کے پایہ کا نہ تہا۔

؎ (کہاں اس نوجواں کے ناز کی طاقت تمہیں مومن ؛ ابہی سرمشق نو ہو جور چرخ پیر نو کھینچو ؛

اوسکی چال زبردست پڑی اور یہ میدان ہار گیا۔

اسوقت افسروں نے یہ کوشش کی کہ اپنی پراگندہ فوجوں کو حتی الامکان ترتیب دیکر جنوب و مغرب کے رستہ فارسلا پر بہیجدیں چنانچہ بہت سے بہوکے سپاہیوں کو بے آب و دانہ روانہ بہی کردیا۔ بعض اون میں ایسے بہی تھے جنہوں نے روٹی کا ٹکڑا جمعہ کے دن سے آجتک نہ چکہا تھا اس امر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ سرحد کی ساری لاین جو سمندر سے مقام ریونیتی تک تھی۔ وہ یونانیوں کے ہاتھ سے نکلگئی ہے۔ البتہ ریونیتی لیکر اپیرس تک ابھی یونانیوں کا قبضہ ہے۔ اگر ادہم پاشا کو یہ خبر ہوتی تو وہ ضرور اپنے سواروں کو آگے بڑہاتا اور ریلوے کیطرف سے وولو اور لاریسا کی ریلوے لاین قطع کردیتا۔ مگر چونکہ ایسا نہ ہوا اس لیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اوسکو خبر نہ تھی۔ یا کوئی اور گہری حکمت ہوگی۔ اتنے میں ایک تار اس مضمون کا آیا کہ زخمی سپاہیوں کو ایک سپیشل ٹرین میں وولو بہیجدو اور ایک اور سپیشل ٹرین میں کرون پرنس مع اپنے سٹاف کے فارسلا کو براہ ولسٹینو روانہ ہوئے۔

جسوقت یہ خبر عام ہوئی کہ لاریسا سے بہاگنا چاہیئے اوسوقت کیحالت سخت دردانگیز تھی اور رات کا سماں پہر آنکہوں میں آگیا۔ اور وہی نقشہ بعینہ دکہائی دینے لگا ہزاروں باشندے عالم یاس میں دم بخود کہڑے تھے۔ زبانیں تالو سے لگ گئی تھیں۔ اور ہاتہوں سے اپنے اپنے گلے پکڑ کر لوگوں کو دکہاتے تھے۔ جس سے اونکی مراد یہ تہی کہ ترک آکر ہمارے گلے کاٹ ڈالینگے۔ مگر اوسوقت اس حسرتناک نظارہ پر ترس کہانے یا غور کرنے کی فرصت کسے حاصل تہی۔ آناً فاناً ہزاروں آدمی شہر سے باہر فارسلا کی سڑک پر غول کے غول سخت سراسیمگی کیحالت میں نظر آتے تھے

بعض خوش نصیبوں کو اسباب اور بچوں کی لئے گاڑیاں اور چھکڑے ملگئے تھے مگر اکثر عورتیں اور ننھے ننھے بچے پاپیادہ اسباب کی گٹھڑیاں سر پر لادے کراہتے چیختے اور دہاڑیں مارتے جارہے تھے۔ اور ہر ایک زبان سے یہ کلمہ نکل رہا تھا کہ ہائے بیچارے یونان بیکس یونان تیرا کیا حال ہوا۔ اس سے یہ مراد تھی کہ وہ فقط اپنی تباہی نہ سمجھتے تھے بلکہ قوم کی غارت خیال کر رہے تھے۔

اسکے بعد ایک اور سپیشل ٹرین روانہ کیطرف روانہ ہوئی جسمیں فقط چھکڑے لگے ہوئے تھے۔ اس گاڑی میں قریب تین ہزار باشندے سوار ہوئے جنمیں اعلان دینے کی کچھ تمیز نہ تھی۔ باہر کے وائسرؤں نے اپنے ذمہ اون لوگوں کی حرکتیں جو باعث ضعف یا ناتوانی اس ٹرین میں سوار نہ ہوسکتے تھے اور سوقت ان بیکسوں کی یاوسانہ نگاہیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں جا بجا پھر کر وحشت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں سے کوئی سواری آئیں بہت سے لوگ بلا انتظار کسی سیل کے اول وقت پاپیادہ چلے گئے۔ اون میں سے جہانتک ممکن ہوا راستہ میں ایک گاڑی پر سوار ہوگئے جو مقام وولوسی محض سینفرض سے روانہ کیگئی تھی۔ ڈیڑھ بجے دن کو لاریسا بالکل خالی ہوگیا۔ چونکہ لاریسا میں انتظام سیل سیال مفقود تھا لہذا لوگ مرد ہی سے وولو چلا گیا۔ جو چالیس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ جہاں میں پہنچکے روز قریب ۳ بجے پہر کے پہنچا۔ وہاں جاکر بیحد بیکسی بیحد وحشت اور اضطراب کا معائنہ کیا جو لاریسا میں تھا۔ ہزارہا آدمی جانیں بچانے کی خاطر لحظہ بلحظہ جمع ہوتے جاتے تھے اور عام طور پر یہ بات شہرت پذیر تھی کہ ترک تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ بندر میں سوائے ایک سرکاری جہاز کے اور کوئی سٹیمر نہ تھا۔ اور یہ جہاز بھی اوسی دن محض زخمیوں کو سوار کرکے ہتھر لیجانے کے واسطے آیا ہوا تھا البتہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں بہت تھیں جنمیں متمول اور آسودہ آدمیوں کو انکے اسباب سمیت بمگہہ ملگئی جو جزیرہ یوبیا اور دیگر جزایر کیطرف بھاگ گئے۔ ان لوگوں کو باوجود جدوجہد کے سرکاری جہاز کی ڈیک پر بھی جگہہ نہ ملسکی۔ میں چاہا کہ وولو سے تار بھیجوں۔ مگر یہ بھی اسلئے نہ کیا کہ ایک کشتی کرایہ پر لیکر کسی ایسے مقام پر جاؤں۔ جہاں سے خط و کتابت ممکن ہو۔ چنانچہ ایک کشتی بھی ملگئی۔ لیکن جب میں اسکے اندر بیٹھ گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں نے ٹرین سے زور سے شور و غل کیا کہ باہر آجاؤ۔ یہ کہتے ہی بہت سے آدمی حملہ کرکے میری کشتی کے اندر آگئے اور مجھ زور سے باہر نکالا۔ انکی غرض اس سے یہ تھی کہ جب ہم جان بچا نہیں سکتے تو کسی اور کو کیوں ایسا موقع ملے چنانچہ انہوں نے زور سے آواز دی۔ "ہم سب ایک ساتھ مرینگے"۔

اسوقت مسٹر مرلینی انگریزی وائس کونسل نے مسٹر ایجٹن سفیر انگریزی متعینہ ایتھنز کو تار دیا کہ یہاں صورت بہت نازک ہوگئی ہے اور التماس درخواست کی کہ ایک جنگی جہاز ہماری حفاظت کیلئے بھیجدو۔

اب جنیوکہ دو نوسپتال یعنی فرنچ ہسپتال اور مسٹر رالی اور مس رائیڈر اور ڈنبر کے ہسپتال سوگھاٹ پر لگے۔ اسمیں یہی خوف تھا کہ کہیں اس جہاز پر بھی باشندے اوسیطرح حملہ نہ کریں۔ اسلئے اوسی دو بندرگاہ میں لگئے اور زخمیوں کو ڈاکٹروں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار کرکے، اتنک پہونچایا۔ یہ جہاز جسکا نام تھسلیا تھا نو بجے کے وولو سے روانہ ہوا۔ جہاں فقط چھ زخمی سپاہی مس رائیڈر اور ڈنبر کے چارج میں رہے۔ مگر بعد میں یہ لوگ بھی انگریزی کونسل کے پاس گئے اور مسز رندالی نے یہ حوصلہ دکھایا کہ میرا اپنا ہسپتال میں ہوگی۔ ہفتہ کی رات کو لوگوں کی وحشت اور اضطراب کی وہی حالت رہی۔ اور دوسرے روز اتوار کو حالانکہ

یونانیونکا ایسٹر تہا لیکن لوگوں نے کوئی خوشی کا اظہار نہ کیا۔ جو ایدن کو ہمیشہ رستا ہوا کرتی تھی۔ اوسروز حالانکہ ایک توپ بہی لاریسا سے پہونچگئی۔ مگر لوگوں کی وحشت میں کچہہ کمی نہ ہوئی۔

اس توپ کو کوئی گہوڑا یا کوئی اور جانور کھینچکر نہ لایا تھا۔ بلکہ چند آدمی اور بہت سی لونڈے لیئے آتے تھے۔ اور ایک سپاہی اُن سب کا نگران تہا۔ بعد میں چند توپیں وولوسی جہاز میں روانہ کیگئیں اس سی لوگوں کو کوئی اطمینان نہوا۔

رات کیوقت بہت سی کشتیاں غایب ہوگئیں۔ چونکہ مجہکو کوئی اطمینان نہ تہا کہ اپیرس میں کسوقت پہونچ سکوں اسلیئے مینے مناسب خیال کیا کہ ایک کشتی کرایہ پر لیکر پولس میں جو جزائر اوری میں واقعہ ہی چلا جاؤں۔ جب میں وہاں پہونچا تو بخط مستقیم ایڈی سوس میں چلا گیا۔ وہاں ایک اور کشتی لی جسپر سوار ہوکر مقام کالکیس میں پہونچا۔ اسجگہہ پہونچکر ایک اور کشتی لی اور اسمیں بیٹھکر اور وپس میں پہنچا یہاں سی براہ خشکی میں ایتہنز میں پہونچا اور حالت میری یہہ تہی کہ کامل چار روز اور پانچ شب میں مینے اپنے کپڑے یا بوٹ نہیں اوتارا تھا۔

ایک انگریز والنٹیر کی مشاہدات

اخبار ٹائمز کا کارسپانڈنٹ متعینہ ایتہنز حسب ذیل قمطراز ہی۔ مجہکو جنگ ماٹی کی دلچسپ حالات ایک ایسے شخص سی بہم پہونچی ہیں جو خود لڑائی میں شریک تھا۔ یہہ شخص ایک انگریز والنٹیر تہا جو اب ایتہنز کے ہسپتال میں ایک زخم سے بیکار ہوکر پڑا ہوا ہے اور یہہ زخم اوسے جمعہ کی شب کو لگا تھا۔ اوسکا بیان ہی کہ بیرونی والنٹیر لاریسا کی بارکوں میں بدہ کی شام تک ٹہیرے ہوئے تھے۔ وہاں ایک ہفتہ تک اونکا قیام رہا اور وہ سب کے سب اس بیوجہ تعویق سے اکتا گئے۔ آخر الامر نصف شب کے وقت کوچ کا حکم آگیا۔ اور لوگ خوش خوش روانہ ہوئے مگر اونہیں کیا خبر تھی کہ آگے کیا ہوگا رستہ سخت ناہموار تھا اور جابجا پتہر اور سنگریزے پڑے تھے۔ اور سب کے سپاہی آبلہ پا ہوگئے تھے۔ بعضوں کا تو یہہ حال ہوا کہ اس آبلہ پائی کی سبب سے وہ آگے جا نہ سکے اور مجبور ہوئے کہ رہیں رہ جائیں۔ طلوع آفتاب کی وقت یہ لوگ ایک ایسی مقام پر پہونچگئی جو یونانیوں کے مورچہ منصوبہ مقام ماٹی کی مغرب میں واقعہ تہا۔ ابھی تہوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ترکی توپخانہ سے آتشباری کا آغاز ہوا۔ اگرچہ یہہ والنٹیر پہاڑیوں کی آڑ میں تھی۔ اسلیئے وہ گولوں کی زد سی محفوظ رہی۔ دونو طرف سی توپیں چلتی رہیں۔ مگر تعجب ہی کہ یونانی افسر بکثرت مارے گئے۔ یہانتک کہ ہر پانچ یا چہ کشتوں میں ایک افسر ضرور ہوا کرتا تھا۔ جمعرات کو فقط توپ کی لڑائی رہی اور ایک بندوق بہی فریقین میں سی کسی نے نہیں چلائی۔ شب کو یونانیوں نے اپنی پیادہ فوج کو چند مستحکم مقامات پر نصب کر دیا۔ کیونکہ احتمال تہا کہ ترک شبخون کرینگے۔ جب آتشباری بند ہوئی ہمنے چاہا کہ ذرا آرام کریں مگر خیموں کی نہونی کی سبب سے اپنے اپنے کمبل لیکر زمین پر پڑ رہی جہاں سی بہت بری حالت میں اٹھے۔ بدن پر لرزہ تہا اور سردی کی مارے ہڈیاں ٹھٹہر گئی تھیں۔ دو دفعہ رات میں شور ہوا کہ ترکی فوجیں ہماری پیادہ فوجوں پر حملہ کر رہی ہیں پہلی لڑائی تو نہایت مختصر تھی۔ فقط بیس ہزار گولیاں چلیں دونو میں ترکوں کو ہزیمت ہوئی اور اونہیں واپس جانا پڑا۔ اور صبح کے وقت یعنی جمعہ کی صبح کو معاملات کی صورت میں کوئی تغیر واقع نہوا تہا۔ اور دونو فریق اپنے اپنے مقامات پر قایم تھے۔ طلوع آفتاب کے وقت فریقین کی توپخانہ نے آتشباری شروع کی۔ مگر ترکوں

کے توپخانہ سے چند ان نقصان نہ ہوتا تھا۔ جب وہ ٹل گیا تو ترکوں نے اون پہاڑ پر قبضہ کرلیا جو ہمارے مقابل میں واقع نہیں اور جسکی نسبت عین یقین تھا کہ اسپتہ کی بٹیریا کی غیر برٹین فوج کے قبضہ میں ہیں۔

ہمیں صاف دکھائی دیتا تھا کہ سواروں کا دستہ برآمد آتے ہیں۔ لیکن بعد مسافت کی وجہ سے انکی نقل و حرکت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔ مگر ترکوں کا یہاں تک پہنچ جانا ہماری لیے کوئی آسان امر نہ تھا۔ ہم بخوبی جانتے تھے کہ آج شب میں معاملہ فیصلہ ہو جائیگا تخت یا تختہ۔ شام تک ترکوں نے ہماری پیادہ فوج پر برابر آتشباری جاری رکھی۔ اور ہمیں مجبور ہچھو ہٹنا پڑا میری خیال میں ہماری جمعیت دس ہزار کی تھی۔ اور ترکوں کے پچیس ہزار جوان تھے

قریب شام ہمیں حکم ملا کہ کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہمیں یقین تھا کہ حملہ کا حکم ہوا ہے۔ مگر یہ حکم سب دھوکہ کی ٹٹی تھی۔ کیونکہ بجائے ترکوں پر چڑھ کرنے کے لاریساہیں مراجعت کا حکم ہوا۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ یونانی کیسے بزدل ہیں اور یہ حرکت کیسی رذیل اور بزدلانہ تھی کہ بلا مقابلہ اسطرح رات کو اندھیری میں چوروں کی طرح بھاگا جاوے جب شام پڑی تو ہمنے مراجعت قہقری شروع کی اور کوئی دس بارہ میل تک نظام اور سلیقہ کے ساتھ جاتے رہے۔ لوگ سخت تھکے ماندے اور چور ہو رہے تھے۔ اگر زیادہ دیکھکر سخت خلل شکست ہو گئی۔ وہ اس بزدلانہ ہزیمت سے سخت نفور تھے اور یہ پسند کرتے تھے کہ وہیں کھیت رہیں۔ اور یہ سوائی کا کلنگ اپنے ماتھے پر نہ لیں۔ جب لاریسا بہت قریب آگیا تو عقب سے کسی نے شور کیا کہ ترک آپڑے۔ یہ آواز سننا تھا کہ فوجیوں کے حواس مفقود ہو گئے اور عالم خود رفتگی میں انہوں نے بے محابا اپنے ہی رفقاء پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔

ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ مجھے یہ رائے نے کہا ہوا تھا کہ اصل میں یہ شور اسلیے ہوا تھا کہ ممالک غیر کے والنٹیروں نے یونانی سواروں پر حملہ کیا تھا۔ مگر وہ بھی دیدہ و دانستہ نہیں۔ صرف وجہ یہ تھی کہ تاریکی شب میں دوست دشمن کی تمیز مشکل سے ہوتی تھی۔ جب یہ گولیاں چلنے لگیں تو سخت چھلش ہوئی۔ آدمی گھوڑے چھکڑے سب گر گئے اور خچریں ایک دوسرے پر گری پڑتی تھیں۔ کوئی سلیقہ کوئی ترتیب۔ کوئی قاعدہ۔ کوئی ضابطہ نہ تھا ایک طوفان بلکہ طغیانی بے تمیزی تھا جو اُمڈا چلا آتا تھا۔ اس طوفان کی امواج بلا سے شاہراہ اور قرب و جوار کی مزروعہ زمینیں مطلق محفوظ نہ تھیں ہمارے افسر کمپنیاں برچہ نے حکم بھی دیا کہ ایک صف میں قایم ہو کر چلیں اور جن جن ذمہ مگر سنا انہوں نے تعمیل بھی کی مگر دس بارہ آدمیوں کی صف ایسی محشر خیز طغیان کو کیا حقیقت رکھتی تھی۔ ابھی صف قایم بھی ہوئی تھی کہ پھر ایک ریلا زور کا بلا موکا کے سے ٹوٹ پڑا۔ میں دیکھا کہ یہ قیامت صغریٰ کا نقشہ ہے۔ اور ہر شخص کو نفسی نفسی کی پڑی ہے اسلیے میں نے اپنا کمبل کا توس کاٹھی سمیت زمین پر پھینکدیا۔ اور خود فقط ایک بندوق اور کارتوس والی پیٹی جسمیں ساٹھ کارتوس تھے لیکر صدمہ ہر کو منہ اٹھا کر پڑا۔ رسید اتا ہوا میری نظروں سے غایب تھا اسلیے مجھ پہاڑی نشیب فراز زمینوں اور مزروعہ کھیتوں اور بسا اوقات چٹانوں پر دوڑنا پڑا۔ میں ہمیشہ بہت سی ٹھوکریں کھایں اور بارہا گرتے گرتے بچا۔ مگر یہ بھی بہانہ کا رہا۔ یہانتک کہ لاریسا سے کوئی ایک یا دو میل کی مسافت پر آپہنچا۔ یہاں آیا تو اتفاقاً ایک گھوڑا ذی لیے زین سمیت دولتی جھاڑتی کھیردو۔ جا پڑا۔ یہ جگہ جہاں میں گرا۔ ایک نیا مقام تھا

جہاں سی دریا کا گذر ہوتا ہی۔ اگرچہ اندنوں خشک پڑا تھا۔ میں بخوبی جانتا تھا کہ مجھی ضرب آئی ہی مگر ایسے نازک وقت میں پڑی رہنا حزم اور احتیاط سے بعید تہا۔ یا یوں کہیں کہ خود اپنی مرگ کا بیعانہ لینا تھا۔ اسلیئے بہزار جر ثقیل ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا میں لاریسا میں جا پہونچا۔ یہاں حالت کیا بیان کروں کہ کس درجہ تک بے انتظامی اور بدسلیقگی تھی۔ خیر جسوقت میں ایک بازار میں افتاں و خیزاں جا رہا تھا۔ تو یکلخت غول کے غول سپاہیوں نے ایک شرابخانہ کا رخ کیا اور مجھی بہی اوسمیں دہکیل دیا۔ وہاں جاکر مینی شراب پی۔ جب وہاں سی نکلا تو رستہ میں ایک مکان مجھی دکہائی دیا۔ میں بی تکلف اوسکی اندر چلا گیا۔ اور ڈیہوڑہی کی پاس فرش پر انداز پر لیٹ گیا۔ چونکہ تکان راہ اور ضرب کی درد کے مارے چور ہو رہا تہا۔ مجھی وہیں نیند آگئی جب کچھ عرصہ کی بعد میں بیدار ہوا تو اب مجھی معلوم ہوا کہ میری زخم خوردہ ٹانگ میں یارائی جنبش نہیں۔ خوبی قسمت سی مجھی وہاں ایک انگریزی اخبار کا کارسپانڈنٹ دکہائی دیا۔ وہ مجھی دیکھتی ہی ڈاکٹر کو بلانی چلا گیا۔ ابہی اوسی گئی ہوئی کو تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا کہ وہ اپنی گہوڑی کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میرے پاس آیا اور یہہ ہولناک خبر سنائی کہ میں کیا کروں ترک آگی بڑہی آتے ہیں۔ میرا اسجگہہ پر مزید قیام خالی از خطرہ نہیں۔ اسلیئے میں جاتا ہوں مینی ہمت کرکے اپنی ہاتھ بڑہائی اور اوسکی گہوڑی کی گردن میں ہاتھ ڈالکر ساتھ چلنی کو تیار ہوا۔ اوسنی بہی ناچار گہوڑی کو مہمیز کیا اور میں اس ہیئت کذائی سی اوسکے ساتھ چل پڑا۔ آگے چلکر حسن اتفاق سی ایک اور انگریزی کارسپانڈنٹ ملا جسکے پاس ایک بائسیکل تہا اسنی مجھے اوسپر بٹہا دیا اور مینی ایک ٹانگ سے اوسے چلایا اور اسطرح خدا خدا کرکے ریلوی سٹیشن پر آپہونچی۔ یہاں وہ مجھسی جدا ہوگئی۔ اور میں ایک گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ریلوی سٹیشن پر ایک ہولناک مخمصہ تہا۔ فوجی اور ملکی افسر عورتیں بچے دیہاتی اور شہری سب ملے جلے تھے۔ اوگاڑی میں جگہہ حاصل کرنیکی لیئے ایک ایکدوسرے کی جان کی دشمن بنی ہوئی تھی سپاہی نہایت بزدل اور کینہ پرور معصوم بچوں اور بیکس عورتوں کو زور سی نکال نکال کر آپ اونکی جگہہ لی لیتے تھی۔ بیقاعدگی اور سراسیمگی اس زور پر تھی کہ جو سپاہی سٹیشن پر نگرانی اور انتظام کے لیئے متعین ہوئی تہی وہ بجائے پہرہ دینی کے خود ہی گاڑیوں میں کود پڑی اور جنہیں اندر جگہہ نہ ملسکی وہ بی تکلف چھتوں پر جا بیٹھے۔ اور جنہیں شومئی اعمال سی چہت بہی میسر نہوئی۔ انہوں نی یہ کمال کیا کہ ان بالانشینوں پر بیدریغ گولیاں چلائیں (واہ ری ہمدردی اور اللہ ری حب قومی) اور ان صدر نشینوں نے بہی اونکا جواب گولیوں سی بخوبی دیا۔ اور اسطرح گاڑی سٹیشن سی چلی گویا بارودخانہ اڑ گیا یا ایک میدان کارزار تہا جو حرکت کر رہا تھا۔ جو لوگ اس گاڑی میں نہ جاسکے اونکی مایوسی اور از خود رفتگی سخت دردانگیز تھی۔ اونکی چہروں پر مردنی چہا گئی۔ اور اس وحشت میں اور تزاید اوس وقت سی ہونے لگا۔ جب گولیوں کی آواز شہر کے نواح کی قریب تر آنے لگی۔ کیونکہ یقین ہوتا جاتا تہا کہ ترک اب بالکل متصل آگئی ہیں بہت سی افسر اور سپاہی فارسلا میں جانے کے لیئے والسٹینو میں اوتر پڑے۔ جب ہم وولو میں پہونچے تو ریلوی سٹیشن پر قریب ایک ہزار آدمی کے محض اپنی احباب اور عزیزوں کی نیک و بد کی حالات دریافت کرنے کی لیئے آئی ہوئی تھے۔ میں وہاں سے ریڈ کراس ہسپتال کے اہتمام میں چلا گیا۔ جہاں مجھی بہت آرام ملا۔

ہمارا خاص کارسپانڈنٹ مقام نیٹی پگاڈیا سے رقمطراز ہی۔ کہ کل (جمعہ) بوقت ۷ بجی صبح کے کرنیل کوموڈراس ساری رات کوچ کرکے چاہتا تہا کہ اس دری کی اگلے سری پر قبضہ کری جو ترک خود بخود چہوڑ گئی تھے کہ یکایک ترکوں نے جنکی جمعیت سات ہزار جوانوں کی تھی اوسپر حملہ کیا۔ یونانی فوج باوجود بہوک اور پیاس کی شام کے سات بجی تک مقابلہ میں کہڑی رہی۔ مگر جب شام ہوئی اور بارود

اور سامانِ جنگ بھی پاس نہ رہا تو ناچار پیچھے ہٹنا پڑا۔ یونانیوں کے ڈیڑھ سو سپاہی کام آئے اور زخمی بھی بہت ہوئے۔ آج صبح (ہفتہ) کو یونانی دو رجمنٹیں پیادوں کی اور ایک ایرزنی رجمنٹ اور چھ توپیں پھر میدان میں لائے۔ اور ترکوں نے خود بخود پھر یہ مقام چھوڑ دیا ہے۔ ترکوں نے سب یونانی قیدیوں کو مسخ اور قتل کر دیا ہے۔ مگر قسطنطنیہ میں اس آخری خبر کی تکذیب نہایت حقارت سے کیجاتی ہے (امہدۃ علے الراوی)۔

افواج متعینہ جنینا کے کمانڈر نے قسطنطنیہ میں یہ تار دیا ہے کہ ہفتہ کے روز ساڑھے سات گھنٹے کی سخت لڑائی کے بعد ہماری فوج نے قلعہ بیش بونار پر قبضہ کر لیا ہے۔ جہاں یونانیوں نے مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ اور جس جگہہ پر وہ ہماری سرحد مقام لوروس سے عبور کر کے قلعہ نشین ہو گئے تھے۔ بعد اس فتح کے ہماری فوج نے مقام نپٹی پگوڈیا پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

یونانیوں کے تین سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے اور ۲۱۹ زخمی ہوئے اور ۶۲ زندہ گرفتار ہوئے۔ اور ترکی سپاہیوں میں سے ۵۱ شہید اور تین زخمی ہوئے۔ ہماری فوج کو بہت سی بندوقیں اور سامان حرب ہاتھ لگا ہے۔

اب یونانیوں نے قرب وجوار کے مقامات پر مورچہ بندی کی ہے۔ ہمارا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہاں البانیا کے سپاہی کسی بات پر بگڑ بیٹھے تھے۔ اور شہریوں کو بھی دھمکایا تھا۔ مسلمانوں نے یکلخت شہر چھوڑ دیا۔ ممالک غیر کے قونصلوں نے اطلاع دی کہ عیسائیوں کی حالت نہایت نازک ہے اور ہمیں بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ کیونکہ والی شہر کے باشندوں کو بندوق اور بارود نہیں دیتا تاکہ ان البانیا کے متمردوں کو نکال باہر کریں۔ اسپر سفیران ممالک غیر نے باب عالی میں درخواست کی کہ بہت جلد شہریوں کی حفاظت کا انتظام کیا جاوے۔ لیکن اب وہ باغی سپاہی رستے پر آگئے ہیں۔ اور بجا آوری احکام پر آمادہ ہیں (واہ رے انصاف یہاں تو بنی نوع انسان کی ہمدردی نے فرشتہ طینت سفیروں کو باب عالی میں درخواست دینے کے لیے مجبور کیا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ہتھیار نہ ملے تھے۔ کہ وہ مسلمانوں کو قتل وغارت کریں۔ اُسوقت وہ صفات ملکی کہاں گئے تھے جب عیسائی سر بازار مسلمانوں کی ٹوپیوں کو پھندنے اوکھاڑتے تھے اور اونہیں برملا گالیاں دیتے تھے سچ ہے۔ ؎ تم وہ ظالم کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو۔ ہم یہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو۔

ایتھنز کی حالت اگرچہ اسپرس کی طرف سے کچھ بُری خبریں موصول نہیں ہوئیں۔ مگر پھر بھی یہاں کی حالت سخت نازک ہے۔ مجلس الوزراء نے شہر کے باشندوں کے پاس درخواست کی کہ سب مسلح ہو کر سرحدی فوج کی امداد کریں۔ اور سنا ہے کہ فقط ایتھنز میں تیس ہزار بندوقیں جمع ہو گئیں۔ وزیر صیغہ داخلہ نے حکم دیا ہے کہ تمام قلمرو میں فوجی جماعتیں قایم کیجاویں۔ سرحد پر نئی فوجیں بھیجنے کا اہتمام بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ اور ایتھنز کی پولیس بھی اس کام کے لیے مسلح ہو رہی ہے۔ شہری پولیس بھی ضرور بھیجی جاتی۔ مگر چونکہ قیدیوں نے جیلخانوں کے قفل توڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اسلیے یہ تجویز بالفعل موقوف رہی۔ موضع کالکیس کے قیدخانہ سے ایک سو قیدی زنجیریں توڑ کر بھاگ گیا ہے۔ شاہ یونان نے جمعہ کے روز ایک فرمان جاری کیا ہے کہ نیشنل گارڈ کے دو دستے جو ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۴ء میں قایم ہوئے تھے مسلح ہو جائیں۔

۲۳ اپریل یونانیوں کا گڈ فرائیڈے تھا۔ اوسدن حسب معمول ہزاروں آدمی شب کو کنسٹیٹیوشنل چوک میں پادریوں کی سواری

کا تماشہ دیکھنے جمع ہوئے۔ اور شاہ بھی اپنی ملکہ سمیت گرجے میں نماز پڑھنے چلے گئے۔ اوسوقت کا سماں وقتی قابل دید تھا۔ جب مسٹر و پولیس کی فرقہ کی پادریوں نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا دانہ بلند بازار میں کھڑے ہو کر فوجوں کی فتح و ظفر کے لیئے دعا مانگی۔ لوگ چپ چاپ اس دعا کو سنتے رہے۔ مگر کبھی کبھی کوئی نوجوان بیکاری کی آواز جو غریبان فرقہ کی یاد میں بے اختیار نکل جاتی تھی ساری مجلس کو درہم برہم کر دیتی تھی۔ مگر دوسرے دن ہفتہ کو جب مقام ماٹی کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو ساری خوشی جو یونانی جہازوں کی کارروائیوں کی کہی جاتی تھی ایسا میٹ ہو گئی۔ اور بجائے خوشی اور فرحت کے پیدلی اور یاس ہر ایک کے چہرے پر نظر آنے لگی۔ اور ہر ایک تنفس کی دلمیں ایک عجیب وحشت اور ہراس پیدا ہو گیا۔ یونانی بھی عادت اور خصایل میں فرانسیسیوں کے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ وہ جذبات جو ابھی کل ہی بادشاہ کی تعریف اور بہادری میں زمین و آسمان کی قلابا ملا تے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی بدولت ہمیں یہ نصیب ہوا ہے کہ ہم میدان میں ایک صلیبی جنگ از سر نو تازہ کرنے کو قابل ہو گئے ہیں آج برملا دبی زبان سے بادشاہ اور اوسکی دلیعہد بلکہ کل خاندان شاہی کو برا بھلا کہنے سے عار نہیں کرتے۔ اور بعض تو دلیعہد پر بیطرح دل کی بخار نکال رہے ہیں۔ ایم بیکا قول ہے کہ لارسا اور ٹریمنو یونانیوں نے محض دلیعہد کی سٹاف کی نا قابلیت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے جنرل گیلرالڈی بھی بہت سی ٹالین افسر ساتھ لیکر ہفتہ کو دن ہو گیا ہے۔ لوگوں نے برمو تپاک سے اوسکا استقبال کیا ہے۔

دول عظام عام خیال ہے کہ اگرچہ بعض سلطنتیں بیچ بچاؤ پر آمادہ ہیں اور دل سے چاہتی ہیں کہ یونان کا معاملہ صلح و صفائی سے انجام پذیر ہو اور انہیں آنچ نہ لگے۔ مگر وہ نہیں تامل اسی میں ہے کہ جبتک یونان خود درخواست صلح نہ کرے اور اپنی زبیر کرسٹ سے دست نہ بلائے۔ تب تک اس بات کا صورت پذیر ہونا ناممکن ہے جیسا کہ ایک سرکاری اخبار لکھتا ہے "اگر یورپ کی دول عظام پھر صلح کرانے پر مائل ہوں تو بنظر حالات ماضیہ یہ ضرور ہے کہ یونانیوں سے بھی اقرار لیا جاوے کہ وہ دول عظام کی تجویز کو لفظ بلفظ کاربند ہونگے۔ وادار السلطنت اٹلی میں معتبر اور مستند آدمیوں کی رائے ہے کہ یونانی عمداً اس لڑائی کو اسقدر طول دینگے کہ شاید دول یورپ میں کچھ بدمزگی یا اختلاف پیدا ہو جاوے۔

کونٹ مراویف وزیر خارجہ روس نے جو مراسلہ دول یورپ کے نام بھیجا ہوا ہے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اول کوئی سلطنت جنگ روم و یونان میں مداخلت کرے۔ دوم جو فیصلہ دول یورپ نے کریٹ کے بارہ میں کیا ہے وہ بدستور بحال و برقرار سمجھا جاوے۔

پیرس میں بدہ کو روز ایک نیم سرکاری خبر جو فیل شایع ہوئی ہے عام طور یقین کیا جاتا ہے کہ صلح کی کوشش بڑی سرگرمی سے جاری ہے اور پیرس۔ لندن۔ سینٹ پیٹرزبرگ۔ اور روم (اٹلی) کو وزراء کسی بڑے موقع کے منتظر ہیں کہ معاملہ صفائی پذیر ہو جاوے جرمنی کو ہر ایک معاملہ سے بروقت اطلاع دی جاتی ہے اور وہ بھی دوستانہ مصالحت سے ناراض نہیں اور یہی حال سلطنت آسٹریا کا ہے۔

سر والٹر فلمور ڈیانی ایک تقریر میں جو اوسنے بمقام بولٹن ہفتہ گذشتہ میں کی تھی یہ بیان کیا ہے کہ میں چند دن مسٹر گلیڈسٹون کی پارٹی اوسنے سمجھی یہ کہا ہے کہ تم جہاں جاؤ لوگوں کو میرے طرف سے یہ پیغام دینا کہ یہ لڑائی فقط ان بے سلطنتوں نو لڑائی ہے یونانیوں کو تسلی دلانے کا شوق نہ تھا۔ ان سلطنتوں نے کریٹ سے وہی سلوک کیا ہے جو ترکی کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے یونانیوں کو تسلی سے نکالکر باہر کیا۔ ان بے سلطنتوں نے حمیت شرافت بلکہ انسانیت کا خون محض مفاد قایم رکھنے کیلئے کیا۔ مگر پھر بھی لڑائی ہوئی (کوئی اس منصوبہ کا خواص پیرفوت سے پوچھے کہ تیری سمیت شرافت اور انسانیت ہوا ڈوین کیسل کو کس کو نمیں اوسوقت دفن تھی جب خیر چشم اور بیحیا یونانی بلاوجہ ترکوں کی قلمرو میں حملہ آور ہوئی تھی۔ اور جب

یہ نامرد معصوم بچوں اور عاجز بیکسوں کو محض اس الزام پر کہ وہ کلمہ گو ہیں بجز ملت بلکہ قتل و غارت کرتے رہے اور تیری بیہودہ منحوس ایک کلمہ خیر نکالا۔ یہ ممکن شاید یہ ہے کہ ترکوں کی تلوار سے سارا ملک بے بعد دیگرے تیرے بھائیوں کی گیدڑ بھبکیوں سے نکل جاوے مگر شاید تجھ کو معلوم نہیں ؎ چراغ را کہ ایزد برفروزد ہر کہ تف ندیشش سوزد ؎

ہمیں ٹائمز کے انتخاب پر تعجب آتا ہے کہ اوسنے اپنے اخبار میں دول عظام کا عنوان جبار اور سلطنتوں کی ام کا اظہار کرکے اوسنی ول میں اس مسرور الضعباء مظہر دو سہیائی ہوئی ٹہنی کو بھی جگہ دی ہے حالانکہ ایسی ام کی اظہار کا زیادہ تر موزوں موقع وہ تھا جہاں لنڈن کی گلگانوں اور وہاں کے ساکنین کی حالات نفس طبع کا لیتھو درج اخبار کیے جاتے ہیں۔

قسطنطنیہ کے ریوٹر کا کارسپانڈنٹ متعینہ قسطنطنیہ جب ان الکھتا ہے۔ اس ہفتہ بر عزت بیک کا تنزل ایک ایسا واقعہ ہے جو فی الجملہ کسیقدر وقعت رکھتا ہے ظاہر اوہ اس تنزل کی یہ وجہ ہے کہ عزت بیک نے اوہم پاشا کی دو تاروں کو سلطان کیخدمت میں بروقت گوشگذار نہ کیا ان تاروں میں اوہم پاشا نے بارگاہ عالی میں یہ عرض کیا تھا کہ یونانیوں نے ہماری قلمرو میں حملہ کیا ہے اسلیئے میری حالت نازک ہوگئی ہے مجھ کو اجازت عطا کیجئے میرا انکا مقابلہ کروں عزت بیک نے ان تاروں کو محض اسقدر عرض سے دبایا کہ اس بیان میں شاید مصالحت ہو جاوے بعض کا بیان ہے کہ عزت بیک کو اسکے عزل کا باعث وزیر صیغہ جنگ ہے ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ عزت بے نے ڈائریکٹر محکمہ تار کو لکھا کہ جسقدر تار اوہم پاشا کیطرف روانہ کیا کریں وہ بجائے وزیر صیغہ جنگ کے سیدھا میرے پاس بھیجا جائیں ہمارا یونانی کارسپانڈنٹ خبر دیتا ہے کہ ڈیمرل ہومی پاشا نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہے کہ اگر جہازوں کو ڈارڈنلز سے عبور ہونیکا حکم ہوا تو میدان استعفا دخل کرونگا کیونکہ وہ جنگ کے قابل نہیں (اول تو یہ خبر یقیناً غلط ہے اور اوی ہی حسیر ہے لفظ یونانی کی صداقت کی کافی شہادت ہے) اگر ایسا ہوا تو بفرض محال صحیح ہو تو اس عیسائی امیر البحر کی مروت اور مکرمی قابل صد تفریں ہے نامروی اسلیئے کہ اوہ اپنی کام سے جی بھاگ گیا کوتاہی ہے اور مکرمی اسلیئے کہ اگر جہاز تھے تو آخر کونسا چمڑ کا جہاز تھے کہ جسکے معاوضہ میں آہنی جہاز لیتے ہوئے تنخواہ کھاتے ہو

باعیالی ۔ مجمع گردان ۱۹ اپریل ۔ روایت کی طلبگار اسی دن دول عظام کے سفیروں کو جمع ہو کر بعد دو گھنٹہ کے یہ جواب دیا کہ یونانی رعایا جو ہمارے ملک میں تجارت پیشہ اور نوکر فصلوں اور کلیساؤں کی پاس لنڈن ہی ہے اور ہمیں سلطنت عثمانیہ میں بھی کی اجازت دیجاوے اور یہ بھی قرار دیا کہ اگر وہیں اخراج ہی ناضروری ہو تو ہم کسیقدر مدت دی جاوے فقط اتنے مختصر عرصہ میں ہزارہا کل قلمرو عثمانیہ میں رہنے والے یونانی آبادی جمع کو دل قسطنطنیہ کی تمام مساجد میں یہ نوٹس پڑھ کر سنایا گیا کہ ہر ہیچمدان یونانیوں سے کوئی مسلمان مزاحم نہ ہو کیونکہ جنگ فقط دو فوجوں میں محدود ہے جو سرحد پر کام کر رہی ہیں (یہ وہ شخص کا کام ہے جسکو کلیہ شئون ذوی الصوت ازمان کا خطاب دیا تھا محمد عربی علیہ السلام کی تعلیم ہے اور اوسکے خلیفہ برحق کیلئے ہی علم اور موزوں تھا۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اگر غیر ملکی سرکاری دفتروں میں سے ترکوں کی بیجا دست اندازی یا سفارش تا گوارگذری مگر باعالی نے اتنا خاطر نظر رکھا ہے۔ کہ یونانی قونصلوں کو پاس ملازم میں ہسپتالوں میں نوکر رہ سکیں گے جنکو وہ بلا شمشمانیں رہ سکتے ہیں (اس سے ظاہر ہے کہ نہتی رعایا کو جو صیغہ خارجیہ کو متعصبین موقوف اور معلاوطن ہوگئے ہیں اور واقعی ایسا ہونا اقتضائے حکمت اور حزم تھا)

ہمارا کارسپانڈنٹ متعینہ سلانیک لکھتا ہے کہ ترکوں کے پاس اسوقت روپیہ کی کمی نہیں انکا خزانہ معمور ہے پانچ لاکھ پونڈ قرضہ کا

انتظام انہوں نے لایٹ ہوسوں کو محاصل کی کفالت پر کیا ہے۔ اور تین لاکھ پونڈ قومی چندہ میں سے باقی خزانہ میں نقد موجود ہے۔ یہ چندہ فقط فوج کی امداد کے لیئے ہوا تھا۔

۲۸ اپریل کو تیس یا چالیس انگریز ایتھنز کیطرف والنٹیر بنکر روانہ ہوئے۔ اور اس کمیٹی نے جو لنڈن میں اس کام کے لیئے مقرر ہے اونکا سفر خرچ ادا کیا۔ خاص لنڈن کے ایک رہنے والے نے پچاس اور آدمیوں کو سفر خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ برمنگھم کے لارڈ میر کو سرکاری طور پر یہ حکم آیا ہے کہ جسقدر آدمیوں کو تم یونان کے لیئے بھرتی کرتے ہو۔ یہ قانون انگلستان کے رو سے ناجائز ہے۔ یہ سنکر سب والنٹیروں نے اپنا عزم روانگی فسخ کر دیا ہے۔ (جو چلے گئے بلکہ میدان میں جا کر وہ وہ کارنمایاں کیئے جنکا ادنے نمونہ اسی اخبار میں دیا گیا ہے۔ اوسکی معافی نہ معلوم اس ایکٹ کی کسدفعہ سے اقتباس ہوگی)

بلگیریا اور سرویا بلگیریا والوں نے درخواست کی تھی کہ سلطنت عثمانیہ متعدونیہ میں پانچ اور برات عطا کرے۔ اور نیز اونکو اسکت اور منبستر میں تجارتی ایجنٹ مقرر کرنے کی اجازت دیجائے۔ سلطان المعظم نے رضامندی ظاہر فرمائی۔ مگر روسی سفیر نے بلگیریا والونکو ڈانٹ بتائی کہ یہ وقت ایسی درخواستوں کا نہیں اور علاوہ براں اگر اسکا نتیجہ کچھ برا ہوا تو اسکا خمیازہ بلگیریا کو اوٹھانا پڑیگا آخر الامر سلطان المعظم نے فرمایا کہ بعد اختتام جنگ یہ معاملہ پیش ہوگا کہ ان پانچ مقامات میں سے تین میں یہ حق دیا جائے۔

سرویا کے وکیل متعینہ بابعالی کو جمعہ کے دن حضرت سلطان المعظم [illegible] فرمان اسمضمون کا عطا کیا ہے کہ ولایتہائے مناستیر اور سلانیکا میں ایک سو مدرسہ کھولیں۔

یوم الجمعہ عید المسلمین ایک مشہور مقولہ ہے اور اسکا عملدرآمد بالعموم بلاد اسلامیہ میں [illegible] ہوتا رہتا ہے۔ مگر امرتسر کے مسلمانوں کو ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کا جمعہ مدت تک نہ بھولیگا کیونکہ اوسدن جو اونہوں نے سلطانی فتح کی خوشی میں منائی ہے۔ اوسکی کیفیت مدت العمر اونکے دماغ میں تازہ رہیگی۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۷ء کو ہمارے مطبع سے شیخ غلام محمد مالک اخبار وکیل کیطرف سے ایک اشتہار اسمضمون کا شایع کیا گیا تھا۔ کہ بمبئی کے مسلمانوں کی تقلید میں یہاں بھی مسلمان اس فتح عظیم کے حصول پر بارگاہ الٰہی میں شکریہ ادا کریں۔ اور حضرت سلطان المعظم کی خدمت اقدس میں مبارکباد کا تار روانہ کریں۔ اس اشتہار کا شایع ہونا تھا کہ لوگوں کی عقیدتمندی اور ارادت نے حقیقی جوش کی صورت اختیار کی اور ہزاروں ارادتمند غول کے غول اوس ثواب آخرت میں شامل ہونے کے لیئے نہ فقط میاں محمد جان صاحب مرحوم کی مسجد میں (جہاں جمع ہونیکی دعوت تھی) جمع ہوئے بلکہ دیگر مساجد میں بھی بکثرت جمع ہوئے۔ مگر میاں صاحب مرحوم کی مسجد کا نظارہ واقعی قابل دید تھا۔ اس دو منزلہ عالیشان مسجد میں مناسب فرش و فروش اور سائبان وغیرہ ضروریات لگائے گئے تھے جسکا اہتمام ہمارے مکرم مسٹر محمد امام الدین منیجر وکٹوریہ میڈیکل ہال کے سپرد تھا۔ اور جنہوں نے اپنے کار مفوضہ کو نہایت سلیقہ اور قابلیت سے انجام دیا اور اس مبارک کام کے انتظام اور انصرام میں اپنے ضروری نجی کے کاموں کو محض حب قومی کے لحاظ سے نظر انداز فرمایا۔ جزاک اللہ

ابھی بارہ بجنے کو تھے کہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی۔ لو بڑے زور سے چل رہی تھی۔ اور آفتاب نصف النہار بھی مارشل ادہم پاشا کی افواج قاہرہ کیطرح پوری گرمیوں پر تھا۔ مگر سچے ارادتمندوں کی حقیقی ارادت اور عقیدتمندی کے لیئے یہ کیا اس سے دوگنی حرارت

تھی لیکن ہو سکتی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے مطلق اس کی پروا نہ کی۔ اور شہر کے پرلے سرے اور مقامات بعیدہ سے اکر وقت پر بلکہ وقت سے پہلے شامل ہوئے۔ انکے دلوں میں یہہ خیال بسا ہوا تھا کہ ہمارے بھائی اسی تجارت اور مدت حرارت میں بے آب و دانہ تیس تیس گھنٹہ دشمنوں کو ہٹاتے اور اونسے لڑتے اور توپوں بندوقوں کی زد اٹھاتے پہاڑوں پر چڑھ رہے ہیں ہمیں مسجد کے بیٹھنے چڑھنے میں کہاں کی تکلیف ہے گی ابھی ایک بیس گھنٹہ باقی تھا کہ مسجد میں باوجود اسقدر وسیع ہونے کے تل رکھنے کو جگہ نہ تھی چنانچہ اول مولوی غلام حیدر صاحب بلوی نے وعظ فرمایا جسمیں اخوت اسلامی کی حقوق نہایت قابلیت اور متانت سے توضیح بیان کیے۔ بعد ازاں فریضہ نماز سے فارغ ہوکر مولوی محمد صاحب مشہور واعظ جالندہری نے ممبر پر جلوہ افروز ہوکر سامعین کو اتحاد کی تحریص اور ترغیب نہایت موثر الفاظ میں کی بعد آیۃ کریمہ خالف بین قلوبکم کی تفسیر بڑی معقولیت سے فرمائی۔ اسکے بعد حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کی بقایائے عمر و دولت اور فتح و نصرت کے لیے نہایت عجز اور جوش سے دعا کی گئی۔ اور وقت کی قبولیت اور خضوع اور خشوع واقعی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ بیساختہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہ جاتے تھے۔ مختصر یہہ کہ اسکے بعد مولوی غلام حیدر صاحب نے پھر اوٹھکر سامعین کو تار کا مضمون جسکا روانہ کرنا تجویز ہوا تھا سنایا۔ سب نے بالاتفاق اوسپر اپنی رضامندی ظاہر کی چنانچہ جمعہ کے اوسوقت یہہ قرار دیا کہ حضرت اقدس کیخدمت عالی میں یہہ تار روانہ کیا جاوے

بعد ازاں مولوی عبد السبحان صاحب نے اپنی دلاویز وعظ سے حاضرین کو داخل حسنات کیا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آگیا اور کل حاضرین نے مولانا ابالفضل اولانا مولوی غلام رسول صاحب مفتی اور امام مسجد کے پیچھے فریضہ عصر ادا کیا اور بعد از نماز عصر ہی دعا اوسی خضوع و خشوع کے ساتھ مانگی گئی۔ نیز گورنمنٹ انگریزی کے بقایائے دولت کے لیے دعا مانگی گئی۔ جسکے سایۂ عاطفت میں ہمیں یہہ آزادی حاصل ہے کہ ہم خلیفۃ المسلمین کو ساتھ اسطرح علیٰ رؤس الاشہاد اظہار عقیدتمندی اور خلوص کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد یہہ مبارک مجمع قریب چھ بجے شام کے رخصت ہوا۔ اگرچہ لوگوں کا جی ابھی سیر نہ ہوا تھا۔ اور بیٹھنے کو اور بہانہ چاہتے تھے۔ شام کے وقت شہر کی بہت سی مسجدوں بلکہ مسلمانوں کے مکانوں پر روشنی کیگئی اکثر مساجد میں وعظ کی مجلسیں بھی زور شور سے ہوئیں۔

محاربات تھسلی حصہ اول

ختم شد

(۲۳)۔ فریق حفظی پاشا۔

(۲۴)۔ فریق عثمان فیضی پاشا۔

(۲۵)۔ فریق سعد الدین پاشا۔

(۲۶)۔ رضا پاشا سرعسکر۔

(۲۷)۔ گرسکوف پاشا اتالیق توپخانہ۔

(۲۸)۔ منیر پاشا ناظر تشریفات

(۲۹)۔ عزت بک سکرٹری دربار ہمایون۔

(۳۰)۔ وزیر اعظم خلیل رفعت پاشا

(۳۱)۔ توفیق پاشا وزیر خارجہ۔

(۳۲)۔ میر لوا رضا پاشا افسر توپخانہ۔

(۳۳)۔ میر لواء سعادتلو ابراہیم پاشا۔

(۳۴)۔ جنرل ماوریس یونانی۔

(۳۵)۔ فریق حلمی پاشا۔

(۳۶)۔ عثمانلی سپاہی۔

(۳۷)۔ عثمانلی البانوی۔

(۳۸)۔ ایک نوعمر عثمانلی مجاہد۔

(۳۹)۔ البانوی کوہستانی۔

(۴۰)۔ البانوی دہقان

(۴۱)۔ میر لواء محمد پاشا۔

(۴۲)۔ میر لواء محمد طاہر پاشا۔

(۴۳)۔ میر آلای احمد شوکت بک۔

(۴۴)۔ قائمقام حیدر غنی بک۔

(۴۵)۔ میر لواء سعادتلو مظہر پاشا۔

(۴۶)۔ میر لواء سعادتلو بولغوفسکی پاشا۔

(۴۷)۔ موسیو رالی وزیر اعظم یونان۔

(۴۸)۔ قائمقام کاظم بک۔

(۴۹)۔ میر آلائی۔ ولی بک۔

(۵۰)۔ محی الدین بک فوجی تو اندان ودلو۔

(۵۱)۔ میر لواء شکری پاشا افسر توپ خانہ یا نیا افواج۔

(۵۲)۔ قائمقام عزتلو رجائی بک افسر ارکان حرب جس نے معرکہ بش پیسنار میں بینظیر بسالت دکھائی۔

(۵۳)۔ محاربہ یونان کا تمغہ سلطانی۔

(۵۴)۔ ابراہیم بک ناظر تشریفات سلطانی۔

(۵۵)۔ غالب بک ناظر تشریفات وزارت خارجہ۔

(۵۶)۔ جاوید بک شہید فرزند خلیل رفعت پاشا۔

(۵۷)۔ نقشہ میدان جنگ تھیسلی۔

(۵۸)۔ نقشہ محاربات ملونا و دیلرا ۱۸ و ۲۳ اپریل۔

(۵۹)۔ ایضاً۔

(۶۰)۔ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو فریقین کی پوزیشن کا نقشہ۔

(۶۱)۔ ۴ مئی کو فریقین کی پوزیشن کا نقشہ۔

(۶۲)۔ اول معرکہ ولٹیو۔

(۶۳)۔ ایضاً۔

(۶۴)۔ معرکہ ڈوموکوس۔

(۶۵)۔ ایضاً۔

(۶۶)۔ ۲۰ مئی کو فریقین کی پوزیشن۔

(۶۷)۔ نقشہ ترمیم سرحد۔

تمام شد

کتب فہرست۔

منظوم مظالم آسٹریا یہ کتاب مولوی محمد اشرف صاحب بی اے کی لکھی ہوئی ہے اس میں علیحدہ علیحدہ اور مفصل مواقع ظلم آسٹریا متعلقہ ٹرکی کی اور مسلمانان آسٹریا کے خلاف پہلوؤں پر دلائل اور تاریخ دے کر ثابت کی ہے کہ تمام اسباب اور وجوہات اس کتاب کے مطالعہ سے کیطرح آفتاب نہایت درجہ روشن کر جاتے ہیں اور بیباکانہ لکھنے کی تعریف کی ہوا دو ران میں اس جامع کتاب جرم کے متعلق حالات پولیس کے کال کاغذ کے رجسٹر کے بین ثابت ہوتے ہیں۔ عہد نامہ برلن عہد نامہ پیرس وغیرہ کے علاوہ آسٹریا کی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے ٹرکی بلغاریہ وغیرہ کے علاوہ آسٹریا کی تاریخ کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے ہر فرقہ کے ہر شخص کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ۱۲ *

وزنامۂ جہم یہ کتاب ایک جانداز ہر کرن انگریز کی تصنیف ہے جس کو مولوی محمد اشرف صاحب سیالکوٹی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کتاب میں بلاد و اقوام تر قیان اور جہم جو موجودہ سلطان کے عہد میں ہوئی ہیں ان کا حال بایں طریق تحقیق کر کے بیصفہ نہیں کر کے نہیں چھوڑا دیا ہے کہ حالیین و تنزیح کیا ہے۔ اور تمام ضروری محکموں کی کیفیت نہایت وضاحت سے سمجھائی ہے۔ اس میں فاضل مترجم کے نوٹ اصل کتاب کی لطف کو دوبالا کیئے دیتے ہیں۔ اس کتاب کو بیچنے وقت غور سے پڑھنے والا ایسا محو ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خود ٹرکی میں بیٹھا ہوا ہر صیغہ اور محکمہ کی پڑتال کر رہا ہے۔ اس کتاب کا ورق ورق مظالم آسٹریا پر نگاہ ڈالنے کے بعد روم کے متعلق حالات بہت ہی کم معلوم کرنا باقی رہ جاتا ہے

جو ان خود جا کر یکھنے سے متعلق ہے۔ ۱۱ /

محاربات بلیونا یہ کتاب ایک انگریز نوجوان نے جو شملہ میں متعین تھا بلیونا کے محاربات میں بطور رضاکار شامل ہو کر زنانہ جنان پاشا شیر بلیونا کے اخت بلیونا کے ایامت تک یا ہر ضروری اقتباسات زیر معرکہ جنگ میں شریک رہا ہے۔ ۱۸۷۷ء میں ہوا ہے انگریز کی تحریر کی تعریف کی ہے اس کتاب کا ترجمہ مولوی محمد اشرف صاحب سیالکوٹی نے انجام کیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے اور ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کے مطالعہ کرنے کے لیئے اور ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اور سب سے ضروری یہ کتاب مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اور سب سے ضروری یہ کتاب مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ (صفحہ ۱۲)

قسطنطنیہ اس کتاب میں اسلامی دارالخلافہ کی گذشتہ تاریخ دینے کے بعد شہر کی موجودہ کیفیت وہاں کی پبلک عمارات اور شاہی عمارات بالخصوص بیشتر اور منظر باغ اور ٹکوں کی موجودہ طرز حکومت شاہی و ملکی و دارالخلافہ کی کیفیت بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ اور ضمناً آئین ہوا کی طبعی حالت بھی واضح کر دی گئی ہے اس کتاب میں انگلستان کے مشہور سیاح اور رئیس مسٹر مورین آتھوٹ اور لیڈی سیکسول صاحب کی کتابوں کا ترجمہ دینے کے علاوہ گیمن آتھوٹ میئر سرائیڈ ورڈ کریسی اور دیگر مستند یورپین ورٹر کی مرد میں کی کتابوں سے مدد لگی ہے قیمت عہ/ ✣

مفصل فہرست آدہ آنے کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کی جاتی ہے ✣

محاربات تھیسلی

یعنی

کارزار روم و یونان سنہ ۱۸۹۷ء

تین حصوں میں

جو ایک جرمن شاف فسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کی مشہور مدبر و نویسندہ مسز اسمیڈ پارٹ کی کتاب کارزار تھیسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد دلچسپ اور کارآمد ضمیمے ایزاد کر دیئے گئے ہیں۔ اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی نہایت درست تصویریں۔ اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیئے گئے ہیں۔

مترجمہ مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد وجہار ضلع گوجرانوالہ

حصہ دوم

سنہ ۱۹۰۰ء

مطبع روزبازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب
سپرنٹنڈنٹ مطبع شایع ہوئی

طبع اول (حسب شرط رجسٹری کرائی گئی ہے) قیمت فی حصہ ۴ عدد

فہرست مضامین محاربات تھیسلی حصہ دوم

فصل دوازدہم الف (از کتاب جرمن مورخ) اولاریا تلغرسالہ رتبہ پیلا پترا شہزادہ ترکوں کی خوش الطواری اور البانیوں کی معذوری۔ یونانیوں کو سلسیہ بھاگنے کو فشان غازی عثمان پاشا کی تقریری کی خبر اور اوہم پاشا کی رائے صورت معاملات۔ فرساکوس و لسٹینو۔ و لسٹینو پر پہلا حملہ محمود کا بلہ جنگ فرسالہ۔ و لسٹینو کا دوسرا معرکہ ۱۔ ۱۶۔

فصل دوازدہم (ب) جنگ ڈموکوس (از کتاب جرمن مورخ)۔ ۱۶۰۔ تا ۲۴۔

فصل سیزدہم (از کتاب جرمن مورخ) دریغور کا اور سلسلہ اوتھرس کی معرکہ آرائی اور یونانی فوج کی افواج کی فوجی کارنامے۔ ۲۵۔ ۳۴

فصل چہاردہم (الف) (از کتاب سر اشمید بارٹ ممبر پارلیمنٹ) و لسٹینو کی پہلی لڑائی۔ مسٹر بینٹ بار کی روایت۔ محمود کی غلطی۔ یونانیوں کا بیان نعیم پاشا خوفناک گشت۔ پہلی دن پر دہا وار ترکی مجروح۔ ہملہ نوازغمانی۔ کرلی۔ استکشاف و حشت انگیز۔ تاریکی پذیرائی۔ لاریسہ میں آخری دن۔ و لسٹینو۔ و دلوم میں اضطراب بچینی و لسٹینو کی دوسری لڑائی۔ جنگ فرسالہ۔ اوہم پاشا کی آخری مخلصی۔ قلعہ ڈموکوس فوج نظام کا شان دار حملہ۔ ۳۲۔ ۶۴۔

فصل پانزدہم۔ بحری معرکے۔ از کتاب جرمن مورخ و کتاب سر اشمید بارٹ ۔ ۶۷ تا ۸۱۔

فصل شانزدہم محاربہ کی آخری دونو دوروں کا اجمالی بیان (از وکیل اسرتسر) محاربہ کا دوسرا تیسرا عشرہ جنگ اپائرس انتقضر کے حالات۔ کریٹ کی حالت۔ مصالحت۔ قسطنطنیہ۔ جنیو۔ مصر اور سلطان کی تعلقات۔ وقعات اہلی جنگ و لسٹینو۔ و ولو کا قبضہ ایک ترکی جہاز کا گرفتار ہونا۔ جامع العلوم کی رائے محاربہ کا آخری ہفتہ وار القوائے جنگ۔ جنگ ڈموکوس اور اوسکا اسباب۔ جنگ اپائرس حالات۔ القوائے جنگ کی جدید کی واقعات اور یورپین مدبرین کی آرائے۔ ۸۱ تا ۱۳۱

فصل شانزدہم (از کتاب سر اشمید) سر اشمید کی ناریسا سے روانگی اور گرفتاری۔ واوی پمپہ۔ اسیلاکی۔ خلاصہ صورت یونانی دوشیزہ باشندگان رعیسی۔ جہاز پر رات۔ یونانی جہاز اصاطہ کرتے ہیں۔ کپتان کونڈروٹیس پرنس چارلس ۱۳۱ تا ۱۳۸

فصل ہشتدہم۔ سر اشمید بارٹ اور یونانی امیر البحر۔ یونانیوں کی ملکی حاکم۔ جم در جاکی حالت میں کھنے والی لڑائی۔ جہاز ایونیا شبہ پیدا کرنا بے کاغذات۔ ایک یونانی نیرو مظالم فروشی۔ جزیرہ نیگروپانٹ اور ارا تھان کا میدان جنگ۔ یونانی ڈاکو۔ مسٹر میکس کی الجیانہ کا روانہ یونانی وزیر اعظم ۱۳۸ تا ۱۴۹۔

فصل نوزدہم (از کتاب سر اشمید) پاسیرس و تھیمز مسٹر بچرٹ۔ اوایم رالیس۔ وزیر اعظم کا دفتر۔ اطالین مجاہدین ۱۵۰۔ ۱۵۲

فصل بستم (از کتاب سر اشمید) شاہ یونان سے ملاقات۔ ۱۵۳ تا ۱۵۹

فصل بست و یکم (از کتاب سر اشمید) قسطنطنیہ۔ بحیرہ مرمرہ۔ جزائر ڈوڈیکنیز کی بیڑہ۔ ملکہ اصمار۔ قسطنطنیہ کی قدیم منزلت۔ قسطنطنیہ کی قدیم منزلت۔ قسطنطنیہ کی فوجی بحری اہمیت ۱۵۹۔ تا ۱۶۴۔

تینوں حصوں کی فہرست تصاویر پہلے حصہ میں دیدی گئی ہے۔

حصّہ دوم

تاریخ جنگ روم و یونان

محاربہ تھسلی کا دوسرا دور

فصل دوازدہم (۱۲) - از لاریسا تا فرسالہ

سب سے پہلا بڑا شہر

لاریسا بقول جرمنی مورخ پہلا بڑا شہر تہا جسپر فاتح و منصور ترکی فوج قابض ہوئی ترکی سپہ سالار اور اوسکے افسرون کو ہبات کا بڑا خیال تہا کہ شہر مین جو ناگہان اور غیر مترقبہ طور پر ہاتہہ آگیا تہا سپاہ کیطرف سے کسیطرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اور حتی الامکان باقیماندہ باشندونکی مرضی اور خوشنودی کے برخلاف کوئی امر ظہور مین نہ آنے دیا جائے۔

ترکون کی خوش اطواری اور البانویون کی معذوری

اجنبی نامہ نگارون کو توقع تہی کہ ترک شہر مین داخل ہوکر جبر و ستم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرینگے۔ اونکی یہ توقع بالکل غلط ثابت ہوئی۔ وہ باتفاق رائے فاتحین کے ہر طبقہ و جماعت کی خوش اطواری نیک چلنی اور حسن حرکات کی معترف اور اونکی کامل نظام و باترتیبی کی مدح و ثنا مین رطب اللسان ہین۔ اور تحریر کرتے ہین کہ باشندونکی مال و اسباب اور املاک کی حفاظت کیلیے جو معدودے چند پولیسی انتظام اور تدابیر ضروری تہین اونکو بہی نہایت اعتدال اور ایسی طریقہ سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرین عمل مین لایا گیا۔ جونہی کسی سپاہی کو کوئی ایسی چیز لے جاتے دیکہا جاتا جسپر لوٹ کا مال ہونیکا شبہ ہوتا تو اُسے فی الفور افسر روک لیتے اور اوسکو مال غنیمت جہان سے اُٹہایا تہا وہین واپس جاکر رکھ آنے یا جہان افسر سے تصادف[1] ہوا اُسی جگہ رکھدینے کا حکم دیتے۔ خوبصورت و شہزور البانویونکی رجمنٹین عمداً شہر سے باہر رکھی گئین

[1] اچانک مل پڑنا۔

کیونکہ ایسی طمع خیز قوموں پر اون سے اپنی طبیعتوں پر پورا پورا قابو رکھنے کی کامل توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ناظرین اس کمزوری سے اب یونانیوں کی نسبت کوئی بری رائے نہ قائم کریں۔ وہ اس بارہ میں بہت کچھ معذور ہیں۔ اونکی حصہ کثیر کو ابھی تک تہذیب و شائستگی کی ہوا نہیں لگی۔ اور وہ ایسے علاقوں کے باشندے ہیں جو ہنوز اسی حالت میں ہیں جس حالت میں قدرت نے اونکو ابتدا میں پیدا کیا تھا۔ شائستگی و تمدن کا ایک دندان تقریباً کوئی دخل نہیں ہوا ہے

یونانیوں کے سر اسیمہ بھاگنے کی نشان

جنرل سٹاف کے افسروں نے بلاورنگ شہر اور اسکے مضافات تھسلی میں گشت کی جس کے دوران میں اونکو معلوم ہو گیا کہ ویر وزیر یونانی فوج کی سراسیمگی اور بیحواسی کی نسبت جو قیاس کیا گیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ وہ سب حیران ہو کہ یونانیوں نے مقابلہ کے بغیر شہر کو کیون چھوڑا۔ وہ نہایت محفوظ موقعہ پر واقع تھا۔ سامنے کیطرف دریا سالمریا (کوسٹم) نہایت مستحکم پناہ کا کام دے رہا تھا۔ سو چوبی اور فصیلوں پر بارہ قلعہ تحکم توپیں معمولی باتریوں کے علاوہ موجود تھیں۔ مناسب موقعوں پر سپاہیوں کیلیے گڑھے کھدے ہوئے تھے۔ اور کوئی کارآمد موقعہ مورچوں سے جو نہایت عمدہ بنے ہوئے تھے خالی نہ تھا۔ مزید برآں سالمریا کے پل کو منہدم کرنے کیلیے سب سامان تیار تھا۔ مگر یونانیوں پر کچھ ایسی دہشت تسلط ہو گئی کہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ اور کسی چیز سے فائدہ نہ اوٹھایا۔ میدانی (فوجی) ہسپتال مجروحین کے علاج معالجہ کیلیے ابھی پورے طور سے مرتب اور آراستہ بھی نہ کئے جا سکے تھے کہ موجودہ زمانہ کے مکمل و افر جدید ترین لوازمات سمیت ویسی نیم مرتب حالت میں چھوڑ دیئے گئے۔ انگریزی اور فرانسیسی ساخت کی صندوقوں سے ہسپتالی بستر اور ادویات اور آلات ابھی کچھ نکالے گئے تھے۔ اور کچھ صندوقوں میں ہی بند تھے جو سامان نکالا جا چکا تھا۔ اوس کے بھی عجب طرز ترتیبی کے ساتھ جابجا انبار لگے ہوئے تھے۔ بیش قیمت سامانِ مرہم پٹی نفیس ململوں نفاسیوں عمدہ سے نوداروں نے تولیوں اور جھاڑنوں کا کام لیا۔ یونانی فوج کے اعلیٰ افسر شہر کے بہترین مکانات میں فروکش ہوئے تھے جہاں وہ اپنے نقشے اور تمام خط و کتابت تک پیچھے چھوڑ گئے۔ ناظرین خیال کرسکتے ہیں کہ یہ کل بیحواسی ان بہادروں پر کرسکوت پاشا کی چہرہ فتح سی فوج کے نمودار ہونے پر جس میں چار سو سے زیادہ سوار نہ تھے مستولی ہوئی تھی!

غازی عثمان پاشا کی تقرری کی خبر اور اوہم پاشا کی رائے صوت معاملات پر

اسی دن ترکی ہیڈ کوارٹر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ غازی عثمان پاشا دونوں فوج (مقیمہ اپائرس و تھیسلی) کے اعلےٰ کمانڈر مقرر ہوئے ہیں۔ مگر لاریسا کی فتح اور یونانیوں کے متواتر ہٹانے بھاگنے کی وجہ سے اس خبر سے ترکی ہیڈ کوارٹر میں کوئی ہلچل نہ پیدا ہوئی۔ اور نہ مارشل اوہم پاشا کو کسیطرح کی کچھ تشویش لاحق ہوئی۔ پاشا موصوف نے ایک اجنبی نامہ نگار کو تشریف ملاقات عطا کر کے معاملات کی صورت حال پر بیتکلف اور کھلم کھلا اپنی رائے حسب ذیل ظاہر کی:۔

"یونانیوں کو اگرچہ کامل زک نہیں ملی مگر وہ اپنے شکستہ دل اور ریلے اوسان ہو گئے ہیں کہ وہ لاریسا کو جسی حال میں

اونہون نے مستحکم اور مورچہ بند کیا تہا بچانے کی جرأت نکر سکے اور توپین اور سامان وگودام پیچھے چھوڑ کر فرسالہ کو ہٹ گئے ایسا کرنیسے اونہون نے تھیسلی کے کل میدان اوس کے قصبات لاریسا تریخالہ وکاروتنرا اور نیز دولو کی سڑک کو جو یونانیون کا حقیقی قاعدۃ الجیش ہے ہمارے ہاتھ مین چھوڑ دیا ہے۔ اس سڑک کا یونانیون کے تصرف مین نرہ جانا ہمارے لیے جنگی لحاظ سے جیسا کچھ کہ قابلقدر اور مفید ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ اسی بندرگاہ کے راستے کل یونانی فوج ترکی سرحد کو بھیجی گئی تھی اسی کے راستہ یونانی سپاہ کو کمک اور رسد وغیرہ پہنچتی رہی تہی۔ اور اسی بندر کا راستہ جنوبی یونان سے سلسلہ رسل کو رسایل قایم رکھنے کے لیئے سب سے قریب اور آسان ہے۔ یہ درست ہے کہ دولو پر ابھی ہمارا قبضہ نہین ہوا اور یونانی ایسی طرف اور ایسے طریق سے پیچھے ہٹے ہین کہ اوس سڑک کی جو درہ ٹیگیٹوس مین سے گذرتی ہے کچھ عرصہ حفاظت و مدافعت کر سکتے ہین۔ اور خود شہر کی حفاظت یونانی جہاز کر سکتے ہین لیکن دولو۔ لاریسا ریلوے لاین ہمارے تصرف مین ہے اور نیز یونانی اب اوس لاین سے بھی جو متذکرہ صدر لاین کو ولسٹینو مین ملتی ہے۔ اور فرسالہ کے پاس سے گذرتی ہے کوئی فائدہ نہین اوٹہا سکتے پس بالفاظ دیگر ترکی فوج اسوقت تھیسلی کی جو یونان کا زرخیز ترین اور سب سے بارونق صوبہ ہے پوری پوری مالک ہے۔ اور اسکی پوزیشن اور وضع اقامت ایسی ہے کہ یونانیون کے دوسرے خط مدافعت پر حملہ کرنیسے پیشتر سرحدی درون کے راستہ جس قدر اور جس طرح چاہے۔ کمک منگوا سکتی ہے"۔

فرسالوس ترکی ہیڈ کوارٹر مین ۲۷ اپریل کو یہ معلوم ہوگیا تہا کہ یونانی فرسالوس کے قریب ایک مستحکم و مورچہ بند موقعہ کو ہٹ گئے ہین۔ اور نیز دولو کے شمال مغرب مین اُس موقعہ پر بھی جہان ولسٹینو کا ریلوے اتصال ہے جمعیت کثیر قابض ہین۔ فرسالوس اوس معرکہ کا میدان جنگ ہونے کی وجہ سے جس مین قیصر جولیئس سیزر نے ۲۲ ہزار فوج سے اپنے رقیب پامپی کو جس کے پاس دگنی فوج تہی ۴۸ قبل مسیح مین شکست دی تہی قدیم الایام سے مشہور چلا آتا ہے۔ وہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے بے شجر اور بھیانک سلسلہ کوہستان اوتھریس کی اون شاخون پر واقع ہے جن کے قریب سے وہ زرخیز میدان شروع ہوتا ہے جسے دریا انی پی اس سیراب کرتا ہے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ جس مین چھ ایک ہزار باشندے آباد ہین ایک مدور مخروطی شکل پہاڑی کے دامن سے لیکر تقریباً چوٹی تک منزل بمنزل چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑی تخمیناً تین سو ساٹھ فیٹ بلند ہے شہر سے اوپر وسطی زمانہ کا ایک مدور شکل برج کہڑا ہے جس سے ترک تھیسلی کو یونان کے حوالہ کرنیکے وقت تک زندان کا کام لیتے رہے تہے۔ اس برج پر کہڑے ہونیسے تمام شہر اور میدان کا نظارہ آنکھون کے سامنے پہر جاتا ہے۔ نگاہ میدان سے گذر کر بجانب شمال اولمپس کی چوٹیون پر اور بجانب شمال مشرق اوسا اور پیلی آن کی چوٹیون پر جا ٹہیرتی ہے۔ زمانہ قدیم کی عمارت تقریباً معدوم ہوگئی ہین۔ صرف قلہ کوہ پر ایک پرانی زیر زمین عمارت کے کھنڈرات اور قدیم قلعہ کی دیوسار دیوارون کے نشان باقی ہین۔ کسی زمانہ مین فرسالوس تھیسلی کے مقتدر ترین اور نہایت ہی آباد شہرون مین داخل تہا اسکی سابقہ عظمت و جلال کا اب ایک شمہ بہی باقی نہین رہ گیا۔ دولو کے بندر کے ساتھ دولو تریکالہ کالاباکا لاین کے ذریعہ سے رشتہ مواصلت قایم ہوجانیسے اُسے کوئی فائدہ نہین پہونچا اور

اس سے اوسکی رونق و خوشحالی مین کوئی اضافہ نہین ہوا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ شیشن تھیبہ سے بہت دور ہے۔ غبار آلود شاہ راہ جولار یسا سے شروع ہو کر میدان مین سے ہوتی ہوئی آتی ہے فی الجملہ بہت اچھی حالت مین ہے۔ فرسالہ سے تھوڑہ دور چٹانون کے پہاڑون کے گرد چکر لگاتی ہوئی ڈومو کوس کو اور وہان سے وسطی یونان کو بڑہی چلی جاتی ہے۔ فرسالہ اور شیشن راہ کے بیچ کا ڈومو کوس سات گھنٹون کی مسافت پر ہے۔

یونانیون نے اسی کوہستانی علاقہ مین جو میدان فرسالوس کو وسط مین واقع ہے اپنی پوزیشن نہایت عمدہ مرتفعہ قایم کی۔ اوسکا سمنہ ایوالی سے ملحق تہا اور میسر پہاڑی سلسلہ کے نشوازی پیچھے کو خم کہاے ہوے تہا۔ بمقام ڈیمنوا ان بلندیون نے جو پلاٹیہ کی بارگون اور شہر کے درمیان تہین اور ویسٹینو سیفالیہ کی پہاڑیون نے یونانیون کو مدافعت کے لیئے بڑا کام دیا۔

بلا تردد نقصان لاریسا پر حاصل ہو جانیسے طبعی طور پر ترکی کمانڈرون کو غنیم کا فوراً تعاقب کرنیکی ترغیب لگی تاکہ یونانیون کی گہبر سٹا دربے ترتیبی سے فایدہ اوٹہا کر بشرط امکان تمام یونانی فوجکو مزید جدال و قتال سے بیکار کر دیا جاے یہ صاف ظاہر تہا کہ پیشقدمی کس طرف اور کس مدعا کیلیے ہونی چاہیئے۔

سب سے اہم مدعا پیش نظر تہا کہ یونانیون کو دولونخ سمندر سے پرے ہٹا دیا جاے۔ یونانیون کی عسکری کارروائی کا بڑا دارومدار اسی مقام پر تہا۔ یونانی فوجکی تہہ گرد بھی تھی اور اسی مقام سے سمندر و خشکی کے رستہ مزید کمک جانیسے یونانی فوجکا حوصلہ اور طاقت پہنچہا سکتی تہی اور اوس کی خشکی پر پہنچنے سے بالفاظ دیگر دشمن کی مدافعت مقابلہ کے تمام امکان کو شکوہ مین ہی دبا دینیکیلیے لاریسا کا قبضہ کے بعد فی الفور جمعیت کثیر کا وہان روانہ کرنا نہایت ضروری تہا۔

ویسٹینو عسکری و تدبیری لحاظ سے جس مقام کو سب سے اول قبضہ کرنے کی کوشش کیجانی لازمی تہی وہ ویسٹینو تہا یہ مقام تین ریلوے لاینون کا محل اتصال اور راہ دل عدر ٹرک کرنا کہ یہ واقع ہے جو تھیسلوی میدان سے پہاڑون مین سے ہوتی ہوئی سمندر کو جاتی ہی۔ اوسکی جنگی اہمیت مین اس سے بھی بہت اضافہ ہو گیا ہوا ہے کہ دولوسے پاس کی مراجعت کرتے وقت اس سمتع سے تعاقب کنندہ غنیم کی اوجعت کنندہ فوج کو بچانیکے لیئے مزاحمت کیجا سکتی ہے۔ اگر ترک لاریسا سے نکلے مستقیم فرسالہ پر پیشقدمی کرتے تو ویسٹینو یونانیون کے قبضہ مین ہوتے کہ بصورت مین ترکی میسرہ کیلیے نہایت خطرناک مقام ہوتا۔ تہا بنا بریں ولیہد سلطنت نے ان تمام فوایدسے متمتع ہوتے رہنیکیلیے جو دولوسے حاصل ہو سکتی تہے ویسٹینو کا قبضہ تصور کیا یونانی بیڑہ دولوسے نہ نکلین تہا اور تمام ریلوے کو موافق آئین و مان تہے۔ ترکی ریلوے لاین سے کوئی روننگ سٹاک (گاڑیان و انجن) نہ ہونیکے سبب سے کوئی فایدہ نہ اوٹہا سکتے تہے بمقام ویسٹینو وہان سے اوگر دیونانی افواج اسطرح سے تقسیم کیگئین کہ وہان تمام متحکم بلندیون پر جو باہم ملکر محل سپہ کی کل تیاری تہین قابض ہو گئین۔ ایک پہاڑی اس محل کو وسط مین ہے۔ دولو کی طرف سے وہین سے شروع ہوتی ہے بجانب غرب اس پہاڑی کو دہن مین سیفالیہ (یا کفالو)

واقع ہے جسپر ترک قابض ہیں اور دوسری طرف ریلوے سٹیشن ہے۔ جو ترکی پوزیشن سے نظر نہیں آتا۔ انہا اس پہاڑی کے متصل جھیل ترالہ کا شفاف پانی ایک زرخیز و سرسبز گھاٹی میں چمکتا ہے۔ جھیل کی چاروں طرف گھنے جنگل موجود ہیں جن میں کہیں کہیں نشیبی حصے ہیں اور ان خطوں میں سے دیہاتی مساجد کے مینار جلوہ دکھاتے ہیں۔ نظارہ کی دلفریبی کو اور بڑھا رہے ہیں پلاؤ پتہ کی بارکین وسیٹیونے شمال مشرقی کونوں میں ریلوے ترک ہی نہیں بلکہ وہ شاندار جنگی شاہراہ بھی جو دولو کو جاتی ہے ان بارکوں کی زد میں ہے اور بدیں لحاظ یہ مقام بندر اور اوس کے سوداگروں کی حفاظت کے لیے نہایت اہم اور کارآمد تھا۔ پلاؤ پتہ بارکوں کے قریب ایک سڑک دولو کی سڑک سے جدا ہو کر راہ پریسی علی تا لیروس کو اور وہاں سے راہ سوپلی بندر تک جاتی ہے۔ سینڈ سیفالیہ کی بلندیاں سلسلہ کوہستان فوروطل غ سے متعلق ہیں اور ہم پاشا نے فقط ایک ہلکسانی جماعت لاریسا سے غنیم کو تعاقب میں بھیجی ہے۔

ویلسٹینو پر پہلا مقابلہ فرنٹین میں نئی پوزیشنوں پر قائم ہونے کے بعد پہلا مقابلہ ۱۴ اپریل کو ہوا۔ سلیمان پاشا کے زیر کمان جو کالم دولو کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اسکا مقام ویلسٹینو دشمن سے متصادف ہو گیا۔ اس کالم میں چار پلٹنیں آٹھ نہایت کمزور رسالے (تیرہویں و چودھویں کیوری ڈویژن) ایک کوہی اور دو واپسی توپخانہ تھیں۔ دو رسالے ہراول دست کی کمک کو آگے بھیجے گئے۔ انکو یونانیوں نے پسپا کر دیا اور پاؤ گھنٹہ بعد کیوری بریگیڈ پر سامنے کی طرف دولو کی سڑک سے اور بائیں ماتھہ کیطرف پلاؤ پتہ سے گولہ باری شروع ہو گئی جسکے جواب میں ترکی توپخانہ نے بھی گولہ باری شروع کر دی۔ یونانی گولندازوں نے اس موقعہ پر عمدہ قادر اندازی دکھائی۔ انکے پہلے گولے بھی میں ترکی توپوں پر آکر گرے مگر پہلا ایک بھی نہ اس وقت نشانہ بازی سے جو ہو کر ترکی باتریوں کو تین قصبوں میں تقسیم ہو جانا پڑا۔ تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ اور یونانیوں کا توپخانہ کیوری کی مراجعت کا راستہ مسدود کرنیکے لیے رضا لوم کیطرف بڑھ رہا تھا۔ پس انہوں کو بچانیکے لیے اب بسرعت تمام اونہیں پیچھے ہٹا لیجانا نہایت ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ مراجعت کیلئے صرف ایک ہی پل موجود تھا باتریوں کو مراجعت کا موقعہ دلانیکے لیے تیرہویں رجمنٹ پھر نہم کے تعاقب اور سلیمان پاشا اوسکی میسرہ کیطرف بڑھا۔ دریں اثنا یونانی سرپٹ رفتار سے پل پر سے گذر گئے۔ جن کے بعد اول تیرہویں اور پھر چودھویں رجمنٹ باہمگی۔ پس ترکی کیوری کسیوں کی طریق سے لڑی یعنی پشت توسن پر رہی رگرد آشنا ہی کرتی رہی جس سے عملی طور پر دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ یا پہنچا تو بہت خفیف۔ لیکن اشد خطرہ کے باوجود ترکی سواروں کا حوصلہ برابر قائم رہا۔ اور انہوں نے حیرت انگیز سالت و شجاعت دکھائی دشمن کے سامنے سے وہ نہایت آہستگی اور لاپروائی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ صرف دس وقت گھوڑوں کو کسیقدر تیز کیا جب کہ انکے اور دشمن کے درمیان ایک گاؤں حائل ہو گیا۔ وہ غرلی کی مشرقی کیطرف تھا۔ وہاں انہوں نے بروصہ کی ریف پلٹن آمی جسنے انہور کھا یہ یعنی مورچہ بنانا شروع کر دیا۔ اور اسکی پناہ میں کوفتہ و مانندہ فوجنے جسکو ابھی تک کھانا اور پانی نہ ملا تھا۔ آرام کیا۔ ۱۵ اپریل کو تمہدی ریف پلٹن ایک میدانی باتری سمیت بطور کمک پہنچگئی۔ ۱۶ کو کرنیل محمود بک زعازی مختار پاشا

عثمانیہ چیف کمشنر مصر کا بیٹا پہنچگیا۔ اور اسکی زیر ہدایت ۲۹ و ۳۰ کو غنیم کے مورچون پر حملہ کیا گیا۔ کرنیل محمود نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا۔ مگر ورینولا غنیم کو بھی جو ابھی تک فرسالہ و دلو ریلوے لائین پر متصرف تہا کم از کم آٹھ پلٹنون کی کمک پہنچگئی تہی۔ اوس نے ۳۰ اپریل کی دوپہر کو ترکی میمنہ کو گو ترک کمال دلاوری سے لڑے پسپا کر دیا جسپر میسرہ کو بھی جو پلاؤ پتہ اور رضالوم کیطرف تہا پیچھے ہٹا لینا پڑ گیا۔ اس پسپائی سے تھوڑا ہی عرصہ بعد ترکون کو دس پلٹنون اور دو باتریون کی کمک پہنچگئی۔ مگر ترکی کمانڈرون نے فیصلہ کیا کہ جب تک فرسالہ فتح نہ ہو جائے اب ویسٹنو پر پھر حملہ نہ کیا جائے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی مین کرنیل محمود بک نے شجاعت و استقامت اور جوانمردی و بسالت کا عجب شاندار اور قابل ذکر نمونہ دکہایا۔

محمود کا ہلہ فوج پیدل کو ستانیکا کچھ موقعہ دلانیکے لیئے اوس نے اعلے افسرون سے دشمن کے ایک مورچہ پر جو پہاڑی کے کرارہ پر تہا اپنی رجمنٹ سوار ان کے ساتھ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جسکو اجازت ملنے پر اوسنے ہلہ کرکے فتح کر لیا۔ رستہ مین اوسکا بیش قیمت گھوڑا دشمن کی گولیون سے ہلاک ہو گیا۔ مگر یہہ جوانمرد پیدل اپنے سوارون کے آگے آگے بڑہا گیا۔ ایک یونانی کپتان نشانہ باندہ باندہ کر پیہم اوسپر گولیان چلاتا رہا۔ مگر کرنیل کا بال بینکا نہ ہوا۔ بالآخر ایک اناطولین کارپورل سوار نے اس کپتان کا کام تلوار سے تمام کر دیا لیکن افسوس خود بہی شہید ہو گیا۔ کپتان کی بندوق بہری ہوئی تہی۔ کارپورل نے بحالت غضب ایک ہاتھ سے اوس بندوق کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے بندوق والے پر جو اوس کے پیارے افسر کو نشانہ بنا رہا تہا تلوار کا ہاتہہ صاف کیا۔ رائفل اس چھیٹا چھیٹی مین سر ہو گئی۔ اور اسکی گولی نے بہادر و جان نثار کارپورل کو وہین جام شہادت پلا دیا۔ محمود کے اس ہلہ مین گھوڑون کے علاوہ ۳۲ سوار شہید و مجروح ہوئے۔ مگر جب وہ مورچہ پر قابض ہو گیا۔ تو تین طرفون سے اوسپر رائفلی بوچھار شروع ہو گئی۔ اور پھٹنے والے گولے بھی پڑنے لگ گئے۔ اس سے مجبور ہو کر اسے لاچار واپس ہٹ آنا پڑا۔ مگر گولیون کی تابر توڑ بارش کے باوجود ترکی سوار قابل تعریف باترتیبی سے پیچھے ہٹے۔ بے ترتیبی اور گہبراہٹ کا نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔

پلاؤ پتہ کی سطح مرتفع نے یونانیون کی پوزیشن کو مدافعت کیلئے ایسا مستحکم کر دیا ہوا تھا کہ ترک اسے توڑنے مین کامیاب نہ ہو سکے۔ ریلوے اور میدان دونون اس بلندی کی زد مین تہے۔ پلاؤ پتہ کے مسخر ہو جانے پر یونانی ریلوے لائین سے کوئی فایدہ نہ اوٹہا سکتے۔ اور اونکی فوجکو رسد وغیرہ پہنچنے کا رستہ بند ہو جاتا۔ جس سے وہ سخت نرغہ مین مبتلا ہو جاتی۔ کیونکہ جس کوہستانی علاقہ مین وہ موجود تہی۔ وہان سے بہت ہی کم رسد و چارہ دستیاب ہو سکتا تہا۔ پلاؤ پتہ کی اس اہمیت کی وجہ سے ترکون نے اسے بہر نوع فتح کرنیکا عزم کر لیا ہوا تہا۔ گو وہ یقیناً جانتے تہے کہ اسے فتح کرنے کی کوشش مین بہت نقصان اوٹہانا پڑے گا۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تہے کہ جب ایکدفعہ یہ فتح ہو گیا۔ تو دولو خود بخود اونکے قبضہ مین آجائیگا۔ جہان انہین صرف تہوڑی سی فوج رکھنی پڑے گی میسرہ کی باقی کل فوج فرسالہ پر بازو کیطرف سے حملہ کرنیکے لیئے فارغ ہو جائے گی۔ ویسٹنو پر اب تک جتنی لڑائیان

ہوئی تہین وہ دراصل خفیف سی معرکہ آرائیان تہین چشمدید شاہدون کا بیان ہی کہ یونانی گولہ باری کی نشانہ بازی اچھی نہ تھی۔ اور اون کی گولے بہی نہ پھٹتے تہے مگر ترکون کی آتشباری خوب موثر اور نہایت سریع تہی ترکون کے گولنداز نسبتاً بہت زیادہ باحوصلہ اور قادر علے النفس تہی۔ یونانیون کی طرح وہ بیحوصلہ اور مضطرب نہین ہو جاتے تہے۔

ان معرکون مین کل چار پانچسو آدمی ضایع ہوئے۔ انمین بہی پہلی لڑائیون کیطرح مصاف کنندگان کے زیادہ تر انتہائی جوارح اور اعضاء کو چٹانون کے ٹکڑون اور پرچخون سے جو گولون کے لگنے سے اڑتے تہے زخم پہونچے۔ یونانیون نے ایسی تابرتوڑ آتشباری کی تہی کہ تعجب ہوتا ہے کہ ترکون کا ایسا خفیف نقصان کیسے ہوا۔ کرنیل محمود بک کیولری کے جوانمرد کمانڈر نے ایک جنگی اٹاشی سے ذکر کیا کہ تقریباً دو میل مربع رقبہ پر گولیون کی پیہم بارش ہوتی رہی تہی۔

اس بہادر افسر کا گھوڑا اوس دلیرانہ حملہ مین جو اُسنے یونانی پوزیشن کے بازو پر کیا تہا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور وہ بھی گھوڑے کے ساتھ زمین پر گر پڑا۔ اور بصد مشکل جانبر ہوا تھا۔

ولسٹینو کی اس با استقلالی اور معقول حفاظت و مدافعت کا فخر کرنیل سمولنسکی کو حاصل ہے جو اس کامیابی کی طفیل کرنیل داسوس اور کرنیل مانوس کا ہمسر ہو گیا۔ اور اعلیٰ تعریف و توصیف کا مستحق ہی۔

جنگ فرسالہ ادہم پاشا کو لاریسا سے پیشقدمی کرتے وقت بشرط امکان آپائرس کی ترکی فوج سے تعلق و ارتباط قایم رکھنے کیلئے اپنی افواج کو بجانب غرب پھیلا دینا ضروری تہا۔ لیکن علاقہ کے کوہستانی دشوار گذار اور صعب المرور ہونے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑی بڑی مسافتین طی کرنا تہین۔ اوسے اس طرف فوجین بڑہاتے وقت نہایت احتیاط کو مدنظر رکھنا لازمی ہو رہا تہا۔ جس حزم و احتیاط کا ترکون کے میمنہ کی کارروائیون پر بھی طبعاً بہت اثر پڑا۔

ترکی سپہ سالار کا منشاء یہ تہا کہ تھیم کے میسرہ کو پلٹ دینے سے اوسے فرسالہ کی پوزیشن چھوڑ دینے پر مجبور کرے۔ اس غرض کیلئے حقی پاشا کا ڈویژن جو شروع مین تھیسلی اور آپائرس کے درمیان سلسلہ رسل و رسائل و تعلق باہمی کو قایم اور آمد و رفت کے رستہ کو کھلا رکھنے کیلئے ڈسکاٹا مین مقیم کیا گیا تہا۔ ٹرناووس اور لاریسہ کی فتح کے بعد بسرعت لاریسہ بلوا لیا گیا۔ جہان وہ ڈبل کوچ کرتا ہوا پہنچا۔ دوسری طرف اول ڈویژن (زیر کمان خیری پاشا) کو جسنے کوہستان مین بمقام ڈماسی لڑائی کی تہی زرکوس تریخالہ۔ کاروشا اور مسکول پری پر قبضہ کر لینے کے بعد فوج کا انتہائی میمنہ بن کر آگے بڑہنے اور مقام پوزاراکی سے یونانیون کی پوزیشن بمقام فرسالہ کے میسرہ کو معرض خطر مین ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اسکے ساتھ ہی پانچ ڈویژنون نے ادہم پاشا کی زیر کمان سامنے کیطرف سے فرسالہ پر پیشقدمی کی۔ مگر میمنہ حسب مراد رفتار سے پیشقدمی نہ کر سکا۔ علاقہ کٹھن اور کوہستانی اور باشندے ترکون کے دشمن تہے۔ مزید برآن کمکی افواج کی باربرداری کے انتظام کی مشکلات سے اور زیادہ درنگ ہو گیا۔ فوج کو رسد کے معاملہ مین تھیسلی کے زرخیز علاقہ بالخصوص دلفریب وادی ٹمپہ سے بہت مدد ملی۔ جو رسد و سامان کا نہ ختم ہونیوالا مخزن پائی گئی۔

ٹرناووس اور لاریسہ کے تباہی بخش واقعات کے بعد یونانی فوج مین عظیم تغیر و تبدل کئے گئے۔ تقریباً تمام جرنیلون کی جگہ نئے

آدمی بھیجے گئے۔ اور اعلیٰ سٹاف افسر سا پونٹ سارا کی کی جگہ ایک جنرل سٹاف افسر لفٹننٹ کرنیل لامبرٹیس کمانڈر انچیف کے زیر فرمان عمل پیرا ہونیکے لیئے مقرر کیا گیا۔

یونانی فوجکا حصہ کثیر اون بلندیون پر جو فرسالہ سے بجانب شمال ہین قایم تہا۔ اوہم پاشا کی فوج ایکطرف بہت آہستگی کے ساتھ بڑہی۔ چنانچہ فوج ہراول کے سوار کہین ۴ مئی کو جاکر ایکطرف سوباسی اور دوسری طرف مسکو لورولی پہونچے۔ سوباسی فرسالہ سے بجانب شمال آٹھ میل کے فاصلہ پر اور آخر الذکر مقام وہان سے بجانب غرب ۱۷ میل کے فاصلہ پر فرسالہ تربکالا لاین پر واقع ہے۔

دوم پنجم و ششم ڈویژن ان سوارون کی اوٹ مین انسے تھوڑی دور پیچھے یونانی پوزیشن کے شمال و شمال مغرب مین جمع تہے اور باقی فوج ابہی فرسالہ سے تقریباً ایکدن کی مسافت پر تھی۔ ترکی فوج حملہ آور کا میمنہ مغرب کیطرف بہت دور تک پہیلا ہوا تہا جس سے اندہون کو بھی صاف نظر آرہا تہا۔ کہ ترک میدان کارزار پر یونانیون کے بازو پر سے چکر کاٹ کر عقب مین جا پہونچنے کا ارادہ رکھتے ہین۔ یہ مصافی تدبیر اول ڈویژن کی شاطرانہ چال سے علاوہ تھی ۴ مئی کو یہ ڈویژن پوزارا کی جو فرسالہ سے چودہ میل بجانب غرب ہے پہنچگیا ہوا تھا۔ جہان سے اسنے مسلسل پیشقدمی کرکے یونانی پوزیشن کے عقب مین پہنچنا تہا متذکرہ صدر تینون ڈویژنون کے پیچھے چہارم و ہفتم ڈویژن بشرط ضرورت کام دینے کیلئے ریزرو مین تہے۔

ترکی فوجکی صف اولین نے بتاریخ ۵ مئی علی الصبح چار بجے کے وقت حرکت شروع کی۔ مارشل کا منشا تہا کہ فیصلہ کن حملہ ۶ مئی کو کیا جاوے تاکہ خیری پاشا کو یونانیون کے میسرہ پر پہنچنے کیلئے کافی وقت ملجائے۔ مگر ۵ مئی کو جب وہ میدان جنگ مین پہونچے تو پیدل فوج غنیم سے گتھ چکی تھی۔ فرسالہ لاریسا سے تخمیناً بائیس میل بجانب جنوب ہے۔ یونانی اون پہاڑیونکی ڈہلوانون پر جو میدان فرسالہ کو احاطہ کئے ہوئے ہین نہایت عمدہ موقعہ پر قایم تہے۔ اور وہان خوب مستحکم مورچے تیار کرلیے ہوئے تہے اونکے دونون بازوون پر جنگل موجود تہا اور توپخانہ کا زیادہ حصہ میمنہ پر نصب تہا۔ شروع شروع مین یونانی گولے خوب نشانہ پر گرے۔ غالباً اونکے گولندازون نے گذشتہ چند دنون مین اپنے نشانون کو خوب پختہ کرلیا۔ اور مختلف مسافتون کو اچھی طرح اندازہ اور ماپ لیا تہا۔ مگر دوپہر کے قریب ترک شجاعانہ دہاوا کرکے غنیم کو اسکی پوزیشن سے ہٹا دینے مین کامیاب ہوگئے۔ اور یونانیون نے ترکی حملہ کی تاب نہ لاکر اون بلندیون کیطرف جو میدان کے دوسرے کنارہ پر تہین مسلسل ہٹنا شروع کردیا۔ اس پسپائی کیوقت وہ ترکی توپون کی صاف زد مین رہے۔ اور بالخصوص اونکو میمنہ کو بہت نقصان پہنچا۔ مگر اونکے "ریرگارڈ" دستہ عقب نے باقی فوجکو بچانیکے لیئے مردانہ وار اپنے تئین قربان کردیا۔ پسپائی کے شروع ہونے کی دیر تھی کہ پھر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ بہر کی فرصت ندی۔ نہ اونکی آتشباری ایک لمحہ کیلئے مدہم پڑی یا بند ہوئی جب حملہ آور بلندیون کے بالائی کرارہ پر جہانسے کل میدان زیر نظر تہا پہونچے تو دشمن کی سراسیمگی و بیحواسی اور اپنے دوسرے دستونکی مسلسل پیشقدمی دیکھکر اونکے حوصلے اور تیز ہوگئے۔ دائین بائین دونون طرف ترکی فوج پیدل کے کالم سیاہ گھٹا کیطرح آگے بڑہے جارہے تہے۔ اور زیر پا فرحت بخش میدان

دائین ہاتھہ حد نظر تک پھیلتا چلا گیا تہا۔ وولو کیطرف فرسالہ کو احاطہ کنندہ بلندیون کے دامن مین وادی تنگ ہوگئی ہے اور اوس کے پیچھے اوتھریس کے سیاہ و مہیب پہاڑ سر بفلک کہڑے ہین۔ تمام میدان یونانیون سے جو بسرعت قدم اوٹھائے جا رہے تہے بھرا ہوا تہا۔ سب کا رخ ایک سنگی پل کیطرف تہا۔ جو ایک چہوٹے سے نالہ پر بنا ہوا تہا۔ درینولا ترکی توپخانہ آگے بڑہکر جابجا نہایت عمدہ موقعون پر قایم ہوگیا تہا۔ اور بہگوڑے یونانیون کے کالمون پر گولہ پر گولہ پھینک رہا تھا۔ ہر گولہ کے گرنے پر جب گرد و غبار کا طوفان سطح زمین سے اوٹھتا تو بھگوڑون کی رفتار اور تیز ہو جاتی۔ اونکے عقبی دستہ نے سپاہیون کے کہڑے ہونیکے لیئے گڑہے کھود لئے تہے۔ جہان سے وہ مسلسل آتشباری کرتا رہا۔ لیکن ترکی فوج پیدل کی کثرت آخر اونکی بہادرانہ مدافعت پر غالب آگئی۔ ترک اونکو یکے بعد دیگرے ایک سے دوسری پوزیشن کو دہکیلتے گئے۔ ترکون کی شیرانہ شجاعت واقعی قابل دید تھی۔ اونہون نے کسی پناہ یا اوٹ کی حفاظت کو منظور نہ کیا۔ اور بلا توقف و قیام برابر بڑہتے چلے گئے۔ حتی کہ رائفلین سر کرنیکے لیئے کسیوقت گھٹنے کو بھی زمین پر نہ لگایا۔ چلتے چلتے آتشباری کرتے رہے جب کہ یونانی پل پر سے گذرنیکے لیئے جمع ہو رہے تہے ایک ٹرین فوج لیکر وولو کیطرف سے آرہی تہی۔ ایک پھٹنے والا گولہ اس ٹرین کو لگا جس سے یونانیون کو بہت نقصان پہونچا جس وقت یونانی بتدریج پل سے گذر گئے اور دریا اونکے اور اونکے تعاقب کنندگان کے درمیان حایل ہوگیا۔ تو اونکے نیم مردہ جسمون مین پہر کسیقدر جان پڑگئی۔ اور لڑائی مین بہی تہوڑا سا وقفہ پڑگیا لیکن ادہم پاشا نے اس فتح کے بعد بلا توقف فرسالہ کیطرف بڑہے جانیکا عزم کر لیا۔ وہ ایک باتری لیکر میدان مین اتر آئے۔ رائفل بردارون کی ایک صف آگے کر دی۔ اور غنیم پر پہر حملہ کر دیا جس کے دوران مین ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ اسدن پہلے ایسی سخت لڑائی نہ ہوئی تہی۔ ایک چہوٹے سے موضع پر جو بجانب میمنہ تہا۔ ایسی تابڑ توڑ آتشباری کیگئی کہ ترکی سپاہی دہوین مین نظر نہ آتے تہے۔ رہی سہی کسر گولون نے پوری کر دی۔ اور ترک موضع پر قابض ہوگئے۔ یونانی فرسالہ کو ہٹ گئی۔ اور حملہ کرنیکے لیئے فی الفور چہہ ترکی پلٹنین صف آراء کر دیگئین۔ سورج غروب ہونا شروع ہوگیا تہا۔ مگر جب تک دنکی روشنی رہی۔ ترک شہر پر برابر گولے پھینکتے رہے۔ باتری پر باتری پیچھے سے چلی آکر شہر کے گرداگرد قایم ہو رہی تھی۔ حتی کہ چارون طرف سے شہر توپخانہ کے حلقہ مین آگیا۔ بالآخر تاریکی نے گولہ باری کو بند کرا دیا۔ اور یونانی تاریکی سے فایدہ اوٹہا کر اپنی کل پوزیشنون کو خالی کر گئے۔ اور پہاڑون مین پناہ جالی۔ کیونکہ مراجعت کا رستہ معرض خطر مین تہا۔ اور ترک فرسالہ ڈوموکوس کی سڑک پر قابض ہو چکے تہے۔ دوسرے دن جب حمدی اور ممدوح کے ڈویژن فرسالہ کی متصلہ بلندیون پر قابض ہوگئے۔ تو پھر حمدی پاشا کے ڈویژن کی بریگیڈ زیر کمان حسن پاشا نے خود شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ شہزادہ ولیعہد بہادر کا کل سامان۔ چھ توپین اور بہت سا سامان حرب غنیمت مین ملا۔ ایک اجنبی افسر جو موقعہ پر موجود تہا۔ ۵ و ۶ مئی کے محاربات ولسٹینو و فرسالہ کی کیفیت جنگی مبصر کے پہلو سے اسطرح بیان کرتا ہے۔ عمر نشاط۔ حمدی اور ممدوح کے تینون ڈویژن متوازی صفون مین آگے پیچھے اسطرح سے صف آراء ہو کر کہ ایک ڈویژن سب سے آگے دوسرا اوس سے کچھہ پیچھے دائین ہاتھ اور تیسرا اور تھوڑے سے فاصلہ پر پہلے کے بائین ہاتھ تھا میمنہ

کیطرف سے بڑہے۔ یہ تینون اسطرح جدا جدا مرتب ہوکر یونانیونکی پوزیشن کیطرف بڑہے۔ اسکو اونہون نے قرہ دمرسی تکیہ اور فرسالہ کی سڑک کے برابر جو موضع تاتاری سے میدان کیطرف اُترتی ہی۔ رائفلی گڑہون سے مستحکم کیا ہوا تہا۔ یونانیونکی جمعیت وہان چار اور آٹھ پلٹنون کے درمیان تھی۔ اور ہر ایک باتری میسرہ پر نصب تھی۔ سہ پہر تک مسلسل گولہ باری اور آتشباری ہوتے رہنے کے باوجود یونانی اپنی جگہہ پر قابض رہنے کے بعد آخر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے۔ اور وہ کامل باترتیبی کے ساتھ بلندیون کے کرارہ سے میدان کو ہٹے۔ اونکی تعاقب مین صرف حسن پاشا کا بریگیڈ تین میدانی باتریان اور ایک کوہی باتری لیکر آگے بڑہا۔ ترکی گولے خوب نشان پر گرتے رہے۔ جو عموماً یونانی دستہ عقب کے سکرمشرون پر پھیل کر اور متفرق ہوکر لڑنے والون کی پتلی سی صف پر پھٹتے دکھائی دیتے رہے۔ لیکن باین ہمہ دوسرے دن جب ہم اوس موقعہ سے گذرے تو گولہ باری کے موثر ہونے کی کوئی علامتین نہ دیکھین۔ ہمنے کسی مجروح کو سڑک کے رستہ واپس جاتے نہ دیکہا۔ اور مقتولین کی بہی بہت کم تعداد دیکھی۔

پس ان لڑائیون مین زیادہ نقصان ہونے کی روائتون کو کسیقدر مشتبہ سمجہنا مناسب ہی۔ باضابطہ طور پر ترکون کے نقصان کی تعداد ۲۳۰ ظاہر کیگئی تھی۔ میدان مین بھی حملہ آورون کا مقابلہ کرنیکے لیئے یونانیون نے ایک پوزیشن تیار کی ہوئی تہی۔ موضع واسیلی کو محفوظ کرکے اوس کے گرد رائفلی گڑہے کہود لیئے گئے تہے۔ آٹھ تازہ دم پلٹنین اور ایک باتری میمنہ کے عقب مین جمع کیگئین۔ اور اسیوقت چار پلٹنون کا ایک کالم اوس پہاڑی سے جو فرسالہ کے عقب مین ہی میدان مین اُتر آیا۔ الغرض وہان تقریباً ۲۳ پلٹنین یا دو انفنٹری ڈویژن موجود تھی۔ لیکن رات نے اس تصادم کا خاتمہ کردیا۔ اس معرکہ کو لڑائی نہین کہا جاسکتا۔ وہ محض تصادم تہا۔ صبحکو جب ترک آگے بڑہے۔ تو اونہون نے فرسالہ کو خالی پایا۔ یونانی ڈوموکوس کو ہٹ گئے تہے۔

ولسٹینو کا دوسرا معرکہ

اوسیدن جب کہ قرہ دمرسی پر لڑائی ہوئی ولسٹینو مین بھی لڑائی ہوتی رہی تھی۔ ہر اولی دستہ کے معرکے کے بعد جس مین ترکون کو زک پہنچی تہی۔ اونہون نے حقی پاشا کے کل ڈویژن کو جمع کرلیا تہا۔ یونانی وادی کے جنوب مغربی گوشہ مین ایک نہایت مستحکم موقعہ پر جہان سے میدان اور دولو کی جنگی سڑک اونکی زد مین تہی قابض تھے۔ رائفلی گڑہون اور مورچون سے اس موقعہ کے طبعی استحکام کو ایسا مضبوط کرلیا گیا تہا کہ سامنے کیطرف سے حملہ کرکے اوسے فتح کرنے کی کوشش کا نتیجہ خواہ حملہ کنندہ قوم کی جمعیت کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہوتی سخت نقصان اوٹہانیکے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا تہا۔ وہان نو ہزار سے زیادہ یونانی فوج مقیم تھی۔ کیونکہ ممالک اجنبیہ کے قونصلون نے دولو کو ترکون کے سپرد کرتے وقت بیان کیا تہا کہ نو ہزار سپاہ وہان سے جہازون پر سوار ہوئی ہے۔ اور اس کے علاوہ کچھ فوج خشکی کے رستہ بھی بجانب جنوب ہالیروس کو ہٹی تہی۔ خالی کارتوسونکی مقدار سے جن کے انبار پر انبار لگے ہوئے تہے ثابت ہورہا تہا کہ حقی پاشا کی فوج پیہم و مسلسل آتشباری کرتی رہی تہی۔ جو عمودی بلندیون پر ساتھ ساتھ حفاظت کی خندقین کھودتی ہوئی آگے بڑہی تہی۔ چٹانی زمین

پر قدرے قلیل آلات و اوزار سے یونہی خندقین کھودنا سہل کام نہ تہا۔ چہ جائیکہ دشمن بھی اوپر سے تابر توڑ گولون اور گولیون کی بوچھار کر رہا ہو مگر فرسالہ کی فتح نے اونکو طویل معرکہ آرائی سے بچا لیا اس فتح سے ترک فرسالہ کیطرف سے ولسٹینو کی عقب مین پہنچکر وہانکی یونانی فوجکی مراجعت کا راستہ بند کرنیکے قابل ہوگئی تہے۔ پس اگر یونانی ولسٹینو کو خالی نکرتے اور مزاحمت و مدافعت پر قایم رہتے۔ تو اسکا نتیجہ کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ سات مئی کی رات کو ممدوح پاشا کا کل ڈویژن حقی پاشا کو حملہ مین مدد دینے کیلئے فرسالہ سے بھیجا گیا۔ مگر یونانی اوسکے پہونچنے سے پہلے پسپا ہو چکے تہے۔ چنانچہ اسی تاریخ کی شام کو ادہم پاشا جاتے ہوئے ولسٹینو کے ریلوے سٹیشن مین شب باش ہوئے۔

یونانیون نے فرسالہ کی متصلہ پوزیشن کے چھن جانے پر زیادہ تر اون معرکونکی وجہ سے جو ترکونکے میمنہ پر ہوئے فرسالہ کو خالی کیا تہا۔ اور یونانی میسرہ اس لیئے پسپا ہوا کہ خیری پاشا کی پیشقدمی سے عقب کیطرف ہٹنے کا راستہ مخدوش ہونے لگا تہا۔ یونانیونکا بیان ہے کہ مراجعت کمال باترتیبی سے کیگئی۔ ہمین اونکے اس بیان کی صداقت مین کوئی شبہ نہین۔ کیونکہ مراجعت کی شروع ہی سے صلاح و تجویز کر لیگئی ہوئی تہی تاہم ایسی پوزیشن پر قایم ہونا جسپر مستقل طور سے نہین۔ بلکہ صرف عارضی طور پر قابض ہونیکا ارادہ ہو جنگی آداب کے لحاظ سے ہمیشہ سخت غلطی متصور ہوتا ہے۔ اس پوزیشن پر عارضی طور پر قابض ہونا صرف اوس صورت مین مناسب و معقول ہو سکتا تہا۔ کہ اگر ترکون نے ٹرناوس اور لاریسہ کی بہاگر کا مستعدی کے ساتھ سر توڑ تعاقب کیا ہوتا۔ کیونکہ ایسی صورت مین فوج کی بیحواسی و انتشار کے دفعیہ اور اوس کی پراگندہ صفون کو مرتب و جمع کرنیکے لیئے سب سے پہلے محفوظ موقعہ سے فایدہ اوٹھانا قرین مصلحت ہی نہین۔ بلکہ ایکطرح سے لازمی ہوتا۔ مگر ترکون نے کوئی تعاقب نکیا تہا اور ایسی صورت مین پہلے ہی سے پسپائی کا ارادہ کرکے اس موقعہ پر قایم ہونا گویا خود فوج کو مزید مراجعت سے اور شکستہ دل بنانا تہا۔ یونانی کمانڈرون کو ایسے موقعہ پر قایم ہونا واجب تہا۔ جہان سے وہ جمکر مقابلہ کرنیکا ارادہ رکھتے تہے۔ اور جسے وہ اس غرض کے لیئے مناسب تصور کرتے تھے۔

یونانیون کو فرسالہ کے موقعہ پر قایم ہونیسے صرف یہ فایدہ پہنچا کہ کرنیل سمولنسکی کیلئے ولسٹینو پر قابض رہنا آسان ہو گیا اور خوش قسمتی سے اوسے وہان ایک ایسی فوجی کامیابی حاصل ہوگئی جسنے اسے مانوس اور دیگر معدودے چند واقعی قابل یونانی افسرون کا ہمسر بنا دیا۔

کرنیل سمولنسکی کی مراجعت کا حکم ۵ مئی کی شام کو وصول ہوا۔ اور اسنے المیرو (کرت سنی) کیطرف ہٹنا مناسب سمجہا۔ یہ مراجعت فرسالہ کی متصلہ پوزیشن سے دست بردار ہو جانیکا لازمی نتیجہ تہی۔ یونانی فوج کا بڑا حصہ ڈوموکوس کیطرف ہٹا۔ جہانکی پہاڑی پر نے الفور کئی توپین نصب کر دیگئین۔ جب ۶ مئی کو یہ اچھی طرح سے معلوم ہو گیا کہ یونانی تاحال پلاؤ پتہ پر بالاستحکام قابض ہین۔ تو ترکون نے اونکو وہان سے نکالنے کیلئے نہایت ہی قابل تعریف مستعدی دکھائی۔ ایکطرف فرسالہ کے قریب کے ڈویژنون مین سے ایک کو دو بجے سیدہا ولسٹینو کو روانہ ہو جانیکا حکم دیا گیا۔ دوسری طرف جو فوجین درون کے رستہ

لاریسہ پہنچ رہی تہین۔ اونکو ولسٹینو کے حملہ مین شریک ہونیکے لیئے فی الفور تیار کر دیا گیا۔ اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ ۸ مئی کی دوپہر کو تین ڈویژن غنیم کی پوزشیتون پر حملہ کرین۔ ترکون نے ان دنون مین اتنی لمبی لمبی مسافتین طے کین کہ اونکا خیال کرکے حیرت ہوتی ہے۔ ۸ مئی کو علی الصبح ولسٹینو اور رضالوم (ریزومائیلوس) کے درمیان دو ڈویژن حملہ کیلئے بالکل تیار کہڑے تھے۔ اور تیسرے کا عنقریب پہنچ جانا قطعاً یقینی تہا۔ مگر عین حملہ کے وقت معلوم ہوگیا۔ کہ یہ سب تیاریان فضول تہین۔ چالاک و عیار غنیم پہر ہاتھ سے نکلگیا ہے۔

حقی[1] پاشا کا ڈویژن قلب لشکر کے میسرہ کی حفاظت اور ولسٹینو کے قریب کے درون پر قابض رہنے کیلئے ولسٹینو کے قریب مقیم رکھا گیا۔ اس ڈویژن کی کچھ فوج نے بطور سبکسیر دستہ جبل پیلی اون پر گشت کرکے ہالمیروس کی سڑک پر قبضہ کر لیا۔ اور بمقام اکیشی اپنے ہراول کو مقیم کر دیا۔ اس قبضہ کی بدولت اون ڈہلوان سطحون پر جو ہالمیروس کی طرف نشیب کہاتی جاتی ہین۔ دستہ مذکور اور ایک یونانی بریگیڈ مین جسکے ساتھ دو یا تین باتریان تہین خفیف سی لڑائی ہوئی یونانی ہالمیروس کے میدان کو دہکیل دیئے گئے۔ مگر ترک اونکا تعاقب نکر سکتے تہے کیونکہ یونانی بیڑہ جہازات کا حصہ کثیر ہالمیروس کے سامنے لنگر انداز تہا۔ ۸ سے لیکر ۱۲ مئی تک ترکی میسرہ پر صورت معاملات یہ رہی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

۱۱ مئی کو ترکی افواج فرسالہ کے گرد جمع ہوگئین۔ اور اونکو اسطرح سے تقسیم کیا گیا۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم و ششم ڈویژن پہلی صف مین۔ ممدوح و خیری کے ڈویژن دوسری صف مین اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین بمقام تکیہ رکھا گیا۔ ہیڈ کوارٹر یہین تکیہ مین تہا۔ اور بعیدی چوکیون کی صف جنمین صف اولین کے ڈویژنون سے آدمی مامور کئے گئے تھے۔

---

[1] حقی پاشا سپہ سالار اردوئے سوم (فریق سوم) جنگ سے پہلے صدر جندارمہ (یعنے پولیس کمشنر) سلطنت عثمانیہ تہے ۱۸۵۳ء مین فوج مین داخل ہوئے۔ مدرسہ حربیہ سے نکلتے ہی عہدہ لفٹنٹ سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا مانٹی نیگرو کی لڑائی پر روانہ کیئے گئے تھے وہان وہ اینی کینی کے استوار و محکم مقام پر حملہ آور ہوئے۔ جس کارنمایان کے صلہ مین عہدہ کول آغاسی یعنے ایجوٹنٹ میجر پر ترقی پائی ۱۸۵۶ء مین سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے ایڈیکانگ مقرر ہوئے۔ اور عہدہ میرآلائی لفٹنٹ کرنل سے ممتاز ہوئے۔ اس کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم کے دوم چیمبرلین مقرر ہوئے اور ۱۸۶۶ء مین ہمراہ رکاب ہمایون سلطانی بطور اول چیمبرلین سفر یوروپ مین شریک رہے ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۷ء تک ارض روم کی کونسل کے چہارم درجہ کے رکن رہے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء کے معرکہ مین بمقام قارص حقی پاشا نے جنگ الاجا داغ مین نمایان بہادری ظاہر کی جس کے صلہ مین میرلوا یعنے برگیڈیر جنرل کے عہدہ سے ممتاز ہوئے ۱۸۷۸ء مین قسطنطنیہ کو واپس آئے۔ اور جندارمہ (پولیس) کے صدارت سے سرفراز اور عہدہ فرق یعنے یعنے ڈویژن جنرل سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا ایرانی وضع کے آدمی تہے۔ لیکن اول درجہ کے ریاضی دان ناظم و راستباز کمال شجاع اور ہمدرد ملک و قوم تہے۔ افسوس کہ جنگ سے چند ماہ بعد بمقام تھیلی اکتوبر ۱۸۹۷ء مین فوت ہوگئے +

+ + +

میل سو میل فرسالہ کے جنوب میں تھی۔ دس پلٹن تریخالہ پر قابض ہونیکو لیئے بھیجدیگئی تھیں۔

ساتوان ڈویژن زیر کمان حسنی پاشا جو پہلے کاٹرینا میں رکھا گیا تھا۔ تمام و کمال لاریسہ میں جمع ہو چکا تھا اور دریہ ملونا سے ٹرنا و دس تک کے رستہ کی حفاظت کا کام فوردار دکھی دستوں کے سپرد تھا۔ الغرض ساتوں ڈویژن اول۔ دوم سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم لاریسا۔ وولو فرسالہ میں مثلث کی شکل میں مقیم تھے۔ سینہ تریخالہ میں تھا۔ جہاں ایک مضبوط بریگیڈ مامور تھا۔

پاڑہ کوہ مٹی سے اسی تک کا مسلسل جد وجہد و صعب محنت کے بعد کافی آرام مگیا تھا مزید برآں جاسوسانہ کارروائی کو جاری رکھنے کیلیئے یہ گمان میں ایک ایسا تغیر ہوگیا تھا جسمیں سب نوآبادیات پسند کیا یعنی شیر اور ہم پاشا کل ترکی افواج مقیم تسالی یا تسالی کو اعلے کا مرکز بنا دیئے گئے تھے۔ اور اس تغیر سے فوجی کارروائیوں کے انصرام کے متعلق وہ ربط و اتحاد حاصل ہوگیا تھا جسکی بہت ضرورت تھی۔ اور اس امر کی پختہ توقع ہوگئی تھی کہ اب جاسوسانہ کارروائیوں کے شروع ہونے پر دونوں فوجیں ایک ہی مرکز نظر رکھکر ایک دوسرے کو دوش بدوش کارروائی کرینگی۔

ترکی صف دلین فرسالہ سے دودانو تک پھیلی ہوئی تھی اس کو بالمقابل یونانی ڈومسکوس سے ہالمیروس تک قابض تھے ڈومسکوس میں اوذکا ایک کزور آرمی کور (دو ڈویژن) اور ہالمیروس میں انفنٹری کا ایک مضبوط بریگیڈ۔ ایک رسالہ۔ پانچ پہاڑی اور چھ جہازات کا ذخیرہ موجود تھا۔ جو یونانی فوج مٹی کو رسٹینو میں تقسیم تھی۔ اسی دن رات کو وقت تو دولو سے جہازوں پر سوار ہوگئی تھی۔ اوسکا کچھ حصہ ڈومسکوس کی فوجکی کمک کو بھیجدیا گیا۔

یونانی فوجکی نسبت بالکل بجا طور پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اوس وقت اوسکی حالت کچھ اچھی نہ تھی جس فوجکا ہفتوں سے روپیہ کی کے سوا اور کوئی کام نہ رہا ہو۔ جو اس اثنا میں ایک فعہ حواس باختہ بھی ہو چکی ہو جسے اپنے افسروں پر کوئی بھروسہ نہ رہگیا ہو اور جسمیں تربیت و نظام جنگی کا نام و نشان نہ ہو جسکا حصہ کثیر تعجیل و جلدی میں جمع اور مسلح کیا گیا ہو۔ اور جس کی نسبت فریقانہ و ہمدردیوں کے جذبات کا شکار ہوں۔ اور اور تو کئی جملوں اور الفاظ سے مانوس ہوں۔ مگر قرض لینا کے نام سے بھی واقف ہوں۔ ایسی فوجکو بجلا کس طرح جنگی اغراض کے لیئے سامان حرب کا محفوظ ذخیرہ میں نمایاں تعلیت اور توپوں کی تعداد میں بہت کمی ہوگئی تھی کیونکہ ہر مرتبہ کیوقت گولہ بارود کی زیادہ مقدار اور ایک یا دو بیٹریاں پیچھے چھوڑ دیجاتی رہی تھیں۔

تجربہ کار اور تربیت یافتہ افسروں کے فقدان کیوجہ سے یونانی سادہ ترین جنگی حرکتوں کی خلاف ورزی کا مسلسل مرتکب ہوتے رہے بطور مثال ایک امر کا بتا دینا کفایت کریگا۔ بیدیٹی چوکیاں بالعموم مصافی صف سے اتنے فاصلہ پر بٹھائی جاتی ہیں کہ اون کو پسپائی کے وقت اپنی فوج کو جالینے کیلیئے بالکل بلا امداد بعید فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ سپاہیوں کے آرام و آسائش کا بھی کوئی کافی انتظام نہ تھا۔

ٹرنا و دس اور لاریسا کی طرح فرسالہ اور رسٹینو میں بھی یونانی پسپا لمجعت کا رستہ کو کھلا اور سمندر سے متعلق قائم کیئے ہیں

کامیاب رہے۔ اس وقت تک ترکون نے ان دونون باتون کیطرف کچھ توجہ نہ کی۔ وہ صرف اسی پر قانع رہے کہ غنیم کے ایک بازو پر کثیر فوج جمع کر دینے سے اُسے پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔ اونہون نے دشمن کی مراجعت کا رستہ بند کر کے اُسے حکماً تباہ یا اسیر ہو جانے پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کی۔ اگر خیری پاشا کا ڈویژن فرسالہ پر ٹھیک مقررہ وقت پر پہنچ جاتا۔ تو یقیناً ولی عہد بہادر کی فوج کا کام تمام ہو جاتا۔ اسیطرح اگر ولسٹینو و ولو سڑک پر حملہ کیا جاتا تو سمندر سے بے تعلق ہو جانے کیوجہ سے یونانیون کی ترکی تمام ہو جاتی۔

غنیم پر بلحاظ تعداد فایق ہونیکے باوجود ترکون نے اسکا کوئی نمایان ثمرہ نہ اوٹھایا۔ اونکا بیڑہ جہازات کمزور ہونے کی وجہ سے اونکو محاربہ مین کوئی مدد نہ دیسکا۔ اور بنا برین یونانی اپنی بحری طاقت کی طفیل جو اون کو متحرک قاعدۃ الجیش اور اساس حرکات کا کام دیتی رہی۔ یکے بعد دیگرے نیا مامن ڈہونڈ لینے اور فیصلہ کن نبرد آزمائی سے بچتے رہنے مین کامیاب ہوتے رہے۔ اگر یونانیون کے پاس تربیت یافتہ اور خوب منتظم فوج ہوتی جو تعداد مین خواہ زیادہ نہ ہوتی مگر مسلسل حرکت اور معرکہ آرائی کی مشقت و تکلیف کا باستقامت مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی تو وہ اس فوقیت سے بینظیر اور بیش بہا فایدہ اوٹھا سکتے۔ سمندر کے ساحل پر جا بجا عمیق خلیجین موجود ہین۔ یونانی جہازات ان خلیجون مین داخل ہو کر بآسانی تمام خشکی پر فوج اتار سکتے تہے۔ جو بہ جمعیت کثیر ترکی فوج کے ہراولی دستون پر مسلسل حملہ کرتی رہکر اونکو پسپا کر سکتی تھی اور جب پیچھے سے ان دستون کو کمک پہنچ جاتی تو جہٹ جہازون پر سوار ہو کر غایب ہو سکتی تہی۔

یونانیون نے مراجعت کیلئے دو مختلف رستے اختیار کرنے مین بھی غلطی کی۔ اونہون نے کچھ فوج فرسالہ کیطرف ہٹائی۔ اور کچھ وولو کیطرف۔ اگر وہ سب کے سب وولو کو ہٹتے تو محاربہ کا حقیقی قاعدہ و اساس اونکے قبضہ مین رہتا۔ جو ریلوے لائینون کا محل اتصال اور ایسا بندرگاہ تہا کہ فوج کو براہ راست وہان سے کمک اور رسد وغیرہ پہنچ سکتی۔ مگر غالباً اونہون نے یہ سمجہا کہ ایسا کرنیسے اتھینز کا رستہ غنیم کیلئے کشادہ ہو جائیگا۔

اگر وہ اتھینز کی ہی حفاظت کرنا چاہتے تھے تو انہین واجب تہا کہ وولو کی سڑک کو کھلا چھوڑ دیتے۔ اور لامیہ کیطرف ہٹتے کیونکہ اتھینز کو صرف وہین سے ہو کر رستہ جاتا ہی اس صورت مین وولو کا چند دن پہلے یا پیچھے غنیم کے قبضہ مین چلا جانا کوئی وزن نہین رکھتا تہا۔ مگر اس معاملہ مین بہی یونانیون سے غلطی ہوئی۔ وہ اتھینز کا راستہ فرسالہ سے بند نہین کر سکتے تہے بلکہ صرف کوہستان اوتہریس سے ولسٹینو اور پلاوپتہ کی پوزیشن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو گیا نہایت مستحکم تھی اور کل یونانی فوج کی وہان سمائی ہو سکتی تھی۔ اگر اعلےٰ کمان کرنیل مانوس کے سپرد کی جاتی۔ اور کل فوجی طاقت وہان مجتمع ہوتی تو باغلب وجوہ ادہم پاشا کبہی اوسکو بازو پر چھوڑ کر اتھینز کیطرف بڑہنے کی جرات نکرتے۔ بلکہ پہلے دشمن کو اس پوزیشن سے ہٹا لینا ضروری تصور کرتے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر طبعاً مستحکم و محفوظ پوزیشن مین جسے مورچون وغیرہ سے بآسانی اور بھی محفوظ کیا جا سکتا تہا معقول فوج موجود ہوتی تو ترکی فوج برابر کئی دن تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد بھی بمشکل اس مدعا مین کامیاب ہو سکتی۔

مگر یونانیونکی غلطی سے واقعات نے بالکل مختلف روش و صورت اختیار کی۔ ترکی فوج وولو پر قابض ہوگئی۔ اور ریلوے کے رولنگ سٹاک کو جو تمام وہان جمع تہا تلف کر دینا اونکی مرضی پر منحصر ہو گیا۔ وولو کے قبضہ کے بعد بالآخر معمولی حزم و احتیاط اور بہت سوچ بچار کے بعد ڈوموکوس اور درہ فورکا کو فتح کرنیکی تیاریان کیگئین۔ وولو کے قبضہ اپنی متعلقہ واقعات کیوجہ سے ایک خاص قسم کا واقعہ تہا۔ وہ اسطرح سے ترکونکے قبضہ مین آیا۔

فوج ابہی وہان سے روانہ ہوئی تہی۔ لیکن جنگی جہاز جو بہمہ وجوہ لڑائی کیلئے تیار تہے تاحال بندرگاہ مین موجود تہے شہر ایسے باشندون سے بہرا ہوا تھا جو ایکدوسرے کے خون کے پیاسے تہے۔ یونانی جنگی جہازون کے علاوہ یوروپین طاقتون کے جنگی جہاز بھی پہنچ گئے ہوئے تہے۔ اونہون نے اپنی اپنی رعایا کی حفاظت کیلئے بحری سپاہیونکے دستے خشکی پر اتار دیئے۔ یہ کوئی نہین کہہ سکتا تہا کہ فلان شخص شہر کا مالک ہی مختلف پارٹیان اور فریق ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار تہے۔ ایک نامہ نگار اپنے روزنامچہ مین صورت حال کی یہ دلچسپ کیفیت درج کرتا ہی۔

"شہر مین داخل ہونے پر وہان عجب دلچسپ سمان نظر آیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی و اطالین بحری سپاہیون کی ٹولیان دس دس پندرہ پندرہ کی جماعت مین اپنے اپنے قومی جھنڈون کو اوٹہائے اپنے ہم وطنون کو حسب ضرورت امداد دینے کیلئے بالکل تیار بازارون مین کہڑی تہین۔ راٹیر ایجنسی کے کارندے یونین جیک (انگریزی علم) کے سایہ مین خوش خوش ادہر اودہر پہر رہے تہے۔ انگریزی علم ہمارے سرون پر لہرا رہا تہا۔ اگر یونانی جہاز شہر پر گولہ باری کرتے تو ہم فی الفور انگریزی کشتیون پر سوار ہو کر انگریزی اگنبوٹ "ڈرایڈ" پر چلے جاتے اور پہر اس انگریزی سرزمین سے بالکل محفوظ و مطمئن خاطر اس دلچسپ نظارہ کی سیر کرتے۔

"ورینولا ادہم پاشا نے وولو کے اون چار قونصلون کی معرفت جو اونہین بمقام ویسٹینو ملنے گئے تہی یونانی امیر البحر کو کہلا بھیجا کہ وہ وولو مین بامن و امان داخل ہونا چاہتے ہین۔ پھر نجیب بک کو سفید جھنڈا دیکر روانہ کیا گیا۔ مین اوسکے ہمراہ تھا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو اکے دکے باشندون نے باہر آکر نہایت ادب و احترام سے ہمارا استقبال کیا۔ دروازہ مین داخل ہونے تک لوگون کا ہجوم بڑہ گیا اور بالآخر ہمارے گرد بڑا مجمع جمع ہو گیا۔ سب کے سر ننگے تہے اور اداسی کی بجائے زیادہ تر خوشی اونکے چہرون سے ٹپک رہی تھی۔ دیمیتری بازار تک مجمع کی تعداد ہزارون تک پہنچ گئی پہلے پہل تو ہمین "ٹون ہال" کا پتہ نہ مل سکا مگر آخر میرا قواص جو یونانی بول سکتا تہا پوچھتا پاچھتا ہمین وہان تک لیگیا ہم نے اسمین داخل ہو کر کہا کہ ہم "برگو ماسٹر" (شہر کی مجسٹریٹ و میر مجلس میونسپلٹی) کو ملنا چاہتے ہین۔ مگر وہ نملا تہوڑے سے انتظار کے بعد ایم گوئی جو برگو ماسٹر کی عدم موجودگی مین قائمقامی کرتا ہی پہنچ گیا۔ نجیب بک نے اسے مارشل کا اعلان دکھایا۔ اسمین ادہم پاشا نے یہ لکہا تہا کہ شہر کے تمام باشندے ترکی پناہ مین لیئے گئے ہین اور اونکی جان و مال کی حفاظت کیجائے گی۔ وہ حسب دستور سابق بامن و امان اپنے اپنے روزگار مین مصروف رہین۔

"جب ماسیو گوئی اعلان کو پڑہ چکا تو ہم سب اُسی آواز بلند لوگون کو سنانیکے لیئے جہروکہ پر آگئے مینے مدت العمر مین پہلے کبہی ایسا رقت انگیز نظارہ نہ دیکہا تہا۔ ہم نے زرد رو اور اوپر کو اوٹہائے ہوئے چہرون کا متلاطم سمندر دیکہا۔ جو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنیوالی الفاظ کو سُننے کیلیئے چون گوش روزہ دار بر آواز اللہ اکبر عجب بصیری کے ساتھہ منتظر کہڑے تہے۔ قائمقام نے اعلان کو بلند پڑہنا شروع کیا۔ مگر اوسکی آواز ایسی پست تھی کہ کوئی مطلب نہ سمجہہ سکا۔ لوگون نے پکارنا شروع کیا "بلند آواز سے پڑہو۔ ہم کچہہ نہین سن سکتے تہے" اسپر ماسیو گوی نے از سر نو پہر شروع سے بآواز بلند پڑہنا شروع کیا۔ اور اس دفعہ مطلب لوگون کے ذہن نشین ہوتا گیا۔ اور جب اونکو اعلان کا مدعا معلوم ہوگیا تو کل انبوہ نے بے اختیار خوشی کی ایک لمبی سانس لی اور پہر یکبارگی سب بیساختہ نہایت جوش و خروش کے ساتھہ پکار اُٹھے "خداوند کریم سلطان کی عمر دراز کرے۔ ترکو۔ دیر تک سلامت رہو" اعلان کے پڑہے جانے کیوقت ہمین تین یونانی جنگی جہازون کی سیاہ شکلین بندرگاہ مین دکھائی دیتی رہی تھین۔ یونانی امیر البحر کا ابھی تک جواب موصول نہین ہوا تھا۔ اسپر نجیب بک نے مجہے اور دو اور نامہ نگارون کو یونانی کمانڈر کا فیصلہ معلوم کرنیکے لیئے اوس کے جہاز پر بھیجا۔ لیکن ہمین گھاٹ پر ہی دول اجنبیہ کے جہازون کے کپتان امیر البحر کا پیغام لئے آتے ملگئے۔ اوسنے کہلا بھیجا کہ "جب تک مجہے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ ترکون نے فی الواقع بامن و امان شہر پر قبضہ کیا ہے مین بندرگاہ مین رہونگا" یہ سنکر نجیب بک نے سپہ سالار کیطرف سے جواب دیا کہ "سلطان المعظم کی افواج ایسے شہر کے باشندون کی جنسے اطاعت قبول کرلی ہو حفاظت کرنا اچھی طرح سے جانتی ہین۔ پولیس کے فرائض ادا کرنیکے لیئے صرف ایک پلٹن شہر مین داخل ہوگی۔ باقی فوج باہر خیمہ زن رہیگی۔ امیر البحر براہ مہربانی تشریف لیجائین۔ ورنہ ہم اوسکی موجودگی سے جو نتائج پیدا ہونگے اونکے ذمہ دار نہین ہونگے" +

فصل دوازدہم (۱۲)

جنگ ڈوموکوس مارشل ادہم پاشا نے ۱۴ مئی کو فرسالہ مین اور اوسکے اردگرد زبردست جمعیت فراہم کرلی۔ اس کے علاوہ میمنہ و میسرہ مین بمقام تریکالہ[1] و ولسٹینو ایک ایک زبردست ڈویژن موجود تہا۔ پندرہ مئی کو ہیڈکوارٹر کے افسرون نے غنیم کی پوزیشن کی گرد آوری کی جس کے دوران مین اون کو معلوم ہوا

[1] اس کی فتح پر ادہم پاشا نے جلالت مآب کیخدمت مین ۲۹ اپریل کو یہ تار ارسال کیا تھا:- آج ۲۹ اپریل کی شام کے ۶ بجے تریکالہ کو فوج ظفر موج نے فتح کرلیا۔ اور شہر مین داخل ہونیسے پہلے خبر ملی کہ یونانیون نے دو سو دائم الحبس قیدیون کو رہا کردیا۔ اور ۲۰ ہزار بندوق معہ دیگر سامان حرب کی اہالیان شہر کو بدیغرض حوالہ کرکے چلتے ہوئے کہ اون سے ترکون کا مقابلہ کرین (باقی دوسرے صفحہ پر)

کہ ۱۰ ڈوسوکوس کے شمالمین ایک نہایت مضبوط موقعہ پر قائم ہے۔ اوسکی پوزیشن کا سامنا چھ میل مین پھیلا ہوا ہے اور چاروں طرف مورچون اور رُپلی گڑھونکی چھ قطارین اوپر نیچے تیار کر لیگئی ہین۔

۱۷ مئی کو اس پوزیشن پر حملہ کرنیکا حکم صادر ہوا۔ اور مندرجہ ذیل افواج کو پیشقدمی کی ہدایت کیگئی۔ بجانب یمنہ خیری پاشا کا ڈویژن ایک کالم مین ڈوسوکوس کی شاہ راہ کے دائین ہاتھ پر بڑھی۔ عزار یکر یلر کے رستہ سیوریا اور سکارتسا کو اور نشاط پاشا کا ڈویژن جس مین تین بریگیڈ کر دیئے گئے تھے۔ ایک کالم مین شاہ راہ کے دونون طرف اگر طرح پر۔

قلب مین حمدی پاشا کا ڈویژن جس مین دو بریگیڈ تھے۔ دو کالمون مین شاہ راہ کے شرق مین ورسیا۔ ورواتی سکاریا۔ اور کرد سوباکو رستہ پر نباری پر بڑھے۔

میسرہ پر ممدوح پاشا کا ڈویژن قرہ چالی (کرتسالی) اور گرگلی کے رستہ غینہ کے یمنہ اور خط مراجعت کی طرف جائے اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین رہکر پیشقدمی کرے۔

حملہ کی تاریخ سے ایکدن پہلے یعنے ۱۶ مئی کو حقی پاشا کو مالیروس پر پیشقدمی کرنیکا حکم ملچکا تھا تاکہ وہ ستروئی کو پار کرکے شمال مغرب مین قرہ داغی کے قرب وجوار مین غنیم پر ایک ساتھ حملہ کرنیکے لیے نئی کل فوج حسمیت اوسمہ پاشا کا اگر ماتھ بنائے۔ میجر فاکنر وان سونن برگ کی یادداشتون کے مطابق جسپر جرمن گورنمنٹ نے باضابطہ طور پر حالات جنگ کی خبر دینے کے لیے ترکی فوج مین بھیجا ہوا تھا۔ اون تینون ڈویژنون نے جنہون نے ایک ساتھ غنیم پر حملہ کرنا تھا۔ ۱۷ مئی کو علی الصبح چار اور پانچ بجے کے درمیان حرکت کی۔ میجر موصوف کی تحریر کردہ حالات باقی کل نامہ نگارون کی تحریرون سے صفائی بیان۔ عملی تجربہ و مہارت۔ سلاست و وضاحت اور اہم معاملات کو نظر انداز نہ ہونے دینے مین بہت ہی فوقیت رکھتی ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۶) یکیدان (کمانڈر) پہلی فریق کا خیری پاشا شہر مین داخل ہوا۔ اور یہ اشتہار شائع کیا کہ ہم گھٹھو کے اندر جو شخص آلات حرب ہماری تحویل مین نہ دیگا وہ سزا پا دیگا اور نیز جس کے پاس نوٹ وغیرہ ہوگا جس کو اُنکی اطلاع ہوئی حاضر کرے۔ ورنہ اخفا کرنے والا بھی مستوجب سزا ٹھہرایا جاویگا"

قصبہ مذکور اور قصبہ قاریچہ کے کل باشندون نے بلا تمیز مذہب و قومیت سزاء دوں کے پاس اپنی دنون اپنی حالت اور ظلم کے متعلق حسب ذیل عریضہ ارسال کیا۔ پندرہ سولہ برس سے ہم لوگ یونان کے دست تظلم سے تنگ آ رہے ہین کہ ہم پر روز تعدی سے سخت مجبور ہو گئے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ جب یونانی لشکر ترکون کے ہاتھ سے ہزیمت اٹھا کر فرار ہونے لگا تو بھاگتے بھاگتے ہی ہمارے سرسبز کھیتون اور ہر قسم کے مال و اسباب کو تباہ و برباد کرکے ہمکو بے عزت کیا۔ ہر چند ہم چیختے چلاتے رہے لیکن انکی یہ زیادتی پر کوئی متوجہ نہین ہوتا۔ یہان تک کہ ترکی لشکر آپہنچا اور تب ہمکو امان ملی۔ یہ قوم ہماری زندگی کی محافظ ہماری ناموس اور مال و متاع کی نگہبان ہے۔ ان اور حفظ صحت کیلئے پوری پوری سائی ہوئی۔ پس ہماری درخواست ہے کہ ہماری ہر دلعزیز حالت اور ترکی لشکر کے ترحم اور سلوک کی حکایت اپنے اپنے بادشاہون کو سنا کر عرض کرین کہ آیندہ ہمیشہ کیلئے ہمکو یونانی گورنمنٹ کے حوالہ نکرین۔ اور اوس کے دست تعدی سے نجات دلانے مین سائی ہون۔

دس بجے صبح کے وقت خیری پاشا کے ڈویژن کا ہراول عین انتہائی میمنہ پر بمقام سیویا غنیم کے سر پر پہنچگیا۔ اگرچہ وہان یونانیونکی ایک تھوڑی سی کمزور و نحیف اور بوسیدہ کیولری موجود تہی۔ مگر خیری نے اونکے مقابلہ کیلئے ایک سالم انفنٹری رجمنٹ کو صف آرا کیا۔ اوسطرح نہایت قیمتی وقت کا ایک گھنٹہ ضائع کیا گیا۔ کیونکہ اس صف آرائی اور فضول تیاری کیوجہ سے وہ گیارہ بجے سے پہلے سیویا پر قابض نہ ہوسکا۔ حمدی پاشا کے ڈویژن کا ہراول بھی دس بجے کے قریب دشمن سے گتھ گیا۔ اوسطرف سے شام تک آتشباری کی آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ قلب مین حمدی، نشاط اور نیز میمنہ پر خیری پاشا کو اوسدن حسب ذیل صورت پیش آئی۔ نشاط کے ڈویژن کا ہراول غنیم کی پوزیشن کے سامنے جو ڈوموکوس کے مقابل تہی۔ دوپہر کے قریب پہونچا اور سوا بارہ بجے غنیم کی سب سے بالائی صف نے چار انچ قطر کی چار کرپ توپون سے اوسپر گولہ باری شروع کردی۔

خیری پاشا کے ڈویژن نے سیویا کو فتح کرنیکے بعد نو بجے کے قریب غنیم کی چار پلٹنون اور کئی میدانی باتریون سے جو سفلاری اور بالانتہی کی درمیانی بلندیون سے اوتر کر میدان مین صف آرا ہوئی تہین نبرد آزمائی شروع کی۔ یہ بلندیان ڈوموکوس کے قریب بائین ہاتھ واقع ہین۔ اوسیوقت یونانیون کی دوسری صف نے نشاط کی فوج پیدل پر تین باتریون سے گولے برسانے شروع کردیئے۔ سوا تین بجے نشاط کی ہراولی باتری کمال شجاعت کے ساتھ پیشقدمی کرکے یونانی توپخانہ سے ۲۸ سو گز کے فاصلہ پر پہنچگئی۔ ساڑہے تین بجے دوسری ترکی باتری اوسے جاملی۔ اور چار بجے تک وہان ۱۱ باتریان جمع ہوگئین۔ جو ترکی قلب سے یونانیون پر رات پڑجانے تک مسلسل گولہ باری کرتی رہین۔

تین بجکر ۴۰ منٹ پر نظام بریگیڈ (یعنے ایڈریانوپل کی ۱۴ وین و پندرہوین رجمنٹین) جو ماسر رائفل سے مسلح تہا۔ یونانیون کی چہارم، سوم، دوم و اول صفوف کی انفنٹری پوزیشنون کے اوس موقعہ پر جہان یہ صفین یا مورچونکی قطارین آپس مین ملکر اندر کیطرف زاویہ بنا رہی تھین حملہ کرنیکے لیئے ناقابل اعتبار و حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اسطرح بڑہا کہ کہی تھوڑی دیر کیلئے ٹہیر جاتا۔ پہر یکبارگی تیزی کے ساتھ دوڑ کر کچھ فاصلہ طے کرلیتا۔ حملہ کیلئے صرف ایک رجمنٹ صف آرا ہوئی۔ دوسری ریزرو مین رہی۔ پیشقدمی سڑک کے دائین ہاتھ کے علاقہ مین سے کیگئی۔ جب حملہ کنندہ بریگیڈ یعنے رجمنٹ نے ۹ سو یا ایک ہزار گز کا فاصلہ طے کرلیا تو اوسپر توپی و رائفلی آتشباری کی اندہا دہند بارش شروع ہوگئی۔ غنیم کی پوزیشن ابھی تیرہ سو گز کے فاصلہ پر تھی جسے اس رجمنٹ نے بلا کمک و امداد طے کرنا تھا۔ غنیم کے بے انتہا غلبہ و فوقیت کے باوصف یہ شجاع رجمنٹ مردانہ وار آگے بڑہتی گئی حتی کہ غنیم صرف چار یا پانسو گز کے فاصلہ پر رہ گیا۔ وہان پہنچکر رجمنٹ مذکور بے نظیر استقلال و ثابت قدمی سے اپنے موقعہ پر قایم ہوگئی۔ ایک مستقل نے پیٹھ نہ موڑی اور سب کے سب تاریکی پڑجانے تک ایک قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹی۔ اس رجمنٹ مین چھ چھ سو آدمیونکی چار پلٹنین تھین جن مین سے چھ سو اور آٹھ سو کے درمیان اس ہلہ مین شہید ہوئے۔

شام کے چھ بجے کے قریب اب پہلی مرتبہ بریگیڈ کی دوسری رجمنٹ اپنی رفیق رجمنٹ کی مدد کیلئے آگے بڑہائی گئی۔ تب تک ایک سپاہی بھی حالانکہ اوس کے اسقدر آدمی ضائع ہوچکے تہے۔ اوسکی مدد کو نہ بھیجا گیا تہا۔ وہ بنو آخیری نے بھی بالآخر غنیم کو اپنے سامنے سے

پسپا کرکے نشاط کے سمینہ پر اپنی فوجکو از سر نو صف آرا کیا اور اوہر نشاط کے دوسرے ڈویژن نے پوزیشن کو فتح کر لیا۔ شام کو سات بجے کے قریب نشاط کا تیسرا بریگیڈ صف آرا ہو کر آگے بڑھا۔ ترکوں کو یقین تھا کہ یونانی انکے حملہ کے جواب مین متذکرہ صدر حصّون پر بالمقابل دھاوا کرینگے۔ اور اسی بالمقابل حملہ کو روکنے اور اُسکا مقابلہ کرنیکے لیئے تیسرا بریگیڈ آگے بڑھایا گیا تھا۔ مگر یہاں یونانیون نے کوئی حملہ نہ کیا۔

توپی مبارزت تاریکی کے بعد تقریباً ساڑھے نو بجے بند ہوئی۔ یونانیونکی پوزیشنون مین ساری رات آلاؤ جلتے رہے مگر صبح کی صبحکو معلوم ہوگیا کہ وہ تمام موقعے چھوڑ کر رفو چکر ہوگئے ہین۔ اور یہان بھی نہ تو مین پیچھے چھوڑ گئے ہین۔ اونہین اس لیئے پسپا ہونا پڑا۔ کہ مدوح پاشا اونکے بازو پر پہونچگیا تھا۔

حمدی پاشا کی ڈویژن کا مقابلہ دن بجے کے قریب وردالی کے قرب وجوار مین ہوا۔ جہان سے اُسنے یونانیون کو دستہ مقدم کو اپنی بڑی اور اصل پوزیشن کیطرف ہٹا دیا۔ اس ڈویژن نے کسیقدر تساہل اور سستی کے ساتھ حرکت کی۔ گرشار کے قریب وہ پوزیشن تک پہونچ جانیمین چوبیس گھنٹے کا میاب ہوگیا۔ اور اسی کی رات کو یونانی میمنہ پر شب باش ہوا حمدی کا ہمایہ میسرہ پر مدوح پاشا تھا جو صبح کے وقت غنیم کو سیاٹما سے نکالکر پھر گرگل پہنچگیا تھا۔ اور اسطرح درہ نور کا سے وہ بھی کسیقدر فاصلہ پر تھا جنمین فاصلہ کر یونانی ہے۔ اور اسی امر نے یونانیون کو اوہ اسی کی درمیانی رات کو ڈوموکوس سے چلدینے پر مجبور کیا۔ مگر چلتے ہوئے ترکون کو دھوکا دینیکیلئے آلاؤ وغیرہ روشن چھوڑ گئے جن کی روشنی سے اس مرتبہ بھی ترکون کو بھاگ جانیکا دھوکا ہی سمجھتے رہے کہ یونانی برابر موجود ہین۔ اونکو کہین صبحکو پانچ بجے اسبات کا نتیجہ علم ہوا۔ کہ یونانی پوزیشنین خالی پڑی ہین۔

یہ خاکسار نے اس لڑائی کے حالات متذکرہ صدر نوجیانہ اختصار کے ساتھ تحریر کیئے ہین جنکو تقابلہ پر ڈوبلی نیوز کے نامہ نگار کی مطول و مشرح و مجسم تحریر کا درج کر دینا مناسب نہ ہوگا۔ نامہ نگار مذکور یونانی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تھا۔ اوہ اسی کی لڑائی کی کیفیت قلم بند کرتے ہوئے وہ تحریر کرتا ہے کہ یونانیون کو یقین تھا کہ اب اور لڑائی نہین ہوگی اور دربالمن اونکو توقع تھی کہ زبقین مین نامہ وپیام شروع ہوگیا ہے جسکا نتیجہ التواے جنگ ہوگا۔

نامہ نگار مذکور جب یونانی لشکر مین پہنچا تو اُسنے فوجکے قلب مین صورت حال نہایت ہی ابتر پائی۔ سپاہی بے ترتیب خستہ حال بارش اور کوہی سردی مین بے پناہ فرش خاک پر لیٹے ہوے تھے۔ خیمون کا سایہ اور بچاؤ بھی اونکے لیئے موجود نہ تھا۔ ٹرکین گاڑیون سے جنپر مجروح۔ اسلحہ اور سامان و گولہ بارود لادا جاتا تھا الٹی ہوئی تھین۔ اور تمام کمال بیچارگی کے ساتھ دشمن کے پہنچنے سے حتی الامکان فوراً فرار ہونیکیلئے ادہر اوہر دوڑ رہے تھے۔ ریزرو آرٹلری توپین ترکون کے رستہ جو خاصی دیر کی چوٹیون پر سے ہوتی ہوئین فوراً سے جنوب کو آتی ہین۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ انمین سے مغرب کیطرف کی مواضع ریاقصی و نزہ زالی سے درمیانی موضع تاتارلی سے ارشرقی قزلار سے گذرتی ہے۔ آخر الذکر معرکہ کو رستہ جو ترکی کالم چلا آرہا تھا اور سے جنرل حسونکی کے دستہ کو جدید کی فوج سے منقطع اور یونانیون کے میمنہ کو معرض خطر مین ڈالنیکا حکم تھا۔

ولیعہدان پہاری سلسلون مین ہی ایک کہ لاوڑے اور ڈہلوانون پر جو جبال کاسی دیاری سے بجانب جنوب یا تین میل تھا۔ موضع ڈودمو کو اسی سلسلہ کے وسط مین ہی اور اوس سے چند میل بجانب شرق کت تیری اور کیتھی کی ہین۔ یونانی سیر وہ اگوریانی کے دہانہ پر قابض تھا۔ لامیہ فرسالہ کی ریسے لائین اس درہ مین سے بن رہی تہی۔ یونانیون کے اس بازو کو درہ مذکور کے چھین جانیکا اندیشہ تہا۔ یونانی پوزیشن نعل کی شکل مین تہی۔ جسکا دایان بازو دوسرے سے چھوٹا تھا جس کراوہ پر یونانی سیرہ (پاخبرار پیدل) قایم تھا۔ اوسکی بلندی پر تین کوہی بانریان نصب تہین۔ پوزیشن کے قلب یعنی بقام ڈودمو کو سر اور متصل پہاڑیون پر جو بندیج میدان کیطرف ڈہالی کھاتی ہین۔ دو میدانی توپیان۔ چند کوہی توپین اور بارہ سو یکہ پیدل فوج موجود تھی مینہ پچاسیدانی توپان اور چند کوہی توپین جایجا منتخب جگہون پر تین توپین اور ۱۵ زنبورہ ہزار فوج پیدل بھی تہی۔ یہ سب کا علاوہ ہزار انتشری ڈودمو کوس کے مغرب مین ایک پہاڑی شاخ کے ڈہالہ پر ریزرو مین تھی۔ اور دو چہوٹی قطر کی کرپ توپین بھی مندرجہ بالا توپ خانہ سے علاوہ تہین۔ اونمین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تہی۔ اور دوسری ڈودمو کوس کی شرق کیطرف کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سے کل میدان زدمین تھا۔ الغرض یونانیون کی کل جمعیت ۲۵ و چالیس ہزار کے درمیان تہی یا پنسو سوار بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ ترکی فوج حملہ آور مین غالباً پچاس ہزار آدمی تہی۔ جنرل ماروسیکا لیس یونانیون کے قلب کا اور ماکریسی میمنہ کا کماندر تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہی۔ دہوپ کی روشنی مین ڈودمو کوس کی بلندیون سے ترکی پیشقدمی کا نظارہ نہایت ہی شاندار اور دلفریب تہا۔ پانچ رسالہ فوج پیدل کو آگے آگے جوبل کھاتی ہوئی قطارون مین آگے بڑہی آرہی تہی۔ سرپٹ گھوڑے دوڑاے چلے آرہے تہے تہوڑی ہی دیر بعد دو ہزار ترکی باتریان نئی فوج پیدل کی مزید پیشقدمی کو دشمن کی آتشباری سے بچانے کیلیے یونانیون کی پوزیشن کے بالمقابل ایک موقعہ پر کہڑی ہوگئین۔ ادہر دونون کرپ توپون نے اپنی کل توپخانہ کو گولہ باری شروع کرنیکا اعلان کردیا۔ اور دونون طرف سے دہوان دار گولہ باری شروع ہوگئی جسکی تیزی مین ہر لحظہ اضافہ ہوتا گیا۔ یونانیون کو ترکون پر صرف یہی فوقیت حاصل نہ تہی۔ کہ وہ بلندسطح پر تہے۔ بلکہ اونکو گولندازون نے گوشہ چندون مین کل مسافتون کا نہایت احتیاط کے ساتھ اندازہ کرلیا ہوتا۔ چنانچہ اونکو اپنی توپون کی شست درست کرنے مین کوئی دقت پیش نہ آئی توپخانہ کی آتشباری کے علاوہ کوہستانی رائفل بردار اور نیزہ بازی بہی لیفلی گرہون سے بہم گولیونکی بوچہار برسا رہے تہے۔

جنگ کا شعلہ آناً فاناً ایک سرے سے دوسرے سرے تک کل صف مین پہیلگیا۔ اور دونون طرف کے توپ خانہ نے رعد آسا گرجنا شروع کردیا۔ یونانیونکی آتشباری زیادہ موثر تھی کیونکہ ایک تو اونکے گولندان باطمینان محفوظ جگہ سے توپین چلا رہے تہے دوسرے اونکو اپنی توپین اِدہر اُدہر ہٹانے کیضرورت نہ تھی۔ پناہ بین ترکی سکرشتون اور اونکی مدد کنندہ دستون کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ سہ پہر کے چار بجے کے قریب ترکون نے پہلے سے زیادہ ثبات و مردانگی سے یونانی میمنہ پر حملہ شروع کردیا۔ ترکی باتریان خبرہ کے دونون بازوون پر نمودار ہوکر آہستہ آہستہ آگے بڑہنے لگین۔ اور ساتھ ہی انکی پناہ مین فوج پیدل نے

متوازی صفون مین باتریون سی بجانب غرب قابل تعریف استقامت و عزم و لاورانہ کے ساتھ اون مورچون پر جہان اویزونی اور اطالین والنٹیر قابض تھی آتشباری کرتے ہوئے آگے بڑہنا شروع کر دیا۔

اطالین مجاہدین کا اصل کمانڈر ریکونی گاڑی بالڈی اوس وقت غیر ملکی یونانیون کی پلٹن مین تہا اور اُسکی جگہہ سپہ سالار برسر کمان تھا۔ یہ مجاہدین اویزینون کی کمک کیلئے ان مورچون کے پیچھے گئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر لڑائی نہایت حدت اور تیزی کے ساتھ ہوئی۔ ترک بینظیر استقلال و پامردی سے آگے بڑہے آرہے تھے اور ادہر اطالین اونپر کمال اطمینان و استقامت کے ساتھ گولیون کی سچ مچ تابڑ توڑ بارش کر رہے تہے۔

نامہ نگار اطالین مجاہدین کی شراب فروش عورت کی جو اس وقت تیمارداری کا کام کر رہی تھی بہت تعریف کرتا ہے وہ لکہتا ہے کہ یہ چھوٹی سی پھرتیلی عورت جو کمال لاپروائی کے ساتھ گولون اور گولیون کی مسلسل بوچھار مین پھرتی رہی جونہی کوئی زخمی ہو کر گرتا جھٹ اوسکی مدد جا کرتی جس کے پاس کارتوس ختم ہو جاتے اوسے کارتوس پہنچا دیتی۔ اور خود سب طرح سے محفوظ مصئون ہو رہی۔ سرخ جاکٹ نے اسکی ملاحت و دلفریبی کو اور دوبالا کر دیا ہوا تھا۔

درینولا ترکی میسرہ بتدریج آگے بڑہا چلا آرہا تھا۔ اور اونکی قلب نے بھی بڑہنا شروع کر دیا تھا جنرل مارومیکالیس نے جہٹ پٹ تین ہزار آدمی ریزرو فوج سے ڈوموکوس کی پوزیشن کے استحکام کیلئے بھیجدیے۔ اوس وقت کل یونانی فوج مصروف کارزار تھی۔ ترکون نے یونانیون کے میسرہ پر بھی درہ اگوریانی کو چھیننے کیلئے نہایت تیزی کے ساتھ دہاوا کر دیا ہوا تھا۔ شام کے سات بجے لڑائی دونون طرف سے مدہم پڑ گئی اور غروب آفتاب تک بتدریج بالکل بند ہو گئی۔ صرف دونون کرپ توپین ترکی صفون پر گولے برساتی رہین۔ کہ اتنے مین یکبارگی یونانی کیولری جسنے لڑائی مین بہت کم حصہ لیا تھا میدان سے نکلکر درہ فورکا کی سڑک سڑک پیچھے ہٹی جاتی دکہائی دی۔

اس وقت تک اون تمام لوگون کا جو لڑائی کو یونانیون کی صف کے قلب سے دیکھتے رہے تہے یہی خیال تھا کہ حملہ آور اپنی شجاعت و کثرت کے باوصف یونانی پوزیشنون کی صف کو نہین توڑ سکے۔ اور لڑائی کا قطعی فیصلہ کرنیکے لیے کل بھی ضرور لڑائی ہوگی یہ شاہد اس امر پر بھی متفق الرائے تہے کہ جس استقامت و پامردی کے ساتھ نوعمر سپاہی اور وہ لوگ جو باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ آج لڑے ہین۔ وہ واقعی بے انتہا تعریف کی مستحق ہے۔ مگر درین اثناء ترکون نے کثرت تعداد کی طفیل سہ پہر کے دو اور تین کے درمیان یونانیونکی انتہائی میمنہ کو جو کیتی کی مین تہا پلٹ دیا تھا۔ اور وہانکی سپاہ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد موضع بوزی کیطرف ہٹ آئی تھی۔ وہان پہنچکر جنرل ماکریسی نے کمک کے پہنچ جانے تک جسکے لیے اوسنے سخت تاکید کر بھیجی تھی دشمن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر کمک کے نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ زیادہ دیر موضع مذکور مین نہ ٹہیر سکا۔ اور بسرعت تمام واپس ہٹ آنے پر مجبور ہو گیا۔ رات کے آٹھ بجے اوسکی فوج مین ایسی بہاگڑ پڑ گئی کہ ڈوموکوس کی پوزیشن پر قایم رہنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ ماکریسی کی پسپائی کی خبر سنتے ہی کل فوجکو مراجعت کا حکم دیدیا گیا۔ فرسالہ اور ٹرنادوس کی مراجعت کیطرح اس مراجعت کے وقت بھی رستہ چلنا مشکل ہو رہا تھا

سڑک گودام و سامان حرب کی چھکڑون مجروحونکی گاڑیون اور ٹرانسپورٹ و کمسریٹ کی جانورون وغیرہ سے ہی نہین رکی ہوئی تھی۔ بلکہ ہزارون باشندے بھی اس خوف سی کہ ترکون کے قابو مین آجانے پر اونکی بڑی گت بنیگی۔ سراسیمہ وار دوڑے چلی جا رہی اور پریشانی و بے ترتیبی کو اور زیادہ پریشان بنا رہی تہے۔

انگریزی نامہ نگار کی تحریر مین جو اسلیئے بیشک بہت دلچسپ ہی کہ اوسنے بچشم خود ڈوموکوس کی لڑائی کا مشاہدہ کیا۔ یہانتک تو یونانیونکی بہت تعریف کیگئی ہے اور ایسا کرنیمین اوسپر طرفداری کا الزام بھی وارد نہین ہوسکتا۔ اُسنے وہی کچھ دیکھا جو قلب مین گذرا۔ اور یہہ مسلمہ امر ہے کہ اوس موقعہ پر ترکونکی نسبت یونانی بہت کچھ فائدہ مین تہی۔ اور اونکو اپنی پوزیشن کے طبعی و مصنوعی استحکام کی وجہ سے ترکون پر بہت فوقیت حاصل تھی۔ نامہ نگار مذکور اپنی تحریر کے خاتمہ پر ولیعہد کی متعلق ..... تحریر کرتا ہے کہ وہ ایک متصلہ پہاڑی کی چوٹی سے ایک مکان کی جھروکے سے جہان اُسکا ہیڈ کوارٹر تھا لڑائی کو دیکھتا رہا۔ اور پھر صبح آئندہ کو گاڑی پر سوار ہوکر کچھ سوارون کو اردل مین لیئے ہوئے تاراتزا کو روانہ ہوگیا۔ رستہ مین لامیہ نہ ٹہیرا۔ جہان اُسی بلحاظ حالات موجودہ اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کرنا چاہیئے تہا۔

۱۸ مئی کو ترکون نی سامنے کیطرف سی ڈوموکوس پر قبضہ کرلیا۔ جہان اُنہین اسلحہ[1] و سامان حرب کی مقدار کثیر دستیاب ہوئی میمنہ و قلب یعنی خیری نشاط و حیدر کے ڈویژن ڈوموکوس سے گذر کر جھیل زینیاس کی میدان مین داخل ہوئے یہہ میدان ڈوموکوس سی بجانب جنوب ہی۔ اور ڈوموکوس سے اُترکر اوس مین داخل ہوتے ہین۔ وہ ڈوموکوس کی متصلہ پہاڑیون کو واقعی جبال اوتھریس سے جدا کرتا ہے۔ ان پہاڑون پر سے میدان لامیہ کو جو درے جاتے ہین۔ اون مین سب سی اہم درہ فورکا ہے۔

۱۸ کی شام کو ممدوح اور حمدی کے ڈویژن درہ کی سامنے ایک دوسرے سی ملاقی ہوئے۔ اوسپر یونانی ابھی تک قابض تھی جنکو جزوی لڑائی کے بعد ترکون نے شمالی سرے سی درہ کی اندر دھکیل دیا۔ ۱۸ و ۱۹ مئی کی درمیانی رات کو حمدی کی ڈویژن کی تین پلٹنین غنیم سے بالکل متصل بعیدی چوکی کے فرائض پر مامور رہین۔ ترکی فوج کی ہیئت عمومیہ اس وقت حسب ذیل تھی:۔ خیری۔ نشاط اور حیدر کے تینون ڈویژن ڈوموکوس اور دروینی کے درمیان تھی۔ حمدی اور ممدوح کی ڈویژن انسی آگے دروینی پالاماس اور فورکا مین بشکل مثلث قایم تہے۔ یہ دونون ڈویژن بالخصوص ممدوح پاشا کا جو میسرہ پر تھا مغرب کیطرف بہت آگی نکلجانے کیوجہ سے باقی فوج سے ایکطرح سے بالکل جدا ہوگیا تہا۔

[1] محاربہ ڈوموکوس مین ترکون کو زینون۔ دردیون اور سامان جنگ و رسد کے علاوہ حسب ذیل غنیمت ملی۔ بارہ قلعہ شکن توپین ۱۰½ سنٹی میٹر یعنے (۴½ انچ قطر کی) چھ کوہی توپین ۷½ سنٹی میٹر (۳ انچ قطر کی) ۹۵ گاڑیان گولہ بارود ڈہونیکی۔ ۳۴۳۱۸ چھوٹے بڑے گولے۔ بارہ ہزار صندوق رائفلی کارتوسون کے ۳۶۱۹ گراس قسم کی رائفلین۔ اور ۹۶ گاڑیان باربرداری کی۔

* * * * *

۱۹ مئی کو علے الصبح حمدی کرڈویژن کی ہیڈ ہی چوکیوں کو معلوم ہوگیا کہ درہ فور کا خالی پڑا ہے جیپر شاہ راہ کو رستہ لاسیہ کیطرف فوراً فوراً مشیقدمی کیئے جانیکا حکم صادر ہوگیا۔ ۱۹ مئی کی دوپہر کو بالکل اچانک اور غیر متوقعہ طور پر دشمن سے ایک اور مقابلہ ہوگیا۔ جبال اڈھرس کی جنوبی شاخوں کے آخری سلسلہ کے مقام تارا تسامین جو لاسیہ سے دو میل شمال میں ہے غینم کی دس پلٹنیں سوار و پیادہ تین بادیوں کے ایک نہایت مستحکم موقعہ پر متصرف پائی گئیں۔ درہ فور کا سے مراجعت کر جانیکے بعد غینم کی یہ نئی و تیز جنگی لحاظ سے کسیطرح سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کیونکہ اگر یونانیوں کا منشاء مزاحمت کرنیکا تھا تو سترض کیلئے لاسیہ کے متصلہ علاقہ کی نسبت درہ فور کا بدرجہا زیادہ مناسب دکار آمد تھا۔ اوس کا قرب و جوار کی طبعی بناوٹ سے اون کو مدافعت میں زبردست مدد مل سکتی تھی۔ مزید برآں اس پسند کردہ پوزیشن سے لڑائی شروع ہوجانیکے بعد مراجعت کرنا ایسا مشکل تہا کہ عقل کبھی باور نہیں کرسکتی تہی کہ یونانی دمان جمکر مقابلہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ پسپائی کے وقت اون کو لاسیہ کے میدان سے گذرنا پڑتا۔ جہاں ترکی باتریاں جو یقیناً بلندیوں کے آخری سلسلہ پر نصب کردیجاتیں اونکو فوراً تباہ کردیتیں۔ یہ معاملہ اس لحاظ سے بھی نہایت حیرت انگیز ہے کہ یونانیوں کو جنہوں نے ان کی تاریکی سے فایدہ اڈہاکر مراجعت کرتے رہنے میں وقہی کمال کر دکھایا تہا۔ ایسی جرأت کہاں سے پیدا ہوگئی ہے کہ ایسی موقعہ پر مقابلہ کیلئے تیار ہوگئے ہیں جہاں وہ تاریکی سے پہلے باسانی بیدخل کردیے جاسکتے تہے۔

یہ بلا مبالغہ عقدہ لاینحل تہا مگر جیسا کہ میجر فاکنر نے لکھا ہے سقراط و بقراط کا حیران و ششدر ہونا کچھ دیر تک ہی رہا۔ چھ ترکی پلٹنیں جنمیں زیادہ تر البانوی تہے اور وہ سب سے آگے تہیں حملہ کیلئے صف آراء ہوگئیں۔ ترکی باتریوں نے موقعہ بموقعہ تایم ہونا شروع کردیا اور یونانیوں پر مسلسل آتشباری کی بوچھار شروع ہوگئی جو برابر دو گھنٹے ہوتی رہی۔ پیچھے سے لگاتار تازہ دم افواج کی کمکیں پہنچ رہی تھیں۔ اور سپاہی فہم حملہ کا تہیہ کر رہے تہے کہ یکبارگی سب کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ غینم کی مراجعت کا رستہ بند ہوگیا ہے اور پیازیجو کے قریب کل نقشہ یکلخت بدلگیا۔ ایک گاڑی جسپر سفید جھنڈا نصب تھا۔ اون یونانی صفوں کے قریب پہنچی جو یونانی فوجکو لاسیہ کیطرف بخیریت مراجعت کر جانیکا موقعہ دلانیکی غرض سے بطور وسیلہ عقب کام دی رہی تھیں جب اس گاڑی نے درمیانی فاصلہ کو طے کرلیا تو اوس میں لاسیہ کا گورنر زہروان حسن معہ چند افسروں اور اہلکاروں کے نیچے اُتر آیا۔ اونکے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص کام کو لیئے آئے ہیں۔ گورنر جسکا باپ شاہ آدھم کے ساتھ بویریا سے یونان گیا تہا۔ دراصل انگریز میں وکالت کا کام کیا کرتا تہا اور محاربہ کے شروع میں لاسیہ کا گورنر مقرر کیا گیا تہا۔ وہ یہ جرلایا کہ ترک نے صولاً التوائے جنگ کو منظور کرلیا ہے۔ اوسنے کہا مجھے ۱۹ مئی کی صبحکو تیھیرے اس امر کی باضابطہ اطلاع موصول ہوئی جس کے ساتھ مجھسے یہ درخواست کیگئی تھی کہ میں یونانی ہیڈ کوارٹر کو نے لغور اس سے مطلع کردوں۔ میں یہ خبر سنتے ہی جو گاڑی پہلے نظر پڑی اوسے بیگاری پکڑ لیا۔ اور اوس کی ایک گدی کا سفید غلاف پھاڑکر سفید جھنڈا بنالیا۔ ترکی ٹان کا فہرحلے سیف اللہ پاشا حسن اتفاق سے موقعہ پر موجود تھا۔ اوسنے گورنر کے پیغام کے جواب میں کہا کہ اس صورت میں آتشباری کو بیک نوٹس بند کردینا ضروری ہوگیا ہے۔ لیکن لڑائی کو باقاعدہ التوا کیلئے

ولی عہد کیطرف سی باضابطہ درخواست کا موصول ہونا ضروری ہے۔ فریقین مین کل گفتگو جرمن زبان مین ہوئی کیونکہ یونانی گورنر اور سیف اللہ دونون اس زبان کو کامل استاد تھے اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کا مطلب بہترین طور پر سمجھہ سکتے تھے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ شہزادہ بہادر اپنے میمنہ کے شکست یاب ہو کر پسپا ہو جانے پر ڈوموکوس کی مضبوط پوزیشن کے خالی کیئے جانیکا حکم صادر کرنیکے بعد سترہ مئی کی رات کو اسی گاڑی پر تارتسا کو ہٹ گئے تھے۔ وہان سی اُسنے اور جنوب کیطرف بمقام الاٹا اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا تھا چنانچہ اُسے التوائے جنگ کی منظوری کی خبر ۱۹ مئی کی دوپہر سے پہلے نہ ملسکی اس خبر کے موصول ہوتی ہی فی الفور چند ہیڈ کوارٹری افسر میدان کارزار کو بھیجدیئے گئے کہ ترکی کمانڈر سے طبقۂ حیادت کی تعیین کیلئے گفتگو کرین۔

چشم دید شاہدون کا بیان ہی کہ لڑائی کے التواء پر مصاف کنندہ صفون کا نظارہ بعینہ ویسا تہا جیسا کہ زمانہ امن کی تمرینات اور مشق و قواعد کے وقت "ہالٹ" (کہڑے ہو جاؤ) کے حکم پر فوج کا ہوتا ہی۔ دونون طرف کی سپاہی جو ابھی ایک دوسرے پر آگ برسا رہی تھے بسکٹون اور سگرٹون وغیرہ کی تحایف ایک دوسرے کو دینی کیلئی فی الفور ایک دوسرے کیطرف لپک پڑے اور جسطرح بن پڑا اشارون کنایون سے باہم بات چیت کرنے لگ گئی۔ ہر ایک کی چہرہ پر یہ مسرت آمیز طمانیت برس رہی ہی کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو گولیون کا نشانہ بنانے کی مجبوری سے آزاد ہو گئے ہین۔ اور بالعموم سب نی یہ رائے ظاہر کی کہ وہ لڑائی سے سخت آزردہ ہو رہی تھے۔ یہ طبعی انسانی خوشی کہ اب اونہین ایک دوسرے کو ذاتی دشمن نہین سمجھنا پڑتا۔ باقی سب جذبات پر غالب آ رہی تھی۔ اور التوائے جنگ کی ساتھہ ہی قومی بغض اور مذہبی منافرت بھی یکبارگی سرد و خاموش ہو گئی تھی۔

ترکون نے اس میل جول مین نہایت شرافت دکھائی۔ اونہون نے فاتح ہونیکا کوئی گھمنڈ نہ دکھایا۔ نہ یونانیون پر کسیطرح یہ آشکارا ہونے دیا کہ وہ اونکو حقیر سمجھتے ہین۔ برعکس ازین اون کی معمولی متانت و ثقاہت کے ساتھہ اوس وقت مردانہ شرم و حیا اور خود ضبطی بھی شامل ہو گئی ہوئی تھی۔ اور اون کے بشرون سے ہی صاف واضح ہو رہا تھا کہ خودستائی و فخر و مباہات کا اونکے دل و دماغ مین نام و نشان تک موجود نہین۔ نہ وہ کسیطرح اوس فوجکو جسے بدوران محاربہ ہر موقعہ پر اونہون نے شکست دی تھی کسیطرح بھی حقیر و ذلیل سمجھتی ہین ٭

فصل سیزدہم (۱۳)

درہ فورکا اور سلسلہ اوتھریس کے معرکے اور یونانی و ترکی افواج کے فوجی کارنامے

التوائے جنگ سے ماقبل کے دو تین دنون مین یونانی کمانڈر عجب مشکل مین مبتلا رہے۔ جنگ ڈوموکوس کے بعد ولیعہد ۱۸ مئی کو علے الصبح کل فوج سے جدا ہو کر تارتسا کو اور وہان سے ۱۹ مئی کو الامانا چلا گیا۔ ان دونون تاریخون کے معرکون مین اوسنے کوئی حصہ نہ لیا۔ اسکا یہی نتیجہ نہ ہوا کہ یونانی کمانڈر تذبذب مین پڑ گئے۔ بلکہ لامیہ مین بھی عجب تشویش اور بیحواسی چھا گئی جب وہانکے باشندون نے فوجکو قدرے بے ترتیبی کے عالم مین پیچھے ہٹتے آتے دیکھا تو اونکا حصہ کثیر باین یقین کہ اب ترکون کا مزید مقابلہ نہین ہوگا۔ اور کل علاقہ اونکے حوالہ کر دیا جائیگا۔ سراسیمہ وار شہر سے بھاگ گیا۔ اس متوحشانہ بھاگڑ مین باشندے اور اونکی گاڑیان فوجکے ساتھ خلط ملط ہو کر اسکی صفون مین گھس گئین جس سے فوجکے لیے رستہ چلنا مشکل ہو گیا۔ درہ فورکا کی مراجعت کیوقت یونانی فوجکی جو کچھ حالت تھی اوسکا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو جائیگا۔

بتاریخ ۱۸ مئی انفنٹری کی چوتھی رجمنٹ کو اوس درہ پر قبضہ کرنیکا حکم دیا گیا جو اندی نترا کے راہب خانہ کے قریب سلسلہ اوتھریس سے گذرتا ہے۔ عدم لیاقت یا وقت کافی نہ ہونے کی وجہ سے اس حکم کی بروقت تعمیل نہ ہو سکی جب رجمنٹ وہان پہونچی تو اُسنے ترکون کو درہ پر قابض پایا۔ آداب جنگ کا اقتضا تو یہ تھا کہ یونانی نے الفور غنیم پر حملہ کر کے اُسے وہان سے نکالدینے کی کوشش کرتے مگر یونانی ایسے بیوقوف نہ تھے کہ اپنی جانون کو یون ضائع کرتے۔ برعکس ازین اونہون نے قابل تعریف دانشمندی سے کام لیا۔ وہ غنیم کی شکل دیکھتے ہی پاؤن سر پر رکھکر بے تحاشا اوٹھہ دوڑے۔ اور جیسا کہ اس بدبخت محاربہ مین پہلے کئی مرتبہ ہو چکا تھا۔ اس بھاگڑ مین بھی سپاہیون نے بوجھ ہلکا کرنیکے لیے جو تیز رفتاری مین حائل ہوتا تھا اپنے اسلحہ زمین پر پھینکدیئے۔ اور کل رجمنٹ عجب متوحشانہ سراسیمگی و بیحواسی کے ساتھ پہاڑیون کی سطحون سے لامیہ کو جو بارہ پندرہ میل کے فاصلہ پر میدان سپرکوس مین واقع ہے دوڑی گئی۔

ترکون نے ان بھگوڑونکا کوئی تعاقب نہ کیا۔ مگر وہ جن کا دم پھولا ہوا اور حواس غائب نُلّہ تھے ہر جگہ یہ جھوٹی خبر مشہور کرتے آئے کہ ترک تعاقب کیے چلے آرہے ہین اس خبر کے سنتے ہی شہر مین عام ہر بونگ برپا ہو گئی۔ اور کئی جگہ شہریون اور فوجیون مین مقابلہ بھی ہو گیا۔ ہیڈ کوارٹر لامیہ مین تھا۔ یہ خبر سنکر اوس کے افسرون کے بھی ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ اور وہ درہ تھرموپائیلی کو بھاگ گئے۔ مگر چند گھنٹون کے بعد خبر کی بے بنیادی معلوم ہو جانے پر پھر لامیہ واپس آگئے۔ دربنولا کرنیل سمولنسکی سوانی سے پہونچگیا۔

اور اوس نے لامیہ مین بیحد جد و جہد کرکے کسیقدر امن و نظام قایم کر لیا۔ تاہم فوج ولیعہد کے حکم کے مطابق سلسلہ اوتہریس کے عقبی علاقہ سے گذرتی ہوئی لگاتار درہ تھرموپائیلی کیطرف بڑہی چلی گئی۔ یہ درہ گو زمانہ قدیم ایسا محفوظ نہین رہگیا تاہم اب بھی اتینھز کی سڑک کی حفاظت کیلیئے قابلقدر موقعہ ہے۔ اوسکی ایک طرف خلیج لامیہ کی اردگرد کی دلدلی نشیب زمینین ہین اور دوسری طرف سر بفلک پہاڑ۔ جنپر سے صرف پگ ڈنڈیان گذرتی ہین۔ اس درہ کو فتح کرنیکے لیئے اب بھی حملہ آورون کا کثیر التعداد ہونا ضروری ہے۔

اٹھارہ مئی کے معرکہ درہ فورکا اور ۱۹ مئی کا معرکہ جو سلسلہ اوتہریس کی شاخونکے قریب ہوا۔ صرف عقبی دستونکی مصافات تھے زیادہ دیر تک مقابلہ کرنا یونانی کمانڈرون کا شعار نہ تھا۔ ان معرکون سے اونکا مدعا صرف یہ تہا کہ فوج کے باقیماندہ حصہ کو بخیریت پسپا ہونے اور درہ تھرموپائیلی پہنچکر اوسپر قابض ہوجانیکا موقعہ ملجائے۔ تاہم ولیعہد کے ہیڈکوارٹر کے اسقدر پیچھے (الامانا تک) ہٹا دیئے جانیکا فوج پر اچھا اثر نہ پڑا۔ اور اسمین اور فوج مین جیسا کہ چاہیئے تعلق نرہگیا۔ اس واقعہ کے متعلق ایک انگریز نامہ نگار نے اپنی مراسلت کے خاتمہ پر یہ عبارت تحریر کی "شاہزادہ بہادر نے حتی الامکان بہت جلد الامانا پہونچنے کی کوشش کی۔ اور وہان سے وہ قصہ دنیا مین شایع کیا جو موجودہ یونان کی تاریخ مین منحوس ترین داستان ہے"

یونانیون کا بیان ہے کہ اونکے چھ سو آدمی ڈوموکوس مین قتل و زخمی ہوئے۔ ترکون کا اس سے تگنا نقصان ہوا ہوگا انگریز وقائع نگار کی تحریر مین نوع یونانی سپاہیون کی شجاعت اور ثابت قدمی کی تعریف ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے لیکن ترکون کی نسبت بھی کل شاہد باتفاق رائے بیان کرتے ہین کہ حملہ ڈوموکوس مین اونہون نے اون کٹھن مہمون کو جو اونکے ذمے ڈالی گئین۔ ایسی جان نثاری۔ سرفروشی اور استقامت سے پورا کیا جو فی الواقع بینظیر تھی۔ پندرہ سے لیکر بیس میل تک کی مسافت طے کرنیکے بعد کل ڈویژن نے بغیر اس کے کہ اونہون نے کوئی زیادہ عرصہ دم لیا یا باقاعدہ طور پر کھانا کھایا ہو ایسی پوزیشن پر حملہ کر دیا۔ جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم تھی۔ اور جہان سے کل میدان جسے عبور کرکے وہان تک پہنچنا تھا زد مین تہا۔ یہ پوزیشن طبعی طور پر اور مورچون سے ہی مضبوط و مستحکم نہ تھی۔ بلکہ وہان بیشمار توپخانہ بھی موجود تھا۔ جسے جابجا مناسب موقعون پر خوب محفوظ جگہون مین جہان سے دشمن دور ہی سے دکھائی دیسکتا۔ اور اسپر تباہی بخش آگ برسائی جاسکتی تھی نصب و تقسیم اور توپونکی سیدہ درست کرنے اور مسافتون کے ماپنے کے لیئے یونانیون کو کافی وقت ملگیا تہا۔

ان بواعث کی وجہ سے ترکی توپخانہ کو اپنی انفنٹری کی امداد و دستگیری کرنے اور اوسے ایسے موقعہ پر پہنچنے کے قابل بنانے کے لیئے جہان سے وہ یونانیون پر موثر طریق سے آتشباری کرسکے ۳۸ سو گز کے فاصلہ پر سے ہی گولہ باری شروع کردینی پڑی تھی جن حالات کی موجودگی مین ترکون نے اپنے توپخانہ کو پہلی مرتبہ دشمن کے مقابل کیا۔ اور پھر بتدریج پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن پر گولہ باری کی۔ اونکی لحاظ سے اونکی یہ کارروائی کامل تعریف و توصیف کی مستحق ہے۔ اور اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ ترکی توپخانہ کے افسر و گولنداز موجودہ زمانہ کی جنگ و جدال کی ہر ایک ضرورت و مطالبہ کو پورا کرنے اور جیسا موقعہ پڑے

فی الفور اوس کی حسب حال اپنی وضع بدل لینی اور اسمین بلا تکلف پورا اُترنے کی پوری پوری قابلیت رکھتی ہین۔ کیونکہ یہ عام معلوم امر ہے کہ بزمانہ امن ترکی توپخانہ کو چاندماری کی بہت کم مشق کرائی جاتی ہے اور عموماً فوج توپخانہ کو قواعد و تمرینات کرانے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہی۔

اس مزید ہزیمت یابی سے شکستہ دل ہوکر ولیعہد نے اپنے پھوپھی زاد بہائی زار سے بذریعہ ٹیلیگرام التجا کی کہ وہ مداخلت کرکے جنگ ملتوی کرادے۔ ترکون کی جمعیت ہم سے چوگنی ہے اور اونکا مزید مقابلہ کرسکنا ناممکن ہی۔ زار نکلس نے اس درخواست کو منظور کرکے فی الفور خاص اپنی طرف سے ایک ٹیلیگرام سلطان المعظم کی خدمت مین ارسال کیا۔ اور اسمین جلالت مآب کی رحمدلی اور حب امن کا نہایت خوشامد آمیز الفاظ مین واسطہ ڈالکر التوائے جنگ کی درخواست کی۔ عبدالحمید نے بجواب زار کے تلطف آمیز فقرات کا شکریہ ادا کرکے خواہش ظاہر کی کہ زار جنگ ملتوی ہی نکرائین۔ بلکہ کوشش کرکے فریقین مین صلح بھی کرادین۔ ادہر اوسیوقت اوہم پاشا کو جنگ ملتوی کردینے کا حکم بھیجدیا گیا۔

اتھینز سینٹ پیٹرزبرگ قسطنطنیہ اور ترکی ہیڈکوارٹر مین یہ ٹیلیگرافی نامہ و پیام قابل تعریف سرعت و تعجیل کے ساتھ ۱۹ مئی کی دوپہر تک ہوتا رہا۔ اسی تاریخ سہ پہر کے وقت لامیہ کے گورنر کو التوائے جنگ کی منظوری کی اطلاع اتھینز سے موصول ہوگئی مگر یونانی اس اثناء مین بھی اپنی شرارتون اور تعلی بازی سے باز نہ آئے۔ ایم تھیوٹوکی وزیر داخلیہ اور ایم بوٹاکس یاس وزیر محکمہ مذہبی اٹھارہ مئی کو لامیہ پہنچے۔ اور وہان اونہون نے فوجکو گورنمنٹ کی طرف سے قائمقام ہوکر لنبا چوڑا لکچر سنایا جس مین اسی اوس کے بزرگونکی بہادریون کو یاد دلاکر اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حوصلہ دلایا گیا۔ اور جرات دلانے والے الفاظ مین تہرموپائیلی کے تاریخی درہ کی جوانمردانہ حفاظت کرنیکی تاکید کیگئی۔ کرنیل سمولنسکی جو بصلہ خدمات حسنہ جرنیل بنادیا گیا تھا۔ بہ تعمیل حکم سورپی اور ہالیمروس سے حرکت کرکے بتاریخ اٹھارہ مئی باقیماندہ فوجکو آملا اور ولیعہد نے اُسی درہ تہرموپائیلی کی محافظ فوجکی کمان سپرد کردی۔

جس روز سے ہیڈکوارٹر بہت ہی پیچھے ہٹاکر الامانا مین قائم کیا گیا تہا۔ اوسی دن سے یونانی فوجکے مختلف دستون کے یونانی کمانڈر عجب مخمصہ اور تردد مین مبتلا ہوگئے تہے۔ کیونکہ بعد مسافت کی وجہ سے وہ سپہ سالار کے ساتھ بآسانی نامہ و پیام نہین کرسکتے تہے۔ اس دقت سے پیدا شدہ پریشانی مین فوجکی عاجلانہ و سراسیمہ وار مراجعت بتاریخ ۱۹ مئی جبال اوتہریس مین عقبی دستہ کی مذبذبانہ مدافعت باشندگان لامیہ کی بھاگڑ اور التوائے جنگ کے متعلق کسی خبر کی عدم موصولی سے جو بے اندازہ اضافہ ہوگیا تہا اُسے ناظرین بآسانی قیاس کرسکتے ہین۔ اکثر کو علم تھا کہ التوائے کیلئے باہم نامہ و پیام ہو رہا ہے۔ اور وہ اوس کے نتیجہ کا کمال بیصبری کے ساتھ انتظار کر رہی تہے۔

بالآخر جب اوسکی خبر جبال اوتہریس مین پہونچگئی۔ تو ترکی ہیڈکوارٹر اوسیوقت ۱۹ مئی کی شام کو ڈوموکوس کو ہٹ گیا۔ اور دوسرے دن وہان فریقین مین التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا جس کا مضمون حسب ذیل تہا: فریقین مین ۱۷ دن کیلئے جنگ ملتوی کیا گیا ہے۔ اس میعاد کے ختم ہونے پر پہر اسکی تجدید ہوسکتی ہے۔ دو دنون کے اندر بالمقابل افواج کے مابین

آٹھ سو میٹر (تقریباً ۲۶۲۴ گز) عریض وہ طبقہ حیادت" یا علاقہ حد فاصل کی حد بست قایم کیجائے گی اس کام کو دونون فریق کے دو دو ملٹان افسر دول خارجیہ کے جنگی اٹاشیون کی مدد سے سرانجام دین گے۔ بدوران تھدنہ کوئی فوج سامنے کیطرف یا بائیں یا پیچھے کیطرح کی حرکت نکرے گی"

یونانی ڈیلیگیٹون کے ساتھ فرنچ سفیر کا جنگی اٹاشی میجر بیرن وان وسپ فن اور ترکون کیطرف سے اتھک جنرل سیف اللہ پاشا وہ چند افسرون کے کمیشن مین شامل ہوئے جنہون نے یہ کام شروع کر دیا۔ تعیین حد بست کے بعد پہلا کام یہ کیا گیا کہ طبقہ حیادت کی قریب نظام اور خوب تربیت یافتہ سپاہ کو مقیم کیا گیا۔ لامیہ چونکہ طبقہ حیادت مین رکھا گیا۔ اُسپر کسی فریق کی فوج قابض نہی۔ دوسرا یہ کام کیا گیا۔ کہ اطالین سپاہ مین کو یونانی فوج سے جدا کر دیا گیا۔ یہ لوگ بلاشبہ دونو کوس کے محاربین سے کمال شجاعت سے لڑے تھے اور اونکے تین سو آدمی ضایع ہو چکے تھے۔ لیکن ان اہی کو عقبی وستہ کی لڑائی مین یونانی قابل نفرت بزدلی اور کمینگی سے اون کو دشمن کے زغہ مین مبتلا چھوڑ کر خود رفو چکر ہو گئے تھے۔ ترکون نے انکا کسیقدر احاطہ کر لیا تھا اور وہ بڑی مشکلون کے ساتھ اس مخمصہ سے رہا ہوئی تھے۔ اس کمینہ پنا اونکی وجہ سے اونکے دلون مین یونانیون کیطرف سے سخت کدورت بیٹھ گئی تھی اور محاربہ کے آخری چند گھنٹون مین اس کدورت کیوجہ سے اونکی آپسمین کئی دفعہ کھٹ پٹ ہو گئی تھی۔

یونانیون نے ۱۹ مئی کی لڑائی جو تھیسلی مین آخری معرکہ آرائی تھی۔ اور جسمین ترکون کی تین سو شہید و مجروح ہوئے تھے باغلب وجوہ ہلکی کی تھی کہ التوائے جنگ سے پیشتر جو وہ جانتے تھے کہ عنقریب ہونیوالا ہے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ علاقہ اپنے تصرف مین رکھکر لامیہ کے سامنے کسی موقعہ پر بنقاد معاہدہ التوائے جنگ کا اظہار کرین۔ تاکہ لامیہ اونکی قبضہ مین باقی رہے۔ علاوہ برآن اس موقعہ پر ترکون کا مقابلہ کرنیسے باقیماندہ فوج اونکو تعاقب سے محفوظ ہتھر موپائیلی پہنچنے کے قابل ہو گئی مگر یہ سب کچھ اسی کنجی پر کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ کا حکم بروقت پہنچ جائیگا۔ اور ترکون کو اس عقبی دستہ کو معدوم کرنیکا موقعہ نہین ملسکیگا۔ اونکی خوش قسمتی سے ویسا ہی ظہور مین آیا جیسا کہ اونہون نے سوچ رکھا تھا۔

ترکی چیف ملٹان افسر نے غنیم کا حد سے زیادہ پاس و لحاظ کیا کہ ایک یونانی اہلکار کے سفید جھنڈا لیکر ہوئے پہنچ جانے پر لڑائی بند کرا دی۔ اسے چاہیئے تھا کہ جب تک سپہ سالار التوائے جنگ کو منظور کرکے ضروری احکام نافذ نہ کرتا۔ لڑائی کو برابر جاری رہنے دیتا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے یہ احکام صادر کر سکتے یونانیون کا عقبی دستہ بحال تباہ پراگندہ لامیہ کو پسپا کر دیا جاتا۔ اور فی الفور تعاقب کرنے پر شہر ترکون کے قبضہ مین آ جاتا۔

محاربات تھیسلی پر سرسری غور کرنیسے ایک یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہی کہ محاربہ تین مختلف دورون مین منقسم ہے جنمین سے ہر ایک مین علاقہ کا ایک حصہ فتح کرنیکے لئے چند معرکے ہوئے۔ پہلا دور پندرہ اپریل کو جب کہ یونانی فوج نظام نے جارحانہ کارروائی شروع کی شروع ہو کر ٹرناووس ولاریسہ کی مراجعت اور یونانیون کے فرسالہ۔ پلاٹوبیتہ اور ورڈیطوی کی پوزیشنون مین قایم ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا دور لاریسہ سے ترکونکی پیشقدمی بجانب فرسالہ یعنی ۲۰ اپریل سے شروع ہو کر یونانیون کی مراجعت بجانب

لہ التوائے جنگ۔

ڈوسکوس دمالیوس اور ترکون کے تابع مئی دولوپر قابض ہونے پر ختم ہوتا ہے تیسرا دور ۱۸ مئی کے معرکہ ڈومنوس یونانیون کی مرجعت بجانب ہ فوکا۔ اور وہان سے بجانب جبال اوتھریس پر جہان یونانیون نے آخری مقابلہ کیا ختم ہوا۔

دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ یونانی فوج بالکل ناتیار محاربے کے دنگل مین اتری۔ اجتماع فوج کا کوئی باضابطہ دستور العمل موجود نہ تھا۔ اس امر کا کوئی انتظام نہ کیا گیا کہ مشغول کارزار فوج کو جسقدر نقصان پہنچے۔ انکی تلافی کیلئے بھیجے سے بھی برابر پہنچتے رہین مختلف دستون مین بہت ناقص ترتیب موصلت موجود تھا۔ سپاہیون کا ساز وسامان ناکافی اور افسر بہت کم تھے۔ مزید برآن یونانی فوج تھیسلی سرحد پر تقریباً تقریباً دو مساوی حصّون مین تقسیم کر دیگئی تھی۔ جو ایک دوسرے سے ناقابل گذر کوہستانی علاقہ مین کئی دنون کی مسافت پر تھے۔ پھر ہر ایک حصّہ نے بجائے خود اپنی افواج کو کل سرحد پر پھیلا رکھا تھا۔ جو طول مین تقریباً دو سو میل تھی۔ سرحد پر ایسی ترتیب وصف آرائی نہ عملہ کیلئے کارآمد ہو سکتی تھی۔ اور نہ بالعزم مدافعت کے واسطے۔ اور اسی ایک غلطی کیوجہ سے لازمی طور پر کوہستانی دروں کی حفاظت کے متعلق متواتر غلط احکام صادر ہوئے جو تعداد مین الگ ترکون سے کم۔ پھر مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتون مین منقسم۔ اور اونے فہستر تقریباً مفقود۔ ایسی صورت مین یونانیون کی معیوبہ و متصرفہ پوزیشنون کی طبعی استحکام کے باوصف اونکا متواتر شکستین کہاتے جانا کیا کبھی تعجب خیز ہو سکتا ہے تاہم یہ کلام نہین کہ یونانی سپاہی من حیث الافراد قابل توصیف شجاعت اور استقامت سے لڑے۔

محاربہ کے انصرام پر کلی طور سے رائے ظاہر کرنیکا ابھی وقت نہین پہنچا۔ اور اسپر جن غلطیون کا الزام لگایا جا سکتا ہے اونپر ابھی بحث کرنا مناسب نہین۔ لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ شکستون کا سب سے بڑا باعث یہ تھا کہ کمانڈ اعلےٰ ترین مناصب پر ناقابل اشخاص مامور کئے گئے تھے۔ محاربہ کی تاریخ مین زومہ اری کے عہد ونکی تقریرین ایک دلچسپ واقعہ ہین۔ اور گو اوپر قطعی رائے ظاہر کرنا ابھی تک ناممکن ہو۔ مگر واقعات معلومہ کے مقابلہ سے یہ امر صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اس سے محض ناواقف تھی یا اونسے عمداً اس سے اغماض کیا کہ انصرام محاربہ کیلئے سب سے مقدم چیز کیا ہے۔ بسا اوقات یونانی کمانڈر اس چیز کا اجالا تھے کہ سرحد دشمن تیز نہین کر سکتے ہے۔ درست اس مقام سے بخوبی آگاہی ہو گئی ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آگاہی دیر پا ہوگی؟ محاربہ کو اختتام پہنچے گورنمنٹ پر بہت زور دیا جا رہا تھا کہ سمونکی کو اعلےٰ کمان تفویض کیجائے۔ صرف وہی ایک ایسا شخص ہے۔ جو سیلان کارزار مین یونان کی ناموس بدنامی سے بچا سکتا ہے۔ بالآخر اس مطالبہ کو مان لیا گیا۔ اور رالی آنے اپنی ضائع شدہ ہر دلعزیزی کو پھر کسیقدر بحال کر لیا۔ یونانی اور وینیشو کے شجاع کو سپہ سالار بنا دیا۔ اس دباؤ کے دوش بدوش محاربے کے بعد یونانی شہزادون پر بڑی سختی سے حملے کئے گئے۔ یونان کے روزنامہ اخبارات فرشاہی خاندان کو ذلیل و بیحرمت کرنیکیلئے محاربہ کیوجہ سے ایسے سخت مضامین اور کارٹون شائع کئے کہ دیگر اقوام بمشکل باور کر سکتی ہین کہ کبھی ویسے مضمون شائع ہوئے ہونگے۔ ایک خیر للاشاعت تعزیری اخبار نے محاربہ مین ریل کے فوائد ملکی سے ایک کارٹون شائع کیا۔ جس مین ایک ایسا انجن مرغون تر کاریون اور سامان بار چیخانے سے بھری ہوئی دکھائی گئی اس سے شہزادہ ولیعہد کے سامان کیطرف اشارہ تھا جو فرسالکی ملاحیت کیوقت وہان سے بھیجا گیا تھا۔ ایک نیچ اخبار موسومہ بہ رومی اوس

جو منظوم چھپا ہے۔ یہ کارٹون دیا کہ ایک لونڈا یونانی وردی پہنے اور انگوٹھا ناک پر رکھے دہم پاشا کو انگے انگے بھاگا جا رہا ہے اور اوس کے پیچھے ایک طویل نظیم بطور مسدس فوج کی جس کا ہر مصرعہ آخری شعر کا یہ مطلب تھا۔ تعاقب کرو۔ تم مجھے نہیں پکڑ سکو گے میں تیز بھاگ سکتا ہوں۔ یہ سال ماقبل مقام مارتھان (یونان کا ایک شہر) چند مختلف اقوام کے افراد میں پیدل دوڑنے کی بازی لگی تھی جس میں یونانی فوقیت لیگئے تھے اس نظم کے آخر میں اس معاملہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ تعجب کی ایک اور بات یہ ہے کہ مسٹر ایسکوتھ نے بطریق تہنیت نہیں بلکہ سخت ملامت اور خفگی کے ساتھ اخبار ایمپیریوس میں مضمون شایع کر کے مطالبہ کیا کہ اگر لڑائی کو جاری رکھنے کا ارادہ نہیں ہے تو ولیعہد کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا جائے۔ سرکاری طور پر یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ شہزادہ نرسالہ کی لڑائی میں اولین صف میں شامل ہو کر لڑتا رہا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ یہ اولین صف نرسالہ کو ایک مکان کا ایک دریچہ تھی۔ جہاں سے شہزادہ بہادر پیش قدمی دونوں سے مسلح ہو کر لڑائی کرتے رہتے ہیں۔ یہ کان فلاں ذرا ن کستوبی کا تھا۔ شک ہو تو دریافت کر لو۔ اخبارات شاہی خاندان کی ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ وزارت کو بھی گرد ہو گئے تھے کہ کئی ایسے اخبارات نے بھی جو اصولاً وزیر اعظم (رالی) کے مخالف تھے۔ اسکی سخت نکتہ چینی اور طعن و تشنیع کی کہ وہ اپنے سابقہ تجربوں اور رعدوں کے باوجود شاہی خاندان کا غلام ہو گیا ہے اور آزادانہ محب وطن اور زمیہ پالیسی کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اخبار ایکسپریس نے ایم پریس کو متنبہ کیا کہ تم نے وزارت کو شروع تو بہت اچھی طرح سے کیا تھا کہ جب بیتور سابق جسٹی ڈیمانیس نے استعفیٰ دیا تھا۔ یا بادشاہ کا بیجٹ وزارت کو ایوان شورٰی میں منظور ہو کر داخل ہو کر وزراء کی اجلاس میں شامل ہو تو تم اسے کمرہ سے نکالدیا مگر افسوس اس پہلو دن کے بعد پھر تمہاری نیمبر بھی پہ وہ پڑ گیا۔ اگر اسی فوج جس نے کل محاربہ میں ایک فتح بھی حاصل کی ہو اور حزم و تیقن اور تنکستین بھی رہی ہو اور جس لاریاد و مشیوو وغیرہ ایسی نہایت عمدہ و خوب مستحکم مقبوضہ دشمن کے حوالہ کر دیدی ہو۔ اگر وہ بالآخر تمام اخلاقی ارتباط و نظام اور سکت و حوصلہ سے معرا ہو گئی ہو تو پھر کیا کسیکو کچھ تعجب ہو سکتا ہے۔ ترکوں نے اپنی کل کارروائیوں کو پہلے اچھی طرح سوچا اور وزن کیا۔ اور پھر دانشمندی و استقلال سے اون کو عمل میں لائے۔ بادی النظر میں یہ ضروری پایا جاویگا کہ کسیقدر تساہل و تامل ہو گا لیا گیا۔ مگر حالات متعلقہ کی لحاظ سے یہ دونوں باتیں بالکل بجا تھیں۔ شروع شروع میں ترکی سپہ سالار کو پوری آزادی حاصل نہ رہی قسطنطنیہ سے مسلسل ہدایتیں صادر ہوتی رہیں۔ اور پھر عثمان پاشا کو روانہ کیا گیا۔ مگر جب دہم پاشا کو کامل اختیار ملگئے تو اونہوں نے ثابت کر دیا وہ قابل تعریف کمانڈر ہیں۔ اونہوں نے ایسے موقعوں پر جہاں سے تسلی پر آسانی حملہ ہو سکتا تھا غنیم کی فوج محافظ سے زیادہ فوج جمع کی اور پیشقدمی کیوقت تمام دستوں کو خوب تیار اور نظر میں رکھا۔ اور ہر ایک ڈویژن کی کمانڈر کو بالوضاحت بتا دیا کہ تم نے یہ کام کرنا ہے البتہ یہ درست ہے کہ پاشائے موصوف نے غنیم کو تباہ کرنیکی بجائے اسکی صرف پھیر دیکھلیتے جانے پر ہی اکتفاء کیا یقیناً اس امر سے ہی بالخصوص صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ ترکوں نے ہر جگہ غنیم پر اپنے سمینہ سے نیصلہ کن حملہ کیا۔ یہ کام اپنے میسرہ سے جو بہت ہی کمک پہنچی ہوئی تھی یونانیوں کی میمنہ کو برخلاف نہ لیا۔ حالانکہ یونانیوں کا تعلق سمیطرن تھا۔ اگر پاشا موصوف غنیم کو نرسالہ کے سامنے صرف تھکوا دیتا لا ایکن بہت فوج جسکے ساتھ کیولری اور توپخانہ بھی کافی ہوتا ڈموکوس کی طرف یونانیوں کی مراجعت کے نکارستہ بند کرنے اور سطح اوکلونی قاعدہ الجیش اور مرکزیت براہ اپنے تعلق کنجہ سے محروم کر دینے کیلئے یونانیوں کی میمنہ پر جھپٹتے تو بالغلب بوجہ مصافی لحاظ سے ایسا کرنا وہ بہتا مفید ہوتا

ڈومونکوس کی محاربہ کی بعد بھی فیصلہ کے مزید تعاقب سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا یعنی ذکی مراجعت کا رستہ بند ہو جاتا لیکن یونانیوں نے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہی اس مصیبت کی انسداد کیلئے کمال تعلقدی سے زبردست انتظام کر لیا ہوا تھا وہ انتظام کیا تہا یہ کہ انہوں نے جنگ کے پیشتر سے پیام شروع کر دیا تھا جس کی منظوری میں مرتقعہ پر پہنچگئی بنا بریں میدان جنگ پر جو صدمانی فوقیت حاصل ہوئی اوس سے حسب توقع شاطرانہ فوائد نہ اوٹھائے جا سکے۔

جرمن سٹاف افسر لکھتا ہی کہ اس عام بحث کو چھوڑ کر جزئیات کے متعلق صرف یہی بتا دینا کافی ہے کہ ترکی فوج جسکی طبیعت خونجنگ تھی اور حوصلہ خوب بڑہا ہوا تہا ہر قسم پر کمال شجاعت جانبازی اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑی جو امر اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہو رہا ہے عساکر عثمانیہ کو عموماً ایسے موقعوں پر دغا دیکر ناپڑا جو نہایت مستحکم طور پر مورچہ بند تھے اور انکی حفاظت جان توڑ کر کیگئی تہی۔

ایک بریگیڈ کی بجائے اگر کل انفنٹری ۱۵ رجمنٹ (یعنی ڈیڑھ قطر کی نال لمبی والی) ماؤنٹین سے مسلح ہوتی تو ترکوں کو بہت کم نقصان اوٹھانا پڑتا یونانیوں کی گراس رائفل جو ماؤزر رائفل سے زیادہ بھی کم لمبی ہے اور بسبب بھی اوسے اچھا جاپانی رائیفل بھی ہی ہی ماؤنٹین رائفل کے ہمپلہ تھی جو ترکی انفنٹری کے پاس تھی۔ اوسکی مار بھی بڑی سے بڑی نہ ایک ہزار میٹر تخمیناً ۱۱ سو گز ہے۔ فریقین کی توپخانے تقریباً یکسان تھے یعنی دونوں میں کرپ پیتن تھیں مگر ہنگامہ کارزار میں بھیجنے والے گولوں پر عموماً بے دست مقدار کے نہ لگنے اور دونوں فوجوں کی شمار نہ ہونے کی وجہ سے کچھ بھی اچھی نہ تھی جسکا ثبوت اسی امر سے ملتا ہی کہ مجموعہ میں سے صرف ایک فیصدی ایسے ہوتے تھے جو پھٹنے والے گولوں سے زخمی ہوئے کیونکہ دونوں فوج جوان میں ایسی نہ تھی جو اپنے فرائض منصبی کو درست ادا کر سکے اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ گھوڑسوار فی قسم کے تھے تاہم ترکی سوار بالاتفاق کام کرنے اور منفرد ہو کر خبر رسانی کا کام دینے کے دونوں فریق موجودہ طریقہ حرب کے اصول کے مطابق ادا کرتے رہے ہر ترکی فوج میں کمسریٹ کا انتظام معقول تھا کیونکہ ترک سادہ مزاج ہوتے ہیں اور انکی ضروریات بہت ہی کم ہیں۔ اسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہی کہ ایک سپاہی کو پوشیدہ روشن کیلئے صرف پاؤ بھر آٹا درکار رہتا ہی۔ مزید برآں فوجکے ساتھ بارکش مویشی بافراط موجود تھے۔ ہر ترکی پلٹن کے ساتھ دو سو اونٹ یا خچری کے ساتھ ڈیڑھ سو گھوڑے تمام سامان حرب۔ اسباب خیمہ اور افسران کا اسباب اوٹھانے کیلئے ہوتے ہیں ان جانوروں کی تعداد ترکی فوج میں متحرک ہسپتال اور لاریسا سے جہاں یونانی گورنمنٹ نے آٹے کی وافر مقدار جمع کر رکھی تھی مسلسل ضروری سامان انکو پہنچاتی رہیں۔

یونانی کمسریٹ کی حالت ناگفتہ بہ تھی ہر ایک چیز عین اوسوقت جب کہ ضرورت آپڑتی بہم پہنچانے کی کوشش کیجاتی چنانچہ جب فوج کو لگاتار بعرصہ مرحتین کرنی پڑیں تو عدم تیاری کی وجہ سے کمسریٹ کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہو گیا۔

انتظام شفاخانہ کے متعلق یہی بتانا کافی ہوگا کہ عثمانیہ نیک نے ایک فوجی شفاخانہ میدان جنگ کو بھیجا جو لاریسا میں قائم کیا گیا اس میں دو سو بیس مجروحوں مریضوں کی رہائش کی گنجائش تھی۔ یونانیوں کو یونان کی انجمن صلیب احمر[1] اور بیرونی انجمن صلیب احمر نے قابلیہ رہ مدد دی جرمن انجمن نے ایک سو مریضوں کی تیمارداری کا سامان بہیجا۔ اور اوس کو اکاٹھ میس کے قریب مقیم جا ہا تا

[1] روس۔ سوئٹزرلینڈ وغیرہ کئی ممالک کی انجمن ہائے صلیب احمر و قطعیہ کی بجز بلغاریہ کی انجمن ہلال احمر کے سب ہی سرکاری طبی شفاخانہ کے علاوہ اپنے اپنے شفاخانے ترکی مجروحین کی معالجہ کیلئے میدان جنگ میں بھیجتے رہے۔ اور بالآخر ایک ہسپتال خاص سلطانی محل یلدز سے کی اعانت میں تیار کیا گیا جسکا ذکر مفصل

تین ہفتے کام کرتے رہے اس شفاخانہ میں ۴ علاوہ ڈاکٹر چھ تیمار دار اور تین اور دو ہاسپٹل اٹنڈنٹ تھے جنہوں نے کل تین سو زخمیوں کا علاج کیا

فصل چہاردہم (۱۴)

سرالیشمیلڈ بارٹلٹ واقعات سنہ ۱۹۱۶ء کے متعلق اپنی کتاب کی فصل نہم و دہم میں حسب ذیل لکھتے ہیں:

وسیٹنو کی پہلی لڑائی

ہمنے کئی دفعہ لاریسا سے فرسالو بانیکی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ یہ خبر مشہور ہو رہی تھی کہ یونانی اس پوزیشن کو خالی کر گئے ہیں مگر مارشل نے ہمیں نہ جانے دیا۔ اور فرماتے رہے کہ علاقہ غنیم سے صاف نہیں ہے۔ بہرحال یہ طے کیا کہ جس وقت لڑائی ہونیوالی ہوگی ہمکو پہلے اطلاع کر دیجائے گی۔ حسن اتفاق و خوش قسمتی سے ۱۹ اپریل جمعرات کے دن ریلوے سٹرک کو برابر لاریسا سے وسیٹنو جانیکا فیصلہ کیا۔ اور علی الصباح دوسرے دن روانہ ہو گیا جس سے مجھے وسیٹنو کی پہلی لڑائی دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ یہ گو چھوٹے سے پیمانہ پر ہوئی۔ مگر محاربہ کی نہایت ہی سخت۔ جانگداز اور خونریز ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔ یہ سالار کا منشا نہ تھا کہ لڑائی ہو۔ انہوں نے صرف یہ جمعیت کثیر استکشاف کیلئے بھیجنیکا حکم دیا تھا۔ مگر کچھ تو تحریک کی شہورانہ پرجوشی سے اور کسیقدر خواہ مخواہ پاشا کمانڈر سوم ڈویژن یا اور کے نائب نعیم پاشا بریگیڈیر کی خودرائی کی وجہ سے جو فی الواقع اوس موقعہ پر کمانڈر تھا استکشافی مہم تھوڑی ہی دیر میں زبردست حملہ کی صورت میں بدل گئی جس میں تمام تسیم کی سپاہ (پیدل۔ سوار و توپخانہ) نے حصہ لیا۔ ترکوں نے بمنتظیر شجاعت و حیرت انگیز استقامت سے حملہ کیا۔ مگر آخر سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے۔ ترکوں کے پاس ایک بریگیڈ فوج پیدل اور ایک کیولری ڈویژن تھا جسمیں تخمیناً ایک ہزار سوار تھے۔

مسٹر بینٹ برلے کی رائے

مسٹر بینٹ برلے نے جو سالونیکی کے ساتھ اشتباہ کیا ہے کہ اس حملہ میں ترکوں کی جمعیت چالیس ہزار تھی اور خود اوہم پاشا وغازی عثمان پاشا کمانڈر تھے اوہم اسٹنڈنزل (اگرچہ بالکل اوس کے قرب و جوار میں بھی نہ تھے۔ اور عثمان سالونیکا سے ہی آگئے تھے۔ غالباً مسٹر برلے نے ۱۴ اپریل کے معرکہ وسیٹنو کو مئی کی دوسری لڑائی سے جس میں ترکوں نے ۱۸ ہزار کی جمعیت صف آرا کی تھی خلط ملط کر دیا ہے۔ ہم سارے میدان جنگ میں پھرے تھے۔ اور مصروف کار رہے ہر ایک پلٹن کو عین لڑائی کے موقعہ پر اور نیز کمزوری کو مرجعت کرتیکو بعد دیکھا تھا اس معرکہ میں یقیناً ۱۰ ہزار سے زیادہ ترک شامل نہ تھے۔ ان میں زیادہ مہم مدد تھی جسکے ہم ہی نہیں پہنچ سکے تھے کیونکہ جو سب سے پہلی ٹرین لاریسا کی قریب سے روانہ ہوئی تھی وہ شنبہ کو ۵ بجے صبح کے وقت کرسی پہنچی تھی اور جس وقت سالم تازہ دم ڈویژن گاؤن اور اوسکے قریب جوار میں خیمزن ہوا۔ اوسوقت دوپہر ہو چکی تھی۔

لاریسا سے کرسی ۱۴ میل اور کرسی سے وسیٹنو براہ نیز وسیلو (خالوم) ۱۴ میل ہے یونانی نہایت تحکم و محفوظ موقعہ پر ہے۔ انہوں نے پہاڑیوں کے اوس پست سلسلہ پر جو پیلی اون (پلاوچہ) کی عمودی بلندیوں اور سینیسفالو (کہ قالوس) کے درمیان ہے نہایت مضبوط

مورچے تیار کر لیے ہوئے تھے۔ اونکا سینہ پلاؤ تپہ پر اور سیسرو خرالذکر مقام پر تھا۔ پہلی آدن کی شاخ موسومہ پلاؤ تپہ [redacted] وی و چٹانی ہے اور سطح سمندر سے دو ہزار فیٹ بلند ہے۔ پہاڑیان سینو سیفالو سے متعدد سلسلون مین شمال تر کی جاتی ہین۔ اونکے درمیان سکے سیکڑہ رستے ہوگئے ہین۔ ان کرداروں کی شاخین پہونکر شمال کیطرف میدانین بڑہی ہوئی ہین۔ یونانیون نے مرکزی کرار کے علاوہ ان شاخون مین سے بھی کئی ایک پر مورچے تیار کیے ہوئے تھے۔ ریسٹینو سے دو میل بجانب شمال مغرب موضع کیغالو دو شاخی سلسلون کے مابین شیب مین واقع ہے۔ ہکوز ترکون نے ۲۹ کو فتح کر کے ۴۰۰ کی شاماتک اوسپر استقلال مردانہ قبضہ قایم کر رکھا۔ اپنی پوزیشن کے قلب کے متصل ایک چھوٹی سی مورچہ بند پہاڑی پر بھی یونانیون نے مورچے تیار کر کے دان ایک بیٹری نصب کر رکھی تھی۔ لائیسادہ لو ریلوے لائین ریسٹینو مین سے گذرتی ہے۔ دان سے ایک شاخ عین بجانب شرق دو لو کو جو دس میل ہے۔ اور دوسری بجانب جنوب مغرب خم کہاتی ہوئی فرسالوس (جہانکہ کو جاتی ہے گو ریسٹینو کے عین سامنے بجانب شمال ریزرویلوس کا معقول آبادی رکھنے والا قصبہ ہے۔ ۳۰ اپریل کی پہلی لڑائی عین ترکی مورچہ کوار ٹر ہین تھا۔ وہ کرلی سے بجانب جنوب مشرق پہہ میل اور ریسٹینو سے بجانب شمال سات تہین میل ہے۔ ریسٹینو کے سامنے اور دائین ہاتھ ایک خوب گہنا اور سایہ دار جنگل ہی جو ریسٹینو کیطرف دو میل تک چلا گیا ہے۔ اسکا عرض دو سو سے لیکر آٹھ سو گز تک جابجا مختلف ہے۔ ترک اگر چاہتے تو مقابلہ کی کوشش اس سے خوب کام لاسکتے تھے۔ مگر انہون نے اوس کسی لڑائی مین فایدہ نہ اوٹہایا۔ یونانیون نے اسمین بھی دہس بندی کی ہوئی تھی۔ ۳۰ اپریل کو اسکا جنوبی حصہ یونانیون سے بھرا ہوا تھا۔ اسکا عالم ہین سہ پہر کے قریب ہوا اور بڑی طرح سے ہوا۔ ہمارے تعلق ہنمین تھوڑی سی ہی کسر باقی رہگئی تھی۔

محمود کی غلطی لڑائی ۲۹ اپریل کو اسطرح شروع ہوئی۔ غازی مختار کے فرزند محمود بک ڈویژنو کیطرف گرد آوری کی اسکے ساتھ حقی پاشا کے ڈویژن کی دو بٹالین۔ ایک باتری اور دس رسالون مین سے چھ چھ سو سوار تھے۔ اوسکا منشا تہا کہ سینو سیفالو کی بلندیون کو برابر ریسٹینو کے جنوب و مغرب سے گذر کر یونانیون کے میسرہ کو پلٹ دی۔ اور پھر ہارو سے ہوتا ہوا یونانیون کے عقب مین ریلوے سٹیشن پر پہنچ جائے۔ مگر محمود سے کرنیل تھوسکی کی جمعیت کا اندازہ کرنے مین سخت غلطی ہوئی کرنیل مذکور کے پاس بقول مٹسوریلے جو بمقام ریسٹینو یونانیون کے ہمراہ تہا دس ہزار اور میرے خیال مین کم از کم بارہ ہزار فوج تہی۔ اسمین کوئی شک نہین کہ تھوسکی کو جمعہ کے دن زبردست کمک پہنچگئی تہی۔ خود کئی ٹرینین فوج سے بہری ہوئی سٹیشن مین داخل ہوتی دیکھین جن کے بیچ بیچ سے تھوڑی ہی دیر بعد یونانیون نے بڑی تیزی کے ساتھ جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔

۲۹ کو خفیف سی لڑائی ہوئی۔ محمود بک دو بٹالین لیکر کرلی سے بجانب جنوب مغرب ریسٹینو کیطرف روانہ ہوا۔ اور تہوڑے بجانب دو میل کے فاصلہ پر پہنچگیا۔ پیدل فوج سینو سیفالو کی کرارون کے برابر برابر یونانیون کے میسرہ کو الٹنے کی کوشش کرنیکے لیے آگے بڑہی فوج سوارون نے پائینی ہموار علاقہ کی گرد آوری کی۔ اور توپخانہ نے یونانی توپون سے تھوڑی سی بہارزت کی۔ محمود نے کمک طلب کی اور حقی پاشا نے اسکو ایک اور بٹالین بھیجدی۔ دوسرے دن لڑائی علی الصبح شروع ہوگئی۔ ترکون نے موضع کیغالو پر تبضہ کر لیا۔ اوس وقت محمود بک سوا سو سے شمشیر و خنجر مشہور ہ خاصہ سرد ہوئی کیونکہ کیولری کو اوس سے سخت نقصان پہنچا اور اوس دن ترکون کو ہزیمت بھی زیادہ تر اسکی وجہ سے ہوئی

اور سنے ترکی سوارون کو درمیانی پہاڑی کے یونانی مورچہ پر جہان فوج پیدل قایم کی تہی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سوارون نے بڑی خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ وہ تابر توڑ آتشباری کے باوجود گھوڑون کو سرپٹ چھوڑ شیرون کیطرح ادہر کود پڑے۔ محمود سب سے آگے تہا۔ اونہون نے ایک مورچہ پر فی الواقع قبضہ کر لیا۔ اور محمود نے اپنے ہاتھ سے ایک یونانی کپتان[1] کو جو اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیتا تہا اور ریوالور سے کئی سوارون کو نشانہ بنا چکا تھا تہ تیغ کیا۔ لیکن ایک اور مورچہ جو پہلے سے بدرجہا مضبوط تہا ابہی سامنے کہڑا تھا۔ اور صرف وہین سے نہین بلکہ دونون بازوؤن سے بھی سوارون پر غضب کی آگ برس رہی تھی جس سے مجبوراً سوارون کو واپس ہٹنا پڑا۔ اس حملہ مین پچاس سوار شہید و مجروح اور تقریباً نصف گھوڑے ناکارہ ہوئے۔

یونانیون کا بیان

اخبار سٹینڈرڈ کا خاص نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تہا اس حملہ کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:۔ ساڑہے دس بجے کے قریب تقریباً پندرہ سو چرکس سوارون نے اوس یونانی باتری کو ہٹانے کی کوشش کی جو موضع ویسٹینو پر حملہ کنندہ ترکی انفنٹری مین خوفناک تباہی برپا کر رہی تھی۔ سوارون کا حملہ متہورانہ اور احمقانہ تو ضرور تھا مگر ساتھ ہی کمال شاندار اور ایسا متحیرانہ کہ اوسکا نظارہ کبہی مدت العمر تک فراموش نہین ہو سکتا۔ سوار پہاڑ کی ڈہلوان سطح پر سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہماری توپون کیطرف چڑہے آرہے تھے اور اونکی درخشان تلوارون کی لمبی قطار دہوپ کی روشنی مین چکاچوند کا عالم پیدا کر رہی تھی۔ جب وہ قریب پہنچ گئے تو باتری نے توپین عین سیدہی کر کے اونپر پے در پے شلکین کرنا اور فوج پیدل نے جو توپون کے سامنے زمین پر لیٹی ہوئی کمین مین بیٹھی تھی تابر تور رائفلی باڑہ مین مارنا شروع کر دیا۔ سوارون نے اس بلائے ناگہان کے نازل ہونے پر یکبارگی گہوڑون کی باگین روک لین جس سے گھوڑے سنج پا ہو گئے اور مچلنے لگ گئے۔ اتنے مین ایک اور پیدل دستہ نے جو موضع ویسٹینو کے مضافات سے بسرعت بڑہا آرہا تھا از جانب میسرہ ان جانباز سوارون پر گولیونکی بارش شروع کر دی جسپر اونہون نے فی الفور فیصلہ کر لیا کہ اب ہمین یہ کرنا چاہیے۔ وہ کاواکا ٹکر پلٹ گئے اور دستی پنکہہ کی شکل مین دائین بائین پھیلکر پہاڑی سے میدان کی پھر اوسی مقام کو ہٹ گئے جہان سے اونہون نے حملہ کیا تھا۔ یونانی توپون سے پسپائی کے وقت بھی اونہین سخت نقصان پہنچا۔ جونہی سوار پیچہے پلٹ کر وادی مین منتشر ہوئے یونانی فوج پیدل اور گولندازون نے خوشی کا بلند نعرہ مارا۔ جنرل سمولنسکی اور اسکاسٹاف بھی جو اس متہورانہ حملہ کو بغور دیکہتے رہے تہے خوشی کو ضبط نہ کر سکے۔ وہ اپنی آدمیون کے ساتھ نعرہ مین شریک ہو گئے اور جنرل کمال جوش کے ساتھ بآواز بلند پکار اٹہا۔ امید ہے میرے سپاہی اب ان خوفناک چرکس سوارون کو ویسا ہوا نہین سمجہین گے جیسا کہ اب تک اونکو سمجہتے رہے تھے۔ یونانی سوارون کے تعاقب کیلئے عجب بیچینی ظاہر کر رہے تہے جن کو افسر بمشکل روک سکے۔ سوارون کے رخ پھرتے ہی جنرل سمولنسکی نے یونانی باتری کی شجاعانہ مدافعت کی کامیابی کی خبر بذریعہ تار ولیعہد کو دی جسنے فرسالہ سے جواب مین سپاہ کو مبارکباد کہلا بھیجی۔ پیغام مبارکباد فوجکو دوپہر سے تھوڑی دیر بعد پہنچا۔

محمود کی اس کرتوت پر ہیڈکوارٹر مین سخت ناراضگی ظاہر کیگئی۔ اسکی بدولت اوہم پاشا کی کیولری ڈویژن کا جو پہلے ہی بہت کمزور تہا بہترین حصہ لڑائی کے ناقابل ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نشاط کے بریگیڈ نے بھی محمود کے ہی حکم سے ڈوموکوس پر وہ متہورانہ حملہ کیا تہا

[1] جرمن مورخ کپتان کو قتل کرنے والا ایک کارپورل کو بتلاتا ہے اور ریوالور کی بجائے رائفل لکھتا ہے۔

جس مین اون کے ۵۰ فیصدی شہید و مجروح ہوئے تھے۔ اگر یہ روایت درست ہی تو سلطان المعظم کا یہ نوعمر یاور اُس نقصان عظیم کا جو تھیسلی مین فضول عساکر عثمانیہ کو اوٹھانا پڑا ذمہ وار ہے یعنی کم از کم پندرہ سو آدمی اوسکی پر جوشی و تہور کی نذر ہوئے۔

نعیم پاشا سوارون کو پسپائی کے وقت کیفالو اور اوس کے قرب و جوار کی پیدل فوج نے دشمن کی تاخت و آتشباری سے محفوظ رہنے مین مدد[1] دی۔ یونانیون نے اب تعداد کثیر اور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اس پیدل فوج پر حملہ کیا۔ سرمست یونانیون نے اُسپر تابر توڑ باڑہین چلائین۔ مگر خوشی و سرمستی نے اونکے حواس بجا نرہنے دیئے تھے۔ ان باڑہون سے ترکون کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ ورینولاحقی پاشا نے بریگیڈیر نعیم پاشا کے زیر کمان چار پلٹنین اور دو باتریان ریزومیلوس پر قابض ہونے اور یونانیون کو انتہائی میسرہ سے پیچھے ہٹا دینے کیلئے اپنے میسرہ کیطرف روانہ کر دی ہوئی تھین۔ یونانی اسطرف پلاؤپتہ کے دامن اور اون کہتیون مین جو ولسٹینو کیطرف بلند ہوتے جا رہے تھے اور نیز اُن پست کرارون پر جو شہر مذکور کے بائین ہاتھ تھے بہ جمعیت کثیر خوب محفوظ مورچون مین مقیم تھے۔ یہ سوچکر کہ کینسہ ریزومیلوس کے گھڑیال کے مینار سے کل لڑائی کا مشاہدہ کماحقہ ہو سکیگا ہم اوسپر چڑھ گئے اور لڑائی کے آخری چار گھنٹے وہین بیٹھے رہے۔ یہ مینار ساٹھ فیٹ بلند تھا۔ نعیم پلاؤپتہ اور ریزومیلوس کے درمیان ہموار زمین پر تھا۔ اوس کے پاس دو باتریان اور دو رسالے تھے۔ ان باتریون نے ۳۰ اپریل کی لڑائی مین کوئی کام نہ دیا۔ اور رسالے بھی مزروعہ کھیتون مین جو ریزومیلوس اور جنگل کے وسطی حصہ کے درمیان تھے بیکار پھرتے رہے۔ دو پیدل پلٹنون کا کچھ حصہ ریزومیلوس مین اور اوس کے سامنے مقیم تھا اور باقی حصہ جنگل مین سے بڑھ رہا تھا۔ دوسری دونون پیلی اون کے دامنی مورچون کیطرف پیشقدمی کر رہی تھین۔ کچھ دیر بعد ان پلٹنون نے پلاؤپتہ کے ڈھلوان سطحون کے مورچون کو ہلہ کر کے فتح کرنے کی کوشش کی مگر یہ ہلہ بھی محمود کے ہلہ سے کچھ کم مشکل یا احمقانہ نہ تھا۔

دوپہر کے قریب ہم گھوڑون پر سوار بریگیڈیر نعیم پاشا کے پاس گئے۔ وہ کمال بیفکری کے ساتھ لڑائی کی رفتار کو جو دونون سرون میسرہ اور انتہائی میمنہ پر بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی دیکھ رہا تھا۔ یہ دونون معرکے ایکدوسرے سے بالکل جدا الگ الگ نہایت شدت کے ساتھ ہو رہے تھے۔ اونمین کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا تھا۔ ایک معرکہ ہم سے جنوب مشرق مین ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پیلی آن کے دامن مین اور دوسرا بجانب جنوب مغرب اڑہائی میل کے فاصلہ پر کیفالو کے اردگرد ہو رہا تھا۔ ترکی قلب مین کوئی لڑائی نہ ہو رہی تھی۔ وہانکی فوج ریزومیلوس سے نصف میل بجانب جنوب صف آرا ہو کر خاموش کھڑی تھی۔ نعیم پاشا پچاس ایک برس کی عمر کا پست قامت اور بے حیثیت سا افسر ہے۔ رنگ خاکستری سانولا ہے۔ اوسکی شکل و شباہت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے سپاہی کے درجہ سے ترقی کی ہے۔ وہ کشادہ پیشانی اور خوش اخلاقی کیساتھ پیش آیا۔ مگر چونکہ نہ وہ اور نہ اوس کے سٹاف کا کوئی افسر ترکی کے سوا کوئی اور زبان جانتا تھا گفتگو بے تکلف نہ ہو سکی۔ نعیم کے پاس کوئی دوربین نہ تھی۔ اوسنے میری دوربین لیکر دونون معرکون کو جو اُسکے یمین و یسار پر ہو رہے تھے تھوڑی دیر نہایت غور سے دیکھا پھر فی الفور ایک اردلی کو پلاؤپتہ کیطرف بھیجدیا جسکی روانگی کا نتیجہ جلد منکشف ہو گیا۔ یساری بازو کی دونون پلٹنین چیونٹیون کیطرح پہاڑیونکی عمودی سطحون پر یونانیون کی مہیب آتشباری کے باوجود جنہون نے ان ڈھلوانون پر یکے بعد دیگرے

[1] پسپا ہوتی ہوئی فوج کو دوسری فوج اسطرح مدد دیتی ہے کہ غنیم کو اپنی طرف متوجہ کر لینے سے اول الذکر کو بخیریت ہٹ جانیکا موقعہ دلا دیتی ہے۔

مورچوں کی قطاریں تیار کی ہوئی تھیں چڑھنے لگ گئیں۔

خطرناک گشت

دھوپ نہایت تیز تھی اور دن جیسی دھوپ ہمنے مرت العمر میں نہ دیکھی تھی۔ پلاؤ پتہ کہ بے شجر و بے سایہ ڈھلوانوں کے پتھروں سے مجروح سپاہیوں کو جو دکھ تھا اذیت پہنچی ہوگی اسکا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں ہمیں دو پہر کی استراحت کو بہشت سمجھا اور ایک توپ گاڑی کے نیچے پناہ لینے کی کوشش کی جسمیں کامیاب ہو سکا۔ وہاں پہلے ہی تین گولہ انداز موجود تھے ہمیں باہر نکل آیا۔ اور میجر مانگمری کی معرفت نعیم پاشا سے سر سبز و خوشگوار جنگل میں جو ہمارے داہنے ہاتھ موجود تھا۔ جانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو وہ رضامند نہ ہوا۔ مگر آخر اجازت دیدی۔ اور ہم اپنے تین میجر مانگمری۔ آلیس اور چار سوار و ہمراہ ہو گئے۔ ہمارا نقشہ روڈ بک باقی سکوٹ کو ساتھ بھیجا۔ ہم راستہ میں دو رسالوں کے پاس سے جو کشت زار میں خاموش کھڑے تھے اور نیز کچھ فوج پیدل سے جو ہمارے داہنے ہاتھ آہستہ آہستہ آگے جا رہی تھی گذرے جنگل میں داخل ہوتے ہی میجن گھوڑی سے زخمیوں کیطرح گر پڑا۔ اور ایک درخت صنوبر کے ٹھنڈے سایہ کے نیچے خوب مزے لیکر لڑھنگ گیا۔ میجر مانگمری اور آلیس نے کہا کہ ہم جنگل میں سے گذر کر دوسری طرف کی علاقہ کی گرداوری کرنا چاہتے ہیں ہمنے بھی ہمراہ ہونیکی اجازت مانگی اور دو سواروں کو ساتھ کر دیا۔ وہ خوش خوش اس مہم پر روانہ ہو گئے اور میں سو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد تمام گروہ پیش آشیاری ہونیسے میری آنکھ کھل گئی۔ اور اٹھکر کیا دیکھتا ہوں کہ ترکی سکر مشر ہمیں میرے سامنے ایک لمبی صف باندھے ہوئے درختوں کی وجہ سے دشمن جز نظر نہیں آتا تھا باڑہ میں چلا آیا ہے۔ اوس وقت مجھے اپنی جماعت کیطرف سے سخت تردد لاحق ہو گیا کیونکہ وہ اسی طرف گئی تھی جدھر اب ترک بندوقچی سر کر ہوتے۔ میں سوار ہو کر اونکی پیچھے جنگل جنگل جانی ہی لگا تھا کہ ریزویلیوس کیطرف سے وہ جنگل کو وسط تک طے کر آ ہوگئے اور مجھے صدق دلسے کلمہ شکر پڑھا۔ وہ تھوڑی دیر میں بحیرت میرے پاس پہنچگئے۔ اونہوں نے بیان کیا کہ جنگل سے گذرتے وقت ہمنے کئی مورچے دیکھے پر یونانی کوئی نہ دیکھا۔

درحقیقت بہت سے یونانی جنگل کے جنوب مغربی دامن میں کمینگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے مگر چونکہ وہ اپنے قلب لشکر سے جو کیقالو کے سامنے تھا بسیقدر فاصلہ پر تھے۔ اونہوں نے تشیاری کرنیسے اپنی موجودگی کی خبر ہونے دینا مناسب سمجھا۔ اور میری چھوٹی سی جماعت انکی نظر عنایت اور لطف کریمانہ سے محفوظ رہی۔ وہ کیقالو کیطرف تقریباً ایک میل تک بڑھ گئی اور پھر دانائی سے کام لیکر جنگل کی نسبتاً محفوظ حصہ میں سے ہوتی ہوئی واپس آگئی۔

ہمیں جلد معلوم ہو گیا کہ جنگل میں اور زیادہ ٹھیرنا خطرہ سے خالی نہیں ہم ترکی سکر مشر کی پہلی صف میں تھے مزید برآں سب کو بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی ہم آلیس کو کھانے سمیت منیار کنیسہ میں چھوڑ آئے تھے سب کی یہی صلاح ہوئی کہ وہاں چلکر کھانا کھایا جاوے واپسی کیوقت ہمیں ترکی پیدل فوج کی چند صفیں میں جو سکر مشر کی مدد کیلئے جنگل کو جا رہی تھیں جنگل میں تشیاری خوبتر کی سے سامنا ہو رہی تھی کیونکہ اوردونوں سال بھی غالباً سامنے کی مدد پہاڑی کی یونانی باتری سے محفوظ نہ ہونیکے لیئے جنوبی نعیم پاشا اور اوس کے شان کی چند گولیاں اوسی وقت بھی تو اضع کرنی شروع کی تھی آہستہ آہستہ درختوں کیطرف چلے جا رہے تھے ہمنے میناریر تین بنگارٹ پر چل

مسٹر گوبن اور مسٹر سیٹوفس پاشے۔ وہ وہاں سے ساڑھے پانچ بجے تک لڑائی کو دیکھتے رہے جو اچھا بھلا تک یکساں شدت کے ساتھ جاری رہی پہلی اونکی طرف سے پے در پے ریفلی بالہ سون کی آواز آتی رہی کبھی قالو کیطرف سے گولہ آواز دیتی نہ آتی۔ مگر مقدار میں وہ بھی کم نہ تھی قیقالو کے ساتھی کے مورچوں سے یونانیوں نے بالفرض بیشمار کارتوس چلائے ہونگے کیونکہ وہ حالانکہ غنیم اونکی زد سے بہت دور تھا لگاتار باڑہ پر باڑہ چلاتے رہے تھے۔ بلا رتبہ پر بھی اتنباری نہایت سخت تھی جو بہت زیادہ نقصان ثابت ہوئی کیونکہ وہاں بالمقابل افواج ایکدوسرے کے بہت قریب تھیں۔

پیلی اون دھا اسطرف یعنی دولو کی جانب ترکوں نے جس پہاڑی پر حملہ کیا۔ وہ کم از کم دو ہزار فیٹ بلند اور اوسکی سطح نہایت عمودی اور چٹانوں سے بھری تھی۔ ایسی پہاڑی پر یونہی چڑھنا بڑا مشکل کام تھا چہ جائیکہ ایسی صورت میں جب کہ اوسکی چوٹی پر سے غنیم مورچوں کی جمے سے نمایاں ہو اور آگ برسا رہا ہو۔ ایسی صورت میں وہ پر چڑھنا بیشک ناممکن تھا۔ اور غالباً ترکوں کے سوا دنیا بھر میں اور کوئی فوج ایسا کرنے کی کوشش نہ کرتی لیکن غنیم کی دونوں پلٹنیں حیرت انگیز شجاعت سے ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کودتی ہوئیں عمودی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اور گو اون کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ تاہم چوٹی پر پہنچ گئیں۔ جہاں افسوس کوئی پناہ نہ تھی جس کیوجہ سے اگر بڑھنا ناممکن ہوگیا تاہم اپنی جگہ پر قایم رہکر بارہ بجے سے چھ بجے تک دشمن پر اتنباری کرتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے یونانیوں نے جن کو بہت ہی کم پسپا ہونا پڑا تھا سب موتھون بائنھو چوٹی پر سے ترکوں کو پیچھے دھکیلنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر ریفلی اتنباری کی باڑھیں مسلسل اور ناقابل برداشت حد تک تیزی کے ساتھ پڑ رہی تھیں۔ یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یونانی بالمقابل دھاوا کر رہے ہیں۔ اور ترک اونکے مقابلہ پر اپنی جگہ پر قایم رہنے سے عاجز ہو رہے ہیں ہم مینار سے یونانی سکندرشون کو مورچوں پر سے کود کر ڈھلوان سطح پر نیچے کیطرف دوڑتے ہوئے اور پھر دوسرے کرارہ پر چڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اونکا کچھ حصہ شاہی کراروں کو دریائی شیبوں میں جمع ہو کر فیگل کیطرف بڑھا آرہا تھا۔ باقی فوج سلیمان کے رسالوں کیطرف جو کم از کم پانچ ہزار گز کے فاصلہ پر تھی۔ اوزیر ترکی انفنٹری تقیمہ کیفالو پر پے در پے باڑھیں چلا رہی تھی۔

بلا رتبہ کیطرف بھی اتنباری اسی شدت کے ساتھ مگر زیادہ مؤثر طریق سے جاری تھی۔ ریفلی باڑھوں کی مسلسل گرگ کانوں میں گونج رہی تھی۔ انگھیین یہ مشاہدہ کر رہی تھیں کہ یونانی بلند ترین چوٹیوں سے سیلاب کیطرح اوس چوٹی کیطرف جہاں سے ترک چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے لیٹے ہوئے یونانیوں کی تابڑ توڑ بوچھار کا بالاستقامت جواب دے رہے تھے اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ صاف نظر آرہا تھا کہ ترکی فوجی جس کام کا بیڑہ اوٹھایا ہے اوسکے لیئے اوسکی جمعیت بہت ہی تھوڑی ہے سنیر سیفار کی پہاڑیوں اور پیلی اون کی چٹانی بلندیوں کو چھ کمزور سی پلٹنوں سے فتح کرنا ایسا کام تھا جسے بیتم و ہفندیار یا خالد و ضرار بھی بخیر انجام نہیں دے سکتے۔

پانچ بجے کے قریب یونانیوں نے زیر دسیلوس کے گاؤں پر گولہ باری کی۔ اونکے دو گولے عین ترکی سراب خیموں اور توپی گاڑیوں کے بیچ میں گرے۔ یہ سامان موشیی گرجہ کے سنار کے قریب جمع تھا۔ نعیم پاشا نے اسکا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ یونانی توپیں ۳۶ سو گز کے فاصلہ پر درختوں کی نیم اوٹ میں تھیں۔ اور زیر ان گولوں سے چند ان نقصان نہ ہوا تھا چھ بجے کے قریب ترکوں نے

اپنے بعیدی اسکرمشرون کو پیچھے ہٹانا اور موضع کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا۔ اور فوج پیدل کو وہ دستے اور چند سوار جو انتہائی میسرہ پر پہاڑیون کی بعیدی شاخونکی آڑ مین نظر سے پنہان تھے۔ ریزومیلوس کیطرف آتے ہوئے دکھائی دینے لگ گئے۔

جب ہم ساڑھے چھ بجے روانہ ہوئے اوس وقت ترک ہٹے آرہے تھے۔ مگر کامل وقار اور تمکنت کے ساتھ۔ اون کو گرمی کی حدت سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اور کارتوس بھی تقریباً ختم ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی کہین سات بجے کے قریب جاکر ترکی انفنٹری پلاوپتہ اور کیفالو سے پیچھے ہٹی۔ اور کامل باقاعدگی اور استقامت کے ساتھ ریزومیلوس مین سے کرلی کو واپس گئی۔ یونانیون نے مستعدی کے ساتھ کوئی تعاقب نہ کیا۔

ترکی مجروح مین سخت حیران ہون کہ ویلسٹینو کی اس پہلی لڑائی کے ترکی مجروحین کہان گئے۔ گو اونکی تعداد یقیناً بہت ہونی چاہئے تھی مینے بہت کم دیکھے۔ کیفالو کیطرف تو غالباً مجروحین کو اون کے ساتھی اوٹھا لائے۔ مگر پلاوپتہ کی عمودی ڈھلوانون پر سے انہین ساتھ لانا ناممکن محض تہا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہان کئی سو ترک مجروح ہوئے تھے۔ لیکن مجھے اس امر کی کوئی شہادت نہین ملی کہ یونانیون نے ان مجروحین کو اسیر کر لیا تھا۔ اور اونکی مرہم پٹی کی تھی۔ اور لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان مجروحین کا کیا حشر ہوا۔ دوسرے دن ہمنے ایک نہایت رنجدہ نظارہ دیکھا جس سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہین۔ اور خیال گذرتا ہے کہ ان بیکس مجروحین کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا ہوگا

ہم لڑائی کے خاتمہ تک ٹہرنا چاہتے تھے۔ مگر مسٹر گوبن نے کہا۔ دیکھو ترکی نظام فوج گاؤن کو چھوڑ کر کرلی کو جا رہی ہے۔ اور صرف ارنودون کی ایک پلٹن پیچھے رہگئی ہے۔ یہ کوہستانی اگرچہ بہت سی خوبیان رکھتے ہین۔ مگر با انتظامی اور ضبط علی النفس اون خوبیونکی فہرست مین داخل نہین۔ اگر اون کو ہمارے گھوڑے پسند آجاتے تو یقیناً ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو لاریسا کی بہاگڑ کے وقت یونان فوج کے ہمراہی انگریز نامہ نگارون کا ہوا تھا کہ یونانی سپاہیون نے بلا تامل اونکے گھوڑون بلکہ گاڑیون پر بھی تصرف کر لیا تہا۔

تاہم مراجعت کنندہ ترکون مین بے ترتیبی کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ ایسی لاپروائی اور بیفکری سے پیچھے ہٹے جا رہے تھے کہ گویا کسی چھوٹی سی تفریحی مہم پر گئے تھے۔ اور سارا دن جو جانگداز لڑائی کرتے رہے تھے۔ وہ ہوئی ہی نہ تھی۔ یونانی اگرچہ اپنے مستحکم مورچون کی پناہ مین خوب لڑے تھے۔ مگر وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حملہ کرنیکی صورت مین مورچون سے نکلکر کھلے میدان مین جانا پڑے گا۔ جہان ترکون کا مقابلہ کبھی نہین ہو سکیگا۔ چونکہ ہمکو ترکی سپاہیون کے شاندار اوصاف اور نیز یہ امر معلوم ہے کہ بالخصوص جب وہ مدافعت کے پہلو پر ہون تو انہین مغلوب کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے ہم جنرل سمولنسکی کی قناعت و خاموشی پر کوئی نکتہ چینی نہین کرتے۔ ورنہ ضرور یہ رائے دیتے کہ اسے اوسی شام اپنے حملہ کو خوب موثر کرنا اور نعیم کے کل بریگیڈ کو اسیر کر لینا یا تباہ کر دینا واجب تھا۔ بیس بیس میل تک کوئی ترکی کمک موجود نہ تھی۔ سمولنسکی کے پاس نعیم کی نسبت دگنے سے زیادہ فوج تھی۔ جسے بہت کم نقصان اوٹھانا پڑا تھا۔ اور فتح سے اوسکے حوصلے خوب بڑھے ہوئے تھے۔ برعکس ازین گو ترک کسیطرح شکستہ دل اور پست ہمت نہ ہوئے تھے تاہم اونہین سخت نقصان پہنچا تھا۔ اور وہ سخت کوفتہ و ماندہ اور گرسنہ تھے۔ لیکن جیسا کہ مین اوپر لکھ چکا ہون۔ باین ہمہ سمولنسکی تعاقب نکرنے مین راستی پر تھا۔ جیسی فوج اوسکے پاس تھی۔ ویسی کے ساتھ کھلے میدان مین ترکون پر حملہ کرنا نہایت خطرناک اور جوکھم دار کام تھا۔ اور اگر حملہ مین ناکامی ہوتی تو اسکا نتیجہ بہت برا ہوتا۔ ہان اگر سمولنسکی کے پاس

شجاع اور بخوبی منتظم فوج ہوتی تو نعیم کا بریگیڈ یقیناً تباہ ہو جاتا۔ اخبار ڈیلی نیوز مورخہ ۴ مئی مین اوس کے خاص نامہ نگار کیطرف سے اس معرکہ کے متعلق جو مراسلت شائع ہوئی اوسکا آخری حصہ یہ ہے: "کل کے محاربہ مین میرے اندازہ کے مطابق یونانیون کا حسب ذیل نقصان ہوا۔ چودہ قتل ہوئے۔ ایک افسر اور ایک سارجنٹ بھی اس تعداد مین شامل ہے۔ اور ایک سو بیالیس زخمی ہوئے۔ یہ لوگ زیادہ تر ترکی انفنٹری کی آتشباری سے ہلاک و مجروح ہوئے۔ اور بہت ہی کم ترکی گولون سے جنمین سے اکثر تو یونانی صفون سے باہر گرتے رہے۔ اور جو معدودے چند اندر گرے اونمین سے بہت ہی تھوڑے پھٹے۔ چونکہ دشمن رات کے وقت لاریسا کیطرف اسقدر پیچھے ہٹ گیا کہ نظرون سے غائب ہو گیا۔ مینے آج باطمینان خاطر کل کے میدان جنگ کی گشت کی۔ ہمارے میمنہ کو الٹنے کی کوشش مین ترکون کو ہماری انفنٹری اور اوریزنیون کی تباہی بخش آتشباری سے جو پہاڑیون کی ڈھلوان سطحون پر قابض تھی یقیناً سخت نقصان پہنچا ہوگا۔ گندم کے کھیتون کی لمبی قطار مین جابجا لاشین پڑی ہوئی تھین جنمین سے اکثر نے یونانی فوجکی وردی کے کچھ حصہ پہنے ہوئے تھے۔ جو غالباً اون کو لاریسا کے گوداموں سے ملے ہونگے۔ یونانی میسرہ پر جو ویسٹینو سے اوپر تھا ترکی کیولری کا حملہ محض پاگلانہ فعل تھا۔ ترکی سوارون نے دو مورچون کے بالمقابل جس پہاڑی کی عمودی ڈھال پر چڑھنے کی کوشش کی مین اسکے پائین مین کھڑا ہوا۔ اس حملہ کو دیکھتا رہا تھا۔ ان مورچون مین دو سو سپاہی مقیم تھے غنیم نے اسموقعہ پر جو شہامت و بسالت دکھائی یونانی اوس کے صدقدل سے معترف ہین۔ مگر قریب ترین یونانی مورچہ سے دو گز کے فاصلہ تک بہت تھوڑے سوار پہنچ سکے تھے۔ پہاڑی سے نیچے نسبتاً زیادہ ہموار زمین پر بھی گندم کے سرسبز کھیتون مین جابجا سوارون اور گھوڑون کی لاشین پڑی ہوئی تھین۔ اگر یونانی سپہ سالار چاہتا تو کل ایک تازہ دم رجمنٹ فرسالہ سے رہتے ترکون کی مراجعت بجانب کرلی کا رستہ بند کرنے کو بھیج سکتا تھا۔ اور اسطرح وہ تمام فوج جو کل کے حملہ مین شریک ہوئی تباہ یا گرفتار کر لیجا سکتی تھی۔ سپہ سالار نے ایسا نہ کیا اور سمولنسکی کی فوج دو دن رات مورچون اور خندقون مین رہنے سے ایسی تکان زدہ ہو رہی تھی نیز اوسکی جمعیت اتنی تھوڑی تھی کہ وہ کوئی موثر جناحی حرکت نکر سکتی تھی"

کرلی پہنچنے تک مین ایسا تھک گیا کہ مین نے ۱۲ میل اور سفر کرکے لاریسا جانے کی بجائے وہین سونیکا عزم کر لیا۔ مگر مسٹر مانٹگمری اور ایلس واپس چلے گئے۔ کیونکہ اوس دن ہم نہایت عمدہ کھانا تیار کیئے جانیکا حکم دے آئے تھے۔ اور اون دونون کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ رات کی تاریکی اور سڑک پر جابجا زخمیون اور بارکش جانورون کی قطارین ملنے کی وجہ سے اونہین سڑک پر بہت دیر ہو گئی تاہم وہ نعیم کے قاصد سے پہلے پہونچ گئے۔ اور آدھی رات سے کچھ بعد لڑائی کے حالات محل مین ادہم پاشا کو جا سنائے۔ مشیر نہایت شفقت کے ساتھ ملے اور فی الفور زبردست کمک کرلی کو روانہ کر دی۔

مہمان نواز عثمانلی

درینولا مین بمقام کرلی ایک آسودہ حال ترک کے مکان مین شب باش ہوا۔ اوسکا نام حسن آفندی تھا۔ اور اوسکا مکان ایک خاصہ خوشنما بنگلہ تھا۔ آفندی نہایت ذکی اور کمال متواضع شخص ثابت ہوا۔ اوسنے دو دن بڑے تکلف کے ساتھ میری مہمانداری کی۔ اور خوراک یا مکان کے کرایہ کیلئے ایک حبہ لینے کا بھی روادار نہ ہوا۔ مینے بہت منت سماجت کی کہ وہ خوراک کا خرچ لیلے۔ اوسنے ایک غانی حتی کہ مین اوس کے نوکرون کو بھی تھوڑا انعام لینے پر بمشکل رضامند کر سکا۔ اور بھی صاحب خانہ کی غیبت مین یہ واقعہ شاذ نہ تھا بلکہ مفصلات مین عثمانیہ قوم کے کل افراد کا یہی قدیم دستور ہے۔ وہ مہمانون کی حیثیت سے بڑھکر مدارات

کرتے ہیں۔ اور معاوضہ میں ایک کوڑی بھی گوارا نہیں کرتے۔

سلیمان پاشا کا منشی کہواری بھی اسی مکان میں سویا۔ وہ لحیم و شحیم طاقتور اور کسیقدر سادہ مزاج شخص ہے۔ انگریزی یا فرانسیسی نہیں بول سکتا۔ اور کاسر اور باقی جسم گرد و غبار سے تھپ تھپ ہو رہا تھا۔ کھانے سے پہلے وہ پورے پانچ منٹ ہاتھوں کو دھو رہا تھا۔ سلیمان افسردہ دل سا ہو رہا تھا۔ اور اوسکی پیاس بھی بجھی نہ تھی۔ سلیمان محمود کی جولانی طبع نے اوسکی فوجکا ایک طرح سے ستیاناس کر دیا تھا۔ ہم دونوں کے علاوہ سلطان اعظم کا ایک نوعمر اور چست و چابک یاور بھی وہیں فروکش ہوا۔ وہ بھی پہنچا تھا۔ دربلا بھاگتا پورا پورا جھٹلمین تھا۔ اوس کے ساتھ کئی خورجیاں اور بورین طرز کے مطابق غسل و شستو کرنیکا مکمل سامان تھا۔ عثمانیہ فوج میں اپنے تکلفات کے ساتھ بالکل نادر تھے۔ یہ جوانمرد آسائش و تکلف سے حتی الامکان محترز رہتے ہیں۔ ایک مقدس عورت ملا صاحب بھی موجود تھی۔ جو غالباً مالک مکان کی مدعی مہمان تھی۔ وہ بنہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ صاحب عمامہ حج کر آیا ہے۔ ملا کی تیور سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مجھ پر کسیقدر منظر شتباہ دیکھ رہا ہے جب تک ہم اکٹھے رہے اوس وقت کا زیادہ حصہ اوسکی ہونٹھ ہلتے رہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور میرے حق میں یا میرے برخلاف دعا مانگتا[1] تھا۔ منیجر اوس نوفرانسیسی اطالین اور جرمن بیوی کے بعد دیگرے گفتگو کرنے کی کوشش کی مگر ہر فرقہ اوسے سرہلا دیا جسکا یہ مطلب تھا کہ وہ ان زبانوں میں کسیکو نہیں سمجھتا۔ ترکی نسوان نے اوسکی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ مگر بیٹے حسن آفندی کی معرفت اوس سے کھانے میں شریک ہونیکی درخواست کی۔ اور وہ بخوشی شامل ہو گیا۔ میں جانتا ہوں کہ اسب کی نفس کشی نہ ہی مقتدا دن کو اوپر حرست کی نظر سے دیکھتا ہوں چنانچہ اگر مجھے پادری ہوپر[2] ایس ہیوز صاحب بھی کسی غیر ملک کے سفر میں ملجاتے تو میں اونسے بھی اسطرح پیش آتا۔ گو میں تسلیم کرتا ہوں کہ پریسٹنٹ اور کلیساء برطانیہ کو پادریکا اعزاز میرے دلمیں سب سے زیادہ ہے۔ کھانے میں ایک ایسا نوعمر کی فہم بھی شریک تھا جو شیک روفق محفل تھا۔ وہ مصری پاشا کا ایک یاور تھا مجھے سخت افسوس ہے کہ میں اوسکا نام بھولگیا ہوں۔ وہ دن نہایت ہی ذکی اور کمال خوش طبع افسروں میں سے ایک تھا جن سے تھسیلی میں ہماری ملاقات ہوئی۔

کھانا سادہ مگر بافراط تھا۔ بریان گوشت اور چوزوں کی بیشمار رکابیاں میز پر چنی گئیں۔ چند میں خوب تیز مصالح ڈالا گیا تھا اور وہ میز کے وسط میں رکھی گئی تھیں ہم کانٹے لیکر اون کابیوں پر ٹوٹ پڑے اور جو بوٹی پسند خاطر ہوئی اوڑچ خود بخود کانٹے سے گاجانی اوسے اوٹھا اوٹھا کر کہا نے لگ گئے۔ ابتدا ہوئے مضیوں سے ہو گئی اور شیرینی پر کھانیکو ختم کیا گیا۔ خوش قسمتی سے میرے پاس کچھ شراب کی ایک بوتل موجود تھی جس کو ملا کر سوڈا سب نے خوب مزے لیکر نوش کیا۔

کرلی

مسٹر ہالکمبری اور ایس نے پختہ وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی رات گھوڑے بدل کر زینار۔ یا گاڑی پر واپس لوٹ آئینگے مگر وہ کوئی نہ آئے جس سے پھر مجھے سخت تردد پیدا ہو گیا۔ کیونکہ اوس رات ٹرکوں پر بیشمار وارفتہ مزاج لوگ موجود تھے صبح چھ بجے میں گھوڑے پر سوار ہو کر لاریسا کیطرف روانہ ہو گیا۔ سپاہیوں کی انبوہ در انبوہ ٹکڑیاں پر کرکی کیطرف چلی آتی تھیں جن کو دیکھکر یہ فیصلہ ہو رہا تھا کہ اوہم پاشا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یونانی ہیرو ڈیلینو پر ترکوں کو نہرت نہ دیں کیونکہ مختلف پلٹنوں کی کمان افسر نیلون سے دریافت کیا کہ آیا اونہوں نے میری جماعت کو راستہ میں دیکھا ہو مگر کرکی سے دس میل کی فاصلہ پر جسپ تک میں کسی پاشا سے نہ ملا۔ اوسکی کوئی خبر نہیں

[1] یعنی یہ کہ خدا محمد ہدایت کرے کہ میں گمراہوں سے نکلکر مشرف باسلام ہو جاؤں یا یہ کہ میں غارت ہو جاؤں۔ [2] یہ ایک مشہور رومن کیتھولک عقیدے کے پادری ہیں

حقی پاشا نے کہا کہ اونہون نے انیس کو شب گذشتہ لاریسہ کے متصل دیکھا تھا۔ یہ سنکر ہمین آگے بڑہنا پڑا۔ اور تقریباً چار میل اور گیا ہوگا کہ سامنے سے مسٹر ماگمری اور انیس ہیچ بیچ کمال بیفکری کے ساتھ کرالی کیطرف آتے نظر آگئے۔ اونہون نے ہمیں دیکھتے ہی ہمارے تردد و پریشانی کا پتہ منہ سے بھی نکلنے دیا وہ نہ کیا بلکہ کہا تو یہ کہا کہ ہم جانتے ہی تھے کہ آپ ضرور ملینگے۔ کہنا نہایت لذیذ تھا خوب پیٹ بھر کر کھایا مدعا بالکل جو ہو گیا تھا نخچت ہو کر سو گئے۔ "نہ منّتِ سیمونت طفلاں و ٹھائی کہ بھر کہی متردد نہ ہونگا۔

ہم سب کرالی کیطرف روانہ ہو گئے اور تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد ندی کے پٹون کے گرد چکر لگایا۔ یہ پٹون کرالی کے گرداگرد مشرق۔ جنوب مشرق اور جنوب مین نہایت مناسب موقعون پر قایم کئے گئے تھے۔ اور اونکی سنتری خوب ہوشیار تھی جب ہم پرانے دوستون بینے پریزیڈنٹ پلیٹن کے ارنوطون کے پاس پہنچے تو وہ ہمارے گرد جمع ہو گئے اور طرح طرح کی فوجی لوٹے یونانی خوبیان و مجبوریان کراس نفیلین بیتوں تلوارین اور کارتوسی پیٹیان خریداری کرنیکے پیش کین۔ یہ چیزین اونہین مبیدان جنگ سے دستیاب ہوئی تھین اور وہ جانتے تھے کہ ہمکو جمع کرنیکا شوق ہے۔ انہی اقسام کی بہت سی یادگارین خریدکین۔ مگر گلستان کو واپس جاتے وقت اونکا حصّہ کثیر ہماری یونانی رفقا کنسہ گاہ نے ناجایز طور پر ضبط و غصب کر لیا۔

گشت سو فارغ ہو کر ہم نے حقی پاشا سے کرالی سٹیشن مین جہان وہ مقیم تھے ملاقات کی وہ کم گو۔ روشن چشم۔ ملنسار نہایت مہمان نواز اور سافر پرور خلقت مین ہین۔ پاشا موصوف نے قہوہ سے ہماری تواضع کی۔ اور فی الفور اپنے فوجی ڈاکٹر کو بلوا کر انیس کے سر پر نئی پٹی بندوائی اس سے پہلے ہمین رخصت نہ دی۔ دوسرے دن پاشا موصوف نے لاریسہ واپس جانیکی لیے اپنی گاڑی ہمکو پیش کی کیونکہ یہ گاڑی ہمارے گھوڑے اٹھا گئی تھی۔ جب وہ گاڑی آئی تو ہمنے دیکھا کہ ایک معمولی قسم کی بلا کمانی چوپہیہ گاڑی ہے جسپر ذرا عمدہ قسم کا چارہ ڈھونیوالا چھکڑا کہنا زیادہ مناسب ہو سکتا تھا تاہم پاشا کی نوازش مین کوئی کلام نہین۔ مین سوار ہونے ہی لگا تھا کہ ایک نے مذاق سے ہمکو اپنی گاڑی مین بٹھلایا اور ہم حقی پاشا کی گاڑی کی آزمایش کرنی پڑی کہ سفر مین کیسا کام دیتی ہے۔

استکشاف

علی الصبح ہم ایک ترکی استکشافی جماعت کے ساتھ ریزرو میلو اور ویسٹینہ کیطرف گئے۔ اس کام پر دو پلٹنین بھیجی گئین ایک رانودون کی پریزیڈنٹ پلیٹن اور دوسری فوج نظام کی تھی۔ یہ سکوٹنگ کی قاعدہ سے بڑی پھیلاؤ دار صف بانده کر آگے بڑہین جنوب کیطرف اوسکا ایک سرا ریلوے لائن کا متصل تہا جو پیاڑیون کے گرد سے گذرتی ہی اور دوسرا جانب شمال جھیل ترا کے قریب تھا چھ سو رانودون کی ایک چھوٹی سی جماعت جو ایک فدما راویا ایک کپتان کی ماتحت تھی آگے آگے تھی۔ ہمان سو رانودن کے ساتھ تقریباً ریزرو میلو تک گئے۔

وہ نہایت احتیاط سے اگی بڑہ رہے تھے۔ ہر پانچوین دسوین منٹ جہان کہین اونہین کوئی ایسا موقعہ نظر آتا جس کے پیچہے غنیم کیلئے چھپنا ممکن ہو سکتا تھا وہ فوراً ٹہیر جاتے۔ بجانب بیسرہ جھیل کے قریب ایک گانون مین ایسی لوگ دکہائی دیئے۔ جو یونانی بیقاعدہ سپاہیون کے مشابہ تھے۔ دو سو رگانون کی متجاوز اور پرتال کیلئے بھیجے گئے۔ جو طرف ہمارے قریب تھی ادہر گانون کے گرد ایک بیڈول سی دیوار موجود تھی۔ اور عین بائین جانب ایک گورستان تھا جسکی چار دیواری بہت بلند تھی۔ یونان مین ایسی گورستان بافراط ہین۔ اور انگلیسون کو اونکی

پیادہ یونان کو خوب پناہ مل سکتی ہے جب کہ یہ سلسلہ بالا استقلال کا نون کیطرف بڑھے جا رہے تھے ہمین نہایت تردد رہا کہ وہ بغیر دشواری کے کیونکر ایک سیدھا اونچا دروازہ کیطرف گیا جو دلہ مین تھا۔ اور دوسرا چکر کاٹ کر گانون کی دائین طرف ہمین ہر لحظہ یہ توقع تھی کہ ان جانباز سلاحدارون پر اب گولیان برسین کہ برسین مگر کوئی گولی نہ چلی۔ یونانی معمولی گڈریئے ثابت ہوئے اور ہم سیدھے بریزوبلیو کیطرف روانہ ہو گئے۔ ارنود ہمارے آگے آگے ہو لیے۔

سلاحدارون کے پیچھے ہمین سے گذریکے لیے جو تذکرہ صدر خیگل کے داہنے ہاتھ تھے ہمسے جدا ہو گئے تھے۔ وہان پہنچتے ہی انہون نے کسی چیز کا بڑی سرگرمی کے ساتھ تعاقب کیا۔ مگر پکڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ معمولی یونانی دہقان تھا۔ جو کہیت کی بہنی بہنی فصل مین چھپا ہوا تھا۔ ہمارے خیال مین وہ جاسوس تھا جسے عمداً سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مگر اُسے چھوڑ دیا گیا اور کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

کرلی کے قریب یونانی بقاعدہ سپاہ ہمین ملی گانون لوٹ لیتے ہے۔ مسٹر نائٹگیل نے اپنی کی اسٹیڈرڈ مین اسکے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ آج صبح کے ساڑھے بجے مین ایک تکشانی جماعت سواران کیساتھ میدان سے گذرا جنہون یونانی موضع حاجی ہی کو بالکل خالی پایا کیونکہ کل سہ پہر کو پچاس یونانی پیادون سے اُنکر یونانی باشندون کے مملوکہ و مقبوضہ پچاس مویشی چھین لیگئے تھے۔ مزنا دوس کی پہاڑ کے وقت سے یونانیون کی تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا ہے جس سے میدان کے دہقان سخت غضب آلود ہو رہے ہین اور علانیہ واویلا کر رہے ہین کہ ہمارے ہم مذہب ہمقوم ہمسے ترکون کی نسبت بدرجہا بدتر اور ظالمانہ سلوک کر رہے ہین یہی کیفیت موضع سرکالی (جو مناقلی) کی تھی۔ اسمین ایک سو گھر ونکی آبادی ہے۔ سڑک کی دونون طرف میدانمین گھاس خشک کہڑی ہو۔ مگر اُسے کاٹنا اور جمع کرنے والا کوئی نہین۔ حالانکہ وہ پندرہ دنون سے قابل درو ہے۔ یہ موضع حمدی پاشا کے ڈویژن سے پانچ کیلومیٹر بجانب جنوب ہے جسپر یہ وہان گیا۔ اوس سے پہلے کوئی ترکی فوج وہان داخل نہین ہوئی تھی۔ مگر ایک بھی باشندہ وہان موجود نہ تھا۔ صرف چند بچے پانچ کتے اور کسیقدر مویشی دکھائی دیتے ہے۔ سورون نے خالی مکانون مین بسیرا کر لیا ہو تھا۔ ویرانی کیوجہ یہ تھی کہ جو قیدی لاریسا کے جیلخانہ سے رہا کر دیئے گئے تھے وہ راستہ مین سڑک پر سے گذر رہے تھے۔ اور وہان کے ہر ایک گھر کو لوٹ لیا تھا۔ سڑک اور مکانون کے گرد خالی کارتوس پڑے ہوئے ہے جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ قیدیون کو گانون پر متصرف ہونے کے لیئے دیہاتیون سے تھوڑی سی لڑائی کرنی پڑی تھی۔ مگر کہین کوئی لاش یا خون کا دھبہ دکھائی نہ دیئے جس سے خیال گذرتا ہے کہ شاید قیدیون نے محض گانون کی لوٹ کی خوشی مین کچھ مقابلہ کی ہون گی۔

وحشت البیانہ ریزوبلیو مین ہمنے ایک عجیب ہیبت انگیز اور تنفر خیز نظارہ دیکھا۔ ایک ترکی سپاہی کی لاش بری طرح سے جھلسی اور جلی ہوئی ایک چھوٹی سی دیہاتی گاڑی لیئے ارابہ پر جو نیم تقریباً جلی ہوئی تھی پڑی تھی آگ گاڑی کو نیچے روشن کیگئی تھی۔ اور اوس کے شعلون سے گاڑی اور اوسکا سوار دونون تقریباً خاکستر ہو گئے تھے۔ سپاہی کی مکھین ہڈیون پر نیچے صحیح سالم استین اور اوسکی وردی اور جرابی نیز کوٹ کا تھوڑے سے حصہ سے ہمین اوسکا عثمانی سپاہی ہونا متحقق ہو گیا تھا اوس کے گھٹنے پر زخم موجود تھا ممکن ہے کسی اور جگہ پر بھی ہو جسکا نشان جلجانے کیوجہ سے معدوم ہو گیا ہو۔ یہ ثابت کرنا ہمارے

امکان سے باہر تھا کہ اس تہمت کو نیچے جب آگ روشن کیگئی تھی۔ تو آباد وہ وقت زندہ تھا مگر جلتے ہوئے مین سے پایا ہی جاتا تھا۔ یونانی نہایت کمال پاجیانہ انداز سے ترکون پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہے تھے۔ کہ وہ ناگفتہ بہ مظالم کے مرتکب ہوے ہین۔ اور بالخصوص یونانی مجروحین سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہین۔ ایک مرتبہ وہنون نے ایسے سرتاپا درغ روایت شہر کی کہ ترکون نے بتاریخ ۱۰ اپریل جمعہ کے دن یونانی مجروحون کو کنیسہ یزد وتیلہ مین زندہ جلادیا تھا۔ یہ کہنا آگاہی کا کامل تردید کردی ہے۔ یہ قصہ سفید جھوٹ تھا۔ کنیسہ مین کوئی مجروح نہ تھا۔ اور عمارت کی اندرونی حصہ کو خفیف سے نقصان پہنچنے کے ماسوا مقدس عمارت بالکل صحیح سلامت کھڑی تھی۔ اندرونی حصہ کو یہ نقصان پہنچا ہوا دیکھا گیا۔ کہ منبر الٹ دیا گیا ہو تھا۔ اور اولیا کی میں ایک تصویرین دیوار سے اکھاڑ لیگئی ہوئی تھین۔ مجھکو کامل یقین ہی کہ دراصل خود یونانی بیقاعدہ سپاہیون نے ترکون کو بدنام کرنیکے لیئے ایسا کیا۔ کنیسہ کا دروازہ جلگھ ترکی سپاہیون نے اسمایہ کا بہت ہی احترام کیا۔ مزید برآن یہ نقصان ایسا خفیف اور جزوی تھا کہ کوئی دشمن اتنے پر کبھی کفایت نکرتا۔ اس منظر کو دیکھکر ترک بالخصوص البانوی سخت غضب آلود ہوگئے۔ اور اکثر نے بزدل یونانیون سے سرکا پورا انتقام دبدلہ لینے کی قسم اوٹھائی۔

ناستر بیت پیرانوم

ہم پھر اپنے پرانے ٹکانے یعنی مینار پر پہنچ گئے اور وہان سے بہت اچھی طرح تھسالی کا وہ ارانی کو دیکھتے ہے۔ وائین طرف ارنودون کی آوہی پٹن کہتیون مین جنگل کی طرف بڑھی جارہی تھی اور تا بر تو ریاضلی انتشاری سے واضح ہوتا تھا کہ جنگل یونانیون سے بھرا ہوا ہے جہان بڑی سرگرمی کی لڑائی ہوتی ہی۔ ایک سپاہی جو بقول خود پرنسٹڈ پلٹن سے تعلق رکھتا تھا۔ اور جسنے اسے کئی مختلف موقعون پر دیکھا تھا ہمین مینار پر پہنچا۔ وہ نہایت خوبصورت نوجوان شخص تھا۔ اور اوس کا چہرہ سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ بہت بہادل ہی لیکن میرے خیال مین اپنے اگر ہموطنون کی طرح وہ بھی کچھ کچھ مشتاق وشیدا نہ تھا۔ لیکن جنگل کی سخت انتشاری سے دوچار ہوا سا تھا۔ اوسنے کہا کہ میرے تمام ساتھی جنگل مین ہلاک ہوے ہین اور ترکون نے علاوہ اوسکو سیر غرض کیلیے وان بھیجا ہے۔ اوسنے جو یونانیون کی نشانہ اندازی کی نسبت کوئی عمدہ رائے نہ رکھتا تھا اوسے بڑی تشفی دلائی اور کہا خاطر جمع رکھو تمہارے ساتھی بالکل بخیریت ہونگے۔ مگر اوسے اطمینان نہ ہوا۔ اور مینار سے جلد جلد نیچے اترگیا اور پھر دو سو اپنے ہموطن ارنودون کو جمع کرکے جنگل مین گھس گیا جہان انکے پہنچنے پر انتشاری پہلے سے دگنی ہوگئی۔

بجانب مغرب دو سوار نودو ایک یونانی مورچہ کیطرف جو پلاپت کے دہن مین تھا تیز قدمی کو ساتھ بڑھے۔ اوصفین پھیلا کر یونانی خندق سے آٹھ سو گز کے فاصلہ تک بڑھ گئے جب وہ وان پہنچے تو مورچہ سے یکبارگی پانچسو رائفلون نے آگ برسانی شروع کردی جسمین دیکھکر گمان نہ تھا کہ خیال گذرا کہ بہادر البانوی تباہ ہوگئے نصف البانوی زمین پر گر پڑے اور باقی دائین بائین پھیل گئے۔ اور نسبتاً زیادہ احتیاط سے آگے بڑھنے لگ گئے۔ جو گرے تھے۔ اونکی نسبت قیاس کیا گیا کہ وہ ہلاک یا زخمی ہوگئے ہین۔ کہ انمین وہ بکلیت کھڑے ہوکر اپنے ساتھیون کے ساتھ ساتھ پیشقدمی کرنے لگ گئے۔ اونہین کھڑا ہوتے دیکھکر ہمین تعجب اور کمال خوشی ہوئی۔ وہ اصل بندوقین سرکرنیکیلیے زمین پر پڑے ہے یونانی گولیون سے ایک بھی زخمی یا شہید نہوا تھا۔ اس مقام پر حرکت مین البانیون نے دو قدمین سوگز اور طے کیے۔ اور یونانی اون سے چار پانسو گز کے

فاصلہ پر رہگئے۔ دمان البانوی ایک چھوٹے سے کوارہ پر جو میدانین تھا پھیل گئے اور فریقین ایک گھنٹہ تک کبھی دوسرے پر پے در پے باڑھین چلاتے رہے۔ پھر ترکی کمانڈر کے حکم سے واپس ہو جانیکا بگل بجا دیا گیا۔ مگر ارنودون نے اپنے کا نام نہ لیا۔ پھر بگلچی کو ایک افسر نے آدھا فاصلہ آگے بھیجا گیا۔ لیکن ارنود برابر باڑھین چلاتے رہے۔ آخر افسر نے اون کے پاس جاکر بگلچی سے واپسی کا بگل بجوایا۔ اور پھر کہین جاکر وہ چین بچین ہوتے ہوئے دو دو تین تین کی ٹولیون مین پیچھے ہٹے جب وہ گاؤن پہنچے تو مسٹر ہاٹسگری نے اون سے گفتگو کی وہ سب بنایت ضبط فوجی بیکل اور راشد میباں نو علم اشخاص تھے جن کو خیال مین یہ کل کارروائی یا کمال تفریح بخش کھیل اور اول درجہ کی ہنسی و تمسخر تھی مگل مو البانوی بھی چھوٹی چھوٹی ٹولیون مین واپس آ لگ گئے۔ اونکو چہرون سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ واپس آنے پر رضامند نتھے۔ دونون جماعتون سے ایک آدمی ہلاک نہ ہوا۔ صرف دو تین زخمی ہوئے۔ یہ امر واقعی حیرت بخش ہوا اور اسی سے یونانیون کی نشانہ اندازی کا بیہودہ اور بالکل ناقص ہونا صاف ظاہر ہوتا ہے۔ دونون جماعتون کی واپسی پر ہم سینا سے نیچے اترآئے اور دختون کو ایک جھنڈ کی سایہ مین دوپہر کا کھانا کھایا اوس وقت تین بجے کا عمل تھا۔ اور ہم باطمینان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین چارون طرف غیر معمولی سناٹا دیکھکر مین کچھ تحیر سا ہوگیا مین قبرستان کی بلند دیوار پر چڑھ گیا۔ اور دیکھا کہ ترکی سپاہیون کا آخری دستہ گاؤن کی شمالی جانب سے آہستہ آہستہ باہر نکل رہا ہے اور دوسری طرف یونانی سکرمشر (دشکشاف قولی) بہت جنگل سے تیز و سیلو کیطرف بڑھے آرہے ہین مین اپنی پارٹی کو بہ تعجیل واپس ہٹنے کا حکم سنا دیا اور چند لمحون مین نزکون کے عقبی دستے سے جا ملے۔ پھر ہم آہستہ آہستہ کرلی کیطرف روانہ ہوگئے۔ جہان میری حفی پاشا سے طویل گفتگو ہوئی۔ وہ بہت شفقت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کئی دنون تک ویسٹینو پر کوئی حملہ نہین کیا جائیگا۔ پھر کمال نوازش اپنی گاڑی پیش کی رانکی پیشکش درست ثابت ہوئی۔ سمولنسکی پردہ سی بدہ سو پہلے فیصلہ کن حملہ نہ ہوا۔ میرا گھوڑا ایسا تھک گیا تھا کہ اوس مین چلنیکی سکت باقی نہ رہ گئی تھی۔ ایک جرمن نامہ نگار نے مجھپر از راہ مہربانی اپنی گاڑی مین جگہ دی جس پر مجھے حفی پاشا کی گاڑی پر جانے کی ضرورت نہ رہ گئی +

لاریسا مین آخری دن

ہم لاریسا رات کی آٹھ بجے پہنچے اور کھانے کے بعد شیر سے بہت عرصہ گفتگو ہوتی رہی اسی گفتگو کے دوران مین اوہم پاشا نے یونانیون کو بیکار رہنے سے میدان مین نکلنے کی ترغیب دلانے کی عجیب و غریب تجویز سنائی تھی۔ پاشا موصوف نے کہا کہ بدہ سو پہلے کہ محرکہ کی کارروائی نہ ہوگی مجھے پیچھے گھر مین نہایت ضروری کام ہے۔ مین بتاسف تمام علی الصبح سالونیکا روانہ ہو جانیکا انتظام کر لیا۔ مجھ وادی پٹہ کو پھر اور نیز بلاما سونا کا ٹرینڈار اور ٹرنوس کو ساحلی راستہ کو دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ ہمنے الاصفنا اور سرخجی کی سڑک کی بجائے جسپر ذخیرہ وغیرہ برابر گذرتی رہتی تھی تین روز مین صدر راہ سے جانیکا فیصلہ کیا +

ویسٹینو

۱۴ اپریل کا تمام دن آخری دو دستہ ترکی کے پیچھے جانب شمال مغرب سے روانہ ہونے مین صرف ہوا۔ ۱۵ کو صبح سویرے مین ویسٹینو سے روانہ ہوا۔ اسی کے معرکہ کو دیکھا اور ۱۷ اپریل کے معاہدہ الترواے جنگ پر ختم ہوتا ہے۔ اس دن میں ہمارا دونون دور کی نسبت لڑائی بڑے پیمانہ پر نہایت سخت ہوئی۔ تمام یونانی پوزیشنین بالخصوص ویسٹینو اور ڈوکوس کی نہایت مستحکم تھین۔ جون جون یونانی خاص اپنے ملک کیاندر

دیکھتے جاتے رہے۔ انکی فوج کی تعداد بھی زور پکڑتا گیا۔ مزید برآں ۲۰ اپریل کی فتح سے جب کہ سموسکی نے نیم سے بریگیڈ کو نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کیا تھا یونانی سینہ کی فوج کا حوصلہ بھی بہت بڑھ گیا تھا جو نرل سموسکی قابل سپاہی ہے۔ وہ مستحکم و مناسب مقام کو منتخب کرکے اسے مضبوط و مورچہ بند کر لیتا۔ اور اپنے سپاہیوں میں حوصلہ و جرأت پیدا کر دینا اچھی طرح سے جانتا تھا۔ سر رچرڈ ٹیلبٹ لکھتے ہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہزمیت سے دوسرے ہی دن علی الصبح یکم مئی کو لاریسہ ہوتے ہوئے مرکز ملک کو روانہ ہو گئی تھی آئندہ چند دنوں میں بھی رنوطوں کی کئی پلٹنیں بطور کمک بھیجی گئیں اور ۵ مئی تک حتی کہ پاس، اہزار آدمی ہو گئے۔

یونانی خط مدافعت براہ وٹسینو و ولوسے فرسالہ تک تقریباً تیس میل کی بلندی میں پھیلا ہوا تھا یہ خط در اصل ملیوولائین تھی جبتک یونانی اسپر متصرف رہے اونکو آمد و رفت میں بہت آسانی و سہولت رہی جدھر غنیم کا دباؤ زیادہ ہوتا وہ فوراً ادھر کمک بھیج سکتے تھے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی میں ہمنے کئی ٹرینین فرسالہ سے وٹسینو فوجیں لاتی دیکھی تھیں۔ اس مرتبا ہم پاشا نے وٹسینو اور فرسالہ پر ایک ساتھ حملہ کرنیکا عزم کیا۔ تاکہ اگر یونانی اس لائین کو چھوڑیں تو دونوں میں سے کسی ایک موقعہ پر کامیابی ہو جانیسے دوسرے موقعہ کو بازو کو پلٹ دیا جاوے۔ چنانچہ پاشا موصوف نے تین ڈویژن دوم سوم و چہارم لاریسہ کو جنوب سے فرسالہ کیطرف روانہ کر دیئے اور ایک ڈویژن تریخالہ سے کاروبسہ کیطرف بڑھا۔ ساتواں ڈویژن جو بھی جمع ہوتا تھا الاصونا سے جنوب میں آگیا۔ اور ایک کثیر التعداد فوج جو الاصونا سے بجانب مغرب بیس میل کے فاصلہ پر ڈسکالا میں مقیم تھی تریخالہ اور فرسالہ کیطرف روانہ ہو گئی۔

بقول سر ٹھیکم مغیر نے حقی پاشا سے وعدہ کیا تھا کہ سوم ڈویژن (زیر کمان ممدوح) اُسے مرکزی حملہ میں مدد دیگا اور حمدی پاشا کا چہارم ڈویژن انتہائی بہبود پر اوسکی دستگیری کرے گا۔ وٹسینو میں یونانیوں کی پوزیشن گو طبعاً ہی نہایت محفوظ تھی مگر سموسکی نے مورچوں وغیرہ سے اوسکو اور بھی مستحکم کر لیا ہو تھا یہ پوزیشن از جانب میسرہ سینو سیفالو کی پہاڑی سے شروع ہو کر بجانب پلاوتیہ کی عمودی چٹانوں تک چھ میل کی طول میں پھیلی ہوئی تھی۔ سموسکی نے اپنی پندرہ ہزار سپاہ کی حفاظت کیلئے اونچے مورچہ بنائے تھے جو آدمیوں کی گردنوں کے برابر تھے۔ اور پلاوتیہ پر چھ پہاڑی توپیں نصب کر دی تھیں۔ پلاوتیہ و سینو سیفالو کی درمیانی پست پہاڑیاں جو قدرتاً ہی چوٹی کی شکل کی تھی مصنوعی مورچوں اور رکاوٹوں سے اور محفوظ اور ایسی مستحکم کر لیگئی تھیں کہ سامنے کیطرف سے انپر نقصان کثیر اٹھائے بغیر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ سر ٹھیکم نے وٹسینو کی دوسری لڑائی کے حالات بہت مجمل لکھے ہیں۔ حالانکہ یہ محاربہ کی سخت ترین لڑائی و بھی سخت ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔

ترکوں نے حملہ کرنیسے پہلے میسرہ پر حمدی کو پہنچ جانیکا انتظار کرنیا مناسب سمجھا۔ تاکہ حمدی کا ڈویژن سینو سیفالہ کے کاروں کے برابر پیشقدمی کرکے یونانیوں کی میسرہ کو الٹ دیوے سموسکی کی فوجکو مشرق کیطرف ہٹا دے۔ اور بشرط امکان عقب میں پہنچکر فوج مذکور کی مراجعت کا راستہ بھی بند کر دیوے۔ ۴ مئی کو خیر مفصل جزوی ہی لڑائی ہوئی۔ یونانیوں نے اسمیں فاتح رہنیکا دعوے کیا۔ شاید اس لیئے کہ ترک پوری استعداد سے حملہ کرنیکے نہیں پہنچے ہو گئے تھے۔

۵ مئی کو حقی پاشا کیفیار سے یونانی قلب کیمیسرہ کیطرف بڑھا اور آٹھ ہزار سپاہ فوج اور پانچ باتریاں اس قلعہ غنیم کے مقابل

صف آرا تھیں لیکن آتشباری نہایت ہی سخت تھی۔ انگریزی جہاز ڈریڈنوٹ کا کمانڈر کپتان بلیکھم یونانیوں کے سب سے اگلے مورچوں میں تھا۔ اوس نے مجھسے ذکر کیا کہ یہ قیاس میں نہیں آسکتا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت کوئی آتشباری ہوسکتی ہے۔ یا کوئی فوج اوس سے زیادہ سختی و بہادری دکھا سکتی ہے جو ترکوں نے پیشقدمی کے موقعہ پر دکھائی۔ ہم اوس دن بندرہ دلو میں ایک یونانی جنگی جہاز میں نظر بند تھے اور ۱۱ بجے سے لیکر ساڑھے چار بجے تک لڑائی کا شور و غوغا سنتے رہے تھے۔ اوس سے زیادہ مہیب کوچ و کرک کبھی قیاس میں نہیں آسکتی گولہ باری بھی نہایت سخت اور مسلسل نہ تھی۔ بلکہ رائفلی آتشباری بھی غضب پڑ ماری تھی۔ میدان جنگ سے متواتر فتح و نصرت کی پے چلی آرہی تھیں جن سے یونانی پھولے نہ سماتے تھے۔ سوشنکی نے خبر دی کہ میجنی ترکوں کے سامنے سے ہٹ گئے ہیں۔ ترکوں کو پسپا کرکے فتح کو تخت نقصان پہنچایا۔ میرے سپاہی دشمن کے خون میں تیر رہے ہیں۔ اگر اصل کیفیت یہ رہی کہ جب ۵ بجے کی شام کو لڑائی بند ہوئی تو ابھی تک ترکوں نے یونانیوں کے مورچوں کی دو قطاریں فتح کرلی ہوئی تھیں۔ اور تیسری قطار سے صرف چار سو گز کے فاصلہ پر تھے۔ یونانی مورچوں کی کل چار قطاریں تھیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ ۵ بجے کی لڑائی میں یونانیوں کا چنداں زیادہ نقصان نہ ہوا جس کی وجہ ترکوں کا بالعموم البانیوں کو جو حملہ کنندہ فریق تھے بہت نقصان پہنچانا۔ یونانیوں کی پانسو سو یا دو تہائی مجروح نہ ہوئے۔ دوسرے دن ہی کو سوشنکی نے ڈیڑھ کو چھوڑ کر بجانب جنوب ٹالیروس کی سطر سے ہٹ گیا۔ اوسے ایسا کرنیکا حکم پہنچ گیا تھا۔ لیکن اگر حکم نہ بھی پہنچا تو بھی فرسالہ کے فتح ہوجانے اور باقی یونان دو چکوڈو موکوس کو ہٹ جانے کے بعد جو سموراحت اسکے لیے ضروری ہوگئی تھی اگر وہ ڈیڑھ پر قائم رہتا تو ترکوں سے بڑھکر اوسے حاصل تھی۔ اوس زمانہ جہت کا قابل تعریف انتظام کیا۔ سطح کی بے ترتیبی نہ ہونے پائی۔ اوسکا تقشی وتہ تہ حامی حفاظت کے ساتھ ترکوں کے مقابلہ پر قائم رہا۔ اور سطح ترکوں کو سموسکی کی فوجکی روانگی سے ہم آہنگ ہونیتک معلوم نہ ہوا کہ اوسکا دشمن پر نیچے سے نکلگیا ہے۔ یہ وہ وقت رہی کی رات تک پلاٹیہ کی سرحد تک بلندیوں پر قابض رہا۔ پھر رات کو وہ جاکر وہاں سے جھازوں پر لایا گیا۔ اور ہم پاشا، رہی کو فرسالہ سے وسٹینو پہنچے۔ حدود پاشا تیسلڑو وٹین لیکر رہی کو جیلی اون کی شمالی مشرقی جانب پر سے ہوتا ہوا فدلو کے قریب پہنچا۔ جہاں فیلیم کی کوئی معقول حمیت نہ پائے پر وہ وسٹینو کو اور وہاں سے فرسالہ کو ہٹ گیا۔ یہ ڈویژن ڈوموکوس کے معرکہ میں شریک ہوا تھا۔

دولو میں اضطراب و بیچینی

درینولا و دلو (خلاص) میں خفاک تشویش مستولی ہو رہی تھی۔ یونانی سپاہ اور بھگوڑے اور وہ رہی کو (جمعہ و شنبہ) وسٹینو سے بارگاہ میں لگاتار داخل ہوتے رہے تھے جھازوں پر سوار ہونیکے لیے اسپیمنی کی دھکم دھکا شتی ہوئی جسمیں غیر فوجی بادی بالخصوص عورتوں اور بچوں اور بیمار جنمیں کو بہت نقصان پہنچا۔ ہ رہی کو انگریزی قونصل مسٹر مرلن زبھسو یہ ران ملاقات بیان کیا کہ دولو میں سخت بیچینی پھیلی ہے۔ اور اجنبی قونصلیں کسلیے ترکوں کے شہر کیطرف بڑھنے پر سخت مشکلات پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ انکو ایک طرف آگ اور دوسری طرف پانی ہوگا یعنی ایکطرف یونانی جنگی جہاز بندرگاہ میں موجود ہونگے اور دوسری طرف شہر میں لاقانونیت بھری ہوگی۔

یہ سنے مسٹر مرلن کو تشفی دلائی کہ ترکی سپاہ کمال خوش اطوار ہے۔ اوس سے شہر والوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچیگی پھر اسے

نصیحت کی۔ کہ جنہی لڑائی ختم ہو ولہ تم پاشا کی پاس قاصد بھیجکر اون سے ترکی ہیڈ کوارٹری سٹاف اور نظام سپاہ کی حفاظت و حمایت کی التجا کیجیے۔ تو فصلون نے اس مشورہ کو پسند کیا اور رمنی کو علے الصبح ویسٹینو روانہ ہوگئے۔ یہان مشیرون سے بشفقت پیش آئے اور حفاظت مطلوبہ کا انتظام کرنیکے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ انور بک کو ولو پر تیعنہ کرنیکے لیئے و ویلیٹین اور ایک سالہ دیکر فی الفور روانہ کر دیا۔ اور اُسکی ماتھ مالی شہر کیطرف یہ اعلان بھیجدیا کہ اگر اونہون نے بلا مقابلہ اطاعت قبول کرلی تو اونکو جان مال کی حفاظت کی جاسے گی۔ انور بک نے اعلان مذکور شہر داران کے جمع غفیر کو باواز بلند پڑہ کر سنایا۔ جو اُسے سنتے ہی باغ باغ ہوگئے۔ اور سلطان اعظم کی درازی عمر کیلیئے زور شور سے نعرے لگائے۔

۱۰ فون

وولو مین ترکون کو داخلہ کی حالات مسٹر سٹیونس نے بنایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کیئے ہین جن لوگون نے موجودہ یونانیون کو دیکھا ہے وہ بآسانی سمجھ سکتے ہین کہ مسٹر موصوف نے اپنی تحریر مین مبالغہ کو بالکل دخل نہین دیا۔ اونکا بیان ہے کہ یونانی باشندے عجب ہراسان تھے جسقدر بھاگ سکے وہ بھاگ گئے ہوئے تھے۔ پھر بھی بازارون مین دو رویہ بیشمار زنان و ترسان باشندون کی صفون پر صفین کھڑی تھین جن کو یہی توقع تھی کہ بس اب ایک آن کی آن مین ترک داخل ہوتے ہی سب کو تہ تیغ کر دین گے۔ بعض نے حاصل ہونیکا کیلیئے ترکی ٹوپیان بہن لی ہوئی تھین۔ اور جب انور بک داخل ہوا تو فرنگیانہ ٹوپیون کیطرح سلام بجالانے کیلیئے اون کو سر سے اُتار دیا۔ انہین سرگرمی مین یہ یاد نرہا کہ ترک کبھی ٹوپی سر سے نہین اُٹھاتے۔ کئی ہمارے گھوڑون کو تھامنے کیلیئے دوڑے آئے۔ سلطان کے یاور کساتھ تین نامہ نگار دو فوج اور ایک سوار شہر مین داخل اور اسپر متصرف ہوگئے تھے۔ باشندے بانگ رو باختہ اس حملہ کنندہ جماعت بیگانہ کی پیچھے پیچھے ٹون ہال کیطرف چل پڑے۔ اہالی شہر ایسے خوفزدہ ہو رہے تھے کہ کچھ عرصہ تک باضابطہ قبول اطاعت کی دستاویز پر دستخط کرنیکو لیئے شہر کا کوئی رکن دستیاب نہ ہوسکا تا خواہ مخواہ ایک معزز ملگیا۔ اور اُسنے دستاویز پر دستخط کر دیئے جسکے بعد سلطان کے یاورنے جھوکہ مین کھڑے ہوکر اعلان کر دیا۔ کہ من بعد رعایا سلامت و باشندون کی جان و مال بعہد الحمید کامل حفاظت کرینگے۔ اس کہتے ہی پوپ اور دہشت زدہ یونانیون مین پھر از سر نو جان پڑگئی۔ اور وہ عثمانیہ حلم و کرم سے ایسے خوش ہوئے کہ بیساختہ سلطان اعظم کی درازی عمر و ازدیاد اقبال کیلیئے نعرے مارنے لگ گئے۔ اور وہی یونانی جو صبحکو وقت مذلت شوکت سمات کو نظام و سفاک کہہ رہے تھے بہ صدق دلسوا اوس کیلیئے دعائین کر رہے تھے۔

تو فصلون کو تھوڑا سا اندیشہ تھا کہ کہین یونانی جہاز ترکون کے داخل ہونے پر شہر پر گولہ باری نہ شروع کر دین مگر میرا رفیق قدیم امپیریل ہائیلیرس ایسا بیخوف نہ تھا کہ چند ترکون کو نقصان پہنچانے کی توقع پر ایک یونانی شہر کو برباد کر دیتا۔ اوس نے ہائیلیرس کو روانہ ہوگیا۔ ترکی سپاہ کا چلن دیگر مقامات کیطرح وولو مین بھی قابل تعریف رہا۔ وولو اور ویسٹینو سے ترکون کو سامان حرب و رسد کی وافر مقدارون کی علاوہ چھ توپین غنیمت مین ملین۔ یہان وولو مین اب پہلی مرتبہ یونانیون نے یہی چیزین دیکھین جو غنیم کے کام آسکتی تھین کیونکہ تعاقب کیا اور انہون نے بری دیہری کل قاربتی سلسلون کو کاٹ دیا اور لوگون کو مکان آباد نہ چھوڑنے دیئے۔

لہ یہ صاحب ۱۲ دسمبر ۱۸۹۷ء مین تشریف لائے۔ اور یہان کی متعلق کئی مضمون سلسلہ وار ولایت کی اخبارات مین شائع کیے۔

ویسٹینو کی دوسری لڑائی کے درست حالات معلوم کرنا کسیقدر مشکل کام ہے۔ اوسکی کیفیت سب سے بہتر ہمیں پرایمین مفصل و مشرح رائٹر ایجنسی کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا تحریر کی ہے جسکو یہاں بجنسہٖ درج کر دیا جاتا ہے۔

"ترکی حملہ پہاڑی کاراڈاؤن کے شمال مغربی جانب پر شروع ہوا۔ یہ پہاڑی موضع ویسٹینو کے عین اوپر واقع ہے۔ ترکون نے ایک پہاڑی پر جہاں سے کاراڈاؤن کیسقدر زد میں تھی۔ ایک کوہی باڑی نصب کی ہوئی تھی۔ اور اوہر یونانیون نے متذکرہ بالا پہاڑی پر ایک کوہی باڑی قایم کی ہوئی تھی۔ لڑائی کی ابتداء ان دونون باڑیون نے کی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں یہ واضح ہوگیا کہ ترکون نے جاجی بیسی سے یونانی پوزیشن پر اور ریندو میلو سے وادی ویسٹینو اور اوس درہ پر جو دولوکیطرف جاتا تھا۔ حملہ کرنیکا ارادہ ترک کرکے اب یونانی سینہ کو یونانی میسرہ سے جدا کرنے اور یونانیون کو ایک طرف سے دوسری طرف ضرورت فوج بھیجنے کے قابل نہ چھوڑنے اور ریلوے لائن کو بمقام ایوانی منقطع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔

اس جدید نقشہ حملہ کیوجہ سے جنرل سوسلنسکی کو اپنی صف کا رخ عین شمال سے شمال مغرب رویہ کرنا پڑا۔ یہ کام اوسنے سہ پہر سے پہلے بکمال مہارت طے کر لیا۔ کاراڈاون پہاڑی اور متصلہ بلندیون کی یونانی باتریون نے حسب معمول قابل تعریف کام دیا۔ اور ترکون کو ویسٹینو کیطرف آگے نہ بڑھنے دیا۔

ایک اور دو بجے کے درمیان ترکی فوج پیدل کاراڈاون پر حملہ کرنیکے لیئے اپنی طرف کی بلندیون سے آگے بڑھی۔ اور یونانیون پر آتشباری شروع کی۔ جسکا یونانی فوج پیدل نے ترکی بہ جواب دیا۔ گولہ باری خوب زور پر تھی کہ بارش بڑے زور سے شروع ہوگئی۔ اور ترک طلوع کی تاریکی سے فایدہ اٹھا کر آگے بڑھ آئے۔ مگر یونانی پیدل فوج بارش میں بھی برابر لگاتار باڑ مین چلاتی رہی۔ بارش کا تھمنے پر یہ غلط خبر اڑی کہ ترکی سوار حملہ کیلئے چلے آتے ہین۔ اس سے یونانی پیدل فوج کی صف چند لمحون کے لیئے ڈگمگا گئی چند لمحون میں وہ درہم برہم ہوگئی اور سپاہی بھیڑ بکریون کی طرح بھاگ نکلے۔ افسرون نے انکو پھر تاب و متین کر لیا۔ اور آتشباری بلا توقف ہی زور و شور سے ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترک ایک سرے سے دوسرے سرے تک پسپا کر دیئے گئے۔

۵ بجے کے قریب ترکون کو غالباً اندیشہ سے دلکا پہنچگیا یونانی نو جوین دستہ پیش ہوا تھا کہ غازی عثمان پاشا ترکون کی کمانڈر ہین۔ وہ ایک پہاڑ کی پہلو پر بہ جمعیت کثیر جمع نظر آرہے تھے۔ جہان سے وہ یونانی میسرہ بالخصوص ویسٹینو کے سامنے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیون اور سطح مرتفع پر حملہ کرنیکے لیے حیرت انگیز باقاعدگی اور عمدہ صورت صف بندی کے ساتھ آگے بڑھے۔ ترکون کے پاس توپخانہ تھوڑا تھا۔ اور انکی کوہی باتری نو عمدہ کام نہ دیا۔ تاہم انکی پیدل فوج قابل تعریف باقاعدگی سے بڑھ پر بڑھ چلاتی۔ باقاعدہ صفون مین برابر آگے بڑھتی آئی۔ لیکن اونکی آتشباری بالکل بیکار تھی۔ گولیان کرہ ہوائی مین اونچی جاکر یونانی صفون سے بہت پرے میدان مین۔ بگرتی رہین۔ ان تعون پر یونانیون کی دوسری اور آٹھوین رجمنٹ مقیم تھین۔ وہ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے موقعہ پر قایم رہکر بڑھ پر بڑھ چلاتی رہین جس سے ترکی صفین ڈگمگا گئین۔ اور یونانی توپخانہ بھی قابل تعریف کام دے رہا تھا۔ اوس کا گولہ یکے بعد دیگرے ترکی صفون مین گر رہے تھے۔ اس بوچھار کی تاب نہ لاکر ترک تھوڑی دیر کیلئے پیچھے ہٹ گئے۔ اور تازہ کمک سے آراستہ ہوکر یونانی باڑیون اور گولون کی اندھا دھند بارش سے بالکل لاپروا نہایت شاندار طریق سے پھر آگے بڑھے

لیکن اسوقت بھی ترکوں کو پہلے رکنا اور پھر لغوش کھا کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ سپاہیوں کی سطین مردوں اور نہ خچروں سے پٹ گئیں تو ترکوں نے دو مزید بٹالینوں کی کمک پہنچ جانے پر پھر تیسری مرتبہ کارلوا اور ورسٹینو کی متصلہ پست پہاڑیوں کے سلسلہ پر جارحانہ حملہ کیا جنرل سمونکی دوسرا سکوئیلان بتا ہوا پنی توجہ میں برق وش پھرتی سے ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔ اور اسنے سپاہیوں کو اون کی بندوقوں کے کارتوس یاد دلا کر تاکید کی کہ بشرط ضرورت وہ آخری دم تک لڑتے رہیں اور جب تک تھیسلی کی مقدس سرزمین اون کے خون سے سیراب نہ ہو جائے لڑائی سے ہاتھ نہ اوٹھائیں۔ یہ الفاظ جادو کا کام کر گئے سپاہیوں نے نعرے انتہا جوش بھر گیا۔ اور باقاعدہ و بتقاعدہ کل سپاہی حتی کہ غیر عسکری لوگ بھی رائفلوں کو خوب مضبوطی سے پکڑ کر ترکی توپوں کی گولہ باری کی علی الرغم ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنی پوزیشن کی حفاظت کیلئے جم رہ گئے۔

بالآخر یونانی صفین بہادر ترکوں پر چند بار ٹین چلانے کے بعد مورچوں کی پناہ سے باہر نکل آئیں اور دشمن پر جوشی سے غنیم پر حملہ کر دیا۔ جس کی تاب نہ لا کر ترکوں کے قدم ڈگمگا گئے اور پھر وہ اپنی طرف کی پہاڑی سلسلوں کی پناہ جانیکیلئے بڑی تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور یونانیوں کو اس معرکہ میں شاندار فتح نصیب ہوئی۔ صنعوں کا رخ بر تر ہونے کے باوجود اور حالانکہ دشمن کی تعداد غالباً اون سے دوگنی تھی یونانی شام کے وقت برابر ہر موقعہ پر بدستور قابض متصرف تھے۔ تمام دن بھر کی لڑائی میں اونکو کسی جگہ سے پیچھے نہ ہٹا سکے تھے دونوں فریق لڑائی پر آمادہ کئے ہوئے تھے کہ اگر رات نہ پڑ جاتی تو وہ ابھی بس کرتے سمونکی نے اس کمال استحکام موقعہ کو منتخب کرنیسے نہ صرف اپنی قابلیت کا کامل ثبوت دیدیا۔ بلکہ یونانیوں کی عزت بھی رکھ لی۔ مزید برآں اس معرکہ میں یونانیوں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ انمیں اعلےٰ درجہ کا سپاہیانہ اوصاف موجود ہیں۔ اور کہ اگر انسر قابل ہوں تو وہ بھوکی و بیشجاعت لڑ سکتے ہیں۔ جنرل سمونکی کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ترکوں فی ابھی اوسکی خلاصی نہیں ہے چنانچہ اسنے اپنی پوزیشن کو استحکام کیلئے کمک کی درخواست کر دی۔ فریقین کے نقصانات کا اندازہ کرنا سردست ناممکن ہے۔

۱۹ مئی کے معرکہ کا متعلق اپنی آمد نگار نے حسب ذیل تحریر کیا ہے دوسرے دن پھر تڑکے سے لڑائی شروع ہو گئی صبح کی نورانی روشنی میں میدان جنگ کا نظارہ کمال دلفریب تھا۔ پائین میں پست پہاڑیوں سے محیط مرد میدان موجود تھا جس کی صرف شمالی جانب جہاں وہ تھیسلی کے میدان عظیم سے متصل ہوتا ہے پہاڑیوں سے خالی تھی اور افق میں جھیل ترلر کا درخشان پانی اور کوہ اولمپس کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔

ماکارا دادون کے شمال مغرب میں بارہ چودہ ہزار ترک پہاڑیوں کی ایک سلسلہ بدتا لمبس تھا ایک کوہی باتری بلند ترین چوٹی پر اور ایک میدانی باتری ورسٹینو کے مشرق میں ایک اور پہاڑی کی چوٹی پر نصب تھی سلسلہ کارادادون چھ فرسخ کی ترکی جس کی مغربی جانب کی زد میں ہے یونانی افنٹری صف آرا تھی۔ اور ریطیو صاحب کی مطابق مرتفع پر میدانی توپوں کی ایک باتری نصب تھی۔ اس پوزیشن اور شرقی جانب کے میدان کو درمیان کی تین چوٹیوں پر کوہی باتریاں اور ورسٹینو سے شمال شرق کیطرف کے میدان میں ایک یونانی میدانی باتری نصب تھی جو ترکی فوجکے میسرہ کو سخت نقصان پہنچا رہی تھی کارادادون اور رامدیہ خالار کی درمیانی وادی کو دشمن پر جو یونانی مضبوط تھیں۔ وہ بلاشبہ ایم ہیں ہے

لہ صبح ہزیل جنرل محمد شاہ کا محاذ جو رام درس الخ ہو سکتا ہے کہ ترکوں نے قبل تحریر شبانہ حملہ کیا ہو سپاہ ترکستان اور ترکمانی علاقہ میں ہی پائی جاتی ہیں ایڈیٹر

کی رات کو جنرل تھومسکی نے اپنے جدید میسرہ کی خوجکو کنک پہنچا دی تھی۔ اور اسکی انفنٹری نے پیشقدمی کرکے کاراداون کے کراوں کی چوٹی اور اسکی میدان کیطرف کی یعنی مشرقی جانب پر قبضہ کرلیا تھا۔

۱۰ ترکون نے سب سے اول سطح مرتفع والی یونانی باتری پر حملہ کیا۔ یہان چھ سو نو بجے تک تیزی کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ دریولا ترکی فوج پیدل نے کیواری کی آڑ مین میدان کیجانب یونانی میمنہ پر حملہ شروع کر دیا۔ اا بجے ترکی انفنٹری نے اون یونانی صفون پر جو مونسٹسٹ ڈویژن سے پر تھین پر مشتمل حملہ کیا ترکون کی ایک کوہی باتری فاصلہ پر ایک بلند چوٹی پر تھی۔ اور ایک میدانی باتری میدان کیطرف مشرق ڈھال پر نصب تھی۔ ان دونون نے انفنٹری کو حملہ مین مدد دی۔ مگر یونانی انفنٹری نے جو کراوہ کی پشتہ پر تھی۔ اور گاؤن سے مشرق کیطرف کی باتری نے جو ترکون پر خوفناک آگ برسا رہی تھی اس حملہ کو نہایت بہادری کیساتھ پسپا کر دیا۔

۱۱ گیارہ اور بارہ کے درمیان ترکون نے یونانی میسرہ کو قلب کو منقطع کرنے کیلئے متہورانہ حملہ کیا۔ ترک ایک کراوہ پر اور یونانی اوسکے بالمقابل ایک پہاڑی پر قابض تھے۔ اور دونون کے درمیان ایک عمیق گھاٹی حایل تھی۔ ترکی میمنہ کی باتری نے یونانی انفنٹری کو بیحوس کرنیکے لیئے سختی کے ساتھ گولہ باری کی۔ مگر اکثر گولے دور گرے اور جو صف مین گرے۔ انمین سے بہت کم پھٹے۔ لیکن دریولا یونانی انفنٹری نے خوب نشانہ باندھا نہ کر باڑ مین چلانیسے ترکی صفون کو چھلنی بنا دیا۔ اور اوہر سطح مرتفع والی یونانی باتری نے اور بھی تباہی برپا کر دی۔

۱۲ سوا بارہ بجے ترکی انفنٹری مقابل کی پہاڑی پر کی یونانی پوزیشن پر حملہ کرنیکے لیئے اپنے مورچون سے گہاٹی مین داخل ہوئی۔ مگر یونانیون کی زبردست آتشباری نے انکی صفون کو پراگندہ کر دیا۔ اوہر یکے بعد دیگرے چار گولون نے عین انہوہ مین گر کر خوفناک بربادی دا، دی۔ باقیماندہ پھر اوس نالہ کیطرف جو کراوہ سے پرے تھا۔ اور جہان وہ پہلے قابض تھے پیچھے ہٹ گئے۔ بارہ اور ایک کے درمیان ایک سے دوسرے سرے تک آتشباری مدہم پڑ گئی۔ مگر سوا بجے پھر سمیہ و میسرہ پر اسی زور شور سے شروع ہو گئی میسرہ کی طرف کی سطح مرتفع والی یونانی باتری نے دو گولے پھینک کر ایک ترکی کو ہی باتری کو خاموش کر دیا جس کی دو توپین ان گولون سے ایکدم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین۔

۱۳ ترکون نے ایوالی سے کلک پہنچ جانے پر کاراداون کی سمت شمالی جانب اگے بڑھکر کاٹ کر یونانی میسرہ پر سختی کے ساتھ حملہ کیا۔ یہ فوج ریلوے لائین کیطرف بڑھی تاکہ اسکو توڑ دین۔ ترکی انفنٹری شاندار استقلال و ثبات سے پہاڑی ڈھالون پر چیونٹیون کی طرح چڑھ آئی۔ جہان سے اونہے یونانی سکر مشکی پہلی صف کو پیچھے ہٹا کر اون سے دو کوہی توپین چھین لین۔ مگر یونانیون کی دوسری صف نے پھر موقعہ پر قایم رہکر ترکون کو مزید پیشقدمی سے روک دیا۔ جو ایک مخفی باتری کی مدد سے جو پہاڑ مین نظروں سے اوجھل تھی یونانی میسرہ کو سینٹ جارج کے راہب خانہ کیطرف ہٹا دینے اور جنرل تھومسکی کے ڈویژن کو نوسالہ ڈویژن سے جدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دوپہر کو میسرہ کے شرقی حصہ کے سوا کل صف پر آتشباری بند ہو گئی۔ اوس حصہ مین کبھی کبھی باڑ مین چلتی رہین تدریجی ناکامی نے اب ایک درکارروائی شروع کی جس کیلئے غالباً وہ سارا دن تیاری کرتا رہا تھا۔

۱۴ مین اور بید وغال کی چوٹی پر جو درہ دولو کے وہان کی شرقی جانب ہے چڑھ گیا۔ وہان سے اوسنے ترکی سوار فوج کی کئی جماعتون کو

جھیل تورلو کے ساحل کو برابر سرپٹ گھوڑے دوڑائے جاتے دیکھا۔ اور کبھی دائیں ہاتھ یونانیوں کی میدانی پوزیشن کیطرف توپ خانہ کی لمبی قطار بڑھ رہی تھی۔ ادھر موضع حاجی عیسیٰ و پہاڑیوں کے درمیانی علاقوں سے ترکی انفنٹری کے کالم عزم بالجزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔"

"تین بجے ترکی توپ خانہ نے موضع یزدر میلو کے دونوں سے الگ الگ ہلہ میدان میں قائم ہو کر یونانی قلب پر جو ریٹینو اور ویدو ہلہ کے درمیانی میدان میں تھا گولہ باری شروع کر دی۔ اور دیکھنے ہی دیکھتے معلوم ہو گیا کہ توپخانہ میں گران وزن توپیں بھی شامل ہیں۔ غالباً یہ وہی تھیں جو ترکوں کو لاریسا میں ملی تھیں۔ ان توپوں سے اور انہوں نے یونانی پوزیشن کے شمالی حصہ میں خوفناک تباہی برپا کر دی پانچ بجے یونانی باتریوں کا گولہ بارود قریب الاختتام ہو گیا۔ جس پر جنرل ٹسوکلی نے حکم دیدیا کہ توپخانہ کا حصہ کثیر بتدریج دولہ کیطرف ہٹا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے دوران میں ترکوں نے بڑی توپوں سے پہلے سے زیادہ تیزی و سرعت کے ساتھ گولے برسانے شروع کر دیئے اور تھوڑی ہی دیر بعد موضع ویلیٹینو اور نیز مغربی جانب کراروں پر قابض ہونا ممکن ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ترکوں نے شمال اور مغربہ کیطرف سے بثبات مردانہ پیشقدمی کی۔ اور ساڑھے سات بجے ویلیٹینو پر قابض ہو کر اوسے آگ لگا دی۔ ریلوے پل کو اڑا دیا۔ اور ویلیٹینو فرسالہ لائن کو کاٹ دیا۔"

"یونانی فوج کامل طور پر ہزیمت یاب ہو کر اور دولو کی طرف جانے والا پہاڑی درہ ترکوں کیلئے بالکل کھل گیا۔ یہ دیکھ کر یونانیوں نے اپنا توپخانہ سر بسر سے ہی ہٹانا شروع کر دیا تھا۔ آخر ایک پوری میدانی باتری اور نیز چند کو ہی توپیں بخیریت دولہ پہنچ گئی تھیں جہاں انکو جو جنگی جہازوں پر جمعہ دین سے جو تھوڑا بہت جوڑا دیا گیا۔ رات تمام تاریک تھی مراجعت کنندگان کی سہولت و راہنمائی کیلئے پہاڑوں کی اطراف پر آلاؤ روشن کر دیئے گئے تھے۔ جن سے سڑک کا پتہ ملتے رہنے میں بڑی مدد ملی۔ بارہ بجے زیادہ تر یونانی پیچھے چھوڑ دیگئیں۔ باقی کو ترکوں نے چھین لیں۔"

"تخمیناً دو سو مجروح ایک ٹرین پر دولو پہنچے۔ گران وزن توپوں کی ایک ترکی باتری نے ٹرین پر چھ سات گولے چلائے۔ مگر اسے کوئی نہ لگا۔ میرے خیال میں اکثر مجروح میدان جنگ میں ہی چھوڑ دیئے گئے۔ متقولین کی تعداد کا درست اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم یقینی امر ہے کہ یونانیوں کی نسبت ترکوں کا زیادہ نقصان ہوا۔ کیونکہ جب تک ترکوں نے درستی بیٹری توپوں کا نشانہ لیا۔ یونانیوں کو اپنی انکی گولہ باری سے عہدہ برآ ہو چکے تھے۔ ترکی توپیں کے فریق آگ کی پگلندہ زہریلی گیس سے مجروح ہوئے اور جو جو حصہ میں منتظم کر دی گئی تھی۔ سیسالو جنرل اور پرنس نیکولاس کے ساتھ پہاڑیوں کے راستہ سے جہاں تک یونانی بیڑہ جہازات کی امداد کی توقع تھی۔"

"دستہ کمین لینے اوسکا بقیہ السیف بحال خستہ و تباہ دولو کو پہنچ گیا۔ رات کی تاریکی میں پہاڑوں سے گزرتے وقت اس مراجعت و پسپائی کی بھی ویسی ہی ٹھٹھیہ ہوئی جیسی کہ ٹرناوس سے لاریسا کیطرف مراجعت کی ہوئی تھی۔ اور مراجعت کنندہ سپاہ بے نوا بند و تین سر تسلیم خم کر گئی۔ مگر خوش قسمتی سے یہ بھی آدھی سے زیادہ نہیں جھکی گئی تھیں کیونکہ اس وقت کسی دشمن کے تعاقب کا خوف و دھڑکا نہ ہو رہا تھا۔ صرف بقایا دہ سپاہی جو پہاڑیوں سے کبھی کبھی ہوا میں بندوقیں چلا دیتے رہے جمعیت کی مدد اور بدرقہ کرتے رہے۔ اور جب شہر سرنگی پر پہنچے تمام باشندے مال و اسباب لیکر بازاروں میں نکل آئے اور کوہ پیلی اعان کی اطراف و جانب کے سپاہیوں و دیہات کے

وہ تھانی شہر میں گھس آئے جس سے اور زیادہ گڑبڑ پڑ گئی۔ لوٹیرے بھی فوراً برسرِ مشرق ہو گئے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار سب طرف خوب گرم ہو گیا بندرگاہ میں پانچ سٹیمر جو وہاں چھپے ہوئے تھے مزدوروں میں دو تین ہزار دن باشندے مال و متاع لیکر سوار ہو گئے۔ اور ہزاروں چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سمندر جزائر کو چلے گئے۔ گھاٹوں پر اور بازاروں میں بڑی سخت زد و کوب ہوئی۔ کہ اگر یہ نکاری مزدور فوجیں نہ پہنچ جاتیں تو فسادیوں نے شہر کا بیڑہ غرق کر دیا تھا اور سکندرون سے باتیمانہ باشندوں کو جان و مال کی حفاظت اور شہر کو لوٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلئے انگریزی، طالین، فرانسیسی اور آسٹرین بحری سپاہیوں کی چند دستے شہر میں بھیجنے کی درخواست کی تاکہ لوٹیرے شہر کو ترکوں کے پہنچنے سے پہلے ہی جن کی آمد کی ہر لحظہ توقع ہو رہی تھی تاخت و تاراج کر کے بالکل صفایا نہ کر دیں۔

یہ ہیں اوس سٹیمر جو بندرسے سب سے آخر روانہ ہوا سوار ہوئے ۱۸۰ مرد و عورتیں اور بچے جہاز اور خزانہ میں اسطرح بھرے پڑے تھے جسطرح ٹوکرے میں چھوٹی مچھلیاں ہوتی ہیں اس مصیبت کو جو کچھ ان بیچاروں پر گذری ہے کا بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

جنگ فرسالہ

جس دن حقی پاشا نے ولیٹینو پر حملہ کیا۔ اسی دن یعنی ۵ مئی کو اوسمہ اشا نے بذات خود ویسہد کی فوج پر بمقام فرسالہ حملہ کیا۔ وہاں یونانیوں کی جمعیت ۲۵۔۳۰ ہزار کے درمیان تھی بشیر کے پاس تین ڈویژن یعنی تشاملہ مدرع اور حمدی کے علاوہ ترتیب دوم سوم و ششم ڈویژن جملہ ۴۵ ہزار آدمی تھے۔ اور چوتھا یعنی خیری پاشا کا ڈویژن بجانب غرب کاردیسہ سے چلا آرہا تھا۔ فرسالہ (دیتالج) لاریسا سے ۲۰ میل بجانب جنوب دریائی پی اس پراوس میدان کے شمالی حصہ میں واقع ہے جو سینوسیفلم کی پہاڑیوں سے شروع ہو کر بجانب جنوب جبال اوتھرس تک چلا گیا ہے۔ فرسالہ کوئی بڑا محفوظ مقام نہیں۔ کیونکہ بجانب مشرق ولیٹینو کیطرف سے اوس کے عقب میں پہنچا جا سکتا ہے کاردیسہ سے خیری پاشا کی پیشقدمی کا ہی علم ہو جانے سے غالباً یونانی ہیڈ کوارٹر مناسب ڈوسکوس کو ہٹ جانیکا جو بنسبت بہت زیادہ محفوظ مقام ہے فیصلہ کر دیا تھا۔

موقعۂ فرسالہ کو لڑائی نہیں کہا جا سکتا۔ وہاں درحقیقت صرف یونانیوں کے عقبی دستہ (دہ مداری) اور ترکوں کے ہراول دستہ (پیشدراری) میں لڑائی ہوئی شروع شروع میں جب کہ ترکوں نے کھلے میدان سے گذر کر اون پہاڑیوں پر جو فرسالہ سے چار میل بجانب شمال ہیں۔ حملہ کیا تو انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا یونانی توپ خانہ نے اس موقعہ پر خوب کام دیا۔ اور انکی رائفلی آتشباری بھی معمول سے اچھی رہی۔ مگر جب ترک پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے تو پھر یونانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اون کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں خیری پاشا کا ڈویژن کاردیسہ سے اکر مراجعت کا راستہ بند کر دے۔ دو گھنٹوں کی آتشباری کے بعد وہ ریوے لائن کو ہٹ گئی جہاں انکی دو پلٹنوں اور دو باتریوں نے ترکوں کو دو گھنٹہ تک قریب رد کے رکھا۔ ہر قدم پر ان سپاہیوں کی دلیرانہ مجاہدین نے قابل تعریف استقامت و شجاعت دکھائی جب ترکوں کو اور زیادہ روکنا ناممکن ہو گیا تو وہ بتدریج پیچھے ہٹتے گئے۔ اور پھر انہوں نے پی اس کے پل سے گذر کر بسرعت پیچھے ہٹے۔ پل کے قریب دو ہزار سے زیادہ یونانی سپاہی مجتمع تھے جنپر ترکی توپ خانہ نے مہیب ہلاکت و بربادی وارد کی۔ ۷ مئی کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف میں اس نظارہ کے متعلق مسٹر ولیم ہیل کی حسب ذیل تحریر شائع ہوئی ہے۔

"یونانیوں نے ترکی حملہ کے دباؤ سے اون بلندیوں کیطرف جو میدان کو گھیر رہی ہیں پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مگر ایسا کرتے وقت

اوغیرہ ترکی انفنٹری کی آتشباری کا بُری طرح سے آماجگاہ بننا پڑا۔ اونکی بیمہ کو بالخصوص بہت نقصان پہنچایا اور یہ دلاوری یہ ہمقدمی دستہ نے باقی فوجکی بچانی کمیٹی بیدریغ اپنی جانین نثار کین جب ہم اون مین پہنچین جسے مرحمت کنندہ غنیم نے خالی کیا تھا تو وان بیشمار مردے پاسے انمین کئی نہایت ہی خوبصورت مرد وان جسم گھنگریالے بالون والا قوی نیہان نوجوانون کی لاشین تھین۔ ان کی شکلین پرانے زمانہ کی یونانی سنگتراشون کو بنائے ہوئے دیوتاؤن سے بہت کچھ ملتی جلتی تھین۔ افسوس ایسی قیمتی جانین فضول رائیگان گئین۔ مراجعت شروع ہونے کی دیر تھی کہ ہر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ کیلئے فرصت ندی نہ اپنی آتشباری مین کچھ فرق آنے دیا۔ کرارہ کی چوٹی پر پہنچکر عجب شاندار نظارہ آنکھون کو سامنے نمودار ہوگیا۔ دائین یا مین ترکی انفنٹری کے کالم بڑھ رہے تھے۔ زیر پا خوبصورت میدان سبزہ مخمل کیطرح بچھا ہوا تھا۔ اوس کا عرض چار میل کے قریب تھا اور دائین تا مہ دور تک چلا گیا تھا۔ دو لو کے قریب پہنچکر اور نیز اون پہاڑیون کے دامن مین جو شہر فرسالہ کو احاطہ کیے ہوئے ہین یہ تنگ ہوگیا ہے۔ اوس سے پرے لوئر تس کے دیوسار مہیب دریا اور عمودی پہاڑ کھڑے تھے۔ تمام میدان یونانیون سے بھرا ہوا تھا۔ جو بعجلت اوس تنگی پل کیطرف جو میدان کے وسط مین ایک چھوٹے سے نالہ پر ہے چلے جارہے تھے۔ اونکی صفون کی ترتیب کہین اچھی اور کہین ناقص تھی۔ ترکی توپخانہ اونکے بڑھکر نہایت بلند موقعون سے بہاگتی ہوئی دستون پر پے در پے گولہ رسانا شروع کردیئے۔ ہر گولہ کے گرنے پر بھگدڑون کی تیز رفتاری مین اور اضافہ ہوجاتا۔ مگر اونکی عقبی دستے نے جایجا ہلکے سے مورچے تیار کرلیے ہوئے تھے جن کی اوٹ سے وہ پیہم باڑھین چلاتا رہا۔ لیکن ترکون کی انفنٹری کی تعداد بہت زیادہ تھی وہ اوس کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ اور ترک ہی ایک موقعہ سے دوسرے موقعہ کو پیچھا دکھاتے چلے گئے۔ ترکون کی شجاعت پر سارے اوس وقت عش عش کر رہے تھے۔ اونہون نے لڑکی آڑ لینا بہادرون کی شان سے بعید سمجھا۔ اور لگاتار پیدہ بڑھتے چلے گئے۔ بندوقین سر کرتے وقت بھی گھٹنے ٹیکنے کا نام نہ لیا۔

ترکی توپخانہ کی کارگذاری کا متعلق رائیٹر انگلستانی کے نامہ نگار مسٹر گرین نے حسب ذیل تحریر کیا۔ "آجکی لڑائی بالکل خلاف توقع ظہور مین آئی۔ اوسمان پاشا کا صرف یہ منشا تھا کہ آج اپنی فوج کو غنیم کی پوزیشن کے سامنے جمع کرکے کل اُس پر حملہ کن حملہ کیا جائے مگر دونون فوجون کے مقدمۃ الجیشون مین مٹ بھیڑ ہوگئی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین لڑائی عام ہوگئی۔ یونانی نہایت محفوظ موقعہ پر تھے۔ فرسالہ کے سامنے کا میدان چار میل عرض ہے اور اوسکے وسط مین ایک دریا بہہ رہا ہے۔ شمال کیطرف پست پہاڑیون کا سلسلہ ہے۔ اور شمال کیطرف سے آنیوالون رستے اوسکی زد مین ہین۔ یونانی فوج ترکی حملے کے انتظار مین اس عمدہ پر خوب مضبوط مورچون مین متیم تھی۔ لڑائی جبکہ نزدیک شروع ہوئی۔ ہر دو لی دستون مین ایک یادو معرکے ہوئے بعد یونانی توپخانہ نے آگ برسانی شروع کی۔ اور اوس کے گولے عین نشانہ پر گرتے تھے۔ مگر ترک دشمن کی آتشباری کے سامنے سینہ سپر ہوکر حیرت انگیز لاپروائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ اس وقت یونانیون کی سخت مہلک غلطی ہوئی۔ وہ پہاڑیون پر رہکر دشمن کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کی بجائے فوراً ہی میدان مین اُتر گئے۔ جہان سے ترکی توپخانہ کی زد مین تھا۔ البتہ یونانی انفنٹری کی ایک کمپنی نے قابل تعریف جوانمردی دکھائی۔ وہ دیر تک کثیر التعداد دشمن کا نمایان بہادری سے مقابلہ کرتی رہی لیکن چونکہ کوئی اور دستہ اوسکی کمک یا دستگیری کیلئے موجود نہ تھا۔ اوسکی یہ شاندار استقامت محل فضول تھی۔ اخیر مین

بالآخر حملہ آوروں کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ اس راجعت خاصی باترتیبی سے ہوگئی۔ اور عثمانی دست نے اوسکی کافی حفاظت کی۔ جو کئی چھوٹی چھوٹی پوزیشنوں پر قابض ہوکر کچھ کچھ دیر ترکوں کی پیشقدمی کو روکتا رہا۔ ترکوں نے حسب معمول یہاں بھی متہورانہ تیزی سے کام لیا مگر یہ مقابلہ بہت تھوڑی دیر کیلئے کیا گیا۔ یونانی عموماً سیدھے کھڑے رہکر بندوقیں سر کرتے رہے۔ بہت تھوڑوں نے انگشتی ٹیک کر یا لیٹ کر آتشباری کی۔ یونانیوں نے پہاڑیوں کو خالی کیا ہی تھا کہ ترکی توپخانہ نے وہیں قایم ہوکر غنیم کی صفوں میں قیامت برپا کردی اوس وقت کا نظارہ سخت دردانگیز اور ساتھ ہی شاندار بھی تھا۔ مراجعت کنندہ یونانی سب طرفوں سے سنگی پل کیطرف دوڑے جارہے تھے دریا کو عبور کرنیکے لیے صرف یہی ایک راستہ تھا۔ یونانی انبوہ در انبوہ ہر دم بڑھتے ہوئے سیلاب کیطرح اس ایک قوسی کیطرف جمع ہورہے تھے اور ترکی باتریاں اس جم غفیر پر پے در پے گولے برسا کر تباہی عمومی پیدا کرتے اور خوفناک تباہی برپا کرتے رہے۔ میدان کے وسط میں دریا کے شمالی کنارہ پر موضع دیسلی واقعہ ہے۔ وہاں ترکوں کا جواب چار دن طرف سے میدان میں داخل ہوگئی تھے یونانیوں کی ایک زبردست جمعیت سے مقابلہ ہوگیا۔ یونانی ایک پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ دشمن کے قریب پہنچنے پر اونہوں نے لگاتار باڑھیں چلانا شروع کردیا مگر ترکوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اونہوں نے اپنی صفوں کو پھیلانے کی لیئے بھی ایک لحظہ کا توقف نہ کیا۔ اور حسب معمول شیروں کی طرح سیدھے ٹوٹ پڑے جس کا نتیجہ ہوا کہ ایک گولی چلائے بغیر محض اخلاقی اثر سے ہی گاؤن فتح ہوگیا۔ یونانی یہ ہیبت و سطوت دیکھکر اپنے حواس کھو بیٹھے اور بجائے تمام واپس ہٹ گئے۔ گویوں کی تاب تڑ بارش میں ترکوں کا دلیرانہ دراڑے بڑھے جانا بلاشبہ کمال شاندار نظارہ تھا۔

شکست قبل صبح میں جو لیس سیزر نے ۴۳ ہزار سپاہ سے اسی میدان جنگ میں پامپی اور اوسکی ۵۱ ہزار فوج کو کاملہ شکست دی تھی۔ یونانی فوج کا حصہ کثیر لڑائی میں شامل ہوئے بغیر ۴ بجے کی رات کو ڈومو کوس کو ہٹ گیا۔ وہ وسالہ سے پندرہ میل جانب جنوب اور تقریباً ناممکن التسخیر پوزیشن ہے۔ وسالہ میں ترکوں کو ۴۰ توپیں اور سامان حرب کی وافر مقدار دستیاب ہوئی۔ ترکوں کی تخمینی تعداد اور یونانیوں کے اس سے دگنے قتل و مجروح ہوئے۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیرایہ میں مسٹر فلگمری نے تحریر کیئے ہیں جو ۱۰ ارسمی کو اخبار ٹیلیگراف میں حسب ذیل شائع ہوئے ہے۔

۱۰ ارنمبر تاریخ صبح پنجشنبہ۔ یہ گاؤن تھلار اور وسالہ کو دھیان اوس پست سلسلہ پر واقع ہے جو میدان لاریسا کو میدان تیرنا سے جدا کرتا ہے۔ کل صبح ترکی فوج تین کالموں میں وسالہ کیطرف بڑھی۔ حسدی پاشا کا کالم جو وسط میں تھا مرضع سوار کب کو راستہ پر لاتا سورج پاشا میسرہ پر تھا جبکا ڈویژن بکر نہی میں سے گذرا۔ اور نقاط کا ڈویژن جو میمنہ پر تھا بخلار کی طرف سے آیا۔ میری معہ اطلی ڈویژن میدان میں بہت آگے تھا۔ اسمان کالموں کی روانگی کے وقت سے خالص کی قریب پہنچ گیا ہوا تھا۔ غرض یہ تھا کہ پہاڑوں یونانیوں کو یہلی پوزیشن سے دیار کیطرف ہٹا دیں۔ تاکہ عام لڑائی مزید فوج کے پہنچ جانے پر آج ہو۔ مگر یونانیوں کی کمزور مدافعت پر ترک جو غنیم سے دست و گریبان ہونیکو بڑے شائق تھے آگے بڑھ گئے جس سے عثمانی حرکت لڑائی سے بدلگئی اور ترکوں کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ وسالہ کا اذکا قبضہ ہوگیا۔ یونانی فوج دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور فاتحین کو مہمہ سے سامان حرب رسد کی وافر مقدار جسے یونانی عاجلانہ مراجعت میں

پیچھے چھوڑ گئے دستیاب ہوئی۔ سب سے اول ممدوح کا دشمن سے تصادم ہوا۔ یونانی اون چند چھوٹی سی پہاڑیون پر جو قرہ دمرسی سے تین اور فرسالہ سے تخمیناً ۸ میل شمال مین میدان تریخالہ کے حاشیہ پر واقع ہین مقیم تھے۔ توپون نے ساڑھے نو بجے گولہ باری آغاز کی۔ مگر یونانی جلد اپنی باتریون کو پیچھے ہٹا لیگئے۔ اور دس بجے کے قریب ممدوح قرہ دمرسی پر قابض ہوگیا۔ اب فریقین کی فوج پیدل مصروف پیکار ہوئی۔ اور دیر تک مسلسل آتشباری کا ایک تانتا لگا رہا۔ یونانی تکیہ اور متصلہ پہاڑی کے جنگل مین بالاستقامت قابض تھے۔ تین گھنٹون کی لڑائی کے بعد مینے ترکون کو اوس پہاڑی کی چوٹی پر سے گذرتے دیکھا۔ اور یونانی وہان سے قطعاً پیچھے ہٹا دیئے گئے! سپر مین آگے بڑھ کر وہان پہنچگیا۔ اور چوٹی سے فرسالہ کے ہموار میدان کا جو پہاڑیون کے دامن مین تھا خوب نظارہ کیا۔ شہر مین میرے سامنے تھا۔ اوس وقت تین کا عمل تھا۔ اور تینون ترکی ڈویژن صف بستہ آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ نشاط کے بالمقابل گو دوسرے دونون کی نسبت بہت زیادہ یعنی تقریباً دس ہزار یونانی فوج تھی۔ مگر بستاً اوسکی بہت کم مزاحمت کیگئی۔

"حمدی کا ایک چھوٹی سی یونانی فوج جو تاتاری مین اور اوس کے اردگرد موجود تھی۔ قابل تعریف مقابلہ کیا۔ مین یہ خط اسی مقام سے لکھ رہا ہون۔ اس بہادرانہ مزاحمت کی طفیل یونانیون کا باقی لشکر گاس گوناری کو جو نشاط کے خط پیشقدمی کے سامنے تہا ہٹ جانیکو قابل ہوگیا۔ تاتاری سے ایک پلٹن پیچھے ہٹ کر انی پی اس کے پل سے عبور کر گئی۔ مگر باقیماندہ سپاہ جو تقریباً دو ہزار تھی این روئے دریا کے میدانی ٹیکرون پر برابر قابض رہی۔ میدان یہان پہاڑیون سے بالکل صاف تھا۔ اور گو بعض اوقات دہوئین کیوجہ سے نظر اچھی طرح سے کام نہ کرسکتی تاہم لڑائی کے تمام جزئیات صاف صاف نظر آتے رہے۔ میدان مین یونانی جابجا چھوٹے چھوٹے دیہات مین توقف کرتے گئے جنپر جب تک کہ صرف رائفلی و توپی آتشباری ہوتی رہتی۔ وہ برابر قابض رہتے مگر جب ترک اونکی باڑھون کے علے الرغم بہ ثبات مردانہ اور کمال مرتب صفون مین بڑھتے ہوئے قریب پہنچ جاتے تو یونانی فی الفور گانون خالی کرکے پسپا ہوجاتے۔ کچھ عرصہ سے ترکی باتریان اون پہاڑیون پر قایم ہوکر جہان سے اونکی انفنٹری نے یونانیون کو نکالا تھا۔ جہان کہین یونانی مجتمع ہوتے وہین گولے برسا رہی تھین اور ایک کوہی باتری بالخصوص اوس گانون کیطرف جسپر یونانی قابض تھے نظر عنایت مبذول کئے ہوئے تھی۔ یونانی باتریان بھی جواب دیتی رہین۔ مگر اونکی گولہ باری محض فضول تھی۔ اونکے اکثر گولے پھٹنے کے بغیر نرم زمین مین دور تک دھنس جاتے رہے۔ لیکن گو یونانی مسلسل پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اور ترکی باتریان جن مین سے چند اب شراپ نل[1] گولے چلا رہی تھین اونپر لگاتار سخت آتشباری کر رہین اور اون کو نقصان پہنچا رہی تھین۔ مگر اس مراجعت مین سراسیمگی اور بھاگڑ کا کہین نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ وہ خاصی باترتیبی و باقاعدگی سے پیچھے ہٹے۔ ترکی ڈویژن اب دوش بدوش موضع وسیلی کیطرف جہان یونانیون کی معقول جمعیت موجود تھی بڑھے جا رہے تھے۔ اور کئی باتریان حملہ مین اونکا ہاتھ بٹا رہی تھین۔ لیکن یونانی اب لڑائی سے کافی سیر ہوچکے تھے۔ ترکی فوج کے اوسطرف بڑھتے ہی وہ جلد جلد چند باڑھین چلانے کے بعد میدان سے ہوتے ہوئے انی پی اس کے پل کو ہٹ گئے جس کو عبور کرتے وقت ترکی گولون سے اون کو یقیناً بہت سخت نقصان اوٹھانا پڑا۔ اب تاریکی شروع ہوگئی تھی۔ لیکن ترکی انفنٹری فرسالہ کے قریب پہنچگئی

[1] اس گولے کا موجد جنرل شراپ نل تہا۔ یہ ایسے پھٹنے والے گولے کو کہتے ہین جس مین گولیان اور تھوڑا سا بارود رستہ مین فاصلہ مقررہ پر ان گولیون کو بکھیرنے کیلئے بھرا ہوتا ہے +

ہوئی تھی جسپر صرف وہی باڑہین نہ چلا رہی تھی بلکہ باتریان بھی اب گولہ پر گولہ برسا رہی تھین بتدریج دونون طرف سے آتشباری بند ہوگئی اور اتنے
مین چند ترک جو بلا اجازت آگے چلے گئے تھے خبر لائے کہ یونانی شہر کو خالی کر رہے ہین۔ جسپر ترک فی الفور شہر مین داخل ہوگئے اور یونانیون کی عقبی
دستہ کو وہان سے نوکدم بھگا دیا۔ سارا دن ترک ایسی ثابت قدمی و مردانگی سے لڑے کہ اونکا مقابلہ فی الحقیقت ناممکن تہا۔ اونکی طرف سے کوئی مناسب
تعجیل و شتابکاری یا تیزی ظہور مین نہ آئی بلکہ متانت و استقامت کے ساتھ لگاتار یکسان رفتار سے آگے بڑہے۔ اگرچہ غنیم کے گولے اور شیل اون کی
صفون مین عموماً رخنے ڈالتے رہے تھے۔ یہ رخنے فوراً پر کر دیئے جاتے اور صف ساکت و خاموش اسطرح سے آگے بڑہی چلی جاتی کہ یہی نہین کہ گویا سپاہیون
کو غنیم کی گولہ باری کی کچھ پروا ہی نہین۔ بلکہ یہ کہ فی الحقیقت ہی اونکو خبر نہین کہ کوئی گولے برس رہے ہین۔ ایسے شجاعون کے سامنے بھلا کون غنیم
ٹہیر سکتا تھا۔ یونانی شروع شروع مین اچھے نہ لڑے۔ اونکی پوزیشن قدرتاً ہی محفوظ و مستحکم نہ تھی بلکہ مصنوعی مورچون سے بھی حسب معمول اُسے
خوب مضبوط کر لیا گیا ہوا تھا۔ مگر اونہون نے بڑی بیدلی سے ترکی پیشقدمی کی مزاحمت کی لیکن میدان مین جاکر جہان وہ ترکی باتریون کی زد
مین تھے۔ وہ نسبتاً بہت زیادہ استقامت و پامردی سے اپنے اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ اور بعض پلٹنون نے ایسا جوانمردانہ عزم و استقلال دکہلایا کہ محض
اونکی طفیل باقی فوج باقاعدگی کے ساتھ مراجعت کر سکی۔

"از فرسالہ پنجشنبہ کی دوپہر۔ حمدی پاشا کا کل ڈویژن آج صبح کے چھ بجے شہر مین داخل ہوا۔ اور ادہم پاشا معہ سٹاف ۱۱ بجے یہان پہنچے
شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ باشندون کا حصہ کثیر دو تین دن پہلے کا۔ اور باقی لڑائی شروع ہوتے ہی رفوچکر ہوگئے ہون گے کیونکہ لاریسا کیطرح
یہان کوئی ایسی علامتین نہ پائی جاتی تھین جن سے ثابت ہو سکتا کہ باشندے بہ تعجیل و سراسیمگی فرار ہوئے ہین۔ اون مجروحین کی زبانی جو پیچھے چھوڑ
دیئے گئے تھے ہمین معلوم ہوا کہ یونانی شہر مین داخل ہوتے ہی ہٹنے شروع ہوگئے ..... ترکی شراپنل اور شیل گولون نے اونکو ایسا ڈرا دیا کہ
اونہون نے شہر مین توقف کرنیکا نام نہ لیا۔ اور ڈوموکوس کو ہٹ گئے۔ وہ شہر مین دو ہزار آٹھ سو شیل اور رائفلون کے کارتوسون اور بسکٹون کی مقدار
عظیم پیچھے چھوڑ گئے۔ ترک ان شیلون سے کام لیسکین گے۔ کیونکہ اونکی توپون کی جسامت بھی وہی ہے جو یونانی توپون کی ہے۔

"یہ یقینی امر معلوم ہوتا ہے کہ مراجعت پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی نہ تھی۔ کیونکہ فرسالہ اور اوس کے مضافات مین نہایت ہی مضبوط و مستحکم سوراخ
تیار کئے گئے ہوئے تھے۔ اور چونکہ متصلہ پہاڑیون کی چوٹیون پر نصب شدہ باتریان شہر کے تمام راستون اور ناکون پر خطرناک آگ برسا سکتی تھین
حملہ آور نقصان عظیم اوٹھائے بغیر اس پوزیشن کو فتح نکر سکتے تھے۔ میری رائے مین اس اچانک مراجعت کا اس وجہ سے عزم کیا گیا ہوگا کہ
یونانی فوج ایسی بے اوسان و شکستہ دل ہو رہی ہوگی کہ اسپر مضبوط سے مضبوط مقام کی پناہ مین بھی اور زیادہ لڑائی کرنے کا بھروسہ نرہگیا ہوگا۔
فرسالہ کی تسخیر سے یونانیون کیلئے ویسٹینو پر قابض رہنا ناممکن ہوگیا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر اُسے فی الفور خالی کرکے مشرقی ساحل کی سڑک کے راستہ
جنوب کو نہ ہٹ گئے تو کوئی چیز اونہین کامل تباہی سے نہ بچا سکے گی۔"

"کل کی لڑائی مین ہیڈکوارٹر کے اعلیٰ سٹاف افسر سیف اللہ پاشا نے بالخصوص ممتاز و نمایان شجاعت دکہائی جب کہ قرہ و مرسی کے سامنے
کی پہاڑی پر لڑائی زور و شور سے ہو رہی تھی۔ تین البانوی پلٹنون نے نامناسب تیزی و تعجیل کے ساتھ حملہ کر دیا جس سے یونانیون کی توپی اور
رائفلی آتشباری کا رخ اونہی کیطرف ہوگیا۔ اس مہیب بوچھار سے اونکے قدم لڑکھڑانے لگے ہی تھے کہ سیف اللہ زرین سوار اونکی صفون مین پہونچ گئے اور

فی الفور مشرنزول صف کی کمان اپنے ہاتھ مین لیکر اُسے درست و ثابت قدم بنایا۔ اور پھر پیشقدمی مین کچھ فاصلہ تک اوس کو آگے لے گیا۔ اوسیدن بعد ازان موضع برکلی کے حملہ مین بھی پاشا موصوف آگے ہو کر لڑا نیوپون سے دو بدو لڑا یا۔"

فرسالہ و دسٹینو کی تسخیر اور وولو کے قبضہ سے یونانیون کا خط آمد و رفت بالکل متغیر ہو گیا۔ اب تک ولو قاعدہ الجیش پاشا اور تمام سامان و لنگ براہ سعدو ولو تک اگریبل پر دسٹینو کے راستہ لاریسا تر پہنچا لہ اور فرسالہ کو بھیجا جاتا رہا تھا۔ اب یہ طریقہ ناممکن ہو گیا اور لاسیلہ یعنی اوسکا بندر شمالی ایڈا یونانی لنگجا جو ہالیدروس کے جنوبی دہن سے ۲ ڈومو کوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ جدید بحری قاعدہ الجیش ہو گیا۔ مگر لاسیا سے کوئی ریلوے لائین نجاتی تھی مزید برآن یہ علاقہ نہایت دشوار گذار اور کٹھن ہے جس سے یونانیون کو ۵ مئی کے بعد ٹرانسپورٹ مین سخت مشکلات درپیش آئی ہونگی مگر اسکے مقابل جدید یونانیون کی مشکلات بڑھین سے شدید ریلوے لائین کے تصرف سے وہم پاشا کو ٹرانسپورٹ مین آسانی و سہولت ہو گئی۔

یونانی فرسالہ اور دسٹینو مین ہزبت کہانیکر بعد الیدروس ۲ ڈومو کوس لائین کو ہٹ گئی۔ الیدروس سے دسٹینو تیس میل بجانب جنوب اور ۲ ڈومو کوس فرسالہ سے بجانب جنوب بمغرب پندرہ میل اور لاریسہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر لاریسہ۔ لاسیہ کی شاہراہ پر واقع ہے۔ الیدروس سے ۲ ڈومو کوس خط مستقیم ۲۵ میل ہے۔

اوہم پاشا کی آخری پیشقدمی کا مدعا یہ تھا کہ ۲ ڈومو کوس اور الیدروس کے درمیانی کوہستانی علاقہ سے گذر کر یونانی فوج کو دو حصون مین منقسم کر دیا جائے۔ پاشا موصوف نے دیہد کی کل فوج پر مراجعت کا راستہ بند کر دینے کیلئے ۲ ڈومو کوس کے مین سے گذر کر اوس کے عقب مین درہ فونگا کے قریب لاسیہ کی سڑک پر قابض ہونے کی بھی کوشش کی جنرل سمولینسکی الیدروس مین اور دیہد ۳۵ ہزار فوج سمیت جو سرحد پر چون کی پناہ مین تھی ۲ ڈومو کوس مین تہا کل محاربین یونانیون مین سے عمدہ عمدہ تو منتخب کر نسا و رانکو ہنر سلیقہ سے مورچہ بند بنانے مین بلاشبہ بڑا کمال دکھایا جیسی انمین غیر معمولی قابلیت تھی اوس سے اگر چہ تھائی شجاعت و شہامت بھی انمین موجود ہوتی تو بالغلب جوم محاربہ کا وہ نتیجہ نہ ہوتا جو ہوا۔

۶ مئی کو دسٹینو فرسالہ لائین سے یونانیون کا اخراج کے بعد پھر بدستور سابق بکاری توقف کا پراسرار اور ناقابل فہم دورہ آیا۔ بعض ان توقفون کا باعث یہ بتاتے ہین کہ قسطنطنیہ سے یکے بعد دیگرے متضاد احکام موصول ہوتے رہتے ہیں۔ بعض کی رائے مین گولہ بارود کی قلت انکا باعث تھی۔ اور دوسرے انہین ترکون کے قومی خاصہ تساہل و سہل انگاری پر محمول کرتے ہین میری رائے مین اس آخری توقف کا باعث ۶ مئی سے ۱۵ مئی تک کیا گیا غالباً مذاکرات صلحیہ تھے جن کی سلسلہ جنبانی اوس وقت شروع ہو گئی ہوئی تھی۔ ایم رامبیس نے ۱۰ مئی کو مجھسے ذکر کیا کہ دول عظام کی بارہا درخواست خود بخود پیغام بھیجا ہے کہ اگر یونان چاہے تو وہ مداخلت کرنے کو تیار ہین۔ اسکا صاف لفظون مین یہ مطلب تھا کہ یونان نے در پردہ دول سے التجا کی ہے پس ممکن ہی تو کہ گورنمنٹ نے مزید خونریزی نہ ہونے دینے کیلئے اپنے سپہ سالار کو سردست خاموش رہنیکا ایما کر دیا ہو۔ بہرحال سے دیہی پیشقدمی ۱۵ مئی کو لگیگی۔

اس مہلت سے یونانیون ۲ ڈومو کوس کی طبعی استحکام کو انسانی ہنر و مہارت اور محنت سے اور مضبوط کر لینے کا فایدہ اوٹھالیا جس سے

اس حصن حصین کو فتح کرنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ ۱۲ مئی کو حقی پاشا وسٹینو سے بجانب جنوب ہالمیروس کیطرف بڑہے جس کو جنرل سمولنسکی نے تقریباً بلا مزاحمت خالی کر دیا مگر اُسنے ملکی اخبارات کو یہ تار بھیجدیا کہ مینے ہالمیروس کو خود نہین چھوڑا بلکہ اعلے حکام کے حکم سے۔ اسی پیشقدمی بجانب ہالمیروس کیوقت ایک بعیدی چوکی کے یونانی سوارون نے ہمارے دوست مسٹر مانٹگمری اور بیرن کریگلیٹن کو گرفتار کر کے سخت بیحرمت کیا تھا۔ سمولنسکی لامیہ یا سورپی کیطرف جو ۲۵ میل بجانب جنوب مغرب تھا ہٹ گیا۔ ۱۴ مئی کو ترکی فوج مقیم اپائرس کا ایک حصہ سرعت سے مغربی تھیسلی مین داخل ہو کر تریخالہ مین اسلام پاشا سے جو ادہم پاشا کے انتہائی میمنہ کا کمانڈر تہا۔ آملا۔ مشیران دونون دونون صوبون کی ترکی افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا ہوا تھا۔

بیکاری کے ان دس دنون مین جنوبی تھیسلی مین سامان رسد کی قلت عظیم سے بہت دقت رہی۔ اور چونکہ یونانی دریا انی پی اس کے جنوبی کوہستانی و بے آباد علاقہ کو ہٹ گئی ہوئے تھے۔ اونہین ترکون سے زیادہ قلت رسد سے تکلیف پہنچی۔

ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی

ادہم پاشا کی زیر کمان براہ راست اوس وقت پانچ ڈویژن فرسالہ مین موجود تھے حیدر پاشا چوتہا ڈویژن لیکر دورہ ملونا سے آگیا تھا۔ ممدوح و حمدی تیسرا و پانچوان ڈویژن لیکر ویسٹینو اور دولو سے واپس آگئے تہے۔ اور نشاط و خیری دوم و اول ڈویژن سمیت ۵ مئی سے وہین مقیم تہے ان پانچون ڈویژنون مین توپخانہ اور سوارون سمیت ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ یونانی فوجکو پامال کرنے کی کارروائی کے متعلق حقی پاشا کی حرکت بجانب ہالمیروس پہلا مرحلہ تھی مشیر کو امید نہ تھی کہ سمولنسکی ایسی جلد پسپا ہو جائیگا۔ اونکو خیال تہا کہ ہالمیروس اور ڈوموکوس کے درمیانی علاقہ سے گذر کر ممدوح پاشا کے ولیعہد اور سمولنسکی کی فوجمین حائل ہو جانے تک حقی پاشا سمولنسکی کی فوجکو مشغول رکھ سکین گے۔ ممدوح ۱۵ مئی کو فرسالہ سے جنوب مشرق کیطرف روانہ ہوا۔ اور ۱۶ مئی کو عام پیشقدمی کی تیاریان مکمل کر لیگئین۔ پانچون ڈویژنون کا فرسالہ مین جائزہ لیا گیا۔ اور سوار آگے روانہ کر دیئے گئے۔ کل فوج شام کے سات بجے جنوب رویہ روانہ ہوئی۔ اور پانچ گہنٹون کے سفر کے بعد ڈوموکوس سے پانچ میل کے فاصلہ پر شب باش ہوئی۔ مسٹر بگھم کا بیان ہے کہ پہلی رات کیوقت دشمن پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا۔ مگر پھر اسے ترک کر دیا گیا۔

ترکی فوج پو پھٹنے سے پہلے ناشتہ کھا کر صبح کے چھ بجے پھر آگے روانہ ہو گئی۔ فوج حملہ کنندہ اسطرح مرتب کیگئی۔ ممدوح پاشا ڈوموکوس سے ۶ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق یعنی ترکی فوج کے میسرہ پر تھا۔ اوس سے ورے حمدی پاشا کا ڈویژن تھا جسے یونانی میمنہ کو الٹنے کیلئے یہ حکم ملا ہوا تھا۔ کہ وہ ڈوموکوس سے تین چار میل بجانب مشرق گذر کر یونانیون کے لیئے لامیہ کیطرف مراجعت کرنیکا راستہ بند کر دے۔ اوس کے بعد نشاط پاشا کا ڈویژن ڈوموکوس کے عین بالمقابل تھا۔ نشاط کے ماتحت اسلام پاشا کی زیر کمان ایک بریگیڈ فوج نظام کا تہا۔ یہ نظام فوج ایڈریانوپل سے آئی تھی۔ اور جدید ماسر رائفل سے مسلح تھی۔ نشاط اور حمدی کے ڈویژنون سے دو میل عقب مین حیدر کا ڈویژن ریزرو مین تہا۔ انتہائی میمنہ پر ڈوموکوس سے بجانب شمال مغرب خیری کا ڈویژن تھا۔

قلعہ ڈوموکوس

مسٹر بگھم قلعہ ڈوموکوس کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔ ایک وسیع و فراخ وادی سے پرے جو دس ایک میل لمبی اور پانچ ایک میل چوڑی ہے۔ اور کہین کہین اوس مین کہیت موجود ہین۔ مگر زیادہ حصے پر

خود رو گھاس ہے۔ ایک سرے تک پہاڑی اوپر کو اٹھتی چلی گئی ہے اس پہاڑی کا سامنا قدرتی منزلوں سے جو ایک دوسرے کے اوپر بلند ہوتی چلی گئی ہیں بنا ہوا ہے شاہ راہ ان منزلوں کے گرد اگرد چکر کاٹتی ہوئی چوٹی تک چلی گئی ہے۔ جہاں عین قلعہ کوہ پر ڈوموکوس کا شہر اور قلعہ واقع ہے اور کل میدان کی نوعیت ہے۔ نظارہ کی دلفریبی میں کوئی کلام نہیں۔ مگر اس وقت اس کی طبعی استحکام کا خیال باقی سب باتوں پر غالب آرہا تھا ایسی مضبوط و محکم پوزیشن غالباً اب تک بہت ہی کم جرنیلوں کو مدافعت کے لیے نصیب ہوئی ہوگی سب سے نچلی منزل پر پیدل فوج مورچوں کی تین یا چار قطاروں میں موجود تھی فوج کی موجودگی کا علم صرف مورچوں کی سیدھائی سے ہو رہا تھا ان سے پرے ریزرو فوج کے دستوں کو وہ درانبوہ کھڑے تھے۔ ہر منزل کے پیچھے اور اوپر تر بیس ہی تر بیس اصلی تھیں جن کی نالیں مورچوں کے جھروکوں سے دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ سلسلہ اسیطرح منزل بمنزل چوٹی تک چلا گیا تھا۔ جہاں قلعہ کی فصیلوں پر چار گان وزن قلعہ شکن توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔"

ڈوموکوس کے حملہ میں ترکوں کی پے در پے غلطیاں سزد ہوئیں۔ مگر میرے پاس سوائے فرض کیلئے کافی شہادت موجود نہیں کہ میں یہ ثابت کر سکوں کہ ان غلطیوں کا جن سے فائدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا غلط شخصی ذمہ دار تھا جسے معمول اوہم پاشا کی شاطرانہ تدبیر اس موقعہ پر بھی نہایت اعلیٰ تھی۔ یہ ہر مذکورہ یہ تھی کہ حمدی و مدوح غنیم کے بازو سے اوس کے عقب میں پہنچکر مراجعت کا راستہ بند کر دیں مگر اسکے ساتھ ہی حسب معمول ڈویژنل کمانڈروں کی کارروائی اسموقعہ پر بھی ناقص ہی اور نہیں ہوا ایک تو نہایت مہلک و خوفناک مگر محض فضول غلطی یہ کی کہ ڈوموکوس کی سر بفلک بلندی کو سامنے کیطرف سے اور یکساں حد پر بگیڈ سے حملہ کر کے فتح کرنے کی کوشش کی اس حملے کے متعلق کم از کم تین امر قابل طلب ہیں۔ (۱) کیوں اسلام پاشا کے ڈویژن کو تنہا اسی مقام پر حملہ کرنیکا حکم دیا گیا (۲) کیوں اس بریگیڈ کو مزید پیدل فوج یا توپخانہ سے کمک نہ پہنچائی گئی۔ اور اسے اسکی حال پر چھوڑ دیا گیا (۳) کیوں خیری پاشا نے اس غلطی کو رفع نہ کیا۔ اور اسے آخر الذکر کو مدد دینے یا یونانیوں کی توجہ کو اوسکی طرف سے ہٹانے کی کوشش نہ کی۔ اگر اسکے ساتھ یہ چوتھا سوال بھی بڑھا دو ہو سکتا ہے کہ کیوں حمدی پاشا نے یونانی میسنہ پر مشغول کار زار ہونے میں اسقدر دیر لگائی۔ بلکہ یہ پانچواں سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ کیوں حمدی و مدوح آپ ہی کے شرک پر تابض نہ ہو سکا۔ وہ پندرہ کو روانہ ہوا تھا۔ اور یہ راہ دو دن کی یقیناً اسی کی صبح تک یونانیوں کی مراجعت کے راستہ پر قابض ہو سکتا تھا۔ حمدی پاشا کی توقف کی نسبت مسٹر بگیم یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ نہایت مشکل کوہستانی علاقہ سے گذرنا پڑا تھا اس نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی تھی۔ بالآخر پاشا موصوف کی نسبت مسٹر مدوح یہ لکھتے ہیں:-

"یہ تقریباً محض حمدی پاشا کی ہی محتاط و با صبر پیشقدمی کی طفیل تھا کہ ایکن میں لڑائی ختم ہو گئی اور دونوں فریق بلے انتہا خونریزی سے بچ گئے جو وہاں وہ اپنی کی صورت میں یقیناً وقوع میں آتی۔"

معرکہ میں اول دن حرکت حمدی نے کی جو پہلا وادی وادی ترکی میسرہ کیطرف اور پھر پہاڑیوں میں سے جنوب و یہ تیرہ چالی کیطرف بڑھا۔ اوس کا ڈویژن تھوڑی دیر بعد پہاڑی درمیان گھاٹیوں میں غائب ہو کر پھر کہیں شام کے چھ بجے نمودار ہوا۔ مگر دیوانہ گاہ گاہ آشنا جانے اوسکی موجودگی کا پتہ متواتر خیری پاشا سینہ پر توپوں سے لیس ہاڑہ کراوس نظیبی علاقہ میں جو ڈوموکوس کی شمال مغرب میں ہے۔ ایک بلندی کے پیچھے

محفوظ و مصئون سپاہیون کا ہجوم کھڑا رہا۔

فوج نظام کا شاندار حملہ جیسے پاشا بمع چہارم ڈویژن اور رضا پاشا معہ فوج توپخانہ ڈرموکوس سے چار میل جنوب شمال نشاط پاشا کے پیچھے زیر دمین رہے۔ الغرض لڑائی کا کل بوجھ صرف نشاط پاشا کے دوم ڈویژن بلکہ اوس کے بھی صرف ایک ہی بریگیڈ پر پڑا۔ تمام شاہد متفق الراد ہین کہ یہ نہایت ہی ظالمانہ غلطی تھی جسکا ارتکاب محض بلا ضرورت کیا گیا۔ اور فصول سینکڑون بہادر جانون کو قربان کر دیا گیا۔ چھوٹی سی تمہیدی لڑائی کے بعد اسلام پاشا کا بریگیڈ دو بجے یونانی پوزیشن کیلوف بلڈ ہاس بریگیڈ مین چھ پلٹین یعنی تقریباً پانچہزار سپاہی تھے جو سب کے سب نئے عمر نظام اور ماسر نفلین سے مسلح تھے۔ یونانی مورچون سے تخمیناً دو ہزار گز کے فاصلہ پر اون کو کھڑا کر دیا گیا۔ جہان وہ کالم کی ہیئت چھوڑ کر یعنی صف مین مرتب ہوئی ہی تھی کہ یونانی توپخانہ نے اوپر شرپنل گولے برسانے شروع کر دیئے جن سے اون کو بہت نقصان پہنچا۔ اسپر شاطانے دو باتریون سے یونانیون پر گولے برسانے مگر اونکا کچھ اثر نہ ہوا۔ تیری نے بھی اوس وقت ایک فاصلہ باتری سے چند گولے برسائے۔ اس شاندار انفنٹری کیلئے جو یقینی موت کے منہ مین بھی گئی تھی میدان کا رزار مین کسیطرح کی پناہ یا آڑ موجود نہ تھی نہ مین کھدست ہوا تھی جسپر حرف کہین کہین فصلہ کا بہت موجود تھا۔ صفآرا ہو کر ان نوعمر عثمانی سپاہیون نے بتبات مردانہ آگے بڑھنا شروع کر دیا تو پی گولہ باری کے ساتھ اب رئیفلی آتشباری کی بھی اوپر ہلاکت بخش بوچھا ہونے لگ گئی۔ مگر انمین سے ایک آدمی کا بھی قدم نہ ڈگمگایا۔ سٹر بگیم کا بیان ہے کہ کسیوقت بھی اس صف مین کہین بل نہ پڑا۔ سپاہی تمام کارروائی کو گویا تفریحی ہم سمجھ رہے تھے اور اس امر پر نازان تھے کہ تفر شاندار کو ریمان اونکو سب سے پہلے جانیکا حکم دیا گیا ہے۔"

سٹر بگی۔ اے میٹیوس اس بہادرانہ حملہ کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔

موصف کو بڑھنے کی دیر تھی کہ یونانی صفون سے غرنہ جہنم طوفان اُمڈ آیا۔ دائمین بائمین اور سامنے کے مورچون سے حیرت انگیز تیزی کیساتھ باڑھ پر باڑھ شروع ہو گئی۔ یہ یہی تابر توڑ پڑ رہی تھین کہ انسان کو خواہ مخواہ یہ خیال گذر جاتا کہ ہمارا (ترکی) بریگیڈ جو قربانی پر چڑھایا جا رہا تھا ماسر نفلین سے مسلح تھین۔ بلکہ یونانی نئے مسلح ہین۔ کل مورچون سے توپی و رئیفلی آتشباری کی شعلہ رخ بجلی کیطرح چمک ہی تھے اور دھوئین کو بادل اُٹھ اُٹھکر پہاڑیون کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ لیکن ہمین ہم نوعمر سپاہی آگے بڑھ ہی گئے۔ یونانیون کی تباہی برپا کن بوچھار دریوچھار کے سامنے اونکی منفرد آتشباری کچھ بھی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ مگر پھر بھی وہ آگے بڑھ ہی گئے کہ اتنے مین ہم کیا دیکھتے ہین کہ یونانی سینہ کے والین مورچون سے آدمی سراسیمہ وار پیچھے بھاگا جا رہے ہین۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا۔ یہ طاقتین مجاہدین تھی جو اپنے متقولین کو بھی وہین چھوڑ گئے لیکن یونانی قلب بیس سو سے زیادہ تیزی اور کثرت کے ساتھ آگ اور سیسہ برسا رہا تھا۔ تاہم یہ بہادر مسلسل بڑھے جاتے رہے حتیٰ کہ یونانی مورچون سے بس گز کے فاصلہ پر رہگئے اور وہان پہنچکر وہ کھڑے ہو گئے۔ یہ نشیب مین اور یونانی اوپر تھے جن کی آتشباری کی سیلاب بلا خیز نے یقیناً کسی آدمی کو سیدھا کھڑے نہ رہنے دیا ہو گا۔ لیکن پھر بھی یہ بیمثیل شجاع ایک قدم پیچھے نہ ہٹے اور برابر ماسر نفلین کو سر کرتے رہے۔"

یہ آتشباری کہین چار بجے جاکر مدہم ہوئی۔ اور اوس وقت بھی غالباً اس لیے کہ دونون فریق کے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہونگے آسلام پاشا کا بریگیڈ یونانی مورچون سے بیس گز کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ مگر اس مشقتی مین اوس کا بارہ سو زیادہ یعنی کم از کم تین صدی

آدمی ضائع ہوئے ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ اور آخر الیکہ اذکر ساتھی یعنے خیری کو اول ڈویژن والے عقب میں ایک بلندی کو بھیجے محفوظ کھڑے تھے۔ ان بہادروں کو دامن میں سطح ہلاکر اور زخمی ہوتا دیکھتے رہنا بلاشبہ نہایت ہی ظالمانہ اور دردانگیز منظر تھا۔ نشاط نے آخر ساڑھے پانچ بجے اپنے دوسرے بریگیڈ کو ایڈریانوپل کی رجمنٹوں کی کمک کیلئے آگے بڑھایا۔ چونکہ یونانیوں کو پاس اس وقت تک شراپنل گولوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ یہ فوج پانچ بجے کے قریب بغیر مزاحمت و بلا نقصان مصافی صف تک پہونچ گئی جسپر یونانی اپنے مورچوں کی پہلی قطار کو چھوڑ کر پہاڑی پر ہٹ گئے۔ اس مراجعت کے وقت یونانیوں کو نشاط کی دوڈویژن کی رائفلی آتشباری سے سخت نقصان پہنچا۔ ساڑھے پانچ بجے رضا پاشا بھی توپخانہ لیکر پہنچگیا۔ اور انفنٹری کی آتشباری کے ساتھ اسنے بھی شیل اور شراپنل تقسیم پر پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہ وہ وقت مناسب ہی پوری تین گھنٹہ بعد شریک کار ہوئے۔ مگر اس توقف کا الزام رضا پاشا پر لگانا مناسب نہیں وہ نہایت مستعد اور کمال لائق و قابل افسر ہے۔ اور کبھی ہمیشہ پہلی صف میں رہنے کی خواہش ہوتی تھی۔

جو یونانی اس آتشباری سے بچے اور انہوں نے مورچوں کی دوسری قطار میں پناہ جالی۔ یہ مورچے ڈومکوس کی ڈھلوان سطحوں پر خوب موقعہ بموقعہ بنے ہوئے تھے۔ اور تقریباً ناممکن التسخیر نظر آتے تھے۔ اگر خیری پاشا ہی اپنا ڈویژن لیکر شامل ہو جاتا۔ اور کل ترکی توپخانہ مستعدی کام دیا جاتا۔ تو غالباً سامنے سے حملہ کرنیمیں کامیابی ہو جاتی۔ لیکن اس صورت میں ہی حملہ کنندہ فوج کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا۔ اور اگر یونانی دلیری جوانمردی و ثابت قدمی سے لڑتے تو شاید بالکل ہی ناکامی ہوتی۔

اس نازک وقت پر حمدی پاشا کے یونانیوں کے سینہ پر پہنچ جانیسے اس سامنے سے حملہ کرنیکے جوکھم کو برداشت کرنے کی احتیاج نہ رہ گئی پاشا موصوف یونانی میمنہ کو جو کرنیل ماٹرا پاس کے زیر کمان تہا لگاتار بھیجے ہٹاتے آگیا موضع کریشیا اور قرہ زالی پر قابض ہو گیا تہا۔ حمدی کا ہراول دستہ مشرقی کیطرف سے ڈومکوس کے بالکل قریب آ پہنچا۔ اور اسنے پہنچتے ہی پائینی یونانی مورچوں اور نیز یونانی توپخانہ پر کمال تیزی سے آتشباری کرکے عام تباہی برپا کر دی۔ کرنیل ماورپیکالیس سخت زخمی ہوا۔ اور یونانی بسرعت تمام ڈومکوس کی پہاڑی کی بالائی منزلوں اور قلعہ کیطرف ہٹنے لگ گئے۔ قلعہ سطح سیدان سے تین سو فیٹ بلند ہے۔ مگر افسوس حمدی و نشاط دونوں کو ڈویژنوں کی سیاہ بھی کوفتہ و تکان کی وجہ سے تاریکی شام ہونیکی تھی کہ وہ اس شام یونانیوں کی پسپائی سے فایدہ نہ اٹھا سکی۔ اور اذکا تعاقب نہ کر سکی۔ ساڑھے سات بجے آتشباری ختم ہو گئی۔ اور تھکے ماندے ترک اپنی پوزیشنوں میں نصب باش ہوئے جن کو انہوں نے بہادری سے فتح کیا تھا۔ یونانیوں کو تاریکی میں دشمن کو پیچھے سے نکلنیکا پھر موقعہ مل گیا۔ اور حسب معمول اس موقعہ سے فایدہ اٹھانے میں انہوں نے ذرہ بھر دریغ نہ کیا۔ رات پڑتے ہی ولیعہد اور اوسکا سٹاف اور مراجعت گاہ دیمیاما اور یونانی افواج پاؤں سر پر رکھ بسرعت تمام فرو چکے ہو گئیں۔

شیڈلر کا نامہ نگار جو یونانیوں کے ساتھ تہا ڈومکوس کی تعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"ساڑھے گیارہ بجے ترک اگلی چڑھائی پر آتے دکھائی دیئے۔ اور تھوڑی دیر بعد انہوں نے رسالہ قلعہ مشرک کو اور انہوں نے ہاتھ چوڑ ڈومکوس کی نیچی پہاڑیوں میں سے گذرتی ہے۔ اور میدان سے خط مستقیم فرسالہ کو جاتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک باٹری قایم کر لی۔ ساڑھے تین بجے تک ترکی توپیں یونانیوں توپوں کی طاقت معلوم کر چکیں جو جا بجا مورچوں وغیرہ پر نصب تھیں متفرق طور پر آتشباری کرتی رہیں۔ اوس وقت ترک اور تین باٹریاں

آگے بڑہانے اور دن کو پہلی باتری کے دوش بدوش قائم کر دیا۔ ادہر اوسیوقت فوج پیدل نے دنہی پیشقدمی شروع کر دی پہلی بحیثیت کثیر فرسا کی سرحد سرک جبال اوتھریس کے دہن پر سے موتے ہوئے ایک یکہ و تنہا پہاڑی کیطرف جو گاہان فشتر کی شکل مین یونانیون کی مورچون کے سامنے تین میل کے فاصلہ پر میدان مین تہی بڑہے۔ کل میدان مین صرف یہی پہاڑی ایک عمدہ پناہ تہی۔ ترکون نے اوس کو بھیجے اپنی فوج جمع کی پھر صف آرا ہو کر آگے بڑہے۔ ترکی توپون نے اس پیشقدمی سے پہلے مسلسل گولہ باری شروع کر دی تہی۔ انکی جواب مین یونانیون کی دونون ۷ انچی میٹر کی کرپ توپین جنمین سے ایک قدیم قلعہ پر اور دوسری متصلہ پہاڑی کی چوٹی پر تہی گولے برسانے لگین۔ ترک انکی خوب زد مین تہے۔ اور اون پر ایسا عمدہ کام کیا گیا کہ ترک کچھ عرصہ پیشقدمی کو جاری نہ رکھ سکے۔ ترکی سوارون کی ایک دستہ نے شرک شرک اگوٹھنے کی کوشش کی مگر متذکرہ صدر توپون کے وزنی گولون نے اونکو پراگندہ کر دیا۔ اور وہ بالآخر پیچھے ہٹ پہاڑی کے پیچھے چلے گئے۔ اس سے یونانی کمال خوش ہوئے۔ اور شام کی کیواری کی پسپائی پر نہایت زور و شور سے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ مگر ترکی انفنٹری آتشباری کی حد الرغم لگاتے ہی آئی۔ یکے بعد دیگرے پلٹنین ثابت قدمی و پامردی سے یونانیون کی اگلی صفون کیطرف بڑہے۔ اگر یونانیون کی ۱۱ میدانی توپون کی گولہ باری کے باوجود جو دو موکوس کی پہاڑیون پر بصد تبین ان صفون کو مورچون کیطرف دکہیلتی گئین۔ ترکون کا مدعا یونانی قلب کو توڑنا اور لاسیہ کی سرک پر قابض ہونیکا نظر آرہا تہا۔ اور اونہون نے بیحد استقلال و اصرار سے حملہ کیا کہ مورچون کی خندقون کو تقریباً فتح کر لیا۔ اور یونانیون کو دست و گریبان ہو جانے اور بیونک سنگین اوپر واہ کرنے کو تیار ہی تہے کہ تین سو طامین مجاہدین نے زیرکمان سپہ پالی سوسٹ بازو پر سے ایسی تباہی بخش آتشباری صفوف کے درختون کی اوٹ سے جو برلب سرک تہی شروع کر دی۔ اور اسی اثنا مین سپاہ یونانی کے موقعہ پر تمام سے ترکون کو تہم جانا پڑا۔ آخر جب کارتوس نہ رہنے نے پر اس دستہ کو پیچھے ہٹنا پڑا تو اوس وقت تک اونکی بارہ قتل اور رہ از زخمی ہوئے۔ واپسی کے وقت جب صوبیدار اور صف آرے مین کی یونانی فوجنے خوشی کے نعرے بلند کر کے اونکی حوصلہ افزائی کی۔ اونکو زخمی چھوڑتے ہوئے قریب ترین فوجی ہسپتال کو کسی کی امداد بغیر بھیجدیا۔ اور مون جاتے ہی فرش خاک پر گر پڑنے کی بجائے کمال بشاشت و شگفتگی کے ساتھ سگرٹ طلب کیے یونانی مجروحین کی شکستہ دلی اور رونی صورت کے مقابلہ پر اونکی باحوصلگی و بشاشت و قہی حیرت انگیز تہی۔ لڑائی کے شاب یونانی سپاہ کو حوصلون کو پامال کرنا شروع کر دیا تہا۔ دو سو مجروح سپاہی صفون سے نکلکر اوس میدانی شفاخانہ کو جو لاسیہ کی سرک پر سب سے پہلے تہا چل گئے۔ وہان ڈاکٹرون اور سرجنون پر اوس وقت کام کا بہت زور پڑ رہا تہا۔ بیوقت کرنیل ماور و میکانیس کمانڈ میسرہ کو کولے پر اور اوس کی تقیم کو جو اوسکا دوبھی تہا سر پر گولی لگی۔ آخر الذکر کی جان ہسپتال پہنچتے وقت راستہ مین ہی نکل گئی۔ چند گھنٹے کے قریب یونانی قلب پر ترکی حملہ بتدریج ختم ہو گیا۔ اور سپاہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن اسیوقت یونانی میسرہ پر جس کی حالات کو مین کچھ عرصہ سے بنظر تردد و تشویش دیکھ رہا تہا۔ ترکون نے بسرعت تمام فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ کرنیل ماکریس انکے مقابلہ پر حملہ فانی سوار کو جمع ہوتا دیکھ رہا تہا۔ اور بنا بریں لگاتار لگ کیلئے کمک و خواہش کرتا رہا تہا جو اسے بہت توقف و تساہل کے ساتھ بھیجی گئی۔ بالآخر یہ زبردست فوج مین سو گھن نہار سپاہ ۱۵ ون پہاڑیون سے جو لاسیہ سرک سے پرے تہین اوسکی مدد کو بھیجگئین۔ مگر اس تازگی کمک بھی وہ مستعد و زبردست حملہ کے مقابلہ پر جیسا کہ ترکون نے اسمین کیا تہا کچھ حقیقت نہین رکھ سکتی تہی۔ ترک جمعیت کثیر ہمراہ لاسیہ سرک کا راستہ بند کر نیکے لئے سیاب بلا خیز کی طرح بڑہے چلے آرہے تہے۔ ہمپراب یہ راز کہلا کہ قلب پر ترکون نے صرف یونانیون

کی توجہ کو منعطف کرنے کیلئے محض بغرض فریب ہی حملہ کیا تھا۔ اوکا اصل مدعا یونانی سینہ تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر باقیماندہ ریزرو فوج یعنی تین ہزار انفنٹری اور پانسو سوار ساتھ لیکر درہ فور کا کیطرف لاسیہ ترک کی حفاظت کیلئے بھیجدیئے گئے۔ ادہر اگلی صف کی فوجون کو اپنے موقعہ پر قایم رکھکر باقی فوج کی مراجعت باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوگئی۔ صرف وزنی کرپ توپین قلعہ اور پہاڑی کی چوٹی پر پیچھے چھوڑی گئین صف اولین کی فوجکو حکم دیا گیا کہ وہ آدھی رات کو بخاموشی تمام چپ چاپ پیچھے ہٹ آسے۔ ولیعہد معہ شاہسوارون کا ایکدستہ لیکر اور فوجی ہسپتال سب سے پہلے مراجعت فرما ہوئے اور نصف گھنٹہ کی دیر بعد کل فوج روانہ ہوگئی۔

درہ فور کا ترک

علی الصبح عثمانیہ سپاہیون نے ڈیڑھ کوس کے قابل نشیب اور عمودی ڈھلوانون اور چوٹی کو بالکل خالی پایا۔ مورچے بھی بالکل خالی پڑے تھے۔ البتہ گولہ بارود کے صندوق اور اسباب فالتو موجود تھا جن کو بھگدڑ میں یونانی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ چار توپ گران وزن توپین بھی بدستور قایمہ پر موجود تھین۔ لیکن یونانیون کا کہیں نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ صدر فوج پاشا کو جو حمدی کے بسیرہ پر تھا حکم تھا کہ درہ فور کا نزدیک کسی جگہ قابض ہو کر دو یونانیون پر مراجعت کا راستہ بند کردے۔ مگر بدقسمتی سے دشوار گذار پہاڑیون اور گھاٹیون کی رکاوٹ مین حایل ہونے کیوجہ سے وہ بروقت نہ پہنچ سکا۔ ہوا اس کا ہراول سکر شہرون کی یونانی فوج سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اتفاقاً وہ ہمیشہ اگے چلنے والا سیف اللہ پاشا اس وقت مین موجود تھا۔ وہ قریب ترین ڈویژن سے جسقدر فوج ہم پہنچا سکا اور جھٹ پٹ جمع کر کے غنیم کے تعاقب مین روانہ ہوگیا۔ اور ہم پاشا ابھی بہت دور تھے۔ مگر حمدی کے ڈویژن کی سیف اللہ نے چار پلٹنین اور تین رسالے حاصل کرلیے۔ ان چند سوارون اور ایک پہاڑی کے ساتھ اوہ ترک شرک درہ فور کا تنگ جو ڈیڑھ کوس سے بجانب جنوب مشرق دس میل کے فاصلہ پر ہے دشمن کا تعاقب کیا۔ مگر ان اہم غنیم کی زبردست فوج درہ پر قابض دیکھی جسپر اسنے اپنی پیدل فوج (چار پلٹنون) کے آپہونچنے کا انتظار کرنا پڑا۔ یہ پلٹنین ۱۱ بجے کو کہین سے پہونچکر ہوچکی تھین۔ انکی پہنچتے ہی سیف اللہ نے کل فوج سے دشمن پر حملہ کردیا۔ جو جنگ صبح کی مین بھی اوپر مسلسل و سرگرم آتشباری کرتی رہی۔ یونانی دباؤ اٹھ نہ سکے اور پرزے اڑ گئے۔ یہان بھی زور چکر ہوگئے۔ اور تقریباً ناممکن الفتح درہ اور اوسکی چوٹیون کو غنیم کے حوالہ کرگئے۔ لاسیہ پہونچے یہ آخری حصہ حصین اور قابل مدافعت مقام تھا جسکا قبضہ ملجانا ترکون کی حق مین نہایت ہی مفید تھا۔ دوسرے دن (۱۹ مئی) حمدی کا کل ڈویژن پہنچگیا۔ اور وہ درہ مین سے گذر کر اوس میدان مین جو درہ سے سمندر تک پھیلا ہوا ہے داخل ہوگیا۔

جب حمدی کا ڈویژن درہ فور کا سے نیچے اترا تو دوسرے یونانی فوج کے باقی حصہ کو لاسیا سے شمال مین صف آرا دیکھا۔ ڈیڑھ کوس کی سریع مراجعت کے دوران مین سپاہی اپنی اپنی پلٹنون سے ادہر ادہر منتشر اور فرار ہوگئے تھے چنانچہ ولیعہد کے پاس اب دو ہزار سے زیادہ آدمی نہیں رہگئے تھے۔ تقریباً یہ سب کے سب لاسیہ سے تین میل بجانب شمال پہاڑیون کی ایک صف لاسیہ سے تین میل بجانب شمال پہاڑیون کی ایک صف سے کرارہ پر پرانی بندی کھڑی تھی۔ دونون فریقون مین تھوڑی دیر بعد آتشباری شروع ہوگئی۔

لڑائی کے دوران مین لاسیہ کے رسول حکام نے کہلا بھیجا کہ ہم اطاعت مآبی کو تیار ہین ترک باسن امان ہمارے شہر پر قبضہ کرلین۔ سیف اللہ نے جواب دیا کہ جب تک شہر اور ترکون کو درمیان یونانی فوج حایل ہے ہم کسطرح شہر مین داخل ہوسکتے ہین۔ ہان شہر دار یہ اطمینان رکھین کہ

فوج مذکور کی ہزیمت کے بعد اگر اونہون نے فراحت نکی تو اونہین کوئی گزند نہین پہنچیگا۔

التوائے جنگ کا معاہدہ زوال کو قریب لڑائی خاصی تیز اور ایک سرے سے دوسرے تک عام ہوگئی لیکن دو بجے کے قریب یونانی آتشباری یکلخت بند ہوگئی۔ اور یونانی قلب مین سفید جھنڈا بلند کردیا گیا۔ اس کو دیکھتے ہی دونون فوجون مین بگلون نے (آتش کس بند آتشباری بند کردو) کا حکم سنادیا۔ اور دو یونانی افسر جھنڈا لیئے ترکی صفون کیطرف بڑھے۔ ادہر سے سیف اللہ پاشا نے انسے ملاقات کی اور دو گھنٹون کیلئے التوائے جنگ منظور کرلیا۔ اسپر کل یونانی فوج لاسیہ کے پاس گذر کر جہان اُنہی ایک لحظہ توقف نہ کیا تھا توقف کیا اور ہیلی کیطرف ہٹ گئی۔ اور ہم پاشا ڈوموکوس ہی رہے تھے۔ عارضی التوائے جنگ کی خبر اونہین وہین پہنچائی گئی۔ قسطنطنیہ سے بھی اونکو معاہدہ ترک مخاصمت کے احکام موصول ہوچکے تھے۔ دوسرے دن (۴ مئی) کو علی الصبح ویہد کا یاور ترکی ہیڈ کوارٹر مین وارد ہوا۔ اور پندرہ دنون کیلئے التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا۔ سرحد اپائرس بھی آرٹا کے سامنے اسیطرح عہدنامہ کیا گیا۔ ۱۲ اجون کو پہلی میعاد کے منقضی ہونے پر مذاکرات صلحیہ کے اختتام تک پہراس معاہدہ کی تجدید کیگئی اور ہر فریق کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو چوبیس گھنٹون کا نوٹس دیکر اس عہدنامہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔ تحریر معاہدہ کے بعد دونون فوجون کے سٹاف افسرون نے ایکدوسرے کو عرض منطقہ حیادہ (منطقہ میطرفی۔ حد فاصل) کی تعیین کی۔ ترکون نے اٹمی کو آلمیہ پر تبضہ کرلیا مگر جب حد فاصل مقررہ کمندہ کمیشن نے یونانیون کیطرف رکھا تو فی الفور اوس سے واپس چلے گئے۔ ایک مہینہ کی لڑائی مین جو بتاریخ ۱۰ اپریل درہ ملونا کی لڑائی سے شروع ہوکے فی الحقیقت بتاریخ ۱۰ مئی موکرڈوموکوس پر ختم ہوئی۔ ترکون نے یونانیون کو اوس تمام علاقہ سے جو ۱۸۹۷ء مین اونہین ترکی سے دلایا گیا تھا نکالکر پھر پرانی سرحد تک تبضہ کرلیا۔ اپائرس مین فریقین کی وضع وہی رہی جو محاربہ کی ابتدا مین تھی۔

فصل چہاردہم (۱۴)

جنگ اپائرس محاربہ کے مغربی تھیٹر یعنے اپائرس مین بقول جرمن مؤرخ ترکون کو علاقہ کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے مجبوراً بچاؤ کے پہلو پر رہنا پڑا۔ جارحانہ پہلو اختیار کرنیسے فی الحقیقت کچھ فائدہ نہین پہنچتا اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ ترکی فوج جلیج کا رتھ تک نہین پہنچ جاتی۔ مگر دقتہات کی عام رفتار پر اس سے کچھ اثر نہ پڑتا۔ جنوبی اپائرس مین سب سے اہم مقام پریویسا[1] ہے۔ اور علاوہ برین مقامات شرقیونیا۔ وتھلی پیگا ڈیا بھی خاصے اہم ہین۔ ترکی قلعہ پریویسا اوس تنگ آبنا کے شمال مین واقع ہے جو جلیج آرٹا کو جاتی ہے جلیج مذکور تک اندر چلی گئی ہے۔ اور صوبہ اکارنیا کو سیدھا اپائرس سے جدا کرتی ہے۔ پریویسا کے

[1] یہ قصبہ موجودہ صدی کے شروع مین ترکون کے قبضہ مین آیا تھا۔ مفصل تاریخ کیلئے دیکھو تاریخ خانمان عثمانیہ جلد دوم۔

بالمقابل ساحل سمندر پر آتی ہے واقع ہے۔ جو جنوبی طور پر قلعہ بند ہے۔ مگر پریویسا اپنے محل وقوع کی وجہ سے نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ ہے یہ ایسی جزیرہ نما پر واقع ہے جسے بحر عظم سے دلدلی زمینیں جدا کرتی ہیں۔ ان دلدلوں کو صرف یا نیا کی سڑک کو ذریعہ عبور کیا جا سکتا ہے۔ اس جزیرہ نما میں جو زیادہ تر کفدست میدان ہے پہاڑیوں کا ایک دائمی سلسلہ موجود ہے جس سے تمام علاقہ زد میں آ سکتا ہے۔ ترکوں نے توپخانہ نصب کر رکھا تھا۔ قصبہ پریویسا اور اوس کی بڑے بڑے قلعے حمیدیہ۔ پانٹوکراٹو سینٹ جارج اور پاولیسار وگو خانہ کے قریب ہمارا ساحل پر واقع ہیں۔ فلینم خانہ کنارے پر کسی عمدہ موقعہ پر قائم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ پہاڑیوں کے بلند کرارہ ہے ترکی توپوں کی پوری پوری زد میں تھی۔ شہر و قلعہ جوانیہ کی طرف سے تین طرفوں کو پرانے گہرے جھیلوں سے گھرے ہوئے ہیں۔

اپائیرس کے بڑے بڑے قصبے جن میں یونانیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ یانیا۔ پرات اور کرٹیا ہیں صوبہ کا نینا میں یونانیوں کا سب سے بڑا قلعہ آرٹا ہے اس کے شمال اور جنوب میں مورچے بنے ہوئے ہیں جن سے وہ خاصہ مضبوط مقام ہو گیا ہے۔ قصبہ آرٹا جو ایک غلیظ و بدبودار پرانا شہر ہے مگر ایک عالیشان ترکی قلعہ رکھتا ہے۔ میدان میں دریا آراکتھوس یا آرٹا کے کناروں پر واقع ہے۔ یہ دریا شہر کے گرد خندق وار کی شکل میں بہتا ہوا بجانب جنوب خلیج آرٹا میں جا گرتا ہے۔ قصبہ آرٹا کے جنوب میں پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تخمیناً پانسو فیٹ بلند ہے جو دریا کے کنارہ کو بر مینار کے قریب تک چلا گیا ہے اس کرارہ پر سیع پرانی باکیمن موجود ہیں جن کے سامنے یونانیوں نے کئی باتریاں ۳½ انچ قطر کی توپوں کی اور ایک باتری چار چار انچ قطر کی دو توپوں کی نصب کر رکھی تھی۔ ایک باتری کا رخ آرٹا کی پل کی طرف۔ دو کا عمارت کی طرف اور ایک کا گرمی ستر کی طرف تھا۔ اس سلسلہ کے بالمقابل ترکی علاقہ میں پہاڑی ڈھلوانوں پر جو بتدریج شمال کی طرف اٹھتی چلی گئی ہیں عمارت۔ گرمی ستر اور والاکسر واقع ہیں۔ ان سب مقامات میں ترکی سپاہ اور توپخانہ موجود تھا۔ اور ان سے شہر آرٹا اور یونانی باتریاں کامل طور پر زد میں تھیں اس نقص کی تلافی کیلئے یونانیوں نے نئی طرف بمقام ٹمپیا وتا کی ناڑا میں دو باتریاں نصب کر رکھی تھیں۔

احمد فیضی پاشا جو نیل ڈویژن وسط مارچ سے ۴۰ ہزار فوج لیکر یانینا صوبہ کے صدر مقام میں موجود تھے۔ پہلا ڈویژن مع ہیڈ کوارٹر یانیا میں اور دوسرا ڈویژن جنوبی علاقہ میں بمقام کوروس ویٹی پیگا دیا مقیم تھا۔ ترکی کمانڈر کے پاس کل فوج ۳۲ پلٹنیں انفنٹری (جن میں سے ۹ فوج نظام کی تھیں) ۸ کوہی باتریاں اور ۲ رسالہ کیولری تھی آغاز محاربہ پر ترکوں کے پاس آرٹا کی بالمقابل ۱۰ ہزار آدمی اور بارہ توپیں بمقام ملاکاسر کو چار ہزار آدمی بمقام فٹیلی پیگا دیا ۱۲ ہزار اور بمقام یانیا پانچ ہزار آدمی تھے۔ یونانیوں کی پاس کرنیل مانوس کے زیر کمان انفنٹری کی چار ڈویژنیں (ششم نہم دہم و دوازدہم)۔ ڈیلیجیون کی دو پلٹنیں (یکم و سوم) کیولری کی دوم ڈویژن۔ دو میدانی اور تین کوہی باتریاں آرٹا میں تھیں۔ بعد میں الحاق تین ہزار (ریزرو اور محفظ افواج) کے سپاہیوں اور دو ہزار مجاہدین کی کمک پہنچ گئی جس سے کرنیل مانوس کی پاس کل فوج ۱۶ ہزار کے قریب ہو گئی۔

یونانیوں کے دو بڑے مرکز آرٹا و پٹیا تھے۔ جو دادی آرٹا سے باہم ملے ہوئے ہیں اسباب جنگ رسد بندرگاہ کا پرینا کے راستہ آتا تھا۔ زیادہ تر فوج آرٹا میں مقیم تھی۔ جہاں پانچ ہزار آدمی ہمہ موضع پٹیا میں جو آرٹا سے میل کا فاصلہ پر ایک بلندی پر واقع ہے تین ہزار فوج تھی مدافعت کی دوسری صف میں جو کومیوڈی سے خلیج آرٹا کے قریب بائی بک تخمیناً ساڑھے سات میلوں میں پھیلی ہوئی ہے چھ سات ہزار تک آدمی تھے

دریا کے رستہوں اور گھاٹوں کی حفاظت اور بصورت محاربہ فوج کی حرکات کو دشمن سے مخفی رکھنے کیلئے دریا کے بائیں کنارہ پر تین بیڑے ہزار آدمی متعین تھے۔ آرٹا سے لیکر پریاناک کو قلعوں کی قطار پر تیس توپیں نصب تھیں چونکہ یہ قلعے ترکوں ہی کے تھے یونانیوں کے پاس کل ۶۰ توپیں تھیں۔ یونانیوں نے جو توپیں لیں تھیں وہ فی الجملہ عمدہ اور قلعے مضبوط تھے۔ اور کئی ترکی توپیں موجود تھیں۔ یونانیوں نے ان کو مورچوں اور توپوں سے بھی خوب آراستہ کر لیا ہوا تھا۔ یونانیوں کے اندازہ کے مطابق ترکی فوج میں ۲۲ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اور ۴۸ ہزار کے توپیں نہ تھیں جن میں تین ہزار سپاہ اور ۴۰ توپیں قلعہ پر پریویسا میں مامور کیگئی تھیں۔ یہ قلعہ آنباکے پر پریویسا پر خلیج آرٹا کو جاتی ہے واقعہ ہے۔ دریا کے دہن کنارہ پر مقام کیناوفلی پیڈیا ترکی عساکر کے اساس حرکات تھے۔ انکے علاوہ ایک کی پوزیشن آنا دیپیا کے مقابل تھی جو آنباکے بالمقابل پل کے دہانہ پر اکھیزاریا نیوں کی ایک بٹلین متعین تھی۔ ایکا در بٹلین پل سے چار میل کے فاصلہ پر مقیم تھی۔ وہ اس فوج کی جزو تھی جسکا قلب عمارت میں تھا۔ اور گریٹی نتر انٹاک یونانی سرحد سے دو ہزار گز کے فاصلہ کے بعد پر پھیلی ہوئی تھی۔ ترکوں کی تیسری صف مرکب جو یانیا کی ترک کی حفاظت پر مامور تھی فتحی پیگا ڈیا میں تھی۔ یونانی فوج کو باغیوں یا مفسدوں سے بھی بہت مدد ملی جن کی جمعیت کثیر اتھینکی ہٹیاریا نے اپنی خرچ سے مرتب و تیار کی تھی۔ اور اکثر ممتاز و متمول آدمی اوکے سرگروہ تھے۔ کل دستہ کا پیسالار کاپٹن سوڈیوس تھا۔ جو ٹریکو پیس کی وزارت کے عہد میں ضلع اگرینیان کیطرف سے پارلیمنٹ یونان کا ممبر رہ چکا تھا۔ تمام مفسدوں کی وردی اپنی علیحدہ تھی مگر اونکا دستہ فوج باقاعدہ میں شمار نہ کیا گیا۔

تھیسلی کیطرح اپائیرس میں بھی ترکوں نے حملہ میں سبقت کی۔ اور آرٹا پر گولہ باری کرنیسے لڑائی کا آغاز کیا۔ اونہوں نے شہر سے شمال مغرب کیطرف کی بلندیوں پر ساڑھے تین انچ قطر کی سولہ توپیں نصب کرکے تین روز تک گولہ باری کی۔ پہلے دن بھی کئی گھنٹہ گولہ باری کیجاتی رہی۔ آتشباری بہت موثر طریق سے کیگئی کہ یونانیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ توپخانہ میں جرمن افسر ہیں۔ اسی گولہ باری کا ایک مدعا یہ بھی تھا کہ آرٹا کا پل اور نیز خود شہر پر حملہ کرنیکے لیئے راستہ صاف کیا جائے۔

بتاریخ ۲۰ اپریل صبح کے چار بجے اوان تمام ترکی باتریوں نے جو شہر کے مقابل نصب تھیں یونانی مورچوں پر گولوں کی بارش شروع کر دی۔ یہ گولے گرجوں سے بھی جو دریا کے کنارہ کے برابر کھڑے دیکھے گئے تھے۔ بسرعت رُغلی باڑھیں سر ہونے لگیں۔ اوس وقت ترکوں کے ایک دستہ نے یونانیوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانیکے لیئے ایک موقعہ سے دریا سے گذرنے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف ایک زبردست دستہ نے پل پر حملہ کر دیا۔ مگر چونکہ محافظین کی جمعیت ہر جگہ معقول تھی لہذا ترک دونوں کوششوں میں ناکام رہے۔ اور حملہ کنندہ دستوں کی جانبازی و شجاعت جن کی کئی نسلیں بھی شہید ہوئے کوئی فائدہ نہ بخش سکی۔

۲۰ اپریل کی آدھی رات کو ترکوں نے تیسری مرتبہ پل پر حملہ کیا۔ ترکوں کو امید تھی کہ رات کیوقت دشمن غافل ہوگا۔ مگر اون کی توقع درست ثابت نہ ہوئی۔ اور وہ اس حملہ میں بھی کامیاب نہ ہوئے۔ متعلہ باتریوں نے حملہ کنندہ کا لمعون کو حتی الامکان مدد دی۔ مگر اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ رات کی تاریکی میں اپنے مقتولوں کو واپس ہٹ آئے۔ دوسرے دن دن بھر کے توپ ایک البانوی نے یونانیوں کو جھنڈی کے اشارہ سے مطلع کیا کہ ترک رات کو پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اور تمام متصلہ دیہات و قلعوں کو خالی کر گئے ہیں۔ یہ اطلاع غلط نہ تھی۔

حملہ کنندہ دستے فی الحقیقت تمام اگلے علاقہ کو چھوڑ کر درہ فلپ پیڈیا کو واپس چلے گئے تھے جب دیہاتیون کو جو اس نواح مین زیادہ تر یونانی ہین اس مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ جوق در جوق آرٹا مین داخل ہو کر ترکون کی روانگی پر پاگلانہ پر جوشی سے خوشی ظاہر کرنے لگ گئے۔ باشندون نے ترکی چنگی خانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونانی جھنڈا ترکی باتریون اور چنگی خانہ پر بلند کر دیا گیا جب چار ہزار یونانی فوجنے اون مورچون اور باتریون پر جنہین ترکون نے گولہ باری کے لیئے تیار کیا تھا قبضہ کیا تو یونانی باشندون اور فوجون کی پر جوشی و وارفتگی کا کوئی حد و حساب نرہ گیا۔ سب اس خیال و توقع مین مسرت ہو گئے کہ بس اپائرس مین ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ دمبدم یانیا کیطرف بڑہو کے آوازے بلند ہو رہے تھے۔ سادہ لوح و سہل الاشتعال دہقانون کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتح اپائرس کی آزادی کا پہلا زینہ ہے تین دن کی ترکی گولہ باری سے آرٹا کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا بہت کم گولے شہر تک پہنچے اور انمین سے اکثر نہ پھٹے۔

کرنیل مانوس نے اسیوقت تعاقب کا حکم دیدیا اپنے ڈویژن کا ایک حصہ لیکر اُسنے بمقام بانی آرٹا کو عبور کیا۔ اور فلپ پیڈیا کیطرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف ایک بریگیڈ اور پندرہ سو مجاہدین نے سٹیرونیا پر جو درہ پنٹی پیگاڈیا سے بارہ میل بجانب جنوب ہے قبضہ کر لیا اس پیشقدمی پر وہ ترکی بریگیڈ جو اب تک آرٹا کے سامنے مقیم رہا تھا لوروس کیطرف ہٹ گیا۔ اور وہان فلپ پیڈیا کے رخ مقیم ہو کر ۲۲ اپریل تک یونانیون کو حملہ کا انتظار کرتا رہا مختصر سی لڑائی کے بعد جس مین ترکون کی کئی سو آدمی اور چند توپین ضائع ہوئین۔ وہ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف جو طبعاً نہایت مستحکم موقعہ ہی ہٹ گئے۔ ۲۳ اپریل کو مانوس نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ اور اسیوقت اُسی مزید خوشخبری موصول ہوئی کہ ترک عمارت پر جو آرٹا کے بالمقابل مضبوط ترین ترکی قلعہ تھا۔ اب اور زیادہ عرصہ قابض نہین رہ سکتے۔ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف مراجعت کر جانے اور وہان تک کی تمام علاقہ کو خالی کر دینے کی خبر جب قسطنطنیہ مین پہنچی۔ تو سخت حیرت اور ناراضگی پھیلگئی۔ اور اسیوقت یانیا کو تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ درہ پنٹی پیگاڈیا کو جو یانیا کی کلید ہے فی الفور کمک پہنچائی جائے۔ اور اپائرس مین لڑائی کیلئے دو نئے ڈویژن اور مرتب کئے جاوین۔ انہی دنون یہ افواہ بھی مشہور ہو گئی کہ احمد فیضی سپہ سالار واپس بلا لیا جائیگا۔ البانوی سپاہ کے باغی ہو جانیسے یانیا مین بھی سخت تشویش اور ہلچل برپا ہو گئی۔ اور اس بغاوت کی وجہ سے تمام فوجی حکام کی جو میدان جنگ سے دور بیٹھے تھے ادہر توجہ منعطف ہو گئی۔ بغاوت مذکور سے حملہ کنندہ افواج نے خوب فایدہ اٹھایا۔ ۲۳ و ۲۴ اپریل کو کرنیل مانوس کی افواج اور ان متعدد ترکی دستون مین جو درہ مین آگے بھیجے گئے تھے نئی معرکہ آرائیان ہوئین مگر صورت معاملات کی عام حالت پر اون سے کوئی اثر نہ پڑا۔ ان دنون کی کارروائیون کا کل لب لباب یہ ہے کہ یونانی باین توقع و اعتماد کامل کہ رعایا باغی ہو کر اونکی اعانت کرے گی درہ کے دہانہ کے قریب مورچے تیار کر کے اون مین مقیم رہے۔ اور ترکون کی افواج اور توجہ کو پراگندہ کرنے کیلیے جابجا ایکساتھ حملے کرتے رہے۔

۲۷ سے لیکر ۱۰ اپریل تک پنٹی پیگاڈیا کے قریب جو معرکہ آرائیان ہوئین اونکی ابھی تک مفصل و معتبر حالات مشتہر نہین ہوئے جسقدر حالات ابتک شائع ہوئے ہین وہ ایکدوسرے سے متضاد اور مجمل سے ہین اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تھا۔ اور کئی معرکے اُسنے بچشم خود معائنہ کئے تھے انکے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:-

"خلیج آرٹا کو جو پہاڑ احاطہ کیئے ہین اون سے دو سڑکین از جانب جنوب یانیا کو جاتی ہین ایک پریویسا سے فلپ پیڈیا تک وادی لوروس سے گذرتی ہے

یہ سڑک قابل گذر ہے۔ اور جنگی اغراض کیلئے کارآمد ہوسکتی ہے۔ دوسری آرمک سے براہ خانو پولوس۔ تومورادیس اور درۂ اسارا اس پٹی پیگاڈیا کو جو درہ مینی پیگاڈیا مین واقع ہے جاتی ہے۔ خانو پولوس سے یہ سڑک بہت مشکل اور دشوار گذار ہے۔ مگر اسکے دونون طرف نہایت مضبوط مورچے موجود ہین۔ دونون سڑکین قلعہ نیٹی پیگاڈیا مین جو دامنہ کے سرے پر ہے آپس مین ملتی ہین۔ قلعہ سے تخمیناً ۱ میل جنوب پان دونون جنگی سڑکون کو جوڑنیوالی ہین ایک عمیق گھاٹی بیل کیطرف جاتی ہے اس گھاٹی کے دونون طرف سر بفلک پہاڑ ہین۔ پانچ دن کی تعرفی لڑائی کے بعد یونانی پٹی پیگاڈیا تک بڑھ کر اسپر قابض ہوگئے انکی فوجین طویل تر تنگ پہاڑی درہ مین کسیقدر رکھمری موجود تھین۔ اوٹھا منشار یہ تھا کہ جونہی پیر یوسپاتھ ہوجائے یا نیا کیطرف بڑھکر اُسپر یونانی علم بلند کردین۔

یونانی افواج کے منتشر ہونے کی وجہ سے ایک بلیٹن جو موضع کوندزاکی تک بڑھ گئی ہوئی تھی۔ ترکون کے قابو آگئی۔ ازہون نے تا ۱۹ اپریل اوسپر اچانک حملہ اور ہوکر اوسکا قلع قمع کردیا۔ بلیٹن مذکور کے تین سو قتل۔ دو سو زخمی اور ساٹھ اسیر ہوئے۔ ۱۹ اپریل کو یونانی خانو پولوس کی ترتیب درہ مین سے گذرنی والی فوجی سڑک کو شرق مین ایک ایسی پوزیشن مین قایم تھے جو طبعاً نہایت مضبوط تھی مگر اُسمین یہ نقص تھا کہ ایک جگہ اوا پہاڑی کرارہ کی جو وادی کے دہانہ پر تھا نہ مین تھی۔ اور ترک اس کرارہ پر قابض تھے۔ یونانی پوزیشن کی کلید ایک مسطح چوٹی کی پہاڑی تھی جسکی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ ترکون کے حملہ کے برخلاف قدرتی مورچہ کا کام دیسکتی تھی۔ اور چونکہ یونانی دہان بہ جمعیت کثیر موجود تھے۔ وہ اس سے مستقل فائدہ اوٹھاسکتے تھے۔ یہان کرنیل بوزاریس چھ ہزار فوج کے ساتھ مقیم تھا تین ہزار یونانی اور توپون سمیت اس سے جنوب مین دو کیلومیٹر (سوا میل) کے فاصلہ پر تومورادیس مین تھے۔ اور اس مقام سے بجانب جنوب اور کچھ زیادہ آٹھ توپون سمیت تھے۔ ریزرو فوج جسمین چھ سو آدمی اور چار توپین تھین موضع ترواسارا اس مین تھی۔ ۱۸ اپریل کو نو رمقین مین جزوی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ لیکن ۱۸ و ۱۹ کو ترکون کی جارحانہ پیشقدمی کی وجہ سے سخت معرکے ہوئے۔

بھر ۱۹ یا ۲۰ اپریل کو علی الصبح شروع ہوئین۔ ابتداءً ایک ترکی بریگیڈ نے خانو پولوس کے قریب کی یونانی پوزیشن پر جہان کرنیل بوزاریس تھا حملہ کرنیکی کوشش کی لیکن اس حملہ کو کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ یونانی پوزیشن مین پیادون کے کرارہ پر چھ سو ویزوفی چار ہزار یونانی سپاہ اور دو توپین اور دو رسیانی بلندیون پر چھ سو اور ویزوفی معہ دو توپون کے تھے۔ ترکی بریگیڈ مین چار ہزار سپاہ اور کچھ توپین تھین۔ یہ بریگیڈ مذکور نے اس مقام پر پے در پے حملہ کرکے کرارہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ یونانی گو پہلے دن اپنی جگہ پر قابض رہے لیکن ترکون کو ہر چند بالجزم اور متواتر حملون مین یہ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ محافظین کو کمک کی سخت ضرورت ہے۔ اس ہلڑبلی پوزیشن اور خانو پولوس کے درمیان ساڑھے چھ ہزار یونانی فوج اور تیس توپین موجود تھین۔ بنابرین بوزاریس کو بآسانی تمام کمک پہنچائی جاسکتی تھی۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ کوئی کمک نہ بھیجی گئی۔ ۲۰ کو ترکون نے پھر زیادہ اشتہاری شروع کی جو برابر دوپہر تک ہوتی رہی۔ سہ پہر کے قریب اشتہاری کی حدت تیزی مین بہت زیادہ اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ترک پوری مستعدی و طاقت سے حملہ کرنے کی تیاریان کر رہے ہین۔ مگر اسکے مقابلہ پر یونانی عجب حیرت انگیز کارروائیان کر رہے تھے۔ کمک تو خیر نہ پہنچی دوپہر کے وقت نامعلوم وجوہات سے وہ یونانی توپخانہ بھی جو بلندیون پر نصب تھا خاموش ہوگیا۔ اور ساڑھے تین بجے ترکون نے بیکبارگی تابڑتوڑ زیادہ اشتہاری پھر شروع کرکے حملہ کردیا۔ یونانیون کی پیٹھ کے سامنے پہاڑ کا لمون کو مجتمع کیا تو درسیانی بلندیون کی یونانی توپین بھی خاموش ہوگئین۔ اور مین

منٹوں کے بعد بعجلت تمام نمانو پولوس کے پاس پہنچ گئیں۔ البتہ کرارہ کے ایزیونیوں نے حملہ کنندگان کی تباہی تک ہتھیار نہ ڈالے اور جواب دیا۔ اور اپنے سے دس گنا زیادہ جمعیت کے مقابل پانچ بجے تک سخت جنگ پر تلے رہے۔ لیکن آخر ان کو پہاڑی کے نیچے دھکیل دیا گیا۔ مگر وہ پھر بھی تعاقب کنندوں پر برابر باڑھیں چلاتے رہے۔ کرارہ پر ایزیونیوں کو ایک سو آدمی ضائع ہوئے۔ وزیو لا تک کرارہ پر قابض ہو کر اوس یونانی پوزیشن پر جو دریائی بلندیوں پر تھی آتش سوزندہ برسا رہے تھے۔ یونانی اب اور زیادہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اونکی ترکی تمام ہو گئی۔ عام پسپائی کے بجائے بکھر گئے۔ سو پانچ بجے کل پوزیشنوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اور ترک خانو پولوس تک مراجعت کنندہ ایزیونیوں کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یونانی افسروں نے اپنی سپاہیوں کی متوحشانہ بھاگو کو روکنے کی فضول کوششیں کیں کسی نے نہ سنا۔ وہ کیا بھتیجیں۔ کل فوج اندا و ہند آڑا کیل کو دوڑی گئی۔ مگر وہاں پہنچ کر کیا دیکھتی ہے کہ کل مترک ہزاروں ڈھیروں اور دو ہتھانیوں سے لدی پڑی ہے۔ کل علاقہ میں جس سرعت سے عام بھگدڑ پھیلگئی تھی اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دیہاتی اپنا مال و اسباب لیکر گٹھبٹ بھاگی جاتی فوج سے پہلو دیا کے تیز تیز نکلگئے۔ راہزنوں اور ڈکیتوں کے انسانوں میں خلط ملط ہو جانے اور ترتیبی پہلے ہی کچھ کم نہ تھی کہ دو ہتھانوں کی چھکڑوں نے جو گانوں چھوڑ چھاڑ بھاگے آرہے تھے فوج کو رستہ میں اور سخت مزاحمت حال ہو گئی اور بدترتیبی و پریشانی کا کوئی پایان نہ رہ گیا۔ آرٹا کا پل جہاں سے یونانیوں نے جارحانہ کارروائی شروع کی تھی۔ مگر ان بحالِ خستہ و تباہ اوسکی طرف بھاگے جا رہے تھے پھتر کا بنا ہوا ہے۔ اوس کا عرض تین گز سے زیادہ نہیں اور تین محرابوں پر جو ستونوں پر قایم ہیں کھڑا ہے۔ پل کو دونوں طرف کی دیواریں آہنی بلندہ ہیں کہ مسافر کو پل پر سے گذرتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ گویا کسی گہائی میں سے گذر رہا ہے۔ دریا اس مقام پر چندان عریض نہیں اور نہ کا دھارا بھی کوئی ایسا تیز نہیں۔

۲۸ اور ۲۹ اپریل کے معرکوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۰ اپریل کو ترکی طرف پر ایک یونانی سپاہی کا وجود باقی نہ رہ گیا۔ اور کرنیل مانوس کی[1] کل فوج جو بعض اوقات سوم ڈویژن کہلاتی تھی۔ اس جارحانہ کارروائی میں ناکام رہنے سے سخت شکستہ دل اور نقصانات کثیر سے بہت کمزور ہو گئی۔ پر یوسیا اور ٹیکو پولوس کے چھوٹے سے قلعہ پر بھی یونانی گرد باری سے کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مگر یونانی کمانڈ کے حوصلے پست نہ ہوئے اور وہ نئے منصوبے باندھنے لگ گیا۔ ۳۰ مئی کو اڑھائی ہزار آپاریسی مجاہد جن کو خاندان بوتزاریس نے مرتب کیا۔ تیسپرو سے آپاریس کو گئے۔ اور وہاں سے جہازوں پر سوار ہو کر اپاریس کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک یونانی سیڈ آف آرمینز (جون آف آرک) بطور علم بردار مجاہدانہ وردی پہنے اونکے ساتھ تھی۔ اوسکی ٹوپی سیاہ۔ اور کارتوسوں کی پٹیاں کندھوں پر دوار پاڑ والی ہوئی تھیں۔ اوسکا نام ہیلن کانسٹن ڈینی اور عمر ۱۷ برس کی تھی۔ وہ نہایت قادر انداز مشہور تھی۔ اور کہا جاتا تھا کہ اوسکا نشان شاذ و نادر خطا جاتا ہے۔ اوسے بھی جون کی طرح الہام ہوتے رہنے کا دعوے تھا۔ اور بزعم خود یونانی مجاہدین کی جن کے دل ترکوں کی نفرت و عداوت سے معمور تھے محافظ و نگہبان وہی تھی۔

تھیسلی میں بھی یونانی فوج کو دیمولاپے درے تک تھیسلین میچکی تھیں۔ ترک دولو پر قابض ہو چکے تھے اور یونانی ٹڈوسو کو سرعت

---

[1] اس محب وطن اور جرنیل عورت نے جو ہم ہنگی بوعیہ تھی پندرھویں صدی میں انگریزوں کو شکست فاش دیکر فرانس کے اکثر شہروں سے نکالدیا۔ مگر آخر ایک معرکہ میں اون کے ہاتھ اسیر ہو گئی۔ اور انگریزوں نے اوسے ۱۴۳۱ء میں بمقام روئین زندہ جلا کر ہمیشہ کیلئے داغ رسوائی خرید لیا۔

ہٹے جا رہے تھے ان وجوہات سے متاثر ہو کر یونانی گورنمنٹ آخر دیگر دول کی سفارتانہ امداد سے التوائے جنگ کی خواہان ہو گئی لیکن معاہدہ التوائے جنگ کی انصرام سے پہلے اوسنے مناسب سمجھا کہ اگر ہو سکے تو تھیسلی کے معاوضہ مین کم از کم اپائیرس کیطرف کچھ فتوحات حاصل کر لیجائین اور بالخصوص پریویسا اور نیکوپولس کو جنپر پہلے گولہ باری ہو چکی تھی مسخر کر لیا جائے۔ باین عزم وزیر اعظم رالی نے کرنیل مانوس سے دریافت کیا کہ اگر اپائیرس مین پھر لڑائی شروع کیجائے تو کیا فتح کی کچھ امید ہے اور کیا ایسی صورت مین جب کہ ترک تھیسلی پر قابض ہین اپائیرس مین لڑائی شروع کیجا سکتی ہے۔ کرنیل نے دونون سوالون کا اثبات مین جواب دیا۔

اسپر نئی فوج فراہم کیگئی۔ اور مذاکرات صلحیہ کے دوران مین حتی الامکان اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے اور ایک دو مقامات غنیم سے معاوضہ مین حاصل کر لینے کیلئے مزید کمک اور سامان جنگ اپائیرس کو بھیجدیا گیا۔ اور کرنیل مانوس نے اس مدعا کو مدنظر رکھکر محاربہ کا نیا نقشہ تجویز کیا۔ جسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ یانیا سے پریویسا اور نیکوپولس کو ترکی کمک نہ پہنچنے دیجائے۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو سکے کوئی اہم موقعہ غنیم سے چھین کر اوس سڑک پر جو یانیا اور پریویسا و نیکوپولس کے درمیان ہے قبضہ کر لیا جائے۔ یہ دونون چھوٹے سے قصبے صوبہ کے انتہائی جنوبی گوشہ اور خلیج آرٹا کے دہانہ پر واقع ہین۔

یونانیون کی از سر نو جارحانہ کارروائی سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے مختلف نامہ نگارون کے بیانات کے موازنہ و مقابلہ سے اونکی کسیقدر درست کیفیت حسب ذیل استنباط کیجا سکتی ہے۔ یہ معرکے ۱۲-۱۳ اور ۱۴ مئی کو دریا لوروس اور دریا آرٹا کے درمیانی ضلع مین ہوئے۔ یانیا اور آرٹا کی شاہراہ اسی ضلع مین سے گذرتی ہے اور اسمین کئی پہاڑی سلسلے موجود ہین جن کی چوٹیان فراخ اور جنگلون سے ڈھانپی ہوئی ہین ان سلسلون کے سامنے فراخ نشیب اور گھاٹیان ہین اور باین وجہ ضلع مذکور مین جابجا مدافعت کیلئے نہایت عمدہ موقعے موجود ہین۔

۱۲ مئی کی سہ پہر کو کرنیل بیرکتاریس ایک کالم کے ساتھ جس مین ایک بریگیڈ فوج پیدل تین سالے اور دو باتریان تھین۔ عمارت کی بلندیون کیطرف بڑھا۔ اور وہان غنیم سے اوسکی جزوی لڑائی ہوئی۔ اوسیوقت ایک دوسرا کالم آٹھ پلٹنون اور دو باتریون کا کرنیل گولفی نوپولوس کے زیر کمان براہ کالپوس لورو کی پل کیطرف بڑھا تاکہ ترک اسپر پہلے سے قابض نہ ہو جائین تیسرے کالم کو کرنیل ڈوکساس کے زیر کمان مقام پلاکہ سے اوپر دریا آرٹا کو عبور کر کے مقام مذکور کی ترکی فوجکو وہین روکے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور مارکو بوٹزاریس کے مجاہدین کو یہ حکم ملا کہ یانیا کی سڑک پر کسی مضبوط مقام پر قابض ہو جائین۔ اور اگر ترک پریویسا سے نکلکر کوئی دھاوا کرین۔ تو اُسے پسپا کرتے رہین۔ بیرکتاریس کو تاکیدی حکم دیا گیا کہ جو مورچہ بند پوزیشن اوس کے حصہ مین دیگئی ہے۔ وہان وہ بالکل مدافعت پر رہے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو گولفی نوپولس کے بریگیڈ کو جسنے مجاہدین اپائیرس کی دستگیری و اعانت کیلئے لوروس سے عبور کر کے آگے بڑھنا تھا مدد پہنچا سکے۔

مگر بیرکتاریس نے بتاریخ ۱۳ مئی مقامات متیر یونیا۔ خانو پولوس اور گریمی نتزا کی ترکی پوزیشنون پر حملہ کر کے غنیم کے ساتھ نہایت سخت معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ان پوزیشنون مین ترکون نے خوب مضبوط مورچے تیار کر کے اونپر توپین چڑھا دی ہوئی تھین۔ اور وہان ترکی فوج کی معقول جمعیت جسے حال مین ہی ۸ ہزار سپاہ زیر کمان سعد الدین کی کمک پہنچی تھی مقیم تھی۔ نہایت سخت توپی مبارزت کے بعد جس مین آرٹا کے متصلہ یونانی قلعون کے توپخانہ نے بھی حصہ لیا اویزونی جانون پر کھیلکر حیرت انگیز استقامت و پامردی سے غنیم کی صفون مین

کو دبوچے اور اُسے بھی پسپا کر دیا۔ مگر ترک در تازہ وار دکی فوج کے پہنچنے سے پہلے نکل گئے۔ حالانکہ یونانیوں کی چار پانچ قطر کی توپوں نے بھی پہاڑ میدان میں آکر اوپر گولہ باری شروع کر دی تھی تھوڑی دیر بعد رات پڑ گئی۔ اور لڑائی ختم ہو گئی اس معرکہ میں یونانیوں نے فاتحانہ پیشقدمی کر کے کثیر التعداد فوج کے مقابلہ پر اپنی جگہ کو قابل تعریف شجاعت و استقلال سے قایم رکھا۔ رات کے ساتھ ہی کوہستانی بارش موسلا دھار شروع ہو گئی۔ مگر توپی سازت کو یہ بھی نہ روک سکی۔ ایک پہاڑی پر ترکی۔ اور دوسری پر جو پہلی کے بالمقابل تھی یونانی توپخانہ نصب تھا۔ مگر آخر پہاڑی کو تہرنے اس کو بھی بند کرا دیا۔ بارش۔ سردی اور بھوک سے دونوں فوجوں کو اس رات سخت تکلیف پہنچی

۱۴ اگست کو بروز جمعہ صبح کے نو بجے پیر کتاریس نے گولفی نو پولوس کے بریگیڈ سے ایک پلٹن کی کمک پہنچ جانے پر جارحانہ کارروائی پھر شروع کر دی۔ اور اپنی فوج کو تین کالمون میں منقسم کیا۔ ایک کالم درہ کیاقا سے اور دوسرا درہ مذکور سے پرے اور شرق کی طرف سے نو پولوس پر سامنے و عقب سے حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھے۔ حملہ معقول تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور شروع شروع میں کامیابی کی بہت کچھ امید ہو گئی یونانیوں کی بدقسمتی سے وہ بلندیاں جو پیتر ترک قابض تھے مکمل کشف کو ہر مین چھپی ہوئی تھیں مگر ترک وہاں سے یونانیوں کی نقل و حرکت کو جو خشب کے میدانوں میں تھے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ جب پیر کتاریس کی فوج صف بستہ آگے بڑھی۔ دو ترکی باتریوں نے جن میں سے ایک مین چار پانچ قطر کی گرانوزن توپیں تھیں یونانی کالمون کو دو طرفہ آماجگاہ بنا لیا۔ ترکی پوزیشن مین مزید برآں تین کوہی توپیں بھی تھیں۔ انہون نے یونانی توپخانہ پر مسلسل گولہ برسانے شروع کر کے اُسے بتدریج خاموش کرا دیا۔ اسی حالات کی موجودگی مین یونانی فوج پیدل کی بیباکانہ پیشقدمی اور تہورانہ حملہ کا تاکام رہنا صاف ظاہر تھا۔ البانوی رجمنٹین دہن بندیون کے پیچھے لیٹی ہوئین اور پہاڑی کے کنارہ پر کی باتیان حملہ کنندہ آیونیزینون و رانفنٹری پلٹنون پر لگاتار گولون اور گولیون کی بوچھار کر رہی تھین۔ ایک انگریز نامہ نگار لڑائی کا مشاہدہ کرتا رہا تھا یونانیون کی شجاعت و استقامت کی بہت تعریف کرتا ہے۔

سہ پہر کے چار بجے پیر کتاریس کے تینون کالمون نے آخری حملہ کیا۔ بندوقون کی باڑھون کی ہر دو کرنے والی دادا اور دس کی مدد سے بارگشت اور گونج جو پہاڑیون کی اطراف سے پیدا ہو رہی تھی۔ گویا لڑائی کا آخری سین تھی۔ پھر یکلخت ایسی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی کہ گویا آسمان پھٹ گیا ہو۔ کوہستانی علاقہ کی زمین دس ہی منٹ مین پھسلنی اور ناقابل گذر ہو گئی۔ اور اتنا ہی نہین آہستہ آہستہ ہر طرف سے پکر کر آخر بالکل خاموش ہو گئی۔ اور پانچ بجے تین دن کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ دریونولا بارش برستور سیلاب دار ہوتی رہی۔ اور یونانی برابر اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ یہ رات بھی فریقین کے حق مین نہایت عذاب کی رات تھی جس کی مصایب کا نقشہ ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے نہایت واضح اور موثر کھینچا ہے۔

۱۵ اگست کو صبح کی روشنی نمودار ہونے پر گھبرو اور خانو پولس کے میدان کارزار کا معاینہ کرنا پھر ممکن ہو گیا۔ نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ہم کیا دیکھتے ہین کہ ترک رنگلی گڑھے کھودنے اور دس بندیان تیار کرنے مین بسرگرمی مصروف ہین۔ اور دوسری طرف اونکے سوارون کی کئی جماعتین جا بجا میدان کی گرداوری کر رہی ہین۔ لیکن تین دن کی لڑائی اور بارش نے دونون فریق کی حرارت کو سرد اور اونکی سکت و ہمت کو زایل کر دیا ہو تھا کسی فریق کو عام معرکہ آرائی کی جرأت نہ پڑی۔ علاوہ بریں صاف سپید بادلون اور دھندلی نما سایہ دار

ہوئے تھے مین صرف کبھی کبھی سفر و گولے کی آواز سنائی دیجاتی تھی یہ آوازین گولفی نوپولس کے برگیڈیر کیمپ سے آرہی تھین جسکی گرشش فو
تورس کاپل کو قریب خمیم سے مختصر سی لڑائی کرنے پر محدود رہی۔

ان معرکون مین یونانیون کو گو اپنی جگہ سے کچھ ایسا بہت نہ ہٹنا پڑا بلکہ عملی طور پر وہ برابر اونہی موقعون پر قابض رہے جہان شروع
مین ہوئے تھے تاہم کرنیل مانوس نے حکم دیدیا کہ کل فوج رات کیوقت آرٹ پال کو واپس ہٹ آئے۔ یہ مراجعت باترتیبی سے عمل مین لائی گئی کہ کوئی
توپ یا سامان جنگ پیچھے نہ چھوڑا گیا۔ اور تقریبًا کل فوج صحیح کے پانچ بجونک آرٹ کے قریب اپنے مقام تعیناتی کو جہان وہ تین دن پہلے حملہ کرنیکے
لیے روانہ ہوئی تھی پہنچگئی۔ مگر سفر دوستے ابھی تک دریاکے دائین کنارہ پر تابض رہے۔ ۲ دوسرا کے برگیڈیر کرنیل پاپاکوسٹا کی فوج کے مقابلہ پر
اس لیے بھیجا گیا تھا کہ اُسے دوسری ترکی فوج سے کوئی بے تعلق کر دے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ان معرکون مین جو ترکی تعرض پر ہوے یونانیون کے سات سو
قتل و مجروح ہوئے۔ ۵ ۴ مقتول اور ایک سو مجروح افسر بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ یہ بتانا ابھی باقی رہتا ہے کہ بوٹ نارپس کے دستہ مجاہدین
کا کیا حشر ہوا۔ اوسا جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ پریویسا کی ترکی فوج کو جو کوہان سے نکلکر فلپ ہیڈیا کیطرف بڑھنے دینے کا کام سپرد ہوا تھا۔

یہ دستہ جسمین تقریبًا تین ہزار آدمی تھے اپنی محافظ دیبی سمیت ۱۱ مئی کو دریاالوروس کے دہانہ پر جہازون سے خشکی پر اترا۔ اور اُترتے ہی
اون موقعون پر قائم ہوگیا۔ جہان سے شمال کو جانے والی سڑکین زد مین تھین۔ مگر ترکون نے حملہ کرکے اون کو ہر ایک موقعہ پر کامل شکست دی
اونکی قلت تعداد کی وجہ سے شروع ہی سے یہی نتیجہ مترتب ہونے کی توقع تھی۔ اونکی قسمت کا آخری فیصلہ بھی گیرودو کے معرکون کیطرح ۱۵ مئی کو
ہوا۔ چارون کی مسلسل لڑائی سے مصاف کنندگان مین سکت نرہگئی ساتھ ہی کارتوسون کا ذخیرہ بھی تقریبًا ختم ہوگیا۔ جسپر انہون نے ۱۵ مئی کی
شام کو مراجعت کرجانیکا فیصلہ کرلیا۔ ان معرکون سے بھی کسی فریق کو کوئی فایدہ نہ پہنچا۔ کرنیل گولفی نوپولس اور دستہ مجاہدین کو موعودہ مدد نہ پہنچی
اور مجاہدین کی مہم کا خاتمہ کامل تباہی پر ہوا۔ اس غفلت کی کوئی وجہ بتائی نہین گئی۔

رات کیوقت خستہ ماندہ و فاقہ زدہ مجاہدین بحال پریشان مانگین گھسیٹتے جھازون پر سوار ہونیکے لیے ساحل کیطرف چلے جارہے تھے۔ کہ
یکبارگی یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ترک تعاقب مین چلے آرہے ہین اسکے ساتھ ہی ساحل کیطرف سے یہ ہیبت ناک خبر پہنچی کہ وہان کوئی کشتی موجود نہین
اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہگیا تھا کہ اوس شاخ سمندر مین سے جو یونانی علاقہ کو ترکی سرزمین سے جدا کرتی ہے۔ پیدل گذر جائین۔ اوس وقت
تمام نظام و باترتیبی کا خاتمہ ہوگیا سب کو سخت خوف و ہراس ہوا بیچارے بھوک سے بیتاب و بارش سے شرابور ہو رہے تھے۔ اکثر گرفتاری سے بچنے کیلیے
بوتحاشا سمندر مین کود پڑے عام نعرہ و خروش سے پریویسا کی ترکی فوج کے اون دستون کو جو تھوڑے سے اگر کے متعین کئے گئے تھے۔ اور توجہ ہوگئی
اور اصل حقیقت معلوم ہوتے ہی اونہون نے بھگدڑ مچنے پر لفور گولیون کی تابڑ توڑ بارش شروع کردی جس سے اکثر یونانی پانی مین ہی طعمہ اجل
ہوگئے بقیہ بسیوت بحال تباہ و زبون بلا اسلحہ و سامان نیم مردہ حالت مین جہازون پر پہنچ گئے جنہون نے اونکو اپایرس پہنچا دیا۔ دستہ مذکور
مین سے تین سو سپاہی قتل و مجروح اور سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی محاربہ آپایرس کے آخری مین دنون مین یونانیون کے پانچسو قتل اور ایک ہزار
زخمی و مفقود ہوئے۔ بعد ازان پھر کسی یونانی سپاہی نے ترکی سرزمین پر قدم نہ رکھا۔ ۱۹ مئی کو خاصمت صرف باضابطہ رہگئی۔ اور ۲۰ کو فریقین مین

۱؎ عید کی گاٹ بغل در بسلسلہ خوشی سے ۱۱ الا اللہ کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ایک یونانی افسر نگاہ کا بیان ہے کہ کئی یونانی بھی جو خاندہ دوسری در مکان پر ہم و یا زنہ ہوئے تھے اون فریق
سے متاثر ہوکر ۱۱ الا اللہ کے نعرے لگانے شروع کردیے۔ تین کا بھائی اس ہم مین سخت مجروح ہوا۔ مگر وہ خیریت جہاز پر پہنچ گئی۔

محاربہ ایپائرس میں شروع لڑائی سے یونانیوں کی قسمت گردش میں رہی۔ اور کوئی مخصوص ستارہ اقبال ظفر جلوہ فگن رہا بینظیر شجاعت قومی وشجاعت کے باوصف یونانی کوئی شبتہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور نہ صرف یہ کہ اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیا غالباً اب تک کسی محاربہ میں جو محاربہ ایپائرس ایسا شدید اور طاقت فرسا رہا ہو کبھی اسقدر نقصان کثیر نہیں ہوا۔ ایپائرس میں یونانی کمانڈر کی کوشش اس امر پر منحصر رہی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ علاقہ پر تصرف کر کے اہم مقامون پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور مقصود کے حصول کے لیے اوس اپنی فوج کو جدا جدا حصون میں منقسم اور منتشر کر دینے کی غلطی ہو گئی۔ حالانکہ ترکون کو جو تعداد میں پہلے ہی اوسکی فوج سے زیادہ تھے دو مرتبہ دو ترتون کی کمک پہونچگئی ہوگئی تھی۔ کرنیل مانوس کا مقصد تھا کہ ترکون کی یونانی رعایا کی امداد سے پریویسا۔ نیکوپولس۔ پنٹی پیگاڈیا۔ اور یانیا پر قبضہ کر لیا جائے۔ اوسکی بھی یونانی گورنمنٹ کیطرح یہ رائے تھی کہ تھیسلی کے مقابلہ پر ایپائرس کو ضرور فتح کرنا چاہیئے تاکہ فتحہ صلح کے وقت عوض معاوضہ کر لیا جا سکے۔ اور ترکی فوج کا کوئی حصہ ملنے کا مطالبہ نہ کر سکین۔

یہ امید بین متذکرہ صدر غلطیون اور فروگذاشتون کی وجہ سے ہی نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے بھی باطل ثابت ہوئین کہ رعایا نے جو کسی جوکھم میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اپنے ہم مذہبون اور ہم قومون کا ساتھ دینا پسند نہ کیا۔ اور اپنے حالمین مگن رہی۔

معاہدہ بدہ کی تکمیل پر کرنیل مانوس کمان سے واپس بلا لیا گیا۔ اور کورٹ مارشل کے ذریعہ اسکی تحقیقات و تجویز کیگئی۔ اوسکی جگہ فاتح ریوینی و کنسٹینہ جنرل تسوتسکی کے بھائی کرنیل تسوتسکی ایپائرس کی فوج کا کمانڈر بنایا گیا۔ یونانی کمانڈر سے اوسکی گورنمنٹ نے جو سلوک کیا اوس کے عین برعکس ترکی سپہ سالار احمد مختار پاشا کی کمال قدر افزائی کیگئی جلالتمآب نے اوسے طبقہ عثمانیہ کی مرصع بالماس حمائل عطا کر کے پاشا موصوف اور اوسکی زیر کمان فوجکو حسن خدمات کے صلہ میں شاہی سلام کہلا بھیجا۔

محاربہ کے دونون میدانون کی حالات کے خاتمہ پر ترکی فوج کی اصل نقصانات کی تعداد جمع کر دینا نامناسب نہ ہوگا ترکی فوج نے اوسکی تفصیل سرکاری طور پر حسب ذیل ظاہر کی ہے۔ تھیسلی میں نو سو شہید اور ۴۳ سو مجروح۔ اور ایپائرس کے معرکون میں ۹۱ شہید اور ۲۹۴ زخمی جملہ ۹۹۱ شہید اور ۴۳۶۶ زخمی ہوئے شہدا میں دو پاشا۔ ۴ سٹاف افسر اور ۴۵ اعلیٰ افسر کل ۴۹ یعنی ۵ فیصدی افسر تھے جس سے بڑھکر افسرون کی ذاتی شجاعت و بسالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سر آرتھیلڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کی فصل پانزدہم میں محاربہ ایپائرس کی حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہین:۔

یہ محاربہ تھیسلی کی نسبت اون معرکون کے حالات جو مغربی تھیٹر سے ایپائرس میں ہوئے بہت کم وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے ہین وہان ترکی فوج کے ساتھ صرف ایک انگریز نامہ نگار تھا۔ اور یونانیون کے ساتھ بھی کوئی زیادہ نامہ نگار نہ تھے بلکہ اس تھیسلی میں ترکی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ چھ سات اور یونانی فوج میں بیسیون نامہ نگار تھے اور بنا بریں تھیسلی میں جو بیقید و قحات گذرے اونمین سے ہر ایک کے متعلق کسی نہ کسی نامہ نگار کی تحریر ضرور موجود ہے۔ ایپائرس میں آغاز محاربہ پر ترکون کے دو ڈویژن تھے۔ ایک احمد مختار پاشا کی زیر کمان یانیا میں اور دوسرا مصطفے پاشا کے ماتحت تورس بین۔ یونانیون کا ایک ڈویژن کرنیل مانوس کی زیر کمان آرٹا میں تعینات تھا جسکی جمعیت متعدد دلکون سے بڑھتی بڑھ گئی کہ کرنیل مانوس پر حملہ کر کے یانیا پر حملہ کرنیکے لیئے ۱۵ ہزار فوج کی گنجائش نکال سکا۔

پہلے حملہ مین یونانیون کو خاصی کامیابی ہوئی۔ کرنیل مانوس اٹھارہ میل تک ترکی علاقہ مین داخل ہوگیا جس سے یانیا مین بہت کچھ تشویش پھیلگئی۔ بلکہ مسٹر ڈلن تو یہان تک لکھتا ہے کہ اوس کے پاس اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ جو ترکی ڈویژن فلپ پیڈیا سے پسپا کیا گیا تھا۔ وہ سخت خوفزدہ و سراسیمہ حالت مین یانیا مین داخل ہوا۔ اور کہ اگر کرنیل مانوس بلا تاخیر تعاقب کئے چلا جاتا تو وہ بآسانی تمام یانیا اور کل صوبہ اپائرس پر قابض ہوجاتا۔ مگر میری رائے مین کل معاملہ صرف یہ ہے کہ یونانیون کو پہلے حملہ مین کامیابی ہوئی اور اونہون نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کرلیا۔ مگر جب پیچھے سے ترکون کو زبردست کمک پہونچگئی تو پہلے اونہون نے درہ پنٹی پیگاڈیا مین یونانیون کی پیشقدمی کو روکدیا۔ اور پھر جارحانہ پہلو اختیار کرکے یونانیون کو بہ نقصان کثیر آرٹا کیطرف دھکیل دیا۔

صوبہ مذکور مین محاربہ کی صورت و رفتار حسب ذیل رہی۔ ۱۹۔ اپریل کو یونانیون نے بہ جمعیت وافر دریا آراکتوس کو عبور کرکے اپائرس پر حملہ کیا۔ اور فریقین مین خونریز لڑائی ہوئی۔ اوسیدن ایک سابق ممبر پارلیمنٹ سکالٹ سوڈیموس نے ۲۵ میل بجانب شمال سرحد عبور کرکے مقام سیرا کو پر جو یانیا سے ۱۲ میل بجانب جنوب مشرق ہے قبضہ کرلیا۔ ۲۱ کو بھی لڑائی ہوتی رہی جس مین یونانیون نے تین ترکی دیہات فتح کرلیے اور بمقام ملاحتار ناترکون کی بالمقابل حملہ کو پسپا کرنیکا دعوے کیا۔ دوسرے دن کرنیل مانوس فلپ پیڈیا تک جو آرٹا سے بارہ میل ہے بڑھ گیا اور ترک قصبہ مذکور کو خالی کرگئے۔ پھر یونانی ٹیلیگرامون نے اطلاع دی کہ ۲۳۔ اپریل کو اونکی فوج نے سالاگورا کو بھی فتح کرلیا۔ اور کرنیل مانوس پنٹی پیگاڈیا کو بڑھا جارہا ہے۔ ۲۵ کو یونانیون نے دعویٰ کیا کہ اونکی فوج ۲۲ کو پنٹی پیگاڈیا مین داخل ہوگئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی بیان کیا کہ ترک اسی شام قصبہ کو پھر فتح کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ اسی تاریخ کو ترکی ٹیلیگرامون نے خبر دی کہ اونکی فوج نے پنٹی پیگاڈیا کو پھر دشمن سے چھین لیا ہے۔

۲۳۔ اپریل کو بروز جمعہ یونانیون کو بمقام پنٹی پیگاڈیا جو ہزیمت پہونچی۔ اوسنے بعینہ اوسیطرح جسطرح کہ اوسیدن کے معرکہ ماتی ویلیو نے شمالی تھیسلی کو ترکون کے قابو مین کردیا تھا اپائرس مین یونانیون کی پیشقدمی کے سیلاب کو ہمیشہ کیلئے روکدیا۔ یونانی اخبارات خوب رنگ آمیزیان کرکے لمبی چوڑی مبالغہ آمیز تار برقیان شایع کررہے تھے۔ مگر اون کی باوصف کرنیل مانوس یانیا کیطرف اور آگے نہ بڑھ سکا۔ ۲۶ و ۲۷ اپریل کو پنٹی پیگاڈیا کے قریب سخت لڑائی ہوئی۔ جس کی نسبت خود کرنیل مانوس نے اطلاع دی کہ وہ غیر منفصل رہی اوسنے "اپنے عقب کی محافظت کیلئے" کمک کی درخواست کی۔ اور دو ہزار سپاہ کرنیل بیرک تاریس کے زیر کمان آتھنز سے بھیجدی گئی۔ ۲۷ اپریل کی شام کو آرٹا سے یونانی کمانڈر نے حسب ذیل معنے دار ٹیلیگرام ارسال کیا "یکے بعد دیگرے پنٹی پیگاڈیا سکورون یانیا اور مت زوو کی طرف بڑھتے جاکر اپائرس پر حملہ کرنے کی ابتدائی تجویز کی تعمیل یوم گذشتہ کے واقعات کی وجہ سے عارضی طور پر ملتوی کردیگئی ہے"

اس تاریخ سے بعد اپائرس مین یونانیون کو کوئی فتح حاصل ہونے کی پھر کوئی خبر سننے مین نہ آئی۔ ۲۸ اپریل کو کرنیل مانوس کا سٹاف مع توپخانہ آرٹا کو واپس آگیا۔ اور متصلہ ترکی علاقہ کے عیسائی دہقانیون کا جم غفیر بھی شہر مین امڈ آیا۔ مسٹر کلیمنٹ[1] ہیرس پنٹی پیگاڈیا

[1] یہ شخص انگریزی بیڑہ جہازات متعینہ کریٹ کے امیر البحر ہیرس کا برادر زادہ تھا۔ جو والنٹیر ہوکر یونانی فوج مین شریک ہوا۔ (باقی دوسرے صفحہ پر)

دشمن پسپا کر رہی تھی۔ اسی ہنگامہ و اضطراب میں یونانیوں نے اپنی ایک پلٹن کی شجاعت و بسالت کی تعریفوں کو جسنے ایک زخمی ہیجر اور ایک کپتان کی لاش کو غنیم کے تصرف میں نجانے دیا تھا طومار بالا بنا دیئے۔ واپسی میں اور بالخصوص پلاکر کی پل سے گذرتے وقت یونانیوں کو عثمانی دستہ کو سخت نقصان پہونچایا۔

۵ مئی کو محفظی پاشا نے اطلاع دی کہ ترکی افواج آرٹا کے بالمقابل قیتل برونی کی چوٹی پر قابض ہو گئی ہیں۔ اس خبر سے معرکہ کے متعلق سرکاری طور پر جو ٹیلیگرام بھیجے گئے تھے۔ اونمین کرنیل مانوس کو باین وہ معذور بتایا گیا کہ وہ کئی دنوں سے ملک کیلئے تارین بھیجے رہا تھا مگر تجہیز میں اس وقت ایسی پریشانی مستولی اور پولیٹیکل و یقیوں میں منتشر رہا ہی چھپلش ہو رہی تھی کہ اس بحران سیاسی کی وجہ سے جس میں گورنمنٹ مبتلا ہو رہی تھی ان تاروں کیطرف کچھ توجہ نہ کیگئی۔ اور کمانڈر ناکور کو بالآخر مجبوراً واپس ہٹا آنا پڑا۔

۱۲ مئی کے یونانی اخبارات نے شائع کیا کہ "اسوجہا ہیں کا دستہ ایک نوجوان و حسین عورت کی زیر کمان ایپائیرس کو روانہ ہوا ہے" اس دستہ کے متعلق پھر کوئی خبر سنی نہ گئی۔ ۱۴ مئی کو کرنیل مانوس ایپائیرس سے واپس بلا لیا گیا۔ اور اسکی جگہ کرنیل وسوس جس کی تمام علم میں کریٹ کی بدولت شہرت پھیل گئی ہوئی ہے مقرر کیا گیا۔

یونانیوں نے ۱۱ مئی کو ۱۲ ہزار فوج کی جمعیت سے جو تین جماعتوں میں منقسم کیگئی تھی اپائیرس پر حملہ کرنے کی دوسری کوشش کی۔ دو بریگیڈ کرنیل ہیر کتاریس کے زیر کمان فلپ پیڈیا اور توروس کیطرف بڑھے۔ اور تیسرے بریگیڈ نے کرنیل بوٹسارس کی زیر کمان خشکی کیطرف نیکوپولیس پر جو پریوسا کے عقب میں ہے حملہ کیا۔ اور سمندر سے یونانی اگنبوٹوں نے اوسپر گولہ باری کی۔ انمیں سے دو بریگیڈ ان نے ترکی فوج پر جو عثمان پاشا کے زیر کمان گربوسے سٹر تو ینا تک ایک مضبوط پوزیشن میں متعین تھی حملہ کیا۔ اور ۱۴ و ۱۵ مئی کو کمبوو میں جو آرٹا سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ ایک بریگیڈ نے شمال کیطرف جاکر فلپ پیڈیا کی شرکیہ اور دوسرے نے مغرب رویہ جاکر دریا توروس کے پل پر قابض ہونے کی کوشش کی ان حملوں کا مدعا یہ تھا کہ پریوسا کو ملک اور رسد پہنچنے کا راستہ بند کر دیں۔ اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے جو یونانیوں کے ساتھ تھا ۱۴ مئی کو اوزکی پیشقدمی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا:-

"یہاں کی فوجی حکام نے پھر دوبارا جارحانہ پہلو اختیار کرنیکا عزم کر کے منگل کی شام کو بتاریخ ۱۱ مئی ۱ دیزینیوں کی ایک پلٹن چھ توپوں (طوپ ناروہ) کی ایک باتری ہیٹ آرٹلری سے پار بھیجی۔ اور یہ کی سمہ پر کرنیل ہیر کتاریس نے آٹھ ہزار آدمیوں کا ایک بریگیڈ نہم دوہم رجمنٹ چھ توپ خانہ کا ایکدستہ تین رسالوں اور دو باتریاں ساتھ لیکر قاقرلی کی پہاڑیوں کے قلعہ پر تصرف کر لیا اور پھر اوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) ۔ اور زخمی ہو کر ترکوں کے علاقہ میں رہ گیا۔ کچھ عرصہ تک اوسکی کسیکو خبر نہ ملی۔ آخر اوسکا بھائی تلاش کیلئے خود پاریس گیا۔ اور ان سے اخبار ٹائمز کو جس کا نامہ نگار تھیسے یونانیوں کو ہیروں میں اکارتر کی فوج متعینہ اپائیرس پر نہ فقط عیسائی بلکہ مسلمان رعایا پر بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کرنیکا الزام لگایا تھا شروع جولائی ۱۸۹۷ء میں ترکی فوج کی خوش اخلاقی اور رحمدلی کے متعلق جسنے یہ تحریر کیا ہے کہ میں ۴۰ ہزار ترکی فوج میں تین چار ہفتہ پھرتا رہا مگر مجھے ایک ناشائستہ حرکت نہ کبھی دیکھنے اور سننے میں آئی کبھی ایک لفظ بھی بداخلاقی کا سننا پڑا۔ اہل ناظرین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ جو مؤرخ تاریخ بازبلدیہ اور جانشین کا نامہ اور بتاتا ہے یہ یونانی گماشتہ نے ۱۴ مئی کو کرنیل وسوس کریٹ سے واپس جانیکا حکم دیا تھا غالباً اس حکم کی تاریخ سے ۱۰ دن پیشتر کرنیل مانوس کی واپسی کی تاریخ میں مخلوط ہو گیا ہے۔

جنگلدار میدان میں جو ترکی چوکیوں کے بالمقابل تھا۔ جس بنیان تیار کرلیں۔ اسی وقت ایک اور بریگیڈ جس میں ہم جنبط آف ویزیزن کی تیسری پلٹن اور دو بطریان ہیں۔ کرنیل گوتلی نوپولس کے زیر کمان متذکرہ صدر میدان کی دوسری جانب کو بابر تو روس کی اس پل کیطرف بڑھا جو پہاڑ سے نکلتے پیدیا کو راستہ جاتا ہے۔ یہ مقام یانیا۔ پریویسا کی شاہراہ پر واقع ہے۔ وہاں ترک بزیست کثیر موجود تھے۔ ایک اور بریگیڈ سوم دوم بریگیڈ کرنیل ڈوکاس کی ماتحت پلاکہ کیطرف بھیجا گیا کہ بمقام پراماناوا گ تھناد یا آرٹا کو عبور کرکے پلاکہ کی ترکی فوج سے مصروف پیکار ہو۔ دوسری طرف بوٹ ناریس کے دو ہزار آدمی پریویسا کو بے تعلق کرنے اور وہاں کی فوج کو باہر نکلنے دینے کے کام پر مامور کئے گئے۔ ترک میدان میں بمقام فلپ پیڈیا۔ سٹریونیا دغانو پولس اور درہ بنٹی پر پلاڈیا کے دامنہ پر اور ان دیہات کو بالمقابل میدان کی دو طرفہ بلندیوں اور نیز اون دو بلند پہاڑیوں پر جو میدان کی سمت ہیں۔ اور نہیں سے ایک بارہ سو فیٹ بلند ہے اور اس ایک نبلی پہاڑی پر جو تین سو فیٹ بلند ہے مضبوط مورچہ بند موقعوں پر قابض تھے۔ اور توپیں بھی اون کے پاس بافراط موجود تھیں اونہوں نے دو کوہی باتریاں بعید ترین پہاڑی سے لیکر سینہ کیطرف کی نبلی پہاڑی تک جا بجا تقسیم کر رکھی تھیں اور دس نبلی میٹر قطر کی توپوں کی ایک بازی سٹریونیا میں تھی۔ میں بیحد اندازہ نہیں کرسکا کہ ان موقعوں پر کسقدر ترکی فوج پیدل مقیم تھی۔ مگر اوسکی انتشاری کی تعداد وقت سے واقع ہو رہا تھا کہ اوسکی جمعیت ضرور معقول ہوگی۔"

اخبار ٹیشیدرو کے نامہ نگار نے یونانیوں کی ناکامی کی حالات بتاریخ ۱۴ مئی حسب ذیل تحریر کیے "پاریس کی تازہ ترین مصاف کے مندرجہ ذیل حالات جو سرکاری منبعوں سے معلوم ہوئے ہیں اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم نہیں ہو جائیگا کہ یونانی محاربہ کا انصرام کس طرح کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں وہ گڑبڑ اور پریشانی بھی جو یونانی فوج میں متولد ہو رہی ہے۔ گزشتہ کی کارروائیوں کی رپورٹوں میں پائی جاتی ہے معلوم ہو جائیگی بتاریخ ۱۳ مئی کرنیل گوتلی نوپولوس کو چار ہزار سپاہ دیکر دریاء تورویس کی پل کو فتح اور پریویسا کے ساتھ ترکوں کا سلسلہ آمد و رفت منقطع کرنیکا حکم دیا گیا۔ کرنیل پیرکن ایس کو جس کے پاس یونانی فوج جندارما و پولیس کے چیدہ ترین اڑھائی ہزار آدمی تھے متذکرہ صدر مہم میں مدد دینے اور اوس کے میسرہ کی حفاظت کرنیکا حکم ملا۔ کرنیل بوٹ ساریس کو جو دو ہزار اپائیری مجاہدین کے دستہ کا کمانڈر تھا۔ بیڑہ جہازات کی توپوں کی پناہ میں بمقام نیکوپولس خشکی پر اترنے اور اوہر کے ترکوں کی توجہ کو اپنی طرف منعطف رکھنے کا حکم دیا گیا۔ کرنیل بوٹ ساریس اپنے کارمفوضہ کی درست تعمیل کرکے نیکوپولس کی متصل پہاڑیوں پر قبضہ کرلیا۔ مگر کرنیل پیرکن نے ہدایات کی پیروی کرنے کی بجائے اپنی خیال کے مین ہاسانی بڑھ کر دشمن کو فتح کرسکون گا۔ اوسپر حملہ کر دیا مگر وہ بنہایت مضبوط مقام ہے۔ وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے اور صرف ایک نہایت ہی دشوار گذار اور عمودی درہ کو رہتہ وہاں تک پہنچا جاسکتا ہے۔ وہاں دو ہزار ترک موجود تھے اور اونہوں نے درہ کو دو سنگینوں سے خوب مضبوط کیا ہوا تھا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود کرنیل پیرکن ایس نے ترکی دو سنگینوں کی پہلی قطار کو دست بدست لڑائی کرکے فتح کرلیا۔ اوس وقت رات پڑ گئی۔ اور باقی لڑائی دوسرے دن پر ملتوی ہو گئی۔ دوسرے دن علی الصباح یونانیوں نے پھر حملہ کر دیا۔ اور رات کو آٹھ بجے تک لڑائی ہوتی رہی۔ تمام درہ کو دامنہ ہی پیچھے ہٹا دیا گیا۔ مگر یونانیوں کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا کیونکہ بارش کی وجہ سے سارا دن ہوتی رہی۔ عمودی سطح ایسی پھسلنی ہو گئی تھی کہ پھر چڑھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ اس پر کرنیل پیرکن

اپنے مدعا مین ناکامی ہوئی۔ کیونکہ گوتھی نوپولوس تو روس کی تخت نشینی کے ساتھ مشغول پکارہا۔ اور پیرکتاریس کی مدد کو نہ آسکا۔ کیونکہ اگرچہ گوتھی نوپولس پر مدد پہنچانا فرض نہ تھا۔ بلکہ پیرکتاریس کو اُسے مدد پہنچانیکا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اگر وہ خود مصروف نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رفیق کی مدد کو پہنچ جاتا پھر بھی اوسنے پل کو قبضہ کرلینے کے بعد کچھ کمک بھیجدی لیکن اوس سے کیا ہوسکتا تھا ان تفتہ مہمون کا مدعا یہ تھا کہ پریوسا کو دوسرے علاقہ سے بالکل تعلق کردیا جائے۔ اور نیز بھیجہ بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ ترک جو ظلم وستم کر رہے ہین اونکو بند کرایا جائے۔ تاریخ مذکور کی لڑائی کے خاتمہ کے وقت تک ان مقاصد مین سے کوئی ایک بھی حاصل نہ ہوسکا تھا۔ اور جب ۱۵ مئی کو پیرکتاریس گیرو وہ پر حملہ کا سلسلہ شروع کرنے ہی لگا تھا کہ یونانی گورنمنٹ کو تاکیدی احکام پہونچگئے۔ جن کی تعمیل مین اوسے اور گوتھی نوپولس کو پھر اونہی موقعون کو ہٹ آنا پڑا جنپر وہ ۱۳ مئی سے پہلے قابض تھے۔ یونانی گورنمنٹ کو یہ احکام دول یورپ کی سخت فشار پر صادر کیے تھے۔ طاقتون نے اوسے ڈانٹ بتائی۔ کہ اگر یکطرفہ اقدام سے جنگ کی ابتدا کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف خود بستہ دستی کرتے ہو۔ بوٹ سارس بھی بیکو پولس کی پہاڑیون کو چھوڑ آیا۔ اور نہ جکو جہاندن پسر ارکے سالاگورا جا اُتارا۔ اور درحقیقت اُسوقت سے جب کہ زیمیدان نے جارحانہ افعال سے محترز رہنے کا وعدہ کیا لڑائی جنگ شروع ہوگیا۔

ان دونون اور بالخصوص اوس حملہ کو جو گرزدو پر کیا گیا تھا کون نے ضیغم کو نقصان عظیم پہنچا کر پسپا کیا۔ یونانیون کی ایک پلٹن تقریبا بالکل تلف ہوگئی تر کون اس دفعہ نہایت مضبوط و مستحکم موقعون پر مورچہ بند تھے۔ اور برعکس اوزین یونانی نشیب اور کھلے میدان مین یعنی یہان فریقین کیحالت معمول کے برعکس تھی۔ یونانیون کے بیان کے مطابق اون کے سات سو سے کچھ زیادہ آدمی ضایع ہوئے۔ مگر غالبًا درست تعداد اس سے دوگنی ہے۔ عثمان پاشا نے ۱۰ مئی کو اطلاعدی کہ یونانی کا قلب شکست کھاکر اڑا کو ہٹ گیا۔ ہین عثمان نے ترکی فوج کو نقصان کا اندازہ نوسو اور یونانیون کو نقصان کا دو ہزار آدمی کہا۔ اس ہزیمت کے بعد یونانی سپاہ[1] اڑنا کو ہٹ گئی۔ اور پھر بعد ازان اوسنے کوئی کارروائی نہ کی۔ کرنیل بوٹ سارس کے بریگیڈ کو اوس خلیج کے پایاب پانی سے گذر کر جو پریوسا کے شمال مین ہے پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان خوبون کو سخت نقصان اور تکلیف اوٹھانی پڑی۔ ۱۰ مئی کو ڈوکی نیوز کے نامہ نگار نے پتراس سے جو ٹیلیگرام بھیجا۔ مندرجہ ذیل عبارت بوٹ زاریس کے دستہ کے متعلق اوس سے اقتباس کیجاتی ہے:۔

"ہمکو بوٹ زاریس کو دستہ کا حصّہ کثیر تر و افسار اس مین ملگیا۔ اور مجھے خبر معلوم کرنیکے لیے اور آگے نہ جانا پڑا۔ جسے معلوم ہوا کہ ہماری طرح (یعنے پیرکتاریس کے بریگیڈ کیطرح) اس دستہ کو بھی تین دن سخت لڑائی کرنی پڑی۔ لڑائی سرحد پر لڑائی ختم ہوئی۔ جو پسپائی آخر ہماری شکل مین متبدل ہوگئی۔ اور جسمین بیشمار جانین ضایع ہوئین مناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ تین ہزار آدمیون کا دستہ تاریخ ۱۷ مئی بروز دوشنبہ کے دن تڑکے کو دامنہ پر تعینات کیا گیا تھا۔ شروع ہی سے اس مہم کو بے ترتیبی اور بدنظامی کا آماجگاہ بننا پڑا۔ جہازون کی خشکی تک پہنچنے کیلیے نہ ہونیکے برابر کشتیان تھین چنانچہ فوج کا حصّہ کثیر مجبورًا تیر کر یا چلکر کنارہ تک پہنچا۔ تاہم رات کو وقت اور بدہ کی صبح کے وقت دستہ بخیریت و بلا مزاحمت خشکی پر پہنچگیا۔ اور پھر اوسنے اون تمام سرکون کو مناسب موقعون پر جو پریوسا سے قلب پیدا کرکے جاتی ہین قبضہ کرلیا۔ ان موقعون پر جیسی کہ توقع تھی جمعرات کی سہ پہر کو

---

[1] اس پسپائی کے وقت یونانی فوج سیدانی تو تین تین ہزار مقاتلین اور توپی سامان جنگ کے تین سو صندوق بھی چھوڑ گئے۔ ۲۰ مئی کو ایتھنز کے نامہ نگار نے ہمین بارہ ہزار مجاہدین اور اسی دستین توپ دیکھنے کی اطلاع دی۔ مؤلف

اور جمعہ اور شنبہ کو سارا سارا دن مشغول پیکار رہنا پڑا۔ دو ہزار ترکی فوجنے پریویسا سے نکل کر شدید توپی و رائفلی آتشباری کے بعد بنوک سنگین یونانی پوزیشن پے درپے حملے کیے۔ مگر ہر دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیجاتی رہی۔ یونانی اپنے موقعون پر قابض و قایم رہے۔ لیکن چونکہ اونہین دہسیندیان تیار کر لینے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اونکا نقصان بھی بہت ہوا۔ گو ترکون کے نقصان کے مقابلہ پر تھوڑا تھا۔ شنبہ کی شام تک دونون فوجین بالکل تھک گئین۔ مزید برآن یونانیون کو بھوک اور پیاس سے بھی سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ لیکن غالباً ان دونون باتون کی ترکون کو بھی ساتھ ہی شکایت تھی۔ یونانیون کا بیان ہے کہ البانوی سپاہی ایسی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑے کہ دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی تھی جان کی تو ان لوگون کو مطلقاً پرواء نہ تھی۔ بہرحال فریقین کی پوزیشن مین اوس وقت تک کوئی فرق نہ پڑا۔ یونانی بدستور ابھی تک اپنی اصلی موقعون پر قایم تھے۔ کہ بہت رات گئی عمارتی کیطرح یہان بھی یونانی علاقہ کو ہٹ جانیکا حکم پہنچگیا۔ اوس وقت ایک کمانڈر سے جس کا نام مجھے معلوم نہین ہوا سخت غلطی ہو گئی۔ اوس نے کوفتہ و ماندہ گرسنہ و تشنہ اور بارش سے تر بتر سپاہ کو فہمایش کی کہ اگر مراجعت بسرعت نہ کیگئی تو ترک راستہ بند کر دین گے۔ یہ سُن کر لوگون مین بیجا سی بھیجا نالازمی امر تھا تاہم وہ معقول باترتیبی کے ساتھ ساحل کو واپس ہٹے۔ صرف تقریباً دو سو آدمی پیچھے رہے۔ اون کو اُس وقت اطلاع نہین پہنچائی جا سکتی تھی۔ ترکون نے غالباً اون کو قتل کر دیا ہوگا۔ یا اسیر کر لیا ہوگا۔ کنارہ پر پہنچکر تشویش و پریشانی انتہائی درجہ تک پہنچگئی۔ اس کی وجہ ترکون کا تعاقب نہ تھا۔ وہ تو خاموش بیٹھے تھے۔ بلکہ یہ کہ کنارہ پر جہازون تک پہنچنے کیلیے کشتیان بالکل ندارد تھین۔ یہہ کیفیت دیکھکر یونانی جانون سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور بالآخر وہ سمندر کی اوس شاخ مین جو یونانی قلمرو اور اونمین حایل تھی۔ کود پڑے۔ اس کو طے کرنیمین اڑہائی گھنٹے صرف ہوے۔ پانی سینہ تک تھا۔ پو پھٹنے پر جب ترکون نے یہہ رنگ دیکھا تو پانی مین سے گذرنے والون پر پے درپے گولے برسانے شروع کر دیے۔ جن سے اون بیچارون کی حالت اور بھی نازک اور سخت مشکل ہو گئی۔ اور زخمی ہو کر گرنے سے یا پھسلکر عمیق پانی مین جا پڑنیسے اکثر آدمی غرق ہو گئے۔ باقیماندہ جب آخر کار کنارہ سلامتی پر پہنچگئے۔ تو اوس وقت اون کی حالت واقعی قابل رحم اور دردانگیز تھی۔ اون کو اپنے زخمی مجبوراً پیچھے چھوڑنے پڑے تھے۔ اکثر کے اسلحہ گم ہو گئے تھے۔ اور سب کے سب بے سکت۔ پژمردہ خاطر اور کمال افسردہ و مایوس ہو رہے تھے۔ کرنیل بوٹزاریس کے آدمیون کا بیان ہے کہ تین دن کی لڑائی اور بھاگڑ مین اونکے ایک سو بیس قتل دو سو سے زیادہ زخمی جن مین سے چند مجبوراً پیچھے چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مفقود الخبر ہوے۔ یعنی عمارتی کے معرکون کے نقصانات کے سمیت آخری ..... تین دنون کی لڑائی مین یونانی فوج مقیمہ اپائرس کے تقریباً پانسو قتل اور ایک ہزار مجروح و مفقود الخبر ہوے جن مین سے اکثر کو مردہ ہی تصور کرنا چاہیے۔ یہ نقصان فی الواقع بہت بڑا ہے مگر اس سے فایدہ کیا ہوا؟ ہیچ! یا یہ ثابت کر دیا گیا کہ دیکھو یونانی سپاہی مرنا کیا عمدہ جانتا ہے۔

اس احمقانہ حملہ سے یونانیون کو اور بھی بہت نقصان پہنچا۔ ترکون نے محض اُسی سے مشتعل ہو کر ڈوموکوس پر حملہ کیا تھا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ ۱۵ مئی کی رات تک ترکون نے یونانیون کو جنہین ابتداء مین خفیف سی نصرت و کامیابی ہوئی۔ کامل طور پر زک پہنچا دی تھی۔ اور اون مین مقابلہ کی کوئی سکت باقی نرہنے دی تھی۔ محاربہ اپائرس مین از اول تا آخر یونانیون کے تین چار ہزار آدمی ضایع ہوے مقتولین ایک تہائی اور مجروحین دو تہائی۔ ترکون کا اس سے آدہا نقصان ہوا۔ اونکے ۱۵ سو شہید و مجروح ہوے۔ اپائرس کی ترکی فوج

کی کمان الکبطر سے مطلق العنان ہی یا پیرسی ٹوثیرن کہین ۱۴ ائی کو جا کر براہ راست اوہم پاشا کے زیر کمان کیگئے تھے۔

فصل (۱۵) پانزدہم

بحری معرکے

یونانی بیڑے نے بقول جرسن افسر خشکی کی فوجی کارروائیون مین کوئی مدد نہ دی۔ یا دی تو بہت ہی خفیف۔ اوسکی ہمت و کوشش صرف متفرق و جزوی مہمون تک محدود رہی۔ اور ان مہمون کو بھی ایسی بُری طرح سے انصرام دیا گیا کہ ملاحی و جہازرانی مین یونانیون کو جو شہرت حاصل تھی۔ اوسے بٹہ لگنے کے سوا اور کوئی نتیجہ اون سے برآمد نہ ہوا۔ آغاز مخاصمت کو دنت بیڑہ مذکور کو کامل آزادی حاصل تہی۔ اوس کے لیے سارا میدان کھلا پڑا تھا۔ اور ہر ایک کو بڑی توقع تھی کہ وہ خوب جوہر دکھائیگا۔ مگر بڑی خوبی کی طرح اس کے متعلق بھی وہی نامناسب و بیجل تقسیم در تقسیم کی غلطی کیگئی۔

مغربی بیڑہ نے جس مین پہلے صرف اگنبوٹ شامل تھے تھیسلی مین مخاصمت شروع ہونیسے تھوڑی ہی دیر بعد پریویسا پر گولہ باری کرنیسے بحری محاربہ کا افتتاح کیا۔ پہلے کروزر میاپیس اور اگن بوٹ بابی اس جا جیس اور پھر آہن پوش سٹ سائی مشرقی بیڑہ سے جدا کر کے مغربی بیڑہ مین شامل کر دیئے گئے۔ ان جہازون نے کھلے سمندر سے اور اگنبوٹون نے خلیج سے پریویسا پر گولہ باری کی جس پر قصبہ مذکور اور اوس کی قلعون کو خفیف سا نقصان پہنچا۔ ۱۰-اپریل کو سات سو دیسون کی ایک جماعت خشکی کیطرف سے بھی پریویسا کا محاصرہ کرکے اوسے فتح کرنیکے لیے خلیج کو شمالی ساحل پر مقام واختزا اتاری گئی سمندر اور خشکی دونون طرف سے ایکساتھ حملہ کرنے کی صرف یہی ایک کوشش کل محاربہ مین کیگئی۔ دو تین لانچ جہاز ساحل اپائرس کی ساحل کے برابر برابر شمال کو بھیجدیے گئے۔ ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ اپریل کو حاجی سرندا۔ مرتو۔ اور ترگر کے بالمقابل کھلے شہرون پر گولہ باری کی۔ حاجی سرندا جزیرہ کا رفو کے شمالی ساحل کے بالمقابل واقع ہے۔ یہان چند سپاہی خشکی پر بھی اُتارے گئے جنھون نے چند عمارتون کو آگ لگا دی مگر جلد ہی واپس ہٹ جانے پر مجبور کیے گئے۔

مشرقی بیڑہ جس کے ساتھ چند مسلح تجارتی جہاز بھی تھے۔ اور ان جہازون پر بڑی فوج سوار تھی کہین ۱۰ و ۱۱ اپریل کو جا کر یعنی مخاصمات کے باضابطہ شروع ہو جانیسے چھ دن بعد بندر رودلوسے روانہ ہوا۔ اور پھر ملا مونا لفٹو کاریا اور کاتھرینا کے کھلے شہرون پر جہان ترکی فوج کے میگزین اور گودام جمع تھے گولہ باری کی۔ فوج صرف لفٹو کاریا مین اُتاری گئی جسنے ترکون کو وطرزہ آتشباری کا نشانہ بنا کے پسپا ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے ۲۰ اپریل کو ایک جماعت فوج خلیج لیپانتو کے ساحل پر اُتار کر وادی خلیج سالونیکا پر بلوے لائیے کو توڑنے کی کوشش کی۔ مگر یہ اب تک ثابت نہین ہو سکا کہ اس ناکام کوشش مین یونانی بیڑہ کا بھی کچھ دخل تھا۔

ترکون کو بڑا اندیشہ تھا کہ یونانی بیڑہ سالونیکا پر ضرور حملہ کریگا۔ اونکو زیادہ تر اس حملہ کا اس لیے خوف تھا کہ وہان اسکے مقابلہ کیلئے

ترکوں کے پاس ایک بابری کے سوا جو ۱۸۵۸ء میں ساحل پر نصب کی گئی تھی۔ اور کوئی سامان جو دفعہ تہا مگر یہ خوف باطل ثابت ہوا یونانی بتاریخ ۲۴ اپریل صرف قلعہ ترابزون پر جو خلیج کے دہانہ پر واقع ہے۔ چند گولے جلد جلد برسانے پر قناعت کرکے چھو مٹ گئے صرف ایک دفعہ ایک یونانی تارپیڈو کشتی نے گردآوری کرتے ہوئے ساحل تک بڑھے جانے کی جو ترکی اساس حرکات کا کمزور ترین مقام تھا جرأت کی مگر یونانی بیڑہ کبھی اوس کے سامنے نمودار نہ ہوا۔ وہ صرف ایک دفعہ اس کنارے سے پرے ۲۴ اپریل کو گشت تا ہوا دیکھا گیا۔ یونانیوں نے اپنے بیڑے سے صرف یہ فایدہ اوٹھایا کہ اوسنے سموسنی کی فوج نیا منزلے سے ٹائیلس پہنچا دی۔ یا اوس فوج اور مجاہدین کو جو سمسہ کی تقویۃ السیف کو جو اپائیرس میں اُتارے گئے تھے۔ مگر دریا لوروس پر شکست کھاکر ساحل کو ہٹا دیئے گئے تھے۔ جہازوں پر سوار کر لینے سے کامل تباہی و ہلاکت سے بچا دیا۔

اس وقت سے بعد پھر مشرقی بیڑہ کی کسی کارروائی کی خبر سننے میں نہ آئی۔ حالانکہ تارپیڈو کشتیوں کا بیڑہ جو سمرنا حکام ایڈمرل جلاح کے زیر کمان سکیا تھوس روانہ ہوا تھا۔ اسی بیڑہ میں شامل تہا۔ اور حالانکہ یہ بیڑہ دوسرے سو زبردست تہا۔ اوس نے آخر الذکر کے برابر بھی کام نہ دیا۔ الغرض یونانیوں نے اپنی بحری قوت سے ذرہ بھر فایدہ نہ اوٹھایا۔ اگر یونانیوں میں شجاعت بھی اوسقدر ہوتی جسقدر کہ دوربینی ہے۔ تو غالباً اوکو متعدد فتوحات حاصل ہوجاتیں بیڑہ کو فصول دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد بھی مشرقی بیڑہ دو سو قوتوں پر جو میں اُتارنے کیلئے کافی طاقت و استطاعت رکھتا تھا یہ فتوحیں بڑی آسانی اور جلدی سے آخر الذکر خلیج بورا پر واقع ہے۔ حالانکہ موجود الوقت ادرانوپل کا محل وقوع دونوں باتیں یونانیوں کو وہاں بیڑہ بھیجنے کی بنیان حال دعوت کر رہی تھیں۔ اول الذکر ساحل پر واقع اور دوسرے لائنوں کا محل اتصال ہے۔ اگر یونانی وہاں اُتر کر ان لائنوں کو اکھاڑ دیتے تو سالونیکا اور قسطنطنیہ کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری قت نہایت ضروری اور اہم ہو رہا تھا معہ مدد کیلئے بند ہو جاتا۔ وہاں فوجی مشورہ اور گولہ و بارود بھی بافراط جمع تھے۔ اور ان کو بھی برباد کرنا امکان میں داخل تھا جانکلی میں بھی اُترنے سے لائن کو جو ساحل کے قریب گذرتی ہے بہت نقصان پہنچایا جا سکتا تہا۔ اور ویدیکی اغاج کے بعید ترین موقعہ سے بھی کوشش کیلئے تھا۔ دونوں میں سے کہیں بھی خشکی یا سمندر پر یونانیوں کی خفیف سی مزاحمت بھی نہ ہوتی۔

منزلی بیڑہ کو بھی دو مقصد مدنظر رکھتے ہوئے جہتم۔ ایک یہ کہ اوس فوج کی مدد سے جو خشکی پر اُتاری گئی تھی پریوسا فتح کیا جاتا اور دوم یہ کہ کارفو کے بالمقابل بمقام ساغیادا پائیرس کے ساحل پر فوجیں اُتاری جاتیں۔ اگر یونانی آخر الذکر مقام پر بہ جمعیت کثیر قابض ہو کر یا نیا کو صرف خطرہ میں ڈالدیتے تو ایک تو اس سے کرنیل توس کو اپنی پیشقدمی میں بالواسطہ طور پر بہت مدد ملتی اور دوسرے ایسی عیسائی رعایا کو جو بغاوت پر آمادہ تھی کھل کھیلنے کا موقعہ ملتا۔

۵ جون کو بحری محاصمات کے متعلق بھی حسب ذیل خطوط پر التوائے جنگ کا معاہدہ ہو گیا۔ (۱) یونانی جہازات عثمانیہ سمندروں کی حدود سے جو روئے قانون ملل تین میل تک ہیں نکل جائیں (۲) جو جہاز ترکی علم یا بیطرف دول کا علم رکھتے ہوں۔ اور ترکی بنادر سے ادہر اُدہر جا رہے ہوں یا بروئے معاہدہ معین شدہ حدود داخل کے اندر ہوں اونکی تلاشی نہ لیجائے (۳) ان بنادر سے ترکی فوج کو کمک یا سامان جنگ بھیجنے کا کام نہ لیا جائے (۴) ترکی بیڑہ ڈارڈینیلز سے باہر نہ نکلے (۵) بحر الجزائر کے کسی جزیرہ کی فوجکو کمک نہ بھیجی جائے۔

اسی تاریخ یا اس سی پہلے کیونکہ اس معاملہ کے متعلق ابھی تک یقین کے ساتھ کچھ نہین کہا جا سکتا۔ یونانی گورنمنٹ نی دول کے سفراء کو اطلاع دی کہ ٹرکی نے اوس سی بحری محاصرہ اوٹھا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک کی سوا سب سفراء نے اوسے مطالبہ مذکور کو مان لینے کی صلاح دی۔ آسٹرین سفیر کو ابھی تک اسکی متعلق اپنی گورنمنٹ سی ہدایات موصول نہ ہوئی تھین مگر اسمین کوئی شک نہین تہا کہ وہ دیگر دول کی منشا سے متغایر نہ ہونگی۔ بعد مین ایتھنز سے خبر آئی کہ یونانی وکلا نے جو صلح کی گفتگو کر رہی تھے۔ محاصرہ کو اوٹھا دینے کی شرائط قبول کر لی ہین۔ اور خلیج آرٹا مین جہاز رانی کی عام اجازت و آزادی ہونے کی شرط اونپر مستزاد کر دی ہی۔

سر ایشمیلڈ بارٹلٹ بحری کارروائی کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہین:۔ یونانی بیڑہ نے محاربہ مین کوئی بڑا کام نہ کیا۔ وہ ترکی بیڑہ موجودہ سمندر سے بہ ہمہ نہج افضل اور طاقتور تھا۔ اور اوس سی بڑی بڑی باتون کی امید تھی۔ ہر ایک کو پختہ یقین تھا کہ وہ بحیرہ مجمع الجزائر[1] کے ترکی جزائر مین سی چند ایک کو جو واقعی قابل تسخیر تھے ضرور فتح کریگا۔ اور نیز سالونیکا پر گولہ باری کر کے ترکون کے سلسلہ آمد و رفت کو بالکل درہم برہم کر دیگا۔ مگر پریویسا۔ پلاٹامونا اور کاٹرینا پر گولہ باری کرنے اور ہمکو گرفتار کر لینے کی سوا یونانی بیڑہ نے اور کچھ کام نہ کیا۔ ۱۹ اپریل کو ایک یونانی سکوبڈرن نے پریویسا پر گولہ باری شروع کر کے دوسرے دن بھی اوسے جاری رکھا۔ یونانیون کا بیان ہی کہ اونہون نی دو کے سوا باقی کل ترکی قلعون کو خاموش کرا دیا۔ اور شہر کو بھی بہت کچھ برباد کیا۔ برعکس ازین ترکون کا قول ہی کہ یونانی بیڑہ بے اثر گولہ باری کرنے کی بعد پیچھے ہٹ گیا۔ جس کی ایک جہاز کو ترکی گولون نی ایسا نقصان پہونچایا کہ وہ قریب الغرق حالت مین واپس گیا۔ انمین سے خواہ کونسی روایت درست ہو۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ اس معرکہ سے کوئی عملی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ ۲۳ اپریل کو مغربی بیڑہ نے آغیا سرنتا (حاجی سرندا)

---

[1] انہین فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ ہر جزیرہ مین کافی ترکی فوج موجود تھی۔ اور نیز جیسا کہ مین پہلی لکھ چکا ہون ترکی بیڑہ ایسا ہی گیا گذرا نہ تھا کہ اپنے مقبوضات کی بھی حفاظت نہ کر سکتا۔ ان جزیرون کی حفاظت اور تھیسلی کے انتظام کے متعلق جو سرکاری اعلان باب عالی نے اپریل کے آخری ہفتہ مین شایع کیا تھا اوس سی معلوم ہو سکتا ہے کہ ترکی گورنمنٹ ان جزیرون کیطرف سی بیفکر نہ تھی۔ اعلان کا مضمون حسب ذیل تہا:۔ ہز امپریل مجسٹی سلطان روم نے یہ معلوم کر کے کہ مرکب بیجہ اور مجمع الجزائر کے قرب و جوار مین یونانی بحری ڈاکو فتنہ و فساد کرنے کی نیت سی آئے ہین حکم دیا کہ سلطانی بیڑہ بیرون دہانہ ڈارڈنیلز سے چند جہازون کو گرفتار کرنیکے لیے بھیجے جاوین۔ یکم مئی دن کی ایک بجی کمانڈر آبنائے نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ سلطانی آہن پوش حفظ الرحمن تارپیڈو تباہ کرنے والا جہاز پلنگ دریا اور تین تارپیڈو کشتیان ڈاکوؤن کے تعاقب مین روانہ کی گئین جنہون نے انکی چھوٹی بڑی گیارہ ڈونگیان معہ ڈاکوؤن کے گرفتار کر لین۔ جو اب ڈارڈنیلز کو لائے جا رہے ہین۔ مفتوحہ صوبہ لاریسا کے داخلیہ انتظام کیواسطے وزراء نے باجلاس کونسل جو تجاویز قرار دی ہین ان سی معلوم ہوتا ہے کہ یہانکی فوجی پولیس کیلئے الاسونا کیریفریا۔ سالونیکا اور متصلہ اضلاع کی تجربہ کار فوجی پولیس کے آدمی جائین گے۔ بغرض تکمیل اس پلٹن مین لاریسہ کی قرب و جوار سے ایسی اشخاص اضافہ کیے جاوین گے جنہون نے فوج مستحفظ مین کام کیا ہو۔ اگر اس قسم کے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو بذریعہ رنگروٹ اس کو مکمل کیا جاوے گا۔ سابق سفیر دولو اسی شہر کے نائب گورنر مقرر کیے جاوین گے۔ علی ہذا لاریسہ اور ٹریکالہ کے سفراء بھی اپنے اپنے ضلعون کی نائب گورنر تعینات کیے جاوینگے۔ غیر ممالک سی تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے چنگی خانون کا انتظام عنقریب متدین اور لائق افسرون کی سپرد کیا جائیگا۔ حضرت سلطان روم نے ان تجاویز کو منظور کر لیا ہے۔" دونون مورخین کا یہ بیان درست نہین کہ سالونیکا کی حفاظت کیلیے کافی توپخانہ نہ تہا۔ اور کہ تارپیڈو فی الحقیقت نہین بچھے ہوئے تہے۔ اسکی تردید کنندہ زوردار تحریرین ضمیمہ مین درج ہین۔

کے بے فصیل قصبہ پر جو ساحل اپائیرس پر واقع ہے۔ گولہ باری کرکے اوسے چھین لیا۔ اور وہان چند ترکی گودام تلف کر دیئے۔

انہی دنون یونانیون کے مشرقی بیڑہ نے پلاٹامونا پر جو دریاء پینی اس کے شمال مین پہلا قلعہ بند ترکی مقام تھا۔ گولہ باری کی۔ یونانیون کا دعویٰ ہے کہ اونہون نے ایک ترکی میگزین کو اُڑا دیا اور سامانِ رسد کے گودامون کو بھی برباد کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲ اپریل کو گذرا۔ دوسرے دن اِس بیڑہ نے کاٹرینا پر جو پلاٹامونا سے دس میل بجانب شمال ہے گولہ باری کرکے چند مکانون کو منہدم کر دیا۔ مگر دونون مقامات کو واقعی نقصان بہت خفیف پہنچا۔

سالونیکا کی سلامتی جو یوروپین ٹرکی مین دوسرا بڑا شہر اور اہم ترین بندر ہے۔ فی الحقیقت محاربہ کے کل دوران مین یونانی بیڑہ کے رحم و کرم پر منحصر تھی۔ صرف دو چھوٹی چھوٹی باتریان اُسکی محافظت کے لیئے موجود تھین۔ اور یہہ روائیت دراصل بالکل گپ تھی کہ خلیج کے دہانہ پر بیشمار تارپیڈو بچھے ہوئے ہین۔ اجنبی قونصلین اور اجنبی باشندون کو سالونیکا کی سلامتی کیطرف سے ایسا تردد پیدا ہو رہا تھا۔ کہ اونہون نے اپنی اپنی گورنمنٹون سے یہ درخواست کر دی تھی۔ کہ وہ اونکی حفاظت کے لیئے جنگی جہاز بھیجدین۔ یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر کیون حملہ نہ کیا۔ ایسا راز سربستہ[1] ہے۔ جو اب تک معلوم نہین ہو سکا۔

(۱۶)

فصل شانزدہم

محاربہ کے آخری دونون دورون کا اجمالی بیان۔

حصہ اول مین محاربہ کے پہلے عشرہ کے حالات جنہین وکیل آمرت سر نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین بالاختصار شائع کیا تھا بطور ضمیمہ درج کیئے جا چکے ہین۔ اس سلسلہ کو مکمل اور ایک ہی موقعہ پر یکے بعد دیگرے تین مختلف تحریرین اور روائتین جمع کر دینے سے ناظرین کی واقفیت و آگاہی کے دائرہ کو وسیع کرنے اور نیز اس لیئے کہ ذاتی رائے قایم کرنے کے واسطے اون کے روبرو وافر ترین ذخیرہ معلومات کا موجود ہو۔ مین سر اشمیلڈ بارٹلٹ کی کتاب کے باقی فصلون کا جن مین لاریسا سے روانگی و گرفتاری یونانی امیر البحر کی روبہ بازی و عیاری۔ اتھنز جا کر شاہ یونان اور قسطنطنیہ پہنچکر امیر المومنین سے ملاقات کرنیکے حالات اور سلطان المعظم کا کیریکٹر۔ اون کے دربار کے کوائف۔ قسطنطنیہ کی اہمیت۔ اور خاتمہ درج ہے۔ اور نیز جرمن مورخ کی کتاب کے باقیماندہ حصہ کا ترجمہ کرنے سے پہلے جس مین انعقاد صلح اور تذاکرات صلحیہ کی مفصل کیفیت اور رضا پاشا سر عسکر کے حالات کے بعد لڑائی کے نتائج پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ایک الگ فصل مین وکیل کی باقیماندہ تحریر واقعات جنگ کے متعلق ذیل مین درج کر دینا مناسب سمجھتا ہون

[1] اس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی بیڑہ پر فی الحقیقت سامان جنگ بالکل ندارد تھا۔ اور پیچھے ملک مین بحری سٹور بالکل خالی پڑے تھے۔ اس امر کا چند مہینے بعد یونانی گورنمنٹ نے خود صاف صاف اعتراف کر دیا۔ مترجم۔

محاربہ کا دوسرا و تیسرا عشرہ

مسٹر ولانی کو شاہ یونان نے موقوف کر دیا ہے اور مسٹر رالی اونکی جگہ صدر اعظم مقرر کئے گئے ہین نئے صدر اعظم نے کرنیل ویسوس کو کریٹ سے واپس بلا لیا ہے۔ لیکن نئی وزارت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ لڑائی جاری رہے۔ عساکر عثمانیہ کا مقابلہ بمقام ولسٹینو ہوا ہے جو مقام وولو سے قریب ہے۔ اور وہان بھی یونانی حملہ نہین کرتے۔ بلکہ مدافعہ پر ہی قناعت کرتے ہین۔ یہان تک کہ جن افواج یونانی نے آپائرس پر حملہ کیا تھا۔ وہ بھی اپنی سرحد پر واپس آگئی ہین۔

مقام ولسٹینو پر جو وولو اور اتینفز کے مابین ایک بڑا مشہور مقام ہے۔ لڑائی چند دنون تک جاری رہی اور اس عرصہ مین چند حملے یونانیون کی صفوف توڑنے کیلئے کئے گئے۔ مگر وہ سب مین کامیاب رہے۔

ایک کارسپانڈنٹ رقمطراز ہے کہ ترکون کی ایک رسالہ نے جس مین ایکہزار جوان تھے چھ پہاڑی توپون کے ساتھ ۲۷ تاریخ اپریل کو ولسٹینو کے قرب و جوار کا معائنہ کیا۔ اونہون نے ہر چند چاہا کہ ریلوے لائین کاٹین اور سرغرض کو حاصل کرنے کو ایک یونانی فوج جس مین چار سو پچاس آدمی تھے اور جن کی پاس چھ توپین تھین لڑائی بھی کی مگر غرض حاصل نہ ہوئی۔ اور بعد مین یونانیون کو فرسالہ سے اور کمک بھی پہونچ گئی تھی۔ اس لڑائی مین یونانیون کے تین افسر کام آئے۔ اور ترک سپاہی تقریباً ۳۲ مارے گئے۔ ۲۹ تاریخکو ترکون نے دوبارہ پانچہزار پیادہ فوج اور ایک دستہ سواران اور ۱۲ توپون کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر یونانیون کی جمعیت بمقابلہ ترکون کے اسموقعہ پر بہت زیادہ تھی۔ اور یہی سبب ہوا کہ ترکون کو ریلوے لائین کاٹنے مین کامیابی نہ ہوئی۔ اور دو گھنٹہ کی لڑائی کے بعد اونہین واپس ہونا پڑا۔ ۳۰ اپریل کو پھر ترکون نے اپنی پیادہ فوج کو دو حصون مین تقسیم کر کے ولسٹینو کی ریلوے لائین کاٹنے کی نیت سے یورش کی۔ اور وولو اور فرسالہ کا رستہ بند کر دیا۔ اسموقعہ پر ترکون کی سپاہ مین چودہ سو جوان تھے۔ اور مقابلہ مین یونانی بارہ ہزار سے کم نہ تھے۔ ترکون نے باوجود قلت تعداد نہایت قابلیت اور جوانمردی سے مقام کینیلو کو سنگینون کی نوک پر فتح کر لیا۔ فریقین کا اس جنگ مین سخت نقصان ہوا۔ اس وقت ترکون کا رسالہ میدان مین قیامت ڈھا رہا تھا۔ اور یونانی رسالہ کے ساتھ مقابلہ مین مصروف تھا۔ لیکن جسقدر نقصان پیادہ فوج کا ہوا۔ اوتنا سوارون کا نہ ہوا۔ کیونکہ لڑائی کا زور پیادہ فوج پر تھا۔ دونون فوجون مین سخت گولندازی ہوتی رہی جو ایک دوسرے کے مقابلہ مین بعض جگہ فقط چار سو گز کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیون پر صف آرا تھین جب سورج غروب ہونے لگا تو دور سے ترکون کا قلب لشکر پیشقدمی کرتا ہوا دکھائی دیا مگر چونکہ اب شام ہو گئی تھی اس سبب سے لڑائی مین عارضی طور پر وقفہ ہو گیا۔ اور ایک ٹرین بھی وولو سے فرسالہ مین جون تون کر کے آگئی اوس رات کو یونانی اپنے اپنے مقامات پر جمے رہے۔ اور ترک موضع گرلی مین جو پانچ میل کی مسافت پر ہے بانتظار کمک واپس چلے گئے۔ یکم مئی کو کل یونانی فوج جو فرسالہ مین تھی میدان جنگ مین پہونچ گئی۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ کسی کے حق مین ظاہر نہ ہوا۔ رات کو بھی چند مختصر مقابلے ہوئے جن مین یونانی پسپا نہ ہوئے۔

بدھ کے روز ولسٹینو پر لڑائی ہوئی یہان ترکون کی جمعیت دس ہزار سے کم نہ تھی۔ اونہون نے اپنی فوج کو دو حصون مین تقسیم کر کے دو مقامات پر دھاوا کر دیا۔ اور چند گھنٹے تک لڑائی جاری رہی مگر یونانی پیچھے نہ ہٹے۔ یونانی کہتے ہین کہ ہمنے ترکون کو پیچھے ہٹا دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ ہمارا بہت کچھ نقصان ہوا۔ کرنیل سمولنسکی کی رائے ہے کہ مین اس مقام کو نہ چھوڑونگا۔ اور اگر میرے پاس اور بیس ہزار آدمی آجاوے تو عجب نہین کہ مین علاوہ اپنا مقام قائم

رکھنے کے مرکز پر حملہ بھی کر سکیں۔ ولیٹینو میں یونانیوں کو ۳۰ مارے گئے اور ۴۰ زخمی ہوئے لیکن یونانیوں کی سرکاری خبر یہ ہے کہ ۵۰ ترک مارے گئے ہیں۔ اور یونانی ۵ مارے گئے اور ۴۱ زخمی ہوئے۔ ترکی سپاہیوں کی جسمانی قوت اور استقلال واقعی فوق الفطرت ہے۔ جمعہ کو روزہ قبل از طلوع آفتاب آٹھ میل تک پیادہ پا چلا اور پہروں لڑائی میں مصروف رہی۔ پھر جب شام پڑی تو اور آٹھ میل کا سفر کیا۔ مگر باوجود اس قدر زحمت اور تکلیف کے دن کے پہروں سے تکان کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ اب ترکوں کی ساری ہمت رسد رسانی کے وسائل پر منحصر ہے کیونکہ انکی فوج مقام کتافریا سے جہاں انکا ذخیرہ ہے ۱۰ میل آگے بڑھ آئی ہے۔ ۱۹ تاریخ کو عساکر عثمانیہ نے مقام زرکاس پر قبضہ کر لیا جو مقام لاریسا کی سڑک پر ترحالہ کے مغرب میں واقع ہے۔ یہاں ترکوں کو بہت سا غنیمت کا مال اور سامانِ حرب اور بارود وغیرہ دستیاب ہوا۔ اگرچہ ایک دن اس سے پہلے ترحالا پر بھی ترکوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر اوہنوں نے خود ہی اسے چھوڑ دیا تھا اور اس سبب سے کہ قسالہ اور اوس کے درمیان پہاڑ بلند لائن جاری ہو گئی ہے میری رائے میں یہ افواہ غلط ہے کہ ترکوں نے دولو پر قبضہ کر لیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یونانیوں کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جما کر مقابلہ کریں۔ اور انکو یونانی بٹر فیلڈ۔ انگریزی اور اٹلی کے جنگی جہازات کی بہر وقت پہنچ جانے سے اور بھی اطمینان ہو گیا ہے۔ اب وہاں دو سو فرانسیسی سپاہی تہہ میں بھی گشت کرتے ہیں۔ ان جہازوں کی آنے سے کچھ رونق سی ہو گئی ہے۔ روز یونانی رسد کب کا خالی کر چکے ہے اور عورتوں اور بچوں کو ایک جماعت تیز تر وہاں سے نکال چکی تھی۔

لاریسا میں اب دوکانیں کھل گئی ہیں۔ یونانیوں کے قیدیوں کو ساتھ ترک اچھا سلوک کرتے ہیں اور اون کو اچھا کھانا ملتا ہے۔ مگر اون کو ترکوں کا سلوک پر اعتبار ہوتا جاتا ہے۔

یونانیوں کا بیان ہے کہ باشی بزوقوں نے بہت سی دوکانات اور مکانات کو لوٹا ہے۔ اور گورنمنٹ یونان نے اس شکایت کا ایک مراسلہ بھی دول عظام کے نام جاری کیا ہے کہ ترکوں نے تسالی میں بہت سا مال لوٹا ہے۔ ایک اخبار میں یہ شکایت بھی شائع ہوئی ہے کہ عساکر عثمانیہ نے لاریسا کا کل گرجوں کو بچر مست کیا۔ اور لوگوں کی سکونتی مکانات اور دوکانوں کو زیر و زبر کر دیا ہے اور تخریب لوٹ مار سے غنیمت کا مال چھوڑوں میں لاد کر روزانہ سالونیکہ کی طرف بکثرت روانہ ہو رہا ہے۔ اور بٹیر بکری۔ بیل گلوں کے گلے بڑے گھنگ ترک ہانکے لیے جاتے ہیں جب یہ خبر ملی کہ ترکوں نے یونانی قیدیوں کے ساتھ برا سلوک کیا تو بیس ترکی قیدیوں کو جو پیرے روز مقام ایتیس میں اترے تھے لوگوں نے بہت کچھ ڈانٹا۔ اور اگر فوجی گارڈ جو ان پر متعین تھا اونکی حفاظت نہ کرتا تو عجب نہیں کہ اون کے ٹکڑے اڑا جاتے۔ ہمارا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ یونانی رسالہ نے اوس بھاگڑ میں جو دھکا مکی سے امر جیت کیوتت ہوئی تھی بڑی بزدلی دکھائی۔ اور اوہنوں نے مطلق آثار جرأت کے ظاہر نہ کیے +

جنگ پیرس

بقلم ٹائمز ہمارا خاص نامہ نگار جو یونانی فوج کے ساتھ تھا بٹی پگادیا کے مفصل حالاتِ جنگ لکھتا ہے کہ ۸ اپریل کو ترکوں کی چار ہزار پیادہ فوج توپخانہ سمیت اوس مقام پر حملہ آور ہوئی جو وہ ماتھہ سے دیکھ رہے تھے۔ مگر یونانیوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس موقعہ پر یونانیوں کی جمعیت حسب ذیل تھی۔

۲ بٹریونی ۶۰۰ پیادہ فوج ۳۰۰۔ دو فیلڈ ۳ انچ توپ خانہ سے مستقل ہو کر مقابلہ کیا ملک کے ساتھ دو توپیں جو بصد قوت پہاڑ پر نصب کی گئیں تھیں ترک ظاہر ہمت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے اور یونانیوں کا نقطۂ ایک آدمی کام آیا اور چار زخمی ہوئے۔ اس مستقل حملہ سے معلوم

یہ ہوتا تھا کہ یونانیوں کو بالفرض دیگر اعادی فوج کی ضرورت واقع ہوگی۔ لیکن نہ معلوم جرنیلوں نے کس حکمت کو پیش نظر رکھکر ایسے بڑے اہم مقام کو جو فی الاصل جینا کا دروازہ ہے معدودے چند سپاہیوں کے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا۔ ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے۔ جس وقت تھا کہ ضرور ابھی کوئی اور حملہ ہونیوالا ہے اس لئے میں جرات کی بھکر اپنے خیمہ سے جو سیجر نیا تو لوکی فوج کے ساتھ تھا ایک سائے کرنے پر جو ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع تھا معائنہ کیلئے گیا۔ میجر مذکور کی فوج ایک مستحکم مقام پر قابض تھی۔ اور اوسکی جمعیت ایک ہزار جوانوں اور آٹھ توپوں کی تھی جب میں اوس درے پر پہنچا تو مجھکو دیکھکر سخت حیرت ہوئی۔ کہ وہاں فقط چھ سو لیزونی اور دو توپیں تھیں اور خاص پہاڑ پر مشرق کیطرف فقط دو پہاڑی توپیں دو لیزونی سپاہیوں کی کمپنیاں اور ایک کمپنی پیادہ سپاہیوں کی اور دو سو ولنٹیر موجود تھے اور ان لوگوں کا بھی یہ حال کہ پانچ دن کا متواتر اور مسلسل جنگ نے انہیں سخت عاجز کر رکھا تھا۔ رسد کی قلت اور کام کی کثرت نے انہیں نیم مردہ بنا رکھا تھا۔ اس پہاڑ میں وہ کوہ ہی ایک آخر تک یونانیوں کو چھ ہزار پیادہ سپاہی اور دو توپیں تعین اور توپوں کو مناسب موقعہ پر نصب کیا تھا ٹھیک چار بجے ۱۵ منٹ۔ دائیں ماتھے سے ترکوں نے آتشباری شروع کر دی۔ یہ گولہ باری قریب کے ایک بڑی فوج کیطرف سے ہو رہی تھی۔ جو پہاڑ کی آڑ میں ہماری نظروں سے غائب تھی ایسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ حملہ یونانیوں کو اوس کے متصرفہ مقامات سے باہر نکالنے کیلئے کافی تھا۔ مگر مجھے یہ امید نظر آتی تھی کہ اس ایک حصہ کے سبب سے ڈیاریس کی ساری فوج خستہ و درہم ہو جائیگی۔ اور یونانیوں کو فقط ایک بات کو اندر اوس سے مقامات سے بیدخل کرنا ہوگا جو اسنے بڑی جانکاہی سے حاصل کئے ہے اور یہی اوس کا مایہ ناز تھا جو جنگ کی آغاز سے آجتک خاطر اکے اوسکو ناظر لگا تھا جب پانچ بجے تو یونانیوں کیطرف سے توپ چلنا بند ہو گیا اور میں دیکھتا تھا کہ یونانی یکے بعد دیگرے پہاڑ سے نیچے بھاگ آتے ہیں۔ اور بجائے اوں کے ترک جوق در جوق ملکا تے ہوئے اوپر چڑھ رہے تھے۔ اور گل سی بار بصدا آرہی تھی کہ توپ پست چلاؤ جب ترکوں نے پہاڑ پر اسطرح قبضہ کر لیا تو ہماری حالت جو درہ پر تھے سخت نازک ہو گئی اس لیئے کہ ۳۰ منٹ پر ہمیں بھی مراجعت کا حکم ہوا۔ اس حکم پر آزمودہ یونانیوں نے کوئی وحشت یا قلق ظاہر نہ کیا۔ بلکہ چپ چاپ غصہ سے بھرے چل پڑے۔ البتہ چند کم عمر سپاہی جو پانچ دن کی مسلسل لڑائی اور فاقہ سے جان بہ لب تھے کہ بیقدر بدحواسی سے بڑبڑانے میری رائے میں یونانی جان توڑ کر لڑے۔ انکی تعداد تو بہت قلیل تھی۔ اگر کوئی اور بہادر سے بہادر فوج بھی ہوتی اور اوسکی تعداد بھی خواہ کتنی ہی کثیر ہوتی تاہم ترکوں کے اس حملہ کی تاب لانا بڑے دل و گردہ کا کام تھا۔ اور یقین تھا کہ دنیا بھر کا کوئی سپاہی خواہ وہ کتنا ہی جری کیوں نہ ہو اس سخت حملہ کا مقابلہ کر سکتا۔ لیکن بھی تعریف فقط انہیں معدودے چند سپاہیوں کی ہے باقی فوج نے معلوم کیوں بکلفت توپ بند کر دی۔ حالانکہ ابھی کوئی آتشباری بھی نہ ہوئی تھی۔ خدا جانے اونہوں نے کس بنا پر توپوں کا چلانا یکقلم بند کر دیا جب ہمارا کارسپانڈنٹ آدھی شب کو کیمپ مارو دی میں پہنچا تو اوسنے دیکھا کہ وہاں کی قلعہ نشین فوج بھی جو تین ہزار سے کم نہ تھی۔ ان بھگوڑوں کے ساتھ بھاگنے میں شامل ہو گئی۔ اور اپنی چھ توپیں ساتھ لیگئی۔ اونہوں نے کہیں بھی مقابلہ نہ کیا بلکہ یکقلم سب کو سب بھاگ اور ایک فائر بھی نہ کیا۔ ساری فوجمیں ایک عجیب ہیجل پڑی ہوئی تھی اور سپاہیوں کو چہروں سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ اونہوں نے نیت کر لی تھی کہ ہم مطلق نہ لڑینگے۔ وہ سب کے سب غریب دیہاتی تھے کہ آرٹلری کیطرف بھاگو۔ افسروں کا یہ حال تھا کہ وہ بھی فوج کے ساتھ جا رہے تھے لہ اونکو چہروں پر زندہ ہتا اور رسوائی برس رہی تھی۔ اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ سپاہی اون کو بس میں نہیں کل فوج ہی تھی۔ اپان کے ساتھ ویسا ہی بھی شریک ہو گئے جو ترکوں کے اقتحام کے ڈر کے مارے نہ تھے اگر بھاگئے کیونکہ اونہیں خوف و شکست ہوا کہ ترک اس جرم کی

پاداش میں کہ یہ سپاہیوں کے ساتھ کیوں شریک ہوئے ہم سے عوض ضرور لیں گے۔ ہزاروں عورتیں بچوں اس محشرستان بے تمیزی میں چلی جاتی تھیں بکری بھیڑ۔ بیل گھوڑا اور دیگر جانور گلوں کے گلے لوگ ہانکے لیے جاتے ہیں عورتوں اور بچوں کے سر پر اسباب کی گٹھریاں بہت ہی بے قرینہ بڑی ہوئی تھیں اور وہ چیختے اور روتے ہوئے افتاں و خیزاں اس گرداب بلا میں بلا کسی حوصلہ یا اطمینان کے چلے جا رہے تھے۔ اور جہاں کہیں رستہ میں گنجان رگاہ تنگ ہو جاتا تھا اوس وقت سخت چیقلش ہو جاتی تھی اور آدمیوں اور حیوانات کا عبور مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ بلا تمیز ایک دوسرے پر گرتے تھے اور ایسے موقعہ پر بہت سا خون بھی ہو جاتا تھا اور مال کا نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ وہاں تو البتہ باعث وقفیت کسیقدر اوروں سے فایدہ میں تھے مگر اون غریب والدین کا شور و فغاں کلیجہ میں سوراخ کرتا تھا جن کی اولاد ناخاستہ اس بے ترتیبی میں آنکھوں سے غایب ہو جاتی تھی۔ یہ غضب یہ تھا کہ روشنی مطلق نہ تھی تھوڑے سے لیمپ جو معدودے چند آدمیوں کے پاس تھے وہ اتنی بڑی جمہور کی ضروریات کیلیے کسی صورت میں کافی نہیں ہو سکتے البتہ دور سے جو لوگوں کو اپنے گھروں میں آگ لگتی ہوئی دکھائی دیتی تھی بہ اوشاد انکو زمین پر تکنے کا کام دیتی تھی۔ دو بجے شب کو ہم آٹاکی پل پر پہنچے اور صبح کیوقت تک آگر دوس کے مشرقی ساحل پر ایک یونانی کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بعض علاقہ خالی ہو گیا رہ گیا آدمی جن کے ساتھ ہم تو ہیں اور کافی سامان حرب ہو اور جو حسن اتفاق سے ترکوں کی عملداری میں بھاگ گئے ہوں اور جنہوں نے بالاستقلال اپنے ڈیرے وہاں ڈال دیے ہوں بطور ایک آن واحد میں وہاں سے بھاگ کر واپس آ جاویں کہا جاتا ہے کہ اس نوبھگدڑ میں ۔۔۔ آدمی کا ہونا مسٹر گلیڈسٹن ہیرس انگلش وائس قنصل جس کی نسبت مشہور تھا کہ مارا گیا ہے ترکوں کا ہاتھ سے قید ہے اور زخمی بھی ہو گو گورنمنٹ یونان فریریسائی کی گو اندازی بند کرادی ہے کیونکہ سوائے نقصان بارود کے اور کوئی فایدہ وہاں مترتب نہ ہوا۔

اتینھز کے حالات

اپریل ۱۹۱۴ء کو اتینھز میں سخت ہنگامہ برپا ہوا۔ اور اوسکی دو وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ بدھ کا دن مجلس وزرا کی کورم پورا نہ ہو سکا اور دوسرا یہ کہ وزیر مخالف کو مسٹر گرہسن نے چند تقریریں بھی سنا دیں۔ اور یکم مئی ۱۹۱۴ء تاریخ کو بادشاہ نے ڈیلیانی کو عہدہ صدارت سے برطرف کر دیا کیونکہ اوس نے استعفا دینے سے انکار کیا تھا۔ اوسکی بجائے ایم رالی صدر مقرر ہوا اور دیگر صیغوں کے وزیر بھی مقرر ہو گئے جو سب کے سب ایم وینے زلوس کی فریق اور ایم ٹریکوپی تنوفی کی تقلید میں ہو ہیں۔ انمیں سے ایم سکھولوڈے جو وزیر بصیغہ خارجیہ مقرر ہوا ہے صلح پسند اور امن جو مشہور ہے۔

اس عزل و نصب کا سبب کیا اور کسکے ایما سے ہوا اس کے لکھنے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ عوام نے بہت کچھ شور و غوغا کیا۔ اور اوسکا مقابلہ بھی ہے کہ فوج کا اسطرح سے ہزیمت اوٹھانا خالی از علت نہیں۔ یقیناً کوئی نہ کوئی مخفی کارستانی عمل میں آئی ہے۔ نظر بحالات شاہ یونان کا یہ فیصلہ کہ موجودہ وزارت معزول کیجاوے اور ان بیشی پر مبنی تھا نئی وزارت فوجی وزیروں کو مقام فرسالہ پر فوجی حالت معایندہ کرنیکے لیے بھیجا۔ اور اوسکی مراجعت پر پیر کی شب کو تمام رات مجلس الوزرا کا جلسہ منعقد رہا اور آخر الامر یہ قرار پایا کہ جنگ جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ امداد متبعہ اوکو ترجیح دیگئی ہے اور فوجیوں کی حوصلہ جو پست ہوئے تھے۔ وہ بیٹھنوں میں بحکوں کی نہر پر بحواب پر برقرار ہو گئے ہیں اس مجلس سے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کرنیل وہس اور دیگر بیس افسر کریٹ سے واپس بلا لیے جاویں اور کرنیل وہس بجائے کرنیل آتوس کے اپیرس کی کمان پر مامور ہوا ہے۔ اور کرنیل ماتفوس اوراوس کا سارا سٹاف وہاں سے تبدیل ہوا ہے۔ گورنمنٹ یونان نے اپنے وکلا متعینہ ممالک غیر کے نام پر کمرسلے اس مضمون کا بھیجیے ہیں کہ آئندہ اور سیاسی معاملات غیر کے بہتری نیکیے جاویں قول و فعل میں

اچھی سطابعت ہو فیصلہ تو یہ ظاہر کیا جاتا ہو کہ لڑائی جاری رہیگی۔ اور عمل بیھہ۔ یون کہتے ہوئے شرم آتی ہوگی کہ اپنی بے بسی کا اعلان اس قدر جلد کیا جاوے۔ مگر اب یہ کہنا بھی فضول ہو۔ کیونکہ اس وقت ساری شیخی کرکری ہو چکی ہے۔ اور قلعی کھل گئی ہے اور ہاتھ جوڑتے ہی آئی ہی ایسا ہیون خاندان شاہی کے شہزادون کی برخلاف سخت شورش مچی ہوئی تھی اور بیھہ شورش ایسے چند اخبارون مین ہی جو ابھی کل ہی تعریفین کرتے کرتے آسمان پر چڑھاتے تھے۔ مگر باوجود اس کے اب شاہی خاندان پر چندان لعن طعن نہین ہوتا۔ اور لوگون کی طبیعتون مین کچھ قرار سا آگیا ہے۔ اور حراتین سرد ہوگئی ہین۔ معلوم ہوتا ہو کہ کرون پرنس نے وقت لاسیلس سے مراجعت کا حکم دیا جب اوس کو اس نے ایسا حکم دینے پر مجبور کیا۔ اونہون نے اوسے یہ بھی سوجھایا کہ ہم آپ کی جان کی حفاظت کی بھی ذمہ وار ہین۔ یہین ایک مراسلہ یا تحریر سے آئی ہے جس مین مرقوم ہے کہ اس وقت ہیمپنر مین ۸ ہزار ریفیوجی موجود ہے جن مین وہ لوگ ہین جو ۱۸۸۸ء و ۱۸۸۹ء مین فوجی خدمات سے برباعث کبر سنی سبکدوش کیے ہوئے ہین۔ یا بان بیچارون کو بھی صف آرائی کا حکم ہوا ہے مگر اس بکل بیھہ ہو کہ انکی بیٹے کو دروہان اور چلانے کو بندوقون کا رتوس کہان ہوا۔ مین۔ چنانچہ حکام نے دوکانداروں سے وہ بندوقین قیمت پر مانگین جو فرانسیسی فوج نے مکئی کرار دیکر بھیجدی تھین۔ اور جنہین بعض چھوٹے پوتھے خوردہ فروش یونان مین نفع منافع لائے تھے یہ بقدر دو لاکھ عدد کے یہان آئی ہین۔ اور انکی قیمت شلنگ ہنپس ہے (نہوس ہندوستان مین کہلے طور پر اسلحہ جنگ کی بکری ممنوع ہو ورنہ آنا گل کے کوڑی بھی چار پیسے کی یعنی مگر بلاتے کہان ہو روپیہ تو یونانیون کو ہان ایسا ہی عنقا کا حکم رکھتا ہو جیسی طرح غربت۔ البتہ اوہ ماریہ منہہ مانگے دام کہے کر بیتو۔ اور ملنا فرواے قیامت پر موقوف۔ افسوس اس برتے پر تتا پانی، مگر یہہ انتظام بیچ وشرے بھی نہین ہوتھا۔ اور دوکاندار دیتی ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ مگل کو روند مگروف خود ہی ٹوٹ پڑے اور جو سامان کسی کے ہاتھہ لگا آپ ہی اڑا لیا رکیون نہ ہو نزدیک ضعیف ساحل مقام سٹاس مین ایک فرانسیسی جہاز کو بھی لوگون نے لوٹنا چاہا۔ اس جہاز مین ہی کچھہ مسلہ بندوقین تھین۔ مالک نے جب یہ حالت دیکھی تو خود ہی لوگون کو مان مانٹ دیا۔ اوس دن شہر مین سخت کہرام مچا ہوا تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ انقلاب عظیم ہونیوالا ہے۔ غول کا غول محل شاہی کے قرب وجوار مین بیطرح شور کرتے رہے اور سوداگرون کی دوکانون کو بیچا لوٹتے رہے۔ بازارون مین علی روس الاشہاد شاہ اور اوس کے خاندان کے ارکین کی تصویرون کو لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے اور اونکی دھجیان اڑا اڑا کر اپنے اپنے دلون کی بخار نکالتے تھے۔ غرض مین لوگون کا غصہ اور غیر چیز جسی اس حد تک پہنچگئی کہ شاہی ارمز (وہ نشان جو کسی خاص سلطنت اور خاندان سے مخصوص ہوا کرتا ہے) کو اونہون نے سرا سر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ لوگون کا غصہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اور شور و شغب انتہا کو درجہ تک گیا تھا کہ ایم پیلی نے آکر لوگون سے بہت کہا کہ تم اپنے بیوی بچون کو چلے جاؤ۔ مین ابھی بادشاہ کے پاس جاکر اس کا انتظام قرار واقعی کراتا ہون۔ چنانچہ وہ سیدھا ایوان شاہی مین گیا۔ اور دوسرے دن دنگے اوسی کے کہنے پر ایک مجلس الوزراء منعقد ہوئی +

کریٹ کی حالت

مانیز کا خاص کارسپانڈنٹ مقام کانڈیا سے بذریعہ تار حسب ذیل تمطراق ہے:- مین یہان ڈیڑھ ماہ کے بعد واپس آیا ہون اس عرصہ مین یہان بہت سی تبدیلیان عمل مین آئی ہین۔ ایکطرف سے مین دیکھہ رہا ہون کانڈیا اور ریثیمو مین زیادہ تر امن ہوگیا ہے۔ دوکانین کھل گئی ہین۔ اور دوکاندار اپنے اپنے کاموں پر آبیٹھے ہین اور بندوقین اور بندوقچی آپ سے آپ مفقود ہوگئے ہین اب ہر وقت کی برق نداری اور آتش زدگیون سے فی الجملہ اطمینان ہو۔ لوگ اپنے اپنے کام دھندون مین پھر لگ گئے ہین۔ اور جو لوگ قاتل

سے آکر پناہ گزین ہوئے ہیں۔ اونکی جماعت ایک خاص مقام پر رہتی ہے ترکوں نے بھی اپنا اعتبار اور اقتدار اسی قوم پر جمایا ہے اور جزیرہ کی خود مختاری اور طلق عنانی کا خیال جو غلط کیطرح مشہور ہے نظر آتا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلنا آسان ہے کہ پھر ترکی حکومت یہاں قائم ہو۔ کیونکہ آجتک کوئی ترکی سپاہی یا عہدہ دار یہاں سے خارج نہیں کیا گیا۔ باغیوں میں عام طور پر یقین ہے کہ دول یورپ کا بالعالی کے ساتھ اتفاق ہے۔ اب اس خیال کو یک بیک دور کرنا نہایت مشکل ہے کیونکہ اونکے دلمیں یورپ کی سلطنتوں کیطرف سے ذرا بھی اطمینان اور اعتبار نہیں اور یونانی طرفداروں کا لوگوں پر بالعموم لوگوں پر بڑا رسوخ ہے۔

مختلف ممالک کے امیر البحروں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ رعایا یونانی کو جزیرہ میں اوس وقت تک رہنے و رہائش کا اختیار حاصل ہو جب تک وہ ہتھیار نہ رکھیں اور کوئی شورش و فساد نہ کریں۔ اس امر میں اونکی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی۔

ممالک غیر کے امیر البحروں نے باغیوں کو سرغنوں کو جو مقام اکرٹری میں ہیں ہفتہ پچھلے ہفتہ اطلاع دیدی ہے کہ ہم اوس مزاحمت میں بھی کسیقدر نرمی کرنے پر مائل ہیں جو کریٹ دیسوس اور اوسکی فوج کے مدمقابل جاری تھی۔ باغیوں کو اختیار ہے کہ وہ شہروں میں بلا ساز و یراق اگر اپنا یا ضروری ہتھیار اور اس صورت میں ایک بدقوارہ اونکی حفاظت کیلئے ساتھ دیا جاویگا کہ کوئی پرخاش پسند مسلمان انہیں نہ ستائیں ادنیٰ درجہ کے باغیوں میں سخت مصیبت پھیلی ہوئی ہے اور شہروں اور قصبوں میں تو غضب کی تکلیفیں ہو رہی ہیں اور یونانیوں تاراج پر ہیں۔

کینیا میں ۷۰۰۰ ویریمیں ۸۰۰۰ و کینڈیا میں ۴۰۰۰ اور سیٹیا وغیرہ میں ۵۰۰ مسلمان ہیں۔ ان میں سے ۶۵۰۰ کی سرکاری امداد سے پرورش ہو رہی ہے۔

اتوار کے روز امیر البحروں نے ان باغی سرغنوں کو بلا کر کہا تھا۔ کہ تم خود مختار کہے جانے کو پسند کرو مگر اونہوں نے پھر وہی ضد کی کہ ہم یونان سے الحاق چاہتے ہیں خواہ یونانی فوج ہماری سرحد سے نکل بھی جائے۔

ان باغیوں نے کینڈیا میں آبرسانی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

مصالحت اخبار ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام وائنا سے لکھتا ہے پہلے یہ مشہور ہوا تھا کہ غالباً روس انگلستان اور فرانس دوم اور یونان میں مصالحت کیلئے کوشش کرینگے مگر روس میں یہ خیال ہے کہ ایسا کرنا کل دول عظام کو مناسب ہے کیونکہ سبھی دول ابتدا سے اس معاملہ میں شریک رہی ہیں اور نیز اوس وقت مناسب ہے جب یونان درخواست کرے۔ یہی رائے آسٹریا اور جرمنی کی ہے یہ کہنا محض غلط ہے کہ آسٹریا یا جرمنی نے جنگ روم و یونان کے معاملہ میں کوئی علیحدہ کارروائی کی ہے جو دیگر دول سے جدا لگتا ہو۔ پیرس میں نیم سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ لارڈ سالسبری کی تجویز دربارہ اس امر کے کہ پیرس میں یونان اور روم کے معاملات کے متعلق کانفرنس منعقد ہو گئی ہے اگرچہ دیگر طور پر اس باب میں گفتگو ہو رہی ہے۔

قسطنطنیہ باب عالی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یورپین حالات جات مملکت میں اور تین لاکھ فوج بڑھائی جاوے۔ گویا مجموعی تعداد فوجی بشمول اون افواج کے جو اناطولیہ میں مقیم ہے سلطنت عثمانیہ اب عنقریب پانچ لاکھ فوج یورپ میں مسلح کریگی۔

اتوار کے روز چار جہاز جن میں فوج بھری تھی بحیرہ مارمورا کیطرف ڈارڈینلز سے روانہ ہوئے سترھ کہ باشندوں نے ڈنمین مسلمان اور عیسائی

دونوں شامل ہیں کہ پندرہ گھوڑے آسٹریا کی فوج کے استعمال کیلئے نذر کیئے۔

آسٹنبول کے یہودیوں کی ایک جماعت نے درخواست کی ہے کہ ہم فوجی ورویان بلا اُجرت سینما کو تیار ہیں حساب کے رُو سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۸ء سے آجتک بابعالی کا زائد فوجی خرچ ۳۵ لاکھ پونڈ ہوا ہے (آجکل کے پونڈ کی قیمت کا لحاظ سے یہ رقم قریب ۱۷ کروڑ ۵۰ لاکھ کے ہوتی ہے) اب ترکوں نے کہا تک زیادہ سخاوت کی ہو اگر جرمنی جنگ بلقدر ۱۷ کروڑ کے مانگا ہو کیونکہ یہ رقم مئی ۱۹۱۸ء تک کی تھی اس دن سے آجتک کئی لاکھ اور بھی صرف ہوا ہوگا۔ یہ ماتا کہ یونان دیوالیہ اور مفلس و قلاش محض ہے مگر پایا نہ زرہ برداد کے مسئلہ کو پیش نظر رکھ کر۔ وزیر یہ رہ زر بدکیوں دیکھنا نصیب ہوتا (اپنو تو جانئیں خود کردہ را تدبیر چیست)۔

جنرل وآن ہنک (جو بیصر ولیم کی وزارت جنگی کے اعلے افسر ہیں) نے گریمکوف پاشا کو حکم دیا ہے کہ وہ آسٹنبول میں واپس آجائیں مگر گریمکوف پاشا الٹا سونا بین محض تو پخانہ اور سامان حرب کو ملاحظہ کرنے کیلئے گئے تھے۔ چونکہ اونہوں نے سیلہ خنگ میں خاصکر لاریسہ کو قبضہ میں بہت کچھ حصہ لیا ہے اس لیئے عام طور پر یہ بہت بڑ رہی ہے کہ باوجودیکہ اب تک اونکا تعلق افواج جرمنی سے منقطع نہیں ہوا وہ معرکہ میں کیوں اس طرح شریک ہیں یہی حال دیگر جرمنی افسروں کا بھی ہے۔ بعد فتح شاہ جرمن نے عارضیاً سلطان کو دیا تھا۔

خدیو مصر اور سلطان کے تعلقات

جریدہ سرکاری خبر دیتا ہے کہ سلطان اعظم کے صدر اعظم نے خدیو مصر کو مبارکباد کی تار بفتح تر کو داد لاریسا کی اطلاعدی اور خدیو نے کمال نیازمندی و عقیدت سے مبارکبادی کا اظہار کیا حضرت سلطان اعظم نے بجواب اس کے اظہار خوشنودی مزاج فرما کر ارشاد فرمایا کہ آئندہ سے سیکرٹری کو حکم ہوا ہے کہ آپکو وقتاً فوقتاً جس قدر فتوحات افواج قاہرہ کو فضل الٰہی سے ہوتی رہینگی باضابطہ اطلاع دیجاویگی۔

اس جنگ میں خاصتاً یہ امر قابل بیان ہے کہ یونانیوں نے جو مہمات میدان جنگ سے اپنے علی افسروں کے پاس بھیجے ہیں وہ سب کے سب کاذب اور افترا سے مملو ہیں جنکستون پر شکستیں ہوتی جاتی ہیں مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیں فتح ہوئی ہے۔ مگر ہمارے کو تو اونہوں نے کمال کیا اور اپنی اس کذب بیانی کو انتہا کو درجہ پر پہنچایا چنانچہ ٹیلیگراف کا کارسپانڈنٹ متینہ ایتھنز حسب ذیل لکھتا ہے:۔

رات کو جب یہ خبر آئی کہ وسٹینو اور فارسالہ پر ترکوں کو فتح ہوئی تو یہاں بڑا جوش پھیلا۔ کرنیل سوسکی نے کہا ہے کہ وسٹینو میں ترکوں کی جمعیت دس ہزار آدمی سے زیادہ تھی جو دو حصوں میں منقسم ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑی۔ مگر جتنے وہ نہیں پسپا کیا۔ وسکی نے یہ بھی کہا کہ میں نے چھ چھ سخت لڑائی کی اور میری فوج میں خون کو دریا چلا میں ۲۴ گھنٹوں دن لڑائی بند ہوئی اور کرنیل مذکور نے ایک تار مضمون کا دیا کہ خدا تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں یہ فتح نصیب ہوئی ہے۔ چار بجے پھر ترکوں نے حملہ کیا۔ مگر کرنیل نے پھر انہیں پسپا کیا جب کرنیل کے پاس اور زادی فوج پہونچی تو اسنے اب حملہ میں پیشقدمی کی اور بقول اسکے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا یا اس لڑائی کو ختم ہونے پر لیکن کرنیل پرنس کو تار دیا کہ دشمن اگرچہ پسپا ہو گیا ہے مگر آج ایک اور حملہ کا انتظار ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ترک فارسالہ کے تعاقب میں لشکر پر اور قلعہ اور شہر جس وقت اونہوں نے دوسری جانب سے یعنی پر حملہ کیا تھا میں تھے ہی عساکر عثمانیہ کو تیزی سے تو بکار کیطرف بڑھے ہیں اور کرنیل پرنس نے خود یہ رپورٹ کی ہے کہ ہمارا یہ لڑائی ہونیوالی ہے تھوڑی دیر کے بعد شہزادہ صاحب خود دوبارہ اس مضمون کا دیا کہ جنگ ابھی شروع ہو گیا ہے۔ بعد یونانی افواج سویہ جوں کی

چھوڑ کر کیمپ کیطرف ہٹ آئی ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقع قریب سہ پہر کے ہوا۔ اس جنگ کا انتظار برابر ایک دن سے تہا۔ اور یونانیون کی فوجین صبح ہوتے ہی مقابلہ کیلئے تیار کیگئی تھین جب کرون پرنس میدان مین بذات خاص پہنچا تو سپاہیون کو فی الجملہ کچھ ڈھارس سی ہوگئی۔ اور پرنس نکولس (کہین برادر کرون پرنس) بھی توپ خانہ کے ساتھ میدان مین موجود تھا۔ شام کے ۱۰ بجے تک لڑائی جاری رہی۔ اوس وقت ترکون نے آتشباری بند کر دی۔ رات کے آٹھ بجے کرنیل پالے نے جو کرون پرنس کی فوج کا چیف سٹاف افسر ہے۔ رپورٹ جنگ تیار کی جس کا ماحصل یہ ہے آج دو بجے ترکون نے ہمارے مورچون پر حملہ کیا کل سے اونکی نیت یہ نظر آرہی تھی کہ ہمارے میسرہ کو چیر کر نکلجائین۔ مگر آج خلاف توقع اونہون نے اپنا ارادہ فسخ کرکے ہمارے مقدمۃ الجیش پر حملہ کیا۔ چونکہ اونکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وجہ سے ہمارے طلیعہ کی فوج لڑتے لڑتے پیچھے کو ہٹ آئی۔ اور اپنی فوج کے میمنہ کے مقابل مین ایک مقام پر آکر جم گئی۔ گولہ اندازی بہی ہوئی۔ مگر تھوڑی دیر تک جاری رہی۔ ترکون کی پیادہ فوج اگرچہ تین مقامات پر بڑے زور سے بڑھی آتی تھی۔ مگر ہماری فوج نے اوسکی پیشقدمی کو روکا۔ معلوم نہین کہ ہمارا یا ترکون کا نقصان کسقدر ہوا۔ کرون پرنس لڑائی مین موجود تھا اور پیادہ فوج کی آتشباری کی زد مین کہڑا رہا۔ اور پرنس نکولس فوج کے میمنہ مین سپاہیون کو حوصلہ دیتا رہا۔ اوس کے توپ خانہ کے مقابلہ پر دشمن کے دو توپخانے ایستادہ تہے۔ ہم اپنے مورچون پر قابض ہین۔ کل غالباً پھر لڑائی ہوگی۔ ترکون کی جمعیت ہم سے بہت زیادہ ہے۔ ہماری رائے مین جس فوج نے ہمارے میمنہ پر حملہ کیا تہا۔ اونکی تعداد پندرہ ہزار سے کم نہ تھی۔ علاوہ برآن مورو ملخ کیطرح اونکی فوجین روز بروز پہاڑون سے اُترتی دکھائی دیتی ہین۔ ترکون کا توپ خانہ اور سوارون کے دستے ہم سے بدرجہا زیادہ ہین۔ صرف ایک دستہ سواران جو ہمارے ساتھ تھا وہ بھی میجر ٹریپتی کی رکاب مین فتح ترکہالا کے لیئے گیا ہے (لعنۃ اللہ علے القوم الکاذبین۔ چھ بجے سے لیکر آٹھ تک یہ مرد آدمی یہ توطیہ تمہید لکہتا رہا۔ اور نہ معلوم کتنے کاغذ پہاڑ کر آخر کار یہ مسودہ تیار کیا جس مین دبی زبان سے شکست کا اقرار کرنا پڑا۔ اور جس کے لفظ لفظ سے تصنع ظاہر ہو رہا ہے مگر جسے نافہم بلکہ بیمغز وزیر جنگ فتح کی خبر سمجھکر کپڑون سے باہر ہوگیا۔ چنانچہ آگے ظاہر ہوگا۔ فارسی مشہور مثل واقعی یہین صادق آتی ہے خر گفت و خر... باور کرو)۔

اس رپورٹ کے آنے پر گورنمنٹ نے کرون پرنس۔ پرنس نکولس اور کرنیل سمولینسکی کو جداگانہ مبارکباد کی تارین دین۔ اور وزیر صیغہ جنگ نے کل فوج کے نام جو فارسلا مین مقیم تھی مبارکباد کا تار علیحدہ روانہ کیا۔ بعد ازان پادشاہ نے اپنی طرف سے کرون پرنس اور فوج کو ایک علیحدہ تار اظہار مسرت اور مبارکباد فتح کا دیا (فتح شاید ان بیحیاؤن کے روزمرہ مین جان بچا کر امان کی گود مین واپس آنے کو کہتے ہین۔ ایسی ہی فتحون نے تو انہین تین ہفتون کے اندر خیر سے ایتھنز مین واپس پہنچا دیا ہے۔ اور جو فوج بڑے طمطراق سے قسطنطنیہ کی فتح اور کریٹ کے الحاق کے لئے گھر سے نکلی تھی تھیلی بھی ہاتھ سے دی بیٹھی)۔

ہر ایک شخص کو یقین تہا۔ کہ آج ہی فارسالا اور ولسٹینو کا قطعی فیصلہ ہوجائیگا۔ لوگ کل کی خبرون سے بڑے خوش خوش اتر آئے ہوئے پھرتے تھے۔ اور اپنی فوجی قوت پر بہت نازان معلوم ہوتے تھے۔ ہر ایک گرجے مین فتح کی دعا بڑے زور و شور بلکہ ساز و سامان سے گائی گئی۔ اور دیروزہ فتح کا شادیانہ بڑے ساز اور آہنگ کے ساتھ بجایا گیا۔ مگر لوگ ان رنگ رلیون مین ہمہ تن مشغول تہے کہ یکایک یہ خبر برق خاطف کیطرح آپہونچی کہ فوجین فارسلا سے بھاگ کر ڈمکاس پر واپس آگئی ہین۔

واقعات اصلی

جب لڑائی عارضی طور پر تھم گئی تو ترکوں پر فرنس نے ایک فوجی کونسل منعقد کی جس نے یہ قرار دیا کہ چونکہ اب تک پاشا کی فوج تخمیناً ساٹھ ہزار آدمی ہے اور ترکوں کی نقل و حرکت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسلا کو بالکل محصور کرین اس لیئے مناسب وقت یہ ہے کہ یہاں سے جان چھوڑا کر ڈمکاس کو جانا چاہیئے اور یہ بھی واپسی نظر بحالاتِ موجودہ رات کو بہت مناسب ہے اس فیصلہ کی اطلاع کرنیل سمونسکی کو بھی دیگئی۔ اور اوس کو اختیار دیا گیا کہ وہ خود اپنے لیئے راہ فرار تجویز کرے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی فوجوں کا نقل حرکت شروع ہوگیا۔ اور سپاہی ترتیب کے ساتھ پھر پیچھے ہٹنے لگ گئے۔ رات کیوقت ترکوں نے اپنی مجوزہ حرکت فارسلا کو محصور رکھنے کی شروع کی مگر جب صبح ہوئی تو انہین معلوم ہوا کہ دشمن یہان سے چلدیئے ہین۔ ڈمکاس کو بڑی شدت سے بھاگ گئے ہین کرنیل سمونسکی رات بھر اسٹینیو مین مامور کیوقت ترکوں نے اوسکی فوج پر سخت حملہ کیا اور طرفین سے جنگ شروع ہوئی مگر نتیجہ اب تک معلوم نہین کہ کیا ہوا۔

نہ علاوا کی بنا سے بھی شہر سے نکل گئے ہین اور میجر ٹریٹی اپنے سواروں کا دستہ لیکر کل فوج کے ساتھ شامل ہونیکو پیچھے ڈمکاس کو چلا گیا ہے۔ آج شب کو یقین ہے کہ کرنل ویسوس اور کرنل کانسٹن آرگلس جہاز مین کریٹ سے واپس آجاوین گے۔ کرنیل ہم پیس تو صدر تسلی پر ہا ہو گیا ہے۔ اور کرنیل کانسٹن ڈمکاس مین چیف سٹاف ہو کر جاتا ہے۔ کرنیل سپناس آرٹلری کی کمان سے معزول ہوگیا ہے۔ اور اوسکی جگہ کرنیل ٹریٹی مامور ہوگیا ہے۔ بعد مین یہ افواہ اڑائی گئی۔ کہ فارسلا سے فوجین اس لیئے ڈمکاس کو بھاگی ہین کہ وہان مشہور ہوگیا تھا کہ کرنیل سمونسکی اپیرو کی جانب بھاگ رہا ہے۔

لڑائی ختم ہوگئی ہے اور یونان اپنی شکست کا اقرار کر لیا ہے اور دول عظام کی وساطت کو قبول کر لیا ہے کہ ہیچ پیا ڈکے مصالحت کرادین۔ اور اوسکی اس تمہیدی شرط کو بھی منظور کر لیا ہے کہ ہم اپنی فوجین کریٹ سے واپس بلا لین گے۔ ۵ مئی بروز چارشنبہ ترکون نے فارسلا پر حملہ کیا معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر اونکا مقابلہ بلکہ مدافعہ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ انتیسرے پہر جوجین میدان جنگ سے اوس وقت آئی تھین۔ اون سے یہ ترغیب ہوتا تھا کہ بعسکر عثمانیہ سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہونے رہے۔ مگر شام کے وقت ترکون نے زور دار حملہ کیا ایسا تنگ کیا کہ اوسے بھاگتے ہی بن آئی چنانچہ وہ رات کو ڈومو کوس کیطرف بھاگ گیا۔ جہان جاکر اوسنے دم لیا اور دوسرے دن صبحکو یعنی جمعرات کو روز ترکون نے مقام فارسلا پر قبضہ کر لیا مفصل کیفیت اس لڑائی کی جو میدانِ جنگ سے تخمیناً ۳ میل آئی ہے اس طرح پر ہے کہ کرنل پرنس نے اپنی صفون کو آہین جنگ کے مطابق ترتیب دیا۔ اور ٹھیک دو بجکر دن کے یونانی فوجین آگے کو بڑہین۔ ترک جن کی جمعیت پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ اور جو وقت کہ وہ مکو سے اترے اور اپنے توپخانہ کو مناسب مقامات پر نصب کر کے آتشباری کرنے لگے اور اس آتشباری نے یونانیون کا سخت نقصان کیا خاصکر اوس حصۂ لشکر کا جو بریوے ٹیشن کے قرب وجوار مین خیمہ زن تھا۔ ترک برابر تو پون کی آگ مین بڑہتے گئے۔ اور آخر دو بجکر آٹھ کے یونانیون کے ساتھ سینہ بسینہ ہوگئے۔ یہ حال دیکھکر کرنل پرنس نے واپسی کا حکم دیدیا۔ یہ بھاگنے والی فوج سامانِ حرب گولہ بارود وغیرہ اپنے ساتھ ہی لائی تمکی فوج غیر چلتے چلتے موضع تاتری کو جا کر خاک سیاہ کر ڈالا اور موضع دیوسکی کے ایک یونانی پادری کو اوس کے بال بچون سمیت قتل کیا اب یونانی فوجین مقام ڈمکاس مین اترنے پر تلی بیٹھی ہین۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر لغبار دون کی کارسپانڈنس یونانی فوجون کے ساتھ تھے اون کے سوا دوسرے یونانی افسرون کو وہان جاتے ہوئے اور جب وہ خاک خاک کر چکے تھے اوس وقت اپنے اپنے جھنڈے مین بغرض اشاعت بھیج جاتے تھے۔ مدعا اگر چہ بالطبع آزادی پسند و لغبارات مین

سے صاف بیانی کی عادی ہیں۔ یہ سچ مچ کے کیوں مرتکب ہونے لگے اور اس طرح چھپا چھپا کر اصلی حالات پر کیوں پردہ ڈالتے۔ ہر ایک فقرہ بتلا رہا ہے بلکہ ہر ایک لفظ جستجو سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ناچار خفیہ لکھنا پڑتا ہے مگر جو جو مطلب ظہور پر ہیں پہلو بچا بچا کر بیان ہوتا ہے چنانچہ ہماری رائے کی تصدیق آگے چلکر اون کارسپانڈنٹوں کی تحریر سے ہوتی ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے لڑائی تو دیکھی مگر جو یونانی رسوخ یا دباغت میں نہ تھے۔

جن کارسپانڈنٹوں نے یہ لڑائی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی۔ اونکا بیان ہے کہ یونانیوں نے یہاں جمکر مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ ڈر کر ایک ایسا مقام چھوڑ دیا جسکا فتح کرنا آسان نہ تھا یونانیوں کی جمعیت تیس ہزار کی تھی۔ تیس ہزار بھیڑیں بھی ہوتیں تو بلا سے پانچ چھ گنٹھوا دیتے۔ یہ بھی رستہ ہی رُک جاتا مگر ان جانباز قومی شہیدوں کو دیکھ بھی نہ ہو سکا۔ مترجم) جب وہ بھاگے تو بہت سا ذخیرہ سامان حرب اور خود لاک اور چند توپیں بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ ترکوں نے ۲۰۰ سے زیادہ زندہ گرفتار کر لیے (اگر ہماری سنیں تو اونہیں چڑیا خانہ میں بھیجدیں تاکہ لوگ اونکی زیارت کیا کریں وکیل) ۲۰۰ مکاس کا باشندے نے مع لامیا میں پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ (جب ترک لامیا کا فتح کرینگے تو کہاں جاوگے جہنم میں۔ اب تو گھبرائے پھرتے ہیں کہ مر جائینگے۔ مرے بھی چین نہ پایا تو کہہ جائینگے۔ وکیل)۔

ترکوں کا نقصان اس معرکہ میں فقط ۳۰۰ سپاہیوں کا ہلاک اور ۱۰۰۰ زخمی ہوئے جب ترکوں کا ہراول آگے کو بڑھا تو یونانیوں نے پڑے زور کے قتح انتشاری کی رشتہ بہت ہی ٹھیک بیٹھا تھا جس سے صاف ظاہر ہتا ہے کہ یونانیوں نے خوب غور سے ان مقامات کی جانچ پڑتال کی ہے کیونکہ جو گولہ انکی توپوں سے نکلتا تھا وہ خطا نہ کرتا تھا بلکہ بعض اوقات سخت نقصان کرتا تھا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ایک گولہ کے صدمہ سے تین سپاہی تو شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن باوجود اس قادر اندازی کے ترکوں کی پیشقدمی میں ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ وہ برابر اسی تہتنا اور ہمت کے ساتھ گاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ ان نقصانوں کی انہوں نے ذرہ بھر بھی پروا نہ کی۔

پیرے کے رونر کرون پرنس آف ویل اعلان شائع کیا۔ یونانی فوج کا سپاہیوں فوج ڈومکوس میں واپس آگئی ہے۔ کیونکہ فاسلامیں استحکام مقامات غیر معمولی سے بہت زیادہ تھی مگر اب جو مقامات تمہارے قبضہ میں ہیں۔ وہ ایسے مستحکم ہیں کہ امید نہیں کہ دشمن انپر اپنا قابو پا سکے خواہ اونکی فوج ہم سے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم عنقریب اپنے میں مار بھگا دوگے۔ اور خود حملہ کرکے اون کو فلپر یونان کی سرحد سے پار کر دوگے۔ یہ خیال رہے کہ تم اپنے وطن کا مقدس اہتمام اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہو۔ اور تم اپنے شاہ اور قوم کی آبرو کے سپاہی مہمان کا زار ہیں۔ اسے ہو تمہیں لازم ہے کہ دشمن کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دو۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ تمہیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور مسلسل چند دنوں کی جنگ سے تم تھک گئے ہو۔ مگر ان صعوبتوں کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ تم اپنی خاک کی ناموس کیلئے لڑتے ہو۔

(ہر کسے ناصح پرائے و گریان مناصح خود یافتم کم در جہان۔ بیچارے اپنی سپاہیوں کی تعریف تو یونانیان نامی جاتی ہیں۔ کانسٹائین خود دکھت پر جب کبھی ہوتے بڑا امیدان سے یون غائب ہو جاتا۔ میں جیسے جاڑوں کی پھپکی یاد ہے کابل کا مارا۔ سر پر یہ کہ چلتے چلتے فوجیوں کو بھی بھاگنے کا حکم دے جاتا میں جس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ کابل میں ہی رہا نہ ہوں۔ بلکہ گرگ انبوہ شیشوار کی بہتی صاف آوے۔ اور پھر جہان دین میں کوس پر جا کر دم لیا تو شکنے ناموس عقد بس اہتمام جب قومی وطن وغیرہ سب کچھ یاد آجاتے ہیں۔ وکیل)۔

ہمارا کارسپانڈنٹ مقام ڈمکاس سے لکھتا ہے کہ مین ہفتہ کے روز اوس درے سے گذرا جو لامیا سے نکلکر راستہ مین آتا ہے۔ اب تک پرانی سرحد بدستور موجود ہے کیونکہ ترکون کے مورچہ برقرار ہین۔ لوگ سب کے سب بھاگنے پر تیار بیٹھے ہین۔ ہزارون بیل۔ گائے۔ بھیڑین۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ اسباب خانہ داری کے چھکڑے۔ قطار در قطار سمندر کیطرف کو جا رہے ہین۔ ڈمکاس مین یونانی فوج کی جمعیت تیس ہزار سپاہی ہے۔ اور قلب لشکر ایک پہاڑی کے عقب مین واقع ہے جو سمندر سے ۱۴۰۰ فیٹ مرتفع ہے۔ اور وہان سے فارسلا کا میدان نیچے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کرنیل سمولنسکی کی سپاہ میمنہ کیطرف گورا کی سڑک پر خیمہ زن ہے۔ اگرچہ سپاہیون کا حوصلہ اور صحت اچھی حالت مین ہے۔ مگر موسم کی اس ناقص حالت مین سپاہیون کا صحیح و سالم رہنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

ہفتہ کے روز شدت سے گرمی رہی۔ اور اتوار کو پھر سخت بارش ہو گئی جس سے موسم مین بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ اور فوجون مین جن کا شب و روز کا بسیرا فقط آسمان کے تلے ہے۔ اس تغیر سے ضرور جسمانی نقصان پہنچا۔ (حضرت ابھی تو بڑا طاعون ادہم پاشا دور بین لیے دور ہی سے تاک رہا ہے جب قریب پہنچیگا۔ تو اوس وقت اسہال جاری ہونگے۔ مگر یہ کہنا اور اس بیماری کا بہانہ بھی خالی از علت نہین یہ بھاگنے کی پہلی بنیاد رکھی گئی ہے (کن کن ترکیبون سے بزدلی چھپائی جاتی ہے۔ وکیل)۔

پیر کے روز ٹائمز کا کارسپانڈنٹ بذریعہ تار کے خبر دیتا ہے کہ آج رات سے بارش مسلسل ہو رہی ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ بیماری بری طرح پھیل گئی۔ اور فکر ہے تو اسبات کا کہ دوا کافی موجود نہین۔ دقت تو یہ ہے کہ ایسے وقت مین کمسریٹ کا اہتمام کیا جاوے یا دیگر ضروری باربرداری کا یا ڈاکٹرون اور ادویات کا۔ ظاہرا کمسریٹ نے فوجیون کے آرام کا مطلق خیال نہین رکھا۔ اس سے ضرور ہے کہ بیچارے سپاہیون کا حوصلہ پست ہو۔ مگر انگریز کوشش کر رہے ہین کہ ایتھنز سے ادویات ان بیمارون کے لیے منگائی جائین۔ اور یہان پر عارضی ہسپتال قایم کیے جاوین (خواہ مخواہ اتنا دردسر کیا گیا۔ انکی بیماری تو ادہم پاشا کے آتے ہی زایل ہونے والی تھی۔ اور یہ بات کچھ نئی نہ تھی۔ بار بار کے تجربون نے مکرر ثابت کر دیا تھا کہ جہان اوسکی فوجنے آگے کو قدم بڑھایا۔ وہین یہ بھاگنے کیلئے لیس ہو گئے۔ بلکہ جس مین توانائی نہ ہو وہ گھٹنون کے بل ہی تیار ہو جاتے ہین۔ خیر کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز۔ وکیل)

یونانیون نے اس مقام کو بہت مستحکم بنا لیا ہے اور ان پچھلے چند دنون مین بہت سے نئے مورچے بھی قایم کر لیے ہین۔ مگر سامان رسد رسانی کا سخت اندیشہ ہے۔ کیونکہ باربرداری کے جانور کم دستیاب ہوتے ہین۔ ترک اگرچہ دو گھنٹے کی مسافت پر آ پہونچے ہین مگر ظاہرا حملہ کا بالفعل ارادہ نہین رکھتے۔ یونانیون کو تشویش ہے اور وہ برابر اپنے مورچے مضبوط کیے جاتے ہین۔ ڈمکاس کی صورت موجودہ کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقب کی طرف سے حملہ کیا جاوے۔ اور عجب نہین کہ اگر عارضی وقفہ لڑائی مین نہ ہو جاوے تو ترک جن کی جمعیت ساٹھ ہزار بیان کیجاتی ہے۔ اوسیطرف سے حملہ آور ہون۔ اگر یقیناً یونانیون کو یہان شکست ہو گئی تو پھر یونانیون کا خاتمہ ہے۔

جنگ ولسٹینو یہان ترکون کے بارہ سو جوان اس لڑائی مین کام آئے چنانچہ یونانیون نے انمین سے چھ سو کے قریب دفن کیے علاوہ بر آن چار سو رسالے کے گھوڑے بھی مارے گئے۔ اور یونانیون کے فقط ۲۳۰ آدمیون کا نقصان ہوا جن مین سے ۸۵ تو مارے گئے۔ اور باقی زخمی ہوئے۔ یہ تو یکم مئی کا واقعہ تھا۔ دوسری مئی کو حقی پاشا نے پھر یورش کی۔ اور ایک سخت مقابلہ کے بعد ترکون نے پہلا مورچہ لے لیا

اور یونانی اپنی دوسری لائین پر پسپا ہوگئے۔ جہان بھی انہین ٹہیرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور تاب نہ لاکر دولو کیطرف بہاگ گئے۔ لڑائی سخت ہوئی۔ اور یونانیون کے نقصان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ رجمنٹ نمبر ۲ مین سے فقط ۲۰ آدمی سلامت رہے۔ ترکون کو یہ فتح اس سبب سے حاصل ہوئی ہے کہ اونکے پاس میدانی توپخانہ موجود تھا۔ برخلاف اس کے یونانیون کے پاس فقط پہاڑی توپخانہ تہا۔ علاوہ برآن اونکے جنرلون نے بڑی ہوشیاری اور تدبر سے کام کیا۔ کرنیل سمولینسکی جمعہ کے روز اپنی فوج لیکر ایمرو کو بھاگ آیا ہے۔ اس بھاگڑ مین کوئی بے ترتیبی واقع نہین ہوئی۔ (اس جنرل کی تعریف مین متعصب اخبار نویسون کے بہت دم چڑہے جاتے تہے۔ اب جو اوس نے بھی اس ذلت کے ساتھ نیچا دیکھا۔ تو کسی کے پھوٹے منھ سے ایک کلمہ بھی جنرل حقی پاشا کی توصیف مین نہ نکلا جس نے اوسے ایسا گیدہا کہ بچا کو چٹھی کا دودہ یاد آگیا۔ وکیل)۔

بعد ازان منگل کے روز ایتھنز مین اس مضمون کا ایک تار آیا کہ اوہم پاشا کا ارادہ ہے کہ وہان بھی کرنیل سمولینسکی پر حملہ کرے جس کی خبر پاتے ہی کرنیل صاحب ایمرو سے بھی بھاگے۔ اور مقام سوروپی مین جو ایمرو کے شمال مین واقع ہے۔ جاکر پناہ لی (آخر یونانی ہی تو تھے یہ اپنے بھائی بندون سے کیون ہٹے رہتے۔ آجکل کے یوروپین آئین جنگ کے رو سے پیچھے ہٹ آنا بھی فنون حرب مین داخل ہے۔ اور ہر ایک ملٹری کالج مین جہان اور اقسام جنگ کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے طریق بھی سکھائے جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ کرون پرنس نے اسکی مشق بہت ہی توجہ سے کی ہے اور اونکی نحوست سے یا یونانی ملٹری کالج کی تعلیم کے اثر سے سب یونانی جنرل اور کرنیل اس فن مین بڑے ہی مشاق معلوم ہوتے ہین مترجم)۔ کرنیل سٹیٹلو نے تار دیا ہے کہ مین کرنیل سمولینسکی کی امداد کو جا رہا ہون۔

دولو کا قبضہ

ہفتہ کے روز ترکی فوج کے ایک دستہ نے زیر کمان جنرل حقی پاشا دولو پر بھی قبضہ کرلیا۔ یونانی سپاہ تو پہلے ہی ایتھنز کو بھاگ گئی تہی مگر شہر کے باشندے وہین رہے۔ جب انگلش اور فرانسیسی قونصلون نے مارشل اوہم پاشا کے پاس اونکی جان کی امان مانگی تو اونہون نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور اون کی جان و مال مین کسی قسم کی دست اندازی نہ ہوگی۔

یونانی امیر البحر نے جو خلیج دولو مین تھا اوہم پاشا کی اس شرط کو قبول کرلیا تھا کہ مین یہان سے ایمرو کی طرف پیچھے ہٹ جاتا ہون اور عساکر عثمانیہ سے مزاحم نہ ہونگا۔ یہ وہی جہازات کا بیڑہ ہے جو یونان تو یونان بلکہ کل عیسائی سلطنتون کا یہ زنا نہ ہو رہا تھا۔ اور شاید یہ وہی امیر البحر تھا جو سربمہر احکام لیکر قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کو گھر سے چلا تھا ؎

خیال حوصلہ بحر مے پزد ہیہات چہاست در سر این قطرۂ محال اندیش

العظمۃ للہ۔ جو شخص ڈارڈینلز بلکہ گولڈن ہارن پر قبضہ کرنے کا تہیہ کرچکا ہو وہ اپنی ہی سرحد کے اندر خلیج دولو مین غنیم کے میر لشکر کے روبرو اسطرح ہاتھ جوڑ کر اپنا پیچھا چھڑائے۔ اوسکی ندامت کا بشرطیکہ اوسمین یہ حس ہو اوس وقت کیا حال ہوگا۔ ہماری رائے مین مادہ غیرت ہی اسمین نہ ہوگا۔ ورنہ خلیج دولو اتنی تنگ بھی تو نہ تھی کہ اوس کے ڈبونے کو کافی نہو۔ مترجم)۔

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ راوی ہے کہ موضع رتمیلو کے بعض زمیندارون نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ترکون کی فوج نے سارے گانون کو

ساخت تاراج کیا۔ اور قریب ۲۰ مکانات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ گرجے کو اگرچہ جلایا نہیں۔ مگر جس قدر تصویریں مصلیب تھیں۔ اون سب کو اکھاڑ ڈالا۔ اور محراب وغیرہ سب کچھ مسمار کر دیا۔ گائے بیل بھیڑ بکری بلکہ مرغیاں تک لے گئے ہیں یونانی گورنمنٹ کو اپیرس سے بھی ایسی ہی مفصل تاراج کی خبریں آئی ہیں۔ تھیسلی کے شمال مغرب میں بھی ترکوں نے بعض گانوں غارت کئے ہیں اور وسٹینو کے قریب جو میں بہت لوٹ پھانی ہوئی ایسی خبریں فقط رپوٹر کے کارسپانڈنٹوں کو ملتی ہیں۔ اور کسی کو نہیں۔ مترجم)

ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام لاریسا سے ۲۰ اپریل کو سطح خبر دیتا ہے جب کل مین فورس کے اندر ایک سو اون کو وستہ کر ساتھ گیا تھا جو یہان کی حالت بہت ہی ناقص نظر آئی۔ ابھی غنیم کا ایک سپاہی بھی یہان نہ آیا تھا۔ کہ اسکے محافظین نے اسے غارت کیا۔ اکثر دوکانین بند تھین اور اکثرون کے قفل ٹوٹے ہوئے تھے۔ مگر دن کا یہ حال تھا کہ جا بجا لوٹ اور دست درازی کی ثبوت ہتے جاتے تھے۔ اسباب خانہ داری بڑی بے تیکی کے ساتھ ادہر ادہر بکھرا ہوا تھا۔ یہ کہہ سکتے ہین کہ بھاگڑ کی جلدی ہی اسکا سبب ہوئی ہو۔ مگر زیادہ تر اسکا موجب وہ تاخت تاراج تھا جو خود ہمین کے بدمعاشون نے ان بیکسون پر اپنے ہاتھون سے کی۔ کل شام بلکہ رات بھر ترکی افسرن فسادون کے فرو کرنے مین مصروف ہوئے اور وہ ہمین اس مین پوری کامیابی بھی ہوئی۔ اسمین شک نہین کہ آلبانیا کے سپاہیون مین سے ایک دو نے لوٹ مار پر جرأت کی تھی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فوج سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور سرانجام دو سپاہیون کو گولی سے مار دیا گیا کیونکہ اونہون نے باوجود ممانعت کے احکام کی تعمیل مین تساہل کیا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب فوج پر ان کو گمان ہو گئے اور ترکی جنرل کے اس فعل نے ساری فوجمین اوسکی ضابطہ کی پابندی کا سکہ بٹھا دیا۔ اور اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ ترکی فوج مین کس حد تک انتظام اور قواعد کو دخل ہے کیونکہ یہ ایک معمولی بات نہین کہ ایک نیم وحشی اور جاہل جماعت کو جس نے ابھی ابھی ایک شہر زبردست شمشیر فتح کیا ہو اس امر سے روکا جائے کہ وہ کسی ایسی جائیداد پر ہاتھ نہ ڈالے جسکو وہ شیر مادر سمجھ رہا ہو۔ اور خاصکر ایسی حالت مین جب کہ غنیم بھی اسمین اپنا حصہ لیچکا ہو۔

اکثر یونانی خود تسلیم کرتے ہین کہ ہماری فوجمین بیضابطگی اور بے آئینی بطریق پھیلی ہوئی ہے۔ اور ان بگڑ دلون فریجائے فائدہ کے انمین سخت نقصان پہنچا دیا ہے۔ اور اس فوج کی جس کو یہ لوگ عادی ہو رہے ہین۔ بہ نسبت غنیم کے مقابلہ مین ذرا بھی پیش رفت نہین جا سکتی جس کی فوجمین آئینی ہون اور جس کو جنرل آکل کی فنون جنگ سے بہرہ حاصل اور رشاق ہون۔

ایم لیوٹری سابق وزیر صیغہ بحر نے بہت سے مراسلے شائع کئے ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحری افواج کو افسرن فوج و وزارت کے احکام کی تعمیل سے انکار کیا تھا۔ اور کہ موڈر وسٹوری نے یہ دھمکی دی ہے کہ مین بھی اس قسم کی دیگر مراسلتین شائع کرونگا۔

کپتان بری ایم پی (جو ریٹائر کر اس سائیلی مین انگریزون کیطرف سے دکھل ہوا اور جن کا کام یہ ہے کہ یونانی رجمنٹون کی خبر گیری کرے) ایک زخمی دولہ سے یونان مین لایا ہے۔ یہ لوگ تین تین انگریز افسرون کے ماتحت تھے۔ انگریزون کے ماتحت وہ نہایت ہی بہادری سے لڑے۔ انمین سے اکثر زخمی ہو گئے ہین۔

جو مصیبت زدے دولہ اور دیگر مواضع تھیسلی سے آئے ہین وہ موضع سکیتاس اور لاریسا اور دیگر مقامات مین پڑے ہوئے ہین۔ اونکی حالت سخت دردانگیز اور موجب ترحم ہے۔ اکثرون کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہین ملتی۔ یہ مقام پائرس سے ایک جہاز سامان رسد لیکر ان کے لئے روانہ ہوا ہے تھیسلی کے اطلاعجات پائرس مین بہت سے آدمی آئے ہین۔ انمین سے اکثر نہایت تباہ حالت مین ہین۔ گورنمنٹ نے ایک مجلس انکی دستگیری کیلئے

پہنچ جاؤ۔ چھ دن سے زیادہ بھی وعدہ کریں کہ جب تک تم تیار نہ ہو جاؤ ہم تمہاری راہ دیکھیں گے۔ بلکہ اپنے گھوڑے بھی انہیں اسباب لادنے کیلئے عاریتاً دیدیئے۔ سکیس عورتیں روتی تھیں اور اسی حالت میں جو کچھ دن سے ہو سکا اونہوں اکٹھا کر کے گٹھریوں میں باندھا۔ جب اس سے فارغ ہوئیں تو اونہوں نے نہایت مروانگی اور یاوسانہ تگاہوں سے اپنے مکانوں اور باقیماندہ اسباب معاشرت کیطرف دیکھا جن کی نسبت اونہیں یقین کامل تھا کہ ابھی طرفۃ العین میں جلکر خاکستر ہو جائیگا۔ اور انہیں پھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ ایک جوان عورت کی مایوسی خاصکر قابل بیان ہے کیونکہ اوسکی شادی عنقریب ہونے والی تھی اس سبب سے اوس کا جہیز وغیرہ سب کچھ تیار تھا۔ اب چونکہ یہ بھاگ پڑی اسمیں ناچار اپنے جامۂ عروسانہ تک یہیں چھوڑنے پڑے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بستروں سے اوٹھائے گئے اور وہ اوٹھتے ہی اصلیت سمجھ گئے۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے اونہیں جب کبھی وہ والدین کو ستائیں تو اس لئے میں یہ کہکر چپ کرایا جاتا ہے کہ وہ ترکی سپاہی آ کے تمہیں توکن کر کے ہم فروختی لیکر گھر سے باہر نکل آئے۔ اور دروازے مقفل کر کے پہاڑ کے درے میں اتر کے ہمارے ساتھ بہت سے آدمی تھے جن میں بعض تو ضعیف اور بعض معصوم بچے انمیں سے اکثر نے جن میں تھوڑی قوت بھی تھی اپنے اسباب کی گٹھریاں سر پر اوٹھائی ہوئی تھیں۔ رستہ میں اور بھی بہت سے آدمی ہمارے ساتھ شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ ہماری تعداد ساٹھ آدمیوں تک پہنچی۔ میں اور میرا رفیق سفر بہت دور تک پیادہ پا جاتا رہے اور جب آخر کار ہم گھوڑوں پر سوار ہوئے تو ہمنے اپنے ساتھ اپنے مالکخانہ کے دو خرخوار بچے بھی لیلئے۔ رات بہت اندھیری تھی۔ اور پہاڑی رستے بالکل ناہموار تھے۔ اس لئے ہم جلد جلد سفر نہ کر سکتے تھے بہت سے آدمی ثمین اور ٹپ لیکر ہمارے قافلہ میں دور دور سے مل گئے تاکہ اندھیرے میں کوئی پیچھے نہ رہ جاوے اور راستہ بھی دکھائی دے ہمیں خوف تھا کہ درے کے سرے پر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی ترک بھی وہاں پہنچیں۔ مگر جب ہم پہنچے تو وہاں کوئی متنفس عام اس سے کہ دوست ہو یا دشمن موجود نہ تھا۔ یونانی بھاگتے ہوئے ہمارے گھوڑے اور ترک ہمارے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس وقت جب میں نے پیچھے اپنی واپسی طرف نگاہ کی تو آگ مشتعل نظر آئی کیونکہ ترکوں کی فوج اب مقام فلیپا ٹوا پر تعاقب کرتے کرتے قابض ہو گئی تھی (یہ شہر اسی لڑائی میں تیسری بار ترکوں کے ہاتھ آیا) اس شہر کا مابقے حصہ جو سابقہ تاخت و تاراج سے باقی رہا تھا اب آگ کی نذر ہو رہا تھا۔ نصف شب ہو گئی تھی کہ ہمیں یونانیوں کی وہ فوج ملی جو بھاگ رہی تھی۔ انکی عجیب صورت ہو رہی تھی۔ اور ہمیں انکی حالت پر سخت تعجب آیا کہ یہ کس بنیاد پر دوان سی بھاگ آئے ہیں نہ تو کوئی بے ضابطگی تھی نہ خوف نہ ہراس اور نہ شکست خوردہ جوان کو اس پر دلالہ فرار کا موجب ہوا تھا۔ بلکہ اگر باعث تھا تو یہ تھا کہ اونہوں نے آپسمیں پختہ عزم کر لیا تھا کہ اپنے افسروں کی مشابعت نہ کرینگے۔ اور ترکوں کے مقابلہ میں ہاتھ نہ اوٹھائینگے چنانچہ اونہوں نے ایک گولی تک نہ چلائی اور بلا دھڑکے بھاگ گئے۔ البتہ طلیعہ کی فوج نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کی (غالباً وہ ان بھگوڑوں کے آگے آگے مشعل برداری کرتے ہوں گے)۔

میں اور میرا رفیق دونوں حیرت میں تھے کہ اون کو کیا ہو گیا۔ یہ تھکے ہوئے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ یہ قوت بخوبی موجود ہے کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے۔ مگر باوجود اس کے صورت یہ تھی کہ چپ چاپ ہتھیار بغل میں دبائے بالآخر خود دو بزرگ افسر وسپاہی اندھیری رات میں دبکے چلے جا رہے تھے۔ اور افسر بھی حالانکہ بے بسی میں یہ دیکھکر کہ سپاہی قابو میں نہیں کمال ذلت و رسوائی کے ساتھ انکے ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے۔ مجھ میں نہ آتا تھا کہ باوجود اس تن و توش کے انکی حوصلوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہر سو سیر سے ہمیں دان و لاور مقابلہ و مدافعت میں کچھ کام نہیں کرتے (جیل)

بقول ٹیمز ہمارا کارسپانڈنٹ آرٹاسے پتراس کو بذریعہ ریل پہنچا۔ اور وہان سے اوس نے ہمین یہ تار دیا ہے:۔

"پتراس کے لوگ بھی سخت اضطراب مین ہین غول کے غول ایک وحشت اور اضطراب کی حالت مین شہر کے بازارون مین دیوانون کیطرح پھرتے ہین۔ اور جہان کہین دس پانچ اکٹھے ہوگئے وہین ان متوحش وقہات کی موجبات اپنے اپنے قیاسات کے مطابق بیان کرنے لگجاتے ہین۔ کوئی افسرون پر الزام دہرتا ہے۔ کوئی شاہ کو کوستا ہے اور کوئی اوس کے مشیرین خاندان پہ دل کا بخار نکالتا ہے۔ غرضکہ کوئی شخص نہین جو اون کی لعن وطعن سے محفوظ رہ سکے۔ اکثر فہمیدہ آدمیون کو خوف تھا کہ کہین انقلاب سلطنت ہی نہ ہوجاوے۔ چنانچہ پہلے اتوار کو جب گرجون مین پادریون نے شاہ کی مزید عمر اور بقائے سلطنت کے لیے دعا مانگی تو لوگ یہ سنکر بگڑے اور بادشاہ کی محل کو بھی جو اسی نواح مین واقع تھا بعض دہقانون نے لوٹ لیا۔

کارسپانڈنٹ پیر جمعہ کے روز آرٹا مین واپس آیا۔ اوس کا بیان ہے کہ مین نے رستہ مین ہزارون باضابطہ فوجی سپاہی اور رضاکار والنٹیر دیکھے جو سرحد پر جارہے تھے۔ اونمین جب قومی کا ہیجہ ولولہ منتہا مگر آرٹا والون کے دل سخت افسردہ اور طبیعتین خاصکر اس لیے بھی ہوئی تھین کہ اونمین میدان کارزار مین ترکون سے لڑنے کو افسر نہ بھیجے تھے۔ ابھی ابھی یہی کارسپانڈنٹ لکھتا آیا ہے کہ فوج بزدل ہے اور افسر اونکی بزدلی اور کم حوصلگی کے ہاتھون ناچار ہین۔ اور اسی صفحہ بلکہ اسی کالم مین یہ دوسرا راگ الاپنے لگا ہی سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد یکایک ترکون کی جمعیت یہان اونکے مقابلہ مین بہت قلیل ہے اور اونکی فوج دریا کے کنارے پر پڑی ہے۔ باوجودیکہ بار بار انہین شتھاناک بھی دیجی ہین اور گاؤن پر گاؤن جلا رہے ہین۔ مگر پھر بھی انمین اتنی ہمت نہین کہ آگے بڑہ کر اون سے دو ہاتھ کرین دہاتھ کون کرے ؎ وہ چین ہی اڑگئی جس مین بہار آنے کو تھی۔ (کوکبۂ ہ)۔

چنانچہ جمعہ کے روز ترکون نے موضع گرمیز اکو جلا کر خاکستر کردالا۔ حالانکہ دو میل کی مسافت پر سامنے یونانیون کے تین ہزار سپاہی اپنی آنکھون سے یہ قیامت خیز حادثہ دیکھ رہے ہے۔ مگر کسی نے چون تک نکی۔

اب آرٹا مین آئینی اور غیر آئینی فوج اور دیگر اطراف کے بھگوڑے بکثرت جمع ہوگئے ہین۔ عام طور پر ترتیب محرز دا واسہال کا زور ہے۔ دوکانین سب بند تجارت بلکہ کاروبار تک بالکل مسدود ہے۔ بادہنون نے قلعہ عمارت اور سبکو بھی چھوڑ دیا ہے اور ترکون نے اپنا تسلط وہان بھی جما لیا ہے۔ ترکون کا جنرل بمقام جنینہ سے تار دیتا ہی کہ یونانی یہان سے شکست کھاکر بھاگ گئے ہین۔ لڑائی مین اونکے ۹ آدمی کام آئے۔ اور ترکون کے تین افسر بندوقین اور تین سو صندوق گولہ اور بارود کے اور ایک پہاڑی توپ بطور غنیمت کے ہاتھ آئی۔ یونانیون کو ایک پڑہ جہاز نے پیرے کے دن موضع سکیا پر گولہ اندازی کی۔ یہان ترکون کا ذخیرہ خوراک ہی۔ اتب نیا کا حیسا یونان نے ایکلٹہ تار دیا ہی جس مین عبارت ذیل درج ہے جو قابل توجہ ہی:۔

جن لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ مقدونیا اور تھسلی ہماری نہین۔ وہ غلطی پر ہین۔ بھائیو جو ہمین یونانی سمجھتے وہ ہمسے دشمنی کرتا ہی اور ہمین سمجھ دیتا ہے۔ یہ خوب یاد رکہنا چاہئیے کہ ہلام اور نصرانیت کو ہمیشہ اون نے ہمین ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہے یونان نے اتھاتو آرٹا اور تھسلی پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اب اپنی مسلمان رعایا اور مقدونیہ کی ہوس ہی۔ مانچسٹر گارڈین اور منچسٹر ایگزامینر کے رپورٹر بھی دیکھ رہے ہین ہمارے باقی علاقہ پر آسٹریا ہنگریا اور سرویا کی رانت ہین۔ بیرونی طاقتین ہماری تعلیم مین دست اندازی سے باز رہین۔ ورنہ ہم تلوار سے اونکا مقابلہ کرین گے۔

ایک ترکی جھاز کا گرفتار ہونا

کہا جاتا ہی کہ یونانیون نے ترکون کا ایک جھاز مقام ٹنڈوس کے پاس گرفتار کیا ہے۔ اسمین ستّر عربی سپاہی اور چھ افسر سوار تھے۔ جہاز مین تین سو بھری مارٹینی رائفلین اور چودہ ہزار کارتوس تھے۔ ہرچند سپاہیون اور افسرون سے پوچھا گیا۔ مگر وہ کچھ پتہ نہین بتاتے کہ اونکا ارادہ کہان کا تھا۔

اخبار پال مال گزٹ کا رسپانڈنٹ ڈنڈنس سے ایک طویل خط ۱۴ مئی کو لکھا ہے جس کا حاصل درج کیا جاتا ہی:-

"یونانی افواج کی بہت بُری گت ہوگئی ہے۔ سپاہی بھوک کے مارے پسے جاتے ہین۔ سردی کی مارے ٹھٹھر رہے ہین۔ کوئی لحظہ نہین کہ بارہا گولہ سے زخمی ہو ہو کر ہلاک ہو رہے ہین۔ اور دلون کی اُمنگین بالکل مفقود ہین۔ اِس قوت اور حوصلہ کے ساتھ ان سہمے ہوئے بھگوڑون کا لشکر ڈیڑھ کوس کی پاس تُرا ہے۔ جہان ہر دم اور ہر لحظہ یہ اندیشہ سوان رُخ ہو رہا ہے کہ ابھی مُحمڈن غنیم کی افواج قاہرہ آکر ہمین پامال کر دینگی اور ہمین ناچار اون کے سامنے طاعت قبول کرنی پڑے گی۔ کیونکہ سامانِ حرب جسقدر موجود تھا وہ تقریباً سب کچھ دو ہفتے ہی چھین چکے ہین اور تھیسلی مین سے کوئی لاکھ آدمی ہماری تو کہ پہلے ہی سے بدخان و ران ہو چکے ہین اور برقی باران کے طوفانون مین بے آب و دانہ اور بلا ستر عورت کسی سامان آسائش کی تمامتر مین در بدر اور سرگردان پھر رہے ہین۔ اور ترکون نے تقریباً وہ سارا علاقہ از سر نو فتح کر لیا ہے جو لوگون سے ۱۸۹۷ء مین چھینا گیا تھا۔ اس دوہکو فوج کہ غلطی مین داخل ہو گئی ہے کہ ایک خول بال اور شکستہ و شکست خوردہ بھگوڑون کا ہے جن کی پیچھے ترکی افواج بڑھی چلی آرہی ہین۔ اور جن کے آگے تعاقب سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہین۔ اس بنک کا مالی حیثیت جو بیرونی ممالک مین تھا۔ وہ بالکل تباہ ہو گیا ہے اور اندرونی آمدنی کے صیغہ مثلاً جرائت صنعت تجارت و زراعت سب کے سب ان بالا ربطانی مصائب و مشوارتصدمات کے سبب سے مرض زوال مین آگئے ہین اور ایسی حالت مین اور ایسی جانکاہ مصیبتون کے نرغہ مین گرفتار ہو کر نا چار یونان کو تن بتقدیر دول عظام کے سامنے صلح کا خواستگار رہونا پڑا۔

بروئے تحریر اس خط کے یونانی گورنمنٹ نے اپنے فسر کریٹ سے واپس بلا لیے ہین اور کریٹ کی خود مختاری (جو سلطان چاہتے تھے) قبول کر چکے ہین۔ انکی ذلت اور رسوائی ۱۸۹۷ء سے کہین بڑھ چکی ہے کہ انہون نے بلا کسی شرط کے اپنے نیک و بد کو دول عظام کے فیصلہ پر چھوڑ دیا ہے اور انہین کا کل اختیار ہے کہ وہ جسطرح پر چاہین ان بدبختون کی قسمت کا فیصلہ فرمائین۔ ان طاقتون مین شہنشاہ جرمن بھی ہین جنہون نے آغاز جنگ کیوقت یہ فرمایا تھا کہ کیون ایسی تواضع و قہوہ سزاوار نہین ہے پذیرائی ؎

(اس حال کو کہنچے ہین نیرے قصے سے کہ ناصح اور ہم ہین جو عدو بھی کرین فیصلہ اپنا)

وہ اس سے پہلے صلح کے خوستگار نہ ہونیکا یہ بہانہ کرتے ہین کہ اگر اب ہم ایسا کرتے تو عوام اِس کیطرف سے سخت اندیشہ تھا۔ اور جمہور رعایا نہ صرف وزارت کو تہ و بالا کرتی۔ بلکہ عجب نہ تھا کہ خاندانِ شاہی مین انقلاب واقع ہوتا۔ شاید یہی انقلاب کا ڈر کے مارے خاندانِ شاہی کا رکن رکین یعنی ولیعہد سلطنت کمانڈر انچیف ان کرسیانِ جنگ مین بھیجا گیا تھا۔ بعد بدترین گنا ہش مگر یہ ایڈیٹر یہ مانا کہ اِس بدحال کا صدر اعظم ہی ہے مگر ان کی طبائع اور ان کو خصائل سے خوبی آگاہ ہے مگر جس یون ہی کہ یہ دلائل اب وضع کیے گئے ہین جب شکست پر شکست ہوئی ہے۔ ابتداء مین انکا خیال تک کسی کو نہ تھا۔

یہی یونانی جنہین ایسا شورہ پشت اور جنگ جو بیان کیا جاتا تھا۔ اب ہمہ تن صلح کے خواہان ہین۔ ایک ہفتہ گذرا ہے کہ وہ خواستگار تھے کہ یورپ صلح کا نام لے اور ہم اپنی نمائندی ظاہر کرین۔ بلکہ بطریق نمائندگی بعد ملاکہتے تھے کہ کیون یورپ کی سلطنتین بیچ بچاؤ نہین کرتین۔ خاص انتعصب کے انتہی مزاج اصحاب اس حیرت مین ہین کہ ٹرکی کس لیے صلح کی بات کر کھسائی مین ڈالتی ہے۔ اور کیون بہت جلد رفعہ جنگ کو منظور نہین کرتی۔ حالانکہ دو دن ہوچکے ہین کہ دول عظام کے سفیرون نے باہمی مین ضابطہ کے طور پر اس کی درخواست بھی کی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جاے تو اسمین بھی انہی کا قصور ہے۔ اگر ج یہ کریٹ کو خالی کر دین اور اوس سے کلیۃ طور پر اپنا تعلق نہ رکھین تو عجب نہین کہ ترک بھی راہ پر آجاوین یہ مانا کہ تعمیلی مین وہ کاستیاناس ہوگیا ہے اور انکی حیثیت بالکل پراگندہ ہوگئی ہے مگر آپس مین بانکا دبکا بیڑہ جہاز ات اگر بگڑ دکھاتا ہے بات یہ ہے کہ دونون فریق اس تاک مین ہین کہ مصالحت سے پہلے جسقدر ممکن ہو ایک دوسرے کا خون نچوڑ لین۔ ترک یہ چاہتے ہین کہ جسقدر اس لیلین تاکہ جسقدر علاقہ اون کے ہاتھ سے نکل گیا اون کا قبضہ مین آجاوے۔ اور تھیسلی مین پہونچنے کے پہلے کوئی امر انہین سدراہ نہ ہو۔ اور اسمین ایک اور فایدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ بصورت فتح ڈکاس تک کون کو اتنی قدرت ہوجاے گی کہ جو شرائط چاہین خواہ وہ کتنی ہی ناگوار کیون نہ ہون منوا سکین گے۔ اگر یہ اب بھی وہ فاتح ہین مگر اس وقت اونکی حالت بدرجہا غالب ہوگی (شاید ناظرین کو یاد دلانا ضرور ہے کہ عنایت الٰہی سے ترکون نے ڈکاس پر بعد تحریر اس خط کے قبضہ کر لیا ہے کیونکہ یہ خط ۱۴ مئی کو لکھا گیا تھا۔ ایڈیٹر) یونانیون نے جیسا اچھا کر رکھا ہے کہ اپنی قوم کو اصلی واقعات اور حالات سے محض بےخبر رکھتے ہین۔ اور اگر اتفاق سے کسی ایک آدہ مؤخبہ پر کسی چنتلیش مین ترکون کو پیسا یا تو بس بات کا بتنگڑ بنا کر اسے ایک بڑی عالیان فتح مشہور کر کے اپنے ہموطنون کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ اگر کسی کشتی کو پکڑ لین یا کسی گاؤن کو تھوڑا سا نقصان پہنچا دین یا سمندر مین کسی ترکی کشتی پر حملہ کر بیٹھین تو سارے جہان مین اشتہار کر دیتے ہین کہ ہماری بحری فوج نے یہ کارنمایان کیا ہے جس کا کچھ ٹھکانا نہین۔

ایک اور امر بھی مصالحت کا سدراہ ہے وہ یہ کہ یونانی چالبازی اور پھرتی کرنا چاہتے ہین اور سلطان بڑا دور بین ہے۔ اگرچہ اخبار ٹایمز نے سلطان کو صلاح دی ہے کہ وہ اس معاملہ مین تساہل نکرین بلکہ جسقدر جلد ممکن ہو مصالحت کر لین۔ مگر عبدالحمید اپنے معاملات کو اپنے طور پر آپ ہی سمجھتا ہے ان معاملات مین وہ بڑا ہوشیار ہے اور عہدہ دیان کا بارہ مین اونکو خاص لیاقت حاصل ہی اور خاص ایسے وقت مین جب کہ اوسکی ذوعین غنیم کے ملک کو اندر قیامت ڈھا رہی ہین اور یہ یاد رہے کہ اوسکی حالت اور وقت اس سے بھی زیادہ قوی ہوگی جب ادرنہ اور شاطدزہ کو اوس نے لیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان صلح کو پسند کرتے ہین۔ لیکن ہی مصمم ہوتا ہے تاہم وہ بھی تو عبدالحمید ہے جس کی فہم و فراست کو یورپ نے مانا ہوا ہے وہ ایسے وقت پر کب چوکنے لگا اور کوئی عقل سلیم نہین مانتی کہ ایسا بیدار مغز اوی اونے سوا اونے فایدہ بھی جو ممکن الحصول ہو۔ ہاتھ سے جانے دے۔ اور علاوہ بران اوسے اپنی جان نثار رعایا دی بگڑی ہوئی طبیعتون کا پاس خاطر بھی منظور ہے کیونکہ آجکل قسطنطنیہ مین جنگجو فریق کا غلبہ ہے۔ اور یہ قرین قیاس نہین کہ سلطان ان کے مشورہ کی کچھ بھی پرواہ نکرے۔

یونان مین بادشاہ کا کیا بھی خطرہ لاحق حال ہو رہا ہے کہ کہین سنگینی بڑھے سلطنت ہی نہ چھن جاے اسکی وجہ یہ ہے کہ (ا) کریٹ کے امیر البحر ون نے یہ فساد کا تخم یونان مین آکر بویا ہے۔ یہ تمیر یا سب کے سب نوسلط اور بیکار تھے جن کا اصلی مدعا یہان آنیکا یہی تھا کہ لوگون کو سلطنت سے منحرف

بدگمان کرین۔ اور اپنے جمہوری اصولون کو ترویج دین یونانی بالعموم مین مین ہین۔ نہ تو وہ شخصی سلطنت کو بڑے طرفدارون مین ہین نہ جمہوری کے۔ علاوہ برآن وہ یہہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ اگر ذرا بھی موجودہ خاندانِ شاہی کی برخلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالا تو آدھا یورپ بگڑ بیٹھیگا۔ یہہ آخری وجہ بہت صحیح ہے کیونکہ دول عظام کے ساتھ تا بحد تقریباً یونان کی قرابت قریبہ رکھتے ہین۔ تو بھی اگر باوجود اس خوف کے پھر بھی اونہین پھیلا مگوارا نہین کرا تو ان پرنس کی شکل دیکھین مگر اس قریب سے بھی لازم نہین کہ وہ خاندان شاہی کی مخالف ہو۔ ظاہر اشرائط صلح مین چندان دقت نہ ہوگی کیونکہ سلطان کو اس امر کی اطلاع ہے کہ اونکی حدود و مملکت مین کوئی بہت وسعت نہ دیجائیگی ہان مقدونیا اور تھیسلی مین کسیقدر وسعت ہوگی۔ اور وہ بھی اسقدر جس سے یونان کو آئندہ ایسی حرکات کا حوصلہ نہ ہو۔

خرچہ جنگ کی نسبت مختلف رائین ہین مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آجتک اس لڑائی مین سلطان کا چالیس پچاس لاکھ پونڈ خرچ ہوا جس سے یہ قیاس کرنا آسان ہے کہ تقریباً اتنی ہی رقم پر خرچہ کا فیصلہ ہوگا۔ مگر دقت یہ ہے کہ یونان کے پاس کوڑی نہین غالباً اس کا انتظام یہ ہوگا کہ بعض دول یورپ اسکی ضمانت دین گی۔ اور آپ یونان کو مالی محاصل مین سے اس رقم کے بارہ مین اطمینان کرین گے۔ یا مرد یونانیون کو چندان ناگوار نہین۔ اور امید ہے کہ یونان جو قدرتی طور پر ایک زرخیز ملک ہے۔ اگر ایک متین اور قابل آدمی کے قبضہ مین دیا جاوے اور اوس کا مالیہ انتظام دیانت اور بیدار مغزی کے ساتھ ہو تو عجب نہین کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کی تعلقات مما لک غیر کے قرضخواہون کے ساتھ اچھی حالت مین ہو جائین۔ ان قرضخواہون مین جرمن بھی ہین جن کا روپیہ بقدر پندرہ ملین کے یونان کی ذمہ ہے (جو بیس کروڑ روپیہ ہوتا ہی) یہہ تو فقط جرمن کا قرضہ ہے اور دنکا بھی کم از کم اتنا ہی ہوگا عجب نہین کہ یہی قرضے اتارنے کو یہہ تمہید جنگ کیا تھا۔ اگر تقصیر اوسکی نکلی جس سے اور روپیہ کھونے پڑے۔ (وکیل)

اصل دقت ہو تو اوہی ہے یعنی وہ تیسری شرط جو سلطان لگانا چاہتے تھے۔ وہ یونانیون کو ضرور ناملایم طبع ہوگی۔ اور وہ ان شرائط اور رعایات کی تنسیخ کی بارہ مین ہے جو یونانی رعایا کو شمول دیگر رعایائے یورپ بلاد سلاسہ یہ مین آجتک حاصل ہین سلطان کو اس شرط کو منوانے مین یہانتک حق بجانب ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین اور شرطون کی پرواہ نہین کرتا مگر اس شرط کو ضرور منوا کے چھوڑونگا۔ اس کا نتیجہ بھی ہوگا کہ یونانی سخت ذلیل ہونگے۔ اور ہر ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی ذلیل الاوقات کیون نہ ہو انھین نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا سلطان یہ کہتے ہین اور اونکا کہنا معقولیت سے خالی نہین کہ اگر مین یہی نہ کرسکون تو اپنی رعایا کو کیا منہ دکھاونگا۔ وہ مجھ سے ضرور معارضہ کرین گے۔ کہ اس تاکید و اور صرف بیجا کا معقول نتیجہ کیا ہین ہو سکتا کہ سرحد ہین ایک خفیف سی ترمیم ہو جاوے یا پانچ چھ کروڑ روپیہ ملجاوے۔ ایسے مسافع کو کہ کندن دکھاکر اوندن کے مصداق ہین یہ تو سلطان کا ظاہر حیلہ ہے لیکن فی الاصل جو فائدہ اسمین اس کے نظر ہے وہ یہ ہے کہ بلا دغدغہ یہ یونانی بکثرت سوداگری کرتے ہین۔ اگر سلطان اونپر محکمس لگانے پر قادر ہو گیا تو یقیناً ایک نہایت قلیل عرصہ مین سلطان خرچہ جنگ کیا اوس سے دوگنا روپیہ وصول کرلیگا۔

اگر یہہ رعایات منسوخ ہوئین تو صدہا یونانی تاجر ہین وہ سب کے سب سلطان کی قبضہ قدرت مین بالکل بے بس ہونگے۔ اور سلطان انکا خون بخوبی نچوڑ لیگا جس کے مقابلہ مین تسلی کا دوبارا ہاتھ سے جانا بھی ہرگون کو چندان ناگوار نہ ہوگا۔ اب یہہ دیکھنا ہی کہ دول عظام کس نسبت

کی فیصلہ کرتے ہین - روس پر سب کی آنکھین لگی ہوئی ہین مگر وہ قبول اخبار ڈیلی کرانیکل یونانیون کی اس تباہی پر ہنس رہا ہی تاہم یہ بھی مناسب ہے کہ پھلو دنون سے اوسے یہ فکر پڑ رہا ہے کہ ترکون کی طاقت آہنی زبردست کسطرح ہوگئی - حق یون ہے کہ یونان نے اس جنگ مین سخت غلطی کی ہو وہ ایسے بڑے مقابلہ کے لیے کسیطرح تیار بھی نہ تھا نہ تو اوس کی پاس فوج تھی - اور نہ سامان حربا ورنہ رسد - اوس کو جو امید تھی کہ میرے میدان مین آتے ہی بلگیریا سرویا اور کوہ بالکن کی تمام ریاستین علم بغاوت بلند کرین گی - اوسمین بھی اوسے کوئی کامیابی نہ ہوئی - اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ روم نے ایک لاکھ فوج اوسکی سرکوبی کو تیار رکھی تھی - رہا یورپ کا کانسرٹ وہ بھی ترکون کو منع نہ کر سکا - اب اوسکا سارا خیازہ انگلستان پر ڈالنا چاہتے ہین - وہ کہتے ہین کہ ہمین امید تھی کہ انگلستان ہمارا ساتھ بٹائیگا چنانچہ انگلستان کا سابق ممبر پارلیمنٹ جو ابھی ابھی یونان مین سے واپس آیا ہے لکھتا ہے کہ یہہ لوگ میرے ایسی اوجھگت کرتے ..... کہ مین اونکی خام خیالی اور بیجا خوشامد سے بطرح تنگ جاتا تھا - اور ہر چند چاہتا تھا کہ اون کو اون کی بیجا بہبودہ خیال دور کردون مگر وہ باز نہ آتے تھے اور انگلستان کو اپنا قومی مدد گار خیال کرتے ہین اور ثبوت ہین وہ سوممبران پارلیمنٹ کا تار پیش کرتے تھے - اسپر وہ نہین اتنا ناز تھا کہ کسی کی کہنے کو خاطر تے نہ لاتے تھے - ڈیلی نیوز کی رائے ہے کہ جو مصیبت یونان پر آئی ہے وہ بھی تار کی بدولت آئی ہے - اور یہہ روز بروز ہنسی اسی کی تفصیل دیکھا ہے - اگرچہ بادشاہ اور اوس کا وزیر بخوبی جانتے تھے کہ یہ تار ہمین کسی امداد یا دستگیری کا وعدہ نہین دیتا - مگر لوگ ضرور اس دھوکہ مین رہے -

قصہ مختصر یہہ کہ جنگ کے سارے حالات کو پیش نظر رکھکر اور اوسکی مختلف صورتون کو ہر ایک پہلو کو دیکھکر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یونانی بہادر قوم نہین اور نہ فوجی معاملات سے وہ بالکل بے بہرہ مین یہی رائے پالمال گزف کی خاص نامہ نگار کی ہے - اور اس لڑائی نے ثابت کر دیا ہے کہ جو روح اونمین آج سے ستر سال پہلے موجود تھی جب انہون نے آزادی حاصل کی ہے اوس کا عشر عشیر بھی موجود نہین - پہلا ہی اندھا دھند حملہ جو انہون نے ترکی کو ایک کھیل سمجھکر کیا تو اوسکی از حد خوش ظاہر کی - لیکن جب اوس کا مزا چکھا تو سٹ پٹا گئے اور ایسے دم بخود ہو گئے کہ اوس کے نام سے اونہین ہول آتا ہے یہہ تو پہلا ہون کا حال ہے - اب فسون کی سنیے - انمین مطلق وہ قابلیت اور تدبیر موجود نہین جو ایک لائق جنرل کیلیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے پہلے سے کوئی نقشہ یا تجویز جنگ کی نہ بنائی تھی - وہ یہہ بھی نہ سوچے تھے کہ جہان ہمنے مقدونیہ اور ایپرس پر حملہ کیا اوسپر قوت جگیریا سرویا اور مانٹی نیگر دعقب سے ترکون کو دبا لین گے مگر انہی کو تو یہ اندیشہ سے یہ خیال نہ کیا کہ اگر ان ریاستون کا سر کچلا جا دیگا تو میدان مین آئین تو سکا نتیجہ کیا ہوگا چنانچہ ایسا ہی تو عین یا یعنی جب ترکون نے اونہین مار کر بھگا دیا - اور پھر انکو علاقہ مین دراتی چلوائے تو جنگ کی بساط تمام ہوئی اور چھکے چھوٹ گئے -

سب سے بڑا نتیجہ اس لڑائی کا یہہ ہوا کہ یونان صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے - اور ترکون کو حیات دوبارہ ملگئی ہے - اور مشرقی یورپ مین ایک زبردست سلطنت نظر آنے لگی ہے - اسلام کی بوسیدہ ہڈیون مین آب حیات چھڑکا گیا ہے - اور مسلمانون کو جو عرصہ دراز سے اپنے آپ کو مرض سمجھکر خود بھی ہمیار سمجھ رہے تھے یہہ معلوم ہو گیا کہ ہم مین ابتک جان اور حوصلہ باقی ہے اور ہم مین وہی سپاہیانہ جلادت اور جوانمردی موجود ہے جو آبا و اجداد سے وراثتاً چلی آتی ہے - اور ہمارے بھی اپنے بزرگون کیطرح اوردن کو فتح کر سکتے ہین - اس خیال کو ہمانتک صدمت ہو گئی ہے کہ اکثر ترک کہتے ہین کہ یونان اگر ہمین تاوان جنگ وغیرہ کچھ بھی نہ دے تاہم ہمین اوسکا ممنون ہونا چاہیے - کیونکہ اوسنے ہمارا سارا سارے یورپ مین جا دیا ہے

جو درصورت لڑائی نہ ہونیکے ناممکن تھا۔

سارے نامہ نگار جو مختلف اخبارون کے میدان کارزار مین موجود تھے وہ متفق اللفظ بیان کرتے ہین کہ اوہم پاشا کی فوجنے جو نیک سلوک باشندگان تھیسلی سے کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ لوگ خواہ مخواہ غلطی سے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے ہین اور جن لوگون نے ایسا نہین کیا وہان بدبختون کی شومی اعمال پر ہنستے ہونگے۔ جو آب ندیدہ موزہ از پا کشیدہ پر عمل کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ اگر کچھ قتل و غارت ہوا بھی تو وہ بھی یونانیون کا کام تھا جو ہمیشہ عادتاً جہان سے بھاگتے تھے قید خانے کھول جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قیدی زنجیرین توڑ کر نکل آتے تھے اور بیگناہ شہرون کو لوٹتے تھے اور جس وقت ترک داخل شہر ہوتے تھے تو اون سے ڈر کر پہاڑون مین جا چھپتے تھے۔ اور وہان کے باشندون کو ستاتے تھے اب بھی جہان جہان ترکون کی جمعیت ہے۔ وہان ایسے بدمعاشون اور رہزنون کا بس نہین چلتا اور لوگ امن و آسائش مین ہین۔ اب لوگونکا اعتبار اس حسن سلوک پر اتنا جم گیا ہے کہ لوگ بکثرت اپنے گھرون کو واپس آگئے ہین۔ اور اپنے کام دہندون مین لگ گئے ہین۔ ان یونانی سپاہیون نے لوگون کو اسطرح بھی غارت کیا کہ اونہین خواہ مخواہ یہ کہا کہ ترک آکر ہمین لوٹین گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیچارے بہت تھوڑا اسباب لیکر بھاگے۔ اور باقی چھوڑ گئے۔ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ قریب تیس لاکھ پونڈ (۵ کروڑ روپیہ) تھیسلی والونکا نقصان ہوا ہے۔

دولو کے لوگون کو اپنے ہمسایون کے حالات سے سبق ملا۔ اور اونہون نے عقلمندی کی کہ وہ نہ بھاگے۔ اور بجائے اس کے ترکون کے آنے پر اظہار خوشنودی کیا۔ اور سلطان اور اوسکی افواج کو خیر مقدم کہا۔ البتہ ڈیلی کرانیکل کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ مین ایک دو دن تک اون مظالم کی کیفیت لکھون گا جو ترکون نے آپائرس مین کیے ہین۔ ممکن ہے کہ ایک دو ایسے واقعات ہوئے ہون اور ایسا ہونا بھی ایسے معرکہ مین کچھ غرابیات سے نہین۔ لیکن کوئی ایسی شکایت نہین سنی گئی۔ گو جو فوج آپیرس مین تھی وہ اوہم پاشا کی ماتحت افواج سے ہر طرح پست ہے۔

ایک نتیجہ خیز امر جو اس لڑائی مین ثابت ہوا ہے وہ جرمنی کی مداخلت ہے جرمن کے ماہرین جنگ اس کارزار مین بہت کچھ دخیل تھے اور یہ فتوحات ظاہرا انہین کی اعلے تربیت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ اس سے عجب نہین کہ سلطان آئندہ بھی مستفید ہو۔ اور سول مین بھی یوروپین کو اب زیادہ تر دخیل کرے اور یقین ہے کہ اگر سلطنت عثمانیہ کا انتظام متدین اور قابل آدمیون کے ہاتھ مین چلا جاوے۔ تو ترکی عرصہ قلیل کے اندر ایک بڑی متمول سلطنت بنجائے گی۔ جرمنی عرصہ سے چپکے چپکے اپنے دوستانہ اور تجارتی [illegible] قسطنطنیہ مین بڑھا رہا ہے۔ چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ ابتدائی چھیڑ چھاڑ سے جرمنی سلطان کے ساتھ رہا ہے اور اوس کو یقین دلاتا رہا ہے کہ مین تمہارے ساتھ ہون اس مین ارمنی کی غرض یہ ہے کہ یہانکی تجارت سے فایدہ اوٹھائے اور سلطان بھی اس امر مین دل سے رضامند ہے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ جرمنی کے فایدہ مین انگلستان کی تجارت کو نقصان پہنچیگا۔ اب جس قدر ضروریات اسلحہ گولہ بارود و غرضکہ جنگی سامان کی گورنمنٹ ٹرکی کو پڑتی ہے۔ وہ جرمنی کے کارخانون سے تیار ہوتے ہین۔

جرمنی کی ایک متمول کمپنی نے سلطان کی خدمت مین ابھی ابھی دس لاکھ پونڈ قرضہ بھی پیشکش کیا تھا۔ مگر سلطان نے یہ کہکر نامنظور کیا کہ ہمین بالفعل ضرورت نہین۔ اسمین بھی عبدالحمید چال چلگیا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بالفعل بجائے خود ممنون ہونیکے جرمنی کو تجارتی فوائد کیلئے اپنا دست نگر اور گرویدہ کرے۔ چنانچہ اوسنے ایک جرمن بنک کو یہ حوصلہ بھی دیا ہے کہ وہ قلمرو عثمانیہ مین ایک بنک کھولین اور اس

بنک کو بھی اسی عنایات کا دھبہ بھی دیا گیا ہے۔ اور یقیناً اوسے بہت فایدہ بھی ہوگا۔ اور ہمین ذرا بھی شک نہین کہ یہ انتیازات ضرور عطاء ہونگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روس ان تعلقات کو کس نگاہ سے دیکھیگا وہ بخوبی جانتا ہوگا کہ ترکی سپاہی جنپر جرمنی کے افسر ہین سکندری سے کم نہین نہ ہمیں تو یہ کہتے ہین کہ قیصر جرمن کا داؤن شاہ روس پر چلگیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جرمن اوس سے زیادہ عقلمند ہے جو آجتک لوگ سمجھے ہوئے تھے۔ مگر خواہ اصلیت کچھ ہی ہو ہمین ذرا بھی کلام نہین کہ موجودہ شہنشاہ جرمن سلطان کا بڑا دوست ہی اور اس یگانگت اور اخلاص کا نبھانا سے تاریخ تخت نشینی سے آجتک متواتر مختلف پیرایون مین کیا ہے۔

جامع العلوم مراد آباد لکھتا ہے۔ یونانیون کی ترکون نے تکی تمام کر ہی دی۔ اور اگر عیسائیون کو زیادہ خواہش ہوگی تو وہ بھی انشاء اللہ تعالی بعد انقضاے میعاد اتوا سے جنگ پوری ہو رہیگی لیکن یہ عیسائی گلہری اور نگ لیجانیوالی ہے۔

اب نیا شگوفہ جو شروع ہونیوالا ہے کہ موجودہ خدیو مصر کو جو سلطان معظم کے ہر طرح فرمانبردار اور ہمدرد ہین تخت سے اتار دیا جاے اور کوئی اور کٹ پتلی مصر کی اسٹیج پر رکھدیجاوے چنانچہ پیرس کے اخبارات مین کچھ پیشینی اگ لگا چکے ہین اور خود ہمکو بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سابق ہوا بے کیطرح موجودہ خدیو کے ساتھ بھی عملدرآمد کرنا آسان بات ہی لیکن وہ بات اور تھی۔ اب معاملہ اور ہی ہے خود سلطان نے خود مختاری کے تمام نمایان کر دیئے تھے۔ اس لیے جب انگریزون نے اوکی گوشمالی کی تو سلطان خاموش رہے اس کام کو دیکھتے ہوے علاوہ اوس زمانہ مین انگریزون کی جانب سے کوئی بدگمانی بھی نہ تھی۔ بلکہ اون کو فضل و رحمت کو یکسر نیتھی پر مبنی خیال کیا گیا تھا۔ بصورت دوسری ہے کہ خدیو سلطان کے خیرخواہ ہین اور سلطان انگریزون کی دوستی کا پورا فائدہ دیکھ چکے ہین اب اگر کوئی سلطنت مدعی ہوا ہے تو سلطان خاموش نہ رہینگے۔ بلکہ ممکن ہے زیادہ درست کرنیپر آمادگی ظاہر کرینگے۔

علاوہ ازین روس جو ہمیشہ برٹش اقتدار کو مصر مین کم ہونا چاہتا ہے اس وقت سلطان کا مددگار ہے۔ اور بھی اس موقعہ کو غنیمت شمار کرے گا۔ دوسری تو جو انگریزون کیطرح مصر سے نفع لیا چاہتی ہے۔ فرنس ہے اور شاید وہ دونون کا نقصان دیکھکر کچھ ہاتھ پیر ہلاے۔ لیکن ان دونون کا جانی دشمن جرمنی سلطان سے متفق ہے۔ وہ خود فرنس کی سرحد پر مشغول ہے ہم پہونچ نہ سکیگا۔

پھر ٹرانسوال کا معاملہ جسکی حال مین ہی چھڑجانیکا پورا احتمال ہے۔ برٹش گورنمنٹ کو سر مین الجھنے کی مہلت نہ دیگا۔ اور اگر صلح جلد چسپیدگی ہم پہنچ گئی تو ٹرانسوال مین کروگر اور بھی زبردست ہوجائیگا۔

انگریزون کو ہر سو زمین مشغول پاکر ممکن ہے کہ روس ہماری شمال المغربی سرحد سے سرنکالے۔ اور ہمارے دوست امیر کابل جن کو وہ خاص طور پر بدگمانیان پیدا کرکے ناراض کیا جارہا ہے خیال ہوسکتا ہے کہ اسلامی حمیت کو کام فرماکر وہ کام نہ دین جس زبانی کے لیے اوکو سمجھ رکھا ہے۔

امیر ضرور ہمارے دوست ہین۔ وہ بہت ہی بڑے موجودہ صدی کے مدبر فرمانروا ہین لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ ایک پکے مسلمان بھی ہین جب تک عیسائی عیسائیون کا معاملہ رہیگا۔ وہ ضرور ہماری سرکار کا ساتھ دینگے۔ لیکن ہمین یقین نہین آتا کہ وہ شخص جو اسلام کا حامی اور ضیاء ملت والدین کہلاے اسلام کی بنیاد کھودنے یعنی سلطان کو زیر کرنیمین بھی انگریزون کا مددگار رہے۔ سلطان کی حمایت ہر مسلمان پر فرض

اس لیئے فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو مذہبی خلیفہ ہیں۔ اور انکی آبرو کے بقایا کے ساتھ تمام اسلامی سلطنتوں ہی کی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی آبرو اور مذہب کا قیام کا انحصار ہے۔ پس مصر سے بگاڑتے ہی برٹش گورنمنٹ کو وہ تمام مشکلات پیش آجائینگی جو ابھی یونان کی مدد کرنے کی حالت میں پیش آنیکیلئے تیار تھیں۔ اور برٹش گورنمنٹ کی دور اندیشانہ پالیسی نے اپنا اظہار اتنا تھا کہ ہمیں نہ دیکھا اور نہ کوئی غیر محدود مستقبل پر ٹالدیا جسطرح مونا نیون کو وا اکر قتل کرانے کیلئے ایالارڈ سالسبری پارلیمنٹ کے ممبروں کو پشیمان کر رہے ہیں۔ اس ہی طرح مصر سے جھگڑا کرنے کی حالت میں خود انگریزوں کا خون کرا کر تمام انگلستان کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔

سلطان کو ساتھ آج تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی ہمدردی ہوا ور سب اس ہی طرح ہوشیار ہیں جسطرح کہ سلطانی فوج کی تیاری دیکھکر تمام یورپ حیران رگیا ہے سلطان کو تو شاید اب کوئی عیسائی مدد علیل رکھنے کی جرأت نہ کرے کیونکہ اب اسکی طاقت سے تو سب اچھی طرح خبردار ہو چکے ہیں۔ لیکن اب ایران کی باری ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اپنی مشہور ستی کا بھی ایسا ہی ثبوت دیگا۔ شاہ ایران مرحوم بہت ہی دانا بادشاہ تھا۔ اور اسکے بعد موجودہ شاہ نے حیرت انگیز عقلمندی کا اظہار کیا ہے۔ پس ممکن نہیں ہے کہ انہوں نے یورپی ترقی حاصل کرنے میں غلطی کی ہو۔ غرض یہ ہے کہ ایشیا کے وسط سے بحر اوقیانوس کے شمالی حاشیہ تک جو اسلامی سلطنتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اب بھی اگر متفق ہو جائیں تو روئے زمین کی عیسائیوں کو کافی ہیں۔ اور چونکہ عیسائیوں کا مذہبی کو حمایت مذہبی رنگ دیدیا ہے۔ اس لیئے ہر مسلمان نے ذاتی جھگڑے طے کر رکھے ہیں۔ اور جس اتحاد کی ضرورت ہے اسکو بہت جلد ہی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔

پس ہم صلاح دیتے ہیں کہ اب کوئی عیسائی سلطنت مصر پر مال نہ پھینکائے۔ اور اوس کو اپنے جائز ملک کی زیر سایہ رہنے دے۔ ورنہ وہ خفیہ پر جائیں گی جن کا حل کرنا پھر فاخر تدبیر سے بہت دور ہو جائیگا یا کیسفقہ ظریف عبارت میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہقدونیا کی پڑیں گی کہ حساب کیلئے دو متقصدی بھی کافی نہ ہونگے ۔

محاربہ روم و یونان کا آخری (پانچوان ہفتہ) اور التوائے جنگ

ہفتہ گذشتہ کے اخبار میں جنگ فرسالہ اور ولٹینو اور قبضہ تو دلو وغولوس کی مفصل کیفیت درج ہو چکی ہے۔ ان مقامات سے زمین خاص اوتھار ولیہد یونان نے تو معہ فوج مقام ڈومو کوس میں اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ یونان نے بالمجاح وحنت دوول یورپ کی خدمت میں مصالحت کرانیکی درخواست کی جنہوں نے گورنمنٹ مذکورہ سے پیچ پیچاؤ کے متعلق یہ شرط قبول کرانیکے بعد کہ یونان اپنے مصالح وغراض دول یورپ کے سپرد کر دے۔ اپنے سفرا کی رسالطنت سے بالبالی ہوا التوائے جنگ کیلئے گذارش کی۔ بالبالی نے ۱۵ مئی کو جلد بدیکہ التوائے جنگ سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط کو گفتگو کیلئے بطور بنیاد تسلیم کر لیا جاوے۔

(۱) یونان ٹرکی کو اپنا کر ڈوڈیکانیز ٹرکی کو پڑنے ترکی کی بدیہ ہے۔ (۲) تھیسلی کا ٹرکی سے الحاق (۳) یونان کو جن معاوضات کریٹ سے ٹرکی میں رعایتی حقوق حاصل ہیں انکی تنسیخ کی جاوے (۴) یونان و ٹرکی کے درمیان حوالگی مجرمان کے متعلق معاہدہ کیا جاوے۔ ان شرائط کے منظور ہو جانے پر ترکی اور یونانی وکلا مقام فرسالہ میں جمع ہو کر التوائے جنگ کی شرائط مرتب کرینگے۔ اور اس التوا

کے ساتھ یہ شرط بھی لازمی قرار دیجائے کہ دولو اور پر تو یسیا کے بندرگاہوں میں بڑا معتدبہ ترکی فوجوں کیلئے سامانِ رسد و خوراک بھیجا جائیگا۔

ٹائمز کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ سفرائے دول بالعالی کیطرف سے ایسا جواب موصول ہونیکے لیے کسیطرح تیار نہ تھے۔ اون کو کبھی ایسی توقع نہ تھی۔ سلطان اعظم ایسی جامع اور اسقدر کامل طور پر جنگ جو جماعت کو کھینچ میں آجائینگے مگر (بقول مذکور) سلطان اعظم نے یہ خیال کر لیا کہ اپنی مسلمان رعایا کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی بجائے یورپ کو منشا کی پروانہ کرینگے میں اون کی سلامتی اور آسائش کے لیے کم خطرہ ہوگا۔

شرائط صلح کے متعلق مزید کارروائی شروع کرنیسے پہلے یہ بیان کر دینا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ خفیہ شرائط مذکورہ پر خواہ دول اور یورپ کے متعصب عیسائی اخبار نویسوں اور مدبرین کا تعجب ہونا بھی کم تعجب خیز نہیں کیا وہ جنگ کر دینا کے سوا (جسمیں بھی اپنی دوست نما عیسائی سلطنتوں کی مہربانی سے ترکی نے کبھی دریغ نا عاقبت اندیشی سے ترک نہ کی) اخلاقی۔ مادی یا جنگی فائدہ نہ اوٹھا سکی تھی کم از کم اس موجودہ صدی کی کوئی ایسی جنگ (چھوٹی ہو یا بڑی) بتا سکتے ہیں کہ جس میں فاتح نے زیر تن مغلوب سے اگر اوس کو بالکل نابود نہ کیا ہو تو بھی مالی اور اخلاقی فائدے نہ اوٹھائے ہوں۔ اگر وہ انصاف تاریخ کو مدنظر رکھیں تو سلطان اعظم کی پیشکردہ شرائط کو سخت تصور کرنے کی بجائے اونکی بے اندازہ نرمی پر تعجب کرینگے جرمنی نے ۱۸۷۰ء کی لڑائی میں کیا فرانس سے نقد تاوان جنگ اور ملک نہیں لیا تھا؟ ۱۸۷۸ء میں کیا روس نے صرف خود ہی تاوان جنگ اور ملک لینیوالے رومانی رعایا کو ہرجانہ دلانے پر کتفاء نہ کرکے کئی صوبوں کو نایٔ قطعات دلا کر کمال یا تیم آزادی اور چند ہستا سلطنتوں کو وسیع صوبے نہیں دلا دیئے تھے۔ یہی صوبہ تھیسلی یونان کو کونسی فتح کے معاوضہ میں ملا تھا؟ کیا یہ ملک اس حقیر ریاست کو صرف اس امر کے صلہ میں نہیں دیا گیا تھا کہ جنگ کے دوران میں اوسنے ٹرکی پر حملہ نہیں کیا تھا تو جب کہ اس ملک کی قیمت ایکدفعہ یہ پڑ چکی ہے تو اب اگر ٹرکی ہزارہا دن مردانِ دلاور کا خون بہا کر اور سپر مدادی قبضہ کرنا چاہتی ہے تو وہ کونسی زیادہ طلبی کر رہی ہے؟ ۱۸۷۸ء یا ۱۹۱۸ء تو دور کی بات ہے۔ شاہ برہما۔ ملکہ ٹمٹما کا سر شاہ اشانٹی چترال مذبر یستان کے ساتھ رحمدلی اور مھذب فرانس زنگستان اگر وہی سلوک کرتے جو ٹرکی یونان کیساتھ کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ مدت العمر تک گمنان رہتے۔ زنگستان اسی سال ۱۹۱۸ء میں والی نیوپ سے نصف ملک چین کا بائی ملک ایک باجگذار ریاست کی صورت میں رہنے دے۔ اور اس تاج بخشی پر پھولا نہ سمائے مگر کیا اس کے مقابلہ میں سلطان اعظم کی پیشکردہ شرائط زیادہ سخت یا توقع سے بڑھکر سنگین کہی جاسکتی ہیں۔

خیر تعجب تو عیسائیوں کی سابقہ کارروائیوں کو مدنظر رکھنے سے کسیقدر قابل درگذر بھی سمجھا جاسکتا ہے لیکن سلطان اعظم کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنیسے ٹائمز کے نامہ نگار اور خود ٹائمز اور اوسکی ہمخیال اپنی سفاہت اور نادانی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یہ بیشک درست ہے کہ خلیفۃ وقت پر جہاد اسلام کی جائز خواہشات کے مطابق عملدرآمد کرنا لازمی امر ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ جو سلطان اپنی مسلمان رعایا کے دلوں اور جذبات پر پورا پورا اقتدار حاصل کرلے وہ کبھی دانستہ سلطان اعظم نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس وقت ترکوں کا محبوب عبدالحمید ہے۔ ایک ایسی سلطان کی نسبت جو طرح طرح کی مشکلات میں گرفتار ہونیکے باوجود دنیا کی سات عظیم الشان سلطنتوں کو فیس ہی ہر ایک بجائے خود فرعون بے سامان کی حکومت کو مانند کر رہی ہے۔ یہ سمجھنا ہوا ہوا اپنی حکمت و تدبیر سے اونکی کوئی پیش نہ جانے دیتا ہو ایسا گمان بھی

کرنا کہ وہ کسی ایک خاص جماعت کو فائدہ پہنچانے کا ثبوت دیتا ہے اور یہ شخص کو جس نے روسیوں کی پیشقدمی کے طوفان بلا خیز کے وقت جب کل زار اور اسکی سلطنت اور بائیزنطیہ کا شہر اور بلغاریہ چھوڑ دینے کی باصرار صلاح دی اور اسکے مخلص مشفق خلافت کو عالی مرتبہ سمجھا کر یا موقع و مصلحت کو موقوف پر اپنی سلامتی یا آسائش کی نسبت متردد و خائف تبلا نا ستمبا نر طائفہ اور ایماندار عیسائی مدبرین ہی کا کام ہے۔ ہمین کوئی کلام نہین کہ حضور معدوح کا ہر ایک فعل اپنی جان نثار رعایا کی معقول تمنا ؤن اور مصلحت و ضرورت وقت کے مناسب حال ہوتا ہی بلکہ یہ کہنا کہ رعایا کی خواہش اوس فعل سے صورت پذیر ہوتی ہو یہ بالکل مبالغہ آمیز نہین لیکن سلطان معظم پر یہ الزام لگانا کہ وہ کسی مخالف جماعت کی اصلاح و مشورہ کو نوایدملک پر مقدم سمجھتے ہین۔ انکی بست سالہ عہد حکومت کی تنبیہ کا یہ بیون کو جن کسی قدر شبہ کو انکار نہین بیٹھنے دیتا ہے۔

الغرض باعالی کی ان شرائط پر بعض دول یورپ کے سفیر اسے عجلائے کہ فوراً دوسرے دن ہی (۱۴ مئی) کو جواب الجواب کا ایک مسودہ تیار کیا گیا جس ہی صلح کی شرائط پر بحث مباحثہ کرنیسے احتراز کرکے التوائے جنگ کی مکرر درخواست درج کی گئی اور باب عالی کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آپکا مراسلہ دول یورپ کی گورنمنٹون کے پاس بھیجا گیا ہے اوسے یہ صورت اختیار سخت ترین مشکلات کے حادث ہونے سے متنبہ کیا گیا۔ آخر مین مسودہ مذکور مین یہ اظہار کیا گیا کہ دول یورپ یونان کو پامال شدہ نہین دیکھ سکتین جسپر سفیر نے اس کاغذ پر جسے غالباً سر فلپ کری سفیر انگلستان نے تیار کیا ہوگا دستخط کرنیسے انکار کیا کہ جب تک مجھی اپنی گورنمنٹ سے ایسا کرنے کی اجازت نہ ہو مین نہین کرسکتا اور سفراے دول کا یہ حکمنامہ باب عالی تک پہنچنے نہ پایا۔ پیر کے دن (۱۲ مئی) کو سفرا نے دوبارہ مجلس منعقد کی مگر کوئی بات قرار نہ پاسکی کیونکہ جرمن سفیر کو حکم نامہ موصول ہوگیا تھا کہ وہ مجوزہ یادداشت کو متعلق دوسروں کو ساتھ ملکر کوئی کارروائی نہ کرے۔ سفراے دول (ماسوائے غالباً انگلستان) اٹلی فرانس کے سفیرون کو ہی کل سفراے دول قرار دے رہا ہی عجب ابہی کی حالت مین تھی کہ کل کے دن مارکریطرف سے اعلیحضرت امیرالمومنین کے دست مین یہ تار موصول ہوا کہ مین آپ کی دوستی اور دنیا بھی پہ بھروسہ کرکے التوائے جنگ کی التجا کرتا ہون اور آپکو یقین دلاتا ہون کہ اگر جنگ ملتوی کیا گیا تو مین ہمیشہ کیلئے آپ کا ممنون احسان رہونگا۔ اعلیحضرت نے زاری کی درخواست منظور فرماکر فوراً اللہ کے جنگ کا حکم صادر کردیا اور ابراہیم پاشا کو پیشقدمی سے روک جانیکے احکام ارسال کردیگئے۔ مگر یہ حکم مارشل موصوف کو نورا نہ مل سکا۔ اس اثنا مین دشمن کو یہ نوبخوا جنگ ہوکر یونانیون کو آخری ہزیمت فاش دیگئی۔ جس کا مفصل ذکر آگے کیا جائیگا۔ اور آخرکار ۲۰ مئی کو مارشل ابراہیم پاشا نے التوائے جنگ کا اعلان کردیا۔

ٹائمز مذکور ۱۴ مئی رقمطراز ہے کہ ٹرکی کی سرکاری جماعت کا رجحان اسطرف پایا جاتا ہو کہ بشرکہ وہ شرائط مین کسیقدر نرمی کیجائے اور کہ دول ٹرکی کو تسلی کا کوئی ایسا حصہ اور بے اندازہ تاوان جنگ دیجانے اور یونانی رعایا یعقدہ ٹرکی کے رعایتی حقون کو توڑ دیے جانے کی مخالفت کرنے مین راسخ العزم ہین۔ اخبار مذکور مطالبات سلطانی پر یہ اعتراض بھی کرتا ہی کہ جنگ کا اعلان کرتے وقت باب عالی نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یونان کی سرحدین کا ایک انچ بھی نہین لینگے اس اعتراض کے الزامی جواب تو بیشمار دیے جاسکتے ہین۔ دوس نے ۱۸۷۷ء مین اعلان جنگ کرنیسے پہلے یورپ کے ساتھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا اور مسمم چترال سے پہلے نواب دوبیلے نے بھی سرحدی تبائل سے یہی وعدہ کیا تھا مگر تعمیل

جو ہوئی۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہین۔ مگر اسی ترکی سرکاری جماعت نے جس کی نسبت ٹائمز لکھتا ہے کہ وہ نرمی کیطرف مائل ہین۔ اس مسئلہ پر نہایت متانت سے بحث کرکے کل معترضین کو شافی جواب دیدیا ہے۔ ریوٹر نے اُسے مفصل شائع کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:۔

"باب عالی کے مطالبات کو بنظر انصاف و معدلت دیکھنا چاہیئے اور جب اون کو ایسی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ ٹرکی ان سے بڑھکر کوئی نرم شرائط پیش نہین کرسکتی۔ یہ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یونان آزاد بادشاہت ہونیکے وقت سے لیکر اب تک سرحد پر یونانیون کی مسلسل قزاقی اور کل قلمرو عثمانیہ مین یونانی رعایا کی نفرت انگیز بدروشی کی وجہ سے ٹرکی کے لیئے تکالیف عدیدہ کا مستقل منبع بنا رہا ہے جنگ سے پہلے یونان نے جو رویہ اختیار کیا۔ اسپر سخت ملامت ہوسکتی تھی۔ اور یہ عام طور پر معلوم ہوچکا ہے۔ کہ وہ فقط جدید ملک ملنے کیلیئے لڑائی کا متمنی تھا۔ برخلاف اس کے ٹرکی کی پالیسی آخری وقت تک لڑائی سے بچتے رہنے کی رہی ہے اور جب یونان کی شرارتون سے تنگ آکر اُسے اعلان جنگ کرنا پڑا۔ تو یہ صرف اپنی جائز اغراض و حقوق کی حفاظت کے لیئے کیا گیا تھا۔ جنگ سے پہلے جو ترکی یادداشت مشتہر کیگئی تھی۔ اوس مین بالصراحت یہ بتادیا گیا تھا۔ کہ یونان کی فتح کرنیکا کسیکو خیال نہین بلکہ محض سلطانی حقوق کی نگہداشت کے لیئے باب عالی جنگ کرنے لگا ہے۔ یادداشت مذکور کے اس حصہ کو یوروپین اخبارات نے ان نقصانات اور تکالیف کا معاوضہ طلب نہین کرین گے جن کے اوٹھانے پر اون کو مجبور کیا گیا تھا۔ یہ درست ہے کہ اگر یونان شروع مین اپنی افواج واپس بلا لیتا تو گورنمنٹ عثمانیہ بڑی خوشی کے ساتھ لڑائی سے محترز رہتی۔ اور کوئی معاوضہ نہ طلب کرتی مگر یونان نے ایسا نہ کیا۔ فرسالہ کے مفتوح ہونے تک وہ کریٹ سے فوجین واپس منگوانے سے بھی پس و پیش کرتا رہا۔ اور تاوقتیکہ اوسکی افواج کو کامل ہزیمت نہ ملگئی اوس نے التوائے جنگ پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ اس ایک مہینہ کی لڑائی مین ٹرکی کو جان و مال کا بہت نقصان اوٹھانا پڑا ہے اگر ٹرکی تھسلی کے الحاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ یونان کیطرف سے پھر فراق حملہ نہ کرسکین۔

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۱۸۸۱ء مین یہ ملک یونان کو اس لیئے دلوایا گیا تھا۔ کہ وہ دول یوروپ کی مقرر کردہ شرائط[1] کو پورا کرے۔ یہ کبھی پوری نہین کیگئین پس تھسلی کا واپس لے لیا جانا جدید ملک کا فتح کرنا متصور نہین ہوسکتا۔ لیکن پھر بھی تاوان جنگ اور الحاق تھسلی کے متعلق گو

[1] ۱۸۷۷ء کے جنگ روم و روس مین یونان انگلستان کی فہمائش پر ٹرکی پر حملہ آور ہونیسے محترز رہا تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب صلح کی شرائط مقرر کرنیکے لیئے برلن مین دول یوروپ کے سفراء کی کانفرنس جمع ہوئی۔ تو انگلستان و فرانس کی سفارش پر ٹرکی کے حصون بخرون کے متعلق اپنے ملک کے دعاوی پیش کرنے کے لیئے یونان کے وکلا کو بھی حاضر ہونے کی اجازت دیگئی۔ آخر کار عہدنامہ برلن کی ۲۴ وین دفعہ مین قرار دیا گیا کہ قیام امن کیلیئے ٹرکی و یونان کی سرحدون کا تصفیہ کیا جاوے۔ اگر دونون فریق آپس مین نہ کرسکین تو دول یوروپ فیصلہ کرادین۔ یونان تمام صوبہ تھسلی اپائرس اور کسیقدر حصہ صوبہ مقدونیہ کا دعوے کرتا تھا۔ سلطان کچھ بھی نہین دیتے تھے جسپر دول یوروپ نے جو اوس وقت ٹرکی کے برخلاف تھے ۱۸۸۱ء مین لنڈن مین کانفرنس کرکے صوبہ تھسلی یونان کو ملنے کا فیصلہ کیا۔ اور اوس سال امیر المومنین پر سخت دباؤ ڈالکر جو اوس وقت مقابلہ کرنیسے بالکل عاجز تھے ملک مذکور یونان کو دلا دیا۔ پس سب سے بڑی شرط اور وجہ ملک دلائے جانے کی آیندہ کے لیئے قیام امن تھا۔ جو یونان نے قایم نہ رکھا۔ انگلستان نے جنگ روم و روس کے وقت یونان کو ٹرکی سے کیون جنگ نہ کرنے دیا ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے کی یہان گنجائش نہین۔ اس قدر یہی بتادینا کافی ہے کہ روس اوس وقت کا عوض اب یونان اور انگلستان سے لے رہا ہے۔ قیام امن کے علاوہ دو دوسری اہم شرائط مین سے ایک یہ تھی کہ گورنمنٹ یونان (باقی دوسرے صفحہ پر)

یہ دونوں امر بالکل مبنی بر انصاف سمجھے جاتے ہیں۔ باب عالی دول یورپ سے مباحثہ کرنیکے لیئے تیار ہے۔ اور یونان کو دیوالیہ پن کو مدنظر رکھکر اور نیز اپنی صلح آمیز پالیسی کا انتہائی ثبوت دینے کیلئے شاید وہ اون میں کسیقدر ترمیم بھی کردے لیکن بمطابق فتحی رعایات کے بارہ میں اپنے ملک کی اغراض کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ عثمانیہ کسیلئے کسی ترمیم کا کرنا بالکل ناممکن ہے۔ عرض آور ردینیا تک کو جو ہر طرح سے یونان سے اعلےٰ ہیں۔ بھی رعایتیں حاصل نہیں۔ پس یونان کیلئے ایسی رعایتیں قایم نہیں رکھی جاسکتیں جن کو اونسے نہایت قابل شرم طرح سے برتا ہے۔ بنا بریں پورے اعتماد کے ساتھ امید کیجاتی ہے کہ یورپ میں ہر قدر حس انصاف موجود ہوگی کہ وہ ٹرکی کو اس امر پر جس سے وہ دست بردار نہ ہونیکا اوس نے عزم بالجزم کرلیا ہے مجبور نہ کرے گی۔ اگر یورپ بزور شمشیر حق تلفی کی کوشش کرے گا تو ایسی حالت درپیش آجائے گی جو امن عامہ کے حق میں نہایت مضر ہوگی۔ ایسی ناانصافی سے ترکی بادی بالنظر میں مشتعل ہوجاوے گی۔ اور گورنمنٹ اپنے تئیں اون خطرناک نتیجوں کا جو پیدا ہونگے ذمہ دار نہیں سمجھ سکے گی۔ اور انجام کار دول یورپ اسبارہ میں اپنے فعل کے نتیجوں سے لاکلام نہایت ہی سخت متاسف ہونگی۔"

تاوان جنگ کے متعلق ٹائمز کا نامہ نگار آنحضرت سے حسب ذیل لکھتا ہے:۔ "تاوان جنگ کی مطالبہ کی نسبت دول یورپ تو یقینکہ وہ یونان کو صدمہ مال کی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کو بھی سلجھانیکا ارادہ نہ کرینگی ہیں کوئی قابل اطمینان کارروائی نہیں کرسکتیں۔ علاوہ اس امر کی مشکل اجازت دینگی کہ عمر کو لوٹ کر زید کا گھر بھر دیا جائے۔ یا ترکی کو جو خود اپنے قرضخواہوں کی مطالبات ہی پوری نہیں کرسکی۔ اون صدمہ مالی سے آمدنی بے متصرف ہونے دینگی جو اتفاقاً یونانیوں کے واجبوں کی ملکیت ہیں۔ اگر یونان کو ایک جدیدی تاوان جنگ دینا پڑا تو بھی اوس کے قرضخواہوں کیلئے اچھے آثار نظر نہیں آرہے۔ صوبہ تھیسلی کی فصل بالکل برباد ہوگئی ہے۔ تجارت کئی مہینوں سے بند ہے اور محصول پر مٹ کی آمدنی نفی کی برابر ہوگئی ہے۔ تھیسلی کے باشندوں کو اگلی فصل تک لازمی طور پر خیراتی مکٹروں پر گذران کرنی پڑے گی۔ اگر دول یورپ یونان کی مالی حالت کا انتظام کرنیکا فیصلہ کرینگی تو گو بعض یونانیوں کو سخت ناگوار ہوگا۔ مگر یونان کیلئے بہت بہتر ہوگا۔"

اس کے متعلق افواہ ہے کہ برسنی سلطان اعظم کو تحریک کر رہی ہے کہ یونانی صدمہ مال پر یورپین نگرانی قایم کی جانے کی باطر تاکید کرینگی کیونکہ صرف اسی طریق سے تاوان جنگ کی ادائے گی ممکن حصول ہوسکے گی۔ ڈیلی کا ایک خبار مطلوبہ تاوان جنگ کا قطعی خرچ سے مقابلہ کرکے مندرجہ ذیل تفصیل تحریر کرتا ہے:۔

"باب عالی کے ذمہ فوج اور سامان حرب کی بار برداری کی بابت خلاف ریلوے کمپنیوں کا عرصہ لاکھ فرینک (فرینک = ۱/ بابر داری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ مسلمان باشندگان تھیسلی کے جاہ حقوق مذہبی و ملکی کی نگہداشت کرے گی۔ اہالیان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ یونان باب عالی کو قومی قرضہ کا جزو اوس نسبت سے ادا کرے جو نسبت کہ صوبہ تھیسلی کی آمدنی کو کل ممالک محروسہ کی آمدنی سے ہے۔ انکی تعمیل یونان کیطرف سے یہ ہوئی کہ تقریباً ۳۰ حصہ تین بیس تیس ہزار کی سالانہ بادی سے فقط پندرہ ہزار مسلمان تھیسلی میں رہگئے۔ باقی گورنمنٹ اور رعیائی مہاجرین کو دست ظلم سے تنگ آکر ہجرت کرگئے اور قومی قرضہ کی جزو کی بابت باوجود متواتر مطالبات کے اب تک ایک پیسہ سلطنت عثمانیہ کے قرضخواہوں کو ادا نہیں کیا گیا۔ اور اسکا تو ذکر ہی رقم تک کا تعین نہ کیا گیا کہ جسقدر یونان کو ادا کرنی ہے جسکے نتیجہ تھیسلی پر یورپین نگرانی کی جائے۔ مہاجرین کو مسلمان مہاجرین حق مدافعت اپنے وطن مالوف کو واپس چلا جاوے اور اپنے املاک پر متصرف و قابض ہو رہے ہیں۔

بذریعہ جہازات دس لاکھ فرینک بحری اور بری افواج متعینہ کارزار کا خرچ خوراک وغیرہ دو مہینون کی بابت یا نوے لاکھ فرینک۔ چندہ عساکر ردیف کی فنڈ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ ترکی ہنگری اور روسی گھوڑے اسلحہ اور سامان حرب کی خرید پر خرچ ہوئے متفرق اخراجات کا اندازہ ساڑھے تین لاکھ پونڈ ترکی کیا گیا ہے۔ یہ دونون رقمین پانچ لاکھ دس ہزار پونڈ ترکی ہوئین۔ مگر چونکہ تقریباً نصف سامان و گھوڑے وغیرہ باقی موجود ہین۔ اس لیئے آدہی رقم یعنے ستر لاکھ فرینک محسوب کی گئی شہید افسرون اور سپاہیون کو جو جنگی پنشن اور انعام ملین گے۔ اونکا اندازہ بیس لاکھ فرینک کیا گیا ہے۔ یونانی بیڑہ نے ترکی ساحل پر گولہ باری کرکے مختلف مقامات کو جو نقصان پہنچائے معہ قیمت اون ترکی اتواپ کے جو تباہ کیگئین ۲۰ لاکھ فرینک جملہ تین کروڑ چالیس لاکھ فرینک۔ اسپر بیس لاکھ فرینک مغالطہ حساب کیلیئے ایزاد کرکے کل رقم تین کروڑ ساٹھ لاکھ فرینک۔ یعنی ۱۸ لاکھ پونڈ ترکی بتائی گئی ہے۔ انگلستان کا مشہور شیلسٹ مسٹر ہنڈمین نے جسے لارڈ میئر کے جلسۂ امداد قحط زدگان ہند مین انگریزی ہمدردی کی بخوبی قلعی کھولی تہی۔ بطریق استہزا تجویز پیش کی ہے کہ ترکی مطالبہ کا تیسرا حصہ یعنی ۳۰ لاکھ پونڈ انگریزی اون سو ممبران پارلیمنٹ سے لیئے جاوین جنہون نے تارین بھیجکر یونان کو جنگ پر ابھارا۔ اور تباہ کرایا۔ مسٹر موصوف کے خیال مین فی ممبر تیس تیس ہزار پونڈ کوئی بڑی بات نہین ہے۔

شرائط صلح پر بعض متعصب عیسائی سلطنتون اور اکثر عیسائی اخبارات مین جو کھلبلی برپا ہوگئی تھی۔ اوسکا شمہ ناظرین کو سطور مندرجہ بالا کے معائنہ سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ مگر عیسائیون کی پہلی گیدڑ بھبکیون اور شتاب کاریون کیطرح اس دفعہ بھی سلطانی حزم و استقلال کے سامنے مسیحی دنیا کی غیظ و غصہ کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور جیسا کہ آجتک کی تارون سے معلوم ہوتا ہے گورنمنٹ عثمانیہ باوجودیکہ چار ہفتے گذر گئے اپنے مطالبات پر پورے دم خم سے مصر ہے۔ اور جب ایک مہینہ مین دول یورپ کی مخالف حصہ کو کامیابی نصیب نہین ہوئی تو آئندہ بھی ہونے کی کوئی توقع نہین +

جنگ ڈوموکوس

اعلیحضرت سلطان المعظم نے جب ادہم پاشا کو بذریعہ تار التوائے جنگ کا حکم ارسال کیا تو اوس وقت تک ڈوموکوس کی لڑائی عملی طور پر ختم ہوچکی تھی۔ اس لڑائی کے متعلق بھی ریوٹر کی ابتدائی تارین کسیقدر مہمل اور مجمل تھین جس کیلیئے وہ ایکطرح سے معذور بھی سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ میدان جنگ سے یکبارگی سچی اور مفصل خبر کا ملنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ مگر بعد مین جب مفصل حالات معلوم ہوئے تو منکشف ہوگیا کہ یہ بھی بعینہ پہلی لڑائیون کے نمونہ پر ہوئی یعنے یہان بھی ترک افسرون نے جنگی اوصاف اور یونانیون نے طبعی بزدلی کا کامل ثبوت دیا۔ اس مین کلام نہین کہ اس جنگ مین یونانی فوج اور انکے جانب دارون کی بعض بعض حصون نے آخری وقت تک کمال شجاعت اور جان توڑ مقابلہ کی ایسی داد دی کہ غنیم کے مونھ سے بھی بے اختیار سچی تعریف کے کلمات نکل گئے۔ مگر جہان تک خاص یونانی سپاہیون کا تعلق تھا۔ یہہ لڑائی بھی بالعموم مضطربانہ فرار اور پر از تشویش کھلبلاہٹ پر ختم ہوئی۔ ریوٹر کے خاص نامہ نگار نے ۱۹ مئی کو یعنے لڑائی سے ٹھیک دو دن بعد تھیسلنیز سے مشرح حالات حسب ذیل روانہ کئے:

یونانی فوجین نعل کی شکل مین صف آرا تھین۔ اس نعل کی دائین جانب دوسری سے کسیقدر چھوٹی تھی۔ یسار پر کوہی توپون کی تین باتریان پہاڑیون پر نصب تھین۔ اور پانچہزار فوج پیدل اونکے ساتھ تھی۔ ڈوموکوس کے مقابل پہاڑیون کی ڈھلوان سطحون اور ٹیلون پر جو

میدان کیطرف بڑہے چلے جاتے تھے۔ کوہی اور میدانی توپون کی پانچ باتریان اور بارہ سے لیکر پندرہ ہزار فوج پیدل اس مقابل کی فوجکی دائین طرف میدانی و کوہی توپون کی چار باتریان اور یمین مین ایک باتری بمقام کیتکی اور ایک باتری بمقام کتریزی تھی۔ اور کل تیرہ ہزار فوج پیدل اس طرف متعین تھی۔ چھہ ہزار پیدل ڈوموکوس کے بائین طرف پہاڑ کے ایک نمایان بڑھاؤ پر بطور کمک رکھے گئے۔ یونانی افواج کو دو ۱۵ سنٹی میٹر (۶ انچ قطر) کی کرپ توپون سے بھی جن مین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈوموکوس کی دائین جانب ایک بلند پہاڑی بڑہاؤ پر تھی۔ تقویت پہنچ رہی تھی۔ توپین کرنل کاسٹوپولوس کے زیر کمان تہین۔ کل یونانی فوج ۳۵ اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ پانسو سوار بھی اسی مین شامل ہین۔ جو ترکی فوج یونانی فوجکی میسرہ اور مقدمۃ الجیش کے مقابل تھی۔ اسکی تعداد پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ ترکی فوج جو میمنہ کے مقابل تھی وہ شمار مین غالباً ۲۵ ہزار تھی۔ اوسکی کارزار کی نسبت مین چشمدید کچھہ نہین لکھہ سکتا۔ بلکہ صرف نتائج سے اوسکا قیاس کرونگا۔

نو بجے صبح کے کچھہ عرصہ بعد ترکی سپہ فرسالہ کی شاہراہ کے برابر سے آگے بڑہتے دکھائی دی۔ اوسیوقت ایک فوج سلسلہ کوہ خاص دیاری کی چوٹی پر نمودار ہوئی۔ اور یونانی چوکیون پر جو سامنے کے ٹیلون پر تھین آتشباری شروع کی۔ ادہر سے بھی جواب ملنا شروع ہوگیا۔ جنرل مادرو میکالس میسرہ کا اور جنرل مکریس میمنہ کی کمان پر تھے۔ کوہ خاص دیاری والی ترکی باتریان جب تک کہ ترکی سپاہ نے شاندار انداز سے فرسالہ کی شاہراہ پر آگے بڑہ کر اور میدان مین پہنچکر صفوف جنگ آراستہ نہ کرلین۔ برابر گولہ باری کرتی رہین۔ ڈوموکوس کی بلندیون سے دہوپ کی شعاعون مین یہ نظارا نہایت ہی دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ پانچ دستے سوارون کے دو میل تک سڑک پر دوڑتے آئے۔ اور پہر مشرق کیطرف ہوکر کوہ خاص دیاری کے پیچھے ہٹ گئے۔ فوج پیدل پیچ در پیچ قطارون مین نہایت ثابت قدمی سے تین میل آگے بڑہی آئی۔ اور پھر میسرہ کیطرف موضع بگاری کے پیچھے جس سے جلدی ہی دہوان نکلتا نظر آنے لگا۔ اور میمنہ کیطرف یونانی مقدمۃ الجیش کے مشرق کی جانب پھیل گئی۔ دو ترکی باتریان سڑک کے مشرق مین ایک پست ٹیلے کے قریب جس نے کچھہ عرصہ کیلئے ترکی میمنہ کے حملہ کو جو یونانی پیڑہ پر کیا گیا بہت عمدہ پناہ دی آتشباری کیلئے کھڑی کی گئین۔ یونانی بہاری کرپ توپون نے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے آتشباری شروع کی۔ اور غنیم کا فاصلہ جلدی معلوم کرلینے پر ترکون کی نقل و حرکت مین جو ایسی اطمینان سے کیجارہی تہی۔ کہ گویا میدان جنگ نہین یومیہ قواعد کا معمولی پریڈ ہے۔ کسیقدر کھلبلی ڈالدی۔ مگر ترکون نے اپنی ترتیب کو ویسی ہی مستقل مزاجی سے پورا کرلیا۔ اس وقت ایک یونانی باتری نے بھی جو میدان کیطرف جانے والی پر پیچ سڑک کے اوپر ایک بیقاعدہ سی پہاڑی پر نصب تھی۔ ترکی فوجکی ٹھیک دوری معلوم کرلی۔ اور ترکی باتریون پر پھٹنے والے گولے پے در پے برسانے لگی۔ پہاڑیون کی ڈہلوان سطحون اور پست بلندیون پر مورچون مین جو اوزونی سپاہی (یونان کی ایک پہاڑی قبیلہ کا نام۔ یہ لوگ بیقاعدہ سپاہی ہین اور بڑے شجاع ہوتے ہین) مقیم تھے۔ اونہون نے بھی رائفلون سے گولیان چلانی شروع کین۔ اور تین بجے تک مقدمۃ الجیش مین لڑائی ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام ہوگئی۔ آدہ گہنٹہ بعد فریقین کی توپون سے ایسے دہڑا دہڑ گولے چلنے لگے کہ متواتر یکدم کئی سلامی کی توپین چلتی معلوم ہوتی تھین۔ یونانی توپون کی زد غنیم کی نسبت بہت عمدہ تھی جس سے ترکی فوج پیدل اور باتریون مین خوفناک تباہی برپا ہوگئی۔ قلعہ والی کرپ توپ سے ایک پھٹنے والا گولہ ترکی فوج پیدل کے ایک دستہ مین جو سڑک والے ٹیلہ کی آڑ مین پھیلنے کی تیاری کر رہا تھا پڑا۔ اور دوسرا ایک

ترکی باتری مین جو سڑک کے دائین طرف تھی۔ ان دونون گولون نے بہت نقصان پہنچایا کیونکہ دو ترکی توپین کچھ عرصہ کے لیئے خاموش ہوگئی تہین۔

چار بجے کے قریب اور ترکی سوار فرسالہ کی سڑک پر نمودار ہوئے اور دلکی کی رفتار سے یونانی فوج کے میمنہ کیطرف جھک گئے۔ اوسیوقت ترکی میسرہ نے حملہ کیلیئے پیشقدمی کی۔ سڑک والے ٹیلہ کے دونون جانبون سے دو ترکی باتریون نے میدان مین بڑہ کر یونانی قلب کے مورچون پر آتشباری شروع کی۔ اور اسی لحظہ فوج پیدل کی صفین جلتی ہوئے موضع کے سامنے مغرب کیطرف بڑہ کر نہایت خوبصورت انداز اور نظام سے پھیل گئین اور گول دستی پنکھہ کی شکل مین ہوکر مورچون والے اوزنیو سپاہیون اور ڈیڑہ سو اطالین والنٹیرون پر دھاوا کیا۔ صبح کے وقت اطالین والنٹیر گیری بالڈی کے زیر کمان تھے جو دوپہر سے پہلے ممالک اجنبیہ کے امدادی لشکر کے معاینہ کرنے کو جو یونانی میسرہ پر مامور تھا۔ چلا گیا تھا۔ اسکی عدم موجودگی مین مسمی سپرانی کو کمان ملی۔ اور اطالین مجاہدین کو اوزونی سپاہیون کی امداد کیلیئے اون مورچون مین جانیکا جو ایک یونانی باتری کے سامنے ہے حکم ملا۔ اونہون نے غنیم پر نہایت سخت آتشباری کی۔ مگر نہ یہہ آتشباری اور نہ یونانیون کی آگے بڑہ آئی ہوئی باتریون کی مسلسل صف شکن گولہ باری ترکون کی ثابت قدم پیشقدمی کو روک سکی۔ اس وقت یہ واقعی مشکل امر تھا کہ آیا ترکون کی جوانمردانہ ثابت قدمی کی تعریف کی جائے جن کی صفون کو توپون کے پھٹنے والے گولے اور رائفلون کی مسلسل باڑہین ہر وقت پریشان کر رہی تھین یا اوزونی اور اطالین سپاہیون کی قادر اندازی اور بے نظیر نشانہ بازی کی۔ ترک ایک پہاڑی کیطرف جس کی سطح دیوار کے درختون سے ڈہپی ہوئی تہی بڑہے۔ اونکا ارادہ بنوک سنگین حملہ کرنیکا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اطالین سپاہیون کی باڑہون اور گولون نے اونکے قدم ڈگمگا دیئے۔ اور وہ آڑ مین جانیکیلیئے میدان کو ہٹ گئے۔ ۱۵۰ اطالین سپاہیون مین سے دس قتل اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ مجروحین مین انکا کمانڈر سپرانی بھی تھا۔ اس لڑائی مین سب سے زیادہ بہادری اطالین سپاہیون کی شراب فروش عورت نے دکھلائی جو سرخ جاکٹ پہنے ہوئے اپنے مجروح ہموطنون کی امداد کیلیئے لڑائی کے گھمسان مین پھرتی رہی۔ اور لڑائی اور مراجعت دونون موقعون پر سب طرح سے محفوظ و مصئون رہکر برابر اپنے مجروحین کے ہمراہ رہی۔ جب تک اون کو بندر سرینو کے جرمنی فوجی شفاخانہ مین نہ پہنچا دیا۔

لڑائی کا نازک موقعہ اب قریب آپہنچا تہا۔ اس وقت یونانی سوارون کا ایک دستہ خمدار سڑک سے میدان کیطرف اسطرح سے اترا کہ وہ ترکی فوج پیدل پر حملہ کرنے لگا ہے۔ مگر فوراً ہی پیچھے ہٹا لیا گیا۔ ساڑہے چار بجے ترکی فوجین درہ اگوربانی کیطرف بجانب میسرہ پھیلتی ہوئی دکھائی دین۔ دو باتریان اون کے ساتھ تھین۔ اور اس کے بعد جلدی ہی میدان جنگ دو میل تک فرداً فرداً لڑائی کرنے والے سپاہیون اور اون کے کمکیون سے بھر گیا۔ ترکی میمنہ کو اس زبردست حملہ کے ساتھ ہی خاص دیاری کی دو باتریون نے جنہون نے لڑائی کو شروع کیا تہا یونانی میسرہ پر آگ برسانی شروع کر دی۔ اور ان کی آن ہی تمام چوٹی مشتعل ہوگئی۔ یہ شعلے توپون کے گولون سے جنگلی جہاڑیون مین آگ لگنے اور موضع لیکی کی آتشزدگی سے جسے ترکون نے یونانی میمنہ کو واپس ہٹا کر اور پچاس یونانیون کو قتل کر کے فتح کیا تھا پیدا ہوئے تھے۔ جنرل مارکیس کمانڈر میمنہ نے بڑی بیقراری کے ساتھ کمک طلب کی تین ہزار کمکی سپاہی اور دو باتریان کوہی توپون کی اوسکی مدد پر بہیجی گئین۔ درینولا یونانی میسرہ پر ترکون نے بڑی سختی سے عام دہاوا بولایا تہا اور اس کے ساتھ ہی ڈوموکوس کے نیچے یونانی مقدمۃ الجیش پر ہلہ کر دیا گیا تہا۔ پون گھنٹہ تک

رائیلوبا اور تو پرداسے مسلسل آگ برستی رہی جس کا اثر یہ ہوا کہ یونانی مجروحین کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ عقب لشکر کو خدا راستہ پیدا ہو پہنچا
یا تاما ہو نظر آنے لگ گیا۔

لڑائی کی موج اب یونانی میمنہ کی طرف بڑھی۔ اور اژدوفی سپاہیوں کے مورچوں اور دسویں رجمنٹ پیدل کی صفوں پر فاصلہ نہایت
سخت حملہ کیا گیا۔ یونانی ترکی اقتضا ہی کے سامنے بڑے حوصلہ سے کھڑے رہے۔ مگر کرنیل مادرو پیکالیس نے جو سوئی اتفاق سے اپنی صفوں کے
کیفیت گشت کر رہا تھا۔ فوراً کمک طلب کی۔ اور باقیماندہ تین ہزار آدمی سپاہ نے ڈوموکوس کے متقابل متقدمۃ الجیش کے داہنے حصے کے پہنچکر
جنگ کنندہ صفوں کی امداد کو پہنچی صفیں آراستہ کیں۔ اس وقت کرنیل مادرو پیکالیس کو کولہے میں گولی لگی۔ اور وہ گاڑی پر سوار ہو کر میدان
جنگ سے لامیہ کو اور چودہ موکوس سے نیز رہ میل بجانب جنوب ہی ہٹ گیا۔ اوس کا بھتیجے اور لیفٹیننٹ کرنیل پیکالیس کو پشت پا میں گولی لگی اور سر سے پار نکل گئی
اور سے بھی لامیہ پہنچایا گیا مگر پہنچتے ہی مر گیا۔

ابتدا میں یونانی فوج لڑائی میں شامل تھی اور میدان جنگ پر عجب شاندار نظارہ نظر آرہا تھا لڑائی کا زور یونانی میمنہ پر جا پڑا۔ اور سارا
دھوئیں کے تو بہ تو ہام میدان سخت خونخوار جنگ کرنیوالا سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ساتھ بجو دونوں طرفوں سے آتشباری ہو رہی تھی۔ اور شام کے
قریب پہنچتے پہنچتے یہ تقریباً بند ہو گئی فقط اکا دکا پیادوں کی دوڑ فی کرپ توپوں اور سپاہ یونانی تو پخانوں پر وقتاً فوقتاً گولا چلا رہا تھا۔ غروب آفتاب کے وقت یونانی
سارے میدان سے ہٹ کر درہ فوکا کو چلے گئے اس وقت تک یونانی میمنہ سے لیکر متقدمۃ الجیش سے ہوتے ہوئے بائیں پہلو تک اپنی جگہ پر قائم تھے مگر مجموعی طور
ہو گیا کہ من حیث المجموع اگلی لڑائی کا پانسہ بھی یونانیوں کے خلاف پڑا ہے۔ تاہم یکجہتی سے پہلے میں نے اس قابل یادگار لڑائی کے قابل داد
سیمین پر آخری نظر ڈالی۔ اور تھوڑی دیر بعد رات نے اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ کیا۔ چار سو بحر مجرمین مورچوں اور خندقوں میں سوچ ہو کر گاڑیوں پر
لامیہ اور وہاں سے بند رگاہ نو کو پہنچائے گئے۔ ڈوموکوس کے عاضی ہسپتال میں نظارہ نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ لامیہ کو لیجاتے وقت زخمیوں
کی آہیں صحنِ آسمان کو پھاڑے ڈالتی تھیں۔ رات کو آٹھ بجے یونانیوں کے میمنہ کے شکستیاب ہونے کی خبر سے اونکی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اونکے
لیے ڈوموکوس سے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ جنرل حمونسکی کا ڈویژن مقام میروین اپنی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ اس وقت جنرل
مذکور کے ڈویژن کا ساحل سمندری جانب کو پورا پورا محاصرہ ہو چکا ہوگا۔ اور اوسے یا تو ترکوں کو سامنے ہتھیار رکھدینے پڑیں گے یا یونانی
بیڑہ پر سوار ہو کر براہ سمندر جان بچا کر بھاگیگا۔ میں میدان جنگ سے نوبجے روانہ ہوا۔ واپسی کا حکم دیا جا چکا تھا۔ اور بجز تیسرے افراد جمعیت تھی جس میں
میں موجود تھا یہ واپسی بھی اگرچہ ہوش کی نظاروں سے نہایت ہی رقت انگیز تھی مگر اسقدر بدنمی نہ ہونے پائی۔ راستہ میں بھی بھگوڑے
و مفاہنوں کی گاڑیوں کے سرٹیکوں اور توپخانہ و سواروں کے گھوڑوں کی وجہ سے کئی دفعہ سڑک پر رکنا پڑا۔ لیکن رات چاندنی ہونے کی وجہ سے
کوئی عام چھگدش نہ ہونے پائی پو پھٹنے سے پہلے پہلے میں بخیریت لامیہ پہنچ گیا۔ اور مکان پر پہنچتے ہی جہاں کوئی بستر مقامیں زمین پر گر پڑا اور
گہنتوں تک سویا رہا۔ اس طرح کی تمام تاریخ لکھی ہوئی یا لکھی ہوئی ہونے کی وجہ سے مجھے پھر لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یونانیوں کا بیان ہے کہ ہم سوار ہے دو دور
کرپ توپوں کے باقی تمام توپخانہ واپس لے آئے میں شہزادہ ولیعہد اور سپہ سالار افواج یونان ایک بلند چٹان پر سے لڑائی کا ڈھکا چھپا حال دیکھتے رہے
کے جھنڈے سے لڑائی کو دیکھتے رہے اور علی الصباح گاڑیاں پر سوار ہو کر ڈوموکوس پہنچے ہٹ گئے۔ یا شہزادوں کو خود لامیہ جانے کی بجائے سیدھے

بندرگاہ تنیڈوس کو گئے کہ وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر قصبہ کیپس کو چلے جائیں +

جنگ اپائیرس

یونانیوں نے بزدلی اور غلط بیانی کو قومی بدنامی کا پیمانہ لبریز کرنے کو کیا کافی نہ سمجھا کہ اُسے بباب ہر دو حصے کیلئے جنگ کو اختتام کے موقعہ پر اپنی بدعہدی نئے بے ایمانی اور غداری کو بھی اچھی طرح سے واضح کر دیا۔ ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ جنگ سرحد کے ایک سرے یعنی خلیج سالونیکا سے لیکر مغربی سرے یعنی خلیج آرٹا تک جاری تھی۔ مگر انجام میں اسپہ سالار اور آسانی پیدا کرنیکے لیئے بزکوں نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک کو زیر کمان آدم پاشا صوبہ تھیسلی پر اور دوسرے حصے کو احمد فضلی پاشا کے زیر کمان ترکی صوبہ اپائیرس کی حفاظت پر روکی۔

اسیطرح یونانیوں نے بھی اپنی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو زیر کمان ولی عہد آدم پاشا کے تھا یہ پر لگایا اور دوسرے حصے کو کرنیل مانوس کے ماتحت اپائیرس پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا۔ ولیعہد کی فوج ضلع لاریسا تک بخیر اور دونوں کی محافظ تھی۔ اور کرنیل مانوس کی فوج ضلع آرٹا کی جو صوبہ اپائیرس سے ملحق ہے آخر الذکر افسر کی جیسا کہ پہلے ہفتوں کے واقعات میں درج ہو چکا ہے ترکی فوج نے الیتیہ بان سے کچھ کم نکتہ چین نہ دین لیکن فرق اتنا تھا کہ ایک طرف تو آدم پاشا سرحد سے عبور کر کے یونانی فوج بھگاتے ہوئے ڈوڈونا کو اس تاخت پہنچ گئے مگر اپائیرس میں ترکوں نے سرحد کو عبور نہ کیا خود یونانی دریا آرٹا سے گذر کر ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوتے رہے اور ترک انکو شکست پر شکست دیکر صرف سرحد سے پیچھے ہٹا دینے پر اکتفا کرتے رہے اور یونانی علاقہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔

مئی کے دوسرے ہفتہ میں جب آدم پاشا کے ڈویژن نوسالہ اور وطیٹو وغیرہ مقامات پر قابض ہو کر ڈوڈونا کو عبور کر کے یونانی جہاں تک بہادر نے بزعم خود ناقابل فتح سمجھ رکھا تھا تباہ کرنی تھیں بڑے زور شور سے تو گورنمنٹ یونان نے آمیو قوت دوبل پوپ کی بنست وہ جواب التوائے جنگ کی درخواست کر دی اور اس وقت کرنیل مانوس کی فوج بھی سہ بارہ شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ آئی ہوئی تھی لیکن ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی جانے کے بعد وہ اس گھمنڈ میں آگیا کہ ایکبار ترکی علاقہ پر حملہ آور ہو کر کچھ مارلے جائے چنانچہ ایسا ہی کیا اور ترکوں سے اجازت طلب کی تو باجازت اور باحیا یونانی ذرا سے اس امر کو بالکل بھلا کر کہ ہم تو مال الحلی کے ساتھ التوائے جنگ کی درخواست کر رہے ہیں جملہ کی اجازت کس منہ سے دیں اسکو فوراً اجازت دیدی اور دلمیں یہ خیال کیا کہ آج ہم ترکی سرحد کے اندر جا کر مار لائے ہیں کل کو تھیسلی میں جو کامیابی ترکوں کو ہوئی ہے شاید اسکی کچھ تلافی ہو جائے اور شرائط صلح سخت نہ ہوں لیکن یونانی ہر دو فتح نے ترکی کو صرف اس توقع کو باطل کر دیا بلکہ بیحد بے ایمانی اپنی زیادہ تر الزام بھی ہی ایک صرف تو کرنیل مانوس کی فوج کا تباہ ہونا اور آگے بتمام گرمی ہوا سخت زک ملی اور دوسری طرف مارشل آدم پاشا نے یونانیوں کی اس بدعہدی کی خبر نکر فوراً کو روانہ کر دیا۔ اس بدعہدی کی وجہ سے اس لڑائی میں خلاف معمول یونانی بھگدڑ دن کا بڑی سختی سے تعاقب کرتے ہوئے دین کا فلیٹ فتح کر دیا یونانیوں کی اس بے ایمانی کو ترکی ہی نہیں بلکہ اکثر مستقین اور منصف مزاج یورپین بھی سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار کی تحریر سے جو آگے درج کی گئی ہے۔ درج ہو رہا ہے۔ گرتی ہوئی لڑائی کی مختصر کیفیت آخر علی پاشا کی تار سے جو ذیل میں درج ہے معلوم ہو جائے گی:

جنرل احمد حفظی پاشا گورنر جنرل و ملٹری کمانڈر صوبہ جانینہ کیطرف سے ۱۳ مئی کو دن کو ایک بجے جو مراسلہ موصول ہوا ہے۔ اسمین لکھا ہے کہ لفٹنٹ کرنل ولی بے گری بوداسے آج کی لڑائی کی نسبت رپورٹ کرتے ہین کہ گرمیترہ اور فایق پاشا کی پہاڑی سے دشمنون نے دیر تک بندوقین چلائین۔ اور توپ کے سخت گولے برسائے لیکن خدا اور رسول کی اعانت اور اقبال سلطانی سے ترکی فوج نے بڑا استقلال ظاہر کیا۔ اس لڑائی مین دشمنون کا بہت نقصان ہوا گرمیترہ کے قریب دو سو یونانی کھیت رہے۔ جانینہ سے ایک اور پلٹن کمک کیلئے بھیجی گئی ہے۔ پاپاس کیوپرو سے جو توپخانہ اور پیادہ فوج آئی تھی ترکون نے اونکو مار ہٹایا۔ کمجاوس مین بھی ایک لڑائی ہوئی۔ ساڑھے سات بجے شام کے لڑائی ختم ہونے پر فریقین اپنے اپنے لشکرگاہ مین چلے گئے۔ اور لڑائی کا نتیجہ ابھی ظاہر نہین ہوا۔ غالباً دشمن کل صبح پہر میدان مین آئین گے۔ ان تینون لڑائیون مین ترکی سپاہ کے نقصان کا حال ہنوز معلوم نہین ہوا۔ لوروس سے ۱۵ مئی کو تین بجے دن کو جو مراسلہ آیا اسکا مضمون یہ تھا:۔ "گذشتہ دو روز کی سخت لڑائیون کے بعد دشمنون نے پہاڑی مورچے جن پر وہ قابض ہوگئے تھے چھوڑ دیئے نیز وہ جگہ پر بھی نہ ٹھہر سکے اور آخر کار پیچھے ہٹ گئے۔

یونانی بیڑہ جہازات نے ۱۴ مئی کو بندر نکوپولس پر جو پریویسا سے بجانب شمال واقع ہے۔ گولہ باری کی۔ مگر ترکی توپون کے کوہ شکن گولون نے فوراً اوس کو پیچھے ہٹا دیا۔

مصری جہاز کی گرفتاری

یونانی بیڑہ نے جو دخانی جہاز موسومہ جارج جزیرہ ٹنی ڈوس کی متصل گرفتار کیا تھا وہ سمرنا کی حاجی داؤد کمپنی کی ملکیت ہے۔ اور مصری گورنمنٹ نے اوسے کو جزیرہ تھاسوس کو جو یورپین ٹرکی کے جنوبی ساحل کے قریب خدیو جاگیر ہے فوج اور گودام بھیجنے کیلئے کرایہ پر لیا تھا۔ ابھی تک اس سوال کا تصفیہ نہین ہوا کہ کیا یونانی ایسے جہاز کو غنیمت جنگ سمجھ سکتے ہین۔ اسکندریہ کی ایک تاریخ ہے کہ خدیو اس گرفتاری سے سخت برافروختہ ہین۔ یونان کو مناسب ہے کہ اس جہاز کو چھوڑ دے۔ ورنہ یونانیون کی کثیر التعداد آبادی موجودہ مصر کے حق مین شاید اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ یونانی بیڑہ نے جہاز مذکور کو بحراست بندر ناپلیہ کو بھیجدیا۔ جہان مصری قیدخانہ مین ڈالدیئے گئے۔ ٹائمز کا نامہ نگار ۱۸ مئی کو قاہرہ سے تار دیتا ہے کہ خدیو نے جزیرہ تھاسوس مین اپنے حقوق کے نفاذ کیلئے جن کا اون کو دعوے ہے جہاز مذکور پر ایک سو سپاہی اور سامان جنگ روانہ کیا تھا۔ مصری گورنمنٹ کو اس کل معاملہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ ۱۷ مئی کو خدیو نے جہاز کی گرفتاری کا کونسل مین ذکر کیا۔ جزیرہ تھاسوس محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ کی ملکیت تھا۔ اوسنے وہان کی آمدنی جزیرہ کے باشندگان کے مفاد کیلئے وقف کر دی۔ خدیو حال جب سے وقف مذکور کے امین ہوئے ہین وہ اوس جگہ کی آمدنی دوسرے کامون پر خرچ کرنا چاہتے ہین۔ باشندے اس کو قبول نہین کرتے اور خدیو کے دعاوی کو خلاف وقت بتاتے ہین۔ بقول نامہ نگار مذکور اس معاملہ کا نتیجہ خدیو کے حق مین اچھا نہین ہوگا کیونکہ سلطان المعظم ناراض ہو جائین گے کہ خدیو نے اونکی قلمرو مین فوجی مداخلت کا اقدام کیا ہے۔ علاوہ برین خدیو کو مالکان جہاز کو بھی معقول زر ہرجانہ دینا پڑے گا۔ اس معاملہ مین ایک یونانی کا بھی کچھ تعلق ہے جس کے ساتھ خدیو اہم قرارداد کر چکے ہین۔ نامہ نگار مذکور کی تحریر کی گو ہم اس وقت تردید کرنے کے قابل نہین ہین لیکن اس بارہ مین مصری اخبارات کی خاموشی اور خدیو المعظم کے مخلصانہ رویہ سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ اس روایت کی صداقت

کے منافی ہے۔

جنگ ولسٹینو مین ایک سو یونانی قتل اور دو سو زخمی ہوئے۔ جنگ ڈوموکوس مین ایک سو ترکی توپون نے آتشباری کی۔ یونانی توپین پچاس کے قریب تہین۔ اتیہنز کے اخبارات نے مئی کے دوسرے ہفتہ مین مشتہر کیا تھا کہ البانیا مین چار ہزار عیسائیون نے بغاوت کر دی ہے۔ مگر باب عالی نے اس کی باضابطہ تردید کر دی۔

یونانی تارپیڈو کشتی موسومہ کناریس نے آسٹریا کی کمپنی کا جہاز منروا گرفتار کر لیا ہے جو جزیرہ سکیہ تھوس پہونچا دیا گیا۔ اسپر ۷۲ ترکی بحری سپاہی اور دولو کا جدید مقرر شدہ ترکی ڈپٹی کمشنر سوار تھے۔ ٹائمز رقمطراز ہے کہ دولو مین سب طرح سے امن ہے جب سے ترکی فوج شہر پر قابض ہوئی ہے۔ لوٹ مار ہرگز نہین ہونے پائی۔ اور خود ترکی سپاہی بلا استثناء نہایت احتیاط کے ساتھ ہر ایک چیز دام دیکر خریدتے ہین شہر مین اب ترکی فوج کی صرف دو کمپنیان (دو سو آدمی) ہین۔ ۱۴ مئی کو یونانی فوج کریٹ سے روانہ ہو گئی جسپر بحری محاصرہ ختم ہو گیا۔ اور امیر البحرون نے یونانیون کے تمام گرفتار کردہ سٹیمر چھوڑ دیئے۔

ٹائمز کا نامہ نگار ادہم پاشا پر الزام لگاتا ہے کہ اگر وہ فوراً زیادہ مستعدی سے کام لیتے تو مدت کے اتیہنز پہنچ گئے ہوتے۔ پھر خود ہی اس کے متعدد جواب دیکر آخر مین بڑی وجہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ مارشل موصوف نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان المعظم میری شاندار فتوحات سے رشک کہا کر مجھ سے برگشتہ خاطر ہو جائین زیادہ مستعدی نہ دکھلائی۔ مگر وہ نامہ نگار خود ہی غور کرین کہ کیا ایسی بیہودہ تحریرون اور لغو منطق سے وہ اپنے تئین دنیا کی نظرون مین ذلیل اور بے وقعت نہین کر رہے۔ کیا آجتک کسی بادشاہ نے اپنے جرنیل کی فتح پر رشک کھایا ہے! اور کیا سلطان المکرم نے مارشل ادہم کو شکست کھانے کے لیے بھیجا تھا کہ اب اون کی فتح سے سلطان المعظم کے رشک کھانیکا احتمال ہو۔ ہان سلطان کیون نہ حسد کرین۔ اگر ادہم پاشا اتیہنز پہنچ جاتا تو وہ سلطانی تخت کا بھی دعویدار ہو جاتا!!!

حضرت۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اعلیحضرت کا مدعا فقط یہ تھا کہ یونان کی صرف گوشمالی کر دیجائے۔ اور اوس کے ساتھیون کو اونکی کائنات بتا دیجائے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یونان ایک بیوقوف بچہ ہے جو دوسرون کے بہرے مین آگیا ہے۔ اور اوس کو اسقدر سزا کافی ہے جس سے وہ آئندہ کے لیے اپنا نفع نقصان دیکھنے اور سوچنے کے قابل ہو جائے۔ اور ساتھ ہی اسقدر ملک پر قبضہ کیا جاوے جسپر فتح کے علاوہ اور بھی حقوق ہون۔ اور انصافاً کسی سلطنت کو ترکون کا اسپر متصرف ہو جانا ناگوار بھی نہ گذرے۔ جو شخص ٹرکی کی موجودہ پالٹیکس کو بنظر غایر دیکھتے رہے ہین۔ اونپر یہ امر ابتدائے جنگ ہی مین واضح ہو چکا تھا چنانچہ اخبار وکیل کے ساتھ جو نقشہ یونان اور میدان جنگ کا شائع ہوا تھا اُسمین ہمنے صرف اسی لیے اتنے علاقہ کا ہی مفصل نقشہ درج کیا تھا۔ اور وہان کے کل قصبات وغیرہ درج کیے تھے جس کی نسبت ہمارا خیال تہا کہ ترک اس سے آگے پیشقدمی نہین کرینگے۔ حالات مابعد نے اس خیال کو جیسا درست ثابت کر دیا ہے۔ وہ اب ظاہر ہے سلطان المعظم کی یہ ایسی زبردست پیشبندی تھی۔ کہ یوروپ کے وہ مدبرین اور اخبارات بھی جو ٹرکی کے مخالف ہین ابتداء مین شور و غل برپا کرنیکے بعد جب ہوش و حواس مین آئے تو اون کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ اگر ترک اس علاقہ کو منشاء خود چھوڑ دین۔ تو دول یوروپ کے پاس کوئی ذریعہ اون کو وہان سے نکالنے کا نہین ہے! اور وہ ایسا کرنے سے بالکل بے بس ہین۔ ولایت کے اخبار کمپیٹر سٹینڈرڈ اور ڈیلی نیوز لکھ رہے ہین کہ دول یوروپ مین اتحاد مشکل ہے جرمنی اور روس کو یونان سے

کوئی الفت نہیں۔ بلکہ روس کی طرح سے یونان کا مخالف ہے۔ انگلستان وغیرہ ممالک کو اس سے یونان کے سر میں یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ قسطنطنیہ اور متعلقات محمڈن کا آبائی دار الخلافہ رہیں ہوں۔ اور بھی امر روس کو سخت ناگوار ہے۔ اس لیے وہ یونان کی طاقت بڑھی ہوئی دیکھنا نہیں چاہتا باقی رہی جرمنی۔ اس کے قیصر کی چالوں کی تہ تک پہونچنا ہی مشکل ہے تاہم اُسنے اپنی رویہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اوسکو سلطان کی ہر طرح سے خاطر منظور ہے۔ آسٹریا کی پالیسی بھی بالکل جرمنی کے مطابق ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ٹرکی کے پاس اس وقت پانچ لاکھ سپاہی تو بالکل جنگ کیلئے تیار سپاہیان جنگ اور چھاؤنیوں میں موجود ہیں اور ساڑھے تین لاکھ فوج اور وہ ضرورت پڑنے پر چند روز میں جمع کر سکتی ہے۔ بعض انگریزوں کا خیال ہے کہ اگر سرویا اور بلگیریا کو ٹرکی پر حملہ کرنے کی انگشت کی جائے تو شاید ٹرکی تھیسلی چھوڑ دے۔ مگر واقفکار جانتے ہیں۔ اوّل تو ان نہتی سی ریاستوں کی مجال نہیں کہ آسٹریا اور روس کو خاطر میں نہ لائیں۔ اب کرنے کی جرأت کریں لیکن اگر وہ کر بھی بیٹھیں تو کر نہیں سکتیں۔ سرویا نے ۱۸۸۵ء میں بلگیریا سے جو شکست کھائی تھی اوس کے بعد اوسکی فوجی طاقت پھر درست نہیں ہو سکی اور جب سوپرنس الیگزینڈر تخت بلگیریا سے دستبردار ہوا ہے بلگیریا کی فوج بھی بتدریج گھٹنی شروع ہو گئی۔ اور اب سمین وہ کام قابل تحسین اور عیوب موجود ہیں جو یونانی فوجمیں پائے گئے۔ کاغذوں پر بلگیریا کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ اور پانسو توپیں ظاہر کیگئی ہے لیکن وہ ستر ہزار سے زیادہ میدان جنگ میں نہیں لا سکتی۔ ہر سال مہ ہزار رنگروٹ قابل بھرتی ہوتے ہیں جن میں سے مالی مشکلات کی وجہ سے فقط بیس ہزار لیے جاتے ہیں۔ عام وہ یہ ہیں بلگیریا میں بار برداری کے سرطے۔ فوجی شفاخانوں اور ترسیل سامان جنگ و رسد کا ابتک کوئی انتظام نہیں ہوا۔ الغرض۔ دول یورپ کا وہ حصہ جو ٹرکی کے مخالف ہے شرائط صلح کے شکل ہونے ہی اس کشمکش و تیخ میں پڑ گیا۔ اور ٹرکی نے تھیسلی پر دامنی قبضہ کرنے کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ جرمنی کے کارخانوں اور اجارہ داروں کو مئی ہی میں تھیسلی کی ریلوے لائینوں کو بڑھا کر ٹرکی کی سالونیکا سے سطر ریلوے لائین سے ملا دینے کا کام سپرد کر دیا گیا۔ اور جب تک کہ دول یورپ آپس میں کوئی بات قرار دے سکیں قسطنطنیہ سے بیکڑہ تک ترکی ریلوے جاری ہو گئی ہوگی۔ اور ہر طرح کا سامان دو دن میں دار الخلافہ سے وہاں تک پہونچ سکیگا۔ اس سلسلہ کو مکمل کرنیکے لیے ترکوں کو فقط سالونیکا سے سطر ریلوے کے سٹیشن کارا دیریا سے بردہ الاسنو الارسیاک درمیانی سے شانوس تک لائین بنانی پڑیگی۔ اور اس وقت ترکوں کو اس علاقہ سے بیجر نکال تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ پاریس میں یونانیوں کی بدعہدی کی نسبت پاپونیر حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

علاقہ اپیرس کے آخری لڑائی میں بھی یونانی فوج کی کامل بے خطائی اور بے نتیجی جس کی تفصیل اس لڑائی میں یونانیوں پر مفصلہ

مصیبتیں نازل ہوئیں نہایت نمایاں طور پر واضح ہوئی اور اس سے اونکی سینکڑوں جانیں محض بے سود ضائع ہوئیں۔ اگرچہ یونانی گورنمنٹ دوا یورپ کے پاس پہنچ جانے کی بابت درخواست کر چکی تھی۔ اور اب عالی کیبنٹ سے چند گھنٹوں میں جواب موصول ہونے کی توقع تھی۔ گورنمنٹ مذکورنے کرنیل مانوس کی تجویز کو کہ اپاریس پر حملہ کر کے کچھ علاقہ لینے کی کوشش کیجائے تاکہ ٹرکی فتوحات تھیسلی کا کسیقدر جواب دہ ہونا منظور کر لیا۔ جو یونانی فوج پچھلی پیگاڈیا ڈنر کی نام نہاد لڑائی میں شکستیاب ہوکر آرٹا کو بھاگ آئی تھی۔ اوسکی جمعیت کسیقدر مجتمع ہو گئی تھی۔ اور چونکہ کرنیل مانوس خود وہ شخص تھا جسنے کہ اونکو تعاقب کر اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیا تھا۔ کرنیل مانوس کو سب سے

کہ ترکوں کو اون مقامات سے جو اونہوں نے فتح کر لیے ہیں نکلنے کی آخری جان توڑ کوشش کر کے جانیکا رستہ یونانیوں کو بے صاف کر دے مگر یہی کوشش ہیچ وقت جب کہ یونان ٹرکی سے گاڑھا ملی کرا سے جانے کیلیے یورپ کی پاؤں پڑا ہوا تھا ہیچ بعد ہی اور بے ایمانی ہی جس کا خمیازہ بہت بُری طرح اوٹھانا پڑا۔ ایڈریس کی یونانی فوج تھیسلی کی یونانی فوج سے بہتر اور ترکی فوج اپنے تھیسلی والے ہمسایوں سے کمزور تھی لیکن فقدان نظام اور بے ترتیبی نے یونانیوں کا تمام کھیل بگاڑ دیا۔ کرنیل برکاندی پر یگیڈ کما نیر نے احکام کی تعمیل کرنے کی بجائے من مانی کارروائی کی جس سے کرنیل مانوس کی کل تجاویز خاکہ مین مل گئین یونانی سپاہی بیشک جان توڑ کر لڑے لیکن مہند جنگجون مین نہ تو بہادری کسی کام کی نہین۔ اس فتہ بھی یونانی خونخوار کشت وخون کے ساتھہ آرٹلاکو بگاڑ گئے۔ سات سو قتل و مجروح اور ایک ہزار گم ہو گئے۔ اور پھر ترکون کو موقعہ ملگیا کہ اگر چاہین تو بھگوڑون کا تعاقب کر کے اونکا نام و نشان معدوم کر دین۔ مگر بہادر ترکون نے بیہودا مردون پر وار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

یونانیون کے اس لڑائی مین جو ۱۹ ارسی کو بمقام لاروس ختم ہوئی کل دو ہزار مقتول اور تقریباً دو ہزار زخمی ہوئے۔ ترکون کے ۴۰ شہید اور سات سو زخمی ہوئے۔ ڈوموکوس کے تمام مورچون کو یونانیون نے ۱۹ ارسی کی رات کو خالی کر دیا۔ یونانیون کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی فوج کا میسرہ جو بہت آگے بڑھ گیا تھا پہلو پر سے ہو کر ہمکو عقب سے آلیگا۔ اسکی لڑائی سخت جانگداز ہی نہ تھی بلکہ کئی پہلوؤن سے نہایت دقیق بھی تھی۔ فرسالہ سے ڈوموکوس تک ۱۶ میل کا فاصلہ ہے۔ ترکون کو غنیم تک پہنچنے سے پہلے یہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ اون کو آرام لینے یا کھانا کھانے کیلیے کوئی وقت نہ ملا جس تہ دستی ہو پہنچتے تھے وہ فوراً ڈوموکوس کے میدان مین داخل ہو کر صف آرا ہو جاتے تھے مگر یونانیون کو اخیر تر پنجانون کی زد ٹھیک تایم کرنیکی کافی مہلت ملگئی تھی کہ ابھی کے شروع ہوتے ہی ایک تھنڈر بولٹ الاگولہ ایک ترکی پلٹن کے وسط مین گرا۔ مگر حافظ حقیقی کے فضل و کرم سے کوئی ترک نہ مرا یا شہید نہین ہوا۔ ڈوموکوس کے مقابل کے میلہ نے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ترکی حملہ آور پلٹنون کو عمدہ پناہ دی۔ گلاد کی داہنی بائین طرف کی ترکی باتریان غنیم کے گولون کی عین زد مین تھین جن کی لگاتار بارش کو ترک دلاور نے کمال استقلال اور شجاعت سے برداشت کیا۔ اوپر گولہ پر گولہ برس رہا تھا اور اونکی شرارے واڑا دانہ متسلسل گولہ باری کی وجہ سے ایک خانی کارخانہ کے شور کے مشابہ تھی۔ ایک یونانی گولہ سے ایک ترکی توپ اپنے مقام سے گر پڑی۔ اور توپچیون کو یہ توپ دشمن چھوڑ کر جاتی تو بین کچھ عرصہ کیلیے بیحس پڑی رہنی پڑین۔ مگر اوس توپ کو دو گولندازون نے یونانی گولون کی تابر توڑ بارسات مین اپنی توپ کو چھوڑ کر نہ گئے یونانیون نے توپ کو گرا ہوا دیکھکر اوس کو بالکل غیبت و نابود کرنیکے لیے کل گولہ باری اوسپر مجتمع کر دی تھی۔ یہ بوٹر کا خاص نامنگار جو عساکر قاہرہ کے ہمراہ تھا لکھتا ہے کہ ان دونون جانباز گولندازون کے اردگرد وہی جہنم موجزن ہو رہا تھا۔ خار دار گولے اون کے سر دن پر پھٹ رہے تھے۔ بارگرد کی گولے اون کے قدمون مین زمین کو چھلنی بنا رہے تھے۔ مگر یہ بہادر اپنی جگہ سے ایک انچ ادہر اُدہر ہونیکا نام نہین لیتے ہے۔ رات پڑنے پر تین کی توپچی عقب کو ہٹ آیا۔ اور فرش خاک کو بچھونا بنایا۔ کانونسون نے شکستہ صندوقون کو جمع کر کے مین نے آگ سلگائی۔ اسے دیکھا کئی زخمی سپاہی ہسپتال جانے سے پہلے اپنے کو زخمی جسمون کو گرم کرنے کیلیے میرے پاس جمع ہو گئے۔ ایک افسر کی بائین آنکھ کے اوپر گولی کا سخت زخم تھا مگر وہ نہایت زندہ دلی سے دن کی معرکہ آرائی کی کیفیت سناتا رہا۔ ایک سپاہی کے شانہ سے گولی وار پار نکل گئی تھی جس کی وجہ سے وہ بیحد کو

مطلقاً کوئی پرواہ نہ تھی لیکن بعض سپاہیوں کو ایسی شدید زخم پہونچے تھے کہ جسم کے ذرا سی حرکت کرنے پر اون کو درد بیحین کر دیتا تھا اور انکے منھ سے بے اختیار آہ کے ساتھ یہ کلمہ نکل جاتا تھا۔ اے اللہ ہم پر رحم کر۔ ان غریب بیوہ زدگان کی کرب والم کا دردناک نظارہ جو میرے پاس جمع ہوتے مجھکو مدت العمر فراموش نہیں ہوگا۔

میں اسوقت پر ترکی توپخانہ کی قابل تعریف استقامت اور مضبوطی کی شہادت دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اوس کو یونانی مورچوں پر دو میل کے فاصلہ سے گولہ باری کرنی پڑی۔ اور شب سے یونانی باتریوں پر جو بلندی پر تھیں حملہ کرنے میں اونکو ایک اُمید مشکل الاتقی تھی تعلیم اوکی نقل و حرکت کو بخوبی معلوم کر سکتا تھا۔ بایں ہمہ ترکی توپ خانہ کو صرف دو آدمی شہید اور سات مجروح ہوئے۔ مگر ترکی فوج پیدل کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ مجموعی میدان جنگ کا ایک حصّہ پر سے گذرنیکا اتفاق ہوا۔ تو مردے اور زخمی باہمیں ایک ہی ڈھیر میں پڑے تھے۔ زخمی سپاہی کے پہلو پہ پہلو جس کی دوہن مرہم پٹی کیجا رہی تھی۔ دوسرے کی لاش پائی جاتی تھی جس کا جسم گولے نے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیا ہوا تھا۔

جس ترکی دستہ نے غنیم کے قلب پر حملہ کیا تھا۔ اوسکی دلاوری بہت ہی قابل تعریف ہے۔ اُسے کل دوران جنگ میں یہ پہلی دفعہ گولہ باری کی زد میں آنا پڑا۔ لیکن اُنہی غنیم کے کئی نہایت ہی محفوظ مورچوں کو جہاں غنیم تعداد میں نسبتاً زیادہ تھے۔ بنوک سنگین فتح کر کے خاص امتیاز حاصل کیا۔

پندرہ ہزار ترکوں نے ۱۴ ارکی صبح کو بھگوڑوں کا تعاقب کیا۔ یونانی سپہ سالار دس ہزار فوج درہ فور کا کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر باقی فوج لاسیہ کو ہٹا لیگیا تھا۔ اس درہ پر اٹھ پچھتر رات تک سنگین بقین مین گولہ باری ہوتی رہی۔ اس وقت تک یونانی اپنے مورچوں پر قابض رہے۔ مگر صبح ہوتے ہی ۱۹ ارکی کو موضع ترازا کو جو لاسیہ اور فور کا کے درمیان ہی ہٹ گئے۔ ترک بھی تعاقب کنان آگے بڑھے چلے آئے اور دونوں بجوں لڑائی شروع ہوگئی۔ ۲ ترکی سوار غنیم کا عقب روکنے کے ارادہ سے اوکی پہلو پر سے گذر گئے۔ یونانی فوج متواتر گولہ باری کرتے رہے جس سے اکثر ترکی سوار مارے گئے۔ لیکن سواروں کی اس مردانہ حرکت سے یونانی کیلئے کوئی راہ فرار نہ رہ گیا تھا۔ کہ اتنے میں التوائے جنگ کا حکم پہونچگیا۔ معرکہ آرائی ختم ہوگئی۔ یونانی ۲۰ ارکی کو لاسیہ کو ہٹ گئے۔ اور ترک درہ فور کا چھوڑ کر قدیم سرحد پر پہونچ گئے۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ ترک فاتحین یونانیوں کو درہ فور کا سے بھگا کر اون کے عقب کی فوجکا جو برابر بھاگی جا رہی تھی۔ پوری سرگرمی سے تعاقب کرتے چلے جا رہے تھے کہ یونانی سپہ سالار کا قاصد التوائے جنگ کی درخواست لیکر آپہونچا۔ سیف اللہ نے یہ پیغام کو نوراً ماٹسل آردہم پاشا کے پاس جو دو میل تھے روانہ کر دیا۔ اور جواب آنے تک دونوں فوجوں نے لڑائی کو ملتوی کر دیا۔ اس تعاقب میں ترکوں نے ساٹھ یونانی گرفتار کئے۔ ماٹسل موصوف کا جواب موصول ہونے پر باقاعدہ التوا کر دیا گیا۔ اور یونانی فوج لاسیہ کو ہٹ گئی اور ولیعہد نے اوس کو مقامات لاسیہ۔ مولو اور تھرموپائلی میں تقسیم کر کے اپنا ہیڈ کوارٹر تھرموپائلی میں قائم کیا۔

ریوٹر کا نامہ نگار جنگ کے دو کوس کے بعد مندرجہ ذیل تاثر خبر یونانی مخبروں کی نگرانی سے بچنے کیلئے ایتھنز سے براہ بڈاپسٹ ارسال کرتا ہے:۔ کوہ اوتھریس کے درمان پر ہٹ آنے کے بعد ولیعہد یونان کی فوج نے پرانی سرحد کے اون درہ پر جن سے لاسیہ کو راستہ جاتا تھا

قیام کیا کہ ذیل سناسناس کی جنگ درہ آواناختر پر تعین کیگئی یہ رجمنٹ جفاں قلب لشکر کے ساتھ مرکز اراولی مین شامل تھی: نامعلوم دہشت و خوف سے گھبرکر یا کسی اور ناقابل بیان وجہ سے درہ کو چھوڑکر جس سمت آمیسہ کا راستہ ہے بھاگ گیا۔ سب ہی آمیسہ کو بھاگ گئی جہان وہ کمال بے ترتیبی سے داخل ہوئی۔ سپاہی بے تحاشا پیچھے چنگھاڑین مارتے ہوئے اور کوئی اون کو روکنے والا نہ تھا۔ سپاہ کو ایسا بے سروپا دیکھکر قیدیون کے رشتہ داروں اور دوستون نے حیلیخانہ کا راستہ لیا۔ اور اون کے دروازون کو توڑکر تمام قیدیون کو رہا کر دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حاکم شہر نے اون لوگون کی استدعا پر خود حیلیخانہ کے دروازے کھول دیئے خبر یہ مالی کیسطرح ہوئی ہو قیدیون نے حیل سے نکلتے ہی دوکانون کو لوٹنا شروع کر دیا۔ بیشمار بیحد جواہرات کو دہان پہونچ چکے تھے شور و غل سنکر فوراً اور دی پھیر امن قایم کرنے کی توقع سے چوک کو روانہ ہوئے مگر رعایا اور خود سپاہیون نے نفرین کے نعرون سے اونکا منہ پھیر دیا۔ ایک سالار سوارون کا شہزادہ صاحب کی اردل مین تھا۔ وہ مداخلت کرنے لگا ہی تھا کہ شہزادہ نے اوس کو روکدیا۔ اور حکم دیا کہ فقط مفسد سپاہیون کو جمع کرکے کیپ مین لیجاؤ۔

التوائے جنگ کے بعد کے واقعات اور یورپین مدبرین کی آرائے۔

ہفتہ روان مین شرائط صلح کے گفتگو کے متعلق کوئی خبر یورپ سے مدبرانہ تار موصول نہین ہوئی۔ پچھلے ہفتہ کی آخری خبر یہ تھی کہ افواہ ہے کہ سلطان اعظم شرائط مین تخفیف کرنے پر آمادہ ہوگئے ہین۔ مگر توفیق پاشا کے اس بردست لطف کے بعد کہ جو ملک بزور شمشیر مسلمانون کا خون بہاکر فتح کیا جاوے۔ وہ بروئے شرع اسلامی واپس نہین دیا جاسکتا۔ ایسی افواہون کو کسی وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھا جاسکتا۔ بہرحال صورت حال ایسی نازک اور پیچیدہ ہے کہ کوئی مدبر اس وقت کسی حکمی رائے کے ظاہر کرنے کی جرأت نہین کرسکتا۔ کہ معاملہ آخر کار کیا رنگ پکڑے گا۔ گو خاموشی بظاہر بہت بھلی معلوم ہوتی ہے کہ سلطان اعظم اس معاملہ مین بازی اب تک نہین تو عنقریب لیجانے والی ہین۔ ہم اس موقعہ پر بھی بیان کرنیسے باز نہین رہ سکتے کہ ٹرکی و مصر کے متعلق وزرائے انگلستان کی غلط خارجیہ حکمت عملی اور دہان کی بعض ناعاقبت اندیش متعصبین کی زہرآلود تقریرون اور تحریرون سے جن بد نتائج کے پیدا ہونیکا قوی اندیشہ تھا۔ اور جن سے بچنے کیلئے ہم بار بار اپنی گورنمنٹ کو مشیرون کو متنبہ کرتے رہے ہین۔ اب اون بُرے نتیجون کے حادث ہونیکا زبردست آثار ہوگئے ہین۔ اور زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ ان آثار سے متنبہ ہونے کی بجائے وزرائے سلطنت اپنی اوس پالیسی کو آخری دم تک نباہے جانے مین اور زیادہ منہمک ہوگئے ہین۔ لیکن ہم اس مبادہ مین کئی دفعہ ایسی شرح و بسط کے ساتھ بحث کرچکے ہین کہ اب پھر زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اس لیئے اس بحث کو یہین چھوڑکر ہم اصل مطلب کیطرف شروع کرتے ہین۔

التوائے جنگ اور شرائط صلح کی مفصل کیفیت جنگ کی آخری ہفتہ کے حالات مین درج ہوچکی ہے۔ اس کے بعد دوسرے ہفتہ کے مختصر ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کے حالات اور وقعات پر پاپونیہ کانسٹانی نامہ نگار حسنیل ٹرمطراز ہے:۔ ٹرکی یونان اور دول کے درمیان مصالحت کو نامہ سیاہ کے کوٹھے ہونے مین غالباً بہت عرصہ لگیگا اور پھر بھی بیک نتیجہ بآمد ہونے کی بہت کم اشخاص کو امید ہے۔ جنگ غیر محدود عرصہ کیلئے ملتوی کردیا گیا ہے لیکن دونون فریق لڑائی چھڑجانے کے برابر منتظر ہین۔ یہ عام خیال ہے کہ مزید لڑائی عنقریب ہونیوالی ہے اور اتفاق یورپ کو

جو ناز تھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہین ہوگا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ اور کئی مدبرین کو اندیشہ ہے کہ کہین اس طویل بحث مباحثہ کی کھینچ تان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یوروپ کا اتفاق غت ربود نہ ہو جائے کیونکہ اوس فیصلہ سے دول عظام مین سی ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ روان کے شروع مین جرمنی نے دھمکی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کر لیگا تو مین اتفاق سے بالکل الگ ہو جاؤنگا۔ مگر آخر کار دوسری طاقتون نے اوسے اس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کر لیا۔ دو تین دن کے بعد انگلستان اکڑ گئے کہ اگر ٹرکی کو تاوان جنگ کے ادا ہونے تک تھسلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہو جائینگے۔ اگر انگلستان ایسا کر گذرے تو محبان یونان کی مراد پوری ہو جائے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ریڈیکل پرچہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہو جائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر لیوانٹ (مشرقی یوروپ) سے بالکل زائل ہو جائیگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہو کر بالکل آزاد ہو جاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ اسمین وہ آجکل تینون قیصرون کا محض غلام ہے (مگر لارڈ موصوف یہ خوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئے ہے۔ ایڈیٹر)۔

اس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہو گئے ہین لیکن یہ مغایرت غالباً عارضی ہوگی سلطان المعظم نے گوزار کی محبت آمیز اور پر جوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پچھلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کر لیا تھا مگر اونکا میلان زیادہ تر جرمنی کیطرف ہی۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکی سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا کیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے اس دوستانہ سلوک کے جاری رکھنے کی درخواست کی ہی سلطان المعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی (سلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ برین خود شرائط صلح مین ایسے امور موجود ہین جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہو سکتا ہی جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہو جائے تو یوروپ اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے صیغہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان سے قرض نہین لینا اور اس لیے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہو سکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل رقیق ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائیگی کی ذمہ داری کی تو وہ اس سے ممبری کا مستحق ہو جائیگا۔ روس کی ناراضمندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کی قومی قرضہ کے ۳/۴ کے مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اون کا پلہ بہر حال بھاری رہیگا۔ روس اس کے مقابلہ پر تجویز پیش کرتا ہی کہ یونان کی تاوان جنگ کو مین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرکی سے ۱۸۷۷ء کی لڑائی کی بابت ابھی یافتنی ہے محسوب کر لیتا ہون۔ اور اگر دول یوروپ اسے منظور کر لین تو مجھے یونانی صیغہ مال کی نگرانی کیلئے مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہوگا۔ روسی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین سلطان نقد روپیہ پر اس بالمقابل مجرائی کو کب ترجیح دے سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہی کہ وہ کسی نہ کسیطرح تاوان کی ادائیگی سے بچ رہین گے۔ علاوہ برین وہ جرمنون سے بڑھ کر روسیون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بننا گوارا نہیں کرتے۔

روس اور جرمنی میں سنا جاتا ہے اور بھی کئی باتوں میں نا اتفاقی ہے۔ یہ نا اتفاقی ایسی نہیں کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہو جائے۔ جرمنی ایسی پیوقوف نہیں۔ مگر اتفاق رائے ہونا بھی غالباً مشکل ہے اور ایسا خلاف اتفاق یورپ کو بالکل نکمہ کر دیگا۔ مسئلہ کے حل تازہ ترین صورت میں جرمنی کا طریق عمل یہ ہے کہ نہیں رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن میں اپنی تجاویز و مقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے۔ ان تجاویز و مقاصد کا ہم کو علم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ ان باتوں کا ذریعہ یا انکا نتیجہ یہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خانوادوں رشتے قیصر جرمن اور سلطان المعظم میں نہایت ہی پختہ و دوستانہ اتحاد و تعلق پیدا کیا جاوے جب سے موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہیں وہ سلطان المعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے میں سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہیں[1] یہ دیکھنا چاہیئے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑھکر نہیں تو اس کے برابر جرمنی کا دشمن ہے۔ ممکن ہے کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط و توانا کر کے اپنے ملک کو روس سے بچا سکیں۔ اس سے مزید حفاظت کا کام لیں۔ اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہو گیا ہے۔ موجودہ ترکی فوج جتنے بہترین و قابل ترین جرمن جنگی افسروں سے قواعد سیکھی تربیت پائی اور ان کے زیر کمان ہے۔ ایک ایسا زبردست لشکر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خارجہ تجاویز و اپنے ممالک علیہ میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر قیصر جرمن ابھی اور مزید کارروائی کر سکتے اور ٹرکی میں اپنی رعایا کی مزخرف ترکی تجارت۔ مالی حالت اور صنعت و حرفت کو ترقی دے سکتے ہوں۔ اور وہاں کے مختلف محکموں کو پاشاؤں کے نکمہ انتظام سے نکالکر امین پر شیلے و دیانتدار ملکی عہدہ داروں کے اہتمام کو مرجع کر سکیں تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ایسی مضبوط ہو جاوے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یورپین قوم کی سلطنت کی ہے بہرکیف قیصر صرف اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اور نے ترکی فوج کی اصلاح کر دی ہے۔ تجارتی فروغ کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل میں مصروف لگا ہوا ہے۔ اور آجکل وہ بطور سلطان المعظم کا رازدار خفیہ راہنما بلکہ ہمدرد دوست ہو کر بطرح آرنی مشکلات کیونکہ روس ہمالہ غبار ہیڈ کوارٹر کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ جرمنی سلطان المعظم کو نہ صرف متفقہ یورپ کی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور روس کی آشتی سے رہائی پانیکی تحریک کر رہا ہے۔ بلکہ ایشیا کوچک کی ریلوے لائینوں و قلعہ بندیوں میں مختلف نہایت کارآمد اصلاحات و اضافوں کی صلاح دے رہا ہے ان اضافوں کا مدعا بادی النظر ہی میں روس سے حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے (نامہ نگار کچھ قیصر جرمن کی نیک ارادوں اور دوستانہ مرقومات کی نسبت لکھ رہا ہے وہ بجائے بسالکرمائل تفریط ہے۔ لیکن وہ قیصر مرحوم کو ٹرکی کی اصلاحات اور مضبوطی کا بانی مبانی بتلانے میں سخت غلطی پر ہے۔ ان تمام ترقیوں اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں عبدالحمید ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اور وہی اس ٹیوٹانی خاندان قیصر جرمن اور دیگر ہمراہ خواہان سلطنت بمنزلہ اعضاء اور مریدین کا مربی۔ الخ ٹیلر)

قیصر یہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیئے رہے کہ ترک تک کہہ اٹھے کہ جرمنی ہمارا ملک ہے (ٹرکی روس) میں بجائے کراونٹ کیلئے یہ سازشین بڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے۔ روسی گورنمنٹ جرمنی کی اس زیادتی پر روش پر ناراض ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ناراضی کو چھپانا بھی نہیں چاہتی۔ اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے لکھتا ہے کہ میڈرکوشک میں روسی قیصر کے ملاقات

[1] قیصر و سلطان المعظم کی یہی ملاقات کی تفصیر کیفیت بابت سالہ عہد حکومت میں درج ہے۔ اس ملاقات کو اور مضبوطی کے لیئے قیصر اکثر بر ۱۹۰۰ء میں ملاقات ہوتے رہے ہیں۔ انجلسہ۔ جگہ بیفقا حالات کیلئے دیکھو ۱۸۹۹ء کا آخری حصہ۔ ۱۲

جو ناز تھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہین ہوگا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ اور کئی مدبرین کو اندیشہ ہے کہ کہین اس طویل بحث مباحثہ کی کھینچ تان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یوروپ کا اتفاق غت ربود نہ ہو جائے کیونکہ اوس فیصلہ سے دول عظام مین سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ روان کے شروع مین جرمنی نے دھمکی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کر لیگا تو مین اتفاق سے بالکل الگ ہو جاؤنگا۔ مگر آخر کار دوسری طاقتون نے اوسے اس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کر لیا۔ دو تین دنکے بعد انگلستان اکڑ گئے کہ اگر ٹرکی کو تاوان جنگ کے ادا ہونے تک تھسلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہو جائینگے۔ اگر انگلستان ایسا کر گذرے تو محبان یونان کی مراد پوری ہو جائے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ریڈیکل پرچہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہو جائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر لیوانٹ (مشرقی یوروپ) سے بالکل زائل ہو جائیگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہو کر بالکل آزاد ہو جاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ اسمین وہ آجکل تینون قیصرون کا محض غلام ہے (مگر لارڈ موصوف یہ خوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئے ہے۔ ایڈیٹر)۔

اس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہو گئے ہین لیکن یہ مغایرت غالباً عارضی ہوگی سلطان المعظم نے گوزار کی محبت آمیز اور پر جوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پچھلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کر لیا تھا مگر اونکا میلان زیادہ تر جرمنی کیطرف ہے۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکے سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا کیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے اس دوستانہ سلوک کے جاری رکھنے کی درخواست کی ہے سلطان المعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی (سلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ برین خود شرائط صلح مین ایسے امور موجود ہین جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہو سکتا ہے جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہو جائے تو یوروپ اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے صیغہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان سے قرض نہین لینا اور اس لیے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہو سکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل رقیق ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائیگی کی ذمہ داری کی تو وہ اس سے ممبری کا مستحق ہو جائیگا۔ روس کی ناراضمندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کے قومی قرضہ کے ۳/۴ کے مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اون کا پلہ بہر حال بھاری رہیگا۔ روس اس کے مقابلہ پر تجویز پیش کرتا ہے کہ یونان کے تاوان جنگ کو مین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرکی سے ۱۸۷۷ء کی لڑائی کی بابت ابھی یافتنی ہے محسوب کر لیتا ہون۔ اور اگر دول یوروپ اسے منظور کر لین تو مجھے یونانی صیغہ مال کی نگرانی کیلئے مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہوگا۔ روسی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین سلطان نقد روپیہ پر اس بالمقابل بحرانی کو کب ترجیح دے سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہے کہ وہ کسی نہ کسیطرح تاوان کی ادائیگی سے بچ رہین گے۔ علاوہ برین وہ جرمنون سے بڑھ کر روسیون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بننا گوارا نہیں کرتے۔

روس اور جرمنی میں سنا جاتا ہے اور بھی کئی باتوں میں نا اتفاقی ہے۔ یہ نا اتفاقی ایسی نہیں کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہو جائے۔ جرمنی ایسی بیوقوف نہیں۔ مگر اتفاق رائے ہونا بھی غالباً مشکل ہے۔ اور ایسا خلاف اتفاق یورپ کو بالکل تکمہ کر دیگا۔ مسئلہ کھٹائی تازہ ترین صورت میں جرمنی کا طریق عمل پہلے سے کم نہیں رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن میں اپنی تجاویز مقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے۔ ان تجاویز و مقاصد کا ہم کو علم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ ان بات کا ذریعہ یا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خاندانوں رشتے قیصر جرمن اور سلطان اعظم میں نہایت ہی پختہ دوستانہ اتحاد و تعلق پیدا کیا جاوے جب سے موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہیں وہ سلطان اعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے میں سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہیں[1] یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑھ کر نہیں تو اس کے برابر جرمنی کا دشمن ہے۔ ممکن ہے کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط و توانا کر کے اپنے ملک کو روس سے بچا سکیں۔ اس سے مزید حفاظت کا کام لیں۔ اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہو گئے ہیں۔ موجودہ ترکی فوج سے بہترین و قابلترین جرمن جنگی افسران سے تواعد سیکھی تربیت پائی اور ان کے زیر کمان ہے۔ ایک ایسا زبردست نصر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خارجیہ تجاویز میں ملکت عثمانیہ میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر قیصر جرمن چاہیں اور مزید کارروائی کر سکتے اور ٹرکی میں اپنی رعایا کی معرفت ترکی تجارت۔ مالی حالت اور صنعت و حرفت کو ترقی دے سکتے ہیں۔ اور وہاں کے مختلف ممکنوں کو پاشاؤں کے حکمہ انتظام سے نکالکر ان میں پر شیلے و یانتدار ملکی عہدہ داروں کے اہتمام کو مرجح کر سکیں تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ایسی مضبوط ہو جائے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یورپین قوم کی سلطنت کی ہے بہرکیف قیصر موصوف اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ترکی فوج کی اصلاح کر رہی ہے۔ تجارتی ترقی کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل میں مصروف لگا ہوا ہے۔ اور آجکل وہ بطریق سلطان اعظم کا رازدان خصوصی رہنما بلکہ ہمدرد و دست چپ طریق ارنی مشکلات کیونکہ روس تہا غبار ہے۔ کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ جرمنی سلطان اعظم کو نہ صرف متفقہ یورپ کی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور روس کی آمد و رسائی پانی تحریک کر رہا ہے۔ بلکہ ایشیا کوچک کی ریلوے لائینوں و قلعہ بندیوں میں مختلف نہایت کارآمد اصلاحات و اضافوں کی اصلاح دے رہا ہے ان اضافوں کا مدعا بادی النظر ہی میں روس سے حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ نامہ نگار جو کچھ قیصر جرمن کی نیک ارادوں اور دوستانہ مرقومات کی نسبت لکھ رہا ہے وہ بجائے بسا اوقات مبالغہ آمیز تفریط ہے۔ لیکن وہ قیصر موصوف کو ٹرکی کی اصلاحات اور عثمانی کا بانی مبانی بتلانے میں سخت غلطی پر ہے۔ ان تمام ترقیوں اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں **عبدالحمید** ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اور یہی اس ٹیبو کا ناخدا ہے قیصر جرمن اور دیگر ہمراہیان سلطنت بمنزلہ اعضاء اور معین کے ہیں۔ الخ

قیصر یہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیئے رہے کہ ترک تک کہہ اٹھے کہ جرمنی دوستوں ممکن ٹرکی و روس میں بگاڑ کرا دیکھیئے یہ سازشیں بڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے۔ روسی گورنمنٹ جرمنی کی اس زیادہ روش پر ناراض ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ناراضی کو چھپانا بھی نہیں چاہتی۔ اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ جنوبی روس کا بندرگاہ سے لکھتا ہے کہ بیدرگ کو شکایت روسی قیصر کے صلح ۱۸۷۸ء

[1] قیصر و سلطان اعظم کی پہلی ملاقات کی مختصر کیفیت بابت سال عہد حکومت میں درج ہے۔ اس ملاقات کو اور مضبوط کرنے کیلئے قیصر جرمنی ۱۹۰۰ء میں قسطنطنیہ ہوتے ہوئے تمام اور ملکوں میں گئے۔ مفصل حالات کیلئے دیکھو ۱۹۰۰ء کی آخری سطریں۔ وکیل

اور عرض معروضات کو مؤثر اور گران وزن بنانے کے لیئے ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ روسی بیڑہ جہازات (۱۸ مئی کو) سباسٹوپل سے روانہ ہو گیا ہے۔ جو دہانہ باسفرس کے قریب مزید احکام کا منتظر رہیگا۔ روس کی سرکاری جماعتون مین مشہور ہے کہ اگر سلطان المعظم اون شرائط صلح کو جنہین دول یوروپ باہم اتفاق کر کے پیش کرین۔ قبول کرنیسے انکار یا ضد کرین گے۔ تو دہانہ باسفرس کو بحیرہ اسود کا روسی بیڑہ اور آبنائے ڈارڈنیلز کو بحیرہ روم کا انگریزی بیڑہ بند کر دیگا۔

پس ظاہر ہے کہ اگر ٹرکی اور یونان کی نسبت فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ یوروپ کا کہنا مان لین گے۔ پھر بھی خود دول عظام کے درمیان ایسے مختلف فیہ مسائل موجود ہین جن کی وجہ سے کسی بات کا قرار پانا بہت کٹھن امر ہوگا۔ اور محبان امن دول کے اتفاق کی نسبت سخت متردد رہین گے۔ مگر ترکون اور یونانیون کا کہنا مان لینا بھی آسان بات نہین ہے۔ یونان کو گھمنڈ ہے اور اسکو کھول کر لڑنیکا موقعہ نہین ملا۔ شاید اسی لیئے وہ ابھی تک جنگی تیاریون مین مصروف ہی۔ ایڈیٹر ادہر دوسری طرف لوگون کو یقین ہے کہ یونان تو صرف شیخی بگھار رہا ہے۔ اور ٹرکی واقعی لڑنے پر مستعد ہے۔ اخبار سپیکر کا نامہ نگار اسلام بول سی لکھتا ہے کہ ترکون کے دلون مین یہ بات خود بخود اٹھ رہی ہے کہ دوسری لڑائی ہونیوالی ہے پچھلی لڑائی جس کا صرف ایک پیش خیمہ ثابت ہوگی عام توقع ہے روس کے ساتھ لڑائی ہوگی مگر ترکون کا اپنا اختیار ہو تو وہ مصر سے نکالنے کے لیئے انگریزون کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دین گے۔ ٹرکی مین انگلستان سے عام اور سخت نفرت وعداوت پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی کیفیت پہلے کبھی دیکھنے مین نہین آئی تھی۔ اور اگر سلطان المعظم کا منصب خلافت جس کا اثر اب پھر تازہ ہو گیا ہے مصر یا ہندوستان مین کوئی مشکل برپا کرنے مین کامیاب ہو جائے۔ تو ترک اس موقعہ سے فایدہ اوٹھانیسے دریغ نہین کرین گے اخبار ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار پیرس سے تحریر کرتا ہے کہ ایسا موقعہ عنقریب ترکون کو قیصر جرمن کے عمل سے میسر ہونیوالا ہے۔ اونکا منشاء مسئلہ مصر کو اوٹھانیکا ہے مگر فرانس کے مفاد کیلئے نہین۔ بلکہ سلطان المعظم کے اغراض کو مدنظر رکھکر مدعا یہ ہے کہ انگلستان فوجین ہٹا کر ترکون کے دخل کے لیئے جگہ خالی کر دے۔

فرانس کے دارالوکلاء مین شنبہ کے دن (۲۲ مئی) گورنمنٹ فرانس سے سوال کیا گیا تہا کہ مشرقی مسئلہ کے قضیہ مین یوروپ کے اتفاق اور فرانس نے بحیثیت ہونے ایک ممبر اوس اتفاق کے کیا فایدہ بخش کارروائی کی ہے۔ مانشیو ہانوٹو وزیر صیغہ خارجیہ نے اتفاق یوروپ کے فوائد اور اوسکی حسن کارگذاری کی تعریف مین طویل تقریر کر کے بیان کیا کہ اگرچہ یہ اتفاق جنگ کو نہین روک سکا تاہم یہ اوسی کی طفیل ہے۔ کہ جنگ عالمگیر نہین ہونے پائی اور اب بھی متفقہ یوروپ مغلوب فریق کے حق مین شکست کے نتایج کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ٹرکی کو جب یوروپ کی متفقہ خواہش سے سابقہ پڑا۔ تو وہ اپنے بے اندازہ مطالبون کو ترک کر دیگی۔ مگر میرے اس بیان سے کہین شیخ چلی کے سے خیالی پلاؤ نہ پکانے لگ جانا۔ ترکون کو نرمی کیطرف مائل کرنے مین بہت مشکلون کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بڑا مشکل کام ہے اوسکو پورا کرنے مین بہت وقت صرف ہوگا۔ اور ممکن ہے اس وقفہ مین پرجوشی اور شتابکاری سے کئی مرتبہ خلل بھی پڑ جاوے۔ پس مین آپ صاحبان (ممبران دارالوکلاء) سے اپنی گورنمنٹ کی امداد کرنے کی درخواست کرتا ہون جو دوسری طاقتون کے ساتھ ملکر امن قایم رکھنے کی تا ہنوز نہایت ہی پیچیدہ اور نازک کام کو پورا کرنے مین اپنی تمام ہمت صرف کر رہی ہین۔ سٹینڈرڈ کا نامہ نگار

پیرس سے رقمطراز ہے کہ ایم ہانوٹو کی تقریر کے ان آخری الفاظ سے جن سے آیندہ کے لیے سخت خطرات کے اندیشے ظاہر ہوتے ہین سامعین پر بڑا گہرا اثر پڑ گیا۔ اور اون سے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ گو لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ مگر مشرق مین مصایب کی ہنڈیا ابھی کھول رہی ہے نیویارک جرنل کا خاص نامہ نگار جو ترکی فوج کے ہمراہ تھا اس امر کے ماننے سے انکار کرتا ہے کہ ترکون نے یہ گرانڈیل جنگی تیاریان محض جنگ یونان کیلئے کی تھین۔ ترک اس وقت سے بعد بھی جب کہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ یونانی ہرگز مقابلہ نہین کر سکتے۔ مقدونیہ اور تھیسلی مین برابر فوجین بھیجتے رہے حتی کہ فتح کے متیقن ہو جانے کے بعد بھی ترکی نے اور ساٹھ ہزار سپاہی اپنی فوج مین بڑہا دیئے۔ اور آج سالونیکا سے لیکر دوموکوس تک تمام سڑک سپاہیون کی وردی سے نیلگون نظر آ رہی ہے۔ یعنی کمکی افواج کا ایک مسلسل دریا بہ رہا ہے جن کی تعداد جب کہ سب میدان مین پہونچ جائین گی تین لاکھ مردان جرار ہو گی۔ انکے علاوہ دو لاکھ سپاہی ریزرو مین بالکل تیار رکھے ہوئے ہین کہ بشرط ضرورت فی الفور میدان مین پہونچ جائے۔ نامہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ یہ وسیع اجتماع اور تیاریان پچھلی جنگ کو جو ابھی ملتوی ہوئی ہے۔ بالکل تاریکی مین ڈالدیتی ہین انکا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے یعنی کہ ترکی یورپ مین پھر اپنا سکہ بٹھلانے کیلئے تھیسلی کو چھوڑنے کا ارادہ نہین رکھتی۔ اور وہ دول یورپ کی اسیطرح پروا نہ کرے گی جسطرح کہ اوسنے یونان کو اونکی پروا نہ کرتے دیکھا ہے۔ اوسکی رائے مین گزشتہ تیس برسون مین اس سے زیادہ نازک حالت یورپ مین کبھی درپیش نہین آئی تھی۔ البتہ اگر سلطان کی ذاتی امن پسندی قیام امن مین مؤید ہو جائے تو تعجب نہین۔ مگر بدقسمتی سے ہر روز مسلمانون کی روز افزون پرجوشی اور انکی اون کوششون کی خبرین آ رہی ہین جو وہ خلیفہ کو دول کے مطالبات خاصکر دربارہ تھیسلی کو قبول کرنیسے روکنے کیلئے کر رہے ہین

یہان انگلستان کے بعض دور اندیش جو زمانہ کے رنگ ڈھنگ کو بڑے غور و فکر سے دیکھتے رہتے ہین فاتح طاقت کی حیثیت مین سلطنت عثمانیہ کی غیر مترقبہ حیات تازہ کی وجہ سے کل اسلامی دنیا مین ایک عام اور خطرناک جوش پھیلجانیکا اندیشہ ظاہر کر رہے ہین۔ اور الجیریا مین فرانس کو جو مشکلات درپیش آ رہی ہین۔ اونکو اسی عام جوش کا پیش خیمہ بتاتے ہین قسطنطنیہ سے سٹینڈرڈ کا نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ خواہ سلطان کی یہ محض بہانہ سازی ہو کہ ہم رعایا کی پرجوشی کیوجہ سے دول یورپ کی خواہشون کو پورا نہین کر سکتے۔ اور خواہ وہ واقعی اپنی رعیت کے خلاف منشاء کچھ نہ کر سکتے ہون جیسی صلح کہ یورپ چاہتا ہے وہ سخت مشکل اور نہایت خطرناک پیچیدگیون کے حادث ہونیکے اندیشہ کے بغیر حاصل نہین ہو سکتی۔ ٹائمز کے نامہ نگار متعینہ اسلامبول کا بیان ہے سلطان المعظم کو شبہ ہے کہ بعض مدبرین اسلامی جماعت کو یہ کہکر اکسا رہے ہین کہ سلطان مسلمانون کے اغراض کی ٹھیک حفاظت نہین کرتا۔ اسی لیے سلطان دول یورپ کی معتدل اور نرم شرائط کو قبول کر کے اپنی تئین معرض خطر مین ڈالنا نہین چاہتے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے اگر وہ درست ہے مسلمانان سلطنت عثمانیہ کے دلی جذبات کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔

اعلیحضرت امیر المومنین اتوار گذشتہ (۲۳ مئی) کو اپنے مجروح سپاہیون کو دیکھنے کیلئے محل یلدز کے ہسپتال مین تشریف لیگئے حضور ممدوح کے کمرہ مین داخل ہونے پر تمام سپاہی کھڑے ہو گئے۔ مگر ایک سپاہی جو بہت ہی کمزور تھا۔ فرش پر گر پڑا جب اسے اوٹھا کر پھر کھڑا کر دیا گیا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے اوس کے قریب جا کر ارشاد فرمایا۔ تیری سب سے بڑی تمنا کیا ہے مجروح سپاہی نے جواب دیا خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر اور فتح و نصرت۔ اعلیحضرت نے ارشاد کیا یہ تو مانی ہوئی بات ہے کچھ اپنے لیے مانگو۔ اس پر سپاہی نے اپنے زخمی ہاتھ اوٹھا کر فی الفور عرض کیا

"یہ ہاتھ اسلام کی شان قایم رکھنے مین ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہین۔ اے میرے بادشاہ میری التجا ہے کہ جو ملک اسطرح سے حاصل کیا گیا ہے وہ تیرے پاشا واپس نہ دینے پائین" اوسکی خالص حب قومی اور جوش اسلامی کو دیکھکر امیر المومنین کا روئے مبارک زرد ہوگیا۔ اور آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔

وزیر اعظم نے جو رپورٹ خدمت سلطانی مین پیش کی ہے اوس سے بھی یوروپ کی خواہشات پوری ہوتی نظر نہین آتین خلیل رفعت پاشا صدر اعظم گذارش کرتے ہین کہ کل دول یوروپ اسلام کی دشمن ہین۔ جو ٹرکی کو نیست و نابود کرنے کے لیئے سازشین کر رہی ہین حضور ممدوح مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات مین یوروپ کے مطالبات کو کامیابی کے ساتھ مسترد فرما چکے ہین۔ اسیطرح تھیسلی کے بارہ مین اون کی خواہشون کی پرواہ نکرکے اوسپر مستقل تصرف کیا جاوے۔ آخر مین وزیر موصوف بصورت نامنظوری درخواست استعفاء منظور فرمائے جانے کی استدعاء کرتے ہین۔

انگریزی اخبار کا نامہ نگاران واقعات پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب بناوٹ ہو۔ مگر آثار و نشان اطمینان بخش نہین ہین۔ پچھلی ہفتہ امتیازات (مراعات) کی منسوخی پر بڑا زور شور ہوا تھا۔ اس ہفتہ اونکا کوئی نام نہین لیتا۔ اور کل گفتگو تھیسلی کی بابت ہی ہو رہی ہے۔ وائنا کے بعض اخبارات سرحد تھیسلی کی مجوزہ درستی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ٹرکی کو معقول علاقہ ملنے کی سفارش کرتے ہین پیرس کے اخبار یونان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہین۔ مگر ساتھ ہی انگلستان کو ملامت کر رہے ہین کہ وہ ترکون کے عارضی قبضہ تھیسلی پر کیون ایسا مچلا جاتا ہے۔ سٹینڈرڈ پہلے دن سے دوہائی مچا رہا ہے کہ ترکون کو ایک انچ زمین نہین دیجانی چاہیئے۔ وہی آج صبح (۲۸ مئی) سوال پوچھتا ہے کہ اگر ترک تھیسلی کو نہ چھوڑین تو اون کو کون وہان سے نکالیگا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ اگر تمام طاقتین متفق ہوگئین تو چھوڑ دینگے اگر انمین اختلاف ہوا تو وہ نہین چھوڑین گے۔

دول یوروپ تو ابھی ابتدائی بحث و مباحثہ مین گرفتار ہین۔ اور ادہر ترک مدعی قبضہ کی تجاویز کو عمل مین لا رہے ہین۔ فوجی قبضہ پہلے ہی تھا اب ملکی انتظام بھی کر لیا گیا ہے۔ اور عیسائی رعایا کو واپس آنے کی دعوت دیکر اطلاع دیگئی ہے کہ اگر وہ جلدی آکر اپنی فصلین درو نہ کرینگے تو ترک اون کو کاٹ لینگے۔ یونانی وزیر اعظم فصل کی مالیت کا اندازہ اڑھائی کرور فرینک (یعنی تاوان جنگ کا دسوان حصہ) لگاتا ہے۔ ٹرکی تو ضد کرنے کی دہمکی دے ہی رہی ہے۔ بچہ یونان اوس سے بھی زیادہ ہٹی نکلتے معلوم ہوتے ہین۔ ٹائمز کو اس امر کا پختہ یقین ہے۔ (شاید خود ہی یونانیون کو اشارہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ اون بیچارون مین اب سکت کہان کہ چون و چرا کرین۔ ایڈیٹر) سٹینڈرڈ کا جنگی نامہ نگار یونانیون کی طفلانہ مزاجی۔ خام طبعی۔ اور ضبط کی شکایت کرتا ہے کہ اس سے بڑہ کر کیا سودا ہوگا۔ کہ وہ جنگ کے سر پھوڑ سبقون سے بھی سیدہے نہین ہوئے۔ اتفاق یوروپ۔ بغاوت مقدونیہ۔ باقاعدہ فوج۔ مجاہدین۔ رفقاء و معاونین الغرض تمنی چیزون پر اون کو سہارا تھا وہ سب شکستہ سرکنڈے ثابت ہوئے جو الٹے اون کے ہاتھ مین چبھ گئے۔ مگر اون کو اب تک اپنی فوج ظفر موج" اور "ناقابل فتح مورچون" پر وہی ناز ہے۔ اور کہتے ہین کہ ہم کیون ملک یا کوئی تاوان جنگ دین یا کسیطرح کی تکلیف یا خسارہ برداشت کرین۔ مگر پھر بھی بعض واقعات کی سنگین منطق نے اونکی آنکھین کھولدی ہین۔ وہ اپنی خفیہ انجمن "اتھینکی ہٹاریا" کو جو اون کل مصائب کا باعث ہوئی تھی سخت لعن طعن

کر رہے ہین۔

ایم ڈیلانی سابق وزیر اعظم اپنے اخبار پرویا مین انجمن مذکور پر الزام لگاتا ہی کہ اوسنے گورنمنٹ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ فوج کے نظام کو برباد کیا۔ جنگ کے دوران مین رعایا کو سخت سنگدلی سے تاخت و تاراج کیا۔ اور اوس نے بیقاعدہ سپاہیون کے گروہ مقدونیہ مین بھیجکر ترکون کو اعلان جنگ پر مجبور کیا۔ اور جب لڑائی شروع ہوئی تو اوس کے کارندون نے کمسریٹ کو چٹ کرکے میدان جنگ کو پیٹھ دکھائی اور راستہ مین وہ لوٹ مار کی جس کی دشمنون سے بھی توقع نہین ہوسکتی تھی۔ تھیسلی کی رعیت کو ان نے برباد کیا۔ اور ڈوموکوس کی ہزیمت کے بعد قیدیون سے ملکر لامیہ کو اونہون نے ہی تاراج کیا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ انجمن کے دفتر کو ضبط کرلے۔ مگر اس مین اس قدر بڑے بڑے مدبر بھی شامل ہین کہ گورنمنٹ ایسا کرنے کی جرأت نہین کرسکتی۔ اس خفیہ مفسد انجمن مین بدمعاش سی بدمعاش اور معزز سے معزز شامل ہین۔ اسی نامہ نگار کی رائے ہی کہ یونانی تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ اور ہمارے معیار کے مطابق اون کو ہرگز سپاہی نہین کہا جاسکتا۔ سب نامہ نگار متفق القول ہین کہ سر سے پاؤن تک بدنظامی یونانی فوجمین گھر کرچکی ہے۔ اور افسرون کی قابلیت کے سامنے سپاہیون کا ذاتی تہور کچھ نہین کرسکتا۔ نظام کا نام نہین۔ کمسریٹ بالکل مفقود اور کل مشین کے پرزے بے جوڑ ہین۔ میدان جنگ مین افسر صرف تیس ہزار فوج کے لیئے تھے۔ حالانکہ اسی ہزار یونانی فوج میدان مین موجود تھی۔ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار جو ترکی فوج کے ساتھ تھا۔ اپنے ہمعصرون کی زبانی جو یونانیون کے ساتھ تھے تحریر کرتا ہے کہ جب ترک پندرہ سو گز کے فاصلہ پر آجاتے تھے۔ تو یونانی اپنے مورچون سے لڑکھڑانے لگ جاتے تھے۔ اور جب ترک بارہ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ جاتے تو یونانی اپنی معمولی فوجی حکمت عملی پر کاربند ہوجاتے (یعنی راہ فرار اختیار کرتے) آلسٹر ٹیڈ لنڈن نیوز کا نامہ نگار یونانیون کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہین بتاتا کہ وہ ترکون کو دیکھکر اپنے مضبوط مورچون کو چھوڑ کر کیون پیٹھ دکھا جاتے تھے۔ ٹائمز کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ گو جنگ ملتوی ہے اور یونانی تھرموپائیلی کے نہایت دشوار گذار مورچون مین محفوظ ہین مگر پھر بھی بلا وجہ ہر روز کوئی نہ کوئی رجمنٹ یونہی چونک اٹھتی ہے اور افسر و سپاہی بے تحاشا بھاگ اٹھتے ہین۔ یونان کی بدقسمتی سے اسکے جو معاون ملے وہ اپنے سپاہیون سے بھی بدتر نکلے۔ اطالین مجاہدین نے تو ایسی مدد کی جو یونانیون کو مدت العمر فراموش نہ ہوگی۔ ترک جس شہر یا قصبہ مین داخل ہوتے تو فوراً شراب کی بوتلون اور پیپون کو توڑ ڈالتے تاکہ کوئی مسلمان شیطان کے اغوا سے اون کو مونھ نہ لگا بیٹھے۔ انکی برخلاف اطالین مجاہدین (جن کا ذکر جنگ ڈوموکوس مین آچکا ہے) جب کسی شہر مین جاتے تو اونکا پہلا کام شراب خوری ہوتا۔ شرابین لنڈھانے۔ دنگہ فساد کرنے عورتون کی عصمت بگاڑنے۔ تاخت و تاراج کرنے مین اونہون نے کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔ اور لڑائی کے وقت پاؤن سر پر رکھکر رفوچکر ہوجاتے۔ ہان جب کوئی مفر نہ رہجاتا۔ اور قابو آجاتے جیسا ڈوموکوس مین ہوا تو پھر کچھ ٹھون ٹھان کر دیتے۔ التوائے جنگ پر گورنمنٹ یونان نے ان نیک بختون کے حصہ کثیر کو جبراً جہازون پر بٹھلا کر اٹلی کو واپس بھیجدیا ہے۔ جب اونکی کسی جماعت کو چلے جانے کیلیئے کہا گیا وہ فوراً برسر پرخاش ہوگئی۔ اور جب تک سرکاری فوج کی گولیون سے تقریباً اسیقدر ہلاک اور زخمی نہ ہوئے جتنے کہ ترکون کے ہاتھ سے ہوئے تھے۔ ہتیار رکھنے اور جہازون پر بیٹھنے کا نام نہ لیا۔ جس وقت یہ لوگ لڑائی سے فارغ ہوتے تو یونانیون مین مغویانہ خیالات پھیلاتے رہتے۔ انکا افسر اعلے مشہور گیری بالڈی (آزادہ کنندہ اٹلی) کا بیٹا

اور نائب کمانڈر اطالین پارلیمنٹ کا ممبر رہ چکا تھا۔ ان لوگوں کی شرارت سے تنگ آکر جب اخراج کرایا تو ریلی وزیر اعظم نے اپنی وزیر مین بلا کر اوس سے درخواست کی کہ اب سجاہین سمیت اٹلی کو تشریف لے جاوین۔ تو اوسنے جواب دیا کہ مین اپنے اعلےٰ افسر کے حکم بغیر ایسا نہین کرسکتا جب بے زیر نے اصرار کیا تو ممبر صاحب نے جرے سنانے شروع کیے۔ اور وزیر موصوف کی بے خوفی مرعت کرنیکو تیار تھے۔ کہ پولیس نے اطالین ممبر کو گردن سے اٹھا کر اور مدعیان آزادی کو اطالین جنگی جہاز پر سوار کرکے یونان سے اونکی خلاصی کرائی۔

فرانس کے تہرائمز کا اخبار پریس کے نامہ نگار کے حوالہ سے ترکی جنگی تیاریون اور اونکے مدعا کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"جو جنگی تیاریان دولت عثمانیہ پر برابر کیے چلی جارہی ہے اور جو موجودہ جنگ یونان کی ضروریات سے بڑھ جانا بیان کیا جاتا ہے اسپر مجھ کو کوئی شک نہین رہنے دیتین کہ اوس کا ارادہ اس قوت عظیمہ کو اس جنگ سے علاوہ استعمال کرنے کا ہے۔ اور علیحضرت سلطان اعظم کی نسبت آجکل بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ممدوح نے مصر کو انگریزی قبضہ سے چھڑا کر عملی طور پر اپنے زیر اقتدار کرنے اور اون بلاد اسلامیہ عثمانیہ کو جو انکے قبضہ سے نکل گئے ہین پھر سلطنت کے ساتھ ملانیکو اور صرف زبانی ہی نہین بلکہ عملاً خلیفۃ المسلمین ہونیکا مصمم عزم کر لیا ہے۔ سلطان اعظم کے اس منشا پر جب ہم جنگی پہلو سے نگاہ کرتے ہین تو دنیا کے مستند ماہران فن جنگ کی رائے یہ پاتے ہین کہ وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کیلیے پوری جنگی طاقت رکھتے ہین۔ اور اونکی کامیابی مین شک نہین۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا یوروپ اون کو ایسا کرنے دیگا۔ سو یہ یقینی امر ہے کہ یوروپ اون کو اپنے ارادہ کی تکمیل کی اجازت دیدے گا کیونکہ وزرائے انگلستان کی پر اندیشہ و فریب حکمت عملی اور اونکی اس اعتقاد نے کہ ہم کو ہر ایک چیز جو ہمارے سامنے آجائے قبضہ و تصرف کرنیکا حق حاصل ہے۔ کل دنیا کو اون سے آزردہ خاطر کردیا ہے۔ دنیا مین کوئی واقفکار معاملات جنگ ایسا نہین ہے جس کو انگلستان کے تن تنہا دولت عثمانیہ سے جنگ کرنے کی صورت مین شکست اور ذلیل ہونے مین شک ہو۔ یہ کس سے پوشیدہ ہے کہ انگلستان بڑی پاشاکی غیر تواعد دان فوج تک کو سینٹ جارج کے گھوڑون (یعنی چھینچتے ہوئے طلائی پونڈون) کی مدد کی نہیں بھروسہ کرسکتا مگر یہ جادو عثمانیہ افسرون اور سپاہیون پر جو اپنی قومیت و جمعیت پر دل و جان سے نثار ہین ہرگز نہین چل سکتا۔ باقی رہا انگلستان۔ ایسی صورت مین اوس کیلیے سخت خطرات حادث ہوجاوینگے۔ اور جو کل دنیا کے اجتماع سے بڑھ کر خطرناک امر ہے وہ دینی جنگ کا شروع ہونا ہے۔ پس اگر یہ شروع ہوپڑے۔ اور جنگ کا شرارہ پانچ یا چھ کروڑ مسلمانان ہند تک پہنچ جائے جس کا پہونچنا یقینی ہے (فرانسیسی اخبار نویس نے یہان بے پر کی اڑانی شروع کردی ہے۔ بفرض محال اگر ایسا ہو بھی جائے تو مدد مسلمانان ہند ذرا بھی کی انتہائی حد تک پہنچکر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرنیکا ارادہ بھی ہوجائین۔ تو کیا اون کا اجتماع پانچ چھ کروڑ ہیڑون کے روٹون سے زیادہ وقعت رکھ سکتا ہے؟ ایڈیٹر وکیل) اور جس کا روکنا مشکل ہے۔ تو اوس وقت انگلستان کیا کرے گا؟ پس نہ صرف مصر سے اوس کا قبضہ اوٹھ جائے گا۔ بلکہ قریبا تمام مقبوضات بعیدہ سے بھی وہ اوس کا عرب و اوسکل دنیا سے زائل ہوجائے گا۔ قصہ مختصر دولت عثمانیہ کی اہم جنگی استعدادات کی جن کو اوس نے باوجود یونان کے ساتھ لڑائی ختم ہوجانے کے جاری رکھا ہوا ہے معقول تفسیر یہی ہوسکتی ہے جو بیان کیگئی ہے۔ والسلام"

اخبار ٹیلیگراف کا نامہ نگار رومانیا سے لکھتا ہے کہ بکل بلغاریا دجس سے شاید ہندوستان کی مسلمان مقتدی ہون) ترکی فتوحات کی

خبرون سی جاگ اٹھی ہے۔ اور اگر ٹرکی کے ساتھ کوئی ناانصافی کیگئی۔ تو اوس کے نتیجے صلح سے بعد عرصہ دراز تک اپنا اثر دکھاتے رہین گے فرانس کو اپنی مسلمان رعایا کی پرجوشی معلوم ہوگئی ہے اور اسی لیئے وہ غالباً ٹرکی کے مطالبات کی کوئی زیادہ مخالفت نہین کریگا۔ اسی اخبار کا دوسرا نامہ نگار جون کے شروع مین قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ فرانس کو اوسکی مخالفت کی وجہ سے دربار روم مین علانیہ برا بھلا کہا جاتا ہی۔ ٹیونس۔ الجزایر اور مراکو سے عرب شیوخ اتحاد و اتفاق قومی اور اخوت مذہبی سے متاثر ہوکر جوق در جوق اسلامی دارالخلافہ کو چلے آرہے ہین۔ یہ مذہبی سازشین کچھ عرصہ کیلئے ملتوی ہوگئی تھین۔ مگر ٹرکی کی فوجی طاقت ظاہر ہو جانے سے وہ پہلے سے زیادہ مستعدی سے شروع ہوگئی ہین۔ یہ جوش متذکرہ بالا ممالک پر ہی محدود نہین۔ بلکہ دوسرے مسلمان ملکون مین بہی موجود ہوگیا ہے۔ اور انمین بھی ایسی یوروپین طاقتون کی توجہہ کو جو مسلمان رعایا رکھتی ہین۔ ٹرکی سے ہٹانے کے لیئے ان مذہبی سازشون کی گرم بازاری ہے۔

پرنس بسمارک نے اپنی رائے ظاہر کی ہی کہ تھیسلی یونان کو ہرگز نہ واپس دلائی جائے۔ اگر ایسا ہوا تو بلگیریا۔ سرویا وغیرہ بھی موقعہ ملنے پر ٹرکی کے مقابلہ پر کھڑی ہو جاوینگے۔ کیونکہ اون کو اطمینان ہوگا کہ شکست کھا جانے پر بھی ہمارا نقصان تو کچھ ہونا نہین۔ بعض انگریزی اخبار قیصر جرمن کی دوستی کی موجبات مین سی چند یہ بتاتے ہین کہ جرمنی کل عثمانیہ ریلوے کو اپنے اقتدار مین کرنا چاہتی ہی جس سے نہر سویز بالکل بیکار ہو جائے گی۔ اور مشرقی یوروپ اور کل ایشیاء کی تجارت جرمنی کی ہاتھ مین چلی جائے گی۔ جرمنی سالونیکا سی ہندوستان تک جہازون کی آمد و رفت کا سلسلہ قایم کرنے کی خواہشمند ہے۔ وہ یونان کو اس لیئے ذلیل کر رہی ہے کہ موجودہ خاندان معزول ہو جائے اور وہ جرمنی کی کسی ریاست کی شہزادے کو یونانی تخت پر بٹھلائے۔ جس سی جرمنی کا اقتدار جنوب و مشرقی یوروپ مین اور بھی مستحکم ہو جائے مگر یہ سب فرضی باتین ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ انسان بالطبع خود غرض ہوتا ہے اور بمقتضائے فطرت جرمنی ٹرکی کی دوستی سی بہت کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع رکھتی ہی لیکن قیصر کی سچی محبت اور خالص رفاقت کو محض خود غرضی پر مبنی بتانا انسانی شرافت کا خون کرنا ہے۔

جنگ روم و یونان سے ظاہری اقتدار اور عظمت مین ترقی ہو جانے کے علاوہ ایک اور عجیب و غریب فایدہ بھی ٹرکی کو پہونچا ہے یوروپ کی بعض ناعاقبت اندیش طاقتین (نیک نیتی یا بدنیتی سے) اور بعض نمک حرام ترکی رعایا عرصہ سے یہ تقاضا کر رہی ہین کہ ٹرکی مین پارلیمنٹری اصول کو حکومت مین داخل کیا جاوے۔ مگر اب اون لوگون کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہر ملکے و ہر رسمے جو امر لنڈن مین مفید ہو وہ بالضرور بغداد مین مفید نہین ہو سکتا۔ اس اصول کی اون کو یونان کی طرز حکومت سی پوری تصدیق ہوگئی ہی۔ اسے پارلیمنٹری حقوق ملے ہوئے ۶۵ برس کے قریب ہوگئے ہین مگر وہ ایسی غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوئے ہین کہ ہمارے شیدایان آزادی اب اپنے منھ سی کہہ رہے ہین کہ یونان کی طرز حکومت مطلق العنان کر دینی ضروری ہے۔ ورنہ ملک کی کبھی اصلاح نہین ہو سکے گی۔

فرانس کا اخبار موسومہ ڈی ماٹن (لفظی معنے علی الصبح) مورخہ ۳۱ مئی ایک مضمون بعنوان "بیداری اسلام" تحریر کرکے عیسائیون کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمانون کو اور زیادہ مہلت دینگے اور اون کو فی الفور برباد نہ کر دینگے۔ تو عنقریب کل دنیا کی مسلمان

متفق ہوکر عیسائیون کو نیست و نابود کردین گے۔ اخبار مذکور کی رائے مین عساکر عثمانیہ کی تازہ فتحیابی نے مسلمانون کو بیدار کرنے مین بہت مدد دی ہے لیکن اس سے پہلے بھی مسلمان غافل نہین تھے۔ اونکی تعداد اور پولیٹیکل طاقت مین ہر وقت کچھ نہ کچھ ایزادی ہوتی رہتی ہے چنانچہ پچھلی پچاس برسون مین افریقہ کے وسط مین تین عظیم الشان اسلامی سلطنتین قایم ہوگئی ہین۔ مہدی کی سلطنت سوڈان نیلی (مشرقی سوڈان) مین۔ سنوسی کی حکومت طرابلس الغرب کی نواح مین۔ اور رباح (غلام زبیر پاشا سابق مصری گورنر سوڈان) کی مملکت جھیل چاڈ کے اردگرد۔ ان تینون سلطنتون کے ذریعہ افریقہ مین اسلام بسرعت تمام پھیلتا چلا جارہا ہے۔ رباح کا دارالخلافہ کوکا مین ہے۔ اور اوس کا مذہبی اقتدار تمام علاقجات خط استواء کی دیسی قومون پر ہے۔ اور اوس کے نایب کل ممالک ملحقہ مین اسلام کی اشاعت کررہے ہین پہلی دونون مملکتون کا اقتدار ریاست وادی لائی (جس کا بادشاہ معہ رعایا تین چار برس ہوئے مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ سوڈان کے جنوب مین واقعہ ہے) سے لیکر وارفور تک بالاستقلال قایم ہوچکا ہے۔ اور شیخ سنوسی کے جانشین امام جنوب رئیس سنوسیین کا اثر ممالک الجزائر وغیرہ مین بدرجہ کمال سرایت کرگیا ہے۔ یہ درست ہے کہ سنوسی مسلمانون کو عیسائیون کے برخلاف علانیہ فساد کرنے کی تلقین نہین کرتے۔ مگر وہ مسلمانون کا عیسائیون کے ماتحت رہنا بھی پسند نہین کرتے۔ اور الجزائر وغیرہ کے مسلمانون کو جو فرانس کے ماتحت ہین۔ دارالحرب (یعنی ممالک کفار) سے نکلکر دارالسلام (ممالک مسلمین) مین چلے جانے کی دعوت کرتے رہتے ہین۔

عساکر عثمانیہ کی فتح سے دارالخلافہ عثمانیہ سے لیکر فیض (پایہ تخت مراکو) تک اور بغداد سے لیکر زنجبار تک اور کلکتہ سے لیکر میکٹو (مغربی افریقہ مین جھیل چاڈ کے قریب بہت بڑا شہر) تک تمام مسلمانون مین جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور مسلمانون کو خلافت عثمانیہ کی امداد و اعانت کا اسقدر خیال ہوگیا ہے کہ اس برس شریف مکہ تک نے جو ہر سال بابعالی سے بیش بہا ہدایا اور انعام و اکرام پانیکا عادی ہورہا ہے تحفے لینے سے انکار کردیا کہ یہ روپیہ بھی سلطنت کی تقویت پر خرچ ہو۔ اسیطرح ٹریپولی (طرابلس الغرب) ٹیونس۔ الجزائر۔ مراکو اور مصر کے مسلمانون مین بھی سلطنت علیہ کی معاونت کرنے کیلئے زبردست تحریک شروع ہوگئی ہے۔

الغرض اخبار مذکور اسطرح کے بہت سے واقعات گن کر جن کو وہ بیداری اسلام کی وجہ ثبوت مین پیش کرتا ہے عیسائیون کو مندرجہ بالا نصیحت کرکے دنیا کو اپنی بے تعصبی۔ امن پسندی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ہی ثبوت نہین دیتا بلکہ ظاہر کررہا ہے کہ تعصب مذہبی کے مرض ناہنجار فقط اینگلو انڈین اخبارات ہی کے شامل حال نہین ہین۔ اور وہی عیسائیون کو مسلمانون کے برخلاف بہکانے مین مشاق نہین بلکہ کل عیسائی اخبار نویسون کی یہی کیفیت ہے۔ اور ان ناعاقبت اندیشون سے سخت اندیشہ ہے کہ وہ ہر وقت یہی باتین سناتے رہنے سے ایکدن عیسائیون اور مسلمانون کو آپس مین بٹھا کر رہین گے۔ ہان خداوند کریم اگر اون کو بروقت ہدایت عطا کردے تو دوسری بات ہے۔

پیرس کا اخبار الطان تحریر کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہین ہے کہ جب سے اعلیحضرت سلطان **عبدالحمید خان** تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے ہین۔ وہ مسلمانون کی جمعیت کو یکجا کرنے مین ساعی ہین۔ اور اوسی دن سے ایشیا اور افریقہ کے کل مسلمانون اور اون کے درمیان سلسلہ رابطہ و اتحاد قایم ہوگیا ہے۔ اس وقت حضور ممدوح کی خدمت مین مسلمانون کے بیشمار معززین اور علماء موجود ہین۔ انمین مراکو۔ ترکستان اور ہندوستان کے باشندے بھی ہین۔ اور جماعت مذکور اپنے ہموطنون کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ دولت علیہ کل روئے

زمین کی طاقتوں سے زبردست اور مضبوط ہے مسلمان عبث کا کام بیکار منتظر رہیں سانوکو آزادی دلانیوالی یہی سلطنت ہوگی پچھلے وزیر حضرت جلالتمآب نواب ایک اسلامی مجلس متعقد کی تھی جس میں کل آباد دنیا کے مسلمانوں کے نائب موجود تھے

اس کے بعد ان مفروضہ مظالم آرمینیا وغیرہ سے سلطان کے مذہبی اقتدار کی مضبوطی کا استدلال کرکے عیسائیان عالم دوول پر زور کو ملامت کرتا ہے کہ اونہوں نے اس ایمانمارا اور قیام امن و امان عالم کے مدعی انجاد کے کی نصیحت کو قبول کرکے ابتدا ہی میں مسلمانوں کی ایسی تحریک کو کیوں نہ روکدیا۔ اور شروع میں ہی شرائط صلح کو مقرر کرکے سلطان کو انکے ماننے پر کیوں نہ مجبور کیا کہ آج وہ اس طرح بحیثیت فاتح زبردستوں ایسی گفتگو کرکے اپنا سکہ اور زیادہ اسلامی دنیا پر نہ بٹھا سکتے۔

فصل (۱۷) ہفدہم

سر ایشمیلڈر کی روسیہ سے روانگی و گرفتاری

سر موصوف لکھتے ہیں۔ ہم تاریخ ۴ مئی دوشنبہ کی صبح کو آخری مرتبہ آلریا سے روانہ ہوئے میں اس امید سے کہ سات بجے روانہ ہوجاؤنگا ساڑھے پانچ بجے بیدار ہوا لیکن اسباب باندھنے اور دن چھوٹے چھوٹے معاملات کو نبھارنے میں جو ہمیشہ عین روانگی کے وقت درآنکلتے ہیں۔ آدھی دیر ہوگئی کہ ہم ساڑھے نو بجے سے پہلے نہ روانہ ہوسکے ہم تیار ہوئے تو ہمارے اسکورٹ کی چار دون سوار ابھی تک نہ آئے تھے جن کو رعودت بک مشکل تلاش کرکے جمع کرسکا اس طرف سے اطمینان ہوا تو اب اپنے انگریز رفقا سے الوداعی صاحب سلامت کرنا باقی رہتا تھا میشیر اور اون کرسٹان سے ہم رات کو خصمت ہوئے تھے یہ مسٹر گھم اور ڈیلڈن پیدل ہمیں رخصت کرنے آئے اور نہایت تپاک سے مسٹر گرین اور سٹیونس زین سوار الوداع کہنے آئے۔ ان انگریز نامہ نگاروں سے جو تکی نوعیت کے ساتھ تھوڑے کار منسار خوش طبع اور شریف انسانوں کا دستیاب ہونا آسان نہیں یہ غیر ملکیوں میں ایک ہی قوم کے افراد میں ایسی جلدی مودت و مونسیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اسے دیکھکر بلاشبہ حیرت ہوتی ہے۔ ہم اپنے دوستوں سے بلا مبالغہ دلی تاسف کے ساتھ جدا ہوئے مسٹر گرین اور سٹیونس کا منشا کچھ دور ہمارے ساتھ جانیکا تھا۔ اور اسی لیے غالباً وہ سوار ہوکر آئے تھے مگر ہمارا اردہ بھی شہر سے نکلکر غلط سڑک پر ہولیا۔ اور بنا بریں وہ ہمیں نہ ملسکے۔

چلتے چلاتے پونے دس ہوگئے۔ ہماری جماعت اب پر مشتمل تھی۔ ایلیس میں رعودت بک۔ اردل کے چار سوار اور منیظیہ کا آدمی جو محکمہ پولیس ایلیا۔ ایک اردابھی ساتھ تھا جسپر ہمارا اسباب تھا بظاہر وہ نہایت سالخوردہ اور بوسیدہ سا نظر آتا تھا مگر ساری مسافت اوس نے بخیریت طے کی۔ حالانکہ سڑکیں ایسی خراب تھیں کہ کوئی یورپین ہی گاڑی بھی اوس پر بمشکل سلامت رہتی یا کم از کم ایسی ہی طرح

خدمت نہ دے سکتی ۔

وادی ٹمپہ چار گھنٹون کے پرصعوبت سفر کے بعد جس مین گرمی سی بہت تکلیف ہوئی ہم دو بجے موضع بابا مین جو وادی کے دہانہ پر ہے پہونچے ۔ وہان کی باشندے ہمین پھر دیکھکر بہت خوش ہوئے ۔ اور ہمارا شکریہ ادا کیا کہ ہمنے مشیر سے درخواست کرکے ڈاکوؤن سی اونکی حفاظت کیلیے نظام فوج کا دستہ وہان بھجوا دیا ۔ بابا سے ہم ساڑھے تین بجے روانہ ہوئے خوبصورت وادی مین سفر بڑے مزے سی کٹا ۔ سڑک جو چندان عریض نہین دریا پنی اس کی برابر جاتی ہے ۔ دریا کا دہارا جو تھیسلی کے میدان سی اوسا کی سربفلک اور عمودی چٹانون کے بیچون بیچ وادی مین داخل ہوتا ہے یہان بہت تیزی اور جوش کی ساتھ بہتا ہے ۔ اور اوسکی دونون طرف پہاڑ مینار کیطرح بادلون تک چلے گئے ہین ۔ دونون کنارون پر درختون کی خوشنما قطارین کہری ہین اور جابجا سرسبز مرغزارین منظر کی یکرنگی کو دور کرکے اوسکی دلفریبی کو بڑہا رہی ہین ۔

امیلاکی قصبہ امیلاکی سے آگی وادی مین آبادی زیادہ نہین یہ اس ضلع کا سب سی بڑا شہر ہے ۔ دنیا مین اور بہت ہی کم شہر ایسے محفوظ یا دلفریب موقع پر واقع ہین ۔ وہ وادی ٹمپہ کی دائین یعنی جنوبی جانب کی چٹانی پہاڑی کے عین چوٹی کے قریب ایک چھوٹی سی سطح مرتفع پر جو آسمان سی باتین کر رہی ہے آباد ہے ۔ متصلہ دیہات کی عورتین اونچی جبتک کہ اون کو ترکی فوج کی خوش اطواری کیطرف سی اطمینان نہ ہو گیا یہین پناہ گزین رہی تہے ۔ ہمین ایسی دلچسپ اور دلفریب شہر کو نہ دیکھ سکنی کا بہت افسوس رہا ۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ۔ اور ابھی بہت فاصلہ طی کرنا باقی تھا ۔ جنوبی سرے کیطرف وادی ٹمپہ زیادہ فراخ ہو گئی ہے ۔ اور وہان اوس کا منظر بھی نسبتاً بہت لطیف اور خوشنما ہو گیا ہے ۔ درہ کی چوٹی سے دریا کا نظارا عجب دلکش دکھائی دیتا ہی جو نشیب مین ایک جھیل بناتا ہوا آگے بڑہتا ہے ۔ یہ جھیل چارون طرف سی کمال سرسبز مرغزارون اور صنوبر کے درختون سی گھری ہوئی ہی اور اوس کا منظر ہو بہو انگلستان کی جھیلون کیطرح درخشان و فرحت بخش اور گوناگون ہی بلکہ اون پر یہ فوقیت رکھتا ہی کہ یہان کا مطلع عموماً شفاف اور بے ابر ہوا صاف و بلا غبار رہتی ہے ۔

ہم پینی اس کی پل پر ساڑھی پانچ بجے کے قریب پہونچے دیہان وادی اور بھی فراخ ہو گئی ہے ۔ اور سرسبز و فرحت بخش مرغزارون کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۔ انپر بیشمار مویشی اور بھیڑین چر رہی تھین ۔ اور کئی کھیت پختگی کے قریب کھڑے تھے ۔ پل کو شکستہ دیکھکر ہمارے اوسان خطا ہو گئے ۔ پچاس ایک ترکی سپاہی دیہاتیون کو لیکر ملبہ کو آہستہ آہستہ ہٹا رہے اور پل کی یونہی برائے نام مرمت کر رہی تھی مگر گھوڑے اوسپر سے بالکل نہین گذر سکتے تھے ۔ گاڑیون کا تو کیا ذکر ہے ۔ صرف نہایت چالاک اور پھرتیلے پیادہ پا مسافر تیرتے ہوئے ملبہ کے ایک ڈہیر سے دوسرے ڈہیر تک چھلانگین مارتے جانے سے دریا کو جو نہایت تیزی اور جوش و خروش سے بہہ رہا تھا عبور کر سکتے تھے ۔

یونانی دہقانیون نے جو عثمانیہ سپاہیون سے خوب گھلے ملے نظر آتے تھے ہمین بتایا کہ ساغیسی مین ہمین بآسانی کشتی ملجائے گی یہ گانون دریا کے جنوبی کنارہ پر اور دو گھنٹون کی مسافت پر آگے تہا ۔ لاریسا ۔ پلاٹامونا کی سڑک اس پل سے گذرتی ہے جو اب ٹوٹا ہوا تھا ۔ پلاٹامونا

اسی سڑک کر رستہ پل سو دو ایک گھنٹوں کی مسافت پر شمال المشرق کیطرف تھا۔ یہ ساحلی سڑک پر پہلا ترکی قصبہ ہے۔ ساغنیسی سے پلاٹانوا براہ سمندر دس بارہ میل ہے۔ اس رستہ دریا پیچی اس کے دہانہ سے گذر کر اُدھر جانا پڑتا ہے۔

ایک خوبصورت یونانی دوشیزہ

ساغنیسی کی سڑک بہت بُری حالت میں تھی۔ اکثر جگہ ارابہ کا چلنا تقریباً محال تھا۔ سڑک کی حالت سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ یونانیوں نے پسپائی کے وقت عمداً اوسے جا بجا توڑ دیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ ہم کئی بہت بارونق دیہات کے پاس سے گذرے جن کے سب باشندے اپنے اپنے مساکن میں موجود تھے۔ ہر ترکی ٹوپی والوں کی جماعت کو آتا دیکھکر عموماً سڑک سے ایکطرف ہو جاتے۔ مگر عزیزمن حسب معمول ایسی باادب نہ تھیں۔ نہ اون کو مردوں کا ایسا خوف تھا۔ اونمیں سے اکثر تمیں دیکھنے کیلئے گھروں سے دوڑتی ہوئی نکلکر یا تو اپنے دروازوں یا سڑک پر کھڑی ہو جاتیں۔ سڑک کے اوپر ایک کھیت میں ایک خوشنما مکان کھڑا تھا۔ ایک نہایت ہی خوبصورت یونانی لڑکی اندر سے نکل کر اوس کے دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ اور بطور نشانِ سلام و خوش آمدید ہماری طرف رومال ہلاتی رہی۔ کل تعمیل میں ہنسے صرف یہی ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ مگر ہمیں جلدی تھی۔ اور تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ ہم اوس سے بات چیت کرنے کیلئے نہ ٹھیرے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا مرد گذرے جو بقول رُودف بک سپاہی رہ چکا ہو۔ انمیں ایک ایسا خوبصورت اور سیمابا نکا تنہا کرمین نے ویسا خوبصورت اور کسی یونانی کو نہ دیکھا۔ وہ ٹوپی کو فوجی آن بان سے سر پر ڈالے خوب اکڑا ہوا پاس ہی گذر رہا تھا۔ میرے نزک رفقاء کو تو شاید اوس کی اکڑ پسند نہ آئی ہو۔ مگر میں اوسے دیکھکر بہت خوش ہوا۔ کہ باری میں نے ایک یونانی تو ایسا دیکھا جس کا انداز بہادرانہ تھا۔ اور جس کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑنا اور لڑنے پر تیار ہے۔

دیہات اور جنگل میں ہر بار اطراف جن کو دیکھکر رُودف بک اور سوا بہت ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ یہ ناپاک جانور دیکھکر طبعاً ہر مسلمان کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ آغاز محاربہ کے وقت سے ہمارے متین و متحمل مزاج لفٹننٹ نے کبھی پہلے اسکیطرح اپنی پیشانی پر بل نہیں پڑنے دیا تھا۔ اور نہ وہ کبھی ایسا جھلا ہوا تھا۔ نفرت و تنفر ظاہر کرنے کیلئے اوس نے طرح طرح کی حرکتیں کیں۔ کبھی ناک بھوں چڑھاتا۔ کبھی تھوکتے اور کبھی کھانسنے اور کبھی گویا ان غلیظ جانوروں کی بو کو دماغ سے خارج کرنیکے لیے ناک صاف کرنے لگ جاتا۔ یہ تیا کو دیکھکر خاص دل لگی ہاتھ آگئی۔ راستہ میں جونہی اوسکو کسیطرف خنزیر نظر آتا۔ وہ خواہ مخواہ رُودف بک کی اوسطرف توجہ کرا دیتا۔ اور ہر نئے سؤر کو دیکھکر رُودف بک کا چہرہ وہی کیفیت از سر نو طاری ہو جاتی۔ یہ دیکھکر ولیمس ہنستے ہنستے لوٹ جاتا۔ اور ولیما بھی بظاہر تبسم کر خوب فرہ تیا سدہ کل عالمی مذہب کو صنوا اللاّدمی تھا۔ اگرچہ وہ سؤر کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن بھوکا رہنے کی بجائے بلا تامل اوس کا گوشت کھا جانا رُودف بک میرے خیال میں بھوکا مر جانا قبول کرتا مگر اس ناپاک چیز کو کبھی ہاتھ تک نہ لگاتا۔

باشندگانِ ساغنیسی

زاغنیسی (چاکسی) ہم پونے آٹھ بجے پہونچے۔ اوس وقت شام پڑ چکی تھی شہر اور میدان سے بھرپور تھا۔ جو ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ مگر مقامی حکام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی یونانی حاکم ہے؟ جواب ملا نہیں۔ اعلےٰ حاکم ایک نزک ہے۔ جو ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر وادی کی بالائی حصہ میں رہتا ہے

مین نے کہا پلاٹا مونا جانے کیلیے ہمین ابھی ایک کشتی چاہیے۔ رؤوف بک اور سوارون کو اون یونانیون کی کثرت تعداد سے جو ہمارے گھوڑون کے گرد جمع ہوگئے کسیقدر تردد سا پیدا ہوگیا۔ ایلیا جو یونانی جانتا تھا کشتی بہم پہنچانے کے معاملہ مین مصروف ہوگیا ہم ایک کھلی قہوہ خانہ مین چلے گئے۔ اور وہان روٹی۔ قہوہ اور کچھ شراب پی۔ تمام باشندے قہوہ خانہ مین امنڈ آئے۔ اور ہمارے گرداگرد بیٹھکر ہمین اسطرح سے گھورنے لگ گئے کہ گویا ہم اونکی نگاہون مین عجیب الخلقت جانور تھے۔

آخر چند آدمیون نے کشتی بہم پہنچانا منظور کر لیا۔ رات سخت تاریک تھی۔ گھاٹ تک ہمنے بمشکل پہونچایا۔ چار نوجوان ارنوطون نے جن کا باپ وہان آباد ہوگیا تھا خود بخود بلا درخواست ہمارا اسباب کشتی تک پہنچا دیا۔ پھر رؤوف بک اور اپنے وفادار سوارون سے آخری صاحب سلامت کرکے جو اتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے تھے ہم کشتی پر سوار ہوگئے۔ رؤوف نے پلاٹا مونا تک ہمارے ساتھ کشتی پر جانا چاہا۔ اوسے خیال تھا کہ اوہم پاشا کی ہدایات کے مطابق کم از کم ہمین دوسری ترکی چوکی تک بخیریت پہونچا دینا اوسپر واجب ہے۔ مگر مین نے سوارون کو ایسے گانون مین جہان یونانی بکثرت آباد تھے۔ اور وہ ترکون کے کوئی ایسے دوست نظر نہ آتے تھے اکیلا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ایسی جگہ دونون مین سے کسی فریق کا زیادتی پر مائل و آمادہ ہوجانا بعید از قیاس نہ تھا۔ بنا برین مینے رؤوف کو ساتھ لیجانا منظور نکیا۔ اور اوسے نصیحت کی کہ اگر گھوڑے اس قدر مسافت طے کر سکین تو وہ رات گانون مین نہ ٹھیرے۔ بلکہ شکستہ پل کو جہان ایک ترکی دستہ مامور تھا ہٹ جائے۔ رؤوف بک بڑا خوش نصیب تھا کہ ہمارے ساتھ نہ آیا کیونکہ ترکی فوجی افسر ہونے کی وجہ سے وہ جائز اسیر جنگ تصور ہوتا۔ بعد مین ہم نے سن لیا کہ وہ اسی رات پل کو ہٹ گیا۔ اور اسطرح ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہا۔

جہاز پر رات

کشتی خاصی جسامت کی تھی۔ اور چپون سے چلائی جاتی تھی۔ مین نے اوسی پر پلاٹا مونا جانیکا عزم کرکے کشتی والون کو اوسے حتی الامکان تیز چلائے جانے کی تاکید کی۔ مگر اونہون نے کہا کہ ہم تمہین ایک چھوٹے سے دو مستولی بادبانی جہاز پر پہونچا کر واپس ہٹ جائین گے۔ مین نے اونکو اس عزم سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن بیسود۔ پھر سمجھایا کہ آندھی بالکل نہین۔ اور ہم دو تین گھنٹون مین بہ آسانی یہ فیصلہ طے کر لین گے۔ ایلیا نے کہا۔ یہ بالکل ناممکن ہے سمندر خطرناک ہے۔ اور ہمین بالضرور جہاز پر جانا چاہیے۔ رات کی تاریکی اور یونانی ملاحون سے گفتگو نہ کر سکنے کی وجہ سے مین بالکل بے بس تھا۔ اور مجبوراً جہاز پر سوار ہوگیا۔ ہمین بعد مین جسقدر صعوبتین اور تکلیفین پیش آئین وہ سب اسی غلطی کا نتیجہ تھین۔ ایلیا کی نسبت ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ وہ بحری سفر کا عادی نہ تھا۔ اور سمندر سے بہت ڈرتا تھا۔ بنا برین اوس نے ایک چھوٹی سی کشتی پر جہاز کو بدرجہا زیادہ ترجیح دی۔

اہل جہاز کی نسبت مجھ بعد مین تقریباً یقینی علم ہوگیا کہ وہ ہمکو گرفتار کرنے کی سازش مین شامل تھے جب ہم زاغیسی پہنچے اوس وقت سمندر مین کسی یونانی جنگی جہاز کا نام و نشان نہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر غالباً خاص قاصد ساحل کے کنارہ کنارہ قریب ترین یونانی جہازات کو ہماری آمد و روانگی کی خبر پہنچانے کیلیے بھیجدیے گئے۔ اور اس اطلاع کا وہ نتیجہ ہوا جو آگے مذکور ہے۔ جہاز کے بادبان کھول دیے گئے۔ مگر ہوا اسقدر تیز نہ تھی کہ جہاز کچھ معقول حرکت کر سکتا۔ ایلیا نے تو تک پر ہمارے لیے اولٹے سیدھے بستر بچھا دیے اور ہم تینون

جس ہیئت مین تھی اوسیطرح کپڑون سمیت لیٹ گئی۔ مین اور ایلس دوش بدوش۔ اور ایلیا ہمارے قدمون کیطرف لیٹا مجھی یونانی ملاحون پر پورا اعتبار نہ تھا۔ بنا برین ہمنی اپنے پستولون کو نکال کر پاس رکھہ لیا کہ ضرورت کیوقت اون سے فوراً کام لیا جا سکے ایلیا نے جاگتے رہنے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ اور ایلس جلد خوب میٹھی نیند سو گئے جسپر مجھے پہرہ کا کام دینا پڑا۔ مین کبھی اونگھنے لگ جاتا اور کبھی آنکھین کھول لیتا۔ تمام رات جہاز چلتا رہا۔ پانی کی لہرین خاصی تیز تھین مگر ہوا بہت کم تھی۔ آدھی رات کے بعد سخت سردی پڑنے لگ گئی جس نے مجھے پھر نہ سونے دیا۔ جب صبح ہوئی تو مینے کلمۂ شکر پڑھا۔ مگر جب کسیقدر روشنی تیز ہوئی تو مین یہ دیکھکر ہکا بکا رہ گیا کہ گو ہم چھہ میل کا فاصلہ طے کر آئے ہین مگر مین ابھی کم و بیش زاغیسی کے ہی سامنے۔ اور کہ پلاٹامونا اور اوس کا سفید مربع قلعہ جس پر پندرہ دن ہوئے یونانیون نے فضول گولہ باری کی تھی۔ جہاز کے دماغہ کیطرف سے ہمسے ابھی آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مین نے ایلیا کو جگا کر کہا کہ مناسب ہوگا کہ ہم اوس کشتی پر جو جہاز کے پیچھے بندھی چلی آتی ہے سوار ہو جائین۔ اور اوسے کھینچتے ہوئے پلاٹامونا جا پہونچین مگر ایلیا نے اس تجویز کو خطرناک قرار دیکر مسترد کر دیا۔ مین شاید اوسکی مخالفت کی پروا نہ کرتا۔ مگر جب دیکھا کہ کشتی پر ہم تینون تو سوار ہو سکتے ہین مگر اسباب رکھنے کی اوسمین جگہ نہین تو مینے بھی یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یونانی ملاحون نے دو چپے نکالکر بظاہر جہاز کو اون سے بھی چلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسپر بھی جب جہاز کی رفتار مین کوئی فرق دکھائی نہ دیا۔ تو ایک چپو مین نے خود پکڑ کر کھینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح پانچ گھنٹون کی محنت و کوشش سے ہم پلاٹامونا کے خاصے قریب پہونچ گئے۔ اور وہ صرف دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔

اوس وقت دس بجے کا عمل تھا کہ جہاز کے یونانی ناخدا نے کہا مین نے دو جنگی جہاز ساحل کے برابر زاغیسی کو جاتے دیکھے ہین ہمنے نہایت غور سے اودھر دیکھا مگر کوئی جہاز دکھائی نہ دیا۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد سچ مچ تین جنگی جہاز نمودار ہو گئے جن مین سے دو سیدھے ہمارے جہاز کیطرف چلے آ رہے تھے۔ یونانی ملاحون نے کہا یہ اطالین جہاز ہین۔ یونانی نہین۔ یہ ہمین دہوکہ دینے کیلئے کہا گیا تاکہ ہم کشتی پر سوار ہو کر جانبر نہ ہو جائین۔ لیکن اونکا یہ اندیشہ غلط تھا۔ ان جہازون مین ایک تارپیڈو کشتی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کشتیون کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ دوم وہ ہمسے دو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھے۔ اور اگر ہم کشتی پر بھاگنے کی کوشش بھی کرتے تو اون سے نہین بچ سکتے تھے۔ مزید برآن وہ ہمین گرفتار کرنے کا کوئی استحقاق نہ رکھتے تھے اور ہم ساحل کے کنارہ کنارہ سفر کرنے کا کامل اختیار رکھتے تھے۔ ہم غیر مصاف کنندہ اشخاص تھے۔ اور کسیطرح حیادت کے ضوابط کی ہمنے خلاف ورزی نہین کی تھی۔ علاوہ برین تب تک ساحل کے بحری محاصرہ کا اعلان نہین ہوا تھا۔

یونانی جہاز احاطہ کر لیتے ہین

جنگی جہاز بسرعت بڑھے آ رہے تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے سب سے اگلے جہاز نے جو ایک پرانی قطع کا بڑا اگنبوٹ تھا ہمارے جہاز کو کھڑا ہو جانے اور بادبانون کو نیچا کر دینے کا حکم دیا۔ ہمارے جہاز کے ناخدا نے اس حکم کی فی الفور تعمیل کر دی۔ جسپر اگن بوٹ کے کپتان نے ہم سب کو اوسپر چلے آنیکا حکم دیکر ہمارے لیجانے کیلئے دو کشتیان مسلح ملاحون سے بھرپور ہمارے جہاز کے پاس بھیجدین۔ مینے جانیسے انکار کر کے کپتان کو فرانسیسی مین کہا ہم غیر مصاف کنندہ ہین اور براہ سالونیکا انگلستان کو جا رہے ہین۔ اور ہمین اپنے سفر کو جاری رکھنے کا پورا پورا استحقاق حاصل ہے

اس مین کلام نہین کہ ہمارے ساتھ وردی اور ترکی ٹوپی پوش ترکی پولسمین کے ہونے کی وجہ سے ہمارے گرفتار کنندگان کے دلون مین ہماری طرف سے شبہہ پیدا ہو جانا فطری امر تھا۔ یونانی طبعاً نہایت شکی مزاج ہین۔ اور بعض اوقات اس بارہ مین بچون سے بھی بڑہ جاتے ہین۔ ایلس اور مینے صبح گرمی کی وجہ سے جو سمندر پر میدانون سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ ترکی ٹوپیان اوتار کر چوڑی فرنگیانہ ٹوپیان پہن لی تھین۔ بحث آدہ گھنٹہ ہوتی رہی۔ اور درینولا یونانی جہاز کل توپین اور تارپیڈو کی نالیان ہماری طرف سیدہی کیئے ہوئے ہمارے گرد چکر لگاتے رہے۔ اور کپتان اور اوس کے ماتحت افسر کبھی ہماری منت سماجت کرتے اور کبھی دہمکیان دیتے رہے ملاح ہمارے جہاز کے خزانہ کا تختہ اوٹھا کر نیچے اتر گئے۔ ہمارا اسباب وہان غلہ پر رکھا ہوا تھا جب اونہون نے گراس رائفلین اور یونانی تلوارین جو ایلس نے البانیون سے خرید کی تھین وہان دیکھین تو نہایت آشفتہ خاطر ہو گئے۔ اور اس قسم کی اور چیزین ملنے کی توقع سے ہر طرف غلہ مین سنگینین گاڑنے لگ گئے۔ مینے اپنا پروانہ راہداری یونانی افسرون کے معاینہ کے لیے بھیجکر کہا کہ مین پارلیمنٹ کا ممبر ہون ایلس اور ایلیا نے مجھے یونانی اگنبوٹ پر چلے جانے کیلئے بہتیرا سمجھایا۔ اور کہا کہ مقابلہ ناممکن ہے۔ مگر مین نے نہ مانا۔ اور کہہ دیا کہ اپنی مرضی سے کبھی نہ جاؤنگا۔ جبراً لیجائین تو لیجائین گرفتار کنندہ اگن بوٹ کا بھی وہی نام تھا جو اوس دریا کا تھا جس کے پل کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہمکو اس مصیبت مین گرفتار ہونا پڑا تھا۔ پینی اس کے کپتان نے آخر حلفی وعدہ کیا کہ اگر ہم چلے آئین تو مالونیکا سفر جاری رکھنے مین وہ ہمین ہر طرح سے حتی الامکان مدد دیگا۔ اور سہولت پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اوس نے اس وعدہ کو پھر بآواز بلند دوہرایا۔ تاکہ کسیطرح کی غلطی دہجانیکا امکان نرہ جائے۔ اسپر ہم پینی اس کی کشتی پر سوار ہو کر اگن بوٹ کو چلے گئے۔ زینہ کے محافظ لفٹنٹ (نوبت جی ملازمی) نے مجھ سے ریوالور طلب کیا مگر مینے انکار کر دیا۔ اور جہاز ایونیا پر وولو سے روانہ ہونیکے وقت تک اوسے اپنے پاس رکھا کپتان خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ ہمنے اوسے پرانی طرز کا تجربہ کار و ماہر ملاح پایا۔ اور میالیس نام رکھتا تھا۔ وہ اسی نام کے مشہور یونانی امیر البحر میالیس کا جسنے محاربہ آزادی مین بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اور لارڈ بائرن کا بڑا دوست تھا پوتہ ہے۔ اوس نے ہمین روکنے پر بہت افسوس ظاہر کر کے مجبوری کا عذر کیا۔ اور کہا کہ اوسے ہمارے جہاز کا تعاقب کر کے روکدینے اور نیز کوئی چیز ساحل کے متصل سے نہ گذرنے دینے کا اعلے افسر کیطرف سے حکم ملا تھا۔ اوسنے ہمارے لیئے تختہ جہاز پر کرسیان بچھوا دین۔ اور تونیاق شراب کے چند گلاس بھجوا دیئے۔ اوس کے پاس تواضع کیلئے یہی تکلف کی چیز تھی۔

کپتان کونڈوروٹیس

پھر پینی اس بسرعت زاغیسی کیطرف پیچھے کو روانہ ہو گیا۔ ہمارے والا بادبانی جہاز دنبالہ سے باندہ لیا گیا تھا۔ وہان ہم تیسرے جہاز پر جو تینون سے بڑا کاروٹ قسم کا جہاز تھا گئے۔ اس کا کمانڈر کپتان کونڈوروٹیس شاہ یونان کا ایک یاور اور جہاز کا نام میکالی تہا۔ وہ بڑی شفقت سے پیش آیا اور ہمارے سفر کے رک جانے پر لمبی چوڑی معذرت خواہی کر کے کہا کہ اوسے یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ بادبانی جہاز پر ہم سوار تھے۔ کپتان میالیس یا کونڈوروٹیس نے اپنے سلوک و برتاؤ سے اس بات کا شائبہ تک بھی نہ گذرنے دیا کہ وہ ہمین اسیران جنگ تصور کرتے ہین مین نے دونون افسرون کو بتایا کہ ہم بسرعت تمام وطن کو واپس جا رہے ہین۔ ہمین لنڈن مین نہایت ضروری کام ہین۔ اور اونکی وجہ سے

ہمین جتنی مقدور ہو جلد وہان پہنچنا لازمی ہے۔ اگر آپ ہمین پلاتا مونا یا سالونیکا بھجوادین تو بہت مہربانی ہوگی۔ کپتان گرانڈر نے افسوس ظاہر کیا کہ محاربہ کی وجہ سے وہ ہمین ان دونون مقامات مین سے کہین نہین پہنچا سکتا پھر بطور مشورہ دیدیا کہ وہ ولو جانا ہمارے لیئے سب سے بہتر ہوگا۔ وہان ہمین ہر طرح کی ٹیلیگرام ملیگین گے۔ اور ہم اون مین سے کسی پر سوار ہوکر جدہر چاہین جاسکین گے۔ اگر ہم چاہین تو وہ جہاز بھی اس پر ہمین وولو بھیجدینے پر تیار ہے۔ مین نے اس تجویز کو مجبوراً منظور کرلیا منظوری کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ یونانی افسرون کی بھیجے اندازہ خوش خلاقی اور ہمارے سفر مین سہولت پیدا کرنے کو لیے حد تردد ظاہر کرنا سب نمائشی اور مصنوعی تھا۔ ہمین اور انہون نے صرف سولیت اور جلد ہی سے پیچھا چھڑانے کو لیے وہ بھی نوجی و ملکی دونون طرح کے یونانی افسرون اور اہلکارون مین سب سے بڑا نقص اور کمزوری یہی ہے کہ وہ جلد ہی کا بوجہ اپنے سر پر لینا کبھی گوارا نہین کرتے جب تک ہم وولو نہ پہونچ اور ایلیوگرسٹا ماٹیلیوس سے دوچانہ ہوئے ہمین اسیران جنگ تصور کرنے کا کوئی ادعا نہین کیا گیا۔

پرنس جارج

پنیٹی اس ایک بجھ دولو کیطرف روانہ ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر کے بعد ہمین راستہ مین ایک کلان کروزر زیر کمان پرنس جارج ملا۔ اوسپر پنیٹی اس کا دوا کاٹ کر کروزر کے پیچھے پیچھے پھرا تھیسی کی طرح ہولیا یہ دیکھکر ہم حیران رہ گئے۔ اور کپتان کی کارروائی پر سخت اعتراض کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ مجھکو کرفد سے بذریعہ نشان ایسا کرنیکا حکم ملا ہے۔ اور میرے لیئے اوسکی تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہین۔ نزدیک پہونچنے پر پرنس جارج ہمارے جہاز پر آیا۔ اور کپتان میاٹیس نے ہمین اون کے سامنے پیش کیا۔ شہزادہ خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور ہمارے سفر کے بارہ مین افسوس ظاہر کرکے بطور عذرات بیان کیا کہ ہر ایک چیز کو روک لینا اور بکھتی تک کو نہ گذرنے دینے کے احکام صادر ہوچکے ہین پھر اوسنے بھی ہمین یہی مشورہ دیا کہ وولو جانا ہمارے لیئے بہتر ہوگا۔ وہان ہر طرح کو جانیوالے سٹیمر مل سکتے ہین۔ اور بنا بریین ہم پھر سفر آسانی شروع کرسکین گے ماٹیس سے دریافت کیا کیا تمنے کوئی لڑائی دیکھی ہے؟ اور جب لڑکے نے جواب دیا کہ تین لڑائیان دیکھی ہین۔ تو بہت خوش ہوا۔ پرنس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اگر تم لڑائی دیکھنا چاہتے ہو تو وولو سے بہتر کوئی مقام نہین ہوسکتا تین لڑائیان تم نے ترکون کیطرف رہ کر دیکھی ہین۔ اب وہان تم یونانیون کیطرف رہکر اوسے بخوبی دیکھ سکوگے۔ شہزادہ انگریزی بہت عمدہ بولتا ہے۔ وہ خوبصورت طویل القامت شہزادہ خوشرو خوشخلق نوجوان ہے۔ پیشانی خندہ۔ ملاحانہ وجاہت اور اخلاق شائستہ ہین۔ زمانہ سلف مین وہ بحری قزاقون کا گروہ بادشاہ بنتا۔ ہم اوس کی تحمل و شجاعت اور اطوار سے بہت خوش ہوئے۔ جہان تک ہم قیاس کرسکے وہ یونانی نیوی مین ہر دلعزیز تھا۔ اوس کا بڑا بھائی قسطنطین نوجمین یقیناً ہر دلعزیز نہ تھا۔

پنیٹی اس پھر وولو کو روانہ ہوگیا۔ اور اس دفعہ راستہ مین کوئی اٹکاؤ نہ پڑا۔ کپتان نہایت مہربانی اور توجہ سے پیش آتا رہا۔ ہنسنے اوس کے ساتھ کہانا کہایا۔ اور اوسنے باصرار اپنا کمرہ ایلیس کے سپرد کردیا مین اوس کے سیلون (ایوان) مین جھکڑے سے باہر تھا سویا۔ مگر اپنے کوٹ کو جس مین میرے پاسپورٹ خطوط اور اہم کاغذاتی خط تھا کمرہ کے دروازہ کے اندر لٹکا دیا ہم دونون پستول

ساتھ لیکر سوئے۔ اور بوٹ و کوٹ کے سوا باقی کپڑے نہ اتارے۔ اگر مین یہ احتیاط نہ کرتا تو میرے خطوط کا بھی وہی حشر ہوتا جو ایلیس کے روزنامچہ کا ہوا۔ اسباب ہم تختہ (توتک) پر ہی چھوڑ آئے تھے۔ رات کو اوسکی خوب تلاشی لیگئی۔ اور ایلیس کے روزنامچہ کو ایک جاسوس کی معرفت جو انگریزی جانتا تھا پڑھا گیا۔ یہ جاسوس غالباً وہی سیاہ اور بدشکل سا ملکی اہلکار تھا جسے دوسرے دن ہمنے جہاز پر دیکھا۔ اور اوسنے ہماری طرف بُری نظرون سے گھورا۔ یونانی افسرون نے کہا۔ یہ ارمنی ہے مگر مجھے اسپر اعتبار نہین کپتان نے کہا تھا کہ جہاز پر انگریزی جاننے والا کوئی شخص نہین۔ صرف وہ تھوڑی سی فرانسیسی جانتا ہے۔ اس معاملہ پر کپتان کو الزام دینا غالباً مناسب نہین۔ محاربہ کے زمانہ مین اکثر حیلہ بازیان روا ہو جاتی ہین۔

(۱۸) فصل ہشتدہم

سر ایشمیلڈ بارٹلٹ اور یونانی امیر البحر

جنوبی یوروپ یا مشرق مین سیاحت کرنیکے دوران مین سویرے بیدار ہونے کی عادت سے بڑھ کر کوئی عادت مفید اور فرحت بخش نہین جسقدر سویرے اُٹھا جائے اوسیقدر زیادہ بہتر ہے۔ اس سے انسان دن کے تمام وقت سے فایدہ اوٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے صبح کے نہایت ہی خوشگوار اور لطیف وقت مین جب کہ مطلع صاف اور ہوا تازگی بخش اور راحت فزا ہوتی ہے قدرت و صنعت کا سرور بخش نظارا کر سکتا ہے۔ اور اس کی بدولت دوپہر کے وقت کاروبار کو برسر انصرام پہونچانے کی تکلیف و مشقت سے جب کہ گرمی اور گرد و غبار کا کوئی حساب نہین رہ جاتا بچ جاتا ہے۔ بدوران سیاحت مین کبھی ساڑھے چار بجے کے بعد بستر پر نہ رہا۔ اور اس سویرے اٹھنے کی برکت و منفعت سے پورا پورا فایدہ اوٹھایا۔ ۶ مئی کو بروز بدھ مین سویرے بیدار اور ضروریات سے فارغ ہو کر پانچ بجے بالائی چھت (توتک) پر پہونچگیا۔ اور دیکھا کہ جہاز بسرعت خلیج ودلو مین داخل ہو رہا ہے بندرگاہ اور شہر کا نظارہ نہایت لطیف و دلفریب ہے۔ ودلو ایک شہر نہین۔ بلکہ اُسے کئی شہرون یا بستیون کا مجموعہ کہنا چاہیئے۔ دو پرانی بستیان جن کے مکان مشرق کے شہرون کے مکانات کیطرح بے ترتیب اور مختلف شکل و پیرایہ کے ہین۔ پہاڑیون کی چوٹی تک پھیلی ہوئی ہین۔ جدید حصہ کے مکانات جو خلیج کے شمالمغربی ساحل پر آباد ہے۔ عمدہ ساخت کے ہین اور اسمین کئی خوشنما بنگلے موجود ہین بندر یونانی جنگی جہازون سے بھرا ہوا تھا دو زبردست آہن پوش۔ کئی کروزر اور چند تارپیڈو کشتیان وہان لنگر زن تھین۔ ایک کلان اطالین مصافی جہاز (سارڈینیا) ایک فرنچ کروزر اور ایک انگریزی اگن بوٹ (ڈرائیڈ) بھی وہان تھے۔ اللہ اکبر آخر الذکر کو وہ سارا دن ہم کیسی تمنا بھری نگاہون سے دیکھتے رہے۔ ساڑھے چھ بجے کپتان میلائیس امیر البحر کے جہاز سپارا پر گیا۔ جاتی دفعہ مین نے اوس درخواست کی

کہ وہ میری طرف سے امیر البحر سے یہ مطالبہ کرے کہ یا مجھو انگریزی جہاز پر پہنچا دیا جائے۔ یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیا جائے۔ جن نے کپتان سے میرا خط بھی انگریزی قونصل کو بھجوا دینے کی درخواست کی۔ لیکن اس پر اوس نے انکار کر دیا۔ کپتان بہت دیر بعد واپس آیا۔ اوسکی غیبت مین کئی ملکی جہاز پر آئے۔ آخر کار ایک تھینکی ہٹیا یا کا انچیطہ تھا جس کی تکمیل نہایت کروہ تھی۔ اوس کا ہمارے بزدلانہ جہاز کے افسرون کو گمان ہوا۔ یہ بات جہاز کے دوم افسر نے جو ہمسے بڑی شفقت و مروت سے پیش آتا رہا۔ اور ڈاکٹر و انجینیر اور صورت نوجوان شخص تھا ہمین درپردہ بتائی۔ کپتان ۹ بجے سے بعد واپس آیا۔ اوس کو ساتھ امیر البحر کے جہاز کا ایک افسر تھا۔ جو انگریزی نہایت شستہ بولتا تھا۔ اوس نے مجھسے کہا کہ اوسنے ہمین خشکی پر بھیجکر دولے کے ملکی حکام کے سپرد کرنیکا حکم پایا ہے۔ مسئولیت سے پہلو تہی کرنے کی عادت بدکی جو یونانی ملازمون مین راسخ ہے یہ دوسری مثال تھی مین نے دریافت کیا یہ حاکم کون ہین۔ اوس نے جواب دیا کہ اعلےٰ حاکم لاریسہ کا گورنر ہے۔ جو دان سے دو لو بھاگ آیا تھا۔ اور یہان کا حاکم اعلےٰ ہے۔

یونانیون کے ملکی حاکم

مین ملکی یونانی اہلکارون کی خیانت۔ بدکرداری۔ بددیانتی۔ اور ظلم و عسف سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ لاریسہ کا گورنر اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین۔ یہ بھی نیک زبان تھا جو ترکون کو بیوقوف سمجھتے ہوے نہایت بزدلانہ طور پر اپنے فرائض کو چھوڑ چھاڑ کر لاریسہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور بھاگنے سے پیشتر قیدیون کو رہا کر کے اونہین رغلین دی گیا۔ جنہون نے ہوجکو یا جیون کے ساتھ مکر کے علی کے دنون مین نہب و غارت کا وہ بازار گرم رکھا۔ اور اپنے معقولون بالخصوص عورتون کو ایسا ستایا تھا۔ کہ یونانی باشندون نے ترکون کو نیچ جانے پر تنگ کا کلمہ پڑہا مجھی چونکہ اس ات شریف کو یہ تمام کارنامے معلوم تھے۔ مین نے جبر کے سوا بمرضی خود خشکی پر جانیسے قطعاً انکار کر دیا۔ اور انگریزی جہاز یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیجانیکا مطالبہ کیا۔ کپتان سیالیس نے احکام کا عذر پیش کر کے میری درخواست کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اسپر مین نے خود امیر البحر سے ملنکی درخواست کی۔ اور سیالیس نے بڑے تردد اور پس و پیش کے بعد امیر البحر کو جنٹیڈیون کے ذریعہ میری درخواست سے مطلع کرنا منظور کیا۔ امیر البحر نے ملنا قبول کر لیا۔ اور ہم گیارہ بجے اوس کے جہاز پیار پر پہونچگئے۔ امیر البحر ستاماٹیلوس نے ہم سے سیلون مین ملاقات کی۔ وہ بیش خوش اخلاقی سے آیا۔ مگر اوسکی قطع و ضع سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بڑا خشکی اور وہمی مزاج شخص ہے اور پہلے افسرون کی نسبت وہ ہمین نہایت خطرناک دشمن تصور کرنے پر زیادہ مائل ہے۔ امیر البحر پر جب تک وہ باتین کرتا رہا بھینپی سی غالب دکھائی دیتی رہی۔ وہ طویل القامت سیاہ فام شخص تھا۔ مونچھون کا رنگ خاکستری۔ اور آنکھین بار بار بعجلت نظرون سے ہمین تولتی تھین اوس نے قہوہ وغیرہ سے ہماری تواضع کی۔ مینے اوسے کل حالات جن کی وجہ سے ہمین زاغیبی آنا پڑا تھا۔ اور گرفتار ہوئے تھے بتفصیل بتائے۔ اور پھر کہا کہ ہم ملکی حکام کے پاس جانا کبھی منظور نہین کرسکتے۔ ایک ہم اون سے واقف نہین۔ دوسرے ہمین اونپر کوئی اعتماد نہین اپنے ملکی رفقار کی نسبت ایسا کلمہ سنکر امیر البحر اور دوسرے افسرون نے جو پاس ہی خشکی کا اظہار کیا مگر مین اپنی رائے پر قایم رہا۔ اور جب مینے یہ کہا کہ یونانی بحری افسرون نے ہمین گرفتار کیا۔ اونہون نے ہمارے سفر مین رکاوٹ ڈالی۔ اور وہی ہمین دولالے ہمین ہم اون سے واقف ہین۔ اور اونکی پاس اپنے آپکو محفوظ سمجھتے ہین تو اس دلیل سے امیر البحر کی خفگی بالکل زایل ہوگئی۔ اوس نے چند لمحے غور

کرنے کے بعد جواب دیا کہ اگر ہم ملکی حکام کے پاس جانیسے انکار کرینگے۔ تو وہ ہمین خود بخود آزاد کرنے کا ذمہ نہین اوٹھائیگا۔ بلکہ ہدایات منگوانے کیلئے ایتھنز تار دیگا۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ لاریسا کا گورنر انگریزی اخبارات کو ریمارکس سے جو اونہون نے اوسکی متوحشانہ فراری کے متعلق کئے تھے بہت بگڑ رہا تھا۔ اور مزید برآن اوسے اور دولو کے سربرآوردہ یونانیون کے دلون مین ترکی فوجکی جو قریب پہونچ گئی تھی۔ بہت دہشت سمائی ہوئی تھی۔ اور وہ ہمکو بطور نیم یرغمال قابو کرنے کیلئے نہایت بیچین ہو رہے تھے۔

بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ اگر خشکی پر جاتے تو ہمارے لئے اچھا نہ ہوتا۔ وہان سخت گھبراہٹ اور بیحواسی مستولی ہو رہی تھی۔ دوسرے انگریزون کے ساتھ دولو مین جو اوس وقت کمینہ برتاؤ کیا گیا اوس کے حالات اب شایع ہو چکے ہین۔ اور اون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونان کے ملکی حکام اور باشندے کوئی پاجیانہ یا بزدلانہ حرکت نہین جس کے مرتکب نہ ہو سکتے ہون۔ امیر البحر نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ میرا خط بھی انگریزی قونصل کو پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ اور انگریزی سفیر متعینہ ایتھنز کو تار دینے کی بھی اجازت دیدی۔ یہ تار مین نے مسٹر مرلن (قونصل) کی معرفت مسٹر ایجرٹن (سفیر) کو بھیجا۔ اور اوس مین اپنی گرفتاری کی مختصر مگر واضح کیفیت درج کرکے سفیر موصوف سے ہماری رہائی کا مطالبہ کرنے کی درخواست کی۔

قونصل کے انتظار مین ہمنے پسارا پر دو گھنٹہ بسر کیے۔ یہ عرصہ امیر البحر دربار کرتا رہا جس مین اوس کے ماتحت بیڑہ کے تمام کپتان سلام کو حاضر ہوئے۔ اوس نے کہا آج اوس کے ہمنام ولی سینٹ جارج کا دن ہے۔ مگر ہمنے بعد مین سنا کہ آج بادشاہ کے نام کی وجہ سے دربار کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازان ایتھنز سے دربار نہ کئے جانیکا حکم آگیا۔ جس کی وجہ تب کوئی معلوم نہ ہوئی۔ تاہم ملاحون نے اوس دن برابر تیوہار منایا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ سرکاری طور پر اُسے امیر البحر کی سالگرہ کا دن ظاہر کیا گیا۔ کئی افسر ہمارے پاس آکر ہمسے گفتگو کرتے رہے۔ ایک کپتان انگریزی جانتا تھا۔ اوسنے ایلس کو بڑا پیار کیا۔ اور اُسے کچھ مٹھائی بھی دی۔ افسوس مجھے اوسکا نام یاد نہین رہگیا۔

آخر مسٹر مرلن ایک بجے کے قریب پہونچگیا۔ اور اوس نے ہمین رہائی دلوانے کیلئے جس قدر کہ کوئی قونصل یا انسان زور لگا سکتا ہے زور دیا۔ مگر امیر البحر اپنے عزم سے نہ ہٹا۔ بلکہ جون جون مسٹر مرلن نے زیادہ زور دیا۔ وہ اور ضد پر ہوتا گیا۔ مسٹر مرلن نے یہانتک کہا کہ "مین تمکو تحریری اقرارنامہ لکھدیتا ہون کہ اگر تم سر آتھیمیلڈ کو ابھی چلا جانے دو۔ تو جس وقت یونانی گورنمنٹ اُسے طلب کرے۔ وہ جو الزام اوسپر لگایا گیا ہو اوسکی جوابدہی کیلئے فی الفور واپس آجائیگا"

اگر امیر البحر معقول آدمی ہوتا تو اس تجویز کو فوراً مان لیتا۔ مگر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسیطرح ہمین رہا کرنے کی مسئولیت اپنے سر نہین لینا چاہتا۔ ایک یونانی کپتان نے مجھے بعد مین کہا "ہمارے تمام افسر لوگون سے ڈرتے ہین" لوگون سے اوسکی مراد درحقیقت ایتھنز کے مفسد طینت باشندون سے تھی۔ مسٹر مرلن کے پاس جب کوئی چارہ نہ رہگیا تو وہ جہاز سے رخصت ہوگیا۔ اور وعدہ کر گیا کہ مین ابھی انگریزی سفیر کو ایتھنز تار دیتا ہون۔ اور تمہین دیکھنے کیلئے پھر بھی آؤنگا۔

بیم و رجا کی حالت مین رکھنے والی لڑائی

ولسٹینو مین اوس وقت میدان حرب خوب گرم ہو رہا تھا۔ ہمنے امیر البحر سے وہان جاکر لڑائی دیکھنے کی اجازت

طلب کی۔ مگر اوسنے نہ دی۔ ولسٹینو مین وولو سے صرف دس میل ہی۔ یہ پہلا دن تہا کہ ہمارے ساتھ اسیر دن ایسا برتاؤ کیا گیا۔ اور اوس دن کی آزردگیون مین ایک یہ آزردگی بھی کچھ کم نہ تھی کہ ہم سارا دن توپون کی رعد نما گرج اور رائفلی باڑہون کی مسلسل کڑک ہوا کے گہوڑون پر سوار ولسٹینو کیطرف سی آتی سنتے رہے۔ بلاشبہ اس سے بڑہ کر بے چین کرنیوالا کونسا امر ہو سکتا تھا کہ ہم ایک ایسی معرکۂ عظیم کے تمام شور و غل کو تو جسے دیکھنی کا ہمین بڑا اشتیاق تھا سنتے رہین۔ مگر اوسے دیکھ نہ سکین۔ توپون اور رائفلی آتشباری کی مسلسل و غیر منقطع صدا سے جو دونون بہت قریب معلوم ہوتی تہین صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اوس موقعہ پر جسے ہمنے اچھی طرح دیکھا ہوا تھا بڑی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ترک نعیم پاشا کی شکست کا جسے ہمنے گذشتہ جمعہ کو بچشم خود معائنہ کیا تھا۔ داغ مٹانے اور کرنیل سمولنسکی کو مغلوب کرنے کیلیے جان سپارانہ کوشش کر رہے ہین۔ مسٹر مرلن نے مجھسے ذکر کیا تہا کہ ڈرائیڈ کا کپتان پلہم چند انگریز نامہ نگارون کے ساتھ لڑائی دیکھنی کے لیے صبح ولسٹینو گیا ہے۔ مین نے جہاز مذکور کے لفٹنٹ مسٹر ہملٹن سے جو ہمین ملنے آیا۔ اور بڑی مہربانی سے پیش آیا تھا۔ درخواست کی کہ جب کپتان واپس آئے تو اوس کی پاس ہماری طرف سی التجا کرے کہ وہ ہمین جہاز ایونیا پر آکر لڑائی کے حالات بتا جائے۔

شدید آتشباری جو صبح کے ساڑہے دس بجے شروع ہوئی تھی شام کے پانچ بجے کی قریب بند ہو گئی۔ یونانیون کو سارا دن فتح و نصرت کی پرچے پہونچتی رہے تھی۔ بالآخر سمولنسکی کا یہ مشہور پیغام جس مین اوسنے بیحد تعلی کی تھی پہونچا کہ اوس نے "ترکون کی پے در پے سات مختلف حملون کو پسپا کیا ہے۔ اور اب اوس کی سپاہی ترکون کی خون مین تیر رہے ہین" سمولنسکی قابل سپاہی ہے۔ اور صرف وہی ایک ایسا افسر ہے جس نے محاربہ مین کچھ قابلیت دکھائی۔ مگر وہ بھی دوسرے یونانیون کیطرح غلو و اغراق اور مبالغہ پسندی کی خوفناک سودا مین مبتلا ہے۔

مین اسے مخفی نہین رکھنا چاہتا کہ یہ خبر سن کر مجھے ترکی حملے کے نتیجہ کے متعلق کسیقدر تردد ضرور ہو گیا۔ کیونکہ مین یونانی موقعون کی بے انتہا مضبوطی۔ ترکی سپاہیون کی جانبازانہ شجاعت اور ترکی جرنلون مین چند ایک کی ناقابلیت سی بخوبی واقف تھا۔ لیکن سات بجے کپتان پلہم کے آنے پر کل فکر و تردد کافور ہو گیا۔ وہ تھکا ماندہ اور گرد آلود سیدہا میدان جنگ سی ایونا پر آیا۔ اور ترکی سپاہیون کی بیتظیر شجاعت اور لڑائی کے مفصل حالات ہمین سنائے۔ اوس نے بیان کیا کہ ترک صف در صف اور پلٹن در پلٹن دشمن سی اپنے آپ کو چھپانے کی کوئی کوشش کرنیکے بغیر علانیہ صبح کے ساڑہے آٹھ بجے کے قریب کرلی سے جو ولسٹینو سے سات میل ہی روانہ ہوئے اور دو گہنٹون کے سفر کے بعد ان کو مشغول پیکار ہو گئے۔ ہمارا سابقہ تجربہ و مشاہدہ کپتان کی داستان کی لفظ بہ لفظ تصدیق کر رہا تھا۔ دیر کر کے چلنا۔ لڑائی سے پیشتر لینا اور صعوبت بخش سفر طے کرنا۔ اور پھر آتے ہی دن کی نہایت ہی گرم اور بے سکت کر دینی والی حصہ مین جانگداز معرکہ آرائی مین مصروف ہو جانا۔ یہ سب وہی باتین تھین جو ہم پہلے ہر موقعہ پر مشاہدہ کر چکے تھے۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر فوج کا حصہ کثیر پہلے دن ایسی وقت جب کہ دہوپ مدہم ہو گئی ہوتی دشمن کے قریب پہنچا دیا جاتا۔ اور دوپہر کی بجائے علی الصبح لڑائی شروع کی جاتی۔ مگر ترکی جرنیلون کو سمجھائے کون۔ تاہم اس مرتبہ نعیم پاشا کی طرح پیلی اون کے ناقابل تسخیر ڈہلوانون کو بنوک سنگین فتح کرنے کی

غلطی کا ارتکاب نہ کیا گیا کل زور یونانی میسرہ اور قلب پر ڈالا گیا۔ کپتان پلیم کچھ عرصہ یونانیوں کو اگلے مورچوں میں رہنا۔ مگر آخر آشباری کی مسلسل بوچھاڑ نے اسے وہاں سے ہٹا دیا۔ اوس نے بیان کیا کہ جب میں واپس آیا اوس وقت ترک سینوسیفالا کی پہاڑیوں اور ویلیٹسو سے جنوب مغرب کیطرف کی بلند زمین کو برابر آگے بڑھ کر یونانی میسرہ کو الٹ دینے کیلئے بڑی سخت کوشش کر رہے تھے اسی ترکوں کی کامیابی کیطرف سے ناامیدی نہ تھی۔ بلکہ کہا کہ گو یہ درست ہے کہ یونانیوں کے بڑے مورچے ابھی تک بیشتر محفوظ اور اون کے تصرف میں ہیں۔ مگر ترکوں نے اگلے مورچے فتح کر لیے ہیں۔ اور بڑے مورچوں کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں جن پر وہ بلاشبہ علی الصبح آخری اور فاتحانہ حملہ کر دیں گے۔ وہ ابھی باتیں ہی کر رہا تھا کہ پھر یہ اگلی باڑھوں کی کڑک سنائی دی جو بڑی تیزی سے آدھ گھنٹہ تک جاری رہی۔

جو افسر کپتان کاتیاس بالکل درست نکلا۔ دوسری شام کو تموسکی نے ۵ میل بجانب جنوب مالیروس کو ہٹ جانا قرین مصلحت سمجھا۔ گو یہ امر ابھی تک صاف نہیں ہوا کہ آیا اوس نے فرسالہ کی فتح ہو جانے کی وجہ سے مراجعت کی تھی۔ یا خود اپنے میسرہ کے الٹ دیے جانے کے خطرہ کی وجہ سے۔ غالباً دونوں باتوں کا کچھ کچھ اثر تھا۔ بہرحال یہ لڑائی محاربہ کی صعب ترین لڑائیوں میں سے تھی۔ اور اسمیں یونانیوں کو ایسی بڑی کارگذاری نہ دکھائی یہ درست ہے کہ وہ قدآدم مورچوں کو پھیر رہے تھے لیکن ایسی مستحکم موقعہ کو منتخب اور پھر اسے ایسی مضبوطی کے ساتھ مستحکم اور مورچہ بند کر لینے کی ریڈٹ اور زنکیناں کا تموسکی ضرور مستحق ہے۔ ان دونوں کی لڑائی میں ترکوں کو ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے۔ اگر لاریسہ کی متوحشانہ بھاگڑ کے بعد یونانیوں کا مستعدی کے ساتھ تعاقب کیا جاتا تو یہی نقصان نہیں۔ بلکہ فرسالہ اور بالخصوص ڈرموکوس میں ایسا سخت نقصان اوٹھانا پڑتا جو اوٹھایا گیا۔ یونانی فوج کو تو نادوس اور لاریسہ کی بیحد اسامعت و فرار کے بعد ویلیٹسو فرسالہ و تریکالہ لائین پر پھر مرتب ہو کر اور سمبھلنے کا موقعہ ہی نہیں دینا چاہیے تھا فتح سے فایدہ نہ اوٹھا سکنے اور عثمانیوں کی شکست کو سترٹر بھاگڑ میں متبدل کر دینے سے اپنی فتح کو مکمل نہ کرنے کی وجہ سے ہی ۱۸۹۷ء میں ترکی پر تباہی وارد ہوئی تھی۔ اور ہمیں بہت کم شبہہ ہے کہ اگر یونانیوں کی بجائے کسی زیادہ شجاع دہبادر دشمن سے مقابلہ ہوتا تو ۱۸۹۷ء میں بھی اس تساہل کا ویسا ہی برا نتیجہ نکلتا۔

جہاز ایونیا

چار بجے ایک عجیب واقعہ گذرا۔ امیرالبحر نے اپنا انگریزی دان کپتان بھیجکر ہمیں اطلاع دی کہ اوسے ہمیں تیمنر بھیجدینے کا حکم گورنمنٹ کیطرف سے موصول ہوا ہے۔ جہاز بنفسہ اس کو ہمیں لے جانیکا حکم دیا گیا مگر کپتان سپالیس نے عذر کیا کہ اوس کو پاس کوئلہ کافی نہیں اسپر بردباری کے کلان جہاز ایونیا کو تیار ہونیکا حکم ہو گیا کپتان سپالیس کے انکار کرنے کی غالباً کچھ اور وجہ تھی جسمیں اگے بتاؤنگا۔ اوس کا تعلق اوس تلاشی سے تھا جو اوسی رات کو ہمارے ساہیوں نے لی تھی ساہیوں کا خیال ہو کہ وہ اس حرکت سے دلمیں بہت نادم تھا۔

ایونیا تین ہزار ٹن وزن کا عمدہ اور خوب آراستہ جہاز تھا ہمیں مائیٹس کیلئے آسائش بخش کمرے دیے گئے اور کپتان کو ہماری ہر طرح

لہ شخص اکتوبر ۱۸۹۵ء میں زیامیس کے وزیر اعظم ہونے پر وزیر بحریہ ہو گیا تھا۔ نومبر ۱۸۹۶ء میں بجمیعہ وزارت ہونے پر بھی وہ اس عہدہ پر بحال رہا

خاطر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ آیونیا پر ہمسے کل اسلحہ لیے گئے اور اگرچہ ہم کو بالکل نظر بند نہ کیا گیا۔ ہمین بالائی چھت اور سیلون مین پھرنے کی پوری آزادی رہی لیکن یہہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہماری حرکات کی نگرانی کیجا رہی ہے۔ رات کو ایک سنتری میرے کمرہ کے دروازہ کے باہر پہرہ دیتا رہا۔

شبہ پیدا کرنے والی کاغذات

امیر البحر کے انگریزی دان کپتان نے ہمین سیلون مین طلب کیا۔ جہان ہم سے ایک طرح کی باضابطہ سوال وجواب کئے گئے۔ خوش قسمتی سے مسٹر مرلن جہاز پر موجود تھا اور مینے باصرار تمام اس بات کا فیصلہ کرا لیا کہ سوال وجواب کے وقت وہ پاس رہے۔ کپتان نے کسیقدر تحکمانہ لہجہ سے سوالات کی ایک فہرست پیش کی۔ اوس نے ایک کاغذ سے کچھ عبارت پڑہی جسے پہلے مین نے یہ سمجھا کہ یہ وہ تار ہے جو اتھینز سے موصول ہوا ہے مگر پھر معلوم ہوا کہ یہ وہ مشہور "الزام ثابت کنندہ کاغذ" ہے جس کی نسبت بیان کیا گیا تہا کہ ہمارے پاس سے دستیاب ہوا ہے۔ اور اتھینز کے اخبارات نے اوسپر خوب شور وغل برپا کیا تھا۔ اول اوس نے مجھ سے اپنا روزنامچہ اور کتاب یادداشت پیش کرنیکے لیے کہا مین نے پروانہ راہداری نکال کر دیدیا۔ اور کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب یادداشت یا ڈائری (روزنامچہ) نہین۔ اوس کے بشرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ اوسے میری بات پر یقین نہین۔ مگر جب مین نے درشت لہجہ سے انکار کو دوہرایا تو اوسنے ایلس کیطرف متوجہ ہو کر کہا "تمہارے پاس تو یادداشت کی کتاب موجود ہے اوسے نکالو" اس سے مجھے کسیقدر تشویش سی پیدا ہو گئی کیونکہ مین جانتا تھا کہ وہ سیاحت کے حالات قلم بند کرتا رہا ہے جسمین اوس نے اپنے خیالات بالکل آزادانہ ظاہر کیے ہوے ہین۔ اور ان خیالات کا یونانیون کی شجاعت و سپہ سالاری کے حق مین مزیل حیثیت اور ترکون کے حق مین ہونا یقینی امر تھا۔ مگر جب ایلس نے یہ جواب دیا کہ اوسنے پندرہ دنون سے یعنے تھیسلی مین داخل ہونیکے وقت سے اپنے روزنامچہ مین کچھ نہین لکھا۔ تو میرا تردد دور ہو گیا۔ اور مین نے اوسے اپنا روزنامچہ لانے کیلئے کہدیا پھر ۲۰ اپریل سے جس تاریخ ہم سالونیکا سے روانہ ہوئے تھے۔ اوس دن تک کی سیاحت وحرکات کی یومیہ کیفیت کو قلم بند کرکے مین نے کپتان کے حوالہ کر دیا۔ بعد ازان اوس نے سوال کیا کہ کیا مین پچھلے دنون قسطنطنیہ مین تھا مین نے جواب دیا کہ شروع جنوری سے بعد مین وہان نہین گیا پھر اوس نے پوچھا کیا میرے پاس ترکی گورنمنٹ کو پہنچانے کیلئے کوئی مراسلات ہین مین نے کہا نہین۔ اسپر اوس نے ایک کاغذ سے سلطان المعظم ایک پاشا اور گاڑی۔ کونٹ گولوجس کی اور چند خفیف سے واقعات وروایات کے متعلق ایک لمبی چوڑی تمسخر خیز معجون مرکب عبارت پڑہی جسے سن کر پایا جاتا تھا کہ وہ کسی خوردسال بچہ کے خط سے اقتباس کیگئی ہے۔ اوسے سنکر مجھے خواہ مخواہ خیال گذر گیا کہ کہین ایلس کے کسی چھوٹے بھائی کا خط تو یونانیون کو نہین ملگیا۔ مین بعد کپتان نے ایلس سے چند سرسری سوال کیے۔ ہم نے اوسے دکھا دیا کہ ایلس کے روزنامچہ کی آخری عبارت ۱۸ اپریل کو وائینا مین لکھی گئی تھی۔ اور کونٹ گولوجسکی کی ملاقات کے متعلق اوسمین کچھ حوالے ہین۔ اس معائنہ پر سوال وجواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور کپتان جیسے کا تیسا رخصت ہو گیا۔ اوس نے ہمین بتایا کہ اوسے حکم ہے کہ ہماری روانگی کی اطلاع بذریعہ ٹیلیگرام اتھینز کر دے۔ کپتان مذکور بظاہر خاصہ خوش اخلاق اور صاف دل معلوم ہوتا تھا۔ مگر بدوران گفتگو ایک دو دفعہ اوسکے لب ولہجہ اور بشرہ سے واضح ہو گیا کہ وہ بآسانی ظالم ودرشت خو بن سکتا ہے۔ سٹینڈرڈ کے قابل نگار مسٹر مانگمری کو جسے یونانیون نے

مالیروس کے قریب پکڑکر پسارا پر بھیجدیا تھا۔ اسی کپتان سی سابقہ پڑا تھا۔ اور اوس سی اسنے نہائیت بُرے پیرایہ سے دریافت حال کیا تھا۔ مگر مین یونانی گرفتار کنندگان کے سلوک کی کوئی شکائیت نہین کرتا۔ "جنگ آخر جنگ ہوتا ہے" یہ ایک عام ضرب المثل ہی اور اوس کی صداقت مین کوئی شک نہین۔ تاہم ایتھنز اور تھسلی مین جب ہم نے اسے ہر ایک کی زبان پر دیکھا۔ تو آخر سنتے سنتے اُکتا گئے۔

کپتان پلیم اور مسٹر ہملٹن ہمین جہاز آیونیا پر ملنے آئے۔ اور مسٹر مرلن نے ساڑھے سات بجے آخری دفعہ ملکر کہا کہ ابھی تک مسٹر ایجرٹن نے تار کا کوئی جواب نہین دیا۔ جہاز کا کپتان مارو میکالیس نیک نہاد اور صاف طینت شخص تھا۔ وہ ہم سے ہر وقت بنوازش پیش آیا۔ وہ انگریزی بالکل نہ جانتا تھا۔ اور فرانسیسی شدبد۔ نایب کپتان اور ڈاکٹر بھی نہائیت خوش طبع اور خلیق تھے۔ آخر الذکر فرانسیسی بہت عمدہ بولتا تھا۔ جہاز کا ایک یونانی باورچی نام اور بدقسمت انگریزی آہن پوش جہاز وکٹوریا[1] پر ملازم رہ چکا تھا۔ اوس کے غرق ہونیکے وقت وہ کسی کام کیلئے دوسرے جہاز پر گیا ہوا تھا جہان سی اوسنے اوسے غرق ہوتے دیکھا۔ جہاز کے چرخ نہائیت تیزی کے ساتھ چکر کھا رہے تھے۔ جو بدنصیب ملاح اونکی جھپٹ مین آئے اون کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس دردناک واقعہ کی کیفیت اوس نے نہائیت رقت انگیز پیرایہ مین بالتفصیل سنائی۔

ایک یونانی ممبر اور مظالم فروش

ڈنر پر یونانی بحری افسرون اور ایک ممبر سے دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ ممبر کا نام پٹیالاس تھا۔ اور تاریخی جزیرہ اتھاکا کیطرف سی جسے وہ ایٹاک پکارتا تھا ممبر تھا۔ وہ محاربہ مین شامل رہا تھا۔ اور اب پارلیمنٹری فرائض کیطرف متوجہ ہونے کے لیے ایتھنز واپس جا رہا تھا۔ ماسیو پٹیالاس کو ہمنے نہائیت متواضع اور خوش اخلاق پایا۔ اوسے ہمارے ساتھ سچی ہمدردی اور دلچسپی ہوگئی۔ ایک یونانی افسر نے مجھسے دریافت کیا۔ کیا مین نے کوئی ترکی مظالم مشاہدہ کیئے ہین۔ پھر باصرار بیان کیا کہ ترکون نے یونانی مجروحین کو کئی جگہ زندہ جلا دیا۔ مین نے اس بہتان کی فی الفور تردید کرکے اوس سی اون مقامات کے نام بتانے کی درخواست کی۔ اوس نے ٹرناوس کا نام لیا۔ مینے جواب دیا کہ مین وہان ترکی ہراولی دستہ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہان کوئی ایسا واقع نہین گذرا۔ پھر اوس نے کہا۔ یونانی اپنے مجروحین ریزومیلو کے گرجہ مین چھوڑ گئے تھے۔ ترکون نے گرجہ کو آگ لگا کر کل مجروحین سمیت خاکستر کر دیا۔ مین نے اس پر اپنی طرف سی کچھ نہ بیان کیا۔ بلکہ تفصیل کا تقاضا کرکے پہلے یہ تاکید کر دی کہ ایسی الزامات لگاتے وقت تاریخ و وقت وغیرہ کی بالکل درست تعیین نہائیت ضروری ہے۔ اور ساتھ ہی یہ یاد رکھنا واجب ہی کہ فرضی مظالم کی تشہیر مشتہر کنندگان کے حق مین مفید ہونے کی بجائے اُلٹی نقصان رسان ہوتی ہے۔ پھر مین نے سوال کیا۔ کیا تمنے بچشم خود گرجہ کو جلا ہوا دیکھا۔ اور وہ کس دن جلا تھا؟ پہلے تو وہ یہی کہتا رہا کہ اوسنے اپنی آنکھون سے اوسے جلتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر جب مینے جزئیات و تفصیل بتانیکا تقاضا کیا۔ اور ادہر یونانی ممبر نے اوسے آنکھون آنکھون مین فہمائش کر دی تو اوس نے کہا کہ اسکی

[1] یہ آہن پوش اول درجہ کا مصافی جہاز تھا۔ پانچ ایک برس ہوئے طرابلس الشام کے قریب انگریزی بیڑہ مشق و قواعد کر رہا تھا کہ ایک جہاز وکٹوریہ سے ٹکرا گیا۔ اور آخر الذکر پانچ منٹون مین غرق ہوگیا۔ مغروق ملاحون کے قبرستان کیلئے سلطان المعظم نے طرابلس کے قریب انگلستان کو کچھ قطعہ اراضی کا عطا کر دیا تھا۔

ایک دوست نے جس کے بیان پر اعتماد کرنا چاہیے اگر جمعہ کو جلتے دیکھا تھا تو جمعہ گزشتہ ۱۴ اپریل کو جب نیم یہ شتابے ریزو میلو پر بعض اور ڈسپیشنو پر حملہ کیا جا رہا تھا پیشگی سے پھر نا کامیاب رہے تھے خود ریزو میلو میں اور ہاں اصل واقعہ یہ ہے کہ ۱۴ اپریل کو ۱۸۹۷ء کی آگ کے اختتام تک ہیلینک یونان کوئی ترکی نہ تھا نہ ہو کسی آگ لگانے کی بھی جمعہ کے بعد میں تو اگر کبھی ایک ہیلینک فوج کے ساتھ ریزو میلو گیا تھا مگر وہ تو صحیح سالم گھر تھا اور اس وقت بھی وہاں کوئی ترکی نہ تھا۔

یہ جواب سن کر افسر نادم ہونے کی بجائے کہنے لگا سچ ہیں پڑ گیا اور پھر کہا تو کس دن تم نے آخری مرتبہ ریزو میلو کو دیکھا۔ میں نے جواب دیا ۱۴ اتوار۔ دوسری مئی کو؟ اسپر اوس نے کہا تو اوہ مجھسے غلطی ہو گئی! ریزو میلو کا اگر جمعہ کو نہیں بلکہ اوس سے بعد کے دو شنبہ کو جلایا گیا تھا؟ میں نے کہا میں اسپر پورا وثوق ہے تبھیں تاریخ میں مغالطہ نہ ہونے دینا نہایت ضروری ہے یہ یونانی فہرست ہاں مجھے پورا یقین اور وثوق ہے۔ میں تو اچھا سن لو۔ تمہیں اطلاع دینے والے نے بالکل غلط کہا ہے کیونکہ ریزو میلو اور اوس کا گرجہ اتوار (۱۴ مئی) کی رات سے دو (۱۵ مئی) کی صبح تک خود تمہاری فوج کے تصرف میں رہتے یہ سنکر ہمارے مظلوم فروش دوست کو دانت کٹھے ہو گئے اور پھر اوس نے اس بحث کا نام نہ لیا۔ اوس کا اعتبار خود اوس کو اپنے زود اعتقاد سے زود اعتقاد رفقاء کی نظروں میں کچھ نہ رہ گیا۔ اور پھر سارے سفر میں بلکہ جب تک میں یونان میں رہا میں نے ترکی مظالم کے متعلق ایک لفظ تک نہ سنا۔ بادشاہ مجھے بالصراحت کہا کہ اوس ان رائیوں پر جو لوگ قتل میں ترکوں کی سخت مظالم کے مرتکب ہونے کے متعلق مشہور کر رہے ہیں مطلقاً اعتبار نہیں +

جزیرہ نیگرو پانٹ اور ماراتھان کا میدان جنگ

چالکی آبنائے کا مشہور پل دیکھنے کیلئے میں جمعرات کو بہت سویرے بیدار ہوا۔ اس وقت یہ بر عظم جزیرہ یوبوا (اگریپانیگرو پانٹ۔ اغریبونز) سے اس قدر قریب ہے کہ دونوں میں صرف ۵۰ فیٹ کا فاصلہ ہے۔ یہاں ایک مضبوط آویزاں پل بنا ہوا ہے جو جزیرہ کو بر عظم سے ملاتا ہے۔ جہاز کو گذرنے کیلئے پل میں راستہ کر دیا گیا۔ چالکیس کے مشہور عالم شہر سے جس کے گرد اگرد وادیاں دیکھنے کی خوشنما بر جدار حصیلیں بنی ہوئی ہیں ہم پانچ گھنٹے کی قریب گھوڑے سات بجے ہم ماراتھان کے میدان جنگ سے جس کی شہرت قیامت تک قائم رہیگی گذرے منجملہ ۴۹۰ قبل مسیح میں یہیں دس ہزار یونانیوں نے ملٹیاڈیس کے زیر کمان ایک لاکھ ایرانیوں کو شکست[1] فاش دی تھی۔ سمندر سے ماراتھان کے چھوٹے سے میدان اور وادی ماراتھان کی واویوں کا جو میدان سے پرے ہیں نہایت عمدہ اور صاف نظارہ ہو سکتا ہے۔ مرے گائیڈ بک (راہنمائے سیاحان) میں میدان جنگ کو مختلف موقعوں پر بنائے گئے ہیں۔ وہ اونچا ٹیلہ جو موسوم بہ سوراس جہاں مقتول ایتھنزی دفن کئے گئے تھے۔ جہاں سے صاف دکھائی دیتے تھے۔ اور تیر ماراتھان بھی وائیں ہاتھ کی وادی کے سرے پر صاف نظر آتا تھا۔ وہ ساحل جہاں بھگوڑے ایرانیوں

[1] سر ایڈورڈ کریسی اس لڑائی کو دنیا کی پندرہ فیصلہ کن لڑائیوں میں داخل کرتے ہیں جنہوں نے مل ہندوستان کی تاریخ پر عالمگیر اثر ڈالکر قوموں کے عروج و زوال اور تاریخ عالم کا نیا دور شروع کیا۔ مترجم +

اور فاتح ایتھنیرون مین جو ایرانیون کو بھاگنے کا موقعہ نہ دینے کو یے اون کے جہازون پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے جانگداز منظر آرائی ہوئی تھی تقریبًا تیس ہمارے سامنے تھا۔ ایتھنز کا اعلےٰ مجسٹریٹ کالی ماکس یہین قتل ہوا تھا۔ اور یہین ایک بہادر ایتھنزی سپاہی غیور نے ایرانی تیر کی ضرب سے اپنا ہاتھ کٹوالیا۔ مگر ایک ایرانی کشتی کو جسے وہ پکڑے ہوئے تھا چھوڑنا منظور نہ کیا۔ ایرانی سات ہزار اور ایتھنزی ۱۹۲ ہلاک ہوے۔ مارا تھان کو دیکھکر خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہوگیا کہ یہی یونانی ہے شجاع اور محب وطن تھا۔ اور اب اونکی یہ کیفیت ہے کسی انگریز شاعر نے یونان قدیم و یونان جدید کا باہم موازنہ کرتے ہوے بالکل درست کہا ہے "یونان کی زمین تو اب وہی ہے جو پہلے تھی لیکن اب وہ زندہ یونان نہین رہگیا۔ وہ ایسا ہی زرخیز و خوشنما اور دلفریب ہے مگر اس زرخیزی خوشنمائی اور دلفریبی مین مُردون کیسی بو دتا و ویرانی موجود ہے۔ ہم اس کے ساحلون سے رخصت ہوجاتے ہین کیونکہ وہان جان نہین۔ ایک کالبد بے رُوح پڑا ہے"

میری رائے مین یونانیون کی تب فاتح رہنے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ جو یہ ہے کہ تب اون کو ترکون سے سابقہ نہ پڑا تھا۔ ایرانی اپنے عروج کے ایام مین دلیر و شجاع و جفاکش عثمانی و ہمقانون کی نسبت بہت ہی نازک و لطیف مزاج ہوگئے تھے۔ جزیرہ یوبوا کا نام ساحلی علاقہ اور اوس کے بالمقابل برعظمی ساحل کا علاقہ نہایت زرخیز اور خوبصورت ہے یونان کو صوبہ ایشیا کی پہاڑیون کی نسبت جو عموماً خشک و آباد ہین یہان سبزی اور روئیدگی بہت زیادہ ہے سبزہ ہر جگہ بالکل صاف آسمان شفاف و بے ابر اور ہوا ایسی لطیف و پاکیزہ کہ دنیا مین کہین سے زیادہ لطیف و پاکیزہ عالم تصور مین بھی نہین آسکتی۔

یونانی ڈاکو راستہ کو ہم پر جہان اُن دنون بہت ہی تنگ ہوگئی ہے لوگون کے نبوہ دانبوہ کھڑے تھے جس وقت جہاز کے ماتحون نے اونکو تھمستکلی کی مژدہ انرتح کی خبر سنائی تو سب نے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ مگر ایونی کھڑا نہ ہوا۔ رومارو دی بڑھا گیا۔ جہاز پر دو سقا عدہ یونانی سپاہی بھی سوار تھے۔ وہ طویل القامت و مستعد شخص تھے اور گہرا پلٹن کمسطرح گہرے وار ازار گیٹر اور بھورے رنگ کی ٹوپیان پہنے ہوے تھے۔ اور اون کے سینے کارتوسون کی پیٹیون سے ڈھنپے ہوے تھے۔ سب سے اوپر بھیڑیے کی کھال کی بھدی سی پوستین تھی۔ یہ دونون شریف بنفیہ شیخی باز تھے جہاز پر جب دل چاہتا جھومتے پھرتے اور سپہ کو بھی بخشت چھت پر سوتے ایک اکثر شیخی بگھارتا رہتا کہ میں نے فلان فلان دشمن کے ہاتھ سے بیس ترکون کو تہ تیغ کیا اور اب چند دن آرام کرنے کیلئے ایتھنز گھر جارہا ہون۔ میرا خیال ہے کہ جملہ مانس کو ترکی کنگینون کے اور زیادہ مقابلہ کی جرات نہ رہ گئی تھی۔ وہ ایتھنی ہٹیار یا کے دستہ کا آدمی تھا۔

ساڑھے بارہ بجے ہم فالیرم کے فرسٹ پہنچے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ خلیج پائیرس کے باہر واقع ہے۔ اوس کی بندرگاہ مین دو دل کا شفقہ ٹیرہ باجاہ و جلال خاصہ خوش نگار نظارہ تھا کہ اگر ایتھنز مین رہنا ہوتا تو دل چاہتا کہ روز بجے ہمارا جہاز لنگر انداز ہو۔ روز بجے ہمارا دل چاہتا کہ کرایہ کرکے روز رسان فرانسسکو کے دوش بدوش ہو نہایت خوبصورت اور مضبوط جہاز تھا پائیرس کے بندرگاہ مین لنگر انداز ہوا۔ سہ پہر کے وقت جہاز مذکور کا نائب افسر مسمی ایلبرٹ کارڈیکہ

ایونیا کے کپتان کی پاس آیا۔ میری اوس سے کچھ گفتگو ہوئی۔ اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر شہر کے بلوائیون نے ہمارے جہاز پر آکر ہم سے کچھ شرارت کرنی چاہیئے تو امریکن جہاز ہماری مدد کرے گا۔ بندرگاہ مین انگریزی جنگی جہاز کوئی نہ تھا۔

یونانی ممبر نے ہمین متنبہ کر دیا کہ خشکی پر جانا تمہارے لیئے مناسب نہ ہوگا۔ ایتھنز کے اخبارات نے اشتعال انگیز مضامین شایع کر کے لوگون کو تمہارے برخلاف سخت برافروختہ کر دیا ہوا ہے۔ ان نیک بخت اخبارات نے ہمین "جاسوس" کا خطاب دیکر یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارے پاس سے الزام جاسوسی کو ثابت کرنے والی کاغذات بھی دستیاب ہوئے ہین۔ شہریون کے طوفان بے تمیزی نے چند دن قبل دو چار تجارتی جہازون پر جن کی نسبت خیال کیا گیا تھا کہ اون پر کریٹی مسلمانون کے لیئے سامان رسد ادا ہوا ہے یورش کر کے اہل جہاز کو خوب زدوکوب کی تھی۔ اور اسباب محمولہ کو سمندر مین پھینکدیا تھا۔ ہمارے ورود سے کچھ دن بعد مسٹر مانگمری سے اسی مجمع نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا تھا۔[1]

مسٹر میکس کی ایلچیانہ کارروائی

ایونیا کا کپتان ایتھنز جا کر ایم رالیس کو اطلاع دینے کے لیئے جو وزیر اعظم ہی نہین وزیر بحریہ بھی ہے فی الفور خشکی پر چلا گیا۔ وہ میری طرف سے ایک خط مسٹر ایجرٹن کیطرف بھی لیتا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک رقعہ انگریزی قونصل کو بھیجدیا جس مین ہم نے اوس سے جہاز پر آکر ہم سے ملنے کی درخواست کی تھی۔ مگر جب وہ خشکی پر پہنچا تو اوسے بذریعہ ٹیلیفون ایتھنز سے یہ پیغام پہونچ گیا کہ خود ایم رالیس ساڑھے چار بجے آکر ہمین ساتھ ایتھنز لے جائیگا۔ ہمارے لیئے یہ بڑی خوشخبری تھی مگر ساڑھے چار بج گئے اور ایم رالیس کوئی نہ آیا۔ ساڑھے پانچ بجے ہمنے کپتان اور اوس کے ماتحت افسرون سے دریافت کیا کہ کیا وہ توقف کی کچھ وجہ بتا سکتے ہین؟ اونہون نے کسیقدر تردد کے بعد جواب دیا کہ غالباً وہ بلوائیون کے خوف سے نہین آیا۔

---

[1] ایسا ہی پاجیانہ سلوک اکتوبر ۱۸۹۷ء مین ایک ترکی جرنیل سے کیا گیا۔ امیر المومنین نے جنرل وہبی پاشا کو افواج مقیمہ تھیسلی و اپائرس کے سپاہیون اور افسرون مین تمغے اور اعزازی تلوارین تقسیم کرنے کے لیئے بھیجا۔ جنرل موصوف کار مفوضہ سے فارغ ہو کر بندر پریویسا سے ایک آسٹرین جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اون کے ساتھ اونکا بیٹا اور جنرل محمد علی پاشا معہ قبائل بھی تھے۔ جہاز مذکور جب ایتھنز کے بندرگاہ پائرس مین داخل ہوا تو دو ہزار سے زیادہ لقے اور بدمعاش یونانی باین خیال کہ جہاز پر چند یونانی اسیران جنگ بھی ہین کشتیون پر سوار اوس کے گرد جمع ہو گئے۔ جہاز کے کپتان نے اون کو یقین دلایا کہ کوئی قیدی اسپر سوار نہین ہے۔ مگر اونہون نے ایک نہ سنی اور جہاز مین داخل ہو کر تمام کمرون مین پھیل گئے۔ مسافرون کا اسباب لوٹ لیا اور ترکی افسرون کو بحرمت کیا۔ یونانی گورنمنٹ نے اطلاع ملنے پر کوئی تدارک نہ کیا۔ آخر آسٹریا کے ایک جنگی جہاز نے دو کشتیون پر بحری سپاہی اور تارپیڈو کشتیان بھیجکر مجمع کو منتشر کیا۔ اور محمد علی پاشا اور دیگر مسافرون کا مال واپس لیا۔ محمد علی پاشا کی اہلیہ خوف و دہشت سے کئی ہفتے بیمار رہین۔ یونانی گورنمنٹ نے آسٹرین گورنمنٹ کی بازپرس پر بعد مین بندرگاہ کے افسر اور پولیس کے اعلے عہدہ دار کو موقوف کر کے معافی مانگ لی۔ ترکی اخبارات انگریزی اخبارات سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری مہذب یونانی قوم کی یہی شرافت ہے جسپر تم اس قدر نازان ہو مگر آفرین ہے ترکون کو کہ اس واقعہ کے بعد بھی کسی یونانی مسافر یا جہاز کو ترکی بنادر یا سمندرون مین ذلیل کرنے کا اون کو خیال تک نہین گذرا۔

ہ بھیجے مسٹر میکس مسٹر بیجر ٹن کیطرف سے جہاز پر پہونچا۔ وہ دراصل پاریس مین متعین تھا۔ مگر کام کی کثرت کی وجہ سے اس وقت انگلینڈ کی سفارت مین بطور اٹاچی کام کر رہا تھا۔ وہ یہ خوش خبری لایا کہ ایم رالیس نے سفیر سے ملاقات کرکے ہمین رہا کروا دیا ہے اور انگریزی سفارت کو سپرد کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسٹر میکس ٹرین کا انتظار کرکے اسی گاڑی پر اسٹینبرج سے آیا۔ اوس نے کپتان سے ہمین وسیوقت ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی۔ کپتان نے عذر کیا کہ مجھ اس کے متعلق کوئی حکم آپ کا نہین ملا۔ اسپر مسٹر میکس اوس سے صاف انکار کر دینے کے درپے ہو گیا۔ مگر کپتان حیلہ حوالے بتا تا رہا۔ بعد مسٹر میکس نے آخری سوال کیا جو انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کا قائم مقام ہے۔ سر آشیلڈ بارٹلٹ اور اوس کا فرزند جو والد کے ساتھ رہتا ہے۔ انکار کرتے ہوئے [illegible] یا نہ دیا جاوے"

کپتان نے جو فی الواقع بیک بات شخص تھا ترک ترک کو آخر صاف انکار کر دیا۔ اور مسٹر میکس اس انکار کو بلفظہا دوہرا کر خوش خوش واپس چلا گیا۔ کیونکہ اس انکار سے اوسے یونانی گورنمنٹ سے بازپرس کا توقع مٹ گیا۔ رات کو کپتان کو پیغام پہونچا کہ چونکہ دن کے وقت ہمارا خشکی پر اُترنا خالی از خطر نہین۔ ایم رالیس دیر کرکے آئیگا چند مسلح کوٹ دسخ ٹوپی والے طالبین مجاہدین کشتیون پر سوار ہو کر ہر بندرگاہ مین پھر رہے اور مختلف جہازون کی سیر کر رہے تھے۔ اہل جہاز چندان تپاک کی ساتھ اون سے پیش نہ آتے۔ اونمین سے کچھ بندر مین اِدھر اُدھر اُفتلین مر کر رہے تھے۔ ہم ایم رالیس کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک بڑا تجارتی جہاز یونانی مجاہدین سے بھرا ہوا بندر مین داخل ہوا۔ یہ لوگ عثمانیہ علاقہ سے اور زیادہ تر سمرنا سے آئے تھے۔ وہ تقریباً سب کے سب ابھی نوعمر لڑکے تھے۔ اور جہاز کا ہر گوشہ وکونہ اون سے بھرا ہوا تھا۔ ان جاہل و بیعلم اور کمزور جسم لڑکون کو جہاز کے بنانے مین داخل ہوتے وقت یہ جہاد و جہاد کی فریب لگتے ہونگے سن کر اونکی حالت اور بیوقوفی پر ہمین بڑا رحم آیا۔ اون کو ابھی معلوم نہ تھا کہ لڑائی کس جانور کا نام ہے۔ اور وہ کیسی خوفناک چیز ہے۔ کئی گھنٹہ تک مین گذر گئے۔ سب نے شام کا کھانا افسردہ دلی سے کھایا۔ یونانی افسر تاخیر و دیر نگ سے ہمسے بھی زیادہ پُر مردہ خاطر ہو رہے تھے۔ وہ ہمین جہاز پر روک رکھنے کی ذمہ داری مین مبتلا ہونا پسند نہین کرتے تھے۔ ہم نے اونہین فہم طریقہ پر یہ کہا کہ اگر کسیطرح کے بلوہ کا اندیشہ ہے تو وہ نہین ہمارے ہتھیار ہم کو واپس کر دینے چاہئین تاکہ ہم حملہ کی صورت مین اپنا بچاؤ کر سکین۔ کپتان نے وعدہ کیا کہ جس گودام کے کمرہ مین وہ ہتھیار بند ہین اوس کا دروازہ کاٹ کر کھول دیا جائیگا۔ آخر میلون سے باہر جھانکا ہم تہوہ پی رہے تھے کسیقدر ہلچل ہونے سے واضح ہو گیا کہ کوئی آیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر مین یونانی بندرگاہ کے سرو قد کھڑے ہو کر مسرت بھرے لہجہ مین کہا "یہ ایم رالیس آگئے" اور سیوقت وزیر اعظم کمرہ مین داخل ہو گیا۔

یونانی وزیر اعظم ایم رالیس پست قامت اور جسیم و چالاک شخص ہے۔ آنکھین بڑی بڑی ہین۔ بیقرار طبیعت سیماب وش چہرہ خوب گھٹا ہوا۔ اور سر کے بال بڑھے ہوئے اور بکھرے ہوئے۔ ایم رالیس کو ایک لحظہ سکون نہین۔ وہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ اور بولتا نہایت تیزی اور طلاقت کے ساتھ ہے۔ اوسکی شکل و شباہت خوش آئند تو ہے مگر موثر نہین تاہم اوس کا بشرہ بتا رہا تھا کہ وہ اکثر یونانیون کی نسبت زیادہ صاف باطن اور نیک ضمیر شخص ہے۔ اوس کی ساتھ صرف ایک منشی اور ایک چھوٹا سا عجیب الہیئت آدمی تھا۔ آخر الذکر وزیر کے چھوٹے بھائی تھے اس لیے اوسے ہم پہچان سکے۔ وزیر نے آتے ہی بڑے تپاک کی ساتھ

ہم سے مصافحہ کرکے ہمارے رکاؤ پر افسوس ظاہر کیا۔ اور کہا کہ اس سے جو تمہین تکلیف پہونچی ہے اوسکا مجھے بہت رنج ہے۔ ایلس کے ساتھ وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ پیش آیا جس کے گلے کو ٹھوڑی کے نیچے سے پکڑ کر اوسنے کئی چٹکیان کسیقدر زور کے ساتھ لین۔ لونڈے کو یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اوس کا رنگ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور ہاتھون سے اسکا جواب درشتی سے دینے ہی لگا تھا کہ مین نے جھٹ پٹ اوسے کہا کہ وہ صرف پیار سے ایسا کر رہا ہے۔ جس سے ایلس کا غصہ فرو ہوگیا لیکن اگر مجھ سے ذرا سا بھی توقف ہوجاتا تو وہ ضرور ایم رالیس کو دو چار گھونسے رسید کردیتا۔ ہم سے بعد وہ پیٹیالاس سے چند منٹ باتین کرتا رہا۔ یہ ممبر اگرچہ ڈیلیانیس کے فریق مین سے تھا مگر نئے وزیر سے موافقت کرنا اوسے ناپسند نہ تھا۔ بعد ازان مین اور وزیر کچھ عرصہ باتین کرتے رہے۔ مین نے اوسے کہا کہ میری رائے مین لڑائی کا جلد ختم ہوجانا نہایت مناسب ہے۔ لڑائی دونون ملکون کے حق مین مضر ہے۔ ترکی اور یونان کو آپس مین دوست رہنا چاہیئے۔ نہ کہ دشمن۔ وزیر نے کہا کہ غالباً جرمنی اور روس قابل اطمینان تصفیہ کی بہت کچھ مزاحمت کرین گے۔ پھر کہا تمہارا مشورہ بیشک نیک ہے مگر بعد از وقت دیا گیا ہے۔ تمہارے کہنے سے پیشتر ہی دول عظام نے خود بخود بلا تحریک بیچ بچاؤ کرکے صلح کرا دینے کا منشاء ظاہر کیا ہے۔ اوس نے خود بخود کا لفظ اسلیئے کہا تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یونان نے دول سے التجا کی ہے لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ یونان نے علانیہ نہ سہی اور پردہ پرائیویٹ طور پر ضرور التجا کی تھی۔ ایم رالیس نے باتون باتون مین ذکر کیا کہ لڑائی ختم ہوچکی ہے۔ مگر یہ بیان صریح غلط ثابت ہوا۔ وہ مجھے ۶ مئی کو ایونیا پر ملا۔ اور لڑائی اوس سے پندرہ دن کے بعد یعنے ۱۷ مئی کے معرکہ ڈوموکوس کے پیچھے بند ہوئی۔ مین نے اوسے کہا کہ اگر انعقاد صلح کے متعلق مین قسطنطنیہ یا کہین اور کسی کارآمد ہوسکون تو مجھے دریغ نہین ہوگا۔ ایم رالیس نے اس کا شکریہ ادا کرکے بتایا کہ یونانی فرسالہ کو چھوڑ آئے ہین۔

یہ نہایت اہم خبر تھی کیونکہ فرسالہ کو چھوڑ دینے کا حکمی نتیجہ یہ تھا کہ وسٹینو کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ باتون سے فارغ ہوکر ہم سب چلنے کو تیار ہوگئے۔ اوس وقت مین نے اپنے اسلحہ کی واپسی کی درخواست کی۔ اور ایم رالیس نے اونہین فی الفور واپس کردیئے جانیکا حکم دیا۔ لیکن جب ہم نے گراس رائفلون اور یونانی تلوارون کا جو ایلس نے تھیسلی مین البانیون سے خریدی تھین اور زیر پیپا کے اسلحہ (تلوار پستول اور خنجر) کا مطالبہ کیا۔ تو ایم رالیس نے اول الذکر اسلحہ باین دلیل ہمین واپس دینے سے انکار کیا کہ وہ یونانی گورنمنٹ کی ملکیت ہین۔ اور اوسے اپنی ملکیت پر پھر متصرف ہونیکا کامل استحقاق حاصل ہے۔ مین نے عذر کیا کہ ہم مصاف کنندہ نہ تھے۔ اور اسلحہ مذکور جائز طور پر ارنوطون سے جنہین وہ میدان جنگ مین لاوارث ملے تھے خریدے گئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم اکیلے ہوتے تو ایم رالیس یہ ہتھیار بھی ہمین واپس دیدیتا۔ مگر جہاز کے کل افسرون کے سامنے جو اس بحث کو دلچسپی اور کسیقدر آزردگی کے ساتھ سن رہے تھے اوس نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مین نے بھی روانگی مین زیادہ توقف ڈالنا قرین مصلحت نہ سمجھکر اس بحث کو اس فقرہ پر ختم کیا۔ "ایم رالیس چونکہ آپنے یہان آکر ہمین ملنے سے ہمپر احسان کیا ہے مین اس معاملہ پر اس وقت زور نہین دیتا اور مزید بحث و دعاوی کو کل پر ملتوی رکھتا ہون"۔

(۱۹) فصل نوزدہم

پائرس و ایتھنز

جس وقت ہم خشکی پر پہونچے اوس وقت اگرچہ دس بجے کا عمل تہا۔ مگر ساحل پر بیشمار ہجوم ہمارے انتظار مین کھڑا تھا۔ ہم گاڑی پر سٹیشن کو گئے۔ جہان ساحل سے بھی زیادہ ہجوم جمع تھا یہ اژدحام دیکھکر ماسیو رالیس کا دل بہت سہم گیا۔ کیونکہ گو ہجوم نے عملاً مخاصمت کا کوئی اظہار نہ کیا۔ مگر اوس کے تیور بگڑے ہوئے تہے۔ اور ذرہ سی تحریک پر وہ مشتعل ہو سکتا تھا۔ بدقسمتی سے ٹرین کی روانگی کے وقت کے متعلق غلطی ہوگئی۔ اور ہم آدہ گہنٹہ پہلے آگئے سٹیشن ماسٹر نے ہمین اپنے کمرہ مین لیجا کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن مجمع بڑہتا گیا۔ اور کئی لوگ دروازہ کے پاس آکر ہمین گھورتے رہے اسپر دروازہ کو مقفل کر دیا گیا۔ لیکن مجمع کا شوق کم نہ ہوا۔ وہ دریچہ کے بیرونی کٹہرے پر چڑہ کر یکے بعد دیگرے ہمین دیکہتے رہے۔ ایلیا کی ترکی ٹوپی سے بالخصوص اونہین بڑی دلبستگی تھی۔ اور اوسکی طرف بار بار انگلیان اٹھ رہی تھین۔ یہ دیکھکر اب پہلی مرتبہ ایلیا کا حوصلہ جاتا رہا۔ گرفتاری کے وقت اوس کا استقلال برابر قایم رہا تھا۔ اور جہاز کے یونانی ملاحون کی چھیڑ چھاڑ سے بھی جو اوسے ہر وقت لڑائی کی دعوت کرتے رہتے تھے وہ نہ گھبرایا تہا۔ مگر اب ایک یہ بھی خاص وجہ تھی کہ اوس کے پاس کوئی ہتھیار نہین رہ گیا تہا۔ اور وہ اجنبی ملک مین بیگانون کی قید مین گرفتار اور بالکل بے پناہ تھا۔ اوس نے لمبی لمبی سانسین بھرنی شروع کر دین۔ اور اوسکی حالت غشی کے قریب پہونچگئی۔ سب سے پہلے ایلس نے اوس کے اضطراب کو دیکھا جسپر اوس نے ایلیا کے پاس جاکر اوسکی پیٹھ کو تھپکا۔ اور اوسے حوصلہ دلایا کہ میرا (یعنی ایلس کا) ریوالور دس بلوائیون کے لیئے کافی ہے۔ ایلس کے بعد ایم رالیس نے بھی اوس کے رخسارون پر ہاتھ پہیر کر اُسے بہت کچھ تشفی دلائی اور مینے وعدہ کیا کہ ہم سب آخری دم تک اوسکی حفاظت کرینگے۔

اتنے مین ٹرین تیار ہوگئی۔ اور ہم کمرہ سے باہر نکل آئے۔ ہجوم ہمارے گرد امنڈ آیا۔ مگر کسی نے حملہ نہ کیا۔ ایم رالیس نے اکثر لوگون سے مصافحہ کیا جس سے وہ خوش ہوگئے۔ اور کوئی شرارت نہ کی۔ اس وقت تک ایلیا کا حوصلہ بالکل بحال ہو چکا تہا۔ وہ باوقار لاپروائی کے ساتھ ہمارے ساتھ ساتھ آیا۔ ہم سب جہٹ پٹ ایک کمرہ مین بیٹھگئے۔ اوس کا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ اور ٹرین ایتھنز کو روانہ ہوگئی۔ وہان کے سٹیشن پر بھی ہجوم موجود تھا۔ مگر وہ نہ اتنا زیادہ تہا۔ اور نہ اس قدر جوشیلا۔ ایک مدہوش اسکاچ نے جو آسٹریلیا سے آرہا تھا میرے قریب آکر نہایت رقت کے ساتھ ہمدردی اور تاسف کا اظہار کیا۔ اوس کے خیال مین گویا ہمین پھانسی دینے لیجا رہے تہے۔ سٹیشن پر گاڑی تیار تھی۔ ہمین ایم رالیس سیدہا انگریزی سفارتخانہ کو لیگیا۔ سفارتخانہ کی عمارت بہت خوبصورت اور یونانی طرز کی ہے۔ وسط مین ایک بڑا ایوان ہے۔ اور نچلی منزل کے سامنے سنگ مرمر کا زینہ ہے۔ انگریزی سفیر مسٹر ایجوٹن جو نہایت قابلقدر اور خلیق جنٹلمین ہے۔ اور علم و عقل دونون کی وافر مقدار رکہتا ہے نصف زینہ تک ہمارے استقبال کو آیا۔

مسٹر ایجرٹن اور ایم رالیس۔

چند لحظون تک دونون مدبر اس سوچ مین خاموش کہڑے رہے کہ گفتگو کس طرح شروع کی جائے ایم رالیس حیران تھا کہ کیا کہے اور مسٹر ایجرٹن اوسے اور ہم کو باوقار حیرت و تاسف کی نگاہون سے اسطرح دیکھتے رہے کہ گویا وہ ایم رالیس سے اس معاملہ کی کیفیت طلب کر رہے ہین۔ آخر یونانی وزیر اعظم نے سنبہلکر نہایت نرمی کے ساتھ فرانسیسی مین یہ کہا "سفیر صاحب۔ یہ لیجئے اسیرون کو صحیح سالم مین آپ کے حوالہ کرتا ہون" من بعد ہمین اور سفیر کو سلام کہکر رخصت ہوگیا۔ سفیر ہمین نہایت تپاک سے ملا۔ اور کہا "مین شام کے کھانے پر تمہارا منتظر رہا" پھر ہمین سفارت خانہ مین ٹھہرنے کی لیئے کہا۔ بحالت موجودہ ہم نے اس مہمان نوازی کو بلا تامل منظور کر لیا۔ سر ڈانلڈ والیس[1] میکنزی ٹائمز کا نامہ نگار بھی وہین فروکش تہا۔ اوس نے ہمین اپنے مشاہدات بالتفصیل سنائے۔ ٹرناوس اور لاریسہ کی بھاگر مین ۲۳ اور ۲۴ اپریل کو وہ بھی شامل تہا۔ اور اوس وقت اکثر دوسرے انگریزون کیطرح جن کو یونانیون کی شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ اسپر بھی اس شجاعت کی قلعی اچھی طرح کھل گئی۔

دوسرے دن مین صبح کے پانچ بجے بیدار ہوکر ایتھنز کے پرانے قلعہ کو جسے دیکھے ہوئے ۱۹ برس ہوگئے تہے روانہ ہوگیا۔ یہ مقام واقعی کمال شاندار ہے! اوسے دیکھکر اوس کی گذشتہ شان و شوکت کے واقعات کی یاد فوراً دل مین تازہ ہوجاتی ہے۔ اور اوسکی نوادرات اور قدیم عمارتون کی بیمثال لطافت سے آنکھون کو سچا سرور اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ پارا تہی نان۔ یروپیلیا۔ ارک تھی ام اور نیکی اپٹیمروس کا مندر بلا مبالغہ نادر الوجود عمارتین ہین۔ مین آریوپیگس[2] کی سہل المرور بلندی پر بھی چڑہا۔ اور چٹانی تہ خانہ مین بہی گیا۔ یہ وہی بلندی ہے جہان کہڑے ہوکر ۱۸ سو برس ہوئے سینٹ پال نے اہالی ایتھنز کے دلون کو ہلا دیا تھا۔ اور یہ وہی تہ خانہ تہا جہان سقراط نے زہر کا پیالہ پیکر جان جان آفرین کے سپرد کی تھی۔ نیکس کی مشہور آفاق پہاڑی بھی جسکا نام پری کلیس کلیون۔ ڈیماس تھی نیز اور ایتھنز کے زمانہ عظمت و شوکت کی تمام مشاہیر کی یادگارون اور کارنامون سے وابستہ ہے۔ بالکل پاس تھی۔ اللہ اکبر ان نامورون کے مقابلہ پر زمانہ حال کے یونانی کیسے حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہین۔ اون پر رومن جرنیل مارک انٹونی[3] کا یہ مصرع "اے ابنائے وطن۔ یہ گرنا کیسا گرنا تھا" یا کارڈینل وولزلے کا یہ پر از حزن و اندوہ مقولہ "جب وہ گرے گا شیطان کیطرح گرے گا۔ اور کبہی نہ سمبہل سکیگا" کیسا صادق آتا ہے۔ یونان کو کامل تباہی سے بچانے کے لیئے جو اوسکی سرباختہ اور بزدلانہ حماقت نے اوسپر تقریباً وارد کردی ہے بلاشبہ کسی "ہیرو" کی ضرورت ہے۔ اور سرزمین یونان بزبان حال سے ہر وقت بارگاہ ایزدی مین یہ التجا کر رہی ہے۔

---

[1] یہ صاحب لارڈ ڈفرین گورنر جنرل ہندوستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت مین کئی برس ہندوستان مین رہگئے ہین۔ اس عہدہ کو قبول کرنے سے پہلے بھی ٹائمز کے نامہ نگار تہے۔ اور اسی حیثیت سے روس کی سیاحت کرکے اوسپر ایک کتاب تحریر کی تہی جو انگلستان مین عام مقبول ہوئی۔ مترجم +

[2] مسلمانون کا قبرستان بھی جو کئی سو برس یونان پر قابض رہے اسی پہاڑی کی ایک جانب پر ہے۔ ایتھنز ۱۵۵۶ قبل مسیح مین آباد ہوا تھا +

[3] جسے مصر کی حسین ملکہ کلیوپیٹرا کے عشق نے کسی کام کا نہ چہوڑا تھا +

اے[1] خدا آن صاحب عقل و تمیز — کان توانائی و شہرت داشت نیز

حیف او بر داشتہ رخت سفر — رفت زین عالم بدنیائے دگر

از فراقش حالت یونان زمین — دردناک است و بد انجام و حزین

قوم دارد بہر شخصے احتیاج — کو کند در دوزد الش را علاج

گر بود اولاد بائے[2] و یا امیر — یا بود فرزند درویش فقیر

اعتراضے نیست ما گوئیم فاش — ہرچہ بادا باد مر کاذب مباش

وزیر اعظم کا دفتر ناشتہ کے بعد مین ایم رالیس کو وزارت بحریہ مین اوس کے دفتر جا ملا۔ اور آنے کی وجہ یہ بتائی "چونکہ آپ از راہ شفقت مجھے جہاز پر ملنے گئے تھے۔ اس عنایت کے عوض مینے آج حاضر خدمت ہونا ضروری سمجھا" رالیس اس دلیل سے بہت خوش ہوا۔ اور کچھ عرصہ فرحان و مسرور دوستانہ باتین کرتا رہا۔ اوس کی پرائیویٹ کمرہ کو دیکھکر مین دنگ رہگیا مین ہی نہین جو دیکھتا دنگ رہجاتا۔ اور اس حیرت مین پڑجاتا کہ وزیر موصوف کوئی کام کسطرح کرسکتا ہے۔ وہ ہر قسم اور ہر منزلت کے لوگون سے جن مین افسر۔ اخبار نویس۔ سائل۔ سیاسیون۔ سکرٹری حتی کہ عورتین بھی شامل تھین۔ بہرا ہوا تھا۔ اور وزیران سب مین ادہر ادہر جلد جلد چکر لگاتا ہوا۔ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گفتگو کر رہا ہے۔ اب اوسے اس شخص نے قابو کیا ہے۔ اوس سے خلاصی ہوئی تو دوسرا سامنے آگیا۔ اور وزیر ہے کہ سب کی معروضات سن لینا۔ اور کسیکو انتظار مین نرکہنا اپنا فرض سمجھ رہا ہے۔ اوسکی یہ کارروائی بلاشبہ حیرت انگیز تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ سارا دن یہی کیفیت رہتی ہے۔ ماسیو رالیس کو کہین بہت رات گذر جانے کے بعد اور صبح کو بہت ہی سویرے تنہا اور چپ چاپ کام کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ مین کمرہ ہی مین تھا کہ ایک خوبصورت یونانی قادین (لیڈی) اپنے بھائی کے حالات جو فوجمین افسر اور محاربہ مین شریک تہا۔ دریافت کرنے آئی۔ وہ انگریزی عمدہ بولتی تھی۔ ایم رالیس نے ایک نہایت بانکا فقرہ کہکر مجھے اوس سے روشناس کرادیا۔ اور ہم دونون فی الفور محاربہ اور اوس کے اسباب و بواعث کے متعلق طویل و خوشگوار بحث مین مصروف ہوگئے جسمین مینے اپنی حسین مخاطبہ سے حتی الامکان بہت کم اختلاف کرنے کی کوشش کی۔ یونانی زبان مین بانکے فقرون کی کوئی کمی نہین۔

رخصت ہونیسے پہلے مینے پھر ایم رالیس سے آلیا کے اسلحہ اور آلیس کی رائفلون اور تلوارون کی واپسی کی باضابطہ مگر مؤدبانہ درخواست کی۔ اوسنے آلیا کے اسلحہ واپس کردینے اور دوسرے معاملہ پر موافق و مناسب غور کرنیکا وعدہ کیا۔ مگر ہمین کوئی ہتھیار واپس نملا شاید اس وجہ سے کہ ہم جلد ایتھنز سے روانہ ہوگئے۔ اوسی دن سہ پہر کو ہمنے ٹائمز اور سٹینڈرڈ کے نامہ نگاران مسٹر بورشیر اور مسٹر میرمین سے

---

[1] انگریزی نظم کا لفظی ترجمہ یہ ہے "بار الہا مجھے ایک ایسی باعقل و ہوش۔ صاحب دل اور کارکن شخص کی ضرورت ہے جو اون سادہ مزاج بڑے آدمیون ایسا ہو۔ جو افسوس ہمیشہ کیلئے رخصت ہوچکے ہین۔ اس پر آشوب و پرفتن سرزمین کو ایک کم سخن اور باعزم انسان کی ضرورت ہے خواہ وہ امیر کا فرزند ہو۔ یا خود مختار پادشاہ کا۔ اور خواہ جمہوری خیالات کا ہو مگر ایسا ہو جو حکومت کرجانتا ہو اور جھوٹ نہ بولتا ہو"

[2] بے۔ بک۔ بیگ۔

ملاقات کی۔ دونوں ملیشیا اور خوب باخبر خطیبین تھے۔ انکی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایم رالیس کے ساتھ جو پست قامت سا شخص جہاز پر گیا تھا وہ ٹیلی میلیگراف کا نامہ نگار تھا۔ اس نامہ نگار نے ہماری ملاقات اور ایم رالی کے متعلق اپنے اخبار مین خوب دل چسپ من گھڑت کہانیان شایع کین +

اطالین مجاہدین ہم نے گاڑی پر سوار ہو کر کئی گھنٹے تفریح کی سیر کی۔ اور قدیم یونان کو دلفریب یادگارون اور خوشنما مطلع اور شفاف آسمان سے خوب حظ اٹھایا۔ اور جو چیز قابل دید تھی سب کو دیکھا بازار تمام مکون کو باشندون۔ مجاہدین اور بیقاعدہ سپاہیون سے بھرے ہوئے تھے۔ انمین سے ایک بھی شکل و شباہت سے سپاہی یا معتبر نظر نہ آتا تھا فی الحقیقت اس تفریح مین دس تمام یورپ کا نفضلہ جمع ہو رہا تھا۔ ان لوگون مین زیادہ تر اطالین[1] مجاہدین تھے جن مین سے اکثر ابھی سولہ برس سے لیکر ۲۱ برس کی عمر تک کے خام لونڈے تھے جو وہ ٹوپی اور کوٹ اوسی سرخ رنگ کے پہنے ہوئے تھے جو چالیس برس ہوئے اٹلی کے آزاد کنندہ گیری بالڈی نے اپنے آدمیون کی وردی کے لیے پسند کیا تھا۔ انمین سے اکثر کے پاس ریوالور تھے اور سب محض بلا غرض و بیفایدہ صرف لوفیین کرتے پھرنے کے لیئے اِدھر اُدھر چکر لگا رہے تھے۔ ان نام نہاد اور خود ساختہ گیری بالڈین مجاہدین مین فی الحقیقت بہت سے یونانی ہی تھے جنہون نے اِدھر اور مہینون سے پھرنے کے لیئے اطالین لباس پہن لیا ہو تھا۔ رات کے وقت یہ غیر منظم اور بیقاعدہ (باشی بزوق) گروہ در گروہ بڑے چوک مین جمع ہو کر بہت دیر تک گاتے اور چلاتے رہتے کبھی اس وقت پستول بھی چلاتے الغرض یہ لوگ یونانی حکام کیلئے سخت وبال جان ہو رہے تھے +

فصل (۲۰) بستم

شاہ یونان شنبہ کی صبحکو ساڑھے دس بجے بادشاہ کے یاور (حاجب۔ ایڈیکانگ) نے خط بھیجکر مجھسے بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیئے نئی لفور محل کو آنے کی درخواست کی ہم ساڑھے گیارہ بجے وہان پہونچے۔ اور یاور نے ہمین بادشاہ کے سامنے پیش کیا شاہ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور ملی لفور نہایت دلچسپ اور خوشگوار گفتگو شروع کر دی۔ بادشاہ

---

[1] کل انوام سے حسب تعداد دیل مجاہدین یونان کی مدد کو پہونچے ہے۔ ۸۲۰ اطالین، ۱۰ فرنچ، ۷ آسٹرین ۱۱ روسی، ۷ سوئیڈی۔ ایک ایجنسی نامہ نگار یونان کی حمایت مین وارسٹر مین کو آئے ہین ان کو علاوہ ممالک غیر سے یونانی قوم کے لوگ بہ تفصیل ذیل اپنے ملک کی مدد کو گئے تسلنیکہ ۳۰۰ مصر ۳۵۰ الجزائر و قبرص سے ۳۵۰ مشرقی روملیا سے ۷۰۰، صوبہ ایپرس سے ۱۵۰۰ مقدونیہ سے ۵۰۰، ساڈیسہ و جنوبی روس کا بندرگاہ سے ۳۸۳ مدد دینے سے ۳۷۰ کوہ قاف سے ۴۹۰ فرانس سے ۱۲۰ آسٹریا سے ۳۰ انگلستان سے ۱۲۰ اٹلی سے ۲۵۰ جرمنی سے ۱۴۰ سوئیٹزرلینڈ سے ۴۰ بلجیم سے ۲۰ اور کلکتہ سے ۵ +

کا قد خاصہ لنبا تقریباً پانچ فیٹ دس انچ ہے جسم چھریرا بشرہ خندہ اور اطوار شائستہ و خوش گوار ہین شکل مین اپنی ہمشیرہ شہزادہ ویلز کی بیگم سے بہت ملتا جلتا ہی۔ انگریزی بہت شائستہ اور بآسانی و سرعت بولتا ہے۔ کل مکالمہ کے دوران مین اوسے ایکمرتبہ بھی کوئی لفظ یا محاورہ نہ سوچنا پڑا۔ مین معمولی لباس مین گیا تہا۔ اوسکی مینے یون معذرت کی کہ حشمت مآب کی جنگی جہازون کی مستعدی اس کوتاہی کا باعث ہی۔ یہ وجہ سنکر بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ شاہ نے تمام پولیٹیکل مسائل پر فوق العادت بلا تکلفی اور روانگی سے گفتگو کی۔ وہ دول کی کارروائی پر بہت ناراض تھا۔ اوس نے کہا ہر شش دول عظام یونان کی ننہی سی ریاست کی برخلاف متفق و متحد ہو رہی ہین۔ اور یونان کے ہر فعل کی قولاً و عملاً مخالفت کرتی رہی اور کر رہی ہین۔ اور اونہی کا غلط فعل محاربہ کا براہ راست باعث ہوا ہے۔ وہ انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی سے بالخصوص بہت خفا تھا۔ اوس نے کہا۔ اس گورنمنٹ کی پالیسی آج کچھ اور کل اوس کے عین برعکس ہوتی ہی۔ سال گذشتہ کی ایک وقت انگریزی گورنمنٹ یونان کی بڑی خیر خواہ تھی۔ اب اوس کی ہر دعوے کی مخالف دکھائی دیتی ہے۔

جب مین نے عرض کیا کہ میری اپنی بڑی اور غیر منقطع پالیسی یہ ہے کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض نہ ہونے دیا جائے۔ تو بادشاہ نے جواب دیا "بیشک یہی پالیسی صحیح ہے۔ مگر تمہاری گورنمنٹ تو ہر فعل ایسا کر رہی ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا کہ روس قسطنطنیہ پر متصرف ہو جائے اور جلد ہو جائے۔ انگلستان اس پالیسی پر وقت ہاتھ سے نکلجانے کی بعد ضرور سخت متاسف ہوگا۔ انگلستان کو یونانیون کی مدد کرنا واجب ہی جنوب مشرقی یوروپ مین صرف وہی غیر سلیو النسل قوم ہین"۔ اس کے جواب مین مینے عرض کیا میری بڑی خواہش و تمنا یہ ہے کہ لڑائی کا فی الفور خاتمہ ہو جائے اور ترکی و یونان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہنے کی بجائے دوست صادق ہو جائین مین بیشک ترکون کا بڑا ہوا خواہ ہون مگر یونانیون کا بھی دشمن نہین۔ بادشاہ نے جواب دیا "چند برس ہوئے میری بھی یہی پالیسی تھی مین ترکون کا ہرگز دشمن نہین مینے اوس وقت سلطان المعظم کو یہ ذہن نشین کرنے کی حتے الوسع کوشش کی تھی کہ ہم دونون کو لیئے رفیق صمیم ہو جانا اشد ضروری ہے مگر اوسنے میری باتون پر کوئی توجہ نہ کی۔ سلطان روس کی مرضی و اجازت کے بغیر کچھ نہین کرنا چاہتے اور روس کی بڑی خواہش یہ ہے کہ یونان کو پامال و ذلیل دیکھے۔ اب ترکی اور یونان دونون اس محاربہ سے اپنے آپ کو کمزور کر رہے ہین۔ اور اس سے روس اور سلیو اقوام کے ماسوائے اور کوئی فائدہ نہین اٹھائیگا"۔

مینے بادشاہ کو بتایا کہ یہی بعینہ میرے خیالات ہین مین مانتا ہون کہ چند معاملات کی متعلق انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی مذبذب اور کمزور رہی ہے مگر وہ متعمدانہ یونان کی مخالف نہین۔ ترکی گورنمنٹ کو مقدونیہ پر محاربہ سے پہلے یونانی باشی بوزوقون کی حملہ آور ہونے سے سخت اشتعال پہنچا تھا۔

بادشاہ نے اس دلیل کو تسلیم کیا اور کہا "سلطان کو بیشک اشتعال پہونچا مگر ہم ان یورشون کو روک نہین سکتے تھے۔ یورش کرنے والے باقاعدہ سپاہی نہ تھے اور تاکہ اون کو ذاتی تجربہ سے ایک دفعہ معلوم ہو جائے کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے۔ یہ ضروری تھا کہ انکو روکا نہ جاتا۔ اب وہ کبھی یقیناً دوبارہ ایسا کرنے کی کوشش نہین کرینگے"۔ مین اس جواب کو سنکر بمشکل مسکراہٹ کو ضبط کر سکا۔ گورنمنٹ

کی ذمہ داری کی یہ بلاشبہ عجیب توضیح تھی۔ اس سے وہ صداقت جو شروع ہی سے ظاہر تھی۔ بخوبی واضح ہوگئی کہ زمانہ قدیم کی طرح اب بھی یونانیوں یا ایسی کی عنان اعمالی تخیّنے کے ہاتھ میں ہے۔ اور بادشاہ و وزراء سے لیکر ادنےٰ ترین اہلکار تک سب عُہدہ دار اس زود اشتعال، عاجل، واحمق اور متلون مزاج مجمع سے تمیزی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ لڑائی ذوالواقع مزید علاقہ کیلئے رعایا کے شور و شغب کو بند کرانے کی وقتی یا فرضی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے چھیڑی گئی تھی۔ اتحینے کے خود سر باشندے اب بھی ویسے ہی بے سمجھ پرجوش اور متلون مزاج اور سرچشمہ شرارت و فساد ہیں جیسے کہ دو ہزار برس ہوئے پیسٹاٹا کے معماروں اور نیلیقوس مقدونوی کی فوجکشی کے خطرہ عظیم کے وقت تھے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اوس وقت بھی اونہوں نے ڈیماس تھینز کی نصیحتوں کو گوش سے زیادہ وقعت نہ دی تھی۔ تھینز کے یونانی باشندے اب بھی ویسی ہی سودائی اور شرارے کے پتلے ہیں جیسے کہ چند ہزار برس صدی میں قسطنطنیہ کے یونانی باشندے تھے جن کو اوس وقت بھی ہوش نہ آیا جب کہ ترک تو ہمیں اون کے شہر کے دروازہ (پرگوے) پر ساہی تھے۔

مندرجہ بالا ارشاد کے بعد بادشاہ نے بیان کیا: "کریٹ کی حالت ہماری لیئے عجب خطرناک بن رہی ہے۔ اس وقت یونان میں پندرہ ہزار کریٹی پناہ گزین بے خان و مان اور مخلص قفاش موجود ہیں۔ میں ان بیکسوں کی تکالیف و مصائب کو اور زیادہ نہیں دیکھ سکتا۔ کریٹ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں جن سے ہمیں بہت تکلیف اوٹھانی پڑتی ہے۔ کریٹ کے متعلق کچھ نہ کچھ فیصلہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ میں نے التماس کیا۔ کہ کریٹی عیسائیوں کو بھی تو اپنے مسلمان بھائیوں پر بے اندازہ ظلم کیئے ہیں۔ اور وہ بیچارے اب تک سب کے سب ساحلی قصبوں میں پناہ گزین ہیں۔ بادشاہ خاموش رہے۔ بنام مصائب دول مظلوم کی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگست ۱۸۹۶ء میں یہ دول (جو بعد میں ساحت منظور کی گئیں وہ نہایت مناسب تھیں۔ یعنی یونانیوں کی توقع سے بدرجہا بڑھ کر تھیں۔ اور اون کو استقدر رعایتیں ملنے کی مطلقاً امید نہ تھی۔ مگر دول کے باہمی اختلافات اور غلطیوں سے اون کی تعمیل میں توقف پر گیا۔ اور فتنہ خوابیدہ پھر زندہ ہوگیا۔[1]

[1] فرانس کے اخبار پیرس جرنل کے نامہ نگار مسٹر فرنیکلین یولیس سے شاہ یونان نے جو سنے میں خیالات ظاہر کیئے:۔

یہ مجھکو آخری ساعت تک مصالحت آمیز فیصلہ کی امید تھی۔ مجھ سے بھی نے یہ بھی بیان کیا کہ نے مجھکو عام رائے کی مضطربانہ حالت سے واقفیت تھی لیکن عاجلانہ کارروائی یا تحریک مضر تھی جو لوگ ہم پر فوج اتنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ اشخاص نہیں ہیں جو امور سلطنت کو ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ ملک کا فرض مجھ پر یہ ہے کہ لڑائی سے بچنے کیلئے ہر طور کوشش کروں میں اون میں نہیں ہوں جو یونان طمع کی وجہ سے لڑائی مول لیتے ہیں۔ میں نے بڑے صبر و قناعت کے ساتھ اس بات کی امید میں انتظار کیا کہ دول یورپ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرینگے میں نے فوجوں اور بیڑہ جہازات کو اوس مقام پر متعین کرنے میں ایک دن بھی ضائع نہیں کیا۔ جہاں سے وہ اپنی خاطرخواہ کارروائی کر سکیں ہمکو اس نازک حالت پر سخت حیرت ہوتی جس کا پہلے سے کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہمارے بدترین دشمن کو بھی ایسے موزوں حالات اور اسباب کے جمع ہونیکا خیال بھی نہ ہوگا۔ مجھوا طمینان کلی ہے کہ آئندہ ہمکو اتفاق کے ذریعہ سے قوت حاصل ہوگی۔ اور ہمارا مقصد دنیا کی رائے کی ہمدردی حاصل کرے گا۔ اگرچہ سلاطین عظام ہمارے خلاف ہیں۔ لیکن ہر شخص ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہے۔ (باقی دوسرے صفحہ پر)

(حشمت مآب کو غالباً اون پندرہ ہزار رُفیقوں اور کچھ موسفیدوں کی روانگی کا واقعہ یاد نہیں آیا ہوگا جو ۱۹۱۳ء کے آخری مہینوں میں یونان سے کریٹ بھیجے گئے تھے ورنہ سارا الزام دول عظام پر نہ لگاتے)

بعد ازاں بادشاہ نوبہت پرجوشی کے ساتھ کہا کہ دول عظام خود جو چاہتی ہیں کرتی ہیں۔ آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزی گوینا پر قبضہ کرلیا کہ ہرزی گووینا میں چھوٹی سی بغاوت تھی۔ روس نے بعجلہ بیسارابیا۔ قفقاس اور باطوم لیلیا۔ انگلستان امن قائم کرنے مصر گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) اور ہم اس بات پر جس قدر ناز کریں زیبا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ یورپ کو اخبارات میں اب تک عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے اور مہمار کے ساتھ اون کی خواہش ہے کہ یونان پر الزام لگائیں شاہ نے کہا کہ ان مکتہ چینیوں کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ہر چند یونان کے وسائل نہایت محدود ہیں لیکن یونانی قوا صرف اونہیں مخصوص پر بھروسہ کرسکتی ہے جنہوں نے توقعات اور حالات کو روزمرہ دیکھا ہے اور جو ہمارے ساتھ بغیر کسی طرفداری کے مرتا اور کرنے کے راستبازی سے آمادہ ہیں۔ اونہوں نے بڑی گرمجوشی کے۔ انفہ یہ بھی بیان کیا۔ کیا ہم اس لڑائی کے جواب دہ ہیں کہ اپنے چھیڑ چھاڑ کی۔؟ ایک کو تعاہدیں سات کی مخالفت قابل غور ہے بہانہ بازی سے ہاتھ بتہا رہیں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیا ہم نے لڑائی کے چھیڑنے کی غرض سے اپنی فوج جزیرہ کریٹ میں اوتاری۔ جہاں اون کا فرض تھا کہ اپنے اون بہائیوں کی جانوں کو محفوظ رکھیں جن کو ترک ہلاک کرتے تھے۔ درحالیکہ یورپ سلطان سے صلح کی گفتگو کررہا تھا۔ اور کیا یہ بات سرحد تھیسلی پر تھی۔ جہاں ہم سے آٹھ روز قبل ترکوں نے بھی محفوظ فوج طلب کی تھی مجھکو معلوم ہے کہ سرحد پر کچھ حادثہ گذر رہے تھے۔ لیکن کیا ان چند بلوائیوں کی قتل و حرکت اعلان جنگ کرنے کی کافی و وافی وجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ اول فرض یہ تھا کہ اون کو سرحد سے اترنے کی اجازت نہ دیجاتی۔

شاہ نے ۱۸۹۷ء کی نقصان رسانی یونانی سرحد کا حوالہ دینے کے بعد جب ترکوں کی باقاعدہ فوج نے ثنالیس سے تھاز پر حملہ کیا تھا مندرجہ ذیل غمناک حالات بیان کئے:۔

"اونہوں نے کہا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم پر بے وجہ حملہ ہوا۔ اور درست رہت یہ ہے کہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا تھا۔ اور یہ بخوبی ظاہر ہے کہ ہم لڑکی سے جنگ نہیں کرتے ہیں جزیرہ کریٹ کی سبب سے ہم میں تفرقہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور سارا تین ہیں جو بعد کو ملحق ہوں گی۔ غرضکہ تمام دول عظام ہمارے مخالف ہیں۔ اور چند تو ہمیں تو کھلم کھلا ہماری مخالفت کررہی ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیوں۔ تو ہمیں اس کی توضیح کرنے کی ضرورت نہیں ہوں سہ حال اگر وہ جنگ کو بے ہمیں تھوپ اور لڑائی نے تحریک کی۔ تو یہ صرف ہمیں اتفاق کا فعل ہے"

مشکلات کریٹ کی خاص بحث پر شاہ جارج نے کہا کہ بجز اب تک کوئی دول یورپ کا حال معلوم نہیں لیکن قومی خانوں کے مطابق محاصرہ قائم نہیں رہ سکتا یورپین فوجیں اوس مقام پر قیام کرنے کی وجہ سے دولت عثمانیہ کے اصول بہائیاری کو تقسیم کررہی ہیں حقیقت وہ ہمارے دشمنوں کی مدد پر ہیں۔ اور ہمارے مقابلہ کو تیار اور آمادہ ہیں۔ یونان اور ترکوں کا جھگڑا اگر طے ہوجائے تو پھر تمام مسئلہ یکطرفہ عداوت کا ایک فعل ہوجائے گی نیز بعد سے اور ہمارے ملک حالت فوج کو سکھا دیا ہے اسلئے مشکل قانون ایک بیکار سائنس ہے۔ علی الاخر شاہ نے دفعتاً لڑائی کے پھیلانے پر نہایت مشرح گفتگو کی۔

(باقی دوسرے صفحہ پر)

اور وہین جم گیا۔ مزید برآن قبرس پر بھی تصرف کر لیا۔ فرنس ریک نرین عذرات پر قونس مین داخل ہو کر اوسپر قابض ہو گیا۔ حتی کہ بلگیریا کا شہزادہ تک انگریزی قونصل کو ہمراہ لیکے اپنی مرضی سے مشرقی رومیلیا مین داخل ہو گیا۔ اور وہان کے ترکی گورنر کو کار سے نکال باہر نکالدیا۔ اور ملک پر تصرف کر لیا۔ لیکن اگر یونان ایسا کرتا تو غریب ملک اپنے ہم مذہب و مظلوم کرسٹیٹون کو فنا ہونیسے بچانیکی کوشش کرنے تو فی الفور چھیتون طاقتین متفق ہو کر اوسکے گلے کا ہار ہو جاتی ہین۔

ایسی زبردست دلیل کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ اسے سُن کر مجھے بے اختیار یہ ایک قدیم ضرب المثل یاد آگئی۔ "ایک آدمی نے گھڑا چرا لیجانے۔ اور دوسرے کو باٹو کو اوپر سے بھی نہ دیکھنے دیا جائے" پھر بیٹے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ حالت بیشک نہایت قابل افسوس اور نازک ہے۔ مگر جب محاربہ ایک دفعہ شروع ہو گیا تو اب بحث فضول ہے کہ وہ کسطرح اور کیون شروع ہوا۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ جسطرح ہو سکے اس مخمصہ سے جلد خلاصی کرائی جائے۔ اور فریقین مین قابل اطمینان صلح ہو جائے۔ یہ کہکر مین نے تصفیہ صلح کے متعلق اپنی تجویز بادشاہ کو سنائی۔ اوس نے تجویز مذکور کو تقریباً بتمامہا پسند اور بعض حصون کو بہت ہی پسند کیا۔ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) یونان ٹرکی کو اخراجات جنگ کے معاوضہ مین ایک معقول رقم جو کم از کم چالیس لاکھ پونڈ ہو۔ ادا کرے۔ اور اگر کریٹ یونان کو ملجائے۔ تو یہ رقم اوسکی آمدنی سے وصول کیجائے۔ بادشاہ نے جس تجویز سے بہت خوش ہوا۔ کہا اس معاملہ کے متعلق کوئی دقت غالباً درپیش نہین آئے گی۔ اسپر مینے دریافت کیا۔ کہ یونان تھیسلی کی سرحد کی اسی درستی کو جسے پہاڑی چوٹیان ترکون کو ملجائین مدنظر رکھنگی اس سے ترکی فلمرو پر یونانی باشی بزدتون یا دوسرون کی یورشون کا آئندہ انسداد ہو جائیگا۔ بادشاہ نے جواب دیا یونانی غالباً اس درستی کو منظور نہین کرینگے۔ کیونکہ ایک تو اس سے تھیسلی کی سلامتی ترکون کے حکم پر منحصر ہو جائے گی۔ دوسرے ایسا کرنا عہد مدبرین کے نقیض ہو گا۔

مین نے گذارش کیا۔ اس بات کا ذرہ بھر اندیشہ نہین ہو سکتا۔ کہ ترک کبھی یونان پر حملہ کرین گے۔ چونکہ سلطنت عثمانیہ چوطرف ٹیبون سے محیط ہو۔ سلطان اور اوسکی گورنمنٹ محاربہ سے طرح تیم ہین۔

(۲) بشرطیکہ یونان سلطان باشندون کی جان مال کی حفاظت کے متعلق اطمینان بخش ضمانت دے۔ ٹرکی اپنا کچھ عرصہ بعد کریٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶) اونہون نے کہا ہمارے پاس کوئی بہت جلد یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ہمکو اوانی مین وہ وکیل دینے سے کوئی مشکل روک درپیش تو نہین ہو گی۔ ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے پیر بھروسہ کر سکتے ہین لیکن ہم اور تم بہادر ہونیسے ہی فائدہ اوٹھا سکتے ہین جو ہم کو مفوض ہوئے ہین محدود رہین گی۔ ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے پیر بھروسہ کر سکتے ہین لیکن ہم اور تم بہادر ہونیسے ہی فائدہ اوٹھا سکتے ہین جو ہم کو مفوض ہوئے ہین ہم مین کافی ہمت موجود ہو۔ اور ہم اپنے حقوق کا تحفظ بخوبی کر سکتے ہین۔ ہمارا خیال ہو کہ ہم تمام دنیا کے مقابلہ مین تنہا ہین یہانتک کہ فرانس بھی ہمسے بالکل علیحدہ ہو۔ نہ کہتے ہو کہ یورپ کا اوس خان کا ذمہ دار ہونا چاہیئے جس کا وہ بانی ہے۔ ایکا لیکن مجھ کو خوبی معلوم ہے کہ وہ ایک طرفداری اور تمیز جنگ کے لیے نہایت بیقرار ہے۔ اگرچہ مدتون سے بہت دیر ہو گئی ہے لیکن ہمکو آئندہ انصاف پر یقین رکھنا چاہیئے۔ کریٹ کے معاملہ مین حق اور انسانیت کے خلاف ایک بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے۔ اور اوسکی گوشمالی شروع ہو گئی ہے +

یونان کے حوالہ کردے۔ بادشاہ نے بلا تامل کہا۔ اس کا انتظام بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے تھیسلی میں دیکھ لو یونانی گورنمنٹ نے ترکان کو مسلمانوں سے کہاں علیحدہ پیدا کیا ہے۔ (اس بیان کی صداقت میں مجھ کو کوئی شبہ نہیں) میں نے مشورہ دیا کہ اگر یہ تجویز منظور ہو جائے تو شاید یہ مناسب ہو کہ مسلمانوں کو جزیرہ کو ایک کونہ میں کیجا آباد کر دیا جائے اور کچھ عرصہ کے لیئے ان کی حفاظت کو رسلی کچھ یورپین فوج مامور رکھی جائے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کا جان و مال یونانی گورنمنٹ کے زیر سایہ بالکل محفوظ و مصئون ہوگا۔

(۳) ترکی اور یونان میں عام مدافعانہ تحاد ہو جائے۔ بالخصوص ایسی سلطنت کے برخلاف جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو۔ بادشاہ نے کہا میں ہمیشہ ترکی سے دوستانہ تحاد رکھنے کا خواہشمند رہا ہوں مگر موجودہ حالات کے روسے جو محاربہ کی بدولت پیدا ہو گئی ہے ایسا تحاد بہت مشکل ہو سکیگا۔ تاہم اس مسئلہ پر میں قطعہ طور سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کا تصفیہ میرے وزراء پر منحصر ہے سب سے مقدم و اہم امر ہے کہ یونان کو حتی الامکان دولت سے محفوظ رکھا جائے۔

میں نے ان تمام تجویزوں کو پھر دوہرا کر بیان کیا۔ کہ سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ صلح کی شرائط کا تصفیہ کیونکر ہو کیونکہ بعض دول عظام یونان کے مخالف ہیں۔ اور روس کریٹ کا یونان کو دیا جانا یقیناً منظور نہیں کریگا۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کر کے روسی مخاصمت کے متعلق بڑی سختی سے گفتگو کی۔ شاہ نے میری اس تجویز سے بھی اتفاق کیا کہ وہ براہ راست پرائیویٹ طور پر سلطان سے صلح کی شرائط کا تصفیہ کرے۔ اور پھر ان شرائط کو انگریزی گورنمنٹ کے روبرو پیش کرے۔ تاکہ اگر وہ نہیں پسند کرے تو پھر انگلستان ان کو کل دول عظام کے روبرو اسطرح پیش کرے کہ گویا وہ خود اوکا موجد ہے۔ جب بادشاہ نے اس سے اتفاق کر لیا تو میں نے کہا کہ اگر دول عظام بالخصوص روس اور جرمنی اس مخالفت کی توجیہی کو یقیناً موافق کر لیا جائیگا۔

نہیں

بادشاہ نے کہا نہیں جرمنی کا تو ہمیشہ سے خیال ہے اور اوس نے پہلے ہمیشہ مشکل ہوگا میں نے عرض کیا کہ جرمنی کو یونان سے کوئی ذاتی غناد جس قیصر کو قانون بین الدول اور انصاف تمدن کی رعایت کا بہت پاس ہتا ہے۔ یہ امر ٹرانسوال پر جرمنی کی یورش سے ظاہر ہو گیا ہے جرمنی پر بھرنے سخت خفگی کا اظہار کیا تھا۔ قیصر ایسے معاملات میں نہایت سخت ہے۔ وہ فضول ۱۲ یا جنبہ دار اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ غرما دوستی پر مبتلا ہے یہ ظاہر ہے کہ کریٹ پر روس کا حملہ بالکل ناجائز تھا اور ایسی سے قیصر ناراض ہو گیا لیکن اگر وہ روس اور اوسکی نوکر کو واپس بلا لیا جائے اور سلطان کو جزیرہ بادشاہ سے شرائط صلح کو مان لے تو جرمن قیصر بالعاب وجوہ ان شرائط کو بلا تامل تسلیم کر لیگا۔

یہ فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ یونان نے میری تجویز کو پسند کیا تھا۔ نہیں کہ اوس کے جزو جزو سے علیحدہ علیحدہ اتفاق کیا تھا۔ پس یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ حکمت آب کو بلا حصول کریٹ تاوان جنگ کی رقم کثیر ادا کرنا منظور کر لیا تھا۔ یہ رقم اس شرط سے مشروط تھی۔ بادشاہ کو منظور ہے یا یہ چاہتا تھا کہ کریٹ کو ملجانے پر تھیسلی و سرحد کی درستی کو بھی منظور کر لینے کے مائل ہو جائیگا۔ شرائط صلح کے متعلق جب گفتگو ختم ہو چکی تو میں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قسطنطنیہ جا کر سلطان معظم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور دونوں ملکوں میں باغراض شرائط صلح کرا دینے کی حتی الامکان کوشش کروں۔ کیا مجھ کو اجازت ہے کہ میں آپ کی طرف سے سلطان کو آگاہ

کردون۔ بادشاہ نے جواب دیا تمہین پوری اجازت ہو کہ سلطان یا جس کی چاہو میرے خیالات سے مطلع کردو۔

قسمت نے جو میرے پہلے بادشاہ نواکیس سے اوس کے مشاورہ وتجربہ کے متعلق کئی سوال کیئے۔ اور پھر کہا یہ مجھ کو امید ہے تم نے کسی یونانی کو ہلاک نہ کیا ہوگا۔ اکیس نے بہ کمال نہایت متانت سے جواب دیا۔ اوسنے کہا یہ صاحب ہین بیحد مہمان نواز ہین ہم بعد مین سنا کہ یونانیون مین کیا عام چرچا تھا کہ ہم لوگ خود کہین کہین لڑائی کرتے رہے تھے۔ یونانیون کا یہ عام خیال تھا کہ غیر ملکی بھی مشغول پیکار ہو جاتے تھے۔ اونہون نے ہمکو بھی اپنے ایسا فیاس کر لیا ہوگا۔ اکیس کی جیتیلیجنس آفیسر نے فوراً کورٹ مارشل سے خالیا اس خیال کو اور تقویت ہوگئی ہوگی کہ ہم لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہین۔ مجھ سے اونہون نے کچھ نہین پوچھا۔ اس لئے مجھ کو حسن یونانی نے دیکھ کر خوش کر لیا ہوگا۔

جب تک مین بادشاہ کے پاس رہا مین کرتا رہا۔ جسقدر تم کہو گے یا اور اکیس کو زیادہ تر مہمان کی خاطر مدارات مین مشغول پاؤ گے چونکہ اوسکا حقیقت حال سے بالکل واقف نہ تھا اوسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی باتون سے ہی نہین بلکہ جتنے یونانیون سے میری ملاقات ہوئی سب کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ لوگ مجھ کو بادشاہ بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہین لوگون کی یہ رائے ہو کہ روس نے یونانی گورنمنٹ کو پردہ پر پردہ اکسا کر اپنے اوپر حملہ کیا ہو۔ اسقدر ضرور درستی پر ہین یونان کا ایسی زبردست دشمن سے بدون جنگ سپرڈالنا صریح روا نگی تھی۔ اور عقل یا دانہین کر سکتی کہ جب تک اوسپر پردہ کوئی اور وجہ نہ ہو وہ ایسا دیوانہ ہوگیا تھا کہ خود بخود ترکی کی شرکت کو اپنے میدان جنگ مین کر دیتا۔

فصل (۲۱) بست و یکم

قسطنطنیہ شاہ سے ملاقات کرنیکے بعد مین نے سلطان المعظم کی خدمت مین حاضر ہونے اور جلالت مآب کو شاہ کے خیالات و آرا سے مطلع کرنے کے لیئے سیدھا قسطنطنیہ جانیکا عزم کیا۔ ہم آتھنز سے شنبہ کی سہ پہر کو ایک اطالین ٹیمر پر قسطنطنیہ کو روانہ ہوئے۔ مہمان نواز مسٹر ایرٹن جب تک ہم لوگ پاس رہے۔ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ مسٹر لیوسین گورور اور مسٹر سیکن بھی بہت شفقت سے پیش آتے رہے۔ آرمیا ہمارے ساتھ آیا اوسے سمجھا دیا گیا تھا کہ یا تو اوس مین ترکی ٹوپی نہ ہو۔ وہان کی بدشت سے بہت بچتا ہو رہے ہین چنانچہ اوسنے سفارتخانہ کو روان سے چوڑی فرنگیانہ ٹوپی مستعار لی۔ اوسنے وہ جب تک ہمارے رہا بہت چین رہا۔ ایم رالیس نے گویہ کہا تھا کہ آرمیا ترکی ملازم ہونے کی وجہ سے جائز نہین ہے۔ مگر اوسنے اس معاملہ پر بڑا زور دیا اور ہماری سفارش قبول کرکے

لہ یا ب سرجون۔ پورا نام سرای لیچ۔ ایرٹن کے سی بی ہے۔ اوکی تنخواہ مین ہزار پانسو پونڈ سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ مسٹر گورور سفارت کے سکرٹری ہین اونکی سالانہ تنخواہ پانسو پونڈ ہے۔ مسٹر مرآن نائب قونصل دو لو کی تنخواہ دو سو پونڈ سالانہ ہے۔

اوسے ہمارے ساتھ سفارتخانے چلا آنے دیا جب وہ ایک دفعہ وہان پہونچگیا تو پھر اوس کے لیے کوئی خطرہ نرہ گیا۔ وہ دو دن ہمارے سفارتخانے مین رہا جہان اوسکی خوب خاطر تواضع کیگئی۔ اوس کا بیان تھا کہ مدت العمر مین اس سے پہلے ایسا آرام نصیب نہوا تھا یہی ہماری رائے بھی تھی کیونکہ سفیر کے باورچیخانہ کا انتظام اور تکلفات فوق الرائع قابل تعریف تھے۔

بحیرۂ مجمع الجزایر

ٹیمر یہ ہمین آسائش بخش کمرے ملے۔ اوپر سے سفر کے تھکے ہوئے تھے۔ آئیلینڈ سمندر کے یونانی حصہ سے باہر نکلتے ہی پھر اپنی زردی اور ٹوپی پہن لی۔ اور ایسا خوب بصورت و باتکا جوان بن گیا کہ اطالین افسر اوراہل جہاز دیکھکر دنگ رہگئے غیر قومی باس اوسے بالکل نہ جچتا تھا۔ وردی مین اوس کا قد پورا آٹھ انچ زیادہ نظر آتا تھا۔ نیلگون بحیرہ مجمع الجزایر مین سفر بڑی کیفیت سے کٹا۔ جہاز کئی جزیرون کے پاس سے گذرا یہ وہی جزیرے تھے جن کو فتح نہ کرنیکا الزام یونانی بیڑہ پر لگایا جارہا تھا جتنے جزیرے ہمنے دیکھے وہ سب مین آبادی کی علامتین بہت کم دکھائی دین۔ بنا بریں وہ فتح کی تکلیف دہ سرگرمی کافی معاوضہ نہ ہوسکتے تھے۔ مالیس جہاز پر کوئلہ لینے سے چاندماری کرتا رہا جس مین جہاز کا کپتان اور افسر اور کئی یونانی طلبا بھی شریک ہوئے۔ نشانہ سنگترون نیلون اور ڈبل روٹیون کو بنایا گیا۔ جو دھاگے سے پچاس گز کے فاصلہ پر دنبالہ کیطرح دینان کیے گئے تھے جہاز کی حرکت و گردش کے باوجود جو نشانے لگائے گئے حیرت انگیز تھا۔ اوسکی دلاندازی دکھائی سب سے بڑھکر ایک یونانی طالب علم جو آبریگی ہوا تھا اور ایلیس رہے انعام ایلیس نے جیتا۔ کل اطالین نے یکزبان ہوکر کہا کہ وہ بیشک غیظیہ قادر انداز ہے یونانی طالب علم بھی بہت اچھا رہا۔ وہ انگریزی اول تھا تھا۔ اور (قسطنطنیہ کے امریکن کالج کا تعلیمیافتہ تھا۔ میرا خیال ہے وہ جہاز کے پیچھے گر پڑا تھا مگر اپنے ہموطنون کی مجال تمائش نہ پانے کی وجہ سے اوس نے قسطنطنیہ کو واپس جانا تھا۔

ڈارڈنیلز

ڈارڈنیلز ہم اتوار کی دوپہر کو پہونچے۔ اوس مشہور آبنائے سے ہمارے جہاز نے باہمگی گذرنا شروع کیا۔ آبنائی قلعہ نہایت استحکام کے ساتھ طلبند اور محفوظ تھا۔ اور اوسکی دونون طرفون پر توپین ہی توپین نظر آتی تھین ہر اہم ناکہ پر بڑی بڑی کرپ توپین چڑھی ہوئی ہین۔ اور ایک سرے سے دوسرے تک تمام ڈھلوانون اور کراورون پر (مورچون کے) بیشمار خندقون مین سے چھوٹی چھوٹی توپین دکھائی دے رہی تھین بیوے خیال مین اس تاریخی آبنائے سے جو بحیرۂ مجمع الجزائر کو بحیرۂ مارمورا سے ملاتی ہے۔ جرار گذرنا اور جنوب کیطرف سے قسطنطنیہ پہونچنا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک بلند مرتبہ انگریز مدبر نے جنوری ۱۹۰۷ء مین مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اہل انگریز بحری افسرون کی رائے ہے کہ ڈارڈنیلز سے بالجبر گذرا جاسکتا ہے۔ مگر جو بیڑہ ایسا کرنے کی کوشش کرے اوسکا نصف حصۂ ضرور اس کوشش مین ضائع ہوجائیگا میری رائے مین بشرطیکہ ترک گولندانہ بالکل ہی نکمے نہ ہون۔ بارہ آدمی فی درجہ کے معمولی آہن پوش جہازون مین سے چار جہاز بھی خوابدیدہ آبنائے سے سلامت گذر سکین۔ افغانستان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی تجویز جسے سر فلپ کری نے ۱۹۰۹ء مین مسلم قرار دیا تھا۔ نومبر مین پیش کیا تھا۔ عمل نہ کیا گیا۔ گو عمل کرنے مین بہت تھوڑی سی ہی کسر رہگئی تھی۔

ترکی بیڑہ کے بیان کل حضرات

پہلی مرتبہ ہمنے ترکی بیڑہ کا مشاہدہ کیا۔ وہ دو حصون مین ڈارڈنیلز کے اندر لنگر انداز تھا

ایک حصۂ بقاء کو تھی اور دوسرا جو نسبتاً بڑا تھا چناق قلعہ کے سامنے کھڑا تھا۔ بطیرہ کہ مصافی جہاز ہمارے بیڑہ کے جہازات پر تلیس اور پنچون کیطرح بہت پرانی طرز کے کلان وطویل جہاز تھے۔ اونکی زندہ اگرچہ پتلی۔ آہن کہتا در توپین تقریباً متروک الاستعمال قسم کی تھین تاہم اونکی شکل شباہت خاصی مہیب اور وجہیت وچابکدستی آراستہ معلوم ہوتی تھے۔ بہرحال ان جہازون مین ابھی تک کافی عدد مصالح موجود ہے۔ ۱۸۸۷ء سنہ مین برس پیشتر تیار ہوا تھا جہاز تھے۔ اگر اونکی مرمت کی جاے اور نئی توپین چڑھائی جائین تو وہ اب بھی دوم درجہ کے خاصے مصافی جہاز بن سکتے ہین۔ اونکے متعلق ہمین سب سے عجیب چیز یہ دکھائی دی کہ اونپر ملاح اور بحری سپاہی بکثرت تھے۔ اونکی چستین پاکیزہ لباس فیس پوش آدمیون سے جنہین متعدی کے ساتھ قواعد کرائی جارہی تھی۔ بھری ہوئی توپین قسطلانیہ مین مجھے قابل بتصرون اور شاہدون نے تھین دلایا کہ ان کہنہ ساخوذہ اور تقریباً ملا آہن پوشون کو گولڈن ہارن سے جو بہ وقت کشتیون اور تجارتی جہازون سے لبریز رہتی ہے اور نیز اوس تیز وتند وادی کے جو سلسلہ کے گوشہ سے نکلتا ہوا گلاتہ تک ہے۔ کامل وقت وتنہی حیرت انگیز ملاحانہ قابلیت دکھائی گئی تھی۔ ان معمور و پرتگ پہلوانون کو بیس سال راحت وآسائش کی بیدلی جگہ سے متحرک ومتشکل کرنیکے لیے کسی اتفاق یا وقت کا انتظار نہین ہوا۔ کہ کوئی جہاز والے تجارتی ٹیمر دن سے مدد نہ لیگئی۔ اور صرف ایک آہن پوش کا گولڈن ہارن کے پاس سے گذرتے وقت اوس سے ہوا ہی ذرا سا مس ہوا۔ اس واقعہ پر اخبارات کے مسجع صفت نامہ نگاران جنیوا قسطلانیہ نے خوب حاشیے چڑھائے۔ اور اپنی طبیعتون کی جولانیان دکھائین ان بزرگوارون مین سے اکثر ترکون کا مضحکہ اڑانے کیلئے کسی خفیف سی خفیف واقعہ اور بہانہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے۔ کہ ذرا ان کی خیال مین ترکون کی فضیحتہ کی خبر ین انگلستان والون کو بہت پسندیدہ ومرغوب ہین۔ ان نامہ نگارون کی پاجیانہ نہایان سے قطع نظر کرکے اگر غیر متعصبانہ نظر سے دیکھا جاے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ترکی ملاحون نے ان کہنہ ونیم پوسیدہ ملعون کو بسطرح کے حادثہ کے بغیر گولڈن ہارن سے باسفور امان باہر نکال لیجانے مین قابل تعریف اور حیرت انگیز کارگذاری دکھائی تھی۔ ترک بحری سپاہ نے اپنے زمانہ مین اسپاہ کا کامل ثبوت دیکھلا دیا تھا۔ اگر اون جنگی جہازون کی اوسمین پوری قابلیت موجود ہے۔ نوارینو کی لڑائی مین وہ چار توپون کے ساتھ جن کے جھاز اون کے جہازون سے بدرجہا زیادہ تھے۔ یہ لڑے کہ کل دنیا اب تک مدح ہے۔ اگر اہل جہاز اپنے جہازون کے ساتھ ہلاک ہوگئے۔ اور بھاگنے کا کسی نے نام نہ لیا ۱۸۷۷ء مین ڈینوب پر ترکی اگن بوٹون نے بہت عمدہ کام دیا۔ اور اگر کبھی یونانیون سے بھی ترکون کا سمندر پر ایسی صورت مین مقابلہ ہو۔ کہ دونون کا بیڑہ تقریباً یکسان ہو۔ تو اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک ملاح ویسی ہی عمدہ کارگذاری دکھائین گے جیسی کہ اونکی نیتی بحری سپاہیون نے تسلی مین دکھائی تھی۔

ملکۂ مصار

ہم قسطلانیہ۔ ارسی دوشنبہ کی صبحکو لاریسا کر روانہ ہوئے پورے سات دن بعد پہنچے۔ یہ ہفتہ عجب بخش اور سانحہ خیز گذرا۔ اوسمین ہمین اتنا تجربہ ہوا۔ جو پہلے کبھی برسون مین بھی نہ ہوا تھا۔ اس سمی کی صبحکو سمندر سے ہمین قسطلانیہ کا جو پہلا نظارہ ہوا۔ وہ غیبی مین اوس بڑے کہ دنیا مین کوئی نظارہ نہین ہوسکتا۔ سوج ابھی طلوع ہونا شروع ہی ہوا تھا۔ افق پر روشنی کی سنہری خطہ طلوع ہو رہی تھی۔ پر نگاہ پوکا فوسنا جزیرہ متعلقہ خزائر ہمارے داہنے ہاتھ تھا۔ خزائر شہزادگان سے پرے اون کے عقب مین ایشیاے کوچک کی نیلگون پہاڑیان ولیمپس (کشیش طلاغ) اور اوسکی شاخین بروصہ کے اردگرد اور بحیرہ مارمورا کے شرقی ساحل

(۱) خزائر شہزادگان مین سب سے بڑا جزیرہ مفصل حالات کیلئے دیکھو کتاب قسطلانیہ۔

حاشیہ کیطرح پھیلی ہوئی تہین۔ ہمارے سامنے مینار و برج اور استنبول کی تمام مختلف الانواع فرحت بخش مکانات اور نظارے جن سے آنکھون کو جان فزا سرور پہنچتا ہے کہڑے تھے۔ باسفرس (بوغاز) نہایت ہی سیاہ تنگنائے کی شکل مین دکہائی دے رہی تھی۔ جس کے دائین ہاتھ سکودرا (اسکدار) کے درخشان بنگلے اور مکانات۔ سرسبز صنوبرون کے جھنڈ۔ اور ہمارے بہادر مقتولین (محاربہ کریمیا) کا قبرستان اور بائین ہاتھ استنبول اور پیرا (بک اوغلی) تہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہان یوروپ اور ایشیا ملتے ہین۔ فوجی طاقت کے اظہار۔ تجارت اور پولیٹیکل جبروت و نفوذ سیاسی کے لیے دنیا بھر مین اس سے عمدہ کوئی موقعہ نہین۔ قسطنطنیہ۔ ملکہ امصار۔ دو براعظمون کی کلید۔ اور وہ درِ بے بہا جس کے قبضہ کے لیے اقوام عظیمہ صدیون تک جد و جہد کرتی رہی ہین۔ ہمارے سامنے تہا۔ اس بے نظیر نظارے کے حسن و جلال کی کیفیت بیان کرنیسے فی الحقیقت الفاظ قاصر ہین جس شخص نے اوسے دیکھا نہین۔ وہ اوسکی دلفریبی اور شان و شوکت کا کبہی عالم تصور مین اندازہ نہین کرسکتا۔ اور جنہون نے اُسے دیکھا ہے۔ وہ بآسانی سمجہہ سکتے ہین کہ کیون سلطنتین اس کے لیے کٹی مرتی ہین۔ اور فاتح کے لیے اوس کا قبضہ اور مغلوب کیلئے اوس کا کہو دینا کیا معنی رکھتا ہے جب ہم زیادہ قریب پہونچے تو ہمین عمارات کا سلسلہ جو لگاتار باسفرس سے سین سٹی فانو تک ساحل بحر کے کنارہ کنارہ چلا گیا ہے۔ پورا پورا نظر آنے لگ گیا۔ پرانی دیوسار فصیلین جو بعالم شکستگی بھی عجب شاندار ہین۔ مشہور قلعہ ہفت برج۔ اور سلطان احمد کی لطیف و بے نظیر جامع مسجد اور اوس کے حیرت انگیز چھ مینار جہاز سے صاف صاف نظر آرہے تہے۔ اس مسجد کا بیرونی نظارہ جامع ایا صوفیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے آخر جہاز خود باسفرس مین داخل ہوگیا۔ اور استنبول کی مشرقی جہت۔ سر عسکرت۔ مساجد کے مینار و گنبدون اور لطیف و بے نظیر بغداد کوشک کے پاس سے جو عین ہمارے زیر نظر تہے گذرتا ہوا۔ آگے بڑہا گیا۔ باسفرس مین داخل ہوتے ہی یکبارگی اوس کا تمام جاہ و جلال ہمارے سامنے نمودار ہوگیا۔ سنگ مرمر کے محل جو دو رویہ کنارہ آب تک بنے ہوئے ہین۔ یوروپ و ایشیا کی پہاڑیون کی ڈہلوانون پر خوشنما بنگلے اور قلعے پیرا کی سر بفلک بلندیان اور غلاطہ کا مینار دیدبانی جو ان پہاڑیون سے بھی اوپر سر نکالے ہوئے ہے۔ یہ سب نظارے یکلخت آنکہون کے سامنے ہویدا ہوگئے تھوڑی دیر بعد گولڈن ہارن (خلیج) بھی دکھائی دینے لگ گئی۔ جو جہازون اور قائقون سے بھری ہوئی تہی۔ اور جس کے پل پر تل دہرنے کی جگہ دکھائی نہ دیتی تھی۔ قائقین اور کشتیان جن مین سے اکثر برقع پوش مخدرات سوار تھین۔ اور پاکیزہ لباس ملاح اونکو چلا رہے تہے ادہر ادہر ہر طرف تیز نگاہ کیطرح دوڑی جاتی تھین۔ صرف اکیلے گوشہ محلسرا (سرائے بیرونی) کا نظارا ہی ایسا جانفزا۔ دلفریب اور خوشگوار ہے کہ صنعت و قدرت کی مخلوط صناعی و کاریگری کے ویسے بہت کم نمونے چشم انسانی کو دیکھنے نصیب ہوسکتے ہین۔ گوشہ کے پچھواڑے پرانا محل اور اُسکی خوشنما عمارتین جو آپس مین خلط ملط ہین بتدریج اوٹھتی چلی گئی ہین۔ اور اون سے پیچھے بیشمار گنبد مینار اور برج کہڑے ہین مین چاہتا ہون کہ وہ احمق یا ناعاقبت اندیش انگریز جو اس بات پر رضامند ہین کہ بیشک روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے۔ ایک دفعہ اپنی آنکھون سے اس شہر کی خوبصورتی اور طبعی استحکام و محل وقوع کو دیکھ لین پھر اونہین معلوم ہوجائیگا کہ فاتح سلطنت کی فوجی بحری اور پولیٹیکل طاقت مین اس کے قبضہ سے کیسا حیرت انگیز اضافہ یقیناً ہوسکتا ہے۔

قسطنطنیہ کی قدر و منزلت

قسطنطنیہ کی بدرجہ غایت اہمیت اور اوس کے بے نظیر محل وقوع کی وجہ سے ٹرکی کی حیات و ممات کا مسئلہ کل یوروپ اور سب سے بڑہ کر انگلستان کے لیے جو

ایک عظیم مشرقی سلطنت ہی نہایت ہی اہم اور گرانون ہے۔ انگلستان مین اس جاہلانہ اور پاگلانہ بحواس کی کچھ کمی نہین رہی کہ قسطنطنیہ پر روس کو قبضہ کرنے دین۔ مشرقی مسئلہ کا تصفیہ اسطرح ہوگا ہے۔ لیکن ایسی دیوانہ حرکت سے مسئلہ مذکور کا تصفیہ تو خاک نہین ہوگا البتہ روس کو ایک ناقابل تسخیر مرتفع اور بحیرہ روم اور کل مشرق کو زیر اور تابع فرمان بنانے کیلئے ایک نہایت ہی زبردست اور ناقابل انرفع اڈہ مہیا کیگا۔ یہ بالکل ویسی ہی احمقانہ ہوگی جیسی کہ زمانہ قدیم کی ڈوما کی مجلس وزرا کی تھی۔ اس سے دشمن کی آتش حرص کو اور تیز کرنے اور روس کو مطالبات مین روز افزون اضافہ کرانے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہین حاصل ہوسکتا۔

قسطنطنیہ کی فوجی و بحری اہمیت

قسطنطنیہ دنیا بھر مین نہایت ہی اہم جنگی و تجارتی موقعہ۔ بلکہ مصالحہ اور دو براعظمون کی مفتاح ہے جنگی و بحری حصہ جغرافیہ کے لحاظ سے دنیا مین اور کوئی موقعہ اوسکی ہمسری نہین کرسکتا۔ رومانی تسخیر و زوال کے بعد مشرقی رومن سلطنت ایک ہزار برس تک صرف قسطنطنیہ کے ناقابل تسخیر طبعی استحکام کی وجہ سے ہی قایم و زندہ رہی تھی۔ نپولین عظم کا قول تھا کہ جس دولت عثمانیہ کے پاس قسطنطنیہ ہو وہ کل دنیا کی مالک ہوگی۔ اگر قسطنطنیہ اور آبنائے دونون روس کے تصرف مین چلی جائین۔ تو وہان جتنی بڑی فوج چاہے تیار کریگا اور پھر جس وقت چاہیگا اسکو دہان سے بحیرہ روم مین داخل ہوکر ہماری تجارت کو بحیرہ مذکور مین غارت کریگا۔ اور مصر اور نہر سویز پر قابض ہوجائیگا۔ بحیرہ احمر اور بحر ہند تک دس کے پانچ حصے آہن پوش مین اگر وہ آبنائے باسفورس سے گذر سکین تو بحیرہ روم مین موجود ہین۔ مگر ان کی جو بحیرہ روم مین موجود ہین۔ بلکہ انہی ہماری بحری سفر بحیرہ روم سے جسمین ہمارے مصالحہ جنگی جہاز ہین روس و فرانس کے بڑے طاقت مین بہت بڑھ جاتے ہین۔ لیکن اگر روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے اور وہان سے طرفین کے محاصرون سے محفوظ و مصئون ہیں مصالحہ آہن پوش جمع کرلے تو بتاؤ اوس وقت ہماری بحری طاقت کا کیا حشر ہوگا؟ باوجودیکہ قسطنطنیہ روس کے پاس نہین۔ روس نے ابھی گذشتہ دس سالون مین اپنے بیڑہ کو بڑہانے کیلئے خطیر رقمین خرچ کرنیکا فیصلہ کردیا ہے۔

مزید برآن ترکی دارالخلافہ کے قبضہ سے سلطنت عثمانیہ کی تمام فوجی طاقت جس مین دنیا بھر کے سپاہیون سے زیادہ شجاعت اور ثابت قدم جانباز ہین۔ روس کے تصرف مین چلی جائیگی پھر جب روس کا اقتدار بحیرہ روم پر قایم ہوگیا۔ اوس کی اپنی فوج مین جو اب بھی جفاکش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ لاکھہ عثمانیہ جوانمرد جانباز ایزاد کرلیے۔ اور مذہب اسلام کو متفقہ خلیفہ المسلمین کو اپنے قابو مین کرلیا تو بتاؤ ہم ہندوستان پر کیا زیادہ عرصہ قابض رہسکین گے؟ ہندوستان مین چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہین جو مکہ معظمہ کی رعایا مین شجاع ترین اور مضبوط ترین لوگ ہین اگر ہم قسطنطنیہ کو زار کے تصرف مین چلا جانے دین تو بتاؤ ان مسلمانون اور زیر اثر افغانستان پر کیا اثر پڑے گا۔ یہ جو کچھ ایسی شدید اور اس پالیسی کے خطرات ایسے یقینی اور ایسی مہیب ہین کہ جاہلترین یا نہایت متعصبانہ ذہون کے سوا اور کوئی شخص یہ خیال کبھی نہین دیسکتا کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دیجائے۔

یہ سمجھہ مین نہ آنا مشکل ہے کہ کسطرح کوئی ذی حیاست اور خوددار مبر پارلیمنٹ اپنی جگہ پر کھڑا ہوکر انگلستان کو یہ کہکر عمداً رسوا کرنے کی کارروائی کیونکر سے ہم (یعنی انگلستان) ارمنون کی حفاظت نہین کرسکے۔ اور پھر دوسرے ہی لمحہ یہ کہے کہ ہم روس کو بحیرہ روم مین کوئی بندرگاہ بطور رشوت پیش کرکے اوسے آبنا مین داخل اور اوپر متصرف ہونے کی ترغیب دین۔ گو یہ اجتماع ضدین محال نظر آتا ہے اور عقل کبھی باور

نہیں کر سکتی کہ ایک ہی انسان اسکا مرتکب ہو سکتا ہی لیکن ۱۸۹۶ء مین دار العوام مین ایسا واقع گذر چکا ہے اس زمانہ مین کئی اینگلو ارمنی
سرکیس اور نن کنفرمسٹ ۱۱ فریق کے لوگ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ پر دیوانہ وار یہ زور ڈال رہے تھے کہ روس کو نیم ارمنی صوبجات پر قابض
ہو کر اونکا انتظام کرنے کی دعوت کیجائے یعنی بالفاظ دیگر وہ اس بات کی تاکید کر رہے تھے کہ انگلستان اوسی ظالم و جابر سلطنت کو جو عرصہ
دراز سے باستقلال ٹرکی مین موثر اصلاحات کی ترویج کی مزاحمت کرتی رہی ہے بعینہ اوسی کام کی تکمیل کی دعوت کرے جسکی تعمیل مین
وہ اب تک نہایت کامیابی کے ساتھ مزاحم ہوتی رہی ہے۔ ہمارے اینگلو ارمنی مجنون عملی طور پر گویا روس کو اون تمام توقعون کے حاصل مین
جن کا وہ باعث ہوا ہے اور جان و مال کی اون نقصانات کی انعام مین جو اوسکی رکاوٹون سے وقوع مین آئے ٹرکی کی نیم ارمنی صوبجات
دلانیکی خواہان تھی کیا کبھی ایسا اتضاد نہین بلکہ ایسی ریاکاری پہلے بھی کبھی کسی نے دیکھی یا سنی ہے؟

دوسرا حصہ تمام ہوا۔

مطبوعہ مطبع روز بازار امرتسر
(جنرل لا بکس ایجنسی)

سنہ ۱۳۱۷ھ

محاربات تھسلی

یعنے

کارزار روم ویونان ۱۸۹۷ء

حصہ سوم

جو ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم ویونان اور انگلستان کے مشہور مدبر و نویسندہ سر اشمیڈ بارٹلٹ کی کتاب محاربات تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد و دلچسپ اور کارآمد ضمیمے زیادہ کر دیئے گئے ہیں۔ اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی نہایت درست تصویریں اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیئے گئے ہیں

مترجمہ و مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد جھار ضلع گوجرانوالہ

سنہ ۱۹۰۰ء

مطبع قانونی روز بازار امرتسر میں
(جنرل الیکٹرک پریس)

منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع کے اہتمام سے طبع ہوئی

(حسب ایکٹ ۲۵ مجریہ ۱۸۶۷ء کی گئی)

فہرست مضامین محاربات تھیسلی حصہ سوم

فصل بست و دوم - ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی - اوٹکا کیریکٹر اور سلطانی دربار (از کتاب سر ایشمیڈ مارٹمنٹ) سلطان کا رحم و کرم - ترکی سلطنت کی ترکیب اینسوں کے قتل کے اسباب - نظام کا انسداد نکونے والوں کو نوٹس کیوں نہ ملی - بلیغ مراسلے منیر پاشا سلطان المعظم کا اصول اہلکاران اور دربار سلطان المعظم کی شکل و شباہت - سلطان المعظم کا سترام - صلح کے متعلق گفتگو - شرائط صلح - سر لیپ کری کی غلطیاں (حواشی - مجروحین کی پنشن لارڈ روزبری والطاف خسروانہ - برادران و ہمشیرگان سلطان المعظم سر ایشمیڈ کے قول کی تصدیق مزید کتاب بکلۃ الحق میں کتاب قسطنطنیہ - منتھری ڈیٹس ایک قدیم بادشاہ کے مختصر حالات منیر پاشا کی وفات - تحسین بکساول سکرٹری کے حالات اور مکالمہ - انگلستان و ٹرکی میں اتحاد کی افواہ و نشتا - پرنس لوبانف متوفی روسی وزیر خارجیہ کی وصیت - کریٹی مسلمانوں کی یتیم اولاد) از صفحہ ۱ تا ۱۸۔

فصل بست و سوم - سر ایشمیڈ کی آخری رائے ٹرکی پر بانصفانہ طعن و تشنیع - سر لیپ کری کا تعقب بجا - مخالفانہ پالیسی کے خطرات مسلمانوں کی بیداری و تنبہ - انجمن اتحاد و کلیسائے انگلستان - نظام فروشی کی علت غائت لازمی اتحاد و سد ہسپانی انگلستان کو۔

حواشی - سرحدی فساد تعصب میں افراط ایشمیڈ کو قیاس کی درستی - اور سرحدی فسادات کا طول کھینچنا - دشمن

محاربہ ٹرنہوال شہزادہ نصر اللہ - کتاب تقویم آئین کا خلاصہ مدیہ یاکس امریکن سفیر مسٹر ٹھیول - سرحدی خبار کا اصل محرک تیک معاملات اور سرحدی ہنگاموں پر یورپین مدبرین کی چہ میگوئیاں آئندہ کی امید اور امیر حسین کا اعلان اظہار ایمان کی نصیحت آل اعلان

فصل بست و چہارم (از جرنل مورخ) جنگ کا اتولد و ابتدائی و قطعی عہد - مجاہدانہ صلح ترکی و یونانی فوج کی کارگذاری اور موجودہ حالت پر تبصرہ ریویو ما صفحہ ۸۳

فصل بست و پنجم (از کتاب جرمن مورخ) رضا پاشا وزیر جنگ و سر عسکر افواج شاہانہ - احمد عاصف پاشا ما صفحہ ۱۰۵

ضمیمجات ضمیمہ اول - نظام فوج و وردیوں پر نوازشات سلطانی تقریر بازار بدیر اور تخلیہ تہیلی نقشہ جدید و تخلیہ کریٹ ما صفحہ ۸۹۔

ضمیمہ دوم - متفرق وقعات - فتوحات عثمانیہ پر اظہار مسرت و خوشی ما صفحہ ۱۰۱

ضمیمہ سوم - مسلمانوں کی بیداری .. تا .. ۱۰۴

ضمیمہ چہارم - یونانیوں کی خباثت اور ترکوں کی شہامت کی شہادت .. تا صفحہ ۱۰۵۔

ضمیمہ پنجم - ترکی نشان .. .. .. تا ۱۰۶

ضمیمہ ششم - علیجناب قیصر ہند کا جشن جوبلی - سلطانی سفیر اور متعصبین کی سفاہت .. .. .. تا ۱۱۰

ضمیمہ ہفتم - سلطان المعظم اور شیعہ ایرانی اخبارات کی تحریرات تا ۱۱۶۔

ضمیمہ ہشتم - ترکی مستورات اور خورد سال اڑکوں کی شجاعت - فساد والا حصہ و فوج عساکر ترکی کی موجودہ حالت .. .. .. تا ۱۳۲

ضمیمہ نہم - درویش حکومت کا خاتمہ و فساد کریٹ تا ۱۳۶

ضمیمہ دہم - بغداد بصرہ ریلوے کو شمشیر کہ اسلامی تدبیر سے بنانیکی تجویز تا ۱۴۱

تاریخ جنگ روم و یونان

حصہ سیوم

فصل بست و دوم

ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی اونکا کیریکٹر اور سلطانی دربار

سلطان کا رحم و کرم بقول سر ایشمیلڈ بارٹلٹ سلطان المعظم کی طبیعت و فطرت اور طریق عمل درحقیقت اوس سے عین برعکس ہے۔ جیسا کہ بالعموم انگلستان میں خیال کیا جا رہا ہے۔ اونکی نسبت کمال ناانصافی اور سفاہت کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ جلالتمآب کے منشا و تجویز سے قتل عام وقوع میں آئے۔ حاشا و کلا۔ انکی ذات قدوسی صفات ایسے اعمال سے نہایت اعلے و ارفع ہے۔ اور نہ وہ جیسا کہ اونپر بہتان باندھا گیا ہے۔ بزدل اور بیرحم ظالم ہیں۔ حقیقت الحال یہ ہے کہ سلطان المکرم نہایت ہی قابل اور ہوشیار مدبر بینظیر تجربہ کار حکمران اور دوسروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کے لیے ہر وقت ہمہ تن تیار و آمادہ ہیں۔ اونکو ایسی مشکلات سے مقابلہ کرنا پڑا ہے کہ بہت کم فرمانرواؤں کو ویسی مشکلات سے ابتک سابقہ پڑا ہے۔ تقریباً تمام یورپ بلا بے درمان کیطرح اونہیں چمٹا رہا۔ اور ستاتا رہا ہے۔ مگر وہ اس دنگل سے مظفر و منصور برآمد ہوئے ہیں۔ رسمی معاملات کو چھوڑ کر پرائیویٹ زندگی کیطرف خیال کیا جائے تو صاف منکشف ہو رہا ہے کہ شوکت سمات کمال رحیم مزاج ہیں اپنی اولاد اور اپنے دوستوں سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ اور سپاہ بالخصوص سپاہیوں کی آسایش و آرام اور بہتری و فلاح کا ہر وقت اونہیں بہت ہی خیال رہتا ہے۔ اسکی ادنے نظیر یہ ہے کہ ۱۸۷۶ء کی محاربہ میں اہالی مانٹی نیگرو نے جن ترکی سپاہیوں کے کمال بیدردی سے مختلف اعضا کاٹ دئے تھے۔ انکا علاج معالجہ نہایت احتیاط سے کرایا گیا۔ اور پھر اونکی معقول پنشنیں مقرر کر دیگئیں اسیطرح اس محاربہ کے زخمیوں کے لیے خاص سلطانی محل یلدز کے احاطہ میں نیا ہسپتال قایم کیا گیا۔ اسمیں ایک ہزار سے زیادہ مجروحین کیلیے گنجایش ہے۔ وہ صفائی اور تکمیل لوازمات میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور زخم رسیدہ وہاں ایسی جلد صحتیاب ہو رہے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔[1]

جو مشکلات سلطان المعظم کو محیط ہیں اور محیط رہی ہیں۔ وہ بیشمار ہی نہیں بلکہ ایسی سخت و صعب ہیں کہ کسی اور شخص کو شاید اونکے مقابلہ کرنیکا حوصلہ ہی نہ پڑتا۔ ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء میں روسی حملہ سے کل ملک تباہ و پامال ہو گیا۔ اڑھائی لاکھ عثمانیہ سپاہیوں کے علاوہ دس لاکھ سے زیادہ

[1] امیر المومنین کے حکم سے ایسے تمام مجروحین کو جو آیندہ فوجی خدمت کرنے کے ناقابل ہو گئے ۳۸ روپیہ ماہوار کی پنشن عطا کیگئی۔ ہندوستان میں دیسی سپاہی کو تیس برس فوجی خدمت کرنے یا جنگ میں قتل ہو جانے کی صورت میں اسکی بیوہ کو چار روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔ نومبر ۱۸۹۷ء میں جلالتمآب نے شفایاب مگر کمزور سپاہیوں کو جیب خاص سے بیس ہزار روپیہ کے گرم کپڑے عطا کیے۔

فہرست مضامین محاربات تھیسلی حصہ سوم

فصل بست و دوم - ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی - اوذکا کیریکٹر اور سلطانی دربار (از کتاب سر ٹشمیڈ یا رٹمنٹ) سلطان کا رحم و کرم - ترکی سلطنت کی ترکیب ایمنوں کے قتل کے اسباب - نظام کا انہدام کرنے والوں کو نوکر کیوں نہ ملی - بلند سرعسکر مشیر پاشا - سلطان المعظم کا صول اہلکاران ، دربار سلطان المعظم کی شکل و شباہت - سلطان المعظم کا استرام - صلح کے متعلق گفتگو - شرائط صلح - مسٹر لیب کری کی غلطیاں (حواشی) - مجروحین کی پنشن لارڈ روزبری و الطاف خسروانہ - برادران و ہمشیرگان سلطان المعظم سر ٹشمیڈ کے قول کی تصدیق مزید کتاب کلمۃ الحق میں - کتاب فسطنطنیہ - منتھری ڈیٹس ایک قدیم بادشاہ کی مختصر حالات - سنیر پاشا کی وفات تحسین بکساول سکرٹری کی حالات اور مکالمہ - انگلستان و ٹرکی میں اتحاد کی افواہ و تمنا - پرنس لوبناف متوفی روسی وزیر خارجیہ کی وصیت - کریٹی مسلمانوں کی یتیم اولاد) از صفحہ ۱ تا ۱۸۰

فصل بست و سوم - سر ٹشمیڈ کی آخری رائے ٹرکی پر نامنصفانہ طعن و تشنیع - مسٹر لیب کری کا تعقب بیجا - مخالفانہ پالیسی کے خطرات مسلمانوں کی بیداری و توبہ - انجمن اتحاد و کلیسیائے انگلستان - نظام فروشی کی علت بخت لازمی اتحاد و بہبودی انگلستان کو -

حواشی - سرحدی فساد تعصب مین افراط سر ٹشمیڈ کو قیاس کی درستی - اور سرحدی فسادات کا طول کی انتہا - تا ۱۸۰

فصل بست و چہارم (از جریدہ مورخ) جنگ کا اتوار و ابتدائی و قطعی عہد مہمات صلح ترکی و یونانی فوج کی کارگذاری اور موجودہ حالت پر تبصرہ ریویو صفحہ ۸۳

فصل بست و پنجم (از کتاب مورخ) رضا پاشا وزیر حربیہ و عسکر افواج شاہانہ - احمد عاصف پاشا تا صفحہ ۸۵

ضمیمہ جات ضمیمہ اول فتح فوج و فہرست برنوازشات سلطانی تقریر سلطانی بازار بلند رسالہ تخلیہ تھیسلی نقشہ جدید و تخلیہ کریٹ تا صفحہ ۸۹

ضمیمہ دوم - تفرق و قعات - فتوحات عثمانیہ پر اظہار مسرت و خوشی تا صفحہ ۱۰۱

ضمیمہ سوم - مسلمانوں کی بیداری - تا ۱۰۴

ضمیمہ چہارم - یونانیوں کی خباثت اور ترکوں کی شہامت کی شہادت - تا صفحہ ۱۰۵

ضمیمہ پنجم - ترکی نشان .. .. .. تا ۱۰۶

ضمیمہ ششم - علیحضرت بیصرہ ہند کا جشن جوبیلی - سلطانی سفیر اور متعصبین کی سفاہت .. .. .. تا ۱۱۰

ضمیمہ ہفتم - سلطان المعظم اور شیعہ ایرانی - اخبارات کی تحریرات تا ۱۱۶

ضمیمہ ہشتم - ترکی ستورات اور حضور رسالت مآب کی شفاعت - فساد والا جاہ و حضرت عثمان اکوکی کی موجودہ حالت .. .. .. تا ۱۳۲

ضمیمہ نہم - ورد یش حکومت کا خاتمہ و فساد کریٹ تا ۱۳۶

ضمیمہ دہم - بغداد و بصرہ ریلوے کو شتر کر اسلامی ٹیریٹری بنانیکی تجویز تا ۱۴۱

تاریخ جنگ روم و یونان

حصہ سیوم

فصل بست و دوم

ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی اونکا کیریکٹر اور سلطانی دربار

سلطان کا رحم و کرم بقول سر ایشمیلڈ بارٹلٹ سلطان المعظم کی طبیعت و فطرت اور طریق عمل درحقیقت اوس سے عین برعکس ہے۔ جیسا کہ بالعموم انگلستان میں خیال کیا جا رہا ہے۔ اونکی نسبت کمال ناانصافی اور سفاہت کے ساتھ یہہ کہا گیا ہے کہ جلالتمآب کے منشاء و تجویز سے قتل عام وقوع میں آئے۔ حاشا و کلا۔ انکی ذات قدوسی صفات ایسے اعمال سے نہایت اعلے و ارفع ہے۔ اور نہ وہ جیسا کہ اونپر بہتان باندھا گیا ہے بزدل اور بیرحم ظالم ہیں۔ حقیقت الحال یہہ ہے کہ سلطان المکرم نہایت ہی قابل اور ہوشیار مدبر بینظیر تجربہ کار حکمران اور دوسروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کے لیے ہر وقت ہمہ تن تیار و آمادہ ہیں۔ اونکو ایسی مشکلات سے مقابلہ کرنا پڑا ہے کہ بہت کم فرمانرواؤں کو ویسی مشکلات سے ابتک سابقہ پڑا ہے۔ تقریباً تمام یورپ بلا بے درمان کیطرح اونہیں چمٹا رہا۔ اور ستاتا رہا ہے۔ مگر وہ اس دنگل سے مظفر و منصور برآمد ہوئے ہیں۔ رسمی معاملات کو چھوڑ کر پرائیویٹ زندگی کیطرف خیال کیا جائے تو صاف منکشف ہو رہا ہے کہ شوکت سمات کمال رحیم مزاج ہیں اپنی اولاد اور اپنے دوستوں سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ اور سپاہ بالخصوص سپاہیوں کی آسایش و آرام اور بہتری و فلاح کا ہر وقت اونہیں بہت ہی خیال رہتا ہے۔ اسکی ادنے نظیر یہہ ہے کہ ۱۸۷۶ء کے محاربہ میں اہالی مانٹی نیگرو نے جن ترکی سپاہیوں کے کمال بیدردی سے مختلف اعضا کاٹ دئے تھے۔ انکا علاج معالجہ نہایت احتیاط سے کرایا گیا۔ اور پھر اونکی معقول پنشنیں مقرر کر دیگئیں اسیطرح اس محاربہ کے زخمیوں کے لیے خاص سلطانی محل یلدز کے احاطہ میں نیا ہسپتال قایم کیا گیا۔ اسمیں ایک ہزار سے زیادہ مجروحین کیلئے گنجایش ہے۔ وہ صفائی اور تکمیل لوازمات میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور زخم رسیدہ وہاں ایسے جلد صحتیاب ہو رہے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔[1]

جو مشکلات سلطان المعظم کو محیط ہیں اور محیط رہی ہیں۔ وہ بیشمار ہی نہیں بلکہ ایسی سخت و صعب ہیں کہ کسی اور شخص کو شاید اونکے مقابلہ کرنیکا حوصلہ ہی نہ پڑتا۔ ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء میں روسی حملہ سے کل ملک تباہ و پامال ہو گیا۔ اڑھائی لاکھ عثمانیہ سپاہیوں کے علاوہ دس لاکھ سے زیادہ

[1] امیر المومنین کے حکم سے ایسے تمام مجروحین کو جو آیندہ فوجی خدمت کرنے کے ناقابل ہو گئے ۳۸ روپیہ ماہوار کی پنشن عطا کیگئی۔ ہندوستان میں دیسی سپاہی کو تیس برس فوجی خدمت کرنے یا جنگ میں قتل ہو جانے کی صورت میں اسکی بیوہ کو چار روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔ نومبر ۱۸۹۷ء میں جلالتمآب نے شفایاب مگر کمزور سپاہیوں کو جیب خاص سے بیس ہزار روپیہ کے گرم کپڑے عطا کیے۔

مسلمان مستورات بچوں اور دہقان محاربہ میں ہلاک ہوئی بلگیریا اور رومیلیا میں عمان باشندوں کو وحشیانہ ظلم وستم کے ساتھ تہ تیغ و بیحرمت کیا گیا۔ اور آخر بقیۃ السیف کو دونوصوبوں سے باہر دھکیل دیا گیا۔ دشمن روسیاہ سے ہی ملک اور سلطان کو زخم کاری نہ پہونچا بلکہ کئی مخبر اور مقتدر شیر بھی مار آستین ثابت ہوئے۔ جنکی دغابازی۔ غداری اور نا قابلیت نے عثمانیہ سپاہ کی شجاعت کو راکارت اور سلطنت کو تباہ کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اس سے جلال مآب کی اکثر اور باجمیت دل پر بڑا گہرا اثر ہو گیا۔ خود داؤد کا ہنوی محمود داماد غداری عظیم کا مجرم ثابت ہوا۔ اور سلیمان اور کئی دیگر سر برآوردہ پاشاؤں کی نسبت سخت شکوک پیدا ہو گئے۔ الغرض ملک اخلاقاً برباد ہو گئی۔ اور مسلمان آبادی کو ایسی ایسی تکلیفیں اور سختیاں جھیلنی پڑیں کہ اونکا شمہ سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ رنگ دیکھکر سلطان نے مجبوراً سلطنت کو انتظام کی باگ براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی اور دوسروں کو تصرف کو کم کر دیا۔ ایسا کرنے کیلئے گو اونہیں بہت کچھ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اُسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس کارروائی سے سلطنت عثمانیہ کی قابل ولائق حکمران جماعت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ کیونکہ جب کل کام ایک ہی شخص کرے۔ اور دوسروں کو اپنے دماغ و قابلیت سے کام لینے کا موقعہ نہ ملے تو عدم استعمال دماغ کا کمزور ہوتے جانا اور قابلیت کو زنگ لگ جانا طبعی امر ہے جسکے ساتھ ہی آخر رفتہ رفتہ اس ماتحت عہدہ داروں اور رؤسا وغیرہ میں خود اعتمادی اور اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کی صفت نہیں رہ جاتی۔

ترکی سلطنت کی ترکیب ایسے اجتماع اقتصامات پر جیسکی ہی کبھی بامن و امان حکومت نہ کر سکے۔ انگلستان بڑا منتظم کامل شایستہ اور اصول جہانداری اور معاملات ملکداری میں پرانا تجربہ کار دلہن سال خراٹے ہے۔ لیکن اب تک۔ ایک صوبہ آئرلینڈ کو قابو نہیں کر سکا۔ ٹرکی کو ویسے بارہ آئرلینڈوں سے سابقہ پڑا ہوا ہے۔ وہاں یونانی۔ بلغاری۔ والیشی اور البانی آباد ہیں (البانی پھر بھی بہتر سپاہی خوش قسمتی سے مقسم ہیں) بہتر کونسی جو امن نظام و امن قایم رکھی ہوئی ہیں۔ ایسی متنفر اور ایکدوسرے دشمن نہیں ہیں کہ خود ایکدوسرے سے۔ لڑائی بھی شروع ہو جاتی ہے چند ہفتے نہیں ہوئے کہ تسلی کو والیشی باشندے عرضیاں کر رہے ہیں کہ اونہیں پہر یونانیوں کا تابع نہ بنایا جائے ادہر بلغاریوں اور یونانیوں کا یہ حال ہے کہ ایکدوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ کل ترکوں کو مقدونیہ سے ہٹا دو۔ اور ایک ہفتہ میں یونانی والیشی اور بلغار آپسمیں لڑ کٹ کر فنا و معدوم ہو جائیں۔ ان متذکرہ صدر اقوام کے علاوہ کرد۔ زیبک۔ ارنوط۔ دروز۔ شامی مختلف اقسام و اجناس کے لازی یہودی۔ حبشی۔ عرب اور جرکس بھی ہیں۔ ان قوموں اور کئی دوسریوں کے علاوہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں سب علاقوں اور جزایر کے دوغلے عیسائی اور یورپین بھی مافراط موجود ہیں۔ ایسے مختلف عنصروں کے مجموعہ پر مغربی طرز حکومت سے فرمانروائی کرنیکا خیال محض ناممکن العمل اور کمال مضحکہ خیز ہے۔ روس اپنی ہم مذہب ہمقوم رعیت اور غیر مذہب اقوام کو ایسے طریقوں سے قابو میں رکھ ہوئی ہے جو ترکوں کو طریق حکومت سے بدرجہا زیادہ جابرانہ بلکہ وحشیانہ اور ظالمانہ ہے

ارمنوں کے قتل کے اسباب جیسا کہ اتہام لگانیوالے اکثر لکھتے رہے ہیں۔ ارمنوں کو قتل عام سوچی سمجھی ہوئی تجاویز کا نتیجہ نہ تھے۔ وہ عرصہ دراز کی باہمی کشیدگی اور ایک تین سالہ سازش کا نتیجہ

تھے۔ وہ ان پانچ اسباب کا حاصل تھے۔ اول سبب ازیں سازش تھی جو اوس علاقہ میں قایم ہوئی۔ اور اُسکے تنخواہ دار گماشتوں نے اوسے بھڑکایا۔ اس سازش کی قرارداد کے مطابق ترکوں کو مشتعل اور جواب ترکی پر آمادہ کرنے کے لیئے متفرق مسلمانوں پر بیشمار مظالم توڑے گئے۔ سازش مذکور اور اوسکی سازشیوں بالخصوص ہنچاکسٹوں کی کچھ حالات پہلے ذکور ہو چکے ہیں (دوم) سبب ارمنوں کا وہ بلوہ تھا۔ جو بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء قسطنطنیہ میں ہوا۔ اور اوسمیں کمیٹی کی پولیس افسر ویسکی ٹیبل ہلاک کیا گیا۔ اس مفسدہ کی جڑ آرمینیا کو انگریزی تحریک اور ہمدردی سے ہوئی تھی۔ اور اوسکا اثر بڑی سرعت سے کل قلمرو عثمانیہ پر پھیل گیا تھا (سیوم) سبب انگلستان میں مصنوعی مظالم فروشی کا بازار گرم ہونا۔ اور ساسون کی مفسدہ کے متعلق جھوٹے خطوط و بیانوں کی بنا پر سلطان، ترکوں اور مذہب اسلام کو اندا و ہندے بے نقط سنایا جانا تھا۔ انگلستان کی اس نامعقول مسیحانہ ہمدردی اور پرجوش حالات مذکور میں سب کو معلوم ہو تو بتی ہے اوسنے مسلمانوں کی فیلنگز اور احساسات کو سخت صدمہ پہونچایا۔ وہ بہت کبیدہ خاطر ہو گئے۔ اور انگلستان کا اقتدار و رسوخ بالکل زائل ہو گیا چوتھا سبب سر فلپ کری کا احمقانہ سودہ اصلاحات تھا۔ جو نام نہاد اصلاحیں قطعاً ناممکن العمل تھیں۔ اور انکا مدعا اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ایشیاء کو چھکے باجمیت غالب عنصر اسلامی آبادی کو میسائی متقطنین کی ماتحت کر دیا جائے۔ پانچواں باعث لارڈ روزبری کی وزارت کی غلطی بھی جسنے سر فلپ کری کی نصیحت پر ٹرکی کو دبانے کے لیئے روس اور فرانس کے ساتھ متفق و متحد ہونے کی کوشش کی۔ انگلستان کے قدیم الایام اور کبھی دوست نہ ہونے والی قیصروں اور ٹرکی کو جانی دشمن سے اتحاد کرنے کی اس بیوقوفانہ کوشش کو لمبی طور پر ٹرکی کے مسلمانوں کے دلوں میں سخت بدظنی اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔ دارالاسلام اور برٹینین میں اگست اور نومبر ۱۸۹۵ء میں لارڈ سالسبری نے جو تقریریں کیں وہ سونے پر سہاگہ کا کام دیگئیں۔ اور مسلمانوں کی بدظنی میں اور اضافہ ہو گیا۔ کہ برٹین کو تو خیر مدت سے متعصبانہ اندھا کر رکھا ہے کنسرویٹو فریق کی مدد اور اوسکا سرگروہ لبرلوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ان کل اسباب مشمولہ نے مسلمانوں کی مذہبی پریٹ پر جوشی اور قومی حمیت وغرور کو بہت برافروختہ کر دیا اور اسکا نتیجہ اکتوبر نومبر و دسمبر ۱۸۹۵ء کی وہ خوفناک قتل عام ہوئے۔ جنکا ہم سکوپ سے سر فلپ کری اون مقتولین کا اندازہ ۲۵ ہزار کے قریب کرتا ہے۔ جو غالباً نادرست نہیں۔ اور اگر زیادہ نہیں تو سر فلپ کری

لے لارڈ روزبری نے مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات میں جو تعصب اور دلی عناد ٹرکی کی نسبت ظاہر کیا تھا۔ وہ اکثر ناظرین سے مخفی نہ ہوگا۔ اسکے مفصل حالات مدت سالہ عہد حکومت اور مفرد مفد مظالم آرمینیا میں درج ہیں۔ اس بارہ میں وہ لارڈ سالسبری سے بدرجہا بڑھا ہوا۔ اور گلیڈسٹون کا بلا مبالغہ سپوت پولیٹیکل فرزند ہے۔ گرو اہ رہے عبدالحمید۔ خداوند کریم نے تجھے کیسا عالی ظرف۔ کاظم الغیظ عافی عن الناس اور بے نظیر بلند حوصلہ اور بامروت بنایا ہے کہ باران رحمت الہی کیطرح دوست دشمن سب پر اُسکا برکرم یکساں برستا ہے اور جانی دشمن بھی تیرے فیض وکرم سے خالی نہیں رہتا یہی لارڈ روزبری صاحب مارچ ۱۸۹۹ء کی اخیر میں بلور سیا حت خاص اپنے جہاز پر قسطنطنیہ وارد ہوئے تو جلالت مآب نے اوسکی کل سابقہ کارروائیوں اور تقریروں کو بالکل فراموش کر کے خاص شاہی گاڑی اُسکے لیئے اپنے ایلچی صاحب کے ہاتھ کنارہ سمندر پر بھیجدی جسپر سوار ہو کر لارڈ صاحب انگریزی سفارتخانہ کو گئے گاڑی ہی نہیں۔ اونکے لیئے سلطانی دستہ کو چہ سوار بھی بھیجدیگئی۔ الحق ایسے صاحب مروت و احسان اور صاف باطن و صاف دل اور عالی ظرف انسان شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔

بقیہ بہ تقریر سن ہی است سالہ ۳ اور ۴ ۱

مسلمان مستورات بچے اور دہقان محاربہ میں ہلاک ہوئے۔ بلگیریا اور روملیا میں مسلمان باشندوں کو وحشیانہ ظلم و ستم کے ساتھ تہ تیغ و بیحرمت کیا گیا۔ اور آخر بقیۃ السیف کو دونو صوبوں سے باہر دھکیل دیا گیا۔ دشمن روسیاہ سے ہی ملک اور سلطان کو زخم آسیب نہ پہونچا بلکہ کئی معتبر اور مقتدر مشیر بھی مار آستین ثابت ہوئے۔ جنکی دغابازی۔ غداری اور ناقابلیت نے عثمانیہ سپاہ کی شجاعت کو راکارت اور سلطنت کو تباہ کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اس سے جلالتمآب کے ذکی الحس اور باحمیت دل پر بڑا گہرا اثر ہو گیا۔ خود اونکا بہنوئی محمود داماد غداری عظیم کا مجرم ثابت ہوا۔ اور سلیمان اور کئی دیگر سر برآوردہ پاشاؤں کی نسبت سخت شکوک پیدا ہو گئے۔ الغرض ترکی عملاً بالکل تباہ ہو گئی۔ اور مسلمان آبادی کو ایسی ایسی تکلیفیں اور سختیاں جھیلنی پڑیں کہ اونکا شمہ سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ رنگ دیکھکر سلطان نے مجبوراً سلطنت کے انتظام کی باگ براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی اور دوسروں کے تصرف کو کم کر دیا۔ ایسا کرنے کے لیے گو اونہیں بہت کچھ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس کارروائی سے سلطنت عثمانیہ کی قابل و لائق حکمران جماعت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ کیونکہ جب کل کام ایک ہی شخص کرے۔ اور دوسروں کو اپنے دماغ و قابلیت سے کام لینے کا موقعہ نہ ملے تو عدم استعمال دماغ کا کمزور ہوتے جانا اور قابلیت کو زنگ لگ جانا طبعی امر ہے جسکے ساتھ ہی آخر رفتہ رفتہ ان ماتحت عہدہ داروں اور زر وغیرہ میں خود اعتمادی اور اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کی صفت نہیں رہ جاتی۔

ترکی سلطنت کی ترکیب سلطنت عثمانیہ بلا مبالغہ مختلف قوموں۔ مذاہب اور اغراض کی ایک کامل معجون مرکب ہے ایسے اجتماع اقصامات پر جبرئیل بھی کبھی بامن و امان حکومت نہ کر سکے۔ انگلستان بڑا منتظم کمال شایستہ اور اصول جہانداری اور معاملات ملکداری میں پرانا تجربہ کار دلہن سال خرانٹ ہے۔ لیکن ابتک ایک صوبہ آئرلینڈ کو قابو نہیں کر سکا۔ ترکی کو ویسے بارہ آئرلینڈوں سے سابقہ پڑا ہوا ہے۔ وہاں یونانی۔ بلغاری۔ والیشی اور ارمن آباد ہیں (ارمنی پھر بجائے خود تین قسموں میں منقسم ہیں) یہہ ترکوں سے جو اونمیں نظام و امن قایم رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے متنفر اور اونکے دشمن نہیں جیسے کہ خود ایکدوسرے سے۔ لڑائی کو ابھی شروع ہوئے چند ہفتے نہیں ہوئے کہ تھسلی کے دولیشی باشندے عرضیاں کر رہے ہیں کہ اونہیں پھر یونانیوں کا تابع نہ بنایا جائے اور ہر بلغاریوں اور یونانیوں کا یہہ حال ہے کہ ایکدوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ کل ترکوں کو مقدونیہ سے ہٹا دو۔ اور ایک ہفتہ میں یونانی والیشی اور بلغار آپسمیں لڑ کٹ کر فنا و معدوم ہو جائیں۔ ان متذکرہ صدر اقوام کے علاوہ کرد۔ زیبق۔ ارنوط۔ دروز۔ شامی مختلف اقسام و اجناس کی لازی۔ یہوری۔ حبشی۔ عرب اور چرکس بھی ہیں۔ ان قوموں اور کئی دوسریوں کے علاوہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں سب علاقوں اور جزایر کے دوغلے عیسائی اور یورپین بھی بافراط موجود ہیں۔ ایسے مختلف عنصروں کے مجموعہ پر مغربی طرز حکومت سے فرمانروائی کرنیکا خیال محض ناممکن العمل اور کمال مضحکہ خیز ہے۔ روس اپنے ہم مذہب و ہمقوم رعیت اور غیر مذہب اقوام کو ایسے طریقوں سے قابو میں رکھے ہوئے ہے جو ترکوں کے طریق حکومت سے بدرجہا زیادہ جابرانہ بلکہ وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں

ارمنوں کے قتل کے اسباب جیسا کہ اتہام لگانے والے اکثر کہتے رہے ہیں۔ ارمنوں کے قتل عام سوچی سمجھی ہوئی تجاویز کا نتیجہ نہ تھے۔ وہ عرصہ دراز کی باہمی کشیدگی اور ایک تین سالہ سازش کا نتیجہ

تھے۔ وہ ان پانچ اسباب کا ماحصل تھے۔ اول سبب ارمنی مفسدانہ سازش تھی جو اوس علاقہ میں قایم ہوئی۔ اور اُسکے تنخواہ دار گماشتوں نے اوسے بھڑکایا۔ اس سازش کی قرارداد کے مطابق ترکوں کو مشتعل اور جواب ترکی بہ ترکی پر آمادہ کرنے کے لیئے منفرد مسلمانوں پر بیشمار مظالم توڑے گئے۔ سازش مذکور اور ارمنی سازشیوں بالخصوص ہنچاکسٹوں کے کچھ حالات پہلے مذکور ہو چکے ہیں (دوم) سبب ارمنوں کا وہ بلوہ تھا۔ جو بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء قسطنطنیہ میں ہوا۔ اور اوسمیں ایک ترکی پولیس افسر اور بیس کنسٹبل ہلاک کیئے گئے۔ اس مفسدہ کی جرأت ارمنوں کو انگریزی تحریک اور ہمدردی سے ہوئی تھی۔ اور اوسکا اثر برقی سرعت سے کل قلمرو عثمانیہ پر پھیل گیا تھا (سیوم) سبب انگلستان میں مصنوعی مظالم فروشی کا بازار گرم ہونا۔ اور ساسون کے مفسدہ کے متعلق جھوٹ۔ غلط داستانوں کی بنا پر سلطان۔ ترکوں اور مذہب اسلام کو اندھا دھند بے نقط تیرے سنائے جاتا تھا۔ انگلستان کی اس نامعقول مسیحانہ ہمدردی اور پرجوشی کے حالات ٹرکی میں سب کو معلوم ہوتے رہتے تھے اونسے مسلمانوں کے فیلنگز اور احساسات کو سخت صدمہ پہونچا۔ وہ بہت کبیدہ خاطر ہو گئے۔ اور انگلستان کا اقتدار و رسوخ بالکل زایل ہو گیا چوتھا سبب سر فلپ کری کا احمقانہ مسودہ اصلاحات تھا۔ جو نام نہاد اصلاحیں قطعاً ناممکن العمل تھیں۔ اور انکا مدعا اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ایشیاء کوچک کے باحمیت و غالب عنصر اسلامی آبادی کو عیسائی منتظمین کے ماتحت کر دیا جائے۔ پانچواں باعث لارڈ روزبری[1] کی وزارت کی غلطی تھی۔ جسنے سر فلپ کری کی نصیحت پر ٹرکی کو دبانے کے لیئے روس اور فرانس کے ساتھ متفق و متحد ہونے کی کوشش کی۔ انگلستان کے قدیم الایام اور کبھی دوست نہ ہونے والے رقیبوں اور ٹرکی کے جانی دشمن سے اتحاد کرنے کی اس بیوقوفانہ کوشش سے طبعی طور پر ٹرکی کے مسلمانوں کے دلوں میں سخت بدظنی اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔ دارالامراء اور برائیٹین میں اگست اور نومبر ۱۸۹۵ء میں لارڈ سالسبری[*] نے جو تقریریں کیں وہ سونے پر سہاگہ کا کام دیگئیں۔ اور مسلمانوں کی بدظنی میں اور اضافہ ہو گیا۔ کہ لبرلوں کو تو خیر مدت سے تعصب نے اندھا کر رکھا ہے کنسرویٹو فریق کے مدبر اور اونکا سرگروہ لبرلوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ان کل اسباب مشئومہ نے مسلمانوں کی مذہبی سپرٹ و پرجوشی اور قومی حمیت و غرور کو بہت برافروختہ کر دیا اور اسکا نتیجہ اکتوبر نومبر و دسمبر ۱۸۹۵ء کے وہ خوفناک قتل عام ہوئے۔ جنکا ہم سبکو افسوس ہے سر فلپ کری اون مقتولین کا اندازہ ۲۵ ہزار کے قریب کرتا ہے۔ جو غالباً نادرست نہیں۔ اور اگر زیادہ نہ سہی تو سر فلپ کری

[1] لارڈ روزبری نے مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات میں جو تعصب اور دلی عناد ٹرکی کی نسبت ظاہر کیا تھا۔ وہ اکثر ناظرین سے مخفی نہ ہوگا۔ اسکے مفصل حالات بست سالہ عہد حکومت اور مفروضہ مظالم آرمینیا میں درج ہیں۔ اس بارہ میں وہ لارڈ سالسبری سے بدرجہا بڑھا ہوا۔ اور گلیڈسٹون کا بلا مبالغہ سپوت پولیٹیکل فرزند ہے۔ مگر واہ رے عبدالحمید۔ خداوند کریم نے تجھے کیسا عالی ظرف۔ کاظم الغیظ عافی عن الناس اور بے نظیر بلند حوصلہ اور بامروت بنایا ہے کہ باران رحمت الہی کیطرح دوست دشمن سب پر اُسکا ابر کرم یکساں برستا ہے اور جانی دشمن بھی تیرے فیض و کرم سے خالی نہیں رہتا۔ یہی لارڈ روزبری صاحب مارچ ۱۸۹۹ء کے اخیر میں بطور سیاحت خاص اپنے جہاز پر قسطنطنیہ وارد ہوئے تو جلالتمآب نے اوسکی کل سابقہ کارروائیوں اور تقریروں کو بالکل فراموش کر کے خاص شاہی گاڑی اُسکے لیئے اپنے ایک اعلیٰ حاجب کے ہاتھ کنارہ سمندر پر بھیجدی جسپر سوار ہو کر لارڈ صاحب انگریزی سفارتخانہ کو گئے۔ گاڑی ہی نہیں۔ اونکے لیئے سلطانی دستہ کے چند سوار بھی بھیجدیئے گئے۔ الحق ایسے صاحب مروت و احسان اور صاف باطن و صاف دل اور عالی ظرف انسان شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔

[*] یہہ تقریریں بھی بست سالہ میں درج ہیں۔

ایسے شخص سے بھی تو کبھی امید نہیں ہو سکتی کہ اُسے حقیقی تعداد سے کم بتائے گا۔ کریٹ کی گورنمنٹ کا خیال ہے کہ ایشیا کوچک میں پانچ سو لیکر تین ہزار سے زیادہ ارمنی ہلاک نہیں ہوئے۔ بہرحال اسمیں کوئی شک نہیں کہ اکثر مقامات میں محض ایکدل ترکی گورنروں کی برمحل مداخلت اور شجاعت سے قتل و تاراج بالکل نہ ہو سکا۔ ہمارے منصف مزاج نظام فروش اس قابل تعریف کارروائی کا کبھی بھولے سے نام نہیں لیتے۔ حق تو یہ ہے کہ جب ایک دفعہ ایشیاء کوچک کے کوہستانی ذیم آباد علاقوں میں قتل و تہذیب کے جذبات بیقابو ہو گئے۔ تو وہاں کی شہروں اور مضافاتی علاقوں کے ارمنوں کی قسمت بہت کچھ مقامی گورنر کی قابلیت اور ذاتی خاصیت پر منحصر نہ رہی۔ اگر کسی شہر یا ضلع کا گورنر شجاع اور شکدل تھا تو وہ ارمنی آبادی کو بچا لیتا۔ اور مفسدہ کا بروقت انسداد کر دیتا۔ اور اگر وہ کمزور اور مزاج یا ترشخص تھا تو غضب آلود مسلمانوں کو غصہ کالنے کا پورا موقعہ ملگیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ اکثر مقامات[1] پر حکام نے کوئی فساد نہ ہونے دیا۔ بلوایوں کا طریق عمل عموماً یہ ہوتا۔ شورہ پشت کرد۔ لازیوں یا چرکسوں کا کوئی گروہ اچانک کسی شہر یا موضع پر آپڑتا۔ مقامی مسلم آبادی کا کمینہ اور شریر حصہ اونسے مل جاتا۔ ہنگامہ برپا ہو جاتا اور دونوں نہتے قتل کی کارروائی شروع کر دیتے اور مقام بلوہ کے اعلےٰ ملکی حاکم کو جو اوسکی حسب حیثیت مدبریا قائمقام یا متصرف ہوتا۔ اپنے معدود سے چند فوجی سپاہیوں اور اول سے بھی قلیل التعداد اہلکاران پولیس سمیت کثیر التعداد اور غضب بلوائیوں سے سابقہ پڑ جاتا۔ اگر وہ بہادر دل اور حوصلہ مند ہوتا تو کل خطرات پر غالب آجاتا۔ اور اگر بزدل یا ظالم ہوتا تو بلوہ کو فرو نہ کر سکتا۔ اکثر جگہ ترکی حکام بلوہ کو انسداد پر قادر تھے۔ اور انہوں نے اوسکا انسداد کیا جسکے صلہ میں سلطان المعظم نے اونکو انعام و اکرام عطا فرمائے۔ خالص اور اصلی ترکوں یعنی ٹھیٹھ عثمانیوں کا ان مظالم میں بہت ہی شاذ و نادر دخل پایا گیا۔ اور ترکی نظام سپاہیوں کا تو اوس سے بھی بدرجہا کم واسطہ ثابت ہوا۔

مظالم کا انسداد نہ کرنیوالوں کو سزا کیوں نہ ملی یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حکام اپنے فرض کو ادا کرنیسے قاصر رہے اور اونہوں نے بلوہ و فساد اور قتل و نہب ہونے دیا۔ اُن کو اس غفلت یا بزدلی کی سزا کیوں نہ ملگئی؟ اسکی وجہ صرف اون نہایت ہی خاص اور صعوبت و شوار حالات و معاملات پر غور کرنے سے ہی جو سلطنت عثمانیہ سے متعلق ہیں سمجھ میں آسکتی ہے۔ جسطرح کہ ہندوستان یا انگلینڈ میں بھی ہماری حکومت صرف انگریزی قوم کی فوقیت و غلبہ پر مبنی ہے۔ بعینہٖ اوسیطرح سلطنت عثمانیہ اسلامی فوقیت اور غلبہ پر مبنی ہے۔ سلطان کی طاقت صرف اوسکی مسلمان رعایا کی وفاداری اور طاقت و جبروت پر منحصر ہے۔ دنیا میں کوئی گورنمنٹ نہیں جو اپنی سلطنت کی غالب ترین قوم اور غالب ترین مذہب کی برزور رائے اور میلان و تعصبات کو عین برعکس کام نہ ہونے کی جرات کر سکے۔ ایسا کرنا سخت مشکل ہی نہیں۔ تقریباً ناممکن ہے اعلےٰ سے اعلےٰ مہذب ترین ممالک میں بھی کیفیت ہوتی ہے۔ لبرل پارٹی کی انتہائی ترقی پسند یا سوشلسٹ کابینہ کی بھی عہدہ داری میں بوتھیر کا قصہ ابھی پرانا نہیں ہوا۔ انگریز سوداگر مسٹر سٹوکس کو بلا تصور نہایت سنگدلی اور سفاکی سے پھانسی دلوا کر قتل کرا دیا۔ انگلستان کے ہائی کورٹ نے اوسے صاف بری کر دیا۔ اور اوسکو کوئی سزا کسی قسم کی نہ ملی۔ امریکن مجاہدین کو کیوبا کے سپانوی حکام نے عین ایسی حالت میں جبکہ وہ باغیوں کی مدد کیلئے کیوبا چلا آرہے تھے گرفتار کر کے سزا دی اور تجہیز کے لیئے امریکن گورنمنٹ کے سپرد کیا

[1] اسکی تصدیق کے لئے دیکھو حکمۃ الحق

مگر امریکن عدالتوں نے ابھی کل کی بات ہے کہ اوکہ ہامہ کو دیا۔ صوبجات متحدہ امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں خیر اندیش لوگوں کی ایک بہبودی سازشی انجمن کے افراد نے جو انجمن کو کلکس خاں کے نام سے موسوم تھی جنسیوں کو ناگفتہ بہ اذیتیں و عقوبتیں پہنچائیں۔ اور اکثر کو بہت ہی بُری طرح سے قتل و ہلاک کیا۔ مگر کسی قاتل یا عقوبت دہندہ کو سزا نہ ملی۔ یہ کل وقعات جو غالب اقوام کو تعصب رہنے کا نتیجہ تھی۔ مہذب اقوام میں ایکدوسرے کے بالمقابل گذرے۔ جب مہذب قوموں کی یہ کیفیت ہے تو وہ قومیں جو غیر مہذب کہلاتی ہیں جو کر گذریں تھوڑا ہے۔

سلطان اور ترکی گورنمنٹ کی طاقت ہی نہیں بلکہ خود انکا وجود مسلمان آبادی کی تائید و امداد پر منحصر ہے۔ ایشیاء کوچک کے مسلمان سے جو وہاں کے عیسائیوں سے تعداد میں کئی حصہ زیادہ ہیں۔ ایسی توقع رکھنا انسانی فطرت کے بھی برخلاف ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنے غلبہ و فوقیت سے دست بردار ہو جائینگے۔ مسلمان ارمنوں کی سازش اور انکی سکیریوں۔ سرقلب کری کے سوء اصلاحات اہالی انگلستان کا مذہبی جہاد قلمی و سیاسی۔ اور استحاد روسیہ۔ فرانس و انگلستان سے بہت بگڑ رہے تھے اور بھر سے بھی تھے۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو ارمنوں کے قسطنطنیہ میں فساد کر دینے سے مواد نکلا۔ اور بارود میں چنگاری پڑ گئی۔ یہ درست ہے کہ ان باتوں کو اون مظالم کے متعلق جو جواباً ارمنوں پر کیے گئے۔ بطور معقول وجوہات معذوری و بریت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اون سے اون جفاکاریوں کا باعث جو ایشیا کوچک میں سرزد ہوئیں بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

یلدز[1] کی صحت بخش آب ہوا یلدز سرا معمولی حجم و وسعت کا محل ہے۔ اور باہر سے چنداں دلفریب اور عالیشان بھی نہیں دکھائی دیتا۔ مگر وہاں کی صحت بخش آب ہوا۔ موقع کی موزونیت اور اسکے فرحت افزا باغات اور مرغزاروں کی حسن و ملاحت اور وسعت سے بیرونی شان و شوکت کی کمی کی پوری پوری تلافی ہو رہی ہے۔ یہ باغ اور مرغزار سفید کی کہ رہ تک ہاں کھاتے چلے گئے ہیں۔ یلدز محل جن پہاڑیوں پر واقع ہے۔ انکے عین وسط میں خوبصورت مرمریں[2] محل ہے۔ جہاں سابق سلطان مراد سلطان حال کا بھائی رہتا ہے اگر اوسکا دماغ سخت کمزور نہ ہو گیا ہوتا تو اسوقت لڑکی کا فرمانروا وہی ہوتا۔ اوسکے علاوہ سلطان کے دو اور بھائی زندہ ہیں۔ رشید اور ایک اوس سے چھوٹا دونوں کی صحت بہت عمدہ[3] ہے۔ یلدز محل کے قریب جدید ہسپتال کی عمارتیں ہیں۔ اسکو ابھی حال میں سلطان المعظم نے اپنے مجروح سپاہیوں کیلئے تعمیر کرایا ہے۔ ترک گو عموماً اپنی طبعی بیباکی اور عمدہ صحت اور شہ زور طبیعت کیوجہ سے یوں بھی جلد صحتیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس ہسپتال میں تو ادھنہیں ایسی جلد شفا ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔ ترک شراب یا الکحل کو کبھی استعمال نہیں کرتے۔ اور نہایت سادہ خوراک پر بسر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بالعموم ایسے زخموں اور جراحتوں سے جو اکثر یورپین لوگوں کی موت میں مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ بآسانی صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

ہم یلدز کے پھاٹک پر پہونچے ہی تھے کہ خدام سلطانی کو خاص سلطانی کوشک میں لیجانے۔ پھاٹک کے متصل چیمبرلینوں کی کمرہ میں ہمکو اُنمیں سے کسی ایک میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے انتظار کرنا پڑا۔ سفارتک کو وہاں کچھ دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ تمنیان دربار سلطانی کو ہمیشہ ایک بڑے درمیانی ایوان کے راستہ ایک پیش کمرہ میں سے گزر کر میں جہاں سریر پادشاہی موجود ہوتے ہیں پہونچایا جاتا ہے۔ ایوان ہمیشہ

---

[1] یلدز ترکی میں ستارہ کو کہتے ہیں۔ [2] یعنی محل چہاگاں۔ [3] مراد کو علاوہ دو بہنیں تین اور بھائی زندہ ہیں مسمی شہزادہ امراد۔ پھر سلطان الاعظم اور اسے چھوٹا شاہ حیدر آدین جو ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوا اور پانچواں سلیمان آفندی جو ۱۲ جنوری ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوا۔ اور رشاد جو کہ سراسیمہ ہے رشید کہتے ہیں۔ ونیمبدہ۔

سلطان المعظم کا اعلے پرائیویٹ سکرٹری تحسین بک (باش کاتب) بھی نہایت ہر دلعزیز ہے۔ اور کہ وہ اوسکی عزت کرتے ہیں۔ عارف بک جو اسوقت سلطان المعظم کا منظور نظر چیمبرلین ہے۔ ایسا جنٹلمین ہے کہ وہ خواہ کسی دربار میں ہوتا وہیں اوسکی قدر و منزلت ہوتی۔ وہ کشادہ دل۔ صاف باطن۔ راست باز۔ ہوشیار۔ ملنسار۔ اور خوش اطوار ہے۔ اور ایسا معتمد اور عالی ظرف ہے۔ کہ اوس سے سلطانی راز جو لازمی طور پر اوسے بحیثیت منصب معلوم ہوتے ہیں کبھی افشا نہیں ہو سکتے۔

---

[1] امیر المومنین کا اول سکرٹری تحسین بک دبلے پتلے آدمی ہیں۔ قد ساڑھے پانچ فیٹ کے قریب ہے۔ اور نہایت خوش اخلاق خندہ پیشانی اور ملنسار ہیں۔ اور کل یورپین اور ترک متفق الرای ہیں کہ تحسین بک نہایت ہی دیانتدار صاف گو اور اپنے آقا کے وفادار اور جان نثار خادم ہیں نحیف الجثہ ہونیکے باوجود وہ ہر روز بارہ سے لیکر سولہ گھنٹہ تک کام کرتے ہیں۔ اور آدھی رات سے پہلے شاید ہی کبھی فارغ ہوتے ہیں تمام ضروری اور اہم کاغذات سلطان المعظم کے روبرو پیش ہونے سے پہلے ان کے ہاتھوں میں سے گذرتے ہیں اور داخل دفتر کرنے سے پہلے وہ اون سب پر حضور ممدوح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ اول سکرٹری ہونیسے پیشتر وہ مختلف محکموں میں کام کرتے رہے اور آخر محکمہ بحری کے پانچ برس نائب وزیر رہنے کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر مامور ہوئے وہ دیگر ترکوں کیطرح ایچ پیچ ڈالکر حرف مطلب تک نہیں پہونچتے۔ بلکہ جو مدعا ہو اوسے لمبی چوڑی تمہید کے بغیر صاف صاف کہدیتے ہیں۔

خبریں بہم پہونچانیکی ایک ایجنسی کے انگریزی نامہ نگار سے بماہ اکتوبر ۱۸۹۷ء اونہوں نے جو گفتگو کی تھی اوسمیں فقط اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین کی خواہش اتحاد انگلستان کا ہی ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ کئی عام غلط افواہوں کی بھی تردید کی تھی۔ تقریر مذکور کا یہہ حصہ اخبار وکیل مورخہ مؤرخہ یکم نومبر ۱۸۹۷ء نے معہ اڈیٹوریل ریمارک حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا تھا۔

خدا کرے ایسا ہو۔ لارڈ سالسبری یا مجلس وزارت انگلشیہ خواہ تسلیم کرے یا نہ کرے زمانہ کے حالات کے جاننے والوں سے یہہ پوشیدہ نہیں رہا کہ انگلستان کی موجودہ مشکلات کے زیادہ حصہ کا باعث ٹرکی کے تعلقات کے متعلق اوس حکمت عملی کا بدلدینا ہے جو جنگ کریمیا کے وقت اور اوس سے چند برس پہلے انگلستان نے اختیار کی ہوئی تھی جب سے گورنمنٹ انگلشیہ نے ٹرکی کی دوستی اور اتحاد سے بتدریج کنارہ کشی شروع کی اسی وقت سے نئی نئی مشکلات کا حدوث شروع ہوگیا کیونکہ تغیر پالیسی کے ساتھ ساتھ ہی انگریزی مدبرون کو ٹرکی کے برخلاف بھی نئی نئی تجویزیں اور تدبیریں کرنا لازمی ہوگیا جس سے نہ فقط مخالفین انگلستان کے زمرہ میں ایک اور سلطنت کا اضافہ ہوگیا۔ بلکہ ڈپلومیٹک چالوں اور پولیٹکل داؤ گھات کا دائرہ بھی اسقدر وسیع ہوتا گیا کہ آخر اوسکو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ پے در پے اور یکبارگی پیچدار معاملات دوسرون کی وجہ سے یا خود اپنی ہی تدبیروں کے باعث پیدا ہونے لگ گئے اور انکی اسقدر بھرمار ہوگئی کہ سب کو قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔ اور پولیٹکل غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہونی شروع ہوگئیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس نئی پالیسی کے حامی اور بانی و مبانی مدبرین انگلستان کی ڈپلومیسی اور تدابیر ایسی زبردست تھیں کہ اگر سلطنت عثمانیہ کے جہاز کا ناخدا عبد الحمید ایسا ماہر شناور نہ ہوتا تو اوسکے اب تک غرق ہوجانے میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اوسنے اپنی صائب رای اور سیاست کاملہ سے اس نئی مخالفت کی مدافعت کے لئے خود دشمنوں کے لشکر (دول یورپ) میں پھوٹ ڈلوانیکی کوشش کر کے چند ایک کو اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر کی۔ اور اوس میں اوسے (بالخصوص جرمنی کے طرفدار ہوجانے سے) نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کئی دفعہ

امین بک ایک اور چمبرلین بہی جو انگریزوں کا بہت دوست ہی۔ قابل اور لائق عزت عہدہ دار ہی حتی کہ عام بدنام عزت بک
مین جسکی نسبت کئی بری رائیں ظاہر کیگئی ہیں اور جو غالباً اونمیں سی چند ایک کا مستحق بہی ہی نہائیت محنتی اور جزئیات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) مفصل بحث کرکی بخوبی ثابت کرچکی ہیں ٹرکی کو سچے بہی خواہ (جن میں بڑا حصہ دولت انگلشیہ کا بہی ویسا ہی خیر خواہ
اور بہی طلب ہی) گورنمنٹ عثمانیہ کی اس ڈپلومیٹک کامیابی یا انگلشیہ پالیسی کی ناکامیابی پر کبہی خوش نہیں ہوسکتے بلحاظ
مواقع مقبوضات۔ قومیت و مذہب رعایا اور اغراض و مصالح کی قدرت نے ان دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے کا دوست
صمیم بنا رہنے کے لئے موضوع کیا ہے۔ اور انکی باہمی مخالفت یا رنجیدگی ایک دوسرے کے لئے اوس سی بدرجہا زیادہ مضر ہے
جسقدر کہ باقی کل دنیا کا انمیں سی کسی ایک کا دشمن ہونا نقصان رسان ہوسکتا ہی۔ دور اندیش مدبروں اور مال اندیش منصرمان مہام
سلطنت عرصہ مدید سی یہی رائے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ ۱۸۲۷ء میں یونانیوں کو آزادی دلانیکے لئے انگلستان نے بہی روس اور
فرانس کے ساتہہ موافقت کرلی تہی۔ اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء ان تینوں سلطنتوں کی جنگی بیڑوں نے مصری و ترکی بیڑہ پر بمقام نوارینو اچانک
حملہ آور ہوکر اسی بالکل تباہ و برباد کردیا تہا۔ اس واقعہ سی تین مہینے بعد انگلستان کی مشہور و معروف جرنیل اور بی نظیر مدبر ڈیوک آف
ولنگٹن نے جس نے ۱۸۱۵ء کی جنگ واٹرلو میں دنیا کو تباہی مجسم بوناپارٹ کے ہاتھ سے نجات دلوائی تہی۔ وزیر اعظم ہوکر اپنی پہلی منصبی
تقریر میں جنگ نوارینو کی نسبت جو الفاظ کہے تہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

"انگلستان سی یہہ نہائت سخت غلطی سرزد ہوئی ہی اور بمقام نوارینو ترکوں کی برخلاف جنگ کرنیکی بدولت اوسی خون جگر
کے آنسو بہانے پڑینگے" یعنی اس لڑائی سی انگلستان نی ایک ایسی سلطنت کو جسکے اغراض انگلستان کی مخالف نہیں اور
جسکو لازمی طور پر انگلستان کا دوست اور اسکے دشمنوں کا دشمن رہنا پڑیگا کمزور کرکی اپنی مخالفوں (روس و فرانس) کو مضبوط
کردیا ہی۔ اور اسکا خمیازہ ایک دن اوسی بری طرح اٹہانا پڑیگا۔

تاریخ اجراء وکیل سے ہم اسی بات پر اصرار کرتے رہی ہیں کہ دونو سلطنتوں کے لئے پہر وہی دیرینہ تعلقات قائم کرلینا نہائت
ضروری ہی۔ اور گو نہ صرف ہندوستان کی سربرآوردہ اینگلو انڈین اخبار پاونیر و سول وغیرہ بلکہ انگلستان کی بہی اکثر مشہور
اخبار یہ راگ الاپتی رہے ہیں کہ انگلستان اب کبہی ترکوں کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اور بعض ترکی اخبار بہی انکی جواب میں لکہتی رہے ہیں کہ ترکوں
اور سلطان المعظم کی دلوں سی اب انگلستان کیطرف سی کبہی کدورت دور نہیں ہوسکتی۔ مگر ہمکو کبہی ناامیدی نہیں ہوئی اور کامل یقین
رہا ہے اور اب بہی ہے کہ ضرورت خود بخود دونوں فریقوں کی آنکہیں کہولدیگی۔ اور اگر یہہ ضرورت ابہی محسوس نہیں ہوئی تو
دونوں کی زبردست مشترک دشمن (روس) کی موجودگی بالضرور جلد یا دیر بعد محسوس کرادیگی۔ زار پیٹر اعظم کی وصیت کی روایت کو
اگر محض فرضی اور بے بنیاد بہی مان لیا جائے تو بہی جو لوگ روس کی پیش قدمی کی رفتار کو غور سی ملاحظہ کررہی ہیں۔ اونکو یہہ تسلیم
کرنے سی کوئی عذر نہیں ہوگا کہ روسی فرمانروایوں کی مسلسل پالیسی سی کسی چالاک شخص کو روایت مذکورہ کی گہڑنے کا موقعہ ملا ہے
ہماری کانگرسی اخبار گورنمنٹ ہند کی فارورڈ پالیسی (پیشقدمی کی حکمت عملی) کو خواہ محض اسوجہ سی کہ گورنمنٹ کے ہر فعل پر معترض ہونا

سلطان المعظم کا اعلے پرائیویٹ سکرٹری تحسین بک (بابش کاتب) بھی نہایت ہر دلعزیز ہے۔ اور کہ وہ اوسکی عزت کرتے ہیں۔ عارف بک جو اسوقت سلطان المعظم کا منظور نظر ہے۔ ایسا جنٹلمین ہے کہ وہ خواہ کسی دربار میں ہوتا وہیں اوسکی قدر و منزلت ہوتی۔ وہ کشادہ دل۔ صاف باطن۔ راست باز۔ ہوشیار۔ ملنسار۔ اور خوش اطوار ہے۔ اور ایسا معتمد اور عالی ظرف ہے۔ کہ اوس سے سلطانی راز جو لازمی طور پر اوسکی بحیثیت منصب معلوم ہوتے ہیں کبھی افشا نہیں ہو سکتے۔

سلہ ایرلیونین کا اول سکرٹری تحسین بک ہے۔ قد ساڑھے پانچ فٹ کے قریب ہے۔ اور نہایت خوش اخلاق خندہ پیشانی اور ملنسار ہیں۔ اور کل یورپین اور ترک متفق الرای ہیں کہ تحسین بک نہایت ہی دیانت دار صاف گو اور اپنے آقا کا وفادار اور جان نثار خادم ہیں نحیف الجثہ ہونیکے باوجود وہ ہر روز بارہ سے لیکر سولہ گھنٹہ تک کام کرتے ہیں۔ اور آدھی رات سے پہلے شاذ و نادر ہی کبھی فارغ ہوتے ہیں تمام معزز اور اہم کاغذات سلطان المعظم کے روبرو پیش ہونے سے پہلے ان کو انہوں ہی کے ہاتھوں میں سے گذرنا ہیں اور داخلہ دفتر کرنے سے پہلے وہ اول سب حضور ممدوح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ اول سکرٹری ہونے سے بیشتر وہ مختلف محکموں میں کام کر چکے ہیں اور آخر محکمہ بحری کو پانچ برس تک زیر رہبری کرنے کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر مامور ہوئے وہ دیگر ترکوں کیطرح۔ ایچ پچ ڈالکر حرف مطلب تک نہیں پہونچتے۔ بلکہ جو مدعا ہوا وسی لمبی چوڑی تمہید کے بغیر صاف صاف کہدیتے ہیں۔

خبر نہم ہیرو بچانیکی ایک انگریزی نامہ نگار سے بھاء اکتوبر ۱۸۹۷ء اونہوں نے گفتگو کی انہی آہیں فقط اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین کی خواہش استعفا انگلستان کا ہی ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ کئی عام غلط افواہوں کی بھی تردید کی تھی۔ تقریر مذکور کا یہ حصہ اخبار کیل مورخہ ۵ رضہ یکم نومبر ۱۸۹۷ء نے معہ اڈیٹوریل ریمارک جسے ذیل الفاظ میں شایع کیا تھا۔

خدا کرے ایسا ہو۔ لارڈ سالسبری بجلس وزارت انگلشیہ خواہ تسلیم کرے یا نکرے زمانہ کے حالات کے جاننے والوں سے یہ پوشیدہ نہیں رہا کہ انگلستان کی موجودہ مشکلات کے زیادہ حصہ کا باعث ٹرکی کے تعلقات کے متعلق اوس حکمت عملی کا بدلدینا ہی ہو جنگ کریمیا کے وقت اور اوس سے پیشتر ہوا انگلستان نے اقتیاسکی ہوئی تھی جسے گورنمنٹ انگلشیہ نے ٹرکی کی روستی اور تمامتر توجہ کنارہ کشی شروع کی اسی وقت سے نئی نئی مشکلات کا حدوث شروع ہوگیا۔ یونکہ تقریباً یسی کے ساتھ ساتھ ہی انگریزی مدبروں کو ٹرکی کو برخلاف ہی نئی تجویزیں تدبیریں کرنا لازمی ہوگیا جس سے نہ فقط مخالفین انگلستان کی زمرہ میں ایک اور سلطنت کا اضافہ ہوگیا۔ بلکہ ٹرپولیٹیکل چالوں اور پولیٹیکل داؤ گھات کا دائرہ ہی اسقدر وسیع ہوتا گیا کہ آخر اوسکو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ پاور پے اور یکسارگی پیچیدار معاملات دوسروں کی وجہ سے یا خود اپنی ہی تدبیروں کے باعث پیدا ہو لگ گئے اور انکی اسقدر بھرمار ہوگئی کہ سب کو تابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔ اور پولیٹیکل غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہونی شروع ہوگئیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس نئی پالیسی کے حامی اور بانی و مبانی مدبرین انگلستان کی ڈپلومیسی اور تدابیر ایسی زبردست تھیں کہ اگر سلطنت عثمانیہ کو جہاز کا ناخدا عبدالحمید ایسا ماہر شناور نہوتا تو کواب تک غرق ہوجانے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اوسنے اپنی صایب رائے اور سیاست کاملہ سے اس نئی مخالف کی مدافعت کیلئے خود شمعوں کا لشکر (دول یورپ) میں پھوٹ ڈلوانیکی کوشش کر کے چند ایک کو اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر کی۔ اور اوس میں اسے (بالخصوص جرمنی کی طرف) اسقدر جانے سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کسی

امین بک ایک اور چمبرلین بہی جو انگریزوں کا بہت دوست ہی۔ قابل اور لائق عزت عہدہ دار ہی حتی کہ عام بدنام عزت بک
مین جسکی نسبت کئی بری رائیں ظاہر کیگئی ہیں اور جو غالبًا انمیں سی چند ایک کا مستحق بہی ہی نہائت محنتی اور جزئیات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) مفصل بحث کرکی بخوبی ثابت کرچکی ہیں ٹرکی کو سچے بہی خواہ (جن میں بڑا حصہ دولت انگلشیہ کا بہی ویسا ہی خیر خواہ
اور بہی طلب ہی) گورنمنٹ عثمانیہ کی اس ڈپلومیٹک کامیابی یا انگلشیہ پالیسی کی ناکامیابی پر کبہی خوش نہیں ہوسکتے بلحاظ
مواقع مقبوضات۔ قومیت و مذہب رعایا اور اغراض و مصالح کی قدرت نے ان دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے کا دوست
صمیم بنا رہنے کے لئے موضوع کیا ہے۔ اور انکی باہمی مخالفت یا رنجیدگی ایک دوسرے کے لئے اوس سی بدرجہا زیادہ مضر ہے
جسقدر کہ باقی کل دنیا کا انمیں سی کسی ایک کا دشمن ہونا نقصان رسان ہوسکتا ہی۔ دور اندیش مدبروں اور مال اندیش منصرمان مہام
سلطنت عرصہ مدید سی یہی رائے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ ۱۸۲۷ء میں یونانیوں کو آزادی دلانیکے لئے انگلستان نے بہی روس اور
فرانس کے ساتہہ موافقت کرلی تہی۔ اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء ان تینوں سلطنتوں کی جنگی بیڑوں نے مصری و ترکی بیڑہ پر بمقام نوارینو اچانک
حملہ آور ہوکر اوسی بالکل تباہ و برباد کردیا تہا۔ اس واقعہ سی تین مہینے بعد انگلستان کی مشہور و معروف جرنیل اور بی نظیر مدبر ڈیوک آف
ولنگٹن نے جس نی ۱۸۱۵ء کی جنگ واٹرلو میں دنیا کو تباہی مجسم پونا پارٹ کے ہاتھ سے نجات دلوائی تہی۔ وزیر اعظم ہوکر اپنی پہلی منصبی
تقریر میں جنگ نوارینو کی نسبت جو الفاظ کہے تہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

"انگلستان سی یہہ نہائت سخت غلطی سرزد ہوئی ہی اور بمقام نوارینو ترکوں کی برخلاف جنگ کرنیکی بدولت اوسی خون جگر
کے آنسو بہانے پڑینگے" یعنی اس لڑائی سی انگلستان نی ایک ایسی سلطنت کو جسکے اغراض انگلستان کی مخالف نہیں اور
جسکو لازمی طور پر انگلستان کا دوست اور اسکے دشمنوں کا دشمن رہنا پڑیگا کمزور کرکی اپنی مخالفوں (روس و فرانس) کو مضبوط
کردیا ہی۔ اور اسکا خمیازہ ایک دن اوسی بری طرح اٹہانا پڑیگا۔

تاریخ اجراء وکیل سے ہم اسی بات پر اصرار کرتے رہی ہیں کہ دونو سلطنتوں کے لئی پہر وہی دیرینہ تعلقات قائم کرلینا نہائت
ضروری ہی۔ اور گو نہ صرف ہندوستان کی سربرآوردہ اینگلو انڈین اخبار پاونیر و سول وغیرہ بلکہ انگلستان کی بہی اکثر مشہور
اخبار یہ راگ الاپتی رہے ہیں کہ انگلستان اب کبہی ترکوں کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اور بعض ترکی اخبار بہی انکی جواب میں لکہتی رہے ہیں کہ ترکوں
اور سلطان المعظم کی دلوں سی اب انگلستان کیطرف سی کبہی کدورت دور نہیں ہوسکتی۔ مگر ہمکو کبہی ناامیدی نہیں ہوئی اور کامل یقین
رہا ہے اور اب بہی ہے کہ ضرورت خود بخود دونوں فریقوں کی آنکہیں کہول دیگی۔ اور اگر یہہ ضرورت ابہی محسوس نہیں ہوئی تو
دونوں کی زبردست مشترک دشمن (روس) کی موجودگی بالضرور جلد یا دیر بعد محسوس کرادیگی۔ زار پیٹر اعظم کی وصیت کی روایت کو
اگر محض فرضی اور بے بنیاد بہی مان لیا جائے تو بہی جو لوگ روس کی پیش قدمی کی رفتار کو غور سی ملاحظہ کررہی ہیں۔ اونکو یہہ تسلیم
کرنے سی کوئی عذر نہیں ہوگا کہ روسی فرمانروایوں کی مسلسل پالیسی سی کسی چالاک شخص کو روایت مذکورہ کی گہڑنے کا موقعہ ملا ہے
ہماری کانگرسی اخبار گورنمنٹ ہند کی فارورڈ پالیسی (پیشقدمی کی حکمت عملی) کو خواہ محض اسوجہ سی کہ گورنمنٹ کے ہر فعل پر معترض ہونا

کمال قادر ہی۔ اور بنا برین اپنی آقائی نامدار کی لئی نہائیت مفید اور کارآمد ہی۔ مینے ان باتوں کا اسلئی ذکر کیا ہی کہ اہلکاران دربار ہمایوں کی نسبت ہمیشہ برا بھلا لکھتی رہنا قسطنطنیہ کی نامہ نگاروں کی عام عادت ہوگئی ہی۔ اور بدقسمتی سی انگلستان والے

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) انہوں نے اپنا شعار بنا رکھا ہی۔ یا بوجہ ناواقفیت و محدود الخیالی لاکہ فضول اور بیہودہ قرار دیں اور گورنمنٹ کو یہ طعنے دیں کہ روسی حملہ تو کبھی ہوگا نہیں اسکی دماغ میں صرف اسکا خبط سما گیا ہے مگر یہ یقینی امر ہے کہ روس ہندوستان کو فتح کرنیکی لئے پوری طاقت صرف کریگا (تازہ تصدیق کی لئے پرنس لوبناف[1] کی وصیت کافی ہی) اور اس سی پہلی یا بعد وہ قسطنطنیہ کو لینی کے لئے بھی ویسی ہی سر توڑ کوشش کریگا۔ اس سی ہماری مندرجہ بالا بیان کی کہ ٹرکی کی بہی خواہ سلطان کی اس کامیابی اور انگلستان کی شکست سی کبھی خوش نہیں ہو سکتی تصدیق ہو رہی ہی کیونکہ باہمی مخالفت تو درکنار انکا باہمی عدم اتحاد و مغایرت ہی دونو کی تباہی کے لئے کافی ہی اور روس کی لئے اس سے بڑھکر کوئی مژدہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے دونوں شکاروں کو ایک دوسرے سے الگ کرکے علیحدہ علیحدہ نگل لے۔ مگر نہائیت خوشی کا مقام ہی کہ بلاد غرب سی اس قسم کی آوازیں پہونچنی شروع ہوگئی ہیں جن سے اس مہیب و خوفناک خطرہ کا اندیشہ بہت کچھ دور ہوگیا ہے اور اگر خداوند کریم کو بہتری منظور ہی تو یہ دونوں عظیم الشان سلطنتیں جنمیں سی ایک کی بحری طاقت اور دوسری کی بری قوت محسود زمانہ ہو رہی ہی آپسمیں متحد اور متفق ہو کر اس اندیشہ کو قطعاً زایل کردیں گی۔ اور ہم صدق دل سی دعا کرتے ہیں کہ خدا کری ایسا ہی ہو۔

تمہید کی بعد ہم ایک انگریز نامہ نگار کی وہ تحریر جو اس کی لکھے جانیکا باعث ہوئی ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"اخبار سٹیر ڈی ریویو کا نامہ نگار قسطنطنیہ سی اطلاع دیتا ہی کہ سلطان المعظم اور اونکی وزرا سے اپنے ملک میں تجارت کو فروغ دینی کے لئے ایشیائی و یورپین مقبوضات میں چھوٹی ٹیری کی بیشمار ریلوی لائین جو تمام ملک میں جال کیطرح پہیل جائیں تیار

[1] پرنس لوبناف کی وصیت۔ ٹائمز کا نامہ نگار بتاریخ ۷ اکتوبر ۹۶ء اینا سی لکھتا ہے کہ "پرنس لوبناف (سابق وزیر خارجیہ روس جو ستمبر ۱۸۹۶ء میں زار کی سیاحت یورپ کے شروع میں آسٹریا سے جرمنی کو جاتے ہوئے رستہ میں فوت ہوا تھا) روسی گورنمنٹ کو اوسکی آیندہ کی طریق عمل کی متعلق چند وصیتیں کرگیا ہے۔ ان میں سی ایک یہ ہی کہ روس جرمنی اور انگلستان کو اپنا جانی دشمن سمجھتا رہے یہ دونوں سلطنتیں اوسکو سب سی زیادہ نقصان پہونچا سکتی ہیں۔ ایشیا میں ہماری ریلوی لائین چار برس کی عرصہ میں مکمل ہو جائینگی۔ اسوقت ہندوستان پر فیصلہ کن حملہ کرنیمیں مطلقاً توقف نہ کیا جائے۔ اگر اس حملہ میں کامیابی ہوگئی تو انگریزی نوآبادیوں کی تعلقات اصلی ملک (یعنی انگلستان) سے بالکل ڈھیلے ہو جائینگے جسکا نتیجہ انگلشیہ سلطنت کا زوال ہوگا فرانس کا اتحاد روس کو جرمنی سی محفوظ رکھیگا۔" آسٹریا اور جرمنی کی اتحاد کی مضبوطی و قیام پر پرنس مرحوم کو چنداں اعتبار نہیں اس بارہ میں اونکی رای ہے کہ آسٹریا اپنی سابقہ مقبوضات کو جو جرمنی کی ماتحت ہیں حاصل کرنیکی آخری کوشش کریگا۔ اور ایسا کرنیکے لئے اوسی فرانس کی امداد کا محتاج ہونا پڑے گا۔ پرنس لوبناف جرمنی کی برخلاف ٹرکی کو بھی اس اتحاد میں شامل کرنیکی وصیت کرگیا ہے تاکہ ضرورت کے وقت آسٹریا کے برخلاف وہ جرمنی کا طرفدار نہ ہو جائے۔ اسمیں کلام نہیں کہ یہ فقط متوفی وزیر کی ذاتی رائے ہے۔ مگر اس سی روسی مدبرین کا

ہر ایسی ہر بلی روئیت کو جو مشہور کی جائے فی الفور درست مان لیتے ہیں۔ بنا بریں مینے یہہ عام معلوم حالات جنکو قسطنطنیہ میں بچہ بچہ جانتا ہے بتا دینا ضروری تصور کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) تیار کرانیکا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان لائینوں کے لئے سرمایہ جرمنی سے بہم پہونچایا جائیگا (یعنی انکی تیاری کے اجارے جرمن کمپنیوں کو دئے جائینگے) کیونکہ بدقسمتی سے ہمارا سفیر دربار ہمایوں یا بابعالی کسی جگہہ اقتدار و وقعت اور رسوخ نہیں رکھتا اور بنا بریں پچھلے چند برسوں میں ٹرکی نے ریلوے اور سامان جنگ پر جو کروڑہا روپیہ خرچ کیا ہے وہ سب جرمن ٹھیکہ داروں کی جیبوں میں گیا ہے انگریز ٹھیکہ داروں کو ایک پائی کا کام نہیں دیا گیا ہماری (جدید مخالفانہ) پالیسی سے کم از کم ہمارے تجارتی تعلقات پر جو ترکی سے تھے جیسا برا اثر پڑا ہے اوس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیا دو کروڑ پونڈ (۳۲ کروڑ روپیہ) جرمنوں کی جیبوں میں جانے دینا اور اپنی پانچ کروڑ مسلمان رعایا کو صرف اس لئے کہ ہم ایک زنانہ صفت۔ بد اخلاق اور بزدل قوم (یعنی یونانی) کے جسکا بڑا فخر یہ ہے کہ وہ عیسائی ہونیکی مدعی ہے حامی شمار کئے جائیں ناراض اور رنجیدہ خاطر کرنا دانائی کا کام ہے۔ مگر ایک اور نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ ترکی دار الخلافہ میں ہمارا رسوخ ابھی تک ایسا زایل نہیں ہوا کہ وہ پھر تازہ نہ ہو سکے سلطان المعظم کے اول میر منشی تحسین بک نے جسکی بات سے بڑھکر کسی اور کی گفتگو معتبر نہیں ہو سکتی مجھ سے اثنا ملاقات خاص میں ذکر کیا کہ سلطان المعظم انگریزی قوم سے پھر سابقہ دوستانہ مراسم قائم کرنیکے بدل خواہشمند ہیں۔ اور وہ اُسے یہ یقین دلانے پر آمادہ ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ سرحدی فسادوں میں قولاً یا فعلاً یا ارادتاً انہوں نے کسی قسم کا دخل نہیں دیا۔ اور سرحدی فساد کنندگان کو کسی قسم کی جرأت دلانا تو درکنار اونکو یہ بھی ناگوار گذرا ہے کہ اونکی ذات بابرکات کو ان فسادونکا محرک اور ذمہ دار قرار دیا گیا ہے" چنانچہ حضور ممدوح نے اکثر مسلمانوں کو جنکا ہندوستان سے تعلق ہے بخوبی جتا دیا ہے کہ "ہم کسی ایسے فعل اور طریق عمل کو جس سے جلالت مآب ملکہ معظمہ کو جنکے اوصاف ذاتی کا میں سچے دل سے معترف ہوں اور جنکی میرے دل میں سچی عزت و منزلت ہے رنج پہونچانیکا موجب ہو سخت ناپسند کرتے ہیں"۔ الغرض سلطان المعظم انگلستان سے دوستانہ تعلقات کی تجدید و تکرر

بقیہ صفحہ ۱۰) عندیہ بخوبی معلوم ہو رہا ہے"

اس وصیت کے پڑھنے سے ہندوستان کے مہاشا اخبارات اور ولایت کے کانگرسی سالانہ انڈیا کو اگر انہیں پولٹیکس اور تاریخ عالم سے کچھ بھی مس ہوگا تو معلوم ہو جائیگا کہ ہندوستان اور باشندگان ہند کی بہتری کے لئے اس سے بڑھکر کوئی عمدہ تدبیر نہیں ہو سکتی کہ اس جلد یا دیر بعد آنیوالے دلگداز حملہ کو ہندوستان کی حدود سے باہر روکنے کا انتظام کیا جائے۔ فارورڈ پالیسی پر کوتاہ اندیشی سے اعتراض کرنا تو سہل ہے مگر اوسکی ضرورت کو ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی تسلیم کریگا۔ لارڈ لارنس کے زمانہ کی سرحدی پالیسی اسوقت تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ وہ اُس زمانہ کے لئے بیشک نہایت ہی مناسب حال تھی۔ روس سرحد ہندوستان سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر تھا۔ اوسکو اور افغانستان ہی کے درمیان ہزاروں جنگجو اور بہادر قبائل حائل تھے۔ مزید برآں اوس وقت اوسکی طاقت نسبتاً بہت ہی کمزور اور اندرونی انتظام اور فوجی نظم و نسق بدرجہ اتم ناقص تھا۔ بنا بریں اوس زمانہ میں روسی

ہمیں منیر پاشا کی پاس بیٹھی ہوئی آدہا گھنٹہ ہوا تھا کہ خادم پیغام لایا کہ جلالت مآب ہمسے ملاقات کرنیکے لئے تیار ہیں۔ منیر پاشا ہمیں اوس ایوان میں لیگئے جہاں شوکت سمات ملاقاتیوں کو شرف باریابی عطا فرماتی ہیں۔ یہ سیلون یا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) استحکام کے دل سی خواہان اور شائق ہیں۔ اونکو بخوبی یاد ہی کہ ترکی اور انگریزی فوجین کئی جانگداز لڑائیوں میں دوش بدوش لڑچکی ہیں اور انکو یقین ہی کہ پچھلی محاربہ سی انگلستان پر واضح ہوگیا ہوگا کہ ترکی فوج کی قدیمی شجاعت و مستقل مزاجی میں کوئی فسق نہیں پڑا۔ اور وہ (یعنی انگلستان) اس بہادر فوج کو پہر اپنا معاون و مددگار بنانے سے کوتاہی نہیں کریگا جلالت مآب خلیفۃ المسلمین کی سب سے بڑی اور دلی تمنا ہی کہ کسی طرح موجودہ رنجشیں اور کدورتیں جلد دور ہو کر انگلستان اور ٹرکی میں نہایت ہی گہری دوستی ہو جائے اور دونوں یک جان و دو قالب بنجائیں"

اسکے بعد نامہ نگار مذکور پرنس بسمارک کے اخبار ہمبرگر نیکرکٹن کی رائے لکہتا ہی کہ "انگلستان کی موجودہ ایشیائی مشکلات میں ٹرکی کا ضرور داخل ہے اور فرانس و انگلستان کو اسلامی جوش کی جدید تازگی اور ابہار سی جس جوش کو زیادہ تر یوروپین ڈپلومیسی (سفارتانہ چالوں) کی غلطیوں نے پیدا کیا ہے سخت نقصان اوٹہانا پڑیگا" مگر ہم پرنس بسمارک یا جرمنی و روس کی کسی اہل الرائے کی رائے کو قابل وقعت نہیں سمجہہ سکتے۔ وہ اہل الغرض ہین اور اونکی استدلال زیادہ تر اونکی اپنی خواہشوں پر مبنی ہیں۔ ایسی لوگون یا انگریزی گورنمنٹ کے اطمینان کے لئے تحسین بک کی مندرجہ بالا گفتگو کافی ہی امیر المومنین کو سردست انگریزی اتحاد کی کوئی فوری ضرورت درپیش نہیں۔ ورنہ کسی نیک ظن کہنے والوں کو یہہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ حضور ممدوح کا یہہ منشا یا تقریر ڈپلومیٹک چالبازی پر (جسکو دوسری لفظونمیں دغا و فریب کہا جا سکتا ہی) مبنی ہی اسوقت ترکی عظمت و جبروت کل دنیا پر روشن ہوگئی ہے۔ اور ہر ادنے و اعلے اونکی دوستی کا خواہاں اور امیدوار ہوگیا ہے۔ مگر ڈیوک آف ویلینگٹن کیطرح حضرت خلافت پناہی پر اپنی کمال تدبر عمیق النظری اور دور اندیشی سی واضح ہی کہ اگر دنیا میں

بقیہ صفحہ ۱۱) حملہ کی روک تہام کے لئے میدانوں سی تجاوز کرکے پہاڑی علاقوں کی پرلے سری پر چوکیاں ڈالنا قبل از مرگ واویلا یا آب ندیدم موزہ کشیدم کا مصداق ہوتا اور سرحدی بہڑوں کو چہیڑنا صریح حماقت تہی۔ مگر اب نقشہ بالکل بدل گیا ہی۔ دور کے ڈہول نزدیک پہونچگئے ہیں اور پہونچ رہی ہین۔ اور روس حملہ ہندوستان کے لئے پوری تیاریاں ہر ایک قسم کی کر رہا ہی۔ الغرض اب اس حملہ کی مزاحمت کے لئے ہماری طرف سے بہی پوری طرح سے تیار رہنی کا وقت آگیا ہی۔ اور اسکے لئے لارڈ رابرٹس اور دیگر مشیران سلطنت ہندوستان نے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ نہایت ہی مناسب ہیں اور اونکی سوا اور کوئی تدبیر کارگر ہی نہیں ہو سکتی تہی چنانچہ اسوقت ایک طرف چترال و گلگت اور دوسری طرف قندہار و چمن تک حد کا پڑہانا روس کے لئے ہندوستان کا اس قدر رستہ صاف کر دینا نہیں ہے بلکہ روسی افواج کے دل بادل کے سیلاب بلاخیز کو چترال یا ہرات سی لیکر پشاور و ہوتی مردان تک پہونچتی پہونچتے سرحدی جنگ جو قبائل کے چہوٹی بڑی نالوں اور دریاوں کی آمیزش سی جو قتل و غارت کے عادی اور ہندوستان کے زرخیز علاقوں اور زر و دولت سے مالامال شہرون کی تاخت و تاراج کی طمع سی سابق شمال مغربی حملہ آوران ہند کی طرح دخواہ روسی بفرض محال اونکو روکنے

یا ایوان جو نہایت وسیع خوب مکلف و آراستہ ہوا اور اس ہال کی جس میں سے گذر کر ہم آئے تھے دوسری طرف تھا۔ وہ چالیس فیٹ طول اور ۳۵ فیٹ عرض ہی چھت بہت بلند ہوا اور سنگ برنگ کے پتھروں کا ہی جو ایسی استادی سے ملائے گئے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ کسی دو سلطنتوں کے اغراض و مصالح بلکہ سلامتی و قیام اور کبھی ابھی اتحاد کی متقاضی ہیں تو وہ ٹرکی اور انگلستان ہیں اسی لئے گو انہوں نے دوسروں کی درخواست کے اتحاد کو منظور نہیں کر دیا۔ بلکہ جاپان جیسی بعید المسافت یا حقیر ریاستوں کو بھی بشکو کوئی اور بادشاہ فتح و نصرت تازہ دسرسرت ہو کر بالکل بے حقیقت سمجھتا نہایت چالاک کو ساتھ اپنے سینہ سے لگا لیا ہے مگر ساتھ ہی اپنے ملک کی قدرتی اور لازمی دوست کیطرف سے غافل نہیں ہوا اور موجودہ مغائرت کی کوئی پروانہ کرکے بایں خیال کہ شاید انگلستان ساتھ کا روایتی شریر نہ دنا دم ہو کر خود سلسلہ ضبائی کرنیسے محترز ہوا اور بہطرح دونوں فریق کے شرم ہی میں رہنے سے معاملہ بالکل ناقابل اصلاح ہو جائے کامل مردانہ اخلاقی جرأت سے کام لیکر خود ابتداء کر دی ہے۔ اور ہمکو پوری توقع ہے کہ اونکی یہ کوشش بے اثر نہیں ہوگی۔ کیونکہ گورنمنٹ کی کسی انگریزی اخبار نے ابتک تحریر نہیں کیا کہ انگریزی گورنمنٹ بھی اپنی پچھلی ہی سے دوست سے صلح کرنیکے لئے دو چار قدم آگے بڑھنے کی تجویز کر رہی ہے مگر مصطفے آفندی کامل مصری محبت وطن نے ۴ اپریل کو بمقام پیرس انگریزی قبضہ قاہرہ کی سالانہ یادگار کو دن قبضہ مذکور کے برخلاف جو کچھ کہا تھا اسمیں انہوں نے صاف طور پر کہدیا تھا کہ گورنمنٹ انگلشیہ ٹرکی سے موافقت کر لینے اور اوسکی ناراضگی کو دور کرنیکی کوشش کر رہی ہے۔ اور گویہ خبر ایک مخالف انگلستان کے ذریعہ سے پہونچی ہے لیکن اس سے بڑھکر حیرت افزاء خبر ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے کوئی نہیں ہو سکتی اور وہ بلاشک و شبہ ایسی خوشخبری دینے پر آمادہ موصوف کو مشکو ہونگے معمولی کے خاتمہ پر ہم پھر دوسری منفعہ بھی عاوج کرتے ہیں کہ ان دونوں سلطنتوں میں مدامی اتحاد و اتفاق ہو کر بیشمار کیلو مقایم ہے۔ اور انکے حاسد و مخالف آتش حسد و رشک سے جلتے ہیں ۱۲ منہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ کی ہی کوشش کرتی لامحالہ دسیوں کی ہی سانہ ہو جاتے۔ اور زیادہ طاقتور ہونے دینے کے لئے ہم گورنمنٹ خداداد سے اپنی حدود کو صرف میدانوں تک محدود کر دی اور پہاڑی رستوں اور دروں کو صرف ہندوستانی موحدوں کی حفاظت پر قناعت کر دی تو وہ سیلاب تنگ و تاریک دروں اور گہاٹیوں سے گھر اہوا ہونیکی وجہ سے ایسا تند و تیز اور ناقابل مزاحمت ہو جائیگا کہ کوئی طاقت اوسکو روکو نہیں روک سکیگی ہماری مہاشا بہائیوں کا دل تو شائد پہروں دور و بیہ پر کابل و غزنی کی بازاروں میں بیخوف کو چا بتا ہوگا لیکن گورنمنٹ انگلشیہ کی نہایت مہذبانہ عقیدت ہمارے ملک کی حمیت و غیرت جنگ دنیں کچھ بھی شکست باقی ہے انکی اس خواہش و تمنا کو کبھی انہ ہونے دیگی ہمارے دیہی کانگرسی ہمعصر نے ایک نقشہ دیکر گورنمنٹ ہند پر یہ دلایا ہے ہوتے ہیں کہ اسنے صرف ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۰ء تک ۲۱ کروڑ اور دوسرے حساب سے جسکو کلکتہ کا اخبار کیپٹل خود بھی صحیح سمجھتا ہے ۲۶ کروڑ روپیہ بلدان کیا ہے مگر اوسکو یہ عذر اس کرنیسے پہلے اپنی دوسری سلطنتوں کی فوجی مصارف معمولی و غیر معمولی کیطرف اگر ذرہ سی نظر ضرور ڈالنی چاہئے تھی کیا اوسکو معلوم نہیں کہ ہماری قوں یورپ کی متصل تین سلطنت روس جسکی کل آبادی ہندوستان کی آبادی کی تیسرے حصہ کے برابر ہی صرف معمولی اخراجات فوجی پر اسّی کروڑ روپیہ سالانہ بحری فوج خرچ ہی علیحدہ ہی یعنی ہندوستان کی کل آمدنی سے زیادہ خرچ کرتی ہے۔ اور غیر معمولی اخراجات مثلاً فوجی ریلوے لائینوں

کہ قلعہ پر کی ٹکلیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر نہایت خوب صورت اور بیش قیمت پردے آویزاں ہیں۔ جلالت مآب دروازہ کے قریب کمرہ کے اندر کھڑے تھے۔ وہ نہایت لطف کرم سے پیش آئے اور گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق کے تقریر کا دوسرا حصہ انہا ۔ مذکور نے بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے ۔

سکرٹری ممدوح نے اتحاد کو متعلق ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ تین خوش پوشاک افغان رؤسا کا ملنے کے لیے دربار میں آنا اور یہ بتانا کہ وہ جیسی ہی غلط اور بناوٹی ہے جیسی کہ مقبروں کی گھڑی ہوئی سرخیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ قصہ بھی بالکل غلط ہے کہ میڈیکل کالج کے ایک طالب علم ذکی کو طرابلس کی جلا وطنی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اسی بدوران عرصہ خوشی کرنے کی غرض سے خبر پہلے لنڈن کو آنا۔ وں میں دیکھی تھی۔ اسکے پڑھتے ہی مینے سخت تحقیقات کرنے جانے کا حکم دیا اور بازپرس کی کہ ایسا واقع ہوا ہے تو اسکی اطلاع بلند ہیں (یعنی سلطان المعظم کو) کیوں نہیں دی گئی۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ سب محض افترا تھا۔ اس کے بعد انگریزی اخباروں نے یہ گپ اڑائی کہ مراد پاشا بھاگ گیا ہے ربانو نیر کی مصری نامنگار نے بھی غالباً مشہور غدار ملک و اخبار المعظم سے پڑھکر یہ خبر لکھی تھی جسکی ہم نے تردید کر دی تھی۔ (داڈیلی)

جس نامہ نگار نے سب سے پہلے یہ خبر مشتہر کی تھی اسکو اسکی علانیہ تردید کرتے ہوئے تو شرم آئی۔ مگر اس اخبار کو کسی بعد کے پرچہ میں یہ شائع کر دیا کہ مراد کو امیر المومنین نے شرف باریابی بخش کر اوسکو کوئی منصب جلیلہ عطا فرمانیکا منشاء ظاہر کیا ہے۔ لیکن یہ بھی درست نہیں اس معاملہ پر میرے زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں تم کو جب فرصت ہو خود مراد کے پاس جاکر اوسکی زبانی بھاگ جانیکا حال دریافت کر لو۔ جلا وطنی۔ قید خانوں میں ایذا دہی۔ یلدز سرائے کے محبوسین عقوبت دیدہ اور لوگونکی حوق درحوق گرفتاری کی تمام خبریں سرتاپا غلط ہوتی ہیں اور چونکہ یہ سب سے پہلے انگریزی اخبارات میں شائع ہوتی ہیں اور نسبت امیر المومنین کو سخت افسوس ہوتا ہے۔

جلالت مآب اس کو دل سے خواہاں ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ وہ بنا تہم خونریزی سے منتفر اور اوسکے مخالف ہیں۔ دوم اسلیے کہ صرف صلح دس سے ملک کی فارغ البالی۔ آسودہ حالی اور تمدنی صنعتی و تجارتی حالتیں ترقی ہو سکتی ہے۔ حضرت ممدوح نے صرف اسوقت جنگ کا اعلان کیا جبکہ یونانی گورنمنٹ نے اون ترکی سپاہیونکو جنہیں یونان کی مفسدہ پرداز اور انقلاب پسند خفیہ کمیٹی اتھنیکی ہتاریا کے بیقاعدہ سپاہیوں نے گرفتار کیا تھا بطور اسیران جنگ اتھنز کو بھیجکر کمیٹی کو ایسا تسلیم کر لیا کہ گویا وہ خود گورنمنٹ مذکور کے حکم سے لڑ رہی ہے سلطان المعظم تو اسقدر اس پسند ہیں کہ انہوں نے کریٹ میں یونانی فوج کے داخل ہونیکے معاملہ سے ہی بایں خیال درگذر کر دیا کہ خود دول یورپ ہر قضیہ نامرضیہ کو سلجھا لینگی

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۳۱) وغیرہ پر جو کچھ اسکا صرف ہوتا ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فقط سائبیریا اور وسط ایشیا کی ریلوں پر وہ کئی ارب روپیہ لگا چکی ہے اور کئی ارب ابھی اور صرف کریگی۔ پاؤنیر نے سچ لکھا ہے کہ اگر کانگریسوں کو بالینڈ ہیا نیہ فرانس پرتگال یا روس کی حکومت کے ماتحت رہنے کا کبھی موقعہ ہوتا تو اونکو قومیت معلوم ہو جاتی :۔

سلطان المعظم کی شکل و شباہت

سلطان المعظم کی شکل و شباہت ہرگز ویسی نہیں جیسی کہ اون تصویروں میں دکہائی گئی ہی جنکو بیشمار انگریزی رسالوں اور اخباروں نے شایع کیا ہی۔ اون کی بشرہ سی خفیف ترین خونخواری و سنگدلی یا سخت گیری کا بہی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ اونکا جسم کسیقدر لطیف و نازک ہی۔ چہرہ سی رحم و حلم برس رہا ہی۔ اور بشرطیکہ انسانی شکل بالکل ہی دہوکہ دینی والی اور علم قیافہ بالکل ہی غلط نہ ہو۔ جلالت مآب کی چہرہ سے صاف واضح ہو رہا ہی کہ وہ عمداً کسی مکہی کو بہی تکلیف دینا کبہی گوارا نہیں کرینگی۔ بینی لمبی اور کسیقدر خمدار ہی۔ آنکہیں روشن اور تیز نظر۔ پیشانی بلند و فراخ اور ذہانت خداداد کا صاف پتہ دی رہی ہی۔ جلالت مآب نہایت خوش و خرم اور ہشاش بشاش اور تندرست دکہائی دئی۔ جنوری کی نسبت اب چہرہ مبارک پر کئی درجہ زیادہ رونق تہی۔ ان چند مہینوں میں جسمانی صحت اور بشاشت میں نمایاں اضافہ ہو گیا تہا۔ آواز ملایم و خوشگوار اور لہجہ تیز و مؤثر ہے۔ جلالت مآب عموماً یورپین لباس پہنتے ہیں۔ لنبا ڈھیلا سا فراک کوٹ۔ اور زردوزی۔ کام کی واسکٹ۔ واسکٹ کی سینہ پر ایک مرصع نشان آویزان تھا۔

جلالت مآب نی ہماری صحت کی متعلق کمال شفقت و نوازش سی کئی سوال کئی۔ بالخصوص اس چوٹ کے متعلق جو میرے لڑکے کو آئی تھی۔ جلالت مآب نی بذات خود چوٹ کے نشان کو ملاحظہ فرمایا اور ہاتھ سی اچہی طرح ٹٹولا۔ اور جب مینی یہہ عرض کیا کہ ترکی فوج کے ڈاکٹروں نے زخم کی نہایت احتیاط سی مرہم پٹی کی تھی۔ اور ہمیشہ بیحد مہربانی سی پیش آتی رہی تھے تو جلالت مآب یہہ سنکر بہت خوش ہوئی۔ میرا یہہ بیان بالکل درست تھا۔ اس میں خوشامد و تملق کو کچہہ دخل نہیں تھا۔ یہی نہیں۔ کہ ترکی ڈاکٹر مہربانی سی پیش آتی رہے۔ بلکہ ہماری سخت اصرار کی باوجود بہی اونہوں نی فیس لینا منظور نکیا تہا۔ ترکی ڈاکٹر اعلے تربیت یافتہ ہیں اور اونکی پاس جدید ترین لوازمات سرجری و جراحی و آلات ڈاکٹری موجود ہیں۔ سلطان المعظم نے ارشاد فرمایا کہ نصیب اعدا ایکدفعہ وہ بہی گاڑی سی گر پڑی تھے۔ اور ایسی سخت چوٹ کھائی تھی کہ اوس سی بیس منٹ بیہوش رہے تھی۔ جلالت مآب نے نہایت اشتیاق سی دریافت فرمایا کہ یونانیوں نے ہمسے کیسا سلوک کیا تہا۔ مینے عرض کیا کہ یونانی بحری افسروں نی گو وہ بہت شکی طبیعت تھی ہمسے عمدہ برتاؤ کیا۔ البتہ عوام ایسے خودسر ہیں کہ ایم ایس وزیر اعظم اونکی خوف سی ہمین دن کی وقت رہائی دلوانیکے لئی اتھنز سے پائرس نہ آیا۔ یونانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) "عہدنامہ صلح کی ابتدائی شرائط کی بحث میں ترکی نے دول کی درخواست پر یونان کی ساتہہ وہ ہر ایک رعایت کی ہی جو ممکن ہو سکتی تہی حتی کہ صوبہ تھسلی بہی واپس دینا منظور کر لیا ہی حالانکہ یونان نے ترکی قومی قرضہ کا وہ حصہ بہی جو ۱۸۸۱ء کی معاہدہ کی رو سی جسکی تعمیل میں ترکی نی تھسلی یونان کو دیدی تھی اوسکی ذمہ واجب ہے اور جو ہمکو مدت کا وصول ہو گیا ہوا ہونا چاہئے تھا ادا کرنا قبول نہیں کیا"

ایماندار انگریزی اخبارات اس گفتگو کو پڑہکر دلمیں خفیف تو بہت ہوئے ہونگے مگر ع شرم چیست کہ پیش مردان بیاید۔۔۔

اہلکار عوام سی بہت ڈرتے ہیں۔ اور ہر ایک ذمہ واری اپنی سر لینے سے ڈرتا ہی یہی وجہ تھی کہ یونانی امیر البحر نے ہمیں بمقام وولوسول حکام کے سپرد کر دینا چاہا تہا۔ جلالت مآب نی میری اس ریمارک سی اتفاق رائی کیا۔ وہ یہ داستان سنکر بہت محظوظ ہوئی کہ یونانیوں نے ایلس کے روزنامچہ سی کچھہ عبارتیں جنکو پولیٹیکل معاملات سی کچھہ واسطہ نہ تھا پوری نقل کر کی اون سی ہمیں ملزم بنانیکی کوشش کرنی چاہی تہی۔ انہیں سی اکثر عبارتیں گذشتہ واقعات اور اون نوازشوں سی متعلق تہیں جو جلالت مآب نی جنوری گذشتہ میں مجہپر مبذول فرمائی تہیں۔

سلطان المعظم کا ادب خاندان شاہی کی تمام ارکان کل درباری اور اعلے سی اعلے عہدہ داران سلطنت سلطان المعظم کا نہایت ادب و احترام کرتے ہیں۔ وہ جلالت مآب کی روبرو آنے اور رخصت ہونیکی وقت فرشی آداب بجالاتی ہیں اور ہر دفعہ جبکہ سلطان المعظم اونہیں مخاطب کریں۔ یا وہ حضور ممدوح سے کوی بات کریں اسیطرح اداب و کورنش بجالاتے ہین۔

صلح کی متعلق گفتگو پہر میں نی صلح کی متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ اور بڑی زور سی عرض کیا کہ محاربہ کو فی الفور باعزت شرائط پر ختم کر دینا ٹرکی اور یونان دونوں کی حق میں نہایت مفید ہی۔ یونان اور ٹرکی کو دشمن نہیں بلکہ ایک دوسری کا دوست رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی زبردست مشترک دشمن ہیں۔ محاربہ کا جاری رہنا دونوں کو کمزور کرنے اور سلیو قوم کو فایدہ بخشنی کے سواء اور کوئی نتیجہ نہیں رکہہ سکتا۔ جلالت مآب نی ارشاد فرمایا۔ ٹرکی نے لڑائی شروع نہیں کی۔ یونانیوں کو کسی طرح کا اشتعال ملنے کے بغیر لڑائی کی دنگل میں بے تماشا کود پڑنیسے پہلی ان باتوں کو سوچ لینا چاہئی تہا۔ مینی جواب دیا کہ حضور کا ارشاد بالکل درست ہے اور خود شاہ یونان اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ٹرکی کو بہت اشتعال پہونچا لیکن اب عساکر عثمانیہ کو کامل فتح و نصرت نصیب ہو چکی ہی۔ ترک اپنی شاندار شجاعت و بسالت کا ثبوت کل دنیا کو دی چکی ہیں۔ اور نیز اپنی نیک چلنی حسن انتظام اور خوش اطواری کا سکہ کل عالم میں بٹہا چکے ہیں۔ بناء برین جلالت مآب اوس عالی ظرفی کا اظہار جسکے لئی وہ تمام دنیا میں مشہور و ممتاز ہو رہے ہیں اب بآسانی و بلا احتمال نقصان کر سکتے ہیں۔ اور یونان کو ایسی شرائط پر جو اوسکی حق میں بہت ہی ذلت بخش نہ ہوں صلح عطا کر سکتے ہیں۔

جلالت مآب نے ارشاد فرمایا "کہ تم ابہی کہہ چکی ہو کہ شاہ یونان اور اوسکی گورنمنٹ عام رائے سے ڈرتی ہی ٹرکی میں بہی عام رائے موجود ہے۔ اور اوسکا لحاظ کر لینا واجبات سی ہے۔ ٹرکی قوم کا مطالبہ ہی۔ کہ دوسروں میں ایسی جرأت نہیں رہنی دینی چاہئین۔ کہ وہ جب کبہی اونہیں اُمنگ آجائی سلطنت عثمانیہ کو جان و مال کی صرف کثیر پر مجبور کر سکیں اور پھر اوسکا خمیازہ کچھہ نہ بہگتیں۔ مینے اس ارشاد کی معقولیت اور برجستگی کو تسلیم کیا۔ مگر ساتہہ ہی التماس کیا کہ مال و جان کا اور زیادہ صرف ہونی دینا سخت قابل افسوس و قابل رحم امر ہوگا۔ ٹرکی کو یونان سی بدرجہا

زیادہ زبردست دشمن موجود ہیں۔ جو اس لڑائی کی جاری رہنی سے بہت خوش ہونگے۔ کیونکہ اس سی جنوب مشرقی یورپ کی ہر دو غیر سلیو طاقتیں آپسمیں لڑتی رہکر کمزور ہو جائینگی۔ میں نی اوس تجویز کیطرف بھی جسی تمام سمجھدار آدمیوں نے بہت پسند کیا ہی اشارہ کیا۔ تجویز مذکور جیسا کہ پہلی مذکور ہو چکا ہی یہہ تھی کہ ٹرکی اخراجات جنگ کی معاوضہ میں یونان سی صلح کرنیسی پیشتر جسنے خواہ مخواہ ہنگامہ کارزار مشتعل کیا۔ کثیر الرقم تاوان جنگ طلب کری۔

شرائط صلح جلالت مآب کی بشرہ سی معلوم ہوتا تھا کہ اونہوں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا ہی۔ مگر میری اس مشورہ کی متعلق کہ ٹرکی تھسلی اور تاوان جنگ کی معاوضہ میں کریٹ یونان کو دیدی کوئی رائے ظاہر نفرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ کریٹ کو اندرونی خودمختاری عطا ہو چکی ہی۔ اور ایسی صورت میں عملاً اوس سے ٹرکی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ پس اگر مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت اور اونسی عمدہ برتاؤ ہونیکی متعلق کافی ضمانتیں مل جائیں تو کریٹ کا دیدینا نقصان کی بجائی ٹرکی کی حق میں مفید ہوگا جسکو ایک بڑی دردسر سی نجات مل جائیگی۔ جلالت مآب نی فرمایا۔ کریٹی مسلمانوں کی ساتھ نہایت ظالمانہ اور سخت نامنصفانہ سلوک کیا گیا ہے۔ اور اس سی تمام ٹرکی میں سخت ناراضگی پھیل رہی ہے۔ اس بیان کی تصدیق مجھپر اور بھی کئی وسایل سی ہوئی۔ جب تقریباً تین سو مسلمان یتیم بچے جنکے والدین کو عیسائی باغیوں نے کمال سفاکی سی تہ تیغ کر دیا تھا پچھلی دنوں کریٹ سی قسطنطنیہ لائی گئے تھے۔ تو اونسے اسقدر ہمدردی کا اظہار کیا گیا کہ تمام سربرآوردہ مسلمان خاندانوں میں ان بدنصیب بچوں[1] کو پرورش اور تربیت کی واسطی سرکار سی لینے کی لئے بڑی تیز رقابت پیدا ہو گئی تھی۔ مینے سلطان المعظم کی ارشاد کی بعد عرض کیا کہ ٹرکی تھسلوی سرحدی کی ایسی درستی کا دعوی کرنیمیں جس سی وہ آیندہ یونانی حملوں سی محفوظ ہو جائے بالکل حق بجانب ہی۔ ٹرکی کا کبھی یونان پر حملہ آور ہونا بالکل غیر اغلب ہے لیکن جب کبھی سلطنت عثمانیہ کسی خطرہ میں مبتلا ہو یونان کا پھر ٹرکی پر حملہ کر دینا بالکل قرین قیاس ہی پس یہہ نہایت ضروری ہے کہ کسی ایسی مستقبلہ غاصبانہ کارروائی کی انسداد کی لئے سرحدی پہاڑونکا سلسلہ جنکی وسط میں ملونا ہے تمام درونکی ٹرکی کی قبضہ میں رہی۔ جلالت مآب نی اس دلیل کو تسلیم کر کی دریافت فرمایا کہ یونانی گورنمنٹ کی تجویز مذکور کی متعلق کیا رائے ہی۔ مینے جواب دیا کہ جو کچھہ مینی اتھنز میں سنا ہی اوس سی میرا خیال ہی کہ یونانی گورنمنٹ کی لئے اسے منظور کرنا ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہوگا۔ بعد ازان جلالت مآب نی دریافت فرمایا کہ شاہ اور اوسکے خاندان کی نسبت رعایا کی خیالات کیسے ہیں اور ان افواہوں کی کہانتک اصلیت ہی کہ اتھنز میں عنقریب انقلاب ہوا چاہتا ہی۔ مینی جواب دیا کہ خاندان کی حالت اب ویسی نازک نہیں رہگئی جیسے کہ آجسی دس دن پیشتر تھی۔ ایم ڈیلیانیس کی برطرفی سی جسکی کمزوری اور سفیہانہ بلند پروازی ہی محاربہ کا باعث ہوئی تھی اتھنز میں حالت ویسی نازک نہیں رہیگی۔ ایم ایس موجودہ وزیر اعظم اپنے متقدم سی زیادہ دلیر اور سمجھدار ہی۔ نئی وزارت نی اتھنیکی ہٹاریا کی دفتر سی تمام کاغذات ضبط کر لئی ہیں اور اب یونانی اخبارات

[1] اون کی بعد اور بھی کئی سو یتیم بچے لائی گئی جن میں سی اکثر سلطنت کی مختلف یتیم خانوں اور صنعتی مدارس میں داخل کئی گئے۔

اس خفیہ سائیٹی کو جو تھوڑا ہی عرصہ ہوا یونان میں قادر مطلق بنی ہوئی تھی سخت مطعون اور ذلیل کر رہی ہیں۔

یہہ ذکر کرکے میں نے پھر عرض کیا کہ محاربہ کو جلد ختم کرنا نہایت ضروری ہی۔ اور اگر انگلستان کی توسط سی ٹرکی اور یونان میں اتحاد ہو جائی تو بہت مفید ہوگا۔ شاہ یونان نی مجھسی ذکر کیا تہا کہ محاربہ سی پہلی وہ ہمیشہ ٹرکی سی اتحاد کرنیکا خواہان تھا۔ میری رائے میں دونوں ملکوں کا آپسمیں دوست ہو جانا بہت فایدہ بخش ہوگا۔ شاہ اور اوسکی گورنمنٹ باعزت شرائط پر صلح کرنیکی لیے بالکل تیار ہیں۔ سلطان المعظم نے جواب دیا کہ گو یونان نے سخت حماقت کی ہی تاہم ہم بہی یہہ دیکھکر کہ آپسمیں صلح ہو گئی ہے خوش ہونگی۔ مینی اوسوقت یہ بھی ایزاد کر دیا کہ اگر یونان سی عالی ظرفانہ برتاؤ کیا گیا تو اسکا اثر انگلستان کی عامہ رائے پر جو بدقسمتی سے گذشتہ دو برسوں سی ٹرکی سی بہت کچھہ منحرف کر دیگئی ہی بہت اچھا پڑیگا۔ اب ہی اہالی انگلستان کے خیالات پھر بہتری کیطرف بدلنے شروع ہو گئی ہیں۔ ترکی سپاہیوں کی شجاعت اور اونکی خوش اطواری اور ضبط علی النفس سی نہایت نیک اثر پڑا ہے۔

سر فلپ کری کی غلطیاں

ذات شوکت سمات نی یہہ سنکر ارشاد فرمایا کہ "ہمیں انگلستان کی عام رائے کے انحراف کا بہت افسوس ہی۔ اور دونوں ملکوں میں پھر سابقہ دوستی قایم کرنیکی لیے ہم ہر ایک کوشش کرنیکو آمادہ ہیں۔ مگر افسوس انگریزی سفیر کا طریق عمل ہمیشہ معاندانہ رہتا ہی"۔ پھر جلالت مآب نے اوسکی کارروائیوں کی متعلق مجھی بہت سی دلچسپ اور اہم واقعات بتائی۔ جنکو میں شایع نہیں کر سکتا۔ میں نی جواب میں عرض کیا کہ سر فلپ کری سے بیشک کئی قابل افسوس غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ جو انگلستان اور دونوں کی حق میں نامبارک اور منحوس تہیں۔ لیکن مجھی امید ہی کہ انگلستان اور سلطنت برطانیہ کی اغراض کو کسی سفیر کی غلطیاں ہمیشہ کی لئے نقصان نہیں پہونچا سکینگی۔ (یعنی گورنمنٹ انگلشیہ ضرور جلد یا دیر بعد اونکی تلافی کریگی اور خوشی کا مقام ہے کہ سر بارٹلٹ کی اس تحریر سی چند ہی مہینی بعد سر فلپ کری قسطنطنیہ سی تبدیل کر دیئے گئے۔ اور نئی سفیر کی تعیناتی پر تعلقات نی بہی اچھی صورت اختیار کرنی شروع کر لی ہے۔ مترجم)

اور ٹرکی بہی کئی معاملات پر گفتگو ہوئی۔ مگر میں اُنکی تفصیلی حالات نہیں بتا سکتا کہ کہیں مذاکرات صلحیہ میں دقت نہ پیش آئے۔ اس بات کا مجھی کامل اطمینان ہو گیا کہ جلالت مآب صلح و امن کی سچی دوست و خواہشمند ہیں۔ اور کہ ٹرکی کے آخری و قطعی مطالبات بہت معتدل اور نرم ہونگی۔ یونانیوں ایسی عیار۔ بینا مزاج۔ کوڑی کوڑی پر جھینکنی والی اور جھگڑالو قوم کو شروع شروع میں آسان شرطیں نہ سنانا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ ترکی شروع میں ہی اپنی اون مطالبات میں جنکی وہ پوری پوری مستحق تہی بہت ہی تخفیف اور کمی کر دیتی۔ سلطان المعظم اور شاہ یونان سی ملاقات کرنیکو متذکرہ صدر حالات شرائط صلح کی تصفیہ سے بہت پیشتر مئی ۱۸۹۷ء میں تحریر کئی گئے تھی۔

فصل بست و سیوم

سر ائیشمیلڈ بارٹلٹ کی آخری رائے

صاحب موصوف اپنی کتاب کی آخری فصل میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

اب جبکہ لڑائی ختم ہو چکی ہی اور شرائط صلح قرار پا چکی ہیں ہم یہ امر زیادہ وضاحت کی ساتھہ معاینہ کر سکتے ہیں کہ ترکی کی ساتھہ اوسکی عیسائی نکتہ چین کیسی ناانصافی و ریاکاری اور دورخی سی سلوک کرتے ہیں۔ فتح دو موکوس پر محاربہ کو ختم ہوئی ابہی بمشکل دس ہفتی ہوئی ہیں۔ مذاکرات صلحیہ میں محض اسلئی توقف اور پیچیدگیاں پر رہی ہین کہ وہ صرف دونوں فریقوں میں نہیں ہو رہی۔ بلکہ ہر شش و دل کا تصفیہ میں دخل ہے۔ طی شدہ شرائط یونان کی حق میں از حد مفید اور ترکی کی حق میں اوس سی بدرجہا کم فائدہ بخش ہیں جسقدر کہ ترکوں کو توقع کرنیکا کامل استحقاق حاصل تھا سلطان کو خلاف مرضی مجبوراً محاربہ کرنا پڑا تہا۔ اور ترکوں نے کمال شجاعت و کامیابی اور بے نظیر اعتدال و انسانیت اسکو سر بسر انصرام پہونچایا بایں ہمہ تمام سابقہ محاربات کی برعکس ترکی کو فتح کی صلہ میں کوئی علاقہ نہیں لینی دیا گیا اوسی تاوان جنگ صرف اسقدر دلایا گیا ہے۔ جو اس غاصبانہ محاربہ کی واقعی اخراجات کو بہی بمشکل پورا کر سکیگا۔ اور امتیازات یا کیپی چولیشنز میں صرف خفیف سی ترمیم و اصلاح منظور کیگئی ہی۔

ترکی پر نامنصفانہ طعن و تشنیع

چونکہ سلطان المعظم اور اونکی گورنمنٹ نی ترکی کی حق میں فایدہ بخش شرائط حاصل کرنیکی کوشش بلکہ سخت جدوجہد کیا۔ لنڈن کی آنہ پرچہ اخبارات اوکور باطن اعدای عثمانیہ مدبرین نے اونپر پہر از راہ سفاہت لعن طعن اور دشنام و بدگوی کی بوچہار شروع کر دی۔ ان عقل کی اندہی متعصبونکو یہہ خیال نہ آیا کہ ایسا کرنیمیں سلطان المعظم بالکل حق بجانب ہی نہیں۔ بلکہ حب الوطنی اور قومی حمیت کا بہی یہی تقاضا تہا۔ مجلس صلحیہ کی ترکی وکلا کیطرف سی کوی نامعقول اور ناواجب یا بے اندازہ توقف اور لیت و لعل ظہور میں نہیں آیا۔ اونہوں نی کسی ایسے توقف یا وسیلہ و تدبیر سی کام نہیں لیا۔ کہ اگر انگریزی وزراء انگلستان کی مفاد کیلئی کسی ویسی ہی توقف یا وسیلہ سی کام لیتی تو اوسی نہ صرف نہائت ضروری بلکہ قابل تعریف بہی نہ بتایا جاتا لیکن چونکہ ترک ایسی جائز تدابیر و وسائل کی مرتکب ہوئی تھے۔ ہماری اخبارات نی "لیت لعل مذمومہ اور حمیدیہ چالبازیوں" پر دہواں دہار مضامین ایک دوسری سی ضد بضد ہو کر لگاتار شائع کرنے شروع کر دئی حتی کہ وزارت خارجیہ کا نفس ناطقہ بنکر ٹائمز نے تو یہانتک دہمکی دیدی کہ اگر ترکی گورنمنٹ اصرار سی باز نہ آئی تو روسکا جدید وزیر خارجیہ ایم زینوف جارحانہ کارروائی سی بہی دریغ نہیں کریگا۔

سر فلپ کری کا تعصب بیجا

انگریزی اخبارات تو خیر آزاد ہیں۔ اپنے قومی و مذہبی تعصب کی عنان جسقدر چاہیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ سر فلپ کری تمام آداب خوش اخلاقی و تدبر کو بالائے طاق رکھکر اونسی ہی گوی سبقت لیگیا۔ بتاریخ ۲۰ مئی ۱۸۹۷ء اونسی مجلس صلح کی اولین اجلاس میں افتتاحی کارروائی کی بجائے یہ کہکر کہ "کوئی علاقہ جو کسی وقت عیسائیوں کا رہ چکا ہے اوسی کبھی اسلامی نہیں ہو دیا جا سکتا"۔ بعد میں جب اس حیرت انگیز تعصب و جنون پر اکثر عیسائیوں نے بھی استعجاب و تحیر ظاہر کیا تو سر فلپ کو بعض دوستوں نے تاویل کی کہ "اسلامی" سے اوسکی "مراد ترکی" تھی۔ ہمارے وزیر اعظم لارڈ سالسبری ذی ہی اپنی ایک تقریر میں ایسی ہی رائے ظاہر کی۔ قصہ کوتاہ ہمنو اب ایک اور جدید اصول جو کمال حیرت بخش اور چونکا دینے والا ہے یہ قایم کر دیا ہے کہ بلا لحاظ اس امر کے کہ کون فریق سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اور بلا لحاظ اس امر کہ کس فریق زیادہ سختی کی ہے اور جو شدت و ظلم و ستم یا ناانصافی کا مرتکب ہو ہے "مسلمانوں" یا تاویل مابعد کے مطابق "ترکوں" کو کبھی وہ منفعت نہیں اوٹھانے دیجا سکتی جسکا عیسائی فاتحین بخلو بین سے ہمیشہ مطالبہ کرتے اور اوسے حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ منفعت کیا ہی فتح کی اصلی غایت کا مقصد اور فی الحقیقت اس اصول کی تمہید کا کون ذی ہوش ہے جو سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے عمران اور رونق اور مامون ہیں۔ کیونکہ یہ عامہ معلوم امر ہے کہ ملکہ معظمہ تقریباً دس کروڑ مسلمانوں پر فرمانروا ہیں جنمیں سے چھ کروڑ سے زیادہ صرف ہندوستان میں آباد ہیں۔ اور یہ کون نہیں جانتا کہ ہندوؤں کی مزمنہ نارضامندی اور تحریک کو بالمقابل شاید ہمیں کل ہی اپنی ہندوستانی سلطنت کی حفاظت کے لئے مسلمانان ہندوستان کی وفاداری اور جان نثاری پر بھروسہ کرنا پڑیگا۔ کل نہیں تو پرسوں۔ پرسوں نہیں تو ترسوں۔ آخر اکیدن ہمیں مسلمانوں پر ایسا انحصار کرنا پڑیگا۔

مخالفانہ پالیسی کے خطرات

یورپ اور ایشیا میں موازنہ طاقت کا ترازو ہموقت ترکوں کی فوجی طاقت کی قبضیں ہے جرمن سلطنتوں (جرمنی و آسٹریا) اور روس و فرانس کی درمیان محاربہ برپا ہو جانیکی صورت میں اگر جرمنی ٹرکی کو اپنا رفیق بنالیا تو یہ اتحاد جرمنوں کی فتح و نصرت کا مرادف ہوگا۔ اگر ہماری ہندوستانی سلطنت پر حملہ کرنیکے لئے روس نے ٹرکی کو اپنا ساتھی گانٹھ لیا۔ تو اوس اتحاد کا یہ مطلب ہوگا کہ ہندوستان انگلستان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اسی سخت مہیب خطرہ کو مدنظر رکھکر ہر سمجھدار انگریز اون فضول افعال و اقوال سے جو انگلستان کو قدیم اور نہایت ضروری رفیق کو برگشتہ خاطر کرنیکا باعث ہو رہی ہیں سخت آزردہ ہو رہی ہیں اور اونکو ایسی سختی سے مطعون کرنیکی جسکی سختی سے کہ اوہنیں کرنا چاہیں ان عقلمند اور عاقبت اندیش خیر خواہان قوم کو کافی الفاظ نہیں ملسکتے۔ ہندوستان کی موجودہ حالت[1] کی لحاظ سے ٹرکی کی تعلق بالضرورت مخالفت کی پالیسی پر کاربند رہنا نگاہ خطرناک اور منحوس اثر ثابت ہوگا۔

---

[1] اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے ۱۸۹۷ء کے سرحدی فساد شروع ہو گئے تھے۔

ان خطرات کے روکنے کے لئے ایک سخت خطرہ ہی اس اصول سے پیدا ہوگیا ہے جو زنا بالجبر کی محض مذمت نہیں بلکہ وحشی اور اجڈ یونانیوں کی اس علاقہ کی فتح سے تعبیر ہے

ترغیب مل سکتی ہے۔ کہ کوئی علاقہ جو کسی وقت مسیحی رہ چکا ہو۔ کبھی اسلامی یا ترکی نہیں ہو سکیگا؟ مسٹر گلیڈسٹن اور بلگیریا کو یہ صاف صاف یہ کہدیا گیا ہے کہ "تم جب اور جسطرح چاہو مشک ترکی پر حملہ کر دو۔ یورپ اس امر کا ذمہ دار ہے کہ تمہاری فوجکشی خواہ کیسی نامنصفانہ اور غاصبانہ کیوں نہ ہو۔ تمہیں ارضی نقصان کوئی نہیں پہونچیگا۔"

مسلمانوں کی بیدادی ابتدا

ایسی صریح ظلم اور ایسی پرجوش و علانیہ مذہبی تعصب ایذا رسانی کی تحریک اگر ترکی گورنمنٹ اپنی حفاظت کے لئے دنیا کے مسلمانوں کو باہم متحد و متفق۔ مسلمانوں کو بیدار و متنبہ اور اسلامی طاقت کو مستحکم اور اوسکے پراگندہ اجزاء کو باہمدگر پیوستہ و مرتبط کرنیکی کوشش شروع کردی ہو تو کیا اس کی کچھ توجیہ ہو سکتی ہے؟ اگر یورپ کی آزادی یا اوسکا مذہب اسطرح علانیہ معرض خطر میں پڑجاتے تو بھی کام رہن کیتھولک کرین نہیں بلکہ کلیسائے انگلستان کے تمام معتقد بھی دنیا بھر میں اسطرح پر عمل پیرا ہوں اگر اونکو کلیسا کے ساتھ ویسا ہی نامنصفانہ برتاؤ ہونیکا اندیشہ ہو جیسا کہ اسلام کے ساتھ ہو رہا ہے۔

پیشتر ازین مسلمانوں کی بیداری انگلستان یا انگریزی حق میں کسیطرح نقصان رساں یا خطرناک نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ انگریزی غلبہ مسلمانوں سے دوستانہ اور منصفانہ برتاؤ ہونیکو مرادف ہوتا تھا۔ مگر افسوس اب یہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلاد مشرق میں ہمارا رقیب اعظم مسلمانوں کو مذہبی تعصب کو جس طرح بن پڑی ہماری برخلاف بر انگیختہ کرنیکا کوئی موقعہ اسنے کبھی نہیں جانے دیا جسطرح دو برس ہوئے جنرال کافا کی بیرونی تحریک سے وقوع میں آیا تھا۔ اوسیطرح ہندوستانی کی شمالی مغربی سرحد پر انگریزی حکومت کے برخلاف حال کی شنگامہ فساد بیرونی تحریک کا نتیجہ سے خالی نہیں۔ مسلمان قبائل کی تندی و پرجوشی اور نیز وہ عجیب و غریب افواہیں جو امیر افغانستان کی فعل و عمل کے متعلق مشتہر ہوئی ہیں نہایت ہی تشویش ناک ہیں۔ ایک ہیبت طوفان کی گرج دور سے سنائی دے رہی ہے۔ خدا کرے کہ اوسکی بدترین خطرات وقوع میں نہ آئیں[۲]

---

[۱] اس اعلان کا مدعا بیشک یہی تھا۔ مگر جب اسکی نزدیک کرنیوالے یونان کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اونکو تعصب میں کسی قدر افراط ہوگیا۔ بادنیٰ اغراض نے اونکو اس اصول کی صحت نتائج سے متنبہ کر دیا۔ یہ اجتناب سب سے اول دس کو ہوا جسے کہ حصہ اول کی کسی حاشیہ میں ۱۸۹۹ء کے متوقعہ فساد البانیا کے حالات میں لکھا گیا ہے مصنفین اور بلقانی ریاستوں کو بخوبی متنبہ کر دیا کہ بصورت ہر بیت وہ یونان کیطرح خلوہ نہ بیچ سکیں گی۔

[۲] سر آئیسلے بارٹلٹ کا قیاس ایک حد تک درست ثابت ہوا۔ یہ طوفان جسکی پہلی ہیبت جہلک جون ۱۸۹۷ء میں سرحد پر اچانک کہائی دی فقہ رفتہ استدر زور پکڑتا گیا۔ کہ کہیں مارچ ۱۸۹۸ء میں جاکر بمشکل فرو ہو سکا۔ اور قطعی و اطمینان بخش تصفیہ اب تک بھی نہیں ہو سکا کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ برابر چلی جاتی ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی امیر اور خلیج فارس کی طرف اوس بازیگری جو پس پردہ رہکر

اس اصول کے متعلق میں ایک اور صورت کا ذکر کرتا ہوں جسکا کسی وقت ظہور میں آجانا امکان میں داخل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انگریزی پالیسی کا یہ قابل افسوس اور منحوس و بدشگون جدید اصول تمام غیر مسیحی اقوام کے متعلق مدنظر رکھا جائیگا؟ بطور مثال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ نمبر ۲ ہم آپکو رستم خان کہا کرتا تھا۔ اب کہلا بھی اپنا ہی چکا ہے۔ ان سرحدی فسادوں کو جیسا کہ بعض انگریز دوں نے خیال کر لیا تھا۔ گو براہ بہت محاربہ بروم و یونان کوئی تعلق نہیں مگر ایک عجیب غریب اور کمال حیرت انگیز تعلق مضمر ہے۔ انگریزی میں ایک علم مثل ہے کہ "غلطی بلا پاداش نہیں رہتی"، غلطی کرنا جیسا فانی ہی شامل ہے تو ہمو مایہ پاداش الحکم الحاکمین کی طرف سے سخت ہی نہیں ملتی۔ بلکہ سبب الاسباب خطاکار کو بشرطیکہ اوسکی اوپر نظر رحم و کرم ہو۔ اور بنا بریں وہ اوسے متنبہ کر دینا چاہتا ہے۔ یاد اش دیتا ہے۔ جلد پہنچا دیتا ہے میرے خیال میں درحقیقت یہی منشا الٰہی جیسا کہ میں نے ایک مضمون میں تحریر کر چکا ہوں ان فسادوں کا اصل باعث و موجب تھا۔ یونان کی آزادی کے وقت اور نپولین کے زمانہ میں گو چند دفعہ انگلستان اور ٹرکی کی آپس میں چشمک ہو گئی تھی۔ مگر محمد علی گورنر مصر کی بغاوت میں جب انگلستان نے ٹرکی کو قابو بند روی کو ہر دو ملک سلطنتوں میں کامل اتحاد و اتفاق ہو گیا۔

اور جب سے کہ یہ امر انگلستان اور ٹرکی کو خوب مدبرانہ طور کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا تو یہ اتفاق کمال کو درجہ تک پہنچ گیا۔ اور کل دنیا کو یقین ہو گیا کہ ابد تک انگلستان ہمیشہ کیلئے ہمنگ ترکوں کو ہی جو نہایت ہی سادہ لوح۔ راست باز۔ سیدھے سادے اور شریف النفس مسلمان ہیں اس امر کا ایسا یقین ہو گیا تھا کہ جب تک انہوں نے متواتر و مکرر سو قعوں پر انگلستان کی طرف سے مخالفانہ کارروائیاں ظہور میں آتی نہ دیکھ لیں۔ یہ یقین انکے دل سے دور نہ ہو سکا۔ انگلستان کی پالیسی میں یہ تغیر واقع ہونیکے اسباب میں مضمون ظافت اور دیگر مضامین میں جو بست سالہ عہد حکومت کے آخر میں درج ہیں اور نیز سفر و عہد نظام آرمینیا اور تاریخ خاندان عثمانیہ میں مفصل بتا چکا ہوں۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ۱۸۷۸ء کو محاربہ روس و روم تک ترکوں کو انگلستان سے مدد ملنے کا پختہ یقین رہا۔ مگر انگلستان کے آخری وقت تک کروٹ نہ بدلی۔ اور روس کو

۱؎ یہ ۹ جنوری ۱۸۹۸ء کو معرکہ شن کمار کے متعلق بعنوان عرفت رب بفسخ العزائم لکھا گیا تھا جسے بجنسہ یہاں درج کر دینا شائد نامناسب نہ ہوگا۔

عرفت رب بفسخ العزائم۔ یہ فقرہ کلمات ہے کہ جب دنیا میں علم و فن اور تہذیب و شائستگی کو ہبوط ترقی ہوتا ہے تو انسان کو اپنی تدبیر اور قدرت پر جسقدر بھروسہ ہو جاتا ہے اور اوسکے ساتھ ساتھ خدائی قدرت و طاقت اور اوسکے متعلم اعلیٰ ہونے پر قطعی انکار نہ سہی لاپروائی یا یقین مٹتی جاتی ہے اور کفر و الحاد کا عام دور دورہ ہو جاتا ہے عرصہ دراز سے دنیا پھر اسی مقام کی طرف صعود یا نزول کرنے سے انیسویں صدی کی آخری عشر میں اسکے یہاں تک قریب پہنچ گئی ہے کہ خدائی دعوی کرنیوالے ہیچمدانوں کی گیدڑ بھبکیوں سے قطع نظر کر کے اکثر دور اندیش اور وقیقہ رس فلاسفر و مبصر عجائبات غرائب عدیدہ کے عنقریب حدوث کا یقین سا ہو گیا ہے۔ بلکہ کئی صحاب کی رائے میں تو یہ حدث شروع ہی ہو گیا ہے جنگ سنہ ۱۸۹۶ء کی گذشتہ واقعات اور سال نو کی ابتدائی کارناموں کو پھر چندان غلط قابل اوزن وقت معلوم نہیں ہوتی۔

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۳ نمبر ۱۳

۲؎ شیر کی شہ سوار کا ایک عجیب غریب رشتہ کے ساتھ ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس کی بندگستان و رشد کی کہ تعلق کے ساتھ جنوبی افریقہ کی موجودہ بغاوت کا بھی ایک عجیب و غریب تعلق ثابت ہو گیا ہے۔ محاربہ مذکورہ کے بعد سے انگلستان کو افغانستان کے ساتھ لڑائی کرنی پڑی۔ دیسی ہے ۱۸۷۸ء میں مشن روانہ ہوا۔ اور افغان

کیا بدہ مذہب اقوام پر بھی اسکا اطلاق ہوگا؟ فرانس نے ابھی حال میں نہایت ناانصافی کے ساتھ سیام کے وسیع علاقے جبراً چھین کر اپنے مقبوضات سے ملحق کئے ہیں۔ فرض کرو کہ سیامی یاوری بخت سے کبھی ان علاقوں کو جو دراصل اونکے تھے۔ مگر تھسلی کی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ کے خوب سیر ہو کر ترکی کو کمزور و پائمال کر لینے دیا۔ ذاتی اغراض و مصالح ملکی کے لحاظ سے اپنے رقیب کو اسقدر مضبوط اور اپنے ایک جان نثار دوست کو اسطرح کمزور ہو جانے دینا سخت پولیٹکل غلطی ہی نہ تھی۔ بلکہ بیوفائی بھی تھی۔ اسکی سزا سے خداوند عالمیان کی بارگاہ سے یہہ ملی کہ محاربہ مذکور کی شرائط کا تصفیہ ہوا ہی تھا کہ یکبارگی افغانستان سے بگڑ گئی۔ اور اسپر ایکدفعہ نہیں دو دفعہ تین برسوں کے اندر یکے بعد دیگرے فوجکشی کرنی پڑی جسمیں تیس چالیس کرور روپیہ کے علاوہ ہزاروں جانوں کی قربانی چڑھائی پڑی اور اس صرف کثیر سے فائدہ یہہ اٹھایا گیا کہ آخر ملک امیر عبدالرحمن کو سمرقند سے بمنت بلا کر حوالہ کر دیا گیا۔ اور خود بیک بینی و درگوش جیسے گئے تھے۔ ویسے ہی نہیں۔ بلکہ اوس سے بہت سبک سر ہو کر واپس آ گئے۔ البتہ درہ خیبر کو افغانستان کے تسلط سے جدا کر دیا گیا۔ لیکن یہ کوئی قابل قدر معاوضہ نہ تھا۔ قندہار کو امیر عبدالرحمن کی حکومت سے پہلے جدا کر کے وہاں ایک اوسکے چچیرے بھائی کو حاکم بنایا گیا۔ مگر جلدی یہ علاقہ بھی امیر صاحب کو سپرد کر دیا گیا۔

محاربہ روم و یونان سے پہلے چند برسوں سے انگلستان نے سلطنت عثمانیہ اور نیز اپنے دشمنوں کے ساتھ ملکر سلطان کی گورنمنٹ کو سخت تفکرات میں مبتلا رکھا۔ اور پھر آخر یونان ایسے بے حقیقت احسان فراموش ملک کو اپنے سابق آقا پر قابل نفرین شوخی و ڈھٹائی سے چھیڑ خانی کرنیکی عملاً اجازت دیدی۔ یہ قاعدہ ہے کہ دشمن کے تیر سے ویسا روحانی صدمہ نہیں پہونچتا جیسا کہ دوست کے از راہ بغض ایک پھول کے پھینکنے سے بھی پہونچتا ہے۔ یہی کیفیت صاف باطن اور دوست نواز ترکوں کی تھی تتمہ صفحہ ۲۵

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ یہ فیصلہ کرنا شاید مشکل ہے کہ انسانی تدابیر پر ہی پورا تکیہ اور بھروسہ کرنا کیا پہلے گورنمنٹوں میں پیدا ہوتا ہے یا افراد میں لیکن یہ مسلم امر ہے کہ یہ اعتماد خواہ کسی فریق میں پہلے پیدا ہو اسکا انعکاس دوسرے پر بھی بہت ہی جلد پڑ جاتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں حکمران جماعت اور پبلک باستثناء معدودے چند مردان خدا جو نیوٹن کیطرح عالم اجل اور فاضل اکمل ہو جانے پر بھی خدائی کائنات کے سامنے انسانی طاقت کی حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرتے ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں صفحات تاریخ بتا رہے ہیں کہ جب یہ غفلت اور سرمستی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو قادر ذوالجلال گمراہ مخلوق کو متنبہ کرنیکے لئے اپنی خدائی سطوت و جبروت کے کرشمے حسب ضرورت چھوٹے یا بڑے پیمانہ پر دکھانے شروع کر دیتا ہے اُنسے اگر نشہ و خمار دور نہ ہو تو پھر کامل تباہی اور بربادی کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔ یہ انذار و تہدید بالعموم ان ہی پر وارد ہوتا ہے جنپر خدا کی نظر رحمت ہو اور جو ایک زمانہ میں اسکے مخلص بندے رہکر امتداد زمانہ اور طبعی انسانی کمزوری سے راہ راست سے کسیقدر بھٹک گئے ہوں۔ اس خود اعتمادی سے اسوقت دنیا کا کوئی مہذب ملک بچا ہوا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ جسقدر تہذیب زیادہ ہوگی اسی قدر اسکی مقدار میں اضافہ ہوگا۔ رجال دولت انگلشیہ میں مہذب و متمول ترین ملک کے مالک ہونیکی وجہ سے یہ صفت دوسروں سے بڑھکر پیدا ہو گئی تھی جو ۱۸۹۵ء میں مفروضہ مظالم آرمینیا کے ہنگامہ و شورش میں کمال کو پہنچ گئی۔ وزارت انگلشیہ نے اسوقت یہ خیال کر لیا کہ ہمنے اپنے مقبوضات کی حفاظت و سلامتی کا ایسا

جو صدیوں تک ترکوں کی ہنسی کو بعد چند برسوں سے یونانیوں کی ہو گئی تھی

چند برسوں سے فرانسیسی یعنی یورپی ہاتھ میں آگئی

پھر فتح کرنے کو قابل ہو جائیں۔ فرانسیسی اسوقت ایذا رسانی اور ضبطی املاک و جائیداد سے جزیرہ مذاسکر میں پرٹسٹنٹوں کو خارج ہو جانے پر مجبور کر رہے ہیں ایسی صورت میں کیا انگریزی گورنمنٹ یہ کلیہ قاعدہ مقرر کر دیگی کہ "ایسے مسیحی" علاقے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ کے اور نہیں انگلستان کی کارروائیوں سے بنا تھا ہم ایسا یقین نہ تھا۔ جیسا کہ ایک ایسے ملک سے جسے ایتک بھی دوست سمجھا جاتا تھا۔ ایسی کارروائیوں کو ظہور میں آنیکا اور غالباً بارانوں کو صبر و ریج کا اثر تھا۔ کہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنے ایک اہم مقبوضہ میں بعینہٖ ترکی گورنمنٹ کی طرح نہ فقط مختلف توہمات بدظنیوں اور تفکر و تردد عجیبہ میں مبتلا ہونا پڑا۔ بلکہ محاربہ روم و روس کی طرح محاربہ روم و یونان کی ختم ہوتی ہی اوسی پر سر حد پر ناگہان ایک بالکل فضول اور بوجہ منفعت محاربہ کی مالی و روحانی جسمانی تکالیف و مصائب انصد بردشت کرنی پڑگئیں۔ ان فسادوں کو اسباب کے متعلق طرح طرح کی رائیں ظاہر کیگئیں کسی نے امیر صاحب کو اور کسی نے براہ راست امیر المومنین کو تحریک کنندہ بتایا۔ اور خفیف سے خفیف واقعات سے عجیب و غریب نتائج مستنبط کر لئے گئے اگست ۱۸۹۷ء میں ایک پٹھان سردار چند رفقا سمیت قسطنطنیہ پہونچا۔ اسپر خوب لمبی چوڑی حاشیہ چڑھائی گئے اور بیان کیا گیا۔ کہ وہ امیر صاحب کی طرف سے تحائف اور خطوط لیکر گیا ہے۔ اور سلطان المعظم نے اوسکی ہاتھ شاہ افغانستان کو دوستی خط ارسال کیا ہے گرچہ بعینہٖ ویسا وہم تھا۔ جیسا کہ سالگذشتہ ۱۸۹۶ء کی مئی مہینہ میں پکستان کے مشرقی علاقہ امبیلا میں چند مسلمانوں کی برسر فساد ہو جانے پر ویسی کلام کو ہو گیا تھا۔ اور یہ افواہیں مشہور ہو گئی تھیں۔ کہ سرغنہ مفسدہ حسان محمد علی خلیفہ کے مکان سے خاص سلطان کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خطوط برامد ہوئے ہیں اس افغان سردار سید میر ہراتی کی نسبت بھی آخر محقق ہو گیا کہ امیر صاحب کی طرف خطوط لیجانا تو درکنار وہ کئی برسوں سے امیر صاحب کو زیر عتاب ہے۔ اور افغانستان سے مفرور ہو کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ عمدہ انتظام کر لیا ہے کہ اب ہمکو کسی دست کی دوستی احتیاج یا دشمن کی عداوت کا خطرہ نہیں رہگیا ہمکو اپنی انسانی تدابیر کی تحکام اور مضبوطی کا پورا یقین ہو گیا تھا۔ اور اس یقین پر سرمست ہو کر اوسنے اپنی فوجی فیق کو جسکی موجودگی یا امداد کی اسنے زعم خود کوئی ضرورت نہ سمجھی تھی انکے قدیم دشمنوں کی سرکوبی کرنا شروع کر دیا۔ اور اسکے لئے ایک لشکر جرار اور احسان ناشناس قوم کی حمایت کو آبنیا۔ اور یہہ وہ ایسی سخت سزا ملی کہ ہر کہ و مہ کو اس فریق سلطنت کی بربادی اور پامالی میں کوئی شبہ باقی نہ رہگیا۔ اور اس غیر مترقبہ سلوک سے اوس سلطنت کو فرمانروا کی حالت ایسی پژمردہ ہو گئی کہ ہر کسی کو اسپے دیکھکر رحم آجاتا تھا اعداء کو اعدا و اعداء کو شمس جان دیکھکر انکے پاس درگاہ احکم الحاکمین میں عجز و نیاز سے فضل مانگنے کے لئے ملتجی ہونیکے سوا کوئی چارہ نہیں رہگیا تھا اسکو بر خلاف ہو خونخوار شکاری کی کٹاری لیکر اسکے بستر گرگ جمع ہوئے تھے۔ وہ اپنی قوت و طاقت پر سقدر نازاں تھے کہ انکو ہو اسوی ہی خدا کا سچا خیال نہیں گذرتا تھا۔ گو دنیا نے جبی کے لئے ہر وقت ہمدردی نوع انسانی کا لفظ اُن کو ورد زبان تھا۔ آخر بمصداق ہر ترس آہ مظلوماں اثر اس بے یاد و بیکس کی آہ و زاری مقبول ہو گئی۔ اور محض فضل سبحانی کی یاوری سے نہ صرف انکے ایذا رہندوں میں نفاق پڑ گیا بلکہ اسکے سرغنہ کو بجبلی امریکہ کو حقیر و گمنام ریاست یعنی سویلا کی ذریعہ سے کچھ تہدید کی گئی جب کچھ عرصہ کے بعد اسکا اثر زائل ہو گیا تو بتوفیق

۱۸۹۹ء میں جب ہمارے صاحب ایلچی کی طرف سے ملاقات کو انگلستان گئے تھے تو عام خیال تھا کہ وہ واپسی کے وقت سرغنہ مفسدہ خلیفہ حاجی گرم رہ ایشیر اپنے ہمراہ لیتے آئینگے کہ یہ بظنی کا سرغنہ وہ ہی تھا جسکو سلطان جانے کی اجازت دی۔ اسی وجہ سے سربکال سلطان المعظم نے شہزادہ کو روانہ کیا کیونکہ سنا تھا کہ وجہ سے انگلستان

پھر یہ مسیحی یا سیاسی نہیں ہو سکتی؟۔

انجمن اتحاد کلیسیائے انگلستان

ایسی قاعدہ پر کاربند ہونا تو کجا اور سکا خیال تک بھی محض سفاہت ہوگی ہے۔ اگر کوئی انہی طاقت آرلینڈ کو "ہوم رول" (اندرونی خود مختاری) دلانیکو کھڑا ہو تو ہم اوسی شکست

بقیہ صفحہ ۲۴ کی سیاست سے زندگی کے دن کاٹ رہا ہے۔ امیر صاحب یہ بھی جو شکر کرتے ہیں۔ وہ بالاخر بالکل بے بنیاد ثابت ہوئی۔ امیر صاحب نے اظہار البیان فی نصیحت آل الافغان کے عنوان سے عام اعلان شائع کر کے سرحدیوں کو بخوبی کان کھولدیئے کہ وہ اونسے کسی مدد کی توقع نہ رکھیں۔ اور محقق ہو گیا کہ ظاہری بہاب کئی مقامی جوانات کو علاوہ زیادہ تر جہلانہ فارورڈ پالیسی کا نتیجہ تھے مگر اصل باعث میری رہی ہیں وہی صفائی تازہ عبرت تھا۔ غنیمہ بہابیں جہاں تک قہر امین ہی پایا جاتا ہے بیشک کچھ سرحدی تحریک بھی شامل تھی مگر یہ صرف ایسی سلطنت کی مہارتانی تک محدود تھی جو سالہا سال سے یہ کہکر ہندوستان کو شہد کی چٹنی کر رہی تھی۔ اس بار پھر مجھ سر تھیملڈ سوکلی اتفاق ہے۔ اور ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کو کونسل میں بھی رائے ظاہر کر چکا ہوں۔ امیر صاحب پر زیادہ تر شبہہ اس سے ہوا کہ انہی نمونوں ایک کتاب کی چند کاپیاں ہندوستان میں پائی گئیں۔ انگریزی اخبارات زمین کو سر پر اٹھا لیا۔ اور اسکا خلاصہ کر کے گورنمنٹ کو بہکانا شروع کیا کہ یہ کتاب امیر صاحب ہی تالیف کرائی ہے۔ اور مسلمانوں کو جہاد پر اکسانیکو ہندوستان بالخصوص دیسی فوج میں اوسکی عام اشاعت کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر جو رے ہی عرصہ میں انکے تمام شبہات بے بنیاد ثابت ہوئے اور یہ بخوبی محقق ہو گیا کہ امیر صاحب نے یہ کتاب اب یا انگریزوں کو خلاف مسلمانوں اور خاص کر افغانوں کو برافروختہ کرنیکے لیے تیار نہیں کرائی بلکہ وہ ۱۸۸۵ء میں جبکہ روسیوں کو ساتھ واقعہ پنجدہ کی بعد جنگ کا قوی احتمال ہو گیا تھا اور اضطراب کی مدت پر افغانوں کو تیار کرنیکے لیے اپنی نگرانی میں مرتب کرائی تھی۔ قتہ حاشیہ بقیہ برصفحہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴ افریقہ کی ایک ویسی ہی حبشہ و بیجا نہ اللہ کو عبرت کا سبب بنایا گیا لیکن جب جہال حکومت کو اسپر بھی اپنی انسانی عقل پر غرہ تھا تو انگلستان کو سب سے بڑا اور جلیل القدر مقبوضہ میں طاعون و قحط کی قدرتی بلائیں بھیجی گئیں۔ اور ہند ایسا وسیع اور پسند ملک کی نسبت جس جگہہ کی سماتا ابتدائی آفرینش سے لیکر اجتک بادشاہ وقت کو قابل پر نہیں آئی۔ بخواہ اور باغی ہونیکا فرضی وہم سے اون کو خبردار کیا۔

اور ہر یورپ میں اسی سلطنت کا ڈھنڈھورا پیٹا جاتا ہے اور یہ سب تقسیم کرنیکی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ بلکہ ابھی تک یہ تجویز نہیں ہوئی ہیں ایسے ایسے بہم پہنچا دیئے کہ اوسی وقت ان ہی تینوں سلطنتوں (روس فرانس اور انگلستان) کی پیالک فرزند اور پروردش کردہ ملک کو عبرتبخش سزا دینیکا موقعہ ملگیا۔ لیکن جب یہ سبق ہی بیکار ہے اور متواتر فسخ عزیم سے کوئی ہوش نہ آیا تو عین اس موقعہ پر جب کہ کل دنیا غیر مجسم قہر خدا کی الماری جشن کی خوشیاں منانے کی زور شور سے تیاری کر رہی تھی زلزلہ ایسی ہندوستان کا پایہ تخت کو متزلزل کر کے ساتھ ہی شمال مغربی سرحد پر جسے بیرونی حملوں کے لیئے نہایت ہی مضبوط و مستحکم خیال کیا گیا تھا۔ ایک ایسی قوم کو جو بقول سر ایم لوکہارٹ انگریزی سطوت و جبروت کے سامنے ہیچ بلکہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی تھی ناگہان فتنہ و شورش برپا کر دیا جسنے آخر اسقدر ہاتھ پاؤں پھلا دیئے کہ ابتک ختم نہیں ہوتے۔ قتہ حاشیہ بقیہ برصفحہ

دیکر وہاں سے نکالدیں۔ تو کیا انگریزی قوم کا ہر زندہ فرد بشر ایسی انگریزی گورنمنٹ کی جسنے کسی ایسے اجنبی جتھے کے مطالبہ کو منظور کر لینے کے بجائے جو ہمکو اپنی فتوحات کے ثمرات سے محروم کرنا چاہتا ہو آخری وقت تک جد و جہد کرتی رہی ہو دل و جان سے تائید اور سچی تعریف نہیں کریگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) کتاب مذکور کا خلاصہ اور نیز وہ مضمون بھی جنمیں محولہ بالا روایات کا تذکرہ اور جا بجا تردید کیگئی تھی حسب ذیل ہیں۔

ضیاء الملت والدین کی تقویم الدین کی کتاب تقویم الدین کی تالیف اور اشاعت کا ذکر ہم نے اخبار وکیل کے کسی گذشتہ نمبر میں درج کر دیا تھا۔ ۳ مارچ ۱۸۹۷ء کو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک نوٹ شایع ہوا ہے جس میں اس کتاب کے خلاصہ کا جو اسی نمبر میں چھپا ہے تذکرہ کر کے ذکر کیا گیا ہے کہ "کتاب مذکور کی نسبت حدود افغانستان سے باہر جانیکی ممانعت کر دیگئی تھی۔ اسلئے خیال نہیں کیا جا سکتا کہ اوسپر کسی دوسرے انگریزی اخبار نے تبصرہ کیا ہو۔ اسی واسطے یہ دلچسپی سے خالی نہیں" اخبار مذکور کہتا ہے کہ "اگرچہ مضمون کتاب جنگی ہے پھر بھی ہم خیال نہیں کرتے کہ اسوقت اوس کے ساتھ کوئی پولیٹکل حیثیت وابستہ ہے ہم اپنے ناظرین کو اون اطوار اور طرز خیالات و توہمات سے واقف کرنا چاہتے ہیں جو افغانوں کی طبیعتوں میں مضمر ہیں"۔

ہمارا انگریزی ہمعصر گو اپنے ناظرین یا دوسرے الفاظ میں اپنے ہمقوم اینگلو انڈین پارٹی کے اون افراد کو جو اخبار مذکور ضرور پڑھتے ہیں اپنے نوٹ کی عبارت سے شاید اسی درجہ تک مطمئن کر سکے جس قدر کہ اوسکا مقصود ہے مگر اوسے یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ سول کے پڑھنے والوں کی تعداد اوسی قسم کے ناظرین پر محدود نہیں ہے جن کی دل لگی کے واسطے اس تحفہ کا پیش کرنا اوس کا مقصود ہے بہت سے دوسرے لوگ بھی ایسے ہونگے جن کو یہ مضمون کسی دوسرے رنگ کی جھلک دکھا دینے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ وہ تو یہی سمجھے ہونگے کہ ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ کیونکہ اسی مضمون کو اگر کوئی اردو اخبار ابتداء میں چھاپ دیتا تو یہی سول خدا جانے کیا کیا اتہام اوسکے سر تھوپتا۔ جہاد کا اعلان۔ بغاوت کا اشتہار قرار دیدینا تو اوسکے سامنے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اس کوتہ اندیش اینگلو انڈین پرچہ کو جو اپنے آپ کو گورنمنٹ کی موچھ کا بال سمجھا بیٹھا ہے اس قدر تمیز نہیں کہ عیسائی اخبار کی حیثیت سے مذہبی معاملات میں خامہ فرسائی کرنیسے وہ گورنمنٹ کی پالیسی کو کس قدر زک پہونچا رہا ہے۔ تتمہ بر صفحہ ۲۷

(بقیہ صفحہ ۲۵) اسی سرحدی پشتہ ناچیز کی ایک ٹانگ (یعنی آفریدیوں) کو توڑنیکے لئے جنرل لوکہارٹ ولایت سے ہندوستان میں آئے۔ اور دو ہفتوں میں کار مفوضہ سے فارغ ہو کر واپس چلے جانے کا پختہ عزم رکھتے تھے لیکن ہفتوں کی جگہ مہینے گذرے اور ہنوز دلی دور است کا معاملہ رہا۔ آخر میدان کی برفوں نے جب میدان خالی کرنے پر مجبور کیا تو راولپنڈی میں چند روزہ اقامت کے بعد کلکتہ ہوتے ہوئے شروع جنوری میں ولایت جانیکا مصمم ارادہ کیا گیا۔ اس چند روزہ اقامت کے دوران میں جب چند مسلمانوں نے انکو کامیاب مراجعت پر ایڈریس دیا۔ تو انہوں نے کامیابی کے لفظ کو حذف کر کے صرف واپسی کا لفظ اختیار کرنیسے مبارکباد دینے والوں کو کل کیفیت سے آگاہ کر دیا خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ یہ چند روزہ اقامت کئی اسباب سے ایکماہ تک طویل ہو گئی۔ اور ولایت چھوڑ اس عرصہ میں کلکتہ تک جانا نہ ہو سکا۔ لیکن ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ آخر جنرل ممدوح ۵ فروری کو ہندوستان سے روانہ ہو جانیکا عزم بالجزم کر کے راولپنڈی سے کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔ اور گورنمنٹ نے حسب ضابطہ تیراہ فوجکی کمانپر اونکے جانشین کا نام بھی گزٹ کر دیا۔ اس سفر میں صاحب ممدوح ۲۹ جنوری ۱۸۹۸ء کی دوپہر کو لاہور اور امرتسر سے گذرے۔ ان دونوں مقامات پر سنگھ سبھاؤں نے بڑی دھوم دھام سے ایڈریس دئے۔ اور اپنے راولپنڈی کے سکھ ایڈریس دہندگان کے برخلاف مسلمان ایڈریس دینے والوں کی

بقیہ صفحہ ۲۷ کی انگریزی اخبار اعتراف انڈیا نے ۱۸۹۷ء سے کئی برس پہلے اس کتاب کا ذکر کر کے اوسکی نسبت اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ مؤلف

لیکن افسوس سلطان اور انکی گورنمنٹ کو بجنسہٖ یہی کرنا ہم اعدائے انسان مکار۔ کینہ توز اور سیاہ دل بتا رہے ہیں کہ وہ جو کچھ ہم سیاہ دل کوشش کر رہے ہیں انکی ملک حکومت کی اغراض ملیہ کے متقاضی نہیں سلطان جا ئز مصالح جا ئز اطوطنی کا تقاضا یہی تھا ہمارے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے پہلے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کی خلافت کو معاملہ کو ہی خبار جو ہر کر مسلمانوں میں اسقدر نا رضا مندی پیدا کر دی تھی جسکے اثر دو لایت کے اخباروں تک پہونچکر اپنا نشانہ گمراہ کہلا رہا ہی وہ جوش فرو ہو نے پایا تھا کہ اس اخبار نے چھیڑ دی ہے۔ گو اہل ہوش کا اثر کچھ ہی ہو مگر وہ تو یہی سمجھے بیٹھا ہو گا کہ اوسکا ساتھ کوئی بولیٹکل حیثیت وابستہ نہیں ہے یہ کو عقل خبار اسطرح پر اپنو دلکو تسکین دیوے مگر گورنمنٹ کو آنکھیں کھولنی چاہئیں کہ اس قسم کے لٹریچر سے کیا کیا نتائج نکلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے ایک بدیہی نتیجہ تو یہ نکل سکتا ہے کہ یہ عیسائی اخبار مسلمانوں کو بہکانے کیواسطے آیات قرآنی کو الفاظ کی تحریف کرنے سے بھی جناب نہیں کرتا چنانچہ "فرمانبرداری" کی عنوان کی تحت میں وہ یہہ عبارت لکھتا ہے "یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور حاکم کی خواہ اوسکا مذہب کچھ ہو ہو" معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیہ کریمہ کو کن الفاظ سے اوس نے ترجمہ کیا ہے۔ کیونکہ اس آیۃ کریمہ کا ترجمہ لفظی تو بسطرح ہے "اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو صاحب حکم والے ہیں تم میں سے" اب الفاظ "خواہ اوسکا مذہب کچھ ہی ہو" اگر ایسا رسول ہے تو مسلمانوں کا خیال اس عیسائی اخبار کی نسبت کیا ہو گا اگر منکم کا ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے تو اولی الامر انہی میں سے ہونا چاہیے۔ اور یہی صحیح ہے پھر "خواہ اوسکا مذہب کچھ ہی ہو" کا ٹکڑا کہاں سے داخل کر دیا۔ اگر بقید "بادشاہ کی ضرورت" کو عنوان کی تحت میں اوسکی قابلیتوں کو متعلق یہ کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو حر ہو مرد عاقل اور بالغ ہو یہ پہلی شرط مسلمان ہونے کی ایسی ہے جو "خواہ اوس کا مذہب کچھ ہی ہو" کی عبارت کی تکذیب کر رہی ہے ہم پہلے ہی بہت زور دیکر لکھ چکے ہیں کہ رسول اینڈ ملری گزٹ جیسے عیسائی پرچوں کو اسلامی معاملات سے کبھی پوری پوری واقفیت نہیں ہو سکتی نہ ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے تعلیم دین جنرل موصوف کو کامل کامیابی پر بھی مبارکباد دی اور اس موقع پر صاحب ممدوح نے بھی فتح و نصرت کا لفظ پہلی دفعہ زبان سے ارشاد فرمایا۔ فلک کو انکی خوشامدی شاید پسند نہ آئی اور اوسنے عین اسوقت جبکہ یہہ ایڈریس سنے اور انکی جواب دیئے جا رہے تھے۔ اس فتح کے لفظ کی خوشی کو نہ اوّل اور اس آخری قطعی ارادہ کو فسخ کرنیکا سامان کر دیا جس کی خبر باغلب ہے وہ انکو کلکتہ پہنچنے سے پیشتر الہ آباد میں ملگئی ہو گی۔ اور اسوقت کا اول یقین ہے انکی زبان سے یہ کلمہ خواہ کیسی ہی دھیمی اور نرم آواز میں کیوں نہ ہو ضرور بدیہتاً نکل گیا ہو گا کہ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

اس ارادہ کے فسخ کنندہ واقعہ پر جسکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ انگلستان کے اخباروں میں بڑی لمبی چوڑی بحثیں ہو رہی ہیں اور ہماری مخالف سلطنتوں کے اخباروں کو اس سے خوب ذہن کی اڑانے کا موقعہ مل گیا ہے مگر یہ انکی محض سفاہت ہے۔ دس تیس ہزار سپاہیوں کے نقصان سے انگریزی سلطنت کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا اور جس لحاظ سے وہ سپر اسوقت خوب جھوم جھوم کر آسمان کر رہی ہو گی وہ فی الحقیقت کسی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل نہیں۔ یہ سب خدائی لشکر ہیں وہ جسکو ضعیف اور کمزور سمجھتا ہے اسکی یہ مراد نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے سب کام اللہ میاں کو سونپ کر چپ چاپ

کوتاہ اندیش اور کور چشم تعصب زدہ اخبار نویسوں اور مدیروں کو اون تعریفی الفاظ سی جو انجمن اتحاد کلیسیائے انگلستان کی بشپوں نے اپنی گشتی خط (عام اعلان) میں اسلام کی نسبت تحریر کی سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ الفاظ مذکور حسب ذیل ہیں۔

بقیہ صفحہ ۲۷ کہ وہ اس معاملہ میں ایک ایسا نادان بچہ ہی جو اخگر کو کہیلنی کی چیز سمجہکر اوسی ہاتہہ لگا دیتا ہی۔ اور جب ہاتہہ جلتا ہی تو چیخ چہاڑ مچانے لگتا ہی ہم پہر اپنی معزز ہمعصر کو نصیحت کرتی ہیں کہ آئندہ وہ اسلامی معاملات پر خامہ فرسائی کرنی سے احتراز کیا کرے اور اگر اس میدان میں دم مارنیکا شوق ایسا ہی چرایا ہے تو کسی مولوی کو نوکر رکہی جو اسکو مذہب اسلام سی آگاہ کری اور شاید اسی ذریعہ سی اسکا سیاہ دل نور ایمان سی مجلا ہو جاوے۔

ہاں اگر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا روئی سخن حضرت ضیاء الملت والدین کیطرف ہو تو پہر بھی ہم کہیں گی کہ وہ جہپ کہا گیا۔ کیونکہ امیر صاحب نی تو علانیہ درباروں میں اور تحریروں میں بالوضاحت بارہا سرکار انگریزی کی ساتہہ دوستی کا اعتراف کر دیا ہے۔ اور پولیٹکل تعلقات کی وجہ سی ہماری گورنمنٹ کو بھی کوئی وجہ حاصل نہیں ہی کہ اوس کی برخلاف کسی احتمال کو جگہہ دی سکی۔ اگر کوئی پولیٹکل حیثیت" اس تالیف کی ساتہہ وابستہ ہوگی بہی تو اسکا خیال روس کو ہونا چاہیئے۔ نہ کہ ہماری گورنمنٹ کو بشرطیکہ گورنمنٹ کی ڈوروں اینڈ ملٹری جیسی کوتاہ اندیش اخباروں کی ہاتہہ میں نہ ہو اسوقت کیا ہماری گورنمنٹ کو کبہی آئندہ بہی اس تالیف کی ساتہہ پولیٹکل حیثیت کی وابستہ ہونیکا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اب ہم سول کے اقتباس کا خلاصہ ملاحظہ ناظرین کی لئے ذیل میں درج کرتے ہین۔

"کچہہ عرصہ گذرا ہی کہ ہمنی اخبار میں لکہا تہا کہ امیر عبد الرحمن خانصاحب نی ایک کتاب موسوم بہ تقویم الدین اپنے حکم سی طبع کرائی ہی اب ایک کارسپانڈنٹ کی تحریر سی کتاب مذکور کا اقتباس ہمکو ملا ہی اور ہماری رائے میں اس کا چہاپنا ناظرین

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے بیٹہی رہنا چاہیئے ایسا کرنا خود منشاء ایزدی کی برخلاف ہی۔ دنیاوی امور کیلئی دنیاوی تدابیر مقدم اور لازمی ہیں خود خداوند کریم بہی اپنی خدائی جلوی تہی دنیاوی اسباب سی دکہاتا ہے۔ گو بسا اوقات اپنی محدود عقل سی ہم اسکی کائنات اور اوسکی فطرت کی اسباب و نتائج کی ایک سنکہواں حصہ پر بھی احاطہ نکر سکنے کی وجہہ سی انکو فوق الفطرت ہی کیوں نہ سمجہیں خدا اپنے بندوں سی صرف یہی چاہتا ہے کہ اپنی ہمت و کوشش کے ساتہہ تائید ایزدی کی شمولیت کی بہی خواہاں ہو۔ اس خواہش سے اوسکی طرف توجہ ہوگی اور یہ توجہ منہیات۔ دغا۔ فریب۔ غصب احسان فراموشی اور رفیق کشی سی مانع ہوگی طبیعت بری کاموں سی متنفر ہو جائیگی۔ اور جب اسطرح طبیعت میں راستبازی راسخ ہوگئی تو یہ ظاہر ہی کہ راستی کا ہمیشہ بول بالا رہتا ہی۔ اور چونکہ بفحوائے آیتہ کریمہ "اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ" وہ سلطنت و ریاست صرف اپنی نیک بندوں کو عطا فرماتا ہی۔ اوسکی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہی کہ اپنی ان بندوں کو سیدہی راستی سے بہٹکتا ہوا نہ دیکہی اور انکی اصلاح و درستی کے لئی حسب ضرورت انکو تنبیہہ و تہدید کرتا رہتا ہے پس ان سب مصایب کا مدعا یہی ہی کہ رجال حکومت ان سے دیدہ عبرت کہولکر اپنے رب کو پہچاننے لگین اور اپنی دنیاوی تدابیروں کی ساتہہ فضل ایزدی کی بھی شامل حال رہنی کی لئے

مسلمانوں میں عیسائیت کا وعظ کرنیکی نہایت کامل اور زبردست تیاری کی احتیاج ہے جن لوگوں نے یہہ کام کرنا ہو اونپر واجب ہی کہ وہ مسلمانوں کے کیریکٹر۔ اونکی تاریخ اور انکی مذہب سی پوری واقفیت حاصل کریں اونسی یہہ سلسلہ جنبانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اصل کتاب فارسی اور عربی میں لکھی گئی ہے۔ اور اسمیں ۳۶۰ آیات قرآنی اور احادیث نبوی امیر صاحب کے حکم سی دو مولویوں نی جن کے نام میر محمد عظیم خان سارجنٹ میجر اور مولوی عبد الرزاق دہلوی ہیں درج کی ہیں۔ خاتمہ کتاب پر چند دیگر سربرآوردہ علمائے افغانستان کی مواہیر بھی ثبت ہیں۔

یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اور اوس کے ساتھہ دیباچہ اور تکملہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ دیباچہ حسب ذیل ہی ایکدن امیر صاحب اپنی کسی ایوان میں تشریف فرما تھی کہ اسوقت اونہوں نے چند علماء کو طلب فرماکر یہہ خواہش ظاہر فرمائی کہ کوئی ایسی کتاب تالیف کیجانی چاہیئے جسمیں جہاد کی ضرورت بالتخصیص دکھلائی جاوے تاکہ لوگوں کے مذہبی عقاید میں ضعف واقع نہ ہو اونکا یہ بھی ارشاد تھا کہ جب یہ کتاب تکمیل کو پہونچ جاوے تو ہمکو دکھائی جائے تاکہ ہم ضروری اصلاحات اور جستہ جستہ تصرفات کرسکیں

بہ تعمیل ارشاد امیر صاحب مولوی صاحبان نی ایک کتاب تالیف کی اور جب یہہ تیار ہوگئی تو امیر صاحب کی خدمت میں پڑہی گئی۔ امیر صاحب نے اسمیں کسیقدر ایزادیاں اور ترمیمیں کیں۔ چونکہ بعض آیات قرانی کی تحقیق کیلئے کسی حافظ قرآن کی ضرورت تھی اسلئے امیر صاحب نے حافظ کے پیش کئے جانیکا حکم دیا مگر بیشمت غلط فہمی سی بجائے حافظ قرآن کے دیوان حافظ اٹھالایا۔ امیر صاحب نے فرمایا کہ ہمارا منشا دیوان حافظ کے پیش کئے جانیکا نہ تھا۔ مگر چونکہ حسن اتفاق سی آگیا ہی اسلئے اس سی تفاول کرتے ہیں چنانچہ امیر صاحب نے دیوان مذکور جو کہولا تو سرورق پر یہہ شعر نکل آیا۔ ؎

پریدباد صبا و دشم آگہی آورد ٭ کہ روز محنت و غم روبہ کوتہی آورد ٭ رساند رایت منصور بر فلک حافظ ٭ چو التجا بجناب شہنشہی آورد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ کی ہر وقت اوسکی درگاہ میں ملتجی رہیں۔

اس تمہید کے بعد واقعہ متذکرہ بالا کی مفصل حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔ ناظرین کو یہہ تو معلوم ہی کہ شرائط صلح کی طے کرنے کے لئے اکثر آفریدی قبایل کا جرگہ جمرود میں آیا ہوا ہی اسمیں چھہ سو کے قریب ملک شامل ہیں جب سر ولیم لاکہارٹ تراہ اور وادی بازار سی انگریزی علاقہ میں ہٹ آئے تھے تو عام خیال تہا کہ آفریدیونکی فرار واقعی گوشمالی کیلئے موسوم بہار میں پہر چڑہائی کیجائیگی اور اسدفعہ ایسا انتظام کیا جائیگا کہ غنیم کو پہلی کیطرح خود عموماً محفوظ رہکر ہمکو سخت نقصان پہنچاتے رہنی کا موقعہ نہ ملیگا۔ مگر تہوڑی ہی عرصہ بعد پولیٹکل افسرونکی مستعدی اور سرگرمی سی جرگہ جمرود میں جمع ہوگیا۔ اور گوڈکا خیل اس میں شامل نہ ہوئے تاہم عنقریب صفائی ہوجانیکا تقریباً پختہ یقین ہوگیا تہا جس میں ۲۸ جنوری کی شام تک کوئی خلل نہ پیدا ہوا تہا لیکن اس اثناء میں انگریزی افسرون نے اسی غلط پالیسی پر چلکر جسکی کسی قدر توضیح فساد الاحسا کے نوٹ میں کردیگئی ہی آفریدی علاقہ کا محاصرہ برابر قایم رکہا تاکہ ہندوستان سے کسی قسم کی رسد وغیرہ انکو نہ پہنچ سکے۔ معمولی سمجھہ کا آدمی بہی یہ عجیب کارروائی دیکھکر متحیر ہوگا کہ ایک طرف تو پیار دلاسا سے ملکوں کو جمع کیا جارہا ہے اور دوسری طرف انکو تنگ کرنیکا ساماں بہی کے ساتھہ کے ساتھہ باین تمیز

نہائت احتیاط سے کرنا واجب ہی۔ اور انکے مذہب کی اچھی باتوں کو تسلیم کر لینا نہائت لازمی ہی تاکہ عیسوی صداقت کی عمارت بنانے کے لئے اون اچھی باتوں سی بنیاد کا کام لیا جائے"۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۹ کے امیر صاحب یہہ شعر پڑھکر بہت محظوظ ہوئے بعد ازاں جب اونہوں نے اپنی گھڑی دیکھی تو ٹھیک ۱۲ بجے تھے اور نماز جمعہ کا وقت قریب تھا مؤذن نے اذان دی۔ امیر صاحب نے منجم شاہی کو اس ساعت کے دریافت حال کیلئے طلب فرمایا نجومی نے بیان کیا کہ یہہ ساعت نہائت ہی سعید ہی اور جناب باری میں استجابت دعا کیلئے نہائت موزون ہی یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوا جو عقائد اسلامی کے رو سی استجابت دعا کے لئے ساعات حسنہ میں سی ہے۔ بناءً علی ہذا امیر صاحب نے اپنے دست مبارک دعا کے لئے اٹھائے اور یہہ کلمات دعائیہ زبان مبارک سی فرمائے "اے قادر مطلق خدا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تا قیام قیامت زوال سی اپنے حفظ و امان میں رکھہ اور قوم افاغنہ کو تمام آفات ارضی و سماوی سی اپنی پناہ میں لے۔ اور کافہ مسلمین علی الخصوص افغانوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر۔ آمین

جہاد ہر ایک شخص پر فرض ہی کے حصہ اول میں جہاد کی فرضیت کی نسبت بحث ہی۔ اس میں درج ہے کہ ہر ایک مسلمان پر جہاد کرنا فرض ہی۔ چنانچہ آیۂ کریمہ ہے {وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً} اور لڑو مشرکوں سی ہر حال جیسے وی لڑتے ہیں تم سے ہر حال۔ اکثر مفسرین نے جہاد کو فرض کفایہ قرار دیا ہے یعنی وہ اسصورت میں ادا ہو جاتا ہے جب کہ معدودی چند جماعت مسلمانان میں سی بجائے باقیوں کے اس کام میں مصروف ہوں لیکن اگر مسلمانوں پر چاروں طرف سے نرغہ ہو تو اس صورت میں جمیع اہل اسلام پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور کفایہ نہیں رہتا۔ مجاہدین کا فرض ہی کہ وہ کفار کے ساتھہ اسوقت تک لڑیں جبتک کہ فتنہ فرو نہ ہو جاوے یا کفار بالکل مغلوب نہ ہو جائیں اور خدائے واحد اور برحق کی عبادت ان میں عام نہو جاوی تتمہ ص ۳۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے خیال کیا جاتا ہی کہ وہ اسطرح وباؤ پڑنے سی جلد شرائط ماننے پر مایل ہو جائینگے۔ افسوس ان افسروں کو یہ ہوش نہ آیا کہ جب پچاس ہزار فوج کا وباؤ خود ان کی ملک میں رہکر انکو سیدہا نہ کر سکا تھا تو یہہ ناکہ بندی کیا پشم کندہ کر سکیگی۔ اسکا نتیجہ ظاہر تھا کہ رنجش بڑہی اور فریقین کی ایکدوسری سے برابر مٹ بھیڑ ہوتی رہی۔ اس چھیڑ خوباں سی چلی جائے کی مصداق پالیسی نے کل کھیل کو بگاڑ دیا۔ اس وقت اس ناکہ بندی کے لئے قلعہ بارا۔ ممنائی۔ علی مسجد اور جمرود میں چار بریگیڈ مقیم ہیں۔ ان چاروں کے افسروں نے ناکہ بندی کے بیچ کو مزید دباؤ کے لئے ایک چکر اور دینے کی تجویز کر کے جنوری کے تیسرے ہفتہ میں میدان کجوری پر یورش کرنیکی صلاح کی تھی۔ یہ میدان قلعہ بارا کے شمال میں واقع ہی۔ اور اوسکے شمال مغرب اور جنوب کی طرف ان پہاڑیوں کے گوشے ہیں جو وادی بارا کو وادی بازار سی جدا کرتی ہیں۔ اسکا رقبہ تیس میل مربع ہے اور آفریدی اپنے اونٹ اور مویشی یہاں چرایا کرتے ہیں۔ انہی مویشی اور گلہ بانوں کو گرفتار کرنے کے لئے حملہ کی تجویز کی گئی تھی۔ مگر پہلی تجویز کی اطلاع کسی طرح آفریدیوں کو پہنچ گئی اور اسے ملتوی کر دیا گیا۔ اور چند دنوں کا وقفہ ڈالکر نہائت رازداری سی اسکے متعلق دوبارا تجویز کر کے قرار دیا گیا کہ ہفتہ کی صبح کو چاروں بریگیڈوں سی میدان مذکور کو ایک ایک دستہ روانہ ہو کر اون کو چاروں طرف سی گھیرے اور کوی راستہ تتمہ ص ۳۱

یہہ یاد رکہنا چاہئے کہ مشرق مشرق ہی۔ اور مغرب مغرب کسی مشرقی ملک پر ٹھیٹھہ یورپین اور انگریزی طریق سی حکومت نہیں کیجا سکتی خود ہمکو ٹوچی مالاکنڈ۔ اور سوات وغیرہ علاقوں کی خونخوار اور درشت خو کوہستانی قبایل سے جب لڑائی کرنی پڑتی ہی تو انسانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قال اللہ تعالی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ط وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ط فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ط كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ط فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾ اور لڑو اللہ کی راہ میں انسی جو لڑتی ہیں تم سی اور زیادتی مت کرو۔ اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو۔ اور مار ڈالو انکو جس جگہہ پاؤ۔ اور نکالدو جہاں سے اونہوں نے تمکو نکالا اور دین سی بچلانا قتل کرنیسے زیادہ سخت ہے۔ اور نہ لڑو ان سی مسجد الحرام پاس جبتک وے نہ لڑیں تم سی اس جگہہ پہر اگر وی لڑیں تو اونکو مارو۔ یہی سزا ہے منکروں کی۔ پہر اگر وی باز آویں تو اللہ بخشنی والا ہی۔ اور لڑو ان سی جبتک باقی نہ رہی فساد۔ اور حکم رہی اللہ کا۔ پہر اگر وے باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافونپر۔

وعدہ و وعید ﴿ حق تعالی ان لوگونکو دوست رکہتا ہے جو اپنے مذہب اور جماعت کی حفاظت اور بچاؤ میں دشمنوں سے جوانمردی کی ساتہہ مقابلہ کرتے ہیں۔ حدیث نبوی۔ ﴿ القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شیء الا الدین ﴾۔ جہاد سی مجاہدین کی تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ باستثناء ان گناہوں کی جو حق العباد سی متعلق ہین۔ کما قال اللہ تعالی ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ط تتمہ بر صفحہ ۳۲

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ ﴿ بہاگ جانیکا نہ چھوڑی علی مسجد اور جمرود کی دستی میدان تک جاکر بیس میل کا چکر لگا آئے مگر انہیں کوئی غنیم نہ ملا۔ بارا کا کالم بھی گو سیدہا میدان مذکور کو جاکر اس میں ایک سری سے دوسرے سرے تک پھر گیا لیکن اوسی بھی کوئی دشمن نظر نہ آیا مگر ممنائی کی بریگیڈ سے جو کالم میدان کی مغربی حصہ کو بھیجا گیا۔ اسکا مقابلہ ہو گیا۔ اسمیں ایک سالم پلٹن گورہ ۳۶ سکھ رجمنٹ کی چار کمپنیاں اور دو توپیں تھیں یہ درہ شین کمار تک بلا مزاحمت چلا گیا۔ وہاں غنیم نے مقابلہ کیا جو فوراً منتشر کر دیا گیا۔ اسپر ایک پہاڑی کے کنارہ پر سکھونکی ایک پلٹن کو نگرانی کی لئے مامور کر کی باقی فوج غاروں کی تلاش پر مصروف ہو گئی۔ اسی اثناء میں کمپنی مذکورہ خدا معلوم کسکی غلطی سی کنارہ سی واپس منگوا لیگئی۔ اور غنیم نے اوسپر قبضہ کر لیا مگر چونکہ فوج کی بخیریت واپسی کے لئے اوسپر قابض رہنا نہایت ضروری تہا۔ اسکو فتح کرنے کے لئی غنیم پر حملہ کیا گیا۔ اور سخت لڑائی کی بعد جس میں بہت نقصان ہوا اوسپر پہر قبضہ کر لیا گیا اتنی میں مراجعت شروع ہو گئی۔ فوج زخمیوں اور لاشونکی وجہ سی جلد چلنی سے معذور تھی دشمن نی اس موقعہ پر حسب معمول کمال تیزی سی حملہ کر دیا۔ اور جانگداز معرکہ آرائی شروع ہو گئی کئی دفعہ غنیم تین گز تک قریب پہنچ گیا۔ اسپر گورہ رجمنٹ کی کرنیل نے جنرل وسٹ ماکوٹ کو مدد کرنیکے لئی کہلا بہیجا۔ وہ فوراً پانچ ہزار فوج اور دو توپیں لیکر موقعہ پر پہنچ گئی

ہمدردی اور تہذیب و شائستگی کی کوئی تمیز خیال اور اصول الاطاق کہنیں بلکہ وہاں متعصبین کو یہ شوق کرنا چاہیئے کہ جس طرح وہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ نہیں دیکھ سکتے اسی طرح (ہندوستان کو شمال مغربی سرحد کے قبائل کی طرح) ایشیا کو چک کو مسلمان بھی کہیں عیسوی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۚ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۚ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَي الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قٰتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗى

کی ماتحتی قبول نہیں کرینگے۔ امریکہ کی ہوشیار اور تجربہ کار سفیر متعینہ قسطنطنیہ مسٹر بٹیرل[1] نے جب سر فلپ کری کی مجوزہ اصلاحات کا مضمون پڑہا۔ اور اوسمیں دیکہا کہ ایشیاء کوچک کی کثیر التعداد مسلمان آبادی پر قلیل التعداد مسیحی آبادی کے ہم

[1] یہہ اب قسطنطنیہ سے تبدیل کئے گئے ہوئے ہیں۔ کچہہ عرصہ ہوا ایک ولایتی رسالہ میں سفیر موصوف نے سلطان المعظم کی نسبت حسب ذیل رائے ظاہر کی تہی سلطان المعظم کا سن مبارک پچاس برس سے متجاوز ہے۔ قد درمیانہ۔ رنگ نکہرا ہوا گندم گون۔ بال سیاہ پیشانی بلند۔ اور آنکہیں بڑی بڑی سیاہی مائل کبود ہیں چہرہ پر بالعموم کمال اوداسی چہائی رہتی ہے۔ جب محل سلطانی میں کسی سفیر کی دعوت ہوتی ہے۔ تو گو وہ پاشا جو سلطانی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں شاہانہ شان و شوکت کے ساتہہ لباس ہائے فاخرہ زیب تن کئے ہوتے ہیں مگر جلالت مآب بنفس نفیس نہایت سادہ لباس میں شریک مجلس ہوتے ہیں۔ سر پر معمولی سرخ ترکی ٹوپی۔ سیدہا سادہ کوٹ۔ سیاہ نیلگون کپڑے کی پتلون۔ ولایتی چمڑہ کا بوٹ پاؤں میں۔ اور ایک چوڑی پہل کی کرچ جسکا میان فولادی ہوتا ہے۔ دست مبارک میں ہوتی ہے کبہی کبہی صرف ایک نشان بہی سینہ پر آویزاں ہوتا ہے۔ عید (بیرام) کے دن ایوان تختگاہ میں جب وہ سنہری تخت پر اس صوفیانہ لباس تتمہ ص ۳۴

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ کی حفاظت کریں ایک ایک نماز کے عوض میں پانچ پانچسو نمازوں کا اجر ملیگا بمقابلہ اُن لوگوں کے جو گہر میں بیٹہے رہیں۔ اور حفاظت اور صیانت کیلئے حرکت نکریں جب بلاد اسلامیہ پر کفار کی یورش ہو تو ہر ایک مسلمان پر فرض ہے عام اس سے کہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بڈہا یا جوان۔ حر یا عبد ضرور ہے کہ معرکہ جنگ میں بذات خاص شامل ہو اور اس شمولیت میں اسے ضرور نہیں کہ ولی یا آقا کی اجازت کا انتظار کرے کسی بادشاہ کے علم کے تلے جہاد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ بادشاہ عادل و یا ظالم انکے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی جان عزیز اور مال سے دریغ نہ کریں تاکہ انکے دین کی تذلیل نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ط فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اور تو نہ سمجہہ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ زندے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہیں اوسپر جو دیا اللہ نے اپنے فضل سے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿للشهيد عند الله ست خصال يغفر له في اول دفعته

بقیہ حاشیہ نمبر ۳۲ ملک دین خیل سپاہ۔ کامراء اور فجر خیل تہے آخر الذکر چاروں کے نائب جمرود کے جرگہ میں موجود ہیں۔ افریدی ایک زخمی گورہ کو پکڑ لے گئے تہے جسے انہوں نے واپس پہنچا دیا ہے اور جتنا عرصہ اپنے پاس رکہنا اسکی کافی خاطر مدارات اور تیمارداری کرتے رہے پہلے خیال تہا کہ اس معرکہ سے جرگہ کی کارروائی میں کوئی خلل نہ پڑیگا۔ مگر اب پولٹیکل افسروں کا بیان ہے کہ اس سے آفریدیوں کے حوصلے بڑہ گئے ہیں اور اب وہ بمشکل شرائط قبول کرینگے۔ پاؤنیر کی رائے ہے کہ جرگہ کو منظوری شرائط اور اُن کی تعمیل کیلئے ایک خاص تاریخ سنا دیجاوے اگر اس تک فیصلہ نہ ہو تو پہر موسم بہار کی مکمل فوجکشی کی ابتدائی کارروائی فی الفور شروع کر دیجائے لیکن اکثر اصحاب کی رائے میں غنیم سے اسقدر رعایت کرنا بہی اب سخت نامناسب بلکہ مضر ہے۔ وہ ہر روز چہاپے مار کر اپنی طاقت کو مضبوط کرتے چلے جا رہے ہیں اور اُن سے خود بخود رائفلیں دے دینے کی توقع رکہنا محض ہوس خام ہے اسوقت اور پہلے بہی صرف یہی تدبیر اختیار کرنی لازم تہی اور ہے کہ یا انکو اُن کے حال پر چہوڑ دیا جائے یا اونکی قطعی بیخکنی کیجائے خواہ اس آخری تدبیر سے تتمہ ص ۳۴

ہم مذہبوں کو گورنر بنانیکی تجویز کیگئی ہی تو اوسنی فی الفور ٹرکی گورنمنٹ سے امریکن مشنوں کی خاص حفاظت کا انتظام کئی جانیکی درخواست کردی کیوں؟ اسلئے کہ اوسے اپنے ملک کے حالات سے معلوم تہا کہ کوی غالب و باحمیت قوم سخت مخالفت کی بغیر اپنے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ کے میں بیٹھی ہوئی اپنے ملکی و فوجی افسروں کا سلام قبول فرماتی ہیں۔ تو عہدہ داروں کی زرق برق کی دردیوں اور مرصع نشانوں کی مقابلہ پر حضور ممدوح کی سادہ لباس کی سادگی کا لطف اور دوبالا ہو جاتا ہی۔ اس مؤثر اور شاندار دربار کو سفرای اجنبیہ کی سوائے اور کوئی عیسائی نہیں دیکہہ سکتا۔ ارکان سلطنت اس باقاعدگی کی ساتہہ باری باری سی سلطان المعظم کی روبرو سی گذرتی ہیں جیسی جائزہ کی موقع پر پلٹنوں کی پری سلطانی ادب و احترام اس درجہ تک ملحوظ رکہا جاتا ہی کہ امریکہ کی آزاد مزاج باشندوں کو افسرونکی سلام و آداب غلامانہ انکسار کی مشابہ معلوم ہوتی ہیں اس دربار میں عثمان پاشا ایک سنہری رومال ہاتہہ میں لئے سلطان المعظم کی بائیں جانب کہڑی ہوتے ہیں۔ اور سب افسر اپنی فرمانروا کو سلام کرنے کی بعد اس رومال کو بوسہ دیتی جاتے ہیں۔

تتمہ حاشیہ بقیہ بر صفحہ سابقہ نمبر ۳۵۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۳ کے ویری مقعدہ من الجنۃ ویجار من عذاب القبر ویامن من الفزع الاکبر ویوضع علی راسہ تاج الوقار الیاقوتۃ منہا خیر من الدنیا وما فیہا ویزوج اثنین وسبعین زوجۃ من الحور العین وشفیع فی سبعین من اقربائہ کہ شہید کی لئی چند خصوصیتیں ہیں (اول) اوسکی سب گناہ بخشی جاتی ہیں اور بہشت میں اپنی جگہہ دیکہہ لیتا ہے (دوم) عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے (سوم) دغدغہ قیامت سے آزاد ہو جاتا ہی (چہارم) تاج وقار اسکو عطا ہوتا ہے جسکا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بیش قیمت ہی (۵) بہتر حوریں اسکو ملینگی (۶) اسکے ستر اقارب اسکی شفاعت پر بخشی جائینگے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ کہ جو شخص جہاد کی رستہ میں مرجائے یا گہوڑی سے گر کر راہی عدم ہو یا کوئی موذی جانور اسے کاٹ کہائے۔ تو ان سب صورتوں میں اسے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ اور مستحق جنت الفردوس ہوگا جو لوگ جہاد کرکی صحیح سلامت واپس آئیں انکی لئے بھی وہی درجہ مقرر ہی۔ تتمہ بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے اپنے اقتدار اور عزت کو قائم رکھنی کی سواء اور کوئی مادی فائدہ نہ پہنچیگا بلکہ ہم ایک ایسی قوم کو معدوم کردینگی جو ان فسادوں سی پہلے ہمکو قابل اور معتبر سپاہی بہم پہنچاتی رہی ہی اور آیندہ بہی پہنچا سکتی ہی۔ بہرحال موجودہ مخلوط اور دورخی پالیسی کو چہوڑ کر یا تلوار کو مستحکم پکڑ کر دوسری ہاتہہ کو جس میں طمع اور لالچ دلانیکے لئے اشرفیاں پکڑی ہوی ہیں نیچا کر لینا چاہئی یا تلوار کو نیام میں کرکی انکو محض لطف اور مدارا سے سیدہی رستہ پر لایا جاوی ۲۹ جنوری کی معرکہ میں بہی غنیم کو تیس رائفلیں اور کارتوسونکی کچہہ مقدار غنیمت میں ملی۔ اور جب تک اس نیمی درون اور نیمی برون حکمت عملی کو نہ چہوڑا جائیگا انکا پلڑا برابر اسیطرح بہاری ہوتا جائیگا مہم تیراہ کی فوج میں یعنی جو علی مسجد ممنائی جمرود دوبارا اور انکی ملحقہ علاقوں میں مقیم ہی۔ ۲۹ جنوری کو کل مدارج کی ۱۸۳۰۰ آدمی تہی جن میں سی ۵۰۰ بیمار تھی۔

اس تعداد میں سے ۶۹۰۰ گورہ ۱۱ ہزار دیسی اور ۳۶۰ کل درجوں کی انگریز افسر تھی۔ پشاور چہاونی کی فوج اس سے علیحدہ تھی نمبر ۳۵

کم پایہ اور مغلوب قوم کی کبھی ماتحتی گوارا نہیں کریگی صوبجات متحدہ کی سول وار (خانہ جنگی)[1] کے بعد جنوبی ریاستوں کی سفید فام باشندوں نے علانیہ مزاحمت چھوڑ کر حبشیوں کو قتل و پامال کرنیکے لیے جنہیں مساوی پولیٹکل حقوق ملگئے تھے

[1] واشنگٹن گورنمنٹ نے ۱۸۶۱ء میں قانون نافذ کیا کہ کل قلمرو میں حبشی غلاموں کو آزاد کرکے سفید رنگ آبادی کے مساوی حقوق عطاء کردئے جائیں جنوبی ریاستوں نے اسے منظور نہ کیا۔ ملک دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہوگئی۔ آخر جنوبی ریاستیں ۱۸۶۵ء میں بالکل مغلوب ہوگئیں۔ اور وہاں بھی متذکرہ صدر قانون نافذ ہوگیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴ کے مہمانوں کی مدارات اور خاطر تواضع کرنیمیں یورپ کا کوئی بادشاہ سلطان المعظم پر فوقیت نہیں رکھتا۔ اور کلام کی خوشگوئی میں شاید ہی کوئی اونکی برابری کرسکتا ہے سفراء دول سے ملاقات کرتے وقت مصنوعی رعب اور وقار کا جس سے کہ دوسرے کے دلمیں حجاب اور بے اعتباری سے پیدا ہوجاتی ہے اونمیں نام و نشان نہیں پایا جاتا اور نہ یہ بات ہوتی ہے کہ واقعی رعب بھی موجود نہو کہ جس سے خواہ مخواہ بے تکلفی کی جرأت ہوسکے۔ جب میں نے اول مرتبہ محلسرا میں کھانا کھایا تو سلطان المعظم میز کے صدر پر رونق افروز تھے میں انکی بائیں طرف اور میری بیوی دائیں جانب تھی عثمان پاشا اسمعیل پاشا سابق خدیو مصر صدر اعظم وزراء سلطنت مدعو تھے حضور ممدوح بھی تناول طعام

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴ کے استقلال میدان جنگ میں کے قال اللہ تعالی جل شانہ {یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۝}

اے ایمان والو جب پھرو تم کسی فوج سے تو ثابت رہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو شاید تم مراد پاؤ۔ اور مانو حکم اللہ کا اور اوسکے رسول کا۔ اور آپس میں نہ جھگڑو پھر نامراد ہوجاؤگے۔ اور جاتی رہیگی تمہاری ہوا۔ اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنیوالونکے

یایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ۝ ومن یولھم یومئذ دبرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴) ہے اسمیں تاریخ مذکورہ بالا کو ۶۷۵۰ آدمی تھے پس پشاور سے لنڈی کوتل تک ہماری ۲۵ ہزار فوج مقیم ہے۔ اور پھر بھی دشمن کے مویشی تک نہیں پکڑے جاسکتے جن سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح زرگر سونیکو صاف کرنیکے لئے آگ میں ڈالتا ہے اسیطرح اللہ میاں ہماری کامل اصلاح کے لئے ہمکو پے در پے یہ خفتیں دلوا رہے ہیں۔

سر ولیم لوکھارٹ غالباً پرسوں (۹ فروری ۹۸ء) کلکتہ سے پشاور پہنچ جائینگے۔ اور پہنچتے ہی جرگوں کو قطعی شرائط جنکو پولیٹکل افسر تین دن تک مکمل کرلینگے سنا کر ایک خاص میعاد چند دنوں کی تعمیل کیلئے دیدینگے۔ اگر اوسکے اندر اطاعت نہ کیگئی تو ۷ مارچ کو غالباً پوری پوری فوجکشی کیجائیگی مندرجہ بالا مضمون لکھا جاچکا تھا کہ خبر آئی ہے کہ جو قیاس ہمنے اوپر ظاہر کیا تھا وہ بالکل درست ہے آفریدی اس فتح سے نہایت سرمست ہوگئے ہیں اور اکثر اہل الرائے کا خیال ہے کہ اس موقعہ پر آفریدیوں سے صلح کرلینی باعث خفت ہے اور اگر وہ اب اطاعت قبول بھی کرلیں تو اُسے ہرگز منظور نہ کیا جائے تاوقتیکہ انکو مدت العمر تک کفائت کرنیوالا سبق نہ دیا جائے ورنہ علاوہ خفت سرحد پر آیندہ ہمیشہ فساد ہوتا رہیگا

تتمہ بر صفحہ نمبر ۳۶

کو کلس خاں کے نام سے خفیہ تحریریں بنائیں۔ اور انکی ماتحتی سے پیشہ مارشی قتل و تبیغ ہوئی۔

مظالم فروشی کی علت سخت لعنت ہے

کی سچی بات یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ و عام رعایا کی تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ میں شریک ہوگی۔ کہانیکی نفاست اور عمدگی۔ کمرہ کی آرائش و بیجا و بیمنیر کر سامان اور برتنوں کی بیش قیمتی اور دلفریبی۔ اور شراب کی عمدگی جو صرف عیسائی مہمانوں کو دیجاتی ہے حد توصیف سے باہر تھی ہر ایک باشا اپنے رتبہ کا نشان پہنے ہوئے اور صیغ تمغے اور ستارے لگائے ہوئے تھا۔ صرف میر اور سلطان اعظم کا لباس سادہ تھا مجلس سے کے دروازہ پر مسلح آدمیوں کا کوئی پہرہ نہ تھا صرف شاہی گارڈ کا ایک دستہ موجود تھا کیونکہ ہر ایک اجنبی سفیر کی ورود پر اسکی سلامی کے لئے ہمیشہ کچھ فوجی دستہ منگوالیا جاتا ہے۔ بعد ازاں میں جب کبھی مدعو ہو کر محل کو گیا ہمیشہ اوسکی چاکیداری کے اندر کوئی سپاہی نہ دیکھا"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ اے ایمانوالو جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں تو مت دو اونکو پیٹھ۔ اور جو کوئی اونکو پیٹھ دے اوس دن مگر یہ کہ ہٹ کر نا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں تو وہ لے پھر غضب اللہ کا اور اوسکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور کیا بری جگہ ہے جا پھیرا۔

فرض اطاعت کے سلامی دنیا کو نظم و نسق کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان اوسکے اس فرمان کی تعمیل کریں

اَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ کی اطاعت کرو اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور حاکم کی خواہ اُنکا مذہب کچھ ہی ہو۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہے کہ اِسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ کے سنو اور مانو اگر چہ عامل کیا جاوے تم پر غلام حبشی جسکا کہ سر منقی کا سا ہو۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر تم میں کسی کو کوئی تکلیف بادشاہ کی ماتحتی سے پہونچے تو اسے صبر کرنا چاہیئے۔ اور اطاعت چھوڑنی نہیں چاہیئے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم بادشاہ دنیا میں خدا کا سایہ ہے جس شخص کو کوئی اذیت پہونچے وہ اوسکی پناہ میں جائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ جو اپنے بادشاہ کی ہتک کرتا ہے اوپر خدا کا غضب نازل ہوگا۔ اور جو اوسکی عزت کرتا ہے اوپر خدا کی رحمت نازل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ شاملوں میں یہ افواہ عام مشہور ہو رہی ہے کہ "سرحد پر لڑائی لگنا بہت شروع ہو گئی ہے۔ ذکا خیلوں نے سرکار کو الٹی میٹم (قطعی آخری نوٹس) بھیجا ہے کہ ہم کو اپنی شرائط کی منظوری کے لیئے ایک ہفتہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اس عرصہ میں اگر یہ جگڑا ہمسے تصفیہ کرلو۔ وہ شرائط یہ ہیں سرکار ایک کروڑ روپیہ نقد کوہی تو بچانہ کی مکمل چھ بارنیاں دس ہزار رائفلیں اور تعداد کی حساب حال کا روس امدگوار بار ہمارے حوالہ کرے۔ وریاء سندھ سے پرے اپنی حد قایم کرے۔ اور اپنی نیک چلنی اور عدم مداخلت کی ضمانت میں بارہ پلٹن فوج ہمارے حوالہ کرے"

ظاہر ہے کہ یہ افواہ غالباً بالکل غلط ہوگی تاہم اس سے یہ پتہ مل سکتا ہے کہ جب سرحد پر ذکا خیلوں کی شورشی کی نسبت ایسی خبر اڑا کر پھیل رہی ہے تو خود

غلطیوں کا موجب ظالم فروشی ہے جو موجودہ زمانہ کی حق میں فی الواقع ایک سخت لعنت ہے۔ ظالم فروشی جو خفیف سی خفیف مظالم کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرنے اور اونکو کمینوں کیطرح ذاتی حرص وطمع کو پورا کرنے یا فریقانہ بغض وعناد کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے ہوگی۔ ایک ظالم بادشاہ طوائف الملوکی سے بدرجہا بہتر ہے۔

بادشاہ کی ضرورت دوسرا اصل اس مضمون پر مشتمل ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے لئے کوئی بادشاہ منتخب کرے جو اوس کے دین کا محافظ ہو سکے۔ بادشاہ میں تین قابلیتوں کا ہونا ضروری ہے (اوّل) مسلمان ہو (دوم) عاقل اور بالغ ہو۔ (سوم) اپنے احکام کی تعمیل کرانے پر قادر ہو۔ بادشاہ کیلئے تین فرض واجبات سے ہیں مرتدوں۔ دہریوں۔ بدعتیوں کا قلع قمع۔ باغیوں سرکشوں۔ ڈاکوؤں کی بیخکنی کرسکے۔ اور معاملات سلطنت میں دیگر سلطنتوں کے ساتھ راہ ورسم پیدا کرسکے رعایا کی تعلیم وتربیت میں ساعی ہو۔ اون کے ساتھ سخاوت فیاضی اور عالی حوصلگی سے پیش آئے اور انکی پاسبانی کرسکے رعایا کے فرایض یہ ہیں اپنے بادشاہ کی تابعداری کرے اون کو نائب السلطنت کی اطاعت کرنی چاہیئے جب ایک فرقہ اوسے اپنا سردار مان لیں تو خواہ نہیں سب قابلیتیں پورے طور پر نہ بھی ہوں اوسکے مطیع ومنقاد رہیں۔ اوسکی ظاہری وضع اور لباس پر تمسخر نہ کریں۔ اوس سے گفتگو کرتے وقت پاس ادب کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اوسے محبت کی نگاہ سے دیکھیں ہمیشہ اوسکی تعریف کریں اور اوسکے احکام کی تعمیل کریں۔ اور بوقت ضرورت اوسکی امداد سے دریغ نہ کریں۔ اور جو مشورہ اوس کو دیں نیک نیتی سے دیں جمعہ کی شب ۸ ذیقعدہ کی آخر شب کو امیر صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑی قالین بچھی ہوئی ہے جسپر گل کبوٹے کا بہت کام کیا ہوا ہے مگر جسکی بناوٹ ناہموار طور پر تھی اور اوسکے پاس ہی نو اور قالین بھی بچھی ہوئی ہیں جو نہایت نفاست اور سلیقہ کے ساتھ تیار کیگئی تھیں۔ اتنے میں محمود خاں حاضر ہوا۔ اور اگر عرض کی کہ یہہ جاجم ہے تو امیر صاحب نے خواب میں ہی فرمایا کہ جاجم بے معنی لفظ ہے یہہ جاجم نہیں بلکہ جائے جمع ہے امیر صاحب اس خواب کی یوں تعبیر فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے افغانستان پر دن بدن بہتیں حکمران ہیں گی۔

سرحدی فساد کا اصل محرک کون ہو سکتا ہے؟ تمام شمال مغربی سرحد پر آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے اچانک فساد برپا ہو جانا سخت حیرت میں ڈال رہا ہے۔ اور یہہ ایسا اہم معاملہ ہے کہ گورنمنٹ کو اوسکی تہ تک پہنچنا نہایت ضروری ہے اینگلو انڈین اور چند دیسی اخبارات اسکی مختلف وجوہات بتا رہے ہیں بعض کا خیال ہے کہ سرحدی لوگ بالکل افسروں کی جبر وتعدی یا نامناسب برتاؤ سے ناراض ہو گئے ہیں بعض اوسکو سرحدیوں کے مذہبی تعصب اور طبعاً آزادی پسند کا لازمی نتیجہ قرار دیتے ہیں سول اینڈ ملٹری گزٹ امیر صاحب کو افساد کا محرک نہیں تو کم از کم اوسکا ممد ومعاون سمجھتا ہے اور اس امر کا اوسکو ایسا یقین ہے کہ گورنمنٹ کو امیر صاحب سے چند ایسے مطالبے کرنے کی اصلاح دیتا ہے جنکی صورت میں بھی جنگ کرا دینے میں خطا نہیں کرسکتے۔ ملک کے اندرونی حالات معلوم ہونیکے متعلق سرکاری حکام کا دعویٰ غلط ہو یا درست ہمیں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ خارجیہ معاملات میں جو علم اور واقفیت گورنمنٹ اور اسکے عمال کو حاصل ہے اُسکا عشر عشیر بھی کسی اخبار فرد یا غیر سرکاری جماعت کو حاصل نہیں ہو سکتا پس اسبارہ میں گورنمنٹ کو اس بنا پر کوئی مشورہ دینا کہ اخبار کو اوس نئی معلومات

نکا لینے کا کام لینے کا دوسرا نام ہی۔ لاریب موجودہ زمانہ کی پولیٹکل تدابیر اور وسائل میں سی بدترین تدبیر ہی۔ وہ لوگوں میں ادراک و فہم کی حس بالکل باقی نہیں چہوڑتی۔ اسکے ذریعہ انگلستان کی باشندوں کی طبعی ہمدردی اور نرم دلی سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے حاصل ہیں صریح نادانی ہی۔ اور اسی غلطی کی ہماری بعض سربرآوردہ اینگلو انڈین ہمعصر مرتکب ہو رہی ہیں۔ جنہیں مذہبی تعصب اور مشتعل مزاجی نی اس معاملہ پر اطمینان کی ساتہہ غور کرنیکی قابل ہی نہیں رہنے دیا۔ ان تمام اخبارات میں سی البتہ کلکتہ کی اخبار انگلشمین نے اپنی ساری عمر میں اب پہلی مرتبہ بہت کچہہ درست رائی ظاہر کی ہی جسپر اوسکا دوسرا اینگلو انڈین ہمعصر سول اُسے بڑہیا عورتوں کی طرح ڈرپوک اور بزدل ہونیکا ملزم ٹہراتا ہے۔ لیکن اگر سول یہہ الزام لگانے سے پہلے یورپ اور خاصکر روس کے اخبارات کو مطالعہ کر لیتا تو اوسی انگلشمین کا روس کیطرف سی اندیشہ ظاہر کرنا ایسا بعید از قیاس نہ معلوم ہوتا سول اور اوسکی ہم رائے دوسرے اخبارات کو جو سارا الزام امیر کابل پر عاید کر رہی ہیں اپنی غلطی اور انگریزی قبضہ ہندوستان کا اصل مخالف معلوم کرنیکی لئے روس کی نیم سرکاری اخبار نوو ریمیا کا وہ مضمون ملاحظہ کرنا چاہئے جو واقعہ میزار سے بعد اور مالاکنڈ وغیرہ کی فسادوں سی پیشتر جولائی کی وسط میں شائع ہوا تہا۔ ناظرین کو غالبا یہہ تو معلوم ہوگا کہ روس میں اخبارات کو آزادی حاصل نہیں ہی۔ اُنکی ایک ایک سطر شائع ہونے سے پہلی سرکاری محتسب معائنہ کر لیتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونمیں کوئی ایسا مضمون نہیں چہپ سکتا جو روسی گورنمنٹ کے خلاف منشاء ہو علاوہ بریں نیم سرکاری اخبارات سی تو کسی ملک میں بہی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو اوسکی خلاف مرضی کسی پالیسی کی اختیار کرنیکا مشورہ دیں ان میں اوسی پالیسی پر زور دیا جاتا ہے جو اونکی گورنمنٹ نی اختیار کر رکہی ہو یا عنقریب اختیار کرنیوالی ہو مضمون محولہ بالا میں گو روسی اخبار بہی امیر کابل کو انگریزونکا جانی دشمن قرار دی رہا ہے مگر یہہ سمجہہ رکہنا چاہئے کہ صرف اوسکی اپنی خواہش ہی امیر صاحب کو اس رنگ میں اوسکی آنکہوں کی سامنی دکہا رہی ہی ہمکو اسکی تردید کرنے یا اوسپر نوٹس لینے کی کوئی احتیاج نہیں ہمارا مدعا مضمون مذکور کے فقط اوس حصہ سی ہے جس میں وہ انگلستان اور ہندوستان کی نسبت روسیوں کی نیک ارادوں کو ظاہر کر رہا ہی اس مضمون کی ساتہہ اگر ناظرین روسی و انگریزی حدود کی التصاق کو (جو ہفتہ گذشتہ اور اس ہفتہ کی نقشوں میں واضح کر دیگئی ہیں۔ اور جو چترال کیطرف صرف ایک دوسری سے پندرہ بیس میل کی فاصلہ پر ہیں) اور نیز ایک طرف پامیر تک اور دوسری طرف کوشک* تک بسرعت تمام روسی ریلوی کی تیاری کو مدنظر رکہہ لینگی تو اونکو فی الفور معلوم ہو جائیگا کہ انگلشمین کی رائے کس قدر باوقعت ہی سرحدی فسادوں کا اصل محرک کون ہی۔ اور گورنمنٹ کو امیر صاحب سی بگاڑ کر لینے کی مشورے دینا ملک و قوم کیلئے کس قدر خطرناک ہی۔

نوو ریمیا کی مضمون کا خلاصہ جسکا عنوان "افغانوں اور انگریزوں میں لڑائی" حسب ذیل ہے:— اس کے قابل غور فقروں پر خط کہینچدیا گیا ہے "افغان فرمانروا نی انگریزی متابعت کی جوئے کو ناقابل برداشت پاکر جس طرح بن پڑے کامل آزاد ہو جانیکا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ خواہ اس کوشش میں اسی کیسا ہی نقصان اوٹہانا پڑے۔ کابل کی

* سنہ ۱۸۹۹ء کے شروع سے اس مقام تک جو ہرات سے صرف چالیس میل ہی۔ روسی ریلوی جاری ہو گئی ہے۔ مؤلف

انگلستان کو خارجیہ اعدا کی اعتصاب کو تقویت پہنچانے اور داخلی پولیٹکل منگوں کو پورا کرنے کا کمال عیاری سے کام لیا گیا ہے" ۱۸۷۶ء میں روسی گماشتوں نے مظالم بلگیریا کے من گھڑت افسانے مشتہر کرکے جو کام نکالا تھا۔ وہ اب

بقیہ حاشیہ گذشتہ کے اکسال میں چند گذشتہ ہفتوں سے شب و روز وہ نئے سکے بڑی سرگرمی کے ساتھ مسکوک کئے جا رہے ہیں جو انگریزوں کے برخلاف جہاد کرنے پر خرچ کئے جانیکے لئے خاص طور پر مضروب کئے گئے ہیں غالباً ہمیں عنقریب ہندوستان کا دوسرا غدر دیکھنا پڑیگا جس میں مسلمان آبادی سب سے آگے بڑھکر حصہ لیگی۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی اس عنقریب وقوع میں آنیوالی جانبازانہ کوشش کی ابتدا امیر عبدالرحمن کیطرف سے ہوگی۔ اوسکے لئے ناممکن ہے کہ وہ ایسی اہم تحریک اور کارروائی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھا دیکھتا رہے۔ اگر اس آنیوالی محرکہ میں انگلستان کامیاب ہوگیا۔ اور اسنے (جیساکہ وہ قدرتی طور پر کریگا) کل موجودہ افغان ممالک کو ملحق کر لیا تو روس اپنے وسط ایشیائی مقبوضات کو سمندر تک بڑھا لیجانے کے امکان سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جائیگا۔ انگلستان ہمارے اعداء کو اسلحہ اور روپیہ سے مدد دیکر کئی دفعہ اپنے تئیں ہمارا دشمن ثابت کر چکا ہے مگر ہم نے اوسکو کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا۔ اب ہمارے لئے بھی ایسا کرنیکا وقت آگیا ہے۔ ہمکو کون مانع ہے کہ ہم امیر کو کامل امداد دیکر اوس سے اپنی دوستی کا اظہار نہ کریں۔ ایسا کرنا ہمارا صریح فرض اور ہماری عین پالیسی ہے۔ ۱۸۷۹ء میں جبکہ ابھی وسط ایشیا میں ہماری حالات و اغراض اب جیسی مضبوط اور مجتمع نہیں ہوئی تھیں جنرل وان کاف مین امیر یعقوب خاں سے جو ہر وقت ہمارا ساتھ دینے کو تیار رہتا۔ برابر خط و کتابت کرتا رہتا۔ مگر ہوقت بدقسمتی سے کابل میں انگریزی سفارت (میجر کوگناری کی طرف اشارہ ہے) موجود تھی جو ریاست کے اندرونی معاملات کی نگران ہوتی تھی۔ اور جو آخر کار نئے امیر عبدالرحمن کے توسط سے ملک کو اپنی نگرانی میں لینیمیں کامیاب ہوگئی اور جہانتک اس زمانہ کا تعلق ہے روس نے اپنے ہاتھ سے کل موقع کھو دیئے لیکن اگر اب بھی عبدالرحمن کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ اوسکی انگریزوں کے ساتھ لڑائی ہونیکی صورت میں روس بالکل الگ تھلگ رہیگا تو وہ شمالی صوبوں سے اپنی تمام فوجوں کو واپس بلا کر مجتمعہ جمعیت میں اپنے دشمن کے برخلاف دھاوا کریگا اپنی فوجوں کی دوستی و آشتی کے لئے امیر کی کابل میں کافی سے زیادہ سامان ہے جسے خود اپنے دارالخلافہ میں اسنے انگریز صناعوں کی زیر نگرانی تیار کرایا ہے"

ترکی معاملات اور سرحدی ہنگاموں پر

اہالی یورپ کی خیالات

جس طرح ہندوستان میں سرحدی فسادوں کو یکلخت مشتعل ہو جانے سے تمام (دارالحکومت ہند شملہ سے تار)

اہالی ملک کی توجہ ممالک غیر کی طرف سے ہٹکر خاص ملکی معاملات اور سرحدی فسادوں کی طرف منعطف ہوگئی ہے اسیطرح یورپ والوں کی نگاہیں بھی جنہوں نے دنیا کو ہر ایک معاملہ میں دست اندازی کرنا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے ہر طرف ہوگئی ہیں ہر ایک ملک الگ الگ علیحدہ علیحدہ اپنی خیالی پلاؤ پکا رہے ہیں۔ اور اس طوفان بدتمیزی کی موجبات و اسباب کے متعلق طرح طرح کی من گھڑت روایتیں مشہور کر رہے ہیں اُن کے خیال میں ان فسادوں کی تہ میں سلطان المعظم کا ہی ضرور ہاتھ ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا بے سر و پا اور بے بنیاد اتہام ہے جسکی تردید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں دیتی۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی خیال کر سکتا ہے کہ اگر حضرت ممدوح کسی ایسی کارروائی کی ضرورت دیکھتے تو سب سے پہلے ایسے ممالک میں کیجاتی جہاں

کسی سے مخفی نہیں رہگیا۔ اوس مظالم فروشی کی قربانگاہ پر پانچ لاکھ روسی و ترکی جانباز سپاہی اور جزیرہ بلقان کے دس لاکھ سے زیادہ معصوم و بیگناہ مسلمان باشندے بھینٹ چڑھے۔ اور قسطنطنیہ اور آبنائوں کے سواء کل یورپین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے اوسکی تکمیل میں انکو چنداں مشکل پیش نہ آتی۔ ہاں اس امر کا سب کو افسوس ہے کہ ان دونوں سلطنتوں میں جو کسی زمانہ میں یکجان و دو قالب سمجھی جاتی تھیں ایسی کشیدگی ہی کیوں پیدا ہوئی کہ اغیار کو اس قسم کی تہمتیں تراشنے کا موقعہ ملگیا۔ سرحدی تنازعات کے ساتھ ہی گفتگوی مصالحت کے طول کھینچتے چلے جانے سے جس کا الزام بھی لارڈ سالسبری کے ذمہ لگایا جاتا ہے یورپ کے اہل الرائے اصحاب کو خیالی گھوڑے دوڑانے کے لئے اور زیادہ وسیع میدان ملگیا ہے جیسا کہ ایک اینگلو انڈین اخبار کے ولائیتی نامہ نگار کی تازہ ترین مراسلت سے جو ذیل میں درج ہے بخوبی واضح ہو رہا ہے۔ یہ نامہ نگار ۲۰۔ اگست ۱۸۹۷ء کو لندن سے تحریر کرتا ہے۔

انڈین گورنمنٹ کی قابل تعریف مستعدی۔ طریقہ اجتماع فوجکی کامل درستی اور ہماری ہندوستانی فوجکی شاندار جنگی اوصاف کی طفیل جو کچھ ہندوستان میں واقع ہونیکا احتمال ہے اوسکے متعلق گذشتہ چوبیس گھنٹوں کی نسبت آج پبلک کے فیلنگ اور جوش میں زیادہ طمانیت اور سکون پایا جاتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسپر سب متفق الرائے ہیں۔ کہ ہندوستان اور یورپ دونوں جگہہ انگلستان کے لئے پولیٹکل منظر اور آثار کچھ کم اہم اور نازک نہیں مسئلہ روم و یونان سے جیسا کہ ابتدا ہی سے اکثر کو اندیشہ تھا گذشتہ مشکلات کی نسبت زیادہ دقتیں پیدا ہونیکا سخت احتمال ہو رہا ہے۔ اور یہ دقتیں ایسی ہونگی جنمیں سب سے بڑا ہمارا تعلق ہوگا۔ یہ مسئلہ ہمارے اقتدار ہند اور سرحد افغانستان کی جنگ سے مخلوط ہوا جا رہا ہے اس سے یورپین اتحاد کی شکست اور براعظمی طاقتوں کی انگلستان کے برخلاف متحد ہونیکے قرائن ظاہر ہو رہے ہیں ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کی عام بدامنی میں دربار قسطنطنیہ کی سازش ہونیکا کوئی بدیہی اور کافی ثبوت موجود نہیں۔ مگر براعظم یورپ میں ہر جگہہ یہی خیال ہے کہ دراصل ایسی سازش موجود ہے۔ وائینا۔ برلن۔ پیرس سے یہی خبر آرہی ہے کہ سلطان المعظم نے انگلستان سے اوسکی سابق مخالفانہ رویہ کا بدلہ لینے کے لئے افغانستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بغاوت پر انگیختہ کیا ہے۔ اور کہ نواب وزیر ہند کے دفتر کو اس معاملہ کی عرصہ سے خبر ہے۔ لارڈ رابرٹس کو یقین ہے کہ وادی ٹوچی۔ سرحد سوات اور علاقہ مہمند کی حدود کی فسادوں میں امیر عبدالرحمن ضرور شریک ہیں (اس امر کی تردید ہم کئی دفعہ پہلے کر چکے ہیں۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ اب گورنمنٹ ہند اور اینگلو انڈین اخبارات کو بھی امیر صاحب کی کامل وفاداری اور مطلق بے لوثی کا پورا یقین ہو گیا ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ جب اس معاملہ میں لارڈ رابرٹس ایسے واقف کار کی رائے درست نہیں نکلی تو اعلیحضرت امیر المؤمنین کی سازش کے متعلق دیگر یورپین ممالک کے باشندوں کا بیہودہ ہذیان جنکو اصل حالات اور واقعات معلوم کرنیکے درست مواقع کبھی نصیب نہیں ہو سکتے کسقدر فضول اور بے بنیاد ہے۔ وکیل) براعظم (یعنے یورپ) میں لوگوں کا بیان ہے کہ دربار کابل کٹپتلی کی مثال ہے۔ اور جو ڈوریاں اوسے ہلا رہی ہیں وہ قسطنطنیہ میں کھینچی جاتی ہیں

ترکی پر روس کا قبضہ ہوگیا۔ تازہ وجدید مظالم فروشی نے ترکی کو انگلستان سے منحرف و برگشتہ خاطر کردیا۔ ہزاروں ارمنوں کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ اور ترکی و یونان میں جنگ کرادیا جسمیں ہزاروں جانیں برباد ہوئیں اور کروڑوں روپیہ پر پانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جرمن اخبار واسی شی زی ٹنگ اس امر کو مدلل پیرایہ سے ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ایک معمولی ملا جب تک وہ یہ نجانتا ہو کہ اوسکا کوئی پشت پناہ موجود ہے جہاد کا اعلان نہیں کرسکتا (بیچارہ جرمن سرحدی ملاؤں کی اقتدار کو کیا جانے۔ وکیل) اور جبتک یہہ صورت نہو نارضامند قبائل جو کئی سو میل لمبے ملک میں بکھرے ہوئے ہوں کبھی مجتمع اور اوسکے زیر فرمان نہیں ہوسکتے۔ اس معاملہ میں ایک چالباز ہاتھ یعنی غلام حیدر خاں کی سازش موجود ہے۔ اوس سے بعد امیر افغانستان اور بعد ازاں خلیفۃ المسلمین اسلام بول سے اونکی حمایت کررہے ہیں"

ہمارے برعظمی نکتہ چینوں کی اس فرخرافات میں ایک اطمینان بخش امر بھی پایا جاتا ہے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ خواہ کیسی سخت سے سخت مشکل ہمکو درپیش آئے اوسکا مقابلہ کرنیکے لئے ہم مسلمہ طور پر پوری قابلیت رکھتے ہیں اور انگریزی افواج کے آخرکار فتح یاب ہونیمیں کسیکو شک نہیں بلکہ برلن کے فوجی اشخاص میں یہ عام خیال ہے کہ سرحد پر یا افغانستان میں جنگ عظیم کا ہونا انگریزی قبضہ ہند کے لئے اسبارہ میں نہائت مفید ہوگا۔ کہ ہمارا اخلاقی اقتدار اور رعب بڑھجائیگا۔ لیکن اسکے ساتھ بھی وہ یہہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر موجودہ مشکلات اس حد تک بڑھ جائیں کہ امیر سے بھی لڑائی ہوجائے تو اوسکا نتیجہ ایک سخت جانگداز لڑائی ہوگی۔ کیونکہ افغانی فوج نے پچھلے چند برسوں میں بہت بڑی ترقی کرلی ہے۔ وائینا میں کہا جاتا ہے کہ امیر صاحب کی فوج گذشتہ چند برسوں سے بخوبی مسلح ہے۔ اور یہ ہتھیار زیادہ تر ایک روسی کمپنی نے بہم پہنچائے ہیں۔ آسٹریا کے چند سیاح جو افغانستان سے تازہ تازہ سیاحت کرکے آئے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ نہ صرف روسی بلکہ جرمن افسروں نے بھی امیر عبدالرحمن کی ملازمت اختیار کی ہے اسبارہ میں برعظم والوں کی رائے مختلف ہے۔ کہ آیا ان مشکلات میں جو ہندوستان کی گورنمنٹ کو اسطرح اچانک درپیش آگئی ہیں روس کی بھی سازش ہے یا نہیں؟ باخبر لوگوں کو یقین ہے کہ وہ انمیں شریک نہیں لیکن اسپر سب متفق ہیں کہ اگر صورت حال زیادہ نازک ہوگئی۔ یا روس کو بھی انگلستان کی نسبت وہی شبہہ ہوگیا جو اکثر برعظمی اخبارات ظاہر کررہے ہیں۔ کہ وہ ایشیائی معاملات سے توجہہ کو ہٹانیکے لئے ترکی و یونان کی صلح کے معاملہ کو طول دینے سے یورپ میں مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کررہا ہے تو پھر روس کی علیحدگی اور کنارہ کشی بھی جاتی رہیگی۔

انگریزی اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار پیرس (دارالخلافہ فرانس) سے لکھتا ہے کہ "فرانسیسی دارالخلافہ میں یہ امر میرے دل پر نقش ہوگیا ہے کہ چند برسوں سے اسلامی دنیا میں زیادہ تر سلطان روم کی تحریک سے جو انگلستان کی مستعد و سرگرم مداخلت سے جو وہ سلطان کی مظلوم رعایا کی حمایت کے لئے کررہا ہے سخت برافروختہ ہورہے ہیں معہذا ہلچل پیدا ہوگئی ہے مسلمانوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ انگلستان اونکا سخت دشمن ہے اور اسطرح سے ایک قسم کے جہاد کی منادی کردی گئی ہے" نامہ نگار مذکور کا خیال ہے کہ اگر انگلستان مسلمانوں کو یہہ امر ذہن نشین کرادیتا کہ اوسے صرف عیسائی رعایا ہی سے نہیں

پہر کیا سو وہ تو ابھی کچھ اور بھی کر دکہاتی مگر محض خداوند کریم کی خاص نظر عنائیت اور جرمن قیصر کی عقلمندی نے ہمیں سلطنت عثمانیہ کو خونریز انقراض کے حادثہ مشئومہ اور اوسکی لازمی خطرات و نقصانات بے اندازہ سے جو ہماری مشرقی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بلکہ خلیفۃ المسلمین کی کل مظلوم رعایا سے ہمدردی ہے۔ اور وہ یہہ امر مبرہن اور واضح کر دیتا کہ میری خواہش فقط یہی ہے کہ کل قلمرو سلطانی میں مفید اور کارآمد اصلاحات کو مروج کراؤں تو اسحالت میں صورت معاملہ موجودہ حالت سے بہت مختلف ہوتی اوسنے ایسا نہیں کیا۔ اسلئے گو بیشمار ترک (بیشمار ترکوں سے نامہ نگار غالباً اون دس پندرہ نمکحرام ترکی نوجوانوں سے مراد لے رہے ہیں جو آزاد ترکی جماعت کے نام سے موسوم ہیں) سلطان کی ظالمانہ حکومت سے آہ و فغاں کر رہے ہیں مگر وہ امداد و اعانت کے لئے انگلستان سے استدعا کرنیکا خیال تک بہی نہیں کرتے۔ امیر صاحب کے دعاوی رفاقت اور اظہارات محبت و صداقت پر بہت کم اعتبار کیا جاتا ہے بعض کو شبہہ ہے کہ موجودہ فساد ایسی سازش کا نتیجہ ہے جو نہائیت سوچ سمجھکر تجویز کیگئی تہی۔ مگر چونکہ قبل از وقت کارروائی کر دینے سے کم از کم سردست وہ کہیل کسی قدر بگڑ گئی ہے۔ اس لئے امیر صاحب اپنی تدابیر کی تکمیل کیلئے مناسب وقت اور مہلت حاصل کرنیکے لئے دوستی کا یقین دلا رہے ہیں۔

انگریزی اخبار اسٹنڈرڈ نامہ نگار قسطنطنیہ سے ایک ترک کی گفتگو تحریر کرتا ہے۔ نامہ نگار اوسکے خیالات کے متعلق لکہتا ہے کہ اگر اوس عام ناراضگی کو مدنظر رکہا جائے جو انگلستان کے فعل و عمل سے عثمانیوں میں پہیلی ہوئی ہے تو وہ بہت ہی معتدل ہیں تاہم یہ ترک فقط انگلستان ہی سے نہیں بلکہ کل اتحاد یورپ سے آزردہ ہے جسکی نسبت اوس ترک کا (جو اپنی گفتگو سے اگر وہ درست ہے تو سخت پاجی اور کورنمک ظاہر ہوتا ہے) (وکیل) خیال ہے کہ "یہہ اتحاد گو بظاہر عثمانیہ سلطنت کے قیام و سلامتی کا مدعی ہے مگر دراصل (نقل کفر کفر نباشد) عبدالحمید کی جہنمی حکومت کے استقلال اور قیام میں سرگرم ہے۔ اور اسوقت تو یہ اتحاد ایسا نکمہ ہو گیا ہے کہ وہ اپنے وجود کو قائم رکہہ سکنے سے زیادہ کوئی کارروائی نہیں کر سکتا گفتگو سے مصالحت اپنے اصل مقصد سے گرتی گرتی اب ایک قابل شرم باہمی مخاصمت کی حیثیت میں آ گئی ہے جسمیں طاقتیں ترکی اور یونان کے امور متنازعہ سے بالکل غیر متعلق امور یعنی اپنی اپنی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے دست بگریباں ہو رہی ہیں جرمنی کا دعوی دوستی محض اس امر کا بہانہ ہے کہ ترکی فتوحات سے ترکوں کی جائز اور منصفانہ مطالبات کو نقصان پہونچا کر یونان کے جرمن قرضخواہوں کا فائدہ نکالا جاوے۔ ادہر انگلستان عثمانیوں کو علانیہ ارضی اور مالی فوائد سے محروم کرنے اور بلا دلیل و حجت زبردستی اونکو فتح کے ثمرات چہوڑنے پر مجبور کرنیکی کوشش کر رہا ہے"

ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار برلن (جرمنی کا دارالخلافہ) سے ایک نامور جرمن کی رائے تحریر کرتا ہے۔ یہہ جرمن امیر صاحب کی غداری کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتا کہ انہیں انگلستان سے بگڑنے کی کیا ضرورت تھی مگر بیان کرتا ہے کہ برلن میں یہہ بات دو برسوں سے معلوم ہے کہ بعض لوگ افغانستان اور ہندوستان میں مسلمانوں سے بغاوت کرانیکی کوشش کر رہے ہیں اور اس تحریک کے بانی مبانی سلطان روم ہیں۔ اس امر کی کافی شہادت عرصہ سے برلن میں پہونچ چکی ہے۔ اور یہہ یقینی امر ہے کہ برٹش گورنمنٹ کو بہی یہ اطلاع ضرور پہونچ گئی ہوگی کہ سلطان المعظم نے انگریزوں سے اسبات پر ناراض ہو کر کہ اونہوں نے آرمینوں کو مدد دی ہے یہہ ثابت کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ بحیثیت خلیفہ انگلستان کو نقصان

مقبوضات کو پہونچتے اور اونکی تلافی ناممکن تھی بچالیا۔ زمانہ حال کا انگریزی مظالم فروش درحقیقت بنی نوع انسان کا دشمن اعظم اور اس مدعا کا جسکا وہ بظاہر حامی بنا ہوا ہو نہایت ہی خطرناک دشمن اور انگریزی اغراض و مفاد کی حق میں اتنی ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے پہونچانیکی طاقت رکھتی ہیں چنانچہ وہ ایران کی وساطت سے اپنی تجاویز کو عمل میں لے آئے" جب اس جرمن سے سوال کیا گیا کہ غالباً روس بھی اس سازش میں امیر صاحب کے ساتھ شامل ہوگا تو اوسنے جواب دیا نہیں میرے خیال میں روس کی طاقت وسط ایشیا میں ایسی مضبوط نہیں ہے۔ کہ وہ ایسا کرنیکی قابل ہو۔ اگر اوسنے کبھی تمپر دانگریزوں پر ہندوستان میں حملہ کیا تو وہ تمسے ملک کو چھیننے کے لئے ہوگا نہ کہ اپنی طاقت کو بیفائدہ کوششوں میں ضائع کرنیکے لئے البتہ ہم برلن والے موجودہ شکل میں یہہ امر خطرناک پاتے ہیں کہ مسلمان اسدفعہ دوسرونکو بھی تمہارے برخلاف اپنے ساتھ ملانیکی کوشش کر رہے ہیں سابقہ مشکلات میں یہ صورت نہ تھی"

افغانی تحریک میں روس کی سردست عدم شرکت کے متعلق آسٹریا کے قصبہ پستھ کا اخبار پستھر لائڈ اور جرمن اخبار واسی شی زی ٹنگ بھی یہی رائے ظاہر کرتے ہیں مگر وہ دونوں ساتھ ہی انگلستان کو مشورہ دیتے ہیں کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ روس کو مداخلت کے لئے کوئی بہانہ یا اشتعال نہ دیا جائے تو اوسے نہایت حزم و احتیاط سے کام کرنا واجب ہے۔ جرمن اخبار لکھتا ہے کہ "اگر روس ایکدفعہ بام دنیا یعنے دشت پامیر سے دریائے سندھ کے میدانوں میں اتر آیا تو وہ پھر پیچھے پھرنیکا راستہ بھول جائیگا"

معاملات سرحد ہند کی تشویش بخش حالت کے ساتھ ہی ہمیں خبر موصول ہوئی ہے کہ اب اکیلا انگلستان ہی قسطنطنیہ کی گفتگوئے مصالحت کے تصفیہ میں مزاحم ہو رہا ہے۔ اوسکی اس کارروائی پر چاروں طرف سے کمال ناراضگی کا اظہار ہو رہا ہے حتی کہ آسٹریا جو بالعموم ہمارا دوست اور رفیق رہتا ہے اور فرانس بھی جہاں کچھ عرصہ سے ہمارے ساتھ ازدیاد محبت کے نہی تخفیف عداوت کے آثار پائے جاتے تھے اس معاملہ میں ہمسے ناراض ہو گیا ہے ہفتہ گذرا ہے کہ یہہ عام یقین ہو گیا تھا کہ اتحاد یورپ نے باتفاق یہہ منظور کر لیا ہے کہ تاوان جنگ کے وصول ہونے تک ترک تریخالہ لاریسا۔ اور دولو پر بدستور قابض رہیں۔ اور جیسے جیسے اقساط وصول ہوتی جائیں۔ اول لاریسا اور پھر دوسرے شہر یکے بعد دیگرے خالی کر دئے جائیں بعض روایات کے مطابق یہ تجویز کل سفرائے دول متعینہ قسطنطنیہ نے منظور کر لی تھی مگر جب اونہوں نے اس امر کی اطلاع اپنی اپنی گورنمنٹونکو دی تو لارڈ سالسبری نے سر فلپ کری کو مخالفت کرنیکی ہدایت کی۔ الغرض خواہ انگریزی سفیر نے اس تجویز کو پہلے مان لیا تھا یا نہیں یہ یقینی بات ہے کہ اب اکیلا انگلستان اوسکا مخالف ہے اور باقی تمام دولتیں اسکو قبول کرنے پر تیار ہیں اور اسطرح گفتگو سے مصالحت کا تصفیہ رکا پڑا ہے۔ انگلستان اوس نئی حد سے آگے جو ٹرکی اور یونان میں اب منظور ہوئی ہے اور جسکی رو سے ٹرکی کو صرف پہاڑوں کی چوٹیاں اور درے اور چند ایک غیر آباد سے دیہات دلائے گئے ہیں تھیلی کے کسی حصہ پر ٹرکی کے قابض ہونیکی اس بناء پر مخالفت کرتا ہے کہ یونان فقط چھوٹی چھوٹی سالانہ اقساط سے تاوان جنگ ادا کر سکیگا جو اس حساب سے عرصہ دراز میں بیباق ہوگا اور اس لحاظ سے تا بیباقی قبضہ دلانا مدامی قبضہ کے برابر ہوگا۔ ترکی کہتی ہے کہ جبتک پہلے ایک معقول رقم جو دس لاکھ پونڈ بتائی جاتی ہے۔ ادا نہ کیجائے مقبوضہ علاقہ سے ہم ایک پیچھے نہیں ہٹائینگے۔ اور پھر جون جون تاوان ادا ہوتا جائیگا اوسی نسبت سے ملک کو خالی کرتے جائینگے اوسکے اس دعوے کو براعظمی دول تسلیم کرتی ہیں۔ اور وہ ٹرکی کو اس امر پر مجبور کرنیسے انکار کرتی

بخش دعوت ہے کہ ایسی سخت و بدتر لعنت انسان کو وہم و گمان میں نہیں آسکتی۔

لازمی اتحاد کے اس کتابچے کے نویسندہ کی اب بھی گذشتہ تین برسوں کیطرح یہ دلی تمنا و خواہش ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے بس کہ وہ ایسی شرائط پر جو وہ اصولی کے متعلق طمینان بخش نہیں سمجھتی تسلی کو خالی کردے ہم سفیر کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ قیصر جرمنی ذیسنٹ ٹجیر برگ کی سیاحت کے دوران میں عثمانی سفیر کو سلطان کی خدمت میں تحریر کرنیکی اجازت دی تھی کہ وہ حضور ممدوح کو قیصر اوز اکی طرف سے یقین دلادے۔ کہ یہ دونوں فرمانروا تادان جنگ کو مقابلہ میں اون کی پوری طرفداری کرینگے۔

جرمنی کا اخبار نیشنل زیتنگ بھی جو قیصر ولیم کا خاص الخاص مجلہ اور لسان الحال سمجھا جاتا ہے بڑے زور سے کہتا ہے کہ کوئی شخص تر کی سے اس حقیر سے تاوان سے جو اوسے اخراجات جنگ کے عوض ملیگا دست بردار ہونیکی امید نہیں کرسکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بلا وصولی تہلی کو چھوڑ دینا دست برداری کو مساوی ہے کیونکہ نہایت ہی سخت و معتبر ضمانتوں کی بغیر ترکی کی مطالبات کا خفیف ترین حصہ بھی میسر نہیں کیا جائیگا یونان روپیہ اوا کردینے سے بیشک اس مشکل کو دور کرسکتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکو اس روپیہ نہیں جسکا بہم پہنچانا کسی طرح جد و جہد کیا ہے یونانی بنکوں کے مہتموں اور دیگر ساہوکار دنسو صلاح و مشورہ کیا گیا کہ دس لاکھ پونڈ سطلو یہ کسطرح سے بہم پہنچائے جائیں کہ ترک تخلیہ کی کاروائی شروع کردیں مگر اون سب نے کہدیا کہ ہم کوئی معقول تدبیر نہیں سوچ سکتے۔ اول یونانی معقولین سے یہی جو ممالک اجنبیہ میں مقیم ہیں التجا کیگئی مگر جب یہ دولتمندوں کا قاعدہ ہے کہ جب اونکو خبر ہو کہ فلاں شخص قرض مانگنے کیلئے آیا ہے تو وہ نوکر کے ہاتھ کہلا بھیجتے ہیں کہ میرا صاحب گھر میں نہیں اسی طرح ان لوگوں نے تمام نمولا بتلا دیا چنانچہ اکثر معقولیں کی کوٹھیوں سے جواب آگیا کہ مالک بغرض سیر و سیاحت باہر گئے ہوئے ہیں یہاں کا کچھ پتہ نہیں کہ عثمانیہ بنک نو دس لاکھ پونڈ سطلو یہ قرض دینے کا ارادہ کیا ہے مگر یہ خبر بالکل مجمل ہے۔ اور اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کیا بنک تو کل علی اللہ موجودہ حالت کی کل جو کہوں اٹھا کر قرض دینے کو تیار ہے یا کسی معتبر اور مستند ضمانت اور کفالت پر دینا چاہتا ہے۔ اگر یونان دول یورپ کی ضمانت دیدے تو روپیہ ابھی میسر ہوجاتا ہے لیکن ایسا کرنیکے لئے اوسے لازمی طور پر یورپین نگرانی قبول کرنی پڑیگی جس سے اوسے بدستور سابق سخت انکار ہے۔ پس جب ترکی۔ انگلستان جرمنی اور یونان متفقاً شرائط پر مصر ہوں تو کم از کم سر دست اتحاد یورپ کی محنتوں کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ اور ہر ساعت اوسکی شکست ہونیکی توقع لگ رہی ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو سارا الزام انگلستان کے سر تھوپا جائیگا۔ اور بر اغظمی اخبارات کی ٹھگی آمیز شترسران اگر سطحی نہیں ہیں اور باوجود اسکے خفگی کو زیادہ خطرناک صورت نہ اختیار کرنے دینگی تو ہمیں اپنی تئیں کمال خوش نصیب سمجھنا چاہیئے حسب معمول ہم پر خود غرضی کا الزام لگایا جارہا ہے۔ وائیا دار الخلافہ آسٹریا میں ہم پر الزام لگایا جارہا ہے کہ ہماری اس تجویز کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا جائیگا۔ آسٹریا و الو نکا بیان ہے کہ گو یورپ انگریزی حکومت ہند کو مخدوش حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا لیکن اگر اوسے یورپ میں سخت پیچیدگیاں پیدا ہونے یا یورپین عالمگیر جنگ کے خطرہ اور ہندوستان کی مخدوش حالت

انگلستان اور ٹرکی میں بہر سابقہ مودت اور یگانگت قائم رہجائے یہ اتفاقت دونوں سلطنتوں کے لئے ضروری ہے مگر اس طرف سے اصول بے ایمان دشمنوں سے گھری ہوئی ہے اور اوکو ایک ایسی سلطنت کی امداد اور دوستانہ صلاح و مشورہ کی سخت ضرورت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ میں سے ایک کو منتخب کرنیکی ضرورت لاحق ہوئی تو وہ کوئی ایسا لمبا چوڑا غور و فکر نہیں کریگا بعض آسٹریا نگرو کی اخبارات خیال کرتے ہیں کہ جسطرح سلطان الارڈ سالسبری سے انکی اس طریق عمل کا جو وہ قسطنطنیہ میں اختیار کئے ہوئے ہیں افغانستان میں مشکلات برپا کر دیا ہے اسی طرح الارڈ سالسبری سلطان المعظم کو اس افغانستانی فعل کا قسطنطنیہ میں مشکل حادث کو عوض لے رہے ہیں قصہ مختصر ہمارے عظمی نکتہ چینوں میں سے ایک بھی ہماری نسبت یہ حسن ظن نہیں رکھتا کہ ہم محض یونان کی بلا غرض دوستی کیوجہ سے یہہ سب کچھ کر رہے ہیں سب کے سب یکزبان ہوکر کہہ رہے ہیں کہ انگلستان نے کسی خالص خود غرضی کو مد نظر رکھا ہوا ہے۔

اخبار ریفرلائڈ بڑی دعوی سے لکھتا ہے کہ اگر انگلستان زیادہ مزاحمت کی تو دول یورپ اوسکے بغیر ہی تنازعہ روم و یونان کا تصفیہ کرنا شروع کردیں گی۔ اگر برٹش گورنمنٹ کل تاوان جنگ کی ادائیگی تک ترکی قبضہ تہیلی کو منظور نہیں کریگی تو یہہ ممکن ہے کہ دول عظام یونان کو ادائیگی کے لئے کوئی اور معقول ضمانت ترکی کو دینے کی قابل بنادیں مگر اسی یہ لازم نہیں آتا کہ تہیلی کا مسلسل ترکی قبضہ کے لئے برعظمی طاقتوں کو انگلستان سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہے اگر یہ طاقتیں متفق ہوجائیں کہ تا وصول تاوان ترکی قابض رہے تو ایسی حالت میں دو ہی صورتیں ممکن ہے۔ ایک یہہ کہ شائد یونان اس بات پر رضامند ہوجائے کہ مصور تمین مصدق نیجابی مسل "ماسی" تر پہاہا کٹھی" لارڈ سالسبری شاہ جارج سے زیادہ خیرخواہ یونان نہیں ہوسکتے۔ دوم یہہ کہ یونان رضامند نہو۔ اور لارڈ ممدوح کے ہمراہی ہوکہ ترکوں کو بہر نوع دہر حال فی الفور تہیلی خالی کردینی چاہئے تو صورت میں ترکی و یونان میں کوئی صلح ہم نہیں ہوگی۔ بلکہ ترک جبتک اچھا دل چاہئے تہیلی پر مقیم رہینگے۔ ہاں یہہ اور یونانی فوج"، یا برطانیہ کا ان اوکو نکالدینا تو وہ دوسری بات ہے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں سے کسی کا بھی پیش آنیکا احتمال نہیں۔ روس گذشتہ بارہ مہینے پیشتر ترکی کو مجبور کرنے پر رضامند نہیں ہوا تھا تو اغلب وجوہ اب بھی نہیں ہوگا جرمنی یونان کی طرفداری میں سلطان المعظم پر زیادتی کرنیکی یقیناً مزاحمت کریگی۔ اخبار مذکور کی تحریر کا پچھلا حصہ بیشک بالکل درست ہے۔ پانچوں ان برعظمی طاقتوں میں سے جو بالضرور انگلستان کو بالعالی کی برخلاف کوئی عملی مخالفانہ کارروائی نہیں کرنے دینگی۔ اور خود انگلستان کی باشندے بھی یونان کی محض اس ناز برداری کرنے کے لئے کہ اوسکی خودداری میں حرف نہ آئے اپنی گورنمنٹ کو یورپ کی من میں خلل ڈالنے کی اجازت نہیں دینگے نہ یہ ممکن ہے کہ یونان ہی ہر لڑائی کو شروع کردیگا یہہ ٹھیک ہے کہ اخبار گذشتہ (۱۵ اگست) کو شمشیر میں ایک عام جلسہ ہوکر جسمیں زرد یونان باس ہوا تھا کہ "جوکہ یورپ قبیل شرائط پر صلح کو بھاگ مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ اور نیز جو کہ بقول مبصرین فنون حرب یونانی فوجیں موجودہ مورچوں اور حصار جو سلسلہ کوہ اولمپس کے پیچھے نہر موبائی ایسے محفوظ دروں کی بناء پر ہیں "ناقابل فتح" ہیں۔ لہذا گورنمنٹ سے استدعا کیجاتی گذشتہ کل تو اناو تندرست باشندگان

ہی جو کمال شائستہ اور بغیر مزہ ہونیکے علاوہ سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات یا اوسکی آزادی کے متعلق کوئی بُری بات نہیں کہتی - اسیطرح انگلستان کے لئے ہندوستان یہ یا آبنائے ڈارڈینیلز اور بحیرہ روم میں ہماری بھری قوت و غلبہ پر کسی دشمن کا حملہ آور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یونانی کو مسلح ہونیکے لئے طلب کرے اور شاہ بذات خاص فوجکی کمان کرے اگر قرائن شاہد ہیں کہ یونانیوں کی سمجھ اسوقت ہوش آگئی ہے - بدہ (۱۰ اگست) کو ٹیلی نیوز بیورو یونانی اخبار اکروپولس کے اڈیٹر نے یونانی گورنمنٹ کو کل انتظام حکومت پر ایسا زبردست مضمون لکھا ہے کہ اوس سے زیادہ سخت ممکن نہیں تھا - وہ لکھتا ہے کہ اسکی طرز حکومت یونان میں بالکل نوری ثابت ہوئی ہے پارلیمنٹ عہد تلاش کرنے اور سرکاری اجارہ ملنے کا ذریعہ ہو رہی ہے اور ہر ایک سرکاری محکمہ اور اسکی متفرق شاخیں مجلس وضع قوانین صیغہ انصاف و عدالت - پولیس تعلیم - لوکل گورنمنٹ فوج بحری فوج - تار اور ڈاک سب کے سب شوت اور خیانت کے جذام سے آلودہ تباہ و بوسیدہ اور متعفن ہو رہی ہیں بادشاہ بہتری کیلئے کوئی کوشش نہیں کرتا کاہلی بزدلی یا خود غرضی خواہ کوئی وجہ ہو بیرضی خود شاہ مطلق بنگیا ہے اور محض ذرائع کے احکام پر دستخط کرنیکی مشین ہے - مگر وہ شاہ کو ہی ملک کا نجات دہندہ تصور کرتا ہے - وہ لکھتا ہے کہ اگر جمہوری ریاست قایم کرو تو وہ گویا انجام کی خود ذمہ لاکرنی ہوگی - اور موجودہ خاندان کو بدلنا صریح مشکل ہے - یونان کا تخت ایسا آراستہ نہیں کہ اوسکے لئے کوئی امیدوار بہم پہونچ سکے - ہاں یہ ضروری ہے کہ بادشاہ اوسکا کام جو اوسکے سامنے ہے بخوبی سمجھے اور اوسکی تکمیل کے لئے کمر ہمت چست باندھکر جسطرح کہ اب وہ نام نہاد بادشاہ ہے بہرنی الوقع بادشاہ ہی بنے اوسکا خیال ہے یونان کو کامل بنانا ہی ہے بچانیکے لئے ضرورت اور مستبد مطلق العنان حکومت کی ضرورت ہے اڈیٹر مذکور بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ حتی الوسع ترکی سے بہت جلد صلح صفائی کرکے اپنے اندرونی نظم و نسق کے ناپاک اصطبل کو جسقدر جلد ممکن ہو صاف کرے - یہ اخبار یونان میں بہت مقتدر ہے اور امید ہے کہ وہ اپنے ملک کو اپنا ہم خیال بنانیمیں کامیاب ہو جائیگا مگر ساتھ ہی بعض کو اندیشہ ہے کہ انگلستان کی غیر مترقبہ اور مسلسل امداد ہمارے شائد یونان آہستہ پر آہستہ برابر بجلا دیگا - موجودہ مشکلات سے باہر نکلنے کا راستہ ایسا صاف اور سادہ ہے کہ بڑے عظمی اخبارات مزاحم ہے اسلئے بگڑ رہے ہیں کہ کیا وہ ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں دیکھ سکتا - یونان فقط چند ماہ محاصل پر بین مجلس نگران کے سپرد کردے تو تہیلی کو ترکوں سے خالی کرانیکے لئے کل ہی کافی رقم حاصل کرلیتا ہے - اسبارہ میں ٹی ٹیمز بھی ترکوں کی حمایت کرتا ہے - وہ لکھتا ہے کہ اگر ترک تہیلی کو یوں ہی چھوڑ دینگے تو پھر اونکو ایک جبری وصول نہیں ہوگا -

اگر اتحادیوں پر شکست ہوگیا تو سلطان کی تعداد میں جو بہبودی بہت بڑھگیا ہے - اور زیادہ اضافہ ہو جائیگا ڈیلی میل اسبارے میں کہتا ہے کہ خلافت سلطان روم کی فوجیں بہت بڑی طاقت ہے اور یورپین مدبرین و سفرائے کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ اب اونکو ایسی ترکی سے سابقہ نہیں جسکی کمزوری کی روایتیں مشہور ہو رہی ہیں کیونکہ عرصہ سے تقریباً ہر ایک واقعہ کسی نہ کسی طرح سلطان کے حق میں نہایت مفید پڑا ہے اور جسطریق سے عظمی اخبارات بالعموم اور جرمن اخبارات بالخصوص سلطان المعظم کی طاقت و جبروت کی صفت کرتے اور اوسکے ہندوستان - افغانستان اور سرحد پر انگلستان کو کسی ایسی ایذا کا جو وہ یورپ میں اوسکو پہونچائے مؤثر دھمکی کی بہ نسبت جواب دینے کی کافی قوت کہنے پر لمبی چوڑی تحریریں لکھنے میں ایک دوست

ہونیکی صورت میں بہادر عثمانیہ فوج اور خلیفہ اسلام کی امداد اعانت نہایت ضروری ہے سلطنت عثمانیہ سے اتحاد و رفاقت رکھنے کی پالیسی کوئی نئی نہیں موجودہ صدی کے تمام بڑے بڑے انگریز مدبر ولیم پٹ۔ لارڈ پامرسٹن۔ اور مسٹر ڈسرائیلی (بیکنسفیلڈ) کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے سے ضد بضد ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں وہ طریق اسلامی دنیا میں سلطان المعظم کے اقتدار کو کسطرح کم ہونے دیسکتا ہے تازہ ترین واقعات میں سے ایک شاہزادہ فرڈیننڈ والی بلگیریا کا اپنے تئیں قدوم سلطانی پر ڈالنے کا واقعہ ہے شاہزادہ مذکور نہایت مدبر زمانہ شناس اور معاملہ فہم شخص ہے اوسکا وزیر اعظم ڈاکٹر سٹائلاف کا بیان ہے کہ شاہزادہ نے دیکھ لیا کہ سلطان المعظم کی ذات بابرکات کے طفیل سلطنت عثمانیہ کا آفتاب نحوست اور ادبار کی ظلمت سے نکلکر پھر طلوع ہونا شروع ہو گیا ہے چنانچہ وہ سابقہ تقصیرات کی معافی اور آئندہ کے لئے نوازشات شاہی کے شامل حال رہنے کی استدعا کیلئے فوراً پایہ عرش خلافت کو چومنے کے لئے آستانہ علیہ کو دوڑا گیا شاہزادہ نے آسٹریا کو بھی آزما لیا ہے اور روس کو بھی۔ اور ان میں سے کسی سے اوسکی مراد حاصل نہیں ہوئی۔ اوسے اب یقین ہو گیا ہے کہ میرا اور میرے ملک (یعنی بلگیریا) افسوس یہ وہی ملک ہے جسکو اب سے بیس برس پہلے ترک اپنا کہتے تھے اور اب وہ فرڈیننڈ کا کہلاتا ہے۔ وکیل) کا اسی میں بھلا ہے کہ اپنے شہنشاہ کی بارگاہ میں قرب حاصل کروں بلگیریا کو مغربی تہذیب کا رنگ دینے کی بجائے مشرقی تہذیب سے منور کروں اور خود ایک یورپین مذاق اور خیالات کا شہزادہ بننے کی بجائے مشرقی نائب السلطنت بننا اپنا مقصد ٹھہراؤں۔ یہ ہے وہ پالیسی جو شہزادہ کو قسطنطنیہ لیگئی جہاں اوسنے کل اقامت کے دوران میں باجگزارانہ حیثیت سے تجاوز نہ کیا۔ اس طرح سے اوسنے عثمانیہ قوم کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا ہے اور سلطان المعظم سے یہ وعدہ حاصل کر لیا ہے کہ مقدونیا کے متعلق بلگیریا کی خواہشوں کو پورا کیا جائیگا" ڈاکٹر سٹائلاف دعوے سے کہتا ہے کہ "شاہزادہ فرڈیننڈ سلطان المعظم کا وفادار غلام ہونیکی وجہ سے رومانیا یا سرویا سے جنگ ہونیکی صورت میں فتحیاب رہیگا ترکی عظیم الشان اور کثیر التعداد فوج رکھتی ہے اور جنگ کیوقت بلگیریا اوسمیں ایک لاکھ بہادر اور شامل کر سکیگی جہانتک یورپ کا تعلق ہے بلگیریا اوسکے سامنے اب کبھی ذلیل نہیں ہوگا۔ شاہزادہ فرڈیننڈ یورپ کے وزیروں کے روبرو سر نیاز خم کرنیکے بجائے اپنے آقائے نعمت نعمت سلطان المعظم کے دست مبارک پر بوسہ دینے کو ترجیح دیتا ہے"۔

وزیر موصوف کے اس تقریر پر پاؤنیر کا نامہ نگار کمال حیرت کے ساتھ اپنی طرف سے ایزاد کرتا ہے کہ فی الواقع قوموں کی زندگی بھی افراد کی زندگی کیطرح زمانہ کی نیرنگیوں سے خالی نہیں بیس برس ہوئے روس بلگیریا کے میدانوں کو بظاہر اوسے ترکی جوئے سے آزاد کرانیکے لئے اپنی تیائے وطن کے خون سے سیراب کر رہا تھا آج اوسی ملک کا شہزادہ عبد الحمید کے قدموں پر گر کر اوسکے ہاتھوں کو چوم رہا ہے اور اپنے آپ کو ترکی باجگزار پکارنے پر بیحد فخر کرتا ہے اور ادھر دوسری طرف عہدنامہ برلن کے جسکے تمام دستخط کنندگان باستثنائے معدودے چند ہوقت ترکی کے جانی دشمن تھے اکثر دستخط کنندگان (یہاں بالخصوص پرنس بسمارک سے مراد ہے جو اسوقت ترکی اعضاء کے کاٹنے میں ہیڈ بوچر کا کام کر رہا تھا) سلطان کی مدح سرائی میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہیں:۔

تتمہ حاشیہ بر صفحہ سابقہ نمبر ۴۸

بھی پالیسی اور کیا ہی ہے۔ یہ پالیسی بالکل حالات اور نہی اقتدار فوجی و بحری اغراض عسکریہ کی مدامی ضرورتوں پر مبنی ہی لفظی اور مغالطہ آمیز رقیق القلبی و لفاظی کی بے اندازہ سے بے اندازہ مقدار سے بھی اس پالیسی کی حیثیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اخبار ٹائمز میں ایک فوجی انگریز نے فرضی نام سے بارہ ستمبر ایک چٹھی لکھی ہے جسمیں سرحد ہندوستان کے فسادوں اور اونکی بوعث پر اسنے اچھی طرح بحث کی ہے۔ حال میں بعض اخبارات میں جو کچھ شائع ہوا تھا کہ یورپ کے تازہ وقعات یعنی جنگ روم و یونان وغیرہ الفساد نکا باعث ہیں۔ نامہ نگار کو اسکی قطعی تردید کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر مسلمان انگلستان کو دشمن ہو جائیں۔ یا عیسائیوں سے نفرت کرنے لگیں۔ اور اونکی مخالف نہیں تو یہ تغیر جاہل وحشی پہاڑی اقوام میں نہیں۔ بلکہ بر عظم ہندوستان کے اندر مسلمان کو زبردست اور زیادہ آباد شہروں میں محسوس ہوگا۔ اسکے بعد نامہ نگار صاحب نے ایک مزیدار بات یہ لکھی ہے کہ یہ قرین صداقت ہے کہ سلطان المعظم نے اپنے قاصد ہندوستان میں شورش پھیلانے اور امیر افغانستان کو گانٹھنے کیواسطے بھیجے ہونگے۔ لیکن اس کوشش کی ناکامی اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان سیاستوں اور سلطنتوں نے انپر کچھ بھی عمل نکیا۔ خواہ یہ نامہ نگار کوئی صاحب ہوں اور بجائے خود کیسے ہی واقفکار ہوں۔ اسمیں شک نہیں کہ اونکی اس واقفیت سے بطور کیر کوئی بات نہیں ہو سکتی سلطان المعظم کا سفیر بھیجنا تو بجا پچھلی لڑائیوں میں سید افغانی کے قسطنطنیہ پہنچنے پر جو تراش انگریز پریس اور خصوصاً ہندوستانی اخبارات نے نکالی تھی وہ اس سے بڑھکر کیا ثابت ہوگی جسوقت اسکی کل حقیقت کھل گئی۔ کہ سلطان المعظم نے کوئی خط اپنی قلم سے لکھکر اوسکے ہاتھ امیر صاحب کو روانہ کیا۔ اور نہ وہ امیر صاحب کیطرف سے ہی قسطنطنیہ گیا تھا بلکہ وہ ایک افغان امیر تھا کہ جو ایک زمانہ میں امیر صاحب کے مخالف سعی تخت افغانستان کا طرفدار تھا اور اس مخالف کی وجہ سے اسکو افغانستان چھوڑے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تھا۔ یہ افغان حج بیت اللہ کو گیا اور اپنے طور پر قسطنطنیہ بھی چلا گیا۔ اصلیت اس معاملہ کی صرف اتنی تھی جسپر رئیٹر ایجنسی نے خبر کو ذریعہ اطلاع دی کہ افغانی امیر سید ہمارے صاحب کیطرف سے خاص تحفے لیکر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان نے بھی اوسکو امیر کیواسطے تحائف دیکر معہ ایک خاص اپنی قلم کے لکھے ہوئے خط کے واپس کیا ہے۔ مگر دو تین روز بعد اس خط وغیرہ کے ارسال کئے جانیکی خبر کی۔ تردید خود رئیٹر ایجنسی نے بھی کر دی اسیطرح ان نامہ نگار صاحب کی اعلیٰ واقفیت کا ایک ادنی نمونہ ہے کہ انکا خیال ہے سلطان المعظم کا اپنا خاص سفیر ہندوستان کو بھیجنا قرین صداقت ہے

بہرحال یہ کہکر کہ نامہ نگار صاحب سر حدی اقوام کی مذہبی واقفیت اور اسکی تعلیم وغیرہ کی کمی کو عدم موجودگی پر چند سطریں وقف کرکے لکھتے ہیں کہ اس میں تو شک نہیں کہ ان فسادوں میں بہت سا حصہ مذہبی تعصب و جنون کا ضرور ہے مگر یہ ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا کہ حال کے وقعات یورپ کیسطرح بھی کسی محرک ہوئے ہیں یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ میر صاحب نے ان فسادوں کو بھڑکایا ہے۔ سرحدی اقوام جو آمادہ فساد ہیں ہمیشہ سے آزاد رہی ہیں اور اسی قدر میر صاحب کو اختلاف

شدیدہ کا اعدم نہیں ہوسکتی جبتک قسطنطنیہ اور اسکی دولت آبنائین ویسی ہی اہم ہیں جیسی کہ وہ قدیم سے چلی آتی ہیں۔ جبتک ہندوستان میں کئی کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ اور جبتک روس ایک عالی حوصلہ صاحب و مغرور فوجی طاقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ بجز ظاہری قدر کے ہمارے سرحدی ڈیپوٹیشن اور امیر صاحب میں قرار پاچکا ہے اور سکریسی انگریزی سمت سرحد پر آباد ہیں مزید بران عبدالرحمن خان ایک نہایت دانا اور دور اندیش مدبر ہیں جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کن امور سے اونکو ملک کی آزادی اور خوشحالی کو قیام رہسکتا ہے اور وہ کبھی اوسکو معرض خطر میں ڈالنے والے نہیں۔ اس قسم کے فسادوں سے نتیجہ یہی نکلسکتا ہے کہ انگریز امیر صاحب کے علاقہ کو قریب تر پہنچیں۔ امیر صاحب اسکو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ بقدر دانائی رکھتے ہیں کہ انگریز دوست کی بہ نسبت ہمسایہ کی عداوت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسکے بعد نامہ نگار صاحب زمان اخبارات کی تردید کی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ان فسادوں کی وجہ گورنمنٹ کا طریق عمل نسبت جنرل اور نیز عام پالیسی گورنمنٹ متعلق سرحد ہے یہ لکھتے ہیں کہ میرا خیال میں یہ اغلب ہے کہ سوا تیوں کی شورش بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ ان میں جو عنصر مفسدین اور شورہ پشت حصہ ہے وہ برٹش گورنمنٹ کے حقوق کا مخالف ہے اور سرحدی پالیسی کا یہ پہلا اصول ہے کہ کسی بہادر قوم پر کبھی انگریزی طاقت کی اپنی مرضی سے نیابت نہیں کی ہے۔ جبتک کہ حتی الامکان اسکی مزاحمت نہ کرلی ہو اور اسکی جنگی قوت کا اچھی طرح تجربہ نہ کرلیا ہو اور سوا تیونکو جہانتک ان زمانہ کا حافظہ کام دیتا ہے کبھی بہتر سبق سیکھنے کا موقع نہیں ملا اور سواتیوں کی آمادہ فساد ہونیکی اغلب یہی محدود وجہ ہے۔

اظہار البیان فی تصحیح احوال الافغان

اور امیر کی تردید

انگلو انڈین اخبارات بھی اونٹ کو کسی طرح کم نہیں جسکی اغراض و مقاصد میں بہت کچھ کامیابی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ انکی پالیسی جسقدر متزلزل ہے۔ اسکی نظیر شاید صفحہ ہستی پر ملنا محال ہے۔ گذشتہ بائیس مہینوں سے سرحدی فساد کو لیجئے پہلے پہل انہوں نے اُن کو متعلق امیر صاحب کی شرکت کو بارہ میں خلق بھاڑ بھاڑ کر زمین و آسمان ایک کردیا لیکن جونہی اسکی بعد ہی باد نما مدعا کی طرح اُن کا رخ بدل گیا اور امیر صاحب کی بولتی اور برٹش گورنمنٹ کی ساتھ رفاقت اور معاونت پر ثابت قدمی اور وفاداری کی نسبت قسمیں کھا کھا کر اظہار کرنے لگے۔ ضیاء الملت والدین۔ اسمیں شک نہیں کہ نہایت ہوشیار مدبر اور جیسا کہ خود ایک انگلو انڈین اخبار نے کہا تھا۔ ایشیاء کے بہترین سررشتہ فرمانروا ہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ نہایت صاف گو ہیں۔ اور جو کچھ اُن کو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر لے آتے ہیں ہمارے انگلو انڈین اخبارات بفضل خدا غایت درجہ کے عصبی مزاج کے ہیں۔ پتہ کہ ٹھکانا اور بندوبست کا یہ یورپین ڈپلومیسی یا بالفاظ دیگر سیاست کی مادی۔ انکو ایشیائی صاف گوئی اور بے ریائی سے سایۂ کا بھی بھوت بنکر چٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب بعلاوہ سرکانگلشیہ کو اپنے خاص مراسلہ سے اپنی وفاداری اور رفاقت کا یقین دلانے کو مع بھی اپنے اعتبار اور دیانت و صداقت کو ثابت کردیا۔ انہوں نے جو جوابآ فرمایا تھا کہ باوجود معاونت کا دیا جسمیں انہوں نے صاف صاف اپنے دل کی سچی باتیں لکھدیں۔ اب ہمارے انگلو انڈین ہم عصر کو رعشہ ہوگیا۔ وہ اب پھر وہی پرانی گت بجانے لگے ہیں کہ امیر صاحب ہی ان فسادوں میں شریک ہیں۔ انکو بس

ہی تب تک شجاع وجانباز عثمانیہ قوم کا اتحاد گلستان کی لئے اشد ضروری اور لازمی ہی قسطنطنیہ کی اقامت کے دوران میں امیر البحر وڈس پاشا اور بلنٹ پاشا ہمارے حال پر بڑی مہربانی کرتے رہے۔ اول الذکر ترکی کے بہترین اور کمال

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے ... ۲ توپیں فی توپ ایک ہزار گولہ ۳ سو ۴ لاکھ تک بندوقیں اور شیما کا توس اور گولی بارود وہی ان سرحدی اقوام کو گولی بارود دینے میں مگر وہ اب اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سطر جبکہ کوئی ذرا سی بھی شبہہ کی بات ہو ہی اور فوراً بلا پوچھ وہ اپنی بے تعلقی اور بے قصوری ثابت کرنے کو تیار ہیں اور کہ اون کو مظالم کرنا عاملہ انکی رعایا اون سے سخت متنفر ہے سردار حبیب اللہ خان اُنسے بڑھکر ہوا خواہ عزیز ہیں ایک علاوہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چونکہ آفریدیوں کو فساد پر باعث مسدود ہی مال تجارت بھی کابل سے ہندوستان نہیں آسکتا اور خود امیر صاحب کا سامان حرب جو انہوں نے بورپ سے منگوایا تھا اسوقت پشاور کے ریلوے گودام پر پڑا ہی اور آگے نہیں جا سکتا اس سے صاف ظاہر ہی کہ امیر صاحب کا کسقدر نقصان ہو رہا ہی لیکن لاہوری انگلو انڈین لکھتا ہی کہ امیر صاحب نے اپنی غرض پوری کرنیکو سطور اس نقصان کو بھی گوارا کر لیا مگر سرحدی فسادوں کی شرکت کو ترجیح دی ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ امیر صاحب کو گذشتہ حالات ناظرین اخبارات سے پوشیدہ نہیں ان کی طبیعت کا خود اون کو متعلقہ وزمرہ کو واقعات سے نہایت اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہی لہذا اس انگلو انڈین کو ان الزاموں کی مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی ذیل کے واقعات سے خود امیر صاحب کی نیک نیتی اور وفاداری کے شاہد ہیں:—

کابل میں امیر صاحب کے حکم سے ایک اعلان سربانا چسپاں کیا گیا ہی جو آفریدیوں کے اس ڈیپوٹیشن کے جواب میں ہی جو امیر صاحب کی خدمت میں بالمقابلہ آیا تھا مگر جو جلال آباد سے ہی واپس کر دیا گیا تھا امیر صاحب کی اعلان عام میں اس جواب کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۸۹۷ء ہی اور وہ حسب ذیل ہے:—

"تراہ کی آفریدیوں نے اپنی اظہار آدمی میرے پاس روانہ کئے تھے جن میں ملک علماء اور دیگر معزز و سربرآوردہ اراکین غال ضلع ہر ایک حصہ قوم نے علیحدہ عرضی ارسال کی تھی مجھ سے امداد چاہی تھی میرے حسب حکم یہ لوگ جلال آباد میں رک گئے کہ میں اور اونکی عرضیاں مجھکو بھیجدی گئیں جنکو میں نے نامنظور کیا میں نے انکی عرضیوں کے جواب جلال آباد بھیجدیئے تاکہ اونکو وصول کر کے وہ واپس چلے جائیں اُنکی عرضیوں کی تفصیل اسطرح ہے:—

"زمانہ قدیم سے برٹش گورنمنٹ ہند ہمارے ملک پر قبضہ کرتی چلی آتی ہی۔ اور نہ صرف ہمارے ملک پر ہی بلکہ افغان علاقہ پر بھی اور گورنمنٹ ہند کو نئے مختلف مقامات اور علاقوں میں فوجیں مہیا کرائیں ہمنے بہت سے موقعوں پر افغان گورنمنٹ سے اسکی شکایت کی مگر حضور والا نے ہماری شکایتوں پر کچھ توجہ نہ مبذول فرمائی لہذا الاچار ہو کر اسلام اور اپنے مذہب پر ثابت قدمی کا لحاظ کر کے ہمنے خدا و رسول کی رہبری پر برٹش گورنمنٹ سے جہاد شروع کر دیا اور ہمنے ہر طرح انگریزوں سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہم نے ہنگو کو اوپر سانا کر پانچ قلعے لوٹ لئے اور تباہ کر دیئے۔ ایک قلعہ شنواری کے پاس ہمانا کہ وہاں میں انگریزی علاقہ کے اندر ایک علحدہ اعلان کر کے ہمنے گوبا سے کے

جان نثار دوستوں اور خیر خواہوں میں سے ہے۔ اور آخر الذکر قسطنطنیہ کا عام مشہور اور ہر فلسفہ زبان گیر باشندہ ہے۔ ۱۳ مئی کو ہمنے محل ولہ باغچہ میں عید سیرام کا مشہور و یادگار نہایت عمدگی اور فصاحت کے ساتھ دیکھا۔ دربار مذکور دینا کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ قریب ایک تھانہ نوراوادی کے پاس۔ دوسرا تھانہ کاہی کے پاس۔ ایک تھانہ غالچہ کے پاس۔ ایک تھانہ شمس الدین کے پاس۔ ایک چروی کے پاس۔ ایک کوتلہ متصل خنک۔ ایک تھانہ میک کے پاس۔ ایک تھانہ سرامو تراب کے پاس۔ اور ایک ہندو بازار متصل سرائے اب لوٹ لیا اور تباہ کر دیا۔ مذکورہ بالا پہاڑ کی چوٹی پر بھی تین برس ہوئے قلعے میں جنہیں نے قبضہ نہیں کیا ہے۔ مگر بفضل خدا کے کریم ہم انکو بھی لیکر چلا دینگے تراہ کہ تمام لوگ پہاڑ کی چوٹی پر جمع ہو کر اور اسکے دامن میں کوہاٹ سرود فرمانی علاقہ قوم میں سرحد اور کرم زئی پہیلی ہوئی ہے اور یہاں کے اقوام وقتاً فوقتاً اپنے علاقہ نہیں علیحدہ جہاد کرتے ہی ہیں ہم کبھی گورنمنٹ برطانیہ کو مطیع نہ ہونگے۔ اور انکی رعایا بینگے ہم اپنے ملک کی عنان حکومت کبھی برٹش گورنمنٹ کو نہیں دینگے بلکہ اسکے برعکس ہم فرمانروائے اسلام کی گورنمنٹ کی تابعیت کرنیکو تیار ہیں گورنمنٹ اسلامیہ پر واجب ہے کہ نہ صرف ہماری اغراض و مقاصد کی نگاہداشت کرے۔ اور ہماری حالت پر غور کرے بلکہ کل افغانستان کے مقاصد کی حفاظت کرے اور اوسکی حالت کا خیال کرے۔ لہذا ہم یہاں اٹھارہ شخص اپنی ملک علماء اور بزرگ معہ اپنی عرضیوں کے حضور والا کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں ہم فی الحال سلسلہ سامانہ پر جمادیں شریک ہیں اور مستدعی ہیں کہ جو کچھ حضور انور ہمارے حق میں مفید اور بہتر خیال فرمائیں عنایت خسروانہ سے عمل میں لائیں۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہم حضور انور کی ہدایت پر عمل کرینگے۔ کیونکہ ہم اپنے کار دبار کا کامل انصرام و انتہام ہر طرح پر قطعی اور کلیتہ حضور انور کے ہاتھ دیدینگے ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارا مال قوم حضور انور کی نذر کریں اور یہی وقت ہے کہ حضور اور اپنی غرض و مقصد حاصل فرما سکتے ہیں اسوقت تمام مسلمان۔ فوجیں توپخانہ۔ اور زر ہر صورت سے حضور انور کو اختیار میں ہیں۔ اگر انگریز فتحیاب ہوں تو وہ مسلمانوں کو پامال کر دینگے۔ اس سمت سے جو کچھ امداد حضور ہمکو عنایت فرمائیں وہ ہماری ہی حوالے کر دی جائے ہمکو امید ہے کہ اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر حضور عالی ہمکو جواب سے ممنون فرمائینگے۔ سورخہ ۷۔ ربیع الثانی ۱۳۱۵ ہجری"

جواب جناب امیر صاحب:۔

"میں نے تمہاری عرضیاں پڑھی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان سب کی غرض و غائت ایک ہی ہے۔ اب میں تمکو جواباً لکھتا ہوں کہ ۸ سال گذرے جب میں کابل آیا تھا۔ اور تم خود جانتے ہو کہ میں خیبر کے رستہ راولپنڈی گیا تھا۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ چونکہ میری دوستی تھی۔ میں بحیثیت مہمان کے انکے ملک کو گیا تھا اور رستہ میں درہ کی دونوں طرف مجھکو تمہاری قوم سے ہم قسم ملے جنہوں نے مجھ کو سلام کیا اب جو کچھ کہتے ہو اگر سچ ہے تو کیوں نہ اسوقت تمنے اس معاملہ کا مجھ سے ذکر کیا تا کہ میں جناب ایسرائے سے اسبارہ میں مشورہ کرتا یا اسکے چند سال بعد جب سر جارج رابرٹسن ہی تھی سر مارٹیمر ڈیورنڈ خیبر سے گذر کر کابل آئے تھے تمام سرحدی اقوام اس سے آگاہ تھیں۔ اور انہوں خود مجھ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اب کون سا موقع تمہارے ملا تھا اور بزرگ میرے

[1] باب قسطنطنیہ میں اس بارہ کے مفصل حالات مندرج ہیں۔

نہایت ہی مؤثر اور کمال شاندار نظاروں میں شمار ہوتا ہی۔ محل مذکور کے بڑے ایوان میں سلطنت کے تمام اعلیٰ فوجی و ملکی اور جوڈیشل عہدہ دار اپنے ولی النعمت کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرتے ہین۔ غازی عثمان مقدس رومال کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ پاس آئے جب وہ صاحب سرحد کر کے واپس ہوا چاہتا ہو کہ اسطرف آئے تھے تاکہ سنا ہو کہ انکی بحث کرتا ہو اسوقت تم سب خاموش رہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا وجہ ہو کہ تم میں اور برٹش گورنمنٹ میں نا چاقی ہو گئی ہو جب تم اُسے لکھو اور تمنا کرو انکو ناراض کر دیا تو تم میری پاس آئے میں کاروبار سلطنت کو بارہ میں برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ اور اب انگریزی کی طرف سے کسیطرح کوئی امر خلاف رضی معاہدہ کا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ وہ عیسائی گورنمنٹ ہی ہم مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز چارون خلفاء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیرو ہیں لہذا ہم کسطرح قرآن شریف کی اس آیت کی نسبت تم کیا کہتے ہو جس میں لکھا ہو کہ "اپنا وعدہ وفا کرو" وعدہ وفا کرنا مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہی۔ خدا تعالیٰ نے اسوقت جبکہ مخلوق کو پیدا کیا۔ تو سب سے پہلے اس سے دریافت کیا کہ آیا میں تمہارا خدا ہوں اپنوں نے کہا ہاں تو ہمارا خدا اور ہمارا خالق ہی۔ لہذا حشر کے دن سب سے پہلا سوال قرار و وعدوں کو ایفا کی نسبت ہوگا۔ مسلمان اور کافر اس امتحان سے ایک دوسرے سے ممیز ہونگے۔ لہذا تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ معاہدہ کا معاملہ نہایت اہم ہی میں بغیر کسی باعث یا موقع و محل کے کبھی معاہدہ سے خلاف ورزی نہ کرونگا۔ کیونکہ اگر یہ تو تک کبھی اس سرحد کی نسبت کوئی خلاف ورزی نہیں کی جو اس نقشہ میں درج ہی جسکو اونہوں نے منظور کیا ہی پھر کیون میں اقرار سے پھروں؟ ایسی حرکت انصاف سے بعید ہوگی۔ میں چند خود غرض اور مطلب برآر لوگون کی مشورہ سے اپنے اور اپنی قوم پر بدنامی کا داغ نہیں لگا سکتا جو کچھ تم نے آپنے ہاتھوں کیا ہی اپنی گردن پر اُٹھاؤ مجھکو تمسے کوئی سروکار نہیں تم خود اپنے کئے کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ اب جبکہ تم مشکلات اور تکالیف میں پھنس گئے ہو اور اپنا کام خراب کر چکے ہو تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری فکروں میں اسوقت کو اپنا تہ سے ضائع کر چکا ہو جسوقت یہ معاملات سوچ سکتے تھے۔ اب میں نہ کچھ کہہ سکتا ہوں اور نہ کر سکتا ہوں۔ جو لوگ تمنے میرے پاس بھیجے تھے میں نے اونکو جلال آباد سے واپس کر دیا ہی میں نے اون میں سے ہر ایک کو ایک لگی اور دس روپیہ زاد راہ کو دیئے ہیں۔ اور کابل آنیکی تکلیف نہیں دی"۔

ماسوا اسکے امیر صاحب نے پشتون میں ایک اعلان صادر فرمایا ہے جسکی سرخی ہی "اظہار البیان فی النصیحت الافغان" ۲۵ اپریل تاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۵ ہجری المقدس درج ہی۔ یعنی ۱۳ اگست ۱۸۹۷ء مگر جو حال ہی میں افغانستان میں شائع ہوا ہی۔ اخبار پاؤنیر امیر صاحب کی ان کارروائیوں کے برخلاف ہماری یو کہلاتی ہوئی لاہوری انگلو انڈین ہمعصر کہتے کچھ اعتماد ظاہر کرتا ہی اور صرف اس امر کی تشریح کرتا ہی۔ اعلان ۱۳۔ اگست کا لکھا ہوا ہی۔ اور لب لباب کیا جارہی ہی۔ اسطرح کرتا ہی کہ اس سے صاف ظاہر ہی کہ میر صاحب نے اسکی شاعت اسوقت اسلئے ملتوی رکھی تھی کہ شائد لاسوالات کو فساد زیادہ نہ پھیلائیں گے اور خلاف ورزی اقرار نامجات کیوجہ سے قوم کو ملامت اور لعن طعن کی ضرورت نہ پیش آئیگی۔ مگر آخر کار ملاؤں کو بھڑکانے سے

جسکا کچھ حصہ تخت پر ہوتا ہی اٹھائی ہوئی ہوتے ہیں عہدہ داری باری ہی اگر بڑھکر کورنش بجالاتا اور اس وال کو پیشانی سے لگاتا ہیں ہم قسطنطنیہ میں صرف چار دن ٹھہرے۔ اور ۱۲ مئی کو بحر واسپور ہوتا ہوا کو راستہ وطن کو روانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ یہ لوگ اس حالت کو پہنچ گئے کہ امیر صلحجو کو انکو ملامت اور سرزنش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اخبار پائینیر الہ آباد کہتا ہے کہ امیر صاحب کی بھائیوں کی نسبت کبھی ایسی رائے نہیں ہوئی اور انہوں نے ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء میں بھی اپنے پرائیویٹ رسالہ بنام برٹش گورنمنٹ میں ہمیشہ اسی طرح ظاہر کیا تھا۔ اور اس اعلان حال کو دیکھکر ایک امر نہایت اچھی طرح واضح ہوجاتا ہی کہ امیر صاحب کا مصمم ارادہ ہی کہ ان اقوام کو انہیں کی حال پر چھوڑ دیا جائے۔

مگر اخبار انگلشمین اسکے خلاف اسی لیاقت سے جو انگلو انڈین اخبارات کا خاصہ ہی۔ امیر صاحب پر ان اقوام کو نہ صرف بغاوت بلکہ ان تمام بغاوتوں کی تحریک کا الزام لگاتا ہی۔ وہ لکھتا ہی کہ حال ہی میں امیر کابل میں ملاؤں کو جمع کرکے کسی مذہبی معاملہ پر بحث کی اور اسکے مباحثہ میں ملاؤں نے اپنے وعظوں سے یہ شورش برپا کردی۔ اور یہ کہ امیر صاحب کی کتاب جہاد۔ عام طور پر تقسیم کیگئی اور آخر میں لکھتا ہی کہ امیر صاحب کی سپاہ نو علاوہ انکی رعایا کے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ملکر ہم پر حملہ کیا۔ اور اسوقت بھی ہزاروں کسٹر افغان ہمارے خلاف دشمنوں کے شریک اور معاون ہیں اسکے بعد یہ ایما دکرتا ہی کہ شیر علی اس وقت اشتعال انگیز پالیسی پر عمل کرنیکو وطن ہی تخت سے اتار کر پھینک دیا گیا مگر اب یہ حال ہے کہ "ہم مزہ میٹھی کا تھہ مل رہے ہیں" صبر کئے ہوئے ہیں اور بظاہر شکر گذار ہیں کہ امیر صاحب مہربانی فرماکر ہمارے ساتھہ دوستی اور رفاقت کا اظہار فرمارہے ہیں"۔ مگر یہ ہمکو اسی فصل میں لکھی جانی چاہیئے۔ جو ہمنے ابتدا میں ایسے خیالات کی نسبت لکھی ہی۔ اور اوپر ہم نے اکثر ہم اس اعلان کا بالتفصیل ترجمہ دیتے ہیں جو افغانستان میں شائع ہوا ہی:۔

"اعلان منجانب امیر ضیاء الملت والدین۔

تمام علماء افغانستان کو جو امیر کے علاقہ یا کوہ جبال میں رہتے ہیں"۔

واضح ہو کہ مجکو تمہارے حالات تمہاری عرضیوں سے اور نیز اپنے مخبروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ اور مجھکو اچھی طرح خبر ہی کہ تم اپنے گھروں اور اپنے جلسوں میں کہتے ہو کہ میں نے (یعنی امیر نے) تمکو روپیہ کے عوض انگریزوں کو تہہ فروخت کردیا ہی۔ اور یہ کہ اجمل جیکہ تم میں اور برٹش گورنمنٹ میں لڑائی جاری ہی۔ میں بالکل علیحدہ ہوں اور آرام و آسائش سے بیٹھا ہوا ہوں۔ ان حالات کے لحاظ سے قرین مصلحت ہی کہ تمپر کل واقعات بالتفصیل واضح کردوں۔ اور تمہاری باتوں کی غرض و غایت سمجھا دوں میری نامنقطع کے آنے سے پہلے جو لڑائی تم میں اور انگریزوں میں ہوئی۔ اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ کوئی ایک شخص بھی تم میں ایسا نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا کہ انگریزوں کی اصل منشاء سے تمکو خبردار کردیتا چنانچہ اب میں تمکو سمجھاتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کا منشاء اور مقصد کیا تھا۔

"امیر شیر علیخان کو برٹش گورنمنٹ نے اسکے والد مرحوم امیر دوست محمد خان کو آغاز حکومت ہی میں ولیعہد سلطنت تسلیم کیا تھا اور ہمارے خلاف خانہ جنگی میں انگریزوں نے اسکو مدد دی تھی مگر جب انگریزوں نے دیکھا کہ روس ہندوستان اور افغانستان کی سرحد کی طرف بڑھتا رہا تو شیر علیخان کو لکھا کہ چونکہ وہ ہمارا دوست تھا اسلئے بہتر ہی کہ وہ اون کے ساتھہ شریک ہو اور اس

ہوگیا بحرہ اسود پر سفر خوب لطف و کیفیت سے کٹا۔ روانوی شیمر جسپر ہم سوار ہوئے۔ اچھا وسیع اور خوب آراستہ تھا لیکن روانیا میں اسکے خصوص سنجارسٹ اور آہنگروی سرحد کے درمیان ریلوے کا انتظام اچھا نہ تھا بحرہ اسود پر ہمنے ایک

[illegible] کی پیشقدمی کی روکنے کا انسداد کرنیکا اس نے شیر علیخان سے نہ صرف انگریزی مشن کو افغانستان میں آنیکی اجازت دینے سے ہی انکار کردیا بلکہ نہایت اعزاز و حرمت سے روسی قاصد کا اپنے ملک میں خیر مقدم کیا۔ اس کارروائی میں اسنے غلطی کی گو اس امر کا بیہ کہنیکا الزام نہیں کہ اسنے افغان مین یورپین سفیر کی تقرری سے اتلاف کیا۔ کیونکہ ملک کی حالت ایسی ترقی یافتہ نہ تھی کہ کسی غیر یورپین قاصد کی سلامتی یقینی ہوسکتی لہذا برٹش گورنمنٹ نے امیر شیر علیخان کی اس حرکت کو اپنی شان واقتدار کی ہتک سمجھا۔ اور اسکیواسطے کیفیت طلب کی شیر علیخان حق تھا۔ اور یہ اسکی حماقت کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے اوپر اپنے ہاتھوں تباہی اور بربادی لایا۔ اسکا بیٹا ہی بیوقوف تھا۔ یہ دیکھ کر اسنے شورش و فساد کے ایام میں کابل میں ایک انگریز ایجنٹ کی سلامتی اور حرمت کی ذمہ واری اپنے اوپر لی۔ سالانکہ افغان فوجون اور قومون پر بہت قابو نہ تھا۔

جب امیر شیر علیخان ترکستان کی طرف بھاگا۔ برٹش گورنمنٹ اور رعایا افغانستان میں جنگ برپا ہوگئی۔ گورنمنٹ انگریزی کا منشا صرف کوہ کتاری کا مقام لیکر واپس آجانیکا تھا۔ مگر باشندگان پنجہ قومی اور نادانی سے بغیر کسی وجہ یا سبب کے انگریزوں سے لڑنے لگے اور انگریزونکو اپنے دشمن افغانوں کی سرویہ تباہی و بربادی لانیکو واسطے مجبور کیا۔ اسوقت نہایت مناسب امر دانشمندانہ طریق معلوم ہوا کہ باشندگان ملک کیواسطے ہی تھا کہ اپنے میں سے ایک دانا اور لایق شخص منتخب کرتو۔ اور اوسکو انگریزون کیپاس روانہ کرتے تاکہ وہ افغانونکی طرف سے واسطے عرض کرتا۔ ہم اب جبکہ امیر شیر علیخان اور یعقوب خان ہمکو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں ہم بالکل بے کس و بیدوگار رہگئے ہیں اگر انگریز ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم آنکی مزاحمت کرینگے۔ اور جہانتک ہمسے ممکن ہوسکیگا آنکو قوانین کی پابندی کرینگے لیکن اگر ہمکو ان قوانین کی پابندی مشکل معلوم ہوگی جو وقتی بہت سخت ہیں۔ کیونکہ ان قوانین کی پابندی کسی خاوند کو اپنی وجہ پر کوئی اختیار ہی نہیں رہتا۔ تو ہم ملک کو چھوڑ دینگے اور ترکستان یا ایران میں جاکر پناہ لینگے۔ مجھکو کامل یقین ہے کہ آنجہانی ہنری ڈفرن کو نکی تسلی اور انکا اطمینان کردیگا کہ انکا ارادہ درصل ملک پر قبضہ کرنیکا نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہہ چاہتے ہیں کہ افغانستان کے لوگ اپنے اوپر ایسے ہی ایک شخص ایسا منتخب کریں جو تخت پر بیٹھے۔ اور جسکو وہ انگریز بھی بادشاہ تسلیم کریں۔ شاید انگریز سردار ولی محمد خان کو افغانستان میں فرمانروا بنانیکا خیال کررہے تھے۔ مگر چونکہ اوسکو ملک پر حکومت کرنیکی بالکل قابلیت نہ تھی۔ اور نہ اتنا ارادہ تھا کہ گو نہ پر قابو رکھ سکتا۔ یہہ تجویز ترک کردیگئی۔ آخر کار کیا گیا مجھکو بخوبی معلوم تھا کہ انگریزونکو ملک پر قبضہ کرنیکی بالکل کوئی خواہش نہیں ہے۔ اور نہ یہہ کہ میرے لوگ بھی مجھکو اپنا بادشاہ بنانیپر خوش تھے جب میں بدخشان اور خانآباد میں تھا مجھکو بہت سے خلوط عام اشخاص اور رئاؤں کیطرف سے موصول ہوئے جیسے لاشک عالم اخوندزادہ و عزونی حاجی صاحب۔ اولاً آواز آئی جسمیں میرے حضرت کیگئی تھی کہ میر جلاآؤن۔ اور لکھا تھا کہ ان سب نے مجھکو بالاتفاق اپنا بادشاہ منتخب کیا ہے جب میں یہان آیا اور افغانستان کا بادشاہ بنا میرے دل کو یقین تھا کہ امیر شیر علیخان نے نہایت غلطی کی۔ اور کہ سلطنت افغانستان کی خوشحالی فراغ البالی یا

بازیکہ اجو سخریت انگلستان پہونچگیا۔

بخارسٹ میں ہانکی انگریزی سفیر سر جی ایچ وڈہم سے جسنی رازیل کی وار انخلافہ۔ وڈی چیسیر وہیں ایک نازک موقعہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تنزل کا انحصار تمام تر برٹش گورنمنٹ پر منحصر تھا۔ اور چونکہ ممالک دیگر سے جیسے کہ روس۔ جرمنی۔ ترکی۔ فرانس اٹلی وغیرہ سے فغانستان کو امداد نہیں پہنچ سکتی ہیں نہ یہی قرین مصلحت اور دانشمندی سمجھا کہ انگریزوں کو ہر طرح یقین دلا دیا۔ اور اطمینان کر دیا تاکہ وہ ملک پر قبضہ نہ کریں۔ بلکہ اگر کبھی کوئی دشمن ہمارے خلاف اٹھا ہو تو اوسوقت ہماری مدد اور حفاظت کریں چنانچہ یہی بواعث ہیں کہ میں نے اوپکی ساتھ صدبندی طے کی۔ جو بفضل خدا بخوبی انجام ہوگئی۔

" چونکہ تم اپنے بادشاہ کو حق میں صادق نہیں تھے اور تم نے سردار محمد ایوب خاں کو قندہار کی شورشوں اور فسادوں کو دنوں تک خط لکھے تھے مجھکو سوفت یقین ہوگیا تھا کہ تم امن و آرام سے خاموش نہ بیٹھوگے پہلے تو تمنے مجھکو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور جب مجھکو ایوب خاں مقابلہ آیا تم ظاہر ہوگئے تم جانتے ہو کہ محمد جان اور عبد الغفور آخوندزادہ نے اپنے باغیانہ خیالات کی وجہ سے خیمہ اٹھایا۔ اور یہی حشر عصمت اللہ خاں غلزئی کا ہوا جس کو بہت ہی حرکات نازیبا اور ناہمائیسند دیکھی تھیں اسکے بعد ملا مشک عالم کے بیٹوں اخوندزادوں نے تین لاکھ کا جری لشکر جمع کیا۔ اور سر حد غزنی پر علم بغاوت بلند کیا۔ اور شنوای ابتک بھی بخوبی پوری پوری امن سے نہیں بیٹھے۔ اوکا اطور پر زیر نہیں ہوئے :۔

" چونکہ میں تجربہ سے سیکھ چکا ہوں۔ کہ تم نہ صداقت پر کان دھرتے ہو اور نہ اہم اور ضروری معاملات کا لحاظ کرتے ہو میں نے کابل و ریاست کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور تم سے نہ کسی کام میں صلاح لی اور نہ مشورہ کیا۔ اور نہ کسی امر پر تمہاری رائے طلب کی جب سے میں نے عنان حکومت سنبھالی ہے میں حتی الامکان کوشش کرتا رہا ہوں کہ تمکو دانا بناؤں۔ اور تمہیں اخلاق سکھلاؤں مگر میری تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور مجھکو تمہاری طرف سے قطعی مایوسی ہوئی :۔

" جب سر ہنری ڈیورنڈ حد بندی کے معاملات طے کرنیکو دوسری بار کابل آئے۔ انہوں نے مجھکو باجور۔ مہمند۔ باشندگان سوات اور تراہی آفریدیوں کے اکابر اور عام اشخاص کیطرف سے خط دکھلائے جن میں لکھا ہوا تھا کہ ہم انگریزی حکومت میں آنے اور برٹش گورنمنٹ کی متابعت کرنیکو دلی تیار ہیں اب تم خود ہی سوچو اور طرفداری کی نظر سے دیکھو جب میں خود تمہاری تحریری خطوط دیکھ چکا ہوں جن میں تم نے انگریزی حکومت کے زیر حمایت آنے کی رضامندی ظاہر کی ہے آیا میں غلطی کر رہا ہوں کہ تمکو انگریزی علاقہ سے متعلق سمجھتا ہوں کیا جو کچھ خود تمنے کیا ہے اسکا کچھ بھی علم نہیں ہے ؟

" عمر اخان۔ مخروج خان جمنڈ مل انگریزوں کا دوست تھا جب وہ علاج کی پناہ گزین ہوا میں نے اس سے مہربانی و شفقت کا برتاؤ کیا اور میں نے اس سے یکمشت روپیہ واپس کیا کہ کیوں برٹش گورنمنٹ کے خلاف اٹھے تھے جبکہ تمکو معلوم تھا کہ باجور کا لوگ اور شاہ اسلام کا تمسے سلوک نہیں مگر وہ خاموش رہا۔ اور اوس نے کچھ جواب نہ دیا ؛

" اب میں افغانستان کی تم سب ملاؤں اور اہل اقوام سے خطاب کرتا ہوں۔ اور تمکو آگاہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلے تم نے خود

اپنے ملک کی قابل قدر خدمت کی تھی میری و پچپ گفتگو ہوئی۔ روما نیا کا ملک سرسبز اور باہن حالتیں دکھائی دیا۔ ترکی سے اوسکے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ ترکی کو تمام سابقہ صوبوں میں سے روما نیا یقیناً سب سے شائستہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کہ اپنی مرضی سے جہاد کو ترک کرکے اور وظائف قبول کرکے انگریزوں کی ساتھ متابعت کا اظہار کیا۔ اور پھر لاسی وجہ کو تم ڈاکٹ فقیر کی تحریک پر جسکو حسب منسب بادشاہ اسلام ہی آگاہ نہیں ہو فساد برپا کیا اور بغاوت پھیلادی۔ اور چونکہ تم نے یہ بغاوت اور فساد اپنے بھلاوے وقت مجھ سے مشورہ نہیں کیا۔ یہ بھی انصاف نہیں کہ اب تم مجھ پر الزام دو۔

دوسرا ایک ملک کو لوگوں کو اہل قوم کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاروبار اپنے بادشاہ کو حوالے کردیں۔ اور اوسکو مختیار و میز کہ وہ جو کچھ ان کے مفید مطلب مناسب سمجھ کرے۔ تم لوگ اپنے معاملات و کاروبار سپرد فہم و مختیار کرکے جو کچھ میں نے تمہارے واسطے مفید سمجھا ہے کیا ہے کہ قاعدہ ہو ہر ایک افغان خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان۔ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے کہ انگریز بادشاہ اسلام کو ساتھ براہ راست بغیر کسی ذریعہ یا واسطہ کے اپنے معاملات طے کرلے۔ اور بادشاہ کو انہیں کاموں سے بالکل مطلع نہیں کرتا۔ تم نے اکثر گورنمنٹ برطانیہ کو کہا ہے کہ ہم آزاد و مطلق العنان ہیں۔ شاہ وقت کا ہمپر کوئی اختیار نہیں۔ اگر ہماری نظر کچھ ایسا ہی تم دیکھتے ہو۔ تو وہ عطیہ فوراً روک دیگی کیونکہ ہم کسی شخص کے زیر دست غلام نہیں ہیں۔" اب تمہارا بادشاہ اسلام کو ساتھ کیا تعلق و واسطہ رکھا جو اوسکی شکایت کرتے ہو؟ چونکہ تم خود بادشاہ ہو۔ خود ہی اپنے معاملات طے کرلو جب یہ بات میں تمہارے دل میں ہیں تو کیا تمکو شرم نہیں معلوم ہوتی ہے جب تم ایسی باتیں کرتے ہو کہ انگریز تمکو آہستہ آہستہ نگل رہے ہیں۔ اور امیر تمہارا خیال اور تمہاری پرواہ نہیں کرتا؟ تمکو تو ایسے حکمران بادشاہ چاہیئے جو تمہاری احمقانہ مثال کی تقلید کرے۔ تم خود تو گدھے ہو۔ اور بیل ہو۔ مجھکو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہاری خاطر اور طرفداری کرکے میں خود تباہ و خراب ہوں؟ اب بھی اگر تمکو پسند ہو تو اپنے آپکو علمی میرے مختیار سپرد کردو۔ اور میں انشاء اللہ تمہارے معاملات برٹش گورنمنٹ کے ساتھ قابل اطمینان طور پر طے کردونگا۔ تمہارے لاسی ہمیشہ میرے علاقہ میں شورشیں اور فساد برپا کرتے ہی ہیں۔ مگر میں انکو معاف کرتا رہا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر برٹش گورنمنٹ کبھی ان افغان اقوام کو سزا دینے سے نہ چوکیگی جو اوسکی مخالفت میں اٹھی ہیں۔ اگر ملاؤں کے دل میں انصاف کا کچھ بھی خیال ہوتا تو وہ کبھی اپنے بادشاہ کو نہ بہکاتے۔ تم ان شورشوں اور فساد دنکو جہاد یا غزا کیوں کہتے ہو یہ جہاد کا وقت (صحیح) آجائیگا۔ اور جب آئیگا تو تمکو اعلان کردیا جائیگا۔ اگر تم اس موقع پر بہادری و مردانگی سے کام لوگے۔ تو میں نہایت خوشی سے تمکو منہ مانگا انعام دونگا۔ مگر جہاد کی سب سے پہلی شرط شاہ اسلام کی شرکت ہے۔ لہذا تعجب ہے کہ بادشاہ تو انگریزوں کی ساتھ دوستی اور یگانگت کے تعلقات رکھتا ہے۔ اور تم جہاد جہاد پکارتے ہو! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم خود مطلق العنان بادشاہ ہو! اور اپنے اوپر تمکو کسی بادشاہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اسی طرح کا واقعہ فرانس میں تیس سال ہوئے پیش آیا تھا۔ جب لوگوں نے اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ اسکو تخت سے اتار دیا۔ اور اسلینڈ بھیجدیا جہاں وہ مرگیا۔ میں بھی معاملات میں تمہاری کبھی دخل نہ دونگا۔ نہ تمکو تمہارے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں مانع آؤنگا بشرطیکہ یہ تمام باتیں مجھ کو مطابق ہوں۔ مگر موجودہ فساد اور

اور منتظم تعین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہاں بر دست طبقہ امراء موجود ہے اور دوم یہ کہ خوش قسمتی سے اوسپر ایک عقلمند اور صاحب دماغ (جرمن) خاندان حکمران ہے :- +-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور شورشوں کا مذہب سے کچھ واسطہ نہیں ہے کیونکہ مسلمان جو بہت سے خوانین اور اہل قوم انگریزوں کی طرفدار ہیں اور اونکی سرکار سے ہیں جب تم خود ہی اونکی مدد کر رہے ہو تو میں کس طرح متہم ہوں ؟-

"مجھکو بخوبی معلوم ہے کہ تم آپ پیمین برٹش گورنمنٹ کے خلاف فسادوں اور شورشوں کے وجوہات حسب ذیل بیان کرتے ہو

اول ابتداء حکومت برطانیہ ہند نے یہ عہد کیا تھا کہ سوات کا ملک اخوند زادہ سوات کو معاف رہیگا۔ اور اس مطلب کا عہدنامہ تحریر ہو گیا تھا مگر اس معاہدہ کے خلاف ملک تحت قبضہ کر لیا گیا۔ اور جب قبضہ کر لیا گیا تو انگریز افسروں نے رشوتیں لینا شروع کر دیں۔ اور ہماری سوداگری کی سمت خراب کر دیگئی :-

دوم عرصہ ہوا انگریزی فوج چترال کی مہم کے موقع پر چترال گئی تھی اسکا نام چترال کی امدادی فوج" رکھا گیا تھا یعنی وہ فوج جو قلعہ چترال کی امداد کے واسطے باقی تھی۔ جب ہمنے اسکا حال سنا ہم سمجھ گئے کہ انگریز کا منشا ہمارے ملک پر قبضہ کرنیکا نہیں ہے۔ وہ ہمارا ملک خالی کر دینگے۔ اور کہ اونکی مرضی صرف قیدیوں کو رہا کرنا تھی۔ مگر جب انہوں نے چترال میں داخل ہوتے ہی برٹش گورنمنٹ کے نام سے قبضہ کر لیا۔ اور اس میں ایک سڑک کھولدی :+-

"میں تمکو واضح کر دیتا ہوں کہ چترال پر قبضہ کرنیسے برٹش گورنمنٹ کی غرض محاصل بڑہانا نہیں ہے اسکی صرف یہ غرض ہے کہ ملک کی آبادی بڑہے اور خود اوسکو استحکام ہو تاکہ آئندہ کبھی اگر روس حملہ کرے تو یہ ملک سد راہ ہو۔ انگریزوں نے ان دیہات سوات کے محاصل بھی واپس کر دیئے ہیں جنپر وقتاً فوقتاً اونہوں نے قبضہ کر لیا تھا +-

"صاف صاف تو یہ ہے کہ میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ انگریز افغان اقوام کے رسوم و رواج اور عادات سے بالکل واقف ہیں اگر میں انگریز فوجی بگہہ ہوتا۔ تو میں نہایت آسانی سے یہ تمام معاملات طے کر دیتا کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص اپنی قوم کی عادات و میلانات سے بہ نسبت غیر قوم کے بہتر طور جانتا ہے۔ میرے واسطے یہ کام ہرگز مشکل نہ ہوتا میں نے سنا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر در ہندوستان میں جنرل نیس نے جو سوقت پشاور کا ڈپٹی کمشنر تہا افغانوں کی مدد سے دہلی کو فتح کیا تہا اسنے اپنی نیک مصلحت اور دانائی سے اس ملک کے لوگوں کو اپنا ہاتھ میں لیا تہا اور اسی قابلیت اور سوجھ بوجھ سے آجکل وہ پشاور کا ڈپٹی کمشنر تھا جس نے جو چناچہ ڈپٹی کمشنر تھے تمام معاملات کو طے کر دیا۔ ان کی فریفتہ ہے کہ سارا پشاور کا کمشنر کا افغان اقوام کی عادات سوسائٹی اور اطوار سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور انکی (افغانوں کی) جھالت اور حمقانہ باتوں کا کچھ خیال نہ کرتا تھا +-

"مختصر یہ ہے کہ مجھکو نہایت بیکار و بارسی کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے اور نہ تم سے کچھ مطلب ہے کیونکہ مجھکو تم پر اعتماد نہیں ہے سمجھتا کہ میں شیر علیخاں کی طرح ہوں تو توپ ہوں کہ تمہاری خاطر دوسروں کو تکلیف دوں اور اون سے جھگڑا کروں تمہاری اصل غرض یہ ہے کہ مجھکو انگریزوں سے بھڑا دو۔ اور اگر میں ایسی حماقت کر بیٹھوں۔ تو مجھ کو یقین ہے کہ تم مزے سے بیٹھے تماشہ دیکھوگے۔ میری طرف سے کوئی امید نہ رکھو" +-

فصل بست و چہارم

انعقاد صلح

جرمن افسر لکھتا ہے۔ عہدنامہ التزاٹے طے ہوتے ہی دونوں نے متفقہ کوشش کی کہ اس معاہدہ کو جس میں ہر شخص دل و جان سے شریک ہوا ہے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں۔ مگر جس سرعت سے معاہدہ میں قرارداد کی شرائط طے ہوئی تھیں اس کا اس وقت پایہ ثبوت تک پہنچنا بہت دشوار تھا۔ ترکی کا اس وقت کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ ہر چہار طرف سے یونانی طاقتوں نے ترکی عساکر کی فاتحانہ پیشقدمی کو روک کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اور اس وقت اس جہت پر کی انتہا نہ تھی کہ ترکی اور یونان میں پھر صلح کرانا ایک ایسا معاملہ ہے جس کا کل پورپ سے تعلق رکھتا ہے۔

فاتح نے جب اپنی فتح کی قدر و منزلت بخوبی معلوم کر لی تو شرائط صلح پیش کیں۔ دول نے ان کی نسبت فوراً ہی کہدیا کہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتیں۔ دول ترکی کو تہسیلی کا صدیا اس حد تک کہ جو ۱۸۷۸ء میں تھیں ترکی کو واپس نہیں دلا سکتیں۔ ایسا کرنا صورت قبل از جنگ کو قائم کرنا ہو گا اور نیز دول کو اس اعلان کی جو معاہدہ کے شروع میں کیا گیا تھا ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔ کہ فاتح کو کوئی علاقہ نہیں دلائیگی۔ بایں ہمہ اس دس ملین پونڈ تاوان جنگ کا تھا ہی سہی دول نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ زیادہ سے زیادہ جو رقم وصول ہو سکے اور نہ فوراً ادا کر سکتا ہو تو آخر بیس سال میں چوتھائی حصہ کی قسط وار ادا کرے۔ اس شرط صلح کیلئے یہ بنیادی اصول قائم کیا گیا کہ بالعالی یونانی قرارداد کی تاریخ سے نہ زیادہ سے زیادہ جلد اور نہ کم سے کم دیر میں اس عہدنامہ صلح اور اس متعدد تاوان جنگ کو مطالبہ کرنیکا حق ہے جو اسکو تمام اخراجات نقصانات کے مساوی اور اس قدر ہو کہ یونان دس کے ادا کرنیکی متحمل ہو سکتا ہو۔ بالآخر ترکی نے یہ بھی منظور کر لیا کہ اگر ادائے معاہدہ کی جو معاہدہ کیوجہ سے کالعدم ہو گئی ہے پھر از سر نو تجدید کرنے کی ضرورت ہوئی تو وہ رعایتیں جو اس میں دول نے یونان کو دلائی تھیں جا بجا بحال و قائم رکھی جائینگی۔

ترکی کی توسیع علاقہ کے مطالبہ کو دست بردار ہونیکا نام دینا تھا۔ مگر آخر دول اسے اس بات پر رضامند کر لینے میں مثل سیاسی کامیاب ہو گئیں۔ اور سلطان المعظم نے اس شرط[1] پر بھی اپنی آزردہ خاطری اور عدم اطمینان کا کافی

---

[1] جرمن مورخ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اعلان یہ تھا کہ پیشتر سے کہ زیادہ لکھنا فائدہ نہیں رہتا ہے دیا جائیگا۔

[2] یہ صاف ظاہر ہے کہ سلطان اعظم کو اس مطالبہ سے دست بردار ہونا سخت گراں گذرا ہوگا مگر وہ بیرونی سیاسی مدبر ہیں ملک کو ایسے تازہ جنگ میں جھونکنا نہیں چاہتے تھے جو محض اپنی خدیوانہ شان کو پورا کرنیکے لئے یا تھوڑی سی نفع پر منتج ہونے پر ہو۔ پس گو ان کو کہ اپنے کامیابی کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہنے کا بڑا رنج ہوا ہوگا مگر وہ ہمیشہ کی طرح بڑے جوش غضب کو دبا گئے ہونگے۔ اور یہ بھی دل سے چاہتے تھے کہ متعدد علاقہ ادرنہ سے لیکر جو اہل عرب کا ملک کا حق میں مضر پایا تو اس سے ہٹ گئے۔ بالعالی کی ثابت قدمی اور دول کے دو زبردست فریقوں کی کیفیت ناظرین کو اس ضمیمہ سے جس میں مفصل واقعات درج ہیں معلوم ہو جائیگی تاہم اس موقعہ پر خاکسار کی چند تحریریں جو اخبار وقائع کی پہلے دونوں ہفتوں میں شائع کیں یہاں درج کر دیجاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو سکے کہ

ثبوت دیکر سرحد کی جزوی تصفیہ و دوستی پر قناعت کرنیا منظور فرمالیا۔ اس دوستی سے ترکی کو صرف چار سو مربع میٹر (یعنے چار سو ساٹھ مربع گز) زمین و ملکی تہی لیکن چونکہ تمام سرحدی درے الضافہ سے سلطان کے قبضہ مین چلے جاتے تھے فوجی لحاظ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سلطان اعظم نے اپنی طرف سے کیسی بخشش و تحسین تمسیلی کو حاصل کرنیکے لیے کمین۔ مگر دول یوروپ کی ایما ذاری سے آخر مجبور ہوگئے۔

استغاثہ سلطان وجواب شہنشاہ آسٹریا۔ تمسیلی کے قایم کرنے کی نسبت بتکرار مطالبہ سابق رفیق پاشا کے پاس ایک تحفہ یادداشت روانہ کی جس کا مضمون سب ٹیلیگرام اخبار سٹینڈرڈ بطریق ذیل تھا:۔

"باب عالی کیطرف سے ترمیم سرحد تمسیلی کے متعلق ہنوز کوئی قطعی فیصلہ نہین کیا گیا ہے۔ لہذا مکرر لکھا جاتا ہے کہ جو سرحد بانعراض جنگی فوجی اٹیچیون نے تجویز کی ہے۔ اور اسے باب عالی مین پیش کیا ہے۔ دول عظام یوروپ کی تجویز کو منظور کرتی ہین۔ اور اسی بناء پر دول نے اتفاق کر لیا ہے۔ کہ دولت عثمانیہ کو یقین دلایا جائے کہ جسے معظم الیہ کر لیا ہے کہ اون فرامنون کا تسفیہ حال کرین جن کے سبب سے صلح مین تاخیر ہو رہی ہے چونکہ اغراض یوروپ ہے"

مذکورہ بالا یادداشت تحفظہ کے وصول ہونیکے بعد سلطان اعظم نے سلاطین یوروپ کے پاس تحفہ تہنیت بدا بلاغ مراسلہ روانہ کیا۔ اور اس مین جدید سرحد سلامیہ پر رضامندی کیا۔ سلاطین و پرنس ٹیرٹ فراس کے بیانات سے جو جوابات آئے وہ بالکل ایک سے ہین۔ سلطان کو یہ صلاح دی کہ تجویز پیشکردہ سلاطین کو تسلیم کر لیا جائے۔ مگر الیس جوزف آسٹریا نے سلطان اعظم کے ایلچی خاص تحفہ پر جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

"جو خالص اور وفادارانہ اتحاد مجھ کو حضرت والا سے حاصل ہے۔ اور جس کے سبب سے حضرت اعلیٰ موجودہ حالت مین مجھ سے جائز تحفہ فرماتے ہین۔ اوسی کی رو سے میرا فرض ہے کہ مین آپ کی ذاتی بہتری۔ اور نیز یوروپ کی بہلائی کے خیال سے صلاح نیک دون۔ کہ جہان تک جلد ممکن ہو سفرائے دول یوروپ کے شرائط پیشکردہ کی بنیاد پر آپ یونان کے ساتھ صلح کر لین۔ یعنے لشکری اٹیچیون کی کمیشن کے ذریعہ سے جو سرحد تجویز ہوئی ہے اوسے منظور فرمالین"

اعلیحضرت امیر المومنین کے خیالات درباره قبضه تمسیلی۔ اخبار سٹینڈرڈ و مورخہ ۹ جولائی اپنے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کے حوالہ سے سلطان اعظم اور اونکے مصاحبون کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کی گفتگو جس کے بالکل درست ہونیکی وہ ذمہ داری اٹھاتا ہے درج کرتا ہے۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ سلطان نے یہ علیحضرت جلالتمآب غفلت پناہی نے اپنی حسب عادت احتیاط اور کم گوئی کے بخلاف نہایت ہی زور الفاظ مین اظہار کیا اور صاف تسلیم کر لیا کہ ہم دلمین ہمیشہ سے لڑائی کو نہین چاہتے۔ مگر بانی یوروپ کی تمام اعلان جنگ کی مجتنب ہے کہ بساوقات بھی غایت حرب کی عالم آشوبی کی زد مین آجائے۔ ہم اپنے اور نیز اپنے مشیرون کے جو ہمکو اس وقت تک

سے یہہ اضافہ بہی نہایت پیش قیمت تھا۔

کل عثمانیہ قوم نے عہدنامہ صلح کی اس دفعہ کی جو مخالفت اور مزاحمت کی وہ بیجا نہ تھی اوسکی آنکہوں سے یہہ دیکھکر خون کے آنسو ٹپک

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے برابر روکے رہے جبتک کہ ہم یونان کو بالکل علیحدہ کرنیمیں کامیاب نہ ہوگئے۔ اور اس امر کو متیقن نہ کرلیا کہ ہمکو صرف اکیلے یونان سے لڑائی کرنی پڑیگی جب یہہ مدعا حاصل ہوگیا تو ہمنے اپنی فوج کو پیشقدمی کے لئے حکم دیا۔ اب فتح پاجانے پر یورپ ہمکو ملک یا روپیہ دلانیسے انکار کرتا ہے مگر ہم تا بہ امکان اسکو کبہی منظور نہیں کریں گے مجھے کس چیز کا ڈر ہے یورپ کی ہر شش دول عظام جب (یونانی کرنیل) واسوس اور اوسکے دو ہزار اٹہائی گیروں کو نہیں دبا سکیں تو وہ میری تین لاکہہ فاتح فوج کے برخلاف جو رومیلیا میں موجود ہے کیا کرسکتی ہیں؟۔ فرض کرلیا کہ وہ ہمپر دباؤ ڈالنے کی خواہشمند ہیں۔ مگر یہہ تو بتائیں کہ "اس کام کا بیڑہ کون اٹہائیگا" اس موقعہ پر سلطان المعظم نے کاغذوں کے ایک ڈہیر پر جو اونکے سامنے میز پر پڑا ہوا تھا ہاتہہ رکہکر ارشاد فرمایا "یہ دیکہو یورپ کے کل دار الخلافوں سے جو اطلاعیں موصول ہوئی ہیں وہ میرے سامنے پڑی ہیں جب دباؤ ڈالنے کی تجویز پیش کیگئی تو ایک طاقت نے کہا کہ میں اس معاملہ میں بہت کارروائی کرچکی ہوں۔ اور زیادہ کچہہ نہیں کرنا چاہتی دوسری نے جواب دیا کہ ہمارے سامنے بالکل تاریکی پہیلی ہوئی ہے۔ (یعنی ہماری عقل اب کوئی کام نہیں کرتی) اور میں اندہیرے میں اور آگے بڑہنا پسند نہیں کرتی تیسری نے کہا کہ میں تو سب کی رفاقت کے لئے یہاں تک بڑہی چلی آئی ہوں لیکن اگر یہہ کہو کہ میں یونانیوں کے لئے اپنی رعایا کے خون کا ایک قطرہ بہی گراؤں تو یہہ مجہے منظور نہیں۔ اسی طرح کے باقیماندہ دولتوں کے جواب تہے۔ پس میں پہر یہ سوال کرتا ہوں کہ کون ترکوں کو تہسلی سے باہر نکالیگا؟ میں وہاں موجود ہوں۔ اور وہیں رہوں گا"۔ مخاطب نے جب ادہم پاشا کی نسبت کوئی اشارہ کیا تو خلیفۃ المسلمین بول اٹہے "ادہم بیوقوف تہا کہ اوسنے پہاڑوں کی چوٹیوں کو بنوک سنگین فتح کرنے پر وقت ضائع کردیا۔ اوسکو درّوں میں سے گذر کر میدانوں کیطرف بڑہجانا چاہئے تہا۔ اوسکے پاس یونانیوں کی نسبت تگنی فوج تہی۔ اوسے یونانی فوج کو گہیرے میں کرلینا اور اب سے بہت عرصہ پہلے اتہنز میں موجود ہونا چاہئے تہا۔ لیکن خیر۔ وہ اب بہی وہاں جاسکتا ہے میں نے اور چند دن انتظار کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اگر اوسوقت تک بہی میرے مطالبات نہ مانے گئے تو میں آگے بڑہنے کا حکم دیدونگا۔ اور اتہنز کے شاہی محل سے من مانتی شرطیں قبول کرواؤنگا۔ فی الفور حملہ کردینے کیلئے سب سامان بالکل تیار ہے"۔ اسکے بعد امیر المومنین نے اس مضمون کو چہوڑکر ارشاد فرمایا "چہہ طاقتوں میں سے دو طاقتیں بیشک فی الواقع مخالف ہیں۔ مگر میں اونکا مقابلہ کرنیکے لئے تیار ہوں" پہر ایک چہوٹا سا لفافہ اٹہاکر جو برلن سے آیا تھا روسی سرحد پر جرمن فوج کی مختلف نقل و حرکت کی تفصیل بیان فرمائی" یعنی ظاہر فرمایا کہ وہ دونوں طاقتیں جن میں سے ایک اس اشارہ سے واضح ہوتا ہے کہ روس ہے اگر مخالفت سے باز نہ آئیں تو جرمنی کی فوجیں ہماری تائید میں روس پر حملہ آور ہونے کے لئے بہمہ وجوہ تیار ہیں۔

امیر المومنین کے خیالات کے ساتہہ ہی ایک عام مشہور عثمانی مارشل کی رائے جو آسٹریا کے ایک اخبار میں شایع ہوئی ہے بیان کردینی نامناسب نہ ہوگی۔ مارشل موصوف جو غالباً غازی عثمان نوری پاشا شیر پلیونا ہیں اپنی رائے ظاہر فرماتے

رہے تھے کہ ٹرکی اپنے ہی ایک سابقہ صوبہ کو اتنی بہادر جانیں گنوا کر پھر فتح کرے اور پھر اوسی اوسپر قابض نہیں رہنے دیا جاتا ۔ + ۔ ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے ہیں کہ اگر ترکی گورنمنٹ بعض یورپین طاقتوں کے دباؤ میں آکر تہسلی کو خالی کردیگی تو تمام سلطنت میں ایک تباہی برپا ہو جائیگی عثمانیہ قوم اور فوج کی دلی تمنا ہے کہ تہسلی جسے اونہوں نے اپنے بہادر سپاہیونکا خون گرا کر فتح کیا ہے اس امر کی کفالت میں اونکے پاس رہے کہ اونکا دغاباز ہمسایہ پھر کبھی سر نہ اوٹھائے اور اونکے امن میں مخل نہ ہو پیشتر اوسکے کہ ہم تہسلی کو برضاء و رغبت چھوڑ دیں یہہ ضروری ہے کہ خون ہماری رگوں میں خشک ہو گیا ہو اور ہم بالکل مردہ ہو گئے ہوں ایک اور اعلیٰ ترکی عہدہ دار کے الفاظ ہیں کہ یونان نے ہمکو تہسلی میں داخل ہونے پر مجبور کیا اور اب اپنی قوم کے دباؤ کی وجہ سے ہم وہاں رہنے پر مجبور ہیں کیا یورپ ہمکو اوسکے چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے؟ ہم عثمانی جان اور زندہ رہنے کیلئے نہیں لڑتے بلکہ اپنے مذہب کے لئے شہید ہوتے ہیں" اسی نامہ نگار نے دوسرے ہفتہ لکھا

سلطان عبدالحمید ابھی تک برابر تہسلی پر اڑے بیٹھے ہیں۔ اور اسلئے یورپ کی طاقتیں اور اخبارات بڑے زور شور سے اونکو پند و نصیحت کر رہی ہیں بعض اوقات اس قسم کی علامتیں پائی جاتی ہیں کہ حضور ممدوح پر اوسکا کچھ اثر ہو گیا ہے لیکن یہ اثر قوۃ سے فعل تک نہیں پہونچتا۔ یہ بات بڑے وثوق سے مشہور کی گئی ہے کہ سلطان المعظم یورپ کا کہا ماننے کو تیار ہیں لیکن اسکے آثار بدستور سابق بالکل ناپید ہیں بلکہ اسکے عین برعکس رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ اگر کبھی دول متفق ہو جائیں اور پھر وہ ملکر اونکو تہسلی سے باہر نہ کریں تو وہ وہاں رہنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں آج یہہ افواہ مشہور ہے کہ سلطان سخت متخائف ہو رہے ہیں تو دوسرے دن سینے میں آتا ہے کہ وہ اپنی ضد پر بدستور قائم ہیں اور سوائے اپنی شرائط کے اور کسی شرط پر صلح کرنا نہیں چاہتے۔ افواہیں خواہ ہر روز بدلا کریں یہہ صاف ظاہر ہے کہ سلطان المعظم کے افعال ایک ہی روش پر ظاہر ہو رہے ہیں جن سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ تہسلی کو چھوڑنیکا نام نہیں لینا چاہتے چند دنوں کی بات ہے ادہم پاشا قسطنطنیہ کو طلب کئے گئے تھے طلبی کا مدعا یہہ مشہور ہوا تھا۔ کہ وہ دارالخلافہ کی فوج کے اعلے کمان افسر مقرر کئے جائینگے تاکہ شرائط صلح کے طے ہو جانے پر جب فوج تہسلی سے واپس بلائی جائیگی تو اگر وہ دارالخلافہ میں فساد کرنے پر مائل ہو تو اوسکا انتظام کریں اسوقت فی الحقیقت کل اختیار فوج کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ یورپ کی پیش کردہ شرائط کے سخت مخالف ہے جب فوج تہسلی سے واپس بلائی گئی تو اوسکا زیادہ حصہ گھروں کو جاتا ہوا قسطنطنیہ سے گذریگا۔ اور اندیشہ ہے کہ وہ اپنا غصہ عیسائیوں پر نکالنا شروع نہ کر دیں مگر ادہم پاشا تہسلی کے وسط میں ہی پہونچے تھے کہ اونکو واپس چلے جانیکا حکم پہونچ گیا۔ سلطان المعظم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر عیسائیوں کا قتل عام ہوا تو یورپ کی طاقتیں کل باہمی رشک و رقابت کو بالائے طاق رکھکر فی الواقع اونکی مخالفت پر کمربستہ ہو جائینگی۔ اسلئے وہ ایسے امر کے ظہور پذیر ہونیکو روکنے کے لئے بہت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی عام خیال ہے کہ اگر دول یورپ نے پیشدستی کر کے پہلے سلطان المعظم پر دباؤ ڈالا تو وہ اوسکے جواب میں عیسائیوں کو ضرور قتل کرا دیں گے چند ہفتوں سے کثیر التعداد مسلمان اضلاع ملحقہ سے دارالخلافہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور یہ کئی دفعہ مشاہدہ میں

فریقین کے متضاد دعاوی سے ایسی گڑبڑ پر رہی تہی کہ کسی پولیٹیکل بحث مباحثہ مین پہلے کبہی ویسی نہ پڑی تہی۔
مقدونیہ۔ اپائرس اور تہسلی کی البانوی آبادی کے تیور بگڑ جانیسے ترکی گورنمنٹ کو راستہ مین سخت مشکلات مزید پیدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آچکا ہے کہ شہر مین کہین بھی ذرا سا ہلڑ مچنے پر بہت بڑا انبوہ لاٹہیون سے مسلح فوراً اس موقعہ پر اسطرح سے جمع ہوجاتا ہی کہ گویا اوسے ایسا کرنیکے لیئے حکم دیا گیا ہے۔ جو ترکی افسر فرلو رخصت پر گئے ہوئے تہے اونکی رخصتین منسوخ کردیگئی ہین۔ اور اتینہ پر پیشقدمی کرنیکے لیئے سامان تیار ہے۔

(اس کے بعد نامہ نگار لکہتا ہے کہ خود سلطان المعظم کا منشا ہے کہ یوروپ اونپر دباؤ ڈالے۔ تاکہ اونکو تہسلی چھوڑنے اور فوجکی خفگی سے بچنیکا کافی بہانہ ملجائے۔ مگر اوسکی یہ تحریر اور خیالات جنکی کئی دفعہ تردید ہوچکی ہے۔ ایسے لغو اور بے بنیاد ہین کہ انکو نظر انداز کیا جاتا ہی)

کریٹ کے متعلق وہ تحریر کرتا ہی کہ سلطان المعظم نے وہان زائد فوج بہیجنیکا ارادہ ظاہر کرکے دنیا کی توجہ کو تہسلی کیطرف سے ہٹانیکی کوشش کی ہے۔ مگر یوروپ نے اس تجویز کو پسند نہین کیا۔ یونانی مفسدین کے اغواء سے کریٹ مین پہر سخت بدامنی پہیلنے کا اندیشہ ہوگیا ہے۔ اونکی شرارتین اس حد تک بڑہ گئی ہین کہ خود چند سرغنہ اونکے برخلاف ہوگئے ہین۔ دول یوروپ نے سلطان کی تجویز کے جواب مین انکو اطلاع دی کہ کریٹ کی بجائے فوجکو ممالک محروسہ کے دیگر حصص مین بدامنی کو روکنے کیلیئے رکہنا زیادہ مفید ہوگا۔ اسپر اعلیحضرت نے دول کو آگاہ کیا کہ کریٹ مین مسلمانون پر بہت ظلم ہورہا ہے۔ اور اونکی کماحقہ حفاظت نہین کیجاتی۔ پس اگر اسبارہ مین کوئی اصلاح نہ ہوئی تو ہمکو اونکی حفاظت کیلیئے بیڑہ جہازات روانہ کرنا پڑیگا۔ ایسا کرنیمین سلطان کو یہ مشکل درپیش ہوگی۔ کہ اونکے پاس کوئی بیڑہ ہی نہین (بیڑہ مذکور کی روانگی نے جسپر اب انگریزی اخبارات کہسیانی ہوکر طرح طرح کے حاشیے چڑہا رہے ہین کہ وہ راستہ ہی مین غرق ہوجائیگا۔ اور وہ سمندر مین چلنے کے قابل نہین۔ یہ یقین ہے کہ نامہ نگار کی اس غلط فہمی کو دور کرکے اسے جتا دیا ہوگا کہ بیڑہ خواہ کمزور ہو یا مضبوط۔ مگر اوس کا کچھ وجود بہرحال ضرور ہے۔ انگریزی اخبارات کی چوٹون کا جواب دینا فضول ہے۔ ترکی بحری طاقت پر ہم کئی دفعہ بتفصیل لکھ چکے ہین اور ہمارے ناظرین کو غالباً یہ بہی یاد ہوگا کہ باغیان کریٹ پر جب متفقہ بیڑون نے سب سے پہلی دفعہ گولہ باری کی تہی۔ تو دو ترکی آہن پوشون نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ ایڈیٹر) اور یہ بھی مشتبہ ہے کہ کیا اونکے پاس جزیرہ کو فوج بہیجنیکیلیئے باربرداری کے جہاز بہی کافی موجود ہین یا نہین (جنگ یونان کے موقعہ پر دو لاکھ فوج ایشیائی ساحل سے جہازون پر ہی یوروپین ساحل کو پہنچائی گئی تہی اس سے باربرداری کے جہازون کے کافی یا ناکافی ہونیکا بخوبی پتہ ملرہا ہے۔) تاہم اگر باب عالی دس ہزار فوج جس کو بہیجنے کا ارادہ اوس نے ظاہر کیا ہے جزیرہ مین اتارنے مین کامیاب ہوگیا۔ تو موجودہ حالت بلاشک و شبہ اور بھی زیادہ خطرناک ہوجائیگی۔ جرمنی کا اخبار فرینک فرٹر زیٹنگ جس کو موجودہ تنازعہ مین سب سے واثق اور پختہ اطلاع پہونچتی رہی ہے۔ لکہتا ہے کہ انگلستان اور روس کے سفراء کے سوا باقی سفیر باب عالی کے اس ارادہ کے مخالف نہین ہین۔ جواد پاشا سابق وزیر اعظم جو ایک دفعہ پہلے کریٹ کے گورنر جنرل رہچکے ہین اچانک قسطنطنیہ سے روانہ ہوگئے ہین۔ اور عام خیال ہے کہ وہ جنگی کمانڈر کے عہدہ کا اہتمام لینے کیلیئے کریٹ کو گئے ہین۔ جزیرہ کے مسلمان پچھلے دنون سے نہایت دلیر ہوگئی ہین۔ اور اگر جواد پاشا جزیرہ پر اترنے اور وہان اپنا تسلط قایم کرنے مین کامیاب ہوگئے تو مسلمان

ہوگئی تہین - البانوی رؤسا علانیہ روز افزون تقید اور پرجوشی کے ساتھ تھیسلی کے الحاق کا مطالبہ کر رہے تہے - اور یہ دہمکی دے رہے تھے کہ اگر اوسے پہر یونان کے حوالہ کر دیا گیا تو ہم سلطنت کی متابعت چھوڑ دین گے - اونکا بیان تہا کہ محاربہ مین زیادہ تر البانوی سپاہ کے ہی قوت بازو اور شجاعت سے فتوحات حاصل ہوئی ہین - اور اس سے البانویون کو مسئلہ تھیسلی کے تصفیہ کے متعلقہ مباحثہ مین اپنی رائے پیش کرنے اور اسپر غور کرانے کا کامل استحقاق حاصل ہوگیا ہے - اس کے ساتھ ہی یہ خبرین موصول ہوگئین کہ دس ہزار نجوبی مسلح ارنوط اپنے مطالبات کی عدم شنوائی کی صورت مین جب تک ایک متنفس باقی رہے - شمالی البانیا مین لڑتے رہنے کا عزم بالجزم کرکے مرنے مارنے پر تیار کہڑے ہین - اسی وقت البانوی رؤسا کا ایک ڈیپوٹیشن بہی قوم کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) - اور یہی دلیر ہوکر امیر البحرون کی متابعت سے سرکش ہوجائین گے جن کو اب وہ ویسی ہی حقارت کی نظر سے دیکہنے لگ گئے ہین جیسے کہ کرنیل اسوس کی موجودگی کے زمانہ مین عیسائی انکو دیکھا کرتے تہے (نامہ نگار کی تحریر سے تو ایسا پایا جاتا ہے کہ جواد پاشا گویا ایک حملہ آور کی حیثیت مین کریٹ کو گئے ہین اور جزیرہ کے اصل مالک دول یورپ کے امیر البحر ہین بہرحال جواد پاشا جزیرہ مین داخل ہونے مین کامیاب ہوگئے ہین اور اونہون نے اپنا تسلط بھی قایم کر لیا اب دیکھئے جزیرہ کا اصل مالک کون ثابت ہوتا ہے -

بعض کی روایت ہے کہ دول یورپ اب اس مرحلہ پر پہونچ گئی ہین کہ ترکی کو مجبور کرنیکے طریقہ پر بحث شروع ہوگئی ہے - لنڈن مین کل (۱۵ جولائی) وزراء نے جلسہ کرکے اس مضمون پر غور کیا تھا کہ کونسا مخالفانہ طریق اختیار کیا جائے - اس ہفتہ لوگون کی یہ عام رائے رہی ہے کہ کل طاقتین دباؤ مین شریک نہین ہونگی - یہ کام روس - انگلستان اور غالباً فرانس کے سپرد کیا جائے گا - ایک اخبار لکہتا ہے کہ روس باسفرس کے دہانہ کو - انگلستان ڈارڈنیلز کو - فرانس سمرنا کی بندرگاہ کو - اور آسٹریا سالونیکا ریلوے کو روک لے گی جس سے تھیسلی کی ٹرکی فوج کو ہر قسم کی کمک اور رسد پہونچنی بند ہوجائے گی - اور ترکی کو خواہ مخواہ تھیسلی کو خالی کرنا پڑے گا - مگر دیگر اخبار اسکی تردید کرتے ہین - اور لکہتے ہین کہ دول ابہی ایسی تفصیلی بحث پر نہین پہونچین -

رومینیا اور ٹرکی مین معاہدہ ہوگیا ہے - کہ بلگیریا کے ساتھ جنگ ہونے کی صورت مین ایک سلطنت دوسری کی اعانت کریگی کہا جاتا ہے کہ یہ اتحاد جرمنی کی سعی و کوشش سے ہوا ہے - رومینیا کچھ عرصہ سے اتحاد ثلاثہ (اٹلی - جرمن اور آسٹریا) مین داخل ہوچکا ہے - اب اس اتحاد سے ٹرکی کو بہی اتحاد ثلاثہ مین داخل سمجہنا چاہیئے - جس کا فوری اثر یہ ہوگا - کہ یہ تینون سلطنتین سلطان کے برخلاف کسی جابرانہ کارروائی مین شریک نہ ہونگی - اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شہنشاہ آسٹریا نے سلطان المعظم کے تار کے جواب مین جو خط لکہا تہا اوس مین گو یہ ظاہر کر دیا گیا تہا - کہ یورپ کی شرائط کو قبول کرنے مین خود سلطان المعظم کا فایدہ ہے - مگر خط کا لہجہ اور پرواز نہایت ہی نرم اور آشتی آمیز تھا - اعلیٰ حضرت نے ہر شش دول عظام کے فرمانرواؤن

خواہشات اور معروضات کو سلطان المعظم کی خدمت میں عرض کرنے کے لئے قسطنطنیہ پہونچگیا۔ ایائیرس میں بھی چار ہزار مسلح ارنوط موجود تھے۔ جو نام و پیام صلحیہ کی سنتے ہی سخت بین بجبین اور برافروختہ ہورہے تھے یہ لوگ وہ البانوی مجاہدین تھے جنکو اطالی میں کام دینے کو لیے اسلحہ دیدے گئے تھے۔ اون کی غضب آلودگی کے نتائج سے متخوف ہوکر اون سے جہاد لینے کی کوشش کی گئی مگر اونہوں نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ جبتک ہارے مطالبات منظور نکرلیجائینگے کبھی تیار نہیں دینگے۔ ان اظہارات غیظ و غضب سے قسطنطنیہ کے باشندوں پر بڑا اثر پڑا۔ کیونکہ اس معاملہ میں البانوی اکیلے نہ تھے۔ بلکہ تمام فوجی اور اکثر شہری بھی اس بارہ میں اون سے بالکل متفق اور سیحی یورپ کی جارحانہ کارروائیوں سے سخت غضب آلود ہورہے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور پرلیسیڈینٹ کو ایک ہی مضمون کے تار بھیجے تھے۔ سب سے پہلے شہنشاہ آسٹریا کا جواب وصول ہوا جس کو بابعالی نے فوراً مشتہر کردیا۔ جس پر دوسرے بادشاہوں نے بھی اسی انداز میں کمال ملاطفت سے جواب دیا۔ روس کی بابت البتہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اوس کا جواب کسی قدر سخت تھا۔ اور کہ روسی سفیر ایم نیلیڈوف نے عنقریب قسطنطنیہ سے بدلنے والا ہے۔ وزیر عظم سے ملاقات کرکے تخلیہ تھسلی پر بعجلت زور دیا تھا۔ جس کے جواب میں خلیل رفعت پاشا صدر عظم نے ارشاد فرمایا کہ ترکی اوس وقت تھسلی کو خالی کرے گی۔ جب کہ روس قارص اور باطوم کو واپس دیگا۔ ۱۸۷۷ء کی جنگ کے بعد معاہدہ برلن سے قبل روس نے قارص اور باطوم کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ ایم نیلیڈوف کی نسبت مشہور ہے کہ ایم زینوف روسی سفیر متعینہ مشاک ہولم دوار الخلافہ سویڈن) ابھی اون کی جگہ نہیں آئے گا۔ اور تصفیہ صلح تک نیلیڈوف ہی روسی سفیر رہینگے۔ ترکی فتوحات سے فقط ترکی ہی قدر و منزلت میں بڑا اضافہ نہیں ہوگیا۔ بلکہ اخلے حضرت امیر المومنین کی لیاقت خداداد کا بھی ایک زمانہ معترف ہوگیا ہے۔ وہی اخبار جو حضور ممدوح کو ارمنیوں کو قتل عام کا بانی مبانی قرار دیکر اون کو سفاک اور قاتل کے ناموں سے پکارتے تھے اب دول یورپ کا اون کو ترکی پر ترکی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنا دیکھکر اون کی حکمت عملی اور ڈپلومیسی میں بے نظیر قابلیت اور اون کی بیمثیل راسخ العزمی اور استقلال کی صفت ثنا کر رہے ہیں۔ اور ارمنیوں کے قتل عام کے واقعہ کے متعلق اون کا ذکر غیر نہایت ہی نرمی اور مہربانی کرتے ہیں۔ اور یقین کامل ہے۔ کہ اگر موجودہ کشمکش میں بھی جو ترکی اور دول عظام میں ہو رہی ہے خلیفۃ المسلمین یورپین طاقتوں سے بازی لیگئے۔ اور آنجناب کو کھلم کھلا یا بالواسطہ طور پر ہی زک لگگئی تو حضور ممدوح کل دنیا کی نگاہوں میں ہر دلعزیز اور محبوب ہوجائینگے"۔

ورنیولا ذاکرات صلحیہ کا خرک رنگ اختیار خیزاں آگے بڑھ رہا تھا جنسلی کو قبضہ کو قعہ فیکو بعد تاوان جنگ کی مقدار پر جھگڑا ہو رہا تھا اسپر خوب پرجوش اور گرما گرم بحثیں ہوئیں کسی کی رائے دوسرے سے نہ ملتی تھی اگر ایک مشرق کو جاتا تھا تو دوسرا عین مغرب کو۔ آخر خدا خدا کر کے اس مسئلہ کا بھی ادس خاص کمیشن کی رپورٹ کی بنا پر فیصلہ ہو گیا جو ہر شش دول عظام سے معاملات مل کر میثروں کی اس غرض کو لئے قایم کی تھی کہ یونان کسقدر تاوان جنگ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ ترکی مطالبہ کو گھٹا کر چار ملین پونڈ کی رقم کافی قرار دیگئی۔ ترکی کو اس مطالبہ کو کہ اوس نے یونان کو جو امتیازات سابقہ عہدناموں کے ذریعہ سے عطا کر رکھے ہیں اونہیں منسوخ کر دیا جاے اصولاً اور نیز اس بنا پر کہ اس سے نامناسب اور بری نظیر پیدا ہوتی ہے۔ دونوں باتوں کے لحاظ سے قطعاً مسترد کر دیا گیا۔

ا امتیازات یا کیپی چولیشنز کی بحث کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے اور تاریخ خاندان عثمانیہ میں اسکی مفصل توضیح کر دیگئی ہے تاہم اس موقعہ پر بھی یہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ یہ بعض اون مراعات کا نام ہے جو کبھی کبھی بعہدنامہ ہاے گوناگوں سلطنت عثمانیہ کی بیرونی سلطنتوں کے باشندوں کو باب عالی کی طرف سے دی جاتی تھیں جنہوں نے ترکوں کی عملداری میں سکونت اختیار کی ہے یہ رعایتیں قرن اوسط سے اب تک چلی آتی ہیں۔ اور ابتدا میں مثلاً دن کے مغلوب انگلش سیاحوں کو حق میں عطا کی تھیں یہ محض تجارتی رعایتیں تھیں۔ بعد امتداد ایام و زوال سلطنت عثمانیہ بندوستان کی طرح ترکی میں بھی وہ عہدنامجات کو برابر گرانقدر ہوگئیں اور ترکی نے بزبردستی بمعاوضہ ان دوسری سلطنتوں کی حفاظت ترکی یا دوسری باتوں کو جو آن کی بابت دعوی کرنے کی فوقیت رکھتی تھیں حاصل کیا (ڈلگیں)

ان رعایتی حقوق کی بوجب جو مراعات ملحوظ رکھی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔ بر اثاث کس ہو ملاوہ محصول اسٹم کے (اور جو چیز ذاتی استعمال کی خاص غیر منقولہ جائداد کے کہتے ہوں تو کسٹم ادا نہیں ہوتی) ترکمانیں رہنے سے اون کی وطنی سکونت کے حق کا ضائع نہونا اور لوکل عدالتوں کو اختیار سماعت دعاوی کا رہنا۔ یہ آخری رعایت البتہ مستثنیات اور حدود کی پابند ہے اور اوسکی تفصیل بہت طول طلب اور پیچیدہ ہے پس اسقدر کہنا کافی ہو کہ اپنی اشخاص کو حق میں اس رعایت کی ہوتی ہے طرح طرح کی چھیڑ چھاڑ بالخصوص مصر میں جہاں اوسکی وجہ سے خلائی عدالتیں مقرر کرنا پڑیں پیدا ہوا کرتے ہیں اور قبل اسکے ہم مختلف ملکوں کو اپنی انکی وجہ سے پیچیدگیاں واقع ہوئیں فی الحال جو سلطنتیں یہ رعایتی حقوق رکھتی ہیں انکو نام یہ ہیں یعنی یورپ میں فرانس اطالیہ انگلستان جرمنی آسٹریا روس ہالینڈ۔ سوئیڈن ڈنمارک بلجیم پرتگال اور یونان اور نئی دنیا میں ممالک متحدہ امریکا و برازیل سرانیوڈ ملنر سابق ایلچی مقیم مصر و حال گورنر کیپ کولونی اپنی کتاب مصر و انگلستان میں ان مراعات کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

ابتدا میں جو رعایتی حقوق عطا کیگئے وہ اصل میں معاملات کی حیثیت سے نہیں بلکہ زیادہ تر مراعات کی حیثیت سے دیئے گئے تھے اس زمانہ کے سلاطین ترکی نہ تو مغرب کی عیسائی سلطنتوں کو اس قابل سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کیا جاتا اور نہ انکا خاص منشا یہ تھا کہ جو رعایتیں وہ عطا کریں ان کے معاوضہ میں اسی طرح کی۔ رعایتیں دوسری سلطنتوں میں ان کے سفارتی کیمپوں جن کو بدوست خود مختار فرمانروا اون نے ابتدائی رعایتی حقوق عطا کئے تھے تو وہ اس خیال پر مسکرا ہے

یہہ مشکلات دور ہوئی ہی تھیں کہ نام و پیام کر قطعی تصفیہ میں نئی سکاوٹیں پیدا ہو گئیں - یہہ سکاوٹیں پہلی مشکلات سے بھی زیادہ شدید تھیں کیونکہ وہ تو صرف محاربہ کے فریقوں کو باہمی اختلاف کی وجہ سے تھیں - اور یہہ سکاوٹیں خود دول کو باہمی اختلاف رائے سے پیدا ہوئی تھیں - یہہ اختلاف اسقدر بڑھ گیا تھا کہ خود اتحادیوں میں خلل پڑجانیکا اندیشہ ہو گیا تھا - اور یہہ ظاہر ہو کہ اس اتحاد کے بغیر معاملہ کے سلجھنے کی بمشکل امید ہو سکتی تھی -

بڑا اختلاف اس امر پر تھا کہ ایکطرف جرمنی یہہ کہتی تھی کہ عہدنامہ میں ایسی دفعہ درج کیجائے جو ترکی کو تاوان جنگ کے ادا کرنیکی ضمانت و کفالت دیتی ہو - اور ساتھ ہی یونان کو سابقہ قرضخواہوں کے اغراض کی بھی حفاظت کرتی ہو تاکہ آئندہ حالات متغیرشدہ سے نقصان نہ پہونچے - دوسری طرف انگلستان کسی ایسی شرط کو اندراج کو جس سے تھسلی پر ترکی فوجکا قبضہ طوالت پکڑتا ہو قطعاً پسند نہیں کرتا تھا - آخر کئی مہینوں کے مباحثوں اور تبادل آرا کے بعد دونوں ملکوں میں سمجھوتہ ہو گیا جو دوسری طاقتوں نے بھی منظور کر لیا - اور اوسکے مطابق عہدنامہ میں دفعہ درج کر دیگئی - جرمنی نے اپنی مطالبہ کی مناسب تعمیل کے لئے یہہ تجویز پیش کی تھی - کہ جب تک تاوان جنگ ادا نہ ہو جاے - یونان کو صیغہ مال کی نگرانی ایک خاص حد تک ایک مشترکہ یورپین کمیشن کو سپرد کر دیجائے اور دول تاوان کی ادائیگی کی ذمہ واری اٹھائیں - فیصلہ تجویز مذکور کی منظوری پر ہوا -

یونانی گورنمنٹ اس فیصلہ سے بہت بگڑی - اور یونانی اخبارات نے شور و غل برپا کر دیا کہ دول یورپ کو ملک کے اندرونی معاملات میں ہرگز دخل دہی کی اجازت نہیں ملنی چاہئی - اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے - ترکی کو فوجی تھسلی کو چھوڑ دینے کی شرط پر سخت آشفتہ و برہم ہو رہے تھے - مزید برآں نام و پیام صلحیہ کو کہٹائی میں ڈالنے کے لئے اور کئی خفیہ سازشیں اپنے کام میں مصروف تھیں مگر بایں ہمہ آخر سفراء دول کے ایک اجلاس میں شرائط صلح کا تصفیہ ہو گیا - ابتدائی عہدنامہ صلح مرتب ہو گیا - اور جلالت مآب سلطان المعظم نے اوسے بلا تامل منظور فرمالینے سے اوس متردد و مضطراب و بیچینی کا خاتمہ کر دیا جو اس طول طویل بحث مباحثہ سے جسکے دوران میں گو عملاً جنگ بند تھی تاہم گویا ہنوز دونوں فریق بدستور برسر جنگ تھے پیدا ہو رہی تھی اس معاہدہ پر بمقام قسطنطنیہ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء کو دستخط ہوئے - مذاکرات صلحیہ برابر چار مہینے ہوتے رہے جس عرصہ میں سفراء دول اور ترکی کے وکلاء نے شرائط پر یکے بعد دیگرے بحث کرتے رہکر آخر اونکا تصفیہ کر لیا - اور سفراء کی متفقہ رائے کا پختہ ہو جانیکے بعد شمار خطرات عدیدہ کے بعد آخر ٹھکانے لگی - اور اونکی مساعی کا کامیابی پر خاتمہ ہوا -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے لکھے کہ جو عاقبت اندیش و قریب قریب حماقت کی نگاہ سے دیکھنے ہیں وہ کسی وقت ان کو جانشینوں کی کمزوری اور سخت پریشانی کی باعث ہو جائیں گی - دنیا کی سب سے بہادر سلطنت کا معدودے چند بیرونی ملک کو تاجر و نکو پر شاہانہ حمایت کی کوئی چیز دینی چونی اور سنی سنی دیدینا اور ہی بات ہے - ان تاجروں کی ملکی گورنمنٹیں بہت ہی دور از مقابلہ پر واقع نہیں اور ان ایام میں بمقابلہ ترکی کے بالکل ہی ضعیف نہیں اور سو سو ذرہ بھی گمان نہ تھا کہ جو حقوق اسوقت دیگئے تھے اونکی تعمیل ایسی سخت پابندی کے ساتھ چاہی جائیگی اور یہہ بالکل اور سراسر ہے کہ وہی سلطنت ضعیف و خستہ حال پر ہو گئی - اور اب اسکو بیشمار تعداد کے ان ہی باشندوں کا سامنا کرنا پڑا جو بڑے بڑے حقوق پر مسلح ہیں "

اوس ابتدائی عہدنامہ صلح کا مضمون بجنسہ حسب ذیل ہی۔

چونکہ یونان نے اپنے اغراض کی فلاح و بہتری اور اپنا نیک و بد دول کی ہاتہہ میں دیدیا۔ اور بابعالی نے اونکی ثالثی کو منظور کرلیا سفراء کو وکلاء اور وزیر خارجہ توفیق پاشا کی باہمی رضامندی سی مندرجہ ذیل شرائط قرار پائی ہیں۔

(۱) حدود اون خطوط کی مطابق جو نقشہ منسلکہ پر دکہائے گئی ہیں۔ اور نیز اوسکی تشریح کنندہ عبارت کی مطابق درست کیجائیگی۔ موقعہ پر جنگی مصالح کی لحاظ سی متفقہ فیصلہ سی اون خطوط میں سلطان کی حق میں خفیف تغیر و تبدل کیا جاسکیگا۔ ایک مشترکہ کمیشن جسمیں دونوں طاقتوں کی قایم مقام[1] اور تمام سفارتوں کی فوجی وکلا شامل ہونگی حدود کی تعیین کریگی۔ یہہ کمیشن اس معاہدہ پر دستخط ہونیسی پندرہ دنکی اندر قایم کیجائیگی۔ اور متنازعہ مسایل کثرت رائے سے فیصل ہونگی۔

(۲) یونان ٹرکی کو چالیس لاکہہ ٹرکی پونڈ بطور تاوان[2] جنگ ادا کری۔ اور ادائیگی کے لئے ضمانتیں دی یونان کی صیغہ مال کی نگرانی کی متعلق ضوابط آیندہ مرتب کئی جائینگے۔

(۳) یونان کی رعایا کو محاربہ سی پہلے ٹرکی میں جو حقوق و برآت اور رعائتیں حاصل تہیں وہ بدستور قایم رہینگی۔

(۴) اس موجودہ عہدنامہ کی تصدیق سی پندرہ دنوں کی اندر یا اوس سی بہی پہلی یونانی وکلا جنکو اختیارات مطلوبہ دئی گئے ہونگی قطعی معاہدہ صلح کی شرائط کی انعقاد کی لئے عثمانیہ وکلا سے مذاکرہ کرنیکی لئے قسطنطنیہ پہونچ جائینگے۔ معاہدہ مذکور موجودہ عہدنامہ کی بناء پر مرتب ہوگا۔ اور اوسمیں موجودہ عہدنامہ کی علاوہ مندرجہ ذیل معاملات کی متعلق بہی شرائط عہد و پیمان کیا جائیگا۔ قیدیوں اور اسیران جنگ کا تبادلہ۔ فریقین کی خطاکار رعایا کو عام معافی۔ اضلاع مقوضہ کی باشندوں کو نقل وطن کی آزادی ہونا۔ قزاقی کی بیخکنی کی تدابیر۔ اور جو نقصانات رعایا عثمانیہ کو محاربہ سی پہونچی انکی معاوضہ کی تعیین۔

(۵) انکی ساتہہ ہی مندرجہ ذیل مسایل کی متعلق تین ماہ کی اندر تصفیہ کرلینی کی غرض سی نام و پیام شروع کئی جائینگی۔ (الف) ۱۸۷۶ء میں ٹرکی اور یونان کی درمیان جو عہد و پیمان ہوا تھا اوسکی بنا پر شہریت اور رعیت بننی کے مسئلہ کی انصرام کی لئے جدا عہدنامہ تمہیدی کیا جائیگا۔ (ب) شرط مندرجہ دفعہ ۳ کی بناء پر یونانی قونصلخانوں اور ترکی عدالتوں کی تعلقات کی ترتیب و درستی کی لئے علیحدہ ابتدائی عہدنامہ تیار کیا جائیگا[3]۔ (ج) اون جرایم کی متعلق جو کسی ایک ملک کی باشندی اپنی ملک میں کرکی دوسری سلطنت کی علاقہ میں بہاگ جائیں بنیادی عہدنامہ مرتب کیا جائیگا۔

---

[1] ترکی قایم مقاموں میں اعلی افسر سیف اللہ پاشا تہی۔

[2] ایک لاکہہ پونڈ کی رقم تاوان کی علاوہ رعایا سلطانی کی نقصانات کا معاوضہ مقرر کیگئی تہی۔

[3] اس ابتدائی عہدنامہ کی بناء پر قطعی عہدنامہ مرتب کرنیکی لئے اکتوبر ۱۸۹۹ء تک ہر دو سلطنتوں کی وکلاء قسطنطنیہ میں اجلاس کرتی رہی تھے۔ اب عنقریب قطعی معاہدہ مرتب ہوجانیوالا ہی۔

(۶) اس دفعہ میں تہسلی سے ترکی فوجکی واپسی اور خالی کردہ علاقہ کو یونانی ملکی حکام کے سپرد کر دینے کے متعلق شرائط درج کر کے تحریر کیا گیا۔ کہ انکا ابہی قطعی تصفیہ نہیں ہوا۔

(۷) اس عہدنامہ پر دستخط اور اوسکی تصدیق ہو جانیسے بعد فی الفور یونان اور ٹرکی میں پہر سابقہ تعلقات قایم ہو جائینگے۔ اور دونوں ملکوں کی رعایا پوری آزادی سے بلا روک توک ایک دوسرے ملک میں سفر و سیاحت کر سکیگی اور رہائش رکھ سکیگی۔ اور جہازرانی کی بہی فریقین کو پوری آزادی مل جائیگی۔

(۸) جب تک پہر باضابطہ قونصل دونوں ملکوں میں مقرر نہ ہوں قونصل خانوں میں عارضی ایجنٹ مقرر کیے جائینگے۔ اور وہ دول کی حمایت و نگرانی میں جنہوں نے محاربہ کے دوران میں یونانی رعایا کی اغراض کی حفاظت کا ذمہ لیا تہا اپنے فرائض سرانجام کرینگے جب تک محولہ بالا عہدناموں کو وہ خاص کمیشن جو دفعہ پانچ کے منشاء کے مطابق قایم کیجائیگی مرتب نہ کرے اور اون عہدناموں کو قانونی جواز و استحکام حاصل نہ ہو جائے عثمانی و یونانی رعایا کے تمام ایسے باہمی تنازعات عدالتی کے متعلق جو اعلان جنگ سے پیشتر سے دائر ہوں۔ اوس قانون و ضابطہ کے مطابق کارروائی کیجائیگی جو محاربہ سے پیشتر نافذ تہا۔ اور تنازعات مابعد کے متعلق قانون بین الاقوام کے اصولوں کے مطابق اوس معاہدہ کی بناء پر کارروائی کی جائیگی جو ۲۶۔ فروری اور ۶ مئی ۱۸۹۶ء کو سرویا اور ٹرکی میں ہوا تہا۔

(۹) نام و پیام اور مذاکرات کے دوران میں اگر اختلاف پیدا ہو جائیں تو مسائل متنازعہ خواہ وہ فریقین میں سے کسی سے متعلق ہوں سفراء دول کی خدمت میں جو بحیثیت ثالث کام کرینگے پیش کئے جائینگے اور انکا فیصلہ قطعی اور ناطق ہوگا۔ سفرا بحیثیت ثالث باہم ملکر خواہ برادرانہ خواہ تعلقدار سلطنتوں کے خاص کلاء کی شرکت سے یہہ کام سرانجام دینگے۔

(۱۰) یا بعالی دول سے اوس تجویز کے متعلق غور کرنیکی درخواست کرنیکے استحقاق کو محفوظ رکہتا ہے۔ جو اون فرمانوں کے تغیر و تبدل اور ترمیم کے متعلق ہوگی جو ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کے عہد و پیمان کی شرائط کے مطابق صادر کئے گئے تھے یہ فرامین سواء اوسقدر حصہ کی جسکی موجودہ عہدنامہ سے ترمیم ہو گئی ہے۔ برابر نافذ رہینگے۔

(۱۱) یہہ عہدنامہ بغرض منظوری جلالت مآب سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ یہہ منظوری ایک ہفتہ کے اندر مل جائیگی۔ اور اس میعاد کے انعقاد کے بعد سفراء دول اسکی شرائط سے اپنی اپنی گورنمنٹوں کو اطلاع دینگی اور اوسوقت سے شرائط مذکورہ نافذ ہو جائینگی۔[1]

---

[1] آخری اجلاس میں جب اس معاہدہ پر دستخط ہو چکے تھے آسٹرین سفیر نے جو بلحاظ عمر تمام سفراء سے بڑا۔ اور بناء بریں اونکا میر مقدم تہا۔ اپنی تقریر میں سلطان المعظم کی اعتدال پسندی اور آزرم جوئی کا صدق دلسے شکریہ ادا کیا۔ قسطنطنیہ کے انگریزی اخبار لیوانٹ ہیرلڈ نے اسپر حسب ذیل ریمارک تحریر کئے:۔

ابتدائی شرائط پر دستخط ہو جانے سے جو عام طمانیت اور تسلی کا خیال پیدا ہو گیا ہے اوسکی نسبت مبالغہ کرنا بہت مشکل ہے

۲۷ ستمبر کو روسی سفیر متعینہ اتھنز نے جو وہانکے سفراء دول کا میر مقدم تہا۔ ابتدائی عہدنامہ صلح باضابطہ طور پر یونانی گورنمنٹ کو حوالہ کیا۔ اسکے ساتہہ دول کیطرف سے اس مضمون کی ایک تحریری اطلاع بہی منسلک تہی کہ یونان نے جس ثالثی کی استدعا کی تہی وہ اب ختم ہوگئی ہے۔ صلح کی قطعی شرائط کے تصفیہ کے لئے یونانی گورنمنٹ اب اپنے وکلا مقرر کرے۔ +

تمہیدی شرائط صلح کے ساتہہ چند ضمیمے بہی ایزاد کردئے گئے تہے۔ ایک کا مضمون یہہ تہا۔ کہ ترکی حکام اور یونانی وکلاء میں باہمی سمجہوتہ ہوجانیکے بعد تہسلی کے مفرور باشندے اپنے مساکن کو واپس آسکینگے۔ دوسرے میں دول نے وعدہ کیا تہا۔ کہ جہازرانی کی موانعات ہٹانے اور اوسکی آزادی کو پہر قایم و بحال کرنیکے مسئلہ میں اگر اختلاف پیدا ہو جائیں تو وہ ثالثی کرکے اونکا تصفیہ کردینگی۔ تیسرے کا یہہ مضمون تہا۔ کہ اون تمام ترکی رعایا کو جنہوں نے یونانی فوج میں خدمت کی ہوگی معافی دیدیجائیگی۔ لیکن ساتہہ ہی یہہ بہی ظاہر کردیا گیا تہا کہ اس قرارداد میں ممکن ہے بعد میں کچہہ ترمیم ہوجائے۔ :-

ایم۔ ایس کی وزارت اس سے دو تین دن بعد مستعفی ہوگئی اور ایم زیامیس جدید وزیر اعظم ہوا۔ اوسکی محتاط دوراندیش اور اعتدال پسند ہونیکی وجہہ سے مذاکرات صلحیہ کے انصرام میں پہلے ایسا توقف و درنگ واقع نہ ہونے پایا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے اس معاہدہ کی تکمیل اسقدر مشکل تہی کہ اوسکا خیال بہی اس سے پہلے کبہی نہ آیا تہا۔ اور اسی لئے جن لوگوں کا اس سے تعلق تہا اون کو غایت درجہ کی احتیاط ہوشیاری اور تدبیر سے کام لینا پڑا۔ اونکی کوششوں میں گورنمنٹ عظمی ترکی کی نرمی سے بہت کچہہ سہولت ہوئی اور گورنمنٹ عظمی نے نہایت صداقت سے اس صلح پسندی اور امن طلبی کو قایم رکہا حضرت سلطان المعظم کی بے نظیر پالیسی نے اس مصالحت کو منظور کرلیا جو واقعات گذشتہ کا خیال کرکے ہرگز قرین انصاف نہیں کہلائی جاسکتی۔ البتہ اس طریق عمل سے بابعالی نے ترکی فتوحات کو اور بہی درخشان اور منور کردیا ہے تازہ فتح نے جیسا کہ قدرتی دستور ہے سلطنت عثمانیہ کی جنگی عظمت کو نیا دبدبہ دیدیا اسکا شکر دلوں میں بیٹہہ گیا اب مصالحت کی نرم شرائط سے سلطنت عظمی کی پولیٹکل شان اور بہی بڑہ گئی کہ اس نے ظاہر کردیا کہ اسپر کسی شرانگیز اور مفسدت کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ اسکے اعمال کا انتظام سخاوت آمیز کشادہ دلی پر مبنی ہے جسکی ثنا و صفت سے دنیا باز نہیں رہ سکتی۔ ہز اکسلینسی صاحب سفیر دولت آسٹریا ہنگری نے اس امر کو نہایت خوبی اور مسرت کے ساتہہ ابتدائی شرائط مصالحت پر دستخط کرتے وقت اپنی تقریر میں تسلیم کرلیا۔ اور اسی طرز اور احسن طریق پر موسیو نیلیڈوف نے اوسکی تائید کی۔ یہہ موقعہ واقعی ایسا ہے کہ مبارکبادی کا طالب ہے جو کچہہ ہوا ہے وہ ایک نہایت پیچیدہ اور ادق مسئلہ کا حل سرانجام ہوا ہے اور اس خوفناک مشکل کا دور ہونا ایسی آسان شرائط سے ایک امر واقع ہے جو نہ بجائے خود ترکی کے واسطے باعث فخر و ناز ہے بلکہ اس سے زمانہ آیندہ پر نہایت عمدہ روشنی پڑتی ہے کہ وہ درخشان ہے۔ اور آثار نہایت عمدہ ہیں اور ساتہہ ہی اسکے آیندہ کے واسطے اعتماد اور اعتبار کو تقویت

عام رائے کے مدعو ہو جانیسے اب بلا تامل یونانی گورنمنٹ نے صیغہ مال کی نگرانی یورپین کمیشن کو حوالہ کر دینا منظور کر لیا۔ اور کمیشن مذکور نے تاوان جنگ کی ادائیگی کے لئے یونان کی آمدنی کو وسایل اور اخراجات کو پرکھنا اور جانچنا شروع کر دیا۔

ادہر ایک طرف قطعی معاہدہ صلح کی تصفیہ و انصرام کے لئے جدید مقرر شدہ یونانی سفراء قسطنطنیہ پہونچگئے۔ اور دوسری طرف تھسلی کی نئی سرحد کی تعیین کے لئے جنگی کمیشن کا کام شروع کرنیکے لئے پلاتامونا میں جمع ہوگئی اور ایم زیامیس کی وزارت کو مضبوط تر مصالحت آمیز انداز سے جسنے اوس نے نہ صرف مذاکرات صلحیہ کے دوران میں بلکہ اپنے ملک کے باشندوں اور اونکے قایم مقامون (ممبران پارلیمنٹ) سے بھی مرعی رکھا قطعی معاہدہ صلح پر بخوبی مرتب ہوگیا۔

قطعی عہدنامہ صلح کا مضمون جسپر ترکی اور یونان کے وکلاء نے بتاریخ ۴۔ دسمبر ۱۸۹۷ء دستخط کئے حسب ذیل ہے:۔ +

(۱) سرحد ترکی و یونان کی اصلاح حسب ذیل نقشہ منسلکہ عہدنامہ کے مطابق کیجائیگی۔ مگر جب موقعہ پر پہونچکر سرحد متعین کیجائیگی اور اوسوقت (بشرطیکہ وکلاء ممالک یورپ اور گورنمنٹ ترکی راضی ہو جائیں تو) مجوزہ اصلاح سرحد میں سلطنت عثمانیہ کو فایدہ کیلئے خفیف تغیر کیا جاسکیگا۔ اس تقسیم سرحدی کی تفصیلات کا فیصلہ ایک کمیشن کریگی جسمیں فریقین کے وکلاء اور صلح کرانیوالی ممالک یورپ کے سفیروں کی طرف سے فوجی افسر مقرر ہونگے۔ اس عہدنامہ کی تاریخ سے ۵ روز کے اندر کمیشن منعقد ہوگی۔ اور کثرت رائے سے ہر فیصلہ ہوگا۔

(۲) یونان ترکی کو خرچہ جنگ حسب شرائط مندرجہ آرٹیکل نمبر ۲ مبادی صلحنامہ کو چالیس لاکھ ٹرکی پونڈ دیگا

(۳) تھسلی کا اخلا مبادی صلحنامہ کی چھٹی شرط کے مطابق ہوگا۔ جس رو سے ممالک یورپ مبادی صلحنامہ کے آرٹیکل نمبر ۲ کی آخری دو فقروں کی مندرجہ شرائط کی تکمیل تسلیم کرینگے۔ اور جب کہ کمیشن اقوام آرٹیکل مذکورہ کو مالی انتظام کو موافق معاوضہ جنگ کے قرضہ کی اطلاع دیدینگے اوسکو ایک مہینہ کے اندر تھسلی خالی کیجائیگی۔ یہ امر کہ کسطرح خالی کیا جائیگا۔ اور خالی مقامات کو کیونکر یونانی حکام کے حوالہ کیا جائیگا۔ اوس کو وکلاء فریقین بشراکت وکلاء سے ممالک یورپ فیصلہ کرینگے۔ +

(۴) عہدنامہ پر دستخط ہونیکے بعد جنگ کے قیدی جانبین سے فوراً رہا کر دئے جائینگے۔

(۵) فریقین اون سب شخصوں کو کلیہ معافی دینگے جو شہا جنگ سے پہلے اور بعد کے واقعات میں شریک تھے

(۶) دونو ممالک کی رعایا جنکی حالت قانون کے نزدیک باقاعدہ ہے مثل سابق دونوں کو ملک میں آزادانہ آمد و رفت رکھینگے۔ دونو ممالک کو اختیار ہوگا کہ اون لوگوں کو جنکو کسی جرم کی سزا ہوئی ہو یا جو جہاں اونکی بدچلنی کے

اون کے لئے ملک سے نکال دیئے جانے کا حکم صادر ہوا ہو ایسے لوگوں کو اپنے ملک میں نہ آنے دیں جس کی اطلاع سابق سے اون کے سفیروں کو کر دیجائیگی۔

(۷) جو مسلمان تہسلی کے باشندے یا متوطن ہیں اور وہ ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کے شرائط نامہ کی تیرہویں شرط کے بموجب خواہ یونانی قومیت میں داخل ہوے ہوں یا نہ ہوں۔ یا وہ ترک وطن کر کے ٹرکی میں آباد ہوں۔ یا ٹرکی کو اپنا وطن قرار دیں یا جو مسلمان یونانی رعایا ہو گئے ہوں۔ اون کو اختیار ہوگا کہ وہ ترکی قومیت قبول کر لیں۔ بشرطیکہ موجودہ شرایط نامہ کے تین برس کے اندر وہ حکام مجاز و متعلق کو اطلاع دیدیں۔ یہہ سب شرایط نامہ مذکور کے موافق اپنے اپنے مقبوضات واقعہ یونان پر قابض رہینگے۔ اور اوس جایداد کا انتظام کرتے رہیں گے۔ اسی طرح سے جو باشندے یونان کے بوجہ تغیر سرحد ٹرکی کی رعایا ہو گئے ہیں اور جو شخص کہ ان مقامات کو بالفعل اپنا وطن مقرر کر چکے ہیں ٹرکی اونکو بہی وہی حقوق مذکورہ دیگی جو یونان مسلمان رعایا کو دیگا۔ باشندے یا متوطن اوس ملک کے جو ٹرکی کو ملا ہے یا ان مقامات کی کسی جماعت کے وکلاء اگر تہسلی میں کچہہ اراضی رکھتے ہوں تو اونکو اختیار ہوگا کہ وہ سرحد کے پار جاکر مثل سابق بلا مزاحمت اون اراضی کی زراعت کریں اور یہی حق اُن باشندگان تہسلی کو حاصل ہوگا جنکی اراضی اوس ملک میں واقع ہو جو سلطنت عثمانیہ کو دیا گیا ہے۔

(۸) مبادی صلحنامہ کے آرٹیکل نمبر ۴ کے بموجب یونان ٹرکی کو ایک لاکھ ٹرکی پونڈ بطور معاوضہ اون نقصانات کے دیگا جو یونانی فوج نے لوگوں کو پہنچایا۔ یہ رقم اوسوقت دیجائیگی جبکہ معاوضہ جنگ دیا جائیگا۔

(۹) یونان اور ٹرکی کے مابین خاص انتظام اس غرض سے ہوگا کہ جو حقوق قنصلیوں کو دیئے گئے تھے اونکا بیجا استعمال نہ کیا جائے اور معمولی اجراء معدلت میں مداخلت نہ ہونے پائے اور احکام جاری شدہ کی تعمیل ٹہیک ٹہیک ہو سکے۔ اور اگر یونانی رعایا اور عثمانی رعایا اور دیگر ممالک کی رعایا میں تنازعات ہوں جس میں دیوانی کے مقدمے بہی شامل کئے جاوینگے۔ تو عثمانی رعایا اور ممالک غیر کے لوگونکے مقاصد کی حفاظت ہو سکے۔ مگر قبل از جنگ جو یونانی رعایا کو ایسے حقوق حاصل تہے جو اور ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہیں اُنمیں تغیر نہوگا۔ جو دیوانی کے تنازعات رعایاے یونان اور رعایا عثمانی کے درمیان واقع ہوں اگر وہ ایسے ہیں کہ اعلان جنگ کے بعد عدالتوں میں رجوع ہوئے ہوں اُنکا انفصال اس قانون سے ہوگا جو جنگ سے پہلے جاری تہا۔ اور جو مقدمات اعلان جنگ کے بعد میں پیدا ہوئے ہوں اُنکا انفصال اُس یورپین قانون کے بموجب ہوگا جو ٹرکی اور سرویا کے شرائط نامہ ۹ مارچ ۱۸۹۶ء پر مبنی ہے۔

(۱۰) شرائط نامہ ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کی شرائط جو تہسلی سے علاقہ رکہتی ہیں وہ قایم رہینگی سوائے اون شرائط کے جو اس عہدنامہ سے بدل دیئے گئے۔ گورنمنٹ ٹرکی کو حق حاصل ہوگا کہ اس شرائط نامہ کی رو سے جو مسئلے ہوں اُنکے انفصال کیلئے اپنی تجاویز کو اُن ممالک کے روبرو پیش کرے جنہوں نے شرائط نامہ مذکور پر دستخط کئے تہے اور اونکے فیصلہ کو یونان قبول کرنا لازمی ہوگا۔

(۱۱) یونان اور ٹرکی راضی ہیں۔ کہ اس عہدنامہ کی تصدیق ہونیکی تین مہینے کی اندر انتظامات ذیل کو فیصل کرینگے

(الف) ایک شرائط نامہ اُون تجاویز کی بنیاد پر مرتب کیا جائیگا۔ جو یونان اور ٹرکی کی مابین ۱۸۷۶ء میں وقوع میں آیا تہا اور مسئلہ قومیت کی اختلافات سے تعلق رکہتا تہا۔ +

(ب) ایک شرائط نامہ قنصلوں کی اختیارات کی بابت تحریر کیا جائیگا جسمیں پابندی اُون شرائط کی کیجائیگی جو آرٹیکل نمبر ۹ کی اول فقرہ میں مندرج ہیں اور جو مبادی عہدنامہ کی آرٹیکل نمبر ۳ کی روسے قرار پاچکا ہے۔ +

(ج) ایک عہدنامہ مجرمین اس غرض سے مرتب کیا جائیگا کہ مجرمین کا تبادلہ باہمی ہوا کرے۔ +

(د) ایک شرائط نامہ اس غرض سے مرتب ہوگا کہ مشترکہ سرحد پر راہزنی کا انتظام کیا جائے فریقین کو اختیار ہوگا کہ بعد میں ایک عہدنامہ تجارتی و جہازرانی مرتب کریں۔ اور جب تک یہہ آخر الذکر عہدنامہ نہ ہوجائے اوسوقت تک تجارت و جہازرانی دونو ممالک کی مابین آزادی کی ساتہہ ہوگی۔ ÷

(۱۲) ڈاک کی تعلقات جو یونان اور سلطنت عثمانیہ کی مابین چندسال سے خراب ہورہی ہیں وہ اُون قواعد سے قایم کئے جائینگے جو فریقین کی رضامندی سے بعد میں قرار پائیں جب کہ دونوں ممالک کی محکمہ ڈاک اسکی متعلق کوئی خاص شرائط نامہ مرتب کرلینگے اور اس اثناء میں دونوں محکمی خاص منتخب شدہ مقامات میں ایک دوسرے سے ڈاک اور پارسل مہر شدہ لیا دیا کریں گے۔ اور خشکی اور بحری راہ سے اُون پتوں پر بہیجدینگے جن مقامات کو وہ بہیجے گئے ہیں۔ ÷

(۱۳) دونوں ممالک کی محکمہ تار برقی اس بات کا انتظام کرینگے کہ دونوں میں ایسا سلسلہ جاری ہوجائے جس سے جلد اور آسانی سے تار پہونچ سکیں۔ +

(۱۴) تاکہ پرامن ہمسائیگی کی تعلقات دونو ممالک میں قایم رہ سکیں اسلئے گورنمنٹ یونان و ٹرکی ذمہ کرتی ہیں کہ اپنے اپنے ملک میں ایسی کارروایاں نہ ہونے دینگی جس سے ہمسایہ کی ملک کی امن میں خلل پڑے۔

(۱۵) اگر شرائط ناموں کی انجام پانے میں ترکی اور یونان میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو امور مختلف فیہ کو دونو میں سے کوئی فریق قسطنطنیہ میں سفیران دول کی پنچایت کیلئے پیش کرسکیگا۔ اور اون کی فیصلہ کی پابندی دونوں پر لازم ہوگی یہہ پنچایت خواہ سب ملکر کریں یا صرف وہی کریں جنکو فریقین نامزد کریں اونکو اختیار ہوگا کہ وہ سفیرونکی روبرو براہ راست یا خاص وکلاء کی ذریعہ سے پیش کریں اگر سفیروں کی رائے مساوی ہو تو پنچ ایک اور پنچ انتخاب کرلینگے۔ +

(۱۶) اس عہدنامہ پر شاہ یونان اور سلطان المعظم کی تصدیق آج سے ۱۵ دن کی اندر یا اوس سے جلدی کیجائیگی اوسکو یقین کرکے وکلائے فریقین نے عہدنامہ ہذا پر دستخط کردی ہیں۔ اور اپنے اپنے ملک کی مہریں کردی ہیں ÷

اسکو دو قطعے ۲۲ نومبر ۱۸۹۷ء کو قسطنطنیہ میں تیار کئے گئے۔ + مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۹۷ء۔

دستخط میروکورڈیٹوس۔ دستخط اسٹیفانوس۔ دستخط توفیق دستخط حسن فہمی۔

(ضمیمہ الف) چونکہ وکلاء یونان نے درخواست کی ہے کہ مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۳ کے متعلق جو سلطان المعظم کی گورنمنٹ نے تجویز کیا ہے اطلاع دیجائے۔ اسلئے عثمانی وکلاء رضامند ہیں کہ اون کو فوراً قبل تصدیق عہدنامہ اطلاع دیں کہ ان انتظامات کی خاص بنیاد کیا ہے اور عثمانی گورنمنٹ نے کیا فیصلہ کیا ہے مگر اُنپر بحث کرنا جائز نہ ہوگا اور وہ امورات یہ ہیں۔

(۱) یہ تعین کیا جائے کہ قنصلوں کے حقوق اختیار سماعت مقدمات کے حدود کیا ہیں۔

(۲) دیوانی اور تجارتی معاملات میں یونانی قنصلوں کی نسبت عثمانی عدالتیں جو فیصلہ کریں انکی یقینی تعمیل ہونا۔

(۳) رعایائے یونان کے توطن کا تصفیہ کرنا اور اون شرایط کا قایم کرنا جنکے رو سے پولیس مداخلت کر سکے۔ علی الخصوص اون مقدمات میں جنمیں عثمانی حکام طلب کریں۔ اور سفیر کا داروغہ نہ حاضر ہو۔

(۴) ان شرائط کا تصفیہ کرنا جو ایسے وقت میں عمل میں لائی جائیں جبکہ قنصلوں کے وکلاء اون عدالتوں میں حاضر نہ ہوں۔ جن میں مشترکہ مقدمات رجوع ہو رہے ہوں۔

(۵) قانون مجریہ کے رو سے عثمانی عدالتہائے اپیل کے حدود اختیار تسلیم کرنا۔

(۶) عثمانی عدالتوں کو اون مقدمات میں اختیار دینا جنمیں یونانی رعایا کا تجارتی دیوالہ نکلا ہو اور اون فوجداری معاملات میں عدالتہائے مذکور کا مقتدر ہونا جو دو یونانیوں کے درمیان ہوں یا یونانی اور کسی اور ملک کی رعایا کے مابین ہوں۔

(۷) یونانی رعایا کی بابت جوڈیشل کاغذات کے معنے قایم کرنا اور مشترکہ مقدمات میں عثمانی عدالتوں کے فیصلے کا اجرا عثمانی اہلکاروں کے ذریعہ سے کیا جانا۔

یونانی وکلاء ان معاملات کی اطلاع پاکر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عہدنامہ کی تصدیق ہونیکے بعد آخری مباحثہ اور معاملت ان امور میں ہوگی اور درصورت اختلافات مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل ۹ کے بموجب قسطنطنیہ میں ممالک اعظم کے سفیروں کی پنچایت سے فیصلہ ہوگا۔

(ضمیمہ ب) عہدنامہ کے آرٹیکل کے موافق جسکا مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۱۰ میں ذکر ہے تجارتی و جہازرانی کا عہدنامہ ان عہدنامہ کے تصدیق ہونیکے بعد دو برس کے اندر انجام پائیگا۔ اس اثناء میں اُس قانون پر جانبین سے عملدرآمد ہوگا جو قبل از جنگ جاری تھا۔ اگر یہ عہدنامہ تجارت و جہازرانی دو برس کے اندر طے نہ ہو جائے تو فریقین عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۱۱ پر جسکا ذکر مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۷ میں درج ہے کاربند ہونگے یہ طے پایا کہ اگر جدید عہدنامہ تجارت و جہازرانی باوجود تصدیق ہو جانیکے اسوجہ سے عملمیں نہ لایا جاسکے کہ وہ فریقین کی خواہش کے موافق طے نہیں پایا تھا۔ اس صورت میں اُسی قانون پر باہمی عملدرآمد رہیگا۔ جو قبل از جنگ جاری تھا جبتک کہ کوئی جدید عہدنامہ طے نہ ہو جائے اور اس کا اجراء نہ ہو جائے۔ قسطنطنیہ ۴ دسمبر ۱۸۹۷ء

فصل بست و چہارم

محاربہ کے خالص نتائج

بقول جرمن مؤرخ محاربہ روم و یونان سے آخر الذکر بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ جب اُسمیں اور زیادہ سکت نہ رہ گئی تو وائکی گورنمنٹ نے تہیدی شرائط لازمہ کو پورا کرکے اتحادیوں سے ثانی و مداخلت کی التجا کی۔ اور دول نے ازراہ ترحم اس درخواست کو منظور کرلیا۔ امید ہو کہ یونانی اس شفقت و احسان کو جلد فراموش نکرینگے اور جزیرہ نما بلقان میں کم از کم کچھ عرصہ تک پھر خونریزی نہ ہونے پائیگی۔ جدید صلح سے یقین ہو کہ یونانی مسئلہ پالیٹکس کے میدان سے بالکل مفقود ہو گیا ہے۔ مسئلہ کریٹ پر البتہ دول کو ابھی اور کچھ عرصہ مصروف رہنا پڑیگا۔ کیونکہ وہاں سے یونانیوں کو نکلجانے کے بعد بھی اس منبع و مخزن فساد و شرارت جزیرہ میں معاملات کی صورت حال بدستور ویسی ہی ہے۔ اور یہہ تقریباً یقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے کہ جزیرہ میں امن قایم ہو۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات باہمی سدھریں۔ اور جدید قانون باقاعدگی کے ساتھ نافذ العمل ہو۔ یورپین مدبرین کو اس مسئلہ کو حل کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آئینگی۔ ابتدائی تنازعہ سے ہی قانون بین الاقوام یونانیوں کے حق میں نہ تھا۔ کریٹ پر قابض ہو جانیسے وہ صحیح نقص امن کے مجرم ہو گئے تھے۔ اور تسلی واپارس کی سرحد پر اڈکی کرتوتوں سے واضح ہو گیا تھا کہ انصاف و معقولیت کو وہ بالائے طاق رکھ چکے ہیں۔ یونانی بقاعدہ سپاہیوں نے ترکی علاقہ پر متواتر یورشیں کرکے ترکی افواج پر پے در پے حملے کئے۔ اور گو یونانی گورنمنٹ ان مذمومہ واقعات میں کسی طرح سے شریک ہونیسے باضابطہ طور پر انکار کرتی رہی۔ مگر یہہ سب کو معلوم تھا۔ کہ مجاہدین اور باقاعدہ یونانی فوج میں برابر تعلق موجود ہے حتے کہ بیقاعدہ سپاہیوں کی آخری یورش میں یونانی فوج ہی انکے ساتھہ شامل تھی۔ اس حرکت یونانی کی دوسری مرتبہ نقص امن کو مرتکب ہوئے۔ اب ٹرکی سے زیادہ صبر و شکیبہ نہ ہو سکا۔ اور اوسنے اعلان جنگ سے ان اعتصابی کارروائیوں کا جواب دیا۔ اس دوسری نقص امن کے جواز کو ثابت کرنیکے لئے بھی یونانیوں نے ویسی ہی پوچ اور بے بنیاد وجوہات پیش کیں جیسی کہ پہلا نقص کے متعلق کی تھیں۔ اول نقص کے معقول و جائز ہونیکا ثبوت میں یہ دلیل پیش کی کہ قومی و مذہبی ہمدردی اور تحریکوں نے یونانیوں کو کریٹ میں مداخلت کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور دوم کے لئے یہ حجت پیش کی کہ بروی معاہدہ برلن مقدونیا و اپارس کے چند علاقے یونان کو دلائے گئے تھے۔ مگر یہ اعالی نے اونکو نہیں دیا تھا۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہو کہ برلن کانگرس نے ٹرکی سے یونان کو چند اضلاع دینکی صرف سفارش کی تھی۔ اور گو ٹرکی نے یورپ کی خواہش کی جزوی تعمیل کی تھی۔ لیکن یہ مسلم امر ہو۔ کہ یونان اس سفارش کی بناء پر کوئی جائز استحقاق یا دعوے قایم نہیں کرسکتا تھا۔

قانون بین الاقوام کے لحاظ سے ہی شروع سے یونان کا دعوی پوچ تھا۔ بلکہ جلدی ہی یہہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ ٹرکی سے برسر آنیکے لئے فوجی طاقت ہی بالکل ناکافی رکھتا ہے محض تعداد و شمار ہی کے لحاظ سے ٹرکی کی فوجی طاقت یونان سے بدرجہا نیادہ نہ تھی۔ بلکہ یونان نے عملاً کوئی فوجی تیاری بھی نہیں کی ہوئی تھی۔ اور اوسکے پاس کوئی قابل ذکر ریزرو فوج موجود نہ تھی برعکس ازیں ٹرکی نے فقط فراہمی فوج سے ہی جسکو دوران میں یونانیوں کیطرح کوئی بیہودہ اور مغموم خیز شور و غل نہ کیا گیا۔ ثابت کردیا کہ وہ اپنے عزائم و ارادوں کو پورا کرنیکے لئے فوجی وسائل کافی رکھتی ہے۔ یونانیوں کی طرح صرف خالی

لافرنیاں اوسکا شعار تہیں۔ ٹرکی منتظمین نے فوج کی تمام ضروریات بالکل تیار موقعہ پر فے الفور جمع کر دیں۔ اور سلطنت عثمانیہ کی وسیع قلمرو سے مشغول کارزار فوج کو یہہ طمانیت حاصل تھی کہ لڑائی کے نقصانات کی تلافی کے لئے پیچھے سے برابر تازہ دم فوج پہونچتی رہیگی۔ ترکی فوج ترتیب و نظام میں بھی یونانی فوج سے افضل نہ تھی۔ بلکہ محاربہ کے سریع تصفیہ سے اوسکے سپاہیوں کی اعلے قابلیت اور اوسکے کمانڈروں کے اوصاف جمیلہ اور لیاقت اور فوقیت عظیمہ بھی صاف ظاہر ہوگئی ادہم پاشا اور اوسکے ماتحت جرنیلوں نے اپنے آپکو قابل و لیاقت کمانڈر۔ اور جو کام اونکے سپرد کئے گئے تھے اونکو کر سکنے کے پورے پورے قابل ہونیکا کافی ثبوت دیدیا۔ اور یہہ ثابت ہوگیا کہ اونکے مقابلہ پر یونانی "بہادر" جنکی تعریفوں کے طومار در طومار باندہ دیئے گئے تھے بہت ہی ادنی قابلیت کے لوگ تھے۔ شجاعت۔ تحمل و جفاکشی اور نظام و تربیت میں ترک یونانیوں سے بدرجہا بڑہے ہوئے تھے۔ یہہ درست ہے کہ یونانیوں میں جنہوں نے محاربہ آزادی میں قابل تعریف ایثار و جان نثاری دکہائی تھی اب بھی خالص شجاع اور فوجی لحاظ سے قابل آدمی موجود تھے۔ اور بدوران محاربہ اسکا ثبوت کئی منفرد واقعات سے مل گیا۔ لیکن من حیث المجموع یونانی فوج اوس کام کے جسے اوس نے شروع کیا تھا کچھہ بھی قابل نہ ثابت ہوئی۔ اور یہہ صداقت بخوبی واضح ہوگئی کہ موجودہ زمانہ میں حب الوطنی کے جوش پر صرف بندوق کی ایزادی سے انسان اپنے ملک کے حفاظت کے لئے قابل اعتبار سپاہی نہیں بن سکتا۔ اسکے لئے اور بھی اوصاف درکار ہیں جو یونانیوں میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ ابھی کہیں جمکر مقابلہ نہ ہونے پایا تھا کہ لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ملونا سے لیکر ڈوموکوس کے معرکہ تک سب موقعوں پر ٹرکی فوج نے ثابت کر دیا کہ وہ ہر امر میں یونانیوں سے بہت ہی اعلے و برتر ہے۔ یہہ رای سب منصف مزاج دور اندیشوں نے پہلے سے ہی مفتوحین کو بتادی تھی۔ لیکن یونانی ایسے سرمست اور مدمغ ہو رہے تھے کہ انہوں نے اس رائے کی صداقت کو تسلیم نکیا۔ اور طبعی سرمستی کے علاوہ کئی فضول[1] امیدوں اور توقعوں پر تکیہ کئے رہے۔

یہ امر خاصکر قابل افسوس ہے کہ متوقعہ کامیابی میں ناکام رہنے پر وہ کچھہ ایسے بوکھلا گئے کہ خود اپنے شاہی خاندان کے بھی دشمن بنگئے۔ اس سے یورپ والوں کو جو تھوڑی بہت ابھی تک اونسے ہمدردی باقی تھی وہ بھی جاتی رہی[2]۔ یہہ درست ہے کہ اس کمینہ برافروختگی کا الزام بہت کچھہ یونانی مجلس وزراء پر وارد ہوتا ہے جس نے محاربہ سے پیشتر کے واقعات کے دوران میں ہی بیشرمانہ خودستائی تعلی و شیخی بازی اور دورخی سے اور محاربہ کے دوران میں فرضی فتوحات کی مضحکہ خیز خبریں شایع اور پے در پے شکستوں کے باوجود قابل نفریں ضد اور اصرار سے نہ باز آنیسے عالمگیر اور ناقابل رشک شہرت بد حاصل کر لی تھی تاہم اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عوام نے بھی کچھہ کم سفاہت کا اظہار نکیا۔ اونکے طریق عمل سے ظاہر ہوگیا کہ وہ قومی وجاہت اور وقار سے بالکل معرا ہیں۔ ان سب باتوں کا یہہ نتیجہ ہوا کہ صرف

---

[1] یعنی دیگر عیسائی ریاستوں کی شمولیت وغیرہ پر۔

[2] جرمن مورخ کی کتاب کا انگریز مترجم اس سے اختلاف کر کے لکھتا ہے کہ یہہ درست نہیں۔ بہرحال انگریزوں کو یونانیوں سے بدستور ہمدردی رہی حتی کہ جن انگریزوں کو یونانیوں سے محبت نہ تھی۔ وہ بھی اسوجہ سے ترکوں کے کوئی دوست نہ ہوئے۔"

کمال ذلت وخواری اٹہانیسے ہی یونان کامل تباہی وبربادی سے بچ سکا۔

گذشتہ چند ماہ کے واقعات کا خالص نتیجہ یونان کے حق میں نہایت ہی قابل افسوس ہے اوسے واضح ہوگیا ہے کہ بلاد مشرق میں جس نمود کے حاصل کرنیکی اوسے تمنا ہے اوسکے لئے اوسکے پاس جسمانی یا اخلاقی کسیطرح کی طاقت موجود نہیں ہے۔ اس مہیب شکست سے اوسکی مادی خوشحالی کو ہی نہیں بلکہ قوم کی امنگوں کو بہی ایسا کاری زخم پہونچا ہے جس سے وہ باسانی شفایاب نہیں ہوسکیگی۔ یونان نے اپنی کل کائنات ایک ہی پانسہ پر لگادی اور اپنی نادانی سے بازی ہار دی۔ اس ننہی سی ریاست کا ایسے صدمہ عظیم کے بعد بہی موجود رہنا صرف اوسی یورپ کی مہربانی سے ہے جسکے فرمانرواؤن کو وہ عرصہ دراز سے ملعون ومطعون کرتی رہی تہی۔

محاربہ سے یونان کو جو نقصان پہونچے اونکی نسبت وہ نتائج جو ٹرکی کی طاقت کے اندازہ کے وقت اب خواہ مخواہ پیش نظر رکھنے پڑینگے بہت زیادہ اہم ہیں۔ ٹرکی نے اب پہر ثابت کردیا ہے کہ وہ بہی ایک ایسی فوجی طاقت ہے جسکو کبہی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا سلطان المعظم کو اس محاربہ میں اپنی رعیت کے مذہبی جوش اور حب الوطنی کیطرف رجوع کرنیکی کوئی احتیاج نہ ہوئی ٹرکی نے زائد یا غیر معمولی جد وجہد کے بغیر بیشمار اور کامل تیار فوج میدان جنگ میں پہونچادی۔ ایسی فوج جس میں کلہم باقاعدہ سپاہ تہی۔ اور جس کا نظام ایسا قابل تعریف تہا کہ کسی زیادتی یا جبر وستم کا ارتکاب نہ ہوا۔

ترکوں نے ہر قسم کی بدعنوانی اور زیادتی کی بڑی سختی سے سزا دی۔ دو سپاہیوں نے ایک مکان کو آگ لگائی جو عین ارتکاب جرم کی حالت میں گرفتار ہوگئے۔ اونکی تجویز کورٹ مارشل کے ذریعہ کیگئی جسنے انکو موت کی سزا دی۔ بعد ازان یہ سزا قید کی سزا سے بدل دیگئی۔ بیس اور سپاہیوں کو خفیف سرقہ کی پاداش میں بید کی سزا دیگئی۔ لاریسا کے اکثر یونانیوں نے اپنی قومیت کو چہپانیکے لئے ٹرکی ٹوپیاں پہن لی تہیں مگر اونکی یہ پیش بندی فضول تہی۔ کسی ٹرکی سپاہی نے کسی یونانی متنفر کو کوئی اذیت نہ پہونچائی۔ ٹائمز کے نامہ نگار نے لاریسہ سے حسب ذیل تحریر کیا۔

"ترکوں نے بساعت فتح ایسی اعتدال پسندی با انتظامی اور خوش اطواری ظاہر کی جسکی میں کوئی تعریف نہیں کرسکتا اوسے دیکہکر مجہہ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اونکی وضع وانداز اور چال ڈہال سے صاف مبرہن ہو رہا تہا کہ ٹرکی میں تہذیب کی بہت ترقی ہوگئی ہے اور جسکے برعکس یونان میں شجاعت اور نظام وترتیب بہت کم ہوگئی ہیں" اور بہت سے لوگوں نے بہی اسی مضمون کی شہادتیں دی ہیں۔

اس محاربہ نے ثابت کردیا ہے کہ ٹرکی فوج کے کمانڈر قابل وتربیت یافتہ اور سپاہی بہادر وجفاکش ہیں۔ خوب گتہی ہوئی اور باسلیقہ صفوں میں آگے بڑہتے اور فوج عقب کی حفاظت کا ہر موقعہ پر باحتیاط انتظام کیا جاتا۔ ان قابل تعریف اوصاف اور تدابیر سے عساکر عثمانیہ نے اس درجہ تک کام لیا جو واقعی عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکہے جانیکے قابل تہا۔ اور یہہ امر فوج مذکور کے جرمن اتالیقوں کے لئے کچہہ کم فخر کا باعث نہیں اگرچہ ترکوں کی فوجی قابلیت پہلے ہی دنیا سے مخفی نہ تہی لیکن پہر بہی وہ ٹرکی کو بیقاعدہ اور ناتربیت یافتہ مجاہدین کے کسی دستہ کو طلب کرنیکے بغیر ہی اسقدر فوج عظیم میدان جنگ میں

بہیجنے کے قابل دیکہکر حیران سی رہگئی۔ جہاں تک ٹرکی کا تعلق ہی محاربہ سی یہہ نتیجہ برآمد ہوا ہی کہ باسفرس کا "مرد بیمار" فوجی لحاظ سے خاصہ شہ زور اور خوب توانا و مضبوط ہوگیا ہے۔ دونو فریقوں کی فوجی کارروائیوں کے متعلق یہہ کہنا غلط نہوگا کہ ترکی جرنیل خوب سوچ سمجہکر احکام صادر کرتے رہی۔ غالباً اسی احتیاط کیوجہ سی یونانیوں کی خطوط آمد و رفت کے برخلاف کارروائی نکلی گئی۔ یعنی اونکو سمندر سی بلا تعلق کردینے کی جس سی اونکو بہت مدد ملتی رہی تہی کوشش نہ کیگئی۔ ادہم میسرہ کو مضبوط کرکے آگے بڑہنے کے بجائے میمنہ کو پہلے آگے بڑہاتا رہا۔ اور اسوجہہ سی اوسی فوجی لحاظ سی کوئی نمایاں فایدہ حاصل نہ ہوسکا۔ ترکوں کے پاس گو توپیں بیشمار تہیں۔ مگر بسا اوقات اونہوں نی بہت سی توپیں یکجا جمع کرکی اونسی کام نہ لیا۔ البتہ اس عزم سی بہی پیشتر کہ یہاں جمکر لڑائی کیجائیگی وہ ہر موقعہ پر کثیر التعداد فوج جمع کرلیتی رہی۔

اپنی فوج کی جدید ترتیب کی طفیل جو جنرل وان ڈرگولز نے کی تہی۔ ٹرکی نی ایسی سرعت سی فوجیں جمع کرلیں کہ کسیکو ویسی سرعت کی توقع نہ تہی۔ تمام فوجی مبصرین نی اس پہرتی کی بہت تعریف کی۔ ویدی آغا خان۔ سالونیکا ریلوی لائین سی جو سال ماقبل میں مکمل ہوئی تہی اسبارہ میں بیش قیمت مدد ملی اسکی طفیل لگاتار یکی بعد دیگری بسرعت تمام پلٹن پر پلٹن سرحد کو روانہ کرنا ممکن ہوگیا۔ مارشل ادہم پاشا کی پاس چند دنوں میں ہی معقول فوج جمع ہوگئی جسکی جمع ہوجانے پر اوسنی دشمن کی برخلاف پیشقدمی شروع کردی اور وہ ڈموکوس کی فتح کی واقعہ تک جسکے بعد التوای جنگ سی لڑائی عارضی طور پر ملتوی ہوگئی فتح پر فتح پاتا۔ اور یونانیوں کو اپنی سامنے سی دہکیلتا ہوا آگی بڑہتا گیا۔ ان فتوحات سی عثمانیوں میں جو پیشتر ازین کسیقدر منجمد اور لاپرواہ سی ہورہی تھے۔ قوم کی شان و شوکت اور طاقت کو بڑہانیکا روز افزون عالمگیر جوش پیدا ہوگیا۔ :- [1]

---

[1] اس عام پرجوشی کی متعلق رائیٹر ایجنسی کی نامہ نگار نی دسمبر ۱۸۹۷ء میں بعنوان فتوحات عثمانیہ کا اثر حسب ذیل مضمون ارسال کیا۔ :-

کچہہ عرصہ سی ایشیاء کی تمام مسلمانوں میں ایک بیچینی پہیلی ہوئی ہی ترکی و یونان کی لڑائی کی بعد اس جوش کا ظہور ہوا۔ تمام اسلامی دنیا کی روبرو اس جنگ کی نتائج بہت مبالغہ کی ساتہہ پیش کئی گئے۔ مثلاً ایشیاء کی بڑی بازاروں میں یہہ خبر مشہور ہوئی کہ امیر المؤمنین نے یونان کی بڑی سلطنت کی ساتہہ جنگ کی اور اوسکو فتح کرلیا کل ممالک یورپ نے دست بستہ خلیفہ کو مدد دینی کا وعدہ کیا۔ کیونکہ وہ خلیفہ کی بہت تعظیم کرتی ہیں۔ مگر اونہوں نے اونکی اعانت قبول کرنے سی انکار کیا کیونکہ اونکی یہہ خواہش تھی کہ یونان سے تنہا جنگ کیجائے۔ اور صرف اسبات پر راضی ہوئی کہ کریٹ کی چہوٹے سی جزیرہ میں تہوڑی سی یوروپین فوج رہنی پائی۔ وسط ایشیاء کی ممالک میں دور دور تک ان اقوام میں اس بڑی فتح کی خبر پہیلی جنکی کان کبہی پولیٹکل واقعات سی آشنا بہی نہوتے تہی۔ اور جو ریگستان کی خیموں میں رہا کرتے تہی۔ ملاؤں اور دیگر مسلمان سیاحوں نی اس بڑی فتح کا حال دور و نزدیک مسلمانوں کو پہونچایا۔ اونہوں نے صرف یقین نہیں کیا۔ بلکہ اس خبر کی اور زیادہ اشاعت کی یہانتک کہ ایک کوی کے ہزار کوی بنگئی۔ اور اسطرح سی ٹرکی اور سلطان کی نیک نامی مشرق میں

فوج کا مقتدر حصہ یعنی انفنٹری از سر تا پا ایسی آدمیوں سی مشتمل تھی۔ کہ اونسی بہتر اس کام کے لئی دنیا بہر میں آدمی موجود نہیں۔ سفید ٹوپی والی البانویوں نی خاص امتیاز حاصل کیا۔ مگر انکو قابو میں رکہنا آسان نہیں وہ کسی قسم کی پابندی اور نگرانی کو مطلقا گوارا نہیں کرتے۔ اگر افسر ثابت قدم اور دلیر ہوں تو ترکی سپاہی کی قدم کبہی لغزش نہیں کہاتی۔ اور وہ آنکہیں موند کر احکام کی تعمیل کرتا ہی۔ جس بہادری جس استقلال و عزم مردانہ۔ اور جس خاموشی کی ساتہہ وہ حملہ کی لئے آگی بڑہتا ہے۔ اوسکی کوی تعریف نہیں ہو سکتی۔ الغرض اگر ٹرکی میں ویسی ہی فوجی تربیت ہو جیسی کہ یورپین افواج کی کیجاتی ہی۔ تو اونکا مقابلہ بیشک ناممکن ہو جائے۔ دشمن کی آتشباری کی زد میں بانظام اور ثابت قدم رہنی کے متعلق اونکی تربیت کافی نہیں۔ مگر یہہ سپاہیوں کا قصور نہیں۔ بلکہ اونکی افسروں کی ناقص تعلیم کا جنمیں کافی جدت اور سبقدستی کرنیکا وصف نہیں۔ فوج توپخانہ کی گہوڑی عمدہ اور باتریوں کی کمانڈر ہوشیار اور مستعد تہی۔ افسران توپخانہ میں دو نقص پائے گئی۔ ایک یہہ کہ بعض اوقات وہ یہہ انتخاب صحیح نکر سکے کہ اسوقت کس قسم کی گولے چلانے مناسب ہوں گی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۷۷ کا۔ روز بروز بڑہتی گئی۔ اور روس و انگلستان کا نام کہٹا گیا۔ یہہ ہی سبب ہے کہ ہندوستان کی سرحد پر فساد ہوا۔ اور یہہ ہی سبب ہی کہ روس کو بہی خوف پیدا ہوا کہ صوبہ قاف میں کچہہ تعجب نہیں جو بغاوت پہوٹ پڑے۔ کیونکہ وہاں بکثرت جوش پہیل رہا ہی اوس ملک میں جو کچہہ رہزنیوں کی کہانیاں بیان کیجاتی ہیں۔ اون سب کی اصل ملکی اور مذہبی جوش ہے۔ چونکہ وہاں کا گورنر جنرل جرنائیف بیمار رہتا ہے۔ اس سبب سی وہاں کی انتظامات میں بہت غفلت اور خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور انہی بد انتظامیوں کی وجہ سی ملک میں سخت ناراضگی پیدا ہو گئی ہی۔ اور اس ناراضگی کی جوش کو مذکورہ بالا مذہبی خیالات سی ترقی ہوتی جاتی ہی۔ یہ لوگ جنکو رہزن کہا جاتا ہی آجکل عمال پولیس و ڈاک و محصولات و دیگر عمال گورنمنٹ پر حملہ کیا کرتے ہیں۔ علاوہ بریں مشرقی یورپ کی جدید واقعات کی اثر سے صوبہ قاف میں وہ بات نظر آتی ہیں جو پہلی کبہی نہ دیکہی تہی یعنی کہ گرجستان والوں کو ارمینوں کیطرف سے عداوت ہو گئی ہی۔ صوبہ قاف میں بغاوت کا خوف اسقدر عظیم ہی کہ وہاں کی مختلف گورنروں کو سال نو پر جمع کیا جائیگا اور ایک مشترکہ کارروائی اسغرض سے کیجائیگی کہ باشندگان ملک کی ناراضگی فرو ہو اور انتظام کی مسلمہ خرابیوں کی اصلاح کیجائے اس سے آگے مشرق کیطرف کے باشندوں کی نسبت یہ خیال ہی کہ سنیوں اور شیعوں نے بالفعل اپنی قدیم دشمنی کو ترک کر دیا ہے اور وہ صاف صاف کہتی ہیں کہ آخر ہم مسلمان ہیں اور خلیفہ ہمارا سب کا سردار ہے۔ غرض کہ ہر جگہ اسلامی دنیا میں لوگ یکایک جاگ اوٹھے ہیں۔ اور تہوڑا سا بہانہ اسبات کی لئے کافی ہو جائیگا۔ کہ قاف اور وسط ایشیاء میں روسیوں کو انہیں مشکلات سی دوبکار ہو جیسا کہ ہندوستان کی سر پر برٹش گورنمنٹ کو ہو رہا ہی۔ جو سیاح حال میں روسی ایشیا سی واپس آئے ہیں۔ انکا بیان ہی کہ ہمنے مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پہیلا ہوا دیکہا ہے۔ جو کہ ٹرکی اور یونان کی جنگ سی پہلے موجود نہ تہا۔ یہہ امید کیجاتی کہ جب جنرل کیرو پاٹکن ترکستان کی گورنر جنرل مقرر کئی جائینگے۔ تو وہ ترکستان کی مسلمانوں کی ساتہہ زیادہ سخت برتاؤ ظاہر کرینگی بہ نسبت موجودہ گورنر جنرل بیرون دریوسکی کی برتاؤ کی جنکی کارروائی کمزور ہی۔

دوم یہہ کہ مسافت کا اندازہ اور نشانہ کو قایم کرنیمیں عموماً اونسے غلطی ہوجاتی ہی ترکی فوج سوار انکے گہوڑے خوب مضبوط اور جفاکش تہے اور افسر نہایت دلیر اور مستقل مزاج بعض بعض گہوڑوں اور آدمیوں میں کچہہ نقص تہے مگر کامل العیار شہ سواری سے اونکی پوری پوری تلافی ہوگئی تھی تمام قابل مبصرین کی رائے ہی کہ کیولری ڈویژن کو اگر نسبتاً زیادہ استعمال میں لایا جاتا تو اُسکے لیے بہت اچھا ہوتا۔ سواروں کو پیشتر کی نسبت باہم زیادہ پیوستہ اور خوب کندہی سے کندہا ملاکر کام کرنے کا ڈہب آجاتا۔ اور افسر اونسے پہلے کی نسبت زیادہ عمدگی سے کام لینے کے قابل ہوجاتے۔

معاون محکمے جیسا کہ عام معلوم ہی ویسے وسیع نہ تھے جیسے کہ یورپین افواج میں ہوتے ہیں۔ ان صیغوں میں سے صرف میدانی ٹیلیگراف سے سپاہ کو میدان کارزار میں مدد ملی۔ اور وہ بہی زیادہ تر فقط ہیڈکوارٹر کو فوج کے بارکش مویشی اور ملازموں کی تعداد گو بیشمار تہی لیکن تھسلی کے زرخیز میدان میں اونکے لیے کافی چارہ اور خوراک موجود تھی۔ لاریسا۔ وولو ریلوے لاین سے بہی کام لیا گیا۔ مگر ٹرینوں کی رفتار جو بڑی بڑی لمبی ہوتیں بہت سست تھی۔ الاصونا کے جنوب میں میدانی ڈاک کا انتظام بیقاعدہ اور ناقص تہا۔ خطوط وغیرہ کا ملنا یقینی نہ تھا۔

یونانی کمانڈروں کی تمام کارروائیاں اس ایک مدعا کے تابع تہیں کہ جسطرح ہو وقت ملے اس بارہ میں اونکو ترکوں کی باتوقف اور مذبذبانہ پیشقدمی سے بہت مدد ملی۔ یونانی فوج میں انتظام اور رسد رسانی کے متعلق باقاعدگی کا نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔ یونانی ناقابل الفہم فوجی چال پر عامل ہوکر نہایت مستحکم موقعوں کو خالی کرگئے اور اپنے قاعدۃ الجیش اور جہازوں کیطرف پیچہے ہٹ گئے۔ یہ فیصلہ ابہی نہیں کیا جاسکتا کہ آیا یونانیوں نے اپنی کمزور فوج کو مختلف دستوں میں منقسم کردینے سے عقلمندی کا کام کیا تہا۔ یا بیوقوفی کا۔ غنیم کی فوج کو متعدد حصوں میں تقسیم کرانے کے لیے قصبات تریکالہ۔ لاریسا۔ فرسالہ۔ اور ولسٹینو پر قابض رہنا غالباً ضروری تہا مزید برآں ان مقامات کے اس لحاظ سے بہی کہ اونمیں رسد و سامان حرب کی وافر مقدارین جمع تھیں۔ ایسی جلدی سے دشمن کے قبضہ میں نہیں جانے دینا چاہیے تھا۔ یونانیوں نے واپسی کیوقت تقریباً کہیں بھی ٹیلیگراف کو نہ توڑا۔ جس سے اونکی بے انتہا حماقت اور معاملات حربیہ سے کمال ناواقفیت واضح ہورہی ہی۔ لاریسا فرسالا۔ اور ڈوموکوس میں وہ کرپ توپوں کے گولہ بارود کے عظیم گودام پیچہے چہوڑ گئے ولسٹینو میں انہوں نے چند وزنی توپیں بڑی مشکلوں سے ایک چوٹی پر جہانسے دور تک مار ہوسکتی تھی پہونچائیں۔ مگر دو دن کی لگاتار لڑائی میں انسے ایک گولہ بھی نہ چلایا۔ پھر واپسی کیوقت اونکو بصد دقت چوٹی سے نیچے اُتارا۔ اور وولو لیجاکر اونہیں وہانکی خلیج میں غرق کردیا[1]۔ علاوہ بریں یونانیوں نے ترکوں کی پیشقدمی کو روکنے کے لیے مطلقاً کوئی کارروائی نکی۔ انہوں نے کسی پل کو نہ توڑا۔ اور نہ کہیں کوئی روک کھڑی کی۔

اجنبی فوجی شاہد جو یونانیوں کے ہیڈکوارٹر کے ساتھ تھے۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ یونانیوں نے مستحکم موقعوں کی پناہ میں توپوں سے بہت عمدہ اور قابل تعریف لیاقت سے کام لیا۔ نشانہ اندازی۔ توپوں کے بہرنے۔ مسافتوں کا اندازہ کرنے اور مناسب قسم کے گولوں کے استعمال میں یونانی توپچی خوب ماہر نظر آئے۔

[1] ترکوں نے بعد میں ان توپوں کو سمندر سے نکال لیا تہا۔

یونانی کیولری نے جسمیں صرف بارہ رسالہ تھا۔ لڑائی میں بہت کم کام دیا۔ اوسکی بڑی کارگذاری یہ تھی کہ اوسنے دشمن کا گھوڑا گرفتار کیا۔ سوار گھوڑوں پر بالکلف نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ اور نہ صف بستہ ہوکر چل سکتے تھے۔ اس فوج میں نظام شاید بالکل ہی ندارد تھا۔ کیونکہ لاریسا اور فرسالہ کو جاتے وقت سواروں نے اپنا کل وزنی سازوسامان سڑک پر پھینکدیا تھا تاکہ سفر بسرعت طے ہوسکے۔ مستحکم موقعوں کی پناہ میں یونانی انفنٹری خاصی شجاعت سے لڑی۔ مگر جب اوسی پناہ سے نکلکر دشمن پر حملہ کرنیکا حکم دیا جاتا تو بسا اوقات سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے اسکے ذمہ دار ایک حد تک افسر تھے۔ اس فوج کا نظام بھی عموماً بگڑ جاتا تھا۔ اور ایسی فوج میں جو ملرجھتوں کو سوا اور کسی چیز سے واقف ہی نہ ہو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔

ایزولی یعنے کوہستانی سبکبار پیدل بلاشبہ فوج کا بہترین سپاہی تھے۔ فوج نظام جسمیں زیادہ تر صرف شہری و دیہاتی مزدور بھرتی تھے۔ فوجی تربیت سے عملاً محض آشنا تھی۔ اور سپاہیوں میں باہمی برادری و اخوت و رفاقت کا تعلق بالکل عنقا تھا۔ افسر جو تعداد میں بھی چنداں زیادہ نہ تھے سپاہیوں پر بالکل خفیف اقتدار رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے منصب کے فرائض سے تقریباً ناواقف تھے اور بدوران خدمت ہی کوئی تربیت پائی تھی۔ یا بہت ہی کم پائی تھی۔ اور اسلیئے سپاہی اونسے اور بالخصوص اعلےٰ افسروں سے بہت ناراض اور بیدل ہوگئے تھے۔ یہ امر عام معلوم ہوگیا تھا کہ گرتزووالی کی لڑائی میں ایک اعلےٰ افسر نے ہی میدان جنگ میں اپنی شکل دکھلائی۔ جنگ لڑائی شروع نہ ہوئی۔ کبھی کوئی لفٹننٹ کرنیل اور کبھی کوئی میجر مہمان پارلیمنٹ کی آئندہ انتخاب کا موقعہ پر جو عنقریب ہونیوالا تھا کام لینیکیغرض سے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کیلیے سپاہیوں کو پاس چلا جاتا۔ مگر جونہی کہ آتشباری شروع ہوئی وہ اسطرح سے غایب ہوگئے جیسے کہ ہوا کے سر سے سینگ۔ دن میں سو سو مرتبہ احکام صادر ہوتے اور ہر حکم پہلے سے متضاد ہوتا۔ پانچویں رجمنٹ کی ایک کمپنی کو جو حکم ملا وہ نہایت ہی عجیب تھا۔ اس کمپنی کو ایک سالم ترکی رجمنٹ کے مقابلہ پر جو بقام پالی ڈوری ایک حصہ مستحکم اور مورچہ بند موقعہ پر کھڑی تھی۔ جب تک ایک آدمی بھی زندہ رہے قایم رہنے کا حکم دیا گیا۔ مگر کمپنی مذکور نے جب دیکھا کہ ترکوں کی کثیر التعداد جمعیت کے مقابلہ پر وہ بالکل غیر محفوظ ہے اور مراجعت کو وقت ترک تعاقب کرکے اوسکا قلع قمع کرینگے تو اوسنے کمانڈر انچیف سے خاص قاصد بھیجکر درخواست کی کہ پسپائی کے وقت دستہ عقب کی حفاظت کیلیئے سُنگ تیار کر چھوڑنے کی تجویز کیگئی ہے۔ اوسکیلیئے بارہ ڈی کا مطلوبہ مقدار اور ایک برقی آلہ عنایت فرمایا جائے۔ جواب ملا کہ یہ آلہ بہت قیمتی ہے۔ اوسپر ایک ہزار روبل (چالیس پونڈ چھ سو روپیہ) خرچ آئیگا۔ ایسا قیمتی آلہ کمپنی کو حوالہ نہیں کیا جاسکتا کہ کہیں خراب نکردی۔ یونانی افسروں کی کسی کمپنی اپنے پلٹنوں کو باقاعدہ صورت سے ہدایت دینے نہ بنانے دیں۔ سب سے بڑھکر نظیر گرتزووالی کی لڑائی میں جو ۲۵ گھنٹہ ہوتی رہی۔ ایک رجمنٹ کے کمانڈر نے قایم کی جو بجائے زمانہ اپنی چار ہزار فوج کو اوسکے حال پر چھوڑکر ایک تار گھر میں بیٹھ رہا اور گولیوں کی بوچھاڑ سے محفوظ و مصئون دفتر مذکور میں بیٹھا ہوا چاروں طرف کمک کی درخواستیں بھیجنے کو نہایت ضروری کام کو سرانجام دیتا رہا۔ یونانی فوج کے معاون ممکنوں کی حالت بہت ابتر تھی۔ صرف سامان حرب کو پہونچانے کیلیے بارکش جانوروں کے ذریعہ

لہ انکا ذکر سر ایشمیلڈ کر چکے ہیں۔

کسیقدر انتظام کیا گیا ہوا تہا۔ رسد رسانی کا انتظام لاریسہ کی مراجعت کے بعد عموماً تہ و بالا ہو جاتا رہا۔ انجنیر تعداد میں بہت ہی تہوڑے تہے۔ اور کسیطرح اپنے فرایض منصبی کے سرانجام میں پوری نہیں اتر سکتے تھے۔ کل میدانی سلسلہ ٹیلیگراف صرف ایک تار کا تہا۔ جسکی کبہی جرنیل سٹاف سے ہی مخلصی نہ ہوتی تہی۔ میدانی ڈاک کی نسبت یہہ قیاس کر لو کہ گویا اوسکا انتظام سرے سے تھا ہی نہیں۔ میدانی شفاخانوں کا کام یونان کی صلیب احمر کے ڈاکٹر اور خدام سرانجام دیتے تہے۔ اونکی مدد کو جرمنی سے بہی ایک فوجی شفاخانہ پہونچگیا تہا۔ جسمیں دو ڈاکٹر پانچ تیماردار عورتیں اور دو ہاسپٹل اسسٹنٹ تہے۔

حاجیا مارینا میں یونانی اخبار اکروپولس کے نامہ نگار نے شاہزادہ ولیعہد سے ملاقات کی۔ اُس سے شہزادہ نے جو گفتگو کی اوس سے یونانی فوج اور ہیڈکوارٹر کے خیالات اور حالات بخوبی منکشف ہو رہے ہیں۔ کئی دوسرے معاملات پر بہی جو پہلے تاریکی میں تھے اس سے روشنی پڑ گئی۔ اُسکا ماحصل حسب ذیل تھا۔ "یونانی فوج کو اسلیئے شکست ملی ہے کہ اوسمیں نظام و ترتیب بالکل مفقود ہے۔ اسلیئے میں لڑائی کیئے جانیکا مخالف تہا۔ ہمکو یہہ امید ہرگز نہ تہی کہ لڑائی ضرور ہو جائیگی۔ میں تمسے صاف صاف بلا تامل تسلیم کرتا ہوں کہ جب میں اتھنز سے تھسلی کو روانہ ہوا تھا۔ تو مجہے لڑائی کا ہرگز یقین نہ تہا۔ تاہم اُن بیس دنوں میں جو اعلان جنگ سے ماقبل مینے فوج میں بسر کیئے مینے فوج کو حتے الامکان محاربہ کے قابل بنانے کے لیئے سر توڑ کوشش کی۔ نیز روس کی فتح ہو جانے پر ہمارے لیئے پیچہے ہٹ جانا لازمی ہو گیا۔ اگر ہم ایسا نکرتے تو چوطرفہ غنیم سے گہر جانیکا اندیشہ تہا۔ وہ تازہ دم کمکوں سے ہر وقت اپنی صفوں کو مکمل رکھ سکتا تھا۔ برعکس ازیں میرے پاس ریزرو فوج کے آدمی بہی مقتولین و مجروحین کی جگہہ لینے کے لیئے نہ تہے۔ لاریسا پر قابض رہنا ناممکن ہو گیا تہا۔ اگر ہم اُسپر متصرف رہتے تو ہمارا وہی حشر ہوتا جو سیدان میں فرانسیسیوں کا ہوا تہا۔ صرف اتنا فرق پڑتا کہ فرانسیسیوں کی عزت اوس تباہی کے باوجود بہی برقرار رہی تہی۔ ہماری عزت پر بہی پانی پھر جاتا۔ شہر اس قابل نہ تہا کہ ہم اوسے دشمن سے محفوظ رکھ سکتے اور بلا شرط ہتہیار ڈالدینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہجاتا۔ مزید برآں شہر کو قبضہ میں رکہنے کی کوشش فضول بہی تہی۔ کیونکہ خواہ ہم الاصونا تک بڑہ گئے ہوتے۔ ہمیں آخر دشمن کی کثیر التعداد فوج کے سامنے پیچہے ہٹنا پڑتا۔ مجہے تو آدمیوں کی اسقدر اشد ضرورت تہی اور اودہر اتھنز ایسے آدمیوں سے لبریز و معمور ہو رہا تہا۔ جنکو فوجی خدمت سے معاف کر دیا گیا ہوا تہا۔ منفرداً سپاہی خوب لڑے۔ مگر ایک مہینہ میں آدمیوں کو قابل سپاہی بنا سکنا بالکل ناممکن ہے۔ ہمارے اعلےٰ افسروں کو بریگیڈوں کی کمان کے ڈہب سیکہنے کے کب موقعے ملے تھے۔ اور خود مینے ایک سالم فوج کی کمان کیلیئے جو تجربہ اور قابلیت ضروری ہے کہاں حاصل کی تہی اور کسطرح حاصل کر سکتا تہا۔ اس عام ناقابلیت کی وجہہ سے ہی مجہے ایک میجر کو اُسکی پلٹن کی کمان سے برطرف کرنا پڑا۔ وہ اس بارہ میں بالکل نالایق ثابت ہوا۔ مگر اور سب باتوں میں بڑا قابل شخص تہا۔ نظام کا یہہ عالم تہا کہ وہ یکقلم عنقا تہا۔ مینے فوجی قانون جاری کرنا چاہا۔ مگر معلوم ہوا کہ ایسا کرنا قوانین ملک کے برخلاف ہے۔ یونانی بیشک بڑی عمدہ قوم ہیں کیونکہ اون تمام مصائب کے باوصف جو فوج نے برداشت کیں اور کر رہی ہے۔ سپاہی فوج سے مفرور نہیں ہوئے حالانکہ اونکو حاضر باش رہنے پر مجبور کرنے کے لیئے ہمارے پاس کوئی قانونی ذریعہ نہیں۔ بیڑہ سے مدد پہونچنے کی مجہے پہلے سے ہی کوئی بڑی توقع نہ تہی۔ ترکی شہروں پر گولہ باری کرنا سہل کام نہ تہا۔ تو پہر کیا وہ کچہہ کام نہ دینے کے الزام سے بچنے کے لیئے کسی یونانی شہر پر گولہ باری کرتا۔

اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ اوسنے سالونیکا کو کیوں فتح نکر لیا۔ مگر ہم اوسے فتح کرنے کے لیئے فوج کہاں سے لاتے۔ اور کس فوج کو خشکی پر اتارتے۔ مزید برآں اگر یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر گولہ باری کی ہوتی تو کیا پھر کبھی دول یورپ ثالث بننا منظور کرتیں؟ ہم چند جزایر کو ٹھیک فتح کر سکتے تھے۔ مگر اس سے کچھ فایدہ نہ نکلتا۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ہمیں التوائے جنگ سے فایدہ اُٹھا کر ترکوں کے پیچھے ہٹا دینے کے لیئے مطلوبہ تیاریاں کر لینی چاہئیں۔ ایسا کر سکنا بالکل ناممکن ہے۔ ہمارا بھی وہی انجام ہو جو سیدان کے بعد فرنچ وزیر و مدبر گیمٹا کا ہوا تھا جو لوگ لڑائی کو جاری رکھنے کیلیئے اسقدر شور و غل برپا کر رہے ہیں۔ اونکو بعیدی چوکیوں کی خدمت پر لگا دینا چاہیئے۔ پھر اونہیں معلوم ہو جائیگا کہ لڑائی کیا چیز ہے۔ ہمیں صلح ہوتے ہی فوج کی درستی و ترتیب کا کام نہایت احتیاط اور سرگرمی سے شروع کر دینا واجب ہے۔ اور یہ نہایت ضروری ہے کہ فوجی افسروں کو آیندہ پالٹیکس میں کچھ دخل نہ رکھنے دیا جائے اور پارلیمنٹ کی ممبری اونکے لیئے ناجایز قرار دیجائے۔ سرحد کی درستی سے ٹرکی کو جو فواید حاصل ہو گئے ہیں۔ اونکے جواب میں ہمیں نئی سرحد کے برابر برابر خوب مستحکم مورچے اور گڑھیاں تیار کرنی چاہئیں۔ یونانی اخبارات نے لکھا ہے کہ ترکوں کے چلے جانے کے بعد جو فوج تھسلی پر قابض ہوگی مینے اوسکی کمان لینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ خبر بالکل غلط ہے کیونکہ انکار تو درکنار مجھسے اس امر کی ابتک درخواست بھی نہیں کیگئی۔ قوم کو فوج کیطرف سے ایسی بدظنی ہو گئی ہے کہ اتھنز کے کئی باشندوں نے ڈاکٹر کالوانیس کے پاس جاکر اوس سے دریافت کیا کہ آیا جنرل مارومیکالیس فی الحقیقت گولی سے زخمی ہوا تھا۔ یا کہ محاربہ کے مزید خطرات سے بچنے کے لیئے اُسنے اپنے ہاتھ سے زخم لگا لیا تھا،، ممالک غیر کے اون فوجی افسروں کی تحریروں سے جو میدان جنگ میں موجود تھے یہ رائے قایم ہوتی ہے کہ ترکی سپاہیوں نے اپنی جفاکشی و تحمل۔ اپنی سادہ طرز معاشرت اور پارسائی۔ بہادری و نفس کشی سخت پابندی احکام اور لڑائی کے لیئے ہر وقت یکساں تیار رہنے نہیں بلکہ بخوشی تمام لڑائی کے میدان میں اُترنیکی طفیل ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ تمام اجنبی افسر دنگ رہ گئے۔ ایسے کارنمایاں کسی سپاہی سے تب ہی معرض ظہور میں آسکتے ہیں جبکہ طبعی جنگی قابلیت کے ساتھ سچی حب الوطنی کامل قومی غیرت و حمیت اور سچا و پُرجوش مذہبی اعتقاد و ایمان بھی اوسمیں موجود ہو۔

جنرل وان ڈرگولز کا یہ ریمارک موجودہ زمانہ کی ترکی افواج کی نسبت بالکل درست ہے کہ وہ ایسی سپاہ ہے جو جلدی میں بھرتی کیگئی ہو۔ اُسمیں نہایت اعلے قابلیت موجود ہے۔ اوسکے کمانڈر نہایت قابل اور لایق ہیں اور اوسکا جنرل سٹاف بہت ہی عمدہ اور کثیر التعداد ہے۔ محاربہ کے بعد سلطان المعظم نے جنرل موصوف کو اوسکی خدمات حسنہ کے صلہ میں طبقہ لیاقت کا طلائی تمغہ عنایت کیا اور مارشل کا مفوض سیر پاشا کے معاہدہ ملازمت کی تجدید نہایت ہی مفید شرایط پر کر دی۔ یہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ جلالت مآب جرمن اتالیقوں کی خدمات کی کیسی سچی قدر کرتے ہیں۔

ترکوں کو اپنی اصلاح و قوت یافتہ فوجی طاقت کو پہلے آہستگی و بتدریج کام میں لانا مناسب ہے۔ اور اس اثنا میں وہ اپنی سپاہ کی حیرت انگیز مدافعانہ قوتوں سے مناسب و درست موقعہ و محل پر فایدہ اُٹھائیں۔ شروع شروع میں جارحانہ پہلو پر اونہیں عقلمندی سے کام لیکر صرف چھوٹے چھوٹے کاموں پر قناعت کرتے رہنا اور بڑے بڑے منصوبوں سے محترز رہکر صرف ایسے مقاصد کے حصول کی جو سپاہیوں کی ذاتی شجاعت سے حاصل ہو سکتی ہوں کوشش کرنا مناسب اور واجب ہے۔ فوج میں اعلے ترین مراتب پر فایز ہونا۔ فوج کی ترتیب و درستی کو اور زیادہ مکمل کرنا۔ سپاہ میں پھر وہی فاتحانہ جوش پیدا کرنا جو ابتدائی زمانوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور فوج کو فاتحانہ و جارحانہ محاربہ کے قابل

بنانا ایسے کام ہیں جنکو آیندہ نسل پر چہوڑنا چاہیئے۔

اگر پادشاہ عثمانیان کی فوج کو بلا مزاحمت و توقف لگاتار ترقی و اصلاح کی میدان میں بڑہی جانیکا موقعہ ملتا رہا۔ تو وہ مستقبل محاربات میں کل عالم کو اپنی کارہائی نمایان سی حیرت میں ڈالدیگی۔ اور اپنی اوس قدیم شہرت کو جسکی شہادت تاریخ زمانہ کا ہر ایک ورق دی رہا ہے قایم و بحال رکھیگی۔

فصل بست و پنجم

رضا پاشا۔ وزیر حرب۔ و سر عسکر افواج شاہانہ عثمانیہ

جرمن افسر لکہتا ہے کہ کتاب کو ختم کرنے سے پیشتر اوس شخص کا ذکر کر دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے جو اگرچہ واقعی محاربہ و کارزار میں شریک نہ ہوا۔ اور نہ غنیم کی بالمقابل وہ کسی کمان پر مامور تہا۔ مگر پہر بہی اوس آفرین و ستایش کے حصہ کثیر کا جسے عثمانیہ فوج نے تھسلی اور اپائرس کے خونریز میدان ہائی جنگ میں حاصل کیا جایز طور پر دعوی کر سکتا ہے۔ یہ شخص فوجی معاملات کی ہر صیغہ و محکمہ سی کامل باخبر اور تجربہ کار و ماہر جنرل سر عسکر رضا پاشا ہے۔ اوسنی کیا بلحاظ کمانڈر افواج اور کیا بلحاظ مجدد و مصلح دونو حیثیتوں سی اپنی ملک کی نہایت ہی اعلے و بیش بہا خدمت کی ہی۔ اور اوسکا نام عساکر عثمانیہ کی تازہ ترین ترقی و کارنامہ کی ساتھ ہمیشہ باعزت و احترام وابستہ و مرتبط رہیگا۔

یہ اوسیکی مسلسل و لگاتار غور و پرداخت اور محنت و کوشش کا نتیجہ تہا کہ جن افواج کو محاربہ میں شامل ہونیکا حکم دیا گیا تہا۔ وہ ٹہیک وقت پر خوب مکمل و تیار اور سب طرح سے آراستہ و پیراستہ سرحد پر جمع ہو کر بطریق مناسب ڈویزنوں وغیرہ میں مرتب ہو گئیں اور بوقت اجتماع یا بوقت تقسیم و ترتیب کسیطرح کی رکاوٹ یا دقت پیدا نہ ہو سکی۔ کمانوں پر مناسب و قابل آدمیوں کی تعیناتی کا فخر و اعزاز بہی اوسیکو حاصل ہی جس کام کی جو آدمی قابل تہا۔ وہی اوسپر مامور کیا گیا۔ وہ چپ چاپ و خاموش اپنی کام اور فوج کی غور و پرداخت میں از سر تا پا مصروف قسطنطنیہ میں بیٹہا ہوا کل ڈویزنوں کو جو مختلف ڈویزنوں کو دار الخلافہ سی ملائی ہوئی تہیں اپنی ہاتھ میں تھامی ہوئی تھا۔ اور اس امر کی سخت احتیاط کے ساتھ نگرانی کر رہا تہا کہ کسی ڈویزن کی طاقت کمزور نہ ہونی پائے۔ مارشل ادہم پاشا کی فوج کی پہلی صفیں سرحد کو عبور کر کے غنیم کے ملک میں داخل ہی ہوئی تہیں کہ ادہر فی الفور احتیاطی یا ریزرو فوج مفتوحہ علاقہ پر قابض و متصرف ہونے اور بشرط ضرورت بلا درنگ پیشقدمی کر کے صف اولین (یعنے محاربہ کنندہ فوج) سے جا ملنے کی لیئے شاہراہوں کی مواقع اتصال پر تیار کہڑی تہی۔

سنہ ۱۸۶۵ء میں کپتانی کی رتبہ پر فایز ہونی کیوقت تک رضا پاشا بمقام قسطنطنیہ شاہی محافظ پلٹنوں میں خدمت کرتے رہے کپتان ہونی کے بعد طبیہ مدرسہ کی فوجی ڈایرکٹر مقرر کیئے گئے۔ اس مدرسہ میں جہاں آجکے دن تک اونکا نام عزت و محبت سی لیا جاتا ہے چند برس قابل تعریف کام کرنے کی بعد رضا پاشا ساتویں عشرہ کی شروع میں سٹاف افسر بنائی گئے۔ اور ستوطرا واقع البانیا کو بہیجدیئے گئی جزیرہ نما بلقان کی اس شمالمغربی کونہ میں باشندوں کی شورہ پشتی کیوجہ سی کثیر التعداد فوج جمع تہی۔ تہوڑی ہی دیر بعد بوسینا۔ ہرزی گووینا

اور مانٹی نیگرو میں بغاوتیں برپا ہوگئیں۔ ان بغاوتوں اور نیز اوس صعب و دشوار بیقاعدہ پہاڑی جدال و قتال میں جو مانٹی نیگرو کے پہاڑوں اور گھاٹیوں میں ہوا۔ اور ترکوں کو اوس سی بہت تکلیف پہونچی۔ رضا پاشا نے اپنی بہادری و ہوشیاری سی خاص امتیاز حاصل کیا اور کئی موقعوں پر ذاتی بہادری کی بے نظیر جوہر دکہائی۔ پھر اوس بہادرانہ پیشقدمی میں جو زرنا گورو دو پر کیگئی شامل ہوئی ترک دشوار گذار پہاڑوں کو طے کرتے ہوئی آخر مقام مذکور تک پہونچ گئی اور اہالی جبل اسود کو وہاں کامل شکست دی جس سی کل مانٹی نیگرو پر ترکوں کا تصرف ہوگیا۔ اور وہاں کی صدر مقام "سٹنجہ" پر ہلال کا علم بلند کردیا گیا۔ ان بہادریوں کی صلہ میں رضا لفٹنٹ کرنیل بنا دیے گئی

محاربہ روم و روس کی شروع ہوجانی پر ٹرکی کی شمالمغربی حصہ سی جو فوج بحیرہ ایڈریاٹک کے راستہ جزیرہ نما بلقان کی مشرقی حصہ کو جسی غنیم سی سخت خطرہ تہا لائی گئی تہی۔ اوسکا لانا رضا پاشا ہی کی سپرد کیا گیا تہا۔ ایسی مہم کی نظیریں تاریخ میں تقریباً نایاب ہیں یہ فوج جہازوں سی اترتے ہی سیدہی درہ شپکا کو بہیجدی گئی تہی۔ جہاں اوسنی وہ وہ کارنامے دکہائی جسے زمانہ قیامت تک فراموش نہیں کریگا۔ اس درہ کی شاندار حفاظت پر جسمیں رضا نے کئی مرتبہ شہامت و بسالت کی داد دی۔ سلطان المعظم نہایت خوش ہوئی تہی محاربہ کی بعد جلالت مآب نے رضا کو کرنیل کا رتبہ عطا کرکے ایک رجمنٹ کا کمانڈر مقرر کردیا۔ اس حیثیت سی پہلے وہ سمرنا میں اور پہر لاریسہ اور وولو میں اور بالآخر اسمد میں ایک ردیفی رجمنٹ کی کمانڈر رہے۔

جب قسطنطنیہ کی محافظ شاہی فوج کی حساب کتاب کی لیے ایک کمیشن قایم ہوئی تو اعلے حکام نے جنکو رضا کی مسلمہ دیانت داری فوجی مہارت اور انتظامی قابلیت معلوم تہی۔ اوسی اس کمیشن کا پریسیڈنٹ بنایا یہ۔ اس کام سی فارغ ہونے پر وہ ایڈریانوپل میں ایک بریگیڈ کی اور پھر چند برس بعد وہیں ایک ڈویزن کی کمانڈر مقرر کیے گئے۔ سلطان عبدالحمید فوج سی جنکی ذاتی واقفیت بہت وسیع ہی۔ کچہ عرصہ سی رضا سے واقف اور اوسکی غیر معمولی فوجی قابلیت کو مشاہدہ کرتے رہے تھے۔ وہ اوس سی ایسے خوش ہوئی کہ اوسی پہلے پلدز کوشک کی محافظ فوج کا کمانڈر اور پہر محافظ شاہی فوج کی دوم ڈویزن کا کمانڈر اور اپنا ایجوٹنٹ جنرل بنا دیا۔ شاہی اعتبار و بہروسہ کا اس سی بڑہکر کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا تہا۔ رضا نی یہاں بہی ایسی جان نثاری سی کام کیا کہ جلالت مآب کی نگاہوں میں اوسکی عزت و وقعت اور بہروسہ و اعتبار اور بڑہ گیا حتی کہ اس عہدہ سی ترقی پاکر وزیر صیغہ حرب ہوگیا پادشاہ کی اس مبارک انتخاب کی معقولیت و برجستگی محاربہ روم و یونان کے واقعات سی بخوبی مبرہن ہوگئی ہے

سب سی اول فیلڈ مارشل جنرل رضا پاشا ہی ایسی شاندار فوج کی تیاری و تربیت کیلیے جیسی کہ وہ فوج تہی جسنی تہسلی و اپائرس میں خدمت کی شکریہ و ستایش کے مستحق ہیں۔ فوج کی اصلاح و درستی میں انسے بیش بہا مدد ملی۔ اور تہسلی کی فتوحات اوسی تخم کا پہل تہیں جو پاشا موصوف نی بویا تہا اپنی آقائی نعمت کی وفاداری تابعداری اور ذاتی جان نثاری میں ایسا راسخ القدم ہی کہ دنیا میں کوئی چیز اوسی اس جادہ سی نہیں ہٹا سکتی۔

احمد عاصف پاشا صیغہ حرب کی انتظامی شعبہ میں وزیر حرب کا سب سے زبردست معاون و مددگار احمد عاصف پاشا چیف سپرنٹنڈنٹ ہی۔ پنکالڈی کی مدرسہ حربیہ کا امتحان پاس کرنے کی بعد وہ فوج محافظ شاہی کی ایک رجمنٹ

میں بعہدہ افسری مامور ہوا۔ پھر کپتان اور فوج انفنٹری کی اتالیق کا نایب بنایا گیا۔ قایم مقام میجر ہونے پر محلہ قاسم پاشا کی مکتب حربیہ کا پرنسپل مقرر ہوا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ کی شروع میں وہ دریائے ڈیٹوپ کی فوج میں شامل تھا۔ وہاں سے درہ شپکا کو بھیجا گیا۔ محاربہ کے خاتمہ پر پوری میجر کے رتبہ پر فایز ہوا۔

محاربہ مذکور کے بعد وہ عرصہ دراز تک پہلے پانچویں اردو (دمشق) اور پھر تیسری اردو (مقیمہ مناسطر) میں ایجوٹنٹ رہا۔ ۱۸۸۵ء میں جنرل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کو تبدیل کر دیا گیا۔ اور وہاں ایک سیکشن (حصہ) کا اعلےٰ افسر بنایا گیا۔ اس عہدہ پر کچھ عرصہ مامور رہنے سے وہ اپنی طبعی ذہانت و جودت سے فوج کی تمام ضروریات سے بخوبی واقف ہو گیا۔ ۱۸۸۶ء میں فوجی کمیشن معاینہ کنندہ کا ممبر ہوا۔ ۱۸۹۰ء میں جرنیل بریگیڈ کے رتبہ پر فایز ہو کر وزارت حربیہ کے دفتر عام نگرانی کا اعلےٰ افسر مقرر ہوا۔ جس عہدہ پر وہ ابتک مامور ہے۔ احمد عاصف پاشا بیشک اس قابل ہے کہ اوسے قابلترین منتظمین کے ذیل میں شمار کیا جائے۔ مزید برآں بنظیر دیانت داری، راست بازی اور تندہی سے بھی اُسے عام شہرت اور نیکنامی حاصل ہو گئی ہے۔ سرکاری معاملات میں وہ کسی کی بیجا رعایت کرنے کا نام نہیں جانتا۔ گذشتہ محاربہ میں اوسنے ایسی مستعدی دکھائی جسکو کل مداح ہیں اور ایسی قابلیت سے احکام جاری کئے کہ اونکی ہی طفیل فوج بسرعت اور خوب مضبوط و آراستہ سرحد پر لگاتار پہونچتی رہی۔ وہ انتظامی معاملات اور نقل و حرکت کے متعلق برسوں سے نہایت جانفشانی کے ساتھ ایسی عمدگی سے تیاریاں کرتا رہا ہے کہ قسطنطنیہ کے بیشمار نامہ نگاران ممالک غیر میں سے ایک شخص بھی کبھی اوسپر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکا

فاتح فوج و افسروں پر نوازشات سلطانی

محاربہ کو ملتوی ہوئے ابھی چند ہفتے ہی ہوئے تھے کہ تمام شریک کارزار افواج کے لیئے خاص تمغے تیار ہو کر تھسلی اور اپائرس میں پہونچ گئے اور ہر ایک مستحق کو عطا کئے گئے۔ تمام جرنیلان ڈویژن اور سپہ سالار کو پہلے مختلف مدارج اور طبقوں کے نشان مرحمت کئے گئے۔ پھر جولائی ۱۸۹۷ء میں جنرل ادہم پاشا و جنرل ہائی اردو نشاط پاشا۔ خیری پاشا۔ حمدی پاشا۔ حقی پاشا۔ ممدوح پاشا۔ عمر پاشا رشدی پاشا۔ حفظی پاشا۔ عثمان پاشا۔ ابراہیم پاشا۔ و بریگیڈ جنرل حیدر پاشا۔ و رضا پاشا کو تحفہ میں گرانبہا شمشیریں عطا کی گئیں تلوار کی ایک طرف عبارت ذیل منقش کی گئی۔

"بنام خدائے رحیم جملہ قوم عثمانیہ کی نظر میں یہ شمشیر ایک بڑا نشان فتح و نصرت کا ہوگا۔ جسکو اعلیحضرت سلطان المعظم نے ان فتوحات متکاثرہ کے اظہار شکریہ اور نمایاں وفاداری کے اعتراف میں عطا فرمایا ہے۔ جو یونان کے مقابلہ میں بوقت جنگ ظہور میں آئے۔ یہ اُن لوگوں کی نسلوں میں ایک موروثی ترکہ ہے۔ جنکو یہ عطا ہوگی" بقول اقدام ترکی ایک طرف یہ کندہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ بعنایت اللہ تعالیٰ ھذا السیف ھدیۃ من خلیفۃ الاعظم الی حضرت فلان ..... ان میں سے غازی ادہم پاشا سپہ سالار افواج تھسلی کی شمشیر اعزازی کی قیمت ۵ ہزار پونڈ تخمینہ کی گئی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں ادہم پاشا کو دس ہزار پونڈ اور اسطرح دیگر اعلےٰ عہدہ داروں اور افسروں کو معقول نقد رقمیں بطور انعام عطا کی گئیں۔ ناقابل کار زخمیوں سے جو سلوک کیا گیا اُسکا پہلے کسی حاشیہ

میں فتح پکا ہو شہداء کے ورثا کو نقد عطیات اور واجب پنشنوں کے علاوہ املاک و جایداد وں کی انتقال کو داخل خارج کو مصارف سے معاف کر دیگئی تمغہ جنگ کی تصویر تقسیم میں دیجیو شفا خانہ یزسرا کو شفا یاب زخمیوں کو بھی جب اونکی معتدبہ تعداد سفر کے قابل ہو جاتی تو عام جلسہ کر کے نقد انعام و اکرام کے علاوہ یہ تمغے بھی عطا کیجاتے۔ سب سے پہلا جلسہ ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا جسمیں خود جلالتمآب بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔

سب سے پہلے اعلیحضرت کے تشریف لاتے ہی فوجوں کا ریویو ہوا اور موجودہ لشکر اعلیحضرت کے سامنے سے گذرا۔ اسکے بعد مجلس میں سرخ حریر کا بنا ہوا علم جو فتحمندیوں کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ اور جسپر لا الہ الا اللہ سونے کے کام چوبی حرفوں میں منقش کیا گیا ہے لایا گیا۔ تمام امرائے دولت اور وزیر جنگ اور دیگر عہدہ داران دولت علم مبارک کی جلو میں موجود تھے۔ یہ علم تمام دوسرے علموں کے آگے تنہا بلکہ خاص سلطانی جھنڈے کو بھی آگے لاکر جہاں سلطان المعظم تشریف فرما تھے رکھا گیا۔ اسکے بعد حسین بک سیکریٹری اعلیحضرت آگے بڑھا اور اعلیحضرت کیطرف سر اپا سیچ پڑھی۔

عساکری واولادی الاعزاء

کانا ملنا المحافظة علی الصلح والسلم وعدم سفك الدماء لکن الیونان ابوا الا التجاوز علی بلادنا فقضوا العهد وکان فرض عین علینا حفظ حقوقنا وان لا ندعهم یطؤا ارضنا فاعتمدنا علی الله وشرعنا فی الحرب فالحمد والشکر والشکر لله مائة الف مرة لقد کنا نحن الغالبین وما ذلك الا بعون الله وعنایته وامداده روحانیة نبینا صلی الله تعالی علیه وسلم فما اعظم ممنونیتی مما ابرزه عساکری فی هذه المحاربة من الغیرة والجسارة وما اکبر افتخاری واخص بالذکر ما ابدوه من الحرکات الحسنة فی الحملات التی دخلوها مظفرین فقد استحسنها الناس اجمعین وانی ممنون مسعود من ذلك ایضا وقد امرت بأعمال مدالیه لتکون تذکارا لافتخار المظفریات التی نلناها فی حرب الیونان هذه وانی اعطی لکل منکم واحدة هذه المدالیة تحت هذا العلم المزین بکلمة الله تقدیرا لحق استقامتکم وصدقکم وشجاعتکم

عربی کا ترجمہ

اے میرے بچو اور اے میری عزیز بہادر و میرا مقصود ہمیشہ قایم رکھنا اور خونریزی سے اجتناب کرنا تھا لیکن یونانیوں نے ایک ایسی راہ چلی جو میرے اس ارادہ کے مخالف تھی۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے ملک پر حملہ کرنے کا قصد کیا اور وہ تمام عہد و پیمان جو ابتک قایم تھے توڑ ڈالے۔ پس ہمکو بھی مجبوراً اپنے حقوق کی حمایت اور اپنے ملک کی حفاظت کرنی ہوئی اور ہمنے بھی مقابلہ کیا۔ خدائے پاک کی تائید اور ہمارے اسپر اعتماد کرنے کی وجہ سے ہمکو ہی فتح ہوئی۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم اور آپ کی شفاعت کی برکت سے ہمنے یونانیوں کو کامل طور سے شکست دیدی میں اپنی اس خوشی و مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا جو مجھکو تمہاری اس شجاعت اور بہادری اور خصوصاً تمہاری اس نیک روش سے حاصل ہوئی اوان علاوہ ازیں میں تمکو ایک ایک تمغہ جو تم فاتح بنکر داخل ہوئے تھے حاصل ہوئی ہے۔

"تمہاری اس سلوک نے تمام دنیا کو متعجب اور متحیر کر دیا ہے۔ اور میں اس سے نہایت مسرور ہوں اور آیندہ بھی ہمیشہ اسکی یاد سے نہایت ہی شاداں رہونگا۔ بہت سے مخصوص تمغے ان فتحمندیوں کی یادگار میں جو اس لڑائی میں حاصل ہوئی ہیں تیار کیے گئے ہیں اور میں تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک تمغہ تمہاری استقامت اور بہادری اور امانت کی شہادت کے طور پر دیتا ہوں" اس سپیچ کے پڑہے جانے کے بعد دعا مانگی گئی جسمیں خلیفۃ المعظم کی طول حیات کی دعا مانگی گئی اور ختم دعا کے بعد اعلیحضرت کے روبرو تمغے اور فی سپاہی دو دو پونڈ جیب خاص سے دئے گئے۔ انعامات تقسیم ہونے کے بعد امیر المومنین کے لیے بصد قلل دعا مانگی گئی۔ اور فوج پر صف بستہ آداب بجا لاتی ہوئی حضور انور کے سامنے سے گذر کر بارکوں کو رخصت ہو گئی۔

بازار یلدز سراء بماہ جون ۱۸۹۷ء خاص سلطان المعظم کے ذاتی منشاء و تحریک سے ترکی زخمیوں اور مقتولین کی بیواؤں اور یتیم بچوں کی امداد کیلئے بموجب اشارت سلطانی قسطنطنیہ میں ایک وسیع عارضی مینا بازار قائم کیا گیا۔ اسی کا نام بازار یلدز سراء ہے۔ اسکی تعمیر کا کل خرچ سلطان المعظم نے اپنی جیب خاص سے عطا کیا۔ یہہ خوبصورت عمارت ۷۵۰ مربع میٹر میں بنائی گئی ہے اور قاعدہ مقرر کیا گیا کہ تماشبینوں اور فروخت اشیاء سے جو آمدنی ہوگی وہ یتامے و ارامل شہداء جنگ کی امداد میں خرچ کیجاوے۔ علاوہ صرف تعمیر کے بہت سے تحائف اور نادر چیزیں واسطے فروخت کے حضور سلطانی سے مرحمت کی گئیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں اسکی امداد کا جوش برقی رفتار کے ساتھ پھیلگیا جسمیں غازی مختار پاشا کی تحریک سے صوبہ مصر نے سب سے زیادہ سرگرمی سے حصہ لیا۔ چھہ مہینے کے اندر اندر پچاس لاکھ پیاسٹر سے زیادہ نقد وصول ہو چکے تھے۔

اشیاء گرانبہا و تحایف نادرہ اسکے علاوہ ہیں جنکی تفصیل ایک پوری کتاب میں بھی نہیں سما سکتی لہذا بر سبیل اختصار نمونہ کے طور پر امداد کی چند نظیریں اس تاریخ میں درج کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ سلطان روم کی خوشنودی حاصل کرنیوالے اور ان کے نازبردار دنیا کے جلیل القدر اشخاص میں سے کون کون ہیں۔

شہنشاہ روس و شہنشاہ جرمن نے تحائف گراں بہا کے ساتھ ہمدردی کی شہنشاہ آسٹریا نے کپڑے رکھنے کی الماری اور سنہری چوکھٹوں کی دو بیش قیمت تصویریں اور دیگر تحائف عطا کیے۔ جو نہ صرف بیش قیمت بلکہ نادر الوجود بھی تھے۔

شاہ سرویا نے بازار یلدز سراء کے واسطے دو ہزار فرانک چندہ دیا۔

خدیو مصر کی بیگم نے ایک نہایت عجیب اور بیش قیمت گلدستہ بازار یلدز سراء کو پیش کیا۔ اس گلدستہ کے پھول ریشم کے اسقدر نفاست سے بنائے گئے تھے اور اسقدر نازک کہ کم از کم ایک منٹ تک غور سے دیکھنے کے بعد یہ خیال ہوتا تھا کہ گلدستہ مذکور مصنوعی ہے اصلی نہیں اس گلدستہ کے گرد ایک نہایت خوبصورت زرین لیس لپٹی ہوئی تھی جو فن زرگری کے کمال کا اعلے نمونہ تھا۔ ہر ایک جگہہ اور پھول کی پنکھڑی پر ہیرے اور موتی اس صنعت سے نصب تھے کہ شبنم سحری کو شرمندہ کرتے تھے۔

شاہ مظفر الدین شاہنشاہ ایران نے ۴۰۰ پونڈ یلدز سراء کو مرحمت فرمائے۔

شاہزادہ بلگیریا نے بھی علے قدر حیثیت شرکت حاصل کی۔ اس بازار کی منتظم کمیٹی کے ممتاز ممبر سلیم آفندی اور سعادتلو ذوالفقار پاشا

اور پریزیڈنٹ رفیق بیگ مددگار وزیر خارجیہ اور ابراہیم بک مددگار وزیر داخلیہ تھے۔ ان اراکین کے دو حصے کئے گئے تھے ایک اراکین عسکریہ دوسرے اراکین ملکیہ۔ صبح کے سات بجے سے دس بجے تک اور شام کے چار بجے سے دس بجے تک کا وقت اجلاس مجالس انتظامیہ کے لئے مقرر کیا گیا دیگر اراکین سلطنت سنیہ و باشندگان یورپین روم و ایشیائی روم عراق عرب و عراق عجم۔ مملکت شام و صوبہ فلسطین و صوبجات مجاورین و عمایدین صوبہ مصر طرابلس الغرب وغیرہ نے جس گرمجوشی سے اس بازار کی اعانت میں زر کثیر صرف کیا۔ اسکی تفصیل اس کتاب میں اسموار درج کرنا ہماری قابو سے باہر ہے۔

سلطان المعظم کے حکم سے مشتریان و چندہ دہندگان کے لئے تین قسم کے تمغے تیار کئے گئے۔ ان میں ایک چندہ دہندہ فرمانروایوں اور شاہزادگان کیلئے تھا اسکا قطر آٹھ سینٹی میٹر یا ۳ انچ تھا۔ دوسرا تمغہ جسکا قطر دو سینٹی میٹر تھا ہر ایک چندہ دہندہ کو اور تیسری قسم جسکا قطر ۲½ سینٹی میٹر (ایک انچ ہی) ہر ایک مشتری کو جو بازار سے کوئی چیز خرید کر لایا ملا۔

ان تمغوں کی ایکطرف پھولوں کی بیل اور اسکے دور میں الفاظ "نشان انسانیت و شفقت" اور دوسری طرف بازار کی مہر کندہ تھی۔ کل رقم اس بازار کے اسباب کی فروخت اور نقدی عطیات سے مقتولین کے ورثاء اور مجروحین کے فنڈ کے لئے تین پینتیس لاکھ روپیہ کے قریب جمع ہوئی۔

تخلیہ تھسلی قطعی عہدنامہ کے مرتب ہو جانے کے بعد دول ثالث یونان کی مالی صیغہ کیطرف متوجہ ہوئیں۔ ایک خاص کمیشن اوسکی نگراں مقرر کیگئی۔ اور کئی مہینوں کی باہمی گفتگو اور جھمیلے کے بعد آخر روس فرانس اور انگلستان کی ضمانت پر تاوان جنگ کی ادائگی اور ضروری اصلاحات کے اخراجات کے لئے یونان کو قرضہ ملگیا۔ اور اوسنے پہلی قسط (دس لاکھ پونڈ) ۲۵ مئی ۱۸۹۸ء کو دوسری قسط دس لاکھ پونڈ کی ۱۰ جولائی ۱۸۹۸ء ادا کردی۔ اور ترکی فوج نے حسب شرائط دوسری قسط کی وصولی کی تاریخ سے تھسلی کو خالی کرنا شروع کرکے آخری قسط کی وصولی پر علاقہ کو خالی کردیا۔ جب تخلیہ کی خبریں بذریعہ تار موصول ہونی شروع ہوئیں تو اکثر ابناء ملک نے اونکی درستی کو بنظر اشتباہ دیکھا اور حیرت سے استفسار کرنے لگ گئے کہ کیا یہ خبر درست ہے؟ لیکن اگر وہ شرائط معاہدہ پر پہلے غور کرلیتے تو متعجب ہونیکی کوئی گنجایش باقی نہ رہتی۔ جب ترکوں نے معاہدہ صلح پر دستخط کردیئے تھے۔ تھسلی کا خالی کردیا جانا اوسیوقت سے یقینی ہوگیا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے یورپین تہذیب اونمیں ابھی ایسی سرایت نہیں کرسکی کہ وہ عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدینا معمولی ڈپلومیٹک استادی سمجھیں۔ وہ مسلمان ہیں اور مسلمان کو پابندی عہود کی جیسی کچھ تاکید ہے وہ مذہبی احکام کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ بعض دنیادار کوتاہ اندیش بالخصوص عیسائی لوگ شاید ترکوں کی اس صفت کو اونکی بیوقوفی پر محمول کریں یا اسے یورپین دول کے دباؤ اور ترکی گورنمنٹ کی کمزوری کا نتیجہ سمجھیں۔ مگر یہ اونکی سخت غلط فہمی ہوگی۔ صداقت اور راستبازی کی ہمیشہ آخر کار فتح ہوتی ہے۔ اور یہ اسی راستبازی کے جو محولہ بالا لوگوں کے زعم میں بیوقوفی کے مترادف ہے طفیل ہے کہ سلطنت عثمانیہ ہزاروں مہلک اور جانگداز صدموں سے بالآخر صحیح سلامت بچتی چلی آئی ہے۔

۴ مئی ۱۸۹۸ء کو دول عظام کے نائب نئی حد کی نشاندہی کیلئے قسطنطنیہ سے روانہ ہوگئے۔ اور جولائی کے وسط تک تخلیہ کی

کی کارروائی ختم ہوگئی * نئی حدود کا نقشہ حسب ذیل ہے

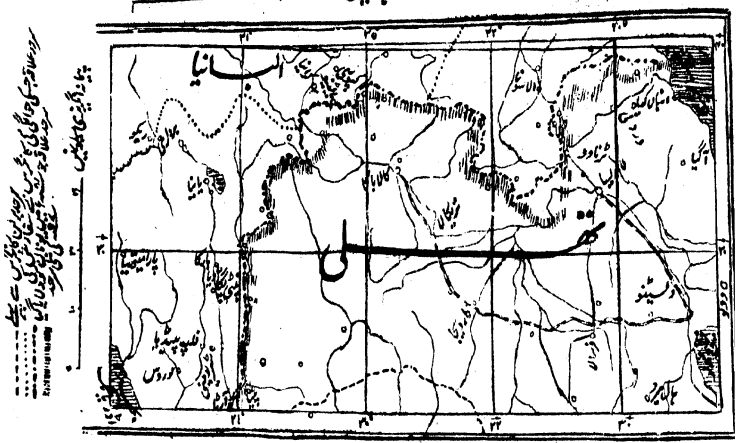

اور محاربہ روم و یونان کا آخری خرخشہ بہی طے ہوگیا۔ مگر اصل منبع فساد مسئلہ کریٹ اوسیطرح باقی رہا۔ سلطان المعظم نے بہت چاہا کہ تخلیہ تہسلی سے پہلے اسکا کچہہ تصفیہ ہو جائے۔ لیکن دول نے نمانا۔ آخر ستمبر ۱۸۹۸ء کی فساد سی جو کینڈیا کے مسلمانوں سی مجبوراً معرض ظہور میں آیا۔ دول فرنگ کو معقول بہانہ ہاتہہ آگیا۔ اور سال کے ختم ہونیسے پہلے ترکی افواج نے اس منحوس و بدقسمت جزیرہ کو بہی خالی کردیا۔ اور مغلوب و مفتوح شاہ یونان کا بیٹا وہانکا ہائی کمشنر یا گورنر بنا دیا گیا۔ اور اسطرح سے کچہہ عرصہ کیلئے مشرقی مسئلہ کا عارضی تصفیہ ہوگیا۔ اور دول یورپ کو افریقہ و چین کی طرف توجہہ کرنیکی کامل فراغت نصیب ہوگئی۔

متفرق واقعات

فتوحات عثمانیہ پر اظہار مسرت و خوشی کے آگرہ سے ہمارا ایک نامہ نگار لکہتا ہی کہ۔ یہاں ۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو نماز عید الفطر کے بعد قریب پچاسی یا ۹۰ ہزار اہل اسلام کے مجمع نے سلطان المعظم سلطان عبد الحمید خان خلیفۃ المسلمین خلد اللہ ملکہ و حشمتہ کیلئے بہت زور شور اور خشوع و خضوع سے دعائے فتح و نصرت مانگی بروقت آمین ایک قسم کا وجد سا لوگوں کی چہروں سی معلوم ہوتا تہا۔ رقت اور محبت سی آمین اسقدر زور اور بلند آواز سی کہی گئی کہ اگر رعد بہی کڑکتی تو مشکل سی سنائی دیتی۔ ہماری مولانا رمضان صاحب کی تقریر اور طریقہ دعا اس قسم کا تہا کہ میں پوری کامل امید کرتا ہوں کہ یہہ دعا ضرور بصد ضرور قبول ہوگئی ہوگی اور خدا ایسا ہی کرے۔ اسقدر گریہ و زاری اور خلوص دل سی دعا ترقی و اقبال مانگی گئی جس کو بندہ احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا۔ ہماری مولانا اسوقت حقیقت میں اپنی اصلی حالت پر نہیں رہی تہی۔ اور دعا مانگتے مانگتے ایک سکتہ کی حالت میں ہوگئی تہے۔ اور بار بار کی آمین کی صدا سی عیدگاہ کا وسیع میدان گونج اٹھا تہا۔ بعد انفراغ دعا

ہر ایک مسلمان شاداں و فرحاں نظر آتا تھا۔ اور ہر ایک کی زبان پر یہی ورد تھا کہ خدا ہماری خلیفۂ وقت کو دشمنان اور بدخواہان اسلام پر فتح دے۔ اور ہر طرف سے آمین اور ثم آمین کے نعرے بلند تھے۔

گوجرانوالہ میں عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں جمیع مسلمانان نے حضرت امیر المومنین سلطان المعظم کی فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ اس سے اگلے روز جمعہ کے دن مولوی محمد نظیر حسین صاحب امام مسجد جامع نے برائے امداد مسلمانان کریٹ و آرمینیا چندہ کی مہم کھولی اور نہایت ہی خوش اسلوبی سے غرض چندہ مسلمانوں کو سمجھا دی۔ چنانچہ اسی وقت کچھ رقم جمع بھی ہو گئی۔

کانپور میں بروز عید پچیس ہزار نمازیوں نے عیدگاہ میں نماز سے پہلے اور بعد نماز اور خطبہ کے سلطان المعظم کی فتح و نصرت کیلئے دعا مانگی اور فی سالہ کی فتح کا شکریہ ادا کیا اور زر چندہ سے ہر شخص نے اعانت مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کا وعدہ کیا۔

نور محل ضلع جالندھر میں دو ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے عید الضحیٰ کے دن حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی لئے دعا مانگی

امرتسر میں عید الضحیٰ کے موقعہ پر عیدگاہ میں معززین اسلام کی تحریک سے حضرت خلیفۃ المسلمین کی فتح و نصرت اور گورنمنٹ انگلشیہ و سلطنت روم میں ارتباط و اتحاد اور سلسلہ دوستی مستحکم و مضبوط ہونے کیلئے دعا مانگی گئی۔ مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ اور یتیم بچوں اور بیواؤں کی امداد کیلئے صندوق رکھے گئے۔ بہت سے نیکدل اور باحمیت اصحاب نے قربانی کی کھالیں مصیبت زدگان کریٹ کی امداد کیلئے ہمارے دفتر میں ارسال کیں جنکو فروخت کر کے رقم وصول شدہ میں داخل کر دیگئی۔

۲۸ مئی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ **جامع مسجد دھلی** میں بعد نماز جمعہ کے حضور پر نور سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی فتح کا اظہار کرنے کے بعد دو دو رکعت نماز شکریہ کی سب نمازیوں نے ادا کیں اور اسکے بعد ۲۱ گولے جو توپ کی آواز کے تھے چھوڑے گئے

امداد مظلومان کریٹ کیلئے مدراس میں جلسہ ۲۸ مئی روز جمعہ ۱۸۹۷ء کو حاجی بادشاہ کی حویلی میں مظلومان کریٹ کی امداد کیلئے مسلمانان مدراس کا ایک جلسہ بصدارت جناب مولوی عبید اللہ صاحب قاضی مدراس منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل اصحاب شریک جلسہ تھے۔

حاجی عبد العزیز بادشاہ صاحب ٹرکش قونصل حاجی عبد القدوس بادشاہ صاحب۔ شرف الدولہ بہادر فضیلتلو مولوی قاری محمد دائز قاضی الملک۔ مولوی حاجی احمد علیصاحب ڈاکٹر رئیس الاسلام صاحب۔ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب۔ مولوی حاجی غلام رسول صاحب۔ مولوی زاہد حسین صاحب۔ صبغۃ اللہ صاحب مہاجر۔ محی الدین احمد صاحب۔ غلام محمود صاحب۔ حافظ محمد یٰسین صاحب بی اے۔ محمد عبد اللہ صاحب۔ غلام مصطفےٰ محمد صاحب۔ اور بھی بہت سے حضرات تھے مندرجہ ذیل اوراق باتفاق آرا منظور ہوئے (الف) کریٹ کے مظلوم اہل اسلام کی چندہ کیلئے ایک مجلس مقرر ہو (ب) مجلس کے چھ رکن مقرر ہوئے یعنی (۱) حاجی عبد القدوس بادشاہ صاحب (۲) فضیلتلو مولوی قاری الحاج محمد آفندی (۳) ڈاکٹر عبد العزیز صاحب (۴) مولوی حاجی غلام رسول صاحب (۵) مولوی زاہد حسین صاحب (۶) سعید بادشاہ صاحب۔

(ج) اس مجلس کے خازن حاجی بادشاہ [redacted] اور رسیدات پر خازن کی مہر سے تقسیم ہوں۔ رقم چندہ معرفت ٹرکش قونصل مدراس بنام وزیر خارجہ ارسال کیجاوے (د) فہرست چندہ حاضرین کو دیدو کھولی جاوے بفضل تعالیٰ پانچ منٹ کے اندر

پندرہ ہزار سات سو سینتالیس روپیہ دو آنہ کی دستخط ہوئی جسمیں کچھ اُسیوقت بھی ہوا۔ ایڈیٹر صاحب میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مدراس میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت روپیہ چندہ جمع ہوگا۔ صدر کمیٹی نے حاضرین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کی فتح و نصرت کیلئے عربی میں دعا کی بعد ازاں جلسہ برخاست ہوا۔

نماز شکرانہ فتح حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی خوشی میں نماز شکرانہ ادا کرنیکی غرض ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کو ایک عام مجمع مسلمانان کانپور کا جامع مسجد کانپور میں منعقد ہوا۔ باوجودیکہ اشتہار نہایت تنگ وقت میں دیا گیا تھا حتیٰ کہ تمام شہر میں کافی اشاعت کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن تمام مسجد جامع اور مکانات مدرسہ مسلمانوں سے بھری ہوئی تھے مسجد کی سیڑھیوں اور گلی تک میں مجمع تھا۔ بعد نماز جمعہ منشی محمد عبد اللہ صاحب ٹھیکہ دار نہر گنگ اٹاوہ نے ایک مختصر نظم پڑھ کر سنائی اس نظم میں ترکوں کی بہادری اور یونان کی نامردی کا ذکر تھا۔ ترکوں کی فتحیابی پر اظہار مسرت اور اس امر کی تحریک تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس خوشی میں خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ نظم سلیس اور پرجوش الفاظ میں لکھی گئی تھی۔ پڑھنے کا انداز نہایت دلپسند اور قابل تعریف تھا۔ چاروں طرف سے مرحبا جزاک اللہ کی صدا بلند تھی۔ ہر شخص خوشی اور جوش میں بھرا ہوا تھا۔ جلسہ پر ایک محویت کا عالم طاری تھا۔ بعد ختم نظم منشی صاحب موصوف کے جناب مولینا مولوی محمد واصل صاحب متوطن کڑا نے تقریر کی۔ جو تاریخی واقعات اور معلومات سے مملو تھی۔ آپنے اپنی تقریر میں سلطان المعظم کا خلیفہ ہونا ثابت کیا۔ اور بیان کیا کہ حضرت سلطان المعظم کی بقائے سلطنت پر اسلام کی بقا ہے۔ آپ کے بعد جناب مولوی محمد شبیر الدین صاحب سابق ایڈیٹر نجم الاخبار نے ایک پر اثر تقریر میں مظلوم و بیکس مسلمانان کریٹ کا جنپر باغی عیسائیان کریٹ نے طرح طرح کے ظلم کیئے ہیں ذکر کیا۔ اور مقرر نے عمدہ دلایل کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ کریٹ کے مسلمانوں کی مدد کرنا کسی طرح گورنمنٹ کے خلاف نہیں۔ اور برٹش گورنمنٹ کو ملکی طور پر گورنمنٹ ٹرکی کے ساتھ اتحاد قایم رکھنا ضروری اور مفید ہے۔ تقریر مولویصاحب کی نہایت پرجوش تھی۔ حاضرین مظلومان کریٹ کے حالات سنکر زار زار رو رہے تھے۔ مقرر نے اپنی تقریر سے تمام مسلمانوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بعد ختم تقریر کے اگرچہ عام مسلمانوں کی خواہش تھی کہ چندہ لیا جائے۔ لیکن کارکنان انجمن ہمدرد مظلومان کریٹ نے چندہ کا کام آیندہ کیواسطے ملتوی کر دیا۔ پھر بھی بعض حضرات نے چندہ لکھوا ہی دیا۔ جسکی تعداد تقریباً پانچسو روپیہ ہوگی۔ بعد ازاں نماز شکرانہ پڑھی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

۴ جون ۱۸۹۷ء کو جامع مسجد گورداسپور میں بعد نماز جمعہ جبکہ کثیر تعداد مسلمانان شہر و دیہات کے موجود تھی خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان بہادر غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی فتح کے شکریہ میں دوگانہ شکریہ ادا کیا گیا اور اونکے دشمنوں پر ہمیشہ فتحیاب ہونیکی دعا کیگئی

کلکتہ میں ۴ جون کو حاجی ذکریا کی مسجد میں قریباً پانچہزار مسلمان بصدارت شیخ محمد علی جمع ہوئے۔ حاجی نور محمد ذکریا نے مجلس کو مخاطب کرکے تقریر کی اور بیان کیا کہ ہم یہاں اسغرض کیلئے جمع ہوئے ہیں کہ عساکر عثمانیہ کو جو فتوحات یونان پر حال میں حاصل ہوئی ہیں انکی خوشی احسن طریقہ سے منائیں۔ حاجی صاحب موصوف نے خاص طور پر لوگوں کو یہ بھی دلنشین کرایا کہ مسلمانان ہند کو ملکہ معظمہ کے عہد میں جو آرام اور اطمینان حاصل ہے۔ اسکے لیئے مسلمانوں کو حضرت قیصرہ کا ممنون ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں حاجی صاحب نے ذیل کی ریزولیوشن تجویز کیئے جو باتفاق رای پاس ہوئے۔

(۱) ایک کمیٹی مہتمم قایم کیجائے جسکو اختیار ہو کہ فتوحات عساکر عثمانیہ کی خوشی منانے کے لیئے ایک دن تجویز کرے اور جو روپیہ اس غرض کے لیئے جمع ہو اسکو مناسب طریق پر صرف میں لائے۔

(۲) ایک تار مبارکباد اعلیحضرت سلطان المعظم کی خدمت میں روانہ کیا جاوے۔ بعد میں خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر بقائے دولت کے لیئے دعا مانگی گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

خلیفۃ المسلمین نے تار خبر آمدہ از لنڈن مخبر ہی کہ ترکی سفیر متعینہ لنڈن کو پیغام تار برقی بھیجکر مسلمانان ہند کی مبارکبادیوں کا جو یونان پر ترکی فتوحات کے لیئے دیگئی تھیں۔ شکریہ ادا کیا ہے۔

شرق پور ضلع لاہور میں ۱۱ جون ۱۸۹۷ء بروز جمعہ تین مسجدوں میں نفل شکرانہ فتح و نصرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم پڑھے گئے۔ خصوصاً مسجد میاں حمید الدین صاحب میں میاں شیر محمد صاحب صوفی نقشبندی نے دوران خطبہ میں حضرت ممدوح کے تعلقات کو مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت خلیفہ وقت ہونیکا حال بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا۔

نماز شکرانہ فتحگڈہ اور قصبہ قنوج میں ترکی فتحمندی پر نماز شکرانہ بعد جمعہ ادا کیگئی۔ اور دعائے ترقی عمر و دولت حضرت سلطان المعظم کے نہایت خشوع و خضوع سے ہوئی۔

بہار ضلع پٹنہ میں خلیفۃ المسلمین کیلئے دعا یوں تو ترکی و یونان سے لڑائی چھڑتے ہی تمام مسلمان مسجدوں میں گھروں میں حضرت سلطان المعظم کی فتح و نصرت کی دعا کیا ہی کرتے تھے مگر ۶ جولائی کا جمعہ مسلمانان بہار کو کبھی نہیں بھولیگا۔ دو روز قبل مسلمانوں کے مشورے سے جناب مولوی نور محمد صاحب صاحبزادہ جناب شیخ احمد علی صاحب کیفی آنریری مجسٹریٹ و جناب سید شاہ محمد سجاد صاحب رئیس و سجادہ نشین جناب مولوی سید وحید سجادہ صاحب رئیس و میونسپل کمشنر و جناب مولوی محمد مظفر صاحب رئیس و میونسپل کمشنر کیطرف سے اشتہار تمام شہر میں تقسیم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کی دعا اور فتح و نصرت کی مبارکبادی کا دن اور رب العالمین کی اس نعمت عظمی کے بدلے شکریہ ادا کرنے کا روز جمعہ قرار پایا ہے۔ اطلاع مذکور نے تمام لوگوں کے دلوں میں ایک خاص قسم کی خوشی اور شادمانی پیدا کردی وہ سماں قابل دید تھا کہ اللہ کو یاد کرنیوالی نمازی اور اللہ کی دی ہوئی نعمت پر شکر کرنیوالی مسلمان آج کچھ سویرے سے مسجد میں جمع ہو کر مشغول عبادت تھے۔ تقریباً پانچہزار آدمیوں کا مجمع تھا ہر شخص نے بعد نماز جمعہ دو دو رکعت نماز شکرانہ پڑھکر خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر و ترقی اقبال کی دعا کی۔ اوسکے بعد تمام مسلمانوں نے ملکر تجویز کی کہ کل مسلمانوں کیطرف سے حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں اس فتح و نصرت کی مبارکباد کا تار بھیجا جاوے۔ جسکے بھیجنے کے مہتمم جناب سید شاہ محمد سجاد صاحب رئیس و سجادہ نشین ہوں جسکو کل مسلمانوں نے باتفاق قبول کیا۔ بعد ازاں جناب مولانا فتح دین صاحب نے پر اثر وعظ فرما کر یہ ثابت کیا کہ تمام مسلمانوں کے خلیفہ حضرت سلطان المعظم ہیں اونکی خوشی میں ہم لوگوں کو بھی خوشی کرنا واجب ہے۔ اور اس نعمت کا شکریہ کہ اللہ نے خلیفۃ المسلمین کو فتح و نصرت عطا کی ہے ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسیطرح گورنمنٹ انگلشیہ کی تابعداری بھی لازمی ہے۔ اسکے بعد جناب مولانا حکیم عبد الحکیم صاحب نے نہایت واضح طور پر اسمضمون کو بیان فرمایا کہ اللہ جو اپنے بندوں پر نعمت عطا فرماوے اوسکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

اور یہ فتح ہی چونکہ نعمت منجانب اللہ ہے اسلیئے اسکا شکریہ ادا کرنا اور اظہار مسرت کرنا بھی فرض ہے۔ اے مسلمانو خدا کی غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اپنے خلیفۃ المسلمین کی فتح پر شکر گزار بنے رہو اور حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند دام اقبالہا کے احسان کو یاد کرو جسکی سلطنت میں نہ صرف تمکو بلکہ تمام رعایا کو ہر فرقہ کو مذہبی آزادی ہے اسلیئے تمپر لازم ہے کہ اپنے سرکار انگلشیہ کے احسان کو کبھی نہ بھولو بفحوائے من لا یشکر الناس لم یشکر اللہ بعد اسکے کل مسلمانوں نے خلیفۃ المسلمین کی عمر ترقی حیات و دولت و اقبال کی اور علیہ برخاست ہوا۔

کراچی کے باحیت مسلمانوں نے عساکر عثمانیہ کی فتوحات اور اعادہ قوم دولت پر انکو غلبہ پانے کی خوشی میں ۱۴ ماہ صفر روز پنجشنبہ صبح کے ساڑھے آٹھ بجے عیدگاہ میں عظیم الشان جلسہ کرکے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اسکے بعد جناب حکمت مآب ڈاکٹر میرزا جعفر قلی بیگ صاحب جنہوں نے لنڈن میں ڈاکٹری تعلیم کی تکمیل کی ہے اعلیحضرت امیر المومنین ایدا اللہ بہ الدین کے اوصاف جمیلہ اور اخلاق حمیدہ کو فرداً فرداً بیان کیا۔ ان کی بعد چند شعرائے نامدار نے حضرت جلالت مآب خلافت پناہی کی حمد و ثنا میں قصاید غرا پڑھکر سنائے اور حاضرین کو دل و دماغ کو تازگی بخشی۔ اس مجلس مبارک میں عالیجناب حضرت فاضل حسین کامی بے افندی صاحب مدظلہ العالی ہی جو خلیفۃ المسلمین کی حکومت سنیہ کیطرف سے کراچی میں عہدہ جلیلہ قونصلیہ پر مامور ہیں شریک تھے۔ جناب ممدوح نے مسلمانان کراچی کو مخلصانہ تصاید اور تقریروں کے جوابمیں مندرجہ ذیل تقریر اردو زبان میں کی۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ میں آپ صاحبوں کی مہربانی سے نہایت خوشنود اور مشکور ہوا ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ روح پرفتوح جناب سالت پناہی شاد ہوئی ہے۔ درحقیقت اسلامیت اور انسانیت کی خصلت یہی ہے جانب منعی الجوانب اعلیحضرت خادم الحرمین الشریفین امیر المومنین ظل اللہ فی العالم سے آپکا رابطہ معنویہ ہر چند معلوم عالم ہے لیکن آپنے اس رابطہ کو باثر ثانی یا رو اغیار کی نظر میں ثابت کیا ہے۔ اور جو کچھ آپ صاحبان نے حضور سراسر نور خلیفہ مشروحہ سوال یعنی اعلیحضرت یعنی آپنے پیارے سلطان کی شان شایان میں بیان کیا ہے میں اسکا شکریہ بجا لاتا ہوں اور جو جوش و حمیت اسلامی آپ مسلمان بھائیوں نے ظاہر کی ہے میں اسکی اطلاع بڑی خوشی سے بذریعہ وزارت جلیلہ خارجیہ خاکپائے تو تیا آسائے حضرت خلافت پناہی کو بھیجونگا۔

آخر میں شکریہ کا ہندوستان کا ادا کرتا ہوں جسکے زیر سایہ آپکو اتنی آزادی حاصل ہے۔"

جناب قونصل ممدوح نے جو علاوہ اپنی مادری زبان کے جیسا کہ ہم پہلے بھی انکی سیاحت کے حالات لکھتے وقت ظاہر کر چکے ہیں۔ فرنسیسی عربی۔ ارمنی۔ اور کئی دیگر زبانوں میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ اردو زبان کی تحصیل اسی ملک میں آکر کی ہے۔ اور اسمیں جسقدر مہارت انہوں نے چند مہینوں کی عرصہ میں پیدا کرلی ہے وہ انکی اس تقریر سے ظاہر ہو رہی ہے۔ ایک ہماری قسمتوں کی مالک انگریز افسر ہیں کہ برسوں اس ملک میں صرف کردینے کے بعد بھی اردو لکھنا تو درکنار اس میں اتنی فیصدی چار جملے بھی ٹھیک نہیں بول سکتے۔

اسی تاریخ رات کو تمام مساجد میں چراغاں کیگئی جنمیں تہلیل و تکبیر کنندگان کی صدائیں آسمان تک پہنچ رہی تھیں۔ جناب قونصل آپنے بعض اعیان شہر کو ہمراہ لیکر نماز شام کے وقت سے آدھی رات کیوقت تک بار بار ہر ایک مسجد میں جاکر اپنے شاہنشاہ جلیل القدر کیطرف سے مسلمانان

لہ افسوس یہ ماہ جو جنوری ۱۹۱۸ء میں حسین کامی افندی کے بعد کراچی بن تبدیل ہوکر تشریف لے گئے ہیں اس تقریر کے چند ماہ بعد بمقام طرابلس ہی کے عالم بقا ہو گئے۔ ناصر

ناصر

با اخلاص کی عقیدتمندی کا شکریہ ادا کیا جبکہ مسجد میں وہ رونق افروز ہوئے حاضرین مسجد و فور جوش اخلاص و محبت سے پھولوں کی مالا
انکی گردن میں ڈالدیتے تھے آخر کار ان کا تمام وجود گویا مجسم پھول ہوگیا۔

کراچی کے عالی ہمت اور صاحب غیرت مسلمانوں نے ایک سپاسنامہ بھی تیار کیا جو چوالیس ۴۴ تولہ میں ایک چاندی کے کاسکٹ میں
جو نہایت صناعی و استادی سے تیار کیا گیا تھا بند ہو کر بذریعہ جناب فضل صاحب مومی ایجنٹ حضرت خلافت پناہی کی خدمت میں ارسال
کیا گیا۔ اس سپاسنامہ کو سنہری خط میں جناب مشکیں رقم شہزادہ آصف میرزا صفوی نے اس لطافت و باکیزگی سے تحریر کیا
کہ انسان دیکھکر دنگ رہجاتا ہم اس سپاسنامہ کی نقل جسے مطالعہ حضور شاہنشاہی سے گذرنے کا فخر حاصل ہوا
ملاحظہ ناظرین کے لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الملک المعبود و مالک الجمود ذی العرش المجید و عزیز الحمید القاصر عن صفتہ
لسان القائل المجید جل جلالہ و عم نوالہ و الصلوٰۃ علی افضل رسلہ النبی الامی المبعوث
علی الابیض و الاسود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ الامجاد و اصحابہ الانجاد و سلم اما بعد

بعرض میرساند و اظہار میدارد مسرور و معدلت مسیر عاکفان سایۂ سلطنت مصیر خلاصہ قیاصرہ و دوران افتخار سلاطین
بنی عثمان پادشاہ اورخان قدر تمراد مرتبت الیدرم شہامت محمد کرامت سلیم صلابت سلیمان حشمت احمد منزلت مصطفے صفوت
ابراہیم دولت محمود صولت مجید محبت عزیز عظمت حمید خصلت مشرف بتشریف ناتناہی و مؤید بروح پرفتوح جناب رسالت
پناہی آنکہ فراہم شدہ ہست در شخص او قوت و مکانت و استقامت و در نفس او دولت و عدالت و خلافت و امامت
خلیفۃ الاسلام فخر الخواقین فخر الخواخین امیر المومنین السلطان ابن السلطان خلد اللہ ملکہ بالامن و الامان میرساند
جماعۃ اسلامیان از اشراف و عیان و مقیم و مہاجر و کاسب و تاجر باکافہ مومنین کہ در بندر کراچی دار مرکز عظیم مملکت سند
ساکنین اند نیکہ ماندگان ہر چند بحسب امر صوری تحت حفاظت و تابع و رعیت انملس منسوبیم و کمال آسایش داریم
امادر عالم حقیقت و معنوی در ظل عاطفت و حمایت شاہنشاہ اسلام پناہ مربوب و محسوبیم و آنچہ از مال و ملک
و ضیاع و عقار مقداری و دینار کہ در بید تصرف و تملک داریم با علاوہ سر و جان مملوک دولت علیہ اسلامیہ میشمایم
العبد ما فی یدہ کان للمولاہ ہر وقت خبار کہ مشتملہ مدح کفایت و فتح ولایت و فرط درایت و حسن
سیاست و لطف عنایت آن سلطنت مظفر و ریاض خلافت مخضر و شہریار گردون سیر مسیر سپاہ مفتخر سریر جہانگیر فضل توفیق یزدان بین ایام سنیت اقتران جبر
ئیل آسا کہ نصرت آثر شہنشاہ اسلامیان بملک دولت و یزدان مدد جہاندار کن عالم شارق و علم گریدہ نوید این غایبہ بسلیم مسلمین این دیار
نیز رسیدہ ازاں مارا ہزاراں شادمانی است بروز پنجشنبہ جماعۃ اسلام با اتفاق عام و طبل طراق تمام از دحام کردہ
بارتفاع اعلام دولت و اقبال زرین و معین بستارہ و ہلال ہمراہ عالیجاہ شاہ بندر حاد تلوحسین کامی بابک آقای

در عیدگاہ و مصلائے این دیار بکمال خورسندی و سربلندی ہمہ باہم فراہم آمدہ بعد از ادائے خطبہ و صلوٰۃ دوگانہ بریگانہ و ایفائے مراسم شکرانہ و ثنا و دعا ذات ملکوتی سمات شاہانہ باعلائے ندا، لفظ ترکانہ پادشاہم چوق یاشا بانتہائے مسرت و آرزو رسیدیم و شب عشرت اندوز آں روز از شام تا بام بتمام زیب و زینت و احتشام جمیع مساجد محلات و اماکن و مساکن معارف اسلام چراغان و نور باراں گردیدہ اسباب عشرت و ضیافت احباب و یاران بکام دل خیر طلبان و ہواداران صورت تکمیل و انجام پذیرفت بواسطہ تلگراف در ہفتہ ماضیہ آداب و تہنیت معروض دربار شوکت مدار شدہ اینک تحریراً عریضہ مبارکبادی این فتح جشن افزون را بمنظر مقربان حواشی بساط فیض مناط ذات ہمایون بانبساط خواطر و نشاط متواتر میرسانیم ما ہواخواہان دولت قوی شوکت از حضرت رب العزۃ جل جلالہ خواستگار و امیدواریم کہ فیض فتوحات دین اسلام و انتظام مہام عباد و انام و تہذیب دولت ابد فرجام بطی سال و ماہ و شب و روز آناً فاناً بر اطراف عالم مشہور و ذات کثیر البرکات معدلت دستور باعداء دین مبین مظفر و منصور باد۔

اللہم زد و بارک بعزۃ و بقاء دولتہ رافع رایات القاہرہ و جامع آیات الباہرۃ فارس میادین الحلم و التمکین حارس قوانین الشرع و الدین خاقان البرین و البحرین خادم حرمین الشریفین خلیفۃ الاسلام و المسلمین ظل اللہ فی ارضہ السلطان ابن السلطان الغازی **عبد الحمید خان ثانی** طول اللہ عمرہ و اجری امرہ و ابد عصرہ و اید نصرتہ و ہلک اعدائہ بحق سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین

لکھنؤ میں اسلامی جشن غالباً ہندوستان کے ہر حصے میں یہ خبر ضرور شایع ہوگئی ہوگی کہ لکھنؤ میں ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کو باجازت حاکم ضلع ایک عظیم الشان جشن بنا بر ادائے مسرت فتح سلطنت ٹرکی ہونیوالا ہے جسکے بانی مولانا مولوی ہدایت الرسول صاحب اور اراکین اکثر معززین و علمائے شہر ہیں۔ چنانچہ تاریخ مذکور کو عیدگاہ میں نہایت پر تکلف آرایش و روشنی وغیرہ کا اہتمام کیا گیا عیدگاہ کا وہ وسیع میدان جسکی قدرتی سبزی بطور خود دلچسپی سے خالی نہیں۔ آرایشی سامان سے اور بھی سونے میں سہاگہ ہوگیا تھا مختلف رنگوں کے پھریرے جنپر ہلال اور پرجوش آیات و جملات قرآنی لکھی ہوئی تھی نہایت آب و تاب سے ہوا میں اُڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ انکی شان و شوکت اسلام کی اُس شان و شوکت کو یاد دلاتی تھی جو کسیوقت میں مسلمانوں کو میسر تھی۔ اور افسوس جو آج اُنکے ہاتھوں سے چھن گئی ہے۔

عیدگاہ کے ہر پھاٹک پر آیات قرآنی مناسب وقت و مقام نہایت جلی حرفوں میں نظر آتی تھیں جنکا نظارہ ہر مسلمان کے مردہ دل میں بھی بغیر جوش پیدا کئے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس جلسہ کا لطف کچھ وہی دل خوب جانتے ہیں جنکی مبارک آنکھوں نے اسکی دلچسپی سے حظ اُٹھایا ہے یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اس روز لکھنؤ میں خوشی اور مسرت کے آثار بھی مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور ہر مسلمان بے انتہا شوق سے اس مبارک جلسہ کا خیر مقدم کہتا تھا۔ ایک زمانہ دراز کے بعد لکھنؤ کو اپنی اس خوش قسمتی پر فخر کرنے کا موقعہ ملا تھا

۲ بجے دن سے پروگرام کے موافق تقسیم خیرات شروع ہوئی۔ صدہا من غلہ اون بیچارے قحط زدہ محتاجوں کو باہتمام پولیس

تقسیم کیا گیا جنکی آنکھوں نے مدت ہوئی کہ گیہوں کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اون غریبوں کی اسوقت کی غیر محدود خوشی اور جبر دل سے وہ اسلامی ترقی کی دعا کرتے تھے بیان سے باہر ہے

کارروائی شروع ہونیکا وقت بعد نماز مغرب مقرر کیا گیا تھا۔ مگر شایقین کی دلی امنگیں اور ولولے ایسے نہ تھے کہ اسوقت کی انتظار کرنے کا موقعہ دیتے۔ دوہی بجے سے مجمع ہونا شروع ہوگیا اور عصر تک قریب پندرہ بیس ہزار آدمیوں کا مجمع ہوگیا۔ دور دور سے شایقین صرف اسی تبرک جلسی کی شرکت کیلئے تشریف لائے تھے جس سے یہ ضرور خیال ہوتا تھا کہ عیدگاہ کا میدان باوجود اس وسعت کے کافی نہوگا۔ بعد نماز عصر کے ابر نہایت غلیظ محیط ہوگیا اور بڑی شدت سے پانی برسنا شروع ہوگیا۔ یہ وہ پانی تھا جسکی مخلوق ایک مدت سے آرزومند تھی۔ اور دو برس سے آجتک کبھی اس شدت کا نہیں برسا تھا۔ تین گھنٹہ اوسی شدت سے باران رحمت برستا رہا اور کسیطرح کمی کی امید نہیں ہوتی تھی۔ مجبوراً کارروائی بند کرنا پڑی۔ تمام مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں کیطرف واپس چلی ۱۸ جولائی روز یکشنبہ کو کارروائی جلسہ پوری کرنے کی رائے قرار پائی۔ اور اسی روز شہر میں شایع کیا گیا۔ وقت جلسہ بعد نماز ظہر قرار پایا چنانچہ اس روز کی آرایش بھی دلبستگی سے خالی نہ تھی۔ اور ممبران جلسہ نظامیہ کی مستعدی سلیقہ شعاری علو ہمتی جوش دلی کی داد دیرہی تھی جو کہ اونہوں نے اس قلیل وقت میں نہایت کوشش اور عرقریزی سے بہم پہونچائی تھی۔ جلسہ کا وقت بعد نماز ظہر ایک بجے مقرر کیا گیا تھا۔ مگر ۱۲ بجے دن سے مجمع ہونا شروع ہوگیا۔ اور بعد نماز ظہر کارروائی جلسہ شروع ہوگئی

اولاً ذکر میلاد شریف حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شروع کیا گیا۔ بعد تین بجے کے پھر بارش ہونا شروع ہوگئی مگر نہ اسقدر کہ خاص کارروائی جلسہ کو مزاحم ہو اگرچہ قبل اسکے بالکل آسمان صاف تھا۔ ۴ بجے مضمون تار و تہنیت نامہ عربی و ترجمہ تہنیت نامہ و قصیدہ فارسی مصنفہ خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی (جو کہ بحضور سلطانی بھیجا گیا ہے) حاضرین کو پڑھکر سنایا گیا۔ اسوقت حاضرین کا چہرہ فرط خوشی سے دمکنے لگا اور جوش مسرت نے اسقدر ترقی پکڑی کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

اس موقعہ پر یہ کہنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لکھنو کے مسلمانوں کو جناب خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی (اور ملا طیب صاحب کا) کمال شکر یہ ہونا چاہیے جنہوں نے اس قصیدہ تہنیت نامہ کے مضامین میں اپنی لیاقت کا اعلےٰ جوہر دکھایا

× × × ×

بعدہٗ حضرت خلیفۃ المومنین کی بقائے سلطنت اور ترقی عمر و فتوحات کیواسطے نہایت الحاح و زاری سے حاضرین نے درگاہ رب العزۃ میں دعا کی اور آمین کے نعرے چار و نطرف سے بلند تہے بعد نماز عصر کے جناب مولانا و مقتدانا مولوی شاہ سلیمان صاحب قادری پہلواروی نے حضرت امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی ثبوت خلافت اور اون تعلقات پر جو کہ مابین عام مسلمانوں اور حضرت سلطان المعظم کے ہیں۔ ایک مدلل لکچر دیا۔ جناب مولانا کے بیان نے ہر فرقے کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تہا۔ آپنے اپنے بیان کو حاضرین و اراکین جلسہ و ممبران جلسہ انتظامیہ کے شکریہ پر قریب ۱۰ بجے کے ختم کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔ اور پہر تقسیم خیرات شام تک رہی۔

سپاسنامہ اور قصاید کی نقل اور ان تاروں کا مضمون جو اعلیحضرت امیر المومنین اور شاہ ایران و شاہنشاہ جرمنی کو ارسال کیگئی ہیں عنقریب ارسال کرونگا۔ تار کے متعلق یہ امر بہی قابل تذکرہ ہے کہ پہلے تار گہر والوں نے اسکے لینے سے انکار کر دیا۔ آخر جب مولوی محمد ہدایت رسول صاحب اور دیگر معززین اسلام نے بہت سا تقاضا و اصرار کیا تو حکام اعلے سے بذریعہ تار اجازت منگوا کر تار لے لی یہ کچہہ معلوم نہیں ارسال بہی کی یا نہیں۔

محمڈن ریڈنگ روم وانمباڑی میں جشن فتحیابی **سلطان المعظم** خلد اللہ ملکہ۔ ممبران ریڈنگ روم نے بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۸۹۷ء روز دوشنبہ نہایت کر و فر سے جلسہ منعقد کیا۔ ریڈنگ روم کے مکان کو متعدد ہلالی جہنڈیوں اور قنادیل سے آراستہ کیا گیا تہا۔ راستہ پر دو رویہ کروسن آیل کے متعدد چراغ لگوا دئے گئے تہے۔ سرخ پارچہ پر طلائی حروف سے مکان میں داخل ہونے کے مقام پر یہہ فقرہ تاریخی مرقوم تہا جشن فتح سلطان روم دمبدم مبارک باشد اور دو مقام پر یہہ فقرہ تاریخی لکہا ہوا تہا۔ **یا اللہ دولت سلطان روم کو قایم رکھ** اور دو مقام پر یہہ فقرہ تاریخی **واللہ خیر الناصرین** جو کسی خاتون مصری کی طبعزاد ہے لکہکر دیوار پر چسپان کیا گیا تہا۔ روشنی کی بہار اور ان فقرات تاریخی نے اہل جلسہ کے دلوں پر مسرت و شادمانی پیدا کرنے کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکہا علاوہ عمایدین اہل اسلام اور علمائے ذوی الاحترام کے صاحبان ہنود میں سے جناب ڈپٹی تحصیلدار وانمباڑی منیجر صاحب میونسپلٹی ہیڈ ماسٹر لنڈن سکول وغیرہ چند معززین شریک جلسہ تہے۔ ۶ صاحبوں نے یکے بعد دیگرے اپنے لکہے ہوئے لیکچر نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑہ کر سنائے۔ اور سامعین کو مسرور و محظوظ بنایا۔ ان میں پانچ صاحبوں کا لیکچر اردو اور ایک صاحب کا لیکچر عربی زبان میں تہا۔ لیکچروں کے ختم ہونے پر جناب مولانا مولوی سلطان احمد صاحب متوطن راولپنڈی دام برکاتہم جو حسن اتفاق سے اس جلسہ کے صدر نشین بنائے گئے تہے۔ اپنی کرسی سے اٹہے۔ پہلے ان صاحبان ہنود کا جو شریک جلسہ تہے بزبان انگریزی شکریہ ادا کر کے اردو تقریر شروع کی۔ ماشاء اللہ آپ کی تقریر ایسی دلچسپ اور عمدہ تہی کہ تمام اہل جلسہ پر حیرت کا عام طاری ہو گیا۔ آپنے حضرت سلطان المعظم کے خلیفۂ اسلام ہونیکا ثبوت اور انکی فتحمندی پر اہل اسلام کو اظہار مسرت کی ضرورت بخوبی ظاہر کی۔ اسکے ضمن میں قسطنطنیہ دریائے باسفرس ڈارڈنیلز کا جغرافیہ اگلے شاہان عثمانیہ کی جستہ جستہ تاریخ افریقہ کی اسلامی سلطنتوں کا تذکرہ اور جو آزادی ہمکو حضور ملکہ محتشمہ کوئین وکٹوریہ قیصرہ ہند و انگلینڈ کے عہد میں حاصل ہے۔ اسکی حقیقت اور دیگر بہت سے امور کا بیان فرمایا۔

اعلیحضرت امیر المومنین سلطان المعظم مولانا و سیدنا عبد الحمید خان ثانی الغازی ایدہ اللہ بہ الدین

کی بائیسویں سالگرہ تخت نشینی کی خوشی میں جیسا کہ ہم قبل ازیں اشارہ کر چکے ہیں نہ فقط بالک محروسہ عثمانیہ بلکہ مصر کے باجگذار صوبہ کے بھی ایک ایک گانوں اور محلہ میں اس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے مجالس تہنیت منعقد کیگئیں کہ کل دنیا پر اب بخوبی روشن ہوگیا ہے کہ عثمانیہ قوم کا ایک ایک فرد اپنے متبوع الاعظم کا دل و جان سے فدائی اور شیدا ہو رہا ہے۔ خدیو المعظم اور دولتلو غازی مختار پاشا کے جلسے ہی سنین سابقہ سے کئی گنا زیادہ بارونق نہیں تھے۔ بلکہ اس سال کل مصری قوم نے بھی اپنی طرف سے قومی جلسے کرکے اپنی وفاداری اور روحانی تعلق کا ثبوت دیا ہے۔ قاہرہ کی جامع ازہر کا جلسہ جو ہر سال استاد اکبر (پرنسپل) کی زیر صدارت منعقد ہوتا ہے اس سال تمام بلاد افریقہ و عرب کے مستند شیوخ کے شامل ہونے سے عجیب رونق پر تھا۔ اس جلسہ میں ۳۱ اگست کی رات کو قرآن مجید کی قرات اور امیر المومنین کی صحت اور ازدیاد حشمت کی دعا کے بعد اکثر علما نے خطبے پڑھے جنمیں سے استاد الفاضل شیخ سلیمان العبد کی عربی تقریر بجنسہ ذیل میں درج کیجاتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمستحق الحمد علی ما اولی والشکر لمولی الملوک ونعم المولی سبحانہ جدد عہد النعم وشیدھا وحسن نظام الدولۃ العلیۃ وایدھا حیث اصطفی لھا صفوۃ خلیقتہ وسلمہ سیاسۃ ملتہ لعلو ھمتہ وکمال سعادتہ وساقہ علی ساق الھمۃ فی اصلاح مصالحھا وتقدم واعمل الفکرۃ المنیرۃ فی انارۃ جیاحبیبھا فاکمل نظامھا وتمم وسطعت انوار الکمالات علی ارجائھا ولمعت بوارق الاحکام علی الاحکام فخیم العدل علی انحائھا والصلوۃ والسلام علی من بعثہ اللہ بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا الفاتح لما اغلق والناصر الحق بالحق والھادی الی صراط المستقیم والرشد الی الدین القدیم وعلی الہ الھداۃ الائمۃ واصحابہ مصابیح الامۃ

اما بعد فان ھذہ اللیلۃ لیلۃ عید الجلوس والفرح العمومی المانوس لمن بسط علی رعیتہ بساط الیمن والامان وافاض علیھم سجل العدل والاحسان واوردھم من عواطفہ شرابا سائغا واسبغ علیھم من مکارمہ رداء سائغا وحمی حوزۃ الملۃ الحنیفیۃ وقوی دعایم الشریعۃ المحمدیۃ من لا یفی بوصفہ مقال ولو استغرق البلیغ اوقاتہ بالغلو والایغال ظل اللہ فی الارض الذی قام مسنون عزمہ لتایید الدین بکل واجب وفرض فاصبحت الانام ساکنۃ فی ظل الامان رافلۃ فی ثوب العز والامتنان خلیفۃ اللہ الاعظم ومولینا الاکرم ناصب صراط العدل المستقیم شمس فلک السعادۃ المشرقۃ علی کل باد ومقیم السلطان ابن السلطان ابن السلطان الغازی عبد الحمید الثانی بلغہ اللہ جمیع الامانی فاشرقت بھذہ اللیلۃ بدور التھانی وسرت البسائر وتحققت الامانی وابتھج باحیائھا الخاص والعام ولاح بورودھا اسعد ھناء فی اھناء عام وزھا یوم اقبالھا علی سایر الایام وصار اکبر عید لجمیع الانام واقبلت کواکب السعد بمواکب العز والاقبال وتھللت فی افق المجد انوار بشرھا بغایۃ الکمال

وابدئ رحاب الجامع الازہر ابھی المطالع وتتابعت فیہ المبرات وھو حقا الکل خیر جامع واجمع شہ اعلما الفضلا والشیخ ھم الاکابر وطلابہ النجباء مع کل فضل حمید یبقی ذکرہ علی جید الزمان کالعقد الفرید فسطعت باوجہ انوار الافراح باوجہ مایحسد علیہ المساء الصباح فتلیت الآیات القرآنیۃ وتوارت الاذکار الخالصۃ العلیۃ وقام شیخ الجامع الازہر والعلماء والمجاورون بالدعوات الصالحۃ وھم متہللون قائلون اللھم انا نسالک یاذا الجمال والجلال باسطین اکف السؤال بالتضرع والابتہال ان تطیل بقاء ملیکنا الاعظم وسلطاننا الاکبر الافخم مولانا امیر المومنین مؤیدا بالنصر والعز والفتح المبین اللھم خلد ذکرہ واعز نصرہ واعل بعدلہ منار الدین وارفع قدر رجالہ المخلصین اللھم امتع الاسلام والمسلمین بطول حیاتہ واراہ المسرۃ فی نفسہ وذویہ وذواتہ واجعل ایامہ ابدا منصورۃ وذاتہ الشریفۃ بلوغ امالہ مسرورۃ اللھم اجعل ایامہ غرۃ فی جبہۃ الزمان مقرونۃ بالصفو والیمن والامان اللھم ادمر رافعا منار الشریعۃ المحمدیۃ وناصبا رایات العلوم الدینیۃ امین

ولنشفع صالح الدعاء بطیب عرف الثناء بابیات مشتملۃ علی تاریخ عید جلوسہ فی ھذا العام متع اللہ بوجودہ وجود جمیع الانام امین وھی ھذہ

رایات نصرک یا امیر المؤمنین لھا العلا ... وسنی جیشک فی الوغی صبت علی الاعداء القضا

وضیاء فکرک قد اماط المشکلات بلا عنا ... وعطاء راحتک الذی عم الوری اوفی عطا

وشریعۃ الھادی غدت تہدیک سر طیب الثناء ... ایدتھا وحمیتہا وصدت عنہا الاعتداء

فاسلم امیر المؤمنین فکل اعدائک الفداء ... واسعد ودم والعمر وعش فقد شدت للدین البناء

عید الجلوس بھا لنا کالشمس فی وسط السما ... یفدیہ مصفو وعز سعد وعز حسن الولاء

فیہ الربوع اسبشرت وبہ ارتفعت اسنی ارتقا ... وبہ السعادۃ اقبلت وبہ التقدم فی نماء

وبہ المعالی قد سعت ولنا سعود کما تشاء ... ارخ فی بیت نظم فاق درا فی الصفاء

سلطان الجلوس بہ نصر وفتح وھناء

نجد کے امیر معظم

محمد بن عبد اللہ بن الرشید کے حالات جو عرب کے اس حصہ کا خود مختار بادشاہ ہے حصہ اول میں درج ہیں، امیر موصوف کو باوجود خود مختاری مطلق العنانی کے حضرت جلالت مآب خلیفۂ اعظم سے جو دلی عقیدت اور خلوص تھا اس کا کچھ نمونہ اوسی جگہ بتا دیا گیا ہے۔ اسی جلیل القدر امیر نے محاربہ روم و یونان کی شروع ہونے پر کئی لاکھ مسلح و فوج ہمراہ لیکر محاربہ میں شریک ہونیکی درخواست کی تھی، مگر سلطان المعظم نے اسکا اخلاص و ارادتمندی کا شکریہ ادا کرکے کہلا بھیجا تھا کہ یہ جنگ کوئی ایسا اہم نہیں جسکیلئے امیر موصوف کو تکلیف دینی مناسب ہو۔ عساکر قاہرہ کی فتح و نصرت

لہ افسوس ہے کہ ایسے ایسے اولوالعزم بادشاہ جنکی ذات سے اسلام کو اتنی امیدیں وابستہ تھیں اور جنکی ہمت و اولوالعزمی کا اظہار ان کے ہر ہر کام سے ہوتا ہے ان کو اس قدر جلد موت نے اچک لیا۔ سلطان عبد الحمید خان ۱۹۰۹ء میں ۶۷ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان محمد خامس ۱۹۱۵ء میں ۷۰ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان وحید الدین ۱۹۲۶ء میں ۶۴ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان محمد سادس ۱۹۲۶ء میں ۶۴ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان عبد العزیز ۱۹۰۱ء میں ۵۹ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان مراد خامس ۱۹۰۴ء میں ۵۳ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان عبد الحمید ۱۹۰۹ء میں ۶۷ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان محمد خامس ۱۹۱۵ء میں ۷۰ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان وحید الدین ۱۹۲۶ء میں ۶۴ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان محمد سادس ۱۹۲۶ء میں ۶۴ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان عبد العزیز ۱۹۰۱ء میں ۵۹ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ سلطان مراد خامس ۱۹۰۴ء میں ۵۳ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

امیر ممدوح نے جو قصیدہ تہنیت و مبارکباد خود تصنیف کرکے ماہین ہمایون میں ارسال کیا تھا اُسکو پڑھنے سے استحکام تعلقات روحانی و ظاہری کی اور بھی تصدیق ہوتی ہے۔ اعلیحضرت کی اقتدار و اختیار اور محبوب الٰہی ہونیکا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ نہ فقط اُن کو ہم مذہب (سنت جماعت بالعموم اور حنفی المذہب بالخصوص) اور اُن کی اپنی رعایا الکہ محبت و عشق میں سرشار ہی بلکہ وہ قومیں اور ملک بھی جو صدیوں سے ترکی اور سنت جماعت کی جانی دشمن چلے آتے تھے خود بخود اُنکیطرف کھنچے چلے جارہے ہیں اور خلیفہ اعظم کی معنوی و ظاہری متابعت و محبت سے بڑھکر اور کوئی سعادت نہیں دیکھتے یہی امیر محمد اُس عبدالوہاب کے پڑپوتہ ہیں جو وہابیہ فرقہ کا بانی مبانی اور ترکونکا دشمن قدیم تھا اور جسنے موجودہ مسیحی صدی کی آغاز میں ترکونکو متواتر شکستیں دیکر ملا دعرب و حجاز سے مطلقاً خارج کردیا تھا آج اُس عبدالوہاب کا فرزند فرقہ وہابیہ کا صدر اعلے اور کئی لاکھ مسلح عرب فوج کا مطلق العنان مالک کسی نیاوی تحریک کے بغیر صرف الہام ربانی سے نصیحتیاب ہوکر اپنے آپ کو بڑے فخر سے نمرۂ جان نثار خدام سلطنت علیہ اور خلافت عظمی امیر شمار کرتا ہے اسیطرح شاہ مظفر الدین ولی ایران جنہوں نے حال میں چار سو پونڈ بازار یلدز سراے کو مرحمت فرمائی ہیں اور اُنکی مسلمان رعایا کی کل تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ (جو تقریباً کلہم شیعہ مذہب ہیں) امیر نجد اور خالص ترکوں سے کچھ کم جلالت مآب کو دالہ و شیدا نہیں ہیں۔ اس بیان کی تصدیق ہر روز ایران کی جرائد جلیلہ کو مطالعہ سے ہوسکتی ہے۔ اور جسکی مزید تصدیق کیلئے جناب امیرزا محمد تقی خان کمال الدین سنجر تھرانی کی نو تالیف کتاب کارستان اتفاق کا دیکھنا جو مطبع الپیلے بمبئے پور میں نہایت خوشخط اور اعلے درجہ کی ڈمی کاغذ پر طبع ہوئی ہے کفایت کرتا ہے۔ میرزا موصوف۔

امیر المومنین کی اوصاف ایک قصیدہ میں اسطرح بیان فرماتے ہیں

درجہاں فرمسلمانی کہ سلیں	گرچہ بالا بود از تیغ تو بالاتر گرفت
آں ہیں قربان ایں آرائش و زیبائش باد	قوم از تو طرز مسلمانی شیوہ خود گرفت

شیعہ و سنی بعہد تست پیرایۂ تو ۔ بس عجب نیست کہ چوں شیر بشیر گرفت
عالیہ حصن چرخ رکابش بتیغ ۔ ہمچو خیبر کہ بشمشیر دو در مے گرفت

کیا اعلیحضرت امیر المومنین پر خداوند کریم اور اوسکا رسول مقبول کی خاص نظر عنایت ہونیکی اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتی ہے کہ مسلمانونکا وہ فرقہ جو خلافت کی بارہ میں نہایت ہی متعصب اور سخت ہے اور خلفاء راشدہ میں سے بھی اولین تین خلیفونکو جائز و مستحق خلیفہ ماننے سے سرتردد ہی مصلحت وقت سے مجبوریاں کی عشق و محبت سے مخمور ہوکر الغرض کسی وجہ سے سہی۔ اب اسوقت یہ مسلمہ امر ہے کہ وہ بھی برضا و رغبت عبدالحمید خان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کررہے ہے۔ چنانچہ وہی شاعر بے بدل ایک دوسرے قصیدہ کے عنوان میں جو فتح و نصرت کی مبارکباد میں تحریر کیا گیا ہے سلطان المعظم کے دیگر القاب کے ساتھ ہی خلیفۃ المسلمین کے لقب کو بخط جلی لکھکر یہ شعر تحریر فرماتے ہیں

مگر شنیدہ کہ فتح یوناں کردہ باحشمت	امیر المسلمین قوم شاہنشاہ جم چاکر	معظم حضرت سلطان فی ابدال عثمانی
کہ باشد از دم تیغش رواج دین پیغمبر	دلاور ارسلان عبدالحمید عادل و غازی	کہ در روز وغا بارد تیغش بر عدو آذر
شہی کز صدق صدیق است و فاروق است سطوت	بود عثمان و علم و حیا ۔ روز غزا حیدر	دلاور ہمچو عمار است و مقداد است در تقوی

مسلمان ہمچو مسلمان است و ایماندار چون مؤمن	شہے کو حیطۂ اسلام را باشد نگہ مرکز	شہے کو قطب ایمان است نیکو معتبر لنگر
شہنشاہیکہ با مور و خور فوج جرارش	تواند آتش افشاندن بغرق خصم چون قہرش	شہنشاہیکہ یک کندآور ترک از سپاہے
تواند آنکہ تسخیر جہانے کرد سہ تاسر	عرض آں عروۃ الوثقاء دین احمد مرسل	نمود و فتح یوناں باہزاراں جہد و کر و فر

اسی قصیدہ کو مطلع دوم میں لکھتے ہیں

خلافت دستگاہا داد جاہا آسماں جاہا	جہانہ وردی فتح و نصرتک خوش نیت و زیبو	سنگ دست زر فشانک جیب مسلم و مومن
سنگ تیغ سر افشانک صدے و ملحد و کافر	افندم بادشاہم سید مہد و لتلو سلطانم	خداجاہ و جلالک لایسوں ہر لحظہ افزونتر
لمانی ہمتاسا در شہ سین الحق بامگر دونہ	سنگ صمصام قہرک خصم کافر و آلو کیفر	بداندیش تو و بدخواہ جانت را بود دایم
	یکے را در دو بالیں یکے را مرگ در بستر	

ان اشعار سے ناظرین کو امیہ الصحابہ کی محبت و الفت کا جو وہ سلطان المعظم سے رکھتی ہیں پورا یقین ہوگیا ہوگا۔ امیر محمد کا قصیدہ اخلاص و عقیدت میں اُنپر بھی سبقت رکھتا ہے اُسکے تبک صرف تین شعر معلوم ہوئے ہیں جو بجنسہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں

فیا کعبۃ الآمال یا ھیبۃ الاعداء	حنایک لاتسمع بنا قول کاذب
پس اے کعبۂ امید! اے ہیبت اعداء	مہربانی کر ہمپر متواتر اور ہماری نسبت جھوٹوں کی بات نہ سن
اذا کنت یا لفخر الخلافۃ راضیا	فلسنا نبالی عن محب و غاضب
اے فخر خلافت اگر تو ہمسے راضی ہو	تو ہمکو کسی دوست یا دشمن کی پرواہ نہیں
وان کنت سلما فالحروب غنیمۃ	ولو اضرمت نیرانہا کل جانب
اگر تیرا طرف سے مہربانی و صلح رہی تو باقی تمام لڑائیاں ہمیں غنیمت ہیں	خواہ اُن کے شعلے تمام طرفوں سے بلند ہو رہے ہوں

اس قصیدہ کے بھیجنے کے بعد امیر موصوف نے پندرہ خالص النسل ہیش بہا عربی گھوڑے بطور ہدیہ پیش کیے (واقعہ وسط عرب) سے متبوع الاعظم امیر المومنین کی خدمت میں ارسال کیے جو ولایت کی ڈاک خبر ہے کہ اکتوبر کے شروع میں بخیریت دمشق پہنچگئے ہونگے اور غالباً وسط اکتوبر کو آستانہ علیا پہنچگئے ہونگے۔ اعلیحضرت کو منصب خلافت اور اوسکا اقتدار کو صرف مسلمان عالم اور مسلم فرمانرواؤں ہی نے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ زبردست سے زبردست یورپین فرمانرواؤں کو بھی سلطان المعظم کے اس منصب جلیلہ کے سامنے جبکی طاقت و عظمت کا اچانک لوہا ریکھا گیا ہے۔ سر جھکانا پڑا ہے۔ چنانچہ ہنوز اسی عرصہ ہوا ہے زار ایسے جابر اور طاقتور شہنشاہ نے سلطان الاعظم سے یہ التجا کی تھی کہ وہ وسط ایشیا میں روسی حکومت کے برخلاف اپنے اس اقتدار سے کام نلیں۔ اس عنایت کے عوض روس معاملات یورپ میں ہر وقت سلطان کا معاون و مددگار رہیگا۔ زمانہ کی یہ عجیب غریب بیرنگی دیکھکر بے اختیار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْكَرِيمِ.

لہ کنایہ از فرنگ ۱۲

مسلمانونکی بیداری

مولوی رفیع الدین صاحب نے ولایت کے رسالہ انیسویں صدی میں مسلمانونکی بیداری اور سلطنت انگلشیہ و ٹرکی کے تعلقات پر ایک قابل قدر مضمون شایع کرکے حج کی برکات واسرار پر نہایت عمدہ بحث کی ہے جس سے ہماری اُن تحریرات کو جو حج کے متعلق ۳ فروری ۱۸۹۶ء اور ۱۸ نومبر ۱۸۹۷ء کے وکیل میں اور ٹرکی و انگلستان کے اتحاد کے متعلق وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہی ہیں بہت تقویت ملتی ہے۔ ہم اُنکی تحریر کا اسقدر حصہ ناظرین کی دلچسپی کیلئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

انگلینڈ کا چار قسم کے مسلمانوں سے تعلق ہے (۱) ایک وہ جو براہ راست رعیت سرکار ہیں (۲) وہ جو سرکاری حفاظت میں ہیں (۳) وہ جو خود مختار مسلمان بادشاہونکی رعیت ہیں (۴) وہ جو انگلینڈ کے علاوہ دیگر ایسے بادشاہونکے ماتحت ہیں جو مسلمان نہیں ہیں۔ نمبر ۱ میں مسلمانان ہندوستان۔ برہما۔ رنگون۔ عدن۔ پرم۔ سقوطرہ۔ کوریا۔ موریا کے جزائر۔ جزایر۔ ملایا۔ برٹش بورنیو۔ قبرس۔ جزائر کامران۔ سنگاپور وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ نمبر ۲ میں مسلمانان مصر۔ بلوچستان زنگبار۔ پمبا۔ جوہر۔ مالدیو۔ جزایر کیلنگ وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں اسی لاکھ کی آبادی ہے۔ نمبر ۳ ٹرکی۔ پرشیا۔ مراکو۔ افغانستان سکوٹو۔ برنو۔ دوکیم و بگرمی کے مسلمان شامل ہیں۔ اور کئی مقامات وسط افریقہ ہیں۔ چین میں مسلمان چار کروڑ ہیں۔ ہالینڈ کے ماتحت دو کروڑ۔ روس میں دو کروڑ۔ سلطنت فرانس میں چار کروڑ اور افریقہ کے مقامات میں ۳ کروڑ۔ گویا کل اسلامی دنیا کی آبادی ۳۱ کروڑ ہے۔ یہ طاقت نرا تمسخر اور استہزا ہی نہیں ہے۔

میری رائے میں اسموقعہ پر کچھ صراحت ضرور ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ کیسے یہ مختلف اسلامی فرقے جنمیں بعد المشرقین ہے اور جنکے عقیدے مختلف ہیں ایسے معاملات میں جنکا اثر ان کے مذہب اور اونکی حالت پر ہو سکتا ہے۔ ایک ہو سکتے ہیں۔ یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ بارکا کا مسلمان الجیریا کے مسلمان سے یا کابل کا باشندہ قسطنطنیہ کے باشندے سے خیالات کا تبادلہ کرے؟ ان لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں ان لوگوں کے بادشاہ مختلف ہیں۔ پھر وہ کسطرح ایک ہو سکتے ہیں۔ بیشک یہ دقتیں جو ہمنے بیان کی ہیں ایک قسم کی سد سکندری ہیں اور بادی النظر میں ان دقتوں کو حل کرنا دشوار ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دقتیں نہایت آسان ہیں۔ اسلام کے بانی نے ان دقتوں اور دشواریونکو پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ اور اسکا علاج پہلے سے ہی تیار کر چھوڑا تھا۔ پیغمبر اسلام نے اس مطلب کے لیئے حج کا حکم صادر کیا تھا جسکے ذریعہ دور دور کے لوگ سال میں ایکدفعہ ضرور بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں۔ جسقدر اژدحام خلایق اسموقعہ پر مکہ معظمہ میں ہوتا ہے دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔ ظاہر مطلب حج کا تو یہ ہے کہ عبادت الٰہی ہو۔ مگر دراصل منشا یہ ہے کہ مختلف مقامات کے مسلمانوں کو ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملے۔ کوئی گورنمنٹ اور کوئی حاکم مسلمانوں کو اس فرض منصبی کے سرانجام دینے سے نہیں روک سکتا۔ یہاں آپ کو ہر قسم کے لوگ افغان۔ چینی۔ ترک۔ الجیرین۔ ایرانی وغیرہ نظر آئینگے۔ یہاں آپ کو مختلف علوم و فنون کے فاضل نظر آتے ہیں۔

اور یہ سب عربی زبان کے ذریعہ تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ یہاں ہر ایک سچا مسلمان اس عربی مقولہ کا دم بھرتا ہے جسکے معنے ہیں کہ تمام مسلمان بھائی ہیں۔ یہاں نہ صرف تمام مسلمان گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور معصوم بنجاتے ہیں۔ بلکہ دل سے ہر قسم کا کینہ اور بغض

دور کر دیتی ہیں۔ اور دلکا راز صدق دل سی ہر ایک کو بتا دیتی ہیں گذشتہ تین سالوں میں ان حاجیونکی زبانپر صرف عیسائیونکی دست درازی اور خلیفہ پر انکی تعدی کا ذکر رہا ہے۔ ان گذشتہ تین سالوں میں یہہ عام خیال ہو گیا ہے کہ آگے انگلستان مسلمانوں کا دوست تہا۔ اب روس دوست ہو گیا ہی۔ آگے روس دشمن تہا۔ اب انگلستان دشمن بن بیٹھا ہے۔ ہمارے خیال میں یہہ یقین قابل افسوس ہی۔ لیکن یہہ یقین لوگونکو ضرور ہو گیا ہی۔ ترکی راہ و رسم کی بموجب آجتک کوئی پولٹیکل جلسہ مکہ معظمہ میں نہیں ہوا۔ سرسری کمیٹیاں اور بات چیت مشرقی دنیا میں ہر طرف ہوتی ہیں۔ ان حاجیونکا رسوخ اہل اسلام کی دلونپر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسبارہ میں مسٹر ڈبلیو اس بلنٹ ایک مشہور انگریزی مدبر ملک کا قول ہی کہ اس قسم کی خیال پیدا کرنے کی لیئے اور اسلامی اتحاد کو مستحکم کرنے کی لیئے بہتر طریقہ یہہ ہی کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں رسالی شایع کیے جائیں۔ حج کی موقعہ پر دور دراز مقامات سی حاجی جمع ہوتی ہیں اور بہت اچھا ذریعہ انکو تبادلہ خیالات کا ملتا ہے۔ حاجیونکا رسوخ دور دور دیہات میں پھیلجاتا ہے۔ اور یہہ کارروائی نہایت پر اثر ہوتی ہے۔

مجہکو اس امر پر اور بہی زیادہ افسوس آتا ہی۔ کیونکہ چند سال ہوئی انگلینڈ نے حاجیونکی مدد کرکے ثابت کر دیا تھا کہ وہ مسلمانونکا دوست ہی۔ ۱۸۹۴ء میں سر ہنری فاؤلر نے جو بڑی قابل وزیر ہند تہی مجہسی حاجیونکی شکایات لیکر انکے رفع کرانے کا وعدہ کیا تہا۔ اور اس وعدہ کو حتی المقدور ایفا بہی کیا۔ سال گذشتہ میں گورنمنٹ کو وبا کی پھیلنے کی باعث ہندوستان میں حاجیونکو روکنی کی ضرورت دامنگیر ہوئی تھی۔ ممکن ہی کہ گورنمنٹ کی نیک نیتی میں بدگمانی پیدا ہوئی ہو۔ مجہی ہرگز تعجب نہیں اگر ملا ہڈا جیسے متعصب دیوانہ نے اسبات کو لیکر پرکا کو آبنا دیا اور لوگوں کو یہہ یقین دلا دیا کہ سرکار حج کو روکتی ہے۔ جاہل مسلمانوں کو کیا خبر ہے کہ ہندوستان میں وبا پھیلنے کی باعث سرکار انگلشیہ نی حاجیوں کو نہیں روکا۔ بلکہ سلطان ٹرکی نے روکا ہے۔ میری مذکورہ بالا ریمارک سی لوگوں کا حال واضح ہو گیا ہے اب میں یہہ ثابت کرونگا کہ عیسائیونکی حرکات سی اسلامی ریاستیں بہی آپس کی قدیمی دشمنی اور مخالفت کو بہول گئی ہیں۔ اور انہوں نے بہی رابطہ اتحاد قایم کر لیا ہے۔ ناصر الدین کی قتل ہونیسی پہلے سلطان نی ایک خاص ایلچی شاہ ایران کی پاس بھیجا تہا تاکہ اون کو جوبلی کی موقعہ پر مبارکباد دی۔ یہہ گویا رابطہ اتحاد کا پیش خیمہ تہا۔ اس پیغام کا پیغام بر بابعالی کا ایک لایق ڈپلومیٹ منیف پاشا تھا۔ بدقسمتی سی شاہ قاچار قتل کیا گیا۔ مگر سلطان نے اپنی سفیر کو واپس نہیں بلایا بلکہ اسکو مستقل ایلچی وہاں مقرر کر دیا۔ موجودہ شاہ ایران نے تخت نشین ہو کر کئی تحایف سلطان کو بھیجی۔ اور جو شخص تحایف لایا تہا بڑی دیر تک وہ سلطان سی گفتگو کرتا رہا۔ اگر قسطنطین اعظم اور دارا کی جانشین اسیطرح کا برتاؤ رکھینگے تو رابطہ اتحاد کی مستحکم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہی۔ والئی کابل ضیاء الملت والدین نی بہی ایران اور مکہ معظمہ میں تحایف ارسال کیئے ہیں۔ روس بھی مسلمانوں کی دلجوئی میں ہمہ تن ساعی ہی۔ اگرچہ روس کٹا عیسائی ہی مگر اسنی مسلمانوں کیخاطر وسط ایشیا میں مساجد بنا دی ہیں۔ اور ایران وغیرہ میں زائران کربلا کی خاطر کیلیئے مسلمان سفیر متعین کیئے ہیں۔ اس سی ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ جسقدر انگلینڈ نے سلطان عبد الحمید سے پہلو تہی کیا ہے اسیقدر وہ روس کیطرف زیادہ راغب ہوتا گیا ہی۔ لیکن اس بات سی بہی انکار نہیں ہو سکتا کہ سلطان روس کی منشاء سی ناواقف نہیں ہی۔ سلطان بخوبی جانتا ہے کہ کیونکر یکقلم روس نے اپنی پالیسی بدل لی ہی۔ اور کہ اس تغیر و تبدل پالیسی سی اسکا کچہہ خاص منشاء ہی۔ دراصل روس کا منشا یہہ ہی کہ بغیر لڑے بہڑے قسطنطنیہ اسکو

ہاتھ آجائے۔ ٹرکی کو معلوم ہے کہ انگلینڈ نے ہمیشہ روس کو اپنا دلی مطلب پورا کرنے نہیں دیا۔ اگر آخری وقت میں انگلینڈ نہ مخالفت کرتا تو روس نے اسوقت تک قسطنطنیہ کو سالہا سال سے لیلیا ہوتا۔ پس انگلنڈ کا دلی منشا یہ ہے کہ ترکی واقعی طاقتور ہو جائے اور اسکی اندرونی بدنظمی رفع ہو جائے۔ بیس سال ہوئے بیکنسفیلڈ نے انگلینڈ کو یقین دلایا تھا کہ اگر کافی مہلت دیگئی تو ضرور ٹرکی اصلاح کریگی۔ آج انگلنڈ کی یہ رائے ہے کہ ٹرکی کبھی ترقی نہیں کریگی۔ اسلئے اسکی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ دونو پالیسیوں میں سے کونسی پالیسی انگلینڈ کے حق میں ہے۔ دس میں سے نو مسلمان جو عقیل ہیں اصلاح کے خواہشمند ہیں۔ سلطان اگر ذرہ غور کریں تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ روس کے ساتھ اتحاد کرنا گویا اپنے آپ کو اسکا تابع فرمان بنانا ہے۔ یہ پالیسی ضرور بدلنی چاہیئے۔ ٹرکی کے اخبار خواہ مخواہ انگلینڈ کو سخت سست کہہ رہے ہیں انگلینڈ ہرگز ترکی کا بدخواہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ خلیفہ وقت کو موجودہ پالیسی کی غلطیوں سے آگاہ کردیں۔ انکا فرض ہے کہ ملکہ کے وزراء کے دلوں میں یقین دلادیں کہ انکا فرض ہے کہ مسلمانوں کی دلجوئی کریں۔ کہتے ہیں کہ اب انگلینڈ کی دوستی ٹرکی سے نہیں ہو سکتی مگر میری یہ رائے نہیں ہے۔ اس دوستی میں جانبین کا فایدہ ہے۔ انگلینڈ کی عداوت ٹرکی سے صرف شرطیہ ہے۔ انگلینڈ صرف اسلئے ناراض ہے کہ ٹرکی اصلاح نہیں کرتی۔ اگر سلطان مستقل طور پر اصلاح اور رعیت کی بہبودی برابر مدنظر رکھیں تو انگلینڈ میں اور انمیں کوئی دشمنی نہیں ہے۔ انگلینڈ کی بہبود اسلامی ترقی سے وابستہ ہے۔ انگلینڈ۔ افغانستان۔ ٹرکی اور ایران کا دوست ہے۔ جو مدبران ملک اس غلط فہمی کو دور کراکے رابطہ اتحاد قایم کرینگے۔ وہ گویا تمام اسلامی دنیا پر احسان کرینگے۔

یونانیوں کی خیانت اور ترکوں کی شہامت کی شہادت

ڈاکٹر اینڈریوز پریسیڈنٹ امریکن بپٹسٹ سوسایٹی نے جو محاربہ یونان و روم کو دیکھنے کے لیے گئے تھے اپنے ملک میں جاکر یونانی عیسائیوں اور مسلمان ترکوں کی نسبت ایک لیکچر میں حسب ذیل ارشاد فرمایا۔

یونانی لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھے۔ لیکن اگر وہ کوشش بھی کرتے تو ترکی قوم کے مقابلہ کرنے کے قابل بمشکل ہو سکتے۔ ترک من حیث الانفراد یونانی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ مجھ سے خود دو یونانیوں نے جو اپنے ملک سے بخوبی واقف تھے ذکر کیا کہ وزیر اعظم سے لیکر ادنے سپاہی تک کل ملک میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں جو سرکاری راز کو رشوت لیکر نہ بتاوے یا جو روپیہ کے لالچ سے بگاڑا نہ جاسکتا ہو۔ دماغی قابلیت کے لحاظ سے وہ دنیا کی کسی قوم سے کم نہیں ہیں مگر اخلاقاً ان کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے۔

برعکس اسکے ترک دیانتدار ہیں۔ وہ اپنے ملک کے عیسائیوں اور آرمینیوں سے بے انتہا افضل ہیں۔ اگر تم کسی ترک کو دوسری جگہ پہنچانے کیلئے کیسہ زر دو تو وہ جنگل بیابان کوہ و دشت الغرض خطرناک سے خطرناک مقامات کو عبور کرتا ہوا اسے منزل مقصود پر پہنچا دیگا۔ یا اس کوشش میں جان دیدیگا۔ وہ زر امانت کو خود ہی نہیں چرائیگا۔ بلکہ قزاقوں کو بھی چرانے نہ دیگا۔ وہ نہایت حلیم الطبع اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اگر کسی ترک کو یقین ہو جائے کہ وہ تمہارا (یعنے کسی عیسائی کا) سر کاٹنے سے اپنے مذہب و ملت کو فایدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ فی الفور تمہارا گلا کاٹ دیگا۔ ہمارے واعظ اور مناد ترکوں میں عیسائیت کی ترویج نہیں کرسکے۔ اور کر بھی کیسے سکیں۔ جبکہ وہ اخلاقاً ہم سے افضل و اعلے ہوں۔ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ نہیں حاصل کرسکتے مگر ہم کرسکتے ہیں۔ مثلاً ایک اجتناب

مے نوشی ہی ترکونکی ایسی صفت ہی کہ اگر وہ مغربی تہذیب میں داخل ہوجائے تو فایدہ بیکران پہنچانیکا باعث ہو۔

یوروپ اور اہل یوروپ اسمیں شک نہیں کہ ترکوں کی حق میں غلط بیانیوں اور اصل واقعات کو چھپانے کیواسطے بہت کچھ گنہگار ہیں۔ اور ہمیشہ ترکوں کی اوصاف نہایت تاریکی دیکر دنیا کو دکہلاتے رہی ہیں۔ مگر خدا کی قدرت ہی کہ انہیں کے اخبارونکو مجبوراً اس قوم کی انسانیت۔ خداترسی اور شرافت کا قایل ہونا پڑتا ہے چنانچہ حال میں پالمال میگزین میں آنریبل ٹی ڈبلیو۔ لے ممبر پارلیمنٹ نی تھسلی میں سفر کرنے کی بعد ایک مضمون لکہا ہے جسمیں وہ اُن غلط اور لغو افواہوں کا ذکر کرکے جو ترکونکے خلاف شایع کیجاتی تہیں۔ اصلی واقعات سی مقابلہ کرتے ہیں جو بالکل اُن غلط بیانیوں کی برعکس ثابت ہوئی ہیں۔ وہ لکہتی ہیں کہ دولو پر جب ترک متصرف ہوئی نہ کسی طرح مالی نقصان شہر یا اُسکے باشندوں کو پہنچا۔ نہ کسی اور قسم کا۔ بلکہ تاجروں اور بیوپاریوں نے ترکوں کی مراعات سی یہہ ناجایز فایدہ اُٹہایا کہ کثیر مال واسباب بی کہٹکے درآمد و برامد کرتے رہی۔ حالانکہ یونانی حکومت میں اُن کو ۱۰۰ فیصدی صرف سرکاری محصول ہی ادا کرنا پڑتا جو افسر ترکوں کیطرف سے تہسلی کی رعایا پر حکومت کرنے کو مقرر ہوئی ہیں وہ نہایت ہوشیار خلیق طبع اور انسانیت و ہمدردی سے متصف ہیں۔ ترکوں کی فوج اور اونکی سپاہی جس پہلو سی دیکہی جائیں قابل تعریف ہیں۔ صاحب موصوف ان سپاہیوں کی تعریف کرکے لکہتے ہیں کہ گو ترکی سپاہی کو بمشکل ہی کچہہ تنخواہ ملتی ہے۔ اور جنکی وردی اور بوٹ بہی اسموقعہ پر خراب ہورہی تہی۔ مگر وہ ایک حرف شکایت بھی زبان پر لائی بغیر نہایت وفاداری اور جان نثاری سی فوجی زندگی کی اُن مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔ اسکے بعد صاحب موصوف ترکوں کے زیر حکومت تھسلی کی مفصل کیفیت کی دوران میں لکہتی ہیں کہ جو کچہہ مینی اوپر بیان کیا ہے اسکے ساتھ یہہ جتلا دینا قرین انصاف ہی کہ جب سی ترک اس صوبہ پر قابض ہوئی ہیں۔ ترکی سپاہیوں کا رویہ ابتک نہایت قابل تعریف رہا ہی اور یونانی اخبارات نے ترکوں کے خلاف جو جو کہانیاں چہاپی تھیں وہ حسب دستور بالکل بے بنیاد ثابت ہوئی ہیں۔ یہہ کہنا کسیطرح مبالغہ نہیں ہی کہ ایسی ہی حالات میں یورپ کی کسی اور سلطنت کے کسی سپاہی سی ایسے عمدہ چلن کا اظہار نہوتا۔ اور یونانی حکام کو بار بار یہہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ دراصل ہم کو ترکوں کی خلاف کوئی شکایت نہیں ہی۔ جہانتک میں دیکھ سکا ہوں سپاہیوں کی تعلقات رعایا کی ساتھ کسیطرح غیر دوستانہ نہ تہی۔ اور بہت سی ایسی مثالیں دیکہی گئی ہیں کہ ترکی سپاہیوں کو جو کچہہ کم و بیش راشن کہانی کو ملا ہے۔ اُنہوں نی اُسمیں فاقہ زدہ عیسائیونکو بہی اپنے ساتھ شامل کرلیا ہے۔

اسکے بعد صاحب موصوف نی ترکی اور یونانی سپاہیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ لکہتے ہیں کہ یونانی سپاہی صرف دیکہنی ہی کی تہے۔ ترکی سپاہیوں کو صرف دیکہنی سی اُن کی جوہر نہ معلوم ہوتے تہی۔ بلکہ یونانی سپاہیوں کا ناظر کے دل پر بہ نسبت ترک سپاہیوں کے اچہا اثر پڑتا تہا۔ لیکن افسوس ہی کہ ظاہری حالت بسا اوقات کسقدر دہوکہ دہ ہوتی ہے۔ یہی ترکی سپاہی ایسے ہیں کہ اپنر پورا بہروسہ کرکے میدان میں چہوڑ دو اور وہ اوسوقت تک قدم پیچہی نہ ہٹائینگے۔ جبتک کہ ایک سانس بہی ان کی بدن میں باقی ہی۔ لیکن ان یونانیوں کی نسبت اسکا بہی تو کامل یقین نہیں کہ اگر ان کو میدان میں بہیجو تو اُن کی ہمت بہی لڑنے کی واسطی اُنکو شاید یارا دے۔

ترکی نشان } سب سی قدیم ترکی نشان "طبقہ ہلال" کا ہی جو ۱۷۹۹ء میں سلطان سلیم ثالث نے اُن انگریز افسروں کو عطا کرنیکے لیے جنہوں نے سلطنت عثمانیہ کی حفاظت میں نمایان خدمات کی تہیں قایم کیا تہا۔ یہ نشان سفراء اور دیگر ممتاز اشخاص

کو بہی مرحمت کیا گیا تہا۔ اب یہہ بہت کم عطا کیا جاتا ہی۔ اسلیئے کبہی اسکا نام سننے میں نہیں آیا۔

"طبقہ مجیدیہ" سلطان عبد المجید (فرمانروا حال کے والد ماجد) نے ۱۸۵۲ء میں خدمات حسنہ کے صلہ میں عطا کرنے کے لیئے قایم کیا تہا۔ اسکے پانچ درجے ہیں۔ اول درجہ کا نشان ایک وقت میں پچاس اشخاص سے زیادہ کے پاس نہیں ہو سکتا۔ دوسرے درجہ کے نشان کیلیئے ڈیڑہ سو۔ سوم درجہ کیلیئے آٹھ سو۔ چہارم درجہ کے لیئے تین ہزار۔ اور پنجم کیلیئے چہہ ہزار کی تعداد معین ہی۔ اگر ایسے پچاس شخص زندہ موجود ہوں جنکے پاس اول درجہ کا نشان ہو تو تاوقتیکہ اونمیں سے کوئی فوت نہو جائے اس درجہ کا تمغہ کسی اور شخص کو عطا نہیں ہو سکتا۔ وقس علی ذلک بعض اوقات متوفی نشاندار کے بیٹوں میں سے کسیکو باپ کا تمغہ پہننے کی اجازت دیدیجاتی ہی۔ اور اسطرح وہ فرزند طبقہ کے ارکان میں شامل ہو جاتا ہے۔

"مجیدیہ" کا نشان ستارہ کی شکل ہی جو چاندی کا ہوتا ہی۔ اوسکی نقرئی کرنوں کے سروں کے درمیان علحدہ علحدہ چہوٹے چہوٹے ہلال اور ستارے بنے ہوئے ہیں۔ درمیانی ستارہ کے گرد سرخ میناکاری کا حلقہ ہوتا ہے۔ اسکا فیتہ جسکے ساتھ وہ ایک بڑے سرخ میناکار ہلال معہ ستارہ سے آویزاں ہوتا ہی سرخ ریشم کا ہوتا ہے۔ فیتہ کے دونو حاشیوں پر باریک سبز دہاری ہوتی ہی۔ اول درجہ کا تمغہ مرصع بجواہر ہوتا ہے۔ نشان کے وسط میں سلطانی طغرا اور اوسکے گرداگرد الفاظ "صداقت" "حمیت" اور "غیرت" بخط عربی کندہ ہوتے ہیں۔ جنگ کریمیا کے بعد کئی فرنچ اور انگریز افسروں کو یہہ نشان مرحمت ہوئے تھے۔

"طبقہ عثمانیہ" ۱۸۶۱ء میں سلطان عبد العزیز شہید نے خالصتاً خدمتگزار اور وفادار مسلمانوں کے لیئے قایم کیا تہا۔ اسکے سات مدارج ہیں پہلا پچاس اشخاص پر۔ دوسرا ایکسو۔ تیسرا ۲۵۰۔ چوتہا ۵۰۰ پانچواں ایکہزار۔ چہٹا دو ہزار اور ساتواں درجہ تین ہزار اشخاص کی تعداد پر محدود ہی۔ یہہ شش پہلو ستارہ کی شکل میں ہی جسکی زمین سبز ہی۔ اور وسط میں ہلال اور تاریخ قیام طبقہ ثبت ہی۔ پشت پر ۶۹۹ ہجری کندہ ہی جو خاندان عثمانیہ کی سلطنت کے قیام کا سن ہی۔ طبقہ کے قایم ہونے پر پہلا نشان جو جواہر بیش قیمت سے مرصع کیا گیا تہا چند اعلے عہدہ داروں کے ہاتہہ سلطان عثمان بانی خاندان کی قبر پر رکہنے کے لیے بردصہ بہیجا گیا تہا۔ اس نشان کا فیتہ سبز رنگ کا اور اوسکے حاشیوں کی دہاریاں سرخ ہیں۔

فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ کے تمغے بہی سلطان عبد العزیز نے ۱۸۶۷ء میں قایم کیئے تہے۔ یہہ ایسے اشخاص کو دیئے جاتے ہیں جو علوم و فنون یا ادب میں امتیاز حاصل کریں۔ انکے فیتہ سرخ و سفید رنگ کے ہیں۔

"طبقہ امتیاز" سلطان حال نے اون اشخاص کیلیئے جنسے شجاعت حمیت۔ دیانت یا بنی نوع انسان حتیٰ کہ بے زبان جانوروں سے شفقت نمایاں طور پر ظہور میں آئے قایم کیا ہے۔ اسکے تین درجے ہیں مرصع بجواہر طلائی اور نقرئی۔ فی زماننا غیر مسلموں کو زیادہ تر یہی نشان مرحمت ہوتا ہے۔ مگر اکثر مسلمان بہی اس سے مشرف ہیں۔ اسکا تمغہ مدور اور روپیہ سے کسیقدر بڑا ہے۔ اسپر سلطانی طغرا اور نشان سلطنت نقش ہی۔ اور پشت پر بہی عبارت کندہ ہے۔

انکے علاوہ تین طبقے اور ہیں افتخار لیاقت و شفقت۔ ان کے بہی امیر المومنین غازی عبد الحمید بانی ہیں آخر الذکر صرف عورتوں کیلیئے ہے تمغوں کے علاوہ اعزازی کلاہ۔ دستاریں۔ اور خلعت دینے کا پرانا دستور بہی ابہی بالکل متروک نہیں ہوا۔

جشن جوبلی و سلطانی سفیر و متعصبین کی سفاہت

مہاشا ٹریبیون ۱۲ جولائی ۹۷ء کی پرچہ میں اپنے پہلے ایڈیٹوریل نوٹ میں جوبلی کے موقعہ پر قیصرہ ہند کے جلوس پر چند سطریں لکھتے ہوئے بھی اس عداوت قلبی اور دلی بغض کو جو اسے اپنے ہموطن مسلمانوں اور انکی طفیل کل دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ہے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکا۔ حضور قیصرہ ہند کی صحت و تندرستی۔ لارڈ رابرٹس کی پرتپاک آؤبھگت اور ایک ہندو مہاراجہ کی شاندار اور فوق البہڑک پوشاک کی تعریف اور تذکرہ میں بیس سطریں تحریر کرکے اس سے دگنی عبارت میں اپنی انوکھی منطق سے ترکوں کو بداخلاق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی تحریر کا بجنسہ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اس جلوس کا ایک اور واقعہ جسپر اسوقت لوگوں کو توجہ ہوگئی اور جسکی باقاعدہ اطلاع پہنچی ہے کسیقدر کم فرحت افزا تھا۔ وہ واقعہ یہہ ہے کہ نہ خاص ترکی ایلچی اور نہ ترکی سفیر شاہی جلوس میں شامل ہوئے۔ اسے اتفاقیہ سہو نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا کے تقریباً ہر ایک مشہور ملک نے اسموقعہ کیلئے لنڈن کو اپنا نائب روانہ کیا۔ اور ہر ایک ایسا نائب جلوس میں شامل ہوا۔ اسمیں چالیس ممالک غیر کے شہزادے بھی شامل تھے جنمیں سے اکثر کسی زمانہ میں حکمران بادشاہ ہونگے۔ ٹرکی نے بھی جوبلی کی شرکت کیلئے خاص ایلچی روانہ کیا تھا۔ مگر نہ وہ اور نہ مستقل سفیر جو ہمیشہ لنڈن میں رہتا ہے جلوس میں شریک ہوا۔ یہہ امر اس عظیم الشوکت اور نیکدل فرمانروا کی متعمدہ تحقیر اور سبکی کرنے سے جسکو اسدن تمام دنیا مبارکباد دے رہی۔ اور اسکے لئے دعائیں مانگ رہی تھی کسیطرح کم نہیں ہوسکتا۔ یہہ ظاہر ہے کہ ایسی کج اخلاقی کا علانیہ نہ تو نوٹس لیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اسپر خفگی کا اظہار کیا جاسکتا ہے مگر اس امر کی ہندوستان میں کامل تشہیر ہونی چاہیئے جہاں ملکہ معظمہ کی مسلمان رعایا سلطان ٹرکی کو ایسی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے"

اس عبارت کو پڑھ کر ہر ایک منصف مزاج سخت متعجب ہوگا کہ یہہ عقل کا اندھا اخبار ٹرکی سفراء کی عدم شرکت کے واقعہ سے اسکی واقعی وجہ دریافت کرنے یا معلوم ہونیکے بغیر کس اصول پر چلکر ترکوں کی کج اخلاقی اور ملکہ معظمہ کی عمداً ہتک کرنیکا نتیجہ نکال رہا ہے اور وہ کیسی بودی بنیاد پر مسلمان رعایا ملکہ معظمہ کو ترکوں سے ہمدردی رکھنے کا الزام دیکر اپنی خباثت اندرونی کو ظاہر کر رہا ہے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ جلالت مآب سلطان المعظم کے خاص اور معمولی دونو سفیروں میں سے کوئی بھی جلوس میں شریک نہیں ہوا اسمیں کوئی کلام نہیں کہ ہمارے محب ملک و قوم ٹریبون مہاشا کو یہہ اطلاع ٹائمز مورخہ ۲۵ جون سے ملی ہے۔ لیکن جس طرز سے اخبار مذکور نے اس خبر کو شایع کیا ہے وہی تیز فہم ٹریبون کو یہہ سوجھانیکے لئے کافی تھی۔ کہ اسمعاملہ میں قصور میزبانوں کیطرف سے ہوا ہوگا۔ کیونکہ ٹائمز کی ترکوں سے عداوت ٹریبون سے زیادہ مسلمہ اور محقق ہے۔ اگر عدم شرکت ترکوں کے کسی قصور کیوجہ سے ہوتی تو وہ اسکو جلوس کی واپسی کے حالات لکھتے وقت ضمناً یہہ تحریر کرکے ایسے سرسری طور سے نہ ٹال دیتا کہ ترکی خاص ایلچی یا سفیر متعینہ دربار لنڈن جلوس میں نہ شریک ہوا بلکہ ترکوں کی ہجو اور مذمت میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا اسکا طرز بیان ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ امر واقع کے اظہار سے تو گریز نہیں کرسکتا تھا۔ مگر وجوہات بتانے میں اپنی قوم کی مذمت دیکھکر اسنے دم بخود رہنے کو قرین مصلحت تصور کیا۔ مزید براں اگر مہاشہ ٹریبون اس اخبار کے اور دو صفحے الٹنے کی تکلیف گوارا کرتا تو اوسکو معلوم ہوجاتا کہ جلوس سے

ایک روز پہلے ۱۲ جون) قصر بکنگھم میں حضور ملکہ معظمہ نے ممالک غیر کے شہزادوں اور سفراء کو جو دعوت دی تھی اسمیں سلطنت علیہ ٹرکی کے سفراء موجود تھے۔ اور اگر اس (بزعم خود) فخر پنجاب و ہندوستان اخبار کا دایرہ معلومات جسکے مطالعہ سے لفٹنٹ گورنر پنجاب نواب وایسرائے ہند اور نواب وزیر ہند (جیسا کہ وہ اس تاریخ کے پرچہ میں فخریہ لکھتا ہے) اکتساب فیض کرتے ہیں۔ صرف اخبار ٹائمز تک محدود نہ ہوتا اور اُسے دنیا کے کسی اور اخبار کو بھی دیکھنا نصیب ہوتا تو اسکو معلوم ہو جاتا کہ اگر ترکی سفراء نے ملکہ معظمہ کی تحقیر کرنی ہوتی تو انکا جلیل القدر سلطان خود اپنے دار الخلافہ میں نماز شکرانہ کے موقعہ پر خاص اپنے پانچ اعلے عہدہ دار انگریزی سفارت کے گرجہ کو روانہ نکرتا۔ اور اگر سفراء مذکور کا ایسا ارادہ ہوتا تو لارڈ سالسبری وزیر اعظم جو اتوار کو کبھی دفتر میں آکر کسی سے باضابطہ ملاقات نہیں کرتے ہز اکسلنسی منیر پاشا کے ورود کی خبر سنکر اپنے سابقہ دستور کو بالائے طاق رکھکر پاشائے موصوف کی ملاقات کو خاص اتوار کے دن (۲۰ جون ۱۸۹۷ء) اپنے دفتر میں رونق افروز نہوتے۔ ان سب باتوں کو علیحدہ رکھکر بھی اگر ایک لمحہ کے لیے غور کیا جائے تو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر دونو سلطنتوں کے تعلقات ایسے بگڑے ہوئے ہوتے تو سلطان المعظم کو اپنا نایب روانہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اس فتنہ پرداز اخبار کی واقفیت کے لیے جو مسلمانان ہند کو سرکش اور مفسد ظاہر کرنے کے لیے تو اسمعاملہ کی عام تشہیر کا خواستگار ہے۔ مگر خود آیرلینڈ کے مفسد فینین اور یورپ کے سوشلسٹوں کو ہندوستان میں آنیکی دعوت دینے پر بھی امن و امان ملک اور تاج برطانیہ کی خیر خواہی کا مدعی ہے۔ ہم معاملہ زیر بحث کی کیفیت انگلستان کے مشہور کنسرویٹو اخبار انگلینڈ اور یونین کے حوالہ سے بالتفصیل بتائے دیتے ہیں جسکے پڑھنے سے اگر وہ عرق خجالت میں ڈوب مرنے سے بچ رہا تو اوسکو معلوم ہو جائیگا کہ اسمعاملہ میں ترکی سفراء نے جو شرافت دور اندیشی۔ حلم۔ اور بردباری ظاہر کی ہے۔ دنیا میں اسکی نظیر ملنی محال ہے اور اسکے مقابل انہی مہاشاؤں کے ہمخیال ایک راندۂ درگاہ ازلی اور اسکے چیلے چانٹوں نے جو خباثت ظاہر کی ہے اس سے نہ فقط انگلستان کے دامن عزت پر بلکہ انسانی فطرت پر ہمیشہ کے لیے دھبہ پڑ گیا ہے۔ مگر ناظرین کو محولہ بالا انگریزی اخبار کی تحریر سے کل کیفیت من و عن ظاہر ہو جائیگی۔ اسلیے ہمارے طرف سے کسی اور زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں۔ اخبار مذکور "ایک سرکش و فتنہ پرداز وزیر اعظم" کے عنوان سے حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"مسٹر گلیڈسٹون نے قصبہ پیٹرز فیلڈ کے رائے دہندگان کو جو خط لکھکر نہ فقط ترکی گورنمنٹ بلکہ کل دول عظام کو لعن طعن کی تھی اُنپر رائے زنی کرتے ہوئے ہمنے (یعنی اخبار انگلینڈ) مسٹر مذکور کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اب بیہودگی اور خلاف بیانی کی انتہائی حد تک پہنچ گیا ہے۔ مگر نتیجہ سے ظاہر ہوا ہے کہ ہمنے اس رائے میں بہت غلطی کھائی تھی۔ مسٹر مذکور نے آیرلینڈ کے قصبہ کارک کے اخبار ایگل (عقاب) و کونٹی ایڈورٹائزر کو ایک خط لکھکر واضح کر دیا ہے کہ وہ پیٹرز فیلڈ والے خط کے حدود سے بھی تجاوز کرنیکی قابلیت رکھتا ہے۔ اسمیں گلیڈسٹون ایسی ناقابل اعتبار حماقت اور حیرت افزا شقاوت ظاہر کرتا ہے کہ وہ رعایا کو ایک اجنبی طاقت کے سفیر کے ساتھ جو انگلستان کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتی ہے۔ اول تو دھینگا مشتی کرنے ورنہ کم از کم بد اخلاقی سے پیش آنیکی ترغیب دیتا ہے۔ مسٹر گلیڈسٹون کے فعل کو جو امر اور بھی نامعقول اور وحشیانہ بنا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر مذکور خود اپنے شہنشاہ کی جوبلی کے موقعوں پر ترکی سفیر کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی

نصیحت کرتا ہے۔ اندریں صورت یہہ کوئی تعجب خیز امر نہیں کہ اُسکے خط کو کل دنیا حتے کہ ریڈیکل فرقہ کے اخبارات نے بہی بنظر حقارت دیکہا ہی۔ وہ خط حسب ذیل ہی۔ "از قلعہ ہوارڈن (مسکن گلیڈسٹون) مورخہ ۱۷ مئی ۱۸۹۷ء۔ صاحب من میں تمہارے اخبار کو اوس پرچہ کی وصولی کا جسمیں مضمون نشان کرکے تمنے مجہکو بہیجا تہا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سلطان ٹرکی کی گستاخی دول عظام کی پالیسی سے اس درجہ تک بڑہ گئی ہی کہ میں اوسکی اوس بیباکانہ درخواست کی جسارت پر بہی کہ اوسے جوبلی میں شریک ہونیکی اجازت دیجائے متحیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر اوسنے فی الواقع ایسی درخواست کی ہی تو میں امید کرتا ہوں کہ دوراندیشی اور شایستگی گورنمنٹ انگلشیہ کو اوسے مسترد کرنے کی ترغیب دیگی۔ سفاک کبیر کی ایلچیونکی انگلستان میں ایسی آؤبہگت ہوگی کہ وہ شاید اوسے پسند نکرینگے۔" (میں ہوں تمہارا وفادار ڈبلیو اے گلیڈسٹون)

لنڈن کا مشہور اخبار سینٹ جیمس گزٹ اس خط پر یہہ ریمارک کرتا ہے۔

"مسٹر گلیڈسٹون نے ایک آئرش اخبار کو جو سکیٹرین نہیں بلکہ اب کی دفعہ کارک ایگل ہی۔ ایک اور نفرت انگیز خط تحریر کیا ہی۔ یہہ خطوط دنیا کو بڑی زور کے ساتھ مسٹر گلیڈسٹون کا وہ حملہ یاد دلا رہے ہیں جو اوسنے بمقام میڈ لوتہا آسٹریا پر کیے تہے۔ اور غالباً اوسکو اب پہر اوسموقعہ کیطرح نہایت ذلت کے ساتھ معافی مانگنی پڑیگی۔ اس آخری خط کا کل لب لباب یہ ہی کہ لنڈن کے اوباشوں کو جوبلی کے دن ٹرکی سفیروں کی ہجو اور تحقیر کرنے پر اکسایا جاوے۔ وہ سلطان کی اس تجویز کی بیباکی پر کہ سلطان ممدوح کے ایلچی بہی جوبلی میں شریک ہوں حیرت ظاہر کرتا ہے۔ اور امید رکہتا ہی کہ برٹش گورنمنٹ ایسی تجویز کو دبادیگی۔ وہ لکہتا ہی کہ سفاک کبیر کے سفیروں کی انگلستان میں ایسی آؤبہگت ہوگی کہ وہ غالباً اوسے پسند نہ کرینگے۔ لیکن کیا سلطان کے سفیر اسوقت بہی لنڈن میں موجود نہیں ہیں۔ کیا ہمنے ترکی سے ایلچیانہ تعلقات قطع کرلیے ہیں؟ اور کیا سلطان المعظم کو شکست خوردہ یونانیوں پر رحم کرنیکی طرف مائل کرنے کے یہی طریقے ہیں؟ جو خاص ایلچی جوبلی کے لیے آئینگے وہ خود ملکہ معظمہ کے مہمان ہونگے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ انگلستان اونکی اسی حیثیت سے خاطر و مدارات کریگا۔

"میر پاشا گرینڈ ماسٹر آف سیری منیز (ناظر تشریفات دربار ہمایوں) کل (۱۳ جون) قسطنطنیہ سے لنڈن کو روانہ ہوگئے ہیں وہ سلطان کیطرف سے ایک دستخطی خط ملکہ معظمہ کیطرف لائے ہیں جسمیں انگلستان اور ٹرکی کی سابقہ دوستی کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اونکو جوبلی کی مراسم میں شریک اور لارڈ سالسبری سے گفتگو کرنے کی ہدایت کیگئی ہے۔ سلطان المعظم نے یہ کارروائی محض اپنی خوش اخلاقی ظاہر کرنے کیلئے کی ہی۔ البتہ گلیڈسٹون اپنی کینہ توز اور غیر مسیحانہ تحریر سے اپنی بیباکی کا ثبوت دے رہا ہی۔"

اخبار وسٹ منسٹر گزٹ جو گلیڈسٹون کا بڑا حامی اور ترکوں کا جانی دشمن ہی وہ بہی مندرجہ ذیل الفاظ میں اوسکی نصیحت کو سخت مطعون کرتا ہی

"جلوس کی شایع شدہ پروگرام سے واضح ہو رہا ہے کہ ممالک غیر کے سفراء ملکہ معظمہ کے بہت ہی قریب ہونگے اور اگر ترکی سفیر کے برخلاف کوئی اظہار رنجش کیا گیا تو وہ گویا خود ملکہ معظمہ کے برخلاف اظہار ناراضگی کرنا ہوگا۔ ترکی سفیر ملکہ معظمہ کے مہمان ہونگے۔ اور ملکہ کی ذات مخالفانہ سلوک سے اونکی محافظ ہونی چاہیئے۔ الخ"

یہہ لکہنے کے بعد اخبار انگلینڈ و یونین امید ظاہر کرتا ہے کہ انگلستان کے فہمیدہ اور خوش اخلاق باشندے اپنی طبعی اوصاف سے کام لیکر گلیڈسٹون کے بیشرمانہ مشورہ کو کوئی وقعت نہیں دینگے۔ میر پاشا بلند مرتبہ عہدہ دار اور متصف باوصاف حمیدہ۔ رحمدل اور بیحد متواضع آدمی ہے

لندن والی اوسکی خوبیوں سی واقف نہیں ورنہ وہ کل سفیر ونسی بڑہکر اوسکی قدر کریں۔

یہی اخبار ۲۲ رجون کو عدم شرکت کی وجہ حسب ذیل لکہتا ہے۔ یہہ نہایت ہی قابل افسوس امر ہی کہ منیر پاشا سفیر خاص سلطان المعظم جوبلی کی اجلاس میں شریک نہوئی۔ گلیڈسٹون کا ابلیسانہ خط جسپر ہم پچہلے ہفتہ نفرت ظاہر کرچکے ہیں۔ جاہل لوگوں کو ایک عظیم الشان دوست سلطنت کی ایلچی کی تحقیر اور بیحرمتی کرنے کی دعوت دی رہا تہا۔ اور اس قسم کی افواہیں بہی مشہور ہوگئی تہیں کہ بعض بدسگال ریڈیکل فریق کی لوگوں نے ترکی سفیر ونکی برخلاف اظہار رنجش کی خاص نمایش کا انتظام کرلیا ہے۔

اندریں حالات منیر پاشا نے جلوس میں شریک نہونیکا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ایک سچی عثمانلی کی طرح اوسکی بلند خیالی۔ خوش اخلاقی اور اعلے درجہ کی تہذیب نے یہہ پسند نہ کیا کہ جوبلی کی جلوس میں بدلطفی ہونیکی کسی احتمال کو بہی موجود رہنے دیا جائے۔ اسمیں ذرہ بہر بہی شک نہیں کہ ترکی سفیر پہر خاصکر منیر پاشا ایسے جلیل القدر اور مہذب شخص کو حاضرین اور تماشبینوں کا حصہ کثیر نہایت تپاک سی خوش آمدید کہتا مذہبی خبطیوں اور فرضی مظالم سنانی والوں نی ترکی کی برخلاف جو کدورت پیدا کردی تہی وہ تہیلی میں ترکی سپاہیونکی مستقل مزاجی سلامت روی اور بیعدیل شجاعت کی حالات معلوم ہونے سی تقریباً معدوم ہوگئی ہی۔ لیکن دس بیس لاکھ موافق خیال رکہنی والی تماشبینوں کے مقابلہ میں معدودی چند بدمعاشونکی شورہ پشتی بہی عوام کی پرجوشی کی مسلسل رو میں ایک ناموزون انقطاع پیدا کرسکتی ہے۔ اسلیے منیر پاشا نے گوارا نکیا کہ اونکی وجہ سی جبکہ ایسی بدمزگی ہونیکا احتمال ہو تو وہ جوبلی میں شریک ہوں۔ اگر اونکی برخلاف کوئی نعرہ تحقیر بلند کیا جاتا تو اونکی یا اُنکے جلیل القدر سلطان کی اسقدر تحقیر نہ ہوتی جتنی کہ خود ملکہ معظمہ کی جسکے کہ وہ معزز مہمان تہی۔ منیر پاشا کو دیکہکر اس سی پہلی رعایا نے بڑی خوشی اور جوش کی ساتھ نعرہ ہائی آفرین بلند کیی تہی۔ جبکہ وہ جمعرات کی شام کو شاہی گاڑی میں سوار ہوکر شہر کے بہرے ہوئی بازاروں میں سی گذری تہی۔ اوسوقت سینٹ جارج کی بازار میں تقریباً پچاس ہزار آدمی ہر قماش کی موجود تہی۔ اور سب نے بلا اشتباہ بڑی تپاک سی ترکی سفیر کی آؤ بہگت کی تہی۔ ترکی سفیر جلوس کی سوا تمام مراسم میں نمایاں طور پر شریک ہوئی اور ہر ایک جگہ اونکی نہایت عزت کے ساتھ تواضع کیگئی۔ یہہ فقط سفیر ممدوح کی دوراندیشی تہی کہ وہ کسی بدمزگی کے احتمال کیوجہ سی جلوس میں شریک نہوئے۔"

ہم امید کرتے ہیں کہ مہاشا بہادر اس اصل وجہ کو بہی ویسی ہی عام مشتہر کرکے ملکہ معظمہ کی مسلمان رعایا پر اونکی مذہبی مقتدا کی سفیر خاص کی عاقبت اندیشی اور حضور ملکہ معظمہ کی عزت و احترام کی نگہداشت کی مقابلہ میں اپنی ذاتی تفاخر اور شکوہ پسندی کی کوئی پروا نکرنیکے واقعہ کو بخوبی ظاہر کردینگے ورنہ جو لقب پاونیر اسکے لیے تجویز کرچکا ہے ہمکو اوسکی درست ماننی میں کوئی تامل باقی نہیں رہجائیگا۔

سلطان المعظم اور شیعہ

سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ایک قزلباش پروفیسر صاحب ہندوستان کی کل شیعہ اصحاب کیطرف سی خود ساختہ وکیل بنکر ایک چٹھی شایع کراتے ہیں۔ کہ شیعوں کو سلطان روم سی کوئی ہمدردی نہیں وہ اُنکو خلیفہ نہیں مانتی۔ ایسا کرنا اُنکے عقاید ہی کے برخلاف ہی اور وہ سلطان المعظم کی حیثیت ایک یورپین فرمانروا سی زیادہ نہیں سمجہتی۔ سُنی خلفا نی اپنی اپنی زمانے میں شیعوں کو نہایت بیرحمی سی قتل کرایا ہے۔ ہمکو ترکوں کی فتح پر کوئی خوشی نہیں ہوئی اور ہم آرمینیوں کیطرح کوئی شکایت نہیں رکہتی کہ ترکوں یا ایرانیوں کو مسلمانان ہند پر فرمانروائی کی دعویدار ہونیکا قابل

بناویں ہم حضور قیصرہ ہند کی ظل حمایت میں نہایت خوش و خورم ہیں۔

آرمینیونکی تشبیہ کو شاید خود پروفیسر صاحب ہی سمجھہ سکیں۔ اور کوئی تو اسکا مدعا خاک بہی نہیں سمجھہ سکتا۔ باقی رہا خوشی منانا۔ سو یہہ پروفیسر صاحب کی صریح کم واقفیت کا ثبوت ہی۔ کہ وہ شیعہ اصحاب کو خوشی منانے والوں سی خارج کر رہے ہیں۔ یونانیوں پر ترکونکی فتح پانے سے جیسی اُن کی سنی بہائیونکو خوشی ہوئی تھی ویسی ہی انکو بھی ہوئی اور گورنمنٹ اور اُنکے حکام پروفیسر صاحب کی نسبت بدرجہا اچھیطرح سی جانتی ہیں کہ یہہ خوشی منانیوالی برٹش گورنمنٹ کو اپنی اور ملک کیلئے خداوند کریم کی خاص رحمت اور نعمت سمجھتی ہیں اور اُنکی وہم و گمان میں بھی کبہی کسی دوسری حکومت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ پروفیسر صاحب ترکوں اور انگریزوں کو ایکدوسریکا دشمن سمجھنی میں سخت غلطی کے مرتکب ہو رہی ہیں بعض افراد کو چہوڑکر وہ عام انگریزی قوم کے خیالات دیکھیں تو وہ اسکو مسلمانان ہند سی بڑھکر ترکونکا ہواخواہ پائینگے۔ اسکی تصدیق انکو ۲۹ اگست ۱۸۹۷ء کی پانیر پڑھنے سی بخوبی ہوجائیگی۔ لیکن بفرض محال اگر دونوں سلطنتونکو کچہہ عرصہ کیلئے ایکدوسریکا دشمن بھی فرض کرلیا جائے۔ تو اسصورت میں بھی پروفیسر صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کی نادان دوست تصور ہونگے۔ جو گورنمنٹ موصوف سی اُسکے دشمن کی اصلی طاقت کو پنہاں رکھ رہا ہے۔ یہہ مسلمہ امر ہے کہ گو اونکی خیرخواہی اور ہمدردی کسی کارآمد نہ ہو۔ کل دنیا کے ایسے مسلمانونکو جنہیں زمانہ کی موجودہ حالت کا کچہہ بھی علم ہے۔ سوائے پروفیسر صاحب کے معدودے چند ہمخیالوں کے بلاتمیز مذہب و قومیت سلطان المعظم سے پوری ہمدردی اور روحانی تعلق ہے۔ اور یہہ تعلق جس سی سلطان المعظم کی اخلاقی طاقت بہت زبردست ہو رہی ہی کسی کی کوشش سی اب زائل نہیں ہوسکتا۔ اس تعلق سی انکار کرنا اُنکی اس طاقت کو پوشیدہ رکہنا ہے۔ حالانکہ دشمن کا مقابلہ کامیابی سی کرسکنے کیلئے اُسکی پوری طاقت سی واقف ہونا اشد ضروری ہی[1]۔ مگر اس بحث کو زیادہ طول دینا بیفائدہ ہے۔ بحث صرف شیعہ اور سلطان المعظم میں اتحاد و مودت ہونے پر ہے۔ اور اس بارہ میں پروفیسر صاحب کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے ہم ایک خاص ایران کے اخبار ناصری سے مندرجہ ذیل اقتباس جسے کل شیعہ اصحاب کی قومی اخبار حبل المتین کلکتہ نے بمعہ رائے درج کیا ہے۔ ذیل میں درج کرتے ہیں

منقول از روزنامہ مبارکہ ناصری مورخہ بیستم صفر المظفر سنہ ۱۳۱۵ھ

اسلام و اسلامیان

مسئلہ کہ حالیہ مذاکرۂ آن اہمیت تمام دارد و مطارحۂ آن بحد وجوب رسیدہ است ہمانا بیان وضع مسلمین و رفتار دول اجنبیہ با اسلامیانست ولی چون بواسطہ تعصب ہمکیشی نمیخواہم مراتب خواری و ذلت ہم ملتان خود را بزبان خود بیان نمایم ناچار بسطی درین مسئلہ نداده و ہمان محض استحضار خاطر ہموطنان عزیز کہ چندان از اوضاع مسلمانان و گرفتاری ایشان در چنگ ملل مختلفہ عالم بیخبر نباشند مختصری دائر باین فقرہ عرض می نمایم (ترسم آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است) امروزین روزشمارہ نفوسیکہ متدین بدین مبین اسلام اند در نقاط مختلفہ روی زمین است و زیست دارد متجاوز از دویست ملیون است تقریباً ثلث این عدد تابع دولتین علیتین اسلام و حکومتہائے اسلامیہ ہستند و مابقی مقہور و محکوم دول غیر مسلمہ شدہ و متابعت صائر دول را بر گردن گرفتہ و غالباً در تحت ادارۂ دولت انگلیس ہستند

ملت فرنگ برحسب ظاہر تعصب مذہبی را کنار نہادہ و اہل ہر مذہبی را بحال خود واگذاشتہ اند بعبارۃ آخری مطلق العنان و آزاد

[1] یہ اسی اصول کو نظر انداز کردینی کا نتیجہ ہی کہ محاربہ ٹرانسوال میں انگلستان ایسی مشکلات میں گرفتار ہو رہا ہی۔ مولف یکم جنوری ۱۹۰۰ء

نموده اند و از راه حیلت پیش رفت کار خود شان را در گفتن همین کلمه دانسته اند ولی در باطن ازین معنی چشم پوشیده و ترویج دین خود کوشیده
بلکه همواره در پی انداختن و نابود ساختن سایر ادیان هستند اگر ظلمها که در ممالک (خارجه) نسبت بمسلمین صورت وقوع مییابد شرح
داده شود جگر هموطنان از آتش غیرت کباب شده و دل در اندرون سینه ایشان آب میشود و همیشه دعای قوام دولتین علیتین را
که دوام ملت اسلام بسته باین دو دولت است خواهند نمود در هندوستان اقلاً پنجاه ملیون از جماعت مسلمین هستند و در میان این جمعیت
کثیره یک نفر قدرت بر حفظ ناموس و ضبط عرض ملت ندارد و شاهد برین مدعا مطلبی است که در نسخه اخیره روزنامه گرامی حبل المتین
بنظر رسید که الآن متجاوز از یک ملیون زنان مسلمه در بمبئی و کلکته و سایر بلاد هندوستان بارتکاب اعمال شنیعه می بردارند و مردان مسلمین
قادر بر کف و منع آنان نیستند بمجرد عبور از رود ارس بخاک روس دیگر مرد را بر زن خود اختیاری باقی نمی ماند بلکه نمی تواند مخالف قانون
روس رفتاری نماید بدیهی است که استقامت قوانین شریعت غرای احمدیه و استدامت حرمت ملت بیضای محمدیه موقوف بقوت و قدرت
دولت اسلام است همیشه باید طبقات مسلمانان از حضرت احدیت مسئلت نمایند که دولتین اسلام را چنان بسط ید و سعه قدرتی عطا
کند که در ممالک اجنبیه مسلمین بتوانند پیروی قانون خود را کرده و موافق شریعت خود رفتار کنند نخستین مایه ترقی اسلام همان مسئله اتحاد
دولتین اسلام و مؤاسات و مواطات برادران دینی با یکدیگر است که بمنه تعالی امروز این مطلب در انتظار عالمیان مانند آفتاب
تابان روشن و نمایان است خداوند روز بروز بر استحکام بنیاد این اتحاد بیفزاید در صورت اتحاد یقیناً کسی در ممالک خارجه تسلط بر اذیت
مسلمین نخواهد داشت در صورت اتحاد دولتین مسلما حضرت امیر افغانستان و حضرت امیر بخارا با کمال وداد تابع این دو دولت
شده سر بر بقعه این اتحاد در می آورند و آوازه یکرنگی و یگانگی قاطبه مسلمین در هر سرزمین بمسامع جهانیان خواهد رسید. باوجود اتحاد
چگونه دولت چین میتواند دویست هزار نفر مسلم را در کانسو بقتل برساند. آیا مسلمین هموطن دانسته اند که در شرق و غرب چه مصائب
از قتل و ضرب از دست ملل مختلفه مخالفه بسر اسلامیان بیچاره از وطن آواره می آید دولتی مثل چین که به نیروی مساعدت و بازوی توانائی
نتوانست سرپنجه قوت و قدرت ژاپونیها را که بعقیده او یکی از ایالات و مضافات فرمانبردار چین است برتابد و عرض دولت و ناموس
ملت خود را از چنگ قهر و غلبه آنان برهاند مسلمین بیچاره را چنان زبون و خوار نموده و در چنگال تصرف و تغلب خود گرفتار کرده است
که بهیچوجه راه نجاتی برای آن بیچارگان آوارگان باقی نمانده و همگی بکار خود فرومانده اند کار بجائی کشیده و بدبختی بدرجه رسیده که از هر بیست
سال به بیست سال یکبار مسلمین را در معرض قتل عام می آورد. البته اگر مسئله اتحاد پائدار باشد و برقرار گردد محققاً در اندک مدتی مسلمین
آن دیار باستظهار و پائمردی دولت همکیش خود سر از اطاعت دولت چین پیچیده یا حکومت مستقلی گردیده یا بدایره متابعت یکی
از دولتین علیتین می گذارند اینک جای آنست که در ایران نیز دفتر اعانه برای مصیبت زدگان کریت باز شده و ایرانیان نیز تا یکدرجه اسباب
استراحت و راحت آن درماندگان را فراهم آورند و وجهه معونه از هر گونه از راه تعصب دین و حمیت آئین برای آنها روا ندارند چه قدر
باعث افتخار اسلام و اسلامیان است که هندیان با آنکه خود مبتلا بقحط و طاعون و از شدت فلاکت مشرف بهلاکتند و از اقصی بلاد مغرب
زمین برای رفاه حال آنان اعانه فرستاده میشود باز از جمع و ارسال وجوهات اعانه برای محنت کشیدگان و مصیبت رسیدگان کریت مضایقه ندارند

اجمالاً شرط اول ترقی اسلام را در اتحاد دولتین و مؤاخات مسلمین میدانیم و خداوند را از صمیم دل میخوانیم که همیشه بر ازدیاد این اتحاد افزوده و بنیاد تفرقه را از میان اسلامیان براندازد و در هر جا و هر مکان نظر توجه و معاونت خود را از مسلمانان باز نگیرد

رای حبل المتین مقصود از نقل عنوان فوق آنست که عامه اسلامیان بدانند این دولت بزرگ اسلام که امروزه اسلامیت بوجود آنها بسته است بچه پایه متحد و متفق اند برادران اسلامی ما هم باید در ممالک مختلفه در حفظ جامعه اسلامیت هم خود را مصروف دارند و چشم ازین اختلافات جزئیه که باعث مخالفت های کلی ما ها شده است بپوشند خیالات تمام اهل ایران در حق دولت علیه عثمانیه از عنوان فوق ظاهر میشود اخبارات هر قوم زبان آن ملت است دیگر آنکه همعصر گرامی ما روزنامه مبارکه ناصری را مقصود ازین عنوان مذمت دولتی خاص نیست بلکه خواسته است رفاهیت اسلامیان را تحت سلاطین اسلام و آزادی آنرا در فرایض شرعیه در ممالک اسلام ظاهر دارد. اگر مراتب انصاف را از دست ندهیم آزادی در مذهب بجهة ملل مختلفه عالم در ممالک اسلامیه بیشتر است از آزادی مسلمانان در ادای فرایض مذهبی خود در متصرفات سلاطین اروپا از خداوند متعال مسئلت داریم که اتحاد این دو دولت بزرگ اسلام را زیاده برین نموده ما مسلمانان را عقل و دانش عنایت فرماید که مفاید اتحاد با یکدیگر را بشناسیم۔

حضرت امیر المومنین خلیفه اعظم و شیعه اصحاب خلافت کے مسئلہ اور سلطان المعظم کی نسبت ایک بے نام شخص نے پروفیسر قزلباش کے فرضی نام سے کچھ عرصہ ہوا اینگلو انڈین اخبار سول ملٹری گزٹ میں جو مزخرفات شایع کی تھی۔ اوسکا کافی جواب نہ فقط وکیل بلکہ تقریباً کل اسلامی اخبارات میں فوراً ہی شایع ہوگیا تھا چنانچہ کلکتہ کے امامیہ اخبار نامدار حبل المتین نے اس ادعائی شیعہ کی نسبت اوسیوقت جو خیالات ظاہر کیئے وہ اوپر ظاہر کر چکے ہیں۔ اب ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کے حبل المتین میں ایک ایرانی نامہ نگار کی تحریر جو خاص طہران سے موصول ہوئی اسی بارہ میں درج ہے۔ اوسمیں قزلباش پروفیسر کی قرار واقعی گوشمالی ہی نہیں کیگئی بلکہ چند ہفتے ہوئے ہم نے شیعوں کے حضرت خلافت پناہی امیر المومنین کی ذات والا نہمات سے بیحد عقیدت و خلوص رکھنے کی نسبت جو کچھ تحریر کیا تھا اوسکی بھی کامل تصدیق خود ایک اور شیعہ معزز کی تحریر سے ہو رہی ہے اسلیئے اوسکو مزید خوشی سے بجنسہ ناظرین کے مطالعہ کیلیئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قابل توجہ اسلامیان مکتوب یکے از اجلہ و عماید ایران است کہ باداره رسیده۔ در شماره ۴۴ روزنامه شریفه حبل المتین در صفحه ۵۲۴ شرعی بعنوان حضرت از طرف شیعیان از پروفیسر قزلباش مندرج گشته بود چون این شخص بیعزت که واقعاً ننگ عالم انسانیت و اسلامیت است و بدزدی اسم نام خود را در جزء مسلمین قلمداد کرده کمال بے انصافی را پیش نهاد خود کرده است. با همه مشغله و عدم وقت خود نتوانستم چیزی بجواب او نویسم لهذا خاطر مبارک منشی اداره شریفه را متذکر میدارم. اگرچه کراراً در صفحات حبل المتین رسوخ قلبی و غیرت هم مذهبی حضرات شیعه را در حق اعلیحضرت اقدس خلافت پناهی سلطان عبد الحمید خان ادام الله بطول قدرته و سلطنته نوشته شده است و هرچه درین باب عرض شود از زواید

است نهایت این شخص پروفیسر تزلباش کرنه بوگوازه سب ونه بهروز غیرت بهشته است آن خباثت ذاتی مکنونی خود را بروز داده.

از روزیکه تلگراف فتح شئون اسلام بدار الخلافه باهره رسیده در سفارت سنیه عثمانی جشنی رسمی گرفته شده عموم رجال از لشکری و کشوری با کمال ذوق و سرفرازی باوعده وبدون وعده بسفارت سنیه تشریف برده تبریکات قلبی خود را عرضه داشتند از طرف اعلیحضرت شاهنشاه و ولی نعمت ایرانیان نیز تبریکات زبانی و تلگرافی دکتلبی زیاده از انچه عرضه داشته بودند توسط سفارت کبرای عثمانی وچه بلا واسطه باتلگراف گفته شد چون در شهر محرم و صفر در ایران بملاحظه محبت سنخاس آل عبا ابدا نه جشن و نه زینت و نه عروسی و نکاح معمول نیست و بهر روزه مردم از صبح تا بظهر و از دو ساعت بغروب تا چهار ساعت از شب گذشته در این دو ماه در مجالس روضه خوانی هستند البته در حضور جناب مدیر محترم شرح حال ایرانیان در این دو ماه پوشیده نیست که تمام سیاه پوش حتی حضاب خاصم که مستحب است استعمال نکنند مگر نه از کسبه و علماء اعلام دو دایره دلتی جای نبود که جشن این فتح که راجع بامت محمدی است بالکل ذوق نگیرند بعضی از رجال و علما با این حال باز هم خیال گرفتن جشن داشتند و در ان دو ماه ... در مجالس و محافل روضه خوانی روضه خوانها اول دعائیکه در منبر میکردند بوجود اعلیحضرتین پادشاهان اسلام و نصرت اسلام و بخصوص فتح اکره اسم سلطان عبد الحمید خان میشد و از طبقات علماء و اعلام توسط خود این بنده چندین تبریکنامه و اظهار یکجهتی دولت بزرگ اسلام بسفارت سنیه عثمانی و جناب منیف پاشا سفیر کبیر داده شد جناب مستطاب حجة الاسلام آقای امام جمعه طهران سلمه و آقای آقا سید عبد الله مجتهد معروف بهبهانی مستقیما بسفارت سنیه و شخص سلطان تبریکات در خور این فتح گفته شد و از طرف شخص اعلی حضرت سلطان نیز جوابهای مرحمت آمیز به آقایان عظام مستقیما و از طرف وزارت امور خارجه عثمانی توسط سفیر کبیر بسایر علماء اعلام مرحمت شد و الی امروز که شهر رجب است و شش ماه تمام از فتح قسطنطنیه اسلام میگذرد بعضی از علمائی و ولایات ایران که بملاحظه دوری از مرکز و دیر رسیدن خبر این فتح بایشان بانهم بتوسط این بنده مستقیما عرایض و پاکت های تبریک و تهنیت بدربار خلافت عظمی داده میشود و جوابهای مرحمت آمیز میرسد و بحمد الله امروز وحدت شیعه بخوبی در بین اهل فتح مذکر سابقا بملاحظه اختلافاتیکه بعضی از سلاطین محض پیشرفت چهار روزه سلطنت خود این نفاق بزرگ را در میانه امت انداخته اند رضای خدا و ائمه هدی بر بی احترامی نسبت بخلفاء راشدین رضی الله عنهم نبوده و نیست. هرگاه اهل سنت را می بینند چون برادر خود محبت و مهربانی میکنند شهد الله ده سال گذشت بنده در طهران مقیم هستم از هر طبقه چه علماء و بزرگان و چه کسبه یکنفر را ندیدم که چیزی فهمیده باشد اسم خلفای راشدین بی بی احترامی یاد کنند بعضی از عوام مجهول که از سابق الایام ذهنی آنها چیزی شده باشد حرفی نگویند ابدا از روی فهم و عرض نبوده و نیست خصوص در این فتح بزرگ که هر نفسی فهمیده و دانست که مقصود اهل صلیب جز بر انداختن اسم اسلام چیزی نیست و قباحت نفاق در میانه امت قرآن و قبله نمائی است جز تنزل و خرابی دیگر ثمری ندارد ... و ندارند بحمد الله بعامه خلق معلوم شده خصوص از زمانیکه اورنگ کیان تخت ایران بوجود مقدس شهریار متدین معظم ارواحنا فداه زینت بخش گشته مراوده و شاهنشاه اسلامی باندازه هست که ان

زمان عروج سلطنت عثمانی تا بحال چنین یگانگی با ایران نداشته اند از تلگرافات تبریک اعیاد معظمہ ایران کہ در روزنامہ نامی ایران درج میشود بخوبی میتوان دریافت از خلوص عقیدت و یگانگی مخابرہ میشود نہ رسمی و معمولی لہذا بزبان عموم اہل شیعہ بآن نامسلمان کہ پروفیسر قزلباش باشد میگویم۔

دشمن آتش پرست باو پیمارا بگو خاک بر سر کن کہ آب رفتہ باز آمد بجو

از خباثت یک نفر یا دہ نفر مثل این اشخاص لامذہب رشتہ اتحاد و ملت گسیختہ نخواہد شد۔ و امروز اہل ایران از اعلے تا ادنے بعد از اطاعت دولت متبوعہ خود اطاعت اعلیحضرت سلطان عثمانی را لازم و او را خلیفہ و سلطان دانستہ و میدانند بخدا قسم است ایک نفر از عارف و عامر در طہران ندیدہ ام کہ اسم سلطان بیابد و او را و قوام سلطنت او را دعا نکند۔ انتہے۔ (ا۔م۔ی۔ل)

ترکی عورتوں کی بہادری ایک ترکی اخبار لکہتا ہے کہ جب یونان کی برخلاف جنگ کا اعلان کیا گیا تو سالونیکا کی چار عورتوں نے اپنے جوان بیٹوں کو مجاہد بنا کر میدان جنگ کو روانہ کر دیا۔ مگر انکی غیرت و حمیت وطنیہ کی اس سے تشفی نہوئی حتیٰ کہ ایکدن بذات خود والی سالونیکا کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے میدان جنگ میں جانے اور لڑائی میں شریک ہونیکی اجازت طلب کی۔ والی موصوف نے کل کیفیت بابعالی کو لکہدی جہانسے جواب ملا کہ ان بہادر عورتوں کا شکریہ ادا کر کے انکو پیغام پہنچا دو کہ دشمنوں کے قلع و قمع کیلئے جنود شاہانہ کافی ہیں۔ والی نے یہہ پیغام انکو پہنچا دیا۔ مگر انکا جوش سرد ہونیمیں نہ آیا اونہوں نے اور زیادہ الحاح و اصرار سے سفر کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ والی نے مجبور ہو کر پہر بابعالی میں عریضہ ارسال کیا اسدفعہ وزرا نے بہی عورتوں کے تقاضا سے تنگ آکر منظوری دینے کے سوا کچہہ چارہ نہ دیکہا۔ مگر یہہ لکہدیا کہ وہ فقط بحیثیت ممرضات (تیمارداران) شفاخانجات جا سکتی ہیں۔ عورتوں نے یہہ امر منظور کر لیا اور کمال خوشی اور انبساط سے سرحد کو روانہ ہو گئیں۔ جہاں پہونچکر وہ نہایت مستعدی اور دلی شوق سے تیمارداری کی خدمت ادا کرتی رہیں۔ مگر جب کبہی لڑائی درپیش آتی تو وہ فوراً ہتہیار لگا کر اسمیں شریک ہو جاتیں اور عین درمیانی صفوں میں کمال شجاعت و بسالت سے نبرد آزما ہوتیں۔ الغرض وہ تمام معرکوں میں اسیطرح شریک ہوئیں اور محافظ حقیقی کے فضل و کرم سے انمیں سے کسیکو خفیف سا زخم تک نہ پہنچا۔

ایک عورت خدیجہ نامی نے بسبب غایت شجاعت اور وفور حمیت کے مردانہ لباس بدلکر اپنے کو محمد کے نام سے ظاہر کیا اور نہایت شوق سے اپنے کو عساکر شاہانہ میں داخل کیا۔ جس پلٹن کا وہ محمد مصنوعی سپاہی تہا اسمیں تمام سپاہی اوسکو بوجہ ڈاڑہی مونچہہ نہونے کے (محمد کوسہ) کہتے تہے کوسہ ترکی میں بیریش کو کہتے ہیں اسی حال سے اوسنے دو برس خدمت عسکریت کو انجام دیا حتیٰ کہ اس محاربہ میں بہی شریک ہوا اور بعد چندے علیل ہو کر شفاخانہ میں گیا وہاں اوسپر شبہ ہوا کہ یہ عورت ہے یا مرد۔ آخر کو بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ خدیجہ ہے نہ محمد کوسہ۔ واہ ری شجاعت اور شوق اظہار بہادری۔ یہ خبر ۲ اگست ۱۸۹۷ء کے ترکی اخبار معلومات میں چہپی۔

اعلیحضرت سلطان المعظم کے حکم سے ایک مسلمان عورت مسماۃ فاطمہ خانم کو تین سو پیاسٹر ماہوار کی پنشن عطا کیگئی ہے اس صلہ میں

کہ وہ مرد از بہیں میں فوجیں داخل ہوکر جنگ روم و یونان میں شریک کار زار رہی۔

کم سن وائینٹروں کی بہادری

بقول ایک نامنگار کے ایک بہت بڑی تعداد وائینٹر کی جنگ میں شریک ہوئی کیونکہ سنا گیا ہے جنہیں البانیا والوں کی تعداد زیادہ تھی انہیں نو عمر لڑکے بھی تھے۔ ایک لڑکے سے ملاقات کی جسکی عمر عرف گیارہ سال کی تھی۔ اسکے باپ اور بھائی اس سے پہلے شریک جنگ ہو چکے تھے۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ لڑکا ایک ہنری مارٹینی بندوق بستعار لیکر کارتوسوں کی پیٹی گلو میں ڈالکر جنگ کیواسطے تیار ہوگیا اور ایک سوکھی روٹی کمر سے باندھ کر میدان جنگ کو چلدیا۔ یہ مقام صوبہ مقدونیا میں قصبہ اپکب میں واقع تھا بھوک اور پیاس کی کالیف اٹھاکر فارسالا کی فوج میں شریک ہوا اور فارسالا کی چڑھائی میں سب سے پہلے حملہ آور ہوا۔ یورپین جوتسکی علاقہ میں متعین تھا اور جسنے اسکے قبل سکرٹری کا کام انجام فرمایا تھا اور پہلے سکرٹری واشنگٹن مقرر ہوا تھا چاہتا تھا کہ اپنے مقام پر واپس جائے اسلیئے ایک ہفتہ کی رخصت لی اور اپنا لباس پہنے ہوئے سلونیکا کو چلا گیا جب سلونیکا میں آیا وہاں کی گورنر سے وائینٹروں میں داخل ہونے کی خواہش کی مگر اسمیں وہ ناکامیاب رہا۔ اسوجہ سے وہ الفور سمندر کے رستہ سے ایک انگریزی جہاز میں سوار ہوکر دولو پر ٹریڈ اولس سے بمشکل تمام فارسالا پہنچا۔ یہاں سے آکر فیلڈ مارشل اوہم پاشا سے ملاقات کی درخواست کی۔ اوہم پاشا نے برخلاف اسکے امید کے بہت خوشی کے ساتھ اُس سے ملاقات کی اور یلدیز کو بطلب ہدیت مناسب تار دیا جواب ملا کہ فسری کا کام اسکو دیا جائے۔ جو حسین پاشا کی تحت رجمنٹ طرابزون میں جو حمدی پاشا کی ڈویژن سے تھی بحیثیت کپتان مقرر ہوا یہاں سے وہ رجمنٹ کے ساتھ روانہ ہوا اور دوسرے روز پہلا شخص تھا جو بمقام فارسالا یونانیوں پر حملہ آور ہوا میں خمی ہوا جسکو مدد کرکے کام ہمارے سلطان المعظم نے اختتام محاربہ کے بعد اوسی دربار شاہی کا چاؤش مقرر فرمایا۔ وہ موضع دبرہ کا رہنے والا ہے۔ اسکی تصویر مرقع تصاویر میں درج ہے۔

تاریخ فتوحات

درگذر پر یہ کریٹی سمجھے	کر یہ احسان کیا ٹرکی نے		تخوت و کبر سے ٹالا اُسکو۔
جو کہ فرمان کیا ٹرکی نے	ہو کے مجبور بہ جنگ آمادہ		آخر اعلان کیا ٹرکی نے۔
مرض خود سری اعدا کا	فکر درمان کیا ٹرکی نے	دوائے آب دم تیغ پلاکر	دفع ہر زن کیا ٹرکی نے
دستبازی کی دکھائی طاقت	خوب سامان کیا ٹرکی نے	عقدۂ جہل مرکب یوروپ	حل آسان کیا ٹرکی نے
فکر تاریخ میں تھا میں کہ کہوں	رفع طغیان کیا ٹرکی نے	ہاتف غیب نے بے جا بلا کہا	فتح یونان کیا ٹرکی نے۔

۱۳۱۴ ۱۳۲۶

قطعہ تاریخ فتح یونان از جناب خطیب عبد الرحمن صاحب خطیب متوطن وانمباڑے

ازین جنگ یونان بصد مرحبا	نمودار شد شوکت شاہ روم	بمردانگی گوئے سبقت ربود	ز ہر رود لیتے دولت شاہ روم
دل اہل اسلام روئے زمیز	تہی نیست از الفت شاہ روم	بفضل تو یارب شود ہند ہان	فزوں در فزوں عظمت شاہ روم
بدارین یارب ذلیلش بکن	چو خواہد کسی دولت شاہ روم	چو شد فتح یونان سال اش خطیب	بگفتا زہے نصرت شاہ روم

قطعہ تاریخ فتح یونان از جناب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ متوطن وانمباڑی

شدہ مسخر چو ملک یونان	ز شیر مردان فوج سلطان	زمین بصد جوش مرحبا گفت	بارک اللہ آسمان گفت
سپاہ یونان ہلاک گشتہ	ہزار زیر خاک گشتہ	ز تیغ بران فوج رومی	نہ ہیچکس غیر الامان گفت
چنیں ندلت چنیں شکستے	ندید یونان بہیچ وقتے	سزاست او را لقب بہ یورپ	اگر کسے شاہ بزدلاں گفت
ببیں تو از درۂ ملونا	بہ تا ڈموکوز گونہ گونہ	بلاد و قصبات و قلعہ ہایش	شدند مفتوح یک جہاں گفت
چہ ہست ایں فضل رب بیچوں	نہ چوں کنم فکر سال اکنوں	چہ خوب اے بادشہ دل من	فتوح عبد الحمید خان گفت ۱۳۱۴

تاریخ فتح ڈوموکاس

چو یونان بدبخت از کارزار	نہاد آخر کار رو بر فرار	تعاقب کناں ترک بر ڈوموکاس	رسیدند و بیخوف و بیم و ہراس
علمہاے نصرت برافراختند	لواے ہلالی نصب ساختند	دل اہل یونان بلرزید سخت	صلح ساختند و کشیدند رخت
بہ پرسیدم از فتحمند غزا	ز سال فتحمندی اے مبتلا	بگفتا کہ اے سائل ہوشمند	ز سال فتح دہ بہ ترکیب بند
	سر و قلب یونان برید و درید	فتوحات سلطان عبد الحمید ۱۳۱۴	

اگر اعداد یونان سے اعداد سر یعنے یو اور قلب نا سے آ کے اعداد نکالدیں تو ۱۰۰ باقی رہ جاتے ہیں اور ۱۴ ۱۲ + ۱۰۰ = ۱۴ ۱۳۰ ہوئے۔

شاہنشاہ ایران کے سفیر خاص مرزا ابو القاسم عبد العظیم خاں نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر جو تحایف شاہی پیش کیے انمیں ایک مرصع بجواہر شمشیر آبدار بھی تھی۔ اور اسکے قبضہ پر جواہرات کی ترصیع سے آیت شریف نصر من اللہ وفتح قریب کندہ تھی۔ یہ تلوار اعلان جنگ سے دوسرے دن پیش کیگئی۔ جب اعلیحضرت کی نظر مبارک قبضہ پر پڑی تو اس مبارک فال کو پڑھتے ہی انکا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ حسن اتفاق سے جس بادشاہ عالی کیطرف سے یہ مبارک فال پہونچی اسکے نام نامی سے اس ظفر عظیم کی تاریخ بھی نکل رہی ہے۔ یعنے "مظفر الدین" یا الدین مظفر سے فتح عثمانیہ کا سال ہجری ظاہر ہو رہا ہے۔ اس فتح مبارک پر ہزاروں تاریخیں عربی میں لکھی گئیں ہیں جنمیں سے ایک مصری کی یہ تاریخ نہایت ہی برجستہ اور حسب حال ہے "نصر اللہ الترک علی الیونان"۔

ترکی سپاہیوں کا درجسمانی پر صبر و تحمل ٹائمز کا خاص نامہ نگار ترکی سپاہی کی صبر و تحمل اور تکلیف کو بآسانی برداشت کرنے کے متعلق اپنی کتاب تاریخ جنگ روم و یونان میں مندرجہ ذیل واقعہ تحریر کرتا ہے۔ ڈاکٹر ایک ترکی سپاہی کو میز پر لٹا کر اوسکی نچلی جبڑی کو جو زخمی ہو گیا تھا کاٹ رہا تھا۔ کہ عین وسط میں جبکہ عمل کا سب سے زیادہ تکلیف دہ حصہ پہونچگیا تھا اوسنے ڈاکٹر کو روکدیا اور اپنے دوسرے ساتھی کیطرف جو قریب لیٹا ہوا پائپ پی رہا تھا اشارہ کرکے کہا "میری کچھ پروا نکرو پہلے اسکی خبر لو۔ اسے پائپ سلگانے کے لیئے دیا سلائی کی ضرورت ہے"۔ نامہ نگار موصوف ترکی فوجکی سلامت روی اور اعتدال کی بیحد تعریف کرکے لکھتا ہے کہ اوسنے لڑائی کے معمولی استحقاق و حقوق سے بھی فایدہ اٹھانا نہیں چاہا۔ اور کمسریٹ کے لیئے بیل اور بکریوں تک نقد قیمت دیکر خرید کیئے۔

فساد الاحساء و خلیج فارس ہندوستان کی سرحدی جنگ۔ تنازعہ چین و جرمنی۔ مسئلہ کریٹ۔ اور تنازعات

افریقہ کیطرح یہہ فساد بھی سن روان کو ۱۸۹۷ء سے ترکہ میں ملا ہی کیونکہ اسکے متعلق مجمل حالات گو اب ہندوستان میں موصول ہوئے ہیں لیکن اسکی فرضی یا واقعی بنا نومبر و دسمبر سن گذشتہ میں ہی پڑ چکی تھی۔ فرضی یا واقعی ہونیکی بحث صرف فساد الاحساء سے متعلق ہی کیونکہ ایرانی ساحل پر ایک انگریز افسر کے مارے جانے اور خلیج فارس میں آتشبار اسلحہ کی خرید و فروخت ہونیکا معاملہ عرصہ سے کل دنیا پر بخوبی واضح ہو چکا ہے۔ اس خرید و فروخت کا راز جب منکشف ہوا تھا تو واقفکار اسیوقت جان گئے تھے کہ سرحد ہندوستان کو اس راستہ سے اسلحہ پہنچتے ہوں یا نہ۔ یورپین سوداگرونکی یہ مستعدی ٹرکی اور ایران کیلئے ایکدن رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔ انکا یہہ اندیشہ جنوبی ایران کے حادثہ متذکرہ بالا اور الاحساء کی فساد کی خبروں سے پورا ہوتا نظر آرہا ہے۔ کیونکہ خلیج فارس کے سواحل پر بھی ویسی ہی شورہ پشت اور سرکش اقوام آباد ہیں جیسی کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر اور یہہ ظاہر ہے کہ ان اقوام کو موجودہ زمانہ کی ہلاکت بخش اسلحہ کا ملجانا انکی حکمران سلطنتوں کیلئے ویسا ہی مضر ہی جیسا کہ سرحدی قوموں کی پاس ہتھیارونکی موجودگی گورنمنٹ انگلشیہ کیلئے ثابت ہو چکی ہی۔ یہی وجہ تھی کہ جب گورنمنٹ ہند نے چند عرب شیوخ کو کچھہ لی مٹ فورڈ رائفلیں اور ان کی کارتوس تحفتاً ارسال کیئے تھے تو ہمنے ۶ دسمبر کی اخبار میں اشارہ کر دیا تھا کہ غالباً گورنمنٹ عثمانیہ اپنی رفیق سلطنت کی اس کارروائی کو پسند نہیں کریگی چنانچہ اس قیاس کی تصدیق ہماری بغداد کے نامہ نگار کی تحریر سے جو آگے مندرج ہے ہو گئی ہے۔

تجار بالعموم قومیت کے خیالات کو۔ اپنی تجارتی مفاد پر غالب نہیں آنے دیتے۔ اس لحاظ سے اگر خلیج فارس کے رستہ سرحد ہندوستان کو بھی اسلحہ پہونچتے رہے ہوں۔ تو بھی انگریز تجار غالباً اسطرف ہتھیار بھیجتے رہنے سے باز نہ آتے لیکن اس معاملہ میں یہ اب محقق ہو گیا ہے کہ وہ ہتھیارونکو ہندوستان کی سرحد کیلئے نہیں بلکہ ایران اور عرب میں انکی کھپت ہونے کیلئے بھیجتے رہے ہیں۔ × × × × × × × × × × × × × اور یہی باعث تھا کہ برطانوی گورنمنٹ نے جسکے متعدد پولیٹیکل ایجنٹ خلیج مذکور کے سواحل پر متعین ہیں اور اونکو کل معاملات کی خبر بلا کم و کاست ہوتی رہتی ہے۔ اس تجارت کے انسداد کیطرف کبھی توجہ نہ کی تھی۔ بوشہر میں سوداگران اسلحہ کی دوکان کی ضبطی اور جہاز بلوچستان کی روک لیئے جانے سے جسکی خبر تار کے کالموں میں مندرج ہی اس ادعا میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سرحدی فسادونمیں غنیم کی جرأت و استقلال اور اونکی پاس وافر ہتھیار دیکھکر انگریزی گورنمنٹ نے باوجود یہ یقین رکھنے کی کہ خلیج میں جسقدر ہتھیار داخل ہوتے ہیں وہ عرب یا ایران سے باہر نہیں جاتے۔ محض اس حفظ ماتقدم کیلئے کہ اب اخبارات میں اس امر کا شور و غل برپا ہو جانے سے کہیں آفریدیونکو اس نئی منڈی کیطرف توجہ نہ ہو گئی ہو اور وہ وہاں سے ہتھیار منگوانا شروع کر کے اور زیادہ وبال جان نہو جائیں۔ اور نیز چونکہ بلوچستان کی جنوبی ساحل اور میکران میں بھی فساد برپا ہو گیا ہے یہہ کارروائی کی ہی اور آیندہ بھی ممکن ہی کہ کرتی رہے لیکن یہہ یقینی امر ہی کہ اگر سرحدی فساد اور بالخصوص بلوچستان میں موجودہ ہنگامہ برپا نہوتا تو اس تجارت سے گورنمنٹ انگلشیہ کی ہر دو رفیق سلطنتوں کیلئے خواہ کیسا سخت خطرہ پیدا ہوتا وہ اپنے ملک کے تاجروں کے معاملہ میں غالباً کبھی دست اندازی نکرتی اور انگریزی پولیٹیکل ایجنٹ برابر چشم پوشی کیئے چلے جاتے۔

تجارت اسلحہ کی بحث کو اور زیادہ طول دینا مناسب نہیں اگر فساد الاحساء کی خبر جو پچھلے ہفتہ ہمارے نامہ نگار نے بغداد سے

روانہ کی ہو، درست نکلی تو اس تجارت کے بدنتائج خود بخود ظاہر ہو جائینگے۔ اور ممکن ہے کہ یمن کے فساد میں بھی انکی کچھ جھلک نظر آجائے۔ الاحسار کو فساد کے متعلق سرِدست کوئی پختہ خبر موصول نہیں ہوئی۔ ہمارا نامہ نگار اس ہفتہ کی مراسلت میں ان ترکی افواج کی نزول مقصود کی نسبت جو بغداد سے روانہ ہوئی ہیں۔ کوئی پختہ اطلاع نہیں دیگا۔ اور براک آفندی مصر کے اخبار المؤید میں شیخ قاسم الجسم عراق عرب میں جاسم پکارتے ہیں) کے متعلق نامہ نگار کی تحریر کے عین برعکس تحریر کرتے ہیں۔ براک آفندی کی مراسلت کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کی اخبارات میں یہ خبر دسمبر میں ہی مشتہر ہو گئی تھی کہ بصرہ اور کویت کے درمیان عربوں نے حکومت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ جس خبر کی وہ تردید کرتے ہیں۔ اس سے چند دن بعد ہی المؤید میں پھر ایک طویل آرٹیکل درج کیا گورنمنٹ انگلشیہ کی پالیسیوں اور کارروائیوں پر جو اسنے خلیج فارس اور عمان میں وقتاً فوقتاً اختیار کیں بحث کی ہے۔ ہمارے پاس چونکہ ان دونوں متضاد روایتوں کو سواحق الامر کے درج کرنے کے لیئے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اسلیئے الاحسا اور عمان کی مختصر جغرافی و پولیٹیکل کیفیت بیان کرنے کے بعد جسسے اکثر ہمارے ناظرین کو واقفیت نہیں ہو گی وہ دونوں روایتیں بجنسہ درج کر دینگے۔

جزیرہ نما عرب پولیٹیکل لحاظ سے حسب ذیل حصص پر منقسم ہے۔ سینا۔ حجاز۔ تہامہ۔ یمن۔ عدن۔ حضرموت۔ نجد۔ جبل شمر۔ عمان اور الاحسا۔ جزیرہ نما سینا بحیرہ قلزم کے شمال میں فلسطین اور مصر کے درمیان واقع ہے اور مصر کے ماتحت ہے۔ حجاز تہامہ اور یمن یکے بعد دیگرے بحیرہ قلزم کے شرقی ساحل پر واقع ہیں۔ اور ٹرکی کے ماتحت ہیں۔ عدن مع علاقہ محمیہ جسکا رقبہ ۵۰ میل مربع ہے۔ یمن کی جنوب میں خلیج عرب پر واقع اور انگلستان کے ماتحت ہے اُسکا انتظام گورنمنٹ بمبئی کے ہاتھ میں ہے۔ حضرموت یمن اور عمان کے درمیان عرب کے جنوبی ساحل کو کہتے ہیں۔ یہ علاقہ ویران اور پہاڑی ہے۔ اور متعدد خود مختار شیوخ اُسپر حکمران ہیں۔ نجد کا علاقہ تا انام سلطان روم کی تحت ہے نجد جبل شمر حضرموت کے درمیان وسط عرب میں واقع ہے یہ لوگ وہابی ہیں اور اُنکا امیر عبدالعزیز کی اولاد میں سے ہے۔ جسکا صدر مقام الریاض ہے۔ جبل شمر کا علاقہ نجد کے شمال سے لیکر ولایت بصرہ کی جنوبی حدود تک چلا گیا ہے امیر محمد بن الرشید مرحوم اسی علاقہ کے حکمران تھے۔ حایل وہانکا صدر مقام ہے۔ عمان کا علاقہ عرب کے جنوب مشرقی گوشہ خلیج عمان اور بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع اور سلطان مسقط کے ماتحت ہے۔ جو انگریزی حمایت میں ہے۔ الاحسا خلیج فارس کے نصف شمالی مغربی ساحل پر واقع ہے اور ٹرکی کے ماتحت ہے۔ الاحسا اور عمان کا درمیانی نصف ساحل آزاد قبایل کے پاس ہے۔ الاحسا کے قریب جزائر بحرین جو موتیوں کے لیئے مشہور ہیں انگریزی حمایت میں ہیں۔ ٹرکی کی حکومت گو کل عرب علاقہ پر ایک حد سے برائے نام ہے۔ اور قبائل کا انتظام انکے اپنے شیوخ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بھی حجاز اور یمن کے شہروں پر ترکی فوج مقیم اور علاقے باقاعدہ طور پر اضلاع اور تحصیلوں میں منقسم ہیں جنپر ترکی حکام مامور ہیں لیکن الاحسا میں ترکی حکام کو چند سال اقتدار حاصل نہیں انیسویں صدی کے شروع میں جب امیر نجد کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی

× × × ×

کرکے باشندگان الاحسا کو اپنا مطیع و منقاد بنالیا۔ مگر اندرونی انتظام بدستور شیوخ کے ہاتھ میں رہا۔ فتح کے بعد یہ علاقہ ولایت بصرہ میں شامل کیا گیا جو ۱۸۷۵ء سے لیکر ۱۸۸۴ء تک بغداد کے ساتھ شامل رہکر پھر قایم بالذات صوبہ بنادیا گیا۔ اب ولایت بصرہ میں تینوں عربی اضلاع عمارہ منطفک اور احسا شامل ہیں اور ہر ایک پر متصرف مقرر ہے۔ ولایت بصرہ مقام بیضا سے شروع ہوکر ۶۰۰ میل طول میں مقام علی غربی واقع بر لب دجلہ اور قلعہ الدرج واقع بر لب فرات تک چلی گئی ہے اور مغرب میں علاقہ جبل شمر کے شمال میں وسط عرب سے ہوتی ہوئی علاقہ نفود اور صحرائے شام تک چلی گئی ہے۔ جس صحرا سے پرے صوبہ حجاز واقع ہے۔ دریائے شط العرب جو دجلہ اور فرات سے ملکر بنا ہے زیادہ تر تجارت ایک انگریزی کمپنی کے سٹیمروں پر ہوتی ہے۔ ایکسال میں صرف بصرہ کے بندر سے تقریباً ۲۵ لاکھ پونڈ کی تجارت درآمد و برآمد ہوتی ہے سلطان عمان کی حکومت کسیوقت بہت وسیع تھی۔ اور زنجبار اور مشرقی افریقہ کے ساحل کا بہت بڑا حصہ اسکے ماتحت تھا۔ مگر سلطان سعید کے ۱۸۵۴ء میں فوت ہونے پر افریقی مقبوضات اسکے دوسرے بیٹے نے لیکر علیحدہ حکومت قایم کرلی جن مقبوضات پر اب انگلستان اور جرمنی قابض ہیں اور سعید کا جانشین زنجبار اور پمبہ کے جزائر پر انگلشیہ حکومت کی زیر حمائت برائے نام حکمران رہ گیا ہے۔ عرب کے علاقہ عمان پر بھی سلطان کی حکومت سواحل پر محدود ہے۔ خلیج فارس کے اکثر جزائر اسکے قبضہ سے نکلگئے ہیں۔ مگر ساحل میکران کے قصبہ گوادر اور ملحقہ تھوڑے سے علاقہ پر اسکا قبضہ بدستور قایم ہے۔ موجودہ سلطان کا نام سید فیصل بن ترکی ہے جو ۴ جون ۱۸۸۴ء کو تخت نشین ہوا۔ اسکے صدر مقام کا نام مسقط ہے جسکی آبادی ۶۰ ہزار ہے ایک انگریزی قونصل جسے پولیٹیکل ایجنٹ بھی کہا جاتا ہے وہاں مامور ہے۔ سلطنت کا موجودہ رقبہ ۸۲ ہزار میل مربع اور آبادی ۱۵ لاکھ ہے۔ بمبئی کے اکثر بنیئے۔ مارواڑی۔ خوجے اور بوہرے بھی مسقط میں آباد ہیں۔ سلطان کی سالانہ آمدنی دو لاکھ ڈالر کے قریب ہے۔ سترہویں صدی عیسوی تک پرتگیز مسقط پر قابض رہے۔ جب انکی طاقت کمزور ہوگئی اور دیگر مقبوضات کیطرح خلیج فارس کے علاقے بھی انکو چھوڑ دینے پڑے تو بہت سے انقلابات کے بعد علاقہ یمن کے ایک عالی ہمت جوانمرد احمد بن سعید نے جو ۱۷۴۱ء میں امام منتخب کیا گیا تھا مسقط پر قبضہ کرلیا۔ اور اوسکی منصفانہ طرز حکومت سے کل علاقہ جلد آباد اور سرسبز ہوگیا۔ اسکا خاندان ابتک حکمران ہے۔ انگریزوں کا بیان ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو عمان میں سب سے زیادہ اقتدار حاصل ہے اور اسلیئے بعض وقت انگریزی قونصل کو پولیٹیکل ایجنٹ بھی کہا جاتا ہے۔ مگر براک آفندی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سید فیصل کے زمانہ میں فرانس نے انگریزی رسوخ کو بہت کچھ کم کرکے اسکی جگہ خود لیلی ہے۔ فساد الاحسا کے متعلق بمبئی کا انگریزی اخبار یہ خبر شایع کرتا ہے "دیسی ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ البیضا کا شیخ جاسم بن ثانی یوسف بن رحیم کی اعانت سے کویت کے شیخ مبارک پر چڑھائی کرنے کے لیئے مہم تیار کررہا ہے۔ البیضا خلیج فارس کے جنوبی ساحل پر ترکوں کا برائے نام صدر مقام ہے۔ اور کویت شط العرب کے دہانہ کے قریب ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مبارک بن صباح کے بھائی نے یوسف کی ہمشیرہ سے شادی کی۔ مگر جب مبارک نے یوسف کو اپنے بندرگاہ میں تجارت کرنے کی اجازت نہ دی تو انمیں خانگی تنازعہ برپا ہوگئی۔ اسوقت سے یوسف کئی دفعہ کویت پر چڑھائی کرچکا ہے۔ مگر فایز بمرام نہیں ہوا۔ شیخ جاسم (قاسم) کا تین چار برس ہوئے ترکوں سے مقابلہ ہوا تھا۔ مگر انگریز حکام نے بیچ بچاؤ کرکے مصالحت کرادی"۔

ہمارا نامہ نگار ۴ جنوری کو بغداد سے اسکے متعلق مزید کیفیت حسب ذیل ارسال کرتا ہے "شیخ جاسم کی سرکوبی کے لیئے بغداد سے

جو عساکر شاہانہ روانہ ہوئے ہیں۔ انکی مفصل کیفیت پچھلے ہفتہ لکھی گئی تھی۔ روانہ شدہ لشکر کی امداد کیلئے اور فوجیں بھی برابر روانہ کیجا رہی ہیں چنانچہ آٹھ روز کا عرصہ ہوا کہ ایک توپخانہ بھیجا گیا تھا۔ آج ۴ جنوری کو بھی عساکر قاہرہ کی دو پلٹنیں عثمانی جہاز پر سوار ہو کر بغداد سے روانہ ہوئی ہیں اس لشکر کے بھیجے جانے کی نسبت بغداد میں مختلف افواہیں مشہور ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ شیخ جاسم کی سرکوبی کے لئے گتر (قطر) کو گیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قلعہ فاؤ کی مضبوطی کیلئے جو بصرہ کے متصل خلیج عجم (فارس پر) واقع ہے روانہ ہوا ہے لیکن اسبارہ میں سب متفق الرائے ہیں کہ اس معاملہ کی تہ میں ضرور انگریزی پالیسی پنہاں ہے۔ اہل بغداد کے ہر ایک متنفس کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو ہندوستان کے سربرآوردہ اینگلو انڈین اخبارات سول اور پاؤنیر کی جس رائے کا ترجمہ ۵ نومبر کے وکیل میں شایع ہوا تھا وہ غلط نہیں تھی۔ عام مشہور ہے کہ شیخ جاسم نے جنکو انگریزی پالیسی نے محو کر لیا ہے۔ انگریزوں کے ہاتھ ملک بیچ ڈالا ہے اور بہت اسلحہ بہم پہنچا لیئے ہیں چنانچہ وہ اپنی گورنمنٹ سے نمکحرام ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو گیا ہے اور گورنمنٹ عثمانیہ کو جواب دیا ہے کہ میں رعیت انگریزی ہو گیا ہوں۔ بہرحال کوئی پختہ امر معلوم نہیں جسپر رائے زنی کیجا سکے۔

"یہ بھی سنا گیا ہے کہ گورنمنٹ ہند نے جو کسیقدر لی مٹفور ڈرائفلیں اور کئی سو کارتوس کسی عرب شیخ کیواسطے تحفتاً بھیجے تھے۔ وہ کل چیزیں معہ انگریزی جہاز کے گرفتار کر لیگئی ہیں۔ ترکوں نے یہ کارروائی کمال ہوشیاری سے کی ہے۔ گویا کہ ان کو ان رائفلوں کی پہلے سے خبر تھی۔ سنا جاتا ہے کہ اس گرفتاری کے متعلق کوئی خفیہ کارروائی ہو رہی ہے۔ اگر یہ خبر پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی تو عجب گل کھلے گا اصل معاملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ سے قبایل عرب کو اسلحہ سے امداد دی جا رہی تھی۔ مگر ترک فوراً بیدار اور اس خفیہ اعانت کے انسداد پر کمربستہ ہو گئے فاؤ (فہو) میں فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ مندرجہ بالا دو پلٹنیں جو آج گئی ہیں موصل سے یہاں آئی تھیں"۔

ان بیانات کے مقابل جب براک آفندی کی تحریروں کو دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ آفندی مذکور وہی صاحب ہیں جنہوں نے تل چہری کا معاملہ (جسکی تا حال کوئی تصدیق یا تردید نہیں ہوئی) مشتہر کیا تھا وہ انگریزی پالیسی پر تو ویسی ہی سختی سے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ مگر شیخ قاسم کو ترکوں کی مخالفت سے بالکل بری کرتے ہیں۔ اس مفروضہ یا واقعی فساد پر وہ بڑی دعوی سے ۱۶ دسمبر کے المؤید میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

انگلستان کے اخبار اسٹینڈرڈ نے تین ہفتے ہوئے اپنے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کی مراسلت بدینمضمون شایع کی تھی کہ "بصرہ اور بغداد کے درمیانی علاقہ کے عرب قبایل حکومت عثمانیہ سے باغی ہو گئے ہیں"۔ اس خبر کو یورپ کے اکثر اخباروں نے نقل کیا۔ جس سے مخالفین سلطنت عثمانیہ کو بہت خوشی ظاہر کرنے اور دولت علیہ کی نسبت برا بھلا کہنے کا موقع ملگیا۔ اس مفروضہ بغاوت کا محل وقوع میرا اصلی وطن ہے اور اپنے اہل و عیال سے جو وہاں رہتے ہیں میری برابر خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ مجھے اس نواح کے قبایل سے پورا علم ہے۔ اور مجکو دولت علیہ کی چیرہ دستی اور مستحکم اقتدار سے پوری خبر ہے جو اسے تقریباً سات ایک برس سے علاقہ مذکور پر حاصل ہے جہاں اب دولت عثمانیہ کا ایک مخالف بھی باقی نہیں رہ گیا۔ بلکہ اس قسم کے تمام شورہ پشت جیلخانوں میں مقید ہیں۔ پس جب آپنے (یعنے ایڈیٹر المؤید) اس خبر کے موصول ہونے پر مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اسکی نسبت میرا قیاس کیا ہے۔ تو مینے اسوقت جواب دیا تھا کہ اگر یہ خبر بالکل جھوٹ نہیں تو بھی تو یقینی امر

کو اسمیں بہت ہی مبالغہ کیا گیا ہے۔ اگر اسکی کچھ اصلیت ہوتی تو یہ ہوگی کہ کسی قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کے ساتھ مبسا کہ خانہ بدوش ممالک کے قبائل میں ہمیشہ ہوتا رہتا ہے لڑائی کی ہوگی۔ مجھکو کل شام بمبئی سے خط موصول ہوا ہے۔ جس دمیری قیاس کی بالکل تصدیق ہوگئی ہے۔ اس خط کا ایک فقرہ بعینہٖ یہ ہے۔ شیخ قاسم بن ثانی کویت پر حملہ کرنے کے لیئے اپنے مقام سے بزور ست جمعیت لیکر روانہ ہوا ہے۔ اسکو پڑھکر اکثر لوگ کہینگے کہ یہ مبہم عبارت کیا بلا ہے؟ اور اس سے ہمکو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ بغاوت دولت عثمانیہ کے برخلاف نہیں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قصبہ کویت خلیج عجم پر واقعہ ہے اور اسپر تقریباً بعد نسل عرب مشائخ حکومت کرتے چلے آئے ہیں۔ پچھلے برس حاکم شہر کو اسکے بھائی نے قتل کرکے مقتول کی مینوکی گرفتاری کا حکم دیا تاکہ کوئی رقیب باقی نہ رہ جائے۔ مگر پسران مقتول خوش قسمتی سے جان بچاکر بھاگ گئے۔ اور انہوں نے اپنے ایک شستہ دار شیخ یوسف آل ابراہیم کے پاس جو جزیرہ عرب کا نہایت مشہور اور متمول تاجر ہے پناہ لی۔ اور اسکے لیئے اپنے عزیزوں کا بدلینا ضروری ہوگیا چنانچہ اسنے باضابطہ طور پر والی بصرہ کے روبرو یہ معاملہ پیش کیا۔ اسپر والی مذکور نے باعالی سے کویت پر فوجکشی کرنے کی اجازت طلب کی تاکہ اسطرح کویت میں باقاعدہ طور پر اور براہ راست حکومت عثمانیہ حکومت قایم کرکے قاتل کو گرفتار کیا جائے اور پھر قانون اسکی تحقیقات وتجویز کیجائے۔

اس اجازت کے طلب کرنے سے پہلے حکومت بصرہ نے قاتل کو حاضر ہونیکا حکم بھیجا تھا۔ مگر اسنے تعمیل سے انکار کردیا تھا۔ باعالی نے چھٹی اردو ہمایوں متعینہ بغداد کے کمانڈر کے نام کویت پر حملہ کرنے کے لیئے کافی اور حسب ضرورت مہم تیار کرنیکا حکم صادر کردیا۔ لیکن چونکہ کویت عالی قصبہ یعنی بندرگاہ اور بوغاز دوانہ اور فاو کو قرب واقع ہے اردو کے سادس کے شیر یعنی کمانڈر کو اندیشہ ہوا کہ کویت پر چڑھائی کرتے وقت حکومت بصرہ کو ناگزیر جہاز خلافت کہیں اور جہتیرہ نہ لے جائے۔ اور یہ اندیشہ بجا تھا کیونکہ اگر حکومت بصرہ کو معلوم ہوجاتا کہ شیخ مبارک (قاتل) حکومت سے بغاوت کرکے بھاگ گیا ہے تو وہ ضرور جہاز خلافت کو کسی ایسے پایہ اور کی بجائے کہ جو حملہ کویت کی قیادت کرسکے روانہ کرتی۔ اسلیئے اردو کے کمانڈر نے یہ مناسب سمجھا کہ جہاز خلافت کو بصرہ ہی میں رہنے دیا جائے۔ اور انہوں نے تمام کو زبانی باعالی کی ہدایت سنادیں۔ باعالی اور اتفاق الکر کے جہتیرہ کے بجائے ایک جہاز کا انتظام کیا۔ اور اسکو بھی منسوخ کرکے والیٔ بصرہ کو مسلح حبشی اس مسئلہ کے تصفیہ کا حکم دیا۔ لیکن اس طریق کی کوئی تیاری ہوئی اور جب مقتول حاکم کویت کی اولاد اور انکا پناہ دہندہ یعنی شیخ یوسف آل ابراہیم انتظار طویل سے اکتا گئے تو انہوں نے قاتل سے بدلا اور اپنا حق واپس لینے کے لیئے اپنے خرچ سے مہم تیار کرنے کی تجویز کرلی اور تین ہزار سپاہ بردار ہمراہ لیکر سمندر کے رستہ کویت کیطرف روانہ ہوئے۔ لیکن ان کو روانگی کے بعد معلوم ہوگیا کہ اہالی کویت کو بھی تعداد ۵ ہزار ہو مہم کی روانگی اور اسکے مقصد سے آگاہی ہوگئی ہے اور انہوں نے مقابلہ کیلیے پوری تیاری کرلی ہے تو حملہ آور منزل مقصود کے قریب پہنچکر واپس لوٹ آئے اور عرض کشی کو دوسرے وقت پر ملتوی کردیا۔

میں نے بمبئی ہی میں سنا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ شیخ یوسف آل ابراہیم نے سواحل عمان کی بندرگاہ قطر گر کو شیخ قاسم بن ثانی کے پاس جاکر اس سے حاکم و باشندگان کویت کی برخلاف مدد دینے کی درخواست کی ہے۔ اور شیخ قاسم نے درخواست منظور کرکے لشکا صدف کے موسم کے گذر جانے تک توقف کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ پس محولہ بالا لفظ کی متذکرۂ الصدر عبارت سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ لشکا صدف (یعنے سمندر سے موتیوں کی سیپیاں نکالنے کا) موسم گذر گیا ہے۔ اور اب شیخ قاسم اور شیخ یوسف مہم تیار کرکے سواحل عمان سے کویت کیطرف روانہ ہوگئے ہیں اس حملہ کے متعلق جو مزید حالات مجھے معلوم ہونگے ان سے میں ناظرین المومید کو اطلاع دیتا ہوں گا تاکہ وہ سٹینڈرد اور اسکے ہم شریب

اخبارات کی مبالغہ آمیز تحریروں کے دھوکہ میں آئیں۔

اس سے ناظرین ..... کو واضح ہو گیا ہو گا کہ براک آفندی کے بیان کے مطابق شیخ قاسم نے دولت عثمانیہ کے برخلاف نہیں بلکہ اسکے ایک سرکش ماتحت (شیخ مبارک) کے برخلاف چڑھائی کی ہے مگر ترکی فوجوں کی نقل و حرکت اور بغداد کی افواہیں بتا رہی ہیں کہ ترکی گورنمنٹ کو اپنے ماتحت مشائخ کی ان کارروائیوں سے ضرور کوئی نہ کوئی خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ بمبئی کے اخبارات کی مشتہرہ خبر سے پایا جاتا ہے کہ شیخ قاسم کا ایکدفعہ ترکی حکام سے مقابلہ ہو چکا ہے۔ جسمیں انگریزی افسروں نے باہمی صفائی کرا دی تھی۔ مگر براک آفندی اپنے دوسرے مضمون مورخہ ۴ جو ۱۵ اور ۶ جنوری کے الموید میں شائع ہوئے ہیں اسکا مطلقاً ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ برعکس اسکے شیخ قاسم اور انگریزوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہیں انکی اس بارہ میں مطلق خاموشی خواہ کسی امر پر محمول کیجائے۔ خلیج فارس کے معاملات پر انکی تحریر بہت کچھ آگہی بخش رہی ہے۔ اور تاکہ ہمارے ناظرین اس مسئلہ کو ہر پہلو سے سمجھنے کا عنقریب اہم ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ بلکہ ایکطرف عرب قبائل کی مستعدی اور دوسری طرف باغیان بلوچستان و مکران کی روز افزوں شورش پسندی سے اطباء ترکی۔ ایران اور گورنمنٹ ہند ہر ایک کیلیے اپنی اپنی جگہ کلیف دہ مشکل اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے بخوبی واقف ہو سکیں ہم اسکا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"میں عربی اخبارات کو اس امر پر عرصہ دراز سے دلیل ملامت کیا کرتا ہوں کہ خلیج فارس کے مسایل کے متعلق وہ کیوں نہیں کچھ شایع کرتے۔ لیکن جب معلوم کیا کہ انکو وہاں کوئی نامہ نگار نہیں اور نہ انمیں اسقدر مالی استطاعت ہے کہ فرنگستان کے مشہور اخبارونکی طرح اپنے نامہ نگار مقرر کریں جو اقطار و ممالک اجنبیہ میں بچشم خود حالات تلمبند کرتے رہیں۔ تو میں نے انکو معذور سمجھ لیا۔ یہی بے بضاعتی اس امر کا باعث ہے کہ عربی (یعنے مصر کے) اخبارات اہم خارجیہ احوال فرنگی اخبارات سے نقل کرنے کو عادی ہو گئے ہیں۔ مگر بدقسمتی (نہیں اس موقع پر شاید خوش قسمتی کہنا چاہیئے) سے فرنگی اخبارات کو بھی خلیج فارس کے علاقوں میں کوئی نامہ نگار نہیں ہیں اسلیئے جب کبھی وہاں کی نسبت کچھ لکھا جاتا ہے تو عجب بیربط و بے ربط کر دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس نواحی دور دراز میں سے فقط انگلستان اپنا رسوخ اور اقتدار بڑھانے میں ساعی ہے اسطرح اسکو اپنی کارروائی کیلیے خوب کھلا میدان بلا ترتیب بلا معترض ملا ہوا ہے خلیج فارس عراق عرب۔ ایران اور بلاد عرب کا راستہ ہے اور دریائے شہوار کا مخزن معدن ہے۔ تقریباً چالیس برس ہوئے سب سے اول دولت انگلشیہ نے ایرانی ساحل کی بنادر کیطرف متوجہ ہو کر وہانکے بندرابوشہر پر دست تیز کئے۔ اور اسکے حصول کے لیئے اپنی معمولی حکمت عملی سے کام لیا۔ یعنے وہاں کے بعض رؤسا اور اعدائے ملک تجار کو بطمع زر فتنہ و فساد برپا کرنے پر آمادہ کیا گیا کہ اسطرح سے اپنی رعایا کی حفاظت کے بہانہ سے دست اندازی کا موقعہ ملجائے۔ اوسوقت وہاں محکمہ تار کے ملازمونکے سوا اور کوئی برطانوی رعیت موجود نہ تھی۔ ایرانی تجار متذکرہ صدر نے آخر بندر بوشہر میں فتنہ و شورش برپا کرادی جسکو شروع ہوتے ہی انگریزی بیڑہ شہر کے قریب پہونچگیا۔ اور لنگر ڈالتے ہی کل شہر پر گولہ باری شروع کر دی جس سے تمام اہالی شہر مدہوش و مشتعل ہو گئے۔ اسکے بعد بیڑہ

۱؎ براک آفندی نے قصبہ ابوشہر کی جو وجہ لکھی ہے وہ درست نہیں ۱۸۵۳ء میں شاہ ناصر الدین مرحوم کے عہد میں ایرانیوں نے گورنمنٹ ہند کے خلاف مشتہرات کا محاصرہ کر کے اوسی خانوں سے فتح کر لیا تھا۔ جسے امیر کابل کو واپس لانے کے لیئے بوشہر پر قبضہ اور ایران پر جنگ

نوٹ۔ اس واقعہ کے بعد دس برس میں اور زمانہ نے بھی بیشتری تمام خلیج فارس میں اپنی چالوں کی ریشہ دوانی شروع کر دی ہے۔ البتہ معاملہ سطحی سے گہرا ہو گیا ہے۔ دیباچہ پڑھیئے ۱۲

سے فوج خشکی پر اُتار دیگئی اور شہر اور قلعہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ بعد ازاں ایران کی اندرونی علاقہ پر چڑہائی کرنیکا حکم دیا گیا۔ اور فوجکشی کا سامان درست کرنے کے لیئے ایک جہاز کویت کو بہیجا گیا کہ بلاد عرب سے اونٹ خرید کیئے جائیں۔ یہہ کام وہاں کی ایک سرکردہ باشندہ یوسف البدر کے سپرد کیا گیا۔ جس سی انگریزوں کی پہلی شناسائی تھی۔ اُسکو چار ہزار اونٹوں کی قیمت دیکر کہا گیا کہ اونٹ جلد خرید رکھی۔ دوسرا جہاز انہیں آکر لیجائیگا۔ مگر اتنے میں روس نے سخت دہمکی دی کہ اگر ایران کے اندرونی علاقہ پر فوجکشی کیگئی یا بوشہر سے قبضہ نہ اُٹھایا گیا تو اُسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس سے انگریزوں نے فوجکشی کا ارادہ ترک کرکے بوشہر کو خالی کردیا اور ایک افسر کو خرید شتر انکے روکدینے کے لیئے کویت روانہ کیا۔ مگر اُسکے پہنچنے تک اونٹ خریدی جاچکے تھے جو دوبارہ بہت خسارہ پر فروخت کردئے گئے۔ جس جانور کی پانچ یا چھ پونڈ قیمت دیگئی تھی اُسکا بمشکل ایک پونڈ ملا چنانچہ اکثر اہالی کویت کی ثروت کی بنا اسی انگریزی خسارہ پر قایم ہوئی۔ جن امراء بوشہر کو رشوت ملی تہی انکو بہی آخر میں سخت ندامت اُٹھانی پڑی۔ اُن لوگوں کو طلائی دینار دنکے صندوق دئے گئے تھے۔ مگر جب بعد میں اُنہوں نے صندوقوں کو کہولکر اشرفیوں کو پرکہا تو وہ تانبے کی پائی گئیں جنپر سونے کا ملمع کیا ہوا تہا۔ انکا کچہہ بقایا اب تک بلاد عجم۔ بصرہ۔ اور کویت میں موجود ہی۔

جب انگریزی پالیسی خلیج کے ایرانی ساحل پر کامیاب نہوئی تو اُسنے دوسری ساحل یعنی ساحل بلاد عرب عمان اور جزیرہ بحرین کیطرف توجہ کی تاکہ صدف کی شکارگاہوں سی زیادہ قریب ہوجائی اور سب سے اول وہ بندر قطر کیطرف جو بلاد عرب کے اندرونی حصہ کو جانیکا رستہ ہی متوجہ ہوئی۔ یہ بندر نجد کی مشہور امرائی آل مسعود کی ماتحت تھا اور آل مسعود کیطرف سی اسپر ایک عامل مسعود مامور رہتا تہا۔ آل مسعود اور میری خاندان میں قرابت اور رشتہ داری ہی جب انگریزی جہاز نے قطر کے قریب پہنچکر لنگر ڈالدیا۔ تو حاکم شہر نے متحیر ہوکر اپنی آدمیونکو تیار ہوجانے اور جہاز کی حرکات کا نگران رہنی کا حکم دیا۔ ادہر جہاز نے لنگر انداز ہونیسی چند ساعت بعد چار کشتیاں سمندر میں اُتار دیں چند سپاہی اور افسر سوار ہوکر خشکی کیطرف روانہ ہوئی۔ یہہ کیفیت دیکہکر حاکم شہر بہت ڈرا اور اوسنی حکم دیا کہ کشتیوں کو واپس چلے جانیکا اشارہ کیا جائی لیکن کشتیوں کی افسروں نے اشارہ کی کچہہ پرواہ نہ کی اور برابر بڑہی چلے گئی۔ اسپر حاکم نے انکو ڈرانے کے لیی اونکی سروں سے اوپر گولے چلانیکا حکم دیا۔ جب یہہ تدبیر بہی کارگر نہ ہوئی تو اُنپر سیدہی آتشباری کرنے اور گولیاں چلانیکا حکم دیا گیا۔ کشتیاں جہاز سے بہت دور نکل آئی تہیں۔ اور اب واپس نہیں جاسکتی تہیں۔ پس سوائی پانچ یا سات کی جو تیرنا جانتے تہی اور دریا میں کود پڑی تہی باقی سب گولیوں سی یا غرق ہوکر ہلاک ہوگئی۔ یہہ تباہی دیکہکر جہاز کا کپتان آگ بگولا ہوگیا اور اُسنی اون نقلی توپوں پر جو دریا کی کناری تہیں گولہ باری شروع کردی اور جب کنارہ ساحل کو جسی وہ اپنی خیال میں قلعہ اور مورچہ سمجہی ہوئی تہا منہدم کرچکا تو کشتیوں اور مردوں کو وہیں چہوڑکر لنگر اُٹھا چلدیا۔ یہہ واقعہ بلاد عرب میں برناؤ پیر سب کو معلوم ہے اور اب تک قومی واقع سمجہا جاتا ہے۔ جس بلندی پر انگریزی جہاز نے گولہ باری

کیگئی تھی۔ چنانچہ متعدد محاربوں کے بعد فریقین میں ۴ رجب ۱۲۷۳ھ کو اس شرط پر معاہدہ ہوگیا کہ ایران ہرات کو خالی کردے اور آئندہ اوس سی کوئی غرض نہ رکھی۔ اسکی عوض میں انگریزوں نی بوشہر اور ایرانی ساحل سے فوج واپس ہٹالی۔ بوشہر پر ۱۱ دسمبر ۱۸۵۶ء کو کامل انگریزی قبضہ ہوا تہا۔ (ایڈیٹر)

کی تہی اُسکا نام دمام ہے۔ جس سی یہ واقعہ بھی حادثۃ الدمام کے نام سے مشہور ہے۔ جب انگلستان کو بوشہر کیطرح مسئلہ دمام میں بہی کامیابی نہوئی تو اوسنے اغتصاب کی پالیسی چہوڑکر آشتی اور نرمی کی حکمت عملی اختیار کرکے اول اسکی آزمایش علاقہ عمان اور بالخصوص وہاں کی صدر مقام اور بندرگاہ مسقط پر شروع کی اُسوقت وہاں کا حاکم ترکی بن برغش تہا جو انگریزونکا بڑا دوست ہوگیا۔ انگریزی تجارت عمان میں شروع ہوکر تمام ملک میں پھیلگئی۔ اور بمبئی سی کئی تاجر مسقط پہونچگئی جو علاوہ تجارت کی اشاعت اور رونق کے ضرورت کیوقت یہہ بہی کام دیسکتے تھے کہ اونکی حمایت وحفاظت کی بہانہ سے دست اندازی کرنی سہل تہی۔ بعدازاں وہاں انگریزی قونصل مقرر کیا گیا بندر مسقط میں ایک انگریزی جہاز ہمیشہ رہنی لگ گیا۔ اور تاوقتیکہ ترکی بن برغش فوت اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا لیکر فیصل امام مسقط نہوا۔ انگریزی اقتدار اور رسوخ میں روزافزوں ترقی ہوتی رہی۔

دنیا امام انگریزوں سی متنفر اور اہالی فرنچ کیطرف مایل تہا۔ کیونکہ آخرالذکر اہالی عمان کو زنجبار سی غلام لانے سی نہیں روکتے تھے۔ اسوجہ سے اکثر اہالی سواحل بالخصوص بادبانی کشتیوں اور جہازونکی مالک فرانسیسیونکی حمایت میں چلے گئے اور امام نے اُن لوگونکیلئے جو اس حمایت کے طالب ہوتے تھے بہت آسانیاں پیدا کردیں۔ اس حمایت سے اُن لوگوں کو یہہ فایدہ تہا کہ خواہ جسقدر غلام چاہیں کشتیوں میں بہر لیتے اور جب کوئی انگریزی جہاز (جو بحیرہ ہند میں تجارت غلامان کی انسداد کیلئے گشت کرتے رہتی ہیں) قریب پہونچتا تو فرانسیسی جہنڈا بلند کرکے اُسکی گولوں سی محفوظ ہوجاتے۔ اس (بیجا و نامناسب) رعایت سی فرانس کا اقتدار بتدریج بڑہتا گیا اور انگلستان کا کم ہوتا گیا حتی کہ سواحل عمان پر وہ بالکل معدوم ہوگیا۔ مینی اُن جہاز والوں سی جو غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔ ایکدفعہ دریافت کیا کہ جب کسی انگریزی جہاز سے تمہاری مڈبھیڑ ہوجاتی ہی تو کیا کرتے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب ہم کسی ایسی جہاز کو دیکہتی ہیں تو فرانسیسی علم کو بلند کردیتی ہیں۔ وہ جہاز فضا میں توپ چلاکر ہمکو کہڑا ہوجانیکا حکم دیتا ہے اور قریب پہونچکر ایک کشتی کو جسمیں چند ملاح اور ایک افسر سوار ہوتے ہیں نیچے اُتار دیتی ہیں افسر کے پاس ایک رجسٹر ہوتا ہی وہ اُسے لیکر ہمارے جہاز میں آجاتے ہیں اور جہاز اسکے کپتان اور مالک کے نام۔ اسکا نمبر اسباب کی مقدار اور غلامونکی تعداد لکہکر سند حمایت مانگتے ہیں اور اوسکا نمبر لیکر فرانس کو برا بہلا کہتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔

"انہی باتوں سی فرانس کا اقتدار اسقدر بڑہتا گیا کہ آخر باشندگان شہر کی رضا اور اونکی خواہش سی بندر سور (سوہر) کو اوسنی اپنی حمایت میں لیلیا۔ یہہ شہر عمان کی مشہور بنادر میں سی ہی۔ انگلستان یہہ رنگ دیکہکر اپنے غضب کو نہ روک سکا۔ مگر وہ اہالی کی رضامندی کے بغیر کچہہ نہیں کرسکتا تہا۔ اور یہہ اوسکی سخت مخالف ہورہی تہی اور فرانس کی بڑی دوست تہی۔ انگریزی قونصل نے غصہ نکالنے کیلئے آخر یہ تدبیر کی کہ شیخ صالح بن علی کو جو امام ترکی کے فوت ہونے پر مدعی امامت ہوکر فیصل سی نبرد آزما ہوا تہا اور پہر اپنی دعوی سے دست بردار ہوکر اندرون ملک کو چلا گیا تہا کہلا بہیجا کہ اگر وہ مسقط میں آکر فساد برپا کراوی تو انگریزی جہاز اسکی مدد کریگا۔ اس فساد میں ممکن ہی فیصل قتل ہوجائے اور تخت صالح کو ملجائی۔ صالح نے قونصل کی بات مان لی اور یہہ قرار پایا کہ صالح دوستانہ ملاقات کا بہانہ کرکے تین سو آدمی ہمراہ لیکر فیصل کے محل میں بطور مہمان اُتری۔ ادہر قونصل چند اہالی شہر کو اسکا طرفدار بنا رکہی۔ محل میں پہونچکر جب رات کو صالح فیصل پر حملہ کری تو صالح کے ہوا خواہ شہر میں فیصل کے ہوا خواہونپر ٹوٹ پڑین۔ قونصل نے حسب قرارداد بعض اعیان شہر کو شیخ صالح کا طرفدار

بنا لیا اور ایکدن وہ خود بہی تین سو کے قریب آدمی لیکر ظہر کے بعد امام کے مکان پر پہونچگیا۔ یہہ تعداد ایسی نہ تہی کہ فیصل کو کوئی شبہ یا اندیشہ پیدا ہوتا۔ مشایخ عرب کا یہہ قاعدہ ہی کہ مہمان اور میزبان کی حیثیت کے مطابق خدام اور ہمراہی ہمرکاب رکہیں۔ رات کا کہانا تناول کرنے کے بعد شیخ فیصل ملازموں کو مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے رہنے کی تاکید کرکے حرم میں جو محل کے قریب ہی چلا گیا۔ مگر شیخ صالح اور فکر میں تہے جب میزبان کی نوکر چاکر سو گئے تو اوسنے ہمراہیوں کو لیکر حرم پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسکو وہانتک پہونچنے سے پہلے محافظوں کو خبر ہوگئی اور گو انکی تعداد ناکافی تھی وہ مقابلہ پر کہڑے ہوگئے اور فریقین میں لڑائی شروع ہوگئی۔ شیخ فیصل شور و غل سنکر جاگ اوٹھا اور اپنے بہائیوں کے پاس جو محل کے قریب ایک مضبوط اور بلند قلعہ میں جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہی رہتے ہیں پناہ گزین ہوگیا (ناظرین کو معلوم رہی کہ مسقط کی اردگرد متعدد پہاڑیاں ہیں) ادہر بندوقوں کی آواز سنکر صالح کے طرفداروں نے شہر میں بلوہ کرکے فیصل کے طرفداروں پر حملہ کر دیا۔ اور ساری رات تلوار چلتی رہی۔ صبح ہونے پر جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ شیخ فیصل ابھی زندہ ہی تو اسکے حامیوں کے حوصلے بڑہ گئے اور انہوں نے زیادہ مستعدی اور ثبات سے باغیوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ الغرض یہہ فساد تین دن رات جاری رہا اور شیخ صالح بری طرح سے اسمیں ہلاک ہوگیا۔ انگریزی قونصل نے جب دیکہا کہ کہیل بگڑ گیا ہے اور شیخ فیصل کامیاب ہوگیا ہے تو وہ دوسری چال چلا۔ اوسنے قلعہ میں امام کے پاس جاکر عرض کیا کہ انگریزی جہاز آپ کی مدد کیلئے حاضر ہی اگر آپ حکم دیں تو وہ فوراً شہر کے باغیوں پر (یعنے شہر پر) گولہ باری کرنیکو تیار ہی۔ اسکے عوض آپ بندر گوادر انگلستان کے حوالہ کر دیں۔ امیر نے اس درخواست کو رد کرکے اُسیوقت فرنچ قونصل کو بلایا اور اوسے کہا کہ فرانسیسی جہاز کو بندرگاہ میں بہیجدو تاکہ اگر مجہے اُس سے کام لینے کی ضرورت پڑے تو وہ قریب موجود رہے۔ فرنچ قونصل نے کسی شرط کے بغیر اس استدعا کو منظور کر لیا اور کہا جاتا ہی کہ فساد کے آخری وقت امیر فرنچ جہاز پر چلا گیا تہا۔ آخر صالح اور اُسکے اکثر ہمراہیوں کے قتل کے بعد فتنہ فرو اور امن قایم ہوگیا۔ اس فساد میں بیشمار خلقت ضایع ہوئی اور شہر کا دو تہائی حصہ جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ اس فرنچ جہاز کا نام پرسی پولیس[1] ہی اور مینے اوسے ۱۸۹۶ء کے آخر میں جبکہ بندر عباس سے بمبئی کو واپس گیا تہا خود بہی دیکہا تہا۔

قیام امن کے بعد شیخ فیصل نے اپنے مقر حکومت کو واپس جاکر بغاوت کے اسباب کی تحقیقات کی تو اوسے واضح ہوگیا کہ انگریزی قونصل نے شیخ صالح سے اعانت کے عوض یہ وعدہ لیا تہا کہ تخت ملجانے پر گوادر انگریزوں کے حوالہ کر دیگا اور عمان کو انگریزی حمایت میں قبول کر لیگا۔ اس سے شیخ فیصل کے دلمیں انگریزی قونصل کیطرف سے اور رنجیدگی بڑہ گئی۔ اور اُسنے فرنچ قونصل کو اپنا مشیر بنا لیا۔ ادہر فرانس نے ان حوادث کے بعد فیصلہ کر دیا کہ انگریزی جہازات کی حرکات کی نگرانی کرتے رہنے اور انکو خلیج فارس کے سواحل پر کسی بندر پر قابض ہونے سے روکنے کے لیے ایک فرانسیسی جہاز ہمیشہ وہاں مقیم رہی۔ لیکن اسنے اس جنگی جہاز کو تجارتی بنا رکھا ہے جو بصرہ اور بمبئی کے درمیان اسباب لیکر آتا جاتا ہے۔ مینے اس جہاز کے تمام فوجی افسروں اور سپاہیوں کو دیکہا ہوا ہے۔ اسپر خلاصیوں کے علاوہ ایک سو ساٹھ بحری سپاہی ہیں جہاز کے مقاصد مجہے اوسکے افسر اعلے سے کنایتاً معلوم ہوئے تہے۔ فرانس کے مقاصد کی نسبت اوسنے کہا کہ وہ خلیج فارس میں انگلستان کی کوششوں کی مزاحمت کرنے اور اہالی ساحل کو فرانس کا دوست بنانے کے سوا اور کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتا۔ اس جہاز کی سب سے عجیب بات یہ دیکہنے میں آئی

[1] یہی نام ایران کے دو قلیل الوزن و الجسامت جنگی جہازوں میں سے جو ایران کی بحری طاقت کی کل کائنات ہیں بڑے جہاز کا ہے۔ اس سے شبہ

کہ اُسکا قومندان جیمز سمپسن نام انگریز شخص تہا۔ اللہ اکبر فرانس کو اپنی تقویت پر کسقدر بہروسہ ہی کہ وہ اپنی پولیٹیکل راز غیر قوم کی لوگوں سے چہپانی کی کوئی پرواہ نہیں رکہتا اور ایسی اہم کاموں پر بہی ان کو مامور کر دیتا ہے"۔ (اس موقعہ پر شاید یہہ بتا دینا مناسب نہوگا کہ ایک بالکل اجنبی اور بے تعلق سلطنت نے تو محض اسغرض سی کہ اُسکی رقیب طاقت کو زیادہ اقتدار حاصل نہو جائی۔ خاص طور پر ایک جنگی جہاز کو خلیج فارس میں مقیم کر رکہا ہے۔ مگر ایران کی بحری طاقت کی جو کائنات ہی وہ فٹ نوٹ میں درج کیگئی ہے اور نصف خلیج فارس کی مالک دوسری سلطنت یعنی ٹرکی کی یہ کیفیت ہی کہ اُسکا صرف ایک ٹوٹا پہوٹا اگن بوٹ وہاں مامور ہی جو بصرہ سے البیضا تک بمشکل ۷ دن میں پہونچتا ہے جب اسلامی سلطنتوں کی بے بضاعتی یا لاپروائی اسدرجہ پر پہونچی ہوئی ہو۔ تو اغیار کی دست برد سی اُنکی مقبوضات کا بچا رہنا کیا عجایبات روزگار سی کچہہ کم ہو سکتا ہے؟)

"حادثہ مسقط کے پہلے اور بعد بہی انگلستان جزیرہ بحرین کو قابو کرنے کی فکر میں لگا ہوا تہا جسکے لیے یہ تدبیر کیگئی کہ جزیرہ کو اُن منوہ سی جو انگریزی رعیت تہی بہر دیا۔ اور ان لوگوں کی نقصانات کی معاوضوں کی بہانہ سی شیخ عیسی بن خلیفہ حاکم بحرین کی خزانہ کو خالی کر دیا۔ اور جب وہ قرض میں سر سی پاؤں تک مبتلا ہو گیا تو اُسکے پاس ایک باشندہ بحرین کو بایں پیغام بہیجا گیا کہ وہ اپنی ذات اور اپنی علاقہ کو انگریزی حمایت میں دیدی۔ حاکم نے اسکے قبول کرنیسے انکار کیا تو قاصد نے دہمکی دی کہ تم باشندوں کو اجنبی لوگوں کے ستانے کی ترغیب دیتی رہتی ہو۔ دراصل متوطنوں اور آبادگاروں میں محبت و الفت پیدا نہیں کر سکتے۔ ان قصوروں کی پاداش میں تمکو اور تمہاری خاندان کو جزیرہ سی جبرا جلا وطن کر دیا جائیگا۔ یہہ دہمکی اپنا کام کر گئی اور ۱۸۹۳ء کی آخری حصہ میں بحرین[1] انگریزی حمایت میں کر دیا گیا۔ مگر اہالی جزیرہ کو یہ امر گوارا نہوا اور سب نے اپنی شکارگاہہائی صدف اور وطن کو چہوڑ کر قطر میں ہجرت کر جانے کی نیت کر لی۔ اور شیخ قاسم بن ثانی کے پاس چند اکابر کو اسغرض کیلیے روانہ کیا گیا۔ اوسنی اون کی درخواست کو بڑی خوشی سے منظور کر کے اُنکو زبارہ میں آباد کرنے کا عزم کر لیا۔ یہہ مقام جزیرہ کی قریب ساحل احساء پر واقع ہی جو عرصہ مدید سی ویران اور کہنڈر پڑا تہا اُسنے معمار اور مزدور بہیجکر عمارات کو درست کرا دیا اور فقیر و غنی تاجر و صناع کل اہالی بحرین اسمیں آبسی اور زیارہ مدت مدید کی بعد پہر آباد شہر ہو گیا۔ لیکن مہاجرین کو ایک سخت دقت درپیش آگئی اُنمیں تقریباً ۱۵۰ کنبی شکار صدف پر گذارہ کرتے تہی اور شکار کا موسم مہاجرت میں گذر گیا تہا جس سی اُن لوگوں کی حالت فاقہ مستی سی بہت ردی ہو گئی شیخ قاسم کو جب اسکی خبر ہوئی تو اُسنی اہالی عرب کی معمولی دریادلی سی کام لیکر ہر ایک کنبہ کی لیے تین تین سو روپیہ نقد اور اسقدر خرما گندم اور چاول جو آیندہ موسم تک کفایت کریں بہیجدیجیے۔ اور قرضہ کی ادائگی کے لیے تین مساوی سالانہ قسطیں کر دیں شیخ مذکور نے زبارہ کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پیدا ہوتا ہی کہ شاید براک آفندی نے فرنچ جہاز کا نام صحیح نہیں لکہا کیونکہ فرانسیسی بیڑہ میں اس نام کا کوئی جہاز نہیں۔

[1] جزایر بحرین کا مجموعہ ساحل الاحساء سے ۲۰ میل دور خلیج فارس میں واقعہ ہے۔ کل جزایر تعداد میں نو دس ہیں سب سے بڑا بحرین ہے جو ۳۰ میل طویل اور ۱۰ میل عریض ہے دوسری کا نام محرک ہی وہ بحرین کے شمال میں ہی اور ۴ میل طویل اور نصف میل عریض ہی۔ حاکم علاقہ عیسے یہیں رہتا ہے۔ بحرین کا صدر مقام منامہ ہی جو دس میل لمبا ہے۔ اور ۲۵ ہزار کی آبادی رکہتا ہے۔ انگریزی حمایت ۱۸۶۷ء میں قایم کی گئی اور پہر دوبارہ ۱۸۷۰ء میں شیخ عیسے نے باقاعدہ طور پر انگریزی اطاعت کو قبول کیا۔ محرک کی آبادی ۲۲ ہزار ہے۔ اور کل جزایر میں ۵۰ گاؤں آباد ہیں۔ باقی جزیرے چٹانی و غیر آباد ہیں

بھی اپنے خرچ سے تعمیر کرایا تھا اس سے اُسکی دولت وثروت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ادہر جب انگریزوں کو اہالی بحرین کی مہاجمت اور شیخ قاسم کے سلوک کی خبر ملی تو انہوں نے دو جنگی جہاز قطر کو بھیجکر شیخ کو کہلا بھیجا کہ اگر ۴۸ گھنٹوں کے اندر دس لاکھ روپیہ ادا نکیا تو زبارہ پر گولہ باری کیجائیگی اور باشندے پھر بحرین میں بھیجدئے جائینگے شیخ نے اس مطالبہ سے حیران ہوکر دریافت کیا کہ اس تاوان اور دھمکی کا باعث کیا ہے تو جواب دیا گیا کہ انگریزی رعیت کا اسقدر قرضہ ان مہاجرین پر باقی ہے۔ اسپر شیخ نے یہ عقلمندی کیا جو ابدیا کہ کل مقروضوں کی اسماء فہرست معہ تشریح قرضہ جو ہر ایک کے ذمہ واجب ہے میرے حوالہ کیجائے میں ہر ایک شخص کو جسکا نام فہرست میں ہوگا بحرین میں بھیجدونگا۔ وہاں انکی مقدمہ قاضی کے روبرو پیش کیجائیگی جو کچھ وہ فیصلہ کریگا میں اُسکے مطابق روپیہ ادا کردونگا۔ انگریزی بیڑہ نے اس امر کو قبول کیا اور میعاد مقررہ تک قطر کے سامنے لنگر انداز رہکر اہالی بندر زبارہ کو جلدیا اور وہاں سے پھر بحرین ہی ڈیڑھ گھنٹہ کا کال گولہ باری کئی شہر کو دوبارہ ویران وکھنڈر کردیا۔ اور جو لوگ بھاگ سکتے تھے وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے جو شہر سے بھاگ گئے تھے انکو فوج نے خشکی پر آتر کر گرفتار کرلیا اور وہ پھر بحرین میں پہونچادئے گئے اور اسطرح سے شیخ قاسم کے ساڑھے چھ لاکھ روپیہ پر پانی پھر گیا اور دوسری طرف دولت انگلشیہ نے حاکم بحرین سے مطالبہ کیا کہ اسکی رعیت کو واپس لانے کے لیئے زبارہ پر جو گولہ باری کیگئی ہے اُسکا خرچ بحساب فی گولہ پانسو روپیہ ادا کرے اور گولوں کی تعداد کی تعیین جہازات کے کپتانوں پر چھوڑی گئی۔ یہ مطالبہ سنکر عیسیٰ کے ہوش اڑگئے اور اوسنے بنت وسماجت دو لاکھ روپیہ پر رضامند کرلیا مگر وہ اور کا دسواں حصہ بھی ادا کرنیکی استطاعت نرکھتا تھا۔ چنانچہ ادائے قرضہ کیلئے جو سود سو دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا محاصل کا انتظام انگریزی قونصل کے سپرد کردیا گیا کہ بعد وضع خرچ فاضلہ آمدنی قرضہ میں عجالتاً جزائر پر انگریزی حمایت قایم ہوگئی۔ اور قونصل کا عہدہ منسوخ ہوکر اسکا نام شیر حاکم رکھا گیا۔ اور چونکہ دولت عثمانیہ کی صادق رفیق تھی اُسنے جزیرہ کو حمایت میں لیتے ہی شیخ عیسے کو حکمدیا کہ اہالی جزائر بحرین کی جگہ دوسرا نشان اختیار کرے۔ اسی طرح جزائر بحرین کے باشندگان کو (جنکے پاس چھوٹی بڑی تقریباً چار سو کشتیاں ہیں) اپنے جہازوں سے اہالی کا علم دور کرکے نیا جھنڈا لگانیکا حکم دیا گیا۔

باقی حالات آئندہ مذکور ہونے المومید میں یہ تحریر کرنے کا وعدہ کرکے اپنے مضمون کو سردست یہاں پر ختم کردیا ہے اسمیں بعض واقعات کے اسباب بتانے میں اونسے عمداً یا سہواً جو غلطیاں ہوگئی ہیں۔ اونکی تلافی امکان اصلاح کردیگئی ہے۔ ان میں سے اگرچہ بہت سے تاریخی تتمہ ہیں تاہم اس اہالی علاقہ کے خلق جسکی طرف عام مسلمانوں کو اب بہت کم توجہ ہوتی ہے۔ اور جسکے بعض حصہ بہت کچھ مفید واقفیت اور آگاہی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ فساد جسکی خطرناک صورت اختیار کرنیکا اپریل ۱۹۱۴ء کا منظر تھا۔ بسلح وصفائی طے ہوگیا۔ ترکی حکومت کو سیاسی کی خوبی کارروائی نکرنی پڑی اور انواع قاہرہ سنسنہ کو کے اواخر میں اپنی اپنی چھاونیوں کو واپس بھیجدیگئیں۔

سلطنت مراکو

سلطنت مراکو کی نسبت جریدۃ الغرائرات الفنون کا نامہ نگار مغرب الاقصےٰ سے تحریر کرتا ہے کہ "موجودہ حالت بیحد جسمیں مراد نہیں ہے حضرت مولائے عبدالعزیز حاکم (یعنے سلطان) مراکو اجل مراکش کے قریب قصبہ تادلہ میں وہاں کی اور نیز متصلہ علاقہ کی قبائل متوحشہ کو اخضاع وسرکوبی کیلئے مقیم ہیں لکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ اطاعت قبول کرنے اور نقد

جرمانہ ادا کرنے پر رضامند ہیں۔ مگر یرغمال دینے سے انکاری ہیں

"ریف کے سلسلہ کوہ سے ایک قبائل نے جنہوں نے گذشتہ سال میں ایک فرانسیسی جہاز اور اوسکے کپتان و بعض ملاحین کو گرفتار کر لیا تھا ہسپانیہ والوں کا جہاز گرفتار کیا تھا اور بعد ازاں ایک الجالین اور ایک پرتگیز جہاز کا تعرض کرکے اُن کے بھی چند ملاحوں کو پکڑ لیا تھا ان سب قیدیوں کو اسوقت تک اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے جبتک کہ اہالی سپانیہ اُن پندرہ ریفیوں کو جو اونہوں نے جنگی جہاز سے اُپر گولہ باری کرکے گرفتار کر لیے تھے آزاد نکر دیں اور نیز طنجہ (ٹانجیر) وغیرہ بنادر میں جو ریفی قید میں ہیں رہا نہ کر دی جائیں سب سے آخری خبر ہے کہ اہل ریف نے اس مضمون کا خط کل دول اجنبیہ کے قونصلین کو جو طنجہ میں مقیم ہیں روانہ کیا ہے۔ اور اونہوں نے عیسائی یرغمالوں کو رہا کر دینے کی بجائے یعنی اسرہی اور قیدیوں کو رہائی دلوانا شروع کر دیا ہے"۔

کوہسار ریف مراکو کی شمالی ساحل کے قریب بمشرق سے مغرب تک چلے گئی ہیں۔ انکے دائیں طرف (مشرق) فرانسیسی علاقہ (الجزائر) اور شمال پر سپانیہ کے متعدد مقبوضات ہیں جو بندر میلیلا اور سیوٹا کے علاوہ ساحلی جزائر پر بھی قابض ہیں اسلئے اہالی ریف کو اکثر ان سے برسرپیکار رہنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ ہمارے سرحدی قبائل کی طرح یہ لوگ بہت دلیر اور جنگجو اور اُنکا علاقہ بہت دشوار گذار ہے اسلئے نہ عیسائی ہمسایہ اور نہ سلطان ہی جسکے وہ برائے نام مطیع ہیں اُنکو قرار واقعی تنبیہ کر سکتا ہے۔ اگر بمشکل تمام اُنہیں کچھ نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ تو وہ بھی اندھیرے اُجالے عیسائیوں کی چھوٹی موٹی ساحلی کشتیوں اور بادبانی جہازوں کو تاخت تاراج اور اُنکو ملاحین کو گرفتار کر لیجاتے ہیں۔

پچھلے ہفتہ شاہ البیجیم کی درخواست اور مراکو میں روسی سفیر کی تقرری کی خبر درج کرنے کے بعد ہمنے مراکو ایسی وسیع اور با موقع اسلامی سلطنت میں کسی ترکی سفیر کے ہنوز نہ ہونے پر افسوس ظاہر کیا تھا۔ مگر مندرجہ بالا تار کی خبر ساتھ ہی یہ بھی خوشخبری سنا تا ہے کہ مراکو میں عام افواہ شہور ہی ہے کہ عنقریب وہاں مستقل طور پر ترکی سفیر مقرر ہونیوالا ہے۔

اس موقعہ پر مراکو کے مجمل حالات جو فقط دول عظام بلکہ البیجیم ایسی حقیر ریاست کی طمع و آز کا بھی آماجگاہ بن رہا ہے درج کر دینا غالباً نامناسب نہیں ہوگا۔ یہ سلطنت افریقہ کے شمال مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ اسکے شمال میں بحیرہ روم و آبنائے جبل طارق۔ مغرب میں بحر اوقیانوس۔ مشرقی سرحد کا کچھ حصہ پر الجزائر اور باقی حصہ اور جنوب میں صحرائے افریقہ ہے۔ ملک زیادہ تر کوہستانی ہے مگر وادیاں بہت زرخیز ہیں سلسلہ کوہ اطلس اسکو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ مشرق کی طرف اور مغرب کو آکر پھر شمال سے جنوب کا رخ کرتا ہوا ساحل اور اسکے درمیان کا میدان بحر اوقیانوس سے سو میل تک عریض ہے اور اسکا طول پر جہاں سے چار سو پانسو میل تک ہے یہ میدان نہایت زرخیز اور وہاں کی گندم کی بے انتہا پیداوار ہوتی ہے۔ اطلس سے جنوبی علاقہ پہلے تو زرخیز ہے۔ اور اوسمیں خرما و کھجور کثرت پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن صحرا کے قریب پہنچکر بالکل غیر آباد اور ریگستانی ہے۔ سمندر کے متصل شمالی علاقہ کی آب و ہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے اور اکثر یورپین تبدیل آب و ہوا۔ اور بحالی صحت کیلئے موسم سرما میں وہاں جاتے ہیں شیخ عبداللہ کو ئیلم اور فرانسیسی قونصل گریگیر بھی نو اسلام سے مستفیض ہوئے تھے اور بلاد مغرب نے ہی اُنکو اسلام کی خوبیوں کا شیدائی بنایا تھا۔ جنوبی حصہ گرمی میں نہایت گرم

ل یہ خبر تجسی ۱۸۹۹ء کے اواخر میں لکھی گئی تھی اور ہمنے اسکو درست نہ سمجھا ہوگا ہے ترکی حکومت نے مراکو میں سفیر بھیجنا منظور کر لیا ہے جسکی خود حاکم مراکو نے چند ماہ پیشتر درخواست کی تھی۔

اور سرما میں سخت سرد ہوتا ہے۔ اور وہاں بارش کبھی نام کو نہیں ہوتی۔ زرعی اجناس۔ گندم کی جوار۔ جو۔ انگور۔ زیتون۔ شکر کھجور۔ تمباکو اور کپاس ملک کیضرورت سے زیادہ پیدا ہوتی ہیں میوہ جات بالخصوص بادام بافراط ہوتے ہیں اون اور پشم بکثرت ہوتی ہے بکریاں ایسی عمدہ قسم کی ہوتی ہیں کہ "مراکو لیدر" مراکو کا چمڑا جو نہایت ہی ملایم مضبوط۔ اور کل چمڑوں سے بیش قیمت ہوتا ہے۔ انہیں بکریوں کا ہوتا ہے۔ مرغزاروں میں نہایت اعلےٰ نسل کے گھوڑے پلے جاتے ہیں جنکی ممالک غیر کو لیجانے کی ممانعت ہے۔ گائے بیل بھیڑ اور بکری اور گدھے بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ باربرداری کا کام گدھے اور اونٹ دیتے ہیں۔ ریل کا ابتک کل سلطنت میں نام و نشان نہیں۔ شیر۔ چیتے۔ چرخ۔ جنگلی سور۔ ہرن اور شتر مرغ صحرائی علاقہ میں بافراط موجود ہیں۔

ملک میں کئی دریا ہیں جنمیں سے کچھ بحر روم میں اور باقی بحر اوقیانوس میں گرتے ہیں سلسلہ کوہ اطلس میں لوہا۔ ٹین تانبا اور سرمہ کی کانیں ہیں جنمیں سے فقط آخر الذکر دھات کے حاصل کرنے پر کوشش کیجاتی ہے۔ کانی نمک ہر جگہ بافراط موجود ہے اور بمقدار کثیر شورہ دان کو بھیجا جاتا ہے

بڑی صنعت حرفت بیش قیمت سرخ و زرد اور سبز رنگ کا حمڑہ تیار کرنا ہے اسکے علاوہ ریشمی پارچات (فس) ہتھیار توپ و بندوق کی نالیں بھی تیار کئے جاتے ہیں۔

سیاحوں کا بیان ہے چونکہ تمام صحیح معین ہے اسلیئے رقبہ کا درست اندازہ محال ہے تاہم صحیح ترین اندازہ کے رو سے دو لاکھ ۱۹ ہزار مربع میل تصور کیا گیا ہے۔ آبادی کا شمار بھی اسیطرح مشکوک ہے جو پچیس لاکھ سے لیکر ۹۰ لاکھ تک شمار کیگئی ہے۔ انگریز مصنف بچیلی اعداد کو زیادہ قرین قیاس سمجھتے ہیں جنہوں نے ۱۸۶۹ء میں مختلف حصص کی آبادی کا حسب ذیل اندازہ لگایا تھا۔ صوبہ فیض (یا فاس) ۳۲ لاکھ۔ صوبہ مراکش ۳۹ لاکھ۔ صوبہ طافیلہ و علاقہ سجلماسہ ۸ لاکھ۔ صوبجات سوس (دار و شمالی دراعہ) ۱۴ لاکھ قوم وار تفصیل حسب ذیل ہے برابر ۳۰ لاکھ۔ شیلاہ بربر ۲۲ لاکھ خالص بدو عرب ۷ لاکھ۔ مخلوط النسل عرب ۳۰ لاکھ۔ یہودی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار۔ کل ملک میں عیسائی ۵ ہزار سے زیادہ نہیں جنمیں سے ۴ ہزار فقط ایک ہی شہر طنجہ میں آباد ہیں۔

یورپین لوگوں کو ملک کے اندرونی حالات ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ فاس کی آبادی ایک لاکھ چالیس ہزار طنجہ کی تیس ہزار اور مراکش کی ۶۰ ہزار ہے۔

سلطان اور رعایا مالکی المذہب سنت جماعت ہیں۔ ملک ۲۸ صوبوں میں منقسم ہے جنمیں سے بعض بہت وسیع اور بعض صرف ایک ایک شہر پر محدود ہیں سلطان بالکل مطلق العنان ہے۔ اور ساتھ ہی مذہبی پیشوا بھی ہے۔ سلطان روم یا دیگر مسلمان فرمانروا کیطرح اسکے مذہبی احکام شیخ الاسلام کی منظوری کے محتاج نہیں ہیں وہ امیر المومنین کا خطاب رکھتا ہے۔ اور شریف یا سلطان کہلاتا ہے۔ حکمران خاندان علوی الحسینی ہے جسکی تیرھویں صدی میں مولائی احمد نے قائم کیا۔ پہلے کوئی باقاعدہ وزراء نہیں ہوتے تھے کاروبار سلطنت دربار کے مصاحبین اور اہلکار چلایا کرتے تھے جنکا اعلےٰ افسر حوالہ کہلاتا تھا۔ اب باقاعدہ چھ وزیر مقرر ہیں (وزیر اعظم۔ وزیر خارجہ۔ وزیر داخلہ۔ وزیر حرب وزیر خزانہ۔ وزیر محکمہ پریٹ وچیف چمبرلین مگر وہ صرف حکم کے بندے ہیں سلطان اگر مناسب سمجھے تو انسے مشورہ لیتا ہے نہیں

تو بمرضی خود جو مناسب سمجھے حکم دیدیتا ہے۔ ہر ایک صوبہ پر ایک ایک قاید یا گورنر مقرر ہی جسکو اپنے علاقے میں کامل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ وہاں کی ملیشیا فوج کا کمانڈر بھی ہوتا ہے۔ مگر اُن کو سلطان جب چاہے موقوف یا قتل کر سکتا ہے۔

عام تعلیم کی حالت ابھی تک بہت ناقص ہے۔ رعایا کا اکثر حصہ جاہل مطلق ہی۔ چھاپے کا رواج بھی ہنوز عام نہیں ہوا۔ اور قرآن شریف اور دیگر مذہبی کتب زیادہ تر قلمی مروج ہیں۔ اہل مغرب قرآن شریف کے بعد صحیح بخاری کو سب سے زیادہ مستند اور قابل ادب کتاب سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کا اصل قلمی نسخہ نہایت عزت و احترام سے بطور تبرک سلطانی محل میں محفوظ ہی اور جنگ کیوقت اُس سے وہی کام لیا جاتا ہی جو ترک پیغمبر خدا کے مقدس علم سے لیتے ہیں۔ لڑائی میں وہ سلطانی خیمہ میں رہتا ہی اور سپاہی اس مذہبی تبرک اور قومی نشان پر جان کو تصدق کر دینا بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

پُرانے زمانہ میں مراکو کا نام موری ٹی آنا تھا جو بڑا عظیم الشان ملک متصور ہوتا تھا۔ فاتحان عالم اقوام یعنی رومن۔ ونڈال یونانی اور عرب اپنی اپنی باری میں اسکے مالک رہ چکے ہیں۔ ۱۱ ویں صدی میں یہہ فاطمیہ خلفا کی تصرف میں چلا گیا جو اُسکے فتح کرنے سے پہلے ٹولس الجیریا۔ طرابلس و مصر پر متصرف تھے اور پھر اندلس پر بھی قابض ہو گئے۔ موجودہ خاندان شرفا کا بانی مولائے احمد سترہویں صدی میں مراکو کا بادشاہ ہوا۔ سلطان حال مولائے عبدالعزیز پسر سلطان مولائے حسن ۱۸۸۱ء میں پیدا اور ۷ جون ۱۸۹۴ء کو تخت نشین ہوا۔ یہہ خاندان کا پندرہواں حکمران ہے۔ اور حضرت علی تک ۳۶ پشتوں میں اُسکا سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ اسکے چار قبل نشین حسب ذیل ہوئے۔ مولائے حسن جو ۱۸۷۳ء سے لیکر ۱۸۹۴ء تک حکمران رہا۔ سید مولائے محمد ۱۸۵۹ء سے ۱۸۷۳ء تک مولائے عبدالرحمن ۱۸۲۲ء سے ۱۸۵۹ء تک اور مولائے سلیمان ۱۷۹۴ء سے ۱۸۲۲ء تک فرمانروا رہا۔ تاج و تخت۔ یا "شریفی چتر" کی وراثت صرف خاندان فلسیلی یا طاقلیہ کے شرفا میں موروثی ہی۔ اور یہہ ضروری نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا ہی سلطان ہو۔ حکمران سلطان مرنے سے پہلے خاندان میں سے ایک کو اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہے اور انتخاب کرتے وقت اسکا یہہ فرض ہی کہ تا حد علم لایق ترین شخص کو منتخب کرے۔ اسکی وفات کے بعد بالعموم پہلے جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت متوفی کے منتخب کردہ رکن کو بادشاہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ عموماً شاہی خزانہ پر متصرف ہو گیا ہوا ہوتا ہے اور محافظ شاہی فوج جسکے اکثر افسر اعلے عہدہ دار ہوتے ہیں اُسکی طرفدار ہوتی ہی کسیکو اُسکی مخالفت کی جرأت نہیں پڑتی

سلطان زیادہ تر فاس میں اور گاہ گاہ پُرانے دارالخلافہ مراکش یا مقنصہ میں رہایش رکھتا ہی۔ باقاعدہ فوج کی تعداد یہہ ہی دس ہزار عسکری یعنی باقاعدہ پیدل سپاہی جو ایک انگریز کی زیر کمان ہیں۔ چار سو قواعد دان سوار۔ چند میدانی توپخانہ کی باتریاں جو تین فرنچ افسروں کی ماتحت ہیں اور دو ہزار بیقاعدہ سوار۔ یہہ فوج ہر وقت سلطان کے ساتھ رہتی ہی۔ فاس میں بندوق کارتوس بنانیکا کارخانہ قایم کرنے میں مدد دینے کیلئے اطالین گورنمنٹ نے حالمیں دو اطالین افسران توپخانہ اور ایک اطالین انجنیر کی خدمات سلطان کو مستعار دی ہیں۔[1] ایک ہسپانوی فوجی کمشنر بھی پیمایش اراضی کے کام پر مامور ہی اور اندلسوی گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق۔ فاس۔ طنجہ یا طیطوان میں اقامت رکھتا ہی۔ اُنکے علاوہ ایک ہسپانوی فوجی ڈاکٹر ایک ہسپانی فوجی انجنیر اور ایک جرمن انجنیر بھی سلطان کے پاس ہیں کسی ترک عہدہ دار کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ سلطنت مراکو میں ۸ ہزار ملیشیا سوار اور دس ہزار پیدل میں ہر سال چند گورنروں کو

[1] یہ اجنبی ملازم جیسا کچھ سلطان مراکو کو کام دے رہے ہیں۔ وہ کتاب مرقع اسلام و کلمۃ الحق سے معلوم ہو سکتا ہے۔

اپنے اپنے صوبہ کی ملیشیا فوجیں لیکر فاس سے مراکش کو جاتا وقت سلطان کی اردل میں رہنا پڑتا ہے۔ لڑائی کے وقت مندرجہ بالا افواج کے علاوہ مزید چالیس ہزار ملیشیا پیدل و سوار جمع ہو سکتے ہیں کسٹرٹ کا کوئی انتظام نہیں۔

مراکش کو ۱۰۷۲ء میں فاطمیہ خلفا نے آباد کیا تھا۔ وہ دریائے منسیفہ کے قریب ملک کے جنوب مغربی حصہ میں واقع ہے۔ اسکے گیارہ دروازے ہیں اور فصیل بہت مضبوط ہے۔ سولہویں صدی میں یہ کمال عروج پر تھا اور اُسوقت اسکی آبادی دس لاکھ کے قریب بھی۔ اب شہر کے اندر زیادہ تر کھنڈرات یا ویران باغ پائے جاتے ہیں مگر یہ بھی پرانی جاہ و جلال کے اکثر آثار باقی ہیں۔ وہاں بیس جامع مساجد ہیں جنمیں سے بعض نہایت عالیشان ہیں تین شاہی باغات بہت وسیع اور خوبصورت ہیں قدیم شاہی محلسرائیں اور اوسکے باغات کی چار دیواری تین میل گھیر رکھتی ہے یہود یوں کا محلہ الگ پھیلا تا ہے۔ اور اُنکے گرد مزید حفاظت کیلئے علیحدہ فصیل بنی ہوئی ہے۔

جب سے فرنسیسی بحریہ کو فتح کیا اوُنکی اہل مغرب سے کئی دفعہ لڑائی ہو چکی ہے ۱۸۴۴ء میں تمام اسلحہ آخر الذکر کو سخت زک ملی تھی ۱۸۵۹ء میں بحری قزاقی سے تنگ آکر ہسپانیہ نے مراکو سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور کئی معرکوں کے بعد سلطان نے ۱۸۶۰ء میں ہسپانیہ کو ٹک کا کچھ حصہ شیرنا واں جنگ اور کئی تجارتی رعایتیں دیکر صلح کر لی۔ یہ معاہدہ رسوم ادا کہلاتا ہے اور ساحلی علاقہ سٹا کر وزا سکے دو ہسپانیہ کو دیا گیا تھا۔ مگر اُسے اسپر اُنکا تصرف نہیں کیا جسکی وجہ شاید یہ یقینی کا خوف ہے۔

سلطان مراکو کی سالانہ آمدنی تخمیناً پچاس لاکھ پونڈ ہے۔ جو اجاروں۔ محاصل عشرات اور تحایف سے حاصل ہوتی ہے تجارت برآمد کی سالانہ مقدار تخمیناً ۱۷ لاکھ اور درآمد کی ۱۸ لاکھ پونڈ ہے۔ تجارت زیادہ تر فرانس جرمنی اور انگلستان کے ساتھ ہے۔

ڈاک کا انتظام بہتر ہے ہفتہ وار ڈاک شروع ہوا ہے سلطانی ڈاک کے علاوہ انگریزی و فرانسیسی ڈاک خانے بھی موجود ہیں ہفتہ میں چھ بار کاروں فاس طنجہ کا آنا جانا ہے اور بعض اوقات بعض لائنوں پر ہفتہ میں دو دفعہ ڈاک جاتی ہے۔ فاس طنجہ سے جنوب مشرق میں ہے مقصد سکی آبادی ۵۶ ہزار ہے اس سے جنوب میں مراکش آخر الذکر کے جنوب میں ہے الجزیرہ اور پلجذہ اور موگادور (ماراکش) اور بحیرہ روم پر طیطوان وغیرہ مشہور بنادر ہیں صحرا کو قافلوں کی آمد جا بکا صدر مقام طنجہ ہے طنجہ میں ڈاک کی سوا تقریباً کل یورپین سلطنتوں کے قونصل رہتے ہیں انگلستان کا ریذیڈنسی خاص طنجہ میں ہے قونصل اور فاس لاریش باط موگادر۔ صفاعن۔ صافی اور طیطوان میں نائب قونصل ہیں۔

درویش حکومت کا خاتمہ و فساد کا رد

پرتگال کے بحری عروج کے عہد سے صدی میں سوار کچھ سپاہ لاوارث مصری شیاد اسیاحوں میں سے جو ہی تجاوز میر حمّا کا میاب ہوتا چلا آیا ہے اُسی بھیجا دو برسوں کی مہمات سوڈان میں اپنی ناموری اور شہرت کا سکہ کل دنیا میں بٹھا دیا تھا۔ مگر پھر بھی کوئی ایسے شخص موجود تھے جنکو اُسکی کامیابی حاصل ہونیکی امید تھی۔ سردار کی ہر ایک کارروائی ٹھیک پروگرام محمدیہ کے مطابق عمل میں لائی اور خوبی تو یہ ہے کہ وہ امور بھی جو اُسکی اپنے قابو کو نہ تھے ٹھیک اُسکے حسب منشا ظہور پذیر ہوئے۔ کچھ ہی عین تمنا تھی کہ خلیفہ مدرمان سے باہر نکلکر کھلے میدان میں یورپی طاقت سے زور آزما ہو۔ اگلی قوت کا پورے طور سے تلفی قمع کر دیا جائے۔ اور پھر ہمیشہ کیواسطے اُسکے فوج بیکار ہو جائے۔ اور خلیفہ عبداللہ تعزیتی بے قابو تا ہو سکے۔ اگست ۱۸۹۸ء کی گرمی میں خاصکر گوزوز کی گرمی سخت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اگر کچھ کر حسن انتظام اور دریائیل میں وقت کی غیر معمولی سختی نہ اٹھانی پڑی اور کچھ ٹھیک اسی تاریخ پر جو اسکی ہفتے پہلے مقرر کر رکھی تھی۔ ام درمان کے مقابل پہنچ گیا۔ اور دوسرے دن خلیفہ کی فوج کو تقریباً بالکل پامال کر دیا۔

درویشوں کی حکومت تین مہینے تک عایا پر بہت سختی کیجاتی تھی اور حکمران قبیلہ بغارہ کو جبر و ستم کا کل ذخیرہ علاوہ لوٹ ہو گئی ہوئی تھی۔ اس بھلوسہ اگر خیال کیا جائے تو دنیا میں کسی شخص کو اس حکومت کی بیکنی پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ بعد اطمینان ظاہر کرتا ہے مگر یہ سچ ہے کہ سخت قبل افسوس ہے کہ دنیا کو ایسے عالیہمت بہادر سپاہی کا جانا بہادر سپاہی کا

حاصل ہوسکینگے۔ درویشوں میں بہت سے عیوب تھے مگر انکی شجاعت مردانہ اور جانبازی کو ایکدفعہ پہلے ہی کل دنیا تسلیم کرچکی تھی۔ اور اس لڑائی سے اُسکی پھر مزید تصدیق ہوگئی۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ خواہ تہذیب و تمدن کتقدر ترقی کرجائے دنیا میں ایسے لوگوں کا وجود ضروریات سے ہے۔

اسمیں کلام نہیں کہ درویشوں کو دیگر غیر یورپین ممالک کے باشندوں اور حکمرانوں کیطرح اپنی جہالت۔ غفلت بے انتظامی اور دنیا کی بیرخی کا خمیازہ اُٹھانا پڑا ہے۔ اگر خلیفہ عبداللہ مہدی کا جانشین ہونیکے بعد اکثر دیگر ایشیائی یا افریقی فرمانروایوں کیطرح ذاتی لہو ولعب میں مشغول اور نشہ خودبینی و مجد میں سرمست نہو جاتا اور اپنی طاقت کو زمانہ کی رفتار کے مطابق قایم رکھنے۔ اختراعات و ایجادات اور موجودہ علوم و فنون سے استفادہ کرنے میں ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۸ء تک کو بیمزید دیکھنا نہ پڑتا۔ اپنی رعایا کو جہالت کے تعرض سے نکالنے کی کوشش نہ کی۔ اپنی فوجی قوت کو زمانہ کے حسب حال تیار رکھنا اُسپر فرض عین تھا جسکو نظر انداز کردینے کی سزا کے پہلے ہی بینظیر شجاعت و بسالت اُنکے حق میں اُلٹی اور سخت مضر ہوگئی۔ اُسکے پاس حبش کی نظیر موجود تھی۔ کہ اس حقیر ریاست نے مصر کی افواج کو بھی درویش کئی دفعہ فاحش شکستیں دے چکی تھی۔ محض آلات جدیدہ کے طفیل یورپ کی ایک زبردست سلطنت کی تو احد دان فوج پر کیسی نمایاں فتح حاصل کی تھی۔ اگر عبداللہ کو حالم بیدار ہوتا تو وہ اپنے ہمسایہ کو حالات سے بھی استفادہ کرلیتا مینیلیک اُس سے زیادہ مجبوری کی حالت میں اور چاروں طرف سے احاطہ کیا گیا ہوا تھا۔ برعکس اسکے خلیفہ بیرونی دنیا سے کئی راستہ تعلق پیدا کرسکتا تھا۔ مگر مینیلیک نے باوجود متذکرہ صدر مشکلات کے جو کچھ کردکھایا وہ کل عالم پر واضح ہے۔ اور عبداللہ تعاقبی کئی ہزار جان نثاروں کو کٹوا کر اب صحرا اور ریگستانمیں بھٹکتا پھر رہا ہے۔

فتح خرطوم سے افریقہ کے پالیٹکس میں تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے اور اس سے مسٹر سسل ہوڈس کی اس آرزو کی پوری ہوجانیکی قوی امید ہوگئی ہے۔ کہ اسکندریہ سے لیکر راس امید تک خط مستقیم انگریزی اقتدار قایم اور ریلوے اور ٹیلیگراف کا سلسلہ جاری ہوجائے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی دیگر دول یورپ کی رقابت سواب پیشتر کی نسبت تعلقات باہمی میں اگر کچھ زیادہ پیچیدگیاں بھی پڑجائیں تو کوئی تعجب نہیں ہوسکتا کیونکہ گو اس مہم میں نصف فوج مصری ہی شامل تھی۔ اور کل فوج حملہ آور مصر کے ملازم انگریز سپہ سالار کچنر کے ماتحت تھی اور یہ علاقہ ۱۸۸۴ء تک مصر کے براہ راست ماتحت تھا مگر ۱۸۹۰ء کے معاہدہ برلن کی رو سے جو افریقہ کے متعلق چند دول یورپ میں ہوا تھا یوگنڈا سے لیکر خاص مصر کی حد تک کل ملک انگریزی اقتدار کے دائرہ میں شامل سمجھا گیا تھا۔ اور اب اوسکا حصہ کثیر پر عملی طور سے یہ اقتدار قایم ہوگیا ہے۔ فرانس نے اس معاہدہ کو تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ اوسوقت سے اُس علاقہ کے درمیانی حصہ یعنی علاقہ بحر الغزال پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کررہا ہے۔ اور کئی دفعہ سرکاری یا نیم سرکاری مہمیں بھیج چکا ہے۔ چنانچہ ابھی تک دو مہمیں جنمیں سے ایک مغربی افریقہ کیطرف سے روانہ ہوئی تھی۔ اور دوسری بحیرہ قلزم کی بندرگاہ ابوبک سے اسغرض سے علاقہ مذکور کیطرف (اشر طیکہ) راستہ میں ہلاک نہوگئی ہوں) بڑھی چلی جارہی ہیں۔ اور انکی نسبت کئی دفعہ دریائے نیل میں کے قصبہ فشودا تک پہونچ جانے کی خبریں مشہور ہوچکی ہیں۔ اور میجر مکڈانلڈ (انگریز افسر) پہلے

---

۱ زبیر پاشا کے نائب کرنیل ڈگنٹ (آخر نومبر ۱۸۷۶ء میں جبل غیدیر کے قریب پانچ ہزار مصری فوج سے مقابلہ کرکے خلیفہ اور اوس کی تمام سرکردہ امراء کو قتل کردیا۔ اور ۹ ہزار مرد و عورت و بچے سمیت غنائم رسد و ذخائر کے ہاتھ آئے۔ حضرت بابا غرغال عثمان ودنہ اور امراء میں سے جان بچاکر فاشر کے راستہ سے نکل گیا۔ غالباً یہ بھی اطاعت قبول کرلیگا

برس سی یوگنڈا کیطرف سی علاقہ بحر الغزال کو جانیکی کوشش کر رہا ہی جسمیں گذشتہ دو ایک ماہ تک سوڈانی سپاہیونکی بغاوت حارج ہوتی رہی سردار کچنر نے پانچ اگنبوٹ میجر مذکور کی مہم سی جا کر ملنے اور اگر کوئی فرانسیسی علاقہ میں پہونچگیا ہو تو اسی خارج کرنے کیلیئے نیل کی شاخ ابیض کی راستہ گودریائی سرکنڈوں اور جزیروں وغیرہ کیوجہہ سی اسکا دہارا ویسا صاف نہیں جنوب کیطرف بہیجدیئے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی تو ظاہر ہے کہ فرانس کو اس سی سخت برافروختگی ہوگی۔ ادہر ٹرکی بھی یہہ کبہی گوارا نہ کرسکیگی کہ اسکے باجگزار صوبہ کا کوئی علاقہ کسی اور سلطنت کی مستقل قبضہ و تصرف میں چلا جائے اور یہہ یقینی امر ہی کہ اگرچہ جرمنی انگریزی فتحمندی پر رضامندی کا اظہار کرچکی ہے۔ لیکن وہ فرانس ٹرکی کی برخلاف انگلستان کی امداد کبہی نہیں کریگی۔ اسکے ساتھ ہی یہہ بہی اظہر من الشمس ہے کہ مصریوں کا حصہ کثیر اس فتح سے خوش ہونیکی بجائے دلمیں سخت ناراض ہی۔ وہ سمجہتے ہیں کہ انگلستان اس علاقہ کو انکے لیئے نہیں بلکہ اپنی اغراض و مقاصد کی تکمیل اور خود اپنی تصرف میں رکہنے کیلیئے فتح کر رہا ہی اور اس امر کی تصدیق انکو خرطوم پر مصری جہنڈی کی ساتھ انگریزی علم کی بہی نصب کردینے جانیسی بخوبی ہوگئی ہے۔ پس مصریونکی خفیہ رنجیدگی کی ساتھ ہی فرانس و ٹرکی کی علانیہ رنجش سی اس فتح کا جسپر اسقدر خوشی ظاہر کیجا رہی ہی برٹش گورنمنٹ کیلیئے مزید مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنیکا باعث ہوجانا کچہہ بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر انگریزی وزراء اور لارڈ کرومر اس حکومت کو خواہ وہ کیسی ہی سفاک ظالم اور وحشیانہ ہی کیوں نہ تہی اسطرح سے پامال کرنے کی بجائے نرمی و دلاسا و حکمت عملی سی اپنا رفیق اور ساتھ ہی افغانستان و مصر کیطرح اسی شایستہ اور واقعی طاقتور بنانی کی کوشش کرتے تو وہ غالباً اس مدعا میں بآسانی کامیاب ہوجاتی کیونکہ یہہ اپنی قسم کا پہلا تجربہ نہ ہوتا۔ انگریز مدبرین درویشوں سی بدرجہا زیادہ وحشیونکو کئی مرتبہ رام کرچکے ہیں اس تدبیر سی وہ افریقہ میں شمالاً جنوباً اپنا اقتدار قایم کرنیکی ارادونمیں بہی فایز بمرام ہوجاتے اور اونکی مخالفوں کو بہی انگلستان کے برخلاف آزردگی ظاہر کرنیکا کوئی موقع نہ ملتا اور اسکی ساتھ ہی ہماری فوجی قوت سوڈانی بہادروں کی شمولیت سی کئی گنے زیادہ مضبوط ہوجاتی۔ مگر اب بمصداق ایک انگریزی مثل کی بیٹے ہوئی دودہ پر افسوس کرنا فضول ہی مضے مضے درویش سولہ برس حکومت کرکے جہانسی آئی تہی پہر وہیں چلدیئے باقی رہا اس انقلاب کا زمانہ کی امن کیلیئے مبارک یا نحس ثابت ہونا۔ یہہ خداوند کریم کے اختیار میں ہی جیسا چاہی کری لیکن آثار بادی النظر میں اچہی نہیں رہ گئی۔ مشرق الاقصے میں تعلقات کئی دفعہ سخت نازک ہوچکے ہیں اور پولیٹیکل شاطر اپنی اپنی چالونمیں بڑی سرگرمی سی مصروف ہیں اس ہفتہ ادہر سی بہی انگلستان کی بہت بڑی کامیابی کی خبر موصول ہوئی ہے۔ وزرائی انگلستان کو چند مہینوں سی شبہ ہو رہا تہا کہ چین محض روس یا فرانس کی اغواء یا دہمکی سی ہی انگریزوں کی حقوق کو پامال نہیں کر رہا۔ بلکہ کوئی اور بہی معشوق پس پردہ موجود ہی۔ آخر وہ لیہنگچنگ گورنر جنرل صوبہ پیکن ثابت ہوا۔ اسپر گورنمنٹ انگلشیہ نی گورنمنٹ چین سی اسکی موقوفی کا مطالبہ کیا اور جنگی بیڑہ دی ہائی دی بہیجدیا کہ اگر چینی ذرا انکار کریں تو بندر ٹنٹسین وغیرہ پر گولہ باری کیجائے چینی گورنمنٹ اس غضب آلود دہمکی کی تاب نہ لاسکی اور لیہنگچنگ جسکی ۱۸۹۶ء میں روس جرمنی۔ فرانس انگلستان اور امریکہ میں شاہانہ مدارات کیگئی تہی موقوف کردیا گیا ہے۔ مگر فتح خرطوم کی طرح اس

کامیابی سے بھی ہمارے مخالفین اور آگ بگولا ہو گئے ہونگے۔ اور یہ اغلب وجوہ وہ ہمیں زک پہنچانے کے لیے کوئی دقیقہ کوشش اور جانبازی کا اُٹھا نہیں رکھینگے۔ اور ان دونو بظاہر مسرت آمیز خبروں کے ساتھ ہی کریٹ سے سخت ہولناک حوادث کی خبروں کے موصول ہونے سے اگر یہ قیاس کر لیا جائے کہ ہمارے حریفوں نے اپنی چالونکی ریشہ دوانی شروع کر دی ہے تو شاید غلط نہو گا۔ آخر الذکر واقعات جیسے اچانک وقوع پذیر ہوئے ہیں ویسے ہی سخت اندیشناک ہیں اور مزید افسوس یہ ہے کہ انکی ابتدا ہمارے بھی فعل سے شروع ہوتی ہے جسنے ثابت کر دیا ہے کہ گو دیگر معاملات میں ہمارے وزراء کیسی ہی دور اندیشی، تدبیر اور لیاقت سے کام لیتے ہوں۔ مگر مشرقی مسئلہ میں ان صفات سے بہت کم کام لیا جاتا ہے انکو ترکی اخبارات کے طرز تحریر انداز اور لب و لہجہ سے یہ علم ہو جانا چاہیئے تھا کہ ترک کریٹ میں ہر چہار دول یورپ (روس، انگلستان، فرانس اور اٹلی) کی دست اندازی اور مداخلت سے سخت بگڑ رہے ہیں۔ اور خلاف معمول دھمکیاں دینے تک اُتر آئے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ انکے اخبارات کی جو ایسے ملک میں شایع ہوتے ہیں جہاں مطابع کی آزادی حاصل نہیں یہ پُر جوشی بے مطلب نہیں اور وہ ضرور اپنی حکومت کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں اور یہ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ترکی ایسی سلطنت کا جو برسوں سے دلیری ظاہر کرنیکا نام بھی نہیں لیتی تھی اسطرح بالواسطہ طور پر خلاف معمول اپنی ناراضگی کو ظاہر کرنا اس امر پر بدیہی دلالت کر رہا ہے کہ وہ اپنے میں اس ناراضگی کو نباہنے کی طاقت پاتی ہے۔ ایسی صورت میں خواہ مخواہ امیر مقدم بنکر اس سلطنت کو اور برافروختہ اور زمرۂ مخالفین میں شامل کرنیکا باعث ہونا ہرگز دانائی کا فعل نہیں کہلا سکتا۔ کیا آرمینیا کے مسئلہ میں ہمیں روس اور فرانس کی رفاقت کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں ہوئی کہ پھر انہی کے ساتھ شامل ہو کر ترکونکے ایک اور علاقہ میں عملی دست اندازی کرنے سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ اگر امرائے بحر نے کینڈیا کے دفتر عشرات و محاصل پر تصرف کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو اول تو یہ کوشش کرنی واجب تھی کہ کسی اور سلطنت کے سپاہی اس کام پر مامور کیے جائیں۔ اور بفرض محال اگر ہمارے چالاک رقیب اسے منظور نکرتے تو خالص انگریزی دستہ کو بھیجنے کی بجائے چاروں سلطنتوں کے دستونسے مساوی سپاہی اس کام پر لگائے جانے کا اصرار کیا جاتا۔ اور اغلب یقین ہے کہ کسی سے دوسری تینوں سلطنتوں کی نیک نیتی کی قلعی کھلجاتی۔ لیکن سب سے اول تو استحقاق وغیرہ کو الگ رکھکر بھی یہی سوال ہو سکتا ہے کہ ہم کدھر کے خدائی فوجدار ہیں کہ دوسری سلطنتونکے تنازعات مابین رعایا و حکام میں دخل دیتے پھریں۔ اگر انسانی ہمدردی کے تقاضا سے یہ کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی رعایا کی مصیبتوں اور افلاس کی بیخکنی واجب ہے۔ ماسوا ازیں ہمدردی اسکی کیجائے جو اسکا مستحق بھی ہو۔ کل منصف مزاج عیسائی علانیہ پکار رہے ہیں کہ کریٹ کے مسلمان بُرے سہی۔ لیکن وہانکے عیسائی بھی ان مسلمانونسے بدتر نہیں تو بھلے بھی نہیں پھر ایسے نالائقوں کے لیے اور بھی کسیوقت نہیں ایسے نازک موقعہ پر جبکہ ہم کو اپنے دوستونکی تعداد بڑھانی یا کم از کم اپنے مخالفونکی تعداد نہ بڑھنے دینے کی سخت احتیاج ہے اس ضرورت کو نظر انداز کرنا کہانکا تدبر ہے؟ افسوس! اس ایک غلط پالیسی سے صرف ایک چھوٹے سے بلوہ میں ہماری اتنی قیمتی جانیں ضایع ہوتی ہیں کہ ان سے کچھ ہی زیادہ ایک وسیع ملک کی فتح میں اس واقعہ سے دو چار دن پہلے ضایع ہوئی تھیں، اور ابھی خدا ترکی گورنر کا بھلا کرے کہ وہ بروقت مدد لیکر آ پہنچا۔ ورنہ یہ تعداد جنگ ام درمان کے مقتولین و مجروحین کی تعداد کو ہی جا پہنچتی۔ اس جانی نقصان کے علاوہ جو سخت مشکل پیدا ہو گئی ہے وہ علیحدہ رہی۔ اب

اگر خاموش رہیں تو جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ اگر انتقام کے درپے ہوں تو وہ بھی خالی از خطرہ نہیں۔

کریٹ کے مسلمان بھی آخر کسی بل پر اتنے بگڑے ہیں۔ مزید براں خواہ ترکی حکومت خاموش رہے کینڈیا کے مسلمانوں پر فوجی تشدد کیے جانے کی صورت میں وہاں کی ترکی فوج کا بھی پاس مذہبی اور قومی سے اپنے افسروں کے اختیار سے باہر ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ کل کریٹ میں اسوقت تقریباً بیس ہزار ترکی فوج موجود ہے اور وہ صرف سواحلی قصبات میں مقیم ہے۔ اس تعداد میں سے یقیناً آٹھ نو ہزار فوج کینڈیا میں ہوگی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد بھی وہاں چالیس پچاس ہزار سے کم نہیں۔ اتنی بڑی جمعیت کو بزور شمشیر زیر کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہوگا۔

سول کا بیان ہے کہ اگر یورپین دول مسلمان بلوائیوں سے بدلہ لینا تو درکنار انکے سر سے اپنی حفاظت ہی اٹھالیں تو کریٹ کے فقط عیسائی سے جو تعداد میں انسے پانچ گنا ہیں انکو کچل ڈالیں۔ مگر یہ اسکی غلط فہمی ہے۔ اندرون جزیرہ میں عیسائی محض اسوجہ سے مسلمانوں پر غالب اور ان کے املاک و مکانات کو تباہ و ویران کر سکتے رہے ہیں کہ وہاں مسلمان متفرق طور پر چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں آباد تھے۔ اب اسکے برعکس ساحلی قصبات میں وہ بتعداد کثیر موجود ہیں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ انکے پاس اسلحہ وغیرہ بھی ضرور وافر موجود ہونگے۔ کیونکہ ترکی گورنمنٹ بظاہر خواہ کتنی ہی کیوں نہ دباؤ مانتی جائے۔ وہ دل سے اس اجنبی مداخلت سے سخت ناراض ہے اور اسنے بالیقین ان مسلمانوں کو ہتھیار بہم پہنچا دیے ہونگے۔ جنکی معقول تعداد جواد پاشا فوجی گورنر پچھلے سال اپنے ساتھ لیتے گئے تھے اور بعد میں برابر ترکی گورنمنٹ سامان حرب و ضرب اس مخالفت کے وقت تک جو چند ہفتے ہوئے امرائے بحریہ کی تھی کریٹ کو بھیجتی رہی تھی۔ پس خشکی پر مسلمانوں پر جما کرنے سے سخت کشت و خون کے بغیر کامیابی کی بظاہر کوئی امید نہیں باقی رہی جہازی گولہ باری سو یہ مسئلہ امر ہے کہ اگر قلعے مضبوط ہوں تو اس سے انکو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا یہ امر اسکندریہ کی ۱۸۸۲ء والی گولہ باری اور نیز ہسپانیہ امریکہ کی موجودہ لڑائی سے بخوبی پایہ تصدیق کو پہنچ چکا ہے اور کریٹ کے سواحلی قلعوں کی مضبوطی کل دنیا پر روشن ہے۔ جنپر علاوہ بریں گولہ باری کرنا ٹرکی سے علانیہ اعلان جنگ کرنے کے مساوی ہوگا۔ البتہ شہر کی دوسری عمارتوں کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے مگر یہ نقصان عیسائی مسلمان دونوں کے حق میں یکساں ہوگا۔ اور اگر بفرض محال صرف مسلمانوں سے خوب بدلہ بھی لیا گیا تو اس سے حاصل کیا ہوگا۔ اصل بحث یہ ہے کہ کریٹ سے ہماری کونسی تجارتی۔ ملکی۔ پولیٹیکل اغراض وابستہ ہیں کہ ہم انکے لیے یہ بکھیڑا اور مفت کا دردسر بھیڑے ہوئے ہیں۔ بہرحال مسئلہ کریٹ نے سخت خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ جس سے اگر دول یورپ چاہیں تو کل دنیا میں عالمگیر جنگ کرا دینے کا کام لے سکتے ہیں۔ اور اگر ابنائے زمانہ کی قسمت نیک ہے تو اسی کو کریٹ کے مخمصہ سے اپنی مخلصی کرانے کے لیے کافی وجہ بنا سکتے ہیں۔ واللہ علی کل شیء قدیر۔

ضمیمہ اول

بصرہ بغداد حلب لائن کو مشترکہ سرمایہ سے بنانیکی تجویز

[تجویز کی تحریک کیسے ہوئی]

اس تجویز کا ہم پہلے مختصر کہیں اشارۃً ذکر کر چکے ہیں علاوہ اوسوجہ کے جو حاشیہ مذکور میں تحریر کیگئی ہے اس تجویز کی متعلقہ تحریروں کو تاریخ محاربات تسلسل کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کر دینا اسلیئے ہی مناسب و زیبا ہے کہ دراصل اس تجویز کا محرک بھی یہی محاربہ ہوا تھا کیونکہ محاربہ سے فارغ ہو کر جب سلطنت سنیہ نے بحری اصلاح و استحکام کیطرف توجہ کی تو نومبر ۱۸۹۷ء میں یہ افواہ عام مشہور ہوگئی کہ روسنے بالعالی کو لکھا ہے کہ اگر یہ تیاریاں ملتوی نہ کیگئیں تو روس تاوان جنگ کی سابقہ قسطوں کے بقایا کا فوراً مطالبہ اور تقاضا کریگا اور اس دھمکی کو ٹرکی نے بحری تیاریوں کو ملتوی کر دیا۔ اس خبر وحشت اثر سے لازمی طور پر اکثر محب قوم مسلمانوں کو جنہیں تسلی کے نہ ملنے کا پہلے ہی کچھ کم صدمہ نہ تھا سخت رنج پہونچا۔ چنانچہ ایک غیور و باحمیت بزرگوار نے دسمبر ۱۸۹۷ء کے آخری ہفتہ میں ان دھمکیوں کی انسداد کی متعلق ایک تجویز پیش کی جسکو خاکسار نے ناپسند کرکے اوسکے عوض مندرجہ عنوان تجویز کو پیش کیا۔ اور ۲ر دسمبر ۱۸۹۷ء سے یہ بحث شروع ہوگئی اور قاہرہ کے نامور روزانہ اخبار المؤید اور دیگر معزز و معتدر مصری و شامی اور ترکی اخبارات نے اوسکی بڑی جوشی سے تائید کی۔ ان سب اخبارات کی تحریروں کے لیئے گنجایش نکالنا مشکل ہے۔ علاوہ بریں اونکے خیالات اور آرائے کا خلاصہ وکیل کے متعدد مضامین میں ضمناً درج ہو چکا ہے اسلیئے صرف وکیل کی ہی مضامین کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے محولہ بالا بزرگوار محرک و مجوز کا خط مع ایڈیٹوریل ریمارک جو ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۷ء کے وکیل میں شایع ہوا حسب ذیل ہے

"اعانت عسکریہ کے لیئے امیر المومنین کی زیر صدارت جو کمیٹی قسطنطنیہ میں قایم ہے اوسکو کیوں نہیں بڑے سکیل پر بڑھا کر کل دنیا کے مسلمانوں کو روس کی بقایا تاوان جنگ تعدادی تین کروڑ پونڈ کی ادائیگی کیلیئے چھ کروڑ روپیہ جمع کرنے کی ترغیب دیجاتی کہ اوسکا روپیہ ادا کرکے آیندہ کیلیئے اوسکی دھمکیوں اور رکاوٹوں سے خلاصی پالیجائے کہ مسلمان بخیل نہیں ہیں اوسکو کوئی

لہ اس افواہ کی گو بعد میں خود روسی گورنمنٹ نے باضابطہ تردید کردی مگر اسمیں کچھ کلام نہیں کہ روس کو اسمیں ٹرکی کو دباؤ کو لیئے بقائے مطالبہ ہی کچھ کم زبردست آلۂ تہدید روسی تاوان جنگ کی مقدار و قسطوں کی کیفیت واقعات روم اور ٹرکی کی موجودہ حالت وغیرہ میں مشرح بیان ہو چکی ہے مختصر یہ کہ سابقہ قسطوں میں سے تقریباً ۱۳ لاکھ پونڈ بقایا رہ گئے تھے چنانچہ معمولی سالانہ قسط کے علاوہ اس قبلی کی ادائیگی کیلیئے ہی ۱۸۹۸ء کو وسط میں فریقین میں قرارداد ہوگئی۔ اور اس قسم کی ادائیگی کا شاہانہ تنگ کھیل ہوگیا۔

لینے والا ہونا چاہیئے۔ مسلمانان عالم کی حالت کو ہندوستان کے مسلمانوں سے قیاس کرنا درست نہیں۔ بہہ زیادہ مفلس اور کم المداہیں یکمشت مذکور اگر چندین لاکھ کی کمپنیاں قایم کردی اور اسلامی اخبارات میں مسلمانوں کو تحریک دیجائے تو روپیہ کی فراہمی چنداں مشکل نہیں ہوگی۔

نامہ نگار موصوف کی جس قومی اور پرجوشی قابل تحسین ہے۔ لیکن اگر اس دعا میں کامیابی ہی ہوجائے اور زر مطلوبہ فراہم بھی ہوجائے تو روس کو یکمشت تین کروڑ پونڈ ادا کردینا بالکل دانائی سے بعید ہے وہ ٹرکی سے محض تین لاکھ بیس ہزار پونڈ سالانہ لینے کا مستحق ہے۔ اور یہ رقم ایسی نہیں جو ٹرکی ادا نہ کرسکتی ہو تین کروڑ پونڈ کی اول تو سالانہ قسم ۱۲ لاکھ پونڈ ہوتی ہے۔ کجا بارہ لاکھ سالانہ اور کجا سوا تین لاکھ مگر ہمارے نامہ نگار چونکہ مسلمان ہیں اونکو یہ خیال ہی نہ گذرا ہوگا کہ جو رقم وہ یکمشت روس کو دینا تجویز کرتے ہیں اسکا سالانہ سود کیا ہوگا۔ تاوان جنگ کا مسئلہ ٹرکی کی فات سے تعلق رکھتا ہے۔ خلافت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور اسلئے اسکو مسلمانان عالم سے التجا کرنا کسیطرح مناسب نہیں۔ ہاں اگر خداوند کریم مسلمانان عالم کو اجتماع و اجتہاد کی توفیق عطا کردے۔ اور وہ ملکر کسی کام کے کرنے کو قابل ہوجائیں تو زیر بحث تجویز کی بجا ئے یہ تجویز زیادہ عمدہ ہوگی کہ قسطنطنیہ میں بغداد سے براہ دمشق حرمین شریفین و مین تک ریلوے لاین بنانے کیلئے ایک عالیشان کمپنی امیر المومنین کے ظل حمایت میں مشترکہ سرمایہ سے قایم کیجائے جسمیں کل دنیا کے مسلمانوں کو اسمیں شریک ہونیکی دعوت کیجائے اور حصص کی قیمت اتنی رکھی جائے کہ متوسط الحال اشخاص بھی اوسمیں شریک ہوسکیں۔ یہ لاین ڈیڑھ دو کروڑ پونڈ کے سرمایہ سے دو تین برس کے اندر بخوبی تیار ہوسکتی ہے اور اس سے بمصداق ہم خرما وہم ثواب [illegible] ایک تو حرمین شریفین کا راستہ قریب و محفوظ ہوجائیگا۔ دوسرے مسلمانوں کا روپیہ ایک ایسے کام پر لگیگا۔ جس سے ہمیشہ معقول آمدنی ہوتی رہیگی۔ پھر اس لاین کے منافع سے جو کبھی صورت میں ۱۰ فیصدی سے کم نہ ہوگا۔ اگر حصہ داران کمپنی مناسب سمجھیں تو دستی طور پر ان کی قسط تین لاکھ پونڈ ادا کردیا کریں جسکی ادائگی کے بعد یہی اونکو چار فیصدی کی اوسط سے منافع ملتا رہیگا اور سرمایہ بدستور قایم موجود رہیگا۔ اور اتنی بڑی لاین کی جاری ہوجانے سے

[1] اسی اخبار کی ایک اور نوٹ میں حاجیوں کی مصیبتوں کے متعلق یہ بھی شایع ہوا تھا

جریدۃ الفراطر البلس بلاد عثمانیہ و فریضہ حج حاجیوں کو مصایب عدیدہ کے حالات جو اونکو صیانی کمپنیوں کے جہازوں اور طول کے قرنطینہ میں برداشت کرنی پڑتی ہیں نہایت پُر درد اور وقت انگیز پیرایہ میں بیان کرکے اپنے ہموطنوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ کیوں بحری سفر کو جہاں تک دمشق کا پڑاؤ راستہ میسر رہیں کرتے جہاں سے اب بھی ہر سال بارجرمین شریفین کو محمل شریف لیکر قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ اور امیر المومنین کیطرف سے ایک اعلیٰ عہدہ دار مع فوج حاجیوں کی آسایش اور حفاظت کیلئے ہمراہ رہتا ہے۔ مالکان جہاز حاجیوں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کرتے ہیں اور اونکی بدسلوکی کیعلاوہ جہازوں پر اس کثرت سے غریب حجاج کو بھر دیتے ہیں کہ اونکو رکوع و سجود کیلئے بھی جگہ نہیں ملتی۔ اور طہارت و پاکیزگی کا مطلقاً انتظام نہیں ہوسکتا۔ خشکی کے راستہ ان تکالیف کا نام و نشان نہیں اور اسلامی حمایت میں ہونیکا فایدہ علیحدہ رہا۔ بحری سفر میں بڑی آسانی یہ ہے کہ رستہ جلد طے ہوجاتا ہے۔ مگر مالکان جہاز کی حرص و طمع نے اس فایدہ کو موہوم بنا رکھا ہے۔ حاجی تو اس خیال سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں کہ وہ کل سویرا ہوجائیگا۔ مگر کپتان مزید سواریوں کی طمع سے وقت سے پندرہ پندرہ دن بعد تک لنگر کا نام نہیں لیتے۔ اور اس انتظار میں دن کی دھوپ اور رات کی سردی اور شبنم سے متعدد امراض کے شکار ہوجاتے ہیں۔ ہمعصر موصوف کی تحریر ظن غالب ہے کہ جہاز تک

لئی ہزار مسلمانوں کو ایسی معاش کی سہیل ہو جائیگی، اور عراق عرب کی کئی لاکھ ایکڑ بنجر اراضی سہل الحصول اور قابل کاشت ہو سکیگی وہ منفعتیں ابھی علیحدہ ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری ترکی معاصرین، رجال حکومت سنیہ اور بالخصوص انور بیک حسین کاظم بے افندی ترکش قونصل متعینہ کراچی اس تجویز کو باقاعدہ قالب میں ڈھالکر اوسپر عملدرامد کرنے کی ضرور کوشش کرینگے۔ (تصویب الاستانبول)

ترکی ریلوے لائنیں ناظرین کو یہ معلوم ہے کہ گورنمنٹ ترکی نے اپنے ملک میں توسیع ریلوے کی اکثر موجودہ کمپنیوں سے اقرار کر رکھا ہے کہ اگر ان کو لائن سے سالانہ آمدنی فی میل کی اوسط سے مقررہ رقم کے برابر نہ ہو تو کمی خزانہ سے پوری کر دیجائیگی۔ اناطولین ریلوے کمپنی کا کئی لاکھ پونڈ کا مطالبہ اسی کمی سے جمع ہوتا گیا ہے۔ مگر ۱۸۹۷ء میں اب پہلی دفعہ اپنے ملک کی ایک ضمانتدار کمپنی سے گورنمنٹ عثمانیہ کو مالی فایدہ پہونچا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حیدر پاشا اسمد لائن کا اجارہ جو ۹۲ کیلومیٹر لمبی ہے ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو ورٹیمر گ (جرمنی) کی بنک ورنیز کی ڈائرکٹر مسٹر الفرڈ کو لاکھ جو ڈشی بنک کی قایم کردہ کمپنی کے نائب کی حیثیت میں بابعالی سے نامہ و پیام کر رہا تھا۔ اس شرط پر دیا گیا کہ گورنمنٹ فی کیلومیٹر سوا ہزار تین سو فرنک کل آمدنی ہونے کی ضمانت کرتی ہے۔ یعنی اگر اس سے کم ہو تو خزانہ سے پوری کر دیجائیگی ۲۳ مارچ ۱۸۹۹ء کو مسٹر نذ کر نے اپنا اجارہ اناطولین ریلوے کمپنی کو پاس فروخت کر دیا اور اوسنو بابعالی سے اسمد سے انگورہ تک لائن بڑھانیکا اجارہ پندرہ ہزار فرنک سالانہ فی کیلومیٹر کی ضمانت ملنے پر لیکر ساتھ ہی یہ اقرار کیا کہ اگر حیدر پاشا سے لیکر انگورہ تک یعنی کل لائن کی آمدنی بحساب اوسط فی کیلومیٹر دس ہزار تین سو فرنک سے زیادہ ہو تو جسقدر رقم زیادہ ہو وہ پہلے ۹۲ کیلومیٹروں پر پھیلا کر خزانہ عثمانیہ کو دیجائیگی ۱۸۹۷ء میں کل لائن پر بحساب اوسط ۱۳۵۵۸ فرنک فی کیلومیٹر یعنے لائن کی پہلی جنکی ضمانت سے ۳۲۵۸ فرنک زیادہ ہوئی۔ پس ۲۹۹۷۸۰۹۲×۳۲۵۸ فرنک خزانہ عثمانیہ کا حق ہوا۔

اس ضمانتی طریقہ کو طرفدار استدلال کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ ضمانتیں دیکر لائنوں کی توسیع کی کوشش کریگی۔ کیونکہ ۱۸۹۷ء کی معاملات سے واضح ہو گیا ہے کہ اس طریق سے ملک میں آمد و رفت کی ذرایع کی وسیع ہونیکی علاوہ خود گورنمنٹ کو بھی مالی منفعت ہو سکتی ہے لیکن

بقیہ صفحہ گذشتہ اوسکے ابنائے وطن کا تعلق ہے بے اثر رہیگی۔ مگر افسوس بلاد ہند و ملایا اور مغرب الاقصیٰ اور الجزائر وغیرہ کے مسلمان دمشق کے سیاح سے بہت کم مستفید ہو سکتے ہیں بلکہ ہندی حاجیوں کو اوسکی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر ان قواعد پر جو گورنمنٹ عالیہ ہند نے انکی آسایش کیلئے وضع کر کے طامس لگ کمپنی کو اوسکا پابند کیا تھا۔ لیکن جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے قواعد کا وضع کرنا تو آسان ہے مگر انسان کی فطرتی کمزوری کی وجہ سے اوپر پورا پورا عملدرآمد بالعموم بہت کم ہوتا ہے۔ اسلئے اگر ایسے ہندی حاجی جنکے پاس وقت کافی اور زاد راہ معقول موجود ہو۔ بمبئی بنادر سے روانہ ہو کر جدہ کی بجائے بغداد و بصرہ جائیں اور وہاں سے دمشق یا شمالی عرب کے مسلمین شہر نہیں جائیں تو بحری سفر کی تکالیف اور مالکان جہاز کے جور و ظلم سے بچنے کے علاوہ قریباً کل اسلامی متبرک مقامات کربلائے معلے مدینہ منورہ مکہ معظمہ و دمشق اور اگر خدا ہمت کریں تو بیت المقدس کی بھی زیارت سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور جسوقت اسکندرون بغداد ریلوے تیار ہو گئی (جو غالباً عنقریب ایک کمپنی کو ملنیوالا ہے) اور اجارہ کے مطابق پانچ برسوں میں تیار ہو جائیگی تو اوسوقت کل ایشیائی حاجیوں کیلئے اس استسے بہتر اور کوئی راہ نہیں ہو گی

یہ اونکی صریح غلط فہمی ہے۔ اناطولین ریلوی کے حالات کسی پچھلے ہفتہ میں بالوضاحت درج کرکے ہم بتلا چکے ہیں کہ عموماً ایسی کمپنیاں ضمانت پر تکیہ کرکے اپنی آمدنی کو بڑہانے سے پہلوتہی کرتی ہیں وہ اوسکے لیئے کوئی تدبیر یا کوشش نہیں کرتیں۔ اور اون کی غفلت اور سہل انگاری سے ملک کی زراعت اور تجارت کو فایدہ کی بجائے سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ اس سال آمدنی کا اضافہ محض فوجوں کی نقل و حرکت کی وجہہ سے ہوا ہے۔ لیکن اگر انکو لیجانا بہی کمپنی کا اختیاری معاملہ ہوتا تو اناج کے انباروں کیطرح پلٹنیں بہی مہینوں تک سٹیشنوں پر بیٹھی رہتیں۔ اور اونکو منزل مقصود تک پہونچانیکا کوئی انتظام نہ کیا جاتا۔ پس یہہ تین لاکھ فرنک بہی فی الحقیقت گورنمنٹ کو بطور جدید آمدنی نہیں ملی۔ بلکہ اونہی کئی لاکھ پونڈوں میں سے جو بطور کرایہ کمپنی کو دیگئے۔ دس بارہ ہزار پونڈ واپس ملگئے ہیں۔ ہاں اس سال اتنا فایدہ ضرور رہا کہ پہلے ضمانت کی کمی بلا معاوضہ ادا کیجاتی تہی۔ اب وہ کمی فوج کے کرایہ کی صورت میں ادا کردیگئی۔ برخلاف اسکے جن معدودے چند (مثلاً سمرنا ایدن ریلوی) کمپنیوں کے ساتھ ذمہ واری نہیں کیگئی۔ وہ اپنی آمدنی کو بڑہانے کیلیئے دن رات سرگرمی کے ساتھ محنت کرتی رہتی ہیں۔ اس سمرنا ایدن کمپنی کی ہفتہ وار آمدنی چند برس ہوئے شروع شروع میں ہزار ڈیڑہ ہزار پونڈ سے زیادہ نہ تہی جواب بالاوسط آٹھ نو ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اس صورت میں بہی ترکوں یا اہالی ملک کو کچہہ خوشی نہیں ہوسکتی۔ یہہ لاکہا روپیہ ہر ہفتہ غیر قوم اور غیر ملک میں کہنچا چلا جارہا ہے۔ اور بلحاظ تجارت بہی دوسرے ملکوں کو ہی فایدہ پہونچ رہا ہے کہ ٹرکی کی پیداواریں اب اونکو پہلے کی نسبت سستے داموں ملجاتی ہیں۔

ریلوی لائنیں صرف اوسی صورت میں سیاسی۔ تمدنی۔ تجارتی و جنگی لحاظ سے فایدہ مند ہوسکتی ہیں۔ جبکہ وہ اپنے سرمایہ سے تیار کیجائیں اور اونکا اہتمام اُن شخصونکے ہاتہہ میں ہو جنکو ملک کی بہتری سے خاص دلی تعلق ہو۔ مگر افسوس جب کہ دول یورپ بڑے بڑے معرکوں اور جہمیلوں سے ممالک غیر میں ریلوی لائنوں کے اجاروں کے ملنے کی سعی و کوشش کررہی ہیں۔ خود اون ممالک کی گورنمنٹیں اور باشندے خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں اور جبتک وہ خود اپنے سرمایہ اور اپنی ہمت سے کام لینا نہ سیکہینگے یہہ خرابیاں دور ہونے کی بجائے دن بدن زیادہ ہوتی جائینگی اور کمزوری و انحطاط میں اضافہ ہوجائیگا۔

اور ایشیائی ممالک کو چہوڑ کر ہم اس بحث کو صرف ٹرکی تک محدود رکہتے ہیں۔ جس ملک میں ابہی ان کاموں کے لیئے بڑا وسیع میدان کہلا پڑا ہے۔ ترک یا مسلمان ابہی ایسے ناوار نہیں کہ وہ مشترکہ سرمایہ سے ایک اچہی بڑی لاین بنانے کے لیئے روپیہ نہ رکہتے ہوں۔ کمی فقط توجہہ کی ہے جو لاعلمی اور بدبختی سے پیدا ہورہی ہے۔ اس بارہ میں معلوم ہوتا ہے کہ منشاء ایزدی کو بہی کچہہ دخل ہے اور تقدیر نے بڑے بڑے سمجہداروں کی عقل پر پردہ ڈال رکہا ہے۔ کچہہ عرصہ ہوا ہمنے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کے وکیل میں انہی کمپنیوں کا ذکر کرتے ہوئے خیر خواہان قوم کو توجہ دلائی تہی کہ ایک عیسائی انگریز کمپنی بندر سعید سے بصرہ کویت تک ریلوی لاین کا اجارہ ملنے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن اگر کل اسلامی ممالک کے مسلمان اس مجوزہ لاین سے جو سوائے ہندوستان اور بحیرہ روم کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قایم کردینے کے اور کسی مصرف کی نہیں ہوسکتی۔ کسیقدر اوپر بصرہ سے بغداد اور بغداد سے خواہ براہ موصل اور خواہ براہ راست حلب و اسکندرون تک جو بحیرہ روم پر مشہور بندرگاہ ہے۔ اور پہر حلب سے براہ دمشق حرمین کو ریلوی لاین بنانے کیلیئے مشترکہ سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کریں۔

تو اس سے اونکو بے انتہا فواید پہونچ سکتے ہیں۔ ان فواید کی بھی اوس مضمون میں مجملاً تشریح کردیگئی تھی۔ اس تجویز کیطرف تو کسی نے توجہ نہیں کی۔ مگر عیسائیوں کی خوش قسمتی سے انہی دنوں بمبئی کے مشہور محب قوم اور متمول عرب سوداگر مسٹر عبداللہ بدرالدین قور صاحب نے جنسے مسٹر الیگزینڈر محمد رسل وب امریکن نومسلم کو بہت قیمتی امداد پہونچی تھی۔ حیدرآباد دکن میں وہاں کی چند سربرآوردہ امرا کا جلسہ کرکے یہہ ریزولیوشن پاس کرایا کہ مسلمان نواب وزیر ہند کو تاکید کریں کہ وہ بابعالی سے متذکرہ صدر عیسائی کمپنی کو اجارہ دلوا دینے کی کوشش کریں!!!

افسوس جب ایسے عالی دماغ بلند ہمت و اقتدار اور صاحب ثروت مسلمانوں کی ہمت و کوشش صرف ایک عیسائی کمپنی کی اخلاقی امداد کرنے تک محدود ہے تو عوام سے کسیطرح کی شکایت اور اپنی بدقسمتی۔ افلاس اور نامرادی کا گلہ کرنا سرے سے ہی فضول ہے اس مجلس میں مسٹر ممدوح کے علاوہ کئی اور ایسے خداوندان نعمت موجود تھے کہ اگر چاہیں تو اونمیں سے ایک ایک شخص تنہا اس کام کیلیے سرمایہ بہم پہونچا سکتا۔ مگر اسلامی سرمایہ سے کسی کام کو شروع کرنے کی سوجھہ تو دور کی بات تھی مسٹر عبداللہ صاحب نقشہ کو بغور دیکھنے کی تکلیف تک گوارا نفرماسکے ورنہ اُنپر فوراً واضح ہوجاتا کہ عیسائی کمپنی کی جس مجوزہ لاین (بندر سعید سے براہ الجوف بصرہ یا کویت تک) کی وہ تائید کررہے ہیں اوس سے مسلمانوں کو مذہبی یا تجارتی کوئی فایدہ نہیں۔ اسکے ساتھ ہی ایک سرسری نظر سے اونکو معلوم ہوجاتا کہ کونسی لاین یہہ سب مقاصد پورے کرسکتی ہے۔ اور اسوقت وہ یقیناً وہی خط تجویز کرتے جو وکیل میں درج ہوچکا ہے۔

جلسہ مذکورہ کی روئداد معزز ہمعصر جریدہ روزگار سے پڑھکر ہمکو سخت رنج ہوا اور اوسی رنج و افسوس کی حالت میں مسٹر عبداللہ صاحب اور دیگر معززین شرکاء جلسہ کو جنمیں ہمعصر مذکور کے مالک بھی شامل تھے مفصل عریضہ لکھکر التماس کیا گیا کہ ایک غیر قوم کی کمپنی کی مدد کرنے کی بجائے اگر اسموقعہ سے فایدہ اُٹھاکر اسلامی کمپنی بنانے کی تحریک اور کوشش کیجائے تو اون صاحبوں کی شان کے زیادہ شایان ہوگا مگر سوا ایک صاحب کے جنکی تحریر بہت کچھہ حوصلہ دلانیوالی ہے اور کسی صاحب نے ابتک جواب سے ہی مشکور نہیں فرمایا۔ شاید اونکا بلند منصب اور تمول کسی قومی تحریک کی تائید میں دو سطریں لکھنے کی زحمت اُٹھانے کو بھی کسر شان سمجھتا ہوگا۔ بہرحال مسٹر عبداللہ بدرالدین صاحب سے جو اسمعاملہ میں بہت سرگرم معلوم ہوتے تھے۔ اور نیز جریدہ روزگار کے اولوالعزم پروپرائٹر سے جو خدمت قوم و ملت میں شہرۂ آفاق ہیں ایسی لاپروائی کی ہرگز امید نہ تھی۔ اور ان باتوں کو مدنظر رکھکر ہمیں مجبوراً یہ قیاس کرنا پڑتا ہے کہ کم از کم ان دونو صاحبوں کو ہمارے عریضے نہیں ملے ہونگے اسلیئے اسدفعہ بذریعہ اخبار انکو مخاطب کرکے دیگر بہی خواہان ملک آنریبل حاجی محمد اسمعیل صاحب حاجی بادشاہ صاحب ترکی قونصل مدراس و دیگر صاحبان کو بھی بالخصوص اسطرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اسبارہ میں ایڈیٹر وکیل کو اپنی رائے سے مطلع فرمانے سے دریغ نہیں فرمائینگے۔ جسکا ارادہ ہے کہ اگر مناسب تعداد ابنائے ملک کی اوس سے متفق الرائے ہوجائے تو وہ اس تجویز کی تکمیل کیلیئے باقاعدہ کارروائی کا آغاز کردے۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ۔ (۲۱ فروری ۱۸۹۸ء)

بغداد و دمشق کی مجوزہ ترکی ریلوے لاین کے متعلق وکیل پہلے دو دفعہ مفصل تحریر کرکے ابنائے ملک اور اسلامی معاصرین کو اس نہایت ہی مفید اور کارآمد اہم کام کو جس سے

اسقدر فایدے مترتب ہوسکتے ہیں کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تیار کرنے کی صلاح دیچکا ہے۔ مگر افسوس ابتک کسی فرد یا اخبار نے اسطرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ ان اصحاب و اخبارات کو جنہوں نے اسمعاملہ میں کچھہ دلچسپی ظاہر کی تھی (اگرچہ وہ دلچسپی ایک عیسائی کمپنی کو زبانی امداد دینے تک ہی محدود تھی) اسموار مخاطب کرکے اسطرف توجہ دلانے کی کوشش کیگئی تھی۔ یہہ درست ہے کہ مسلمانان ہند عموماً نادار ہیں۔ مگر انمیں ابھی کئی ایسے بھی مالدار ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ رکھتے ہیں۔ اور وہ روپیہ یا تہ خانوں میں بے مصرف بند پڑا ہے یا رفتہ رفتہ خراباتیوں میں صرف ہو رہا ہے۔ یا بڑی بات ہوئی تو اسکا کچھہ جزو یا تو اسلامی احکام محکم کی صریح خلاف ورزی کرکے سودی چلایا جا رہا ہے۔ یا کسیقدر داخلی تجارت پر لگا ہوا ہے۔ لیکن اگر یہی روپیہ ممالک غیر میں کارآمد کاموں پر لگایا جائے تو معقول آمدنی دینے کے علاوہ اس سے ہم میں وہی سپرٹ مستعدی معاملہ فہمی اور امنگ پیدا ہوسکتی ہے جو آجکل یورپین قوموں کو بیتاب کر رہی ہے اور اس ایک ہی امر سے ہمارے لیے ترقی کی سینکڑوں راہیں کھل سکتی ہیں۔

اسی اخبار میں اوپر کسی جگہہ برٹش گائنا کے افغان سوداگر میاں گل محمد خانصاحب کا مختصر حال مندرج ہوچکا ہے۔ اگر وہ اپنا سرمایہ ملک سے باہر نہ لگاتے اور باہر نکلنے کی ہمت نہ کرتے تو غالباً آج اونکو بھی معلوم نہوتا کہ قومی ہمدردی کس جانور کا نام ہے۔ اور نہ اونکو استطاعت ہوتی کہ ۳۲ ہزار روپیہ اس فراخدلی سے ایک مسجد کی تعمیر کے لیے دیدیں۔ ہندوستان میں بچہ بچہ کی زبان سے جو قومی ہمدردی کا لفظ سنا جاتا ہے وہ ہمدردی نہیں بلکہ اوسکا مضحکہ ہے۔ ہمدردی وہی ہوسکتی ہے جسکا کچھہ عملاً بھی وجود ہو۔ ہندوستان میں بھی ہزاروں نئی مسجدیں ہر سال تیار ہوتی ہیں۔ مگر جس غرض اور مقصود کیلیے جارج ٹون کی مسجد بنائی گئی ہے۔ اوسکا ہندوستان کے بانیان مساجد کو کبھی خواب میں وہم و گمان نہ گذرا ہوگا۔ لیکن اگر ہندوستانی مسلمان بکثرت اپنا سرمایہ ممالک غیر میں لگانیکے معتاد ہوجائیں تو ہر سال ہزاروں گل محمد تیار ہوسکتے ہیں۔ خیر یہہ تو جملہ معترضہ تھا۔ مزید افسوس یہہ ہے کہ اصحاب تمول تو خاموش رہے ہی تھے۔ متوسط الحال جماعتوں کے اراکین نے بھی اسطرف کوئی خیال نہیں کیا۔ اور جس قوم کی درمیانی درجہ کی لاپروائی اور بیحس و حرکتی اسدرجہ تک پہونچگئی ہو اسکی موت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہی جماعتیں قوم کی ریڑھ کی ہڈی اور اسکی ترقی یا تنزل کا باعث ہوتی ہیں اعلے رؤسا اور متمولین کو مصلحین ہمیشہ نظر انداز کرتے آئے ہیں۔ یا کم از کم یہ کہ قومی عروج کیلیے اونکی رفاقت اور معاونت کو جزو لازمی تصور نہیں کیا گیا۔ مگر متوسط اور اعلے جماعتیں تو درکنار یہاں کے اخبارات پر بھی جنکو قومی اور ملکی خدمت اور اصلاح کا دعوے ہے کچھہ ایسی مردنی چھائی ہوئی ہے کہ اونہیں کسی بڑے کام کو خود اختیار کرنے یا قوم کو اوسکے اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی جرات ہی نہیں پڑتی۔ سب سے زیادہ افسوس ہمکو اپنے معاونین پر ہے۔ ان سب کا زبانی ادعا یہی ہے کہ وہ قوم کے بڑے خیرخواہ اور قومی معاملات سے کمال دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر ایک یا دو کے سوائے گیارہ سو میں سے کسیکو اس کام کی تکمیل پر کمر ہمت باندھنا تو خیر اپنی رائے ظاہر کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔ وہ شاید تین چار کروڑ پونڈ کا نام سنکر گھبرا گئے ہونگے۔ اور جیسا کہ ہمارے ایک کرمفرما نے پچھلے ہفتہ کے اخبار میں لکھا تھا اسے شیخ چلی کا خواب سمجھہ بیٹھے ہونگے۔ لیکن اگر وہ کل دنیا کے صرف اونہی مسلمانوں کی تعداد کیطرف خیال کرلیتے جو اخبار بینی کا مذاق یا دنیا کے معاملات سے خبر رکھتے ہیں تو اس تعداد کے مقابلہ میں یہ رقم اونکو بالکل حقیر دکھائی دیتی بلکہ اسی تعداد کو ملحوظ رکھکر ہمنے اون پرائیویٹ خطوط میں جو بعض

اصحاب کو لکھ گئی تھی۔ بہرحال ظاہر کی تھی۔ کہ اگر خداوند کریم کی تائید سے اس کام کی تکمیل کی جائے کوئی باضابطہ انتظام ہو جائے تو کسی شخص کو پانچ ہزار سے زیادہ کے حصے اس اسلامی سرمایہ میں خریدنے کی اجازت نہ دیجائے۔ تاکہ بکثرت مسلمان اس میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق شریک ہو سکیں۔ اور کثیر التعداد مسلمانوں کو قومی ترقی اور فلاح کے ثمرات پیدا ہونے کے اس تجویز کا مکمل العمل بلکہ سہل الحصول ہونا اسی سے واضح ہو رہا ہے کہ صرف وکیل کے معاونین میں سے ہر ایک بالاوسط اگر دو دو سو روپیہ کے حصص خریدے تو اڑھائی لاکھ کے حصے بک جاتے ہیں۔

اس دوستانہ شکوہ شکایت کے بعد ہم اپنے اہل وطن اور اصحاب ثروت کو خوشخبری سناتے ہیں کہ ہماری یہ تجویز جیسا کہ اوپر گمان ہو سکتا تھا چلی کی خوابوں کی مشابہ نہیں نکلے پورا ہو جاتی کی بلکہ امید ہو گئی ہے بلکہ اب اتنا یقین پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں ہمارا یہ اصل منشا (کہ کافہ مسلمین کو اس میں شریک ہونیکا موقعہ ملے) مفقود نہ ہو جائے اور صرف چند متمول مسلمان ہی اس کام کو اپنے ذمہ لیلیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بمبئی ریویو اخبار بنگالہ و مدیگر اخبارات ملک کے ہمدردان قوم و ملک اصحاب معاصرین کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ہی چند اصحاب اور اخبارات کو پانچ پانچ خطوط بھی اس بارہ میں تحریر کئے گئے جو بفضلہ خداوند کریم کے فضل و کرم ہو ویسے بے اثر نہیں ہوئے جیسے کہ وہ خطوط اور سررشتہ جو اہالی ملک کی خدمت میں کی گئی تھیں اسکے متعدد اور سرآمد روزانہ اخبار المؤید نے اسمعاملہ کو بڑے شوق سے چھاپنا ذمہ لیکر کل عربی دان مسلمانوں کو ترغیب دینی شروع کر دی ہے اور خود بلا دعا ہمنوا بنیں ہماری تحریرات کا یہ اثر ہوا ہے کہ فی الواقع وہاں اسغرض کیلئے ایک کمیٹی بھی قایم ہو گئی ہے۔ اور کچھ عرصہ ہوا ہے بحوالہ ملہمز جو یہ خبر لکھی تھی کہ بابائی نے انگریزی جرمن کمپنیوں کو ریلوے لائنوں کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اوس مماثلت کی وجہ یہی در اصل یہی اسلامی کمیٹی ہے چنانچہ اسارہ میں ہمارے ایک عنایت فرما نے جو نیز ابتدا میں مسلمانوں کی کمزوری اور لاپروائی پر غور کر کے ہماری تجویز کی کامیابی کو مشتبہ خیال کرتے تھے مگر بعد میں متفق الرائے ہو کر پوری ساعی ہوئے۔ طرابلس الشام سے جو خط روانہ کیا ہے اور اسکی عبارت متعلقہ بمضمون ذیل میں درج کر دیجاتی ہے۔

"درخصوص مسلہ شمندفر (راہ آہن) بنابر امر جناب عالی بسیار بتحقیقات آن کوشیدم۔ و موافق نیت آن جناب بسی امور مفید حاصل آمد۔ اما مرحوم شد کہ مطلقاً درجیلت آنجناب توہ ولایت مرکنہ۔ واز صدقت عزیزی شان وقوع ما بسیاری مرحومہ نیست۔ لہذا چہ اورا مؤید سعای عشائر سوریہ (شام) و اعنیائی دمشق مقدار صد نفر تعہد کہ ہر یکے صاحب کوپن یا لیرہ اند جمع شدہ و بر حسب ہدایت آن مرشد کامل عمل خواہد آمد۔ بحضور امیر المومنین تقدیم نمودہ اند کہ راہ آہن را ہمانا اول تعہد او ہر مصرف دارد و ما متعہد و شریم واز نیت و چہا حصہ شرکت ملوکانہ بتبرع بنام ہمشیر طاکہ اسلاً بنی ما خاکہ کنند و رئیس ادارہ آن حضرت پادشاہ باشد۔ بنابرین با کنون دولت علیہ مذاکرہ این مسئلہ جدید و عہد تمام دارند و ہمہ طالبین فرنگ ہر وقتا جواب دادہ اند و ما کار بجائی نرسد نتیجہ حاصل کنند۔ جریدہ ہائے اینجا بخصوص غرتہ ترکی این مطلب ہمہ نوشتند۔ و انشاء اللہ ہر گاہ نوشتہ شد کیفیت آنرا مفصلاً بعرض خواہم رسانید۔" والسلام

اس سے ناظرین باتمکین کو واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ معاملہ حضرت خلافت پناہی کی بارگاہ عالی تک پہنچ چکا ہے۔ اور اگر حضور ممدوح نے اسے خلعت قبولیت عطا فرما دیا۔ تو صرف ملک شام کے ارباب دولت اسکو اپنے ذمہ لینے پر تیار ہیں گرہم امید کرتے ہیں کہ جلالت مآب کل دنیا کے مسلمانوں کی بہتری کو مدنظر رکھکر انکو اس فیض عام سے مستفید ہونیکا موقعہ دینگے۔ نہیں بلکہ اس مہم شان کمپنی کا بذات خاص صدر انجمن

بنا منظور فرما کر منشا و ارادہ سلطانی کو اجرا سے اُن کو اسمیں شرکت کی ترغیب و تشویق دینگے ایسا کرنا بعض کی نظروں میں شان سلطانی کے شایان نہو مگر منصب خلافت خلیفہ کیطرف سے ایسی کارروائی کا سخت متقاضی ہو۔ اور یہ ظاہر ہو کہ دنیا کے مسلمانوں کو امیر المومنین سے سلطانی حیثیت ہی نہیں بلکہ محض خلافت کے لحاظ سے اخلاص و عقیدت ہو۔ حضور سلطانی میں مندرجہ بالا التماس کرنے کی جسارت ہم اپنی انبائے وطن سے سنکر عرض کرتے ہیں کہ وہ شومئی قسمت و بخت سے مجبور ہو کر اپنی جہالت اور طبعی سہل انگاری اور لاپروائی اور غفلت سے کام نہ لیں بلکہ تا بمقدور اور بکثرت اس کام میں شریک ہو کر اپنی قوم کے لیئے ایسا تمدنی اور مالی رفاہ عام کا پیش خیمہ کھڑا کریں جو ہو قت ضرورت اور امریکہ کی مسیحی اقوام کو حاصل ہے واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل (۱۱- اپریل ۱۸۹۵ء)

بغداد و دمشق لائن

کے متعلق انہیں صاحب نے جو ابتدا میں ہمارا ریفرنس دیکر اسکی تحریک کیجانیکا باعث ہوئی تھی خط ۱۱- اپریل ۱۸۹۵ء کو تحریر کیا ہے۔ اسکو ہم بعینہٖ ذیل میں درج کر کے دیگر بہی خواہان قوم و ملک سے بھی اپنی اپنی رائے اور عندیہ ظاہر کرنیکی درخواست کرتے ہیں بلا شبہ یہ مصر میں لائن کو اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تعمیر کرنے کے لیئے جو کچھ کارروائی ہو رہی ہے اسکا مکمل بیان کسی پچھلے ہفتہ کے اخبار میں درج ہو چکا ہے۔ اسوقت صرف یہی ایزاد کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ہارالین عبد الحق قور صاحب تاجر بمبئی کی کارروائی پر معترض ہوا (وقت جو کچھ ہمنے تحریر کیا تھا۔ اُسکی تصدیق اب ایک انگریزی بمبئی کے اخبار ٹائمز آف انڈیا میں کر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے بندر سعید سے شمالی عرب کا رستہ بصرہ یا کویت تک اگر ریلوے لائن بنائی جائے تو کئی برسوں تک اس سے معقول آمدنی ہونیکی امید نہیں۔ لیکن اگر جیسیکہ ہماری تجویز ہے اسکندرون سے براہ حلب موصل و بغداد و بصرہ تک لائن بنائی جائے تو اُس سے فی الفور سرمایہ پر معقول منافع منتشر ہو جائیگا۔ اسی مضمون پر صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں "مگر افسوس ہے کہ اس لائن کا بہت سا حصہ جرمنوں نے تیار کر لیا ہے اور غالباً چند برسوں میں وہ اپنی لائن بغداد اور بصرہ تک بھی بڑھا لینگے (ہاں لیکن یہ درست نہیں کہ جرمنی کی اجرائی کو صرف حیدر پاشا (قسطنطنیہ کا ایشیائی مضافات) سے عراق عرب کیطرف لائن بنانیکا اجارہ ملا ہوا ہے۔ اور اب تک وہ صرف انگورا تک لائن بنا سکے ہیں جو اناطولین ریلوے کی نام سے مشہور ہے۔ انکو شام اور عراق عرب کے درمیان کسی لائن کا اجارہ نہیں ملا۔ بلکہ غالب امید ہے کہ اب انہیں انگورا سے آگے لائن بڑھانے کی بھی اجازت نہیں ملیگی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ بالعالی نے جرمن اور انگریزوں کو کوئی جدید اجارہ نیز کا فیصلہ کر دیا ہے) صاحب موصوف روم کے حالات سے خاصہ واقف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اُن کی تحریر سے ساتھ ہی یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ اُن کو تازہ ترین حالات اور معاملات سے علم نہیں اور اسی لیئے اونسے یہ غلطی ہو گئی جیسا کہ وہ بعد کو امیر محمد ابن الرشید مرحوم کو اب تک زندہ سمجھنے میں کر رہے ہیں آخر میں ہم اپنے محترم ہمعصر جمل التین سے جمکی رائے کا اسبارہ میں معلوم ہونا بالخصوص ضروری ہے افغانی وعدہ کی درخواست کر کے خط کو ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

جناب مکرمی۔ کل آپ کا اخبار پڑھتے ہوئے یہ شعر "ایچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب" دو بار میری زبان سے نکلا۔ ایک برٹش گائنا میں اسلام کی کامیابی سکندریہ روم روسائے شام اور اہل دمشق کی درخواست بحضور خلیفۃ المسلمین تیاری ریلوے کی ٹھیکہ کے لیئے لگائی کو موقع پر میرے کرم جیسا آپ کی طرح ایسی دوست نے لکھا ہے۔ اگر روسائے شام اور افغانیان دمشق اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے اور انشاء اللہ امید ہے کہ ضرور ہو گئے

تو آپکی قوت ولایت بلاشبہ ظاہر ہو جائیگی اور کامیابی کا سہرا آپ کے سر بندھیگا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اسوقت دو کام کریں ایک کم سے کم اپنے اخبار کے خریداروں کو آمادہ کرتے جاویں۔ اور جیسا مظلومان کریٹ کے چندہ دینے والونکے نام کا ایک کالم میں ہر ہفتہ ذکر ہو جاتا تھا ویسا ہی ہر ہفتہ ایک کالم میں کچھ اور سرخی قائم کرکے ان لوگونکے نام مشتہر کرتے رہیں جو یہاں کے حصص کی خریداری پر آمادگی ظاہر کریں اور فی حصہ دو سو روپیہ سے کم نہ ہو۔ اور دوسرا ادھر بھی کوشش کریں کہ اہل ہند کو بھی اس کمپنی میں حصص ملسکیں چنانچہ اگر یہ بات آپ کے نزدیک نامناسب نہو تو اپنے احباب سے دریافت کرکے دو حصص کی خریداری میری آپ ذکر کر سکتے ہیں (۲۵ اپریل ۱۸۹۸ء)۔

بغداد و دمشق کی مجوزہ لاین کو اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تعمیر کرنے کی تجویز پر ترکی اخبارات میں آجکل سرگرمی کے ساتھ بحث ہو رہی ہے جنکی آراء کا خلاصہ کسی آیندہ ہفتہ میں درج کرکے انشاء اللہ العزیز مفصل بحث کی جائیگی۔ سردست اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ گو ہندوستان میں کسی صاحب ثروت نے ابتک اسطرف توجہ نہیں کی اور بعض ترکی اخبارات کی تحریریں بھی چنداں تشفی بخش نہیں تاہم بعونہ ہماری معروضات اس مبارک سرزمین میں جو براہ راست امیر المومنین کے ظل عاطفت میں ہے متوقعہ اثر پیدا کرنے سے خالی نہیں رہیں چند ہفتے ہوئے ہیں کہ چند رؤسا دمشق و شام کی درخواست کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب تازہ ترین ترکی اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ ایک صاحب ہمت و ثروت بلند خیال مسلمان **محمد عاصم بک** نے بابعالی سے بصرہ اور سمسون[1] کے درمیان اور نیز بصرہ سے سینوپ تک ریلوے لائین تعمیر کرنیکا اجارہ ملنے کی درخواست کی ہے۔ اور شرائط ایسی معقول اور مفید پیش کی ہیں کہ باغلب وجوہ بابعالی انکو منظور کرلیگا۔ بصرہ جیسے کہ اکثر ناظرین کو معلوم ہے خلیج فارس سے اوپر دریائے دجلہ و فرات کے دہانہ کے قریب بغداد سے بجانب جنوب واقع ہے اور سمسون بحیرہ اسود پر دریا یشیل ارماق کے دہانہ کے قریب طرابزون سے تقریباً دو سو میل بجانب مغرب اور دہانہ باسفرس سے تقریباً چار سو میل بجانب مشرق واقع ہے۔ اور بخط مستقیم بصرہ اور سمسون میں نو سو میل کا فاصلہ ہے یعنی اگر یہ لاین تیار ہو جائے تو بحیرہ اسود اور خلیج فارس کے درمیان نیا راستہ قایم ہو جاتا ہے۔ جسطرح سکندرون بصرہ لاین سے بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیان بغرہ اور سینوپ بھی بحیرہ اسود کے جنوبی ساحل پر بندرگاہ ہیں۔ اول الذکر سمسون سے بفاصلہ چالیس اور سینوپ بفاصلہ سو میل بجانب شرق واقع ہے بغرہ دریا قزل ارماق پر ہے۔ اور سینوپ وہ مقام ہے جہاں ۱۸۵۴ء میں روسیوں نے غداری سے ترکی بیڑہ کو تباہ کیا تھا۔

یہ لاین بھی تجارتی جنگی اور پولٹیکل لحاظ سے اسکندرون بصرہ لاین سے کم نہیں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آخر الذکر لائن سے مسلمانوں کے مذہبی متبرک مقامات کے راستے بھی محفوظ اور قریب ہو جاتے ہیں۔ محمد عاصم بک کی درخواست کے مفصل حالات اور شرائط اور نیز یہ امر کہ انہوں نے سرمایہ کا کیا انتظام کیا ہے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ مگر درخواست کا کر دینا ہی بتا رہا ہے کہ بک موصوف نے سرمایہ کیطرف سے اطمینان کر لیا ہوگا۔ باینہمہ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ امتیاز ملجانے کی صورت میں اپنی کمپنی کے پراسپکٹس کو عام طور پر شایع کرکے دیگر ممالک کے مسلمانوں کو بھی اسبات کا موقعہ دینے سے دریغ نکرینگے کہ اگر خداوند کریم انکو اپنا روپیہ کسی سودمند اور مفید کام پر لگانیکی توفیق عنایت کرے تو وہ اسموقعہ سے فایدہ اٹھا سکیں۔ مفصل حالات معلوم ہونے پر ابنای ملک کو ترغیب و شوق دلانے کے لیے انہیں اخبار میں درج کر دیا جائیگا۔ اس اثنا میں ظن غالب ہے اہالی دمشق کی درخواست کا نتیجہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ (۲۳ مئی ۱۸۹۸ء)۔

[1] افسوس ہے صامسون سے براہ سیواس قونیہ تک ریلوے لائین تیار کرنے کا اجارہ بھی آخر وسط نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک روسی متمول کو ملگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لاین کے متعلق ایک کرمفرما حیدرآباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ سردست ایک حصہ خریدتے ہیں دو سو یا چار سو روپیہ جسقدر ایک حصہ کی قیمت تجویز کیگئی ہو اُس سے اونکو اطلاع دیجائے تاکہ وہ اوسے دفتر وکیل میں ارسال کردیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ بعد میں اور بھی کئی حصے خرید کرنیکا وعدہ کرتے ہیں۔ ہم صاحب ممدوح کے مشکور ہیں کہ وہ وکیل کی تحریرات کو بغور پڑھتے اور اوسکی معروضات اور مشوروں کو دلمیں جگہہ دیتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اونکے ارشاد کی تعمیل سے معذور ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ یہ معذوری کب تک قایم رہیگی۔ کیونکہ اس بارہ میں جو تجویز اسلام کے خادم وکیل نے اپنے ابنا ملک اور دیگر بلاد اسلامی کے ارباب ہمم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ ابھی تک اُسے قوہ سے فعل میں لانے کیلئے عملی طور پر کوئی کارروائی شروع نہیں ہوئی ہماری مہربان کو یاد ہوگا کہ ہمنے اس معاملہ کے متعلق یہ تجویز پیش کی تھی کہ بصرہ سے براہ بغداد و موصل حلب و اسکندرون اور وہاں سے براہ دمشق حرمین شریفین اور یمن تک اسلامی مشترکہ سرمایہ سے ریلوے لاین بنانے کی مفصل اور مشرح سکیم کی تیاری کے لیے ایک زبردست کمیٹی باضابطہ طور پر قسطنطنیہ میں امیر المومنین کے ظل حمایت اور سرپرستی میں قایم کیجائے۔ اور پھر یہہ کمیٹی ماہر انجنیروں سے اُس رقم کا اسٹیمٹ تیار کراکر جو اس کل لاین اور اوسکے متفرق حصوں کیلیے درکار ہو اُسکے برابر سرمایہ نامزد اور یہہ تجویز کرے کہ اُسکو اسقدر حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ بعد ازاں باقاعدہ رجسٹرڈ کمپنی گورنمنٹ ٹرکی کی زیر نگرانی اور اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین کے براہ راست ظل عاطفت میں قایم کیجائے جو دوسری کمپنیوں کیطرح ہر شہر و دیار میں اپنے ایجنٹ بھیجکر اور اشتہارات تقسیم کرکے مسلمانوں کو خریداری حصص پر مائل کرے۔ ہمارے مخدوم کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ امر بچوں کا کھیل نہیں اور نہ سیکڑوں یا ہزاروں کا معاملہ ہے کہ ادہر زبان سے نکلا اور اودہر اُسپر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ یہ کروڑوں روپیہ کا معاملہ ہے اور اون اقوام میں بھی جو زر و دولت سے مالامال اور ایسے کاموں پر روپیہ لگانے کی عادی ہیں۔ صرف اسی صورت میں ایسی خطیر رقمیں جمع ہوتی ہیں جبکہ وہ اشخاص یا انجمنیں جنکے ہاتھ میں روپیہ دیا جانا ہو معتبر اور اس کام کو جو تجویز کیا گیا ہو بر سر انجام پہونچانے کے قابل ہوں۔ اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مسلمانوں ایسی قوم سے جو زیادہ تر جاہل اور مفلس ہونیکے علاوہ اس کوچہ سے تقریباً محض ناآشنا ہے کروڑوں کی رقم حاصل کرنیکے لیے کیسی معتبر شفقت اور منظم انجمن اور کیسی زبردست آرگنائزیشن ضروری ہے؟ اور ایسی انجمن جو کل دنیا کے مسلمانوں کی نگاہ میں معزز و محترم ہو وہی ہوسکتی ہے جو اوپر بیان ہوچکی ہے۔ پس اس تجویز کو عملی لباس پہنانے کے لیے سلطان المعظم کی اعانت و راہنمائی سب سے مقدم ہے اس لاین سے خلافت سنیہ اور کافہ مسلمین کو جو فائدے پہونچ سکتے ہیں اونکی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ادنی بات یہہ ہے کہ مسلمانوں کے جمیع فرقوں کے تقریباً تمام مذہبی اور متبرک مقامات کے راستے اس سے محفوظ کم خرچ اور سہل الحصول ہوجائینگے اور مالی لحاظ سے بھی یہ کچھ کم منفعت بخش ثابت نہیں ہوگی۔ عام قیاس ہے کہ اس لاین پر جو سرمایہ خرچ کیا جائے اوسپر کم از کم دس فیصدی سالانہ منافع ملنا کوئی بڑی بات نہیں اور فی زماننا یہہ شرح ایسی نہیں کہ اُسے بنظر حقارت دیکھا جائے۔ بالواسطہ طور پر جو بیشمار فواید عظیم مترتب ہوسکتے ہیں وہ علیحدہ رہے۔ اب رہا یہہ امر کہ آیا سلطنت سنیہ اور امیر المومنین اس ذمہ داری کو اٹھانا قبول کرینگے یا نہیں اسکے لیے لازمی شرط پہلے یہ ہے کہ یہ تجویز اونکے گوش گذار ہو۔ کسی پچھلے ہفتہ میں لکھا جاچکا ہے کہ ترکی اخبارات اس تجویز پر زور شور سے بحث کررہے ہیں اور اسی سے متاثر ہوکر کئی باشندگان ٹرکی نے ریلوے لائنوں کے اجارے ملنے کی درخواستیں بھی کردی ہیں

اس سے یہہ نتیجہ نکالنا غالباً بیجا نہوگا کہ تجویز مذکور ضرور رجال حکومت کے کانوں تک پہونچ گئی ہوگی۔ اب مسترد یا منظور کرنا انکے اختیار میں ہے۔ مگر بظاہر سوا ایک کے کوئی ایسی وجہ نہیں دیکھی جاتی جسکی بنا پر اوسے مسترد ہوجانے کی توقع کیجا سکے۔ بلحاظ اغراض سلطنت و امور ملکداری کوئی امر اس لاین کی تعمیر کا مانع نہیں یہ لاین کسی دشمن کو ممالک عثمانیہ پر حملہ آور ہونے میں مدد نہیں دیسکتی۔ اور نہ وہ ایسے موقعہ پر ہے کہ کوئی دشمن اوس سے کبھی فایدہ اٹھا سکے اب تک تقریباً جسقدر لائنیں تیار ہوئی ہیں۔ وہ یورپین کمپنیوں کی ملکیت ہیں اور یورپین حضرات کی مداخلت جیسی کچھ فایدہ بخش ہوسکتی ہے۔ وہ ٹرکی سے پوشیدہ نہیں۔ ہاں وزرائے دولت اور مشیران سلطنت اگر اس خیال سے تذبذب میں پڑجائیں تو کوئی تعجب نہیں کہ شاید سرمایہ مطلوبہ بہم نہ پہونچے۔ اور پھر خواہ مخواہ جگ ہنسائی ہو۔ اس کام کو برسرانجام پہونچانے کے لیئے اگر اوسیطرح اہتمام کیا جائے جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے تو ہمارے خیال میں کبھی ناکامیابی نہیں ہوسکتی تین یا چار کروڑ پونڈ کا سرمایہ کوئی ایسا بڑا نہیں ہے کہ کل دنیا کے مسلمان اوسے بہم نہ پہونچا سکیں مسلمان ابھی بالکل نادار نہیں ہوگئے اب بھی اُن میں کروڑپتی اور لکھپتی موجود ہیں۔ اور جب اونکو یہ معلوم ہوجائیگا کہ وہ روپیہ خیرات نہیں کر رہے بلکہ منفعت بخش کام پر لگا رہے ہیں تو اونکو باغلب وجوہ اس کام میں بخوشی شریک ہونے سے مطلقاً دریغ نہ ہوگا۔ تاہم اگر مشیران امیر المومنین ان زبانی تسلیوں کے علاوہ اس امر کے عملی ثبوت پیش ہونے کے متوقع ہوں تو اونکے اس فعل کو نامناسب نہیں کہا جاسکتا۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم تا بمقدور ایسا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کریں۔ اور وہ ثبوت اسیطرح پیدا ہوسکتا ہے کہ ہر اسلامی ملک میں معقول تعداد ایسے اصحاب کی موجود ہوجائے جو اس کام میں شریک ہونے پر رضامند ہوں اور پھر اونکی یا اونکے نائبین کیطرف سے باضابطہ عرضداشتیں بابعالی میں بھیجی جائیں کہ اس کام کے لیئے باقاعدہ کمپنی بننے کی صورت میں سردست اسقدر مالیت کے حصے ہم لوگ خریدینگے۔ خاص ٹرکی میں خدا کے فضل سے ایسی تحریک شروع ہوگئی ہے۔ مصر میں ظن غالب ہے المؤید اور المنار وغیرہ معزز اخباروں کی پرزور تحریریں بے اثر نہیں رہینگی اور اونکے ذریعہ سے دیگر ایسے اسلامی ممالک میں بھی جہاں عربی خوان موجود ہیں۔ ضرور کچھ نہ کچھ تحریک ہوجائیگی۔ ایران کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہمارا معزز ہمعصر حبل المتین اسطرف توجہ کرتا تو غالباً اوس ملک والوں کو بھی اس امر کی اطلاع ہوجاتی مگر افسوس اوسنے باوجود وعدہ کرنے کے اس اہم معاملہ کیطرف کوئی التفات نہیں کی جسکی اوس ایسے بھی خواہ قوم و ملت سے ہرگز توقع نہیں ہوسکتی تھی۔ ہندوستان میں وکیل کے سوائے صرف دو اسلامی معاصرین شمس الاخبار اور محمڈن مدراس نے ابنائے ملک کو ترغیب دینے کی کوشش کی ہے۔ دیگر اسلامی ہمعصر اب تک خاموش ہیں جنمیں سے پیسہ اخبار۔ جریدہ روزگار۔ مخبر دکن۔ چودھویں صدی دارالسلطنت۔ مشیر دکن۔ پنجاب آبزرور۔ مسلم کرانیکل۔ روزانہ دہلی۔ تحفہ محمدیہ اور دیگر کئی ایک محب قوم و ملک اخبارات کی خاموشی واقعی تعجب خیز ہے۔ لیکن جبتک یہہ ہمعصر متوجہ ہوں۔ ہم اپنے حیدرآبادی کرمفرما اور دیگر ناظرین سے اس تجویز کی عام اشاعت اور اپنی مساعی جمیلہ کے نتایج سے ہمیں اطلاع بخشتے رہنے کی التماس کرتے ہیں۔ اس کام کے لیئے حیدرآباد۔ بمبئی کلکتہ اور رنگون کے متمول مسلمانوں سے بہت مدد ملسکتی ہے۔ ہمارے دوست گرامی نے پہلے تو بہت کچھ گرمجوشی ظاہر کی تھی۔ مگر اب عرصہ سے خاموش ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہمخیال محولہ بالا حیدرآبادی عالی ہمت کے ساتھ ملکر اس قومی بہبود کے کار عظیم کی تکمیل کے لیئے کوشش کرنے سے دریغ نہیں کرینگے۔ ہمارے مخدوم

تب ہی کوئی حصہ خرید سکتے ہیں۔ جبکہ کمپنی کا وجود قایم ہوا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ سینکڑوں کو اپنا ہمخیال بنائیں بدرالدین عبید اللہ تو رصاحب ایک مسیحی کمپنی کی تائید تو بڑی سرگرمی سے کرتے ہیں مگر اسلامی کمپنی کے قیام کی تجویز سنکر ایسے خاموش ہو گئے ہیں کہ دن ایسے ہیچ ہے جسے قوم سے کبھی اسکی امید نہیں ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اسکی ادنے توجہ سے بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ ہمعالمہ میں اس شخص کی خاموشی جسنوامریکہ میں اشاعت اسلام کو لیے لاکھوں روپیہ مسٹر ویب کو بھیجا ہوں کیا عبرت انگیز نہیں امید ہے کہ حکیم غلام محی الدین مالک انڈیا گرٹ نہ صرف صاحب موصوف کو ہی تلافی مافات پر بلکہ یہ بھی کو اور بھی ذی ہمت اور اہل ثروت مسلمانوں کو اس کام کی تکمیل پر آمادہ کرنے کی کوشش کرینگے اور عالیجناب نہ اکسلنسی قادری بلٹ ٹرکش قونصل جنرل بھی شرط یکہ کوئی مزاحم نہو اپنے وقفوں پر اسکے فوایدظاہر کرنے سے مسلمانان عالم کو مشکور بنائینگے۔ اسموقعہ پر یہ جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کوششوں کو سی پر محدود نہیں کرنا چاہیے کہ لاکھوں اور ہزاروں روپیہ دینے والے ہم پہنچا جائیں گو ایسے اصحاب کا ہونا ہی ضروریات سے ہے۔ بلکہ کثرت تعداد پر زور دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ خواہ ایک ایک دو دو روپیہ ہی اس کام پر لگانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ واللہ المستعان علیہ الاتکلان مصری اور ترکی اخبارات نے جو رائیں ظاہر کی ہیں۔ انکا خلاصہ پھر کسی وقت انشاء اللہ العزیز درج کیا جائیگا۔ (۲۰ جون ۱۸۹۶ء)۔

جرمنوں نے بالعالی سے خلیج فارس سے اسکندرون تک ریلوے لائن کی تعمیر کا اجارہ ملنے کی درخواست کی تھی جو منظور نہیں ہوئی یہ وہی لائن ہے جسکو وکیل نے اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تیار کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ ان منظوری سے یہ نتیجہ نکالنا غالباً غلط نہ ہوگا کہ بالعلہ وجوہ تجویز مذکورہ کو بھی ان منظوری میں بہت کچھ دخل ہوگا۔ اس لائن کی عرض بعالی از جرمن کمپنیوں کو حیدر پاشا (قسطنطنیہ کا ایشیائی حصہ کا بندرگاہ) سے قصبہ تک ۴۳۰ کیلو میٹر میل لمبی اور اسکی شہر سے تونیہ تک (جہاں مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کا مدفن ہے) ریلوے لائنیں تعمیر کرنے اور حیدر پاشا میں بندرگاہ بنانے کا اجارہ دیدیا ہے۔ (۲۰ جون ۱۸۹۶ء)۔

بلاد عثمانیہ اور تعمیرات رفاہ عامہ۔ بغداد و دمشق کی محوزہ لائن کے متعلق بحث کرتے ہوئے کسی پچھلے ہفتہ کے اخبار میں شام کی بندرگاہ طرابلس کا ایک عنایت فرما کا خط بخدمت درج کیا گیا تھا۔ جسکا لب لباب یہ تھا کہ چند متمول اہالی شام نے ریلوے لائنوں کی تعمیر کا اجارہ ملنے کی لیے اعانہ میں درخواست کر دی ہے۔ اسکی اب اخبار المؤید کو نامہ نگار اسکندریہ کی تحریر سے بھی تصدیق ہو گئی ہے۔ انباء و ملک کی آگاہی کی لیے اس تحریر کا ترجمہ ذیل میں دیدیا جاتا ہے۔

"آستانہ علیا کی اخبارات سے جو اہم خبر معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ صاحب ہمت دولت بلاد عثمانیہ میں تعمیرات رفاہ عامہ کے امتیازات ملنے کی لیے جو فلاح و تقدم کی زینہ پر چڑھنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ بڑی سرگرمی کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ ان میں ایک صاحب جیب آفندی سلطان دمشق میں جو شام کی موجودہ ریلوے لائن کے اجارہ دار ہیں۔ صاحب موصوف نے جتنے امتیازات کی درخواست کی ہے وہ سب کے سب نہایت مفید اور منفعت بخش ہیں انکی استدعا ہے کہ اونکو ممالک شامانہ کو بڑی بڑی شہروں میں برقی روشنی کرنے۔ نئی ریلوے لائنوں کی تعمیر اور صنعتی کارخانوں کی قیام کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ اس عرضداشت پر اب وزارت تعمیرات نافعہ غور کر رہی ہے۔ ہمیں کامل امید ہے کہ انباء وطن کہ ہمت چست بانہ کہ آفندی ممدوح کی نیک ارادوں کو تقویت بخشینگے اور مادی و اخلاقی (یعنے قدو و مع سخنی) اوسکی مدد کرینگی تاکہ ان امتیازات کا فایدہ ملک و ملت کو

ہی اٹھائیں یہ نہ ہو کہ ہم میں ہو جب کسیکو یا ہم اجارہ یا محابیں تو وہ ہموطنوں کی لاپروائی سے اور نہیں ممالک غیر کے مالدار و نیکے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور ہو جاوے اور اسطرحے ان مفید کاموں کا فایدہ غیر ونکو جا پہنچے۔ ملک والوں کو کوئی فایدہ نہ ملے بلکہ برعکس اسکے ان کو اپنے ملک میں ان مفید کاموں کو اجرا کرنیکے الٹا جرمانوں اور تاوانوں کا مستوجب ہونا پڑے۔ کیونکہ ابتدی بغیر ضمانت لیکو کام شروع نہیں کرتے اور پھر ضمانت کی بھروسہ پر پوری تندہی سے اوس کام کو فروغ دینیکی کوشش نہیں کرتے۔"

یہنامہ نگار خوشخبری سناتا ہے کہ امیر المومنین نے ولایت شام اور حجاز دمین کے درمیان خشکی پر تار برقی کی لاین تیار کرنیکا حکم صادر فرمایا ہے۔ اس لاین کی ایک شاخ مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع کو بھی جائیگی۔ اس لاین سے جو پولیٹیکل اور تجارتی فوایدمنتج ہونگے وہ بدیہی ہیں وزرائے دولت ارشاد و سلطانی کی تکمیل کیلئے لاین کی حفاظت اور اوسکی خرچ کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں" ایک اور اخبار نے لکھا تھا کہ کسی فرح نجیب نے اس لاین کی درخواست کی ہو۔ مگر نامہ نگار کی تحریر سے واضح ہو گیا ہے کہ اسکا خیال خود جلالت مآب کو سوجھا تھا اور کہ وہ سرکاری خرچ سے بنائی جائیگی **وکیل** اس مبارک خبر کو اپنی تجویز کی کامیابی کا پیش خیمہ تصور کرتا ہے اور انشاء اللہ العزیز اسکا یہ قیاس غلط ثابت نہیں ہوگا۔ اسوقت دیگر بلاد تھامنیہ اور عرب کے درمیان خشکی پر کوئی برقی لاین نہیں۔ بحری تار برقی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور یہ بحری لائینیں عموماً غیر ممالک کی ملک میں ہیں۔ اس مجوزہ لاین کا پولیٹیکل یہی فایدہ یہ ہوگا کہ باجمالی ہیگانہ لائنوں سے مستغنی ہو جائیگی۔ اور تجارتی یہ کہ معاملات کی عام کثرت ہو جائیگی۔ یہ لاین شام کو ضلع معان کے صدر مقام سے شروع ہو کر ینبوع جدہ اور حدیدہ کو جائیگی۔ اور ان تینوں بندرگاہوں سے مدینہ مکہ اور صنعا کو اسکی شاخیں تیار کیجائینگی۔ حفاظت کیلئے عسکر شاہانہ کے علاوہ مشایخ عرب کی فوج بھی تعین کیجائیگی۔ اسی موقعہ پر ہم بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ ہمارے معزز ہمعصر **حبل المتین** نے اپنے وعدہ کو بھلا نہیں دیا بلکہ اسی ماحسن طریق اور مؤثر پیرایہ میں پورا کرنے کے لیے ابتک خاموش رہا ہے۔ اسکے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ "از مقالات ہمعصر محترم ہا (اخبار وکیل امرتسر) من باب انعقاد کمپانی اسلامی بہت متصل سائحتی ممالک اسلامیہ بذریعہ راہ آہن از آخر باخبارات مکی رسیدہ دریں موضوع بحث مینماید کہ مناسب است تجار اسلام بسرپرستی اعلیحضرت خلافت پناہی بجہت ساختن راہ آہن از بصرہ و بغداد و موصل تا دمشق انعقاد کمپانی مخصوصی نموده سرمایہ جمع نمایند جبل المتین با نیکہ وعدہ داده دریں موضوع بحث نکرده بواسطہ تحقیقات بعضے امر ترتب است کہ از اسلام بول شود چنانچہ بعض مراتب باز یافت شده و بعض دیگر نیز علاوہ تحقیق بیشود۔ انشاء اللہ مادیں موضوع علے التفصیل بحث خواہیم کرد۔ (الجلائی ص ۵ ع ۱)۔

بغداد و دمشق کی مجوزہ لاین پر مسلمانوں نے تو توجہ نہیں کی۔ مگر اس تجویز کا مشتہر ہونا تھا کہ عیسائی متمولین کو پہلے سے زیادہ اسکی طرف توجہ ہو گئی۔ اور اب کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا جس میں اس لاین کے متعلق کوئی نہ کوئی تازہ خبر شنے میں نہ آتی ہو ہندوستان کی عام پبلک تو خیر کی تعلیم عام جہالت۔ بالعموم ایسے کاموں سے ناواقف محض ہونے یا تجویز کنندہ کو کسی عام اشاعت نہ ہونے ایکطرحے معذور سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر ہمارے مدعیان ہمدردی قومی اصلاح ملکی کے یعنے دیسی اخبارات غالباً اپنی خاموشی کی کوئی وجہ پیش نہیں کر سکینگے۔ اگر وہ اور کچھ نہیں صرف اسکی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیلیتے تو کم از کم اُن کیطرف سے اتمام حجت ہو جاتا۔ اور پبلک خبر نہونیکی حجت پیش نہ کر سکتی۔ گو خبر ہو جانیکی صورت میں بھی مسلمانوں کی کسی مفید کام کو فی الواقع اختیار کر لینے کی بمشکل توقع ہو سکتی تھی کیونکہ

لہ المؤید۔ طرابلس شام۔ الہلال و نجاح۔ تائید۔ ثمرات الفنون۔ بیروت۔ و معلومات قسطنطنیہ میں مولف کو جو خطوط مشایخ ہوسے اور نیز ان اخبارات اور دیگر اخبار ہندوستان جو رائے ظاہر کی وہ کتاب ہذا کے مبحث تعدد مجامع اسلام میں ماسٹر شاکر پاشا مرحوم کی تحریرات کے ساتھ درج کر دیگئی ہیں۔ اس کا بھی ہی نہیں

ہمارے اکثر مصری شامی اور ترکی اخبارات نے اسبار میں فقط اپنا فرض ہی ادا کیا ہے بلکہ اپنی پُرزور تحریرات سے ہندوستانی اخبارات کی بھی توجہی کی تلافی کردی ہے مگر نتیجہ پوچھو تو ہمارا وہی دکاسہ والا معاملہ ہے۔ وہاں بھی ابتک کسی مسلمان کو اس نیک اور مفید فایدہ بخش کام کی تکمیل کی طرف متوجہ ہونیکی جرأت نہیں پڑی۔ برعکس اسکے یورپین متمولین میں کچھ ایسی بیچینی اور بیقراری پیدا ہوگئی ہے کہ جسکی مستعدی اور سرگرمی بالجملہ حصول امتیازات کے لیئے وہ آجکل دکھا رہے ہیں پہلے کبھی نہیں ویسی نہیں ظاہر کیگئی تھی۔ شاید اُن مسلمانوں کی رقابت اور ہمسائگی کا اثر ہے جنکے ہاتھ سے چھن جانیکا اندیشہ پیدا ہوگیا ہو مگر گذشتہ دس مہینوں کے تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ اُن کے دلوں میں کوئی ایسا اندیشہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ کل ممالک کی نسبت ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور یہ کہنا بھی غالباً مبالغہ میں داخل نہ ہوگا۔ کہ اس گئی گذری حالت میں بھی جسقدر متمول مسلمان اس ملک میں موجود ہیں اتنے شاید کسی اور ملک میں نہ ہونگے۔ اور ان لوگوں کو اس تجویز کے فوایدا ور اہمیت پر صرف اخبارات کے ذریعہ متوجہ کیا جاسکتا ہے جنکی خود اپنی نہ کوئی کوشش ہے نہ کوشش کرنیکی ضرورت ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ ایک عظیم الشان اسلامی مملکت کی قومی اور انتظامی کمزوری کا علاج صرف اُن لوگوں کی طرف سے ہوسکتا ہے جنکی پست ہمتی اور غفلت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے جو دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں بھی مشکل سے پائی جاسکتی ہے پھر ایسی حالت میں کونسی کیا تدبیر ہوسکتی ہے جو ہمارے اسلامی معاصرین اس تجویز کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟ وہ ایسا کرنے سے ہمارے کسی خیراتی فنڈ کے لیئے روپیہ نہ مانگتے۔ بلکہ اُن کو ایک ایسا مصرف سوجھانے والے ہوتے جس سے ہمارے متمولین کو غالباً دوگنے کاموں پر روپیہ لگانیسے مالی فایدہ بہت زیادہ ہوسکتا۔ وغیرہ قومی اور تعلیمی فوایدجو خود بخود مترتب ہوجاتے وہ علیحدہ رہے آجکل ہمارے ملک میں جابجا مدارس اور کالج قایم کرنیکا عام شوق پیدا ہورہا ہے مگر افسوس کہ ہمارے حامیان تعلیم کو اپنے خیالات کو ذرا وسیع اور بلند کرنیکی فرصت نہیں ملتی۔ اگر وہ تجویز مذکور پر ذرا سا غور کرنیکی تکلیف گوارا کرتے تو بیشبہ واضح ہوجاتا کہ مالی فایدہ کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور محفوظ ان ویسٹ منٹ آدمنی کے لیئے کسی کام پر روپیہ لگانا ہونیکے علاوہ مجوزہ لائن ہماری نوجوانوں کو تجارتی صنعتی۔ فنونی علمی اور عالی تعلیم دینیوالی ایک عظیم الشان یونیورسٹی کا کام دیسکتی ہے۔ مذہبی لحاظ سے بھی یہ لائن کچھ کم اہم نہیں اسباب میں اسکا ادنے ترین فایدہ یہ ہوگا کہ ہمارے مذہب کے تمام فرقوں کو متبرک مقامات بہل الحصول اور امن تک پہنچنے کا خرچ بہت کم ہوجاتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ اگر اُن خوش اعتقادوں کو جو مساجد دسماع خانوں اور غلافوں پر لاکھوں روپیہ بیدریغ خرچ کردیتے ہیں اور جو ہر سال لاکھہا روپیہ غریب لوگوں کو بھیجکر انہیں صرف کرتے ہیں یہ سوجھایا جائے کہ اس لائن سے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور نجف اشرف اور کربلائے معلے کو زایرین اور حرمین شریفین کے حاجیوں کی لیئے کیا کچھ سہولتیں پیدا ہوجائینگی۔ وہ رستہ کی جو دقتیں مصائب اور مشکلات ہیں بالکل محفوظ ہوجائینگے اور ساتھ ہی ہم خرما وہم ثواب۔ نیکنامی شہرت اور ثواب عقبیٰ و آخرت کے علاوہ جو روپیہ لگایا جائیگا۔ اُس سے ہر سال ہمیشہ کے لیئے معقول فضہ بھی ملتا رہیگا۔ تو وہ لوگ اسکی تکمیل پر آمادہ ہوجائیں۔ ہندوستان کی بندرگاہوں اور ریاستوں میں ابتک بیسیوں ایسے متمول مسلمان موجود ہیں کہ اُنمیں سے صرف تین چار ملکر اس کام کو اپنے ذمہ لے سکتے ہیں اور اُنمیں سے بعض ایسے صاحب بھی ہیں جو اس قسم کے تجارتی کاموں کے مفاد سے ناواقف نہیں چنانچہ حال میں ہی سکندرآباد کی عالی ہمت وفیاض حاجی سیٹھ سیٹھ لال صاحب نے اپنے روپیہ سے ریاست میں ایک ریلوے لائن بنانے کا اجارہ لیا ہے پہلے ریاست میسور میں دو مسلمانوں نے جنکا پہلے ذکر ہوچکا ہے سوتی کانوں پر کام کرنے کا اجارہ حاصل کیا ہے

بمبئی میں حاجی قاسم کئی خانی جہازوں کے مالک ہیں۔ اور ان کو ہم یکے کئی مسلمان تاجروں ہی موجود ہیں اسلئے ایسے اصحاب کو اگر توجہ دلائی جائے تو وہ غالباً ضرور کارِ مجوزہ کی تکمیل پر کمربستہ ہو جائیں۔ اور انکو متوجہ کرنیکا ذریعہ یہی اخبارات ہیں۔ اگر کل اسلامی اخبارات اس معاملہ پر بحث کریں تو انمیں سے کوئی نہ کوئی ضرور خود ان متمولین یا انکے دوستوں یا مشیروں میں سے کسی کی نظر سے گذر جائے۔ اور بطرح عام اشاعت ہونیکے ساتھ یہ تجویز خاص خاص لوگوں کے کانوں تک بھی پہنچ جائیگی۔ کیا ہندوستانی اخبارات کی عرق حمیت مصری اخبارات کو دیکھکر بھی متحرک نہیں ہوتی کہ جو تجویز ہندوستان سے پیدا ہوا سپر غیر ملک کی اخبارات تو اس سرگرمی سے مصروف بحث ہوں۔ اور یہاں کے اخبارات ایسے گمن ہوں کہ خبر ہی نہ شد ہمارا ہمعصر الستین ان دونوں اتحاد و شیعہ و سنی پر بحث کو شش کر رہا ہے۔ اور ہر ہمعصر مسلمان کی دلی دعا ہے کہ وہ ہمیشہ کامیاب ہو۔ اسکے لیے وہ دونو مذہب کے علماء کی کانفرنس منعقد کرنا چاہتا ہے اور اسکی اس تجویز سے تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ **وکیل** بھی اتفاق رائے کر چکا ہے۔ مگر قدر ہے غور و فکر کرنے سے ہر صاحب دانش پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ اتحاد کی بنا محض زبانی لفاظی اور پند و نصائح سے بہت کم قایم ہوا کرتی ہے۔ لیکن کسی کام میں عملی طور پر بالاشتراک ساعی ہونے سے خود بخود نامعلوم طور پر دلونمیں محبت اور الفت پیدا اور پھر رفتہ رفتہ استحکام پذیر ہو جاتی ہے۔ پس اگر ہمارے معزز ہمعصر انقاد کانگرس کی بجائے دونو فریق کے معتقدین کی ایسی کوئی ایسا کام ہم پہنچانیکی کوشش کریں تو غالباً وہ اپنے مدعا میں بہت جلد اور باحسن طریق کامیاب ہو سکینگے۔ اور ایسا کام جہانتک نظر ہر قیاس کیا جا سکتا ہے اسوقت مجوزہ لائن سے بڑھکر عمدہ اور مناسب کوئی نہیں ہو سکتا جسمیں اسکی عظمت کیوجہ سے ہر دو جماعت کی کثیر التعداد اصحاب تا سانی شامل ہو سکتے ہیں اور جسقدر شمار میں کثرت ہو اسیقدر اتحاد کا مدعا زیادہ پورا ہو سکتا ہے۔

ممکن ہے ہمارے بعض ہمعصر اب اسخیال سے اسمعاملہ میں کوشش کرنے سے سود سمجھیں کہ کئی مسیحی متمولین نے اکثر مفید لائنوں کی اجارہ حاصل کر لیے ہیں اور خود مجوزہ لائن کی حصہ کثیر لیے بھی درخواست کر دی ہو جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غالباً ضرور منظور کر لیجائیگی۔ لیکن ہم پہلے ہفتہ کے اخبار میں تحریر کر چکے ہیں کہ یہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہیں چنانچہ ان خبروں کی حال کوئی تصدیق نہیں ہوئی کہ ایک فرانسیسی کو قونیہ سے بصرہ تک اور ایک جرمن بنک کو قیصریہ سے سرحد ایران تک لائنیں بنانے کا اجارہ ملگیا ہے لیکن اگر یہ درست بھی ہوں تو ان سے ہماری تجویز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ البتہ روسی کونٹ ڈی تفرتیا جسنے اوسی لائن کی حصہ کثیر کے لیے درخواست کی ہے وہ قابل بحث ہے۔ **وکیل** کی تجویز تھی کہ بجائے اس لائن کے جو ایک انگریزی کمپنی کو یا بصرہ سے عرب کے شمالی علاقہ کی رستہ بندر سعید تک بنانا چاہتی ہے۔ بصرہ سے بغداد و موصل تک اور وہاں سے حلب اور اسکے بندرگاہ اسکندرون تک اور پھر حلب سے براہ دمشق حمص و بعلبک تک مشترکہ ریلوے سرمایہ جسکی مقدار زیادہ نہیں ۱۲ یا ۱۵ کروڑ روپیہ ہوگی۔ اسلائن تعمیر کیجائے۔ روسی کونٹ کی درخواست سے بھی **وکیل** کی تجویز کی معقولیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اسنے بھی انگریزی کمپنی کے مجوزہ خط کی بجائے تقریباً یہی خط اختیار کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بصرہ شام پر اسنے اسکندرون کی بجائے

× × × ×

بصرہ کو اور دوسری دریائے فرات کو بمقام ہت عبور کرکے دوآبہ میں سے ہوتی ہوئی دریائے دجلہ کو بہی عبور کرکے شمالمشرقی رُخ سرحد ایران تک مقام خانی کن کو لیجانے کا ارادہ رکہتا ہے۔ خانی کن عین ترکی سرحد پر بغداد سے بجانب شمالمشرق تخمیناً ۸ میل اور ایران کے مشہور قصبہ کرمانشاہ سے عین بجانب مغرب تقریباً ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کونٹ مذکور بابعالی سے کوئی ضمانت بہی نہیں مانگتا۔ اور بابعالی نے اُسکی درخواست کو بغرض غور و رپورٹ وزارت تعمیر عامہ کے پاس بہیجدیا ہے۔ مگر اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسکی درخواست ضرور منظور کرلیجائیگی۔ اول تو ترکی اخبارات کی رائے اور تحریرات سے پایا جاتا ہے کہ ترک اب اجنبیوں کو ایسے اہم اجارے دینا ہرگز مناسب تصور نہیں کرتے۔ جب عام اجنبیوں سے ایسی بدظنی ہو رہی ہے تو روسیوں سے بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ دوم کسی درخواست کو لے لینے سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ اُسے ضرور ہی منظور کیا جائیگا۔ کسی کی درخواست کو سماعت کرنے سے بہی انکار کردینا بداخلاقی میں داخل ہے اور ترکوں ایسی خوش اخلاق قوم سے ایسا کبہی نہیں ہوسکتا۔ حالات موجودہ پر غور کرنے سے درخواست مذکور کے منظور ہونے کی نسبت بالآخر اُسے مسترد کردیئے جانیکی زیادہ قوی امید ہے۔ بہرحال یہہ یقینی امر ہے کہ مہینوں تک اسکا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اور اس عرصہ میں اگر مسلمان متمولین کی کوئی جماعت باقاعدہ قایم ہوکر باضابطہ امیرالمومنین سے درخواست کردے تو وہ ایک اسلامی کمپنی کے مقابلہ پر مسیحی سائلین کو کبہی ترجیح نہیں دینگے۔ ہمیں اسوقت صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ اگر کچہہ کرنے کا ارادہ رکہتے ہیں تو ذرا زیادہ مستعدی اور سرگرمی سے کام لیں اور ابنائے ملک کو اپنی طرف سے حتی الامکان اسطرف مایل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر بفرض محال روسی سایل یا کوئی اور خواستگار بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیان لاین کا اجارہ حاصل کرنیمیں کامیاب بھی ہوجائے۔ پھر بھی مجوزہ لاین کا بہت بڑا حصہ یعنی دمشق سے یمن تک معہ متعدد شاخوں کے باقی رہیگا۔ جو کسی صورت میں غیر مسلم کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور ہمارے اغراض اس لاین سے بہی حاصل ہوسکتے ہیں البتہ اتنا فرق ضرور ہوگا کہ مالی لحاظ سے یہہ ٹکڑا شاید اول الذکر ٹکڑے کے برابر منفعت بخش نہو۔ لیکن یہہ فرق کچہہ ایسا بڑا نہیں ہوگا۔

بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیانی ٹکڑے کی نسبت الہ آباد کا پایونیر ایک پرائیویٹ خط کے حوالہ سے اس ہفتہ ایک عجیب خبر سناتا ہے جسمیں قیصر جرمن اور جرمنوں کے ارادوں کا ذکر کرنے کے بعد جنکا لب لباب کسیجگہہ آگے درج کردیا گیا ہے تحریر ہے کہ شامی عثمانی کمپنی جو بندر سعید سے بغداد تک ریلوے لاین جاری کرنے کے لیئے قایم ہوئی ہے عنقریب کام شروع کرنا چاہتی ہے۔ اور انگریزی گورنمنٹ کمپنی مذکور کی ہر طرح سے امداد کر رہی ہے شامی عثمانیہ کمپنی کا نام اب پہلی مرتبہ سننے میں آیا ہے۔ اخبار اتحاد مصری نے البتہ چند ہفتے ہوئے یہہ لکہا تہا کہ ایک عیسائی انطون بک یوسف لطفی کو شام سے مصر تک ریل بنانے کا اجارہ ملگیا ہے۔ یہہ صاحب غالباً شامی عیسائی ہیں اور کچہہ عرصہ ہوا ہمارے ایک عنایت فرمائے طرابلس الشام سے تحریر کیا تہا کہ دمشق میں چند متمولین نے ریلوے لاین کا اجارہ ملنے کی درخواست بابعالی میں کردی ہے۔ خط مذکور جو فارسی میں تہا بجنسہ اخبار میں درج کردیا گیا تہا۔ ممکن ہے اُسی جماعت نے شامی عثمانی کمپنی کا نام اختیار کرلیا ہو اور اُسکی درخواست بنظر استحسان دیکہی گئی ہو۔ لیکن اگر یہہ قیاس درست ہو تو انگریزی گورنمنٹ کی امداد کا کچہہ مطلب سمجہہ میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ جماعت مذکور نے یہہ لازمی شرط قرار دی تہی کہ کسی یورپین کو اسمیں شریک نہیں

کیا جائیگا بہرحال ہم خوش ہونگے کہ ہماری تحریک بالکل بے ثمر نہیں ہی اور شاید کچھ عالی ہمتوں کو ادھر توجہ ہوگئی ہے۔ لیکن ہمارے ہندوستانی معاصرین کی لاپروائی ہے اگر اس ملک کے مسلمان اس کثیر المنفعت اور اہم کام کی شرکت اور اس سے فایدہ اٹھانے سے محروم رہے تو اسکی مسئولیت انکی گردن پر رہیگی۔ ابھی وقت موجود ہے اور ہم بہت کچھ کہہ سکتے ہیں جب کہ ہمارا معزز مصری ہمصر المنار ایک طویل مضمون کو اخیر پر تحریر کرتا ہے فاهمية المشروع الاسلامي باقية على حالها ولا نفتئ نحث عليها ولئن فات بعضها فانا نحض على باقيها وبالله التوفيق" لیکن اگر ہمارے اکثر سربرآوردہ اور ممتاز ہمعصر چندوں کی فہرستوں اور پرچوں کی مضمونوں کی بیاکنی ہی صفحے کو صفحے سیاہ کرتے رہے۔ اور خود اپنا اور کنارا ان عالی اخبارات کا ترجمہ دینے یا وکیل کی تحریروں کو نقل کردینے کی بھی انکو توفیق حاصل نہ ہوئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے سوا اور کیا چارہ ہوسکتا ہے۔ (۱۴ اگست ۱۹۰۹ء)

بغداد و دمشق کی مجوزہ لائن

کی مجوزہ لائن کے متعلق معزز ہمعصر المؤید مصری کی تحریر اپنے جنیوا شایع کیجاتی ہے عربی خوان ناظرین کو اسکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ایڈیٹر وکیل نے اخبار المنار و معلومات کی بعض باتوں پر جو انہوں نے اس تجویز کے پہلی مرتبہ مشتہر ہونیکے وقت اسکی نسبت ظاہر کی تھیں اعتراض کیا تھا اور جناب فضیلت آب ایڈیٹر المؤید نے اسکی تائید کی اسپر معزز ہمصر المنار نے ایک طویل آرٹیکل دیکر ایڈیٹر وکیل کے اعتراضات کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ المنار جاری ہی اسغرض سے ہوا ہے کہ مسلمانوں کو اہالی یورپ کے مفید اعمال کی پیروی کرنے کی ترغیب دے اور مشترک سرمایہ قومی کاموں کی تکمیل کی تحریک کرے۔ ہمعصر موصوف نے تعلیم و تربیت کی بھی نہایت بینظیر اور جامع تعریف کی ہے اور اسکے ظاہر کرنے سے ہمیں مطلقاً تامل نہیں کہ دینی تعلیم و تربیت جیسی کہ المنار چاہتا ہے وکیل کو کوئی اعتراض نہیں اور اسکی دلی تمنا ہے کہ ہمارے ابنائے ملک بالخصوص مسلمانوں کو ویسی ہی تعلیم و تربیت کیطرف رجوع کرنیکی توفیق حاصل ہو۔ اسکے بعد ہمعصر موصوف نے مجوزہ لائن کو تفصیلوار تحریر کرکے دو ایک موانعات بھی ذکر کرتا ہے۔ لیکن وہ موانعات چنداں قابل غور نہیں اور ایڈیٹر وکیل نے انکی تردید مصری اخبارات میں تحریر کردی ہے۔ بہرحال ہمارا ہمعصر اس تجویز کی اب پوری پوری تائید کرتا ہے۔ سو ہم ہم ناظرین کو یہ خوشخبری سنانا مناسب سمجھتے ہیں کہ اسرام کے بار کرنیکی کافی وجوہات پائی جاتی ہیں کہ یہ تجویز مسامی اعلیحضرت امیر المومنین ایدہ اللہ الی انتہای الدوران تک پہنچ چکی ہے۔ اور اگر متوسط الحال اور متمول مسلمان اسکی تکمیل کے لیے کمر بستہ ہوجائیں تو بامداد وجود جلا لتمام کو اسی اپنی سرپرستی میں لینے کو کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ (۹ اگست ۱۹۰۹ء)

بغداد اور دمشق کی مجوزہ لائن کے متعلق

ایک رگ عنایت فرمائی حسب ذیل حصہ افزا تحریر ارسال فرماتے ہیں انکی زرگی اور اتقا کا خیال کرکے یہ امید کرنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ انکی مخلصانہ دعا والتماس غالباً بے اثر نہ رہیگی۔

مخدومی مکرمی نبدہ! السلام علیکم!! مزاج مبارک!!! خداوند تقدس کا ہزار شکر ہے کہ ہمارا وہ گذشتہ زمانہ میں بھی آپ جیسے پرجوش ہمدرد اسلام و اسلامیان موجود ہیں۔ آپکی تجویز اجرای ریل پیشاوری کی میں بدل و جان تائید کرتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ خداوند تعالیٰ آپکے اس تجویز میں جلد کامیابی بخشے اور ہماری زندگی میں اسلامی ریل ایک سرے سے دوسرے سرے تک ترکی پیشاوری اور بندرجدہ شریف تک جاری ہوجاوے اور خود سوار ہوکر حج کو آئیں گو میں نہایت کمزور شخص ہوں۔ مگر چونکہ مسلمان ہوں۔ غالباً کل ہندوستان کے مسلمانوں سے سبقت

لہ یہ مضمون گو شایع ہوچکا ہے تاہم ہمعصر موصوف نے خطوط بنام ایڈیٹر المؤید و ایڈیٹر موصوف کی آج کا مجموعہ ہمیں فوری طور پر مضمون ہذا شایع کردیا

کرکے عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی کمیٹی ہندوستان یا ٹرکی میں اس کارِ خیر کے واسطے کھڑی ہو تو پانچہزار روپیہ تک کے حصے میں حزیدنے کو تیار ہوں۔ آپ بلدہ بہت جلد ایک کمیٹی کو کھڑی کرانے کی کوشش کریں۔ اللہ برکت دیگا۔ (۲۵ ستمبر ۱۹۰۹ء)۔

ایک جرمن سے ہیرن ٹاگر کو مماسو ل اور سیواس کے درمیان ریلوے لائن بنانے کا اجارہ عطا ہوا ہے اور اُسنے حسب دستور بطور ضمانت ۳۰ ہزار پونڈ عثمانیہ بنک میں داخل کر دیئے ہیں اجارہ دار کا منشا تھا کہ اُسی بحیرہ اسود سے بحیرہ شام کو بندرگاہ میورطہ تک بھی جو اسکندرون کے قریب ہے لائن بنانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن چونکہ یہ مقام اناطولیہ ریلوے کمپنی کے اجارہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔ اسلئے اس درخواست کو منظور نہیں کیا گیا۔ (۲۰ ستمبر ۱۹۰۹ء)

بصرطرابلس لائن کے اجارہ ملنے کے خواستگار کونٹ ولاڈیمر نے ساتھ ہی کئی اور اجارہ نکی بھی درخواست کی ہے منجملہ ان چند ایک یہ ہیں (۱) خبوزہ لائنوں کی دونوطرف چار چار میل تک سے معادن کی دریافت۔ اور بشرط برآمد گی انکے کھودنے کی بھی اجازت اور اجاء دیا جائے (۲) دجلہ اور فرات کے دوآبی دلدلو کو خشک کرنیکا اجارہ عطا ہو۔ (۳) بحیرہ روم اور خلیج فارس کی درمیان پختہ سڑکیں۔ اور (۴) سواحل شام کے تمام بنادر میں پختہ لنگرگاہیں اور گھاٹیں وغیرہ تعمیر کرنے کا اجارہ دیا جائے۔

ایک جرمن اخبار اس درخواست کو متعلق انگلستان کی پالیسی در بارہ ٹرکی میں قبضہ مصر کے وقت سے تغیر آجانے پر جرمن قونصل جنرل سنین گذشتہ میں کئی دفعہ مفصل بحث کر چکا ہے۔ رائے زنی کرنے کے بعد وانا کا ایک اخبار کے حوالہ سے اس درخواست کی یہ عجیب وجہ تحریر کرتا ہے کہ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پائیگا کہ ٹرکی روسی تاوان جنگ کے بوجھ سے سبکدوش اور اسطرح اُسکے دباؤ سے آزاد ہو جائیگی۔ اسلئے روس ابھی سے اس دباؤ کو قایم رکھنے کی تدبیر سوچنے کے درپے ہو گیا ہے اور یہ اطلاع اُسکی رائے میں نہایت عمدہ اور کارآمد ذریعہ اس مدعا کے حصول کا ہے۔ ٹرکی میں قاعدہ ہے کہ جب کسیکو اجارہ ملتا ہے تو اجارہ دار کو ایک معقول رقم شرائط اجارہ کے ایفاء کی ضمانت میں عثمانیہ خزانہ میں جمع کرنی پڑتی ہے پس اگر کونٹ ولاڈیمر کا پنسٹ کو یہ متعہد اجارے لگئے تو اسے بڑی رقم داخل کرنی پڑیگی۔

"اب روسی مدبرین کا یہ خیال ہے کہ ٹرکی کو چونکہ ہمیشہ روپیہ کی ضرورت رہتی ہے وہ اس رقم امانت کو خرچ کرلیگی۔ اور اسطرح وہ روس کے قابو میں آجائیگی۔ کہ جب کوئی کام ہو تو جھٹ روسی سفیر پوچھا کریگا وہ رقم کہاں ہے؟ اگر جواب باصواب نملا تو وہ تقاضا و اصرار دباؤ ڈالکر کوئی نہ کوئی مزید امتیازات اپنے ملک کے لئے حاصل کرلیا کریگا۔

"اس لحاظ سے یہ گویا اجارہ کی درخواست نہیں ہے۔ بلکہ دراصل ٹرکی کو روس سے قرضہ لینے پر مجبور کیا جارہا ہے تاکہ روس کسیوقت اصل مع سود کا مطالبہ کرکے اپنی غرض سیدھی کرلے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر بالفعل نے یہ اجارے منظور نہ کئے تو روس پھر مطالبہ شروع کر دیگا۔ کہ کوہ قاف میں ٹرکی سے بھاگے ہوئے جو "اوصنی" پناہ گزین ہیں اُن کو ٹرکی واپس بلا لیا جائے"۔

کیا مسلمان ہی کبھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس آخری موقع سے جو انہیں اپنی مالی تمدنی۔ اور علمی حالت سنوارنے کو اسطے حاصل ہے فایدہ اٹھانیکی کوشش کرینگے یا اسیطرح مدہوش رہ کر اسے بھی عیسائیوں کے قبضہ و تصرف میں چلا جانے دینگے۔ (۲۰ ستمبر ۱۹۰۹ء)

مشہور عرب سیاح حضرت الفاضل سید سیف الدین یمنی جنکے مکتوبات و مراسلات در بارہ جاوا و سماٹرا وغیرہ

کو ترجمے کئی مرتبہ وکیل میں شایع ہو چکے ہیں اور ہمارے ناظرین انکی اہمیت کلی قومی اور بلند خیالی و دلسوزی سے ناواقف نہیں ہیں۔ سنگاپور تاریخ ۲۳ اگست ۱۹۰۹ء بغداد و دمشق حجاز کی معجزہ ریلوے لائین کے متعلق المومید کو ایک قابل غور اور مسلمانوں کو شرم و عبرت دلانے والی اہم اطلاع ارسال کرتے ہیں۔ یہ مراسلت ۱۴ ستمبر کے المومید میں شایع ہوئی ہے جسے بجنسہٖ اپنے عربی خوان ناظرین کی آگاہی کے لیے درج کر دیا جاتا ہے۔ حیدرآباد دکن کے غیور عوب رؤسا و بالخصوص رئیس التمولین جناب نواب سلطان نواز جنگ صاحب بہادر رئیس علاقہ حضرموت اور دیگر متمول و عالی ہمت اکابر و امرا کیا اس اہم تجویز کی طرف جسپر نہ صرف مملکت عثمانیہ بلکہ مسلمانوں کی حیات و ممات موقوف ہے کبھی توجہ نہیں کرینگے اس صفحہ کے پہلے کالم میں دیگر اقوام کے چند افراد کی نظیر فیاضیوں کی کچھ کیفیت مندرج ہے کیا ہمارے مسلمان بھائی اور رؤسا اگر ایسی ہی مفید × × ×

خط بھیجا ہے جسکا ترجمہ ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ آپ نے اسلامی دنیا پر بڑا ہی احسان کیا کہ وکیل امرتسر کے مضامین دربارہ تجمیہ ریلوے از "رپورٹ سید تا بصرہ" کو اپنے پرچہ میں جگہ دی اور اپنے ایڈیٹوریل ریمارک بھی اس مضمون پر کئے۔

ہندوستان کے مسلمان حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی ذات بابرکات کو دنیا کے مسلمانوں کا مذہبی پیشوا خیال کرتے ہیں لہذا خواہ کوئی تدبیر ہو جسمیں سلطنت عثمانیہ کی بہبودی متصور ہو ہندوستان کے مسلمانوں کو اُسپر توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ لیکن ایک بھی عربی اخبار نہیں جو ان لوگوں کے دلی جذبات کو دنیا کے اور مسلمانوں پر اظہار کرے۔ آلمویدنے مسلمانوں کی دلچسپی کے تمام مضامین پر بہت عمدگی سے بحث کی ہے اور اُسکے مضامین مسلمانان ہند نہایت شوق سے پڑھتے ہیں ہندوستان کا اردو اخبار خصوصاً وکیل اور پیسہ اخبار لاہور آپکے مضامین کا اردو ترجمہ اکثر شایع کرتے رہتے ہیں۔ وکیل امرتسر اور پیسہ اخبار لاہور میں ہنوز ابھی ایشیائی روم میں ریلوے کی تجاویز پر خطوط اور ایڈیٹوریل مضامین پڑھے ہے۔

ایشیائی روم دنیا میں سب سے زیادہ زرخیز ملک خیال کیا جاتا ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ اسمیں ریلوے بنائی جاویں تاکہ ملک کی پیداوار آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے پولیٹیکل نظر سے دیکھا جائے تو ایشیائی روم میں ریلوے سے سلطنت کو فوائد پہنچیگی یہ ایسا خط ہے کہ باوجود اسکی عمدگی مقام کی اسکے پیداوار کی قابلیتیں اور تجارتی اور مذہبی ضرورتیں اتنک اون ترقیوں سے محروم ہیں جو وہاں ممکن ہیں۔ اگر ریلوے لائن اسکے طول عرض میں دوڑ جائینگی تو اس کاہلی اور سستی کی حالت میں ایک تغیر پیدا ہو جائیگا اور چستی اور چالاکی کی ایسی روح پھونک جائیگی کہ دنیا کی قوموں میں اُسی اعلا درجہ فضیلت ہوگا۔ لیکن ریلوے اُسی صورت میں کسی ملک کے لیئے مفید ہو سکتی ہے جبکہ خود اُسکے باشندے اپنے سرمایہ سے جاری کریں اگر ریلوے دوسری قوموں کے سرمایہ سے بنائی جاویں تو اگرچہ ملک میں تہذیب اور چالاکی پھیلے مگر تمام ملک کی پیداوار کو منافع مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

ایشیائی روم جیسے ملک میں سرمایہ کا خیال ضروری ہے۔ کیونکہ اگر غیر قوموں کا سرمایہ لگا تو صرف یہی نقصان نہ ہوگا کہ اپنے ملک کا سرمایہ بیکار رہا۔ ..... بلکہ پولیٹیکل نقصان بہت بڑا ہے۔ یورپین ممالک اپنی اولوالعزمی کی بدولت اور اپنی دولت کے سبب ایشیا کے کم درجہ کے ملکوں میں بھی ریل بنانے کو دوڑ پڑتے ہیں چونکہ ایشیائی روم کو مسلمانوں نے بڑے بڑے خرچ برداشت کرکے رکھا ہے۔ بڑی افسوس کی بات ہے۔ اگر وہ اس خطرہ میں پڑے چونکہ ایشیائی روم میں ریلوے بنانے کی ضرورت ہے تاکہ تمام تجارتی مرکز ملجائیں اور ضروری اور تاریخی مقامات ایک ہو جائیں۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکا فایدہ بہت گھٹ جائیگا۔ اگر وہ اور قوموں کے سرمایہ سے

ملک کے امن کیواسطے ضروری ہے کہ جسقدر غیر قوموں کا اثر کم ہو سکے بہتر ہے گورنمنٹ ترکی اُسوقت غیر اقوام کو ایشیائی روم میں ریل بنانے کی اجازت دے سکتی ہے۔ جب باوجود اسکے بھی اپنے ملک میں سرمایہ جمع ہو سکے اور ریلوے بنانا ممکن ہو۔ اور اپنے ملک کے سرمایہ میں بھی اگر صرف مسلمانوں کا سرمایہ ہوگا تو زیادہ سہولت اور امن ہوگا۔ یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ترکی حکام یہ کوشش کریں کہ اسلامی سرمایہ سے ایشیائی روم کے بڑے بڑے مقامات میں ریلوے بنائی جائے تو ان کو اس سعی میں ناکامی حاصل ہوگی۔

امرا مصر ترک۔ عرب حجازیین کو لازم ہے کہ اس کام میں شریک ہوں اور غالباً اہل ایران بھی جو تجارت کے شایق ہیں اسمیں

شریک ہوں گے اگر اون سے کہا جائے۔ سلطان المعظم خدیو مصر اور شاہ ایران اپنے پرائیویٹ سرمایہ سے شریک ہوں۔ اس سے بڑا فایدہ یہہ بھی ہوگا کہ یہہ اسلامی تینوں سلطنتیں متحد ہو جائینگی۔ اور جس امر کی مدت سے خواہش تھی پورا ہوگا اور چونکہ ان کے اتحاد میں مالی تجارتی منافع شامل ہونگے لہذا سب سے زیادہ اتفاق اس صورت میں متصور ہے۔

ہندوستان کے مسلمان بھی جنکو ہر سال مکہ اور بغداد جانا ہوتا ہے اس کام میں شرکت سے تامل نہ کرینگے۔ اگر بصرہ سے طرابلس یا پورٹ سعید کو ریل نکالی گئی اور اوسکی ایک شاخ مدینہ کو نکلی تو ہندوستان کے حاجیوں کو مقدس مقامات میں جانے کی ذرا بھی دقت نہ ہوگی۔ اور سفر کی بے آرامیوں اور مصیبتوں سے بہت نجات ملجائیگی۔ کام رفتہ رفتہ شروع ہونا چاہیئے تاکہ اول ہی سرمایہ کی اسقدر ضرورت نہو کہ لوگ شریک نہو سکیں۔

اول تو بصرہ سے بغداد تک ریلوے بنائی جاوے اور پھر قدم بقدم پورٹ سعید یا طرابلس اور مدینہ کیطرف بڑہے۔ ریل کو مدینہ سے آگے نہ بڑہانا چاہیئے ورنہ بدوؤں کو نقصان پہونچیگا۔ اور انکے ذرایع معاش بند ہو جائینگے یعنے انکے اونٹ حج کے دنوں میں کرایہ پر نہ لیے جایا کرینگے۔

علاوہ ازیں شاید راسخ الاعتقاد مسلمان مکہ سے مدینہ تک ریل کو پسند بھی نکریں جو اس امر کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں کہ سفر کا قدیم طریقہ جاری رہے۔ اور مکہ سے مدینہ تک ریل دنیا کے مسلمانوں کی نظروں میں حقیر ہوگی"۔ (۱۴ نومبر ۱۸۹۸ء)

بصرہ بغداد دمشق کی مجوزہ لاین کے متعلق ہمارے ترکی رفیق **معلومات** نے پہر دوبارہ جو بحث کی ہے اسکا مختصر سا اشارہ ۳۱ اکتوبر کے پرچہ میں کیا گیا تہا۔ اسمیں فاضل ہمعصر علے العموم ریلوے کے بہمہ وجوہ مفید ہونیکا قایل نہیں مگر ساتھ ہی اسے تسلیم کرتا ہے کہ وہ خالی از فایدہ نہیں اور کہ اجانب کو ریلوے لائنوں کے امتیازات عطا کرنے ہرگز مناسب نہیں۔ لیکن شومئی بخت سے مسلمانوں پر کچہہ ایسی غفلت اور سستی طاری ہے کہ ان سے کم از کم ابھی کئی برسوں تک کسی اہم کام کو کرنیکی توقع نہیں ہو سکتی اور اس عرصہ میں اگر ان کا وجود نابود یا کالعدم ہونیسے محفوظ بھی رہا تو یہہ امید رکہنا محض فضول ہے کہ دنیا کی بیدار قومیں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہینگی۔ اور اسلامی ممالک میں انکے سرمایہ اور صنعت کیلیئے جو وسیع میدان کہلے پڑے ہیں ان سے فایدہ نہ اٹھائینگی۔ اس لحاظ سے **معلومات** کی اس تمنا کے برآنے کی بہی کوئی صورت سردست نظر نہیں آتی کہ اغیار کو ایسے کارآمد شعبوں پر متصرف ہونے دیا جائے۔ تاہم جیسے کہ ہمارے معزز ہمعصر المؤید نے ایک دفعہ لکہا تہا مایوسی سے بچتے رہنا لازمی ہے اور کامل یقین ہے کہ اگر ابنائے ملک اور ہم مذہب بہائیوں کو وقتاً فوقتاً متواتر اسطرف توجہہ دلائی جاتے رہنے کی کوشش کی جاتی رہی تو وہ بزمانہ مناسب جلد یا دیر بعد ضرور اپنا فایدہ بخشدیگی۔ ہمعصر ثمرات الفنون نے **معلومات** کی تحریر کا پہر خلاصہ دیکر اسکی چند رکیک دلایل کی نہایت عمدگی سے[1] تردید کی ہے اور اسبات کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمان اگر ہمت کریں تو وہ اس کام کو اور اس سے بہی اہم اور کثیر الصرف کاموں کو سرانجام دیسکتے ہیں۔ اگر کمی ہے تو صرف توجہہ اور ہمت کی جسے اگر اب بہی پورا نکیا گیا تو پھر شاید کبہی پوری نہو سکیگی۔ (۲۸ نومبر ۱۸۹۸ء)

ہمارا معزز ہمعصر دارالسلطنت کلکتہ بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لین پر ایک مختصر سا ایڈیٹوریل ریمارک تحریر کرتا

[1] یہہ تحریر بہی کلمۃ الحق میں درج کر دیگئی ہے۔

ہے۔ ہم اپنے ہمعصر کے مشکور ہیں کہ اُسنے اس اہم تجویز کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔ لیکن اور بھی کسی قوم سے نہیں ہندوستان کے مسلمانوں سے ایسے مختصر اور مجمل اشاروں اور عرضداشتوں کو سمجھ سکنے اور انپر عمل پیرا ہونے کی توقع رکھنا ہمارے خیال میں سراسر باطل ہونیسے کچھ ہی کم ہو سکتا ہے۔ ہمارا رفیق اگر اسمعاملہ میں کچھ کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس سے زیادہ صراحت کے علاوہ اصرار و تکرار سے بھی کام لینا ضروری ہوگا۔ ریمارک مذکور حسب ذیل ہے۔ بندر سعید (مصر) سے بصرہ تک ریلوے بنانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں اور دنیا کے کل مسلمانوں کو اس تجویز کی تائید و چندہ کے لیئے ترغیب دلائی گئی ہے۔ ہمکو ہمارے ہمعصر المؤید و وکیل امرتسر کی اس تجویز سے نہایت خوشی ہوئی۔ اگر کل ہندوستانی اخبارات ملکر ان معزز ہمعصروں کی تائید کریں تو نہایت مناسب ہو۔ اور فی الحقیقت اگر بنظر غور خیال کیا جائے تو مسلمانان ہندوستان کو اسمیں شرکت سے فخر حاصل ہوگا۔ لہذا کل اہل دول مسلمانوں کو جنہیں نسل عرب و مسلمان ہونیکا فخر ہے ہم خرما و ہم ثواب کا مستحق ہونا لازم ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کل اہل دول اسمیں شریک ہو کر دوسروں کو آمادہ کرینگے۔ (۲۰ نومبر ۹۸ء)

صوبہ یمن میں سرکش باغیوں کی سرکوبی کے ساتھ ہی ساتھ خاین اور بدطینت عمال کی بھی برابر بیخکنی ہو رہی ہے۔ اور یہ امید کرنا بیجا نہوگا کہ تمام صوبہ کمیشن اصلاح کی سرگرم کوششوں کی طفیل غالباً اب تک بدچلن حکام سے پاک و صاف ہو گیا ہوگا۔ شروع نومبر تک مقامی فوج کے علاوہ دیگر صوبجات سے ردیف فوج کی پندرہ پلٹنیں پہنچ چکی تھیں۔ بندر حدیدہ اور صنعا کے درمیانی علاقہ کے تمام باشندوں سے اسلحہ جو اونہیں "نیک نیت اور ایماندار ہمسایوں" سے ملتے رہتے ہیں چھین لیئے گئے ہیں اور سب طرح سے امن ہو گیا ہے۔ گورنمنٹ کے حکم سے تمام ایسے شقی جنسے پھر فساد کا اندیشہ ہو طرابلس الغرب کو جلاوطن کیے جا رہے ہیں۔ اور اب تک آٹھ سو بھیجے جا چکے ہیں۔ اکتوبر ۹۸ء کے اخیر میں سرکاری افواج نے باغیوں کے قلعہ قفل کو فتح کر کے تین سو ساٹھ متمردوں کو اسیر کیا۔ سب سے بڑا سرغنہ جو زیدی المذہب ہے شروع نومبر تک نہیں پکڑا گیا تھا۔ اسے اپنی قوم پر ایسا اقتدار حاصل ہے کہ وہ اوس کے حکم پر جانیں قربان کر دینا معمولی بات سمجھتی ہے۔ مگر یقین کامل ہے کہ وہ گزشتہ مہینہ میں پکڑ لیا یا قتل کر دیا گیا ہوگا۔ کیونکہ تازہ ترین خبر سے پایا جاتا ہے کہ ترکی فوج مقام بنی حاشد میں اوسکا محاصرہ کیئے ہوئے تھی۔ اور باغی کے بچکر نکلجانے کے لیئے کوئی رستہ یا ذریعہ نہیں رہ گیا ہوا تھا۔

صوبہ مذکور میں گرانی اجناس کی بھی اب کوئی شکایت نہیں رہ گئی۔ البتہ اونٹوں کی کمیابی کی وجہ سے نقل و حرکت اور تجارتی اسباب کی باربرداری میں بہت حرج ہو رہا ہے۔ مقامی حکام اونٹوں کی خریداری اور دیگر علاقجات سے انہیں بہم پہنچانے میں سعی بلیغ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی بنظر احتیاط والی صوبہ نے تاکیدی احکام صادر کر دیئے ہیں کہ کوئی ماتحت حاکم تاجروں کے اونٹوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ تعجب ہے کہ اسقدر ہرج و تکلیف اور بے انتہا پولیٹیکل خطرات کے باوجود جو سریع وسایل آمد و رفت کی عدم موجودگی کی وجہ سے تمام بعیدی صوبجات اور خاصکر اس نہایت ہی اہم اور زرخیز ترین صوبہ کو احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ بالعالی ان صوبوں کو باہم اور مرکز سلطنت کے ساتھ ریلوے لائنوں کی تعمیر سے ملا دینے سے اعراض کر رہا ہے۔ اور مزید تعجب اور افسوس مسلمانان عالم پر ہے جو اپنے مقدس مقامات کی حفاظت اور سہل الوصولی کے وسایل بہم پہونچانے کے ساتھ ہی بیشمار اور عظیم الشان مالی تجارتی۔ علمی۔ اور تمدنی فواید و منافع بخشنے والے کام کو ہاتھ میں لینے سے مجرمانہ غفلت کر رہے ہیں۔ کیا مسلمانوں کے لیئے شرم کا مقام نہیں کہ اور بھی کسی ملک کے نہیں۔

سوئڈن اور ناروے کو عیسائی تو لاکھوں روپیہ بظاہر محض اسغرض کو ایثار صرف کریں کہ آیا یہ روایت کہاں تک درست ہو کہ عرب کا جنوبی علاقہ (حضرموت) کسیوقت سمندر کی تہ تھا اور صرف روپیہ ہی نہ خرچ کریں بلکہ اپنی جانوں کو بھی الانتہا خطرات و مصائب میں بخوشی ڈالدیں اور عرب کے جنوب مغربی گوشہ یعنی عدن سے لیکر جنوب مشرقی انتہا (مسقط) تک کے بے آب و گیاہ اور لق و دق سنگلاخی علاقہ میں جنگلی اور نیم وحشی خانہ بدوش قبائل کے درمیان مہینوں بسر کرنیکا تہیہ کریں۔ اور مسلمان مالی استطاعت رکھنے کو باوجود ایسے کام کیلئے جس سے مذہبی اور علمی فوایدکے علاوہ نہایت معقول مالی منفعت یقینی ہو سرمایہ بہم پہنچانا تو درکنار اوسکی طرف متوجہ ہونا یا اوپر غور کرنا بھی منظور نکریں جب اونکی ہمتوں اور اولوالعزمیوں کی یہ کیفیت ہو تو پھر وہ کس منہ سے جا بجا مسلمانوں کے دن بدن زیادہ تنزل ہوتے جانے اور اسلامی مقبوضات کے چھنتے چلے جانے پر افسوس کرتے ہیں۔ پست ہمتوں خود غرضوں۔ نفس پروروں اور جاہلوں کی یہی سزا ہوا کرتی ہے۔ اور ابتدائے آفرینش سے یہی سنۃ اللہ چلی آرہی ہے۔ اگر سچی دلسوزی رکھتے ہو تو اسباب ذلت کو دور کرو ابھی اصلاح کیلئے کافی وقت موجود اور کافی طاقت و وسایل رکھتے ہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو منافقانہ یا نامردانہ اظہار تاسف سے محترز رہنا اولی و انسب ہے۔

سید محمد طاہر بک مالک اخبار معلومات کے چھوٹے بھائی سید احمد کامل بک مالک اڈیٹر اخبار ثروت کو جو ترکی اور فرانسیسی میں روزانہ چھپتا ہے جلالتمآب امیرالمومنین خلیفہ عثمانی کا نشان مجیدی عطا فرمایا ہے۔ اسیطرح ہمعصر ثمرات الفنون بیروت کے اعلے اڈیٹر و مالک عبدالقادر آفندی قبانی پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی کو نوازشات سلطانی سے مفتخر فرمایا گیا ہے۔ ہم اپنے ہمعصروں کو اس افتخار پر صدق دل سے مبارکباد کہتے ہیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہمارے اول الذکر ہمعصر نے بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لائین کی تجویز سے کسیقدر مخالفت کی تھی جسکا مفصل جواب المواید میں شایع کیا گیا تھا۔ وہ غالبًا یہ سنکر خوش ہونگے کہ خود معلومات میں بھی ایک فاضل ترک نے جو برسرکار اور صاحب عزت ہے اوسکے اعتراضات کی باحسن وجوہ تردید کرکے وکیل کی تجویز کی بڑے زور سے تائید کی ہے یہ امر خوشی کا باعث تو ہے مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ ناظرین کو خوشی پہنچنے کی توقع میں کہیں ہم سے مبالغہ یا غلطی تو نہیں ہوگئی کیونکہ ایک سال کے متواتر اصرار و تکرار کے باوجود اب تک بہت کم معاونین نے اس اہم کام کی تکمیل میں مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے اور جب وکیل ایسے قوی خادم کے مستقل ناظرین کی لاپروائی یا کم ہمتی یہ حد تک پہنچی ہوئی ہے جنمیں اکثر اصحاب تکمیل تجویز کی لازمی وسیلہ یعنی دولت سے بھی حصہ وافر رکھتے ہیں تو دوسرے مسلمانوں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اگر چند ہی اونکا یہی تغافل رہا تو اس سے قوم کی ترقی اور بہبود کیطرف سے کامل مایوسی کا پیدا ہو جانا تعجب خیز نہیں ہوگا۔ معاصرین سے تو ہم گلہ کرتے کرتے تھک گئے ہیں بقول منشی غریب احمد گلا سوکھا تو مولویوں اور پنڈتوں کیطرح اپنی حلوے مانڈے سے کام ہے۔ مگر زیادہ تر تعجب کلکتہ کے اسلامی ہمعصر مسلم کرانیکل سے ہے کہ باوجود یکہ پنجاب آبزرور لاہور اور محمڈن مدراس نے (مسلم کرانیکل کو چھوڑ کر جسنے ہی ہندوستان کے اسلامی انگریزی اخبارات کی کل کائنات ختم ہوتی ہے۔) اپنی طرف سے تائید کا پورا حق ادا کر دیا ہے لیکن وہ بدستور خاموش ہے۔ اور مزید تر حیرت جمل المتین کی خاموشی سے ہے جسنے باوجود وعدہ ابتک اسکا ایفا نہیں کیا۔ پیسہ اخبار سے ہمیں بہت کچھ امید تھی۔ اور المواید کے مضامین کا ترجمہ کر دینے کے بعد وہ امید اور بھی قوی ہو گئی تھی لیکن شاید اسے تقاضائے دعوتوں اور مختلف جلسوں کی بہار نے ابتک اسطرف توجہ کرنیکی فرصت نہیں دی اور خدا معلوم یہ معذوری

ابھی اور کب تک قایم رہتی ہے۔ چودہویں صدی کی ایڈیٹوریل سٹاف میں ایک قابل اور بلند ہمت نوجوان کی شمولیت سی قوم کی ترقی کی عملی کاموں میں مدد ملنی کی کچھہ کم توقع نہیں ہوگئی تھی۔ اور اس توقع کو اس خط کی پڑہنے سی جو اس نوجوان نے قوم کی سچے بہی خواہ میر عزیز احمد صاحب بی اے لکھنوی ثم گلاسگوی کو لکہا تہا بہت تقویت ہوگئی تھی۔ باینہمہ اس قومی رفیق کی بے اعتنائی بدستور قایم ہے جسمیں شاید اس راہ راست خطاب سی کچھہ نمایان تغیر ہوجائے۔ (۱۹ دسمبر ۱۸۹۸ء)

بغداد دمشق ریلوی لاین کی تجویز جسکی خوبیوں کو معزز اخبار وکیل برابر ایکسال کی پُرزور تحریروں سی ثابت کرچکا ہے۔ فی الحقیقت ایسی مفید اور اہم تجویز ہے کہ اگر خداوند تعالی قوم کو متوجہہ ہونے کی توفیق بخشے تو مقدس مقامات کی زیارت کی فایدہ کی سوا مالی منفعت اور ناموری بلکہ دنیا میں اُن کو زندۂ قوم کا خطاب دلانیکو کافی ہی۔ مگر باوجودیکہ اس تجویز کی خوبیوں کو اذہان تسلیم کرگئے پھر بہی بہت کم لوگوں کی اسکی تائید کرنے کا سبب ہمارے خیال میں اُن کا پست ہمتی سی خوگر ہوتا ہے۔ پست ہمتی اُون کو روک رہی ہے کہ دور دراز ملک کی بات ہی خدا جانے کیا ہو کیا نہو۔

پس اگر یہی بات ہی جو ہمارے خیال میں آئی ہی تو اُنکا حوصلہ کہولنی کیلیے ہم ایک تجویز بتاتے ہیں کہ پہلے اُنکو ہندوستان میں ایک سبق دی لیا جائی یعنی کسی اسلامی ریاست میں کوئی مفید اور منفعت بخش کام شروع کرکے دکہا دیا جائی اور جسوقت وہ یہاں کوئی قومی کام کرچکے اور اُسکے مفاد اور ناموری سی وہ آشنا ہوچکے تو پھر دیکہنا کیسے باہر کو دوڑے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہم دو کام پیش کرتے ہیں جنکا بیڑا اخبار وکیل اور اور ہمعصر اخباروں کو اُٹہانا چاہیے۔ یعنی مثلاً ہندوستان کی ایک بااختیار اسلامی ریاست حیدرآباد دکن کو لیجیے جو رقبہ میں ۹۰ ہزار مربع میل ہی یعنی انگلستان سے دوچند کی برابر جو طولاً ۳۰۰ میل اور عرضاً ۲۷۰ میل ہے اور گو کہ ۳۲۰ میل ریلوی ریاست میں موجود ہی۔ مگر ہمارے خیال میں ابہی توسیع کی گنجایش باقی ہی۔ سو اگر ایک ڈیپوٹیشن مسلمانوں کا حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مناسب الفاظ میں اجارہ کی درخواست پیش کرے۔ اور اس بات پر زور دی کہ حضور ممدوح اولاً ایسا اجارہ دینا منظور فرماویں۔ دوم مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی لیے کچھہ فیاضی سے منظور فرماویں۔ کم سے کم ویسی حقوق عطا کریں جیسا کہ ٹرکی میں غیر ممالک کی لوگوں کو عطا ہوتی ہیں۔ تو امید ہی کہ حضور نظام مسلمانوں کی ایسی درخواست کو رد نہیں فرماوینگی ضرور اُنکی حوصلہ افزائی کرینگے۔ بلکہ بعید نہیں کہ ایسی کاموں کی سرپرستی بہی منظور فرمائیں۔

پس ایک جماعت مسلمانوں کی قایم ہو اور کام کا تخمینہ ہوکر سرمایہ کی فراہمی سو سو روپیہ کی حصص سی ہو اور ایک یورپین افسر کو ملازم رکہکر کام شروع ہو۔

یا مثلاً میرپور سندہ کی ریاست میں نہر کہودنی کے کام کا اجارہ امیر صاحب سی بتحریک ایسی ہی ڈیپوٹیشن کی لیا جائے۔ اور نہر کی تیاری کا کام شروع کردیا جائے۔

یا ایسا ہی کوئی اور مفید کام سوچا جائے جسمیں اسلامی ریاستوں کو بہی فایدہ ہو اور مسلمانوں کو بہی۔

امید ہی کہ اخبار وکیل یہ مضمون درج کرکے اسکی تائید خود بہی کریگا اور اپنی ہمعصروں کو بہی متوجہہ کریگا کہ ہندوستان کی مسلمان پہلے

یہاں کوئی قومی کام شروع کریں جو ضرور اُن کی عزت افزائی اور ناموری کا موجب ہوگا۔ اور انکو مالی فایدہ بھی بخشیگا۔ اور اُن کو بہت سے بیکار آدمی کام پر بھی لگا دینگے۔ اور پھر ممالک غیر میں بھی اولوالعزمی کے کام کرنے پر اُن کو اکسایگا۔ (راقم آئینہ محمد مسلمان ۲۶ دسمبر

بصرہ طرابلس کی بجائے ریلوے لاین کی مجوزہ اسلامی لاین کی اہمیت اور اوسکو مفاد اور منافع کے متعلق

گذشتہ تیرہ مہینوں میں اسقدر توضیح و تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ ناظرین کو اُن کو دوبارہ بتانے یا اوس تجویز کی مزید تشریح کرنیکی کوئی احتیاج نہیں رہ گئی۔ اکثر معاونین اخبار اوسکی حقیقت و اہمیت سے بخوبی واقف ہو چکے ہونگے۔ اسکی کامیابی کے لیئے اون کو یاد ہوگا کہ دو شرطیں مقدم گردانی گئی تھیں جنمیں سے ایک یہ تھی کہ جلالتمآب میر اپنی اور انگلستان کی گورنمنٹ اسی نقطہ نظر سے فرما کر اسکی تعمیل و تکمیل کو اپنی حمایت و سرپرستی میں لیں۔ اور دوسری یہ کہ مسلمان بشرطیکہ انکا طالع بیدار و قسمت یاور ہو اس کام کو کر لینے کا عزم بالجزم کر لیں۔ مدد چند معزز مستثنیات کے علاوہ جنمیں سب سے ممتاز درجہ پر ہمارا قومی انگریزی ہمدرد پنجاب آبزرور لاہور ہے۔ جب ہمارے اکثر اسلامی معاصرین ہندوستان کو ہی اس معاملہ پر متوجہ ہونے اور انبانے ملک میں اسکی اشاعت کرکے انکو ترغیب و تحریص دلانیکی توفیق نہیں ہو سکی تو اسلامی ممالک کی نا موشی اور بے توجہی کی کیا شکایت کی جا سکتی ہے۔ اکثر معزز مصری اور شامی اخبارات نے جنمیں المؤید اور ثمرات الفنون خاص شکریہ کے مستحق ہیں اپنے ہندوستانی ہمدردوں کی عدم توجہی کی اپنی طرف سے تلافی کر دینے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کی ملک پر بھی حال کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا۔ مسلمانوں کیطرف سے اس عام مایوسی کے پیدا ہو جانے کے ساتھ ہی ہمارے محترم ترکی سمعصر معلومات کی مایوسی بھری تحریرات اور ترکی گورنمنٹ کی خاموشی رہی سہی امید پر بھی جو معدودے چند ہندوستانی و ترکی محبان قوم عالی ہمتوں کی حوصلہ افزا تحریروں کے مطالعہ سے ابھر آتی تھیں پانی پھر جاتا تھا۔ مگر تازہ ترین لاہور اور ترکی خبارات کو دیکھنے سے اس مایوسی میں بہت کچھ تخفیف اور اس امر کا تقریباً یقین ہو گیا ہے کہ یہ تحریک بے اثر نہیں رہیگی۔ اور اگر خدانخواستہ یہ کوشش بظاہر تو یہ عام بے توجہی و ادبار کچھ دنوں کے لیئے ہی ہے۔

ٹائمز کا نامہ نگار وائنا سے لکھتا ہے کہ خلیج فارس اور بحیرہ روم کو طرابلس سے کویت تک ریلوے لاین سے باہم ملانیکی تجویز پر سلطان المعظم اور بالعالی کچھ عرصہ غور کر رہے تھے۔ اور اب بیان کیا جاتا ہے کہ جلالتمآب اور اونکی گورنمنٹ دونوں نے اس تجویز کو پسند کیا ہے۔ اسکے بعد نامہ نگار مذکور روسی مفیر متعینہ وائنا کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اونکی گورنمنٹ کو کمپنی کے نمائندہ کرتا ہرلس کی درخواست ۲۲ اگست ۱۸۹۸ء کو موصول ہو چکا ہے یاددہانی کے لیئے اسکا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ کونٹ مذکور طرابلس سے براہ وادی فرات ایک لاین سیدھی حالقین کو جو ترکی و ایران کی مشترکہ حد کے وسط کا قریبی قصبہ ہے۔ اور دوسری لاین ہندیہ بالا لاین کو وسط بیچنے مقام بہت سے براہ کربلا و نجف و بصرہ کویت تک لیجانا چاہتا ہے چونکہ نامہ نگار وائنا میں رہتا ہے اور مسیو کونٹ مذکور بھی وہیں رہتا ہے اور کونٹ مذکور کیطرف سے خلیج فارس اور بحیرہ روم کو درمیان ریلوے لاین بنانے کی درخواست گذر چکی ہے۔ نامہ نگار مذکور نے اگرچہ یہ مطلق سوکام لیکر جو یورپین اخبارات کو نامہ نگاروں نے ترکی معاملات کے متعلق وضع کر رکھا ہے۔ سلطان المعظم کی پسندیدگی کا نتیجہ نکال لیا ہے کہ حضور معدوح کونٹ کی درخواست کو منظور فرمالینگے۔ ٹائمز اوسکے پیچھے پڑ گیا ہے اور آخر الذکر نے بعد ردوبدل اقرار کر لیا ہے کہ وہ کونٹ کی مجوزہ لاین جیسا کہ کونٹ مذکور کا بیان ہے طرابلس سے بصرہ تک

تک بالکل غیر آباد علاقہ سے گذریگی۔ اگر سلطان المعظم اپنے ملک میں توسیع ریلوے کے مشتاق ہیں اور اس توسیع سے فایدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ تو وہ لاین سب سے مفید ہوگی جو پچھلے برس ایک جرمن کمپنی نے تجویز کی تھی یعنی سکودرا۔ قیصریہ لاین کو براہ ماردین موصل اور بغداد تک بڑھا دیا جائے۔"

اسموقع پر ضمناً یہ بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا کہ گو وکیل نے اسلامی مقامات متبرکہ کے محل وقوع اور دیگر جنگی و ملکی اغراض کے لحاظ سے مجوزہ لاین کا ایک انتہائی سٹیشن بحیرہ روم کے کسی بندرگاہ پر ہونا تجویز کیا ہے۔ لیکن اسکے درمیانی اسٹیشنوں میں موصل کو لازمی قرار دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے فراموش نکیا جائے کہ اوسکا اولین مدعا کسی خاص لاین کی اہمیت نہیں بلکہ یہ ہے کہ مسلمان متحد و متفق ہو کر کوئی ایسا کام کریں جس سے مالی فایدہ کے علاوہ انکو بالواسطہ طور پر تجارتی و علمی و صنعتی لحاظ سے بھی منفعت ہو۔ یہ مدعا اسکی مجوزہ لاین سے بخوبی حاصل ہو سکتے ہیں جسمیں ایک اور بڑا وصف یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کو اس سے اپنے مقدس مقامات کی وجہ سے مذہبی لگاؤ بھی ہے۔ ایک اسلامی سلطنت کو بالواسطہ طور پر جو فواید حاصل ہوں وہ علیحدہ رہے۔ تاہم اگر کبھی خداوند کریم نے مسلمانوں کو یہ ہمت دیدی کہ وہ اس کام کو کرنے پر کمربستہ ہو جائیں تو امور متذکرہ صدر کا لحاظ رکھکر تعیین خط کا فیصلہ مبصروں کے اختیار میں ہوگا۔ ابھی اسپر بحث فضول ہے۔ اسوقت سوال یہ ہے کہ آیا ٹائمز وغیرہ کا قیاس درست ہے جسکے درست ہونیکی صورت میں محولہ بالا مایوسی کا تخفیف پا جانا تو درکنار۔ اسلامی مشترکہ سرمایہ سے اس علاقہ میں ریلوے تعمیر کرنیکا ذکر ہی فضول ہو جائیگا۔

اس سوال کا جواب اگر اثبات میں ہو تو پھر کوئی شک نہیں کہ کل امیدیں یکقلم منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور سلطان کی پسندیدگی سے خوش ہونیکی بجائے کامل مایوسی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ گو پھر بھی وکیل کی مجوزہ لائن کے چند حصے باقی رہتے ہیں۔ مگر مالی لحاظ سے وہ کچھ زیادہ مفید نہیں ہو سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ مالی فایدہ کو نظر انداز کرکے محض مذہبی یا قومی پاس سے روپیہ خرچ کرنیوالے ہر قوم میں چند ہی آدمی ہوا کرتے ہیں جو کروڑوں روپیہ کبھی بہم نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن ٹائمز وغیرہ کا یہ قیاس کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ وادی فرات میں ریلوے کی تیاری کیلیے دول یورپ اور وہاں کے متمولین بیس چالیس برسوں سے زور لگا رہے ہیں سب سے اول انگلستان نے اسکی درخواست کی تھی اور ایسے وقت کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جبکہ ترکی گورنمنٹ پر انگریزی سفیر کو بے اندازہ اقتدار حاصل تھا وہ جو چاہتا تھا سلطان حال کے باپ سے اور اوسکے مشیروں سے کرا لیتا تھا۔ اور ترکوں کو بھی انگلستان کی مخلصانہ رفاقت بلکہ اخوت پر کامل اعتماد تھا۔ اسمعاملہ میں جب وہ کامیاب نہو سکا تو یہ کبھی ممکن نہیں کہ عبدالحمید ایسا مدبر اور بھی کسیکی نہیں۔ ایک روسی سایل کی درخواست کو منظور کرکے اپنے ملک کے اس حصہ کی شاہرگ پر جو قسطنطنیہ کے ہاتھ سے نکلجانیکی آخری مصیبت کے وقت اسلامی خلافت کا آخری حصن حصین اور ملجا و ماوا سمجھا جاتا ہے ایک قدیمی دشمن کا قبضہ کرا دے۔ حاشا و کلا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ مجوزہ لاین کے تقریباً اسی حصہ کیلیے جرمنوں نے روسی کونٹ سے پہلے درخواست کی تھی اور قیصر کی سیاحت کے دوران میں یہ عام افواہ تھی کہ سلطان اپنے عزیز مہمان کے پاسخاطر سے جرمنوں کی درخواست کو ضرور منظور کر لینگے بلکہ ایک واقفکار نے بتاسف و اندوہ دلی یہانتک لکھدیا تھا کہ اس منظوری میں کسیطرح کا شبہ نہیں۔ لیکن یہ اسکی غلط فہمی تھی بہرحال اسمیں کوئی شک نہیں کہ سلطان المعظم کو اسوقت سب سے زیادہ جرمنوں پر بھروسہ ہے۔ مگر جب اُن کو بھی اس لاین کا اجارہ نہ دیا تو روسی کونٹ کو کسطرح دینا منظور کر سکتے تھے۔ ان دونو تجویزوں کے سوا ایک تیسری تجویز خلیج فارس اور بحیرہ روم کے درمیان اسلامی مشترکہ سرمایہ سے

ریلوے بنانے کی تھی۔ اور یہانتک پختہ خبر ہے کہ اُسپر بھی غور کیا جارہا تھا اور جہانتک قرائن سے پایا جاتا ہے۔ ہمیں یہ کہنے کی کچھ مجال نہیں ہوسکتا کہ جلالتمآب خلیفۃ المسلمین اور انکی گورنمنٹ نے اگر کسی تجویز کو بنظر استحسان دیکھا ہے تو وہ یہی تجویز ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ اسکی یہی وجہ ہے کہ ٹائمز کے نامہ نگار کی اس خبر کی ابھی تک دیگر ذرایع سے تصدیق نہیں ہوئی۔ اور اسلیئے پسندیدگی کی خبر کے درست یا غلط یا قبل از وقت ہونیکی نسبت پختگی کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم جہانتک پسندیدگی کا تعلق ہے قرائن اس خبر کو درست ہونیکی بھی مؤید ہیں۔ اور ان قرائن میں سے ایک یہ ہے جسے ذیل میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

ناظرین کو اس تجویز سے معلوماتی مخالفت کا علم ہے اور اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ اخبار ایک طرح سے دربار سلطانی کا ذہنیہ ہے اور درباری اخباروں کی نسبت کون نہیں جانتا کہ کم از کم اہم معاملات میں وہ وہی لکھتے ہیں یا وہی تحریک کرتے ہیں جسکا بطور مدلل ع آنچہ شہا دانی گفت ہماں میگویم اُن کو اشارہ ہوچکا ہو یہی وجہ تھی کہ شروع شروع میں اسکی تحریرات اور عدم اتفاق رائے سے جنمیں وہ علاوہ دیگر وجوہات مسلمانوں کی کم ژرفی۔ کم علمی۔ پست ہمتی کو بھی اس تجویز کی کامیابی میں سدِ راہ بتاتا تھا۔ حوصلہ بہت کچھ پست ہوجاتا تھا۔ اب چند ہفتوں سے اسکی روش اور پالیسی اسمعاملہ میں بتدریج بدلتی جارہی ہے پہلے اُسنے اُن لوگوں کی تحریریں شایع کرنی شروع کیں جو اُسکے اعتراضات کی تردید اور اصل تجویز کی اہمیت اور کثیر المنفعتی کی تائید میں تھیں۔ پھر ایک قدم اور آگے بڑھکر مسلمانوں کو باہمی تعارف اور میل ملاپ کی تحریص و ترغیب دلانا اور موجودہ جہالت اور بیگانگت پر اُن کو شرم دلانیوالا مضامین لکھکر بالآخر قومی ترقی اور عروج کیلیئے باہم متفق و متحد ہوکر کام کرنے کی ضرورت واضح کرکے عوام اور بالخصوص علماء امراء اور اولیاء امور کو شرم دلائی کہ نفع عام کیلیئے کچھ کرنا تو درکنار۔ ذاتی منفعت کی لیئے ہی کارخانوں اور تجارتی کمپنیوں کو قایم کرنے کیلیئے کیسیں دس مسلمانوں نے اتفاق نہیں کیا۔ یہ سب قصور علماء اور معتقد و باخبر اصحاب کی پست ہمتی اور بے توجہی کا ہے۔ اسکے بعد اسلامی مشترکہ سرمایہ سے مجوزہ لائن کی بنا ہوجانیکی تجویز کا ہمدردانہ پیرایہ میں ذکر کرکے تحریر کرتا ہے کہ یہی تجویز اُسے مندرجہ سطور لکھنے کی محرک ہوئی ہے اور امید ہے کہ کل اسلامی ممالک کے علما اُن کی ژرف بینی سے اپنا اپنا فرض پر کمربستہ ہوجائینگے۔ اختلاف کے بعد معلومات کی یہ موافقت جو مجھے کہتی ہے وہ دفکار سے پوشیدہ نہیں ہوسکتی اور یہی موافقت ایک بڑا قرینہ اس قیاس کی تائید میں ہے کہ جلالتمآب کی پسندیدگی ضرور اُس تجویز کے متعلق ہے جو ہندوستان کی ایک خادم ملک قوم نے اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قیاس اگر درست ہو اور غالباً وہ ہے تو تجویز مذکور کی کامیابی کی مقدم شرط میں سے ایک پوری ہوگئی۔ اور اب دوسری کی کسر باقی رہ گئی ہے جسے اگر دنیا کی بین بچیس کروڑ مسلمان جنمیں سے کئی اب ہی کروڑپتی ہیں پورا نہ کرسکے تو اُن کی قوم نیم مردہ تو پہلے ہی سے مشہور ہے پھر بالکل مُردوں میں شمار ہونے لگیگی۔ والسلام علے من اتبع الہدےٰ۔ (۱۴ جنوری ۱۹۰۸ء)

بصرہ بغداد و دمشق و حجاز کو باہم ملانے کیلیے قومی مشترک سرمایہ سے ریلوے لائن تعمیر کرنیکی تجویز کی نسبت ناظرین یہ معلوم کرکے یقیناً کمال مسرور ہونگے کہ وہ یہی نہیں کہ حرمین شریفین اور حجاز تک ہی پہنچ گئی ہے بلکہ یہ کہ ماں کے کئی عالی ہمت اور وفا زمانہ سپوت باخبر مسلمان اس کام میں حسب استطاعت شریک ہونیکو بھی تیار ہوگئے ہیں۔ انمیں سے ایک صاحب خاص طور پر ذکر کیے جانے کے قابل

ہیں وہ سیٹھ احمد عبد اللطیف صاحب جو جدہ میں اور قومی ترقی و بہبود کی اس بینظیر کام کو عملیں لانے کی جو حسب ضابطہ کمپنی جاری ہو جانے پر سردست ۲۵ ہزار روپیہ کے حصے خریدنے پر آمادہ ہیں۔ ہم صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم ان کو حوصلہ و ہمت اور توفیق و مقدرت میں روز افزوں اضافہ کرے اور کل مسلمانوں کو ایسی ہی توفیق و استقامت و دوراندیشی اور باہمی عطا فرمائے کہ وہ عنقریب عالم جمہور میں ویسی ہی مستعدی اور بلند ہمتی موجود ہو جائے جس کا صدیوں سے تجربہ کرتے کرتے ہم اب آنکھوں سے آنکھیں کھپا چکے ہیں توقع نہیں ہو سکتی ایسی لائن کی تیاری کو لیکن زیادہ سے زیادہ بیس بچیس کروڑ روپیہ کفایت کرتے ہیں اور یہ رقم ایسی نہیں جسے ایک دو اسلامی ممالک کو ہی مسلمان بآسانی بہم نہ پہنچا سکتے ہوں۔ اگر کمی ہو تو فقط بلند ہمتی اور اولوالعزمی اور دنیا کی حالات اور کاروبار سے واقفیت اور باخبری کی۔

اسموقعہ پر یہ ظاہر کر دینا نامناسب ہوگا۔ کہ تقریباً دو مہینے گذر جانے کے بعد جو ہمیں یہ کہ نامہ نگار تجویز کنندہ آنکھ کی اس خبر کی کوئی تصدیق تو نہ ہوئی کہ سلطان المعظم اور بالعالی نے روسی کونٹ کی درخواست کو جو اُسنے طرابلس الشام سے بصرہ تک ریلوے بنانیکا اجارہ ملنے کے لیئے دی تھی بنظر استحسان دیکھا ہے۔ وکیل کے اس قیاس کی صداقت ظاہر ہو گئی ہو کہ سلطان المعظم کسی اجنبی اور بالخصوص کسی روسی کو ایسی اہم لائن کا اجارہ عطا کرنے کی غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس عدم تصدیق سے ہماری وہ توقع بھی ایک طرح سے باطل ہو گئی ہو کہ اگر سلطان المعظم کو کسی تجویز کو بنظر استحسان دیکھنے کی خبر دست ہو تو وہ بالضرور مشترکہ اسلامی سرمایہ سے ریلوے بنانے کی تجویز بھی آخر الذکر تجویز کا بالعالی اور بجال حکومت کے کانوں تک پہنچ گیا ہونا یقینی امر ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سوڈان و کریٹ وغیرہ کے وہ معاملات عجیبہ کے پے در پے حدوث اور پھر مقدونیہ میں اندرونی و بیرونی اعداء کی خوفناک سازش کے احتمال کے تفکرات نے ترکی گورنمنٹ کو اسطرف توجہ کرنیکی فرصت نہیں دی مزید برآں ممکن ہو کہ جیسا چند ہفتے ہوئے دمشق کے معزز خاندان معظم کے ایک قابل رکن رفیق بک نے المؤید میں لکھا تھا وہ اس اندیشہ سے بھی جو نیرنگی قسمت سے ایک مقتدر اسلامی سلطنت ہونیکی وجہ سے کل دنیا کی سلطنتوں میں سے صرف اکیلی ترکی کو ہی بہت کچھ بجا طور پر لاحق ہو رہا ہے شش و پنج میں پڑی ہوئی ہو کہ اگر اسلامی مشترکہ سرمایہ سے اس ریلوے لائن کو تیار کرانے کا فیصلہ کر دیا جائے تو کہیں دول اجنبیہ کو اپنی مسلمان حصہ داروں کے حقوق و اغراض کی حفاظت کے بہانہ سے سلطنت کی اندرونی معاملات میں دخل و معقولات دینے کا مزید موقع اور حیلہ ہاتھ آجائے۔ اگر یہ قیاس درست ہو اور بالعالی فی الواقع اگر اسی اندیشہ سے مترددہو رہا ہے تو بظاہر حال اُسپر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا۔ کل دنیا دیکھ رہی ہو کہ جنبی طاقتیں خفیف سے خفیف اور غیر ترین حجتوں اور بہانوں کو بھی ترکی کی معاملات میں جابجا مداخلت کرنے کو لیئے ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ اور ان بہانوں کی صریح بے بنیادی نا انصافی اور لغویت کے باوجود ترکی ایک زبردست حجت کے مقابلہ میں بالکل یکہ و تنہا ہونیکی وجہ سے دم نہیں مار سکتی۔ بنابرین اگر وہ بصداق مار گزیدہ از ریسمان سیاہ بدان یا اندرون کنوئیں میں بیٹھے بیٹھے ڈرتے ڈرتے بہت کچھ جی جان سے ہو کچھ کر رہی ہو تو بھی اسکو ہی قابل توجہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اسکی ہی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔ تاہم ہم اسکو خوش نہیں ہونے دینگے کہ اسکے تصور کے مطابق یہ کام کیونکر انجام پائیگا۔ اول تو مداخلت کا ہونا احتمالی ہے۔ یقینی نہیں۔ اور اگر یقینی بھی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اسکی مزاحمت میں کامیابی ہو۔ ترکی مدبرین کا مداخلت کے طلبگاروں کی حجتوں کو بزور تدبر رد کر سکنا امکان میں داخل ہے اور اگر وہ مداخلت کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اسکا مضر ہونا لازمی نہیں۔ اسکی مصرفوں کو انسداد کا انتظام ہو سکتا ہے۔ بالآخر اگر اسقدر مختلف کو شوں

کے بعد بہی اُسکی مضرت کا تدارک نہو سکے تو پھر بھی اسقدر فایدہ تو ہوگا کہ اُس مضرت کے محسوس ہونے میں کئی سالوں کا وقفہ پڑیگا برعکس اسکے کسی مفید تجویز کو اس اندیشہ سے عمل میں لانیکی ہی جرات نکرکے ملک کو تجویز کے فواید اور اندرونی و قومی ترقی سے محروم رکہدینا شروع ہی سے ملک کو یقینی سخت ضرر اور نقصان پہونچانیکا موجب ہوگا۔

اس بدیہی نقصان کے علاوہ بابعالی کے تردد و اندیشہ کے برخلاف اور بہی کئی زبردست دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جنگی تجارتی تمدنی اور پولیٹیکل لحاظ سے ملک میں ریلوے کی اشاعت مسلم طور پر ضروری متصور ہو چکی ہے۔ اور اس ضرورت کو تسلیم کرنے سے بابعالی کو بہی کوئی عذر نہیں اور اُسے جلد یا دیر بعد ضرور اپنے مقبوضات میں جابجا ریلوے کے سلسلے بڑہانے اور از سر نو قایم کرنے پڑینگے۔ مگر گورنمنٹ کے پاس خود روپیہ نہیں کہ سرکاری سرمایہ سے اُن کو تیار کرے۔ اگر قرض لیا جائے تو حصول قرضہ کی ہمرکاب دقتوں اور خرخشوں کے علاوہ بیرونی قرضے بیرونی مداخلت کے زبردست اوزار مانے جاچکے ہیں۔ مصر انہی قرضوں کی بدولت آج انگریزی سلطنت کے اقتدار میں ہے۔ اور خود ٹرکی بھی انہیں قرضوں کی طفیل کچہہ کم مصیبتیں نہیں بہوگ رہی۔ ان دونوں کے بعد مشترکہ اسلامی تجویز کے ماسوا یہی آخری چارہ باقی رہتا ہے کہ اجنبی سرمایہ داروں کو تعمیر ریلوے کے اجارے عطا کیے جائیں جسکا دوسرے لفظوں میں یہہ مطلب ہے کہ اغیار کو صرف مداخلت کا ہی باقاعدہ اور مستحکم استحقاق شروع ہی سے نہ دیدیا جائے۔ بلکہ ملک کی پولیٹیکل حیات کی شہرگ اپنے ہاتھ سے اُن کے عملی تصرف و ضبط میں کردیجائے۔ حالانکہ مشترکہ اسلامی سرمایہ سے اجنبی مداخلت کا ہونا بہی صرف احتمالی ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ ایسا احتمال بہی نہ پایا جائے۔ کیونکہ ابہی تک کئی ایسے اسلامی ملک موجود ہیں جو کسی غیر قوم کے ماتحت نہیں۔ اور وہاں کے باشندے بہی کچہہ ایسے گئے گذرے نہیں کہ بیس پچیس کروڑ روپیہ بہم نہ پہنچا سکیں۔ مسلمانوں کی زیادہ آبادی رکہنے والے ایسے ملک جو یورپین سلطنتوں کے ماتحت ہیں صرف ہندوستان الجزائر اور جزائر سوماٹرا و جاوا ہی ہیں۔ انمیں سے جاوا اور سوماٹرا ایسی حکومت کے ماتحت ہیں جو ٹرکی کے مقابلہ پر کوئی حقیقت نہیں رکہتی۔ اور اُسے اپنی مسلمان رعایا کے حقوق کی حفاظت کے بہانہ سے ٹرکی میں ذاتی اغراض کی تکمیل کیلیے مداخلت کرنے کی کبہی جرات نہیں ہوسکتی۔

الجزائر فرانس کے ماتحت ہے جو اپنی مسلمان رعایا کی دلجوئی کیلیے سرکاری خرچ سے مسجدیں تعمیر کرنے اور اُنمیں امام مقرر کرنے سے بہی دریغ نہیں کرتا جس کو اپنی رعایا کی یہانتک خاطر منظور ہو اُس سے کبہی امید نہیں ہوسکتی کہ اُسکے پولیٹیکل تعلقات ٹرکی سے خواہ کیسے کشیدہ کیوں نہوں وہ اپنے کسی مستقبلہ طریق عمل سے اپنی مسلمان رعایا کو اس تجویز کی شرکت کے اُن فواید سے جو مالی و تجارتی و علمی لحاظ سے بہی شریک ہونیوالوں کو بمقدار عظیم پہنچینگے متمتع ہونے سے محروم رکہنے کا باعث ہوسکیگا۔ اور وہ اپنی رعایا کو ایسا اخلاقی و مادی نقصان پہنچانا گوارا کرسکیگا۔ یہی ریمارک گورنمنٹ انگلشیہ پر صادق آتا ہے۔ اور اس سے کبہی امید نہیں ہوسکتی کہ خواہ وہ کسیوقت ٹرکی کی علانیہ دشمن ہی کیوں نہ ہوجائے۔ وہ کبہی ایسی تنگ ظرفی کی مرتکب ہوسکے کہ اُسکی مسلمان رعایا اُسکے کسی متوقعہ فعل کی بدولت ایک ذاتی بہبود و ترقی کے کام میں حصہ لیسکنے کے موقع سے مستفید نہوسکے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ وکیل نے مشترکہ سرمایہ سے ریل بنانے کی تجویز اسلیے پیش نہیں کی تہی کہ اُس سے ٹرکی کو فائدہ پہنچیگا۔ بلکہ محض اسلیے کہ مسلمان باہم ملکر کوئی کام کرنا سیکہیں اور اسی لیے مجوزہ لاین تجویز کیگئی تہی کہ مالی لحاظ

سے نہایت مفید ہونیکے علاوہ وہ ایسے مقامات ہونگے جنسے ہر ملک و دیار اور ہر فرقہ ملت کے مسلمانوں کو خاص روحانی و مذہبی تعلق اور لگاؤ ہے۔ اور یہ تعلق اُن کو اس کام کی تکمیل پر کمربستہ کرنیمیں زبردست تحریک کا کام دیگا۔ پس یہ کسی مہذب گورنمنٹ سے توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنی کسی پالیسی کو اپنی رعایا کی بہبودی میں کہبی حارج ہونے دیگی۔

لیکن اس بحث سے قطع نظر اول تو یہ دیکھنا واجب ہے کہ آیا ہندوستان وغیرہ کے مسلمان اس کام کی شرکت پر آمادہ ہوسکتے ہیں یا کیجاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اُن کی مُردہ دلی۔ دونہمتی یا بقول لارڈ کرزن تنگخیالی۔ پست نظری۔ مالی بزدلی۔ اور کسی بڑے کام کیلئے ہاتھ ڈالنے سے جھجکنے کی یہی عالم رہا۔ جواب ہے تو یہ بحث ہی فضول ہے وما یشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ بہرحال ترکوں کا یہ خوف یا اندیشہ ایسی وقعت نہیں رکھتا کہ اُسکی وجہ سے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ شیوہ مردانگی اسکا مقتضی ہے کہ وہ اپنی ہمت باز و اور تائید ایزدی پر بھروسہ کرکے اس کام کو شروع کردیں اور اپنی ہمت کو شش سے اُسی برتکمیل پہنچانیکا عزم مردانہ کریں۔ ورنہ اُن کی یہ نامناسب احتیاط اور اخلاقی بزدلی خودکشی سے کم نہیں ہوگی۔ اور اسکا نتیجہ دیگر اقوام کی روز افزوں حشمت و اقبال کے مقابلہ پر اُن کا دن بدن زیادہ انحطاط پذیر ہوتا جانیسے پولیٹیکل ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ (۲۰ مارچ ۱۹۱۰ء)۔

بصرہ و بغداد و اسکندرون کی ریلوے لائن

سنانیکو قابل ہوگئی ہیں۔ اور اگر خدا نے چاہا تو وہ دن دو نہیں جبکہ ہم اسکو قبضہ میں آیا ہوا دیکھ لینگے۔ اسوقت ناظرین کو اُن عظیم المقدار خوابہ کی فہرست جو اس لائن کے مسلمانوں کے مشترکہ سرمایہ سے تیار ہونیکی صورت میں گورنمنٹ عثمانیہ کو جنگی و ملکی و سیاسی و تجارتی و فنانشل پہلو سے خود ملک اور بنائے ملک کو تجارت و عمران و فروغ زراعت و آبادی اور ترویج تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے اور کل مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد۔ مالی و تعلیمی ترقی و منفعت کے اور نیز مذہبی پہلو سے حاصل ہوسکتے ہیں پھر دوہرانیکی احتیاج نہیں وکیل متعدد مضامین میں اُنکی تشریح کرچکا ہے۔ اور نہ اسوقت پھر ان دو مقدم شرطوں کے مفصل اعادہ کی ضرورت ہے۔ جو اس تجویز کی کامیابی کیلئے لازمی بتائی جاچکی ہیں۔ صرف مجملاً یہ بتادینا کافی ہوگا کہ ایک الفین یہ ہے کہ جلالتمآب امیر المومنین اور اُن کی گورنمنٹ اُسے منظور کرکے اُسکی تعمیل و تکمیل کو کام کو اپنی حمایت و سرپرستی میں لیں اور دوسری یہ ہے کہ مسلمانان عالم نہ صرف محوست و ادبار اور دونہمتی کو اُنکا پیچھا چھوڑ دیا ہو اس کثیر المنفعت کام کو برسر اتمام پہنچانیکا عزم بالجزم کرلیں۔

اس تحریک کو شروع ہوئے تقریباً اٹھارہ مہینے ہوگئے ہیں۔ اور اس اثنا میں گو بعض بلند ہمت اور باغیرت اصحاب کی خطوط اور باحمیت و معتبر اخبارات کی تائیدی تحریروں سے یہ اطمینان حاصل ہوتا رہا تھا کہ بہرحال تخم یونہی بیکار نہیں جائیگا۔ لیکن ایسے اہم کام کی تکمیل کیلئے خاصکر جبکہ مسلمانوں ایسی غافل اور خواب ناز میں سرمست قوم سے اُسکی تکمیل کا مقصود ہو۔ جیسی کچھ مستعدی اور پرجوشی درکار تھی اُسکا کہیں نام و نشان نہ پایا جاتا تھا اور عوام تک اس تحریک کا پہنچنا تو درکنار۔ اکثر ممتاز ہندوستانی اخبارات تک نے بھی اسطرف متوجہ ہونا پسند نہیں کیا تھا۔ اسیطرح معلومات قسطنطنیہ کی بعض تحریروں سے جو اس تجویز پر اُس وقت پہنچیں کہ یہ تجویز صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں سے کوئی کام کرسکنے کی امید ہونیکی وجہ سے موافق نہ تھا بہت کچھ مایوسی ہو رہی تھی۔ اور اسپر کبھی کبھی پورپ سے طرح طرح کی خبریں موصول ہوکر

سوئی پر سوا گیا کا کام کر جاتی ہیں۔ کبھی یہ خبر ملتی کہ سلطانی گورنمنٹ نے عراق عرب و شام وغیرہ کی لائنوں کا اجارہ جرمنوں کو دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور کبھی کوئی یورپین نامہ نگار یہ بے پر کی اڑا دیتا کہ روسی کونٹ کی درخواست عنقریب منظور ہونے والی ہے۔ وکیل مختلف جوابات اور قرینوں سے ان خبروں کی گو ساتھ کے ساتھ تردید یا تکذیب کر دیتا رہا تھا لیکن یہ بھی عوام پر وہ بُرا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں شام و مصر کے اکثر ممتاز اخبارات نے اس تجویز کو بڑی سرت سے لبیک کہا۔ مگر آخر وہاں بھی مسلمانوں کی اکثر تجویزوں کی طرح عملاً تو کچھ نہ ہوا مگر بحث مباحثہ اور زبانی لفاظیاں شروع ہو گئیں لیکن الحمد للہ کہ یورپین متمولین کی دراندازی کا خطرہ اب تقریباً مفقود ہو گیا ہے۔ اور روسی کونٹ کی درخواست کی منظوری کی جو خبر پانچ مہینے ہوئے کوئی تصدیق نہ ہونے سے اسکا بالکل غلط ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ قیاس کر لینا کہ متمولین مذکورہ بالا اپنی طرف سے کوتاہی کر رہے ہیں نہیں۔ بلکہ ان کی سرگرمیاں پہلے سے ضعافاً مضاعفہ بڑھ گئی ہیں چنانچہ تازہ ترین مغربی ڈاک اور خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ اب ایک اور یورپین کمپنی دیگر کمپنیوں کے خلاف معمول جو منافع کی ذمہ داری اور ضمانتیں لیکر کام کرنے پر آمادہ ہوتی ہیں۔ بالا کمپنی ہمواری کو اور سلطنت کو حق میں نہایت ہی مفید شرائط پر کل انشائی۔ دوم مل انشر تیار کر کے اجارہ نامہ کی کوشش کر رہی ہے اور خلاف معمول اسکا یہ اجارہ نامہ اجارہ داروں کے جو اجارہ بجائے خود یہ کام کر رہے ہیں اجارہ کے ختم ہونے سے دو برس پہلے ہی ان کمپنیوں کو مکمل کر دینے کی شرط کرتا ہے اور اس امر کی ضمانت میں ۴ ہزار پونڈ نقد بھی خزانہ سلطانی میں داخل کرنے پر تیار ہیں بلکہ یہی شرط کرتی ہے کہ اگر اس عرصہ میں تکمیل نہ ہو تو کمپنی کا کل سامان اور تیار شدہ ٹکڑے بلا معاوضہ سلطنت عثمانیہ کا ملک ہو جائینگے لیکن ایسی شرائط پر بھی سلطان المعظم کا اغیار کو اجارہ دینا منظور نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ کم از کم اپنی مقبوضات اور بالخصوص بلاد عربی کی تعمیر پر یورپین سرمایہ کو اور زیادہ دخیل ہونے دینے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ اور خدا کرے کہ اپنا ملک اور کاذ مسلمین کی لاپرواہی اور غفلت و پست ہمتی سے مجبور ہو کر کبھی انکو یہ عزم فسخ نہ کرنا پڑے

مسلمان اگر عاقبت اندیشی سے بالکل ہی معرا نہیں ہو گئے تو ان کو لیئے یورپین سائلین بالخصوص روسی کونٹ کی درخواست کی عدم منظوری ہی بفرض ہا جو شرط منظوری وسیع پیمانہ پر کام کر سکنے کو آخری میدان کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیتی۔ کچھ کم خوشخبری نہیں اور وکیل کے لیئے یہ کچھ کم فخر کا مقام نہیں کہ ٹائمز و پانیر ایسے اخبارات کے بیانات کی تردید کرنے میں آخر وہی سچی ثابت ہوا۔ مگر خوشخبریوں کا ذخیرہ ابھی ختم نہیں ہوا یہ مسلمہ امر ہے کہ جتنے مسلمان ہندوستان میں موجود ہیں اتنے اور کسی ملک میں نہیں۔ اور خدا کے فضل سے متمول اور متوسط الحال اشخاص کی اوسط بھی غالباً یہیں کے مسلمانوں میں زیادہ ہے مزید برآں وہ ایک ایسی گورنمنٹ کے تابع ہیں جو اپنی رعایا کو عالم و باخبر ہی نہیں بنانا چاہتی بلکہ ان کو مفید و کارگر ممبر سوسائٹی عامل ہونے کی بھی ہمیشہ تحریص و ترغیب دلاتی رہتی ہے۔ اور اگر مسلمان اس نیک ہدایت و تشویق سے ابتک فائدہ نہیں اٹھا سکے یا عنقریب بتفاوت کی تکمیل نہ کر سکیں تو پھر کبھی ہی ان سے اُبھرنے اور کچھ کرنے کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بہرحال بوجوہات متذکرہ صدر تجویز زیر بحث کو عمل میں لا سکنے کے لیئے ہندوستان کو مسلمانوں سے معتدبہ مدد ملسکتی ہے اور اس مدد پر انکو صرف اخبارات کو ذریعہ ہی مائل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر ایسے اخبارات کی خاموشی سے جنسے بہت کچھ توقع تھی کسیقدر مایوسی سی پیدا ہو جاتی تھی مگر قوم کی خوش قسمتی سے اب یہ شکایت دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ دوسری قابل قدر خوشخبری ہے۔ پنجاب آبزرور لاہور اور محمڈن مدراس شروع سے برابر تائید کرتے چلے آ رہے ہیں۔ روزانہ دہلی ریاض الاخبار اور دار السلطنت شمس الاخبار بھی گو ان سے زیادہ

سرگرم تائید کی ہے مگر گاہ گاہ کلمۂ خیر کہنے سے دریغ نہیں کرتے رہبر الملتین ابھی ابھی مفصل و مطول بحث کئی نمبروں میں کر چکا ہے۔ روزانہ پیسہ اخبار نے اب سلسلہ وار مضمون اس مسئلہ پر شروع کر دیا ہے! و امید غالب ہے کہ کم از کم باقیماندہ اسلامی معاصرین کو بھی اب اس بغایت اہم تجویز کی تائید میں عار نہ ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب ملک کے تمام اخبارات ایک کام کو کرانے کا بیڑا اٹھالیں تو پھر نہ صرف قوم بالکل ہی مردہ نہ ہوگئی ہو۔ انہیں ضرور اپنے مدعا میں کامیابی حاصل ہوگی۔ مدراس کے باقیماندہ معزز ہمعصر جریدہ روزگار، مخبر دکن، نیر آصفی حیدرآباد کے معاصرین۔ اور بمبئی کی کئی جنرات کے مالک ایڈیٹر و قومی جانباز حکیم عبدالحمید صاحب فرخ شمالی ہند کے سرحدی اضلاع کا واحد اسلامی اخبار چودہویں صدی اور کئی دیگر ہمعصر اگر چاہیں تو قوم کو بیدار کرنے اور اس کام اہم کی تکمیل میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور ان کی تحریروں سے متاثر ہو کر چند عالی ہمت بزرگان قوم کا اس تجویز کی عام اشاعت اور تعمیل پر کمربستہ ہو جانا بعید از قیاس نہیں میسو کہ حجاز کی مقدس سرزمین میں ایک فرشتہ سیرت قومی لسونے اسوقت بھی اسکام کو اپنے اہم فرایض کی فہرست میں داخل کر رکھا ہے اور خدا نے چاہا تو انکی مساعی برابر مشکور و مقبول ہوتی رہیگی۔ جدہ کے ایک مور مسلمان تاجر سیٹھ عبداللطیف صاحب کا ذکر خیر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ کمپنی کی قیام پر ۲۵ ہزار روپیہ کے حصے خریدنے پر بالکل تیار ہیں۔ اس بقدر بھی خالص دیرپا مجوزہ قوم و فدا ئیٹ تاریخ ۱۰ ذیقعدہ حسب ذیل خوشخبری تحریر کرتے ہیں۔ دمشق بصرہ لاین کے متعلق جو خدمت وکیل نے میرے سپرد کی ہے اُسکے خیال سے میں بیفکر نہیں ہوں ان ہفتہ تین آدمیوں کی آمادگی کی اطلاع دینی کی مجھ اور عزت حاصل ہوئی ہے۔ یہ تینوں صاحب بھی تاجر ہیں۔ ایک بیس پونڈ دوسرا پچاس پونڈ۔ اور میسرا سو پونڈ کا حصہ خریدینگے۔ اور بالکل آمادہ ہیں۔ وکیل کی اس مبارک تجویز کا حیز تقدم جہانتک میں دیکھتا ہوں حجاز کے مقدس و برگزیدہ خطہ کے مسلمانوں نے بڑی خوشی سے کیا ہے اور اسمعاملہ سے یہاں کے متمول اور تجارت پیشہ تعلیمیافتہ اصحاب کو بڑی دلچسپی ہے۔ اور خدا نے چاہا تو وہ وقت دور نہیں کہ اس مرکز اسلام میں اسکی اشاعت سے تمام دنیا میں عام تحریک پیدا ہو جائیگی۔

اگر وکیل کو دیگر معاونین بھی جو مختلف اقطاع عالم میں موجود ہیں اس بزرگوار کیطرح انتک کوشش کرتے رہتے۔ تو یقین کامل تھا کہ یہ تجویز عملی صورت اختیار کرنے کو بہت قریب پہنچ جاتی لنڈن اور انگلستان کے مسلمانوں میں قوم کے پرانے خادم اور سچے دوست ہمارے معزز مخدوم منشی سراج الدین صاحب مالک و ایڈیٹر چودہویں صدی کے تشریف لیجانے سے ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ انکو اس تجویز کے علانیہ ظہور میں آجانے سے جو فوائد مترتب ہو سکتے ہیں انکا بتلانا محکم بلقان آموختن ہوگا۔ وہ آجکل انگلستان کو جانیوالے مسلمان طلباء کی تعلیم و تربیت و نگرانی کے مسئلہ پر جس سے انہیں ہمیشہ بڑی دلچسپی رہی ہے بڑی سرگرمی سے مصروف ہیں۔ اگر وہ ذرا غور کرینگے تو انپر واضح ہو جائیگا کہ عملی تعلیم کے لحاظ سے بھی میسا کہ وکیل کو کسی گذشتہ پرچہ میں مفصل تحریر ہو چکا ہے۔ یہ تجویز مسلمانوں کے لئے اکسیر حیات سے کم نہیں افسوس! غالباً کثرت مشاغل کی وجہ سے ان کو ہندوستان میں اسمعاملہ کیطرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ہوئی مگر یقین کامل ہے کہ انگلستان کی روح افزا آب و ہوا میں جہاں انسان یہاں کی نسبت کئی حصے زیادہ دماغی و جسمانی کام کر سکتا ہے وہ ضرور گذشتہ غفلت کی کما حقہ تلافی کر دینگے اور مولوی رفیع الدین احمد صاحب اور حاجی محمد دولی اور شیخ الاسلام عبداللہ کو لیم

لہ یعنی مولوی محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ کو خطہ

اور دیگر بزرگواران قوم کو اتفاق و مشورہ سے اس تجویز کی کامیابی کیلیے جو ایکطرح سے مسلمانوں کی زندگی اور موت کی محک ہے ہر ایک طرح کی کوشش کرینگے

میر منشی چودہری سلطان عرفان صاحب کا بھی اب تک اسطرف توجہ نکرنا حالانکہ قوم کو محب صادق اور مخلص و بیغرض خادم اور حقیقی مخدوم میر عزیز احمد صاحب بی اے گلاسگو سے اُن کا اکثر ربط ضبط رہتا ہے اور خط و کتابت کا سلسلہ فیمابین جاری ہے۔ اور چودہری صاحب موصوف خود بھی قومی دلسوزی میں کسی سے کم نہیں بیشک تعجب سے خالی نہیں اگر وہ چاہتے تو کم از کم افغانستان میں اسکی بہت کچھ کامیاب اشاعت کر سکتے تھے۔ کیا اُن سے اور نیز اپنے جوان ہمت کابلی نامہ نگار سے آیندہ اسبارہ میں سعی و فور کرنے کی امید رکھنا بیجا ہوگا؟ شیخ الاسلام عبداللہ کوئلیم اخبار اور نیز ذاتی رسوخ سے مراکو اور مغربی افریقہ میں بہت کام لے سکتے ہیں۔ اور تجویز سے مطلع کیے جانے پر اُن کو ان دونو وسایل سے کام لینے سے غالباً کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ اسموقع پر اگر چند دیگر معاونین اور ہمدردان قوم سے بھی یہی درخواست کیجائے تو یقیناً بیجا نہوگا۔ اُن سے ایسی درخواست کرنا اور اُسکے قبول کیے جانیکا یقین رکھنا اونکی ہمدردی اور مذہبی پرجوشی کے لحاظ سے کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بلند ہمت ہندی سیاح مقیم قاہرہ مصر اور شام میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور قاہرہ کے فارسی جرائد ثریا و حکمت حبل المتین کے ساتھ ملکر ایران اور دیگر ممالک کی ایرانی نوآبادیوں میں قابل قدر کام دے سکتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ہمارے اُن معزز و گرامیقدر معاصرین بالخصوص حبل المتین کو مملکت فارس میں ایسی ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی ہے کہ اکثر جگہ امامان مسجد نماز و خطبہ کے بعد اُنکے مضامین حاضرین کو بالالتزام سناتے رہتے ہیں۔ اصفہان کی جامع مسجد کے امام کو خود وہاں کے رعیت پرور گورنر نے ایسا کرنیکا تاکیدی حکم دے رکھا ہے۔ ملبورن کے سربرآوردہ ہندوستانی تاجر سیٹھ خدا بخش و رحیم بخش صاحبان نہ صرف صوبہ وکٹوریہ بلکہ کل آسٹریلیا میں اسلام کے بلا تنخواہ مشنری ملا مرزا خان فیجی اور بحر الکاہل کے دیگر جزائر میں۔ ہمارے بغدادی نامہ نگار اور سید جمال تاجر صوبہ بغداد و عراق عرب میں۔ مسٹر عبدالحمید ہاشم اور دیگر ہندوستانی تجار گو وہ یورپین باشندوں کی رقابت سینہ زوری اور وحشیانہ جبر و تعدی سے بہت سی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی ٹرانسوال۔ نٹال اور کیپ کولونی میں شیخ الاسلام امریکہ۔ حاجی گلمحمد خانصاحب۔ جنوبی امریکہ میں جہاں ہندوستانیونکے علاوہ کئی ہزار رعایا سلطانی۔ شامی عیسائی۔ و مسلمان بھی موجود ہیں۔ اور میر عبدالعزیز صاحب جزایر غرب الہند میں قابل قدر کارگذاری کر سکتے ہیں۔ اور اُن سے کبھی اغماض کی توقع نہیں ہو سکتی سب سے آخری مگر سب سے وزندار خوشخبری یہہ ہے کہ کامیابی کی شرط اولین کے پورا ہونیکے آثار بالبداہت ہویدا ہوگئے ہیں درباری اخبارات کی تحریروں کو جیسی کچھ خاص وقعت حاصل ہوتی ہے اُسکی توضیح ۱۶ جنوری ۱۸۹۹ء کے وکیل میں ہو چکی ہے قسطنطنیہ میں درباری اخبار ہونیکا فخر ہمارے معزز و محترم مہر معلومات کو حاصل ہے۔ اور اسیوجہ سے اُسکے عدم اتفاق سے حوصلہ بہت کچھ پست ہو جاتا تھا۔ ناظرین سے مخفی نہیں کہ خود کئی جلیل القدر ترکوں نے اس اخبار میں تجویز کی منفعت بے اندازہ کو تسلیم کر کے اُسکی تائید میں طویل آرٹیکل تحریر کیے تھے۔ مگر اُسکے عدم اتفاق پر اُن سے کچھ اثر نہ پڑا تھا۔ ان مضامین سے اول یا آخر وہ کوئی نکوئی حجت اور وجہ ناپسندیدگی کی تحریر کر دیا کرتا تھا کچھ عرصہ سے اس روش میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ لیکن پورا اتفاق اُسنے ابھی اُس نمبر میں بھی نکیا تھا جو پچھلی ہفتہ موصول ہوا مگر

اس ہفتہ جو اخبار موصول ہوا ہے اُسمیں ایک جلیل الرتبت عہدہ دار کا طویل مضمون ہی جو وادی فرات وغیرہ میں ریلوے لائنوں کی تیاری اور دریائے فرات کی دھارے کی درستی کے متعلق ہے۔ تاکہ اُسمیں جہاز اور سٹیمر ہر موسم میں آمد و رفت کر سکیں۔ وجہ نہیں بلکہ تمہیدی عبارت میں مضمون مذکور کی پُرزور الفاظ میں تائید کرکے قوم کو نویسندہ کی صلاح و مشورہ پر کاربند ہونیکی تاکید مزید کیگئی ہے۔ مضمون نگار کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ لیکن اسقدر بتا دیا گیا ہے کہ وہ سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ کے مشیران عظام میں سے ہے۔ مسائل انتظامی اور فنون عسکریہ میں کامل دستگاہ رکھتا ہے۔ کمال ماہر اور واقفکار ہے اور سالہا سال سے مختلف محکموں میں قابل تعریف کارگذاری دکھا چکا ہے۔ اور اُسکے متعلقہ معاملات میں کامل مہارت اور آگاہی کہتا ہے"

اس نامعلوم الاسم جلیل القدر شیخ یا پیر کی رائے سے جسکا خلاصہ آگے درج ہے۔ ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ ترکی گورنمنٹ ایسی کمپنیوں کو جو دیسی سرمایہ سے تیار کیجائیں اور کوئی نقص نہ رکھتی ہوں کبھی جاری ہونے سے نہ روکیگی۔ گویا بالوسطہ طور پر ایسے طریقہ کی کمپنیاں بنیاد کیجانے کی تحریص و ترغیب دلائی گئی ہے اور نوسینہ کی نیت درست اور شائع کنندہ کے خیال سے صفا واضح ہوتا ہے کہ اگر اس معاملہ میں جو حال انتساب کی تحریک نہیں ہوئی تو کم از کم انکے علم سے یہ تحریر شائع کیگئی ہے اور اُنکا دلی مقصد یہ ہے کہ ایسی کمپنیاں قائم ہوں۔ بشرطیکہ صرف اتنی بات سے شرط اولین چکا یعنی تجویز بحث کیگئی کا لازمی نتیجہ ہو۔ یہ ضروری نہیں ہوگئی۔ اُسکا مدعا یہ ہے کہ خاص سلطانی حمایت میں کمپنی قائم کیجائے۔ اور اُسکے افعال و اعمال کی نگرانی کرنے والی ترکی گورنمنٹ ہو۔ کیونکہ جبتک ایسا نہو مسلمان تو درکنار جنکو ایسے معاملات سے ابھی تک مطلقاً مس نہیں۔ صدیوں سے تجارتی کاروبار کرنیوالی اقوام کو بھی ایسی کمپنی پر جسکے منتظم اور مہتمم غیر یورپین اور بالخصوص مسلمان ہوں۔ کبھی اعتبار اور بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ اور انہیں بھی کبھی حصے خریدنیکی جرأت نہیں پڑیگی۔ لیکن سلطانی نگرانی سے یہی نہیں کہ عام بدظنی اور شکوک ہی کسیطرح کے پیدا نہیں ہوسکینگے۔ بلکہ خاص زیر تجویز کام کی ذاتی و مالی و دیگر فوایدکے علاوہ ایک اور عجیب و زبردست تحریک اور ترغیب بھی اس سے تمام مسلمانوں کو شرکت کیلئے ملجائیگی۔ لیکن پھر بھی شرط مذکور کا پہلا مرحلہ سلطان المعظم کی پسندیدگی کا بالوسطہ طور پر علم ہوجانے سے طے ہوگیا ہے۔ وکیل کا منشا یہ تھا کہ خود جلالتمآب ابتدا کرکے ایسی کمپنی کی قایم کیجانیکا حکم صادر فرمائیں اور اس تحریر سے یہ پایا جاتا ہے کہ پہلے چند بلند ہمت ایسی کمپنیوں کی ڈانچ کھڑے کریں۔ اور پھر حمایت و سرپرستی کی درخواست کیجائے۔ اس سے یہ فرق پڑ گیا ہے کہ پہلی صورت میں فی الفور کارروائی شروع ہوجاتی۔ اب ایسے اولوالعزم کے کمربستہ ہونیکا انتظار کرنا پڑیگا۔ مگر ترکی اخبارات کی پُرزور تحریروں اور نیز قراین سے پایا جاتا ہے کہ یہ انتظار کوئی زیادہ عرصہ تک نہیں کرنا پڑیگا۔ اور انشاء اللہ العزیز ہم جلد سن لینگے کہ آستانہ علیہ میں ایسی کمپنی قایم ہوگئی ہے۔ اور اُسوقت تک کامل یقین ہے کہ متذکرہ صدر گرامیقدر معاصرین اور بہی خواہان قوم و ملت نے پبلک کو شرکت کے لیئے بالکل تیار کرلیا ہوگا۔ اور ہر ایک کو دفتر میں شرکت کے شایقین کی طویل فہرستیں معہ مقدار زر جوہ اس بےنظیر کثیر المنافع و انوا یہ کام پر لگانیکا ارادہ کہتے ہوں مرتب ہوگئی ہونگی۔ وکیل دیکھنا چاہتا ہے کہ اُسکے ناظرین اور اُنکے احباب اسبارہ میں کسقدر اولوالعزمی۔ بلند نظری معاملہ فہمی اور سچی ترقی کے جوش و مستعدی کی کسقدر مقدار دکھاتے ہیں۔ مگر یہ خیال رہے کہ شرکت کو موعید میں ویسی ہی جھوٹے

لہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ فاضل شاکر پاشا انسپکٹر خزل ولایات اشیا کوچک ہیں۔

جوش سے کام نہ لیا جائے جیسا کہ لاہور کرڈ ائمنڈ جوبلی بنک کے قیام کی تجویز کے دوران میں اکثر پہلے انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ شروع شروع میں تو بڑھاوے سے ہزاروں کی رقمیں لکھدیں اور یہانتک کہدیا کہ جب چاہو بکمشت طلب کرلو جب معمولی قسط وصولی کی کچھ ضرورت نہیں مگر جب بنک قایم ہوگیا۔ اور حصص کی فروخت کا کام باقاعدہ شروع ہوا تو اکثر پرجوش حضرات ایک حصہ خریدنے سے بھی گریز کرگئے۔ اور جنہوں نے تحریری وعدے لکھکر دیئے ہوئے تھے انہوں نے ایسی چپ سادھی کہ خط پر خط جارہے ہیں مگر جواب ندارد۔ اور یہ سب ہی خفیف الحرکاتی اور جھوٹی پرجوشی کا نتیجہ ہے کہ کل ہندوستان کے مسلمان دو لاکھ روپیہ سرمایہ کا بھی ایک بنک تیار نکرسکے۔ ایسی حالت دیکھکر قوم کے بہی خواہوں کی طرف سے شکست یاسی ہوجاتی ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ابھی تک اسمیں ہزار دو متمول سمجھدار اور بڑے قوم موجود ہیں۔ اور خیراتی یا مذہبی کاموں پر اپنے لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہورہے ہیں تو حوصلہ بندھ جاتا ہے کہ ترقی کے وسائل ابھی ہزار ہا موجود ہیں صرف توجہ اور حالات دنیا سے واقفیت و آگاہی کی کمی ہے جسکو پورا کرنا سرگروہان قوم اور اخبارات کا فرض ہے۔

مشیر موصوف سے اول دریائے فرات کو دجلہ کی وسعتی کے متعلق گفتگو ہوئی جس کے سمجھنے میں تھوڑی سی تردد کے ساتھ قابل جہاز رانی بنایا جاسکتا ہے مضمون کے حصہ میں معاملات جو دقت کی کیفیت اور اُنکے ہٹانے کی تدبیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کام ملک کی بہتری اور ترقی کے لیئے ایسا ضروری ہے کہ اگر اس علاقہ پر کوئی یورپین حکومت قابض ہوتی تو مدت مدید ہوئی برسر کام پہنچ گیا ہوتا اور ساحل دراز سے جہاں سمندر سے بصرہ تک جہاز جاسکتے ہیں تقریباً ۳۰ میل بجانب شمال سے آبدفت رہتی ہوتی اس دریائی راستہ کے فواید کی تشریح کتاب واقعات روم میں بالتفصیل لکھی ہے شایقین دفتر اخبار وکیل سے منگوا کر مطالعہ کرسکتے ہیں۔

اسکے بعد جلیل المرتبت مضمون نگار وادی فرات بین النہرین کی اشد ضرورت اور فواید لاتعد پر بحث کرتے ہیں۔ ناظرین غالباً یہ سنکر خوش ہونگے کہ سلطنت عثمانیہ کا ملیہ ہر وتجربہ کار معزز عہدہ دار بھی مذکور میں لانے کیلئے وہی راستہ پسند کرتا ہے جو تقریباً سو برس ہوا وکیل نے تجویز کیا تھا۔ ۱۲ فروری ۱۸۳۹ء کو پرچہ میں وکیل نے بندر سعید سے براہ الجوف بصرہ یا کویت تک ریلوے بنانے کی تجویز کی مخالفت کرکے جسے ایک انگریز کمپنی نے پیش کیا تھا اور مسٹر بدرالدین عبداللہ تورعرب بمبئی کے مشہور تجار نے کمپنی مذکور کی تائید میں بمقام حیدرآباد دکن و ناگپور وساگر ایک جلسہ کیا تھا جسکی کارگذاری کا ذکر کل دنیا کو مسلمان اس لائن سے جو سواحل ہند وستان اور بحیرۂ روم کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قایم کردینے کو اور کسی مصرف کی نہیں ہوسکتی کسیقدر اوپر بصرہ سے بغداد اور بغداد سے خواہ براہ موصل خواہ براہ راست حلب سکندرون تک جو بحیرۂ روم پر مشہور بندرگاہ ہے۔ اور پھر حلب سے براہ مشق حجر میں کو ریلوے لائن بنانے کے لیئے مشترکہ سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کریں تو ان کو بڑا انتہا فواید جسکی بہا تو ضیح ہوچکی ہے پہنچ سکتے ہیں۔

مشیر موصوف یہی حلب و دریائی ہر کرا اور اسکندرون بصرہ کو نہایتی ٹرانزٹ بنانا پسند کرتا ہے۔ ہم اسکندرون سے براہ راست حلب کو موجودہ سڑک پہاڑی سلسلہ کے درّہ بیلان سے گذرتی ہے اگر لائن بھی اسی راستہ سے گذرے تو بڑی بڑی سرنگیں بنانی پڑتی ہیں اور اسلیئے خیال ہے کہ اسکندرون کو نہایتی ٹرانزٹ بنانا چاہئے ہم اسکندرون کو نہایتی ٹرانزٹ بنانا بالکل ہی چھوڑ دیا تھا مگر مضمون نگار جو ہر ملک کی چپہ چپہ زمین سے واقف ہے لکھتا ہے کہ سویدیہ تک لائن کو تھوڑا سا چکر دینے سے پہاڑ کا کمزور حصہ قابض فوج و دیگر فواید کو لاگو ہوگا کہکر صرف مالی فواید کے متعلق وہ تحریر کرتا ہے کہ اس لائن کی تعمیر سے جو سالانہ فوائد ہونگے ان کا اندازہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ مسافروں اور سوداگرانہ طور پر اس راستہ کو بہر سو ذکر راستہ پر ترجیح دینگے کیونکہ کہاں پندرہ دن تک سمندر کا تمام اور طوفان کا خطرہ اور دیگر مصائب کا برداشت کرنا اور کہاں امن و امان اس سے چھ سات گھنٹہ میں بحیرہ روم کے ساحل خاص کی کنارہ پر پہنچ جانا۔ فاضل نویسندہ اندازہ لگاتا ہے کہ ملکی سامان تجارت اور دریائی سٹیشنوں کی ٹریفک (باربرداری مسافروں) کے علاوہ صرف ایسے سامان کی سالانہ مقدار جو واردی ملک ہوگذریگا۔ دس کروڑ

آمد تصور ہوگی، اور اگر ایک ٹن (۲۸ من) کی اجرت ۵ روپیہ رکھی جائے تو بھی ۲۰ لاکھ پونڈ سالانہ صرف اس تجارتی سامان کی اجرت ہوتا ہے۔ باغلب وجوہ گورنمنٹ ہند ہندوستان اور ولایت کی ڈاک کو اسی راستہ سے لیجائیگی جس سے سالانہ ایک لاکھ ۲ ہزار پونڈ آمد ہوگی۔ روادی گذینوالوں مسافروں کی آمدنی علیحدہ رہی۔ یہ حساب محض قیاسی نہیں بلکہ کمپنی معلمات اور جہاز پر مال کی بار برداری کا ہے جسکی درستی میں کسطرح کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ الغرض بصرہ بغداد حلب اسکندرون ریلوے کی سالانہ آمدنی صرف خاجی سامان و مسافروں کی اجرت سے پچیس لاکھ پونڈ سے کم نہیں ہوسکتی۔ دوسرے ذریعہ آمدنی اس سے ماسوا ہے۔ لائن کا طول ۱۵۰ کیلومیٹر گیج ۱۴۳۵ ملیمیٹر (۴ فٹ ۸½ انچ) اور فی کیلومیٹر ۴۰ ہزار فرنک (۲۵ فرنک کا ایک پونڈ) سے زیادہ لاگت نہیں لگیگی کیونکہ صرف سویدیہ کے قریب ۲۰ کیلومیٹر کے طول میں میدان کوہستانی اور دشوار ہے۔ باقی کل علاقہ ہموار ہے اور کوئی طبعی رکاوٹ یا دقت پیش نہیں آئیگی۔ پھر پہاڑیں وغیرہ موجود نہیں کل سالانہ پیداوار فی کیلومیٹر کم از کم ہزار فرنک تک ہوگی

اگر لائن کو حلب سے حدود براہ بیرہ چک۔ دیاربکر و موصل بغداد تک بنایا جائے تو اس سے ۱۰۰۰ کیلومیٹر طول ہوجائیگا جس سے مطلوبہ سرعت سفر کا مدعا مفقود ہو جائیگا۔ اور خارجہ تعلیقات کی مقدار بدیں وجہ کم ہوجائیگی مزید براں اس راستہ میں دلدلیں اور کوہستانی علاقہ بھی بکثرت ہیں پس مناسب یہی ہے کہ اسکندرون سے براہ میدان حلب تک۔ اور حلب سے براہ بیرہ چک (جو شہر حلب سے تقریباً ڈیڑھ سو میل بجانب شمال فرات پر واقع ہے) بغداد و بصرہ تک لائن بنائی جائے ایرانی سرحد کو برابر کوگ اور صلاحیہ کو راستہ بغداد سے موصل اور دیاربکر تک لائن لیجانا فوجی و پولیٹیکل لحاظ سے مناسب ہے، اسیطرح قسطنطنیہ و انگورہ لائن کو سیدھا بغداد تک بڑھانا بھی مجھے پسند نہیں۔ اسکی بجائے انگورہ سے ایک لائن قیصریہ عزیز ملاطیہ۔ اورفہ بوط اور دیاربکر تک دوسری لائن انگورہ سے یوزغاد و سیواس اور آذربیجان تک بنانا مصالح ملکی کے لحاظ سے نہایت مفید ہوگا۔ اسکندرون اور بصرہ کی لائن الگ اور مستقل بالذات تیار کیجائے جسکی متذکرہ صدر تینوں لائنوں سے اسطرح ملا دیا جائے کہ اسکندرون کو قریب ترین بیورطہ تک سے بحیرہ اسود کی بندرگاہ سینوپ تک یا دوسری لائن بنائی جاوے۔ ان لائنوں کو تیار ہوجانے پر انشاءاللہ کوچک عراق عرب قسطنطنیہ سے مرتبط ہوجائینگے۔ اور حدود سلطنت چاہے بآسانی فوجیں روانہ کرسکیگی اور نقل اسباب و مسافران میں کمال سہولت اور آسانی ہوجائیگی۔

ان کے علاوہ ایک چوتھی لائن بھی ضروری ہے دمشق سے مزیریب تک ریلوے موجود ہے اس لائن کو عقبۃ الشام اور تبوک کو راستہ مدینہ منورہ اور پھر مکہ مکرمہ تک بڑھا دیا جاوے اور ان دو نو مبارک شہروں سے انکی بنادر ینبوع اور جدہ تک لائنیں بنا دی جائیں یہ کل لائنیں بہت تھوڑے خرچ پر تیار ہوسکتی ہیں۔ اور ان سے ملک کی آبادی و عمران میں بیشمار مدد ملنے کو علاوہ مسلمانوں کو تمام دنیوی اور قومی اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکا بہترین دست و سیلہ مہیا ہوجاتا ہے۔ موسم حج بیت اللہ الحرام میں بکمال آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ کبھی تصور میں نہیں آسکتا کہ گورنمنٹ وطنی کمپنیوں کو مشرط بکہ انمیں کل اوصاف و شرائط ضروریہ موجود ہوں لائنوں کو اجارے عطا کرنے سے کبھی تامل و تردد کریگی پس اب صرف اس امر کیضرورت رہی کہ تمول آفرینا قوم اور وہ لوگ جو ملک کی ترقی و ارتقاء کو خواہاں ہیں متفق ہوکر وطنی کمپنیاں منعقد اور سرمایہ مطلوبہ جمع کرکے کسی مبارک اور اہم کاموں کو شروع کردیتی کہ ان کی تجارت فروغ پائے۔ ملک خوشحال ہو اور قوم و ملت کی شان بڑھے **وما التوفیق الا باللہ**"

حسابات مذکرہ صدر سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ بصرہ سے براہ بغداد و حلب اسکندرون تک ریلوے بنانے کا کیلو صرف ۲۵ فرنک ۱۰۰۰۰۰ کیلومیٹر ۱۵۰ = ۳۷۵۰۰۰۰ فرنک = ۱۵۰۰۰۰ پونڈ درکار ہیں بیشقدر رقم حلب سے دمشق تک اور دمشق تینوں شاخوں مدینہ و جدہ و عسقلان تا جدہ۔ صنعا تا حدیدہ کے لیے اندازہ کیجائے تو بیس کیل کی مجموعہ لائن کیلئے از بصرہ تا اسکندرون و از حلب تا یمن صرف ۹۶ لاکھ پونڈ یعنے تقریباً ۱۵ کروڑ روپیہ درکار ہے اگر کل مسلمان اسقدر رقم بھی ایسی اہم اور فایدہ بخش اور مذہبی لحاظ سے نہایت ضروری مقدم الیں کیلئے بہم نہیں پہنچا سکتے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا۔ **فقط**

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب

سلطان عبد الحميد ثانی

غازی عثمان پاشا اعلیٰ مشیر دربار ہمایوں شیر پلیونا

مارشل اوهم پاشا فاتح تهیلی

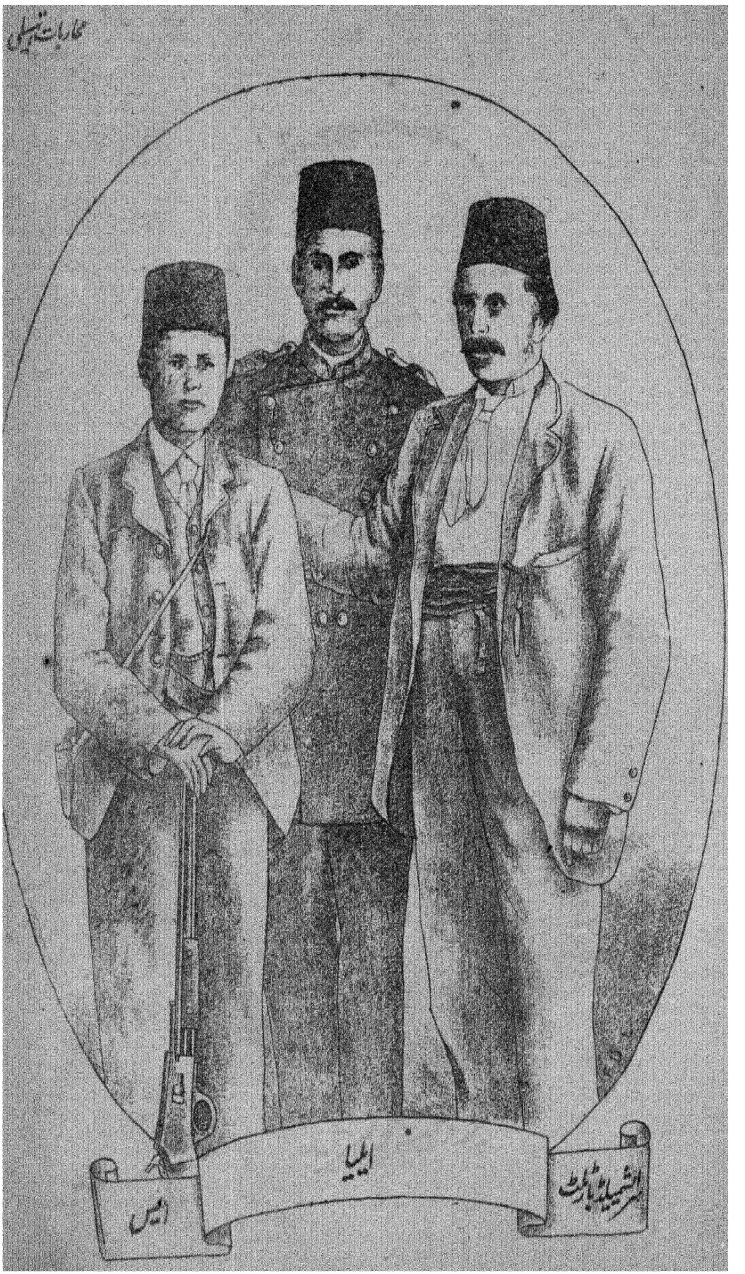
ایلیا
انیس
مسٹر شیلڈ بارٹ

پروفیسر ویمبری

شاہزادہ نکلس

ولیعہد قسطنطین

وزیر اعظم ڈیلیانیس

کرنیل سمولنسگی

کرنیل واسوس

کرنیل مانوس

عمر رشدی پاشا

سیف اللہ پاشا افسر ستاف

نور پاشا

حسن خیری پاشا

نشات پاشا

ممدوح پاشا

میرلوا حیدر پاشا

احمد حمدی پاشا

شہید محترم حافظ عبدالازل پاشا

(۸۰) اسی برس کی عمر میں محاربۂ تہلی میں شہید ہوئے)

December 189

میرلوا شہید جلال پاشا

احمد حفظی پاشا

ابراهيم باشا

سعد الدین پاشا

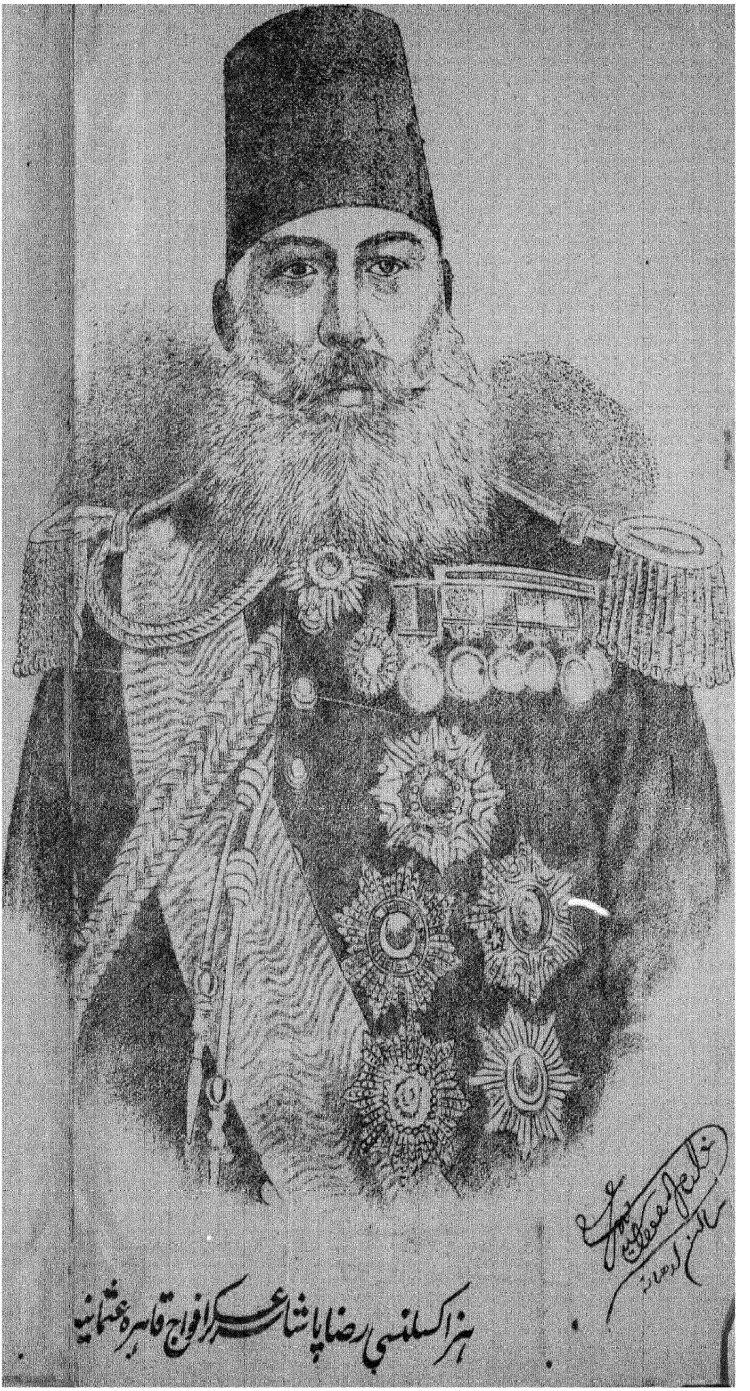

هز اکسلنسي رضا پاشا عسکر افواج قاهرهٔ عثمانيه

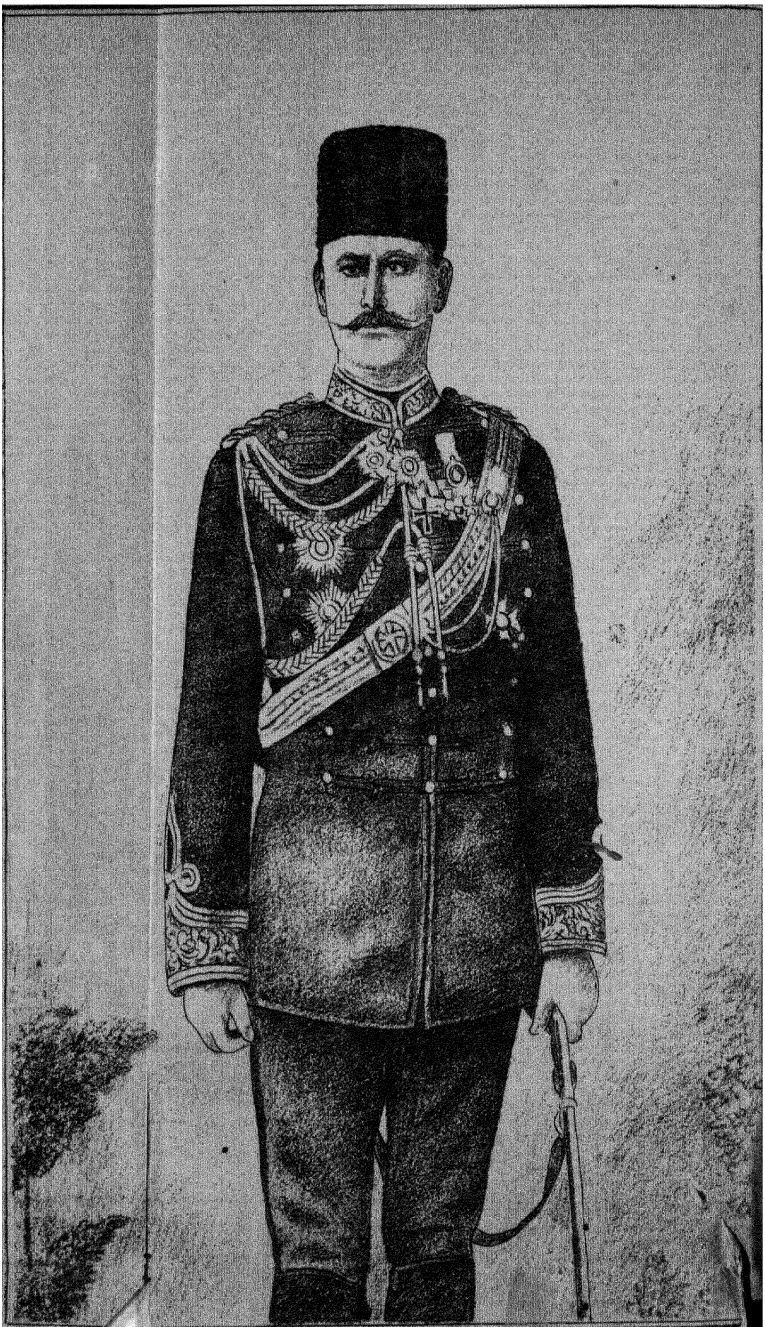

گرسکوف پاشا اتابق افواج سلطانی

مرزا محمد منیر پاشا۔ رئیس التشریفات دربار قیصری

علاء عزت پاشا. حاجب دربار قیصری

ہز ہائینس خلیل رفعت پاشا وزیر اعظم

دولتلو توفیق پاشا وزیر خارجیه

رضا پاشا افسر اعلی توپخانہ

عثمان فيضي پاشا

جنرل ماقریس

عثمانلی سپاہی

حلمی پاشا

نوعمر از نود مجاهد باشنده دیره لی

عثمانلی ارنود مجاہد

البانوی کوہستانی

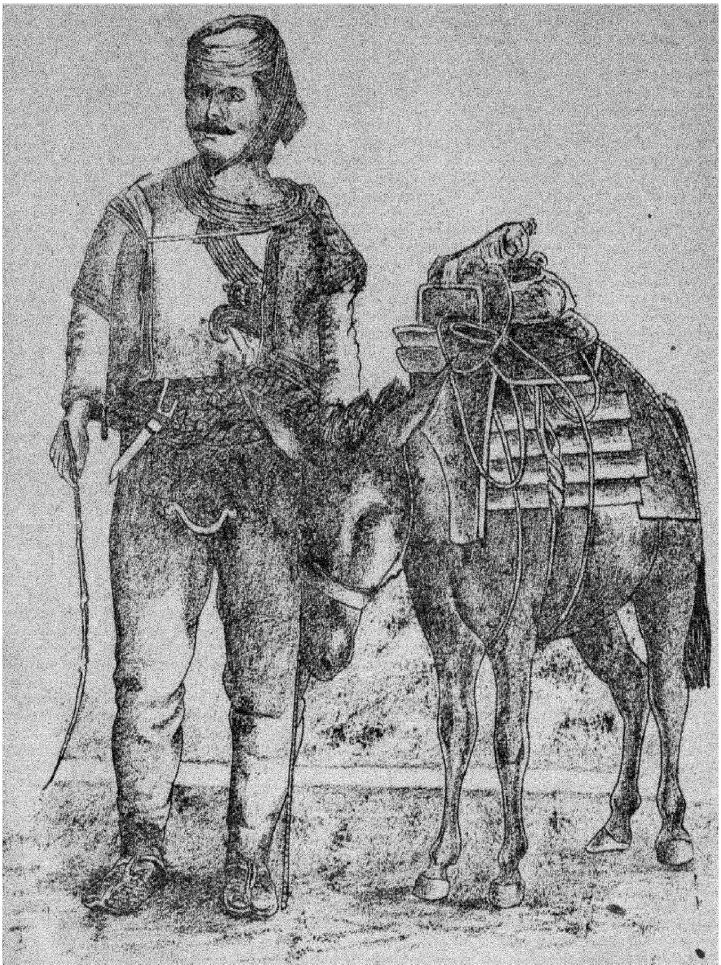

البانوی دہقان

محمد طاهر باشا

محمد پاشا

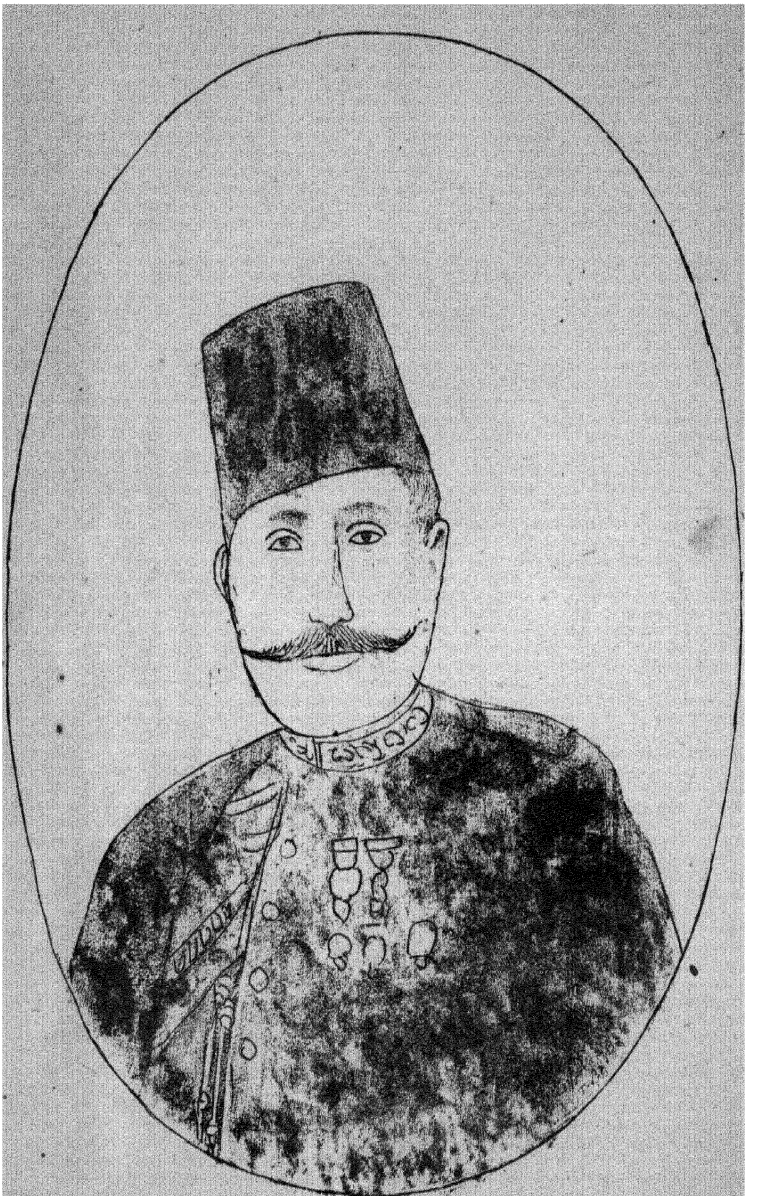

احمد شوکت بک

حمید رغنی بک

مظهر پاشا

بونغوفسکی پاشا

موسیو رالی وزیر اعظم یونان

ولی بک

محی الدین بک

مشکری پاشا

رجائی بک

تمغهٔ سلطانی محاربه روم و یونان

(دونون طرفون)

صاحب لعطوفت ابراہیم باک جو مینر پاشا مرحوم کی جگہ ناظر تشریفات سلطانی مقرر ہوئے ہیں

صاحب الیطوفت غالب بک جو ابراہیم بک کی جگہ نظارت خارجیہ کے ناظر التشریفات مقرر ہوئے ہیں

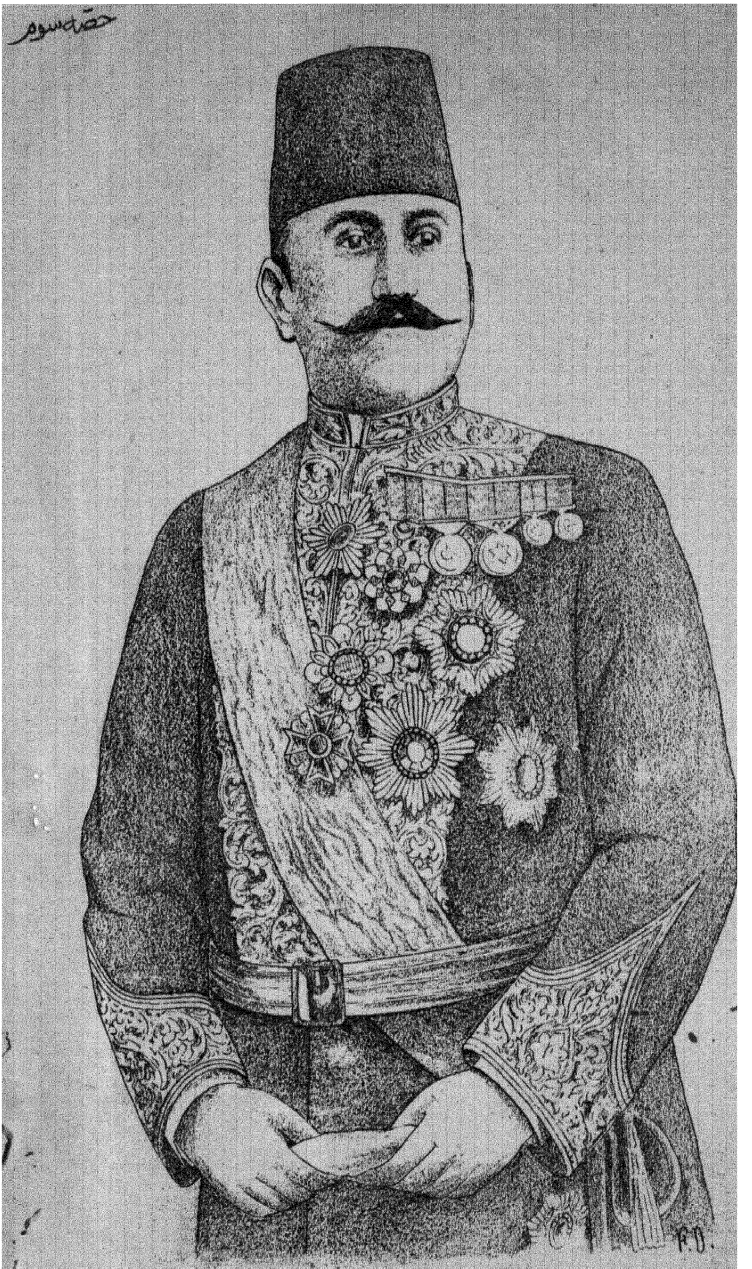

المرحوم جاوید بک فرزند خلیل رفعت پاشا وزیر اعظم

نقشہ محاربات ملونا و ماتی۔ دلیلر۔ ۱۸-۲۳ اپریل

گڑھیاں — توپخانہ — سوار — پیدل — ترک — یونانی

جنگ ملونا (۱۸ اپریل) پہاڑی کرادہ پر جو شمالاً جنوباً واقع ہے دکھائی گئی ہے

یونانی — ترکی پوزیشن

جنگ ماتی دلیلر (۲۳ اپریل) شرقی علاقہ میں ہوئی

نقشہ اول جنگ ولسٹینو۔ مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۶۹۷ء

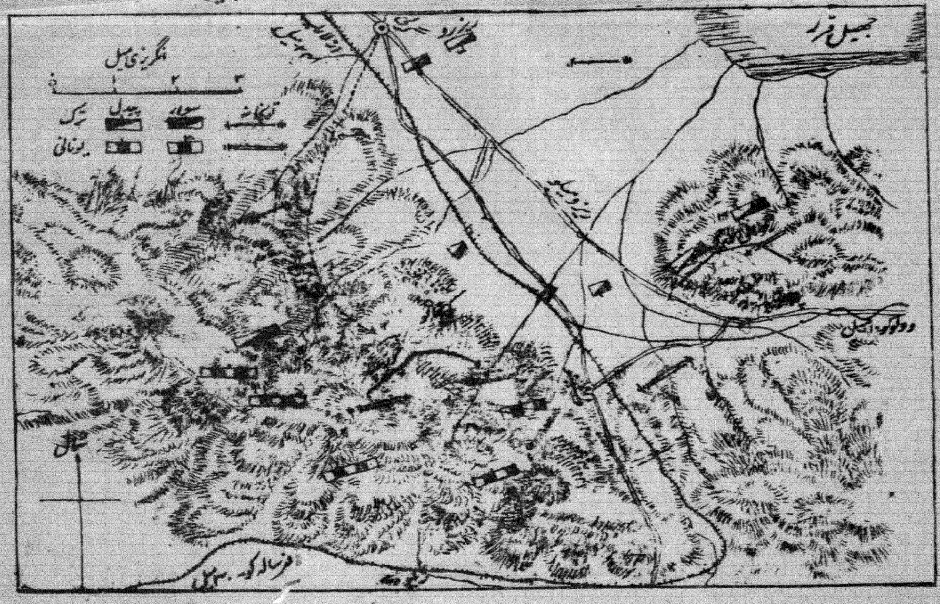

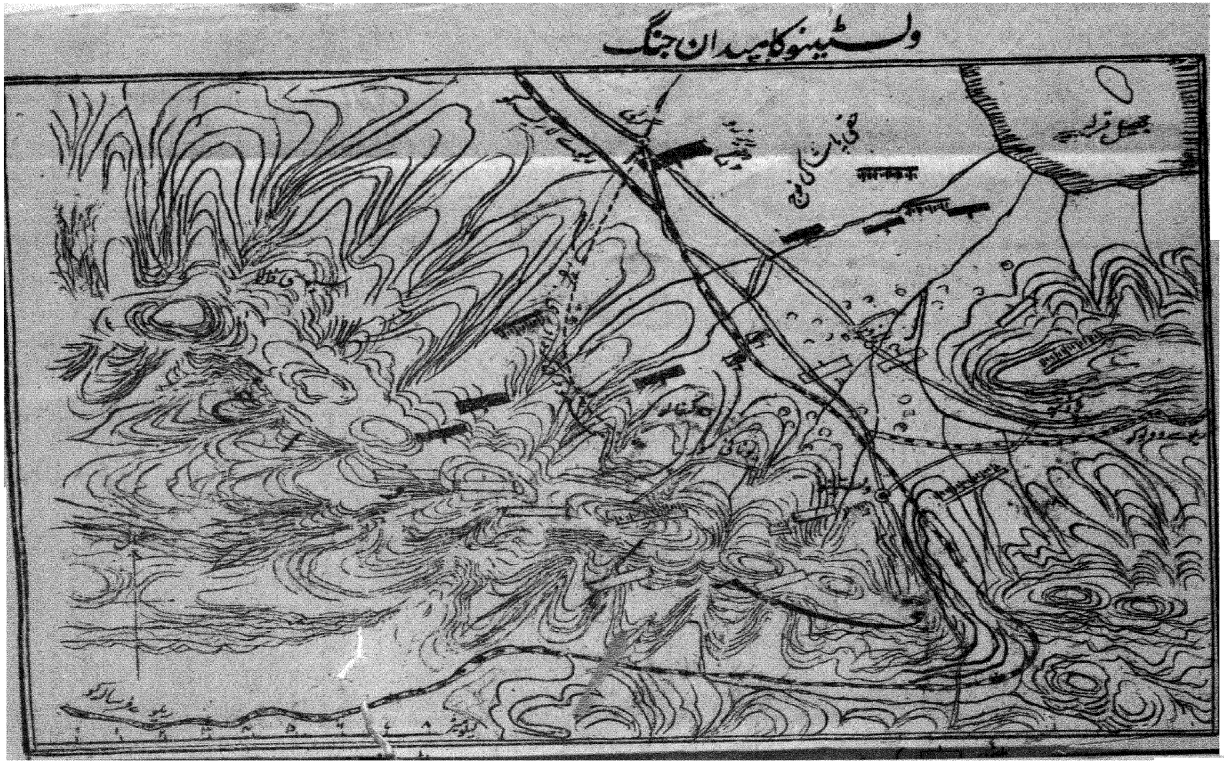
ولسٹینو کا میدان جنگ

ڈومکوس کا میدان جنگ

نقشہ جنگ ڈومو کوس - مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۱۷ء

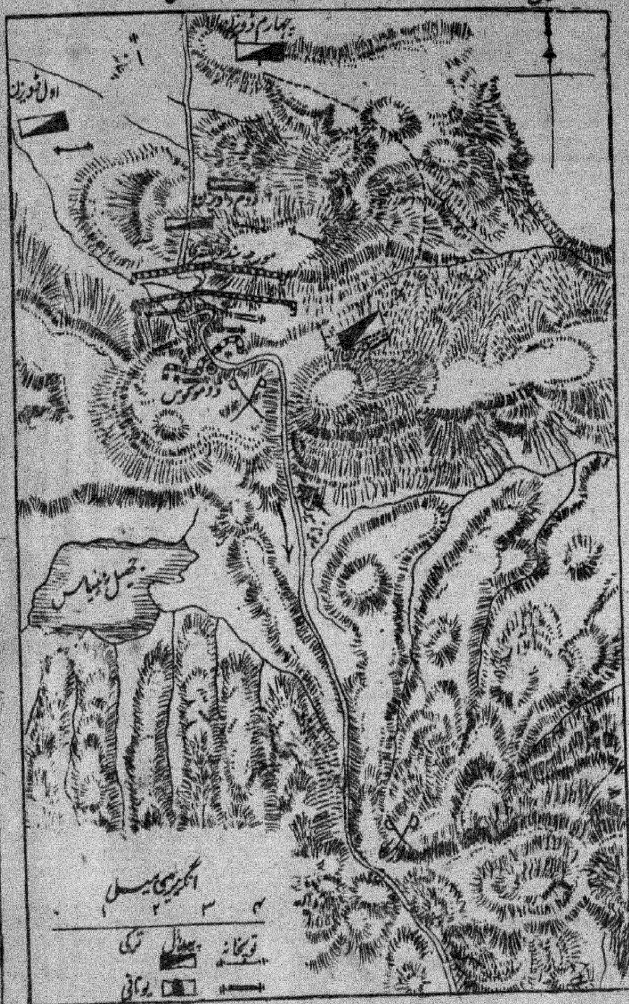

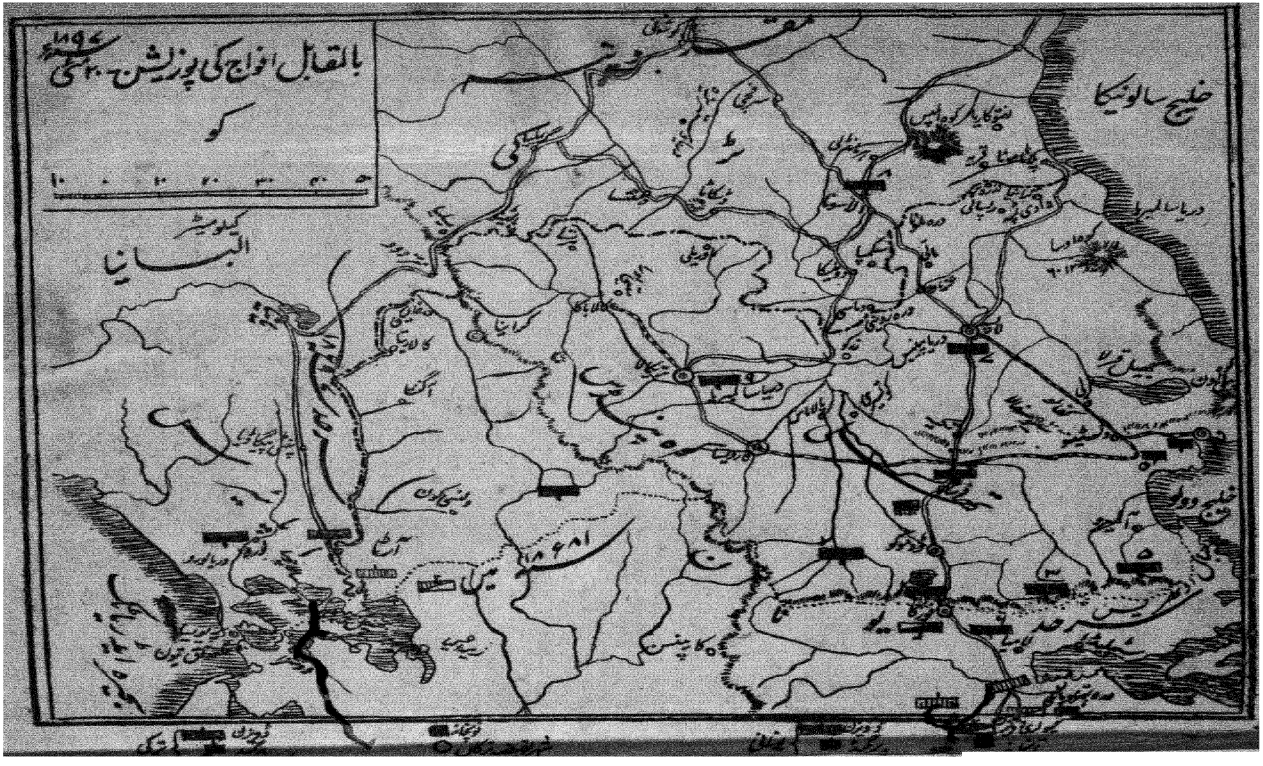
بالمقابل افواج کی پوزیشن ۲۰ مئی ۱۸۹۷ء
کو
کیلومیٹر
البانیا
خلیج سالونیکا
دریا سالمبریا
خلیج وولو
کارپنسن
آرٹا
دریا لورو
۱۸۶۸۱